القرآن الحکیم

تفسیرِ بیان القرآن (مکمل)

جلد سوم

سورۃ الفرقان تا سورۃ النّاس

مولانا محمد اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مکتبہ رحمانیہ

اقرأ سنٹر غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور

القرآن الحکیم

تفسیرِ بیان القرآن (مکمل)

مع اُردو ترجمہ مسائل السلوک

ومع عربی وُجوہُ المثانی مع توجیہِ الکلماتِ والمعانی

لہٗ کل از تصانیف حضرت حکیم الاُمت ماہر العلوم قرآنیہ رأس المفسرین صاحب الشریعۃ والطریقۃ

مولانا محمد اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

جلد سوم

سُورۃُ الفُرقان تا سُورۃُ النّاس

تسہیلِ ترجمہ

مولانا سید انظر شاہ کشمیری

خلف الرشید علامہ سید انور شاہ کشمیری

تخریج

مولانا حافظ محبوب احمد خان صاحب

مدرس مدرسہ رحمۃ للعالمین ڈیفنس روڈ لاہور

تفسیر بیان القرآن اور اس کے متعلقہ تمام رسائل کی کمپوزنگ اُس قدیم نسخے کو سامنے رکھ کر کی گئی ہے جو حکیم الاُمت کا نظر فرمودہ ہے اس پر حکیم الاُمت کی تصدیق (دستخط) بھی موجود ہیں اس کے علاوہ مولانا شبیر علی صاحب کے اضافہ جات بھی شامل ہیں۔ یہ نسخہ ۱۹۵۳ء میں اشرف المطابع تھانہ بھون سے شائع ہوا تھا اُس نسخے کا عکس بھی جلد اول کی ابتداء میں لگا دیا گیا ہے۔

مکتبہ رحمانیہ

اقرأ سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور

فون: 042-7224228-7221395

MAKTABA-E-REHMANIA

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

MAKTABA-E-REHMANIA

مکتبہ رحمانیہ

نام کتاب: .... تفسیر بیان القرآن (مکمل) (جلد سوم)

مؤلف: .... مولانا محمد اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ناشر: .... مکتبہ رحمانیہ

مطبع: .... لٹل سٹار پرنٹرز لاہور

استدعا

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کتابت، طباعت، تصحیح اور جلد سازی میں پوری پوری احتیاط کی گئی ہے۔

بشری تقاضے سے اگر کوئی غلطی نظر آئے یا صفحات درست نہ ہوں تو از راہ کرم مطلع فرما دیں۔ ان شاء اللہ ازالہ کیا جائے گا۔ نشاندہی کے لیے ہم بے حد شکر گزار ہوں گے۔ (ادارہ)

فہرست

مضامین تفسیریہ و منصوصہ قرآنیہ (مکمل)

سورۃ الفرقان ۲۵

پارہ: ۱۹

سورۃ الشعراء ۲۶

سورۃ النمل ۲۷

پارہ: ۲۰

سُورَةُ الْقَصَصِ ㉘

سُورَةُ الْعَنْكَبُوتِ ㉙

پارہ (۲۱)

سُورَةُ الرُّومِ ㉚

سورۃ لقمٰن ۳۱

سورۃ السجدۃ ۳۲

سورۃ الاحزاب ۳۳

پارہ: ۲۲

پارہ: ۲۴

سورۃ المؤمن (۴۰)

سورۃ حٰمٓ السجدۃ (۴۱)

پارہ: ۲۵

سورۃ الزخرف (۴۳)

سورۃ الدخان (۴۴)

سورۃ الجاثیۃ ۴۵

پارہ: ۲۶

سورۃ الاحقاف ۴۶

سورۃ محمد ۴۷

سورۃ الفتح ۴۸

سورۃ الحجرات ۴۹

سورۃ الممتحنۃ ۶۰

سورۃ الصف ۶۱

سورۃ الجمعۃ ۶۲

سورۃ المنافقون ۶۳

سورۃ التغابن ۶۴

سورۃ الطلاق ۶۵

سورۃ التحریم ۶۶

پارہ: ۲۹

سورۃ الملک ۶۷

سورۃ القلم ۶۸

سورۃ الحاقۃ ۶۹

سورۃ المعارج ۷۰

سورۃ نوح ۷۱

سورۃ الجن ۷۲

سورۃ المزمل ۷۳

سورۃ المدثر ۷۴

سورۃ القیمۃ ۷۵

سورۃ الدھر ۷۶

سورۃ المرسلٰت ۷۷

پارہ: ۳۰

سورۃ النبا ۷۸

سورۃ النٰزعٰت ۷۹

سورۃ عبس ۸۰

سورۃ التکویر ۸۱

سورۃ الانفطار ۸۲

سورۃ المطففین ۸۳

سورۃ الانشقاق ۸۴

سورۃ البروج ۸۵

سورۃ الطارق ۸۶

سورۃ الاعلیٰ ۸۷

سورۃ الغاشیۃ ۸۸

سورۃ الفجر ۸۹

سورۃ البلد ۹۰

سورۃ الشمس ۹۱

سورۃ اللیل (۹۲)

سورۃ الضحیٰ (۹۳)

سورۃ الم نشرح (۹۴)

سورۃ التین (۹۵)

سورۃ العلق (۹۶)

سورۃ القدر (۹۷)

سورۃ البینۃ (۹۸)

سورۃ الزلزال (۹۹)

سورۃ العٰدیٰت (۱۰۰)

سورۃ القارعۃ (۱۰۱)

سورۃ التکاثر (۱۰۲)

سورۃ العصر (۱۰۳)

سورۃ الھمزۃ (۱۰۴)

سورۃ الفیل (۱۰۵)

سورۃ قریش (۱۰۶)

سورۃ الماعون (۱۰۷)

سورۃ الکوثر (۱۰۸)

سورۃ الکافرون (۱۰۹)

سورۃ النصر (۱۱۰)

سورۃ اللھب (۱۱۱)

سورۃ الاخلاص (۱۱۲)

سورۃ الفلق (۱۱۳)

سورۃ الناس (۱۱۴)

سُوْرَةُ الْفُرْقَانِ

سورۃ الفرقان ۲۵ مکیۃ ۴۲ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰیاتھا ۷۷ رکوعاتھا ۶

سورۃ الفرقان مدینہ میں نازل ہوئی — شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والے ہیں — اور اس کی ستتر آیتیں اور چھ رکوع ہیں

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرَا ۟ۙ۱ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا ۲ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا ۳

بڑی عالیشان ذات ہے جس نے یہ فیصلہ کی کتاب (یعنی قرآن) اپنے بندہ خاص (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل فرمائی تا کہ وہ تمام دنیا جہان والوں کے لئے ڈرانے والا ہو ایسی ذات جس کے لئے آسمانوں اور زمینوں کی حکومت حاصل ہے اور اس نے کسی کو (اپنی) اولاد قرار نہیں دیا اور نہ کوئی اس کا شریک ہے حکومت میں اور اس نے (ممکنات میں سے) ہر (موجود) چیز کو پیدا کیا پھر سب کا الگ الگ انداز رکھا اور (باوجود حق کے ایسا یکتا ہونے کے) ان مشرکین نے خدا (کی توحید) کو چھوڑ کر اور ایسے معبود قرار دیئے ہیں جو کسی چیز کے خالق نہیں اور (بلکہ) وہ خود مخلوق ہیں اور خود اپنے لئے نہ کسی نقصان کے (رفع دفع کرنے) کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ کسی نفع کے حاصل کرنے کا نہ کسی کو مرنے کا اختیار رکھتے ہیں نہ کسی کے جینے کا اور نہ کسی کو (قیامت میں) دوبارہ جلانے کا۔

تفسیر: خاتمہ میں حقوق رسول کا ذکر تھا اور اُس کے شروع میں رسالت کا اثبات ہے۔ خاتمہ اور فاتحہ میں بھی تناسب ظاہر ہو گیا بلکہ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ حصہ سورت کا بحث رسالت میں ہے۔ چنانچہ اول آیت میں بھی بطور براعۃ الاستہلال کے اس کا ذکر ہے۔ پھر تین چار رکوع تک اسی کے متعلق سوال و جواب چلے گئے ہیں۔ پھر آیت: وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا [الفرقان: ۵۲] اور آیت: وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا [الفرقان: ۵۶] میں بھی اس کا اعادہ ہے۔

توحید و رسالت: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۞ تَبٰرَكَ الَّذِيْ (الی قولہ تعالی) وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا ۲۔

ذم شرک و انکار توحید: وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً (الی قولہ تعالی) وَلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا ۳۔ بڑی عالی شان ذات ہے جس نے یہ فیصلہ کی کتاب (یعنی قرآن) اپنے بندۂ خاص (محمد ﷺ) پر نازل فرمائی تا کہ وہ (بندہ) تمام دنیا جہاں والوں (یعنی انسان اور جن سب) کے لئے (عذاب الٰہی سے ایمان نہ لانے کی صورت میں) ڈرانے والا ہو ایسی ذات جس کے لئے آسمانوں اور زمین کی حکومت حاصل ہے اور اس نے کسی کو (اپنی) اولاد قرار نہیں دیا اور نہ کوئی اس کا شریک ہے حکومت میں اور اس نے (ممکنات میں سے) ہر (موجود) چیز کو پیدا کیا پھر سب کا الگ الگ انداز رکھا (کہ کسی چیز کے آثار و خواص کچھ ہیں کسی کے کچھ ہیں) اور (باوجود حق تعالیٰ کے ایسے متفرد فی الکمال ہونے کے) ان مشرکین نے خدا (کی توحید) کو چھوڑ کر اور ایسے معبود قرار دیئے ہیں جو (کسی طرح معبود ہونے کے قابل نہیں کیونکہ وہ) کسی چیز کے خالق نہیں اور بلکہ وہ خود مخلوق ہیں اور خود اپنے لئے نہ کسی نقصان (کے رفع کرنے) کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ کسی نفع (کے حاصل کرنے) کا (اختیار رکھتے ہیں) اور نہ کسی کے مرنے کا اختیار رکھتے ہیں (کہ کسی جاندار کی جان نکال سکیں) اور نہ کسی کے جینے کا (اختیار رکھتے ہیں کہ کسی بے جان میں جان ڈال سکیں) اور نہ کسی کو (قیامت میں) دوبارہ جلانے کا (اور استحقاق معبودیت کے لوازم سے ہے ان تصرفات پر بالاستقلال قادر ہونا جب لازم نہیں ملزوم بھی نہیں۔ **ف:** آلِهَةً الی آخر الایۃ سے اگر اصنام مراد ہوں تو سب کمالات کا انتفاء ظاہراً و حقیقتاً ظاہر ہے۔ اور اگر مطلق اللہ عام ذی روح و غیر ذی روح سے مراد ہوں تو بعض کا انتفاء تو ظاہراً بھی ہو گا اور حقیقتاً و استقلالاً سب کا انتفاء ہو گا جیسا کہ ظاہر ہے۔

اللغات: تبارك من البركة وهى الزيادة ويراد به زيادة الشان بمعنى علوه فحاصل المعنى تعالىٰ وتعظم قوله الفرقان مصدر بمعنى اسم الفاعل او المفعول اى الفارق بين الحق والباطل او الذى فرق فيه وبه وفصل بين الامور الحق منها والباطل قوله التقدير التهيئة اى هياه لما اراد به من الخصائص والافعال اللائقة به كذا فى الروح قوله النشور الاحياء كذا فى القاموس ۱۲۔

النحو: قوله الذى له ملك نعت للموصول الاول والفاصل ليس باجنبى قوله واتخذوا الضمير للمشركين لا يلزم رجوعه قبل الذكر لان القرينة للذكر كاف ۱۲۔

البلاغۃ: قوله الذى نزل الفرقان فى الروح ابراز تنزيل الفرقان فى معرض الصلة التى حقها ان تكون معلومة الثبوت للموصول عند السامع مع انكار الكفرة لاجراء ه مجرى المعلوم المسلم تنبيها على قوة دلائله وكونه بحيث لا يكاد يجهله احد وكذا يقال فى نظائره من الصلات التى ينكرها الكفرة ۱۲۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ ِۨ افْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ۚۛ فَقَدْ جَاۗءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا ۝۴ۚ وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝۵ قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝۶ وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ۭ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ۝۷ۙ اَوْ يُلْقٰٓى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا ۭ وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ۝۸ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ۝۹ۧ

اور کافر (یعنی مشرک) لوگ (قرآن کے) بارے میں یوں کہتے ہیں کہ یہ تو کچھ بھی نہیں نرا جھوٹ ہے جس کو ایک شخص (یعنی پیغمبر) گھڑ لیا ہے اور دوسرے لوگوں نے اس (گھڑت) میں اس کی امداد کی ہے سو یہ لوگ بڑے ظلم اور جھوٹ کے مرتکب ہوئے اور یہ کافر لوگ یوں کہتے ہیں کہ یہ (قرآن) بے سند باتیں ہیں جو اگلوں سے منقول ہوتی چلی آتی ہیں جن کو اس شخص (یعنی پیغمبر) نے لکھوا لیا ہے اور پھر وہی مضامین اس کو صبح و شام پڑھ پڑھ سنائے جاتے ہیں آپ (اس کے جواب میں) کہہ دیجئے کہ اس (قرآن) کو اس ذات نے اتارا ہے جس کو چھپی باتوں کی خواہ وہ آسمانوں میں ہوں یا زمین میں خبر ہے واقعی اللہ تعالیٰ غفور اور رحیم ہیا ور یہ (کافر) لوگ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت) یوں کہتے ہیں کہ اس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا ہوا کہ وہ ہماری طرح کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے اس کے پاس کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا گیا کہ وہ اس کے ساتھ رہ کر ڈراتا یا اس کے پاس (غیب سے) کوئی خزانہ آ پڑتا یا اس کے پاس کوئی (غیبی) باغ ہوتا جس سے کھایا کرتا اور ایمانداروں سے یہ ظالم یوں (بھی) کہتے ہیں کہ تم لوگ ایک مسلوب العقل آدمی کی راہ پر چل رہے ہو (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) دیکھئے تو یہ لوگ آپ کے لئے کیسی عجیب عجیب باتیں کر رہے ہیں سو (ان خرافات سے) وہ بالکل گمراہ ہو گئے پھر وہ راہ نہیں پا سکتے۔

تفسیر ربط: اول توحید و رسالت دونوں کا اثبات تھا۔ پھر انکار توحید پر تشنیع تھی۔ آگے انکار رسالت کی تقبیح اور اس پر منکرین کے جو شبہات و اعتراضات ہیں ان کا جواب ہے اور وہ اعتراضات متعدد تھے جن سے متعدد آیتیں شروع ہوئی ہیں۔ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ ۔ وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ ۔ وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ ۔ وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ ۔ وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَاۗءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ ۔ وَاِذَا رَاَوْكَ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ ۔ اِلَّا هُزُوًا اور ہر اعتراض کے بعد اس کا رد ہے اور یہ مضمون سوال و جواب کا سورت کے تین چار رکوع تک چلا گیا ہے اور درمیان درمیان میں اور مناسب مقام مضامین ہیں۔

حکایات اعتراض اول ورد او: وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا (الی قولہ تعالیٰ) فَقَدْ جَاۗءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا ۝

حکایات اعتراض دوم تتمہ اول ورد آن: وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا (الی قولہ تعالیٰ) اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝

حکایت اعتراض سوم: وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ ......

حکایت اعتراض چہارم: وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ۝

رد اعتراض سوم اجمالاً و چہارم تفصیلاً: اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ۝ اور کافر (یعنی مشرک) لوگ (قرآن کے بارہ میں) یوں کہتے ہیں کہ یہ (قرآن) تو کچھ بھی نہیں نرا جھوٹ (ہی جھوٹ) ہے جس کو اس شخص (یعنی پیغمبر) نے گھڑ لیا ہے اور دوسرے لوگوں نے اس

(گھڑت) میں اس (شخص) کی مدد کی ہے (مراد اس سے وہ اہل کتاب ہیں جو مسلمان ہو گئے تھے یا آپ کی خدمت میں ویسے ہی حاضر ہوا کرتے) سو (ایسی بات کہنے سے) یہ لوگ بڑے[1] ظلم اور جھوٹ کے مرتکب ہوئے (چنانچہ اُس کا ظلم اور جھوٹ ہونا بدلیل عنقریب آتا ہے) اور یہ (کافر) لوگ (اعتراض بالا کے تتمہ میں) یوں کہتے ہیں کہ یہ (قرآن) بے سند باتیں ہیں جو اگلوں سے منقول ہوتی چلی آتی ہیں جن کو اس شخص (یعنی پیغمبرؐ) نے (عمدہ عبارت میں سوچ سوچ کر اپنے صحابہ کے ہاتھ سے) لکھوالیا ہے (تاکہ منضبط رہے) پھر وہی (مضامین) اس (شخص) کو صبح وشام پڑھ پڑھ کر سنائے جاتے ہیں (تاکہ یاد رہیں' پھر وہی یاد کئے ہوئے مضامین مجمع میں بیان کر کے خدا کی طرف منسوب کر دیئے جاتے ہیں) آپ (اس کے جواب میں کہ اسی سے ان کا مرتکب ظلم وزور ہونا بھی ثابت ہو جاوے گا) کہہ دیجئے کہ اس (قرآن) کو تو اُس ذات (پاک) نے اُتارا ہے جس کو سب چھپی باتوں کی خواہ وہ آسمانوں میں ہوں یا زمین میں ہوں خبر ہے (اور چونکہ اُس کا علم ایسا محیط ہے اُس نے اپنے کلام میں وجوہ اعجاز کی پوری رعایت کر کے اس کو دوسرے کلاموں سے ممتاز فرمایا ہے اور دوسرے کسی کا ایسا علم نہیں ہے اس لئے کسی کو اپنے کلام میں رعایت اعجاز رکھنے کے لئے اُن وجوہ تک رسائی نہیں ہو سکتی' پس رعایت بھی نہیں ہو سکتی' پس کسی کا کلام معجز بھی نہیں ہو سکتا۔ حاصل جواب یہ ہوا کہ اس کلام کا اعجاز دلیل ہے اس کی کہ کفار کا کہنا اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ...... غلط ہے اور اسی سے ثابت ہو گیا کہ وہ لوگ مرتکب ظلم وزور کے ہیں اگر یہ خود پیغمبر ﷺ کا کلام مفتری یا مکتسب ہوتا یا قوم آخرین کی اعانت سے تصنیف ہوتا تو معجز کیسے ہوتا اور ہر چند کہ مقتضا ایسے کفریات کا یہ ہے کہ ان کو فوراً سزا ہو جاوے لیکن چونکہ) واقعی اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے (اس لئے جب مواخذہ فوریہ میں کوئی خاص حکمت نہ ہو فوراً مواخذہ نہیں فرماتا۔ پس یہ مغفرت و رحمت موقتہ ہے' پھر بعد انقضائے اس کے وقت کے عذاب واقع ہوگا) اور یہ (کافر) لوگ (رسول اللہ ﷺ کی نسبت) یوں کہتے ہیں کہ اس رسول کو (یعنی جو کہ بزعم خود رسول ہے) کیا ہوا کہ وہ (ہماری طرح) کھانا (بھی) کھاتا ہے اور (انتظام معاش کے واسطے ہماری طرح) بازاروں میں (بھی) چلتا پھرتا ہے (یعنی بشر ہے کہ جو محتاج ہوتا ہے طعام واہتمام معاش کا۔ مطلب یہ کہ رسول فرشتہ ہونا چاہئے اور علیٰ سبیل[2] التنزل اگر رسول کا فرشتہ ہونا ضرور نہ ہو تو کم از کم وہ اُس کا مصائب تو ہو۔ تو اس بناء پر سوال ہے کہ) اس (رسول) کے پاس کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا گیا کہ وہ اُس کے ساتھ رہ کر (لوگوں کو عذابِ الٰہی سے) ڈراتا (یا اگر یہ بھی نہ ہوتا تو کم از کم اہتمام معاش سے تو بے فکری ہوتی اس طرح کہ) اس کے پاس (غیب سے) کوئی خزانہ آ پڑتا (کہ معاش کی فکر نہ ہوتی) یا اس کے پاس کوئی (غیبی) باغ ہوتا جس سے یہ کھایا (پیا) کرتا (جس سے اکل وطعام معمولی اور مشی فی الاسواق کی احتیاج نہ رہتی) اور (ایمانداروں سے) یہ ظالم یوں (بھی) کہتے ہیں کہ (جب ان کے پاس اُمور مذکورہ میں سے کوئی امر عجیب اور موجب امتیاز نہیں ہے جو لازمہ نبوت ہے اور پھر بھی مدعی نبوت ہیں' اس سے معلوم ہوا کہ ان کی عقل میں فتور ہے۔ (پس) تم لوگ ایک مسلوب[3] العقل آدمی کی راہ پر چل رہے ہو (اے محمد ﷺ) دیکھئے تو یہ لوگ آپ ﷺ کے لئے کیسی عجیب عجیب باتیں بیان کر رہے ہیں سو (ان خرافات سے) وہ (بالکل) گمراہ ہو گئے پھر (اس گمراہی میں غالی ہونے کی وجہ سے) وہ (بالکل) راہ نہیں پا سکتے۔

ف[1]: اعتراض اول اور دوم قرآن منزل پر تھا اور سوم وچہارم رسول منزل علیہ پر اور یہ سب اعتراضات باہم بھی متجاذب ومتناسب ہیں جیسا تقریر ترجمہ سے معلوم ہوا۔ اول اور دوم کا جواب ان کے بعد ہی مفصلاً ذکر فرمایا گیا ہے اور چہارم چونکہ بدیہی البطلان تھا' چونکہ حضور ﷺ کا اعقل الناس ہونا مشاہد تھا' اس لئے اُنْظُرْ الخ اس کے اعتبار سے تفصیلی جواب ہو گیا۔ اور سوم چونکہ قابل تنبیہ تھا اس لئے اس کا اجمالاً تو آیت اخیر میں مذکور ہے جس کی طرف لفظ امثال اور حکم بالضلال مشیر ہے۔ حاصل یہ ہے کہ یہ امور مذکورہ[(1)] رسالت کے لئے لازم ہونے کی حیثیت سے خود امور عجیبہ من قبیل الامثال ہیں اور جزو عقائد ہونے کی حیثیت سے موجب ضلال ہیں' کیونکہ نبوت کے لئے مطلق خارق کافی ہے' خارق معین غیر ضروری ہے۔ یہ تو اجمالی جواب ہے اور تفصیلی جواب کے ساتھ آگے خطاب ہے۔ تَبٰرَكَ الَّذِیْۤ میں اس جزو کا جواب اَوْ یُلْقٰۤى اِلَیْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ کیونکہ ان دونوں متعاطفین میں امر مشترک فراغ معاش ہے اور اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ میں اس جزو کا جواب مع تسلیہ مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ ...... اور یَوْمَ یَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ میں قَالَ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ کے جواب کے ساتھ اس جزو کا بھی جواب لَوْلَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مَلَكٌ چنانچہ آگے واضح ہوگا۔

ف[2]: اس آیت سے مشی فی الاسواق کا غیر مکروہ ہونا ثابت ہوتا ہے اور حدیثوں سے جو کراہت معلوم ہوتی ہے تو بلاضرورت جانا مراد ہے بلکہ اگر عدم مشی فی الاسواق براہ تکبر ہو تو خود عدم مشی مذموم اور مشی محمود ہے اور آیت: قَالَ الظّٰلِمُوْنَ سے آپ پر جادو چلنے کے واقعہ کی نفی لازم نہیں آتی۔ کیونکہ مقصود کفار کا نفی نبوت کی تھی جیسا حصر سے مستفاد ہے' سو یہ مقصود قطعاً منفی ہے اور مطلق سحر کا آپ پر مؤثر ہونا مسکوت عنہ ہے۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَاَعَانَهٗ عَلَیْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ...... ایسا ہی طعن بعض اولیاء امیین پر بعض خشک علماء نے کیا ہے کہ ان کے مرید بعض علماء ہیں۔ وہ علوم میں اُن کی اعانت کرتے ہیں۔ قولہ تعالیٰ: وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ یَاْكُلُ الطَّعَامَ وَیَمْشِیْ فِی الْاَسْوَاقِ روح میں ہے کہ اس میں ان لوگوں کی حالت کے قصور کی طرف اشارہ ہے جو اولیاء اللہ پر اس وجہ سے انکار کرتے ہیں کہ وہ لوازم بشریت کھانے پینے وغیرہ میں ان کے ساتھ مشارکت رکھتے ہیں۔ قولہ تعالیٰ:

لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ اس میں اس شخص پر رد ہے جو کمال کا معیار خوارق کو قرار دیتا ہے۔

الحواشی: (۱) یعنی جن امور کی کفار درخواست کرتے تھے ۱۲ منہ۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله فی قال الذين كفروا مشرک والقرينة عليه قوله اعانه عليه قوم اخرون وقول قتادة المروى فى...... ۱۲۔
۲ قوله فى ظلما: بڑے ظلم افاده التنوين ۱۲۔ ۳ قوله على سبيل التنزل الخ صرح بهذا التدريج صاحب الروح ناقلا عن الزمخشرى واختاره النيسابورى ايضاً ۱۲۔ ۴ قوله فى مسحورا مسلوب العقل لان بعض السحر ما يغلب به على العقل۔ ۱۲۔

الروایات: فى الدر عن ابن عباسؓ ان عتبة وشيبة و ابا سفيان والنضر فى ثلثة عشر رجلا اجتمعوا وكلموه ﷺ طويلا وفيه فسل لنفسك ربك ان يبعث معك ملكا يصدقك بما تقول ويراجعنا عنك وسله ان يجعل لك جنانا وقصورا من ذهب وفضة الخ ۱۲۔

اللغات: جاء و اهووا توايجى بمعنى فعلوا فيتعدى تعدية الاكتتاب بمعنى امر بالكتابة فقد شاع افتعل بهذا المعنى كاحتجم وافتصد قوله تملى عليه الاملاء ههنا الالقاء للحفظ بعد الكتابة استعارة او الالقاء للكتابة كما هو المعروف حتى يقال ان الظاهر العكس بان الميت عليه فهو يكتبها ۱۲۔

النحو: قوله فيكون نصب على جواب التخصيص ۱۲۔

تَبٰرَكَ الَّذِيْٓ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ وَيَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا ۝۱۰ بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ ۣ وَاَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا ۝۱۱ اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّزَفِيْرًا ۝۱۲ وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ۝۱۳ لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا ۝۱۴ قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ كَانَتْ لَهُمْ جَزَاۗءً وَّمَصِيْرًا ۝۱۵ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَاۗءُوْنَ خٰلِدِيْنَ ۭ كَانَ عَلٰي رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْـُٔـوْلًا ۝۱۶ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَقُوْلُ ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰٓؤُلَاۗءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَ ۝۱۷ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ يَنْۢبَغِيْ لَنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِيَاۗءَ وَلٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَاٰبَاۗءَهُمْ حَتّٰى نَسُوا الذِّكْرَ ۚ وَكَانُوْا قَوْمًۢا بُوْرًا ۝۱۸ فَقَدْ كَذَّبُوْكُمْ بِمَا تَقُوْلُوْنَ ۙ فَمَا تَسْتَطِيْعُوْنَ صَرْفًا وَّلَا نَصْرًا ۚ وَمَنْ يَّظْلِمْ مِّنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيْرًا ۝۱۹

وہ ذات بڑی عالی شان ہے کہ اگر وہ چاہے تو آپ کو (کفار) کی اس (فرمائش) سے (بھی) اچھی چیز دے دے یعنی بہت سے (غیبی) باغات جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں اور آپ کو بہت سے محل دے دے بلکہ یہ لوگ قیامت کو جھوٹ سمجھ رہے ہیں اور (انجام اس کا یہ ہوگا کہ) ہم ایسے شخص کے لئے جو کہ قیامت کو جھوٹ سمجھے دوزخ تیار کر رکھا ہے وہ ان کو دور سے دیکھے گی تو وہ لوگ (دور سے ہی) اس کا جوش وخروش سنیں گے اور (پھر) جب وہ اس (دوزخ) کی کسی تنگ جگہ میں ہاتھ پاؤں جکڑ کر ڈال دیئے جائیں گے تو وہاں موت موت پکاریں گے ایک موت کو نہ پکارو بہت سی موتوں کو پکارو آپ (ان کو یہ مصیبت سنا کر) کہیے کہ (یہ بتلاؤ کہ) کیا یہ (مصیبت کی حالت) اچھی ہے یا وہ ہمیشہ رہنے کی جنت (اچھی ہے) جس کا خدا سے ڈرنے والوں سے وعدہ کیا گیا ہے کہ وہ ان کے لئے ان کی اطاعت کا صلہ ہے اور ان کا آخری ٹھکانا ان کو وہاں وہ سب چیزیں ملیں گی جو کچھ وہ چاہیں گے اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے (اے پیغمبر) یہ ایک وعدہ ہے جو آپ کے رب کے ذمہ ہے اور قابل درخواست ہے۔ اور جس روز اللہ تعالیٰ ان (کافر) لوگوں کو اور جن کو وہ لوگ خدا کے سوا پوجتے تھے ان سب کو جمع کرے گا پھر (ان معبودین سے) فرمادے گا کیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا تھا یا یہ (خود ہی) راہ (حق) گمراہ ہو گئے تھے عرض کریں گے کہ معاذ اللہ ہماری کیا مجال تھی کہ ہم آپ کے سوا اور کارسازوں کو تجویز کریں لیکن آپ نے (تو) ان کو اور ان کے بڑوں کو (خوب) آسودگی دی یہاں تک کہ وہ (آپ کی) یاد بھلا بیٹھے اور یہ لوگ خود ہی برباد ہوئے (اس وقت اللہ تعالیٰ ان عابدین کو اظہار لاجواب کرنے کے لئے فرمادے گا

کہ تمہارے ان معبودوں نے تو تم کو تمہاری باتوں میں جھوٹا ٹھہرادیا سو (اب) تم نہ خود (عذاب کو) ٹال سکتے ہو اور نہ کسی دوسرے کی طرف سے مدد دیئے جاسکتے ہو اور جو جو تم میں ظالم (یعنی مشرک) ہوگا ہم اس کو بڑا عذاب چکھائیں گے۔

تفسیر ربط: او پر اعتراض سوم کا اجمالی جواب آ چکا ہے۔ آ گے تفصیلاً مذکور ہوتا ہے جیسا آیات بالا کے ف اول میں اُس کی تقریر گزر چکی ہے اور اجزائے جواب کے درمیان میں بل کذبوا بالساعة سے رسالت کے انکار اور اس پر اعتراض بالا کی علت ارشاد ہوئی ہے' پھر ذکر ساعت کی مناسبت سے کئی آیتوں تک اس کے واقعات متعلق مکذبین ومصدقین کے بیان فرمائے ہیں۔ اسی طرح اعتراض لو لا اُنزل علینا الملائکة ...... کے جواب کے بعد بھی بمناسبت نزول ملائکہ کے بعض واقعات یوم نزول کے ارشاد فرمائے۔

جواب تفصیلی از شبہ کنز وجنت: تَبٰرَكَ الَّذِیْٓ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَیْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ وَ یَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا۝ وہ ذات بڑی عالی شان ہے کہ اگر وہ چاہے تو آپ کو (کفار کی) اُس (فرمائش) سے (بھی) اچھی چیز دے دے' یعنی[1] بہت سے (غیبی) باغات جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں (بہتر اس لئے کہا کہ وہ تو مطلق باغ کی فرمائش کرتے تھے گو ایک ہی ہو اور متعدد باغ کا ایک سے بہتر ہونا ظاہر ہے) اور (بلکہ ان باغوں کے ساتھ اور بھی مناسب چیزیں دے دے جن کی انہوں نے فرمائش بھی نہیں کی یعنی) آپ کو بہت سے محل دے دے (جو اُن باغوں میں بنے ہوں یا باہر ہی ہوں جس سے اُن کی فرمائش مع شیئ زائد پوری ہو جاوے۔ مطلب یہ کہ جو جنت میں ملے گا اگر اللہ چاہے تو آپ کو دنیا ہی میں دے دے لیکن بعض حکمتوں سے نہیں چاہا اور فی نفسہٖ ضروری تھا نہیں پس شبہ محض بے ہودہ ہے۔ ف: جنات کی تفسیر میں جو غیبی کی قید ظاہر کی گئی ہے قتادہ کا قول درمنثور میں اس کا مؤید بھی ہے۔ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ وَ یَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا۝ قال وانه والله من دخل الجنة لیصیبن قصورا لاتبلی ولا تهدم اور جزو القائے کنز کا جواب بھی بوجہ اتحاد واشتراک مقصود کنز اور جنت کے اسی سے نکل آیا اور تقدیم اس کی جزو اکل طعام و مشی فی الاسواق کے جواب پر شاید اس لئے ہو کہ یہ خارق منافی بشریت کے نہیں اور خوارق غیر منافیہ للبشریۃ انبیاء سے صادر ہوا کرتے ہیں تو نظر سرسری سے اس شبہ کی گنجائش ہو سکتی تھی۔ اس لئے اس کو پہلے دفع فرمادیا بخلاف شبہ اکل ومشی کے جس سے مقصود فرمائش ہے ملکیت کی جو کہ منافی ہے بشریت کے اور خوارق منافیہ للبشریۃ انبیاء سے صادر نہیں ہوتے۔ پس اس شبہ کی سرسری نظر میں بھی گنجائش نہ تھی۔ اس لئے اس کے جواب کو مؤخر کردینے میں مضائقہ نہ ہوا۔

ربط: آیات بالا کی تمہید میں گزر چکا۔

علت انکار رسالت بروجہ مذکور و بیان بعض احوال واہوال یوم النشور: بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ ۚ وَ اَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِیْرًا۝ (الی قولہ تعالی) نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِیْرًا۝ (ان کفار کے ان شبہات مذکورہ کے سبب[2] یہ نہیں ہے کہ ان کو حق کی طلب اور فکر ہوئی ہو اور اس دوران میں قبل تحقیق ایسے شبہات واقع ہو گئے ہوں) بلکہ (وجہ اعتراضات کی محض شرارت اور طلب حق سے بےفکری ہے اور اس بےفکری اور شرارت کا سبب یہ ہے کہ) یہ لوگ قیامت کو جھوٹ سمجھ رہے ہیں (اس لئے فکر انجام نہیں ہے اور جو جی میں آتا ہے کر لیتے ہیں بک دیتے ہیں) اور (انجام اس کا یہ ہوگا کہ) ہم نے ایسے شخص (کی سزا) کے لئے جو کہ قیامت کو جھوٹ سمجھے دوزخ تیار کر رکھی ہے (کیونکہ قیامت کی تکذیب سے اللہ ورسول کی تکذیب لازم آتی ہے جو اصل سبب ہے دوزخ میں جانے کا اور اُس دوزخ کی یہ کیفیت ہوگی کہ) وہ (دوزخ) اُن کو دور سے دیکھے گی تو (دیکھتے ہی غضبناک ہو کر اس قدر جوش مارے گی کہ) وہ لوگ (دور ہی سے) اُس کا جوش وخروش سنیں گے اور (پھر) جب وہ اُس (دوزخ) کی کسی تنگ جگہ میں ہاتھ پاؤں جکڑ کر ڈال دیئے جائیں گے تو وہاں موت ہی موت پکاریں گے (جیسا مصیبت میں عادت ہے کہ موت کو بلاتے اور اس کی تمنا کرتے ہیں اُس وقت اُن سے کہا جاوے گا کہ) ایک موت کو نہ پکارو بلکہ بہت سی موتوں کو پکارو (کیونکہ موت کے پکارنے کی علت مصیبت ہے اور مصیبت غیر متناہی ہے اور ہر مصیبت کا مقتضا موت کا پکارنا ہے تو پکارنا بھی کثیر ہوا اور اسی کی کثرت کو موت کی کثرت کہا گیا پھر خود پکارنے پکارنے میں تغایر حقیقی ہے اور موت موت میں تغایر اعتباری) آپ (ان کو یہ مصیبت سنا کر) کہئے کہ (یہ بتلاؤ کہ) کیا یہ (مصیبت کی) حالت اچھی ہے (جو کہ مقتضا ہے تمہارے کفر وانکار کا) یا وہ ہمیشہ کے رہنے کی جنت (اچھی ہے) جس کا خدا سے ڈرنے والوں سے (یعنی اہل ایمان سے) وعدہ کیا گیا ہے کہ وہ اُن کیلئے (اُن کی اطاعت کا) صلہ ہے اور اُن کا (آخری) ٹھکانا (اور) اُن کو وہاں وہ سب چیزیں ملیں گی جو کچھ وہ چاہیں گے (اور) وہ (اس میں) ہمیشہ رہیں گے (اے پیغمبر) یہ ایک وعدہ ہے جو (بطور فضل وعنایت کے) آپ کے رب کے ذمہ ہے اور قابل[3] درخواست ہے (اور ظاہر ہے کہ جنت الخلد ہی بہتر ہے سو اس میں ترہیب کے بعد ترغیب ایمان کی ہو گئی) اور (وہ دن ان کو یاد دلایئے کہ) جس روز اللہ تعالیٰ ان (کافر) لوگوں کو اور جن کو وہ لوگ خدا کے سوا پوجتے تھے (جن سے اضلال صادر نہیں ہوا خواہ صرف بت مراد ہوں یا ملائکہ وغیرہم بھی) اُن (سب) کو جمع کرے گا پھر (اُن معبودین سے ان عابدین کی تبکیت کے لئے) فرماوے گا کیا تم نے میرے ان بندوں کو (راہِ حق سے) گمراہ کیا تھا یا یہ (خود ہی) راہِ (حق) سے گمراہ ہو گئے تھے (مطلب یہ کہ انہوں نے

تمہاری عبادت کہ واقع میں ضلالت ہے تمہارے امر و رضا سے کی تھی جیسا ان لوگوں کا زعم تھا کہ یہ معبودین خوش ہوتے ہیں اور خوش ہو کر اللہ تعالیٰ سے شفاعت کریں گے یا اپنی رائے فاسد سے اختراع کر لی تھی) وہ (معبودین) عرض کریں گے کہ معاذ اللہ ہماری کیا مجال تھی کہ ہم آپ کے سوا اور کارسازوں کو (اپنے اعتقاد میں) تجویز کریں (عام اس سے کہ وہ کارساز ہم ہوں یا ہمارے سوا اور کوئی ہوں مطلب یہ کہ جب الوہیت کو آپ میں منحصر سمجھتے ہیں تو ہم شرک کرنے کا ان کو امر یا اُس پر رضامندی کیوں کرتے) ولیکن (یہ خود ہی گمراہ ہوئے اور گمراہ بھی ایسے نامعقول طور پر ہوئے کہ اسبابِ شکر کو انہوں نے اسبابِ کفر بنایا' چنانچہ) آپ نے (تو) ان کو اور ان کے بڑوں کو (خوب) آسودگی دی (جس کا مقتضا یہ تھا کہ منعم کی معرفت اور اُس کا شکر و اطاعت کرتے مگر یہ لوگ) یہاں تک (شہوات و تلذذات میں منہمک ہوئے) کہ (آپ کی) یاد (ہی) کو بھلا بیٹھے اور یہ لوگ خود ہی برباد ہوئے (مطلب جواب کا ظاہر ہے کہ دونوں شقوں میں ضلوا السبیل کی شق کو اختیار کیا اور ضلالت کی شناعت و قطاعت کو ذکر تمتیع سے مؤکد کیا جس سے خوب ناراضی اُن عابدین سے ظاہر ہو جاوے اس وقت اللہ تعالیٰ ان عابدین کو اظہار تبکیت کے لئے جو اصل مقصود تھا سوال مذکور سے فرماوے گا) لو تمہارے ان معبودوں نے تو تم کو تمہاری (سب) باتوں میں جھوٹا (ہی) ٹھہرا دیا (اور انہوں نے بھی تمہارا ساتھ نہ دیا اور جرم پورے طور سے قائم ہو گیا) سو (اب) تم نہ تو خود (عذاب کو اپنے اوپر سے) ٹال سکتے ہو اور نہ (کسی دوسرے کی طرف سے) مدد دیئے جا سکتے ہو (حتیٰ کہ جن پر پورا بھروسہ تھا وہ بھی صاف جواب دے رہے ہیں اور تمہاری صریح مخالفت کر رہے ہیں) اور جو (جو) تم میں ظالم یعنی مشرک ہوگا) ہم اُس کو بڑا عذاب چکھائیں گے (اور گو اس وقت مخاطبین سب مشرک ہی ہوں گے مگر اس طرح فرمانے کی یہ وجہ ہے کہ ظلم کا مقتضی عذاب ہونا بیان فرمانا مقصود ہے) **ف**: اِذَا رَاَتْهُمْ سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ دوزخ سے صدور رویت کا ہوگا اور دوسری نصوص سے بھی ظاہراً اس میں ادراک کا وجود معلوم ہوتا ہے۔ **قال اللہ تعالیٰ**: وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ [ق : ۳۰] **و قال صلی اللہ علیہ وسلم النار الی ربها رواہ البخاری وفی الروح عن الطبرانی مرفوعا قالوا یا رسول اللہ هل لجهنم من عین قال نعم اما سمعتم اللہ تعالیٰ یقول**: اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ **فهل تراهم الا بعینین** اور وَاِذَاۤ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا سے ظاہراً جہنم کا ضیق ہونا معلوم ہوتا ہے اور حدیثوں سے بے پایاں وسعت معلوم ہوتی ہے لیکن بعد تامل حقیقت ظاہر ہے کہ جہنم کو ضیق نہیں فرمایا بلکہ باوجود اُس کی وسعت کے جس خاص خاص جگہ ہر جہنمی رہے گا وہ جگہ خوب تنگ ہوگی جیسے جیل خانہ بہت بڑا ہو مگر ہر قیدی کے واسطے الگ الگ کوٹھڑی تنگ ہو جیسا روح میں ابن ابی حاتم سے مرفوعاً اس کی تفسیر میں منقول ہے: **انهم لیستکرهون افی النار کما یستکره الوتد فی الحائط** اور لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ میں لفظ ما کے عموم میں ممتعات داخل نہیں' اس لئے کہ ان ممتعات کے ساتھ اُن کی مشیت ہی متعلق نہ ہوگی مثل مغفرت کفار وغیرہ کے اور معبودین وغیرہ کے بولنے کے متعلق سورۂ یونس رکوع سوم آیت: وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ [یونس : ۴۵] کی تفسیر میں بذیل فائدہ تحقیق گزر چکی ہے ملاحظہ کر لیا جاوے اور تقریر ترجمہ میں وَ مَا يَعْبُدُوْنَ کو عدم صدور اضلال کے ساتھ اسلئے مقید کیا کہ شیاطین کے لئے یہ مضمون عام نہیں۔

ملحقات الترجمة: ۱؎ **قوله فی جنت** یعنی **اشارة الی کونه بدلا من خیرا ۱۲** ۲؎ **قوله فی بل کذبوا** :سب یہ نہیں الخ **مستفاد من الروح والکبیر ۱۲**۔ ۳؎ **قوله فی مسئولا**: قابل **کذا فی الروح ۱۲**۔ ۴؎ **قوله فی لا نصرا**: مدد دیئے جا سکتے ہو **اشارة الی کونه مجهولا فحصل التغایر بین الصرف الکائن منهم والنصر الکائن من غیرهم فافهم ۱۲**۔

اللغات: **قوله تغیظ اظهار الغیظ وقد یکون ذلک مع صوت مسموع والا فهو فی نفسه لیس بمسموع قوله مقرنین قرنت ایدیهم الی عناقهم ۱۲**۔

النحو: **قوله واتهم التانیث باعتبار تاویل سعیر بجهنم۔ قوله مکانا ضیقا ای فی مکان ضیق ومنها حال مقدم علیه ۱۲۔ قوله ضلوا السبیل ای عن السبیل ۱۲۔ قوله من اولیاء فی اعراب القرآن هو المفعول الاول ومن دونک الثانی وجاز دخول من لانه فی سیاق النفی اھ۔ وفیه ماحاصله ان من تزاد فی المفعول الثانی عند اکثر النحویین ۱۲۔**

البلاغة: **قوله تدعوا الیوم التقیید بالیوم لمزید التهویل والتفظیع والتنبیه علی انه لیس کسائر الایام المعهودة۔ قوله جنة الخلد فی الروح اضافة الجنة الی الخلدان کانت نسبة الاضافة معلومة للمدح فان المدح یکون بما هو معلوم وان لم تکن معلومة فلا قادة خلود الجنة ولا یخدشه قوله تعالیٰ خالدین بعد لانه للدلالة علی خلود المها لا خلودها فی نفسها وان تلازما اذان ذلک للتمییز عن حیات الدنیا ۱۲۔ قوله مصیرا ولم یکف بقوله جزاء لعدم استلزامه ذلک فقد یثیب الملک فی الدنیا انسانا هیتان مثلا ولا یراه فضلا عن ان یسکن فیه۔ قوله عبادی الاضافة لتعظیم جرمهم لعبادة غیر خالقهم مع کونهم عباد اللہ عزوجل۔ قوله سبحنک فی الروح عن الطیبی توطنه وتمهید للجواب اھ واشرت الیه فی الترجمة ولما کان العادة فی اللسان الهندی اطلاق کلمة معاذ اللہ فی امثال هٰذا ترجمت بالحاصل۔ قوله بما تقولون فیه مجاز ای فی ما تقولون ۱۲۔**

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي الْاَسْوَاقِ ؕ وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ؕ اَتَصْبِرُوْنَ ۚ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا ﴿۲۰﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ؕ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا ﴿۲۱﴾ يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿۲۲﴾

اور ہم نے آپ سے پہلے جتنے پیغمبر بھیجے سب کھانا بھی کھاتے تھے اور بازاروں میں بھی چلتے پھرتے تھے اور ہم نے تم (مجموعہ مکلفین) میں ایک کو دوسرے کے لئے آزمائش بنایا ہے کیا صبر کرو گے (یعنی صبر کرنا چاہئے) اور آپ کا رب خوب دیکھ رہا ہے اور جو لوگ ہمارے سامنے پیش ہونے سے اندیشہ نہیں کرتے (بوجہ اس کے کہ اس کے منکر میں) وہ یوں کہتے ہیں کہ ہمارے پاس فرشتے کیوں نہیں آتے یا ہم اپنے رب کو دیکھ لیں یہ لوگ اپنے دلوں میں اپنے کو بہت بڑا سمجھ رہے ہیں اور یہ لوگ حد (انسانیت) سے بہت دور نکل گئے ہیں جس روز یہ لوگ فرشتوں کو دیکھیں گے اس روز مجرموں (یعنی کافروں) کے لئے کوئی خوشی کی بات نہ ہوگی اور کہیں گے کہ پناہ ہے پناہ ہے۔

تفسیر ربط: رکوع اول کی آیات وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا...... کے ف میں تقریر ربط گزر چکی۔

جواب تفصیلی شبہ اکل ومشی مع تسلیہ: وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ (الی قولہ تعالیٰ) اَتَصْبِرُوْنَ ۚ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا ﴿۲۰﴾ اور ہم نے آپ سے پہلے جتنے پیغمبر بھیجے سب کھانا بھی کھاتے تھے اور بازاروں میں بھی چلتے پھرتے تھے (مطلب یہ کہ نبوت واکل طعام وغیرہ میں تنافی نہیں۔ چنانچہ جن کی نبوت دلائل سے ثابت ہے گو معترضین اعتراف نہ کریں اُن سب سے اس کا صدور ہوا ہے پس آپ پر بھی یہ اعتراض غلط ہے) اور (اے پیغمبر اور اے تابعین پیغمبر! ان کفار کے ایسے بے ہودہ اقوال سے محزون مت ہو کیونکہ) ہم نے تم (مجموعہ مکلفین) میں ایک کو دوسرے کے لئے آزمائش بنایا ہے (پس اسی عادت مستمرہ کے موافق انبیاء کو ایسی حالت پر بنایا کہ اُمت کی آزمائش ہو کہ کون ان کے حالات بشریہ پر نظر کر کے تکذیب کرتا ہے اور کون اُن کے کمالات نبوت پر نظر کر کے تصدیق کرتا ہے، سو جب یہ بات معلوم ہو گئی تو) کیا تم (اب بھی) صبر کرو گے (یعنی صبر کرنا چاہئے) اور (یہ بات یقینی ہے کہ) آپ کا رب خوب دیکھ رہا ہے (تو وقت موعود پر اُن کو سزا دے گا پھر آپ کیوں ہم وغم میں واقع ہوں)۔

ربط: اوپر کفار کے بعض اعتراضات متعلقہ رسالت کے جواب مذکور تھے ایک اعتراض یہ تھا: لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ؕ جس کا حاصل یہ تھا کہ ہم سے فرشتے یا خدا تعالیٰ بالمشافہ کہہ دے کہ محمد ﷺ رسول ہیں۔ کذا فسر ابن جریج کما فی الدر۔ آگے اس کی حکایت اور اس کا جواب ہے اور اس اعتراض کا مضمون اعتراض سوم کے اس جزو کے ساتھ متحد المقصود ہے: لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ اور اس سے اس قدر ترقی ہے کہ وہاں ملک واحد تھا یہاں ملائکہ جمع ہیں اور وہاں صرف نزول ملک پر اقتصار تھا، یہاں رویت رب بھی منضم ہے اور اس (۱) کا جزو دوم لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا...... میں تفصیلاً اور جزو (۲) اول اس میں اجمالاً اور يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ میں تفصیلاً رد کیا گیا ہے اور جزو اول کے اجمالی وتفصیلی جواب میں اعتراض سوم کے جز نزول ملک کا تفصیلی جواب بھی ہو جاوے گا جیسا اجمالاً پہلے آیت انظر میں ہو چکا تھا۔ چنانچہ رکوع اول کے خاتمہ پر ف میں اس مضمون کا وعدہ وحوالہ بھی لکھا گیا ہے۔

حکایت اعتراض پنجم ورد او مع جواب تفصیلی شبہ نزول ملک از جزاء اعتراض سوم: وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ؕ (الی قولہ تعالیٰ) وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿۲۲﴾ اور جو لوگ ہمارے سامنے پیش ہونے سے اندیشہ نہیں کرتے (بوجہ اس کے کہ اُس کے منکر ہیں) وہ (انکار رسالت کے لئے) یوں کہتے ہیں کہ ہمارے پاس فرشتے کیوں نہیں آتے (کہ آ کر ہم سے کہیں گے کہ یہ رسول ہیں) یا ہم اپنے رب کو دیکھ لیں (اور وہ ہم سے کہہ دے کہ واقعی یہ رسول ہیں جب ہم تصدیق کریں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ) یہ لوگ اپنے دلوں میں اپنے کو بہت بڑا سمجھ رہے ہیں (کہ مہبط ملائکہ یا ہم کلام حق ہونے کے لائق اپنے کو جانتے ہیں) اور (بالخصوص رویت ومکالمت رب کی فرمائش میں تو) یہ لوگ حد (انسانیت) سے بہت (ہی) دور نکل گئے ہیں (کیونکہ ملائکہ اور انسان میں تو کسی ذاتی بعید میں شرکت بھی ہے اللہ تعالیٰ سے تو کوئی مشارکت ہی نہیں اور خیر خدا کے دیکھنے کے لائق تو کیا ہوتے البتہ فرشتے ایک دن ان کو دکھلائی دیں گے مگر نہ جس طرح یہ چاہتے ہیں بلکہ مصیبت اور پریشانی کے ساتھ) چنانچہ جس روز یہ لوگ فرشتوں کو دیکھیں گے (اور وہ دن قیامت کا ہے) اُس روز مجرموں (یعنی کافروں) کے لئے کوئی خوشی کی بات (نصیب) نہ ہوگی اور (فرشتوں کو جب سامان عذاب کے ساتھ آتا ہوا دیکھیں گے تو گھبرا کر) کہیں گے کہ پناہ ہے پناہ ہے۔

ف: حاصل ارشاد: لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا کا یہ ہوا کہ مرئی کی جانب سے تو کوئی امر نزول یا رویت کا مانع نہیں۔ چنانچہ انبیاء نزول سے مشرف ہوتے ہیں اور رویت سے

سب مؤمنین مشرف ہوں گے لیکن رائی میں مانع خاص ہے یعنی عدم لیاقت اور اس مانع کا کوئی رافع متحقق نہیں ہوا' پھر ایسی استدعا اعلیٰ درجہ کا تکبر ہے اور جہاں نزول و رویت کا وقوع ہے وہاں اس مانع کا رافع یعنی فضل الٰہی پایا جاتا ہے لہٰذا باوجود امکان ذاتی کے ان کفار کے حق میں یہ اُمور ممتنع بالغیر ہیں اور حاصل یَوْمَ یَرَوْنَ کا یہ ہوا کہ تمہاری حالت موجودہ کفر و عناد کی مقتضی اس کو ہے کہ اگر ملائکہ تم سے ملیں تو اس طرح ملیں۔ چنانچہ جس روز ملیں گے اس طرح ملیں گے پس دنیا میں جو تم اُس کی درخواست کر رہے ہو تو گویا اُس مصیبت کی درخواست کر رہے ہو۔ اگر یہاں ایسا ہو تو بجائے تمنا کے ان سے پناہ مانگنے لگو پھر عبث ایسی چیز کی طلب کرتے ہو۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَقَالَ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ ...... اس میں اُس شخص کی مذمت کی طرف اشارہ ہے جو سلوک میں احوال باطنیہ غیر اختیاریہ کا منتظر رہتا ہے اور اس طرف اشارہ ہے کہ منشاء اس انتظار کا حقیقت میں تکبر ہے اور اپنے مجاہدات و اعمال پر استحقاق کا دعویٰ۔

الحواشی: (۱) یعنی اس اعتراض کے جزو دوم کا لَقَدِ اسْتَکْبَرُوْا ...... میں تفصیلاً رد کیا گیا ہے ۱۲ منہ۔ (۲) یعنی اس اعتراض کے جزو اول کا لَقَدِ اسْتَکْبَرُوْا ...... میں اجمالاً رد کیا گیا ہے اور یَوْمَ یَرَوْنَ الْمَلٰٓئِکَۃَ میں تفصیلاً رد کیا گیا ہے ۱۲ منہ۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قولہ فی: اب بھی اشارۃ الی ان المقصود التخصیص علی الصبر بعد وجود المقتضی لہ ۱۲۔ ۲ قولہ فی اتصبرون چاہئے اشارۃ الی ان الاستفهام ارید بہ الامر ۱۲۔ ۳ قولہ فی لا یرجون اندیشہ نہیں کرتے فی النیسابوری قال الفراء لا یخافون ۱۲۔

النحو: قولہ الا انہم فی النیسابوری قال ابن الانباری المحذوف ھو الو او بعد الا فتکون الجملۃ حالا الخ ۱۲۔

وَقَدِمْنَآ اِلٰی مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ﴿۲۳﴾ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ یَوْمَئِذٍ خَیْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّ اَحْسَنُ مَقِیْلًا ﴿۲۴﴾ وَیَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِکَةُ تَنْزِیْلًا ﴿۲۵﴾ اَلْمُلْکُ یَوْمَئِذِ ِالْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ؕ وَکَانَ یَوْمًا عَلَی الْکٰفِرِیْنَ عَسِیْرًا ﴿۲۶﴾ وَیَوْمَ یَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰی یَدَیْهِ یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِی اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِیْلًا ﴿۲۷﴾ یٰوَیْلَتٰی لَیْتَنِیْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِیْلًا ﴿۲۸﴾ لَقَدْ اَضَلَّنِیْ عَنِ الذِّکْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِیْ ؕ وَکَانَ الشَّیْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ﴿۲۹﴾ وَقَالَ الرَّسُوْلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ﴿۳۰﴾

اور ہم اس روز ان کے (یعنی کفار کے) ان (نیک) کاموں کی طرف جو کہ (وہ دنیا میں) کر چکے تھے متوجہ ہوں گے سو ان کو ایسا (بے کار) کر دیں گے جیسے پریشان غبار (البتہ) اہل جنت اس روز قیام گاہ میں بھی اچھے رہیں گے اور آرام گاہ میں بھی خوب اچھے ہوں گے اور جس روز آسمان ایک بدلی پر سے پھٹ جائے گا اور فرشتے (زمین پر) بکثرت اتارے جائیں گے (اور) اس روز حقیقی حکومت (حضرت) رحمٰن (ہی) کی ہوگی اور وہ (دن) کافروں پر بڑا سخت دن ہوگا اور جس روز ظالم (یعنی کافر آدمی غایت حسرت سے) اپنے ہاتھ کاٹ کاٹ کھائے گا اور کہے گا کیا اچھا ہوتا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دین کی راہ پر لگ لیتا ہائے میری شامت (کہ ایسا نہ کیا اور) کیا اچھا ہوتا کہ میں فلاں شخص کو دوست نہ بناتا اس کم بخت نے مجھ کو نصیحت آئے پیچھے بہکا دیا اور ہٹا دیا اور شیطان تو انسان کو (عین وقت پر) امداد کرنے سے جواب دے ہی دیتا ہے اور (اس دن) رسول کہیں گے کہ اے میرے پروردگار میری (اس) قوم نے قرآن کو جو کہ واجب العمل تھا بالکل نظر انداز کر رکھا تھا۔

تفسیر ربط: اوپر یوم نزول و رویت ملائکہ کا اور اُس یوم کے بعض وقائع کا ذکر تھا آگے مناسبت سے اُس یوم ہائل سے دوسرے واقعات متعلقہ مصدقین و مکذبین کا بیان ہے جیسا رکوع دوم آیت تَبٰرَکَ الَّذِیْ ...... کی تمہید میں بھی اس کی تقریر لکھی گئی ہے۔

بیان بعض واقعات مصدقین و مکذبین در قیامت: وَقَدِمْنَآ اِلٰی مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ﴿۲۳﴾ (الی قولہ تعالیٰ) یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ﴿۳۰﴾ اور ہم (اُس روز) اُن کے (یعنی کفار کے) اُن (نیک) کاموں کی طرف جو کہ وہ (دنیا میں) کر چکے تھے متوجہ ہوں گے سو اُن کو (علانیہ طور پر) ایسا (بیکار) کر دیں گے جیسے پریشان غبار (کہ کسی کام نہیں آتا اسی طرح ان کفار کے اعمال پر کچھ ثواب نہ ہوگا البتہ) اہل جنت اُس روز قیام گاہ میں بھی اچھے رہیں گے اور آرام گاہ میں بھی خوب اچھے ہوں گے (مراد مستقر اور مقیل سے جنت ہے یعنی اُن کے لئے جائے قیام اور جائے آرام ہوگی اور اچھا ہونا اُس کا ظاہر ہے) اور جس روز آسمان ایک بدلی پر سے پھٹ جاوے گا (اُس بدلی کے ساتھ آسمان سے) فرشتے (زمین پر) بکثرت اُتارے جاویں گے (اور اُسی وقت حق تعالیٰ حساب و کتاب کے لئے تجلی فرماویں گے اور) اُس روز حقیقی حکومت (حضرت) رحمٰن (ہی) کی ہوگی (یعنی

حساب و کتاب و جزا و سزا میں کسی کو دخل نہ ہوگا جیسا دنیا میں ظاہری تصرف تھوڑا بہت دوسروں کے لئے بھی حاصل ہے) اور وہ (دن) کافروں پر بڑا سخت دن ہوگا (کیونکہ اُن کے حساب کا انجام جہنم ہی ہے) اور جس روز ظالم (یعنی کافر آدمی غایت حسرت سے) اپنے ہاتھ کاٹ کاٹ کھاوے گا (اور) کہے گا کیا اچھا ہوتا میں رسول کے ساتھ (دین کی راہ) پر لگ لیتا ہائے میری شامت (کہ ایسا نہ کیا اور) کیا اچھا ہوتا کہ میں فلاں شخص کو دوست نہ بناتا اُس (کم بخت) نے مجھ کو نصیحت آئے پیچھے اُس سے بہکا دیا (اور ہٹا دیا) اور شیطان تو انسان کو عین وقت پر) امداد کرنے سے جواب دے ہی دیتا ہے (چنانچہ اُس کافر کی اُس حسرت کے وقت اُس نے کوئی ہمدردی نہ کی گو کرنے سے بھی کچھ نہ ہوتا صرف دنیا ہی میں بہکانے کو تھا) اور (اس دن) رسول (ﷺ حق تعالیٰ سے کافروں کی شکایت کے طور پر) کہیں گے کہ اے میرے پروردگار میری (اس قوم) نے اس قرآن کو (جو کہ واجب العمل تھا) بالکل نظر انداز کر رکھا تھا (اور التفات ہی نہ کرتے تھے عمل تو در کنار مطلب یہ کہ خود کفار بھی اپنی ضلالت کا اقرار کریں گے اور رسول بھی شہادت دیں گے۔ کقولہ تعالیٰ: وَجِئۡنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَاۤءِ شَهِيۡدًا [النساء: ٤١] اور ثبوت جرم کی یہی دو صورتیں معتاد ہیں اور اقرار و شہادت اور دونوں اس کے اجتماع سے یہ ثبوت اور بھی مؤکد ہو جائیں گے اور سزایاب ہوں گے) **ف**: اس بدلی کا ذکر پارۂ دوم کے نصف پر آیت هَلۡ يَنۡظُرُوۡنَ [البقرۃ: ٢١٠] کی تفسیر کے ذیل میں گزر چکا ہے کہ یہ ابر بشکل سائبان کے آسمان سے آئے گا اور اُس میں حق تعالیٰ کی تجلی ہوگی اور اُس کے گرد بکثرت ملائکہ ہوں گے یہ حساب شروع ہونے کا وقت ہوگا اور اُس وقت آسمان کا پھٹنا صرف کھلنے کے طور پر ہوگا۔ یہ وہ پھٹنا نہ ہوگا جو نفخ اول کے وقت اُس کے افناء کے لئے ہوگا کیونکہ نزول غمام کا وقت بعد نفخہ ثانیہ کے ہے جس وقت سب زمین و آسمان دوبارہ درست ہو جائے گا اور آیت: وَيَوۡمَ يَعَضُّ الظّٰلِمُ میں ایک قصہ کی طرف اشارہ ہے جو درمنثور میں بالفاظ مختلفہ مروی ہے حاصل مجموعہ کا یہ ہے کہ عقبہ بن ابی معیط نے ایک بار ایک مجلس دعوت میں جناب رسول ﷺ کو بلایا۔ آپؐ نے فرمایا کہ جب تک تو اسلام نہ لاوے گا میں دعوت نہ مانوں گا۔ اُس نے کلمہ پڑھ لیا' آپ دعوت میں شریک ہو گئے۔ یہ خبر ابی بن خلف کو جو کہ اُس کا دوست تھا پہنچی۔ اس نے ملامت کی۔ عقبہ نے جواب دیا کہ میں نے بمصلحت اُن کی خاطر سے ظاہراً کلمہ پڑھ لیا تھا' دل سے اسلام نہیں لایا تھا۔ غرض وہ کافر کا کافر ہی رہا۔ تو قیامت میں اُس کو اس کی حسرت ہوگی اور گو اول بھی اس نے کلمہ دل سے نہ پڑھا تھا مگر اس کی دوستی کو یہ دخل ہے کہ اس کا کلمہ پڑھنا اُس کی نرم مزاجی پر دال ہے۔ اگر ابی بن خلف سے دوستی نہ ہوتی تو شاید اس ظاہری تاثر سے باطنی تاثر بھی ہو جاتا۔ مگر دوستی کی بدولت بعد زائد اور حرمان دائم ہو گیا اور جَآءَنِيۡ سے یہ لازم نہیں آیا کہ اُس نے دل سے دین اسلام کو قبول کر لیا تھا' کیونکہ مجئ اس سے عام ہے اور دخل حسرت میں اس کو یہ ہے کہ مجئ اسباب ہدایت سے ہے تو جانب ذکر سے فاعلیت اور جانب متکلم سے ایک گونہ قابلیت کا تحقق من وجہ قرب ہے حق سے اور اس قرب کے بعد پھر بُعد ہو گیا اور شیطان کے خذلان کا ذکر اس لئے کیا گیا کہ اس مانع کا اثر شیطان ہی کے اغواء سے ہوا اور بعض مفسرین کا یہ قول ہے کہ ظالم سے مراد مطلق کافر اور فلاناً سے مراد شیطان بقرینہ كَانَ الشَّيۡطٰنُ اور تفسیر ظاہر ہے۔

رَبط: اوپر رسالت کے متعلق کفار کے متعدد اعتراضات سے اور نیز آئندہ کے اعتراضات سے ان کی عداوت پیغمبر ﷺ کے ساتھ معلوم ہوتی ہے آگے آپ کی تسلی فرماتے ہیں کہ اس عداوت سے محزون نہ ہوں۔

تَرجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: يَوۡمَ يَرَوۡنَ الۡمَلٰۤـئِكَةَ لَا بُشۡرٰى ...... اس طرف اشارہ ہے کہ یہ حالات (مذکورہ بالا) بعض کے لئے مضر ہوتے ہیں جس کو مشائخ اہل تربیت جانتے ہیں۔ قولہ تعالیٰ وَقَدِمۡنَاۤ اِلٰى مَا عَمِلُوۡا ...... اس میں دو مسئلے ہیں۔ اول یہ کہ بدون باطن کے محض ظاہری عمل معتد بہ نہیں اور یہ گویا قوم کا اجماعی مسئلہ ہے۔ دوسرا وہ جو روح میں ابن عطاء سے مذکور ہے۔ انہوں نے ان اعمال کو نگاہ رضا سے دیکھا۔ پس ہماری نگاہ سے گر گئے (یعنی عجب حابط اعمال ہے) قولہ تعالیٰ: وَيَوۡمَ يَعَضُّ الظّٰلِمُ ...... اس میں اشرار کی صحبت سے تحذیر ہے اور اشرار کی تفسیر ہے کہ ذکر اللہ سے بعید ہونے کا سبب ہو جاوے۔

مُلحقاتُ التّرجمۃ: اعلانیہ طور پر اشارة الى ان حبط الاعمال وان كان ماضيا واقعا بمجرد الكفر لكن ظهوره مؤخر الى دار الجزاء ۱۲۔

الفقه: استدل بالآية اى قوله تعالىٰ اتخذوا هذا القرآن على كراهة عدم تعاهد المصحف بالقراءة فيه لانه نوع من الهجر المذموم فى الآية وفيه بحث لان المراد به عدم القبول لا عدم الاشتغال مع القبول ولا ما يعمهما والحق انه متى كان ذلك مخلا باحترام القرآن والاعتناء به حرم والا فلا ۱۲۔

اللُّغَات: حجرا محجورا فى الروح عن سيبويه ان حجرا من المصادر المنصوبة غير المتصرفة وانه صاحب اضمارنا صبها يقول الرجل للرجل اتفعل كذا فيقول حجرا۔ وهو من حجره اذا منعه لان المستعيذ طالب من الله تعالىٰ ان يمنع المكروه ان يلحقه وفيه كان الانسان اذا سافر فر اى ما يخاف قال حجرا محجورا اى حرام عليك التعرض لى وفيه وصفة الحجود للتاكيد كشعر شاعر وموت ماءت دليل اليل وان مفعولا ههنا للنسب اى ذوحجر وهو كفاعل ياتى لذلك اه قلت وترجمة بالحاصل قدمنا عمدنا كذا فى

الرحو۔ قوله هباء منثورا ما يرى من الغبار فى الكوة فى ضوء الشمس مقيلا اريد به مكان الاسترواح مطلقا استعمالا للمقيد فى المطلق فهو مجاز مرسل وانما يبق على الاصل لما انه لا نوم فى الجنة اصلاً اى ولا نصب (۱)۔ قوله بالغمام اى عن الغمام كما نقله النيسابورى عن الفراء العض على اليدين كناية عن فرط الحسرة والندامة لانه لازمة لذلك فى العادة والعرف۔ قوله فلانا قال النيسابورى زعم بعض ائمة اللغة انه لم يثبت استعمال فلان فى الفصيح الاحكاية لا يقال جاء نى فلان ولكن يقال قال زيد جاء نى فلان ۱۲۔ قوله مهجورا من الهجر بالفتح بمعنى الترك وقيل من الهجر بمعنى الهذيان ۱۲۔

النحو: وقدمنا هو عندى معطوف على لابشرى لانه من الواقعات فى ذالك اليوم وقوله يوم تشقق وقوله يوم يعض الظالم كلاهما معطوف على يوم يرون وقوله الحق بمعنى الثابت صفة للملك ولا يضر الفعل بالظرف ۱۲۔

البلاغة: قوله يوم يرون انما قيل يرون دون تنزل الملائكة ايذانا من اول الامر بان رؤيتهم لهم ليست على طريق الاجابة الى ما طلبوه بل على وجه آخر لم يمر ببالهم منثورا وصف به مبالغة فى الغاء اعمالهم فان الهباء تراه منتظما مع الضوء فاذا حركة الريح تناثر وذهب كل مذهب فلم يكف ان شبه اعمالهم بالهباء حتى جعل متناثرا الا يمكن جمعه والانتفاع به اصلا ومثل هذا لا رداف يسمى فى البديع بالتتيم والايغال قوله نزل الملئكة فيه ايماء ايضا الى الجواب عن قولهم لو لا انزل علينا الملائكة ۱۲۔

الحواشی: (۱) زاده لان القيلولة تارة تكون للنوم و تارة للاستراحة عن النصب ۱۲ منه۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّ نَصِيْرًا ﴿۳۱﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚ كَذٰلِكَ ۚ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ﴿۳۲﴾ وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا ﴿۳۳﴾ اَلَّذِيْنَ يُحْشَرُوْنَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اِلٰى جَهَنَّمَ ۙ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۳۴﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنَا مَعَهٗٓ اَخَاهُ هٰرُوْنَ وَزِيْرًا ﴿۳۵﴾ فَقُلْنَا اذْهَبَآ اِلَى الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِيْرًا ﴿۳۶﴾

اور ہم اسی طرح (یعنی جس طرح یہ لوگ آپ سے عداوت کرتے ہیں) مجرم لوگوں میں سے ہر نبی کے دشمن بناتے رہتے ہیں اور ہدایت کرنے کو اور مدد کرنے کو آپ کا رب کافی ہے اور کافر لوگ یوں کہتے ہیں کہ ان پیغمبر پر قرآن دفعتاً واحدۃً کیوں نہیں نازل کیا اس طرح (تدریجاً) اس لئے (ہم نے نازل کیا) ہے کہ اس کے ذریعہ سے آپ کے دل کو قوی رکھیں اور (اس لئے) ہم نے اس کو بہت ٹھہرا ٹھہرا کر اُتارا ہے اور یہ لوگ کیسا ہی عجیب سوال آپ کے سامنے پیش کریں گے مگر ہم اس کا ٹھیک جواب اور وضاحت میں بڑھا ہوا آپ کو عنایت کر دیتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مونہوں کے بل جہنم کی طرف لے جائے جائیں گے یہ لوگ جگہ میں بھی بدتر ہیں اور طریقہ میں بھی گمراہ ہیں اور تحقیق ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی تھی (یعنی توریت) اور ہم نے ان کے ساتھ ان کے بھائی ہارون علیہ السلام کو (ان کا) معین بنایا تھا پھر ہم دونوں کو حکم دیا کہ دونوں آدمی ان لوگوں کے پاس جاؤ جنہوں نے ہماری (توحید کی) دلیلوں کو جھٹلایا ہے سو ہم نے ان کو (اپنے قہر سے) بالکل ہی غارت کر دیا۔

تفسیر: تسلیہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم درعداوت کفار: وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ (الی قولہ تعالی) وَّ نَصِيْرًا ﴿۳۱﴾ اور ہم اسی طرح (یعنی جس طرح یہ لوگ آپ سے عداوت کرتے ہیں) مجرم لوگوں میں سے ہر نبی کے دشمن بناتے رہے ہیں (یعنی یہ سنت قدیمہ ہے کہ کفار انبیاء کے ساتھ عداوت کرتے رہے ہیں۔ سو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے جس کا غم کیا جاوے) اور (جس کو ہدایت دینا منظور ہو اُس کی) ہدایت کرنے کو اور (جو ہدایت سے محروم رہے اُس کے مقابلہ میں آپ کی) مدد کرنے کو آپ کا رب کافی ہے (یعنی غم کے دو سبب ہو سکتے ہیں ایک اُن کا گمراہ رہنا دوسرا اُن کے درپئے ایذا ہونا' سو اللہ تعالیٰ ہدایت کے لئے بھی کافی ہے اگر حکمت مقتضی ہوگی تو ہدایت کی توفیق دے دے گا جب ہدایت نہیں ہوتی تو اس میں ہی حکمت ہے اور ایذاء کے دفع کرنے کے لئے بھی اللہ تعالیٰ کافی ہے۔ اگر چندے دفع نہ کرے تو اسی میں حکمت ہوگی۔ غرض نہ اس سے غم کیجئے نہ اُس سے) ف: کل نبی سے اگر مراد عام ہو تو عدو سے مراد بھی عام انس اور جن کو پس آدم علیہ السلام کے اعداء ابلیس اور قابیل ہیں اور لفظ عدو کا اطلاق واحد اور جمع دونوں کے لئے آتا ہے۔ اور اگر مراد لفظ کل سے کثرت ہو تو اس کی ضرورت نہیں یعنی اکثر انبیاء کے لئے ایسا ہوا ہے اور تسلی کے لئے یہ بھی کافی ہے اور اگر نبی سے مراد خاص وہ نبی لئے جاویں جن کی بعثت سے زیادہ مقصود اصلاح معاد ہے تو کل اپنے عموم پر رہے گا اور آدم علیہ السلام کے لئے اس توجیہ مذکور کی حاجت نہ ہوگی کیونکہ اول انبیاء کی بعثت سے مقصود غالب یا بالمساوی تعلیم ضرورت معاش ہے اسی بناء پر حدیث میں نوح علیہ السلام کی نسبت اول الرسل آیا ہے۔ یعنی رسل قسم اول میں اول ہیں نہ کہ مطلق رسل کے اول۔ ربط: اوپر کفار کے پانچ اعتراض

مع اُن کے رد کے حکایت کئے گئے تھے۔بعض اعتراضات کی آگے حکایت ہے۔

حکایت اعتراض ششم مع رد او: وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (الی قوله تعالی) وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا۝ اور کافر لوگ یوں کہتے ہیں کہ اِن (پیغمبر) پر یہ قرآن دفعتاً واحدۃً کیوں نہیں نازل کیا گیا (مقصود اعتراض سے یہ ہے کہ اگر خدا کا کلام ہوتا تو یہ بتدریج نازل ہونے کی کیا ضرورت تھی۔اس سے تو شبہ پڑتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خود سوچ سوچ کر تھوڑا تھوڑا بنا لیتے ہیں۔آگے اس اعتراض کا جواب ہے کہ) اس طرح (تدریجاً) اس لئے (ہم نے نازل کیا) ہے تا کہ ہم اس کے ذریعہ سے آپ کے دل کو قوی رکھیں اور (اسی لئے) ہم نے اس کو بہت ٹھہرا ٹھہرا کر اُتارا ہے (چنانچہ تیئیس سال کے اندر پورا ہوا تا کہ نزول تدریجی کا فائدہ تام ہو)۔**ف**: نزول تدریجی کا فائدہ اسی میں منحصر نہیں ہے' چنانچہ بعض فوائد سورۂ بنی اسرائیل کے ختم کے قریب آیت: وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ [الأسراء:۱۰۶] میں مذکور ہوئے ہیں جو ترجمہ سے ظاہر ہو سکتے ہیں اور ایک فائدہ اس مقام پر مذکور ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقویت قلب ہے چند طریقوں سے۔

اول: یاد رہنے میں آسانی ورنہ کتاب ضخیم کا جبکہ بے لکھی ہوئی ہو یاد رکھنا عادۃً دشوار اور اُس کو دیکھ کر طبیعت کا پریشان ہو جانا طبعی امر ہے اور تدریج میں دل قوی رہتا ہے۔**دوم**: جب کفار کوئی اعتراض یا ناگوار معاملہ کرتے تب ہی آپ کی تسلی نازل ہو جاتی اس میں زیادہ تقویت قلب کی ہوتی ہے بہ نسبت اس کے کہ ایک کتاب آدمی کے پاس ہو اور وقت پر اُس میں سے مضمون تلاش کر کے کام میں لاوے۔**سوم** بار بار پیغام خداوندی آنا تازہ شہادت ہے معیت خداوندی کی جو مدار اعظم ہے قوت قلب کا وامثال ذلک اور آپ کے بعد اُمت کے لئے پہلا فائدہ تو لکھے ہوئے ہونے سے سہل الحصول ہو گیا اور فائدہ دوم وسوم خصائص محبوبیت کاملہ سے ہے جو کہ خواص نبوت سے ہے' اس لئے امت کا اشتراک اس میں ضروری نہیں اور نزول تدریجی کی ایک صورت یہ بھی تھی کہ مثلاً بقدر ایک ایک رکوع کے روزانہ نازل کر کے دو تین سال میں پورا کر دیا جاتا لیکن اس میں تقویت قلب کے بعض طرق بوجہ اتم حاصل نہ ہوتے۔مثلاً دوم وسوم کیونکہ اعتراضات آپ کی پوری عمر تک ہوتے رہتے اور شہادت معیت میں بھی تمام عمر ہی مصلحت رہی۔اس لئے تیئیس برس میں نازل کیا گیا۔وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا۝ کے یہ معنی صاحب کشاف نے لکھے ہیں اور اس سے تَرْتِيْلًا۝ کے بڑھانے کا فائدہ بھی معلوم ہو گیا۔ **ربط**: اوپر کئی اعتراضوں کے کافی وشافی جواب مذکور ہوئے ہیں۔آگے اُن جوابوں کی مدح فرماتے ہیں۔

مدح اجوبہ مذکورہ شبہات مزبورہ: وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا۝ اور یہ لوگ کیسا ہی عجیب سوال آپ کے سامنے پیش کریں مگر ہم (اس کا) ٹھیک جواب اور وضاحت میں (بھی) بڑھا ہوا آپ کو عنایت کر دیتے ہیں (تا کہ آپ اس سوال کو دفع فرماویں) **ف**: جواب کی دو خوبیاں ہیں۔ایک ذاتی کہ فی نفسہٖ قاطع مادہ شبہ ہو اور دوسری اضافی کہ اپنی وضاحت کے سبب قریب الفہم ہو الحق میں خوبی اول اور احسن تفسیراً میں خوبی دوم کی طرف اشارہ ہے و نیز اس آیت میں تثبیت فوائد و مذکور آیت بالا کے طریق دوم کا بھی بیان ہے۔پس یہ وجہ بھی ارتباط کی ہو سکتی ہے۔ **ربط**: اوپر اعتراضات کا قولی جواب تھا' آگے فعلی جواب ہے' یعنی اس پر جو سزا ہو گی اُس کا بیان ہے۔

سزائے ضلال: اَلَّذِيْنَ يُحْشَرُوْنَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اِلٰى جَهَنَّمَ ۙ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ سَبِيْلًا۝ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مونہوں کے بل جہنم کی طرف لے جائے جاویں گے (خواہ اس طرح کہ منہ کے بل چل سکیں یا اس طرح کہ گھسیٹے جاویں) یہ لوگ جگہ میں بھی بدتر ہیں اور طریقہ میں بھی بہت گمراہ ہیں۔**ف**: جگہ سے مراد دوزخ اور طریقہ سے مراد مسلک اور مذہب اور یہ سزا مناسب اس لئے ہے کہ اعتراضات نگونساری عقل سے تھے۔سزا نگونساری بدن سے ہوئی۔ **ربط**: اوپر توحید و رسالت کے انکار پر وعید تھی۔اس کی تائید کے لئے آگے بعض قصص منکرین سابقین کے مع اُن کے وبال ونکال کے مذکور ہیں کہ تحقیق وعید کی بھی ہو اور عبرت بھی ہو' جیسا کہ آیت وَلَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ میں اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرَوْنَهَا ۚ اس پر صراحۃً دال ہے کہ عدم عبرت پر مذمت کی گئی۔ نیز اوپر وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ ...... میں آپ کی تسلی تھی۔ان قصص میں اُس مضمون کی بھی تائید ہے کہ دیکھئے اس طرح مجرمین انبیاء کے عدو ہوئے ہیں تا کہ خوب تسلی ہو جائے و نیز وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا۝ میں بشارت نصرت کی ہے۔ان قصص میں اس کی بھی تاکید ہے کہ دیکھئے اس طرح انبیا کی نصرت کی گئی و نیز اوپر لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ فرمایا تھا۔ان قصص سے بھی تثبیت فواد ہے جیسا دوسری جگہ تصریح ہے۔ وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ [ھود:۱۲۰] یہ سب وجوہ ارتباط کی انفراداً یا اجتماعاً محتمل ہیں اور یہ چند قصے ہیں۔

قصہ اول موسیٰ علیہ السلام با قوم ایشان: ...... وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى (الی قوله تعالی) فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِيْرًا۝ اور بتحقیق ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو کتاب (یعنی توراۃ) دی تھی (یعنی وہ بہت جلیل القدر صاحب کتاب نبی تھے) اور (اس کتاب ملنے سے پہلے) ہم نے اُن کے ساتھ اُن کے بھائی ہارون (علیہ السلام) کو (اُن کا) معین (و مددگار) بنایا تھا' پھر (اس معین بنانے کے متصل) ہم نے (دونوں کو) حکم دیا کہ دونوں آدمی اُن لوگوں کے پاس (ہدایت کرنے کے لئے) جاؤ جنہوں نے ہماری (توحید کی) دلیلوں کو جھٹلایا ہے (مراد اس قوم سے فرعون اور اُس کی قوم ہے۔چنانچہ وہ ہمارا حکم لے کر وہاں پہنچے اور سمجھایا مگر انہوں نے نہ مانا) سو ہم

نے اُن کو (اپنے قہر سے) بالکل ہی غارت کر دیا (چنانچہ ان کا غرق کیا جانا مشہور اور قرآن میں مذکور ہے) **ف** : كَذَّبُوا بِاٰيٰتِنَا ۚ میں دلائل توحید سے مراد یا تو دلائل عقلیہ ہیں اور ظاہر ہے کہ بعد سمجھ جانے ان دلائل کے توحید کا انکار ضرور قابل زجر ہے اور یا مراد دلائل نقلیہ ہیں جو انبیائے سابقین سے منقول ہوتے ہوئے ان لوگوں تک پہنچے ہوں گے۔ ان کے انکار کا مذموم ہونا ظاہر ہی ہے۔ چنانچہ آیت: وَلَقَدْ جَآءَكُمْ يُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ [المومن : ٣٤] سے انبیاء کی تعلیم کا اُن تک منقول چلا آنا معلوم ہوتا ہے اور گو کتاب بعد اس ذہاب کے ملی ہے لیکن تقدیم ذکر سے یہ فائدہ ہو سکتا ہے کہ اُن کی جلالت شان اور فرعون وغیرہ کا ذم انکار معلوم ہو جاوے کہ وہ ایسے نبی تھے جن کو بعد میں کتاب بھی ملی تو ان کی تعلیم پہلے ہی سے قوت فطرت کی وجہ سے اکمل و ابلغ تھی مگر پھر بھی وہ لوگ منکر رہے۔

رَجْعُ مَسَائِلِ السُّلُوْكِ : قولہ تعالیٰ : وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ ...... روح میں ہے کہ اگر اس کو اس قول کے ساتھ ملایا جائے کہ ہر ولی ایک نبی کے قدم پر ہوتا ہے تو اس سے یہ بات لازم آتی ہے کہ ہر ولی کا بھی ایک عدو ہوتا ہے اور اس میں ایسے شخص کی بدحالی کی طرف بھی اشارہ ہے جو اولیاء اللہ سے عداوت رکھے۔ اسی واسطے کہا گیا ہے کہ ان کی عداوت سوء خاتمہ کی علامت ہے۔ قولہ تعالیٰ: كَذٰلِكَ ۚ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ اسی طرح ثمرات اور مقامات میں جو تدریج ہوتی ہے اس میں بھی حکمت ہے کہ ثبات اور رسوخ ہو جاوے کیونکہ جو چیز جلدی آتی ہے جلدی جاتی ہے تو سالک کو دیر ہونے سے تنگ نہ ہونا چاہئے بلکہ صبر کرنا چاہئے۔ قولہ تعالیٰ: اَلَّذِيْنَ يُحْشَرُوْنَ ...... روح میں ہے کہ اس طرف اشارہ ہے کہ وہ لوگ طبعیت کی جہت کی طرف متوجہ تھے۔ اسی واسطے سرنگوں محشور ہوئے۔

مُلْحَقَاتُ التَّرْجَمَةِ : قوله فی **ف** جو انبیائے سابقین وقيل يراد بها ما اتى به موسىٰ عليه السلام ولم يكن التعبير بهذا العنوان فی خطاب موسىٰ عليه السلام بل انما وصفوا بذلك عند الحكاية لرسول ﷺ بيانا لعلة استحقاقهم لما يحكى بعده من التدمير والله اعلم ۱۲۔

اللُّغَاتُ : نزل بمعنى انزل فلا يقصد فيه الى التدريج للا يتدافع مع قوله جملة واحدة ۱۲۔ التدميرا صله كسر الشئ على وجه لا يمكن اصلاحه ۱۲۔

النَّحْوُ : قوله هاديا ونصيرا نصبهما على الحال او التمييز ۱۲۔ قوله لنثبت متعلق بمقدر اى انزلناه كذلك ويعطف عليه رتلنا ۱۲۔ الموصول خبر لمبتدأ محذوف اى هم الذين يحشرون الخ فقلنا عطف على جعلنا المعطوف بالواو التى لا تقتضى الترتيب فلا يضر تقدم الجعل والقول على الايتاء فی الوقوع فافهم واما تقدم الايتاء فی الذكر فللايذان من اول الامر بجلالة شانه عليه السلام ليدل على زيادة شناعة انكارهم كما قررته فی ف ۱۲۔

البَلَاغَةُ : قوله جعلنا المراد جعل عداوتهم لاجعل ذواتهم فانه ليس مقصودا بالبيان ۱۲۔ قوله بمثل سمى سوالاتهم مثلا تشبيها لها بالامثال العجيبة لخروجها عن دائرة العقل ۱۲۔ قوله ولقد اٰتينا قدم ذكر موسىٰ لشهرة نبوته لاسيما بين اهل الكتاب۔

وَقَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَجَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ۚ ﴿۳۷﴾ وَّعَادًا وَّثَمُوْدَا۟ وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوْنًۢا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا ﴿۳۸﴾ وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ ؗ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا ﴿۳۹﴾ وَلَقَدْ اَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِيْۤ اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ؕ اَفَلَمْ يَكُوْنُوْا يَرَوْنَهَا ۚ بَلْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ نُشُوْرًا ﴿۴۰﴾ وَاِذَا رَاَوْكَ اِنْ يَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ اَهٰذَا الَّذِيْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا ﴿۴۱﴾ اِنْ كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا لَوْلَاۤ اَنْ صَبَرْنَا عَلَيْهَا ؕ وَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ حِيْنَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۴۲﴾ اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ؕ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَيْهِ وَكِيْلًا ۙ ﴿۴۳﴾ اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُوْنَ اَوْ يَعْقِلُوْنَ ؕ اِنْ هُمْ اِلَّا كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۴۴﴾ ع

اور قوم نوح کو ہم ہلاک کر چکے ہیں جب انہوں نے پیغمبروں کو جھٹلایا تو ہم نے انکو (طوفان سے) غرق کر دیا اور ہم نے ان (کے واقعہ) کو لوگوں (کی عبرت) کے لئے ایک نشان بنا دیا اور (آخرت میں) ہم نے (ان) ظالموں کیلئے دردناک سزا تیار کر رکھی ہے اور ہم نے عاد اور ثمود اور اصحاب الرس اور ان کے بیچ بیچ میں بہت سی امتوں کو ہلاک کر

دیا اور انے (امم مذکورہ میں) ہر ایک (کی ہدایت) کے واسطے عجیب عجیب (یعنی مؤثر اور بلیغ) مضامین بیان کئے اور جب نہ مانا تو ہم نے سب کو بالکل ہی برباد کر دیا اور یہ (کفار مکہ) اس بستی پر ہو کر گزرے ہیں جس پر بری طرح پتھر برسائے گئے (مراد قریہ قوم لوط کا ہے) سو کیا یہ لوگ اس کو دیکھتے نہیں رہتے بلکہ یہ لوگ مر کر جی اٹھنے کا احتمال ہی نہیں رکھتے (یعنی آخرت کے منکر ہیں) اور جب یہ لوگ آپ کو دیکھتے ہیں تو بس آپ سے تمسخر کرنے لگتے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ کیا یہی ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا ہے اس شخص نے تو ہم کو ہمارے معبودوں سے ہٹا ہی دیا ہوتا اگر ہم ان پر (مضبوطی سے) قائم نہ رہتے اور (مرنے کے بعد) جلدی ہی ان کو معلوم ہو جائے گا جب عذاب کا معائنہ کریں گے کہ کون شخص گمراہ تھا اے پیغمبر آپ نے اس شخص کی حالت بھی دیکھی جس نے اپنا خدا اپنی خواہش نفسانی کو بنا رکھا ہے سو کیا آپ اس کی نگرانی کر سکتے ہیں یا آپ خیال کرتے ہیں کہ ان میں اکثر سنتے یا سمجھتے ہیں یہ تو محض چوپایوں کی طرح ہیں (کہ وہ بات کو نہ سنتے ہیں نہ سمجھتے ہیں) بلکہ ان سے زیادہ بے راہ ہیں۔

تفسیر: قصہ سوم قوم نوح علیہ السلام: وَقَوْمَ نُوحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ (الی قولہ تعالیٰ) عَذَابًا أَلِيمًا ﴿۳۷﴾ اور قوم نوح کو بھی (اُن کے زمانہ میں) ہم ہلاک کر چکے ہیں (جن کی ہلاکت اور سبب ہلاکت کا بیان یہ ہے کہ (جب انہوں نے پیغمبروں کو جھٹلایا تو ہم نے ان کو (طوفان سے) غرق کر دیا اور ہم نے اُن (کے واقعہ) کو لوگوں (کی عبرت) کے لئے ایک نشان بنا دیا (یہ تو دنیا میں سزا ہوئی) اور (آخرت میں) ہم نے (اُن) ظالموں کے لئے دردناک سزا تیار کر رکھی ہے۔ **ف:** پیغمبروں کو جھٹلانا اس لئے کہا کہ اصول دین سب پیغمبروں کے ایک ہیں۔ جب ایک کو جھوٹا کہا تو سب کو جھوٹا کہا' یا یہ کہ نوح علیہ السلام سے پہلے جو انبیاء ہو گزرے ہیں اُن کی تعلیم بھی بواسطہ اُن تک پہنچی ہو اور انہوں نے اس کو بھی جھٹلایا ہو۔

قصہ سوم و چہارم و پنجم عاد و ثمود و اصحاب الرس و ششم دیگر امم اجمالا: وَّعَادًا وَّثَمُودَا۟ ...... وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيرًا ﴿۳۹﴾ اور ہم نے عاد اور ثمود اور اصحاب الرس اور اُن کے بیچ بیچ میں بہت سی امتوں کو ہلاک کیا اور ہم نے (اُمم مذکورہ میں سے) ہر ایک (کی ہدایت) کے واسطے عجیب عجیب (یعنی مؤثر اور بلیغ) مضامین بیان کئے اور (جب نہ مانا تو) ہم نے سب کو بالکل ہی برباد کر دیا۔ **ف:** رس لغت میں کہتے ہیں کنوے کو' کذا فی القاموس اور کچھ لوگ قوم ثمود کے رہ گئے تھے اور کسی کنوے پر آباد تھے' وہ اصحاب الرس ہیں۔ کذا فی القاموس والدر عن ابن عباسؓ۔ مگر اُن کے عذاب کی کیفیت منصوص نہیں اور قرون کی تفصیل بھی نہیں بتلائی اور اصحاب الرس میں اور بھی اقوال ہیں۔ احقر نے اپنے نزدیک راجح کو لے لیا۔

قصہ ہفتم قوم لوط در ضمن زجر کفار مکہ: وَلَقَدْ أَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِي أُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ۚ أَفَلَمْ يَكُونُوا يَرَوْنَهَا ۚ بَلْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ نُشُورًا ﴿۴۰﴾ اور یہ (کفار اپنی آمد و رفت ملک شام میں) اس بستی پر ہو کر گزرے ہیں جس پر بری طرح پتھر برسائے گئے تھے (مراد قریہ قوم لوط کا ہے) سو کیا یہ لوگ اُس کو دیکھتے نہیں رہتے (پھر بھی عبرت نہیں پکڑتے کہ کفر و تکذیب کو چھوڑ دیں جس کی بدولت قوم لوط کو سزا ہوئی۔ سو بات یہ ہے کہ عبرت نہ پکڑنے کی وجہ یہ نہیں ہے کہ اُس قریہ کو دیکھتے نہ ہوں) بلکہ (اصل وجہ اُس کی یہ ہے کہ) یہ لوگ مر کر جی اٹھنے کا احتمال ہی نہیں رکھتے (یعنی آخرت کے منکر ہیں اس لئے کفر کو موجب سزا ہی قرار نہیں دیتے اور اس لئے ان کی ہلاکت کو سزائے کفر تجویز نہیں کرتے بلکہ اُمور اتفاقیہ میں سے سمجھتے ہیں۔ یہ وجہ عبرت نہ پکڑنے کی ہے) ف: یہ قریئے کئی تھے۔ یہاں قریہ مفرد لانا یا تو اس لئے ہے کہ بڑا قریہ سدوم مراد ہے اور باقی کا حال تبعاً معلوم ہو گیا اور یا مراد جنس ہو جو سب کو شامل ہے۔ رَبط: اوپر حکایات اعتراضات کے ضمن میں کفار مکہ کی تشنیع و تقبیح چلی آ رہی ہے و نیز آیت: وَلَقَدْ أَتَوْا ذکر قصص کے مقاصد میں سے اُن کی قباحت شناعت کا بھی ہونا مصرح ہے۔ آگے بھی ان کے بعض شنائع و قبائح قولیہ و فعلیہ و حالیہ و مآلیہ کا بیان ہے۔ چنانچہ إِن يَتَّخِذُونَكَ فعل ہے اور أَهَٰذَا الَّذِي قول ہے اور سَوْفَ يَعْلَمُونَ ...... مآل ہے اور أَرَأَيْتَ حال ہے اور چونکہ هَٰذَا تحقیر کے واسطے ہے اس میں بھی اشارہ ہے اُن کے ایک اعتراض کی طرف کہ آپ کے صاحب ثروت نہ ہونے کو بھی منافی شان رسالت سمجھتے تھے جیسا دوسری آیت میں ہے وقالوا لو لا نزل هذا القرآن على رجل من القريتين عظيم اور سَوْفَ يَعْلَمُونَ ...... میں اشارہ ہے اُسکے جواب کی طرف کہ یہ اعتراض بوجہ عدم دلیل بلکہ مناقض دلیل ہونے کے ضلال محض ہے اور منشاء اُس کا اتباع ہوی ہے۔

تشنیع کفار مع اشارہ باعتراض ہفتم و ردّ او: وَإِذَا رَأَوْكَ إِن يَتَّخِذُونَكَ إِلَّا هُزُوًا (الی قولہ تعالیٰ) بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَبِيلًا ﴿۴۴﴾ اور جب یہ لوگ آپ کو دیکھتے ہیں تو بس آپ سے تمسخر کرنے لگتے ہیں (اور کہتے ہیں) کیا یہی (بزرگ) ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا ہے (یعنی ایسا آدمی رسول نہ ہونا چاہئے۔ اگر رسالت کوئی چیز ہے تو کوئی رئیس ہونا چاہئے تھا پس یہ رسول نہیں (البتہ) اس شخص (کی جادو (1) بیانی اس غضب کی ہے کہ اس) نے تو ہم کو ہمارے معبودوں سے ہٹا ہی دیا ہوتا اگر ہم اُن پر (مضبوطی سے) قائم نہ رہتے (یعنی ہم تو ہدایت پر ہیں اور یہ ہم کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتا تھا اللہ تعالیٰ آگے رد فرماتا ہے کہ ابھی اپنے منہ سے اپنے کو مہتدی اور پیغمبر کو منفی النبوۃ اور ضال اور مضل بتلا رہے ہیں) اور (مرنے کے بعد) جلدی ہی اُن کو معلوم ہو جاوے گا جب عذاب کا معائنہ کریں گے کہ کون شخص گمراہ تھا (آیا وہ خود یا نعوذ باللہ پیغمبر' اس میں اشارہ بھی ہے جواب کی طرف کہ چونکہ دلائل صحیحہ سے ثابت ہے کہ نبوت مستلزم

ثروت نہیں اس لئے اس بناء پر انکار کرنا ضلال محض ہے۔ مگر یہاں عدم توجہ سے ضلال ہونا ظاہر نہیں ہوتا' وہاں معائنہ سے ظاہر ہو جاوے گا) اے پیغمبر آپ نے اس شخص کی حالت بھی دیکھی جس نے اپنا خدا اپنی خواہش نفسانی کو بنا رکھا ہے۔ سو کیا آپ اس کی نگرانی کر سکتے ہیں یا آپ خیال کرتے ہیں کہ ان میں اکثر سنتے یا سمجھتے ہیں (مطلب یہ کہ آپ ان کی ہدایت نہ ہونے سے مغموم نہ ہوجئے' کیونکہ آپ ان پر مسلط نہیں کہ خواہی نخواہی ان کو راہ پر لاویں اور نہ ہدایت کی ان سے توقع کیجئے' کیونکہ ان کو نہ سماع ہے نہ عقل ہے) یہ تو محض چوپایوں کی طرح ہیں (کہ وہ بات کو نہ سنتے ہیں نہ سمجھتے ہیں) بلکہ یہ اُن سے بھی زیادہ بے راہ ہیں (کیونکہ ۲ وہ اس راہ دین کے مکلّف نہیں تو اُن کا نہ سمجھنا مذموم نہیں اور یہ مکلّف ہیں پھر نہیں سمجھتے پھر یہ کہ وہ اگر معتقد ان ضروریات دین کے نہیں تو منکر بھی تو نہیں اور یہ تو منکر ہیں اور اَرَءَيْتَ ...... میں اُن کے ضلال کا منشاء بھی بیان کر دیا کہ کسی شبہ دلیل سے اُن کو اشتباہ نہیں ہوا بلکہ اتباع ہوی اس کا سبب ہے)**ف**: تخصیص اکثر کی اس لئے فرمائی کہ بعض کو عنایت ازلیہ سے بعد اتخاذ مذکور کے توفیق ایمان کی ہوئی اور بعض سمع وعقل رکھتے تھے مگر مکابرہ کی راہ سے ایمان نہ لاتے تھے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ اَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ اس میں خواہش نفسانی کے اتباع کی مذمت ہے اور اس سے اس قول کی اصل یہی نکل آئی۔ کل ما شغلك عن الحق فهو طاغوتك۔

الحواشی: (۱) جادو بیانی هذا هو المناسب للمقام كما لا يبقى وهو احسن مما قال النيسابورى وغيره من ان فيه انه ﷺ بذل قصارى مجهوده فى دعوتهم حتى شارفوا على الايمان بزعمهم محشى۔

ملحقات الترجمۃ: قوله فى بعث الله رسولا: جن کو رسول بنا کر اشارة الى ان العائد محذوف اى بعثه ورسولا حال عن ذلك العائد و جوزان البحث يتضمن معنى الجعل فصح تعدية الى المفعولين حذف عنهما الاول يعنى العائد المحذوف صرح بكلتا الوجهين صاحب الاعراب ۱۲۔ ۲ قوله فى اضل سبيلا: کیونکہ وہ الخ هذا هو الاقرب عندى واختاره النيسابورى فى سورة الاعراف بعنوان قريب منه ۱۲۔

اللغات: التتبير التفتيت ۱۲۔

فائدۃ: ذكر صاحب الروح حديثا مرفوعا فى تفسير اصحاب الرس وقال اذا صح كان القول الذى لا يمكن خلافه ثم اورد الاشكال عليه ثم اجاب لكن الحديث اصله فى الدر وليس فيه تصريح بكونه قصة اصحاب الرس بل هى قصة مستقلة وقد اشتبه على صاحب الروح لان فيها ايضا ذكر البير ۱۲۔

النحو: قوم نوح منصوب بمضمر دمرنا ۱۲۔ قوله وعادا منصوب بدمرنا المقدر۔ قوله كلا منصوب بمضمر يدل عليه ما بعده فان ضرب المثل فى معنى التذكير والتحذير ۱۲۔ قوله...... لو لا هو حال من الضمير المحذوف العائد الى الموصول اى بعثه رسولا او بعث يتضمن معنى جعل فصح تعدية الى المفعولين ۱۲۔

البلاغۃ: قوله للظالمين فيه وضع لمظهر موضع المضمر ايذلنا بعلة العذاب لزجر اهل مكة الظالمين قوله افلم يكونوا فى الروح لم يقل افلم يروها مع انه اخصر واظهر قصد بلا افادة التكرار مع الاستمرار ولم يصرح فى اول الآية بنحو ذلك بالاقبال ولقد كانوا ياتون بدل ولقد اتوا للاشارة الى المرور ولو مرة كاف فى العبرة فتامل الخ ۱۲۔ قوله ليضلنا عن الهتنا لم يقل عن عبادة آلهتنا ايذانا بالمبالغة فى الصرف اى ليصرفنا عن عبادتها صرفا كليا بحيث يبعدنا عنها لاعن عبادتها فقط۔ قوله من اضل سبيلا فى الروح وكان اولئك الكفرة لما جعلوا دعوته صلى الله عليه وسلم الى التوحيد اضلالا حيث قالوا ليضلنا والمضل لغيره لا بدان يكون ضالا فى نفسه جئ بهذه الجملة ردا عليهم بيان انه ﷺ هاد لا مضل على ابلغ وجه فانها تدل على نفى الضلالة عنه ﷺ لان المراد انهم يعلمون انهم فى غاية الضلال لا هو ونفى اللازم يقتضى نفى ملزومه فيلزم ان يكون عليه الصلوة والسلام هاديا مضلا ۱۲۔ قوله الهه هواه قدم الثانى على الاول الاعتناء به من حيث انه الذى يدور عليه امر العجيب ۱۲۔

اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا ۚ ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيْلًا ﴿۴۵﴾

ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَيْنَا قَبْضًا يَّسِيْرًا ﴿۴۶﴾ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِبَاسًا وَّالنَّوْمَ سُبَاتًا وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا ﴿۴۷﴾

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ بُشْرًۢا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۚ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا ﴿۴۸﴾ لِّنُحْيِۦَ بِهٖ بَلْدَةً

مَّيْتًا وَّنُسْقِيَهٗ مِمَّا خَلَقْنَآ اَنْعَامًا وَّاَنَاسِيَّ كَثِيْرًا ﴿۴۹﴾ وَلَقَدْ صَرَّفْنٰهُ بَيْنَهُمْ لِيَذَّكَّرُوْا ۖ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۵۰﴾ وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيْرًا ﴿۵۱﴾ فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا ﴿۵۲﴾ وَهُوَ الَّذِيْ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۚ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿۵۳﴾ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا ۭ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا ﴿۵۴﴾ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ وَلَا يَضُرُّهُمْ ۭ وَكَانَ الْكَافِرُ عَلٰى رَبِّهٖ ظَهِيْرًا ﴿۵۵﴾ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿۵۶﴾ قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ يَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿۵۷﴾ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ ۭ وَكَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًا ﴿۵۸﴾ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۚ اَلرَّحْمٰنُ فَسْـَٔلْ بِهٖ خَبِيْرًا ﴿۵۹﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ ۤ اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُوْرًا ﴿۶۰﴾ السجدۃ تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِيْرًا ﴿۶۱﴾ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ﴿۶۲﴾

(اے مخاطب) کیا تو نے اپنے پروردگار (کی) اس قدرت پر نظر نہیں کی کہ اس نے سایہ کو کیونکر دور تک پھیلایا ہے اور اگر وہ چاہتا تو اس کو ایک حالت پر ٹھہرایا ہوا رکھتا پھر ہم نے آفتاب کو اس سایہ کی درازی اور کوتاہی پر علامت مقرر کیا پھر ہم نے اس کو اپنی طرف آہستہ آہستہ سمیٹ لیا اور وہ ایسا ہے جس نے تمہارے لئے رات کو پردہ کی چیز اور نیند کو راحت کی چیز بنایا اور دن کو زندہ ہونے کا وقت بنایا اور وہ ایسا ہے کہ اپنی باران رحمت سے پہلے ہواؤں کو بھیجتا ہے کہ وہ بارش کی امید دلا کر دل کو خوش کر دیتی ہے اور ہم آسمان سے پانی برساتے ہیں جو پاک صاف کرنے کی چیز ہے تاکہ اس کے ذریعے سے مردہ زمین میں جان ڈال دیں اور اپنی مخلوقات میں سے چار پایوں اور بہت سے آدمیوں کو سیراب کر دیں اور ہم اس (پانی) کو (بقدر مصلحت) ان لوگوں کے درمیان تقسیم کر دیتے ہیں تاکہ لوگ غور کریں سو (چاہئے تھا کہ وہ غور کر کے اس کا حق ادا کرتے لیکن) اکثر لوگ ناشکری کئے نہ رہے (اور ہم اگر چاہتے تو آپ کے علاوہ اسی زمانہ میں ہر بستی میں ایک ایک پیغمبر بھیج دیتے سو اس نعمت کے شکریہ میں) آپ کافروں کی خوشی کا کام نہ کیجئے اور قرآن سے انکار نہ رہے اور اگر ہم زور شور سے مقابلہ کیجئے دلائل توحید کی طرف اور وہ ایسا ہے جس نے دریاؤں کو صورۃً ملا دیا جن میں ایک کا پانی تو شیریں لیکن بخش ہے اور ایک کا پانی شور تلخ ہے اور کے ان کے درمیان میں (اپنی قدرت سے) ایک حجاب اور ایک مانع قوی رکھ دیا اور وہ ایسا ہے جس نے پانی سے (یعنی نطفہ سے) آدمی کو پیدا کیا پھر اس کو خاندان والا اور سسرال والا بنایا اور (اے مخاطب) تیرا پروردگار بڑی قدرت والا ہے اور (باوجود اس کے یہ مشرک) لوگ (ایسے) خدا کو چھوڑ کر ان چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو ان کو کچھ نفع نہیں پہنچا سکتی ہیں اور نہ ان کو کچھ ضرر پہنچا سکتی ہیں اور کافر تو اپنے رب کا مخالف ہے اور ہم نے آپ کو صرف اس لئے بھیجا ہے کہ (ایمان والوں کو جنت کی) خوشخبری سنائیں اور کافروں کو دوزخ سے ڈرائیں آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس (تبلیغ) پر کوئی معاوضہ نہیں مانگتا ہاں جو شخص یوں چاہے کہ اپنے رب تک (پہنچنے کا) راستہ اختیار کرے اور اس حی لایموت پر توکل رکھے اور اطمینان کے ساتھ اس کی تسبیح و تحمید میں لگے رہتے ہیں اور وہ (خدا) اپنے بندوں کے گناہوں سے کافی خبردار ہے وہ ایسا ہے جس نے آسمان و زمین اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے سب چھ روز (کی مقدار میں) پیدا کیا پھر تخت (شاہی) پر قائم ہوا وہ بڑا مہربان ہے سو اس کی شان کسی جاننے والے سے پوچھنا چاہئے اور جب ان کافروں سے کہا جاتا ہے کہ رحمٰن کو سجدہ کرو تو بوجہ جہل و عناد کے کہتے ہیں کہ رحمٰن کیا چیز ہے کیا ہم اس کو سجدہ کرنے لگیں جس کو تم سجدہ کرنے کو ہمیں کہو گے اور اس سے ان کو اور زیادہ نفرت ہوتی ہے وہ ذات بہت عالی شان ہے جس نے آسمان میں بڑے بڑے ستارے بنائے اور (اس آسمان) میں ایک چراغ (یعنی آفتاب اور نورانی چاند بنایا) اور وہ ایسا ہے جس نے رات رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے والے بنائے اور یہ سب کچھ (دلائل و نعم جو مذکور ہوئے) اس شخص کے (سمجھنے کے) لئے ہیں جو سمجھنا چاہے یا شکر کرنا چاہے۔

تفسیر ربط: اوپر دور سے انکار رسالت پر تقریع و تشنیع تھی آگے دلائل سے اثبات توحید ہے جن کے ضمن میں انعامات بھی ہیں۔ چنانچہ خاتمۂ مضمون پر یذ کر

سے استدلال کا اور شکورا سے بیان نعمت کا مقصود ہونا معلوم ہوتا ہے اور درمیان درمیان میں اُس کے انکار پر ذم اور ملامت اور بوجہ اس کے کہ باوجود دلائل ساطعہ کے سامعین کا اعراض وخلاف ناصح مشفق کی افسردگی کا سبب طبعی ہے جو دعوت میں عدم نشاط کا موجب ہوسکتا ہے۔ بعض آیات میں حضور ﷺ کا تنشیط اور تہیج کا مضمون مذکور ہے۔ پس اصل مضمون اس مقام میں توحید کا ہے اور دوسرے مضامین بطور استطراد آ گئے ہیں اور یہ مضمون اَرَادَ شُکُوۡرًا [الفرقان: ٦٢] تک چلا گیا ہے۔

دلائل توحید مع بعض متعلقات : اَلَمۡ تَرَ اِلٰی رَبِّکَ کَیۡفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ ...... وَهُوَ الَّذِیۡ جَعَلَ الَّیۡلَ وَالنَّهَارَ خِلۡفَةً لِّمَنۡ اَرَادَ اَنۡ یَّذَّکَّرَ اَوۡ اَرَادَ شُکُوۡرًا ﴿٦٢﴾

(اے مخاطب) کیا تو نے اپنے پروردگار (کی اس قدرت) پر نظر نہیں کی کہ اُس نے (جب آفتاب اُفق سے طلوع کرتا ہے اُس وقت کھڑی ہوئی چیزوں کے) سایہ کو کیونکر (دور تک) پھیلایا ہے (کیونکہ طلوع کے وقت ہر چیز کا سایہ لمبا ہوتا ہے) اور اگر وہ چاہتا تو اُس کو ایک حالت پر ٹھہرایا ہوا رکھتا (یعنی آفتاب کے بلند ہونے سے بھی نہ گھٹتا اس طرح پر کہ اتنی دور تک آفتاب کی شعاعوں کو نہ آنے دیتا' کیونکہ آفتاب کی شعاعوں کا زمین کے حصوں پر پہنچنا بارادۂ حق ہے نہ کہ بالاضطرار' مگر ہم نے اپنی حکمت سے اُس کو پھیلا ہوا بنا کر) پھر ہم نے آفتاب (کے قرب من الافق وارتفاع عن الافق) کو اس (سایہ کی درازی وکوتاہی) پر (ایک ظاہری) علامت مقرر کیا) مطلب یہ کہ مثل اسباب عادیہ غیر مؤثرہ حقیقیہ اور اُن کے مسببات کے آفتاب اور سایہ میں ایک ظاہری ارتباط وتعلق ایسا بنا دیا کہ سبب کے تغیر سے مسبب میں تغیر ہوتا ہے) پھر (اس تعلق ظاہری کی وجہ سے) ہم نے اُس (سایہ) کو اپنی طرف آہستہ آہستہ سمیٹ لیا (یعنی جوں جوں آفتاب اونچا ہوا وہ سایہ زائل اور معدوم ہوتا گیا اور چونکہ اُس کا غائب ہونا محض قدرت الٰہیہ سے بلا شرکت غیرے ہے اور باوجود غیبوبۃ عن الحس کے علم الٰہی سے غائب نہیں ہے اس لئے الینا فرمایا گیا تو یہ حالت مذکورہ مصنوعہ عجیبہ دلیل ہے کمال صانع وانفراد استحقاق الوہیت کی' پھر زوال کے بعد بڑھنا بھی بعینہ اسی طرح دلیل صانعیت ہے لیکن زائد سے ناقص ہونا یہ اظہر ہے مقہوریت وعجز میں اور مقہوریت وعجز مصنوع کا اظہر ہے۔ استدلال علی قدرت الصانع میں پس تخصیص کا یہ نکتہ ہوسکتا ہے) اور وہ ایسا ہے جس نے تمہارے لئے رات کو پردہ کی چیز اور نیند کو راحت کی چیز بنایا اور دن کو (اس اعتبار سے کہ سونا مشابہ موت کے ہے اور دن کا وقت جاگنے کا ہے گویا) زندہ[1] ہونے کا وقت بنایا اور وہ ایسا ہے کہ اپنی بارانِ رحمت سے پہلے ہواؤں کو بھیجتا ہے کہ وہ (بارش کی اُمید دلا کر دل کو) خوش کر دیتی ہیں اور ہم آسمان سے پانی برساتے ہیں جو پاک صاف[2] کرنے کی چیز ہے نہ کہ اُس کے ذریعہ سے مردہ زمین میں جان ڈال دیں اور اپنی مخلوقات میں سے بہت سے چارپایوں اور بہت[3] سے آدمیوں کو سیراب کریں اور ہم اُس (پانی) کو (بقدر مصلحت) اُن لوگوں کے درمیان تقسیم کر دیتے ہیں تاکہ لوگ غور کریں (کہ یہ تصرفات کسی بڑے قادر کے ہیں کہ وہی مستحق عبادت ہے) سو (چاہئے تھا کہ غور کر کے اُس کا حق ادا کرتے لیکن) اکثر لوگ بے ناشکری کئے نہ رہے (جس میں سب سے بڑھ کر کفر وشرک ہے لیکن آپ اُن کی اور بالخصوص اکثر کی ناشکری سن کر یا دیکھ کر سعی فی التبلیغ سے ہمت نہ ہارئیے کہ میں تنہا ان سب سے کیسے عہدہ برآ ہوں گا بلکہ آپ تنہا ہی اپنا کام کئے جایئے کیونکہ آپ کو تنہا نبی بنانے سے خود ہمارا مقصود یہ ہے کہ آپ کا اجر اور قرب بڑھے) اور اگر ہم چاہتے تو (آپ کے علاوہ اسی زمانہ میں) ہر بستی میں ایک ایک پیغمبر بھیج دیتے (اور تنہا آپ پر تمام کام نہ ڈالتے لیکن چونکہ آپ کا اجر بڑھانا مقصود ہے) اس لئے ہم نے ایسا نہیں کیا تو اس طور پر اتنا کام آپ کے سپرد کرنا خدا تعالیٰ کی نعمت ہے) سو (اس نعمت کے شکریہ میں) آپ کافروں کی خوشی کا کام نہ کیجئے (یعنی کافر تو اس سے خوش ہوں گے کہ تبلیغ نہ ہو یا کمی ہو جاوے اور اُن کی آزادی سے تعرض نہ کیا جاوے) اور قرآن (میں جو دلائل حق کے مذکور ہیں جیسا اسی مقام پر دلائل توحید کے ارشاد ہوئے ہیں اُن) سے ان کا زور شور سے مقابلہ کیجئے (یعنی[4] عام اور تام تبلیغ کیجئے یعنی سب سے کہئے اور بار بار کہئے اور ہمت قوی رکھئے جیسا اب تک آپ کرتے رہے ہیں پس مقصود اس امر اور نہی سے احداث نہیں بلکہ ابقاء ہے۔ پس کوئی اشکال لازم نہیں آتا۔ آگے پھر عود ہے دلائل توحید کی طرف) اور وہ ایسا ہے جس نے دو دریاؤں کو (صورۃً) ملایا جن میں ایک (کا پانی) تو شیریں تسکین بخش ہے اور ایک (کا پانی) شور تلخ ہے اور (باوجود اختلاط صوری کے حقیقتاً) اُن کے درمیان میں (اپنی قدرت سے) ایک حجاب اور (اختلاط حقیقی سے) ایک مانع[5] قوی رکھ دیا (جو خود خفی غیر محسوس ہے مگر اس کا اثر یعنی امتیاز دونوں پانی کے مزہ میں محسوس ہے۔ مراد ان دو دریاؤں سے وہ مواقع ہیں جہاں شیریں ندیاں اور نہریں بہتے بہتے سمندر میں آ کر گرتی ہیں وہاں باوجود اس کے کہ اوپر سے دونوں کا سطح ایک معلوم ہوتا ہے۔ لیکن قدرتی الٰہیہ سے اُن میں ایک ایسی حد فاصل ہے کہ ملتقی کے ایک جانب سے پانی لیا جاوے تو شیریں اور دوسری جانب سے جو کہ جانب اول سے بالکل قریب ہے پانی لیا جاوے تو تلخ چنانچہ بنگال[6] میں بھی ایسا موقع موجود ہے کما فی الحاشیۃ) اور وہ ایسا ہے جس نے پانی سے (یعنی نطفہ سے) آدمی کو پیدا کیا پھر اُس کو خاندان والا اور سسرال والا بنایا (چنانچہ باپ دادا وغیرہ شرعی خاندان اور ماں نانی وغیرہ عرفی خاندان ہیں جن سے پیدائش کے ساتھ ہی تعلقات پیدا ہو جاتے ہیں۔ پھر شادی کے بعد سسرالی رشتے پیدا ہو جاتے ہیں۔ یہ دلیل قدرت بھی ہے کہ نطفہ کیا چیز تھی' پھر اُس کو کیسا بنا دیا کہ وہ اتنے علاقوں والا ہو گیا اور نعمت بھی ہے کہ یہ تعلقات مدارت معاونت ہیں) اور (اے مخاطب) تیرا پروردگار بڑی قدرت والا ہے (ربك سے نعمت کی طرف اور

قدیرا: سے دلیل قدرت کی طرف اشارہ ہے) اور (باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات وصفات میں ایسا کامل ہے جیسا بیان ہوا اور یہ کمالات مقتضی ہیں کہ اُسی کی عبادت کی جاوے مگر) یہ (مشرک) لوگ (ایسے) خدا کو چھوڑ کر اُن چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو (بصورت عبادت کرنے کے) نہ اُن کو کچھ نفع پہنچا سکتی ہیں اور نہ (درصورت عبادت نہ کرنے کے) اُن کو کچھ ضرر پہنچا سکتی ہیں اور کافر تو اپنے رب کا مخالف ہے (کہ اُس کو چھوڑ کر دوسرے کی عبادت کرتا ہے) اور کفار کی مخالفت معلوم کر کے آپ نہ تو اُن کے ایمان نہ لانے سے محزون ہوں' کیونکہ) ہم نے آپ کو صرف اس لئے بھیجا ہے کہ (ایمان والوں کو جنت کی) خوش خبری سنائیں اور (کافروں کو دوزخ سے) ڈرائیں (اُن کے ایمان نہ لانے سے آپ کا کیا نقصان ہے پھر آپ کیوں غم کریں اور نہ آپ اُس مخالفت کو معلوم کر کے فکر میں پڑیں کہ جب یہ حق تعالیٰ کے مخالف ہیں تو میں جو حق تعالیٰ کی طرف دعوت کرتا ہوں اس دعوت کو یہ لوگ خیر خواہی کب سمجھیں گے بلکہ میری خودغرضی پر محمول کر کے التفات بھی نہ کریں گے تو اُن کے گمان کی کیونکر اصلاح کی جاوے تا کہ مانع مرتفع ہو' سو اگر آپ کو اُن کا یہ خیال قرینہ سے یا زبانی گفتگو سے معلوم ہو تو) آپ (جواب میں اتنا) کہہ دیجئے (اور بے فکر ہو جائیے) کہ میں تم سے اس (تبلیغ پر) کوئی معاوضہ (مالی یا جاہی) نہیں مانگتا۔ ہاں جو شخص یوں چاہے کہ اپنے رب تک (پہنچنے کا) راستہ اختیار کرلے (تو یہ البتہ چاہتا ہوں چاہے اُس کو معاوضہ کہو یا نہ کہو) اور (نہ اُس مخالفت کفار کو دریافت کر کے اُن کی ضرررسانی سے اندیشہ کیجئے بلکہ تبلیغ میں) اُس **حی لا یموت** پر توکل رکھئے اور اطمینان کے ساتھ اُس کی تسبیح وتحمید میں لگے رہئے (یعنی تبلیغ کہ طاعت متعدیہ ہے اور تسبیح وتحمید کہ عبادت لازمہ ہے اُن کو بے فکری سے ادا کیجئے) اور (نہ مخالفت سن کر تعجیل عقوبت کی اس خیال سے تمنا کیجئے کہ اُن کا ضرر دوسروں کو نہ پہنچ جاوے کیونکہ) وہ (خدا) اپنے بندوں کے گناہوں سے کافی (طور پر) خبردار ہے (وہ جب مناسب سمجھے گا سزا دے دے گا۔ پس ان جملوں میں رسول اللہ ﷺ سے حزن فکر وخوف تمنی کو زائل فرمایا ہے' آگے پھر توحید ہے) وہ ایسا ہے جس نے آسمان وزمین اور جو کچھ اُن کے درمیان میں ہے سب چھ روز (کی مقدار) میں پیدا کیا پھر عرش پر (جو مشابہ ہے تخت سلطنت کے اس طرح) قائم (اور جلوہ فرما) ہوا (جو کہ اُس کی شان کے لائق ہے۔ جس کا بیان سورۂ اعراف کے رکوع ہفتم کے شروع آیت میں گزر چکا) وہ بڑا مہربان ہے سو اُس کی شان کسی جاننے والے سے پوچھنا چاہئے (کہ وہ کیسا کافر مشرک کیا جانیں اور اُسی معرفت صحیحہ کے نہ ہونے سے شرک کرتے ہیں۔ **کما قال تعالی : وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ** [الأنعام : ۹۱]) اور جب اُن (کافروں) سے کہا جاتا ہے کہ رحمٰن کو سجدہ کرو تو (بوجہ جہل وعناد کے) کہتے ہیں کہ رحمٰن کیا چیز ہے (جس کے سامنے ہم کو سجدہ کرنے کو کہتے ہو) کیا ہم اُس کو سجدہ کرنے لگیں گے جس کو تم سجدہ کرنے کے لئے ہم کو کہو گے اور اس (امر بسجدۃ الرحمٰن) سے اُن کو اور زیادہ نفرت ہوتی ہے (لفظ رحمٰن ان میں کم مشہور تھا مگر یہ نہیں کہ جانتے نہ ہوں مگر اسلامی تعلیم سے جو مخالفت بڑھی ہوئی تھی تو اطلاقات لفظیہ میں بھی مخالفت کو نباہتے تھے۔ قرآن میں جو یہ لفظ بکثرت آیا وہ اس میں بھی مخالفت کر بیٹھے اور اس حیثیت سے کہ قرآنی محاورہ ہے تجاہل عارفانہ کے طور پر اس میں کلام اور اس کا انکار کرنے لگے۔ گو خدا ہی کا انکار اور سوءادب لازم آجاوے) وہ ذات بہت عالی شان ہے جس نے آسمان میں بڑے بڑے ستارے بنائے اور (اُن ستاروں میں سے دو بڑے نورانی اور فائدہ بخش ستارے بنائے یعنی) اس (آسمان) میں ایک چراغ (یعنی آفتاب) اور نورانی چاند بنایا (شاید آفتاب کو سراج بوجہ تیزی کے کہا) اور وہ ایسا ہے جس نے رات اور دن ایک دوسرے کے پیچھے آنے والے بنائے (اور یہ سب کچھ جو دلائل نعم مذکور ہوئے) اس شخص کے (سمجھنے کے) لئے (ہیں) جو سمجھنا چاہے یا شکر کرنا چاہے (سمجھنے والے کی نظر میں استدلالات ہیں اور شکر گزاری کرنے والے کی نظر میں انعامات ہیں ورنہ اگر صد باب حکمت پیش نادان: بخوانی آیدش بازیچہ در گوش) **ف**: ریاح کا مبشر ہونا سورۂ اعراف کے رکوع ہفتم کے ذیل میں اور بروج کی تحقیق سورۂ حجر کے رکوع دوم میں گزر چکی ہے اور **مرج البحرین**: کے معنی بعض مفسرین نے یہ کئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دو قسم کے دریا اپنی جگہ پر رواں کئے۔ شیریں بھی اور تلخ بھی اور درمیان میں زمین کو فاصل بنا دیا جو دونوں کے التقاء سے مانع ہے ورنہ ممکن تھا کہ پانی زمین کو کاٹ کر محیط ہو جاتا۔ پس مرج کے معنی خلط کے نہ ہوں گے بلکہ ارسل کے ہوں گے۔ **کما فی القاموس مرج الدابة**۔ اور ظاہر **أفیھا**: سے ان کواکب کا آسمان کے اندر مرکوز ہونا معلوم ہوتا ہے لیکن اگر ظاہر کے خلاف کسی دلیل قطعی سے ثابت ہو جاوے **توفیھا**: **کوفی قربھا**: کے ساتھ ماول کرنا ممکن ہے۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: **اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ** ...... حاصل تقریر روح کا یہ ہے کہ نور حقیقی کا ماسوا کہ واقع میں ظلمت ہے ظل ہے اور صانع عالم جو کہ معطی نور وجود ہے شمس کے مشابہ ہے اگر مشیت الٰہیہ ہوتی تو اس کو کتم عدم میں ساکن رکھتا مگر شمس کو اس کی دلیل یعنی شاہد بنایا گیا جیسے ارشاد ہے: **اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ** [حمٓ سجدة: ۵۳] پھر بتدریج اس کو منقبض کرلیا۔ جیسے ارشاد ہے: **كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ** [القصص: ۸۸] اور ممکنات کو ظل واجب کہنا قوم میں شائع ہے۔ قولہ تعالیٰ: **وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِبَاسًا** ...... روح میں لباسا سے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ رات تمہارے احوال باطنہ شوق ووجد وگریہ زاری کی سائر ہے اور نوم تعب مجاہدات سے تمہارے ابدان کی راحت ہے اور نہار میں اپنی ضروریات معاش کے لئے چلتے پھرتے ہو۔ پس اس مجموعہ میں کئی فائدے ہیں۔ اول یہ کہ اپنے احوال باطنہ کو مخفی رکھنا چاہئے۔ دوسرے صاحب مجاہدات کو ضرورت کے موافق استراحت

چاہئے۔تیسرے طلب معاش کی اجازت ہے۔ چوتھے یہ کہ طلب معاش منافی طریقت نہیں۔قولہ تعالیٰ: وَهُوَ الَّذِيٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ ... اس طرح واصل کو قبل وصول آثار وصول کے ظاہر ہو جاتے ہیں ۱۲۔قولہ تعالیٰ: وَهُوَ الَّذِيْ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ اسی کی نظیر ہے۔ بحر روح جوشریں یعنی موصوف بصفات حمیدہ ہے اور بحر نفس جوتلخ یعنی موصوف بصفات ذمیمہ ہے (اور بعض اوقات ایک دوسرے سے ملتبس معلوم ہوتے ہیں مگر واقع میں دونوں میں امتیاز ہے جس کو مبصر معلوم کرتا ہے)۔قولہ تعالیٰ: وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ یعنی ایک دوسرے کا قائم مقام ہے اس امر میں کہ جوعمل ایک میں کرنے کا تھا اور وہ کسی عارض سے نہ ہوسکا تو دوسرے میں کرلے اور بعض نے یہ تفسیر کی ہے کہ دونوں کے آنے جانے میں تعاقب کا سلسلہ جاری ہے اور دوسری تفسیر پر یہ نظیر ہے قبض وبسط کی کہ حکمت تذکر و شکر کے لئے یکے بعد دیگر وارد ہوتا رہتا ہے جیسا اہل سلوک اس حکمت کو سمجھتے ہیں۔

ملحقات الترجمة: ۱ قوله فى نشورا: زندہ ہونے کا وقت ولم احمله على معنى ذا نشور ينتشر فيه الناس للمعاش لاباء بعض العلماء ذلك كما فى الروح۱۲۔ ۲ قوله فى طهورا : پاک صاف کرنے کی چیز اشارة الى انه بمعنى الآلة وليس بمعنى مطهر باصله۱۲۔ ۳ قوله فى انعاما: بہت اشارة الى ان كثيرا صفة للمتعاطفين كما فى الروح۱۲۔ ۴ قوله فى كبيرا: عام وتام اشارة الى كون الكبر كما و كيفا۱۲۔ ۵ قوله فى محجورا :قوی لتاكيد الحجر بالمحجور۱۲۔ ۶ قوله فى توضيح مرج بنگال وتفصيله ما كتب الى حبى المولى محمد اسحق البردوانى من الكانفور فى جواب استفسارى عن ذلك ما تعربيه سألت المولوى عبدالغفور الاركانى والمولوى روشن على الاركانى عن التقاء البحر العذب والبحر الملح فقالا وهما ثقتان يدرسان البخارى والتلويح وغيرهما ان البحر من الاركان الى چاٹگام احد شقيه ابيض والآخر اسود والملتقى كانه خط ينتزع من السطحين المتلاقيين والفلك تجرى فى الابيض دون الاسود والاسود يتلاطم ويتراكم اشد ما يكون والابيض ساكن جامد كانه قاع صفصف لا ترى فيها عوجا ولا امتا ويقولون انا لم نذق ماء هما لكنه مشهور فى ديارنا وتيقن ان ماء الابيض عذب وماء الاسود ملح آه والله اعلم وفى الطبرى قال ابن جريج فلم اجد بحرا عذبا الا الانهاء العذاب الخ۔ ۷ قوله فى الامن شاء الخ: ہاں جو الخ اشارة الى ان الاستثناء منقطع وفى اختياره فائدتان الاولى باعتبار الصورة وهى قلع شبهتا الطمع فى شئ من الاجر والثانية باعتبار المعنى وهى اظهار الشفقة والمعنى من اتخذ الى ربه سبيلا رضيت به كما يرضى الماجوز باجره۱۲۔ ۸ قوله فى زادهم نفورا: یہ نہیں کہ جانتے نہ ہوں كما فى الروح قالوا لعلى سبيل التجاهل والوقاحة۱۲۔

الروايات: قوله ظهيرا فى الدرعن مجاهد والحسن والضحاك وسعيد بن جبير وقتادة معينا للشيطان على معاصى الله والعداوة والشرك وهكذا فى القاموس ۱۲۔

اللغات: الدليل من الدلالة راہنما وسمى به العلامة التى على الطريق ثم على مطلق العلامة ثم على السبب الغير الحقيقى لاشتراكهما فى مطلق الايصال۔ قوله طهورا اسم لما يتطهر به كذا فى القاموس والروح۱۲۔ البلدة يطلق بمعنى الارض قوله لنسيقه لسقى والاسقاء بمعنى واحد۱۲۔ مرج خلط كذا فى القاموس البحر هو المالح وسمى به العذب تغليبا فرات من فرت مقلوب رفت اذا كسر لانه يكسر العطش قوله محجورا بمعنى حاجرا او محجورا به۱۲۔ قوله فسئل به اى عهد وهذا التفسير منقول من الدارك فى الروح ان السوال كما يعدى بعن لتضمنه معنى البحث والتفيش يعدى بالباء لتضمنه معنى الاعتناء وعليه قول علقمة فان تسألونى بالنساء فاننى الخ۔

النحو: قوله بلدة ميتا تذكير صفتها لانه بمعنى البلد او لان ميتا من امثلة المبالغة التى لا تشبه المضارع فى الحركات والسكنات وهو يدل على الثبوت فاجرى مجرى الجوامد۱۲۔ قوله جاهد هم به اى بالقرآن ولا يلزم الاضمار قبل الذكر لان ذكر الدلائل ذكر للقرآن نسبا اى ذا نسب و ذا صهر۱۲۔ قوله خلفة اى ذوى خلفة يخلف كل منهما الآخر بان يقوم مقامه وفى القاموس الخلف والخلفة بالكسر المختلف وعليه لا حاجة الى تقدير المضاف والمعنى جعلها مختلفين والافراد لكونه مصدر فى الاصل الكل من الروح ملخصا والوجه لاول هو الاقرب كما لا يخفى قوله الذى خلق خبر مبتدأ مقدر اى هو الذى۱۲۔

البلاغة: قوله ولو شاء اعتراض بين المتعاطفين۔ قوله ثم جعلنا قوله ثم قبضنا ثم الاولى التراخى الرتبى لان جعل الشمس دليلا مقدم على المد و ثم الاخرى للتراخى الزمانى وهو ظاهر۔ قوله جعل لكم اليل الخ لم يكرر جعل فى النوم وكرره فى كون النهار نشورا لان النوم من توابع الليل فكفى الجعل الواحد بخلاف النهار۱۲۔

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ﴿٦٣﴾ وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ

سُجَّدًا وَّقِيَامًا ﴿٦٤﴾ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿٦٥﴾ اِنَّهَا سَآءَتْ

مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿٦٦﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ﴿٦٧﴾ وَالَّذِيْنَ لَا

يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ

يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ﴿٦٨﴾ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ﴿٦٩﴾ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ

عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿٧٠﴾ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ

يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ﴿٧١﴾ وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ﴿٧٢﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا

بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا ﴿٧٣﴾ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا

قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ﴿٧٤﴾ اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً

وَّسَلٰمًا ﴿٧٥﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿٧٦﴾ قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ ۚ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ

فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا ﴿٧٧﴾

رکوع ۶ / ۱۷

اور (حضرت) رحمٰن کے خاص بندے وہ ہیں جو زمین میں عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب ان سے جہالت والے لوگ (جہالت کی) بات (چیت) کرتے ہیں تو وہ رفع شر کی بات کرتے ہیں اور جو راتوں کو اپنے رب کے آگے سجدہ اور قیام یعنی نماز میں لگے رہتے ہیں اور دعائیں مانگتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم سے جہنم کے عذاب کو دور رکھئے کیونکہ اس کا عذاب پوری تباہی ہے بے شک وہ جہنم برا ٹھکانا اور برا مقام ہے (یہ تو ان کی حالت طاعات بدنیتیں ہے) اور (طاعات الیہ میں ان کا یہ طریقہ ہے کہ) وہ جب خرچ کرنے لگتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں اور ان کا خرچ کرنا اس (افراط وتفریط) کے درمیان اعتدال پر ہوتا ہے اور جو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور معبود کی پرستش نہیں کرتے اور جس شخص (کے قتل کرنے) کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے اس کو قتل نہیں کرتے مگر حق پر اور وہ زنا نہیں کرتے اور جو شخص ایسے کام کرے گا تو سزا سے اسکا سابقہ پڑے گا کہ قیامت کے دن اسکا عذاب بڑھتا چلا جائے گا اور وہ اس (عذاب) میں ہمیشہ ہمیشہ ذلیل وخوار ہو کر رہے گا مگر جو (شرک ومعاصی سے) توبہ کرلے اور ایمان (بھی) لے آئے اور نیک کام کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے (گزشتہ) گناہوں کی جگہ نیکیاں عنایت فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے اور جو شخص (جس مصیبت سے) توبہ کرتا ہے تو وہ (بھی عذاب سے بچا رہے گا کیونکہ وہ) اللہ تعالیٰ کی طرف خاص طور پر رجوع کر رہا ہے اور وہ بیہودہ باتوں میں شامل نہیں ہوتے اور اگر (اتفاقاً) بیہودہ مشغلوں کے پاس ہو کر گزریں تو سنجیدگی سے گزر جاتے ہیں اور وہ ایسے ہیں کہ جس وقت ان کو اللہ کے احکام کے ذریعے سے نصیحت کی جاتی ہے تو ان احکام پر بہرے اندھے ہو کر نہیں گرتے اور ایسے ہیں کہ دعا کرتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو ہماری نیک بیبیوں اور ہماری اولاد کی طرف آنکھوں کی ٹھنڈک (یعنی راحت) عطا فرما اور ہم کو متقیوں کا افسر بنا دے ایسے لوگوں کو (بہشت میں رہنے کو) بالا خانے ملیں گے بوجہ ان کے دین وطاعت پر ثابت قدم رہنے کے اور انکو اس بہشت میں (فرشتوں کی جانب) بقا کی دعا اور سلام ملے گا اور اس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے وہ کیسا اچھا ٹھکانا اور مقام ہے آپ (عام طور لوگوں سے) کہہ دیجئے کہ میرا رب تمہاری ذرا بھی پروانہ کرے گا اگر تم عبادت نہ کرو گے سو تم تو (احکم الٰہیہ کو) جھوٹا سمجھتے ہو تو عنقریب یہ جھوٹا سمجھنا تمہارے لئے وبال (جان) ہوگا۔

تفسیر ربط: اوپر دلائل توحید کے ساتھ ساتھ کفار ومشرکین کا کفران وخلاف تنفر مع اُن کی مذمت کے مذکور تھا' آگے مقابلہ میں مؤمنین کا انقیاد وامتثال اور طاعت کی تفصیل مع اُن کی تفصیل کے مذکور ہے اور درمیان میں تبعاً واجمالاً بعض معاصی کی سزا اور توبہ کا مکفر ہونا آ گیا ہے۔

مدح مؤمنین مطیعین: وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ﴿٦٣﴾ (الی قولہ تعالیٰ) حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿٧٦﴾

اور (حضرت) رحمٰن کے (خاص) بندے وہ ہیں جو زمین پر عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں (مطلب یہ کہ اُن کے مزاج میں تواضع ہے تمام اُمور میں اور اسی کا اثر

چلنے میں بھی ظاہر ہوتا ہے اور خاص چال کی ہیئت بیان کرنا مقصود نہیں' کیونکہ دماغ داری کے ساتھ نرم رفتاری موجب مدح نہیں اور یہ تواضع تو اُن کا طرزِ خاص اپنے اعمال میں ہے) اور (دوسروں کے ساتھ اُن کا طرز یہ ہے کہ) جب اُن سے جہالت والے لوگ (جہالت کی) بات (چیت) کرتے ہیں تو وہ رفع شر کی بات کہتے ہیں (مطلب یہ کہ اپنے نفس کے لئے انتقام قولی یا فعلی نہیں لیتے اور جو خشونت تادیب واصلاح وسیاست شرعیہ یا اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے ہو اُس کی نفی مقصود نہیں) اور جو (اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنا یہ طرز رکھتے ہیں کہ) راتوں کو اپنے رب کے آگے سجدہ اور قیام (یعنی نماز) میں لگے رہتے ہیں اور جو (باوجود ادائے حقوق اللہ وحقوق العباد کے اللہ تعالیٰ سے اس قدر ڈرتے ہیں کہ) دعائیں مانگتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم سے جہنم کے عذاب کو دور رکھئے کیونکہ اُس کا عذاب پوری تباہی ہے۔ بے شک وہ جہنم برا ٹھکانا اور برا مقام ہے (یہ تو اُن کی حالت طاعات بدنیہ میں ہے) اور (طاعات مالیہ میں اُن کا یہ طریقہ ہے کہ) وہ جب خرچ کرنے لگتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے ہیں (کہ معصیت میں صرف کرنے لگیں) اور نہ تنگی کرتے ہیں (کہ طاعت ضروریہ میں بھی خرچ کی کوتاہی کریں اور اصراف میں وہ خرچ بھی آ گیا کہ بلاضرورت استطاعت سے زیادہ مباحات میں یا طاعت غیر ضروریہ میں خرچ کرے جس کا انجام اخیر میں بے صبری اور حرص وبدنیتی ہو کیونکہ یہ امور معصیت ہیں اور مفضی الی المعصیت معصیت ہے۔ پس وہ انفاق فی المعصیت ہوا۔ اسی طرح طاعات ضروریہ میں بالکل خرچ نہ کرنے کی مذمت لَمْ يَقْتُرُوْا سے مفہوم ہوگئی کیونکہ جب قلت انفاق اُس میں جائز نہیں تو عدم انفاق تو بدرجۂ اولیٰ ناجائز ہوگا۔ پس یہ شبہ نہ رہا کہ اقتار مقید بوقت الانفاق کی تو نفی اور نہی ہوئی لیکن عدم الانفاق بالکلیہ کی نفی اور نہی نہ ہوئی۔ غرض وہ انفاق میں افراط وتفریط دونوں سے مبرّا ہیں) اور ان کا خرچ کرنا اس (افراط وتفریط) کے درمیان اعتدال پر ہوتا ہے (اور یہ حالت مذکورہ تو اتیان بالطاعات کی تھی) اور جو (ترک معاصی میں یہ شان رکھتے ہیں) کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور معبود کی پرستش نہیں کرتے (کہ یہ معصیت متعلق عقائد کے ہے) اور جس شخص (کے قتل کرنے) کو اللہ تعالیٰ نے (قواعد شرعیہ کی رو سے) حرام فرمایا ہے اُس کو قتل نہیں کرتے' ہاں مگر حق پر (یعنی جب قتل کے وجوب یا اباحت کا کوئی سبب شرعی پایا جاوے اُس وقت اور بات ہے) اور وہ زنا نہیں کرتے (کہ یہ قتل وزنا معاصی متعلقہ اعمال میں سے ہے) اور جو شخص ایسے کام کرے گا (کہ شرک کرے یا شرک کے ساتھ قتل ناحق بھی کرے یا زنا بھی کرے جیسے مشرکین مکہ تھے) تو سزا سے اُس کو سابقہ پڑے گا کہ قیامت کے روز بڑھتا چلا جاوے گا (جیسا کفار کے حق میں دوسری آیات میں آیا ہے: عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ [النحل : ۸۸]) اور وہ اُس (عذاب) میں ہمیشہ ہمیشہ ذلیل (وخوار) ہو کر رہے گا (تاکہ عذاب جسمانی کے ساتھ ذلت کا عذاب روحانی بھی ہو اور شدۃ فی الکیفیت یعنی تضاعف کے ساتھ زیادۃ فی الکمیۃ یعنی خلود بھی ہو اور مراد اس: وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ [البقرۃ : ۲۳۱] سے کفار ومشرکین ہیں بقرینہ **یضعف و یخلد و مھانا و امن** کیونکہ مؤمن عاصی کے لئے تزاید اور خلود نہ ہوگا اور وہ تطہیر وتزکیہ کے لئے معاقب ہوگا نہ کہ اہانت کے لئے اور اُس کے لئے تجدید ایمان کی ضرورت نہیں' صرف توبہ کافی ہے جس کا آگے بیان ہے۔ ...... نیز قرائن مذکورہ کے سوا صحیحین میں ابن عباسؓ سے شان نزول بھی اس کا یہی منقول ہے کہ مشرکین کے بارہ میں یہ آیت نازل ہوئی) مگر جو (شرک ومعاصی سے) توبہ کر لے اور (اُس توبہ کے قبول ہونے کی شرط یہ ہے کہ) ایمان (بھی) لے آوے اور نیک کام کرتا رہے (یعنی ضروری طاعات کو بجالاتا رہے) تو (اُس کو جہنم میں خلود تو کیا ہوتا جہنم سے اصلاً تلبس نہ ہوگا بلکہ) اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے (گزشتہ) گناہوں (کو محو کر کے اُن) کی جگہ (آئندہ) نیکیاں عنایت فرما دے گا (یعنی چونکہ گزشتہ کفر وگناہ زمانۂ کفر کے اسلام کی برکت سے معاف ہو جاویں گے اور آئندہ بوجہ اعمال صالحہ کے حسنات ثبت ہوتی رہیں گی اور اُن پر ثواب ملے گا اس لئے جہنم سے اُن کا کچھ تعلق نہ ہوگا۔ پس استثناء منقطع ہے اور مَنْ تَابَ کی خبر فَاُولٰٓئِكَ ...... ہے اور مقصود بالحکم تبدیل سیئات بالحسنات ہے جو مجموعہ ایمان وتوبہ وعمل صالح پر مرتب ہے اور وہ مستلزم عدم تلبس بالنار کو ہے اور وہ عدم خلود پر بالاولیٰ دال ہے یا استثناء متصل ہو اور عدم خلود کے لئے مجموعہ ایمان وتوبہ وعمل صالح شرط نہ ہو مگر مجموعۂ کے ساتھ عدم خلود کا پایا جانا اس آیت میں مذکور ہو اور صرف ایمان پر عدم خلود کا مرتب ہونا دوسرے دلائل سے ثابت ہو) اور (یہ محو سیئات وثبت حسنات اس لئے ہوا کہ) اللہ تعالیٰ غفور ہے (اس لئے سیئات کو محو کر دیا اور) رحیم ہے (اس لئے حسنات کو ثبت فرمایا۔ یہ تو تائب عن الکفر کا بیان تھا) اور (آگے مؤمن تائب عن المعصیت کا ذکر ہے تاکہ مضمون توبہ کا پورا ہو جاوے ونیز عباد ممدوحین کا تتمہ اوصاف ہے کہ وہ لوگ مؤدی طاعات ومجتنب عن السیئات رہتے ہیں لیکن اگر احیاناً صدور معصیت ہو جاوے تو توبہ کر لیتے ہیں اس لئے تائبین کا حال ارشاد فرمایا یعنی) جو شخص (جس معصیت سے) توبہ کرتا ہے اور نیک کام کرتا ہے (یعنی آئندہ معصیت سے بچتا ہے) تو وہ (بھی عذاب سے بچا رہے گا کیونکہ وہ) اللہ تعالیٰ کی طرف سے خاص طور پر رجوع کر رہا ہے (یعنی خوف واخلاص کے ساتھ کہ شرط توبہ ہے' پس اُس کا اثر بھی یہی عدم تلبس بالنار رہے۔ پس عمل صالح شرط عدم تلبس کی ہے نہ کہ قبول توبہ عما مضٰی کی اور اگر عمل صالح نہیں بلکہ پھر ارتکاب معصیت کر رہا ہے تو گزشتہ توبہ گو قبول ہو جاوے لیکن عدم تلبس کا وعدہ نہیں اور مؤمن کی توبہ کو اس شبہ کے دفع کرنے کو بیان فرمایا کہ شاید اُن پر زیادہ حقوق ہیں۔ اس لئے معصیت موجب زیادت عتاب ہو کہ توبہ قبول نہ ہو' البتہ ہر معصیت سے توبہ کرنے کا طریقہ جدا ہے جس کی تفصیل کتب فقہ میں ہے۔ آگے پھر عباد رحمٰن کے اوصاف بیان فرماتے ہیں یعنی) اور (اُن میں یہ بات ہے کہ) وہ بے

ہودہ[2] باتوں میں (جیسے لہو ولعب خلاف شرع) شامل نہیں ہوتے اور اگر (اتفاقاً بلا قصد) بے ہودہ مشغلوں کے پاس ہو کر گزریں تو سنجیدگی (وشرافت) کے ساتھ گزر جاتے ہیں (یعنی نہ اُس کی طرف مشغول ہوتے ہیں اور نہ اُن کے آثار سے عاصیوں کی تحقیر اور اپنا ترفع اور تکبر ظاہر ہوتا ہے) اور وہ ایسے ہیں کہ جس وقت ان کو اللہ کے احکام کے ذریعہ سے نصیحت کی جاتی ہے تو اُن (احکام) پر بہرے اندھے ہو کر نہیں گرتے (جس طرح کافر قرآن پر ایک نئی بات سمجھ کر تماشے کے طور پر اور نیز اس میں اعتراضات پیدا کرنے کے لئے اُس کے حقائق ومعارف سے اندھے بہرے ہو کر اندھا دھند بے ترتیب ہجوم کر لیتے تھے۔ کما قال تعالیٰ: كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا [الجن:۱۹] علی بعض التفاسیر سو عباد مذکور میں ایسا نہیں کرتے بلکہ عقل وفہم کے ساتھ قرآن پر متوجہ اور اُس کی طرف دوڑتے ہیں جس کا ثمرہ زیادت ایمان وعمل بالاحکام ہے۔ پس مقصود نفی صمم اور عمی کی ہے نہ کہ خرور کی کہ بمعنی اکباب واشتیاق عین مطلوب ہے اور اس سے کفار کے لئے بھی خرور ثابت ہوتا ہے مگر وہ مخالفت اور مزاحمت کے طور پر صمم وعمی کے ساتھ تھا اور اس لئے وہ مذموم ہے) اور وہ ایسے ہیں کہ (خود جیسے دین کے عاشق ہیں اسی طرح اپنے اہل وعیال کے لئے بھی اسی کے ساعی اور داعی ہیں۔ چنانچہ عملی کوشش کے ساتھ حق تعالیٰ سے بھی) دعا کرتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو ہماری بیبیوں اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں[3] کی ٹھنڈک (یعنی راحت) عطا فرما (یعنی اُن کو دین دار بنا دے اور ہم کو ہماری اس سعی دینداری میں کامیاب فرما کر اُن کو دینداری کی حالت میں دیکھ کر راحت اور سرور ہو) اور (تو نے ہم کو ہمارے خاندان کا افسر تو بنایا ہی ہے مگر ہماری دعا یہ ہے کہ ان سب کو متقی کر کے) ہم کو متقیوں کا افسر بنا دے (تو اصل مقصود افسری مانگنا نہیں ہے۔ گو اُس میں بھی قباحت نہیں مگر مقام دلالت نہیں کرتا بلکہ اصل مقصود اپنے خاندان کے متقی ہونے کی درخواست ہے یعنی بجائے اس کے کہ ہم صرف افسر خاندان ہیں ہم کو افسر خاندان متقی بنا دیجئے۔ یہاں تک عباد رحمٰن کے اوصاف کا بیان تھا' آگے اُن کی جزا ہے یعنی) ایسے لوگوں کو (بہشت میں رہنے کو) بالاخانے[4] ملیں گے بوجہ اُن کے (دین وطاعت پر) ثابت قدم رہنے کے اور اُن کو اس (بہشت میں) (فرشتوں کی جانب سے) بقاء کی دعا اور سلام ملے گا[5] (اور) اُس (بہشت) میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ وہ کیسا اچھا ٹھکانا اور مقام ہے (جیسا جہنم میں سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّ مُقَامًا ۞ فرمایا ہے) **ف**: يُضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ پر شبہ تعارض آیت: وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا ...... [الأنعام: ۱۶۰] کا نہ کیا جاوے کیونکہ مماثلت باعتبار کمیت کے ہے کہ ایک گناہ کا ایک ہی لکھا جاتا ہے دو یا زیادہ نہیں لکھے جاتے' پھر اگر وہ ایک ہی کیفیت میں ایسا شدید ہو کہ مقتضی تضاعف بمعنی زیادت کو ہو تو یہ مماثلت کے خلاف نہیں بلکہ یہ بھی معنی مماثلت ہے اور اس مقام پر جو اوصاف مذکور ہوئے ہیں مجموعہ مدار نجات نہیں بلکہ مدار علو درجات ہے جیسا يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ اس پر دال ہے۔ پس عاصی کا غیر ناجی ہونا لازم نہیں آتا اور جنت میں تحیت وسلام کہ دعا ہے باوجود حصول مدعولہ کے محض اکرام ہے نہ کہ تحصیل حاصل۔

ربط: اوپر آیت: وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا ...... میں معرضین عن العبادۃ کی مذمت اور عِبَادُ الرَّحْمٰنِ ...... میں مشتغلین بالعبادۃ کی فضیلت ارشاد فرمائی تھی۔ آگے اسی کی تاکید اور تعلیل کے طور پر فرماتے ہیں کہ بندوں کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی ذاتی خصوصیت تو ہے نہیں کہ خواہی نخواہی اُن کی آؤ بھگت کریں۔ بس تعلق عبادت کا ہے عبادت جو تصدیق کو بھی شامل ہے کرو گے قدر ہوگی۔ ترک عبادت جس میں تکذیب بھی ہے کرو گے وہ وبال جان ہوگی اور چونکہ یہ اجمالاً تمام مخاطبات سورت کا فیصلہ ہے اس لئے اس پر سورت کا ختم اعلیٰ درجہ کا حسن ختام ہے۔

بودن عبدیت مدار خصوصیت: قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ ۚ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا ۞ (اے پیغمبر ﷺ) آپ (عام طور پر لوگوں سے) کہہ دیجئے کہ میرا رب تمہاری ذرا بھی پرواہ نہ کرے گا اگر تم عبادت نہ کرو گے سو (اس[6] سے سمجھ لینا چاہئے کہ اے کفار) تم تو (احکام الٰہیہ کو) جھوٹا سمجھتے ہو تو عنقریب یہ (جھوٹا سمجھنا تمہارے لئے) وبال (جان) ہو (کر رہے) گا (خواہ دنیا میں جیسے واقعہ بدر میں کفار پر مصیبت آئی یا آخرت میں اور وہ ظاہر ہے

قد تم تفسیر سورۃ الفرقان والحمدللہ علی تمامہ للسادس عشر من ذی الحجۃ یوم الخمیس سنۃ ۱۳۲۴ھ من الہجرۃ النبویۃ علی صاحبہا ما لا یعد ولا یحصی من السلام والصلوۃ والتحیۃ اعاننی اللہ تعالیٰ ببرکتہ علیہ الصلوۃ والسلام لا تمام بقیۃ تفسیر القرآن وما ذلک علی اللہ بعزیز وھو المستعان فی کل شان وبہ الثقۃ وعلیہ التکلان۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: عِبَادُ الرَّحْمٰنِ ...... یہ آیتیں اولیاء اللہ کی صفات کی جامع ہیں۔ مثلاً تواضع' اس جملہ میں يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا اور تسامح' اس جملہ میں وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ ...... اور صلوٰۃ اللیل اس جملہ میں وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ اور خوف الٰہی اس جملہ میں وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اور عدل افاضہ میں اس جملہ میں وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا ...... اس طرح سے کہ انفاق عام ہو اور فنائے نفس اس جملہ میں يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ اس طرح سے کہ تبدیل ملکات مراد ہو اور ترک لغو اس جملہ میں وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ ...... اور باقیات صالحات پر حریص ہونا اس جملہ میں وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ۞ (اور تفصیل اصل رسالہ عربی میں ہے) قولہ تعالیٰ: قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ ...... یعنی عبادتکم اس میں اس شخص پر رد ہے جو محض کسی صالح کے انتساب پر یا

بعض تبرکات کے اعتماد پر بدون عمل نجات یا مقبولیت کا زعم کرتا ہے جیسے بہت سے جاہل صوفی بنے ہوئے ہیں۔

ملحقات الترجمۃ: ۱قوله فی متاب: خاص طور پر اشارة الی ان المفعول المطلق للتاكيد المقصود به تخصيص فرد خاص مقرون بالخوف والاخلاص ۱۲۔ ۲ قوله فی الزور: بے ہودہ باتوں اشارة الی عموم الزور بكل تحسين الشئ ووصفه بحلاف صفة ويدخل فيه كل باطل مموه كما يتحصل من الطبرى ۱۲۔ ۳ قوله فی من ازواجنا: طرف سے اشارة الی ان من ابتدائية ۱۲۔ ۴ قوله فی الغرفة: بالا خانے اشارة الی حمله علی الجنس ۱۲۔ ۵ قوله فی يلقون: ملے گا كما فی الجلالين سورة الدهر القاهم واعطاهم ۱۲۔ ۶ قوله فی فقد كذبتم: سو اس سے الخ اشارة الی ان الفاء لترتب ما بعدها علی ما قبلها والتقدير اذا علمتم انه ما يعبؤكم ربكم بدون العبادة فاعلموا ان عاقبة تكذيبكم يكون لزاما ومآل الكلام ان التكذيب يكون لازما يحيق بكم حتی يكبكم فی النار ۱۲۔

الروایات: فی الدرعن جماعة منهم الشيخان عن ابن عباس ان ناسا من اهل الشرك قد قتلوا فاكثروا وزنوا ثم اتوا محمدا صلی الله عليه وسلم فقالوا ان الذی تقول وتدعو اليه لحسن لو تبخرنا ان لما عملنا كفارة فنزل والذين لا يدعون الخ ۱۲۔ فائدہ: متعلقة بتبديل السيئات فسره بعضهم بان تحی السيئات نفسها يوم القيامة من صحيفة اعمالهم ويكتب بدلها الحسنات واحتجوا بالحديث الذی رواه مسلم فی صحيحه وفيه فيقال اعطوه مكان كل سيئة عملها حسنة فيقول ان فی ذنوبنا لم ارها۔ ههنا الحديث۔ قلت لكن الحديث ليس نصا فی التفسير بل يحتمل ان يكون هذا واقعة مستقلة لا مسائل لها بما فی الآية فافهم وما اخترته اسنده فی الروح الی كثير من السلف ۱۲۔

اللغات: سلاما فی الطبری عن مجاهد قالوا سلاما قال سدادا وعن الحسن قال علماء وان جهل عليهم لم يجهلوا ۱۲۔ الغرام الهلاك ۱۲۔ القوام العدل الاثام العقوبة كلها من القاموس ۱۲۔ يشهدون يحضرون ويتأيد بكثير من الروايات فی الدر ۱۲۔ فی القاموس ما اعبا بفلان ما ابالی به اللزام بمعنی اللازم ۱۲۔

النحو: اماما فی الروح امام يستعمل مفردا جمعا والمراد به هنا الجمع ليطابق المفعول الاول لجعل واختير علی ائمة لانه او فق بالفواصل السابقة واللاحقة وقيل هو مفرد وافرد مع لزوم المطابقة لانه اسم جنس فيجوز اطلاقه علی معنی الجمع مجازا الخ ۱۲۔

البلاغۃ: قوله عباد الرحمٰن حسن الاضافة الی الرحمٰن اتيانه بعد قولهم وما الرحمٰن فالمعنی ان الكفار لا يعبدون الرحمٰن ولا يعرفونه وانما الذين يعبدونه ويعرفونه هم الذين كذا و كذا۔ قوله مستقرا ومقاما هذا من باب قوله فالفی قولها كذبا ومينا والمقام يقتضی التطويل والفاصلة ۱۲۔

سُورَةُ الشُّعَرَآءِ

سُورَةُ الشُّعَرَآءِ ۲۶ مَكِّيَّةٌ ۴۷ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ۲۲۷ — رُكُوْعَاتُهَا ۱۱

سورۃ الشعراء مکہ میں نازل ہوئی — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اس میں ۲۲۷ آیات اور ۱۱ رکوع ہیں

طٰسٓمّٓ ① تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ② لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ③ اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ ④ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثٍ اِلَّا كَانُوْا عَنْهُ مُعْرِضِيْنَ ⑤ فَقَدْ كَذَّبُوْا فَسَيَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ⑥ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الْاَرْضِ كَمْ اَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ⑦ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ⑧ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ⑨

ع ۱ — ۹ — ۵

طٰسٓمّٓ یہ (مضامین جو آپ پر نازل ہوتے ہیں) کتاب واضح (یعنی قرآن) کی آیتیں ہیں۔شاید آپ ان کے ایمان نہ لانے پر (رنج کرتے کرتے) اپنی جان دے دیں گے۔اگر ہم (ان کو مؤمن کرنا) چاہیں تو ان پر آسمان سے ایک بڑی نشانی نازل کردیں۔پھر ان کی گردنیں اس نشانی سے پست ہوجائیں اور (ان کی حالت یہ ہے کہ) ان کے پاس کوئی تازہ فہمائش۔(حضرت) رحمٰن کی طرف ایسی نہیں آئی جس سے بے رخی نہ کرتے ہوں۔سو (اس بے رخی کی یہاں تک نوبت پہنچی کہ) انہوں نے (دین حق) کو جھوٹا بتلا دیا۔سو عنقریب ان کی اس بات کی حقیقت معلوم ہوجائے گی جس کے ساتھ استہزاء کیا کرتے تھے۔کیا انہوں نے زمین کو نہیں دیکھا کہ ہم نے اس میں کس قدر عمدہ عمدہ قسم کی بوٹیاں اگائی ہیں۔اس میں (توحید) کی ایک بڑی نشانی ہے اور ان میں اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے اور بلاشبہ آپ کا رب غالب ہے رحیم ہے۔

سورة الشعراء مكية الا قوله والشعراء وهى مائتان وست او سبع وعشرون كذا فى البيضاوى۔

ربط: اس سورت کے سب سے پہلے اور سب سے پچھلے رکوع میں قرآن اور رسالت کی حقانیت وصدق اور اُس کے متعلقات کا ذکر ہے اور اُن کے منکرین کی توبیخ اور عبرت کے لئے رکوع اول کے ختم پر بعض دلائل مثبتہ توحید کہ ایک جزو قرآنی ہے اور سورت کے درمیان میں مکذبین رسل واحکام الٰہیہ کے بعض قصص مذکور ہیں۔چنانچہ ہر قصہ میں آیت: اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ کا تکرار اس عبرت کے مقصود ہونے پر بطریق اصرح واوضح دال ہے اور سورت سابقہ کا ختم بھی وعید مکذبین پر تھا۔پس دونوں سورتوں کے طرفین اور سورت ہذا کے اجزاء سب میں باہمی ارتباط ظاہر ہوگیا' واللہ اعلم۔

حقیقت قرآن وذم منکرین: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ طٰسٓمّٓ ① تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ② (الى قوله تعالى) وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ⑨

طٰسٓمّٓ ① یہ (مضامین جو آپ پر نازل ہوتے ہیں) کتاب واضح (یعنی قرآن) کی آیتیں ہیں (اور یہ لوگ جو اس پر ایمان نہیں لاتے تو آپ اتنا غم کیوں کرتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ) شاید آپ اُن کے ایمان نہ لانے پر (تاسف کرتے کرتے) اپنی جان دے دیں گے (اصل یہ ہے کہ یہ عالم ابتلاء ہے' اس میں حق کے اثبات پر وہی دلائل قائم کئے جاتے ہیں جن کے بعد بھی ایمان لانا عبد کے تحت اختیار میں رہتا ہے ورنہ) اگر ہم (الجاء واضطراراً اُن کو مؤمن کرنا) چاہیں تو اُن پر آسمان سے ایک (ایسی) بڑی نشانی نازل کردیں (کہ اُن کا اختیار ہی بالکل سلب ہوجاوے) پھر اُن کی گردنیں اس نشانی (کے آنے) سے پست ہوجاویں (اور بالاضطرار مومن بن جاویں۔لیکن ایسا کرنے سے ابتلاء باقی نہ رہے گا۔اس لئے ایسا نہیں کیا جاتا اور امر بین القدر والجبر رہتا ہے) اور (ان کی یہ

حالت ہے کہ) اُن کے پاس کوئی تازہ فہمائش (حضرت) رحمٰن (جل شانہٗ) کی طرف سے ایسی نہیں آتی جس سے یہ بے رُخی نہ کرتے ہوں سو (اس بے رُخی کی یہاں تک نوبت پہنچی کہ) انہوں نے (دین حق کو) جھوٹا بتلا دیا (جو اعراض کا انتہائی درجہ ہے اور صرف اس کے ابتدائی درجہ یعنی بے التفاتی پر اکتفا نہیں کیا اور پھر تکذیب بھی خالی نہیں بلکہ استہزاء کے ساتھ) سو اب عنقریب ان کو اس بات کی حقیقت معلوم ہو جاوے گی جس کے ساتھ یہ استہزاء کیا کرتے تھے (یعنی جب عذاب الٰہی کا موت کے وقت یا قیامت میں معائنہ ہوگا اُس وقت صدق قرآن اور مافی القرآن یعنی عذاب وغیرہ کا منکشف ہو جاوے گا اور خیر آیات تنزیلیہ کا اگر انکار کیا تھا جن کی دلالت اپنے مدلولات پر شرعی ہے گو صدق ان آیات دالہ کا عقلی ہے۔ لیکن آیات تکوینیہ کا انکار اور زیادہ عجیب ہے کہ اُن کی دلالت اپنے مدلول یعنی توحید صانع پر عقلی محض ہے اور شرع سے اگر نفور ہیں تو عقل سے تو دور نہیں سو) کیا انہوں نے زمین کو نہیں دیکھا جو اُن سے بہت قریب اور ہر وقت پیش نظر ہے) کہ ہم نے اس میں کس قدر عمدہ عمدہ قسم کے بوٹیاں اگائی ہیں (جو مثل جمیع مصنوعات کے وجود اور وحدت کمال صانع پر دال ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ) اس میں (توحید ذاتی وصفاتی وافعالی کی) ایک بڑی نشانی (عقلی) ہے (اور خود یہ مسئلہ بھی عقلی ہے کہ الوہیت کے لئے کمال ذاتی وصفاتی شرط اور کمال مذکور کے لوازم سے انفراد فی الالوہیۃ ہے) اور (باوجود اس کے) ان میں کے اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے (اور شرک کرتے ہیں۔ غرض شرک کرنا انکار نبوت سے بھی بڑھ کر ہے۔ سو اس سے معلوم ہوا کہ ان کے عناد نے ان کی فطرت کو بالکل مختل کر دیا۔ پھر ایسوں کے پیچھے کیوں جان کھوئی جاوے) اور (اگر ان کو شرک کے مذموم عند اللہ ہونے میں یہ شبہ ہو کہ) ہم پر عذاب عاجل کیوں نہیں آ جاتا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ) بلاشبہ آپ کا رب (باوجود اس کے کہ) غالب (اور کامل القدرت) ہے (مگر اس کے ساتھ ہی) رحیم (بھی) ہے (اور اس کی رحمت عامہ دنیا میں کفار سے بھی متعلق ہے۔ اُس کا اثر یہ ہے کہ ان کو مہلت دے رکھی ہے ورنہ کفر یقیناً مذموم اور مقتضی عذاب ہے۔ **ف**: ایسی ہی آیت قصص آئندہ کے ختم پر آئی ہے وہاں بھی یہی حاصل ہے کہ وہ واقعات بھی مثل دلیل مذکور فی ہذا المقام کے لائق استدلال و اعتبار کے ہیں جن میں غور کر کے خدا سے ڈرنا چاہئے تھا اور اس کے احکام اعتقادیہ وعملیہ کی بجا آوری میں مستعد ہونا چاہئے تھا اور شرک وانکار نبوت کو چھوڑ دینا چاہئے تھا مگر باوجود اس کے یہ لوگ ایمان نہیں لاتے اور خدا تعالیٰ باوجود تعذیب پر قادر ہونے کے رحمت سے مہلت دیتا ہے اور اہتمام کی وجہ سے اس کو مکرر فرمایا ہے)۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: لَعَلَّكَ بَاخِعٌ ...... اس میں ان امور پر دلالت ہے۔ آپ اپنی اُمت پر کمالِ شفقت رکھتے تھے۔ (۲) ایمان کافر پر حرص کرنا حکم ازلی کے معارض نہیں۔ (۳) شفقت میں اعتدال مناسب ہے کہ جو شخص ہدایت نہ پاوے اس پر حزن نہ کیا جاوے اور یہ سب آداب شیوخ سے ہے۔ (۴) کسی کی اصلاح شیخ کے اختیار وقدرت وتصرف میں نہیں۔ قولہ تعالیٰ: اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مگر اس لئے اس شان کا نشان نازل نہیں کیا گیا کہ حق تعالیٰ کی عادت یہ ہے کہ لوگوں کو ایمان کی طرف مضطر نہ کیا جاوے کذا فی الروح۔ احقر کہتا ہے کہ چونکہ باطن میں تصرف کرنا ایک قسم کا لجاء اور جبر ہے اسی لئے محققین نے امر ارشاد میں اس کو پسند نہیں کیا۔

ملحقات الترجمہ: ۱؎ قولہ بعد فقد کذبتم اور پھر تکذیب بھی الخ قال النیسابوری هذا الترتیب فی غایة الحسن کانه قیل حین اعرضوا عن الذکر فقد کذبوا وحین کذبوا به فقد خف عندهم قدره حتی صار عرضة للاستهزاء وهذه درجات من اخذ فی الشقاء فانه یعرض اولا ثم یصرح بالتکذیب ثانیا ثم بالغ فی التکذیب والانکار الی حیث یستهزی الخ ۱۲۔

البلاغۃ: خاضعین فی الروح خبر عن الاعناق وقد اکتسب التذکیر وصفة العقلاء من المضاف الیه فاخبر عنها لذلك بجمع من یعقل وقال الزمخشری اصل الکلام فظلوا لها خاضعین فاقحمت الاعناق لبیان موضع الخضوع لانه تبرا ای قبل التامل لظهور الخضوع فی العنق نحو الانحناء انه هو الخاضع دون صاحبه وترك الجمع بعد الاقحام علی ما کان علیه قبل ۱۲۔

اللغات: النجع اصله ان تبلغ بالذبح النجاع بکسر الباء وهو عرق مستبطن الفقار وذلك اقصی حد الذبح ۱۲۔

وَاِذْ نَادٰى رَبُّكَ مُوْسٰۤى اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۰ قَوْمَ فِرْعَوْنَ ؕ اَلَا يَتَّقُوْنَ ۝۱۱ قَالَ رَبِّ اِنِّيْۤ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ؕ ۝۱۲ وَيَضِيْقُ صَدْرِيْ وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِيْ فَاَرْسِلْ اِلٰى هٰرُوْنَ ۝۱۳ وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْۢبٌ فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ۝۱۴ قَالَ كَلَّا ۚ فَاذْهَبَا بِاٰيٰتِنَاۤ اِنَّا مَعَكُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ ۝۱۵ فَاْتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَاۤ اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۱۶ اَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ؕ ۝۱۷ قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا وَّلَبِثْتَ فِيْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِيْنَ ۝۱۸ وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ

الَّتِیْ فَعَلْتَ وَاَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۱۹﴾ قَالَ فَعَلْتُهَاۤ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّیْنَ ﴿۲۰﴾ فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ

فَوَهَبَ لِیْ رَبِّیْ حُكْمًا وَّجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۲۱﴾ وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَیَّ اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ﴿۲۲﴾

قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۲۳﴾ قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا ؕ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِیْنَ ﴿۲۴﴾ قَالَ لِمَنْ حَوْلَهٗۤ

اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ ﴿۲۵﴾ قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآىِٕكُمُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۲۶﴾ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِیْۤ اُرْسِلَ اِلَیْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ ﴿۲۷﴾ قَالَ

رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَیْنَهُمَا ؕ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲۸﴾ قَالَ لَىِٕنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَیْرِیْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ

الْمَسْجُوْنِیْنَ ﴿۲۹﴾ قَالَ اَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَیْءٍ مُّبِیْنٍ ﴿۳۰﴾ قَالَ فَاْتِ بِهٖۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۳۱﴾ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِیَ

ثُعْبَانٌ مُّبِیْنٌ ﴿۳۲﴾ وَّنَزَعَ یَدَهٗ فَاِذَا هِیَ بَیْضَآءُ لِلنّٰظِرِیْنَ ﴿۳۳﴾ ع ۲

اور (ان لوگوں سے اس وقت قصہ ذکر کیجئے) جب آپ نے موسیٰ کو پکارا اور حکم دیا کہ ان ظالم لوگوں کے یعنی فرعون کے پاس جاؤ (اور اے موسیٰ دیکھو) کیا یہ لوگ ہمارے غضب سے نہیں ڈرتے۔ انہوں نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار مجھ کو یہ اندیشہ ہے کہ وہ مجھ کو جھٹلانے لگیں اور (طبعی طور پر ایسے وقت میں) میرا دل تنگ ہونے لگتا ہے اور میری زبان اچھی طرح نہیں چلتی۔ اس لئے ہارون کے پاس بھی وحی بھیج دیجئے اور میرے ذمے ان لوگوں کا ایک جرم بھی ہے سو مجھ کو یہ اندیشہ ہے کہ وہ لوگ مجھ کو (قبل تبلیغ رسالت) قتل کر ڈالیں۔ ارشاد ہوا کیا مجال ہے سو (اب) تم دونوں ہمارے احکام لے کر جاؤ ہم نصرت (امداد سے) تمہارے ساتھ ہیں سنتے ہیں سو تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ اور (اس سے) کہو کہ ہم رب العالمین کے فرستادہ ہیں کہ تو بنی اسرائیل ہمارے ساتھ جانے دے (دونوں حضرات گئے اور فرعون سے سب مضامین کہہ دیئے) فرعون کہنے لگا کہ تم ہو کیا ہم نے تم کو بچپن میں پرورش نہیں کیا اور تم اپنی اس عمر میں برسوں ہم میں رہا سہا کئے اور تم نے اپنی وہ حرکت بھی کی تھی جو کی تھی (یعنی قبطی کو قتل کیا تھا) اور تم بڑے ناسپاس ہو۔ موسیٰ نے جواب دیا کہ (واقعی) اس وقت وہ حرکت میں بیٹھا تھا اور مجھ سے غلطی ہوگئی تھی۔ پھر جب مجھے ڈر ہوا تو میں تمہارے ہاں سے مفرور ہوگیا۔ پھر مجھ کو میرے رب نے دانشمند عطا فرمائی اور مجھ کو پیغمبروں میں شامل کر دیا اور (رہا احسان جتلانا پرورش کا سو) وہ یہ نعمت ہے جس کا تو مجھ پر احسان رکھتا ہے کہ تو نے بنی اسرائیل کو سخت ذلت میں ڈال رکھا ہے۔۔ فرعون (اس بات میں لاجواب ہوا اور سخن کا پہلو بدل کر اس نے) کہا کہ رب العالمین کی ماہیت (اور حقیقت کیا ہے) موسیٰ نے جواب دیا کہ وہ پروردگار ہے آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ (مخلوقات) ان کے درمیان میں ہے۔ اس کا اگر تم کو یقین کرنا ہو تو (یہ پتہ بہت ہے) فرعون نے اپنے اردگرد (بیٹھنے والوں سے کہا کہ تم لوگ کچھ سنتے ہو کہ سوال کچھ جواب کچھ) موسیٰ نے فرمایا کہ وہ پروردگار ہے اور تمہارے پہلے بزرگوں کا فرعون نہ سمجھا اور کہنے لگا کہ یہ تمہارا رسول جو (بزعم خود) تمہاری طرف رسول ہو کر آیا ہے' مجنوں معلوم ہوتا ہے۔ موسیٰ نے فرمایا کہ پروردگار ہے مشرق مغرب کا اور جو کچھ انکے درمیان میں ہے۔ اس کا بھی اگر تم کو عقل ہو (تو اس کو مان لو)۔ فرعون (آخر جھلا کر) کہنے لگا کہ اگر تم میرے سوا کوئی اور معبود تجویز کرو گے تو تم کو جیل خانہ بھیج دوں گا موسیٰ نے فرمایا اگر میں کوئی صریح دلیل پیش کر دوں تب بھی (نہ مانے گا)۔ فرعون نے کہا اچھا تو وہ دلیل پیش کرو اگر تم سچے ہو۔ موسیٰ نے اپنی لاٹھی ڈال دی تو وہ دفعۃً ایک نمایاں اژدہا بن گیا اور (دوسرا معجزہ دکھانے کے لئے) اپنا ہاتھ (گریبان میں دے کر) باہر نکالا تو دفعۃً سب دیکھنے والوں کے روبرو بہت ہی چمکتا ہوا ہوگیا۔

تفسیر ربط: اوپر مکذبین و منکرین کی مذمت تھی۔ آگے اُن کی تہدید وعبرت کے لئے چند قصص مذکور ہوتے ہیں۔

قصہ اول موسیٰ علیہ السلام با فرعون: وَاِذْ نَادٰى رَبُّكَ مُوْسٰۤى اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ (الی قولہ تعالیٰ) وَّنَزَعَ یَدَهٗ فَاِذَا هِیَ بَیْضَآءُ لِلنّٰظِرِیْنَ اور (ان لوگوں سے اُس وقت کا قصہ ذکر کیجئے تا کہ ان کو عبرت ہو) جب آپ کے رب نے موسیٰ (علیہ السلام) کو پکارا (اور حکم دیا) کہ تم ان ظالم لوگوں کے یعنی قوم فرعون کے پاس جاؤ (اور اے موسیٰ دیکھو) کیا یہ لوگ (ہمارے غضب سے) نہیں ڈرتے (یعنی ان کی حالت عجیب اور شنیع ہے' اس لئے ان کی طرف تم کو بھیجا جاتا ہے) انہوں نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار (میں اس خدمت کے لئے حاضر ہوں لیکن اس خدمت کی تکمیل کے لئے ایک مددگار چاہتا ہوں کیونکہ) مجھ کو یہ اندیشہ ہے کہ وہ مجھ کو (اول ہی وہلہ میں قبل اس کے کہ تقریر پوری کروں) جھٹلانے لگیں اور (طبعی طور پر ایسے وقت میں) میرا دل تنگ ہونے لگتا ہے اور میری زبان (اچھی طرح) نہیں چلتی (جیسا کہا گیا ہے فہم سخن تا نہ کند مستمع: قوت طبع از متکلم مجو) اس لئے ہارون کے پاس بھی وحی بھیج دیجئے (اور ان کو نبوت عطا فرما دیجئے کہ اگر میری تکذیب کی جاوے تو وہ تصدیق کرنے لگیں تا کہ دل شگفتہ اور زبان رواں رہے اور اگر میری زبان کسی وقت بستہ ہو جاوے تو وہ تقریر کرنے

لگیں اور ہر چند کہ یہ غرض ویسے بھی ہارون علیہ السلام کو بلا نبوت عطا ہوئے ساتھ رکھنے سے حاصل ہو سکتی تھی مگر عطائے نبوت میں اور زیادہ اکمل وجوہ سے پوئی ہوئی) اور (ایک امر یہ قابل عرض ہے کہ) میرے ذمہ اُن لوگوں کا ایک جرم بھی ہے (کہ میرے ہاتھ سے ایک قبطی قتل ہو گیا ہے جس کا قصہ سورۂ قصص میں آوے گا) سو (اس لئے) مجھ کو (ایک) یہ اندیشہ ہے کہ وہ لوگ مجھ کو (قبل تبلیغ رسالت) قتل کر ڈالیں (تب بھی تبلیغ نہ کر سکوں گا تو اس کی بھی کچھ تدبیر فرما دیجئے) ارشاد ہوا کہ کیا مجال ہے (جو ایسا کر سکیں اور ہم نے ہارون کو بھی پیغمبری دی' اب تبلیغ کے دونوں مانع مرتفع ہو گئے) سو (اب) تم دونوں ہمارے احکام لے کر جاؤ (کہ ہارون بھی نبی ہو گئے اور) ہم (نصرت اور امداد سے) تمہارے ساتھ ہیں (اور جو گفتگو تمہاری اور اُن لوگوں کی ہوگی اُس کو) سنتے ہیں۔ سو تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ اور (اُس سے) کہو کہ ہم رب العالمین کے فرستادہ ہیں (اور دعوت الی التوحید کے ساتھ یہ حکم بھی لائے ہیں) کہ تو بنی اسرائیل کو (اپنے بیگار اور ظلم سے رہائی دے کر اُن کے اصلی وطن ملک شام کی طرف) ہمارے ساتھ جانے دے (مجموعہ دعوت حاصل حقوق اللہ و حقوق العباد میں تعدی کا ترک کرنا ہے۔ چنانچہ یہ دونوں حضرات گئے اور فرعون سے سب مضامین کہہ دیئے) فرعون (یہ سب باتیں سن کر اول موسیٰ علیہ السلام کی طرف اُن کو پہچان کر متوجہ ہوا اور) کہنے لگا کہ (اہا تم ہو) کیا ہم نے تم کو بچپن میں پرورش نہیں کیا اور تم اپنی (اس) عمر میں برسوں ہم میں رہا سہا کئے اور تم نے اپنی وہ حرکت بھی کی تھی جو کی تھی (یعنی قبطی کو قتل کیا تھا) اور تم بڑے ناسپاس ہو (کہ میرا ہی کھایا اور میرا ہی آدمی قتل کیا اور پھر مجھ کو اپنا تابع بنانے آئے ہو چاہیئے تو یہ کہ تم مجھ سے ہر طرح دبو) موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ (واقعی) اُس وقت وہ حرکت میں کر بیٹھا تھا اور مجھ سے غلطی ہو گئی تھی (یعنی عمداً میں نے قتل نہیں کیا اُس کی خطا پر اُس کو سیاست کرتا تھا اتفاق سے وہ مر گیا) پھر جب مجھ کو ڈر لگا تو میں تمہارے ہاں سے مفرور ہو گیا۔ پھر مجھ کو میرے رب نے دانشمندی عطا فرمائی اور مجھ کو پیغمبروں میں شامل کر دیا (اور وہ دانشمندی اسی نبوت کے لوازم سے ہے۔ خلاصۂ جواب یہ کہ میں پیغمبر کی حیثیت سے آیا ہوں جس میں دبنے کی کوئی وجہ نہیں اور پیغمبری اس واقعۂ قتل خطا کے منافی نہیں' کیونکہ وہ خطا تھا جو قادح استعداد نبوت نہیں اور استعداد کے بعد فعلیت مستبعد نہیں۔ یہ تو جواب ہے اعتراض قتل کا) اور (رہا احسان جتلانا پرورش کا سو) وہ یہ نعمت ہے جس کا تو مجھ پر احسان رکھتا ہے کہ تو نے بنی اسرائیل کو سخت ذلت (اور ظلم) میں ڈال رکھا تھا (کہ اُن کے لڑکوں کو قتل کرتا تھا جس کے خوف سے میں صندوق میں رکھ کر دریا میں ڈالا گیا اور تیرے ہاتھ لگ گیا اور تیری پرورش میں رہا۔ تو اس پرورش کی اصلی وجہ تو تیرا ظلم ہی ہے۔ تو ایسی پرورش کا کیا احسان جتلایا جاتا ہے بلکہ اس سے تو اپنی ناشائستہ حرکات کو یاد کر کے شرمانا چاہیئے) فرعون (اس بات میں لاجواب ہوا اور سخن کا پہلو بدل کر اُس) نے کہا کہ (جس کو تم) رب العالمین (کہتے ہو لقولہ تعالیٰ: اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اس) کی ماہیت (اور حقیقت) کیا ہے؟ موسیٰ (علیہ السلام) نے جواب دیا کہ وہ پروردگار ہے آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ (مخلوقات) اُن کے درمیان میں ہے اس (سب) کا اگر تم کو یقین (حاصل) کرنا ہو (تو یہ پتہ بہت ہے۔ مطلب یہ کہ ماہیت سے اُس کی معرفت نہیں ہو سکتی۔ جب سوال ہوگا صفات ہی سے جواب ملے گا) فرعون نے اپنے اردگرد (بیٹھنے) والوں سے کہا کہ تم لوگ (کچھ) سنتے ہو (کہ سوال کچھ جواب کچھ) موسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا کہ وہ پروردگار ہے تمہارا اور تمہارے پہلے بزرگوں کا (اس جواب میں مکرر تنبیہ ہے اُس مطلب مذکور پر مگر) فرعون (نہ سمجھا اور) کہنے لگا کہ یہ تمہارا رسول جو (بزعم خود) تمہاری طرف رسول ہو کر آیا ہے مجنون (معلوم ہوتا) ہے۔ موسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا کہ وہ پروردگار ہے مشرق کا اور مغرب کا اور جو کچھ اُن کے درمیان میں ہے اُس کا بھی اگر تم کو عقل ہو (تو اسی سے مان لو) فرعون (آخر جھلا کر) کہنے لگا کہ اگر تم میرے سوا کوئی اور معبود تجویز کرو گے تو تم کو جیل خانہ بھیج دوں گا۔ موسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا کیا اگر میں کوئی صریح دلیل پیش کروں تب بھی (نہ مانے گا) فرعون نے کہا کہ اچھا تو وہ دلیل پیش کرو اگر تم سچے ہو۔ سو موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی لاٹھی ڈال دی تو وہ دفعۃً ایک نمایاں اژدہا بن گیا اور (دوسرا معجزہ دکھلانے کے لئے) اپنا ہاتھ (گریبان میں دے کر) باہر نکالا تو وہ دفعۃً سب دیکھنے والوں کے روبرو بہت ہی چمکتا ہوا ہو گیا (کہ اس کو بھی سب نے نظر حسی سے دیکھا) **ف**: موسیٰ علیہ السلام کی زبان میں لکنت تھی۔ اس کے ازالہ کے لئے دعاء کرنا سورۂ طٰہٰ میں مذکور ہے: وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ [طٰہٰ: ۲۷] یہاں **لا ینطلق**: میں عدم الطلاق سے وہ مراد نہیں ورنہ اگر وہ عدم انطلاق سبب ہوتا دعاء عطائے نبوت ہارونیہ کا تو پھر ازالۂ لکنت کی دعاء کی ضرورت نہ تھی۔ واللہ اعلم اور پارۂ نہم کے شروع میں بھی اس قصہ کے متعلق آیتیں آئی ہیں۔ وہاں کچھ ضروری مضامین متعلق کلمات اَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۝ وَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ۝ - وَلِلنّٰظِرِيْنَ [الأعراف: ۱۰۵' ۱۰۷] کے گزر چکے ہیں جو قابل ملاحظہ ہیں اور منت تربیت کے جواب سے نفی احسان ماننے کی مقصود نہیں بلکہ نفی احسان جتلانے کی مقصود ہے جو عموماً مذموم ہے اور خصوصاً جبکہ اس احسان کا سبب اس مدعی احسان کا عدوان ہو خوب سمجھ لو۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَاِذْ نَادٰى رَبُّكَ مُوْسٰٓى ...... اس میں کئی امر کی طرف اشارہ ہے: (۱) امور دینیہ میں ایک دوسرے کی مدد کریں (چنانچہ ہارون علیہ السلام کو مدد کے لئے مقرر فرمایا گیا) (۲) گمراہ کے ساتھ الزام حجت میں تلطف برتا جاوے (چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کی گفتگو سے معلوم ہوتا ہے۔ (۳) ایسے شخص سے بے رُخی نہ کی جاوے جس کو تم نے بچپن میں پالا مگر بڑے ہونے پر خدا تعالیٰ نے اُس کو فضیلت دے دی ہو (جیسے فرعون نے بے رخی کی) کذا فی

الروح۔ قولہ تعالیٰ: وَيَضِيقُ صَدْرِي وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِي اس سے معلوم ہوا کہ اُمورِ طبعیہ اور کمال میں منافات نہیں۔ اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کے فَاَخَافُ فرمانے سے بھی یہی معلوم ہوا۔ قولہ تعالیٰ: قَالَ فَعَلْتُهَآ اس سے کس قدر سادگی و بے تکلفی وصدق ثابت ہوتا ہے کہ لوگ عادۃً اپنے خوف کو اور قاتل ہونے کو ظاہراً نقص سمجھے جاتے ہیں' پوشیدہ کرتے ہیں یا تاویل کرتے ہیں۔ آپ نے صاف صاف سب اقرار فرمالیا (یہی اخلاق ہوتے ہیں صادقین کے)۔ قولہ تعالیٰ: وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا...... اس آیت کی دو توجیہیں ہیں جو اصل عربی میں مذکور ہیں۔ ایک پر فرعون کے امتنان کا رد ہے اور ایک پر نعمت فرعون کا اقرار ہے اور کافر کے احسان کے متعلق بزرگوں کی دونوں عادتیں منقول ہیں لیکن اصل ثانی ہے جب کوئی عارض پیش نہ آوے تائید اس کی یوسف علیہ السلام کے اس قول سے ہوتی ہے۔ اِنَّهٗ رَبِّيْٓ اَحْسَنَ مَثْوَايَ [یوسف: ۲۳] اور اول غلبۂ حال سے ہوتا ہے کہ جب اس کی مبغوضیت عند اللہ کا غلبہ ہوتا ہے تو اُس کی نعمت کی طرف التفات نہیں رہتا۔ خصوص جب کوئی عارض بھی پیش آ جاوے جیسا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پیش آیا۔ قولہ تعالیٰ: قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ فرعون نے لفظ ما: سے ماہیت رب تعالیٰ سے سوال کیا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے صفات سے جواب دیا۔ اس نے کئی بار اس جواب پر جرح کیا۔ آپ نے ہر بار صفات ہی سے جواب دیا۔ اس سے وہ مسئلہ صاف ثابت ہو گیا کہ حق تعالیٰ کی معرفت بالکنہ نہیں ہو سکتی بلکہ صرف بالوجہ ہوتی ہے۔

ملحقات الترجمۃ: ① قوله في اذ نادى ان لوگوں سے القرينة عليه قوله تعالى و اتل عليهم نبأ ابراهيم ۱۲۔ (۲) قوله في ان يقتلون (قبل تبلیغ رسالت اقصاره في الروح ۱۲۔

النحو: تلك نعمة الخ في الكشاف تلك اشارة الى خصله شفاء مبهمة لا يدرى ماهى الا بتفسيرها و محل ان عبدت الرفع عطف بيان لتلك نظيره قوله تعالى وقضينا اليه ذلك الامر ان دابر هؤلاء مقطوع والمعنى تعبيدك بنى اسرائيل و تذليلهم نعمة تمنها على الخ ۱۲۔

البلاغۃ: قوله الا يتقون قال الزمخشرى هو كلام مستانف اتبعه عزوجل ارساله اليهم للانذار والتسجيل عليهم بالظلم تعجيبا لموسى عليه السلام من حالهم التى شنعت فى الظلم والعسف ومن امنهم العواقب قلت خوفهم وخدرهم من ايام الله عزوجل كذا فى الروح قوله قال فعلتها الخ فيه تقديم للجواب عن قوله وفعلت الخ المؤخر على الجواب عن قوله الم نربك الخ المقدم تقديما للاهم كما لا يخفى ان القتل اقدح فى النبوة من الاخلال بحقوق التنزية ۱۲۔

قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗٓ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ۝۳۴ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ ۖ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ۝۳۵ قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَابْعَثْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ۝۳۶ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيْمٍ ۝۳۷ فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ۝۳۸ وَّقِيْلَ لِلنَّاسِ هَلْ اَنْتُمْ مُّجْتَمِعُوْنَ ۝۳۹ لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ اِنْ كَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ۝۴۰ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالُوْا لِفِرْعَوْنَ اَئِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ۝۴۱ قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ اِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ۝۴۲ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰٓى اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ۝۴۳ فَاَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَعِصِيَّهُمْ وَقَالُوْا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ الْغٰلِبُوْنَ ۝۴۴ فَاَلْقٰى مُوْسٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ۝۴۵ فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ۝۴۶ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۴۷ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۝۴۸ قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۗ لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُوصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝۴۹ قَالُوْا لَا ضَيْرَ ۖ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ۝۵۰ اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطٰيٰنَآ اَنْ كُنَّآ اَوَّلَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۵۱

فرعون نے اہل دربار سے جو اس کے آس پاس (بیٹھے) تھے کہا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ شخص بڑا ماہر جادوگر ہے۔ اس کا (اصل) مطلب یہ ہے کہ اپنے جا... کے (زور) تم کو تمہاری سرزمین سے باہر کر دے سو تم لوگ کیا مشورہ دیتے ہو درباریوں نے کہا کہ آپ ان کو اور ان کے بھائی کو (چندے) مہلت دیجئے اور شہروں میں چپڑاسیوں کو (حکم نامہ دے کر) بھیج دیجئے کہ وہ (سب) شہروں سے سب ماہر جادوگروں کو آپ کے پاس لاکر حاضر کریں۔ غرض وہ جادوگر ایک معین دن کے خاص وقت

پر جمع کے گئے اور (فرعون کی طرف سے بطور اعلان عام کے) لوگوں کو یہ اشتہار دیا گیا کہ کیا تم جمع ہوئے (یعنی جمع ہو جاؤ) تا کہ اگر جادوگر غالب آجاویں تو ہم ان ہی کی راہ پر رہیں پھر جب وہ جادوگر (فرعون کی پیشی میں) آئے تو فرعون سے کہنے لگے کہ اگر ہم موسیٰ پر غالب آ گئے تو ہم کو کوئی بڑا صلہ (اور انعام) ملے گا۔ فرعون نے کہا کہ ہاں اور مزید برآں تم اس صورت میں (ہمارے) مقرب لوگوں میں داخل ہو جاؤ گے۔ موسیٰ نے ان سے فرمایا کہ تم کو جو کچھ ڈالنا ہو (میدان میں) ڈالو۔ سو انہوں نے اپنی رسیاں ڈالیں اور لاٹھیاں ڈالیں اور کہنے لگے کہ فرعون کے اقبال کی قسم بے شک ہم ہی غالب آویں گے۔ پھر موسیٰ نے اپنا عصا ڈالا سو ڈالنے کے ساتھ ہی (اژدہا بن کر) ان کے تمام تر بنے بنائے دھندے کو نگلنا شروع کر دیا۔ سو (یہ دیکھ کر) جادوگر ایسے متاثر ہوئے کہ سب سجدے میں گر پڑے اور پکار پکار کر کہنے لگے کہ ہم ایمان لے آئے رب العالمین پر جو موسیٰ اور ہارون۔ علیہما السلام) کا بھی رب ہے۔ فرعون کہنے لگا کہ ہیں تم موسیٰ پر ایمان لے آئے بدوں اس کے کہ میں تم کو اجازت دوں ضرور معلوم ہوتا ہے کہ یہ (جادو میں) تم سب کا استاد ہے جس نے تم کو جادو سکھا دیا ہے سو اب تم کا حقیقت معلوم ہوئی جاتی ہے (اور وہ یہ ہے کہ) میں تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹوں گا اور تم سب کو سولی پر چڑھاؤں گا (تا کہ اوروں کو عبرت ہو) انہوں نے جواب دیا کہ کچھ حرج نہیں ہم اپنے مالک کے پاس جا پہنچیں گے (اور) ہم امید رکھتے ہیں کہ ہمارا پروردگار ہماری خطاؤں کو معاف کرے اس وجہ سے کہ ہم (اس موقعہ پر حاضرین میں سے) سب سے پہلے ایمان لائے ہیں۔ ۞

تفسیر: تتمہ قصہ مذکورہ: قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗٓ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۳۴﴾ (الی قولہ تعالی) اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطٰيٰنَآ اَنْ كُنَّآ اَوَّلَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۱﴾ (حضرت موسیٰ علیہ السلام کے جو یہ معجزات ظاہر ہوئے تو) فرعون نے اہل دربار سے جو اُس کے آس پاس (بیٹھے) تھے کہا کہ اُس میں کوئی شک نہیں کہ یہ بڑا ماہر جادوگر ہے اس کا (اصل) مطلب یہ ہے کہ اپنے جادو (کے زور) سے (خود رئیس ہو جاوے اور) تم کو تمہاری سرزمین سے باہر کر دے (تا کہ بلا مزاحمت غیرے اپنی قوم کو لے کر ریاست کرے) سو تم لوگ کیا مشورہ دیتے ہو۔ درباریوں نے کہا کہ آپ ان کو اور ان کے بھائی کو (چندے) مہلت دیجئے اور (اپنے حدود قلمرو کے) شہروں میں (گرواردوں کو یعنی) چپراسیوں کو (حکم نامے دے کر) بھیج دیجئے کہ وہ (سب شہروں سے) سب ماہر جادوگروں کو (جمع کر کے) آپ کے پاس لا کر حاضر کر دیں۔ غرض وہ جادوگر ایک معین دن کے خاص وقت پر جمع کر لئے گئے (معین دن سے مراد یوم الزینہ ہے اور خاص وقت سے مراد وقت ضحیٰ ہے جیسا سورۂ طٰہٰ کے شروع رکوع سوم میں اس کا متعین ہونا مقابلہ کے لئے مذکور ہے یعنی اس وقت کے قریب تک سب جمع کر لئے گئے اور فرعون کو جمع ہونے کی اطلاع کی گئی) اور (فرعون کی جانب سے بطور اعلان عام کے) لوگوں کو یہ اشتہار دیا گیا کہ کیا تم لوگ (فلاں موقع پر واقعہ) دیکھنے کے لئے جمع ہو گے (یعنی جمع ہو جاؤ) تا کہ اگر جادوگر غالب آجاویں (جیسا کہ غالب توقع ہے) تو ہم اُن ہی کی راہ پر رہیں (یعنی وہی راہ جس پر فرعون تھا اور دوسروں کو بھی اس پر رکھنا چاہتا تھا۔ مطلب یہ کہ جمع ہو کر دیکھو امید ہے کہ جادوگر غالب رہیں گے تو ہم لوگوں کے طریق کا حق ہونا حجت سے ثابت ہو جاوے گا) پھر جب وہ جادوگر (فرعون کی پیشی میں) آئے تو فرعون سے کہنے لگے کہ اگر (موسیٰ علیہ السلام پر) ہم غالب آ گئے تو کیا ہم کو کوئی بڑا صلہ (اور انعام) ملے گا۔ فرعون نے کہا کہ ہاں (انعام مالی بھی بڑا ملے گا) اور (مزید برآں یہ جاہ ملے گا کہ) تم اس صورت میں (ہمارے) مقرب لوگوں میں داخل ہو جاؤ گے (غرض اس گفتگو کے بعد عین موقع مقابلہ پر آئے اور دوسری طرف موسیٰ علیہ السلام تشریف لائے اور مقابلہ شروع ہوا اور ساحروں نے موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ اپنا عصا پہلے ڈالئے گا ہم ڈالیں) موسیٰ (علیہ السلام) نے اُن سے فرمایا کہ تم کو جو کچھ ڈالنا (منظور) ہو (میدان میں) ڈالو۔ سو انہوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈالیں (جو جادو کے اثر سے سانپ معلوم ہوتے تھے) اور کہنے لگے کہ فرعون کے اقبال کی قسم! بے شک ہم ہی غالب آویں گے پھر موسیٰ (علیہ السلام) نے (بحکم خداوندی) اپنا عصا ڈالا۔ ڈالتے کے ساتھ ہی (اژدہا بن کر) ان کے تمام تر بنے بنائے دھندے کو نگلنا شروع کر دیا۔ سو (یہ دیکھ کر) جادوگر (ایسے متاثر ہوئے کہ) سب سجدہ میں گر پڑے (اور پکار پکار کر) کہنے لگے کہ ہم ایمان لے آئے رب العالمین پر جو موسیٰ اور ہارون (علیہما السلام) کا بھی رب ہے۔ فرعون (بڑا گھبرایا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ساری رعایا ہی مسلمان ہو جاوے۔ تو ایک مضمون گھڑ کر بصورت عتاب ساحروں سے) کہنے لگا کہ ہاں تم موسیٰ پر ایمان لے آئے بدوں اس کے کہ میں تم کو اجازت دوں ضرور (معلوم ہوتا ہے کہ) یہ (جادو میں) تم سب کا استاد ہے جس نے تم کو جادو سکھایا ہے (اور تم اس کے شاگرد ہو اس لئے باہم خفیہ سازش کر لی کہ تم یوں کرنا، ہم یوں کریں گے، پھر اس طرح ہار جیت ظاہر کریں گے تا کہ قبطیوں سے سلطنت لے کر بفراغ خاطر خود ریاست کرو۔ **کقولہ تعالی فی سورۃ الاعراف** ۔ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِي الْمَدِيْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَآ اَهْلَهَا ...... [الأعراف: ۱۲۳] سو اب تم کو حقیقت معلوم ہوئی جاتی ہے (اور وہ یہ ہے کہ) میں تمہارے ایک طرف کے ہاتھ، دوسری طرف کے پاؤں کاٹوں گا اور تم سب کو سولی پر ٹانگ دوں گا (تا کہ اوروں کو عبرت ہو) انہوں نے جواب دیا کہ کچھ جرج نہیں۔ ہم اپنے مالک کے پاس پہنچیں گے (جہاں ہر طرح امن وراحت ہے، پھر ایسے مرنے سے نقصان ہی کیا ہوا اور) ہم اُمید رکھتے ہیں کہ ہمارا پروردگار ہماری خطاؤں کو معاف کر دے اس وجہ سے کہ ہم (اس موقع پر حاضرین میں سے) سب سے پہلے ایمان لائے (پس اس پر یہ شبہ نہیں ہو سکتا کہ اُن سے پہلے بعضے ایمان لا چکے تھے جیسے آسیہ اور مؤمن آل فرعون اور بنی اسرائیل۔ **ف**: نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ میں اتباع فرعون کا مقصود ہے۔ اس عنوان سے تعبیر کرنے میں دلیل

اتباع کی طرف اشارہ ہے کہ خود غرضی ظاہر نہ ہو اور سورۂ اعراف میں ایسے ہی الفاظ سے یہ قصہ آیا ہے۔ وہاں کچھ ضروری فوائد آیات کے ذیل میں مذکور ہیں۔ ملاحظہ کر لئے جاویں۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: فَجُمِعَ السَّحَرَةُ سورۂ طٰہٰ میں اس میں تعیین کی تصریح ہے کہ وہ یوم الزینت تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اہل باطل کے ایسے مجامع میں کسی دینی غرض سے جانا جائز ہے۔ جس کو طالب جاہ علماء بوجہ خلاف وضع ہونے کے کبھی گوارا نہیں کرتے۔ قولہ تعالیٰ: قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰٓى ...... ظاہراً اس میں امر ہے عمل بالسحر کا' لیکن مقصود آپ کا ابطال تھا ان کے سحر کا اور وہ موقوف تھا اس کے اظہار پر۔ اس لئے اظہار کا اذن دیا۔ جیسے زندیق سے کہا جاوے کہ اپنے دعویٰ باطلہ پر دلیل قائم کر اور غرض یہ ہوتی ہے کہ اس کی اقامت کے بعد رد کیا جاوے گا۔ پس بعض بزرگوں سے جو بعض منکرات پر چشم پوشی منقول ہے ایسا ہی عذر ان کے اس فعل میں ہے کہ مقصود ان کا کوئی مصلحت دینیہ ہوتی ہے جو اس وقت خفی ہے اور آئندہ ظاہر ہو جاوے گی۔ قولہ تعالیٰ: فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ اس میں اثبات ہے جذبۂ الٰہیہ کا جس کا بکثرت بزرگوں کے کلام میں ذکر ہے۔ قولہ تعالیٰ: قَالُوْا لَا ضَيْرَ ...... پس اس میں جیسے عدم مبالات ہے قتل کی۔ اسی طرح اشتیاق الی الموت بھی ہے ۱۲۔

البلاغۃ: قوله ما انتم ملقون فی الاتقان ما محصله ان فی اختیار اللفظ المبهم اشارة الی تحقیر ما القوا کانه شئ حقیر لا یلیق ان یسمی ۱۲۔ قوله برب العٰلمین ما لعل اتیان هذا العنوان لان موسٰی علیه السلام دعا فرعون الی الله تعالٰی بقوله انا رسول رب العالمین۔

وَ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْٓ اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ﴿۵۲﴾ فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿۵۳﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ ﴿۵۴﴾ وَ اِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَ اِنَّا لَجَمِيْعٌ حٰذِرُوْنَ ﴿۵۶﴾ فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ ﴿۵۷﴾ وَّ كُنُوْزٍ وَّ مَقَامٍ كَرِيْمٍ ﴿۵۸﴾ كَذٰلِكَ ؕ وَ اَوْرَثْنٰهَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۵۹﴾ فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِيْنَ ﴿۶۰﴾ فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰٓى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالَ كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ﴿۶۲﴾ فَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ؕ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ﴿۶۳﴾ وَ اَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِيْنَ ﴿۶۴﴾ وَ اَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَ مَنْ مَّعَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ﴿۶۵﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۶۶﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَ مَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۶۷﴾ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۶۸﴾ ع ۱۷ ۸

اور ہم نے موسیٰ کو حکم بھیجا کہ میرے ان بندوں کو شبا شب (مصر سے باہر) نکال لے جاؤ (اور فرعون کی جانب سے) تم لوگوں کا تعاقب کیا جائے گا (فرعون نے تعاقب کی تدبیر کے لئے آس پاس کے) شہروں میں چپڑاسی دوڑا دیئے اور یہ کہلا بھیجا کہ یہ لوگ (یعنی بنی اسرائیل) ہماری نسبت تھوڑی سی جماعت ہے اور انہوں نے ہم کو بہت غصہ دلایا ہے اور ہم سب ایک مسلم جماعت (اور با قاعدہ قوت) ہیں۔ غرض ہم نے ان کو باغوں سے اور چشموں سے اور خزانوں سے اور عمدہ مکانات سے نکال باہر کیا۔ ہم نے ان کے ساتھ تو یوں کیا اور ان کے بعد بنی اسرائیل کو ان کا مالک بنایا۔ یہ جملہ معترضہ تھا (آگے قصہ ہے۔ غرض ایک روز) سورج نکلنے کے وقت ان کو پیچھے سے جا لیا۔ پھر دونوں جماعتیں آپس میں ایسی قریب ہوئیں کہ ایک دوسری کو دیکھنے لگیں تو موسیٰ کے ہمراہی گھبرا کر کہنے لگے۔ بس (اے موسیٰ) کہ ہم تو ہاتھ آ گئے موسیٰ نے فرمایا کہ ہرگز نہیں کیونکہ میرے ہمراہ میرا پروردگار ہے۔ وہ مجھ کو (دریا سے نکلنے کا) بھی رستہ بتلا دے گا اور ہم نے موسیٰ کو حکم دیا کہ اپنے عصا کو دریا پر مارو (چنانچہ انہوں نے اس پر عصا مارا جس سے وہ دریا) پھٹ گیا اور ہر حصہ اتنا بڑا تھا جیسا بڑا پہاڑ اور ہم نے دوسرے فریق کو بھی اس موقع کے قریب پہنچا دیا اور انجام قصہ یہ ہوا کہ ہم نے موسیٰ کو اور ان کے ساتھ والوں کو سب کو بچا لیا پھر دوسروں کو غرق کر دیا (اور) اس واقعہ میں بھی بڑی عبرت ہے اور (باوجود اس کے) ان میں اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے اور آپ کا رب بڑا زبردست ہے (اور) بڑا مہربان ہے۔

تفسیر: تتمہ قصہ ایضاً: وَ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْٓ اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ﴿۵۲﴾ (الی قولہ تعالیٰ) وَ اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۶۸﴾ اور (جب فرعون کو اس واقعہ سے بھی ہدایت نہ ہوئی اور اُس نے بنی اسرائیل کی آزادروی نہ چھوڑی تو) ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو حکم بھیجا کہ میرے (ان) بندوں کو (یعنی بنی اسرائیل کو) شبا شب (مصر سے باہر) نکال لے جاؤ (اور فرعون کی جانب سے) تم لوگوں کا تعاقب (بھی) کیا جاوے گا (چنانچہ وہ موافق حکم کے بنی اسرائیل کو لے کر رات کو چل دیئے۔ صبح یہ خبر مشہور ہوئی تو) فرعون نے (تعاقب کی تدبیر کرنے کے لئے جا بجا آس پاس کے) شہروں میں چپڑاسی دوڑا دیئے (اور یہ کہلا بھیجا) کہ یہ لوگ (یعنی بنی اسرائیل ہماری نسبت) تھوڑی سی جماعت ہے (ان کے مقابلہ سے کوئی اندیشہ نہ کرے) اور انہوں نے (اپنی کارروائی سے) ہم کو

بہت غصہ دلایا ہے (وہ کارروائی یہ ہے کہ خفیہ چالاکی سے نکل گئے یا یہ کہ زیور بھی ہمارا بہت سا عاریت کے بہانہ سے لے گئے۔ غرض ہم کو احمق بنا کر گئے ہیں، ضرور ان کا تدارک کرنا چاہئے) اور ہم سب ایک مسلح جماعت (اور باقاعدہ فوج) ہیں۔ غرض (دو چار روز میں جب سامان اور فوج سے درست ہو گیا تو لاؤ لشکر لے کر بنی اسرائیل کے تعاقب میں چلا اور یہ خبر نہ تھی کہ اب لوٹنا نصیب نہ ہوگا تو اس حساب سے گویا) ہم نے اُن کو باغوں سے اور چشموں سے اور خزانوں سے اور عمدہ مکانات سے نکال باہر کیا (ہم نے اُن کے ساتھ تو) یوں کیا اور اُن کے بعد بنی اسرائیل کو اُن کا مالک بنایا (یہ جملہ معترضہ تھا آگے قصہ ہے) غرض (ایک روز) سورج نکلنے کے وقت ان کو پیچھے سے جالیا (یعنی قریب پہنچ گئے، اُس وقت بنی اسرائیل دریائے قلزم سے اُترنے کی فکر میں تھے کہ کیا سامان کریں) پھر جب دونوں جماعتیں (باہم ایسی قریب ہوئیں کہ) ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں تو موسیٰ (علیہ السلام) کے ہمراہی (گھبرا کر) کہنے لگے کہ (اے موسیٰ) بس ہم تو اُن کے ہاتھ آ گئے۔ موسیٰ (علیہ السلام) نے فرمایا کہ ہرگز نہیں، کیونکہ میرے ہمراہ میرا پروردگار ہے۔ وہ مجھ کو ابھی (دریا سے نکلنے کا) راستہ بتلا دے گا (کیونکہ موسیٰ علیہ السلام سے امر بالاسراء کے وقت یہ کہہ دیا گیا تھا: فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا لَّا تَخَافُ دَرَكًا وَلَا تَخْشَىٰ [طٰہٰ:۷۷] گو یبوست کی کیفیت نہ بتلائی تھی۔ پس موسیٰ علیہ السلام اس وعدہ پر مطمئن تھے اور بنی اسرائیل کیفیت معلوم نہ ہونے سے مضطرب تھے) پھر ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو حکم دیا کہ اپنے عصا کو دریا پر مارو۔ چنانچہ (انہوں نے اُس پر عصا مارا جس سے) وہ (دریا) پھٹ کر (کئی حصے ہو) گیا (یعنی پانی کئی جگہ سے اِدھر اُدھر ہٹ کر بیچ میں متعدد سڑکیں کھل گئیں) اور ہر حصہ اتنا (بڑا) تھا جیسا بڑا پہاڑ (یہ لوگ دریا میں امن و اطمینان سے پار ہو گئے) اور ہم نے دوسرے فریق کو بھی اس موقع کے قریب پہنچا دیا (یعنی فرعون اور فرعونی بھی دریا کے نزدیک پہنچے اور موافق پیشین گوئی سابق وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا ۖ اور یا اُس وقت تک اُسی حال پر ٹھہرا ہوا تھا اس لئے کھلے راستہ کو غنیمت سمجھا اور آگا پیچھا کچھ سوچا نہیں۔ سارا لشکر اندر گھس گیا۔ اور چاروں طرف سے پانی سمٹنا شروع ہوا اور سارے لشکر کا کام تمام ہوا) اور (انجام قصہ کا یہ ہوا کہ) ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو اور اُن کے ساتھ والوں کو سب کو (غرق ہونے سے) بچا لیا۔ پھر دوسروں کو (یعنی اُن کے مخالفوں کو) غرق کر دیا (اور) اس واقعہ میں بھی بڑی عبرت ہے (یعنی اس قابل ہے کہ کفار اس سے استدلال کریں کہ مخالفت احکام و رسل موجب عذاب خداوندی ہے اور اس کو سمجھ کر مخالفت سے بچیں) اور (باوجود اس کے) ان (کفار مکہ) میں اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے اور آپ کا رب بڑا زبردست ہے (اگر چاہتا دنیا ہی میں ان کو عذاب دیتا لیکن) بڑا مہربان (بھی) ہے (اس لئے اپنی رحمت عامہ سے عذاب کی مہلت مقرر کر دی ہے۔ پس عدم تعجیل عذاب سے بے فکر نہ ہونا چاہئے۔ **ف**: وَأَوْرَثْنَاهَا بَنِي إِسْرَائِيلَ ۖ کے متعلق پارہ نہم کے ربع آیت: وَأَوْرَثْنَا الْقَوْمَ کے ذیل میں بھی کچھ لکھا گیا ہے۔ اس وقت اُس کے متعلق کچھ اور زائد مضمون نظر سے گزرا، اُس کو نقل کئے دیتا ہوں۔ وہ یہ کہ آیت میں یہ تصریح نہیں ہے کہ فرعون کے ہلاک ہوتے ہی بنی اسرائیل مصر پر مسلط ہو گئے تھے تا کہ آیت پر شبہ لازم آوے کہ تواریخ سے ثابت ہے کہ اس وقت بنی اسرائیل مصر کو نہیں لوٹے بلکہ شام کی طرف بڑھتے رہے۔ بیچ میں وادی تیہ کا قصہ ہوا پھر چالیس برس کے بعد شام پر قابض ہوئے اور وہاں ہی رہ پڑے۔ اب یہ شبہ نہیں رہا کیونکہ اورثنا عام ہے بلافصل اور مع الفصل کو سو حکومت مصر میں ایسے انقلابات ہوتے رہے کہ ایک وقت میں مصر بھی بنی اسرائیل کی سلطنت میں شامل ہو گیا اور یہ زمانہ سلیمان علیہ السلام کا ہے۔ اور بعض نے مضاف محذوف مانا ہے۔ یعنی واورثنا امثالها بنی اسرائیل اور امثال سے مراد شام کے جنات و عیون لئے ہیں یعنی ہم نے عزیزوں کو ذلیل کیا کہ یہ چیزیں ان کے قبضہ سے نکال دیں اور ذلیلوں کو عزیز کیا کہ ایسا سامان اُن کو عطا کیا گو دوسرے ملک میں سہی واللہ اعلم۔ اور فرعونیوں کے زیور لینے کے متعلق سورۂ طٰہٰ میں توجیہ لکھ چکا ہوں۔ ایک توجیہ اس وقت اپنی ایک پرانی تحریر میں نظر سے گزری اُس کو نقل کرتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ اگر کسی کو شبہ پرایا مال لینے کا ہو تو اس احتمال سے دفع کر لے کہ مصریوں نے خدا جانے ان غریبوں کا کتنا نقصان کر دیا ہوگا اور کتنی مزدوری ان کی ماری ہوگی اس طور پر تو شاید حساب بھی پورا نہ ہوگا۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ أَنْ أَسْرِ بِعِبَادِي مع قولہ كَلَّا ۖ إِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَهْدِينِ ۝ اس میں یہ مسئلہ ہے کہ تدبیر و ترک تدبیر میں تعدیل چاہئے۔ چنانچہ تدبیر تو یہ بتلائی گئی کہ بنی اسرائیل کو لے کر شبا شب چلے جاؤ۔ پھر جب انہوں نے پکڑے جانے کا اندیشہ ظاہر کیا جس سے مقصود یہ تھا کہ کچھ تدبیر کی جاوے تو موسیٰ علیہ السلام نے اُن کو مَعِيَ رَبِّي سَيَهْدِينِ ۝ فرما کر یہ بتلایا کہ حق تعالیٰ کی تدبیر کے ہوتے ہوئے ہماری تدبیر کی ضرورت نہیں اور عارف کی یہی شان ہوتی ہے کہ اسباب سے توسط کے ساتھ تمسک کرتا ہے مگر اس میں مبالغہ نہیں کرتا۔ قولہ: فَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ روح میں ہے کہ گو حق تعالیٰ بدوں اس طریقہ کے بھی فلق بحر پر قادر تھے مگر اس طریق میں موسیٰ علیہ السلام کی عظمت ظاہر فرمانا تھا اھ اور یہی حکمت ہوتی ہے اولیاء اللہ کے ہاتھ پر خوارق کے ظاہر ہونے کی۔ اسی لئے اُس کو کرامت کہتے ہیں۔

اللغات: حاذرون نقل فی الروح عن ابن عباس و ابن جبیر والضحاک وغیرهم فی معناه و التام السلاح وکانه بمعنی صاحب حذر وهی آلة الحرب سمیت بذلک مجازا و حمل علی ذلک قوله تعالیٰ خذوا حذرکم ۱۲۔ الطور الجبل وقیل الجبل العظیم ازلفنا قربنا ۱۲۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ إِبْرَاهِيمَ ﴿٦٩﴾ إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا تَعْبُدُونَ ﴿٧٠﴾ قَالُوا نَعْبُدُ أَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عَاكِفِينَ ﴿٧١﴾ قَالَ هَلْ يَسْمَعُونَكُمْ إِذْ تَدْعُونَ ﴿٧٢﴾ أَوْ يَنْفَعُونَكُمْ أَوْ يَضُرُّونَ ﴿٧٣﴾ قَالُوا بَلْ وَجَدْنَا آبَاءَنَا كَذَٰلِكَ يَفْعَلُونَ ﴿٧٤﴾ قَالَ أَفَرَأَيْتُمْ مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ ﴿٧٥﴾ أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمُ الْأَقْدَمُونَ ﴿٧٦﴾ فَإِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِي إِلَّا رَبَّ الْعَالَمِينَ ﴿٧٧﴾ الَّذِي خَلَقَنِي فَهُوَ يَهْدِينِ ﴿٧٨﴾ وَالَّذِي هُوَ يُطْعِمُنِي وَيَسْقِينِ ﴿٧٩﴾ وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ ﴿٨٠﴾ وَالَّذِي يُمِيتُنِي ثُمَّ يُحْيِينِ ﴿٨١﴾ وَالَّذِي أَطْمَعُ أَنْ يَغْفِرَ لِي خَطِيئَتِي يَوْمَ الدِّينِ ﴿٨٢﴾ رَبِّ هَبْ لِي حُكْمًا وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ ﴿٨٣﴾ وَاجْعَلْ لِي لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْآخِرِينَ ﴿٨٤﴾ وَاجْعَلْنِي مِنْ وَرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيمِ ﴿٨٥﴾ وَاغْفِرْ لِأَبِي إِنَّهُ كَانَ مِنَ الضَّالِّينَ ﴿٨٦﴾ وَلَا تُخْزِنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ ﴿٨٧﴾ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ ﴿٨٨﴾ إِلَّا مَنْ أَتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ﴿٨٩﴾ وَأُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِينَ ﴿٩٠﴾ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيمُ لِلْغَاوِينَ ﴿٩١﴾ وَقِيلَ لَهُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ ﴿٩٢﴾ مِنْ دُونِ اللَّهِ هَلْ يَنْصُرُونَكُمْ أَوْ يَنْتَصِرُونَ ﴿٩٣﴾ فَكُبْكِبُوا فِيهَا هُمْ وَالْغَاوُونَ ﴿٩٤﴾ وَجُنُودُ إِبْلِيسَ أَجْمَعُونَ ﴿٩٥﴾ قَالُوا وَهُمْ فِيهَا يَخْتَصِمُونَ ﴿٩٦﴾ تَاللَّهِ إِنْ كُنَّا لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ﴿٩٧﴾ إِذْ نُسَوِّيكُمْ بِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٩٨﴾ وَمَا أَضَلَّنَا إِلَّا الْمُجْرِمُونَ ﴿٩٩﴾ فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِينَ ﴿١٠٠﴾ وَلَا صَدِيقٍ حَمِيمٍ ﴿١٠١﴾ فَلَوْ أَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٠٢﴾ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿١٠٣﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿١٠٤﴾ ع ۵ ۳۶ ۹

اور آپ ان لوگوں کے سامنے ابراہیمؑ کا قصہ بیان کیجئے جبکہ انہوں نے اپنے باپ سے اور قوم سے فرمایا کہ تم کس کی عبادت کیا کرتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہم بتوں کی عبادت کیا کرتے ہیں اور ہم انہی (کی عبادت) پر جمے بیٹھے رہتے ہیں۔ ابراہیمؑ نے کہا کیا یہ تمہاری سنتے ہیں جب تم انہیں پکارا کرتے ہو یا یہ تم کو کچھ نفع پہنچاتے ہیں یا یہ تم کو کچھ نفع پہنچا سکتے ہیں۔ ان لوگوں نے کہا کہ (ان کی عبادت کرنے کی یہ وجہ تو) نہیں بلکہ ہم نے اپنے بڑوں کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے۔ ابراہیم نے فرمایا کہ بھلا تم نے ان کو غور سے دیکھا ہے جن کی تم عبادت کیا کرتے ہو تم بھی اور تمہارے پرانے بڑے بھی کہ یہ (معبودین) میرے (اور تمہارے) لئے باعث ضرر ہیں مگر ہاں رب العالمین۔ جس نے مجھ کو (اور اسی طرح سب کو) پیدا کیا پھر وہی مجھ کو میری مصلحتوں کی طرف رہنمائی کرتا ہے ور جو کہ مجھ کو کھلاتا پلاتا ہے اور جب میں بیمار ہو جاتا ہوں (جس کے بعد شفا ہو جاتی ہے) تو وہی مجھ کو شفا دیتا ہے اور جو مجھ (وقت پر) موت دے گا۔ پھر قیامت کے روز مجھ کو زندہ کرے گا اور جس سے مجھ کو یہ امید ہے کہ میری غلط کاری کو قیامت کے روز معاف کردے گا۔ اے میرے رب! مجھ کو حکمت عطا فرما اور (مراتب قرب میں) مجھ کو اعلیٰ درجہ کے نیک لوگوں کے ساتھ شامل فرما اور میرا ذکر آئندہ آنے والوں میں جاری رکھ اور مجھ کو جنت النعیم کے مستحقین میں سے کر اور میرے باپ کو توفیق ایمان کی دے کر اس کی مغفرت فرما کہ وہ گمراہ لوگوں میں ہے اور جس روز سب زندہ ہو کر آئیں گے اس روز مجھ کو رسوا نہ کرنا۔ اس دن میں کہ (نجات کے لئے) نہ مال کام آوے گا اور نہ اولاد۔ مگر اس کی نجات ہوگی جو اللہ کے پاس (کفر وشرک سے) پاک دل لے کر آئے گا اور (اس روز) خدا ترسوں (یعنی ایمان والوں) کے لئے جنت نزدیک کر دی جائے گی اور گمراہوں (یعنی کافروں) کے لئے دوزخ سامنے ظاہر کر دی جائے گی اور (اس روز) ان سے کہا جائے گا کہ وہ معبود کہاں گئے جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کیا کرتے تھے کیا اس وقت وہ تمہارا ساتھ دے سکتے ہیں۔ یا اپنا ہی بچاؤ کر سکتے ہیں۔ پھر (یہ کہہ کر) وہ (معبودین) اور گمراہ لوگ اور ابلیس کا لشکر سب کے سب دوزخ میں اوندھے منہ ڈال دیئے جائیں گے۔ وہ کفار دوزخ میں گفتگو کرتے ہوئے (ان معبودین سے) کہیں گے کہ بخدا بے شک ہم صریح گمراہی میں تھے۔ جبکہ تم کو (عبادت میں) رب العالمین کے برابر کرتے تھے۔ اور ہم کو تو پس ان بڑے مجرموں نے (جو کے بانی ضلالت تھے) گمراہ کیا سو (اب) کوئی ہمارا سفارشی ہے (کہ چھڑا لے) اور نہ کوئی مخلص دوست ہے (کہ خالی دلسوزی ہی کرلے) سو کیا اچھا ہوتا کہ ہم کو (دنیا میں) پھر واپس جانا ملتا کہ ہم مسلمان ہو جاتے۔ بے شک اس واقعہ میں (بھی طالبان حق کے لئے) ایک بڑی عبرت ہے اور باوجود (اس کے) ان (مشرکین مکہ) میں اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے بے شک آپ کا رب بڑا زبردست رحمت والا ہے۔

تفسیر: قصۂ دوم حضرت ابراہیم علیہ السلام با قوم او: وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ إِبْرَاهِيمَ ﴿٦٩﴾ (الی قولہ تعالی) وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿١٠٤﴾ اور آپ ان لوگوں کے

سامنے ابراہیم (علیہ السلام) کا قصہ بیان کیجئے (تا کہ اُن کو دلائل ذم شرک کے معلوم ہوں خصوص ابراہیم علیہ السلام سے منقول ہو کر کیونکہ یہ مشرکین عرب اپنے کو ملت ابراہیمیہ پر بتلاتے ہیں اور وہ قصہ اُس وقت واقع ہوا تھا) جبکہ انہوں نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے (جو کہ بت پرست تھے) فرمایا کہ تم کس (واہیات) چیز کی عبادت کیا کرتے ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہم بتوں کی عبادت کیا کرتے ہیں اور ہم ان ہی (کی عبادت) پر جمے بیٹھے رہتے ہیں۔ ابراہیم (علیہ السلام) نے فرمایا کہ کیا یہ تمہاری سنتے ہیں جب تم ان کو (اپنی عرض حاجت کے وقت) پکارا کرتے ہو یا (تم جو ان کی عبادت کرتے ہو تو کیا) یہ تم کو کچھ نفع پہنچاتے ہیں یا (اگر تم ان کی عبادت ترک کر دو تو کیا) یہ تم کو کچھ ضرر پہنچا سکتے ہیں (یعنی استحقاق الوہیت کے لئے علم اور قدرت کاملہ تو ضروری ہے) اُن لوگوں نے کہا نہیں (یہ بات تو نہیں ہے کہ یہ کچھ سنتے ہوں یا کچھ نفع وضرر پہنچا سکتے ہوں اور ان کی عبادت کرنے کی یہ وجہ نہیں) بلکہ ہم نے اپنے بڑوں کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے (اس لئے ہم بھی کفر کرتے ہیں) ابراہیم (علیہ السلام) نے فرمایا کہ بھلا تم نے ان (کی حالت) کو (غور سے) دیکھا بھی جن کی تم عبادت کیا کرتے ہو تم بھی اور تمہارے پرانے بڑے بھی کہ یہ (معبودین) میرے (یعنی تمہارے لئے) باعث ضرر ہیں (یعنی اگر اُن کی عبادت کی جاوے خواہ نعوذ باللہ میں کروں یا تم کرو تو بجز ضرر کے اور کوئی نتیجہ نہیں) مگر ہاں رب العالمین (ایسا ہے کہ وہ اپنے عابدین کا دوست ہے اور اُس کی عبادت سرتاسر نافع ہے) جس نے مجھ کو (اور اسی طرح سب کو) پیدا کیا پھر وہی مجھ کو (میری مصلحتوں تک) رہنمائی کرتا ہے (یعنی عقل وفہم دیتا ہے جس سے نفع وضرر کو سمجھتا ہوں) اور جو کہ مجھ کو کھلاتا پلاتا ہے اور جب میں بیمار ہو جاتا ہوں (جس کے بعد شفا ہو جاتی ہے) تو وہی مجھ کو شفا دیتا ہے اور جو مجھ کو (وقت پر) موت دے گا پھر (قیامت کے روز) مجھ کو زندہ کرے گا اور جس سے مجھ کو یہ اُمید ہے کہ میری غلط کاری کو قیامت کے روز معاف کر دے گا (یہ تمام تر صفات اس لئے سنائیں کہ قوم کو خدا تعالیٰ کی عبادت کی رغبت ہو۔ پھر صفاتِ کمال بیان فرماتے فرماتے غلبہ حضور سے حق تعالیٰ سے مناجات کرنے لگے کہ) اے میرے پروردگار مجھ کو حکمت (یعنی جامعیت بین العلم والعمل میں زیادہ کمال) عطا فرما (کیونکہ نفسِ حکمت تو وقت دعا کے بھی حاصل ہے) اور (مراتب زیادت قرب میں) مجھ کو (اعلیٰ درجہ کے) نیک لوگوں کے ساتھ شامل فرما (مراد انبیاء عالی شان ہیں) اور میرا ذکر آئندہ آنے والوں میں جاری رکھ (تا کہ میرے طریقہ پر چلیں جس میں مجھ کو زیادہ ثواب ملے) اور مجھ کو جنت النعیم کے مستحقین میں سے کر اور میرے باپ (کو توفیق ایمان کی دے کر اُس) کی مغفرت فرما کہ وہ گمراہ لوگوں میں ہے اور جس روز سب زندہ ہو کر اٹھیں گے اس روز مجھ کو رسوا نہ کرنا (آگے اُس دن کے بعض واقعات ہائلہ کا بھی ذکر فرما دیا تا کہ قوم اسے سنے اور ڈرے یعنی وہ ایسا دن ہوگا) جس دن میں کہ (نجات کے لئے) نہ مال کام آوے گا نہ اولاد مگر ہاں (اُس کو نجات ہوگی) جو اللہ کے پاس (کفر وشرک سے) پاک دل لے کر آوے گا اور (اُس روز) خدا ترسوں (یعنی ایمان والوں) کے لئے جنت نزدیک کر دی جائے گی (کہ اُس کو دیکھیں اور یہ معلوم کر کے کہ ہم اس میں جاویں گے خوش ہوں) اور گمراہوں (یعنی کافروں) کے لئے دوزخ سامنے ظاہر کی جاوے گی (کہ اُس کو دیکھ کر غم زدہ ہوں کہ ہم اس میں جاویں گے) اور (اُس روز) اُن (گمراہوں) سے کہا جاوے گا کہ وہ معبود کہاں گئے جن کی تم کے خدا کے سوا عبادت کیا کرتے تھے کیا (اس وقت) وہ تمہارا ساتھ دے سکتے ہیں یا اپنا ہی بچاؤ کر سکتے ہیں پھر (یہ کہہ کر) وہ (عابدین) اور گمراہ لوگ اور ابلیس کا لشکر سب کے سب دوزخ میں اوندھے منہ ڈال دیئے جائیں گے (بس وہ بت نہ اپنے کو بچا سکے نہ اپنے معبودین کو۔ اسی طرح شیاطین بھی نہ ناصر ہوئے نہ منتصر) وہ کفار اُس دوزخ میں گفتگو کرتے ہوئے (اُن معبودین سے) کہیں گے کہ بخدا بے شک ہم صریح گمراہی میں تھے جبکہ تم کو (عبادت میں) رب العالمین کے برابر کرتے تھے اور ہم کو تو بس ان بڑے مجرموں نے (جو کہ بانی ضلالت تھے) گمراہ کیا سو (اب) نہ کوئی ہمارا سفارشی ہے (کہ چھڑا لے) اور نہ کوئی مخلص دوست ہے (کہ خالی دل سوزی ہی کر لے) سو کیا اچھا ہوتا کہ ہم کو (دنیا میں) پھر واپس جانا ملتا کہ ہم مسلمان ہو جاتے (یہاں تک ابراہیم علیہ السلام کی تقریر ہوگئی آگے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ) بے شک اس واقعہ (مناظرۂ ابراہیمیہ ونیز واقعۂ قیامت) میں (بھی طالبانِ حق اور انجام اندیشوں کے لئے) ایک عبرت ہے (کہ مضامین مناظرہ میں غور کر کے توحید کا اعتقاد کریں اور واقعات قیامت سے ڈریں اور ایمان لاویں) اور (باوجود اس کے) ان (مشرکین مکہ) میں اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔ بے شک آپ کا رب بڑا زبردست رحمت والا ہے (کہ عذاب دے سکتا تھا مگر مہلت دے رکھی ہے)۔

ف: خَطِيْٓـَٔتِيْ سے مراد خلاف اولیٰ ہے ورنہ انبیاء علیہم السلام معاصی سے پاک ہیں۔ اور الحاق سے مراد زیادت مرتبہ قرب مخصوصہ بالصالحین ہے۔ اور اغفر لابی: کے ترجمہ کی جو تقریر کی گئی ہے اس سے شبہ استغفار للکافر کا جاتا رہا اور ابراہیم علیہ السلام کا یہ فرمانا لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ۝ صاف قرینہ ہے کہ استغفار بالمعنی المتبادر کو کافر کے لئے وہ بھی نافع نہ سمجھتے تھے اور لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ۝ سے کوئی شخص یہ شبہ نہ کرے کہ مؤمنین کو تو مال جس کو تصدق کیا ہو اور اولاد جو صالح ہو یا نابالغ مر گئی ہو نافع ہے۔ بات یہ ہے کہ نفی نفع کی باعتبار اُن کی ذات کے ہے اور نافع ہونا بعجہ اقتران بالعمل الصالح یعنی تصدق وصبر کے ہے۔ پس اس جواب کی حاجت نہیں کہ یہ عدم نفع کفار سے مخصوص ہے۔ اور آیت سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ اصنام کو اُس روز کچھ ادراک ہوگا۔ سو عقلاً نقلاً اس سے کوئی امر مانع نہیں۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: فَهُوَ يَهْدِيْنِ ۝ وَالَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ اس میں ادب اور عبدیت کا پورا اظہار ہے کہ اس میں ابراہیمؑ نے یہ بتلادیا کہ جس طرح دینی نعمت یعنی ہدایت کی مجھ کو احتیاج ہے اسی طرح دنیوی نعمت کھانے پینے کی بھی احتیاج ہے بخلاف جاہل مدعیان زہد کے کہ وہ دنیوی نعمتوں کی تحقیر کرتے ہیں اور اس سے اپنا استغناء ظاہر کرتے ہیں۔ قولہ تعالیٰ: وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ۝ مرض کو جو کہ ایک گونہ نقص ہے اپنی طرف نسبت کرنا اور شفاء کو جو کہ فی نفسہٖ کمال ہے حق تعالیٰ کی طرف نسبت کرنا رعایت ہے ادب کی اور امانت کی اسناد میں شبہ نہ کیا جاوے کہ وہ بوجہ عموم کے نقص سے نکل گیا۔ قولہ تعالیٰ: وَالَّذِيْٓ اَطْمَعُ اس میں دو ادب ہیں ایک اپنی اجتہادی غلطی کو سمجھنا اور اُس کو خطیئہ فرمانا دوسری مغفرت کا لفظاً جزم نہ کرنا تا کہ اللہ تعالیٰ پر کسی امر کا واجب نہ ہونا ظاہر ہو۔ قولہ تعالیٰ: رَبِّ هَبْ لِيْ حُكْمًا پہلا جملہ قوت علمیہ کی طرف اور دوسرا جملہ قوت عملیہ کی طرف اشارہ ہے اور یہ دونوں آپ کو حاصل تھے۔ پھر ان کے طلب کرنے میں اشارہ ہے کہ سالک کو کسی حد پر ٹھہرنا نہ چاہئے بلکہ ہمیشہ طلب اور ترقی میں لگا رہا ہے اور اَلْحِقْنِيْ کے عنوان میں تواضع بھی ہے کہ صالح ہونا تو بڑا درجہ ہے صالحین میں ملحق ہی ہو جاؤں۔ قولہ تعالیٰ: وَاجْعَلْ لِّيْ ...... بعض اہل اللہ نے اپنے سلسلہ کے بقاء کی تمنا کی ہے۔ اس میں اس کی اصل ہے۔ قولہ تعالیٰ: وَاجْعَلْنِيْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ ۝ اس میں اُس شخص پر رد ہے جو جنت سے استغناء کا دعویٰ کرتا ہے مگر مغلوب الحال مستثنیٰ ہے ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ قوله قبل اذ قال اور قصہ الخ اشارة الى ان العامل فى اذنبأ كما فى الاعراب والروح ۱۲۔ ۲؎ قوله فى يسمعونكم: تمہاری سنتے ہیں ای دعاء کم ۱۲۔

اللغات: قوله لسان صدق المراد باللسان الذكر الحاقا للسبب على المسبب واللام للنفع والصدق بمعنى الصادق وصف به اللسان مبالغة ثم اضيف الموصوف الى الصفة قال جار الله الكبكبة تكرير الكب جعل التكرير فى اللفظ دليلا على التكرير فى المعنى كانه اذا القى فى جهنم ينكب مرة بعد مرة حتى يستقر فى قعرها اعاذنا الله منها۔ الحميم القريب من القاموس ۱۲۔

النحو: قوله اذ تدعون قال ابو حيان لا بد من التجوز فى اذبان تجعل بمعنى اذا وتجوز فى المضارع بان يجعل بمعنى الماضى واعتبار الاستحضار ابلغ فى التبكيت قوله افرأيتم معطوف على مقدر اى اناطتم ورأيتم حال ما كنتم وقوله فانهم عدو لى الخ تفسير لما قصد بقوله فرأيتم قوله الا رب العلمين۔ استثناء منقطع اى فانه ولى لى قوله الا من اتى الله استثناء منقطع اى فانه ينتفع بالنجاة ۱۲۔ فى الروح۔ قوله اذ نسويكم ظرف لكونهم فى ضلال مبين وقيل لمحذوف دل عليه الكلام اى ضللنا وقيل للضلال المذكور وان كان فيه ضعف صناعى الخ ۱۲۔

البلاغة: قوله عدو لى المراد عدولكم كقوله تعالىٰ ومالى لا اعبد وفيه تلطيف للدعوة۔ قوله واذا مرضت لم يكرر الموصول لان المرض من توابع الاكل والشرب۔ قوله واجعلنى زاده مع الاستغناء عنه بقوله والحقنى لان المقام لكونه مقام الابتهال يقتضى التطويل ۱۲۔

كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ ِۨالْمُرْسَلِيْنَ ۝۱۰۵ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ نُوْحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝۱۰۶ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ۝۱۰۷ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝۱۰۸ وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰي رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۱۰۹ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝۱۱۰ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ ۝۱۱۱ قَالَ وَمَا عِلْمِيْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۱۱۲ اِنْ حِسَابُهُمْ اِلَّا عَلٰي رَبِّيْ لَوْ تَشْعُرُوْنَ ۝۱۱۳ وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۱۱۴ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۱۱۵ قَالُوْا لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰنُوْحُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ ۝۱۱۶ قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوْمِيْ كَذَّبُوْنِ ۝۱۱۷ فَافْتَحْ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا وَّنَجِّنِيْ وَمَنْ مَّعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۱۱۸ فَاَنْجَيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ۝۱۱۹ ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبٰقِيْنَ ۝۱۲۰ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۱۲۱ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝۱۲۲

النصف ع ۶/۱۰

قوم نوح نے پیغمبروں کو جھٹلایا جب کہ ان سے ان کے برادری کے بھائی نوح (علیہ السلام) نے فرمایا کہ کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے۔ میں تمہارا امانت دار پیغمبر ہوں سو اس کا

مقتضا یہ ہے کہ تم لوگ اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو اور نیز میں تم سے کوئی دینوی صلہ نہیں مانگتا۔ میرا صلہ تو بس رب العالمین کے ذمہ ہے۔ سو میری اس بے غرضی کا مقتضا بھی یہ ہے کہ تم اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو۔ وہ لوگ کہنے لگے کہ کیا ہم تم کو مانیں گے حالانکہ رذیل لوگ تمہارے ساتھ ہوئے ہیں۔ نوح (علیہ السلام) فرمایا کہ ان کے (پیشہ اور) کام سے تو مجھ کو کیا بحث ان سے حساب کتاب لینا بس اللہ کا کام ہے کیا خوب ہو کہ تم اس کو سمجھو اور میں ایمانداروں کو دور کرنے والا نہیں ہوں میں تو صاف طور پر ایک ڈرانے والا ہوں۔ وہ لوگ کہنے لگے کہ اگر تم اس کہنے سننے سے) اے نوح باز نہ آؤ گے تو ضرور سنگسار کر دیئے جاؤ گے۔ نوح (علیہ السلام) نے دعا کی کہ اے میرے پروردگار! میری قوم مجھ کو برابر جھٹلا رہی ہے۔ سو آپ میرے اور اس کے درمیان میں ایک عملی فیصلہ کر دیجئے اور مجھ کو اور جو ایماندار میرے ساتھ ہیں ان کو (اس بلاکت سے نجات دیجئے۔ تو ہم نے ان کی دعا قبول کی اور) ان کو اور جو ان کے ساتھ بھری ہوئی کشتی میں (سوار) تھے۔ ان کو نجات دی پھر اس کے بعد ہم نے باقی لوگوں کو غرق کر دیا اس (واقعہ) میں (بھی) بڑی عبرت ہے اور (باوجود اس کے) ان (کفار مکہ) میں اکثر ایمان نہیں لاتے۔ بے شک آپ کا رب زبردست (اور) مہربان ہے۔ ۞

تفسیر: قصہ سوم حضرت نوح علیہ السلام با قوم او: کَذَّبَتۡ قَوۡمُ نُوۡحِ ۨالۡمُرۡسَلِیۡنَ (الی قولہ تعالی) وَاِنَّ رَبَّکَ لَہُوَ الۡعَزِیۡزُ الرَّحِیۡمُ قوم نوح نے پیغمبروں کو جھٹلایا (کیونکہ ایک پیغمبر کی تکذیب سے سب کی تکذیب لازم آتی ہے) جبکہ اُن سے اُن کی برادری کے بھائی نوح (علیہ السلام) نے فرمایا کہ کیا تم (خدا سے) نہیں ڈرتے، میں تمہارا امانت دار پیغمبر ہوں (کہ بعینہٖ پیغام خداوندی بلاکمی بیشی پہنچا دیتا ہوں) سو (اس کا مقتضا یہ ہے کہ) تم لوگ اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو اور (نیز) میں تم سے کوئی (دینوی) صلہ (بھی) نہیں مانگتا۔ میرا صلہ تو بس رب العالمین کے ذمہ ہے۔ سو (میری اس بے غرضی کا مقتضا بھی یہ ہے کہ) تم اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو۔ وہ لوگ کہنے لگے کہ کیا ہم تم کو مانیں گے حالانکہ رذیل لوگ تمہارے ساتھ ہو لئے ہیں (جن کی موافقت سے شرفاء کو عار آتی ہے و نیز اکثر ایسے کم حوصلہ لوگوں کے اغراض بھی حصول مال یا ترفع ہوا کرتا ہے۔ سو یہ لوگ بھی دل سے ایمان نہیں لائے) نوح (علیہ السلام) نے فرمایا کہ اُن کے (پیشہ اور) کام سے تو مجھ کو کیا بحث (خواہ شریف ہوں یا رذیل ہوں، دین میں اس تفاوت کا کیا اثر رہا۔ یہ احتمال کہ اُن کا ایمان دل سے نہیں، سو اس پر) ان سے حساب کتاب لینا بس خدا کا کام ہے۔ کیا خوب ہو کہ تم اس کو سمجھو اور (رذالت پیشہ کو اپنے ایمان کا مانع قرار دینے سے جو اشارۃً یہ درخواست نکلتی ہے کہ میں ان کو اپنے پاس سے دور کر دوں تو) میں ایمان داروں کو دور کرنے والا نہیں ہوں (خواہ تم ایمان لاؤ یا نہ لاؤ، میرا کوئی ضرر نہیں، کیونکہ) میں تو صاف طور پر ایک ڈرانے والا ہوں (اور تبلیغ سے میرا فرض منصبی پورا ہو جاتا ہے۔ آگے اپنا نفع و نقصان تم لوگ دیکھ لو) وہ لوگ کہنے لگے کہ اگر تم اس کہنے سننے سے) اے نوح باز نہ آؤ گے تو ضرور سنگسار کر دیئے جاؤ گے (غرض جب سالہا سال اس طرح گزر گئے تب) نوح (علیہ السلام) نے دعا کی کہ اے میرے پروردگار! میری قوم مجھ کو (برابر) جھٹلا رہی ہے، سو آپ میرے اور ان کے درمیان ایک (عملی) فیصلہ کر دیجئے (یعنی ان کو ہلاک کر دیجئے) اور مجھ کو اور جو ایمان دار میرے ساتھ ہیں اُن کو (اس ہلاکت سے) نجات دیجئے، تو ہم نے ان کی دعا قبول کی (اور) ان کو اور جو ان کے ساتھ بھری ہوئی کشتی میں (سوار) تھے اُن کو نجات دی۔ پھر اس کے بعد ہم نے باقی لوگوں کو غرق کر دیا۔ اس (واقعہ) میں (بھی) بڑی عبرت ہے اور (باوجود اس کے) ان (کفار مکہ) میں اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے، بے شک آپ کا رب زبردست (اور) مہربان ہے (کہ باوجود قدرت تعذیب کے اُن کو مہلت دیئے ہوئے ہے) **ف:** آئندہ قصص میں بھی دوسرے انبیاء کی دعوت میں بعینہٖ اسی مضمون کا آنا اس لئے ہے کہ یہ طرز تبلیغ کا سب میں مشترک ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالی: قَالُوۡۤا اَنُؤۡمِنُ لَکَ بعض لوگ بعض اہل اللہ سے محض ان کی نسبت یا صناعت کے کم درجہ ہونے کے سبب عار کرتے ہیں اور ان سے استفادہ نہیں کرتے۔ اس میں اس کی مذمت ہے۔ قولہ تعالی: فَافۡتَحۡ بَیۡنِیۡ وَبَیۡنَہُمۡ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص دین کو ضرر پہنچائے اس کے لئے بددعا کرنا کمال صبر و حلم کے منافی نہیں اور لوگوں کا اضرار بالدین اس آیت میں ہے: اِنۡ تَذَرۡہُمۡ یُضِلُّوۡا عِبَادَکَ۔ [نوح: ۲۷]

البلاغۃ: قوله فاتقوا الله الخ كرر لان المقتضى متعدد كما قررته فى الترجمة۔ قوله كذبون لم يقصد به الاخبار بل الاستنصار فافهم ۱۲۔

کَذَّبَتۡ عَادُ ۣالۡمُرۡسَلِیۡنَ ﴿۱۲۳﴾ۚۖ اِذۡ قَالَ لَہُمۡ اَخُوۡہُمۡ ہُوۡدٌ اَلَا تَتَّقُوۡنَ ﴿۱۲۴﴾ۚ اِنِّیۡ لَکُمۡ رَسُوۡلٌ اَمِیۡنٌ ﴿۱۲۵﴾ۙ فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاَطِیۡعُوۡنِ ﴿۱۲۶﴾ۚ وَمَاۤ اَسۡـَٔلُکُمۡ عَلَیۡہِ مِنۡ اَجۡرٍ ۚ اِنۡ اَجۡرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۱۲۷﴾ؕ اَتَبۡنُوۡنَ بِکُلِّ رِیۡعٍ اٰیَۃً تَعۡبَثُوۡنَ ﴿۱۲۸﴾ۙ وَتَتَّخِذُوۡنَ مَصَانِعَ لَعَلَّکُمۡ تَخۡلُدُوۡنَ ﴿۱۲۹﴾ۚ وَاِذَا بَطَشۡتُمۡ بَطَشۡتُمۡ جَبَّارِیۡنَ ﴿۱۳۰﴾ۚ فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاَطِیۡعُوۡنِ ﴿۱۳۱﴾ۚ وَاتَّقُوا الَّذِیۡۤ اَمَدَّکُمۡ بِمَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۳۲﴾ۚ اَمَدَّکُمۡ بِاَنۡعَامٍ وَّبَنِیۡنَ ﴿۱۳۳﴾ۙۚ وَجَنّٰتٍ وَّعُیُوۡنٍ ﴿۱۳۴﴾ۚ اِنِّیۡۤ اَخَافُ عَلَیۡکُمۡ عَذَابَ یَوۡمٍ عَظِیۡمٍ ﴿۱۳۵﴾ؕ قَالُوۡا سَوَآءٌ عَلَیۡنَاۤ

اَوَعَظْتَ اَمْ لَمْ تَكُنْ مِّنَ الْوٰعِظِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ اِنْ هٰذَآ اِلَّا خُلُقُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿۱۳۸﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَهْلَكْنٰهُمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۹﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۴۰﴾ ع ۷

قوم عاد نے پیغمبروں کو جھٹلایا جب کہ ان (کی برادری) کے بھائی ہود علیہ السلام نے کہا کہ کیا تم (اللہ سے) ڈرتے نہیں ہو۔ میں تمہارا امانت دار پیغمبر ہوں۔ سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو اور میں تم سے اس (تبلیغ) پر کوئی صلہ نہیں مانگتا۔ پس میرا صلہ رب العلمین کے ذمہ ہے۔ کیا تم ہر اونچے مقام پر ایک یادگار (کے طور پر عمارت) بناتے ہو جس کو محض فضول (بلاضرورت) بناتے ہو اور بڑے بڑے محل بناتے ہو جیسے دنیا میں تم کو ہمیشہ رہنا ہے اور جب کسی پر دارو گیر کرنے لگتے ہو تو بالکل جابر (اور ظالم) بلکہ اردگرد کرتے ہوں۔ سو تم (کو چاہئے کہ) اللہ سے ڈرو اور (چونکہ میں رسول ہوں اس لئے) میری اطاعت کرو اور اس (اللہ) سے ڈرو جس نے تمہاری ان چیزوں سے امداد کی جن کو تم جانتے ہو (یعنی) مواشی اور بیٹیوں اور باغوں اور چشموں سے تمہاری اولاد کی۔ مجھ کو تمہارے حق میں (مگر تم ان حرکات سے باز نہ آئے) ایک بڑے سخت دن کے عذاب کا اندیشہ ہے۔ وہ لوگ بولے کہ ہمارے نزدیک تو دونوں باتیں برابر ہیں خواہ تم نصیحت کرو اور خواہ ناصح نہ ہو۔ یہ تو بس اگلے لوگوں کی ایک معمولی عادت اور رسم ہے اور تم جو ہم کو عذاب سے ڈراتے ہو ہم کو ہرگز عذاب نہ ہوگا۔ غرض ان لوگوں نے ہودؑ کو جھٹلایا تو ہم نے ان کو آندھی کے عذاب سے ہلاک کر دیا۔ بے شک اس واقعہ میں بھی عبرت ہے اور باوجود اس کے ان میں اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے اور بے شک آپ کا رب زبردست اور مہربان ہے۔

تفسیر: قصۂ چہارم عاد قوم ہود علیہ السلام: كَذَّبَتْ عَادُ الْمُرْسَلِيْنَ (الی قولہ تعالی) وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ قوم عاد نے پیغمبروں کو جھٹلایا جبکہ اُن سے اُن کی (برادری) کے بھائی ہود (علیہ السلام) نے کہا کہ کیا تم (خدا سے) ڈرتے نہیں ہو میں تمہارا امانت دار پیغمبر ہوں سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو اور میں تم سے اس (تبلیغ) پر کوئی صلہ نہیں مانگتا بس میرا صلہ تو رب العالمین کے ذمہ ہے۔ کیا تم (علاوہ شرک کے تکبر و تفاخر میں بھی اس درجہ منہمک ہو کہ) ہر اونچے مقام پر ایک یادگار (کے طور پر عمارت) بناتے ہو (تا کہ خوب اونچی نظر آوے) جس کو محض فضول (بلاضرورت) بناتے ہو اور (اس کے علاوہ جو رہنے کے مکان ہیں جن کی ایک درجہ میں ضرورت بھی ہے اُن میں بھی یہ غلو ہے) کہ بڑے بڑے محل بناتے ہو (حالانکہ اُس سے کم میں آرام مل سکتا ہے) جیسے دنیا میں تم کو ہمیشہ رہنا ہے (یعنی ایسی توسیع اور ایسے ایوان رفیع اور ایسا استحکام اور ایسے یادگار اور اعلام اُس وقت مناسب تھے کہ دنیا میں ہمیشہ رہنا ہوتا تو یہ خیال ہوتا کہ وسیع مکان بناؤ تا کہ آئندہ نسل میں تنگی نہ ہو کیونکہ ہم بھی رہیں گے اور وہ بھی ہوں گے اور رفیع بھی بناؤ تا کہ نیچے جگہ نہ رہے تو اوپر رہنے لگیں گے اور مستحکم بناؤ تا کہ ہماری عمر طویل کے لئے کافی ہو اور یادگاریں بناؤ تا کہ ہمارے زندہ رہنے سے ہمارا ذکر زندہ رہے اور اب تو سب فضول ہے بڑی بڑی یادگاریں بنی ہیں اور بانی کا نام تک معلوم نہیں۔ موت نے سب کا نام مٹا دیا' کسی کا جلدی کسی کا دیر میں) اور (اُس تکبر کے سبب طبیعت میں سختی اور بے رحمی اس درجہ رکھتے ہو کہ) جب کسی پر دارو گیر کرنے لگتے ہو تو بالکل جابر (اور ظالم) بن کر دارو گیر کرتے ہو (ان اخلاق ذمیمہ[۲] کا اس لئے بیان کیا گیا کہ یہ اخلاق ذمیمہ اکثر مانع ایمان وانقیاد سے ہو جاتے ہیں) سو (چونکہ شرک اور اخلاق ذمیمہ مذکورہ سب موجب ناخوشی خداوندی و موجب تعذیب ہیں اس لئے) تم (کو چاہئے کہ) اللہ سے ڈرو اور (چونکہ میں رسول ہوں اس لئے) میری اطاعت کرو اور اُس (اللہ) سے ڈرو (یعنی جس سے ڈرنے کو میں کہتا ہوں وہ ایسا ہے) جس نے تمہاری ان چیزوں سے امداد کی جن کو تم جانتے (یعنی) مواشی اور بیٹوں اور باغوں اور چشموں سے تمہاری امداد کی (تو منعم ہونے کا مقتضا یہ ہے کہ اُس کے احکام کی اصلاً مخالفت نہ کی جاوے) مجھ کو تمہارے حق میں (اگر تم ان حرکات سے باز نہ آئے) ایک بڑے سخت دن کے عذاب کا اندیشہ ہے (یہ ترہیب ہے اور اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ میں ترغیب تھی) وہ لوگ بولے کہ ہمارے نزدیک تو دونوں باتیں برابر ہیں خواہ تم نصیحت کرو اور خواہ ناصح نہ بنو (یعنی ہم دونوں حالتوں میں اپنے کردار سے باز نہ آویں گے اور تم جو کچھ کہہ رہے ہو) یہ تو بس اگلے لوگوں کی ایک (معمولی) عادت (اور رسم) ہے (کہ ہر زمانہ میں لوگ مدعی نبوت ہو کر لوگوں کو یوں ہی کہتے سنتے رہے) اور (تم جو ہم کو عذاب سے ڈراتے ہو تو) ہم کو ہرگز عذاب نہ ہوگا۔ غرض اُن لوگوں نے ہود (علیہ السلام) کو جھٹلایا تو ہم نے اُن کو (عذاب صرصر سے) ہلاک کر دیا۔ بے شک اس (واقعہ) میں بھی بڑی عبرت ہے (کہ احکام کی مخالفت کا کیا انجام ہوا) اور (باوجود اس کے) ان (کفارِ مکہ) میں اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے اور بے شک آپ کا رب زبردست اور مہربان ہے (کہ تعذیب پر قادر بھی ہے اور رحمت سے مہلت بھی دے رکھی ہے)۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ ...... اس میں عبث کی مذمت صریح ہے خواہ قول ہو یا فعل۔ قولہ تعالیٰ: وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ ...... باوجود یکہ ان کو خلود کی اُمید نہ تھی مگر چونکہ ان کا عمل اس شخص کے عمل کے مشابہ تھا جو خلود کی اُمید رکھتا ہے اس لئے ان کے لئے طمع خلود ثابت فرمائی۔ اسی بناء پر جو شخص کافروں کا کام کرے اُس کو صوفیہ کے کلام میں کافر کہہ دیا جاتا ہے اور احادیث میں بھی بکثرت موجود ہے۔ قولہ تعالیٰ: وَاِذَا بَطَشْتُمْ ...... روح میں ہے۔ یعنی جس میں نہ رحم ہو نہ تادیب کا قصد ہو نہ انجام پر نظر ہو اس سے معلوم ہوا کہ جس بطش میں یہ امور ہوں وہ اصلاح ہے اور منافی طریق نہیں۔

ملحقات الترجمۃ: ۱قوله فی تعبثون جس کو الخ اشارة الی ان تعبثون صفة آية ويجوز ان يكون حالا من ضمير تبنون ۱۲ ۲قوله قال ان اخلاق ذمیمہ کا اس لئے الخ فلا یرہ کون الکفار غیر مکلفین بالفروع علی القول المشهور ۱۲۔

اللغات: ربع المرتفع من الارض كذا فی القاموس قوله مصانع المبانی من القصور كذا فی القاموس۔ قوله لعلكم كانكم فهو للتشبيه كذا فی الروح ای مجازا۔ قوله تعلمون تعرفون كذا فی الروح ۱۲۔

كَذَّبَتْ ثَمُودُ الْمُرْسَلِينَ ﴿۱۴۱﴾ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ صَالِحٌ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿۱۴۲﴾ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿۱۴۳﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿۱۴۴﴾ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۱۴۵﴾ أَتُتْرَكُونَ فِي مَا هَاهُنَا آمِنِينَ ﴿۱۴۶﴾ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴿۱۴۷﴾ وَزُرُوعٍ وَنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيمٌ ﴿۱۴۸﴾ وَتَنْحِتُونَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا فَارِهِينَ ﴿۱۴۹﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿۱۵۰﴾ وَلَا تُطِيعُوا أَمْرَ الْمُسْرِفِينَ ﴿۱۵۱﴾ الَّذِينَ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُونَ ﴿۱۵۲﴾ قَالُوا إِنَّمَا أَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِينَ ﴿۱۵۳﴾ مَا أَنْتَ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا فَأْتِ بِآيَةٍ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿۱۵۴﴾ قَالَ هَٰذِهِ نَاقَةٌ لَهَا شِرْبٌ وَلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَعْلُومٍ ﴿۱۵۵﴾ وَلَا تَمَسُّوهَا بِسُوءٍ فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿۱۵۶﴾ فَعَقَرُوهَا فَأَصْبَحُوا نَادِمِينَ ﴿۱۵۷﴾ فَأَخَذَهُمُ الْعَذَابُ ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿۱۵۸﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿۱۵۹﴾

قوم ثمود (نے بھی) پیغمبروں کو جھٹلایا۔ جب کہ ان سے ان کے بھائی صالح (علیہ السلام) نے فرمایا کہ کیا تم (اللہ سے) نہیں ڈرتے میں تمہارا امانت دار پیغمبر ہوں سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو اور میں تم سے اس پر کچھ صلہ نہیں چاہتا۔ بس میرا صلہ تو رب العالمین کے ذمہ ہے۔ کیا تم ان ہی چیزوں میں بے فکری سے رہنے دیا جائے گا۔ جو یہاں (دنیا میں) موجود ہیں۔ یعنی باغوں اور چشموں میں اور کھیتوں اور ان کھجوروں میں جن کے گچھے خوب باندھے ہوئے ہیں اور کیا (اسی عظمت کی وجہ سے) تم پہاڑوں کو تراش تراش کر اتراتے اور فخر کرتے ہوئے مکان بناتے ہو۔ سو اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو اور ان حدود (بندگی) سے نکل جانے والوں کا کہنا مت مانو، جو سرزمین میں فساد کیا کرتے ہیں اور کبھی اصلاح (کی بات) نہیں کرتے۔ ان لوگوں نے کہا کہ تم پر تو کسی نے بڑا بھاری جادو کر دیا ہے۔ تم پس ہماری طرح کے (ایک معمولی) آدمی ہو (اور آدمی نبی ہوتا نہیں) سو کوئی معجزہ پیش کرو اگر تم (دعویٰ نبوت میں) سچے ہو۔ صالح (علیہ السلام) نے فرمایا کہ یہ ایک اونٹنی ہے پانی پینے کے لئے ایک باری اس کی ہے اور ایک مقرر دن میں ایک باری تمہاری (یعنی تمہارے مواشی کی اور ایک یہ ہے) اس کو برائی (اور تکلیف وہی) کے ساتھ ساتھ بھی مت لگانا کبھی تم کو ایک بھاری دن کا عذاب آ پکڑے گا۔ سو انہوں نے اس اونٹنی کو مار ڈالا پھر جب آثار عذاب نمودار ہوئے تو اپنی حرکت پر پشیمان ہوئے۔ پھر آخر عذاب نے آن پکڑا۔ بے شک اس واقعہ میں بڑی عبرت ہے اور (باوجود اس کے) ان (کفار مکہ) میں اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے اور بے شک آپ کا رب بڑا زبردست بہت مہربان ہے۔

تفسیر: قصۂ پنجم ثمود قوم صالح علیہ السلام: كَذَّبَتْ ثَمُودُ الْمُرْسَلِينَ (الی قوله تعالیٰ) وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ قوم ثمود نے (بھی) پیغمبروں کو جھٹلایا جبکہ اُن سے ان کے بھائی صالح (علیہ السلام) نے فرمایا کیا تم (اللہ سے) نہیں ڈرتے، میں تمہارا امانت دار پیغمبر ہوں سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو اور میں تم سے اس پر کچھ صلہ نہیں چاہتا۔ بس میرا صلہ تو رب العالمین کے ذمہ ہے (اور تم جو نعم کی بدولت اس درجہ اللہ سے غافل ہو تو) کیا تم کو ان ہی چیزوں میں بے فکری سے رہنے دیا جاوے گا جو یہاں (دنیا میں) موجود ہیں یعنی باغوں اور چشموں میں اور کھیتوں میں اور اُن کھجوروں میں جن کے گچھے خوب گوندھے ہوئے ہیں (یعنی اُن کھجوروں میں خوب کثرت سے پھل آتا ہے) اور کیا (اسی غفلت کی وجہ سے) تم پہاڑوں کو تراش تراش کر اتراتے (اور فخر کرتے) ہوئے مکانات بناتے ہو۔ سو اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو اور اُن حدود (بندگی) سے نکل جانے والوں کا کہنا مت مانو جو سرزمین میں فساد کیا کرتے ہیں اور (کبھی) اصلاح (کی بات) نہیں کرتے (مراد رؤسائے کفار ہیں جو گمراہی پر لوگوں کو آمادہ کرتے تھے اور فساد و عدم اصلاح سے یہی مراد ہے (ان لوگوں نے کہا کہ تم پر تو کسی نے بڑا بھاری جادو کر دیا ہے (جس سے عقل میں اختلال آ گیا ہے کہ نبوت کا دعویٰ کرتے ہو حالانکہ) تم بس ہماری طرح کے ایک (معمولی) آدمی ہو (اور آدمی نبی ہوتا نہیں) سو کوئی معجزہ پیش کرو اگر تم (دعویٰ نبوت میں) سچے ہو۔ صالح (علیہ السلام) نے فرمایا کہ یہ ایک اونٹنی ہے (جو بوجہ خلاف عادت پیدا ہونے کے معجزہ ہے جیسا پارۂ ہشتم کے ختم کے قریب گزرا اور علاوہ اس کے کہ یہ میری رسالت پر ایک دلیل ہے خود اس کے بھی کچھ حقوق ہیں۔ چنانچہ ان میں

سے ایک یہ ہے کہ) پانی پینے کے لئے ایک باری اس کی ہے اور ایک مقرر دن میں ایک باری تمہاری (یعنی تمہارے مواشی کی) اور (ایک یہ ہے کہ) اس کو برائی (اور تکلیف دہی) کے ساتھ ہاتھ بھی مت لگانا کبھی تم کو ایک بھاری دن کا عذاب آ پکڑے سو انہوں نے (نہ رسالت کی تصدیق کی نہ اونٹنی کے حقوق ادا کئے بلکہ) اُس اونٹنی کو مار ڈالا ۔ پھر جب (آ ثار عذاب نمودار ہوئے تو اپنی حرکت پر) پشیمان ہوئے (مگر اول تو معائنہ عذاب کے وقت ندامت بے کار دوسرے خالی طبعی ندامت سے کیا ہوتا ہے جب تک اختیاری تدارک یعنی توبہ وایمان نہ ہو) پھر (آخر) عذاب نے ان کو آ لیا بے شک اس (واقعہ) میں بڑی عبرت ہے اور (باوجود اس کے) ان (کفار مکہ) میں اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے اور بے شک آپ کا رب بڑا زبردست بہت مہربان ہے (کہ باوجود قدرت کے مہلت دیتا ہے) ۔ **ف** : پانی کی باری اس طرح تھی کہ ایک دن اونٹنی کا اور ایک دن اور مواشی کا ۔ جب اونٹنی کی باری کا دن ہوتا تو تمام پانی پی جاتی اور اُس روز نہ دوسرے مواشی کو پانی ملتا نہ آدمیوں کو اخرجه فی الدر عن قتادةؓ یہی امر ان لوگوں کو ناگوار ہوا اور اس اونٹنی کے دشمن ہو گئے اور حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں ایک کنواں تھا جس میں یہ باری تھی ۔

ترجمہ مسائل السلوک : قولہ تعالیٰ : فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِیْنَ ۔ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ [الشعراء : ۱۵۷ ۔ ۱۵۸] اس ندامت کے نافع نہ ہونے کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے اپنے فعل کی تلافی ایمان سے نہیں کی ۔ اس سے معلوم ہوا کہ توبہ میں ندامت طبعیہ کافی نہیں ' ندامت عقلیہ چاہئے ۔

اللغات : هضيم منضم فی جوف الجف كذا فی القاموس فرهين اشر وبطر كذا فی القاموس ۔

البلاغة : قوله لا يصلحون زاده تاكيدا لان من المفسدين من يصلح احيانا وهم ليسوا كذلك ۱۲ ۔

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِ ِۨالْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۶۰﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ لُوْطٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ اِنِّىْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۶۲﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۶۳﴾ وَمَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِىَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶۴﴾ اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶۵﴾ وَتَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ ﴿۱۶۶﴾ قَالُوْا لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰلُوْطُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِيْنَ ﴿۱۶۷﴾ قَالَ اِنِّىْ لِعَمَلِكُمْ مِّنَ الْقَالِيْنَ ﴿۱۶۸﴾ رَبِّ نَجِّنِىْ وَاَهْلِىْ مِمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۷۰﴾ اِلَّا عَجُوْزًا فِى الْغٰبِرِيْنَ ﴿۱۷۱﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۱۷۲﴾ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَاۤءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۱۷۳﴾ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۴﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۷۵﴾

ع ۹ / ۱۶ / ۱۳

قوم لوط نے بھی پیغمبروں کو جھٹلایا جبکہ ان میں سے انکے بھائی (لوط علیہ السلام) نے کہا : کیا تم اللہ سے ڈرتے نہیں ہو میں تمہارا امانتدار پیغمبر ہوں سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو اور میں تم سے اس پر کوئی صلہ نہیں چاہتا ۔ بس میرا صلہ رب العالمین کے ذمہ ہے ۔ کیا تمام دنیا جہان والوں میں سے تم (یہ حرکت کرتے ہو کہ) مردوں سے فعل کرتے ہوں اور تمہارے رب نے جو نئی ترکیبیں پیدا کی ہیں ان کو نظر انداز کئے رہتے ہوں بلکہ (اصل بات یہ ہے کہ) تم حد (انسانیت) سے گزر جانے والے ہو ۔ وہ لوگ کہنے لگے کہ اے لوط اگر تم ہمارے کہنے سے باز نہیں آ ؤ گے تو ضرور (بستی سے) نکال دیئے جاؤ گے ۔ لوطؑ نے فرمایا کہ میں تمہارے اس کام سے سخت نفرت رکھتا ہوں ۔ لوطؑ نے دعا کی اے میرے رب مجھ کو اور میرے (خاص) متعلقین کو ان کے اس کام (کے وبال) سے نجات دے سو ہم نے ان کو اور انکے متعلقین کو سب کو نجات دی بجز ایک بڑھیا کے کہ وہ (عذاب کے اندر) رہ جانے والوں میں رہ گئی پھر ہم نے ان سب کو ہلاک کر دیا اور ہم نے ان پر ایک قسم کا (یعنی پتھروں کا) مینہ برسایا سو کیسا مینہ تھا جو ان لوگوں پر برسا جن کو (عذاب الٰہی) سے ڈرایا گیا تھا ۔ بے شک اس (واقعہ) میں (بھی) عبرت ہے اور باوجود اس کے ان کفار مکہ میں اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے اور بے شک آپ کا رب بڑی قدرت والا بڑی رحمت والا ہے ۔

تفسیر : قصہ ششم قوم لوط علیہ السلام : كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِ ِۨالْمُرْسَلِيْنَ (الی قوله تعالیٰ) وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ قوم لوط نے (بھی) پیغمبروں کو جھٹلایا جب کہ اُن سے اُن کے بھائی لوط (علیہ السلام) نے فرمایا کہ کیا تم (اللہ سے) ڈرتے نہیں ہو میں تمہارا امانت دار پیغمبر ہوں سو تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو اور میں تم سے اس پر کوئی صلہ نہیں چاہتا بس میرا صلہ تو رب العالمین کے ذمہ ہے تو کیا تمام دنیا جہان والوں میں سے تم (یہ حرکت کرتے ہو کہ) مردوں سے فعل کرتے ہو اور تمہارے رب نے جو تمہارے لئے بیبیاں پیدا کی ہیں ان کو نظر انداز کئے رہتے ہو (یعنی اور کوئی آدمی تمہارے سوا یہ حرکت نہیں کرتا اور یہ نہیں ہے کہ اس کے قبیح ہونے میں کچھ خفا ہے) بلکہ (اصل بات یہ ہے کہ) تم حد (انسانیت) سے گزر جانے والے لوگ ہو وہ لوگ کہنے لگے کہ اے لوط اگر تم

(ہمارے کہنے سننے سے) باز نہیں آؤ گے۔ تو ضرور (بستی سے) نکال دیئے جاؤ گے۔ لوط (علیہ السلام) نے فرمایا کہ (میں اس دھمکی سے کہنے سے نہ رکوں گا کیونکہ) میں تمہارے اس کام سے سخت نفرت رکھتا ہوں (تو کہنا کیسے چھوڑ دوں گا جب کسی طرح اُن لوگوں نے نہ مانا اور عذاب آتا ہوا معلوم ہوا تو) لوط (علیہ السلام) نے دعا کی کہ اے میرے رب مجھ کو اور میرے (خاص) متعلقین کو اُن کے اس کام (کے وبال[1] سے (جو اُن پر آنے والا ہے) نجات دے سو ہم نے اُن کو اور ان کے متعلقین کو سب کو نجات دی بجز ایک بڑھیا کے (مراد اس سے زوجۂ لوط علیہ السلام کی) کہ وہ (عذاب کے اندر) رہ جانے والوں میں رہ گئی۔ پھر ہم نے اور سب کو (جو لوط اور ان کے اہل کے سوا تھے) ہلاک کر دیا اور ہم نے ان پر ایک خاص قسم کا (یعنی پتھروں کا) مینہ برسایا سو کیا برا مینہ تھا جو ان لوگوں پر برسا (جن کو عذاب الٰہی سے ڈرایا گیا تھا بے شک اس (واقعہ) میں (بھی) عبرت ہے اور (باوجود اس کے) ان (کفار مکہ) میں اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے اور بے شک آپ کا رب بڑی قدرت والا بڑی رحمت والا ہے (کہ عذاب دے سکتا تھا مگر ابھی نہیں دیا)۔ **ف**: عذاب میں رہ جانا اس لئے تھا کہ وہ کافر تھی اور اس لئے رات کو لوط علیہ السلام کے ساتھ بستی سے نہ نکلی۔ سورۂ ہود میں یہ قصہ آیا ہے اور روح المعانی تفسیر سورۂ ق میں ہے کہ یہ لوگ نسبی بھائی نہ تھے مجازاً بھائی کہہ دیا۔ سسرالی رشتہ دار تھے کیونکہ لوط علیہ السلام یہاں ہجرت کر کے تشریف لائے تھے آپ کی برادری کے لوگ آپ کے ساتھ نہ تھے۔

ملحقات الترجمۃ: قوله وبال اشارة الى حذف المضاف ۱۲۔

النحو: قوله لعملكم فى الروح اللام فيه قيل للتبيين كما فى سقيالك فهو متعلق بمخدوف اعنى وعنى وقيل هى للتقوية ومتعلقها عند من يرى تعلق حرف التقوية مخدوف اى انى من القالين لعملكم من القالين وقيل هى متعلقة بالقالين المذكور ويتوسع فى الظروف مالا يتوسع فى غيرها ۱۲۔

البلاغۃ: قوله عجوزا فى الروح التعبير عنها بالعجوز للايماء الى انه مما لا يشق اهلاكها على لوط عليه السلام وسائر اهله بمقتضى الطبيعة البشرية وقيل للايماء انها قد عست (فى الصراح سخت پیر شدن) فى الكفر ودامت فيه الى ان صارت عجوزا ۱۲۔

كَذَّبَ أَصْحٰبُ لْـَٔيْكَةِ الْمُرْسَلِينَ ﴿۱۷۶﴾ إِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿۱۷۷﴾ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ﴿۱۷۸﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿۱۷۹﴾ وَمَا أَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۖ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِينَ ﴿۱۸۰﴾ أَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُخْسِرِينَ ﴿۱۸۱﴾ وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ ﴿۱۸۲﴾ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ﴿۱۸۳﴾ وَاتَّقُوا الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْأَوَّلِينَ ﴿۱۸۴﴾ قَالُوا إِنَّمَا أَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِينَ ﴿۱۸۵﴾ وَمَا أَنْتَ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا وَإِنْ نَظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِينَ ﴿۱۸۶﴾ فَأَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِنَ السَّمَاءِ إِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِينَ ﴿۱۸۷﴾ قَالَ رَبِّي أَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿۱۸۸﴾ فَكَذَّبُوهُ فَأَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ ۚ إِنَّهُ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿۱۸۹﴾ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿۱۹۰﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿۱۹۱﴾

اصحاب الایکہ نے (بھی) پیغمبروں کو جھٹلایا جب کہ ان سے شعیب (علیہ السلام) نے فرمایا کہ کیا تم (اللہ سے) ڈرتے نہیں ہو میں تمہارا امانت دار پیغمبر ہوں۔ سو تم اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو اور میں تم سے اس پر کوئی صلہ نہیں چاہتا۔ بس میرا صلہ تو رب العالمین کے ذمہ ہے۔ تم لوگ پورا ناپا کرو اور (صاحب حق کا) نقصان مت کیا کرو اور اسی طرح تولنے کی چیزوں میں سیدھی ترازو سے تولا کرو اور لوگوں کا ان کی چیزوں میں نقصان مت کیا کرو اور سرزمین میں فساد مت مچایا کرو اور (خدائے قادر) سے ڈرو جس نے تم کو اور تمام اگلی مخلوقات کو پیدا کیا۔ وہ لوگ کہنے لگے کہ بس تم پر تو کسی نے بڑا بھاری جادو کر دیا ہے اور تم تو محض ہماری طرح (کے) معمولی آدمی ہو اور ہم تو تم کو جھوٹے لوگوں میں سے خیال کرتے ہیں۔ سو اگر تم نبیوں میں سے ہو تو ہم پر آسمان سے کوئی ٹکڑا گرا دو شعیبؑ بولے کہ تمہارے اعمال کو میرا رب ہی جانتا ہے پھر وہ لوگ برابر ان کو جھٹلاتے گئے۔ پھر ان کو سائبان کے واقعہ نے آ پکڑا بے شک وہ بڑے سخت دن کا عذاب تھا اور اس واقعہ میں بھی بڑی عبرت ہے (اور باوجود اس کے) ان (کفار مکہ) میں اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے اور بے شک آپ کا رب بڑی قوت والا اور بڑی رحمت والا ہے۔

تفسیر: قصۂ ہفتم اصحاب الایکہ: كَذَّبَ أَصْحٰبُ لْـَٔيْكَةِ الْمُرْسَلِينَ ﴿۱۷۶﴾ (الى قوله تعالى) وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿۱۹۱﴾ اصحاب الایکہ نے (بھی جن کا ذکر سورۂ حجر کے اخیر میں گزر چکا ہے) پیغمبروں کو جھٹلایا جبکہ اُن سے شعیب (علیہ السلام) نے فرمایا کہ کیا تم اللہ سے ڈرتے نہیں ہو میں تمہارا امانت دار پیغمبر ہوں سو تم اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو اور میں تم سے اس پر کوئی صلہ نہیں چاہتا بس میرا صلہ تو رب العالمین کے ذمہ ہے۔ تم لوگ پورا ناپا کرو اور (صاحب حق کا)

نقصان مت کیا کرو اور (اسی طرح تولنے کی چیزوں میں) سیدھی ترازو سے تولا کرو (یعنی ڈنڈی نہ مارا کرو نہ باٹوں میں فرق کیا کرو) اور لوگوں کا اُن کی چیزوں میں نقصان مت کیا کرو اور سرزمین میں فساد مت مچایا کرو اور اُس (خدائے قادر) سے ڈرو جس نے تم کو اور تمام اگلی مخلوقات کو پیدا کیا۔ وہ لوگ کہنے لگے کہ بس تم پر تو کسی نے بڑا بھاری جادو کر دیا ہے (جس سے عقل مختل ہوگئی اور نبوت کا دعویٰ کرنے لگے) اور تم تو محض ہماری طرح (کے) ایک (معمولی) آدمی ہو اور ہم تو تم کو جھوٹے لوگوں میں سے خیال کرتے ہیں۔ سو اگر تم سچوں میں سے ہو تو ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا گرا دو (تاکہ ہم کو معلوم ہو جاوے کہ واقعی تم نبی تھے تمہاری تکذیب سے ہم کو یہ سزا ہوئی) شعیب (علیہ السلام) بولے کہ (میں عذاب کا لانے والا یا اُس کیفیت کی تعیین کرنے والا کون ہوں) تمہارے اعمال کو میرا رب (ہی) خوب جانتا ہے (اور اُس عمل کا جو مقتضا ہے کہ کیا عذاب ہو اور کب ہو اُس کو بھی وہی جانتا ہے اُس کو اختیار ہے) سو وہ لوگ (برابر) ان کو جھٹلایا کئے‘ پھر اُن کو سائبان کے واقعہ نے آ پکڑا۔ بے شک وہ بڑے سخت دن کا عذاب تھا (اور) اُس (واقعہ) میں (بھی) بڑی عبرت ہے اور (باوجود اس کے) اِن (کفار مکہ) میں اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے اور بے شک آپ کا رب بڑی قدرت والا بڑی رحمت والا ہے (کہ عذاب نازل کر سکتا ہے مگر مہلت دے رکھی ہے)۔

ف: ان آیات کے بعض الفاظ کی شرح پارۂ ہشتم کے اخیر رکوع میں ہو چکی ہے اور اصحاب ایکہ کی تحقیق سورۂ حجر کے اخیر میں مع دیگر مضامین ضروریہ کے متعلق گزر چکی ہے اور وہ عذاب سائبان کا جیسا درمنثور میں مروی ہے یہ تھا کہ اول ان لوگوں پر گرمی مسلط ہوئی‘ پھر ایک ابر نمودار ہوا جس میں سے ٹھنڈی ہوا آتی تھی۔ سب لوگ اس کے نیچے جمع ہو گئے اس میں سے آگ برسنا شروع ہوئی اور سب جل گئے۔

اختلاف القراءۃ: فی قراء ۃ لیکۃ علی وزن لیلۃ وھی مخففۃ من الایکۃ ویکتب الایکۃ علی صورۃ لیکۃ وتکتب الھمزۃ منفصلۃ ۱۲۔

اللغات: الایکۃ الشجر الملتف ۱۲۔

البلاغۃ: قولہ قال لھم شعیب لم یقل اخوھم اما علی تقدیر التغایر بین اصحاب المدین واصحاب الایکۃ فظاھروا ما علی تقدیر اتحادھما فلعلہ للاکتفاء فی الذکر اعتمادا علی قرینۃ الذکر فی موضع آخر ۱۲۔

وَإِنَّهُ لَتَنزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٩٢﴾ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ ﴿١٩٣﴾ عَلَىٰ قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ ﴿١٩٤﴾ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِينٍ ﴿١٩٥﴾ وَإِنَّهُ لَفِي زُبُرِ الْأَوَّلِينَ ﴿١٩٦﴾ أَوَلَمْ يَكُن لَّهُمْ آيَةً أَن يَعْلَمَهُ عُلَمَاءُ بَنِي إِسْرَائِيلَ ﴿١٩٧﴾ وَلَوْ نَزَّلْنَاهُ عَلَىٰ بَعْضِ الْأَعْجَمِينَ ﴿١٩٨﴾ فَقَرَأَهُ عَلَيْهِم مَّا كَانُوا بِهِ مُؤْمِنِينَ ﴿١٩٩﴾ كَذَٰلِكَ سَلَكْنَاهُ فِي قُلُوبِ الْمُجْرِمِينَ ﴿٢٠٠﴾ لَا يُؤْمِنُونَ بِهِ حَتَّىٰ يَرَوُا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ﴿٢٠١﴾ فَيَأْتِيَهُم بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿٢٠٢﴾ فَيَقُولُوا هَلْ نَحْنُ مُنظَرُونَ ﴿٢٠٣﴾ أَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُونَ ﴿٢٠٤﴾ أَفَرَأَيْتَ إِن مَّتَّعْنَاهُمْ سِنِينَ ﴿٢٠٥﴾ ثُمَّ جَاءَهُم مَّا كَانُوا يُوعَدُونَ ﴿٢٠٦﴾ مَا أَغْنَىٰ عَنْهُم مَّا كَانُوا يُمَتَّعُونَ ﴿٢٠٧﴾ وَمَا أَهْلَكْنَا مِن قَرْيَةٍ إِلَّا لَهَا مُنذِرُونَ ﴿٢٠٨﴾ ذِكْرَىٰ وَمَا كُنَّا ظَالِمِينَ ﴿٢٠٩﴾ وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيَاطِينُ ﴿٢١٠﴾ وَمَا يَنبَغِي لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيعُونَ ﴿٢١١﴾ إِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُولُونَ ﴿٢١٢﴾ فَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ فَتَكُونَ مِنَ الْمُعَذَّبِينَ ﴿٢١٣﴾ وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ ﴿٢١٤﴾ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٢١٥﴾ فَإِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ إِنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا تَعْمَلُونَ ﴿٢١٦﴾ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ ﴿٢١٧﴾ الَّذِي يَرَاكَ حِينَ تَقُومُ ﴿٢١٨﴾ وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِينَ ﴿٢١٩﴾ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٢٢٠﴾ هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلَىٰ مَن تَنَزَّلُ الشَّيَاطِينُ ﴿٢٢١﴾ تَنَزَّلُ عَلَىٰ كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ ﴿٢٢٢﴾ يُلْقُونَ السَّمْعَ وَأَكْثَرُهُمْ كَاذِبُونَ ﴿٢٢٣﴾ وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ ﴿٢٢٤﴾ أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَهِيمُونَ ﴿٢٢٥﴾ وَأَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ ﴿٢٢٦﴾ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَذَكَرُوا اللَّهَ كَثِيرًا وَانتَصَرُوا مِن بَعْدِ مَا ظُلِمُوا ۗ وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا

أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ﴿۲۲۷﴾ ع

اور یہ قرآن رب العالمین کا بھیجا ہوا ہے۔اس کو امانت دار فرشتہ لے کر آیا ہے آپ کے قلب پر صاف عربی زبان میں تا کہ آپ (بھی) منجملہ ڈرنے والوں کے ہوں اور اس (قرآن) کا ذکر پہلی امتوں کی آسمانی کتابوں میں (بھی) ہے۔کیا ان لوگوں کے لئے یہ بات دلیل نہیں ہے کہ اس (پیش گوئی) کو علمائے بنی اسرائیل جانتے ہیں اور اگر (بالفرض) اس قرآن کو کسی عجمی یا (غیر عربی) پر نازل کر دیتے پھر وہ عجمی ان کے سامنے پڑھ بھی دیتا۔ یہ لوگ بوجہ غایت عناد کے تب بھی اس کو نہ مانتے۔ہم نے اسی طرح (شدت واصرار کے ساتھ) اس ایمان نہ لانے کو ان نافرمانوں کے دلوں میں ڈال رکھا ہے یہ لوگ اس (قرآن) پر ایمان نہ لاویں گے۔ جب تک سخت عذاب کو (مرنے کے وقت برزخ میں یا آخرت میں) نہ دیکھ لیں گے جو اچانک ان کے سامنے آ کھڑا ہوگا اور ان کو (پہلے سے) خبر بھی نہ ہوگی پھر اس وقت جان کہیں گے کہ کیا (کسی طور پر) ہم کو (کچھ) مہلت مل سکتی ہے۔کیا ہمارے (وعیدوں کو سن کر) یہ لوگ ہمارے عذاب کی جلدی چاہتے ہیں۔اے مخاطب ذرا بتلاؤ تو اگر ہم ان کو چند سال تک عیش میں رہنے دیں پھر جس عذاب کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے وہ ان کے سر پر آ پڑے تو ان کا عیش کس کام آ سکتا ہے اور جتنی بستیاں (منکرین کی ہم نے عذاب سے) غارت کی ہیں سب میں نصیحت کے واسطے ڈرانے والے پیغمبر آئے جب نہ مانا تو عذاب نازل ہوا اور ہم (صورۃ) بھی ظالم نہیں ہیں اور اس (قرآن) کو شیاطین لے کر نہیں آئے اور یہ ان کی (حالت) کے مناسب ہی نہیں اور وہ اس پر قادر بھی نہیں کیونکہ وہ شیطان (وحی آسمانی) سننے سے روک دیئے گئے ہیں۔سو (اے پیغمبر) تم اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کی عبادت مت کرنا کبھی تم کو سزا ہونے لگے اور (اس مضمون سے) آپ سب سے پہلے اپنے نزدیک کے کنبہ کو خود اپنے اور ان لوگوں کے ساتھ تو (شفقانہ) فروتنی سے پیش آیئے۔جو مسلمانوں میں داخل ہو کے آپ کی راہ پر چلیں اور اگر یہ لوگ (جن کو آپ نے ڈرایا ہے) آپ کا کہنا نہ مانیں تو آپ کہہ دیجئے کہ میں تمہارے افعال سے بیزار ہوں اور آپ خدائے قادر ورحیم پر توکل رکھیئے۔جو آپ کو جس وقت کہ آپ نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں اور نیز نماز شروع کرنے کے بعد نمازیوں کے ساتھ آپ کی نشست برخاست کو دیکھتا ہے وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے۔(اے پیغمبر لوگوں سے کہہ دیجئے کہ) کیا میں تم کو بتلاؤں کس پر شیاطین اترا کرتے ہیں۔(سنو) ایسے شخصوں پر اترا کرتے ہیں جو (پہلے سے) دروغ گفتار بڑے بدکردار ہوں اور شیاطین کی خبریں سننے کے لئے کان لگا دیتے ہیں اور وہ بکثرت جھوٹ بولتے ہوں اور شاعروں کی راہ تو بے راہ لوگ چلا کرتے ہیں۔اے مخاطب کیا تم کو معلوم نہیں کہ وہ (شاعر) لوگ (خیالی مضامین کے) ہر میدان میں (حیران) پھرا کرتے ہیں اور زبان سے وہ باتیں کہتے ہیں جو کرتے نہیں۔ہاں اگر جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور انہوں نے (اپنے اشعار میں) کثرت سے اللہ کا ذکر کیا اور انہوں نے بعد اس کے کہ ان پر ظلم ہو چکا ہے (اس کا) بدلہ لیا اور عنقریب ان کو معلوم ہو جائے گا جنہوں نے (حقوق اللہ وغیرہ میں) ظلم کر رکھا ہے کہ کیسی جگہ ان کو لوٹ کر جانا ہے۔

تفسیر ربط: اوپر آیات شروع سورت میں قرآن مجید کی حقانیت مع بعض مضامین متعلقہ اس کے مذکور تھے۔آگے خاتمہ سورت میں عود ہے اُسی مذکور سابق کی طرف اور مضامین متعلقہ اُس کے یہ ہیں۔وعید دوم منکرین دفع بعض شبہات امر بالتبلیغ وتوکل فی التبلیغ اور ختم پر تہدید شدید۔

رجوع بمضمون ابتدائی یعنی حقیت قرآن مع متعلقات آں: وَإِنَّهُ لَتَنْزِيلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۹۲﴾ (الی قوله تعالى) وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ اور یہ قرآن رب العالمین کا بھیجا ہوا ہے اُس کو امانت دار فرشتہ لے کر آیا ہے آپ کے قلب[1] پر صاف عربی زبان میں تا کہ آپ (بھی) منجملہ ڈرانے والوں کے ہوں (یعنی جس طرح اور پیغمبروں نے اپنی امت کو احکام الٰہیہ پہنچائے آپ بھی پہنچائیں اور اس (قرآن) کا ذکر[2] پہلی اُمتوں کی (آسمانی) کتابوں میں (بھی) ہے (کہ ایک ایسی ایسی شان کا پیغمبر ہوگا اور اُس پر ایسا کلام نازل ہوگا۔ چنانچہ تفسیر حقانی کے اس مقام کے حواشی میں چند بشارتیں نقل کی ہیں۔ آگے اس مضمون وَإِنَّهُ لَفِيْ زُبُرِ الْأَوَّلِيْنَ ﴿۱۹۶﴾ کی توضیح ہے۔یعنی) کیا ان لوگوں کے لئے (اس پر) یہ بات دلیل نہیں ہے کہ اس (پیشین گوئی) کو علمائے بنی اسرائیل جانتے ہیں (چنانچہ اُن میں جو لوگ اسلام لے آئے ہیں وہ تو علی الاعلان اس کا اعتراف کرتے ہیں اور جو اسلام نہیں لائے وہ بھی خاص خاص لوگوں کے سامنے اس کا اقرار کرتے ہیں جیسا پارۂ اول کے ربع پر آیت: أَتَأْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ [البقرة: ٤٤] کی تفسیر میں مذکور ہوا اور اُن معترفین ومقرین کا تعدد اور تکثر اس وقت اگر خبر آحاد تک بھی مان لیا جاوے تاہم محفوف بالقرائن ہونے کے سبب معناً تواتر حاصل تھا اور یہ احتجاج امیین عرب کے اعتبار سے ہے ورنہ لکھے پڑھے لوگ خود اصل کتب میں دیکھ سکتے تھے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ کتب سابقہ میں تحریف نہیں ہوئی' کیونکہ باوجود تحریف کے ایسے مضامین کا رہ جانا زیادہ حجت ہے اور یہ احتمال کہ یہ مضامین ہی تحریف کا نتیجہ ہوں اس لئے غلط ہے کہ اپنے ضرر کے لئے کوئی تحریف نہیں کیا کرتا۔ یہ مضامین تو محرفین کو مضر ہیں جیسا کہ ظاہر ہے۔ یہاں تک تو دعویٰ وانه لتنزيل کی دو نقلیں دلیلیں یعنی ذكر في الزبر وعلم بني اسرائيل کہ ان میں بھی ثانی اول کی دلیل ہے بیان فرمائیں) اور (آگے بضمن بیان عناد منکرین کے دعویٰ مذکورہ کی عقلی دلیل کی طرف اشارہ ہے کہ اعجاز ہے یعنی یہ لوگ ایسے معاند ہیں کہ) اگر بالفرض) ہم اس (قرآن) کو کسی عجمی (غیر عربی) پر نازل کر دیتے پھر وہ (عجمی) اُن کے سامنے اس کو پڑھ بھی دیتا (جس میں اعجاز موجود اور زیادہ ظاہر ہوتا کیونکہ اس منزل علیہ کو عربیت پر اصلاً قدرت نہ ہوتی اور اب گو عربیت کے درجۂ اعجاز پر قدرت نہیں مگر نفس عربیہ پر تو قدرت ہے' اس لئے اس صورت میں اعجاز بہت ہی زیادہ واضح ہوتا اور اصلاً

شبہ کو سرسری نظر میں بھی گنجائش نہ ہوتی لیکن) یہ لوگ (بوجہ غایت عناد) تب بھی اُس کو نہ مانتے (آگے حضور ﷺ کی تسلی کے واسطے اُن کے ایمان لانے سے نا اُمیدی دلاتے ہیں یعنی) ہم نے اسی طرح (شدت واصرار کے ساتھ) اُس [۴] ایمان نہ لانے کو ان نافرمانوں کے دلوں میں ڈال رکھا ہے (یعنی کفر میں شدید اور اُس پر مصر ہیں اور اس شدت واصرار کی وجہ سے) یہ لوگ اس (قرآن) پر ایمان نہ لاویں گے جب تک کہ سخت عذاب کو (مرنے کے وقت یا برزخ میں یا آخرت میں) نہ دیکھ لیں گے جو اچانک ان کے سامنے آ کھڑا ہوگا اور ان کو (پہلے سے) خبر بھی نہ ہوگی پھر (اُس وقت جان کو بنے گی) کہیں گے کہ کیا (کسی طور پر) ہم کو (کچھ) مہلت مل سکتی ہے (لیکن وہ وقت نہ مہلت کا ہے نہ قبول ایمان کا اور وہ کفار ایسے مضامین وعید وعذاب کا سن کر براہِ انکار عذاب کا تقاضا کیا کرتے تھے ۔رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا [ص : ۱۶] اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً [الأنفال : ۳۲] اور مہلت کو جو کہ استدراج ہے دلیل عدم وقوع عذاب کی ٹھہراتے تھے' آگے اُس کا جواب ہے کہ) کیا (ہماری وعیدوں [۴] کو سن کر) یہ لوگ ہمارے عذاب کی تعجیل چاہتے ہیں (جس کا منشاء انکار [۵] ہے یعنی باوجود قیام دلائل صدق مخبر کے پھر بھی انکار کرتے ہیں ۔ رہا مہلت کو بناء انکار قرار دینا سخت غلطی ہے کیونکہ) اے مخاطب ذرا بتلاؤ تو اگر ہم ان کو (چند سال تک) عیش میں رہنے دیں پھر جس (عذاب) کا ان سے وعدہ ہے وہ اُن کے سر پر آ پڑے تو ان کا وہ عیش کس کام آ سکتا ہے (یعنی یہ عیش جو براہِ امہال ہے تخفیف عذاب تک میں تو مؤثر ہے ہی نہیں اور عدم عذاب میں تو اس کو کیا دخل ہوتا ۔ پس اُن کا یہ استدلال محض لغو ہے) اور (مہلت دینا حکمت کی وجہ سے چند روز تک خواہ کم یا زیادہ کچھ ان ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ اُمم سابقہ کو بھی مہلتیں ملی ہیں چنانچہ) جتنی بستیاں (منکرین کی) ہم نے (عذاب سے) غارت کی ہیں سب میں نصیحت کے واسطے ڈرانے والے (پیغمبر) آئے (جب نہ مانا تو عذاب نازل ہوا) اور ہم (صورۃً بھی) ظالم نہیں ہیں (مطلب یہ کہ امہال سے جو مقصود ہے یعنی اتمام حجت وقطع عذر وہ سب کے لئے رہا' پیغمبروں کا آنا سمجھانا یہ بھی تو مستلزم مہلت ہے مگر پھر بھی اہلاک مرتب ہوا ۔ پس ان واقعات سے حکمت امہال بھی معلوم ہوگئی اور عدم تنافی امہال اور عذاب میں بھی ثابت ہوگئی اور صورۃً اس لئے کہا گیا کہ حقیقتاً تو کسی حالت میں بھی ظلم نہ ہوتا آگے پھر مقصود اول یعنی مضمون وانہ لتنزیل الخ: کی طرف رجوع ہے اور درمیان میں یہ مضامین بمناسبت حال منکرین کے مذکور ہوئے تھے اور حاصل مضمون آئندہ کا دفع شبہات متعلقہ صدق قرآن ہے ۔ پس ایک شبہ تو اس کے منزل من اللہ رب العٰلمین ہونے پر تھا کہ جیسے عرب میں پہلے سے کاہن ہوتے آتے تھے نعوذ باللہ آپ کی نسبت بھی بعضے کفار یہی کہتے تھے ۔ **کما فی الدر عن ابن زید وفی البخاری قول امرأة له صلی اللّٰه علیه وسلم استبطأ الوحی ترکات شیطانك۔** اس کا جواب ہے کہ یہ رب العٰلمین کا نازل کیا ہوا ہے) اور اس کو شیاطین (جو کاہنوں کے پاس آیا کرتے تھے) لے کر نہیں آئے اور (اس کا وقوع تو کیا محتمل ہوتا خود امکان بھی بوجہ امتناع بالغیر کے محتمل نہیں' کیونکہ اس کے دو مانع قوی موجود ہیں ایک تو صفت انضمامیہ شیاطین کی یعنی شیطنت جس کے سبب) یہ (قرآن) اُن (کی حالت) کے مناسب ہی نہیں (کیونکہ قرآن سرتا پا ہدایت اور شیطان سرتا پا ضلالت نہ ان کو ایسے مضامین کی آمد ہو سکتی ہے اور نہ ایسے مضامین کے شیوع سے اُن کی غرض کہ اضلال خلق ہے پوری ہو سکتی ہے ایک مانع تو یہ ہوا) اور (دوسرا مانع ایک امر مبائن خارج ہے وہ یہ کہ) وہ اس پر قادر بھی نہیں کیونکہ وہ شیاطین (وحی آسمانی) سننے سے روک دیئے گئے ہیں (چنانچہ کاہنوں اور مشرکوں سے اُن کے جنات نے اپنی ناکامی کا خود اعتراف کیا جس کی انہوں نے اوروں کو بھی خبر دی ۔ چنانچہ بخاری میں ایسے قصص باب اسلام عمرؓ میں مذکور ہیں اور مراد اس سے شہاب ثاقب سے مرجوم ہونا ہے جس کا ذکر سورۂ حجر کے دوسرے رکوع میں ہے ۔ پس تلقین شیاطین کا کسی طرح احتمال نہ رہا اور اس جواب کی تتمیم اور دوسرے شبہ کا جواب ختم سورت کے قریب آوے گا ۔ درمیان میں تنزیل من اللہ ہونے پر بطور تفریع کے ایک مضمون ہے یعنی جب اس کا منزل من اللہ ہونا ثابت ہے تو اس کی تعلیم واجب العمل ہوئی اور من جملہ اُس کے امر اہم واعظم توحید ہے) سو (اے پیغمبر! ہم اس کے وجوب کی ایک خاص طریق سے تاکید کرتے ہیں کہ ہم آپ کو مخاطب بنا کر کہتے ہیں کہ) تم خدا کے ساتھ کسی اور معبود کی عبادت مت کرنا کبھی تم کو سزا ہونے لگے (حالانکہ آپ میں نعوذ باللہ نہ احتمال شرک کا نہ تعذیب کا' پس جب آپ کے اعتبار سے بھی ان دونوں میں تلازم کا حکم کیا جاتا ہے تو اور بے چارے تو کس شمار میں ہیں ۔ شرک سے ان کو کیسے منع نہ کیا جاوے گا اور شرک کر کے عذاب سے کیونکر بچیں گے) اور (اسی مضمون سے) آپ سب [۶] سے پہلے) اپنے نزدیک کے کنبہ کو ڈرایئے (چنانچہ آپ نے سب کو پکار کر جمع کیا اور شرک پر عذابِ الٰہی سے ڈرایا جیسا حدیثوں میں ہے) اور (آگے انذار کو قبول کرنے والوں اور رد کرنے والوں کے ساتھ معاملہ کا طرز بتلاتے ہیں یعنی) ان لوگوں کے ساتھ (تو مشفقانہ [۷]) فروتنی سے پیش آیئے جو مسلمانوں میں داخل ہو کر آپ کی راہ پر چلیں (خواہ کنبہ کے ہوں یا غیر کنبہ کے) اور [۸] اگر یہ لوگ (جن کو آپ نے ڈرایا ہے) آپ کا کہنا نہ مانیں (اور کفر پر اڑے رہیں) تو آپ (صاف) کہہ دیجئے کہ میں تمہارے افعال سے بیزار ہوں (ان دونوں امر یعنی وَاخْفِضْ وَ قُلْ اِنِّیْ [الحجر : ۸۸' ۸۹] میں حب فی اللہ وبغض فی اللہ کی پوری تعلیم ہے ۔ کبھی ان مخالفین کی طرف سے ایذاء واضرار کا خطرہ نہ لایئے) اور آپ خدائے قادر ورحیم پر توکل رکھئے جو آپ کو جس وقت کہ آپ (نماز کے لئے) کھڑے ہوتے ہیں اور (نیز نماز شروع کرنے کے بعد) نمازیوں کے ساتھ آپ کی نشست وبرخاست کو دیکھتا ہے (اور نماز کے علاوہ بھی

وہ دیکھتا بھالتا ہے کیونکہ) وہ خوب سننے والا خوب دیکھنے والا ہے (پس جب اُس کو علم بھی کامل ہے جیسا رَبّكَ اور سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ اُس پر دال ہیں اور وہ آپ پر مہربان بھی ہے جیسا الرحیم اس پر دال ہے اور اُس کو سب کچھ قدرت ہے جیسا العزیز سے مفہوم ہوتا ہے تو ضرور وہ لائق توکل ہے ۔ وہ آپ کو ضرر حقیقی سے بچاوے گا اور جو متوکل کو ضرر پہنچتا ہے وہ ضرر صوری ہوتا ہے جس کے تحت میں ہزاروں منافع ہوتے ہیں جن کا کبھی دنیا میں کبھی آخرت میں ظہور ہوتا ہے ۔ آگے جواب شبہ کہانت کا تتمہ ہے کہ اے پیغمبر لوگوں سے کہہ دیجئے کہ) کیا میں تم کو بتلاؤں کس پر شیاطین اُترا کرتے ہیں (سنو) ایسے شخصوں پر اُترا کرتے ہیں جو (پہلے سے) دروغ گفتار بڑے بدکردار ہوں اور جو (اخبار شیاطین کے وقت اُن شیطانوں کی طرف) کان لگا دیتے ہیں اور (لوگوں سے اُن چیزوں کے بیان کرنے کے وقت) وہ بکثرت جھوٹ بولتے ہیں (چنانچہ سفلی عاملوں کو اب بھی اسی حالت میں دیکھا جاتا ہے اور وجہ اُس کی یہ ہے کہ مفید و مستفید میں مناسبت ضروری ہے' تو شیطان کا شاگرد بھی وہی ہوگا جو قولاً افاک اور فعلاً اثیم ہو ۔ نیز شیطان کی طرف قلب سے متوجہ بھی ہو کہ بدوں توجہ کے استفادہ نہیں ہوتا اور چونکہ اکثر یہ علوم ناتمام ہوتے ہیں اس لئے ان کے باوقعت اور رنگین کرنے کے لئے کچھ حاشیہ بھی ظن وتخمین سے چڑھانا پڑتا ہے یہ لوازم عادیہ ہیں کہانت کے جو سب کے سب منتفی ہیں ذاتِ نبویہ سے کہ آپ کا اصدق القائلین اور اعمل العاملین ابغض الشیاطین اصدق المخبرین ہونا معروف و مشاہد مسلم عند الخصوم تھا پھر کہانت کا کب احتمال رہا) اور (آگے شبہ شاعریت کا جواب ہے کہ آپ شاعر بھی نہیں ہیں جیسا کفار کہتے تھے : **بل هو شاعر** یعنی ان کے مضامین خیالی غیر واقعی ہیں گو منظوم نہ ہوں سو یہ احتمال اس لئے غلط ہے کہ) شاعروں کی راہ تو بے راہ لوگ چلا کرتے ہیں (مراد راہ سے شعر گوئی ہے یعنی مضامین خیالی شاعرانہ نثراً یا نظماً کہنا اُن لوگوں کا شیوہ ہے جو مسلک تحقیق سے دور ہوں ۔ چنانچہ خیالی مضمون کہتے ہیں اُس کو جو تحقیق کے خلاف ہو ۔ آگے اس دعویٰ کی توضیح ہے کہ) اے مخاطب ! کیا تم کو معلوم نہیں کہ وہ (شاعر) لوگ (خیالی مضامین کے) ہر میدان میں حیران (ٹکریں مارتے تلاش مضامین میں) پھرا کرتے ہیں اور (جب مضمون مل جاتا ہے تو چونکہ اکثر خلاف توقع ہوتا ہے اس لئے) زبان سے وہ باتیں کہتے ہیں جو کرتے نہیں (چنانچہ شاعروں کی گپوں کا ایک نمونہ لکھا جاتا ہے ۔

اے رشک مسیحا تری رفتار کے قرباں ☆ ٹھوکر سے کئی بار میری لاش جلا دی
اے بادِ صبا ہم تجھے کیا یاد کریں گے ☆ اُس گل کی خبر تو نے کبھی ہم کو نہ لا دی
صبا نے اُس کے کوچہ سے اُڑا کر ☆ خدا جانے ہماری خاک کیا کی

وغیرہ وغیرہ حتیٰ کہ کبھی کفریات بکنے لگتے ہیں جو خلاف واقع کی فردِ اعظم ہے ۔ حاصل جواب کا یہ ہوا کہ مضامین شعریہ کے لئے لوازم میں سے ہے متخیل غیر محقق ہونا اور مضامین قرآنیہ جس باب کے متعلق ہیں سب کے سب محقق غیر متخیل' پس لازم کے انتفاء سے ملزوم بھی منتفی ہو گیا ۔ پس آپ کو شاعر کہنا بجز جنون شاعرانہ کے کیا ہے ۔ حتیٰ کہ غالباً چونکہ نظم میں ایسے ہی مضامین ہوا کرتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو نظم پر قدرت بھی نہیں دی' حالانکہ جس شعر کی یہاں نفی مقصود ہے اُس معنی کردہ شعر کی نہیں ہے اور اوپر چونکہ شعراء کی مذمت ارشاد ہوئی ہے جس کے عموم میں صورۃً سب ناظمین آ گئے گو اُن کے مضامین عین حکمت اور تحقیق ہوں اس لئے آگے اُن کا استثناء فرماتے ہیں کہ) ہاں مگر جو لوگ ان شاعروں میں سے) ایمان لائے اور اچھے اچھے کام کئے (یعنی شرع کے خلاف نہ اُن کا قول ہے نہ فعل یعنی اُن کے اشعار میں بے ہودہ مضامین نہیں ہیں) اور انہوں نے (اپنے اشعار میں) کثرت سے اللہ کا ذکر کیا (یعنی تائید دین و اشاعت علم میں اُن کے اشعار ہیں کہ یہ سب ذکر اللہ ہے) اور (اگر کسی شعر میں بظاہر کوئی نامناسب مضمون بھی ہے جیسے کسی کی ہجو کہ بظاہر اخلاقِ حسنہ کے خلاف ہے تو اُس کی وجہ بھی یہ ہے کہ) انہوں نے بعد اس کے کہ اُن پر ظلم ہو چکا ہے (اس کا) بدلہ لیا (ہے یعنی کفار یا فساق نے اول اُن کو ایذاء پہنچائی خواہ قولاً مثلاً اُن کی ہجو کی یا دین کی توہین کی کہ اپنے ہجو سے بھی بڑھ کر موجب ایذاء ہے خواہ فعلاً کہ ان کے مال کو یا جان کو ضرر پہنچایا یعنی یہ لوگ مستثنیٰ ہیں اور ایسے اشعار میں بعضے مباح ہیں بعضے طاعت ہیں) اور (یہاں تک شبہات متعلقہ رسالت کے جوابات پورے ہو گئے اور اس سے پہلے رسالت دلائل سے ثابت ہو چکی تھی ۔ اب آگے اُن لوگوں کی وعید ہے جو اس پر بھی منکر نبوت رہے اور حضور کو ایذاء پہنچاتے ہیں یعنی) عنقریب ان لوگوں کو معلوم ہو جاوے گا جنہوں نے (حقوق اللہ و حقوق الرسول یا حقوق العباد میں) ظلم کر رکھا ہے کہ کیسی (بری اور مصیبت کی) جگہ اُن کو لوٹ کر جانا ہے (مراد اس سے جہنم ہے) ۔ **ف** : آیت اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ اور آیت يُلْقُوْنَ السَّمْعَ میں تعارض کا شبہ نہ کیا جاوے کیونکہ اول میں نفی ہے ۔ سماع علوم کلیہ متعلقہ باصلاح الخلق کی اور ثانی میں اثبات ہے ۔ ادراک اخبار جزئیہ غیر متعلقہ بالاصلاح کا اور مزید تحقیق اس کی سورۂ حجر کے رکوع ثانی کے ذیل میں لکھی گئی ہے جو قابل ملاحظہ ہے اور نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ عَلٰى قَلْبِكَ میں جو نزول علی القلب مذکور ہے اس کی تحقیق پارۂ اول رکوع : قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ ...... [البقرۃ : ۹۷] کے ذیل میں باحسن و اکفی وجوہ بیان ہو چکی ہیں اور اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ میں جو استثناء فرمایا ہے وہ محض صورت شعر کے اعتبار سے ہے ورنہ ایسے اشعار جن میں حدود شرعیہ مرعیہ ہوں اس شعر کے مفہوم میں داخل ہی نہیں جو صدر کلام میں مذکور ہے کیونکہ اس سے مراد مضامین متخیلہ ہیں منثور ہوں یا منظوم ۔ پس خصوصیت نظم قبح میں مؤثر نہیں ہے اور نہ نثر ہونا

مانع عن القبح ہے اور کاہن وشاعر ہونے کے سواء اور شبہات کا جواب اور جگہ ہے۔ وقدتم والحمد لله تفسير سورة الشعراء للثانى والعشرين من ذى الحجة سنة ۱۳۲۴ من الهجرة النبوية على اهلها ما لا يعد ولا يحصى من السلام والصلوٰة والتحية وسيتلوه ان شاء الله تعالىٰ تفسير سورة النمل ومنه التوفيق لاتمام تفسير القرآن وهو المستعان وعليه التكلان سورة النمل مكية وهى ثلث او اربع وتسعون آية كذا فى البيضاوى۔

ربط :اس سورت کا خلاصہ اصل تین مضمون ہیں۔ **اول** :اثبات وحی ورسالت جس سے سورت شروع ہوئی ہے اور اسی پر سورت سابقہ ختم ہوئی تھی اور اسی کی مناسبت سے بعضے قصص انبیاء علیہم السلام کے مذکور ہوئے ہیں۔ **دوم** :توحید جو آیت :قُلِ الْحَمْدُ ...... سے شروع ہے۔ **سوم** :اثبات معاد واشراط ساعت وجزاوسزا جو آیت :قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ ...... سے ختم سورت تک چلا گیا ہے اور درمیان میں بعض اور مضامین اس کی مناسبت سے آ گئے ہیں اور خاتمہ پر اِنَّمَآ اُمِرْتُ ...... سے آخر تک یہی مضامین مفصلہ بطور تلخیص وانتاج کے اجمالاً بیان فرمانے کے بعد سورت کو ختم کر دیا ہے۔ واللہ اعلم۔

ترجمہ مسائل السلوک :قولہ تعالیٰ: وَمَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا اسی طرح بعض جہلاء منکرین اولیاء اللہ کو ان کے لوازم بشریہ طبعیہ کی بناء پر حقیر سمجھتے ہیں۔ قولہ تعالیٰ: فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا ......اسی طرح بعض جہلاء کسی بزرگ کے انکار کے بعد وبال نازل نہ ہونے سے اپنے انکار کے قبیح نہ ہونے پر استدلال کرتے ہیں۔ قولہ تعالیٰ: قَالَ رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ......اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خوارق اہل اللہ کے قبضہ میں نہیں۔ قولہ تعالیٰ: نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ...... بِلِسَانٍ متعلق ہے نزل کے جو مقید تھا عَلٰى قَلْبِكَ کے ساتھ۔ اس سے ثابت ہوا کہ وارد قلبی کبھی الفاظ سے بھی مقرون ہوتا ہے اور عَلٰى قَلْبِكَ کی تخصیص کی وجہ روح میں یہ بیان کی ہے کہ آپ کے قلب کو ایک سامعہ مخصوص دیا گیا تھا جس طرح آپ کے قلب کو ایک باصرہ دیا گیا تھا جس کا ذکر اس آیت میں ہے: مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى [النجم: ۱۱] تو اس تقریر کی بنا پر یہ بھی ثابت ہوا کہ قلب میں بھی سمع وبصر ہیں۔ جیسے ظاہر میں ہیں اور اسی تقریر سے یہ بھی ثابت ہوا کہ کبھی یہ سمع وبصر باطنی سمع وبصر ظاہری کے ساتھ مجتمع ہو جاتے ہیں اور اس حالت میں ادراک کو کبھی مدرک ظاہری کی طرف نسبت کر دیتے ہیں اور کبھی مدرک باطنی کی طرف اور صوفیہ ان تینوں مسائل کے قائل ہیں اور اس کی پوری تحقیق اصل عربی میں ہے۔ قولہ تعالیٰ: فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ......اس میں تصریح ہے کہ ولی کبھی ایسے درجہ پر نہیں پہنچتا جس میں اس سے تکالیف شرعیہ ساقط ہو جائیں کیونکہ ولی کا درجہ نبی پر فائق نہیں ہوتا۔ پھر جب نبی کے لئے یہ جائز نہیں تو ولی کے لئے کیسے جائز ہوگا۔ قولہ تعالیٰ: وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ روح میں ہے کہ اس میں اشارہ ہے نسب کے ساتھ جب ایمان منضم نہ ہو وہ بالکل نافع نہیں ہوتا اور چونکہ قرابت کا حجاب بہت سخت ہوتا ہے اس لئے اقربین کے انذار کا حکم کیا گیا اھ۔ قولہ تعالیٰ: وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ ......اس میں شیوخ کو تعلیم دی گئی ہے کہ اپنے مخلص تابعین سے نرمی وتواضع کے ساتھ پیش آیا کریں تا کہ وہ مسرور ہوں۔ قولہ تعالیٰ: فَاِنْ عَصَوْكَ ......اس میں دلالت ہے اس پر کہ جو شخص طریق سے مخالف ہو اس سے شیخ کو تبری کر دینا چاہئے اور اس تبری کی اس کو اطلاع بھی کر دے۔ قولہ تعالیٰ: وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ اس میں تعلیم ہے مقام توکل کی جو کہ معروف واتفاقی ہے۔ قولہ تعالیٰ: وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ بعض تفاسیر پر اس میں دلالت ہے کہ شیخ کو مناسب ہے کہ جو احوال تربیت کے متعلق ہیں ان میں مریدوں کی نگرانی کیا کرے۔ قولہ تعالیٰ: هَلْ اُنَبِّئُكُمْ ......اس میں اشارہ ہے اس طرف کہ شیطان طالب صادق متقی کے اندر ایسا تصرف نہیں کر سکتا جس سے اُس کے دین کو ضرر پہنچا سکے۔ قولہ تعالیٰ: اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ......روح میں ہے کہ یہ استثناء ہے اُن شعراء کا جو مؤمن صالح اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے ہیں اور ان کے اشعار بھی توحید وترغیب آخرت وزہد فی الدنیا وغیرہ میں ہوتے ہیں اور جلیل القدر حضرات سے شعر کی مدح منقول ہے۔ چنانچہ حضرت علیؓ کا بھی ارشاد ہے کہ شعر میزان ہے عقل کی اھ۔ مختصراً اور کچھ تو بات ہے جو بڑے بڑے عارفین اور عشاق عربی وعجمی اکثر مقامات واحوال کو اشعار ہی میں زیادہ ظاہر کرتے ہیں اور شعر میں جو کیفیت تہیج وتاثیر کی ہے جو کہ نثر میں نہیں ہے۔ اس کا تو کوئی انکار ہی نہیں کر سکتا اور چونکہ یہ تاثیر خود مطلوب ہے اُس حیثیت سے اس کو نثر پر ترجیح ہوگی اور اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے شعر کو حکمت فرمایا ہے۔ بجز اُس نثر کے جس میں یہ تاثیر اکثر واقویٰ ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا یا رسول اللہ ﷺ کا کلام ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ :۱ قوله فى على قلبك وقوله بلسان ما ترجم به فيه اشارة الى ان كليهما متعلق بنزل ۱۲۔ ۲ قوله فى وانه لفى زبر ذكر اشارة الى تقدير المضاف وهكذا كما يقال فلان فى دفتر الامير اى اسمه وذكره ۱۲۔ ۳ قوله فى سلكنه ایمان نہ لانے فيه اشارة الى ان الضمير المفعول به راجع الى عدم الايمان المدلول بقوله ما كانوا به مؤمنين ۱۲۔ ۴ قوله فى افبعذابنا وعیدوں کو سن کر اشارة الى معنى الفا ۱۲۔ ۵ قوله فى يستعجلون: انکار اشارة الى ان المقصود الانكار على انكار العذاب الذى عبر عنه بالاستعجال المقصود منه الانكار ۱۲۔ ۶ قوله فى انذر: سب سے پہلے اشارة الى ان التخصيص ليس لنفى غيرهم ۱۲۔ ۷ قوله فى اخفض: مشفقانہ دليله عظيم الشان النبى وما ذكر من خفض الجناح للوالدين يراد به ما يعبر عنه بالفارسية مطیع انه ۱۲۔ ۸ قوله فى فان عصوك اور اگر اشارة الى ان الفاء المحض

العطف و اوثرت على الواو للقصد الى التفصيل وقوله هناك فى مرجع الضمير: جن کو آپ نے اشارة الى ان المرجع ليس العشيرة خاصة بل الاعم منها الدلول(ا) بقوله عشيرتك على ما سمعت من انه ليس المقصود التخصيص ۱۲۔ ۹ قوله فى هل انبئكم: اے پیغمبر اشارة الى التقدير هكذا قل هم انبئكم كما فى الروح ۱۲۔ ۱۰ قوله فى اكثرهم كاذبون: بکثرت جھوٹ الخ اشارة الى ان المراد ليس الكثرة فى القائلين الكذب ليلزم عليه الحكم بكون بعضهم صادقين الذى هو خلاف الواقع لانهم كانوا كاذبين كلهم وانما المقصود الحكم بالكثرة على اقوالهم كما فى الروح والا كثرية باعتبار اقوالهم على معنى ان هؤلاء قلما يصدقون فى اقوالهم وانماهم فى اكثرها كاذبون ومآله واكثر اقوالهم كاذبة الخ ۱۲۔

الروایات : فى لباب النقول اخرج ابن جرير عن عروة قال لما نزلت والشعراء الى قوله ما لا يفعلون قال عبدالله بن رواحة قد علم الله انى منهم فانزل الله الى الذين آمنوا الى آخر السورة واخرج ابن جرير والحاكم عن ابى حسن البراء وقال لما نزلت والشعراء الآية جاء عبدالله بن رواحة وكعب بن مالك وحسان بن ثابت فقالوا يا رسول الله والله لقد انزل الله هذه الآية وهو يعلم انا شعراء هلكنا فانزل الله الا الذين آمنوا الآية فدعاهم رسول الله فتلاها عليهم۔

اللغات: الجبلة الخلقة ويقدر المضاف اى ذوى الجبلة كذا فى الروح او الجبلة بمعنى آفریدگان كما فى الصراح فلا حاجة الى التقدير ۱۲۔ كسفا جمع بمعنى قطعا۔ قوله الاعجمين هو جمع اعجمى الا انه حذف ياء النسب منه تخفيفا ومثله الاشعرين فى جمع اشعرى كذا فى الروح وفيه ايضاً قال ابن عطية هو جمع اعجم واعترض بان اعجم مؤنثة عجماً وافعل فعلاء لا يجمع جمع سلامة ۱۲۔

النحو :قوله :ذكرى مفعول له عامله منذرون ۱۲۔

نكتة : كرره فى هذه السورة كلمة رب العالمين مالم يكرر فى غيرها اشارة الى عظم نعمة وعظم كفرهم ۱۲۔

البلاغة :قوله على قلبك اى نزلناه بحيث تفهمه فى اول الامر ولو كان اعجميا لكان فى اول الامر ناز لا على سمعك دون قلبك ۱۲۔ قوله تنزلت وتنزل عبر عن اتيان الشياطين بالنزول اما للمشاكلة واما لانهم يدعون نزولها من الاعلى واما لانهم فى اغلب الاوقات يكونون فى الهواء والارض سافلة بالنسبة اليها فافهم فانه من المواهب۔ قوله لمن اتبعك فى النيسابورى نواد ههنا لمن اتبعك (اى لم يقل للمؤمنين) كيلا يذهب الوهم الى ان خفض الجناح وهو التواضع ولين الجانب مختص بالمؤمنين من عشيرته وانما لم يقتصر على قوله لم اتبعك لان كثيرا منهم كانوا يتبعونه للقرابة والنسب اھ۔ قوله حين تقوم تخصيص الصلوة بالرؤية للمبالغة فى توطين نفسه صلى الله عليه وسلم اشارةً الى انه صلى الله عليه وسلم متاهل الرؤية الخلاصة لانه يعبد ربه والعابد متاهل لذلك لا وجوبا بل وعداو فضلا فافهم فانه من المواهب ۱۲۔ قوله هل انبئكم فى الروح والجملة وقوله تعالى وانه لتنزيل رب العلمين وقوله وما تنزلت به الشياطين اخوات و فرق بينهن بآيات ليست فى معناهن ليرجع الى المجئ بهن ونظرية ذكر ما فيهن كرة بعد كرة فيدل بذلك على ان المعنى الذى نزلن من فى المعانى التى اشتدت عناية الله تعالى بها ومثاله ان يحدث الرجل بحديث وفى صدره اهتمام بشئ منه وفضل عناية فتراه يعيد ذكره لاينفك عن الرجوع اليه اھ۔ قوله تنزل على كل فى الروح والمراد بواسطة التخصيص فى معرض البيان او السياق قصر تنزلهم على كل من اتصف بما ذكر من الصفات وتخصيص ربهم لا يتخطاهم الى غيرهم وكذا قوله والشعراء الخ الحصر مستفاد فيه من نبأ يتبعهم الخ على الشعراء عند الزمخشرى كما قرره فى قوله الله يستهزئ بهم وقوله الله يقدر الليل ومن لا يرى الحصر فى مثل هذا التركيب ياخذه من الوصف المناسب اعنى ان الغواية جعلت علة للاتباع فاذا انتفت انتفى قوله تعالى الم تر الخ فى الروح الخطاب لكل من تتاتى منه الرؤية للاشارة الى ان حالهم من الجلاء والظهور بحيث لا يختص برؤية رداون راء د ۔

الحواشی :(ا) قوله المدلول صفة الاعم ودلالة قوله عشيرتك على الاعم بما سمعت من ان المقصود فى مفعول انذر هو الاعم وتخصيص العشيرة باعتبار الادلية فالمفعول الاعم وان لم يذكر لفظا لكنه قصد معنى ۱۲ منه۔

سُوْرَةُ النَّمْلِ

سُوْرَةُ النَّمْلِ ۲۷ مَكِّيَّةٌ ۴۸ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ۹۳ — رُكُوْعَاتُهَا ۷

سورۃ النمل مکہ میں نازل ہوئی — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اس میں ۹۳ آیات اور ۷ رکوع ہیں

طٰسٓ تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَكِتَابٍ مُّبِيْنٍ ۝۱ هُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝۲ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝۳ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ زَيَّنَّا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ فَهُمْ يَعْمَهُوْنَ ۝۴ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْعَذَابِ وَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ۝۵ وَاِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ عَلِيْمٍ ۝۶ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِاَهْلِهٖٓ اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا ۭ سَاٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ اٰتِيْكُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ۝۷ فَلَمَّا جَاۗءَهَا نُوْدِيَ اَنْۢ بُوْرِكَ مَنْ فِي النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۸ يٰمُوْسٰٓى اِنَّهٗٓ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۹ وَاَلْقِ عَصَاكَ ۭ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَاۗنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ۭ يٰمُوْسٰى لَا تَخَفْ ۣ اِنِّىْ لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُوْنَ ۝۱۰ اِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًۢا بَعْدَ سُوْۗءٍ فَاِنِّىْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۱ وَاَدْخِلْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاۗءَ مِنْ غَيْرِ سُوْۗءٍ ۣ فِيْ تِسْعِ اٰيٰتٍ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهٖ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۝۱۲ فَلَمَّا جَاۗءَتْهُمْ اٰيٰتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۱۳ وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا ۭ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ۝۱۴ ع ۱

طٰسٓ یہ آیتیں (جو آپ پر نازل کی جاتی ہیں) قرآن کی (ہیں) اور ایک واضح کتاب کی یہ (آیتیں) ایمان والوں کے لئے (موجب) ہدایت اور مژدہ سنانے والی ہیں۔ جو (مسلمان) ایسے ہیں کہ نماز کی پابندی کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور آخرت پر پورا یقین رکھتے ہیں (یہ تو ایمان والوں کی صفت ہے اور) جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہم نے ان کے اعمال (بد) ان کی نظر میں مرغوب کر رکھے ہیں سو وہ (اپنے) جہل مرکب حق سے دور بھٹکتے پھرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے (مرنے کے وقت بھی) سخت عذاب ہے اور وہ لوگ آخرت میں سخت خسارہ میں ہیں (کہ کبھی نجات نہ ہوگی) اور آپ کو بالیقین ایک بڑے حکمت والے علم والے کی جانب سے قرآن دیا جا رہا ہے۔ لہٰذا (آپ کے انکار سے غمگین نہ ہوں جیسے اس وقت کا قصہ یاد کیجئے) جبکہ موسیٰؑ نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ میں نے آگ دیکھی ہے میں ابھی (جا کر) تمہارے پاس (وہاں) سے آگ کا شعلہ کسی لکڑی وغیرہ میں لگا ہوا لاتا ہوں تاکہ تم سینکو۔ سو جب اس (آگ) کے پاس پہنچے تو ان کو (منجانب اللہ) آواز دی گئی کہ جو اس آگ کے اندر ہیں (یعنی فرشتے ہاں پر بھی برکت ہو اور جو اس کے پاس سے (یعنی موسیٰ) اس پر بھی برکت ہو (یہ دعا بطور تحیہ وسلام کے ہے) اور رب العالمین پاک ہے۔ اے موسیٰ بات یہ ہے کہ میں (جو بے کیف کلام کر رہا ہوں) اللہ ہے زبردست حکمت والا اور موسیٰ تم اپنا عصا (زمین پر) ڈال دو۔ سو جب انہوں نے اس کو اس طرح حرکت کرتے دیکھا۔ جیسے سانپ ہو تو پیٹھ پھیر کر بھاگے اور پیچھے مڑ کر بھی تو نہ دیکھا (ارشاد ہوا کہ) موسیٰ ڈرو نہیں اور ہمارے حضور میں پیغمبر نہیں ڈرا کرتے۔ ہاں مگر

جس سے کوئی تصور (یعنی لغزش سرزد) ہو جائے پھر برائی ہو جانے کے بعد بجائے اس کے نیک کام کرلے (یعنی توبہ کرلے) تو میں بڑا مغفرت والا رحمت والا ہوں اور تم اپنا ہاتھ اپنے گریبان کے اندر لے جاؤ (اور پھر نکالو تو) وہ بلا کسی عیب (یعنی بلا کسی مرض برص وغیرہ) کے روشن ہو کر نکلے گا تو معجزوں میں سے ہیں (جن کے ساتھ تم کو) فرعون اور اس کی قوم کی طرف بھیجا جاتا ہے کیونکہ وہ بڑے حد سے گزر جانے والا لوگ ہیں۔ غرض ان لوگوں کے پاس جب ہمارے (دیئے ہوئے) معجزے پہنچے جو نہایت واضح (تھے) تو وہ لوگ ان سب کو دیکھ کر بھی بولے یہ صریح جادو ہے اور (غضب تو یہ تھا) کہ ظلم اور تکبر کی راہ سے ان (معجزات) سے (بالکل) منکر ہو گئے حالانکہ ان کے دلوں نے ان کا یقین کرلیا تھا۔ سو دیکھئے کیسا (برا انجام ہوا ان مفسدوں کا۔

تفسیر: اثباتِ وحی و رسالت: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ طٰسٓ تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَكِتَابٍ مُّبِيْنٍ (الی قوله تعالی) وَاِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ عَلِيْمٍ ۔ طٰسٓ (اس کے معنی تو اللہ کو معلوم ہیں) یہ (آیتیں جو آپ پر نازل کی جاتی ہیں) آیتیں ہیں قرآن کی اور ایک واضح کتاب کی (یعنی ان میں دو صفتیں ہیں قرآن ہونا اور کتاب مبین ہونا) یہ (آیتیں) ایمان والوں کے لئے (موجب) ہدایت اور (اُس ہدایت پر جزائے نیک کا) مژدہ سنانے والی ہیں جو (مسلمان) ایسے ہیں کہ (عملاً بھی مہتدی ہیں چنانچہ) نماز کی پابندی کرتے ہیں (جو کہ اعظم عبادات بدنیہ ہے) اور زکوٰۃ دیتے ہیں (جو کہ اعظم عبادات مالیہ ہے) اور (عقیدۃً بھی مہتدی ہیں چنانچہ) وہ آخرت پر (پورا) یقین رکھتے ہیں (یہ تو ایمان والوں کی صفت ہے اور) جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہیں ہم نے ان کے اعمال (بد) اُن کی نظر میں مرغوب کر رکھے ہیں۔ سو وہ (اپنے اس جہل مرکب میں حق سے دور) بھٹکتے پھرتے ہیں (چنانچہ نہ اُن کے عقائد درست ہیں نہ اعمال اس لئے وہ قرآن کو بھی نہیں مانتے سو جیسے قرآن اہلِ ایمان کو بشارت سناتا تھا ان کو وعید سناتا ہے کہ) یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے (دنیا میں مرنے کے وقت بھی) سخت عذاب (ہونے والا) ہے اور وہ لوگ آخرت میں (بھی) سخت خسارہ میں ہیں (کہ کبھی نجات ہی نہ ہوگی) اور (گو یہ منکر قرآن کو نہ مانیں مگر) آپ کو بالیقین ایک بڑی حکمت والے علم والے کی جانب سے قرآن دیا جارہا ہے (آپ اس نعمت کے سرور میں ان کے انکار سے محزون نہ ہوجئے)۔

ف: گو اہل کتاب بھی آخرت کے قائل تھے مگر اس میں بہت سی غلط باتیں ملا دینے سے وہ اقرار معتد بہ نہ رہا تھا جس کی طرف احقر نے ترجمہ میں لفظ پورا سے اشارہ کر دیا ہے۔ ربط: او پر اثبات تھا وحی و رسالت کا آگے اس کی تائید کے لئے بعض قصص مذکور ہوتے ہیں جو دو طور پر اس کے مؤید ہیں۔ **اول**: حضور ﷺ اُمی تھے نہ کچھ پڑھا تھا نہ کسی لکھے پڑھے کی صحبت میں بیٹھے تھے پھر گزشتہ کتابی قصوں کو صحیح صحیح بیان فرمانا مؤید ہے صاحب وحی ہونے کا۔ **دوم**: کفار نبوت کو مستبعد سمجھتے تھے اور انبیاء کے ذکر سے استبعاد کا دفعیہ ہو گیا کہ نبوت کوئی انوکھی بات نہیں اور دو تعلق مضمون رسالت سے اور ہیں۔ اول آپ کی تسلی ہے کہ اور انبیاء کے بھی مصدق و مکذب ہوتے آئے ہیں آپ اس سے غم نہ کیجئے۔ دوم منکرین کو وعید ہے کہ انبیاء کے انکار کا انجام خسران ہے تم کو بھی یہ روز بد دیکھنا ہے۔

قصہ اول موسیٰ علیہ السلام: اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِاَهْلِهٖٓ اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا (الی قوله تعالی) فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ (اس وقت کا قصہ ذکر کیجئے) جبکہ (مدین سے آتے ہوئے جب کوہ طور کے قریب رات کو سردی کے وقت پہنچے جبکہ مصر کی راہ بھی بھول گئے تھے) موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ میں نے (طور کی طرف) آگ دیکھی ہے میں ابھی (جاکر) وہاں سے (یا تو رستہ کی) کوئی خبر لاتا ہوں یا تمہارے پاس (وہاں سے) آگ کا شعلہ کسی لکڑی وغیرہ میں لگا ہوا لاتا ہوں تاکہ تم سینک لو سو جب اُس (آگ) کے پاس پہنچے تو اُن کو (من جانب اللہ) آواز دی گئی کہ جو اس آگ کے اندر ہیں (یعنی فرشتے) اُن پر بھی برکت ہو اور جو اس (آگ) کے پاس ہے (یعنی موسیٰ) اُس پر بھی (برکت ہو۔ یہ دعا بطور تحیہ و سلام کے ہے جیسا آنے کے وقت آنے والا یا جس کے پاس آیا جاوے وہ سلام کیا کرتا ہے چونکہ موسیٰ علیہ السلام جانتے نہ تھے کہ یہ نور انوار الٰہیہ سے ہے اس لئے خود سلام نہ کر سکے تو منجانب اللہ اُن کے اُنس کے لئے سلام ارشاد ہوا۔ اور فرشتوں کو ملا لینا شاید اس لئے ہو کہ ایسا ہی سلام خاص ناشی عن القرب ہو جیسا فرشتوں کا ہوا کرتا ہے) اور (اس امر کے بتلانے کے لئے کہ یہ نور جو بشکل نار ہے خود ذاتِ واجب نہیں ہے۔ ارشاد فرمادیا کہ) اللہ رب العالمین (جہات و حدود و مقدار و الوان وغیرہ سے) پاک ہے (اور یہ نوران قیود سے مقید ہے۔ پس یہ ذات نہیں ہے اور موسیٰ علیہ السلام اگر اس مسئلہ سے خالی الذہن ہوں تو اس کی تعلیم ہے اور اگر دلائل عقلیہ و فطرت صائبہ سے پہلے سے معلوم ہو تو زیادت تفہیم ہے۔ اس کے بعد ارشاد ہوا کہ) اے موسیٰ! بات یہ ہے کہ میں (جو کہ بے کیف کلام کر رہا ہوں) اللہ ہوں زبردست حکمت والا اور (اے موسیٰ) تم اپنا عصا (زمین پر) ڈال دو (چنانچہ انہوں نے ڈال دیا تو وہ اژدہا بن کر لہرانے لگا) سو جب انہوں نے اس کو اس طرح حرکت کرتے دیکھا جیسے سانپ ہو تو وہ پیٹھ پھیر کر بھاگے اور پیچھے مڑ کر بھی تو نہ دیکھا (ارشاد ہوا کہ) اے موسیٰ ڈرو نہیں (کیونکہ ہم نے تم کو پیغمبری دی ہے) اور ہمارے حضور میں (یعنی خلعت پیغمبری کے عطا ہونے کے وقت) پیغمبر (ایسی چیزوں سے جو کہ خود اُن کی پیغمبری کی دلیل یعنی معجزات ہوں) نہیں ڈرا کرتے (مراد اس صورت خبر سے معنی انشاء ہے یعنی ڈرنا نہ چاہئے) ہاں مگر جس سے کوئی قصور (لغزش سرزد) ہو جاوے (اور وہ اُس لغزش کو یاد کر کے ڈرے تو مضائقہ نہیں لیکن اُس کی نسبت بھی یہ قاعدہ ہے کہ اگر قصور ہو جاوے اور) پھر برائی (ہو جانے) کے بعد بجائے اُس کے نیک کام کرے (یعنی توبہ کرلے) تو میں (اُس کو بھی معاف کر دیتا

ہوں کیونکہ میں) مغفرت والا رحمت والا ہوں (یہ اس لئے فرما دیا کہ اس انقلاب عصا سے مطمئن ہو جانے کے بعد بھی اپنا قصہ قتل قبطی کا یاد کر کے پریشان ہوں' اس لئے اس سے بھی مطمئن فرما دیا تاکہ توحش جاتا رہے) اور (اے موسیٰ اس معجزۂ عصا کے سوا ایک معجزہ اور بھی عطا ہوتا ہے وہ یہ کہ) تم اپنا ہاتھ اپنے گریبان کے اندر لے جاؤ (اور پھر نکالو تو) وہ بلا کسی عیب (یعنی بلا کسی مرض برص وغیرہ) کے (نہایت) روشن ہو کر نکلے گا (اور یہ دونوں معجزے اُن) نو معجزوں میں (سے ہیں جن کے ساتھ تم کو) فرعون اور اُس کی قوم کی طرف (بھیجا جاتا ہے کیونکہ) وہ بڑے حد سے نکل جانے والے لوگ ہیں۔ غرض جب اُن لوگوں کے پاس ہمارے (دیئے ہوئے) معجزے پہنچے (جو) نہایت واضح (الدلالات تھے یعنی ابتدائے دعوت میں دو معجزے دکھلائے گئے تھے پھر وقتاً فوقتاً بقیہ دکھلائے جاتے رہے) تو وہ لوگ (اُن سب کو دیکھ کر بھی) بولے یہ صریح جادو ہے اور (غضب تو یہ تھا کہ ظلم) اور تکبر کی راہ سے اُن (معجزات) کے (بالکل) منکر ہو گئے حالانکہ (اندر سے) اُن کے دلوں نے ان کا یقین کر لیا تھا۔ سو دیکھئے کیسا (برا) انجام ہوا اُن مفسدوں کا (کہ دنیا میں غرق اور آخرت میں حرق کی سزا پائی) **ف**: لفظ اھل کا مصداق اور جملہ امکثو ا کا حاصل سورۂ طٰہٰ کی تفسیر میں گزر چکا ہے اور اس عصا کو استحالہ کے بعد کہیں ثعبان اور کہیں جان کہنے کی توجیہ اور آیات تسعہ کی فہرست بھی تفسیر سورۂ اعراف میں لکھی گئی ہے اور اس سانپ سے ڈر جانے کا سبب بھی سورۂ طٰہٰ کی تفسیر میں لکھا گیا ہے۔ یعنی یہ یا طبعی ہے اور یا عقلی بوجہ اس کے کہ اس تبدیلی میں کسی مخلوق کا واسطہ نہ تھا اور یہ دونوں خوف منافی شان نبوت کے نہیں۔ پھر لَا تَخَفْ سے جواز الۂ خوف کیا گیا۔ اس کی تقریر اول تقدیر پر یہ ہوگی کہ ایک کیفیت طبعی پر جب دوسری کیفیت طبعیہ غالب آ جاتی ہے تو پہلی کیفیت زائل و مضمحل ہو جاتی ہے۔ پس تم یہ سمجھو کہ ہم نے تم کو نبوت دی ہے۔ اس عنایت متجددہ کا سرور طبعاً ایسا غالب ہوگا کہ اُس خوف کا اثر نہ رہے گا۔ اور دوسری تقدیر پر یہ تقریر ہوگی کہ ہر چند حوادث انبیاء پر بھی آتے ہیں مگر ہم اپنی عادت سے اطلاع دیتے ہیں کہ خود معجزات سے اور بالخصوص عطائے نبوت کے وقت ابتلاء و تضرر نہیں ہوا کرتا۔ پس اب خوف عقلی نہ رہے گا۔ اور چونکہ انبیاء کو اعلام حق ہی سے علم نبوت کا ہوتا ہے اس لئے قبل علم اعطائے نبوت ان خوفوں کا ہونا محل اشکال نہیں اور چونکہ وہ قبطی مقتول حربی مباح الدم فی نفسہٖ تھا اس لئے اُس کا قتل حق العبد نہیں ہے' البتہ استیمان صوری کا نقض حق اللہ ہے اس لئے معاف کر دیا گیا خصوص جب کہ وہ خطاء تھا اور باوجود یقین قلبی کے فرعون وغیرہ کا ایمان نہ ہونا پارۂ دوم رکوع اول آیت یَعْرِفُوْنَهٗ ...... کے مضمون فائدہ سے معلوم ہو سکتا ہے اور سورۂ طٰہٰ میں موسیٰ علیہ السلام کا قول ہے: لَّعَلِّیْۤ اٰتِیْكُمْ [طٰه: ۱۰] اور یہاں بطور جزم کے ہے مگر مراد یہاں بھی ترجی و بناء علی الظن ہے۔ پس دونوں میں کوئی تدافع نہیں اور ظلم و علو میں فرق یہ ہے کہ اول سے مراد آیات کو ان کے رتبہ سے گھٹانا ہے۔ کقولہ تعالیٰ فی الاعراف: ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى بِاٰیٰتِنَاۤ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ىِٕهٖ فَظَلَمُوْا بِهَا [الأعراف: ۱۰۳] اور ثانی سے مراد اپنے کو اپنے مرتبہ سے بڑھانا ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ ...... یہ اس پر دال ہے کہ شہادت قلب ہر شخص کی معتبر نہیں۔ قولہ تعالیٰ: اِنِّیْۤ اٰنَسْتُ نَارًا یہ دو مسئلوں پر دال ہے۔ ایک یہ کہ ممکن ہے کہ صاحب کشف اپنے کشوف کی حقیقت نہ جانے اور دوسرا مسئلہ تجلی مثالی کا صحیح ہونا۔ قولہ تعالیٰ: اِنِّیْ لَا یَخَافُ لَدَیَّ الْمُرْسَلُوْنَ لَدَیَّ قرب کے لئے موضوع ہے اور مراد حالت قرب ہے حالت وحی ہے' مطلب یہ ہوا کہ وحی کے وقت بوجہ اس میں مستغرق ہونے کے خوفناک چیزوں سے بھی خوف کا احساس نہیں ہوتا اور بعض نے کہا ہے کہ مراد یہ ہے کہ میرے غیر سے خوف نہ ہونا چاہئے تو اس سے دو امر ثابت ہوئے۔ ایک یہ کہ کسی وقت خوف تو ہوتا ہے مگر مغلوب ہونے کے سبب محسوس نہیں ہوتا۔ دوسرا یہ کہ بعض احوال میں مطلقاً خوف بھی زائل ہو جاتا ہے۔ جیسا موسیٰ علیہ السلام کو اولاً خوف ہوا تھا۔ پھر اس کے ازالہ کا حکم ہوا۔

ملحقات الترجمۃ: قوله فی کتاب یعنی اشارة الی انه من عطف صفة علی صفة ۱۲۔

اللغات: قوله شهاب شعلة و قبس مر فی طٰهٰ لتلقی ای تعطی وتلقن ۱۲۔ قوله الجان الحیة الصغیرة السریعة الحرکة لم یعقب لم یرجع علی عقبه ولم یلتفت۔ قوله بدل التبدیل قد یتعدیٰ الی مفعولین بنفسه و قد یتعدی الی احدهما بنفسه والی الآخر بالباء او بمن وهو المذهوب به والمبدل منه وقد یتعدی الی واحد وقد یتعدی الی احدهما وهو المبدل منه بالباء او بمن فکانه قیل ثم بدل بظلمة او من ظلمة حسنا و یشیر الیه۔ قوله تعالیٰ بعد سوء ۱۲۔

النحو: شهاب قبس بدل من شهاب لان الشهاب قد یکون غیر القبس کالشهاب الثاقب۔ قوله: هدًی وبشریٰ ای هی۔ قوله ان بورك ان مفسرة ای ای بورك۔ قوله الق عطف علی بورك کما فی آیة اخریٰ وان الق۔ قوله: انه انا الضمیر للشان۔ قوله الا من ظلم متصل ای فهو یخاف وقوله ثم بدل لیس معطوفا علی ظلم والا یلزم کون المبدل خائفا وهو خلاف المقصود بل هو معطوف علی مستانف محذوف دل علیه المذکور من قوله ظلم کانه قیل لا یخاف لدی المرسلون الا من ظلم فانه یخاف فمن ظلم ثم بدل ای تاب غفرله

فلا یخاف وحاصله الا من ظلم فانه یخاف اولا ویزول عن الخوف بالتوبة آخر ۱۲۔

البلاغة: قوله الذین یقیمون صفة مادحة ۱۲۔ قوله بدل عدل الیه مما یقتضیه الظاهر من ان یقال ثم تاب لانه اوفق بمقام الایناس۔ قوله مبصرة ای واضحة بینة وجعل الابصار لها وهو حقیقة لمقابلیها للملابسة بینهما وبینهم لانهم انما یبصرون بسبب تاملهم فیها ۱۲۔

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ وَسُلَیْمٰنَ عِلْمًا ۚ وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ فَضَّلَنَا عَلٰی كَثِیْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۵﴾ وَوَرِثَ سُلَیْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّیْرِ وَاُوْتِیْنَا مِنْ كُلِّ شَیْءٍ ؕ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِیْنُ ﴿۱۶﴾ وَحُشِرَ لِسُلَیْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّیْرِ فَهُمْ یُوْزَعُوْنَ ﴿۱۷﴾ حَتّٰۤی اِذَاۤ اَتَوْا عَلٰی وَادِ النَّمْلِ ۙ قَالَتْ نَمْلَةٌ یّٰۤاَیُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ ۚ لَا یَحْطِمَنَّكُمْ سُلَیْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ ۙ وَهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۱۸﴾ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا وَقَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِیْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْۤ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِكَ فِیْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۹﴾

اور ہم نے داؤد اور سلیمان کو (شریعت اور ملک داری) کا علم عطا فرمایا اور ان دونوں نے (ادائے شکر کے لئے) کہا کہ تمام تعریفیں اللہ کے لئے سزاوار ہیں جس نے ہم کو اپنے بہت ایمان والے بندوں پر فضیلت دی اور (داؤد کی وفات کے بعد ان کے) قائم مقام سلیمان ہوئے اور انہوں نے (اظہار شکر کے لئے) کہا کہ اے لوگو: ہم کو پرندوں کی بولی سمجھنے کی تعلیم دی گئی ہے اور ہم کو (سامان سلطنت کے متعلق) ہر قسم کی (ضروری) چیزیں دی گئی ہیں۔ واقعی یہ (اللہ تعالیٰ) کا صاف فضل ہے اور سلیمان کے لئے (جو) ان کا لشکر جمع کیا گیا (تھا ان میں) جن بھی (تھے) اور انسان بھی اور پرندے بھی (جو کسی بادشاہ کے مسخر نہیں ہوتے) اور (پھر تے بھی اس کثرت سے تھے) ان کو (چلنے کے وقت روکا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ چیونٹیوں کے ایک میدان میں آئے تو ایک چیونٹی نے دوسری چیونٹیوں سے) کہ کہا اے چیونٹیوں اپنے اپنے سوراخوں میں جا گھسو کہیں تم کو سلیمانؑ اور ان کا لشکر بے خبری میں نہ کچل ڈالیں۔ سو سلیمان اس کی بات سے مسکراتے ہوئے ہنس پڑے اور کہنے لگے کہ اے میرے رب مجھ کو اس پر مداومت دے کہ میں آپ کی ان نعمتوں کا شکر کیا کروں جو آپ نے مجھ کو اور میرے ماں باپ کو عطا فرمائی ہیں اور (اس پر بھی مداومت دیجئے کہ میں نیک کام کیا کروں) جس سے آپ خوش ہوں اور مجھ کو اپنی رحمت (خاصہ) سے اپنے اعلیٰ درجہ کے نیک بندوں میں داخل رکھیے۔

تفسیر: قصہ سوم داؤد علیہ السلام اجمالاً وسلیمان علیہ السلام تفصیلاً: وَلَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ وَسُلَیْمٰنَ عِلْمًا (الی قوله تعالی) وَاَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِكَ فِیْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۹﴾

اور ہم نے داؤد (علیہ السلام) اور سلیمان (علیہ السلام) کو (شریعت اور ملک داری کا) علم عطا فرمایا اور اُن دونوں نے (ادائے شکر کے لئے) کہا کہ تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے سزاوار ہے جس نے ہم کو اپنے بہت سے ایمان والے بندوں پر فضیلت دی اور داؤد (علیہ السلام کی وفات کے بعد اُن) کے قائم مقام سلیمان (علیہ السلام) ہوئے (یعنی اُن کو سلطنت وغیرہ ملی) اور انہوں نے (اظہار شکر وتحدیث بالنعمت کے لئے) کہا کہ اے لوگو! ہم کو پرندوں کی بولی (سمجھنے) کی تعلیم کی گئی ہے (جو اور سلاطین کو میسر نہیں) اور ہم کو (سامان سلطنت کے متعلق) ہر قسم کی (ضروری) چیزیں دی گئی ہیں (جیسے فوج ولشکر مال وآلات حرب وغیرہا) واقعی یہ (اللہ تعالیٰ کا) صاف فضل ہے اور سلیمان (علیہ السلام) کے پاس سامان سلطنت بھی عجیب وغریب تھا چنانچہ اُن کے لئے (جو) اُن کا لشکر جمع کیا گیا (تھا اُن میں) جن بھی (تھے) اور انسان بھی اور پرندے بھی (جو کسی بادشاہ کے مسخر نہیں ہوتے) اور (پھر تھے بھی اس کثرت سے کہ) اُن کو (چلنے کے وقت) روکا جا(یا کر) تا تھا (تا کہ متفرق نہ ہو جاویں پیچھے والے بھی پہنچ جاویں۔ یہ بات عادۃً غایت کثرت میں ہوتی ہے' کیونکہ تھوڑے مجمع میں تو اگلا آدمی خود ہی ایسے وقت رُک جاتا ہے اور بڑے مجمع میں اگلوں کو پچھلے کی خبر بھی نہیں ہوتی' اس لئے اس کا انتظام کرنا پڑتا ہے۔ ایک بار اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ تشریف لئے جاتے تھے) یہاں تک کہ جب وہ چیونٹیوں کے ایک میدان میں آئے تو ایک چیونٹی نے (دوسری چیونٹیوں سے) کہا کہ اے چیونٹیو! اپنے اپنے سوراخوں میں جا گھسو۔ کہیں تم کو سلیمان اور اُن کا لشکر بے خبری میں نہ کچل ڈالیں۔ سو سلیمان (علیہ السلام نے اُس کی بات سنی اور) اُس کی بات سے (متعجب ہو کر اس صغر جثہ پر یہ ہوشیاری اور احتیاط) مسکراتے ہوئے ہنس پڑے اور (یہ دیکھ کر کہ میں اس کی بولی سمجھ گیا جو کہ معجزہ ہونے کی وجہ سے ایک نعمت عظیمہ ہے اور نعمتیں بھی یاد آ گئیں اور) کہنے لگے کہ اے میرے رب مجھ کو اس پر مداومت دیجئے کہ میں آپ کی اُن نعمتوں کا شکر کیا کروں جو آپ نے مجھ کو اور میرے ماں باپ کو عطا فرمائی ہیں (ایمان اور علم سب کو اور نبوت خود کو اور والد کو) اور (اس پر بھی مداومت دیجئے کہ) میں نیک کام کیا کروں جس سے آپ خوش ہوں (یعنی عمل مقبول عنایت

ہو کیونکہ اگر فی نفسہ صالح ہو اور بوجہ اخلال آداب وشرائط کے مقبول نہ ہو وہ غیر مطلوب ہے) اور مجھ کو اپنی رحمت (خاصہ) سے اپنے (اعلیٰ درجہ کے) نیک بندوں (یعنی انبیاء) میں داخل رکھئے (یعنی قرب کو کبھی مبدل بہ بُعد نہ کیجئے)۔ **ف**: فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيْرٍ اس لئے فرمایا کہ بعض انبیاء علیہم السلام کو حق تعالیٰ نے اُن پر فضیلت دی ہے۔ کما قال تعالیٰ: وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ [الأسراء: ۵۵] اور وَوَرِثَ سے مراد وہ میراث اصطلاحی نہیں ہے کیونکہ حدیث میں تصریح ہے کہ وہ میراث انبیاء علیہم السلام کے مال میں نہیں ہوتی بلکہ محض جانشینی اشاعت احکام واصلاح انام اور ملکی انتظام میں اور ظاہر ہے کہ یہ اموال نہیں ہیں اور روح میں کلینی سے ابوعبداللہ یعنی حضرت جعفر صادق کا قول نقل کیا ہے ان سلیمان ورث داؤد وان محمد ﷺ ورث سلیمان اور ظاہر ہے کہ جملہ ثانیہ میں میراث اصطلاحی کا احتمال ہی نہیں۔ پس یہ قرینہ ہے تفسیر جملہ اولیٰ کا اور عُلِّمْنَا میں صیغہ جمع کا داؤد علیہ السلام کو شامل کرنے کے لئے نہیں ہے کہ اُن کا سمجھنا منطق الطیر کو ثابت نہیں بلکہ شاہانہ محاورہ ہے جس سے مقصود ترفع نہیں بلکہ رعایا پر رعب بٹھلانا تا کہ حدود الطاعۃ فی الشرع سے خارج نہ ہوں اور قصہ نمل سے معلوم ہوتا ہے کہ جانوروں کی بولی سمجھنے میں صرف طیر کی تخصیص نہ تھی بلکہ غیر طیر کی بھی سمجھتے تھے۔ باقی اس کی تصریح نہیں ہے کہ کوئی صنف حیوانات کی اس سے مستثنیٰ تھی یا نہیں اور ظاہر یہ ہے کہ یہ جانور آدمیوں کی بولی نہ بولتے تھے بلکہ وہی اصوات جن کو حیوانات اپنی اغراض ومقاصد کے لئے استعمال کرتے ہیں سلیمان علیہ السلام کو مفہوم ہو جاتی تھیں اور حاجت کے وقت وہ طیور اُن کے کلام کو سمجھ لیتے تھے جیسا قصہ ہدہد سے معلوم ہوتا ہے اور قصہ نمل وہدہد سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض باتیں مدرکات عقلیہ میں سے حیوانات بھی سمجھتے ہیں اس کی نفی پر کوئی دلیل نہیں اور ممکن ہے کہ ان میں کچھ عقل ضعیف ہو لیکن وہ مکلّف ہونے کے لئے کافی نہ ہو جیسے صبی ومعتوہ کو مکلّف نہیں کیا گیا اور نملہ کے اس کلام کے وقت یا تو آپ کا لشکر زمین پر چلتا ہوگا اور اگر ہوا پر سفر تھا تو وہاں اُترنے کا ارادہ ہوگا اور نملہ کو بالہام الٰہی سلیمان علیہ السلام کی اور اُن کے لشکر کی اور اس ارادہ کی معرفت ہوگئی ہوگی اور قدرت کے سامنے سب آسان ہے اور ضَاحِكًا سے ثبوت ضحک کا انبیاء علیہم السلام سے ہوتا ہے اور حدیث میں جو حضور ﷺ سے اس کی نفی آئی ہے مراد اس سے نفی عادت کی ہے نہ نفی بالکلیہ **فلا یرد ما ورد من وقوع الضحک فی بعض الروایات** اور سلیمان علیہ السلام اگر دنیا بھر کے بادشاہ مان لئے جاویں تو تدریج کا قائل ہونا چاہئے تا کہ ملک بلقیس کا اس وقت تک آپ کے قبضہ میں نہ آنا موجب اشکال نہ ہو۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ...... آیت اس پر دال ہے کہ کاملین میں غلبہ فنا کے آثار کا ہر وقت مستمر رہنا لازم نہیں۔ چنانچہ دونوں حضرات فنا کے اعلیٰ مقام پر تھے اور باوجود اس کے ان کو اپنے کمالات کی طرف التفات ہوا اور ظاہر ہے کہ یہ التفات غلبہ آثار فنا کے ساتھ مجتمع نہیں ہو سکتا۔ دوسرے اس سے یہ معلوم ہوا کہ اظہار نعمت عجب وکبر میں داخل نہیں البتہ جو بڑھ کر عجب وکبر ہو جائے وہ مذموم ہے۔ قولہ تعالیٰ: وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ آیت سے معلوم ہوا کہ منتہی کے لئے مال وملک میں اور کمال میں تنافی نہیں۔ قولہ تعالیٰ: لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ...... اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء واولیاء کو علم غیب نہیں۔

اللغات: قوله فهم يوزعون من الوزع وهو الحبس اى يحبس اولهم لآخرهم من الكثرة قوله اوزعنى اجعلنى ازع شكرك اى اكفه وارتبطه لا ينفلت عنى وهو مجاز عن الملازمة والمداومة قوله حتى ابتدائية۱۲۔ قوله اتوا على واد النمل فى الخازن اى اشرفوا على واد النمل قوله نملة التاء للوحدة وتانيث الفعل لمراعاة ظاهر التانيث ۱۲۔

النحو: قوله لا يحطمنكم فالجملة استيناف ولا يحسن ان يكون جواب الامروان جوزه الزمخشرى قال صاحب الاعراب جواب الامر لا يؤكد بالنون فى الاختيار وفى الروح تعقب (الزمخشرى) بان دخول النون فى جواب الشرط مخصوص بضرورة الشعر ۱۲۔

البلاغة: قوله فضلنا على كثير و يلزمه فضل بعضا علينا بحكم العرف من طرح التساوى فى مثله عن الاعتبار وجعل التقابل بين المفضل و المفضل عليه الا ترى انهم اذا قالوا لا افضل من زيد فهم انه افضل من الكل كذا فى الروح ۱۲۔

قوله جنوده من الجن التخصيص بالثلاثة لا ينفى غير هالان فى خبر اخرجه الحاكم كما فى الروح عن محمد بن كعب ما هو ظاهر فى تسخير الوحش له عليه السلام وتقديم الجن للمسارعة الى الايذان بكمال قوة ملكه عليه السلام وعزة سلطانه من اول الامر لما ان الجن طائفة عاتية وقبيلة باغية ولم يقدم الطير على الانس مع ان تسخيرها اشق ايضا واول على قوة الملك لئلا يفصل بين الجن والانس المتقابلين والمشتركين فى كثير من الاحكام كذا فى الروح قلت ولم يقدم الطير على الجن لان تسخير الجن اشق من تسخير الطير فان بعض الطيور لسخيرة عامة الناس۔ قوله لا يحطمنكم النهى فى الظاهر لسليمان عليه السلام وجنوده وهو فى الحقيقة نهى على طريق الكناية للنمل عن التوقف حتى تحطم قوله لا يشعرون فيه مراعاة حسن الادب۔ قوله فتبسم ضاحكا۔ اعنى

قد تجاوز حدالتبسم الی الضحک ولم یقل فتبسم لیکون المقصود[1] بالافادة التجاوز الی الضحک۔ وفیه اشعار بقوة تاثیر قولها فیه علیه السلام ولم یقل ضحک لانه لا یدل علی هذا التجاوز من التبسم الی الضحک الدال علی قوة التاثیر بحیث شرع فی التبسم علی عادته لکنه بلغ الی ما یخالف العادة من الضحک ۱۲۔

الحواشی :قوله لیکون متعلق بالنفی ای لم یقل والمعنیٰ انه لو قال فتبسم فقط بدون قوله ضاحکا لم یدل علی ماهو المقصود بالافادة من التجاوز الی الضحک ۱۲ منه۔

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَا أَرَى الْهُدْهُدَ أَمْ كَانَ مِنَ الْغَائِبِينَ ﴿٢٠﴾ لَأُعَذِّبَنَّهُ عَذَابًا شَدِيدًا أَوْ لَأَذْبَحَنَّهُ أَوْ لَيَأْتِيَنِّي بِسُلْطَانٍ مُبِينٍ ﴿٢١﴾ فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيدٍ فَقَالَ أَحَطْتُ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهِ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَإٍ بِنَبَإٍ يَقِينٍ ﴿٢٢﴾ إِنِّي وَجَدْتُ امْرَأَةً تَمْلِكُهُمْ وَأُوتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيمٌ ﴿٢٣﴾ وَجَدْتُهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُونَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُونَ ﴿٢٤﴾ أَلَّا يَسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُونَ وَمَا تُعْلِنُونَ ﴿٢٥﴾ اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ۩ ﴿٢٦﴾ قَالَ سَنَنْظُرُ أَصَدَقْتَ أَمْ كُنْتَ مِنَ الْكَاذِبِينَ ﴿٢٧﴾ اذْهَبْ بِكِتَابِي هَٰذَا فَأَلْقِهْ إِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُونَ ﴿٢٨﴾

السجدۃ

اور (ایک بار یہ قصہ ہوا کہ) سلیمانؑ نے پرندوں کی حاضری لی تو ہد ہد کو نہ دیکھا فرمانے لگے کہ یہ کیا بات ہے کہ ہد ہد نہیں دیکھتا کیا کہیں غائب ہو گیا ہے میں اس کو (غیر حاضری) پر سخت سزا دوں گا یا اس کو ذبح کر ڈالوں گا۔ یا وہ کوئی صاف حجت (اور عذر غیر حاضری کا) میرے سامنے پیش کرے۔ سوتھوڑی ہی دیر میں وہ آ گیا اور (سلیمانؑ سے) کہنے لگا کہ میں ایسی بات معلوم کر کے آیا ہوں جو آپ کو معلوم نہیں ہوئی اور اجمالی بیان اس کا یہ ہے کہ میں آپ کے پاس قبیلہ سبا کی ایک تحقیقی خبر لایا ہوں۔ میں نے ایک عورت کو دیکھا کہ وہ ان لوگوں پر بادشاہی کر رہی ہے اور اس کو (سلطنت کے لوازم میں سے) ہر قسم کا سامان میسر ہے اور اس کے پاس ایک بڑا اور قیمتی تخت ہے۔ میں نے اس کو اور اس (عورت) کی قوم کو دیکھا کہ وہ اللہ (کی عبادت) کو چھوڑ کر آفتاب کو سجدہ کرتے ہیں اور شیطان نے ان کے (ان) اعمال (کفریہ) کو ان کی نظر میں مرغوب کر رکھا ہے اور ان کو راہ (حق) سے روک رکھا ہے۔ سو وہ راہ حق پر نہیں چلتے اور اس اللہ کو سجدہ نہیں کرتے جو (ایسا قادر ہے کہ) آسمان اور زمین کی پوشیدہ چیزوں کو (جن میں بارش اور نباتات بھی ہے) باہر لاتا ہے اور (ایسا عالم ہے کہ) تم لوگ جو کچھ (دل میں) پوشیدہ رکھتے ہو اور جو (کچھ زبان وغیرہ سے) ظاہر کرتے ہو وہ سب کو جانتا ہے (پس) اللہ تعالیٰ ہی ایسا ہے کہ اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور وہ عرش عظیم کا مالک ہے۔ سلیمانؑ نے (یہ سن کر) فرمایا کہ ہم ابھی دیکھے لیتے ہیں کہ تو سچ کہتا ہے یا جھوٹوں میں سے ہیں۔ (اچھا) میرا خط لے جا اور اسکو اسکے پاس ڈال دینا پھر (ذرا وہاں سے) سے ہٹ جانا پھر دیکھنا کہ آپس میں کیا سوال جواب کرتے ہیں۔

تفسیر: تمہ: وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ (الی قوله تعالیٰ) فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُونَ" اور (ایک بار یہ قصہ ہوا کہ) سلیمان (علیہ السلام) نے پرندوں کی حاضری لی تو (ہد ہد کو نہ دیکھا) فرمانے لگے کہ کیا بات ہے کہ میں ہد ہد کو نہیں دیکھتا۔ کیا کہیں غائب ہو گیا ہے (اور جب محقق ہو گیا کہ واقع میں غائب ہے تو فرمانے لگے کہ) میں اُس کو (غیر حاضری پر) سخت سزا دوں گا یا اُس کو ذبح کر ڈالوں گا یا وہ کوئی صاف حجت (اور عذر غیر حاضری کا) میرے سامنے پیش کرے (تو خیر چھوڑ دوں گا) سو تھوڑی ہی دیر میں وہ آ گیا اور (سلیمان علیہ السلام سے) کہنے لگا کہ میں ایسی بات معلوم کر کے آیا ہوں جو آپ کو معلوم نہیں ہوئی اور (اجمالی بیان اس کا یہ ہے کہ) میں آپ کے پاس قبیلۂ سبا کی ایک تحقیقی خبر لایا ہوں (جس کا تفصیلی بیان یہ ہے کہ) میں نے ایک عورت کو دیکھا کہ وہ اُن لوگوں پر بادشاہی کر رہی ہے اور اُس کو (سلطنت کے لوازم میں سے) ہر قسم کا سامان میسر ہے اور اُس کے پاس ایک بڑا (جثہ میں بھی اور قیمت میں بھی) تخت ہے (اور مذہبی حالت اُن کی یہ ہے کہ) میں نے اُس (عورت) کو اور اُس کی قوم کو دیکھا کہ وہ خدا (کی عبادت) کو چھوڑ کر آفتاب کو سجدہ کرتے ہیں اور شیطان نے ان کے (ان) اعمال (کفریہ) کو ان کی نظر میں مرغوب کر رکھا ہے اور (اس تزئین کے سبب) ان کو راہ (حق) سے روک رکھا ہے سو وہ راہ (حق) پر نہیں چلتے کہ اس خدا کو سجدہ نہیں کرتے جو (ایسا قادر ہے کہ) آسمان اور زمین کی پوشیدہ چیزوں کو (جن میں سے مطر اور نبات بھی ہے) باہر لاتا ہے اور (ایسا عالم ہے کہ) تم لوگ (یعنی جمیع مخلوق) جو کچھ (دل میں) پوشیدہ رکھتے ہو اور جو کچھ (زبان و جوارح سے) ظاہر کرتے ہو وہ سب کو جانتا ہے (پس) اللہ ہی ایسا ہے کہ اُس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور وہ عرش عظیم کا مالک ہے۔ سلیمان (علیہ السلام) نے (یہ سن کر) فرمایا کہ ہم ابھی دیکھے لیتے ہیں کہ تو سچ کہتا ہے یا تو جھوٹوں میں سے ہے (اچھا)

میرا یہ خط لے جا اور اُس کو اُن کے پاس ڈال دینا پھر (ذرا وہاں سے) ہٹ جانا پھر دیکھنا کہ آپس میں کیا سوال و جواب کرتے ہیں (پھر تو یہاں چلا آنا' وہ لوگ کچھ کارروائی کریں گے' اُس سے تیرا سچ جھوٹ معلوم ہو جاوے گا) ف: یا تو طیور کو کچھ خدمتیں سپرد کر رکھی ہوں گی اس لئے حاضری لی یا یہ کہ محض انضباط و انتظام کے لئے مثل امرائے اجناد کے ایسا کیا اور لا عذبنه سے معلوم ہوا کہ حیوانات کو تعلیم کے لئے تادیب جائز ہے اور دفع اذی کے لئے قتل بھی جائز ہے جہاں تادیب و دفع اذی مرتب ہو ورنہ نہیں۔ مثلاً ہدہد نہ قابل تادیب ہے نہ اُس سے کوئی ایذاء پہنچتی ہے بخلاف اس حالت کے کہ غیر حاضری پر تادیب نافع ہوتی اور عصیان ایک ایذاء ہے اور چونکہ ہدہد کا علم ایک واقعہ جزئیہ حسیہ کے ساتھ متعلق ہوا ہے اس سے تفضیل علم نبی پر لازم نہیں آتی اور مطلب اس قول ہدہد کا یہ ہے کہ میری غیر حاضری عصیاناً نہ تھی بلکہ من وجہ امتثالاً تھی کہ آپ ہی کی خدمت میں لگا تھا اور سبا ایک شخص کا نام تھا۔ پھر اُس کی اولاد کو کہنے لگے یہ لوگ یمن میں آباد تھے پھر اُن کے شہر کو بھی جس کا نام مآرب تھا سبا کہنے لگے جو صنعاء سے تین دن کے فاصلہ پر ہے۔ بلقیس اُسی خاندان میں سے ہے اور یعرب بن قحطان کی اولاد میں ہونے کی وجہ سے زبان اُن کی عربی تھی اور خط سلیمان علیہ السلام کا یا تو عربی میں ہوگا گو خود عربی نہیں ہیں لیکن جو شخص منطق الطیر کا علم رکھتا ہے منطق الانسان کا علم اُس کو کیا مشکل ہے یا اپنی زبان میں ہوگا اور وہاں ترجمہ کرالیا ہوگا اور مذہب ان لوگوں کا ہدہد نے شاید اس لئے بیان کیا ہو کہ ترغیب دعوت جہاد کی مقصود ہو۔ اور ہٹ جانے کا حکم جو ہدہد کو دیا گیا اس میں تعلیم ہے تہذیب و ادب مجالس ملوک کی۔ اور ہدہد ہی کی معرفت خط بھیجنا اس لئے کہ اسی کے صدق و کذب کا امتحان کرنا تھا۔ اور ہماری شریعت میں عورت کو بادشاہ بنانے کی ممانعت ہے۔ پس بلقیس کے قصہ سے کوئی شبہ نہ کرے۔ اول تو یہ فعل مشرکین کا تھا' دوسرے اگر شریعت سلیمانیہ نے اس کی تقریر بھی کی ہو تو شرع محمدی میں اس کے خلاف ہوتے ہوئے وہ حجت نہیں اور ظاہر یہ ہے کہ یہ تمام کلام ذات وصفات کے متعلق قول ہدہد کا ہے۔ اوپر کی آیات کے ذیل میں گزر چکا ہے کہ قدر قلیل قوت عقلیہ حیوانات میں محتمل ہے اور بلقیس کے تخت کا بالتخصیص ذکر کرنا اُس کے عجیب اور اُس وقت کے ملوک کے اعتبار سے نایاب ہونے کی وجہ سے ہوگا اور یہ بھی ممکن ہے کہ سلیمان علیہ السلام کو ایسے تخت بنوانے کا باوجود استطاعت کے اہتمام نہ ہوا ہو۔ اور فَانْظُرْ مَاذَا یَرْجِعُوْنَ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہدہد علاوہ سلیمان علیہ السلام کے دوسروں کا کلام بھی سمجھتا تھا' سو یہ بھی معجزۂ سلیمانی ہوگا۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا ہدہد کی یہ تقریر اس پر دال ہے کہ بہائم میں بقدر ضرورت عقل و معرفت موجود ہے۔

ملحقات الترجمۃ: ا۔ قوله في تول ذرا ہٹ جا ناحمل عليه لان التولي بالكلية ينافي قوله ثم انظر كذا في الروح ۱۲۔

اختلاف القراءۃ: قرأ الكسائي الا يسجدوا بتخفيف اللام على ان الاحرف تحضيض ويا للنداء واسجدوا صيغة الامر لكن لم ترسم الف يأفي الخط والمنادى محذوف والمعنى الا ياقوم اسجدوا ۱۲۔

اللغات: رب العرش العظيم۔ حسن موقع لمقابلة ذكر عرش بلقيس قوله ام كنت من الكذبين لم يقل كذبت اشارة الى ان الكذب في حضرة الملوك لا يكون الا ممن هو راسخ في الكذب معتادله معدود وفي الكاملين فيه تخفون فيه تغليب للحاضر على الغائب ۱۲۔
الخبْ مصدر بمعنى مخبوء ۱۲۔

النحو: الا يسجدوا اى دابهم ان لا يسجدوا ۱۲۔

قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّيْٓ اُلْقِيَ اِلَيَّ كِتٰبٌ كَرِيْمٌ ﴿۲۹﴾ اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۳۰﴾ اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِيْ فِيْٓ اَمْرِيْ ۚ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً اَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ ﴿۳۲﴾ قَالُوْا نَحْنُ اُولُوْا قُوَّةٍ وَّاُولُوْا بَاْسٍ شَدِيْدٍ ۙ وَّالْاَمْرُ اِلَيْكِ فَانْظُرِيْ مَاذَا تَاْمُرِيْنَ ﴿۳۳﴾ قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً ۚ وَكَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَاِنِّيْ مُرْسِلَةٌ اِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ فَنٰظِرَةٌۢ بِمَ يَرْجِعُ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۳۵﴾ فَلَمَّا جَآءَ سُلَيْمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ ۡ فَمَآ اٰتٰىنِۦَ اللّٰهُ خَيْرٌ مِّمَّآ اٰتٰىكُمْ ۚ بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ ﴿۳۶﴾ اِرْجِعْ اِلَيْهِمْ فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَآ اَذِلَّةً وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿۳۷﴾

ع ۲ ۱۷

بلقیس نے (پڑھ کر اپنے سرداروں سے مشورہ کے لئے) تمہارے پاس ایک خط (جس کا مضمون) نہایت باوقعت (ہے) ڈالا گیا ہے۔ وہ سلیمٰن کی طرف سے ہے اور اس

میں یہ (مضمون) ہے (اول) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (اور اس کے بعد یہ کہ) تم لوگ (یعنی بلقیس اور سب اعیان سلطنت جن کے ساتھ عوام وابستہ ہیں) میرے مقابلہ میں تکبیر نہ کرو اور میرے پاس مطیع ہو کر چلے آؤ۔ بلقیس نے کہا کہ اے اہل دربار تم کو مجھ کو اس معاملہ میں رائے دو (کہ مجھ کو سلیمانؑ کے ساتھ کیا معاملہ کرنا چاہئے اور) میں کسی بات کا قطعی فیصلہ نہیں کرتی جب تک کہ تم لوگ میرے پاس موجود نہ ہو۔ وہ لوگ کہنے لگے کہ ہم بڑے طاقتور اور بڑے لڑنے والے ہیں اور (آئندہ) اختیار تم کو ہے سو تم (مصلحت) دیکھ لو جو کچھ (تجویز کر کے حکم دینا ہو بلقیس کہنے لگی کہ والیان ملک کا قاعدہ ہے کہ) جب بستی میں (مخالفانہ طور پر) داخل ہوتے ہیں۔ تو اس کو تہ و بالا کر دیتے ہیں اور اس کے رہنے والوں میں جو عزت دار ہیں ان کو (ان کا زور گھٹانے کے لئے) ذلیل کیا کرتے ہیں اور یہ لوگ بھی ایسا ہی کریں گے اور میں ان لوگوں کے پاس کچھ ہدیہ بھیجتی ہوں پھر دیکھوں گی کہ وہ فرستادے (وہاں سے) کیا جواب لے کر آتے ہیں۔ سو جب وہ فرستادہ سلیمانؑ کے پاس (اور تحفے پیش کئے تو سلیمان نے) فرمایا کہ تم لوگ (یعنی بلقیس وغیرہ) مال سے میری امداد کرتے ہو سو (سمجھ رکھو کہ اللہ نے جو کچھ مجھ کو دے رکھا ہے وہ اس سے کہیں بہتر ہے جو تم کو دے رکھا ہے ہاں تم ہی اپنے اس ہدیہ پر اتراتے ہو گے (سو یہ تحفے ہم نہ لیں گے) تم (ان کو لے کر) ان لوگوں کے پاس لوٹ جاؤ ہم ان پر ایسی فوجیں بھیجتے ہیں کہ لوگوں سے ان کا ذرا مقابلہ نہ ہو سکے گا۔ ہم ان کو وہاں سے ذلیل کر کے نکال دیں گے اور وہ (ہمیشہ کے لئے) ماتحت ہو جائیں گے۔

تفسیر: تمۂ قصہ: قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا (الی قولہ تعالی) وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَآ اَذِلَّةً وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ۝ (سلیمان علیہ السلام نے ہدہد سے یہ گفتگو کر کے بلقیس کے نام ایک خط لکھا جس کا مضمون آگے قرآن میں مذکور ہے اور ہدہد کو حوالہ کیا وہ اس کو منقار میں لے کر چلا اور خلوت میں یا مجلس میں بلقیس کے پاس ڈال دیا) بلقیس نے (پڑھ کر اپنے سرداروں کو مشورہ کے لئے جمع کیا اور) کہا کہ اے اہل دربار میرے پاس ایک خط (جس کا مضمون نہایت) باوقعت (اور عظیم الشان ہے) ڈالا گیا ہے (باوقعت اس لئے کہا کہ حاکمانہ مضمون ہے جس میں باوجود نہایت وجازت کے اعلیٰ درجہ کی بلاغت ہے اور) وہ سلیمان کی طرف سے ہے اور اس میں یہ (مضمون) ہے (اول[1]) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (اور اُس کے بعد یہ کہ) تم لوگ (یعنی بلقیس اور سب اعیان سلطنت جن کے ساتھ عوام بھی وابستہ ہیں) (میرے مقابلہ میں تکبرمت کرو اور میرے پاس مطیع ہو کر چلے آؤ (پس مقصود دعوت جمیع اہل سبا کی ہے اور یہ لوگ سلیمان علیہ السلام کا یا تو پہلے حال سن چکے ہوں گے گو سلیمان علیہ السلام ان لوگوں کو نہ جانتے ہوں اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بڑے آدمی چھوٹوں کو نہیں جانتے اور چھوٹے بڑوں کو جانا کرتے ہیں اور یا خط آنے کے بعد تحقیق کر لیا ہو گا اور مضمون خط کی اطلاع دینے کے بعد) بلقیس نے (یہ) کہا کہ اے اہل دربار تم مجھ کو میرے اس معاملہ میں رائے دو (کہ مجھ کو سلیمان علیہ السلام کے ساتھ کیا معاملہ کرنا چاہئے) اور میں (کبھی) کسی بات کا قطعی فیصلہ نہیں کرتی جب تک کہ تم میرے پاس موجود نہ ہو (اور اس میں شریک نہ ہو) وہ لوگ کہنے لگے کہ ہم (اپنی ذات سے ہر طرح حاضر ہیں اگر مقابلہ و مقاتلہ مصلحت سمجھا جاوے تو ہم) بڑے طاقتور اور بڑے لڑنے والے ہیں اور (آگے) اختیار تم کو ہے سو تم ہی (مصلحت) دیکھ لو جو کچھ (تجویز کر کے) حکم دینا ہو بلقیس کہنے لگی کہ (میرے نزدیک لڑنا تو مصلحت نہیں کیونکہ سلیمان صاحب ملک ہیں اور) والیان ملک (کا قاعدہ ہے کہ وہ) جب کسی بستی میں (مخالفانہ طور پر) داخل ہوتے ہیں تو اُس کو تہ و بالا کر دیتے ہیں اور اُس کے رہنے والوں میں جو عزت دار ہیں اُن کو (اُن کا زور گھٹانے کے لئے) ذلیل (وخوار) کیا کرتے ہیں اور (اُن سے مقاتلہ کیا جاوے تو ممکن ہے کہ ان ہی کو غلبہ ہو تو پھر) یہ لوگ بھی ایسا ہی کریں گے (تو بے ضرورت خلجان میں پڑنا خلاف مصلحت ہے سو قتال کو تو ابھی ملتوی کیا جاوے) اور (سردست یوں مناسب ہے کہ) میں ان لوگوں کے پاس کچھ ہدیہ[2] (کسی آدمی کے ہاتھ بھیجتی ہوں پھر دیکھوں گی کہ وہ فرستادے (وہاں سے) کیا (جواب) لے کر آتے ہیں (اُس وقت مکرر غور کیا جاوے گا۔ چنانچہ ہدایا تحائف کا سامان درست ہوا اور قاصد اُس کو لے کر روانہ ہوا) سو جب وہ فرستادہ سلیمان (علیہ السلام) کے پاس پہنچا اور (ہدایا پیش کئے) تو سلیمان (علیہ السلام) نے فرمایا کیا تم لوگ (یعنی بلقیس اور اہل بلقیس) مال سے میری امداد کر (ناچاہ) تے ہو (جو یہ ہدایا لائے ہو) سو (سمجھ رکھو کہ) اللہ نے جو کچھ مجھ کو دے رکھا ہے وہ اس سے کہیں بہتر ہے جو تم کو دے رکھا ہے (کیونکہ تمہارے پاس صرف دنیا ہے اور میرے پاس دین بھی اور دنیا تم سے زیادہ ہے۔ سو میں تو ان چیزوں کا حریص نہیں ہوں) ہاں تم ہی اپنے اس ہدیہ پر اتراتے ہو گے (سو یہ ہدایا ہم نہ لیں گے) تم (ان کو لے کر) ان لوگوں کے پاس لوٹ جاؤ، سو (اگر وہ اب بھی ایمان لے آویں فبہا ورنہ) ہم اُن پر ایسی فوجیں بھیجتے ہیں کہ ان لوگوں سے ان کا ذرا مقابلہ نہ ہو سکے گا اور ہم ان کو وہاں سے ذلیل کر کے نکال دیں گے اور وہ (ذلت کے ساتھ ہمیشہ کے لئے) ماتحت (اور رعیت) ہو جاویں گے (یہ نہیں کہ نکالنے کے بعد آزادی سے چھوڑ دیئے جاویں کہ جہاں چاہیں چلے جاویں بلکہ ذلت دائمی لازم حال ہو جاوے گی)۔ **ف**: سلیمان علیہ السلام نے ان کو دعوت الی الاسلام کی تھی اور آنے سے مراد جسمانی حاضری نہیں ہے بلکہ اطاعت میں آنا اور ہدیہ کا لوٹانا اگر جزیہ اُن کی شریعت میں مشروع نہ ہو تو ظاہر ہے اور اگر مشروع ہو تو یہ ہدیہ جزیہ نہ تھا جو اطاعت کی علامت ہے بلکہ بلا اطاعت دوستی کا ذریعہ تھا، سو یہ مشروع نہیں الا بضرورت اور یہ امر کہ سلیمان علیہ السلام نے اپنے نبی ہونے پر دلیل قائم کرنے کے لئے کوئی معجزہ کیوں نہ پیش کیا۔ جواب اس کا یہ ہے کہ طلب کے وقت اس کی ضرورت ہے کیونکہ بعض کو انبیاء کے کمالات معنویہ سے نبوت کا یقین ہو جاتا ہے اور جس کو اس سے یقین نہ ہو وہ خود طلب کر سکتا

ہے اور چونکہ مضمون خط کا قرآن میں ممکن ہے کہ روایت بالمعنی کے طور پر مذکور ہو۔ اس لئے ضرور نہیں کہ بسم اللہ اسی طرح ہو۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: بَلْ اَنْتُمْ ...... اس سے معلوم ہوا کہ جب کفار کے ہدایا کے رد کر دینے میں دینی مصلحت ہو ان کا رد کر دینا مستحب ہے۔

ملحقات الترجمۃ: اقوله فى وانه بسم الله (اول) فيه اشارة الى ان بسم الله الرحمٰن الرحيم كان مكتوبا فى اول الكتاب واسم سليمٰن عليه السلام لم يكن مقدما عليه كما يفهم من الروح وفيه ايضًا وفى الروح وعلمها بانه من سليمٰن يجوز ان يكون لكتابة اسمه بعد وجوز ان يكون لكتابة فى ظاهر الكتاب وباطن الكتاب بسم الله الخ ۱۲۔ ۲ قوله فيه اشارة الى كون الهدية مفعولا للارسال بزيادة الباء وزيادة الباء فى الاثبات محتاج الى النقل ولم تظهر به فى الكتب المتداولة ولكن المنجد صرح بصحة حيث قال ارسل به اليه ويؤيده ظاهر صنيع جامع البيان حيث قال بهدية بايادى رسل ويوافقه تراجم اكابر الدهلى قدس اسرارهم واختار بعضهم تقدير المعمول الارسال كما يظهر من الكشاف ولعل الراجع هو الثانى فليراجع ۱۲۔

اللغات: قوله افتونى فى الروح عن المغرب اشتقاق الفتوى من الفتى لانها جواب فى حادثة او احداث بحكم او تقوية لبيان مشكل قوله قبل مقابلة ۱۲۔

النحو: ان لا تعلوا ان مفسرة بمعنى اى لا تعلو على انه تفسير لمضمون بلفظه او بمعناه۔ قوله فلما جاء اى الرسول المدلول عليه بقرينة المقام۔ قوله منها اى من بلدتهم المدلول عليها بقرينة المقام۔

البلاغۃ: قوله القى بناء ه للمفعول لعدم الاهتمام بالفاعل او لعدم علمها به قوله اتمدونن فيه تغليب الحاضر على الغائب ۱۲۔

قَالَ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِىْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِىْ مُسْلِمِيْنَ ﴿۳۸﴾ قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ وَاِنِّىْ عَلَيْهِ لَقَوِىٌّ اَمِيْنٌ ﴿۳۹﴾ قَالَ الَّذِىْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ ۚ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّىْ ۖ لِيَبْلُوَنِىْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ۖ وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّىْ غَنِىٌّ كَرِيْمٌ ﴿۴۰﴾ قَالَ نَكِّرُوْا لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرْ اَتَهْتَدِىْٓ اَمْ تَكُوْنُ مِنَ الَّذِيْنَ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۴۱﴾ فَلَمَّا جَآءَتْ قِيْلَ اَهٰكَذَا عَرْشُكِ ۖ قَالَتْ كَاَنَّهٗ هُوَ ۚ وَاُوْتِيْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَكُنَّا مُسْلِمِيْنَ ﴿۴۲﴾ وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۖ اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ﴿۴۳﴾ قِيْلَ لَهَا ادْخُلِى الصَّرْحَ ۚ فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّكَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا ۚ قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ ۗ قَالَتْ رَبِّ اِنِّىْ ظَلَمْتُ نَفْسِىْ وَاَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۴﴾ ع ۳ / ۱۳ / ۱۸

سلیمان (کو وحی سے یا کسی طیرہ وغیرہ کے ذریعہ سے اس کا چلنا معلوم ہوا تو انہوں نے) فرمایا کہ اے دربار تم میں کوئی ایسا ہے جو اس بلقیس کا تخت قبل اس کے کہ وہ لوگ میرے پاس مطیع ہو کر آئیں حاضر کر دے۔ ایک قوی ہیکل جن نے جواب عرض کیا کہ وہ اس کو آپ کی خدمت میں حاضر کر دوں گا قبل اس کے کہ آپ اپنے اجلاس سے اٹھیں اور (گو وہ بہت بھاری ہے) مگر میں اس کے لانے پر طاقت رکھتا ہوں (اور وہ گو بڑا قیمتی مرصع جواہرات سے ہے) مگر امانتدار بھی ہوں۔ جس کے پاس کتاب کا علم تھا (غرض) اس (علم والے) نے اس جن سے کہا کہ میں اس کو تیرے سامنے تیری آنکھ جھپکنے سے پہلے لا کھڑا کر سکتا ہوں۔ جب سلیمانؑ نے اس کو اپنے روبرو رکھا دیکھا۔ تو خوش ہو کر شکر کے طور پر کہنے لگے کہ یہ میرے پروردگار کا ایک فضل تا کہ وہ میری آزمائش کرے کہ میں شکر گزار رہوں یا (خدانخواستہ) ناشکری کرتا ہوں اور (ظاہر ہے کہ) جو شخص شکر کرتا ہے وہ اپنے ہی نفع کے لئے کرتا ہے (اللہ کا کوئی نفع نہیں) اور (اسی طرح) جو ناشکری کرتا ہے میرا رب غنی ہے کریم ہے۔ اس کے بعد سلیمانؑ (بلقیس کی عقل آزمانے کے لئے) حکم دیا کہ اس کے لئے اس کے تخت کی صورت بدل دو ہم دیکھیں اسکو اس کا پتہ لگتا ہے یا اس کا انہی میں شمار ہوتا ہے جن کو (ایسی باتوں کا) پتہ نہیں لگتا۔ (سلیمانؑ نے یہ سب سامان کر رکھا تھا پھر بلقیس پہنچی) سو جب بلقیس آئی تو اس سے (تخت دکھا کر) کہا گیا کہ کیا تمہارا تخت ایسا ہی ہے وہ کہنے لگی کہ ہاں

ہے تو ایسا ہی اور (یہ بھی کہا) ہم لوگوں کو تو اس واقعہ سے پہلے ہی آپ کی نبوت کی تحقیق ہو چکی ہے اور ہم اسی وقت سے دل سے مطیع ہو چکے ہیں (اور اس کا ایمان لانے سے) غیر اللہ کی عبادت نے (جس کی اس کو عادت تھی) روک رکھا تھا (اور وہ عادت) اس لئے پڑ گئی تھی کہ وہ کافر قوم میں کی تھی۔ بلقیس سے کہا گیا کہ اس محل میں داخل ہو (وہ چلی راہ میں حوض آیا) تو جب اس کا صحن دیکھا تو اس کو پانی سے (بھرا ہوا سمجھا) اور (اس کے اندر گھسنے کے لئے) اپنی دونوں پنڈلیاں کھول دیں (اس وقت) سلیمان نے فرمایا کہ یہ تو ایک محل ہے جو شیشوں سے بنایا گیا ہے (اس وقت) بلقیس کہنے لگی کہ اے میرے پروردگار میں نے (اب تک) اپنے نفس پر ظلم کیا تھا کہ شرک میں مبتلا تھی اور میں اب سلیمان کے ساتھ یعنی ان کے طریقہ پر ہو کر رب العالمین پر ایمان لائی۔ ۞

تفسیر: تمۂ قصہ: قَالَ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا (الی قولہ تعالیٰ) نَنْظُرْ اَتَهْتَدِيْٓ اَمْ تَكُوْنُ مِنَ الَّذِيْنَ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۴۱﴾ (غرض وہ قاصد وہ ہدایا لے کر واپس گیا اور سارا قصہ بلقیس سے بیان کیا مجموعہ حالات سے اُس کو کمالات سلیمانیہ کا علم اور نبوت کا یقین ہو گیا اور حاضر ہونے کے قصد سے اپنے ملک سے چلی) سلیمان (علیہ السلام کو وحی سے یا اور کسی طیر وغیرہ کے ذریعہ سے اس کا چلنا معلوم ہوا تو انہوں) نے (اپنے درباروالوں سے) فرمایا کہ اے اہل دربار! تم میں کوئی ایسا ہے جو اُس (بلقیس) کا تخت قبل اس کے کہ وہ لوگ میرے پاس مطیع ہو کر آویں حاضر کر دے (مسلمین قید واقعی ہے کیونکہ وہ لوگ اسی قصد سے آ رہے تھے تخت کا منگانا غالباً اس غرض سے ہے کہ وہ لوگ میرا معجزہ بھی دیکھ لیں کیونکہ اتنا بڑا تخت اور پھر اُس کا ایسے سخت پہروں میں اُس طور پر یکایک آ جانا کہ اطلاع تک نہ ہو عادتِ بشریہ سے خارج ہے اگر تسخیر جن سے ہے تب بھی خود بخود مسخر ہو جانا خارق عادت ہے اور اگر بواسطہ کرامت کسی ولی امت کے ہے تو ولی کی کرامت نبی کا معجزہ ہے اور اگر بلاواسطہ ہے تو براہِ راست معجزہ ہے۔ بہر حال ہر طور پر یہ اعجاز اور دلیل نبوت ہے۔ پس یہ مقصود ہو گا کہ کمالاتِ باطنیہ کے ساتھ کمالاتِ اعجازیہ بھی دیکھ لیں کہ ایمان واطمینان زائد ہو) ایک قوی ہیکل جن نے جواب (میں) عرض کیا کہ میں اُس کو آپ کی خدمت میں حاضر کر دوں گا قبل اس کے کہ آپ اپنے اجلاس سے اٹھیں اور (گو وہ بہت بھاری ہے مگر) میں اُس (کے لانے) پر طاقت رکھتا ہوں (اور گو بڑا قیمتی مرصع جواہرات سے ہے مگر میں) امانت دار (بھی) ہوں (اُس میں کوئی خیانت نہ کروں گا) جس کے پاس کتاب (الٰہی) یعنی توریت کا یا اور وحی کی ہوئی کتاب جس میں اسمائے الٰہیہ کی تاثیرات ہوں اس) کا علم تھا (اقرب یہ ہے کہ سلیمان علیہ السلام مراد ہیں' غرض) اُس (علم والے) نے (اُس جن سے) کہا کہ (بس تجھ میں تو اتنی ہی قوت ہے اور) میں اُس کو تیرے پاس تیری آنکھ جھپکنے سے پہلے لا کھڑا کر سکتا ہوں (کیونکہ میں قوت معجزہ سے لاؤں گا۔ چنانچہ آپ نے حق تعالیٰ سے دعا کی ویسے ہی یا کسی اسم الٰہی کے ذریعہ سے اور وہ تخت فوراً سامنے آ موجود ہوا) پس جب سلیمان (علیہ السلام) نے اُس کو اپنے روبرو دیکھا تو (خوش ہو کر شکر کے طور پر) کہنے لگے کہ یہ بھی میرے پروردگار کا ایک فضل ہے (کہ میرے ہاتھ سے یہ معجزہ ظاہر کیا) تا کہ وہ میری آزمائش کرے کہ میں شکر کرتا ہوں یا (خدانخواستہ) ناشکری کرتا ہوں اور (ظاہر ہے کہ) جو شخص شکر کرتا ہے وہ اپنے ہی نفع کے لئے شکر کرتا ہے (اللہ تعالیٰ کا کوئی نفع نہیں) اور (اسی طرح) جو ناشکری کرتا ہے (وہ بھی اپنا ہی نقصان کرتا ہے' اللہ تعالیٰ کا کوئی ضرر نہیں کیونکہ) میرا رب غنی ہے' کریم ہے (اس کے بعد) سلیمان (علیہ السلام) نے (بلقیس کی عقل آزمانے کے لئے) حکم دیا کہ اُس (کی عقل آزمانے) کے لئے اُس کے تخت کی صورت بدل دو (جس کے بہت سے طریقے ہو سکتے ہیں مثلاً جواہرات کے مواقع بدل دو یا اور کسی طرح) ہم دیکھیں اس کو اس کا پتہ لگتا ہے یا اس کا انہیں میں شمار ہے جن کو (ایسی باتوں کا) پتہ نہیں لگتا (پس اول صورت میں معلوم ہو گا کہ عاقل ہے اور عاقل سے حق فہمی کی زیادہ اُمید ہے اور اس کے حق پرستی کا اثر دوسروں تک بھی بہت متعدی ہوتا ہے اور دوسری صورت میں امید اور تعدیہ دونوں کم ہیں) **ف**: بعض روایات سیر میں اس عالم کا صحابۂ سلیمان علیہ السلام میں سے ہونا آیا ہے تو اَنَا اٰتِيْكَ میں خطاب سلیمان علیہ السلام کو ہو گا اور یہ اس صحابی کی کرامت تھی چونکہ اُمتی کی کرامت نبی کا معجزہ ہوتا ہے اس لئے آپ نے شکر ادا کیا لیکن بعض مفسرین نے یہ قول سلیمان علیہ السلام کا کہا ہے اور وجوہ متعددہ سے جو کہ کبیر میں مذکور ہیں یہی قول راجح معلوم ہوتا ہے۔ پس اس میں وضع مظہر موضع مضمر ہو گا اور اس صورت میں سوال سلیمان کا بطور امتحان اور اظہار عجز جنات کے ہو گا اور یہ غرض تقدیر[1] اول (یعنی اس ف میں جو اولاً مذکور ہے اور وہ یہ کہ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ کا مصداق کوئی صحابی ہوں ۱۲ منہ) پر بھی ہو سکتی ہے کہ آپ کو معلوم ہو کہ اس صحابی سے یہ کرامت صادر ہو گی اور سوال کرنا اور جنات کو سنانا اور دکھلانا ہو کہ جو قوت میرے مستفیدین میں ہے وہ تم میں بھی نہیں اور ہر حال میں کتاب کی تفسیر اگر توریت کے ساتھ کی جاوے تو اس وصف کو احصار عرش میں کوئی دخل نہ ہو گا محض مدح مقصود ہے۔

تمۂ قصہ: فَلَمَّا جَآءَتْ قِيْلَ اَهٰكَذَا عَرْشُكِ ؕ (الی قولہ تعالیٰ) وَاَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۴﴾ (سلیمان علیہ السلام نے یہ سب سامان کر رکھا پھر بلقیس پہنچی) سو جب بلقیس آئی تو اُس سے (تخت دکھا کر) کہا گیا (خواہ سلیمان علیہ السلام نے خود کہا ہو یا کسی سے کہلوایا ہو) کہ کیا تمہارا تخت ایسا ہی ہے۔ وہ کہنے لگی کہ ہاں ہے تو ویسا ہی (بلقیس سے اس طور پر اس لئے سوال کیا کہ اُس کی ہیئت تو بدل دی گئی تھی تو بمادتہ تو وہی تخت تھا اور بصورتہ وہ نہ تھا' اس لئے کاف تشبیہ کا بڑھا دیا گیا اور بلقیس اُس کو پہچان گئی اور اس کے بدل دینے کو بھی سمجھ گئی' اس لئے جواب بھی مطابق سوال کے دیا) اور (یہ بھی کہا کہ) ہم لوگوں کو

اس واقعہ سے پہلے ہی (آپ کی نبوت کی) تحقیق ہو چکی ہے اور ہم (اُسی وقت سے دل سے) مطیع ہو چکے ہیں (جب سے قاصد سے آپ کے کمالات معلوم ہوئے تھے' اس معجزہ کی چنداں حاجت نہ تھی) اور (چونکہ اس معجزہ کے قبل تصدیق واعتقاد کر لینا دلیل کمال عقل کے ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ اُس کے عاقل ہونے کی تقریر فرماتے ہیں کہ فی الواقع وہ بھی سمجھ دار مگر چند روز تک جو ایمان نہ لائی تو وجہ اس کی یہ ہے کہ) اس کو (ایمان لانے سے) غیر اللہ کی عبادت[1] نے (جس کی اس کو عادت تھی روک رکھا اور وہ عادت اس لئے پڑ گئی تھی کہ) وہ کافر قوم میں کی تھی (پس جو سب کو دیکھا وہی آپ کرنے لگی اور عادت اکثر اوقات تنبہ سے حاجب ہوتی ہے مگر چونکہ تھی عاقل' اس لئے جب تنبیہ کی گئی' تنبہ ہو گیا۔ اس کے بعد سلیمان علیہ السلام نے یہ چاہا کہ علاوہ اعجاز وشان نبوت دکھلانے کے اس کو ظاہری شان سلطنت بھی دکھلا دی جاوے تا کہ اپنے کو دنیا کے اعتبار سے بھی عظیم نہ سمجھے اس لئے ایک شیش محل بنوا کر اُس کے صحن میں حوض بنوایا اور اس میں پانی اور مچھلیاں بھر کر اس کو شیشہ سے پاٹ دیا اور شیشہ ایسا شفاف تھا کہ بادی النظر میں نظر نہ آتا تھا اور وہ حوض ایسے موقع پر تھا کہ اُس محل میں جانے والے کو لامحالہ اُس پر سے عبور کرنا پڑے۔ چنانچہ اس تمام سامان کے بعد) بلقیس سے کہا گیا کہ اس محل میں داخل ہو (ممکن ہے کہ وہی محل قیام کے لئے تجویز کیا ہو تو اس میں جانا اور ٹھہرنا ضرور ہوا۔ غرض وہ چلیں' راہ میں حوض آیا) تو جب اس[2] کا صحن دیکھا تو اس کو پانی (سے بھرا ہوا) سمجھا اور (چونکہ قرینہ سے پایاب گمان کیا اس لئے اس کے اندر گھسنے کے لئے دامن اٹھائے اور) اپنی دونوں پنڈلیاں کھول دیں (اُس وقت) سلیمان (علیہ السلام) نے فرمایا کہ یہ تو ایک محل ہے جو (سب کا سب مع صحن) شیشوں سے بنایا گیا ہے (اور یہ حوض بھی شیشہ سے پٹا ہوا ہے دامن اٹھانے کی ضرورت نہیں اس وقت) بلقیس (کو معلوم ہو گیا کہ یہاں دنیوی صنائع بدائع بھی ایسے ہیں جو آج تک میں نے آنکھ سے نہیں دیکھے تو ان کے دل میں ہر طرح سے سلیمان علیہ السلام کی عظمت پیدا ہوئی اور بے ساختہ) کہنے لگی کہ اے میرے پروردگار! میں نے (اب تک) اپنے نفس پر ظلم کیا تھا (کہ شرک میں مبتلا تھی) اور میں (اب) سلیمان (علیہ السلام) کے ساتھ (یعنی اُن کے طریق پر) ہو کر رب العالمین پر ایمان لائی۔ **ف**: کنایہ مسلمین میں بھی اقرار ایمان کا ہے' مگر اس سے مقصود اخبار ہے اور ایمان مطلوب۔ یعنی انشاء' وہ اسی صیغہ سے حاصل ہوا ہے۔ آگے تتمۂ قصہ میں اقوال مختلف ہیں مگر اس سے کوئی معتد بہ اور ضروری غرض متعلق نہ ہونے سے تعرض نہیں کیا گیا اور اس قصہ سے بھی علاوہ اخبار عن الاخبار الماضیۃ بلا مدارسۃ وممارسۃ جو کہ دلیل نبوت کی ہے خود موافقت انبیاء کی ترغیب کہ بلقیس باوجود اس شان وشوکت کے جب اُس پر حق واضح ہوا ایمان لے آئی۔ اور مخالفت انبیاء سے ترہیب کہ اگر ایمان نہ لاتی تو وہی ہوتا جو سلیمان علیہ السلام نے فرمایا تھا: فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ...... نیز معلوم ہوا کہ جوان قصص کے بعض مقاصد میں سے ہے اور نیز اشارۃً تسلی بھی ہے رسول اللہ ﷺ کی کہ مثل لشکر سلیمانی کے ہم آپ کے لشکر کو بھی ان کفار پر اگر یہ ایمان نہ لائے مسلط کریں گے۔ چنانچہ بعد میں جہاد شروع ہو گیا۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: قَالَ الَّذِیْ عِنْدَهٗ یہ دلیل ہے صحت خوارق کی۔ قولہ تعالیٰ: قَالَ نَكِّرُوْا لَهَا اس سے طریق میں داخل ہونے والے کا امتحان ثابت ہوتا ہے۔

ملحقات الترجمۃ: [1] قولہ فی ما کانت عبادت اشارۃ الی ان مصدریۃ ۱۲۔ [2] راتہ اس کا صحن اشارۃ الی تقدیر المضاف بقرینۃ المقام۔

اللغات: عفریت الذی یعفرا قرانہ والتاء زائدۃ للمبالغۃ۔ قولہ یرتد الیک طرفک فی الروح الطرف تحریک الاجفان وفتحها للنظر الی شئ ثم تجوز بہ عن النظر وارتدادہ انقطاعہ بانضمام الاجفان ولکونہ امر طبعیا غیر منوط بالقصد اوثر الارتداد علی الرد فالمعنی قبل ان ینضم جفن عینک بعد فتحہ الخ ۱۲۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ فَاِذَا هُمْ فَرِيْقٰنِ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۴۵﴾ قَالَ يٰقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ ۚ لَوْلَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۴۶﴾ قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَّعَكَ ۭ قَالَ طٰۗىِٕرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَكَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ﴿۴۸﴾ قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۰﴾ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ ۙ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَقَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۵۱﴾ فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةًۢ بِمَا ظَلَمُوْا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَاَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۵۳﴾

اور ہم نے (قوم) ثمود کے پاس ان کے (برادری کے) بھائی صالح کو (پیغمبر بنا کر) بھیجا یہ (پیغام دے کر) کہ تم اللہ کی عبادت کرو سو اچانک ان میں دو فریق ہو گئے جو (دین کے بارے میں) باہم جھگڑنے لگے۔ صالح نے فرمایا کہ اے بھائیو تم نیک کام (یعنی توبہ و ایمان) سے پہلے عذاب کو کیوں جلدی مانگتے ہو تم لوگ اللہ تعالیٰ کے سامنے (کفر سے) معافی کیوں نہیں چاہتے جس سے توقع ہو کہ تم پر رحم کیا جاوے (یعنی عذاب سے محفوظ رہو) وہ لوگ کہنے لگے کہ ہم تو تم کو اور تمہارے ساتھ والوں کو منحوس سمجھتے ہیں۔ صالح علیہ السلام نے (جواب میں) فرمایا کہ تمہاری (اس) نحوست (کا سبب) اللہ کے علم میں ہے۔ بلکہ تم لوگ ہو کہ اس کفر کی بدولت عذاب میں مبتلا ہو گے اور (کفر کے سرغنہ) اس بستی میں نو شخص تھے۔ جو سرزمین میں (یعنی بستی سے باہر تک بھی) فساد کیا کرتے تھے اور ذرا اصلاح نہ کرتے تھے۔ انہوں نے کہا کہ آپس میں سب (اس پر) اللہ کی قسم کھاؤ کہ ہم شب کے وقت صالح اور ان کے متعلقین (یعنی ایمان والوں کو) جا ماریں گے پھر بروقت تحقیق ہم ان کے وارث سے کہہ دیں گے کہ ہم ان کے متعلقین کے (اور خود ان کے) مارے جانے میں بھی نہ تھے اور ہم بالکل سچے ہیں اور (یہ مشورہ کر کے) انہوں نے ایک خفیہ تدبیر کی اور ایک خفیہ تدبیر ہم نے کی (اس تدبیر کی) ان کو خبر بھی نہ ہوئی۔ سو دیکھئے ان کی شرارت کا کیا انجام ہوا کہ ہم نے ان کو (بطریق مذکور) اور (پھر) ان کی قوم کو سب کو (آسمانی عذاب سے) غارت کر دیا۔ سو یہ انکے گھر ہیں جو ویران پڑے ہیں۔ انکے کفر کے سبب سے بلاشبہ اس (واقعہ) میں بڑی عبرت ہے دانشمندوں کے لئے اور ہم نے ایمان اور تقویٰ والوں کو نجات دی۔ ۞

تفسیر: **قصہ سوم قوم صالح علیہ السلام:** **وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا** (الی قولہ تعالی) **وَاَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ** اور ہم نے (قوم) ثمود کے پاس اُن کے (برادری کے) بھائی صالح کو (پیغمبر بنا کر) بھیجا۔ یہ (پیغام دے کر) کہ تم (شرک کو چھوڑ کر) اللہ کی عبادت کرو سو (چاہئے تو یہ تھا کہ سب ایمان لے آتے مگر خلاف توقع) اچانک اُن میں دو فریق ہو گئے جو (دین کے بارہ میں) باہم جھگڑنے لگے (یعنی ایک فرقہ تو ایمان لایا اور ایک نہ لایا اور اُن میں جو جھگڑا اور کلام ہوا بعض اس میں کا سورۂ اعراف میں مذکور ہے۔ **قال الملأ الذين استكبروا للذين استضعفوا:** اور بعض میں اس کا آگے مذکور ہے: **قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ** [النمل: ۴۷] اور جب ان لوگوں نے کفر پر اصرار کیا تو صالح علیہ السلام نے موافق عادت انبیاء علیہم السلام کے اُن کو عذابِ الٰہی سے ڈرایا جیسا سورۂ اعراف میں ہے: **فَيَأْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ** [الأعراف: ۷۳] تو انہوں نے کہا کہ لاؤ وہ عذاب کہاں ہے جیسا سورۂ اعراف میں ہے: **وَقَالُوْا يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ** [الأعراف: ۷۷] اس پر) صالح (علیہ السلام) نے فرمایا کہ ارے بھائیو تم نیک کام (یعنی توبہ و ایمان) سے پہلے عذاب کو کیوں جلدی مانگتے ہو (یعنی چاہئے تو یہ تھا کہ عذاب کی وعید سن کر ایمان لے آتے نہ یہ کہ ایمان تو نہ لائے اور بالعکس اُس عذاب ہی کی درخواست کرنے لگے۔ بڑی بے باکی کی بات ہے بجائے اس استعجال عذاب کے) تم لوگ اللہ کے سامنے (کفر سے) معافی کیوں نہیں چاہتے جس سے توقع ہو کہ تم پر رحم کیا جاوے (یعنی عذاب سے محفوظ رہو) وہ لوگ کہنے لگے کہ ہم تو تم کو اور تمہارے ساتھ والوں کو منحوس سمجھتے ہیں (کہ جب سے تم نے یہ مذہب نکالا ہے اور تمہاری یہ جماعت پیدا ہوئی ہے قوم میں نا اتفاقی ہو گئی اور نا اتفاقی کی جو مضرتیں اور خرابیاں ہوتی ہیں وہ سب مرتب ہونے لگیں۔ پس مبدا اُن تمام تر شرور کے تم لوگ ہو) صالح (علیہ السلام) نے (جواب میں) فرمایا کہ تمہاری (اس) نحوست (کا سبب) اللہ کے علم میں ہے (یعنی تمہارے اعمال کفریہ اللہ کو معلوم ہیں یہ شرور ان ہی اعمال پر مرتب ہیں۔ چنانچہ ظاہر ہے کہ نا اتفاقی مذموم وہی ہے جو حق کے خلاف کرنے سے ہو تو اس کا الزام ایمان والوں پر نہیں ہو سکتا بلکہ اہلِ کفر پر ہوگا اور بعض تفاسیر میں ہے کہ اُن پر قحط ہوا تھا اور تمہارے کفر کی مضرت کچھ ان شرور ہی تک ختم نہ ہوئی) بلکہ تم وہ لوگ ہو کہ (اس کفر کی بدولت) عذاب میں مبتلا ہو گئے اور (یوں تو کافر اُس قوم میں بہت تھے لیکن سرغنہ) اُس بستی (یعنی حجر) میں نو شخص تھے جو سرزمین میں (یعنی بستی سے باہر تک بھی) فساد کیا کرتے تھے اور (ذرا) اصلاح نہ کرتے تھے (یعنی بعضے مفسد ایسے ہوتے ہیں کہ کچھ فساد کیا کچھ اصلاح کر لی مگر وہ ایسے نہ تھے بلکہ خالص مفسد تھے۔ چنانچہ ایک بار یہ فساد کیا کہ) انہوں نے (ایک دوسرے سے) کہا کہ آپس میں سب (اس پر) اللہ کی قسم کھاؤ کہ ہم شب کے وقت صالح اور اُن کے متعلقین (یعنی ایمان والوں) کو جا ماریں گے پھر (اگر تحقیق کی نوبت آئی تو) ہم اُن کے وارث سے (جو خون کا دعویٰ کرے گا) کہہ دیں گے کہ ہم اُن کے متعلقین کے (اور خود اُن کے) مارے جانے میں موجود (بھی) نہ تھے (اور مارنا تو درکنار) اور (تاکید کے لئے یہ بھی کہہ دیں گے کہ) ہم بالکل سچے ہیں (اور گواہ کوئی معائنہ کا ہوگا نہیں، پس بات دب دبا جاوے گی) اور (یہ مشورہ کر کے) انہوں نے ایک خفیہ تدبیر کی (کہ شب کے وقت اس کارروائی کے لئے چلے) اور ایک خفیہ تدبیر ہم نے کی اور (اُس تدبیر کی) اُن کو خبر بھی نہ ہوئی (وہ یہ کہ ایک پہاڑ پر سے ایک پتھر اُن پر لڑھک آیا اور وہ سب وہاں ہی کھیت رہے یعنی ہلاک ہوئے **كذا فى الدر المنثور**) سو دیکھئے اُن کی شرارت کا کیا انجام ہوا کہ ہم نے اُن کو (بطریق مذکور) اور (پھر) اُن کی (باقی) قوم کو (آسمانی عذاب سے) سب کو غارت کر دیا (جس کا قصہ دوسری آیات میں ہے: **فَعَقَرُوا النَّاقَةَ** الی قولہ **فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ ۔ وَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ**) سو یہ اُن کے گھر ہیں جو ویران پڑے ہیں اُن کے کفر کے سبب سے (جو کہ اہل مکہ کو شام کے سفر میں ملتے ہیں) بلاشبہ اس (واقعہ) میں بڑی عبرت ہے دانشمندوں کے لئے اور ہم نے ایمان اور تقویٰ والوں کو (اُس قتل سے بھی جس کا مشورہ ہوا تھا اور عذابِ قہری سے بھی) نجات دی۔ **ف:** **لولیہ** جس وارث کا ذکر ہے یا تو با ایمان ہوگا اور کسی وجہ سے اُس کے قتل کی رائے نہ ہوئی ہوگی۔ مثلاً وہ بھی با

وجاہت ہو اور یا اگر مؤمن نہ ہوگا تو حمیت قرابت مطالبہ قصاص کا باعث ہونے کا احتمال ہوگا۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ قولہ مهلك اهله اور خود اُن کے اشارة الٰى ان فى الكلام اكتفاء اعتمادا على القرينة لان مهلك اهله لكونه للايمان يستلزم مهلكه لكونه اصلا لا يمانهم ۱۲۔

اللغات: تسعة رهط فى الروح اختار غير واحد ان اضافة تسعة الى رهط ههنا باعتبار ان رهطا لكونه اسم جمع للقليل فى حكم اشخاص ونحوه من جموع القلة وهى يضاف اليها العدد كتسعة اشخاص وتسع انفس وهذا معنى قولهم ان وقوع رهط تمييز التسعة باعتبار المعنى فكانه قيل تسعة اشخاص ۱۵۔ قوله مهلك مصدر ميمىّ بمعنى الهلاك ۱۲۔

وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ ﴿۵۴﴾ اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴿۵۵﴾ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْٓا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿۵۶﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۡ قَدَّرْنٰهَا مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۵۷﴾ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۵۸﴾ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ۭ آٰللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۵۹﴾

اور ہم نے لوط کو بھیجا تھا جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم بے حیائی کا کام کرتے ہو حالانکہ سمجھ دار ہو۔ کیا تم مردوں کے ساتھ شہوت رانی کرتے ہو اور عورتوں کو چھوڑ کر (اور اس کی برائی میں نہیں) بلکہ (اسی بات میں) تم (محض) جہالت کر رہے ہو۔ سو (اس تقریر کا) ان کی قوم سے کوئی (معقول) جواب نہ بن پڑا اس کے کہ آپس میں کہنے لگے کہ لوط کے لوگوں کو تم اپنی بستی سے نکال دو (کیونکہ) یہ لوگ بڑے پاک صاف بنتے ہیں۔ سو ہم نے (اس قوم پر عذاب نازل کیا اور) لوط کو اور ان کے متعلقین کو بچالیا ان کی بیوی کے کہ اس کو (بوجہ ایمان نہ لانے کے) ہم نے انہی لوگوں میں تجویز کر رکھا تھا جو عذاب میں رہ گئے تھے اور ہم نے ان پر ایک نئی طرح کا مینہ برسایا سو ان لوگوں کا کیا برا مینہ تھا جو ڈرائے گئے تھے۔ آپ (بیان توحید کے لئے بطور خطبہ) کے کہئے کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے سزاوار ہیں اور اس کے ان بندوں پر سلام (نازل ہو) جن کو اس نے منتخب فرمایا ہے کیا اللہ بہتر ہے کیا وہ چیزیں جن کو شریک ٹھہراتے ہو۔

تفسیر: قصۂ چہارم لوط علیہ السلام: وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ (الى قوله تعالى) فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۵۸﴾ اور ہم نے لوط (علیہ السلام) کو (پیغمبر کر کے اُن کی قوم کے پاس بھیجا) تھا جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کیا تم یہ بے حیائی کا کام کرتے ہو حالانکہ سمجھدار ہو (کیا اس کی قباحت نہیں سمجھتے' آگے اُس بے حیائی کا بیان ہے یعنی) کیا تم مردوں کے ساتھ شہوت رانی کرتے ہو عورتوں کو چھوڑ کر (اور اُس کے ارتکاب کے لئے کوئی منشائے اشتباہ نہیں ہوسکتا) بلکہ (اس باب میں) تم (محض) جہالت کر رہے ہو' سو (اس تقریر کا) اُن کی قوم سے کوئی (معقول) جواب نہ بن پڑا بجز اس کے کہ (آخر میں بے ہودگی کی راہ سے) آپس میں کہنے لگے کہ لوط (علیہ السلام) کے لوگوں کو (یعنی مؤمنین کو مع لوط علیہ السلام کے) تم اپنی (اس) بستی سے نکال دو (کیونکہ) یہ لوگ بڑے پاک صاف بنتے ہیں سو (جب یہاں تک نوبت پہنچی تو) ہم نے (اُس قوم پر عذاب نازل کیا اور) لوط (علیہ السلام) کو اور اُن کے متعلقین کو (اس عذاب سے) بچالیا بجز اُن کی بیوی کے کہ اُس کو (بوجہ ایمان نہ لانے کے) ہم نے اُن لوگوں میں تجویز کر رکھا تھا جو عذاب میں رہ گئے تھے اور (وہ عذاب جوان پر نازل ہوا یہ تھا کہ) ہم نے اُن پر ایک نئی طرح کا مینہ برسایا (کہ وہ پتھروں کا مینہ تھا) سو اُن لوگوں کا کیا برا مینہ تھا جو (اول عذابِ خدا سے) ڈرائے گئے تھے (جس پر انہوں نے التفات نہ کیا)۔

ف: سورۂ اعراف میں اس قصہ کے متعلق بعضے ضروری مضامین بیان ہو چکے ہیں' ملاحظہ فرمالیا جاوے اور تبصرون و تجھلون کی تقریر ترجمہ سے اُن میں تعارض کا شبہ دفع ہوگیا کہ ابصار کا حکم اور اُمور میں ہے اور تجھلون کا اس امر میں اور تبصرون کا حکم علماً ہے اور تجھلون کا عملاً۔ **ربط:** شروع سورت سے یہاں تک رسالت کی بحث تھی۔ آگے توحید کی بحث ہے جس کو ایک بلیغ اور موجز خطبہ سے شروع کیا ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ روح میں ہے کہ بعض کے نزدیک اس میں رسول اللہ ﷺ کو حکم ہوا ہے کہ کفار امم کے ہلاک ہونے پر حق تعالیٰ کی حمد فرماویں اھ۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ معاندین کی ہلاکت پر مسرور ہونا جب کہ اس کا باعث دنیا نہ ہو اخلاقِ فاضلہ کے منافی نہیں۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ قولہ فی لوط بھیجا تھا۔ اشارة الى تقدير العامل اى ارسلنا لوطا ۱۲۔

أَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَأَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً ۚ فَأَنْبَتْنَا بِهِ حَدَائِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ مَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُنْبِتُوا شَجَرَهَا ۗ أَإِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَعْدِلُونَ ﴿٦٠﴾ أَمَّنْ جَعَلَ الْأَرْضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ خِلٰلَهَا أَنْهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ۗ أَإِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٦١﴾ أَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ ۗ أَإِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۚ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿٦٢﴾ أَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۗ أَإِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۚ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٦٣﴾ أَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ۗ أَإِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۚ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٦٤﴾

یا وہ ذات (بہتر ہے) جس نے آسمان اور زمین کو بنایا اور اس نے آسمان سے پانی برسایا۔ پھر اس (پانی) کے ذریعے سے ہم نے رونق دار باغ اگائے (ورنہ) تم سے تو ممکن نہ تھا کہ تم ان باغوں کے درختوں کو اگا سکو (یہ سن کہ بتلاؤ کہ) کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ (عبادت میں شریک ہونے کے لائق) کوئی معبود ہے۔ مگر مشرکین پھر بھی (نہیں مانتے بلکہ یہ ایسے لوگ ہیں کہ دوسروں) کو اللہ کے برابر ٹھہراتے ہیں۔ وہ ذات جس نے زمین کو مخلوق کی قرارگاہ بنایا اور اس کے درمیان نہریں بنائیں اور اس (زمین) کے ٹھہرانے کے لئے پہاڑ بنائے اور دو دریاؤں کے درمیان ایک حد فاصل بنائی۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی معبود ہے (مگر مشرکین نہیں مانتے) مگر ان میں زیادہ تو اچھی طرح سمجھتے بھی نہیں۔ یا وہ ذات جو بے قرار آدمی کی سنتا ہے۔ جب وہ اس کو پکارتا ہے اور (اس کی) مصیبت کو دور کر دیتا ہے اور تم کو زمین میں صاحب تصرت بناتا ہے (یہ سن کر اب بتلاؤ کہ) کیا اللہ کے ساتھ کوئی معبود ہے (مگر) تم لوگ بہت ہی کم یاد رکھتے ہو۔ اچھا پھر اور کمالات سن کر بتلاؤ کہ یہ بت بہتر ہیں یا وہ ذات جو تم کو خشکی اور دریا کی تاریکیوں میں رستہ سجھاتا ہے اور جو کہ ہواؤں کو بارش سے پہلے بھیجتا ہے۔ جو (بارش کی امید دلا کر دلوں کو) خوش کر دیتا ہے۔ یہ سن کر بتلاؤ کہ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے (ہرگز نہیں بلکہ) اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے شرک سے برتر ہے۔ یا وہ ذات جو مخلوقات کو اول بار پیدا کرتا ہے (جو کہ مسلم ہے) پھر اس کو دوبارہ زندہ کرے گا اور جو کہ آسمان (سے پانی برسا کر) اور زمین سے (نباتات نکال کر) تم کو رزق دیتا ہے (یہ سن کر اب بتلاؤ کہ) اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے۔ آپ کہئے کہ اچھا تم (ان کے استحقاق عبادت پر) اپنی دلیل پیش کرو۔ اگر تم اس دعوے میں سچے ہو۔

تفسیر: خطبۂ توحید:...... قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ۗ آللّٰهُ خَيْرٌ أَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٥٩﴾

نوع اول از دلائل توحید:...... أَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ (الی قوله تعالی) بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَعْدِلُوْنَ ﴿٦٠﴾

نوع ثانی: أَمَّنْ جَعَلَ الْأَرْضَ (الی قوله تعالی) بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٦١﴾

نوع ثالث: أَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ (الی قوله تعالی) قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿٦٢﴾

نوع رابع: أَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ (الی قوله تعالی) تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿٦٣﴾

نوع خامس: أَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ (الی قوله تعالی) إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٦٤﴾

آپ (بیان توحید کے لئے بطور خطبہ کے) کہئے کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے سزاوار ہیں اور اُس کے ان بندوں پر سلام (نازل) ہو جن کو اُس نے منتخب فرمایا ہے (یعنی انبیاء و صلحاء آگے مضمون توحید ہماری طرف سے بیان کیجئے وہ یہ کہ لوگو یہ بتلاؤ کہ) کیا (کمالات اور احسانات میں) اللہ بہتر ہے یا وہ چیزیں (بہتر ہیں) جن کو (الوہیت میں) شریک ٹھہراتے ہیں (یعنی ظاہر اور مسلم ہے کہ اللہ ہی بہتر ہے۔ پس مستحق عبادت بھی وہی ہوگا اس میں خیریت تو عقلی ہونے کے سبب کفار کے نزدیک بھی مسلم تھی اور استلزام اس خیریت کا تفرد فی الالوہیۃ کو قضیہ عقلیہ ہے یہ تو اجمالی بیان تھا جو بوجہ بداہت مقدمات کے باوجود اجمال کے بھی کافی ہے مگر اہتمام زیادت تقریر و تنبیہ کے لئے آگے تفصیل ہے کہ اچھا خدا تعالیٰ کے کمالات میں غور کر کے بتلاؤ کہ یہ بت بہتر ہیں) یا وہ ذات (بہتر ہے) جس نے آسمان اور زمین کو بنایا اور اُس نے آسمان سے پانی برسایا پھر اُس (پانی) کے ذریعہ سے ہم نے رونق دار باغ اُگائے (ورنہ تم سے) تو ممکن نہ تھا کہ تم اُن (باغوں) کے درختوں کو اُگا سکو (یہ سن کر اب بتلاؤ کہ) کیا اللہ کے ساتھ شریک عبادت ہونے کے لائق) کوئی اور معبود ہے (مگر مشرکین پھر بھی نہیں

مانتے) بلکہ یہ ایسے لوگ ہیں کہ دوسروں کو) خدا کے برابر (عبادت میں) ٹھہراتے ہیں (اچھا) پھر اور کمالات سن کر بتلاؤ کہ یہ بت بہتر ہیں) یا وہ ذات جس نے زمین کو مخلوق) کی قرارگاہ بنایا اور اُس کے درمیان نہریں بنائیں اور اس (زمین) کے (ٹھہرانے کے) لئے پہاڑ بنائے اور دو دریاؤں کے درمیان ایک حد فاصل بنائی (جیسا فرقان میں مرج البحرین آ چکا ہے۔ یہ سن کر بتلاؤ کہ) کیا اللہ کے ساتھ (شریک عبادت ہونے کے لائق) کوئی اور معبود ہے (مگر مشرکین نہیں مانتے) بلکہ اُن میں زیادہ تو (اچھی طرح) سمجھتے بھی نہیں (اچھا پھر اور کمالات سن کر بتلاؤ کہ یہ بت بہتر ہیں) یا وہ ذات جو بے قرار آدمی کی سنتا ہے جب وہ اُس کو پکارتا ہے اور (اُس کی) مصیبت کو دور کر دیتا ہے اور تم کو زمین میں صاحب تصرف بناتا ہے (یہ سن کر اب بتلاؤ کہ) کیا اللہ کے ساتھ (شریک عبادت ہونے کے لائق) کوئی اور معبود ہے (مگر) تم لوگ بہت ہی کم یاد رکھتے ہو (اچھا پھر اور کمالات سن کر بتلاؤ کہ یہ بت بہتر ہیں) یا وہ ذات جو تم کو خشکی اور دریا کی تاریکیوں میں راستہ سوجھاتا ہے اور جو کہ ہواؤں کو بارش سے پہلے بھیجتا ہے جو (بارش کی اُمید دلا کر دلوں کو) خوش کر دیتی ہیں (یہ سن کر اب بتلاؤ کہ) کیا اللہ کے (شریک عبادت ہونے کے لائق) کوئی اور معبود ہے (ہرگز نہیں) بلکہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے شرک سے برتر ہے (اچھا پھر) اور کمالات سن کر بتلاؤ کہ یہ بت بہتر ہیں) یا وہ ذات جو مخلوقات کو اول بار پیدا کرتا ہے (جو کہ مسلم ہے) پھر اُس کو دوبارہ پیدا کرے گا (جس پر برہان قطعی قائم ہے) اور جو کہ آسمان اور زمین سے (پانی برسا کر اور نباتات نکال کر) تم کو رزق دیتا ہے (یہ سن کر اب بتلاؤ کہ) کیا اللہ کے ساتھ (شریک عبادت ہونے کے لائق) کوئی اور معبود ہے (اور اگر وہ یہ سن کر بھی کہیں کہ ہاں اور معبود بھی مستحق ہیں تو) آپ کہئے کہ (اچھا) تم (اُن کے استحقاق عبادت پر) اپنی دلیل پیش کرو اگر تم (اس دعوے میں) سچے ہو (اس طرح سے کہ اُن میں مقتضیات عبادت کو ثابت کرو) **ف**: رواسی کی تحقیق سورۂ حجر میں گزر چکی اور یجیب و یکشف میں دائمی حکم نہیں۔ پس کچھ اشکال نہیں اور چونکہ اصنام سے مطلقاً اجابت منفی ہے لہٰذا استدلال بھی تام رہا۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ...... اس میں اس پر دلالت ہے کہ خلائق میں نظر کرنا جبکہ وصول الی الحق کے لئے ہو مطلوب ہے اور توحید کے منافی نہیں۔ البتہ منافی وہ نظر یہ ہے جو مقصود ہو۔ اسی طرح اس کے بعد قریب کی آیت: قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ...... اسی پر دال ہے۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قولہ قبل آ اللہ خیر ہماری طرف سے القرینۃ علیہ قولہ انبتنا لعدم صحۃ اسنادہ الیہ ﷺ ۱۲۔ (۲) قولہ قبل امن خلق یہ بت الخ اشارۃ الی ان ام فی امن خلق متصلۃ معادلۃ للھمزۃ وتقدیر الکلام الاصنام خیر ام الذی خلق الخ کذا فی الخازن قلت ولا بأس بالحذف اذا قامت القرینۃ ووجودھا ظاھر نعم یلتزم علی ھذا ان السوال الاجمالی فیہ تقدیم اللہ فی الذکر والتفصیلی فیہ تقدیم لذکر الاصنام ولا محذور فیہ ولو قیل فی نکتۃ تاخیر ذکر اللہ تعالیٰ فی السوال المفصل ان المقصود لما کان استحضار اوصاف اللہ تعالیٰ فی الاذھان فرغ اولا عن احد الشیئین لئلا یتوجہ الذھن الی الشق (۱) المؤخر بل یتوجہ بشر شرہ الی استماع ذکر الموصوف بالکمالات فافھم ومن جعلھا منقطعۃ قال فی تقریر الآیۃ انہ بعد السوال المجمل انتقل الی التفصیل فقال امن خلق الخ ای بل امن خلق بلا تشدید ومن ھذہ مبتدأ وخبرہ محذوف بعد قولہ ماءً وھو خیر ثم یعطف علیہ قولہ ام ما یشرکون ای آ الذی خلق وفعل کذا و کذا خیر ام الذی یشرکون خیر وکذا یقال فیما بعدھا من القرائن فافھم واللہ یتولی ھداک ۱۲۔

الحواشی: (۱) ای ذکر الاصنام الذی کان مؤخر فی السوال الجمل ولو قدم ذکر اللہ فی السوال المفصل لکان ایضًا مؤخر فی السوال المفصل کالسوال المجمل وبقی السامع منتظرا الی ذکرہ فی عین وقت ذکر اللہ فلذا قدم لیکون الذھن فارغا عنہ ویتوجہ بشرا شرہ الی ذکر اوصاف اللہ تعالیٰ ۱۲ منہ۔

قُلْ لَّا یَعْلَمُ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ ؕ وَمَا یَشْعُرُوْنَ اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ ﴿۶۵﴾ بَلِ ادّٰرَکَ عِلْمُھُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ ۫ بَلْ ھُمْ فِیْ شَکٍّ مِّنْھَا ۫ بَلْ ھُمْ مِّنْھَا عَمُوْنَ ﴿۶۶﴾ ع وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا ءَاِذَا کُنَّا تُرٰبًا وَّ اٰبَآؤُنَآ اَئِنَّا لَمُخْرَجُوْنَ ﴿۶۷﴾ لَقَدْ وُعِدْنَا ھٰذَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ ۙ اِنْ ھٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۶۸﴾ قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الْمُجْرِمِیْنَ ﴿۶۹﴾ وَلَا تَحْزَنْ عَلَیْھِمْ وَلَا تَکُنْ فِیْ ضَیْقٍ مِّمَّا یَمْکُرُوْنَ ﴿۷۰﴾ وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰی ھٰذَا الْوَعْدُ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۷۱﴾ قُلْ عَسٰٓی

ع ۵ ۴ ۱

اَنْ يَّكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ تَسْتَعْجِلُوْنَ ۝ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ۝ وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۝ وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝

آپ کہہ دیجئے کہ جتنی مخلوقات آسمانوں اور زمین (یعنی عالم) میں موجود ہیں (ان میں سے) کوئی بھی غیب کی بات نہیں جانتا اللہ تعالیٰ کے اور (اسی وجہ سے) ان مخلوقات کو یہ خبر نہیں کہ وہ کب دوبارہ زندہ کئے جاویں گے بلکہ آخرت کے بارے میں (خود) ان کا علم (بالوقوع ہی) منیت ہو گیا بلکہ یہ لوگ اس سے شک ہیں بلکہ یہ اس سے اندھے بنے ہوئے ہیں اور یہ کافریوں کہتے ہیں کہ کیا ہم لوگ جب (مرکر) خاک ہو گئے اور (اسی طرح) ہمارے بڑے بھی تو کیا (پھر) ہم (زندہ کر کے قبروں سے) نکالے جائیں گے۔ اس کا تو ہم سے اور ہمارے بڑوں سے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے) پہلے سے وعدہ ہوتا چلا آیا ہے۔ یہ بے سند باتیں جو اگلوں سے نقل ہوگی چلی آئی ہیں آپ کہہ دیجئے کہ تم زمین میں چل پھر کر دیکھو کہ مجرمین کا انجام کیا ہوا اور اگر باوجود (ان مواعظ بلیغہ کے کے پھر بھی مخالفت پر کمر بستہ رہیں تو) آپ ان پر غم نہ کیجئے اور جو کچھ یہ شرارتیں کر رہے ہیں اس سے تنگ نہ ہوئیے اور یہ لوگ (بے باکانہ) یوں کہتے ہیں کہ یہ وعدہ (عذاب وقہر کا) کب ہوگا اگر تم سچے ہو (تو بتلاؤ) آپ کہہ دیجئے کہ عجب نہیں کہ جس عذاب کی ہم جلدی مچا رہے ہیں اس میں سے کچھ تمہارے پاس ہی آ لگا ہو اور اب تلک جو دیر ہو رہی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کا رب لوگوں پر اپنا بڑا فضل رکھتا ہے لیکن اکثر آدمی (اس بات پر) شکر نہیں کرتے اور آپ کے رب کو سب علم ہے جو کچھ ان کے دلوں میں مخفی ہے اور جس کو وہ اعلانیہ کرتے ہیں اور آسمان اور زمین میں ایسی کوئی مخفی چیز نہیں جو لوح محفوظ میں نہ ہو۔ ۝

تفسیر ربط: اوپر نبوت کے بعد توحید کا ذکر ہو چکا، آگے معاد کا ذکر ہے جس کی طرف دلائل توحید میں اس قول سے اجمالی اشارہ بھی ہوا ہے ثُمَّ يُعِيْدُهٗ اور چونکہ کفار اس کی تکذیب کی ایک وجہ یہ بھی قرار دیتے تھے کہ قیامت کا وقت پوچھنے پر بھی نہیں بتلایا جاتا عدم تعیین کو عدم وقوع کی دلیل ٹھہراتے تھے اس لئے اس مضمون کو اختصاص علم غیب باللہ تعالیٰ سے شروع کیا ہے۔ قُلْ لَّا يَعْلَمُ جس میں اُن کے منشائے اشتباہ کا من وجہٍ جواب بھی ہو گیا۔ پھر اُن کے شک وانکار پر تشنیع ہے۔ بَلِ ادّٰرَكَ پھر اُن کے ایک انکاری قول کی نقل ہے۔ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا پھر اس انکار پر تہدید ہے قُلْ سِيْرُوْا پھر اس انکار پر آپ کی تسلی ہے۔ وَلَا تَحْزَنْ پھر اُس تحدید کے متعلق ان کے ایک شبہ کا جواب ہے وَيَقُوْلُوْنَ ...... پھر تہدید کی تاکید ہے۔ وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ جیسا تقریر ترجمہ سے ظاہر ہوگا۔

بحث معاد و متعلقات آن: قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ (الی قولہ تعالی) وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ (یہ لوگ جو قیامت کا وقت نہ بتلانے سے اُس کے عدم وقوع پر استدلال کرتے ہیں اس کے جواب میں) آپ کہہ دیجئے کہ (یہ استدلال غلط ہے کیونکہ غایت ما فی الباب اس سے اتنا لازم آیا کہ مجھ سے اور تم سے اس تعیین کا علم غائب رہا۔ سو اس میں اسی کی کیا تخصیص ہے غیب کی نسبت قاعدہ کلیہ ہے کہ) جتنی مخلوقات آسمانوں اور زمین (یعنی عالم) میں موجود ہیں (اُن میں سے) کوئی بھی غیب کی بات نہیں جانتا بجز اللہ تعالیٰ کے اور (اسی وجہ سے) ان (مخلوقات) کو یہ خبر (بھی) نہیں کہ وہ کب دوبارہ زندہ کئے جاویں گے (یعنی اللہ تعالیٰ کو تو بے بتلائے سب معلوم ہے اور کسی کو بے بتلائے کچھ بھی معلوم نہیں مگر دیکھا جاتا ہے کہ بہت سے امور جن کا پہلے سے علم نہیں ہوتا واقع ہوتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ عدم علم عدم وقوع کو مستلزم نہیں بلکہ بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بعض علوم کا غیب رکھنا منظور ہے۔ سو قیامت کی تعیین بھی ان ہی امور میں سے ہے، اسی لئے مخلوق کو اس کا علم نہیں دیا گیا مگر اس سے عدم وقوع کیسے لازم آ گیا اور یہ عدم علم بالتعیین تو سب میں امر مشترک ہے لیکن ان کفار منکرین میں صرف عدم علم بالتعیین ہی نہیں) بلکہ (اس سے بڑھ کر یہ بات ہے کہ) آخرت کے بارے میں (خود) ان کا (نفس) علم (بالوقوع ہی) نیست ہو گیا (یعنی خود اُس کے وقوع ہی کا علم نہیں جو تعیین کے علم نہ ہونے سے بڑھ کر ہے اور مذموم بھی، کیونکہ علم معاد کا واجب ہے اور ترک واجب مذموم ہے) بلکہ (اُس سے بڑھ کر یہ ہے کہ) یہ لوگ اُس (کے وقوع) سے شک میں ہیں (کہ یہ عدم علم سے بدتر ہے کیونکہ عدم علم فی نفسہٖ عام ہے خلو ذہن کو بھی اور شک میں باوجود التفات ذہن کے پھر عدم تصدیق ہے) بلکہ (اُس سے بڑھ کر یہ ہے کہ) یہ اس سے اندھے بنے ہوئے ہیں (یعنی جیسے اندھے کو طریق نظر نہیں آتا اس لئے مقصود تک پہنچنا مستبعد ہے۔ اسی طرح تصدیق بالآخرت کا جو طریق ہے یعنی دلائل صحیحہ یہ لوگ غایت عناد سے اس میں تدبر و تامل نہیں کرتے۔ اسی لئے وہ دلائل اُن کو نظر نہیں آتے جس سے مطلوب تک پہنچ جانے کی اُمید ہوتی۔ پس یہ شک سے بھی بڑھ کر ہے کیونکہ شک والا بعض اوقات دلائل میں نظر کر کے رفع شک کر لیتا ہے اور یہ نظر بھی نہیں کرتے۔ پس اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ۝ سے بڑھ کر تدارک علم ہوا اور اس سے بڑھ کر شک اور اس سے بڑھ کر عمی، پس یہ انتقالات ترقی کے واسطے ہیں اور ترقی میں ماقبل کی نفی نہیں ہے کہ تعارض کا شبہ ہو بلکہ اثبات شیٔ زائد ہے۔ جس کا

حاصل یہ ہے کہ سب اوصاف ثابت ہیں یعنی عدم تعیین بھی اور تدارک بھی اور شک بھی اور عمی بھی اور چونکہ ہر ما قبل ہر مابعد سے مفہوم عام ہے یعنی لا بشرط شئی ہے بشرط لاشئی نہیں ہے لہٰذا اجتماع میں کوئی اشکال نہیں جیسا ترجمہ کی تقریر سے یہ عموم وخصوص ظاہر ہے) اور (اس تشنیع علی الانکار کے بعد آگے اُن کا ایک انکاری قول نقل فرماتے ہیں کہ) یہ کافریوں کہتے ہیں کہ کیا ہم لوگ جب (مرکر) خاک ہو گئے اور (اسی طرح) ہمارے بڑے بھی تو کیا (پھر) ہم (زندہ کر کے قبروں سے) نکالے جاویں گے اُس کا تو ہم سے اور ہمارے بڑوں سے (محمد ﷺ کے) پہلے سے وعدہ ہوتا چلا آیا ہے (کیونکہ تمام انبیاء کا یہ قول مشہور ہے لیکن نہ آج تک ہوا اور نہ کسی نے بتلایا کہ کب ہوگا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ) یہ بے سند باتیں ہیں جو اگلوں سے نقل ہوتی چلی آئی ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ (جب اس کے امکان پر دلائل عقلیہ اور وقوع پر دلائل نقلیہ جابجا بار بار تم کو سنا دیئے گئے ہیں تو تم کو تکذیب سے باز آنا چاہئے ورنہ جو اور مکذبین کا حال ہوا ہے کہ مقہور ہوئے وہی تمہارا حال ہوگا اگر اُن کی حالت میں کچھ شبہ ہو تو) تم زمین میں چل پھر کر دیکھو کہ مجرمین کا انجام کیا ہوا (چنانچہ آثار ہلاکت بالعذاب کے نمایاں اور باقی تھے) اور (اگر باوجود ان مواعظ بلیغہ کے پھر بھی مخالفت پر کمر بستہ رہیں تو) آپ ان پر غم نہ کیجئے اور جو کچھ یہ شرارتیں کر رہے ہیں اُس سے تنگ نہ ہو جئے (کہ اور انبیاء کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوا ہے) اور (قُلْ سِيْرُوْا میں اور اُس کے امثال دوسری آیات میں جو ان کو وعید عذاب سنائی جاتی ہے تو چونکہ دل مین تصدیق نہیں اس لئے) یہ لوگ (بیبا کانہ) یوں کہتے ہیں کہ یہ وعدہ (عذاب وقہر کا) کب ہوگا اگر تم سچے ہو (تو بتلاؤ) آپ کہہ دیجئے کہ عجب نہیں کہ جس عذاب کی تم جلدی مچار ہے ہو اس میں سے کچھ تمہارے پاس ہی آ لگا ہو اور (اب تک جو دیر ہو رہی ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ) آپ کا رب لوگوں پر (اپنا) بڑا فضل رکھتا ہے (اُس رحمت عامہ کی وجہ سے قدرے مہلت دے رکھی ہے) ولیکن اکثر آدمی (اس بات پر) شکر نہیں کرتے (کہ تاخیر کو غنیمت سمجھیں اور اس مہلت میں حق کی طلب اور اس کو قبول کر لیں کہ عذاب سے نجات ابدی حاصل ہو بلکہ بالعکس انکار اور علی سبیل الاستہزاء استعجال کرتے ہیں) اور (یہ تاخیر چونکہ بمصلحت ہے اس لئے یوں نہ سمجھیں کہ ان افعال کی کبھی سزا ہی نہ ہوگی کیونکہ) آپ کے رب کو سب خبر ہے جو کچھ اُن کے دلوں میں مخفی ہے اور جس کو وہ علانیہ کرتے ہیں اور (علاوہ حق تعالیٰ کو خبر ہونے کے ظاہری طور پر بھی باضابطہ سب چیزیں دفتر خداوندی میں درج ہیں جس میں کچھ ان ہی کے افعال کی تخصیص نہیں بلکہ) آسمان اور زمین میں ایسی کوئی مخفی چیز نہیں جو لوحِ محفوظ میں نہ ہو (اور دفتر یہی ہے اور جب مخفی چیزیں جن کو کوئی نہیں جانتا اُس میں موجود ہیں تو ظاہر چیزیں تو بدرجۂ اولیٰ موجود ہیں۔ غرض اُن کے اعمال کی خدا کو بھی خبر دفتر میں بھی محفوظ اور وہ اعمال خود مقتضی سزا کو بھی اور وقوع سزا پر اخبار صادقہ بھی متفق۔ پھر اس سمجھنے کی کیا گنجائش ہے کہ سزا نہ ہوگی' البتہ دیر ہونا ممکن ہے۔ چنانچہ بعضی سزائیں ان منکرین کو دنیا میں ہوئیں جیسے قحط وقتل اور بعض برزخ میں ہوں گی کہ یہ سب قریب ہیں اور کچھ آخرت میں ہوں گی' اس لئے ردف کے ساتھ لفظ بعض فرمایا۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ اس پر دال ہے کہ توجہ الی الخلق گو بقصد ارشاد و اصلاح ہی ہو اُس میں اعتدال ہونا چاہئے۔

ملحقات الترجمۃ: قوله في السموٰت عالم فسر به لئلا يتوهم عدم نفي علم الغيب عن المجردات التي هي لا في السموٰت ولا في الارض ۱۲۔

اللغات: من في السموٰات في تغليب ۱۲ ادرك واصله مدارك وفي قراءة ادرك علي وزن اكرم بمعني او ترك من التدارك وهو التتابع لغة ويراد ههنا التنافي والاضمحلال مجازا من تتابع القوم في الهلاكة او من تتابع حتى انقطع وفني اطلاقا للمطلق على المقيد او الملزوم على اللازم قوله علمهم في الأخرة في الروح العلم يتعدى بفي كما يتعدى بالباء ۱۲۔ قوله ردف لكم يتعدى بنفسه وباللام قوله :غائبةصفة غلبت في هذا المعنى وان لم تنقل الى الاسمية ويجوز ان تكون صفة منقولة الى الاسمية والتاء للنقل والفرق بين المغلب والمنقول ان الاول يجوز اجراءه على موصوف مذكر بخلاف الثاني ۱۲۔

النحو: قوله الا الله الاستثناء منقطع تحقيقا لان الله تعالٰى لا يدخل في من متصل تاويلا على حد۔ وبلدة ليس بها انيس۔ الا اليعا فيروا الا العيس۔ بناء على ادخال اليعا فير في الانيس اه هكذا في الروح وقال الزمخشري هذا على لغة بني تميم يرفعون المستثنى المنقطع على البدل اذا كان المبدل منه مرفوعا الخ ۱۲۔

البلاغۃ: قوله عسى قال الزمخشري ان عسٰى ولعل وسوف في وحد الملوك ووعيدهم تدل على صدق الامر وجده ومالا مجال للشك بعده وانما يعنون بذٰلك اظهار وقارهم وانهم لا يجعلون بالانتقام لادلالهم بقهرهم وغلبتهم ووثوقهم بان عدوهم لا يفوتهم وان الرمزة الى الاغراض كافية من جهتهم فعلي ذلك جرى وعد الله تعالٰى ووعيد سبحانه اه وفي الروح لا يخفى حسن ذلك ۱۲۔

إِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِيْٓ إِسْرَآءِيْلَ اَكْثَرَ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۞ وَاِنَّهٗ

لَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۷﴾ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ بِحُكْمِهٖ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ﴿۷۸﴾ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِيْنِ ﴿۷۹﴾ اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاۗءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿۸۰﴾ وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِي الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ۭ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۸۱﴾

بے شک یہ قرآن بنی اسرائیل پر اکثر باتوں کی (حقیقت) کو ظاہر کرتا ہے جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں اور بالیقین وہ ایمانداروں کے لئے (خاص) ہدایت اور (خاص) رحمت ہے۔ بالیقین آپ کا رب ان کے درمیان اپنے حکم سے (وہ عملی) فیصلہ (قیامت کے دن) کرے گا اور وہ زبردست اور علم والا ہے سو (جب وہ ایسا ہے تو) آپ اللہ پر توکل رکھئے یقیناً آپ صریح (طریقہ) پر ہیں آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ بہروں کو اپنی آواز سنا سکتے ہیں (خصوصاً) جب کہ وہ پیٹھ پھیر کر چل دیں اور نہ آپ اندھوں کو ان کی گمراہی سے بچا کر رستہ دکھلانے والے ہیں۔ آپ تو صرف انہیں کو سنا سکتے ہیں جو ہماری آیتوں کا یقین رکھتے ہیں (اور) پھر وہ مانتے (بھی) ہیں۔

تفسیر ربط: چونکہ قیامت کا امکان عقلی اور وقوع نقلی وسمعی ہے اور اوپر اس کے وقوع کی خبر دی گئی ہے اور اخبار کے اثبات کے لئے صدق مخبر کا اثبات ضروری ہے اس لئے آگے قرآن کا کہ وہ مخبر ہے صادق ہونا ایک خاص طور پر علاوہ اس کے معجز ہونے کے ثابت فرماتے ہیں مع اس کے برکات کے۔

اثبات حقیقت و برکات قرآن: اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اَكْثَرَ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۷۶﴾ وَاِنَّهٗ لَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۷﴾ بے شک یہ قرآن بنی اسرائیل پر اکثر اُن باتوں (کی حقیقت) کو ظاہر کرتا ہے جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں (اور پھر ظاہر بھی ایسے طور پر کرتا ہے جس میں علمائے بنی اسرائیل کو بھی جو اُن میں کسی قدر منصف ہیں کلام نہیں رہتا اور علماء کے اختلاف کا فیصل کرنے والا اُن علماء سے اعلم ہونا چاہئے اور اعلم ہونے کے دو طریقے ہیں، یا تو خالق سے علوم کا استفادہ کیا ہو اور یا مخلوق سے اور رسول اللہ ﷺ میں شق ثانی یقیناً منفی ہے، چنانچہ یہ احتمال کسی مخالف نے بھی نہیں نکالا تھا پس لامحالہ شق اول متعین ہوگئی۔ پس آپ کا صاحب وحی ہونا اور قرآن کا وحی ہونا ثابت ہو گیا اور وحی کا صدق ضروری ہے۔ پس قرآن کا جو کہ مخبر عن القیامت ہے صادق ہونا ثابت ہو گیا اور اس سے قیامت کا وقوع جو قرآن میں منقول ہے ثابت ہو گیا۔ وھو المطلوب اور اعجاز قرآن وہ دلیل اس کے علاوہ ہے۔ پس رفع اختلاف مذکور دلیل راجع الی المعنی اور اعجاز دلیل راجع الی النظم ہے اور اعجاز سے بلاواسطہ استدلال عارفین وجوہ بلاغت کے ساتھ خاص ہے گو بواسطہ مشاہدہ عجز بلغاء کے وہ استدلال عام ہو جاتا ہے اور رفع اختلاف سے استدلال فی نفسہ بلغاء وغیر بلغاء سب کے لئے عام ہے اور شاید اسی عموم کے سبب اس مقام پر اس استدلال کو اختیار کرنے میں ترجیح دی گئی ہو) اور (اس کا دلیل ہونا تو برکت ظاہری ہے موافق و مخالف سب کے لئے عام ہے لیکن اس کے برکات معنویہ اگر دیکھنا ہوں تو ایمان لا کر کوئی دیکھے کہ) بالیقین وہ ایمان داروں کے لئے (خاص) ہدایت اور (خاص) رحمت ہے (ہدایت باعتبار طاعات کے اور رحمت باعتبار ثمرات کے)۔ ف: گو اس آیت سے رسالت کا اثبات بھی صاف ہے لیکن سوق کلام اثبات صدق وصحت قرآن کے لئے بحیثیت اس کے مخبر عن القیامۃ ہونے کے ہے۔ پس حیثیت مذکورہ میں یہ عبارۃ النص ہے اور مطلق اثبات رسالت میں اشارۃ النص ہے اور بنی اسرائیل کے اختلافات رفع کرنے کی مثالیں اس مقام پر تفسیر احقانی میں متعدد نقل کی ہیں اُس میں ملاحظہ کر لی جاویں۔ احقر کتب سابقہ سے واقفیت نہیں رکھتا اور جتنے اُمور اختلافیہ کا قرآن میں فیصلہ ہے اگر بنی اسرائیل میں اُمور اختلافیہ اس سے کم تھے تو لفظ اکثر اپنے معنی پر ہے ورنہ اکثر بمعنی کثیر ہے۔ ربط: اوپر دلیل معاد کا کہ قرآن ہے صحیح و مثبت ہونا مذکور تھا جس کا مقتضا تھا کفار کا انکار سے باز آ جانا اور پھر بھی باز نہ آنے کا مقتضی تھا حضور ﷺ کا محزون ہونا اس لئے آگے تسلیہ ہے آپ کا جیسا کہ اوپر آیت وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ میں بھی یہ مضمون تھا۔

تسلیہ رسول اللہ ﷺ: اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ بِحُكْمِهٖ ۚ (الی قولہ تعالی) فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۸۱﴾ (آپ ان لوگوں کی حالت پر نہ تاسف کیجئے اور نہ اُن کی مخالفت کی فکر کیجئے، کیونکہ ان کا کام حد فہمائش سے گزر گیا ہے۔ اب یہ عقلی اور شرعی فیصلہ کو نہ مانیں گے بلکہ عملی فیصلہ کی ضرورت ہے جو خدا کا کام ہے اور) بالیقین آپ کا رب اُن کے درمیان اپنے حکم سے (وہ عملی) فیصلہ (قیامت[۱] کے دن) کرے گا (اُس وقت معلوم ہو جاوے گا کہ دین حق کیا تھا اور باطل کیا تھا تو ایسے لوگوں پر کیا تاسف کیا جاوے) اور (اسی طرح فکر مخالفت بھی نہ کیجئے کیونکہ) وہ زبردست اور علم والا ہے (پس بدوں اُس کی مشیت کے کوئی کسی کو ضرر نہیں پہنچا سکتا اور اُس سے کسی کی تدبیر ضرر رسانی کی مخفی نہیں، وہ سب کو جانتا ہے اور اپنی قدرت سے سب کو دفع کر سکتا ہے) سو (جب وہ ایسا ہے تو) آپ اللہ پر توکل رکھئے (کہ قدرت علی النصر تو اوپر ثابت ہوئی اور وقوع نصر کا مرجح یہ امر ہے کہ) یقیناً آپ صریح حق (طریقہ) پر ہیں (اور اہل حق بمقابلہ اہل باطل کے

منصور ہوا کرتے ہیں۔ پس خوف وفکر نہ کیجئے اور چونکہ بہ نسبت خوف وفکر کے آپ کو حزن زیادہ ہوتا تھا' اس لئے اُس کے متعلق پھر مکرر دوسرے عنوان سے فرماتے ہیں کہ) آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ بہروں کو اپنی آواز سنا سکتے ہیں (خصوصاً) جبکہ وہ پیٹھ پھیر کر چل دیویں اور نہ آپ اندھوں کو ان کی گمراہی سے (بچا کر[۳]) راستہ دکھلانے والے ہیں آپ تو صرف اُن ہی کو سنا سکتے ہیں جو ہماری آیتوں کا یقین رکھتے ہیں (اور) پھر وہ مانتے (بھی) ہیں (مطلب یہ کہ یہ لوگ تو مشابہ مردوں' بہروں اور اندھوں کے ہیں' پھر اُن سے توقع ہدایت اور فہم کی بے کار ہے۔ جب توقع نہ ہوگی حزن بھی نہ ہوگا) **ف**: اس آیت سے بعض علماء نے استدلال کیا ہے کہ مردے نہیں سنا کرتے ہر چند کہ مردوں سے مراد یہاں کفار ہیں مگر تشبیہ جب ہی درست ہو سکے گی جب مردے نہ سنتے ہوں لیکن چونکہ بعض احادیث میں مردوں کا سننا قریب جگہ سے نہ کہ بعید سے وارد ہے' اس لئے بعض علماء نے آیت میں کہا ہے کہ مراد سماع منفی سے سماع نافع ہے اور قرینہ اس کا علاوہ دفع تعارض حدیث کے یہ بھی ہے کہ کفار سے مطلق سماع کا منفی ہونا مشاہدہ کے خلاف ہے' البتہ سماع نافع ضرور منفی تھا۔ پس مردوں سے بھی منفی ہے۔ چنانچہ ظاہر ہے کہ اگر مردوں کو نصیحت کرے بے کار ہے' کیونکہ وہ دار العمل نہیں اور ثواب سے نفع ہونا یا تلاوت قرآن سے اُنس ہونا یہ دوسری بات ہے مقصود مواعظ کا نافع نہ ہونا ہے اور بعض نے یہ جواب دیا ہے کہ مردے میں مردہ حقیقی جسد ہے وہ نہیں سن سکتا مگر اس سے روح کی نفی سماع لازم نہیں آتی اور علمائے مانعین نے حدیثوں میں کچھ مناسب تاویلیں کر کے تعارض کو دفع کیا ہے۔ واللہ اعلم۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ توکل کی یہ تعلیل اس کی دلیل ہے کہ حق پر ہونے کی خاصیت قوت قلب ہے اور اس کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ قولہ تعالیٰ: اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى ...... اس پر دال ہے کہ ہدایت شیخ کے قبضہ میں نہیں جیسا بعض جاہلوں کا زعم ہے۔

ملحقات الترجمۃ: [۱]قولہ فی **ف** تفسیر حقانی قلت وشیٔ منہ مذکور فی روح المعانی قلیلا حظ واھم ما ذکرہ الطبری بقولہ وذلک کالذی اختلفوا فیہ من امر عیسیٰ فقالت الیہود فیہ قالت وقالت النصاریٰ فیہ ما قالت وتبرأ لاختلافھم فیہ ھؤلاء من ھؤلاء وھؤلاء من ھؤلاء ۱۲۔ [۲]قولہ فی یقضی قیامت کذا فی الخازن ۱۲۔ [۳]قولہ فی ما انت بھٰدی بچا کر اشارۃ الی تضمن الھدایۃ معنی الصرف ۱۲۔

اللغات: بحکمہ فی المدارک بعدلہ لانہ لا یقضی الا بالعدل فسمی المحکوم بہ حکمھا اھ فلا یلزم ان القضاء والحکم واحد فیلزم کون الشیٔ سببا لنفسہ۔

وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ ۙ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۸۲﴾ وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ يُّكَذِّبُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿۸۳﴾ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْ قَالَ اَكَذَّبْتُمْ بِاٰيٰتِيْ وَلَمْ تُحِيْطُوْا بِهَا عِلْمًا اَمَّاذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوْا فَهُمْ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿۸۵﴾ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا الَّيْلَ لِيَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۸۶﴾ وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَكُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ؕ صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ؕ اِنَّهٗ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۸۸﴾ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ ﴿۸۹﴾ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ ؕ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۰﴾

اور جب وعدہ (قیامت کا) ان پر پورا ہونے کو ہوگا تو ہم ان کے لئے ایک (عجیب) جانور نکالیں گے کہ وہ ان سے باتیں کرے گا کہ کافر لوگ ہماری (یعنی اللہ تعالیٰ کی) آیتوں پر یقین نہ لاتے تھے اور جس دن (قبروں سے زندہ کرنے کے بعد) ہم ہر امت میں سے ایک ایک گروہ ان لوگوں کا (حساب کے لئے) جمع کریں گے جو ہماری آیتوں کو جھٹلایا کرتے تھے پھر ان کو روکا جائے گا۔ یہاں تک کہ جب (موقف میں) حاضر ہو جائیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا کہ کیا تم نے میری آیتوں کو جھٹلایا

تھا۔ حالانکہ تم ان کو اپنے احاطہ علمی میں بھی نہیں لائے بلکہ اور بھی کیا کیا کام کرتے تھے اور (اب وہ وقت ہے) کہ ان پر وعدہ کا پورا ہو گیا کہ دنیا میں انہوں نے (بڑی بڑی) زیادتیاں کی تھیں سو وہ لوگ بات بھی نہ کر سکیں گے۔ کیا انہوں نے اس پر نظر نہیں کی کہ ہم نے رات بنائی تا کہ لوگ اس میں آرام کریں (اور یہ آرام مشابہ موت کے ہے) اور دن بنایا جس میں دیکھیں (اور یہ مشابہ حیات بعد الموت کے ہے پس) بلاشبہ اس میں بری دلیلیں ہیں ان (ہی) لوگوں کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں اور جس دن صور میں پھونک ماری جائے گی سو جتنے آسمان اور زمین میں ہیں سب گھبرا جاویں گے۔ مگر جس کو اللہ چاہے وہ اس گھبراہٹ سے اور موت سے محفوظ رہے گا اور سب کے سب اسی کے سامنے دبے رہیں گے اور تو جن پہاڑوں کو دیکھ رہا ہے (اور) ان کو خیال کر رہا ہے کہ یہ اپنی جگہ سے جنبش نہ کریں گے۔ حالانکہ وہ بادلوں کی طرح اڑے اڑے پھریں گے۔ یہ اللہ کا کام ہوگا جس نے ہر چیز کو (مناسب انداز پر) مفہوم بنا رکھا ہے۔ یہ یقینی بات ہے کہ اللہ تم کو ہمارے سب افعال کی پوری خبر ہے جو شخص نیکی یعنی ایمان لادے گا۔ سو اس شخص کو اس (نیکی کے اجر) سے بہتر (اجر) ملے گا اور وہ لوگ بڑی گھبراہٹ سے اس روز امن میں رہیں گے اور جو شخص بدی (یعنی کفر و شرک) لادے گا تو وہ لوگ اوندھے منہ آگ میں ڈال دیئے جائیں گے (اور ان سے کہا جائے گا) تم کو ان ہی عملوں کی سزا دی جا رہی ہے جو تم (دنیا میں) کیا کرتے تھے۔ ۞

تفسیر ربط: اوپر قُلْ لَّا يَعْلَمُ میں قیامت کا ذکر تھا۔ آگے پھر اُسی طرف عود ہے اور درمیان میں تبعاً دوسرے مناسب مضامین آ گئے تھے جن کا تناسب تقریرات ربط میں مذکور ہوا ہے۔ پس اول بعض اشراط قیامت کے مذکور ہیں وَاِذَا وَقَعَ پھر وقوع حشر کا ذکر ہے وَ يَوْمَ نَحْشُرُ پھر ایک دلیل امکان بعث کی مذکور ہے اَلَمْ يَرَوْا پھر بعض واقعات عین قیامت کے مذکور ہیں۔ وَيَوْمَ يُنْفَخُ پھر طریقہ جزا و سزا کا مذکور ہے مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ۔

عود بسوئے ذکر قیامت و علامات و واقعات آں: وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ (الی قوله تعالی) هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۞ اور جب وعدہ (قیامت کا) ان (لوگوں) پر پورا ہونے کو ہوگا (یعنی قیامت کا زمانہ قریب[1] آ پہنچے گا) تو ہم اُن کے لئے زمین سے ایک (عجیب) جانور نکالیں گے کہ وہ اُن سے باتیں[2] کرے گا کہ (کافر) لوگ ہماری (یعنی اللہ تعالیٰ کی) آیتوں پر (بالخصوص جو آیتیں قیامت کے متعلق ہیں اُن پر) یقین نہ لاتے تھے (سو اب قیامت قریب آ پہنچی ہے۔ چنانچہ ایک علامت اُس کی میر اظہور ہے مقصود اس سے الزام حجت اور تبکیت کفار کی ہے اور چونکہ یہ خارق عظیم ہوگا' اس لئے بالاضطرار اس کی تصدیق کریں گے تو اس میں زیادہ تشنیع کفار کی ہے کہ انبیاء کی تکذیب کرتے رہے۔ اب دابہ کی تصدیق کیوں کی اور چونکہ یہ طلوع الشمس من المغرب کے زمانہ میں ہوگا خواہ اُس کے ذرا قبل یا ذرا بعد جیسا خازن میں مسلم سے نقل کیا ہے اس لئے وہ تصدیق مقبول نہ ہوگی یہ تو قرب قیامت میں واقعہ ہوگا) اور (پھر قیامت ہی آ جاوے گی جس کے واقعات آگے فرماتے ہیں کہ اُس دن کو یاد دلایئے) جس دن (قبروں سے زندہ کرنے کے بعد) ہم ہر اُمت میں سے (یعنی امم سابقہ میں سے بھی اور اس اُمت میں سے بھی) ایک ایک گروہ اُن لوگوں کو (حساب کے لئے) جمع کریں گے جو میری آیتوں کو جھٹلایا کرتے تھے پھر (اُن کو موقف کی طرف حساب کے لئے روانہ کیا جائے گا اور چونکہ کثرت سے ہوں گے اس لئے) اُن کو (چلنے میں پچھلوں کے آ ملنے کے واسطے) روکا جاوے گا (یعنی تا کہ آگے پیچھے نہ رہیں سب شامل ہو کر موقف کی طرف چلیں' یہ کنایہ ہے کثرت سے کہ کثرت میں ایسا ہوتا ہے خواہ روک ٹوک ہو یا نہ ہو) یہاں تک کہ جب (چلتے چلتے موقف میں) حاضر ہو جاویں گے تو (حساب شروع ہوگا اور) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماوے گا کہ کیا تم نے میری آیتوں کو جھٹلایا تھا حالانکہ تم اُن کو اپنے احاطہ علمی میں بھی نہیں لائے (جس کے بعد غور کرنے کا موقع ملتا اور غور کر کے اُس پر کچھ رائے قائم کرتے۔ مطلب یہ کہ سنتے ہی بلا تدبر و بلا تفکر اُن کی تکذیب کر دی اور تکذیب ہی پر اکتفا نہیں کیا) بلکہ[3] (یا دتو کرو اس کے علاوہ) اور بھی کیا کیا کام کرتے رہے (مثلاً[4] انبیاء کو اور اہل ایمان کو آزار دیا جو تکذیب سے بھی بڑھ کر ہے۔ اسی طرح اور عقائد و اعمال کفریہ و فسقیہ میں مبتلا رہے) اور (اب وہ وقت ہے کہ) اُن پر (بوجہ قائم ہو جانے جرم کے) وعدہ (عذاب کا) پورا ہو گیا (یعنی سزا کا استحقاق ثابت ہو گیا) بوجہ اس کے کہ (دنیا میں) اُنہوں نے (بڑی بڑی) زیادتیاں کی تھیں (جن کا آج ظہور ثابت ہو گیا) سو (چونکہ ثبوت قوی ہے اس لئے) وہ لوگ (عذر وغیرہ کے متعلق) بات بھی نہ کر سکیں گے (اور بعض آیات میں جو اُن کا اعتذار مذکور ہے وہ ابتداء میں ہوگا پھر بعد اقامت حجت نطق نہ ہوگا اور یہ لوگ جو امکان قیامت کے منکر ہیں تو حماقت محض ہے کیونکہ علاوہ دلائل نقلیہ ثابتۃ الصدق کے اس پر دلیل عقلی بھی تو قائم ہے مثلاً) کیا انہوں نے اس پر نظر نہیں کی کہ ہم نے رات بنائی تا کہ لوگ اس میں آرام کریں (اور یہ آرام مشابہ موت کے ہے) اور دن بنایا جس میں دیکھیں بھالیں (جو کہ موقوف ہے بیداری پر اور وہ مشابہ حیات بعد الموت کے ہے پس) بلاشبہ اس (روزانہ خواب و بیداری) میں (امکان بعث پر اور ان آیات کے حق ہونے پر جو اس پر دال ہیں) بڑی[5] دلیلیں ہیں (کیونکہ موت کی حقیقت ہے زوال تعلق روح عن الجسد اور حیات ثانیہ کی حقیقت ہے عود اُس تعلق کا اور نوم بھی من وجہ زوال ہے اُس تعلق کا کیونکہ ضعف بھی اُس شئے کے مراتب کے وجود میں سے کسی مرتبہ کا زوال ہوتا ہے اور یقظہ عود ہے اُس تعلق زائل کا۔ پس دونوں میں تشابہ تام ہوا اور ایک نظیر کے ساتھ قدرت کا تعلق مشاہد ہے اور یہ تعلق معلل کسی علت سے ہے نہیں بلکہ ذات واجب اس کو مقتضی ہے اور محل قدرت کا امتناع کسی دلیل سے ثابت نہیں اور امکان اولیٰ بدیہی ہے پھر اُس کی نظیر کا امکان اس بداہت کو اور قوی کرتا ہے' پھر اُس کے ساتھ تعلق قدرت میں کیا کلام ہے اور یہ دلیل چونکہ عقلی

ہے اس لئے ہر شخص کے لئے عام ہے مگر باعتبار انتفاع کے) اُن (ہی) لوگوں کے لئے (ہے) جو ایمان رکھتے ہیں (کیونکہ وہ تدبر کرتے ہیں اور دوسرے تدبر نہیں کرتے اور انتاج کے لئے نظر و فکر ضروری ہے اس لئے دوسرے اس سے منتفع نہیں ہوتے) اور (ایک واقعۂ ہولناک اس حشر مذکور سے پہلے ہوگا جس کا آگے ذکر ہے یعنی اس دن کی ہیبت بھی یاد دلایئے) جس دن صور میں پھونک ماری جاوے گی (یہ نفخۂ اولیٰ ہے اور حشر مذکور نفخۂ ثانیہ کے بعد تھا) سو جتنے آسمان اور زمین میں (فرشتے اور آدمی وغیرہ) ہیں سب گھبرا جاویں گے (اور پھر مر جاویں گے اور جو مر چکے ہیں اُن کی روحیں بے ہوش ہو جاویں گی) مگر جس کو خدا چاہے (وہ اس گھبراہٹ سے اور موت سے محفوظ رہے گا' مراد ان سے حسب حدیث مرفوع جبرئیل و میکائیل و اسرافیل و ملک الموت و حاملان عرش ہیں' پھر ان سب کی بھی بدوں اثر نفخہ وفات ہو جاوے گی كذا في الدر المنثور سورة الزمر) اور (دنیا میں جیسے عادت ہے کہ جس سے گھبراہٹ اور ڈر ہوتا ہے اُس سے بھاگ جاتے ہیں۔ وہاں اللہ تعالیٰ سے کوئی بھاگ نہ سکے گا بلکہ) سب کے سب اُسی کے سامنے دبے جھکے[6] حاضر رہیں گے (یہاں تک کہ زندہ مردہ اور مردے بے ہوش ہو جاویں گے) اور (نفخہ کی یہ تغییر و تاثیر جانداروں میں ہوگی اور آگے بے جان چیزوں میں جو تاثیر ہوگی اُس کا بیان ہے وہ یہ کہ اے مخاطب) تو (اس وقت) پہاڑوں کو ایسی حالت میں دیکھ رہا ہے جس سے (اُن کے ظاہری استحکام کے سبب بادی النظر میں) تجھ کو خیال ہوتا ہے کہ یہ (ہمیشہ یوں ہی رہیں گے اور کبھی اپنی جگہ سے) جنبش نہ کریں گے' حالانکہ (اُس وقت اُن کی یہ حالت ہوگی کہ) وہ بادلوں کی طرح (متخلخل اور خفیف اور متحلل الاجزاء ہو کر جو یعنی فضا بین السماء والارض میں) اڑے اڑے پھریں گے (کقولہ تعالیٰ: وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا فَكَانَتْ هَبَاۤءً مُّنْۢبَثًّا [الواقعة: ٥ - ٦] اور اس پر کچھ تعجب نہ کرنا چاہئے کہ ایسی ثقیل اور صلب چیز کا یہ حال کیسے ہو جاوے گا وجہ یہ کہ) یہ خدا کا کام ہوگا جس نے ہر چیز کو (مناسب انداز پر) مضبوط بنا رکھا ہے (اور ابتداء میں کسی شئے میں کوئی مضبوطی نہ تھی' کیونکہ خود اُس شئے کی ذات ہی نہ تھی پس صفت تو بدرجۂ اولیٰ نہ تھی سو جیسے اُس نے معدوم سے موجود اور ضعیف سے قوی بنایا اسی طرح اس کا عکس بھی کر سکتا ہے' کیونکہ قدرت ذاتیہ کی نسبت تمام مقدورات کے ساتھ یکساں ہے بالخصوص متناظرات و متشابہات کا تماثل تو زیادہ واضح ہے اسی طرح دوسری مخلوقات قویہ آسمان و زمین وغیرہ میں تغیر عظیم ہونا اور آیات میں ہے: وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً فَيَوْمَىِٕذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ وَانْشَقَّتِ السَّمَاۤءُ [الحاقة: ١٤ - ١٦] پھر اس کے بعد نفخۂ ثانیہ ہوگا جس سے ارواح ہوش میں آ کر اپنے ابدان سے متعلق ہو جاویں گی اور عالم خلق جدید سے درست ہو جاوے گا اور اوپر جو حشر کا ذکر تھا وہ اسی نفخۂ ثانیہ کے بعد ہوگا۔ آگے اصل مقصود قیامت کا کہ مجازات ہے بیان ہے پس اول اس کی تمہید کے طور پر ارشاد ہے کہ) یہ یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب افعال کی پوری خبر ہے (جو شرط اعظم ہے مجازات کی اور دوسرے شرائط بھی مثل قدرت وغیر با مستقل دلائل سے ثابت ہیں۔ پس مجازات کا ممکن ہونا تو اس سے ظاہر ہے اور پھر حکمت مقتضی ہے وقوع کو پس مجازات کا واقع ہونا ثابت ہو گیا چنانچہ بعد تمہید کے آگے اس کا وقوع مع اُس کے قانون اور طریقہ کے بیان فرماتے ہیں کہ) جو شخص نیکی (یعنی ایمان) لاوے گا سو (وہ ایمان لانے پر جس اجر کا مستحق ہے) اُس شخص کو اُس (نیکی کے اجر مذکور) سے بہتر (اجر) ملے گا اور وہ لوگ بڑی[5] گھبراہٹ سے اُس روز امن میں رہیں گے (جیسا سورۂ انبیاء میں ہے: لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ ...... [الأنبياء: ١٠٣]) اور جو شخص بدی (یعنی کفر و شرک) لاوے گا تو وہ لوگ اوندھے منہ آگ میں ڈال دیئے جاویں گے (اور اُن سے کہا جاوے گا کہ تم کو تو اُنہی عملوں کی سزا دی جا رہی ہے جو تم (دنیا میں) کیا کرتے تھے (بے وجہ تو عذاب نہیں ہو رہا) **ف**: دابة الارض کے متعلق درمنثور و روح المعانی میں روایات مرفوعہ و موقوفہ کثرت سے منقول ہیں۔ خلاصہ اُن کا یہ ہے کہ وہ کوئی دابۂ عجیب الخلقت ہے مکہ کی سرزمین سے قرب قیامت کے نکلے گا اور انسان کی طرح باتیں کرے گا اور من الارض سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس کا ظہور بطریق تولد ہوگا نہ کہ بطریق توالد' کیونکہ ظاہر امن الارض متعلق اخرجنا کے ہے اور لیل و نہار کے تغییر سے جو امکان بعث پر استدلال کے بعد الآیات لفظ جمع فرمایا ہے حالانکہ بظاہر دلیل واحد ہے یا تو اس وجہ سے کہ مدلول متعدد ہے مثلاً امکان بعث و صدق آیات بعث جیسا ترجمہ میں اس طرف اشارہ بھی ہے تو ہر مدلول کے اعتبار سے گویا ایک ایک دلیل ہے اور یا بوجہ عظیم ہونے کے دلیل کے بجائے کئی دلیل کے ہے اور نفخۂ صور کے عدد میں بہت مختلف اقوال ہیں۔ لیکن آیات میں تعدد تو منصوص ہے اور کوئی عدد مصرح نہیں' اس لئے اقل درجہ کہ دو ہی متیقن ہے اور تمام تر واقعات جو نفخوں کے متعلق آئے ہیں وہ دو نفخوں میں سب صادق آ سکتے ہیں' لہٰذا تین چار ماننے کی کوئی ضرورت نہیں نہ نقلی نہ عقلی واللہ اعلم۔ اور ظاہر ان آیات میں شبہ ہوتا ہے کہ اول ففزع الخ میں سب کے لئے فزع ثابت کیا گیا پھر هم من فزع الخ میں اہل ایمان سے اُس کی نفی کی گئی مگر جواب یہ ہے کہ فزع مثبت اور ہے اور فزع منفی اور ہے۔ فزع اول نفخۂ اولیٰ کے وقت ہے اور حقیقت اُس کی ہول طبعی ہے اور اثر اس کا موت ہے اور ثانی نفخۂ ثانیہ کے بعد ہے اور حقیقت اُس کی فزع عن العذاب الخلد ہے جو ہر مومن سے منفی ہے گو مطلق فزع ہو اور آیت: مَنْ جَاۤءَ بِالْحَسَنَةِ کے مماثل ایک آیت سورۂ انعام کے خاتمہ کے قریب آئی ہے وہاں اُس کی تفسیر کے ذیل میں بعضے ضروری مضامین قابل ملاحظہ ہیں۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: اَكَذَّبْتُمْ بِاٰيٰتِيْ وَلَمْ تُحِيْطُوْا بِهَا عِلْمًا اس سے معلوم ہوا کہ جس کی حقیقت نہ سمجھے اس پر انکار کرنا مذموم ہے جیسے

بعضے خشک لوگ عارفین کے کلام پر بے سمجھے رد و انکار کرنے لگتے ہیں (غایت یہ کہ سکوت کریں) قولہ تعالیٰ: وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا یہ صریح ہے اس بات میں کہ صنع متقن تسییر جبال کے منافی نہیں، کیونکہ اتقان کی حقیقت ہے کہ ہر شئے کو حکمت کے موافق بنایا جاوے، پس جب حکمت مقتضی تسییر کو ہو تو تسییر بھی عین اتقان ہوگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حوادث کے وجود اور عین حالت وجود میں مضمحل ہونے کے درمیان میں جیسا کہ وحدۃ الوجود والے قائل ہیں تنافی نہیں۔ قولہ تعالیٰ: مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ...... میں اعتقاد توحید و رسالت بھی ہے اور جزاء میں مطاعم و مشارب بھی ہیں اور عبادات کا ان لذات سے افضل ہونا ظاہر ہے باوجود اس کے جزاء کو طاعت سے افضل فرمایا گیا تو من حیث الذات نہیں بلکہ اس حیثیت سے کہ طاعات کا ادا کرنا فعل عبد ہے اور جزاء کا عطا کرنا فعل حق ہے اور فعل حق افضل ہے فعل عبد سے۔ پس لذات سے تو طاعات افضل ہیں اور طاعات کے ادا سے جزاء کی عطا افضل ہے۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله فی اذا وقع قریب آ پہنچے اشارة الى ان معنى وقع قرب وقوع القول كما فى قوله تعالىٰ اذا بلغن اجلهن فامسكوهن اى قاربن بلوغ اجلهن ۱۲۔ ۲ قوله فی تکلمهم ان الناس: اُن سے باتیں کرے گا کہ الخ اشار بالكاف البيانية الى تقدير الباء ۱۲۔ ۳ قوله فی ام ماذا بلکہ اشارة الى كون ام منقطعة ۱۲۔ ۴ قوله قبل الم يروا مثلاً اشارة الى ان المقصود ليس هو الحصر ۱۲۔ ۵ قوله آیت بڑی افاده التنوين ۱۲۔ ۶ قوله فى كل اتوه حاضر رہیں گے یہاں تک الخ رواه فى الدر عن ابن زيد قال الداخر الصاغر الراهب لان المرأ اذا فزع انما همة الهرب من الامر الذى فزع منه فلما نفخ فى الصور فزعوا فلم يكن لهم من الله منجأ ۱ه قلت وهو من الحسن بمكان وعلى القول المشهور من ارادة الاتيان للحساب يلزم كون بعض ما يتر تبعلى النفخة الثانية متخللا بين واقعات تترتب على النفخة الاولىٰ ۱۲۔ ۷ قوله فى ترى الخ ما ترجم به هذا المجموع من تفسير ترى وتحسبها من المواهب ولله الحمد ولا حاجة عليه الى تكلف ما و توجيه يخالف الظاهر ۱۲۔ ۸ قوله فى من فزع: بڑی افادة التنوين فيطابق بهٰذا قوله الا يحزنهم الفزع الاكبر ۱۲۔

النحو: قوله من كل امة الخ من هذه تبعيضية ومن فى ممكن يكذب بيانية لبيان الفوج فالامة عامة للمؤمن والكافر ومن يكذب بعض منها ۱۲۔

البلاغۃ: قوله ويوم نحشر فى الروح المراد بهٰذا الحشر الحشر للتوبيخ والعذاب بعد الحشر الكلى الشامل لكافة الخلق وهو المذكور فيما بعد من قوله تعالىٰ ويوم ينفخ فى الصور الى آخره ولعل تقديم ما تضمن هذا على ما تضمن ذلك دون العكس من ان الترتيب الوقوعى تقتضيه للايذان بان كلا مما تضمنه هذا وذاك من الاحوال هامة كبرى واهية وهياء حقيقة بالتذكير على حيابها ولو ردى الترتيب الوقوعى لربما توهم ان الكل واهبة قد امر بذكرها مع ان الانسب بذكر ان الكفرة لا يوقنون بالآيات المراد به انهم يكذبون بها ان يذكر بعده ما تضمن التوبيخ منه عزوجل والتعذيب على ذلك التكذيب ۱۲۔

إِنَّمَآ أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِىْ حَرَّمَهَا وَلَهٗ كُلُّ شَىْءٍ ۫ وَّأُمِرْتُ أَنْ أَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۹۱﴾ وَأَنْ أَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَإِنَّمَا يَهْتَدِىْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ إِنَّمَآ أَنَا مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿۹۲﴾ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا ۭ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾ ع ۷ / ۱۱

مجھ کو تو یہی حکم ملا ہے کہ میں اس شہر (مکہ) کے مالک (حقیقی) کی عبادت کیا کروں جس نے اس (شہر) کو محترم بنایا ہے اور (اس کی عبادت کیوں نہ کی جائے جبکہ وہ ایسا ہے کہ) سب چیزیں اسی کی (ملک) ہیں اور مجھ کو یہ بھی حکم ملا ہے کہ میں فرمانبردار ہوں اور مجھ کو (یہ) بھی حکم ملا ہے کہ میں قرآن کریم پڑھ پڑھ کر سناؤں۔ سو (میری تبلیغ کے بعد) جو شخص راہ پر آئے گا سو وہ اپنے ہی فائدے کے لئے راہ پر آئے گا اور جو شخص گمراہ رہے گا تو آپ کہہ دیجئے کہ میرا کوئی ضرر نہیں کیونکہ میں تو صرف ڈرانے والے پیغمبروں میں سے ہوں اور آپ (یہ بھی) کہہ دیجئے کہ سب خوبیاں اللہ کی کے لئے ثابت ہیں وہ تم کو عنقریب اپنی نشانیاں (یعنی قیامت کے واقعات) دکھلا دے گا سو تم (وقوع کے وقت) ان کو پہچانو گے اور آپ کا رب ان کاموں سے بے خبر نہیں جو تم سب لوگ کر رہے ہو۔

تفسیر ربط: اوپر سورۃ میں جو مضامین ثلاثہ نبوت و توحید و معاد مفصل مذکور ہیں آگے خاتمہ میں اُن کا اجمال و تلخیص ہے۔

تلخیص مباحث توحید و رسالت و معاد: إِنَّمَآ أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِىْ حَرَّمَهَا (الی قولہ تعالیٰ) وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾ (اے پیغمبر ﷺ لوگوں سے کہہ دیجئے کہ) مجھ کو تو یہی حکم ملا ہے کہ میں اُس شہر (مکہ) کے مالک (حقیقی) کی عبادت کیا کروں جس نے اس (شہر) کو محترم بنایا ہے (کہ حرم ہونا اُسی احترام پر مرتب ہے۔ مطلب یہ کہ عبادت میں شرک سے برکنار رہوں جیسا اب تک برکنار رہوں) اور (اُس کی عبادت کیوں نہ کی جاوے

جبکہ وہ ایسا ہے کہ) سب چیزیں اُسی کی (ملک) ہیں اور مجھ کو یہ (بھی) حکم ہوا ہے کہ میں (عقائد و اعمال سب میں) فرمانبردار رہوں (یہ تو توحید ہوئی) اور (مجھ کو) یہ (بھی حکم ملا ہے) کہ میں (تم کو) قرآن پڑھ پڑھ کر سناؤں (یعنی تبلیغ احکام کروں جو نبوت کے لوازم سے ہے) سو (میری تبلیغ کے بعد) جو شخص راہ پر آوے گا سو وہ اپنے ہی فائدہ کے لئے راہ پر آوے گا (یعنی اُس کو اجر و ثواب و نجات ہوگی میں اُس سے کسی مالی یا جاہی نفع کا خواہاں نہیں ہوں) اور جو شخص گمراہ رہے گا تو آپ کہہ دیجئے کہ (میرا کوئی ضرر نہیں کیونکہ) میں تو صرف ڈرانے والے (یعنی حکم سنانے والے) پیغمبروں میں سے ہوں (یعنی میرا کام صرف حکم پہنچانا ہے سو پہنچا کر سبکدوش ہو جاؤں گا ۔ آگے نہ ماننے کا وبال تم کو بھگتنا پڑے گا ۔ مطلب یہ کہ میں پیغمبر ہوں اور تم سے کوئی غرض نہیں رکھتا یہ رسالت کا مسئلہ ہو گیا) اور آپ (یہ بھی کہہ دیجئے کہ (تم جو قیامت کا اس بناء پر انکار کرتے ہو کہ اب تک واقع نہیں ہوئی اگر ہے تو واقع کرو جیسا جا بجا کفار کا استعجال مذکورہ تو یہی تمہاری غلطی ہے کیونکہ عدم وقوع مقید مستلزم نہیں ہے مطلق عدم وقوع کو اور مجھ سے درخواست وقوع کی محض بے کار ہے کیونکہ میں نے تو کبھی دعویٰ قدرت کا نہیں کیا بلکہ) سب خوبیاں خالص اللہ ہی کے لئے ثابت ہیں (قدرت بھی علم بھی حکمت بھی سو اپنے علم کے موافق اپنی قدرت سے جب حکمت کا مقتضا ہو گا قیامت کو واقع کر دے گا البتہ اجمالاً اس قدر معلوم ہے کہ بہت زیادہ مدت نہیں ہے بلکہ) وہ تم کو عنقریب اپنی نشانیاں (یعنی قیامت[۲] کے واقعات) دکھلاوے گا سو تم (وقوع کے وقت) اُن کو پہچانو گے (اور اب انکار کر رہے ہو) اور (صرف دکھلانے ہی پر کفایت نہ ہوگی بلکہ اپنے اعمال کے موافق تم کو بھگتنا بھی پڑے گا کیونکہ) آپ کا رب ان کاموں سے بے خبر نہیں ہے جو تم سب لوگ کر رہے ہو (پس پیغمبر اور مؤمنین کو جزا اور کفار کو سزا دے گا ۔ یہ قیامت کا بیان ہو گیا) ۔ **ف** : پس خاتمہ میں تمام مضامین سورت کے اجمالاً آ گئے ۔ **صدق من قال ان احسن الکلام و ابلغ النظام کلام اللہ الملک العزیز العلام** اور ضروری احکام حرم کے بعضے پارۂ چہارم کے شروع آیت **ومن دخلہ کان امنا** کے تحت میں اور بعضے سورۂ مائدہ کے شروع میں اور بعضے پارۂ ہفتم کے شروع آیت **لا تقتلوا الصید** میں مذکور ہو چکے ہیں ۔ اور واقعات کو آیات یا تو اس اعتبار سے فرمایا کہ وہ علامات قدرت ہیں یا اس لئے کہ وہ مصدق آیات الٰہیہ ہیں تو اُن کا مشاہدہ صدق آیات کا مشاہدہ ہے ۔

وللہ الحمد علی ما وفقنی لاتمام تفسیر سورۃ النمل لخاتمۃ ۱۳۲۴ھ من الہجرۃ النبویۃ علی صاحبہا الف الف سلام و تحیۃ ۔ فاللہم وفقنا لکل خیر وجنبنا عن کل ضیر امین ۔

ترجمہ مسائل السلوک : قولہ تعالیٰ : اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ ...... صریح ہے اس میں کہ انبیاء علیہم السلام سے بھی تکالیف شرعیہ ساقط نہیں ہوتیں چہ جائیکہ اولیاء ۔ قولہ تعالیٰ : قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ...... روح میں ہے کہ اس پر حمد کیجئے کہ آپ کو نبوت اور تبلیغ احکام عنایت ہوئی اھ ۔ پس یہ دال ہے اس پر کہ فیوض کو حق تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا واجب ہے اپنے مجاہدہ و عمل کی طرف منسوب نہ کرے ۔

ملحقات الترجمۃ : ۱۔ **قولہ انما امرت کہہ دیجئے اشارۃ الی تقدیر قل بقرینۃ قولہ امرت فالاحکام ثلثۃ التوحید و قدر فیہ قل والرسالۃ وذکر فیہ قل فی قولہ انما انا من المنذرین والبعث وذکر فیہ قل فافہم ۱۲ ۔ ۲ قولہ فی سیریکم یعنی قیامت ہکذا فی المدارک بقولہ سیریہم اللہ آیاتہ فی الآخرۃ ۱۲ ۔**

البلاغۃ : **قولہ رب ہذہ البلدۃ الخ فی الروح تخصیصہا بالاضافۃ لتفخیم شانہا واجلال مکانہا والتعرض لتحریمہ تعالیٰ ایاہا تشریف بعد تشریف عشرہ وتعظیم مع ما فیہ من الاشعار بعلۃ الامر وموجب الامتثال ومن الرمز الی غایۃ ما فعلوا ۔**

سُوْرَةُ الْقَصَصِ

سُوْرَةُ الْقَصَصِ ۲۸ مَكِّيَّةٌ ۴۹ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ۸۸ — رُكُوْعَاتُهَا ۹

سورۃ القصص مکہ میں نازل ہوئی — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اس میں ۸۸ آیات اور ۹ رکوع ہیں

طٰسٓمّٓ ﴿۱﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿۲﴾ نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۳﴾ اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِى الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۴﴾ وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِى الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿۵﴾ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِى الْاَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ﴿۶﴾

یہ (مضامین جو آپ پر وحی کئے جاتے ہیں) کتاب واضح (عام یعنی قرآن) کی آیتیں ہیں۔ ہم آپ کو موسیٰ اور فرعون کا کچھ حصہ ٹھیک ٹھیک پڑھ کر (یعنی نازل کر کے) سناتے ہیں ان لوگوں کے (نفع کے) لئے جو ایمان رکھتے ہیں۔ فرعون سرزمین (مصر) میں بہت بڑھ چڑھ گیا تھا اور اس نے وہاں کے باشندوں کو مختلف قسمیں کر رکھا تھا کہ ان (باشندوں) میں سے ایک جماعت (یعنی بنی اسرائیل) کا زور گھٹا رکھا تھا (اس طرح سے کہ) ان کے بیٹوں کو ذبح کراتا تھا اور ان کی عورتوں (یعنی لڑکیوں) کو زندہ رہنے دیتا تھا۔ واقعی وہ بڑا مفسد تھا۔ (غرض فرعون تو اس خیال میں تھا) اور ہم کو یہ منظور تھا کہ جن لوگوں کا زمین (مصر) میں زور گھٹایا جا رہا تھا ہم ان پر (دینوی و دینی) احسان کریں اور (وہ احسان یہ کہ) ان کو (دین میں) پیشوا بنا دیں اور (دنیا میں) ان کو (ملک کا) مالک بنائیں اور (مالک ہونے کے ساتھ) ان کو زمین میں حکومت دیں اور فرعون اور ہامان اور ان کے تابعین کو ان (بنی اسرائیل) کی جانب سے وہ (ناگوار) واقعات دکھلائیں جس سے وہ بچاؤ کر رہے تھے۔ ۞

تفسیر: سورة القصص مكية قيل الاقوله الذين اٰتيناهم الكتب الى قوله الجاهلين وهى ثمان و ثمانون اٰية كذا فى البيضاوى۔

ربط: اول حقیت قرآن سے افتتاح کر کے بطور تمہید کے ہے نصف سورت میں قصہ موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کے ساتھ اور ختم سورت کے قریب قارون کے ساتھ مذکور ہے جس سے سورت سابقہ کے خاتمہ کے جملہ و من ضل الخ کے مدلول پر من وجہ استدلال بھی ہے جو دونوں میں ما بہ الارتباط بھی ہوسکتا ہے اور دونوں قصوں کے درمیان میں وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ سے رسالت محمدیہ کا اثبات بمناسبت مضمون رسالت موسویہ کے اور اُس کے بعد والے رکوع میں مصدقین رسالت کی مدح اور مکذبین رسالت کی مذمت و تشنیع پھر اُس کے بعد والے رکوع میں معاد کا مضمون اور اُس کے ساتھ شرک کی مذمت اور توحید کے دلائل اور پھر ذکر معاد کے ساتھ شرک کی مذمت مذکور ہے اور پھر قصہ قارون میں جو جملہ ثواب اللہ خیر ہے تلك الدار الآخرة سے اُس کی توضیح و تائید ہے اور پھر خاتمہ میں یعنی ان الذى فرض سے آخر تک نہایت بلاغت و وجازت کے ساتھ رسالت اور توحید اور بعث کی تکریر بطور تلخیص کے ہے اور مضمون رسالت کے ساتھ آپ کا تسلیہ اور مضمون توحید کے ساتھ سب ممکنات کا اضمحلال وجود اور مضمون بعث کے ساتھ مجازاۃ کا بیان ہے۔ والله اعلم باسرار كلامه و خفيات مرامه۔

افتتاح بہ حقیت قرآن: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ طٰسٓمّٓ ﴿۱﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿۲﴾

اجمال قصہ موسیٰ علیہ السلام با فرعون: نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۳﴾

تفصیل مختصر قصہ: اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِى الْاَرْضِ (الى قوله تعالى) وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِى الْاَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ﴿۶﴾

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَنُرِيدُ أَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِينَ ...... اس میں اس پر دلالت ہے کہ زوال کبر میں مواقع فضل الٰہی کا (جس کی افضل افراد امامت فی الدین ہے) ارتفاع ہے۔ چنانچہ اسْتُضْعِفُوا کے بعد وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً فرمایا ہے۔ قولہ تعالیٰ: وَلَا تَخَافِي وَلَا تَحْزَنِي ۚ جس خوف اور حزن سے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو ممانعت کی گئی بوجہ منہی عنہ ہونے کے وہ یقیناً اختیاری تھا جو احتمالات مضرت سے پیدا ہوتا تھا لیکن بعض اوقات اس عقلی اختیاری میں طبعی غیر اختیاری ہونے کا شبہ ہو جاتا ہے اور اس صورت میں وہ اُس سے بچنے کا اہتمام نہ کرتیں اس لئے اُن کو اس سے ممانعت کی گئی تا کہ اُس کے اختیاری ہونے پر متنبہ ہو کر اس سے بچنے کا اہتمام کریں تو اس سے ثابت ہوا کہ عقلی اختیاری کبھی طبعی غیر اختیاری کے ساتھ مشتبہ ہو جاتا ہے (اور سالکین کو یہ امر بکثرت پیش آتا ہے اور کبھی اس کا عکس بھی ہوتا ہے)۔

وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّ مُوسَىٰ أَنْ أَرْضِعِيهِ ۖ فَإِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَأَلْقِيهِ فِي الْيَمِّ وَلَا تَخَافِي وَلَا تَحْزَنِي ۖ إِنَّا رَادُّوهُ إِلَيْكِ وَجَاعِلُوهُ مِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿٧﴾ فَالْتَقَطَهُ آلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُونَ لَهُمْ عَدُوًّا وَحَزَنًا ۗ إِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا كَانُوا خَاطِئِينَ ﴿٨﴾ وَقَالَتِ امْرَأَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّي وَلَكَ ۖ لَا تَقْتُلُوهُ عَسَىٰ أَن يَنفَعَنَا أَوْ نَتَّخِذَهُ وَلَدًا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿٩﴾ وَأَصْبَحَ فُؤَادُ أُمِّ مُوسَىٰ فَارِغًا ۖ إِن كَادَتْ لَتُبْدِي بِهِ لَوْلَا أَن رَّبَطْنَا عَلَىٰ قَلْبِهَا لِتَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٠﴾ وَقَالَتْ لِأُخْتِهِ قُصِّيهِ ۖ فَبَصُرَتْ بِهِ عَن جُنُبٍ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿١١﴾ وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِن قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ أَهْلِ بَيْتٍ يَكْفُلُونَهُ لَكُمْ وَهُمْ لَهُ نَاصِحُونَ ﴿١٢﴾ فَرَدَدْنَاهُ إِلَىٰ أُمِّهِ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ أَنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿١٣﴾ ع

اور جب موسیٰ پیدا ہوئے تو ہم نے موسیٰ کی والدہ کو الہام کیا کہ تم ان کو دودھ پلاؤ۔ پھر جب تم کو ان کی غبت (جاسوسوں کے مطلع ہونے کا اندیشہ ہو تو (بے خوف ہو کر) ان کو دریا (نیل) میں ڈال دینا اور نہ تو (غرق سے) اندیشہ کرنا اور (مفارقت پر) غم ضرور ان کو پھر تمہارے ہی پاس واپس پہنچا دیں گے اور (پھر اپنے وقت پر) ان کو پیغمبر بنا دیں گے۔ تو فرعون کے لوگوں نے موسیٰ کو (یعنی معہ صندوق کے) اٹھا لیا تا کہ وہ ان لوگوں کے لئے دشمن اور غم کا باعث بنیں۔ بلاشبہ فرعون اور ہامان ان کے تابعین (اس بارہ میں) بہت چوکے اور فرعون کی بی بی (حضرت آسیہؓ) نے (فرعون سے کہا کہ یہ بچہ) میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ اس کو قتل مت کرو عجیب نہیں کہ (بڑا ہو کر) ہم کو کچھ فائدہ پہنچادے یا ہم اس کو (اپنا) بیٹا ہی بنالیں اور ان لوگوں کو (انجام کی) خبر نہ تھی۔ اور (ادھر یہ قصہ ہوا کہ) موسیٰ کی والدہ کا دل (خیالات مختلفہ کے ہجوم سے) بے قرار ہو گیا۔ قریب تھا کہ وہ موسیٰ کا حال (سب پر) ظاہر کر دیتیں۔ اگر ہم ان کے دل کو اس غرض سے مضبوط نہ کئے رہتے کہ ہمارے وعدہ پر) یقین کئے (بیٹھی) رہیں انہوں نے موسیٰ کی بہن (یعنی اپنی بیٹی) سے کہا کہ ذرا موسیٰ کا سراغ تو لگا۔ سو انہوں نے موسیٰ کو دور سے دیکھا اور ان لوگوں کو (یہ) خبر نہ تھی (یہ ان کی بہن ہیں اور اس فکر میں آئی ہیں) اور ہم نے پہلے ہی سے موسیٰ پر دودھ پلانے والوں کی بندش کر رکھی تھی۔ سو وہ اس موقع کو دیکھ کر کہنے لگیں کیا میں تم لوگوں کو کسی ایسے گھرانے کا پتہ بتلاؤں جو تمہارے لئے اس بچہ کی پرورش کریں اور وہ دل سے اس کی خیر خواہی کریں۔ غرض ہم نے موسیٰ کو ان کی والدہ کے پاس (اپنے وعدہ کے مطابق) واپس پہنچا دیا۔ تا کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور تا کہ (افراق کے) غم میں نہ رہیں اور تا کہ اس بات کو جان لیں کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہوتا ہے۔ لیکن (افسوس کی بات ہے کہ) اکثر لوگ اس کا یقین نہیں رکھتے۔ ۞

تفسیر: تفصیل مبسوط قصہ: وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّ مُوسَىٰ أَنْ أَرْضِعِيهِ ۖ (الی قولہ تعالی) وَلِتَعْلَمَ أَنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿١٣﴾
طٰسٓمٓ (اس کے معنی اللہ ہی کو معلوم ہیں) یہ (مضامین جو آپ پر وحی کئے جاتے ہیں) کتاب واضح (المعنی یعنی قرآن) کی آیتیں ہیں (جن میں سے اس مقام پر) ہم آپ کو موسیٰ (علیہ السلام) اور فرعون کا کچھ قصہ ٹھیک ٹھیک پڑھ کر (یعنی نازل کر کے) سناتے ہیں اُن لوگوں کے (نفع کے لئے) جو کہ ایمان رکھتے ہیں (کیونکہ مقاصد قصص کے کہ عبرت واستدلال علی النبوۃ وغیرہما مؤمنین ہی کے ساتھ خاص ہیں خواہ حقیقتاً مومن ہوں یا حکماً باعتبار مایؤول کے یعنی ایمان [1] کا

ارادہ رکھتے ہوں اور اجمال تو اُس قصہ کا یہ ہے کہ) فرعون سرزمین (مصر) میں بہت چڑھ گیا تھا اور اُس نے وہاں کے باشندوں کو مختلف قسمیں کر رکھا تھا (اس طرح[۲] کہ قبطیوں کو معزز بنا رکھا تھا اور سبطیوں یعنی بنی اسرائیل کو پست اور خوار کر رکھا تھا جس کا آگے بیان[۳] ہے) کہ اُن (باشندوں) میں سے ایک جماعت (یعنی بنی اسرائیل) کا زور گھٹا رکھا تھا (اس[۴] طرح سے کہ) اُن کے بیٹوں کو (جو نئے پیدا ہوتے تھے جلادوں کے ہاتھوں) ذبح کراتا تھا اور اُن کی عورتوں (یعنی لڑکیوں) کو زندہ رہنے دیتا تھا (تاکہ اُن سے خدمت لی جاوے و نیز اُن سے اندیشہ بھی نہ تھا) واقعی وہ بڑا مفسد تھا (غرض فرعون تو اس خیال میں تھا) اور ہم کو یہ منظور تھا کہ جن لوگوں کا زمین (مصر) میں زور گھٹایا جار ہا تھا ہم اُن پر (دنیوی و دینی) احسان کریں اور (وہ احسان یہ کہ) اُن کو (دین میں) پیشوا بناویں اور (دنیا میں) اُن کو (ملک کا) مالک بنائیں اور (مالک ہونے کے ساتھ) اُن کو (ملک بھی بنائیں یعنی) زمین میں اُن کو حکومت دیں اور فرعون اور ہامان اور اُن کے تابعین کو اُن[۵] (بنی اسرائیل) کی جانب سے وہ (ناگوار) واقعات دکھلائیں جن سے وہ بچاؤ کر رہے تھے (مراد اس سے زوال سلطنت و ہلاکت ہے کہ اس سے بچاؤ کرنے کے لئے ابنائے بنی اسرائیل کو بنا بر تعبیر ایک خواب کے جو فرعون نے دیکھا تھا اور نجومیوں نے تعبیر دی تھی قتل کر رہا تھا کذا فی الدر المنثور پس ہمارے قضا و قدر کے سامنے اُن لوگوں کی تدبیر کچھ کام نہ آئی۔ یہ اجمال قصہ کا ہوا) اور (تفصیل اُس کی اول سے یہ ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام اُسی پُر آشوب زمانہ میں پیدا ہوئے تو) ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کی والدہ کو الہام کیا کہ (جب تک ان کا اخفا ممکن ہو) تم ان کو دودھ پلاؤ پھر جب تم کو ان کی نسبت (جاسوسوں کے مطلع ہونے کا) اندیشہ ہو تو (بےخوف و خطر) اُن کو (صندوق میں رکھ کر) دریا (یعنی نیل) میں ڈال دینا اور نہ تو (غرق سے) اندیشہ کرنا اور نہ (مفارقت پر) غم کرنا (کیونکہ) ہم ضرور ان کو پھر تمہارے ہی پاس واپس پہنچا دیں گے اور (پھر اپنے وقت پر) ان کو پیغمبر بنا دیں گے (غرض وہ اسی طرح دودھ پلاتی رہیں پھر جب افشائے راز کا خوف ہوا تو صندوق میں بند کر کے اللہ کے نام پر نیل میں چھوڑ دیا اُس کی کوئی شاخ فرعون کے محل میں جاتی تھی یا تفریحاً فرعون کے متعلقین دریا کی سیر کو نکلے تھے غرض وہ صندوق کنارہ پر رلگا) تو فرعون کے لوگوں نے موسیٰ (علیہ السلام) کو (یعنی مع صندوق کے) اٹھالیا تاکہ وہ ان لوگوں کے لئے دشمن اور غم کا باعث بنیں' بلاشبہ فرعون اور ہامان اور اُن کے تابعین (اس بارہ میں) بہت چوکے (کہ اپنے دشمن کو اپنی بغل میں پالا) اور (جب وہ صندوق سے نکال کر فرعون کے سامنے لائے گئے تو) فرعون کی بی بی (حضرت آسیہ) نے (فرعون) سے کہا کہ یہ (بچہ) میری اور تیری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے (یعنی اس کو دیکھ کر جی خوش ہوا کرے گا تو) اس کو قتل مت کرو عجب نہیں کہ (بڑا ہو کر) ہم کو کچھ فائدہ پہنچاوے یا ہم اس کو (اپنا) بیٹا ہی بنالیں اور ان لوگوں کو (انجام کی) خبر نہ تھی (کہ یہ وہی بچہ ہے جس کے ہاتھوں فرعون کی سلطنت غارت ہوگی) اور (ادھر یہ قصہ ہوا کہ) موسیٰ (علیہ السلام) کی والدہ کا دل (خیالات مختلفہ کے ہجوم سے) بےقرار[۶] ہو گیا (اور بےقراری بھی ایسی ویسی نہیں بلکہ ایسی سخت بےقراری کہ) قریب تھا کہ (غایت بےقراری سے) وہ موسیٰ (علیہ السلام) کا حال (سب پر) ظاہر کر دیتیں اگر ہم ان کے دل کو اس غرض سے مضبوط نہ کئے رہیں کہ یہ (ہمارے وعدہ پر) یقین کئے (بیٹھی) رہیں (غرض بمشکل انہوں نے دل سنبھالا اور تدبیر شروع کی وہ یہ کہ) انہوں نے موسیٰ (علیہ السلام) کی بہن (یعنی اپنی بیٹی سے) کہا ذرا موسیٰ کا سراغ تو لگاؤ سو (وہ چلیں اور یہ معلوم کر کے صندوق محل میں کھلا ہے محل میں پہنچیں یا تو اُن کی آمد و رفت ہوگی یا کسی حیلہ سے پہنچیں۔ اور) انہوں نے موسیٰ (علیہ السلام) کو دور سے دیکھا اور ان لوگوں کو یہ خبر نہ تھی (کہ یہ اُن کی بہن ہیں اور اس فکر میں آئی ہیں) اور ہم نے پہلے ہی سے (یعنی جب سے صندوق سے نکلے تھے) موسیٰ (علیہ السلام) پر دودھ پلائیوں کی بندش کر رکھی تھی (یعنی کسی کا دودھ نہ لیتے تھے) سو وہ (اس حال کو دیکھ کر موقع پا کر) کہنے لگیں کیا میں تم لوگوں کو کسی ایسے گھرانے کا پتہ بتاؤں جو تمہارے لئے اس بچہ کی پرورش کریں اور وہ (اپنی جبلت کے موافق دل سے) اس کی خیر خواہی کریں (ان لوگوں نے ایسے وقت میں کہ دودھ پلانے کی مشکل پڑ رہی تھی اس مشورہ کو غنیمت سمجھا اور ایسے گھرانے کا پتہ پوچھا۔ انہوں نے اپنی والدہ کا پتہ بتلا دیا چنانچہ وہ بلائی گئیں اور موسیٰ علیہ السلام اُن کی گود میں دیئے گئے۔ جاتے ہی دودھ پینا شروع کر دیا اور ان لوگوں کی اجازت سے چین سے اپنے گھر لے آئیں۔ گاہے گاہے لے جا کر ان کو دکھلا آتیں) غرض ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو (اس طرح) اُن کی والدہ کے پاس (اپنے وعدہ کے موافق) واپس پہنچا دیا تاکہ (اپنی اولاد کو دیکھ کر) ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور تاکہ (فراق کے) غم میں نہ رہیں اور تاکہ (مرتبہ معائنہ میں) اس بات کو (اور زیادہ یقین کے ساتھ) جان لیں کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا (ہوتا) ہے لیکن (افسوس کی بات ہے کہ) اکثر لوگ (اس کا) یقین نہیں رکھتے (یہ تعریض ہے کفار پر)۔ **ف**: باوجود قانون قتل ابناء کے ان کے قتل نہ کرنے کی وجہ سورۂ طٰہٰ میں گزر چکی ہے: وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً [طٰہٰ: ۳۹] کہ جو اُن کو دیکھتا تھا اس کو بےاختیار پیار آتا تھا اور جس اندیشہ سے یہ قانون نکالا تھا اُس کی نسبت اول تو بچہ کا بنی اسرائیل سے ہونا خود موہوم تھا جن کی طرف اندیشہ تھا دوسرے اپنے جی کو سمجھا لیا ہوگا کہ جب ہمارا پرورش یافتہ ہوگا تو ہمارا مخالف کیوں ہوگا یہ خبر نہ تھی کہ خود تو ہمارا مخالف نہ ہوگا مگر وہ ایک ذات جامع الصفات جل شانہ کا موافق ہوگا جس کے ہم ناحق مخالف ہیں۔ وہ موافقت ہمارے ساتھ مخالفت کا باعث ہوگی اور بحق ہوگی اور درمنثور میں ابن جریج سے روایت ہے: وَهُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ سے فرعونیوں کو شبہ ہوا کہ یہ عورت اس بچہ کو پہچانتی ہے تو انہوں نے مجبور کیا کہ بتلاؤ یہ کس کا بچہ ہے

ورنہ تم کو اس کا علم کیسے ہوا کہ وہ اس کی خیر خواہی کریں گے انہوں نے فوراً ذہانت سے جواب دیا کہ لہٗ کی ضمیر بادشاہ کی طرف ہے یعنی وہ لوگ سرکاری خیر خواہ ہیں اس کو علم بدیع میں موجہ کہتے ہیں۔ دوسرا جواب وہ ہوسکتا ہے جس کی طرف احقر نے تقریر ترجمہ میں اس لفظ سے اشارہ کیا ہے کہ اپنی جبلت کے موافق۔ اور در منثور میں موقوفاً ومرفوعاً موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا ارضاع پر اجرت لینا بھی مروی ہے جس پر شبہ ہوتا ہے کہ واجب پر اجرت کب جائز ہے۔ جواب اس کا ایک یہ ہے کہ شاید اُس شریعت کا یہ حکم نہ ہو۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حربی کا مال اس کی رضا سے لینا جائز ہے خواہ کسی طریق سے ہو۔ تیسرا جواب احقر کے نزدیک یہ ہے کہ اس وقت کسی شریعت کا وجود ہی خود محقق نہیں۔ رائے سے ایسا کیا ہو جو قبل شرع موجب ملامت نہیں۔ یہ شبہ مذکورہ کے جواب تھے۔ باقی مصلحت اس میں یہ معلوم ہوئی ہے کہ اجرت نہ لینے میں یہ شبہ ہوتا کہ بوجہ شفقت مادری ایسا کرتی ہیں پس انہیں کا فرزند ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَ قَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّيْ وَلَكَ ۖ اس قول کا سبب محض حب طبعی تھا پھر جب اللہ تعالیٰ نے انکو ہدایت فرما دی تو اس سے ثابت ہوا کہ اہل اللہ کی محبت اگر چہ طبعی ہی ہو ایمان اور ہدایت میں نافع ہو جاتی ہے اور کسی مانع کے سبب تخلف ہو جانا مضر نہیں جیسا ابو طالب میں ہوا۔ قولہ تعالیٰ: وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا ۖ بعض مفسرین نے یہ تفسیر کی ہے کہ غالباً عن الصبر اور اس قول سے اس تفسیر کی تائید ہوتی ہے: اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ لَوْ لَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا پس والدہ موسیٰ علیہ السلام کا یہ تردد باوجود اس وعدۂ الٰہیہ کے انا را دوہ الیك اس پر دال ہے کہ کامل کبھی امور طبعیہ عود کرتے ہیں تو اس پر اس کو مغموم نہ ہونا چاہئے البتہ کامل کی شان ایسی حالت میں یہ ہے کہ ان امور طبعیہ کے مقتضا پر وہ عمل نہیں کرتا جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے اپنے تردد قلبی کو ظاہر نہیں فرمایا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے قوت دے دی۔ قولہ تعالیٰ: لَوْ لَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا اس پر دال ہے کہ تکمیل اخلاق میں قوت بشریہ کافی نہیں بلکہ مدار اس کا تائید الٰہی ہے۔ قولہ تعالیٰ: وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ ۫ اس سے معلوم ہوا کہ تدبر میں اعتدال منافی توکل نہیں۔ قولہ تعالیٰ: وَلِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ اس علم کا طریق بعض وعدوں کا مشاہدہ اور بعض کا اُن مشاہدات پر قیاس کرنا ہے کذا فی الروح۔ اس سے معلوم ہوا کہ قبل مشاہدہ اطمینان نہ ہونا کمال ایمان کے منافی نہیں کیونکہ کمال ایمان تو بواسطہ الہام کے پہلے بھی تھا۔

الحواشی: (۱) یعنی حقیقتاً ارادہ رکھتے ہوں یا حکماً حقیقتاً ارادہ کے معنی تو ظاہر ہیں اور حکماً ارادہ سے مراد یہ ہے کہ ان کا کفر عدم وضوح حق کی بناء پر ہو نہ کہ ضد اور ہٹ دھرمی کے طور پر اور اس کے ساتھ وہ طالب حق بھی ہوں اور چونکہ ایسے لوگوں کی یہ حالت ہوتی ہے کہ اگر ان پر حق واضح ہو جائے تو وہ ایمان لے آویں اس لئے ان کو حکماً مرید للایمان کہہ دیا گیا کیونکہ وضوح حق بعد الطلب متیقن ہے ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قولہ فی من نباء کچھ اشارۃ الی کون من تبیعضیۃ وھو الواقع کما ھو ظاھر ۱۲ ۲ قولہ فی شیعا اس طرح ھکذا فی المدارک ۱۲۔ ۳ قولہ قیل یستضعف آگے بیان اشارۃ الی ان یستضعف بیان لجلعھم شیعا ۱۲ ۴ قولہ قبل یذبح: اس طرح اشارۃ الی ان یذبح بدل ۱۲۔ ۵ قولہ فی منھم: اُن کی جانب سے اشار فیہ الی تعلقہ بنری ولا یجوز ان یتعلق بیحذرون لان الصلۃ وکذا معمولھا لا تقدم علی الموصول ۱۲۔ ۶ فی فارغا بے قرار کما فی الروح عن بعضھم ۱۲۔

اللغات: فارغا خالیا ای عن الصبر ۱۲۔ قولہ قصیہ ای اتبعی اثرہ وتتبعی خبرہ عن جنب عن بعد مراضع جمع مرضعۃ ۱۲۔

البلاغۃ: قولہ جنودھما فیہ تغلیب۔ قولہ فالتقطۃ ای اخذوہ اخذ اللقطۃ ای اخذ اعتناء بہ وصیانۃ لہ عن الضیاع۔ قولہ لیکون فیہ استعارۃ تھکمیۃ ضرورۃ انہ لم یدعھم للالتقاط ان یکون لھم عدوا او حزنا وانما دعاھم شئ آخر کالتبنی ونفعہ ایاھم اذا کبر۔ قولہ قرۃ عین لی ولك لتفخیم شان القرۃ عدلت عن لنالی الی ولك کانھا لما تعلم من مزید حب فرعون ایاھا وان مصلحتھا اھم عندہ من مصلحتہ نفسہ قدمت نفسھا علیہ فیکون ذلك ابلغ فی ترغیبہ بترك قتلہ فلا یقال ان الاظھر فی الترغیب بذلك العکس قولہ لا تقتلوہ الخطاب قیل لفرعون والجمع للتعظیم والاصل لمن خصہ لضمیر المتکلم وقیل لفرعون اعوانہ وان لم یحضروا علی التغلیب قولہ لتبدی بہ تعدیۃ الابداء وھو الاظھار لتضمنہ معنی التصریح الھدی بالباء۔ قولہ لاختہ لم یقل لبنتھا للتصریح بمدار المحبۃ الموجبۃ لامتثال الامر ۱۲۔

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰۤى اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۴﴾ وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ ۗ هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ۚ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِىْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِىْ مِنْ عَدُوِّهٖ ۙ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ ۗ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ

عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ فَغَفَرَ لَهٗ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶﴾ قَالَ رَبِّ

بِمَآ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِيْرًا لِّلْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۷﴾ فَاَصْبَحَ فِی الْمَدِيْنَةِ خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ فَاِذَا الَّذِی اسْتَنْصَرَهٗ

بِالْاَمْسِ يَسْتَصْرِخُهٗ ؕ قَالَ لَهٗ مُوْسٰٓى اِنَّكَ لَغَوِیٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۸﴾ فَلَمَّآ اَنْ اَرَادَ اَنْ يَّبْطِشَ بِالَّذِیْ هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا ۙ

قَالَ يٰمُوْسٰٓى اَتُرِيْدُ اَنْ تَقْتُلَنِیْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًۢا بِالْاَمْسِ ۖ اِنْ تُرِيْدُ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ جَبَّارًا فِی

الْاَرْضِ وَمَا تُرِيْدُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْمُصْلِحِيْنَ ﴿۱۹﴾ وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ يَسْعٰی ۫ قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنَّ

الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّیْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿۲۰﴾ فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ ۫ قَالَ رَبِّ

نَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۱﴾ ع

ع ۲ ۸ ۵

اور جب (پرورش پاکر) اپنی بھری (کی عمر) کو پہنچے اور (قوت جسمانیہ وعقلیہ سے) درست ہوگئے تو ہم ان کو حکمت اور علم عطا فرمایا اور ہم نیکوکاروں کو یونہی صلہ دیا کرتے ہیں (یعنی عمل صالح سے فیضان علم میں ترقی ہوتی ہے) اور موسیٰ شہر میں (یعنی مصر میں کہیں باہر سے) ایسے وقت پہنچے کہ وہاں کے (اکثر) باشندے بے خبر (پڑے سو رہے) تھے تو انہوں نے وہاں دو آدمیوں کو لڑتے دیکھا۔ ایک تو ان کی برادری کا تھا اور دوسرا مخالفین میں سے تھا۔ سو وہ جوان کی برادری کا تھا اس نے موسیٰ سے اس کے مقابلہ میں جو کہ ان کے مخالفین میں سے تھا مدد چاہی تو موسیٰ نے اس کو (ایک گھونسا مارا سو اس کا کام ہی تمام کردیا۔ موسیٰ کہنے لگے کہ یہ تو شیطانی حرکت ہوگئی۔ بے شک شیطان (بھی آدمی کا) کھلا دشمن ہے غلطی میں ڈال دیتا ہے۔ عرض کیا کہ اے میرے پروردگار مجھ سے قصور ہوگیا آپ معاف کردیجئے سو اللہ تعالیٰ نے معاف فرمادیا۔ بلا شبہ وہ بڑا غفور رحیم ہے موسیٰ نے (یہ بھی) عرض کیا کہ اے میرے پروردگار چونکہ آپ نے مجھ پر بڑے بڑے انعامات فرمائے ہیں سو کبھی میں مجرموں کی مدد نہ کروں گا۔ پھر موسیٰ کو شہر میں صبح ہوئی۔ خوف اور وحشت کی حالت میں کہ اچانک (دیکھتے کیا ہیں) وہی شخص جس نے کل گزشتہ میں ان سے امداد چاہی تھی وہ پھر ان کو (امداد کے لئے) پکار رہا ہے۔ موسیٰ اس سے فرمانے لگے بے شک تو صریح بدراہ ہے سو جب موسیٰ نے اس پر ہاتھ بڑھایا جو دونوں کا مخالف تھا وہ اسرائیلی کہنے لگا: اے موسیٰ! کیا (آج) مجھ کو قتل کرنا چاہتے ہو جیسا کہ کل ایک آدمی قتل کرچکے ہو (معلوم ہوتا ہے کہ) پس تم دنیا میں اپنا زور بٹھلانا چاہتے ہو اور صلح (اور ملاپ) کروانا نہیں چاہتے۔۔ اور (اس مجمع میں) ایک شہر کے (اس کنارے سے) جہاں یہ مشورہ ہو رہا تھا' دوڑے ہوئے آئے (اور) کہنے لگے کہ اے موسیٰ اہل دربار آپ کے متعلق مشورہ کررہے ہیں کہ آپ کو قتل کردیں۔ سو آپ (یہاں سے) چل دیجئے میں آپ کی خیرخواہی کررہا ہوں۔ پس (یہ سن کر) وہاں سے (کسی طرف کو) نکل گئے اور وحشت کی حالت میں (اور چونکہ راستہ معلوم نہ تھا دعا کے طور پر) کہنے لگے کہ اے میرے پروردگار! مجھ کو ان ظالم لوگوں سے بچا لیجئے۔ ۞

تفسیر: تتمۂ قصہ: وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ (الی قوله تعالٰی) قَالَ رَبِّ نَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۱﴾ اور جب (پرورش پاکر) اپنی بھری جوانی (کی عمر) کو پہنچے اور (قوت جسمانیہ وعقلیہ سے) درست ہوگئے ہم نے ان کو حکمت اور علم عطا فرمایا (یعنی نبوت سے پہلے ہی فہم سلیم وعقل مستقیم جس سے حسن وقبح میں امتیاز کرسکیں عنایت فرمائی) اور ہم نیکوکاروں کو یوں ہی صلہ دیا کرتے ہیں (یعنی عمل صالح سے فیضان علمی میں ترقی ہوتی ہے۔ اس میں اشارہ ہے کہ فرعون کے مشرب کو موسیٰ علیہ السلام نے کبھی اختیار نہ کیا تھا بلکہ اس سے نفور رہے) اور (اسی زمانہ کا ایک واقعہ یہ ہوا کہ ایک بار موسیٰ (علیہ السلام) شہر میں (یعنی مصر میں کذا فی الروح عن ابن اسحٰق کہیں باہر سے) ایسے وقت پہنچے کہ وہاں کے (اکثر) باشندے بے خبر (پڑے سو رہے تھے (اکثر روایات سے یہ وقت دوپہر کا معلوم ہوتا ہے اور بعض روایات سے کچھ رات گئے کا وقت معلوم ہوتا ہے' کذا فی الدر المنثور) تو انہوں نے وہاں دو آدمیوں کو لڑتے دیکھا۔ ایک تو ان کی برادری (یعنی بنی اسرائیل میں) کا تھا اور دوسرا اُن کے مخالفین (یعنی فرعون کے متعلقین ملازمین) میں سے تھا (دونوں کسی بات پر الجھ رہے تھے اور زیادتی اس فرعونی کی تھی) سو وہ جوان کی برادری کا تھا اس نے (جو) موسیٰ (علیہ السلام کو دیکھا تو ان) سے اس کے مقابلہ میں جو کہ ان کے مخالفین میں سے تھا مدد چاہی (موسیٰ علیہ السلام نے اول اس کو سمجھایا جب اس پر بھی وہ باز نہ آیا) تو موسیٰ (علیہ السلام) نے (تادیباً دفع ظلم کے لئے) اُس کو (ایک) گھونسا مارا سو اس کا کام ہی تمام کردیا (یعنی اتفاق سے وہ مر ہی گیا) موسیٰ (علیہ السلام اس خلاف توقع نتیجہ سے بہت پچھتائے اور) کہنے لگے کہ یہ تو شیطانی حرکت ہوگئی بے شک شیطان (بھی آدمی کا) کھلا دشمن ہے کیسی غلطی میں ڈال دیتا ہے (اور نادم ہوکر حق تعالیٰ سے) عرض کیا کہ اے میرے پروردگار مجھ سے قصور ہوگیا آپ معاف کردیجئے سو اللہ تعالیٰ نے

معاف فرما دیا بلاشبہ وہ بڑا غفور رحیم ہے (گو ظہور اور علم اس معافی کا قطعی طور پر وقت عطائے نبوت کے ہوا کما فی النمل اِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًاۢ بَعْدَ سُوْٓءٍ فَاِنِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ [النمل: ۱۱] اور اس وقت خواہ الہام سے معلوم ہو گیا ہو یا بالکل نہ معلوم ہوا ہو) موسیٰ (علیہ السلام) نے (توبہ عن الماضی کے ساتھ مستقبل کے متعلق یہ بھی) عرض کیا کہ اے میرے پروردگار! چونکہ آپ نے مجھ پر (بڑے بڑے) انعامات فرمائے ہیں (جن کا ذکر سورۂ طٰہٰ میں ہے وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَیْكَ مَرَّةً اُخْرٰٓی (الی قولہ تعالیٰ) وَلَا تَحْزَنَ [طہ: ۳۷ - ۴۰] سو کبھی میں مجرموں کی مدد نہ کروں گا (یہاں مجرمین سے مراد وہ ہیں جو دوسروں سے گناہ کا کام کرانا چاہیں' کیونکہ گناہ کرانا کسی سے بھی یہ جرم ہے پس اس میں شیطان بھی داخل ہو گیا کہ وہ گناہ کراتا ہے اور گناہ کرنے والا اس کی مدد کرتا ہے خواہ عمداً یا خطاءً جیسے اس آیت میں ہے: وَكَانَ الْكَافِرُ عَلٰی رَبِّهٖ ظَهِیْرًا [الفرقان: ۵۵] مطلب یہ ہوا کہ میں شیطان کا کہنا کبھی نہ مانوں گا یعنی مواقع محتملہ خطاء میں احتیاط و تیقظ سے کام لوں گا اور اصل مقصود اتنا ہی ہے مگر شمول حکم کے لئے مجرمین جمع کا صیغہ لگایا گیا کہ اوروں کو بھی عام ہو جاوے۔ غرض اس اثناء میں اس کا چرچا ہو گیا مگر بجز اسرائیلی کے کوئی واقف راز نہ تھا اور چونکہ اسی کی حمایت میں یہ واقعہ ہوا تھا اس لئے اس نے اظہار نہیں کیا۔ اس وجہ سے کسی کو اطلاع نہ ہوئی مگر موسیٰ علیہ السلام کو اندیشہ رہا یہاں تک کہ رات گزری) پھر موسیٰ (علیہ السلام) کو شہر میں صبح ہوئی خوف اور وحشت کی حالت میں اچانک (دیکھتے کیا ہیں کہ) وہی شخص جس نے کل گزشتہ میں اُن سے امداد چاہی ہے وہ پھر ان کو (مدد کے لئے) پکار رہا ہے (کہ کسی اور سے الجھ پڑا تھا) موسیٰ (علیہ السلام یہ دیکھ کر اور کل کی حالت یاد کر کے اس پر ناخوش ہوئے اور) اس سے فرمانے لگے بے شک تو صریح بدراہ (آدمی) ہے کہ (روز لوگوں سے لڑا کرتا ہے۔ موسیٰ (علیہ السلام) نے اُس پر ہاتھ بڑھایا جو دونوں کا مخالف تھا (مراد فرعونی ہے کہ وہ اسرائیلی کا بھی مخالف تھا اور موسیٰ علیہ السلام کا بھی' کیونکہ موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں سے ہیں اور وہ لوگ سب بنی اسرائیل کے مخالف تھے گو بالتعیین موسیٰ علیہ السلام کو اسرائیلی نہ سمجھا ہو اور یا موسیٰ علیہ السلام چونکہ فرعون کے طریقہ سے نفور تھے یہ امر مشہور ہو گیا ہو اس لئے فرعون والے ان کے مخالف ہو گئے ہوں بہر حال جب موسیٰ علیہ السلام نے اس فرعونی پر ہاتھ لپکایا اور اس سے پہلے اسرائیلی پر خفا ہو چکے تھے تو اس سے اس اسرائیلی کو شبہ ہوا کہ شاید آج پر مجھ پر دارو گیر کریں گے تو گھبرا کر) وہ اسرائیلی کہنے لگا اے موسیٰ کیا (آج) مجھ کو قتل کرنا چاہتے ہو جیسا کہ کل ایک آدمی کو قتل کر چکے ہو (معلوم ہوتا ہے کہ) پس تم دنیا میں اپنا زور بٹھلانا چاہتے ہو اور صلح (اور ملاپ) کروانا نہیں چاہتے (یہ کلمہ اس فرعونی نے سنا قاتل کی تلاش ہو رہی تھی اتنا سراغ لگ جانا بہت ہے فوراً فرعون کو خبر پہنچا دی۔ فرعون اپنے آدمی کے مارے جانے سے برہم تھا یہ سن کر آشفتہ ہوا اور شاید اس سے اس کا وہ خواب کا اندیشہ قوی ہو گیا ہو کہ کہیں وہ شخص یہی نہ ہو خصوصاً اگر موسیٰ علیہ السلام کا فرعونی طریقہ کو ناپسند کرنا بھی فرعون کو معلوم ہو تو کچھ عداوت اس سبب سے ہو گی اس پر یہ مزید ہوا' بہر حال اس نے اپنے درباریوں کو مشورہ کے لئے جمع کیا اور اخیر رائے موسیٰ علیہ السلام کو قتل کرنے کی قرار پائی) اور (اس مجمع میں) ایک شخص (موسیٰ علیہ السلام کے محب اور خیر خواہ تھے وہ) شہر کے (اس) کنارہ سے (جہاں یہ مشورہ ہو رہا تھا موسیٰ علیہ السلام کے پاس نزدیک کی گلیوں سے) دوڑے ہوئے آئے (اور) کہنے لگے کہ اے موسیٰ اہل دربار آپ کے متعلق مشورہ کر رہے ہیں کہ آپ کو قتل کر دیں سو آپ (یہاں سے) چل دیجئے' میں آپ کی خیر خواہی کر رہا ہوں پس (یہ سن کر) موسیٰ (علیہ السلام) وہاں سے (کسی طرف کو) نکل گئے خوف اور وحشت کی حالت میں (اور چونکہ راستہ معلوم نہ تھا دعا کے طور پر) کہنے لگے کہ اے میرے پروردگار مجھ کو ان ظالم لوگوں سے بچا لیجئے (اور امن کی جگہ پہنچا دیجئے) **ف**: اس فرعونی کا قتل بوجہ حربیت کے مباح تھا اور حق العبد نہ تھا جیسا سورۂ نمل کے اول رکوع کی تفسیر میں بیان ہوا و نیز قتل خطا تھا اور مقصود تادیب تھی لیکن خلاف اولیٰ کو کمالِ خوف سے گناہ سمجھا۔ اولیٰ یہ تھا کہ زیادہ زور سے گھونسا نہ مارا جاتا اور تصرف ہونا نہ ہونا شیطان کا انبیاء پر سورۂ کہف قصۂ خضر علیہ السلام آیت: وَمَآ اَنْسٰنِیْهُ اِلَّا الشَّیْطٰنُ [الکہف: ۶۳] کے ذیل میں بیان ہو چکا جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر غیر معصیت کا صدور اس کے تصرف سے ہو جاوے تو کوئی محذور لازم نہیں آتا اور یہ امر غیر معصیت تھا۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: قَالَ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ یہ مقتول گو حربی تھا مگر معاہد تھا اور گو معاہد قالاً نہ تھا مگر حالاً تھا اور آپ نے قتل کا قصد نہ کیا تھا محض دفع ظلم چاہا تھا تو قتل بلا قصد ہوا کہ دوسرے طریق سے بھی دفع ظلم ممکن تھا جو غصہ میں سمجھ میں نہیں آیا۔ اس لئے استغفار فرمایا۔ پس اس سے چند مسئلے ثابت ہوئے۔ (۱) کاملین سے بعض طبعیات مثل غضب صادر ہو جاتے ہیں۔ (۲) حسنات الابرار سیئات المقربین اور یہاں وہ حسنہ دفع ظلم تھا۔ (۳) کاملین کو دوسروں سے زیادہ خشیت ہوتی ہے جیسا استغفار سے معلوم ہوا۔ قولہ تعالیٰ: فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِیْرًا لِّلْمُجْرِمِیْنَ ۝ اس سے معلوم ہوا کہ ظالمین کی معونت جائز نہیں اور چونکہ عہدہ حکومت کی دعا کرنا یہ بھی ایک معونت ہے اس لئے اہل اللہ ظالم کے لئے ایسی دعا نہیں کرتے اور اگر شدید ضرورت ہو تو اس میں یہ قید لگا دیتے ہیں کہ اگر خیر ہو جیسے استخارہ میں اسی قید سے دعا ہوتی ہے: قَالَ لَہٗ مُوْسٰٓی اِنَّكَ...... اس پر دال ہے کہ کاملین جس طرح عدو پر سیاست کرتے ہیں دوست پر بھی کرتے ہیں جیسا کہ دونوں کے حال کا مقتضا ہوتا ہے سو آپ کا یہ قول: اِنَّكَ لَغَوِیٌّ مُّبِیْنٌ ۝ سبطی پر سیاست تھی اور ارادۂ بطش قبطی پر سیاست تھی۔ غرض ان میں عصبیت قومی نہیں ہوتی اُن میں عدل کامل ہوتا ہے۔

ملحقات الترجمۃ: قوله ظهيرا للمجرمين جیسے اس آیت میں الخ كما مر في حواشي تلك الآية۔ ۱۲ قوله في يترقب وحشت كذا في الدر المنثور واصله يترصد لحوق الطلب ويلزمه التوحش ۱۲۔

اللغات: على حين بمعنى في قضى عليه في الروح انهى حياته وهو بهذا المعنى يتعدى بعلى كما في الاساس الخ ۱۲۔

النحو: فلن اكون معطوف على المقدر اى اذكر نعمك فلن اكون ۱۲۔ قوله بك في الروح بسببك ۱۲۔ قوله بالامس محمول على الحقيقة او المجاز اى بالقرب ان كانت الواقعة ليلة كذا في الروح عن الحواشي الشهابية۔

وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَاءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسَىٰ رَبِّي أَن يَهْدِيَنِي سَوَاءَ السَّبِيلِ ﴿٢٢﴾ وَلَمَّا وَرَدَ مَاءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ أُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُونَ وَوَجَدَ مِن دُونِهِمُ امْرَأَتَيْنِ تَذُودَانِ ۖ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ۖ قَالَتَا لَا نَسْقِي حَتَّىٰ يُصْدِرَ الرِّعَاءُ ۖ وَأَبُونَا شَيْخٌ كَبِيرٌ ﴿٢٣﴾ فَسَقَىٰ لَهُمَا ثُمَّ تَوَلَّىٰ إِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ إِنِّي لِمَا أَنزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ ﴿٢٤﴾ فَجَاءَتْهُ إِحْدَاهُمَا تَمْشِي عَلَى اسْتِحْيَاءٍ قَالَتْ إِنَّ أَبِي يَدْعُوكَ لِيَجْزِيَكَ أَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا ۚ فَلَمَّا جَاءَهُ وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ قَالَ لَا تَخَفْ ۖ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿٢٥﴾ قَالَتْ إِحْدَاهُمَا يَا أَبَتِ اسْتَأْجِرْهُ ۖ إِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْأَمِينُ ﴿٢٦﴾ قَالَ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ أُنكِحَكَ إِحْدَى ابْنَتَيَّ هَاتَيْنِ عَلَىٰ أَن تَأْجُرَنِي ثَمَانِيَ حِجَجٍ ۖ فَإِنْ أَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِندِكَ ۖ وَمَا أُرِيدُ أَنْ أَشُقَّ عَلَيْكَ ۚ سَتَجِدُنِي إِن شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّالِحِينَ ﴿٢٧﴾ قَالَ ذَٰلِكَ بَيْنِي وَبَيْنَكَ ۖ أَيَّمَا الْأَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ ۖ وَاللَّهُ عَلَىٰ مَا نَقُولُ وَكِيلٌ ﴿٢٨﴾ ع ۳

اور جب موسیٰ مدین کی طرف چلے کہنے لگے کہ امید ہے کہ میرا رب مجھ کو (کسی مقام امن کا) سیدھا راستہ چلا دے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا اور مدین جا پہنچے اور جب مدین کے پانی (یعنی کنوئیں پر) پہنچے تو اس پر (مختلف) آدمیوں کا ایک مجمع دیکھا جو پانی پلا رہے تھے اور ان لوگوں سے ایک طرف (الگ) کر دو عورتیں دیکھیں کہ وہ (اپنی بکریاں) روکے کھڑی ہیں۔ موسیٰ نے ان سے پوچھا تمہارا کیا مطلب ہے وہ دونوں بولیں (ہمارا یہ معمول ہے کہ) ہم (اپنے جانوروں کو) اس وقت تک پانی نہیں پلاتے جب تک کہ یہ چرواہے پانی پلا کر (جانوروں کو) ہٹا کر نہ لے جاویں اور ہمارے باپ بہت بوڑھے ہیں۔ پس یہ سن کر موسیٰ نے ان کے لئے پانی (کھینچ کر ان کے جانوروں کو) پلایا۔ پھر (وہاں سے) سے ہٹ کر سایہ میں جا بیٹھے پھر (جناب باری میں) دعا کی کہ اے میرے رب (اس وقت) جو نعمت بھی آپ مجھ کو بھیج دیں میں اس کا سخت حاجت مند ہوں۔ سو موسیٰ کے پاس ایک لڑکی آئی شرماتی ہوئی چلتی تھی (اور آ کر) کہنے لگی کہ میرے والد تم کو بلاتے ہیں تا کہ تم کو اس کا صلہ دیں جو تم نے ہماری خاطر ہمارے جانوروں کو پانی پلا دیا تھا۔ سو جن ان کے پاس پہنچے اور ان سے تمام حال بیان کیا تو انہوں نے (تسلی کی اور) کہا کہ (اب) اندیشہ نہ کرو۔ تم ظالم لوگوں سے بچ آئے۔ (پھر) ایک لڑکی نے کہا کہ ابا جان آپ ان کو نوکر رکھ لیجئے کیونکہ اچھا نوکر وہ شخص ہے جو مضبوط (ہو اور) امانت دار (بھی) ہو۔ وہ (بزرگ موسیٰ) سے کہنے لگے کہ میں چاہتا ہوں کہ ان دونوں لڑکیوں میں سے ایک کو تمہارے ساتھ بیاہ دوں اس شرط پر کہ تم آٹھ سال میری نوکری کرو پھر اگر تم دس سال پورے کر دو تو یہ تمہاری طرف احسان ہے اور میں (اس معاملہ میں) تم پر کوئی مشقت ڈالنا نہیں چاہتا (اور) تم مجھ کو انشاء اللہ خوش معاملہ پاؤ گے (موسیٰ رضامند ہو گئے اور) کہنے لگے کہ (بس تو) یہ بات میرے اور آپ کے درمیان (پکی) ہو چکی ان دونوں مدتوں میں سے جس (مدت) کو پورا کر دوں مجھ پر کوئی جبر نہ ہوگا اور ہم جو (معاملہ) کی بات چیت کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کا گواہ ہے۔ ۞

تفسیر: تتمہ قصہ وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَاءَ مَدْيَنَ (الی قولہ تعالی) وَاللَّهُ عَلَىٰ مَا نَقُولُ وَكِيلٌ: اور جب موسیٰ (علیہ السلام یہ دعا کر کے ایک سمت کو توکلا علی اللہ چلے اور غیبی القاء سے) مدین کی طرف ہو لئے (چونکہ راستہ معلوم نہ تھا اس لئے تقویت وتوکل وتوطین نفس کے لئے آپ ہی آپ) کہنے لگے کہ امید ہے کہ میرا رب مجھ کو (کسی مقام امن کا) سیدھا راستہ چلاوے گا (چنانچہ ایسا ہی ہوا اور مدین جا پہنچے) اور جب مدین کے پانی (یعنی کنویں) پر پہنچے تو اس پر (مختلف) آدمیوں کا ایک مجمع دیکھا جو (اُس کنوئیں سے کھینچ کھینچ کر اپنے مواشی کو) پانی پلا رہے تھے اور ان لوگوں سے ایک طرف (الگ) کو دو عورتیں دیکھیں کہ وہ (اپنی بکریاں) روکے کھڑی ہیں۔ موسیٰ (علیہ السلام) نے (اُن سے) پوچھا تمہارا کیا مطلب ہے۔ وہ دونوں بولیں کہ (ہمارا معمول یہ ہے کہ) ہم (اپنے جانوروں

کو) اس وقت تک پانی نہیں پلاتے جب تک کہ یہ چرواہے (جو کنویں پر پانی پلا رہے ہیں) پانی پلا کر (جانوروں کو) ہٹا کر نہ لے جاویں (ایک تو حیا کے سبب' دوسرے مردوں سے مزاحمت ناتوانوں سے کب ہوسکتی ہے) اور (اس حالت میں تو ہم آتے بھی نہیں مگر) ہمارے باپ بہت بوڑھے ہیں (اور گھر پر اور کوئی کام کرنے والا ہے نہیں اور کام ضروری ہے اس مجبوری کو ہم کو آنا پڑتا ہے) پس (یہ سن کر) موسیٰ (علیہ السلام کو رحم آیا اور انہوں نے) اُن کے لئے پانی (کھینچ کر ان کے جانوروں کو) پلایا (اور ان کو انتظار اور پانی کھینچنے کی تکلیف سے بچایا) پھر (وہاں سے) ہٹ کر (ایک) سایہ (کی جگہ) میں جا بیٹھے (خواہ کسی پہاڑ کا سایہ ہو یا کسی درخت کا) پھر (جناب باری میں) دعا کی کہ اے میرے پروردگار (اس وقت) جو نعمت بھی (قلیل یا کثیر) آپ مجھ کو بھیج دیں میں اس کا (سخت) حاجت مند ہوں (کیونکہ اس سفر میں کچھ کھانے پینے کو نہ ملا تھا حق تعالیٰ نے اس کا یہ سامان کیا کہ وہ دونوں بیبیاں اپنے گھر لوٹ کر گئیں تو باپ نے معمول سے جلدی آ جانے کی وجہ دریافت کی۔ انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کا تمام تر قصہ بیان کیا۔ انہوں نے ایک لڑکی کو بھیجا کہ اُن کو بلا لاؤ) موسیٰ (علیہ السلام) کے پاس ایک لڑکی آئی کہ شرماتی ہوئی چلتی تھی (جو کہ اہل شرف کی طبعی حالت ہے اور آ کر) کہنے لگی کہ میرے والد تم کو بلاتے ہیں تا کہ تم کو اس کا صلہ دیں جو تم نے ہماری خاطر (ہمارے جانوروں کو) پانی پلا دیا تھا (یہ ان صاحبزادی کو اپنے والد کی عادت سے معلوم ہوا ہوگا کہ احسان کی مکافات کیا کرتے ہوں گے۔ موسیٰ علیہ السلام ساتھ ہو لئے' گو مقصود موسیٰ علیہ السلام کا بالیقین حصول عوض نہ تھا لیکن مقام امن اور کسی رفیق شفیق کے ضرور باقتضائے وقت جویاں تھے اور بھوک کی شدت بھی اس جانے کا ایک جزو علت ہو تو مضائقہ نہیں اور اس کو اجرت سے کچھ تعلق نہیں اور ضیافت کی تو استدعاء بھی خصوص حاجت کے وقت اور خصوص کریم سے کچھ ذلت نہیں' چہ جائیکہ دوسرے کی استدعاء پر ضیافت کا قبول کر لینا۔ راہ میں موسیٰ علیہ السلام نے اُن بی بی سے فرمایا کہ تم میرے پیچھے ہو جاؤ۔ میں اولادِ ابراہیم سے ہوں' اجنبیہ کو بے وجہ بے قصد دیکھنا بھی پسند نہیں کرتا۔ غرض اسی طرح اُن بزرگ کے پاس پہنچے) سو جب ان کے پاس پہنچے اور ان سے تمام حال بیان کیا تو انہوں نے (تسلی کی اور) کہا کہ (اب) اندیشہ نہ کرو تم ظالم لوگوں سے بچ آئے (کیونکہ اس مقام پر فرعون کی عمل داری نہ تھی **کذا فی الروح** پھر) ایک لڑکی نے کہا کہ ابا جان (آپ کو آدمی کی ضرورت ہے اور ہم سیانی ہوئیں' اب گھر میں رہنا مناسب ہے تو) آپ ان کو نوکر رکھ لیجئے کیونکہ اچھا نوکر وہ شخص ہے جو مضبوط (ہو اور) امانت دار (بھی) ہو (اور ان میں دونوں صفتیں ہیں چنانچہ قوت ان کے پانی کھینچنے سے اور امانت ان کے برتاؤ سے خصوصاً راہ میں عورت کو پیچھے کر دینے سے ظاہر ہوئی تھی اور اپنے باپ سے بھی بیان کیا تھا' اس پر) وہ (بزرگ موسیٰ علیہ السلام سے) کہنے لگے کہ میں چاہتا ہوں کہ ان دونوں لڑکیوں میں سے ایک کو تمہارے ساتھ بیاہ دوں اس شرط پر کہ تم آٹھ سال میری نوکری کرو (اور اس نوکری کا بدل وہی نکاح ہے اور حاصل یہ کہ آٹھ سال کی خدمت اس نکاح کا مہر ہے) پھر اگر تم دس سال پورے کر دو تو یہ تمہاری طرف سے (احسان) ہے (یعنی میری طرف سے جبر نہیں) اور میں (اس معاملہ میں) تم پر کوئی مشقت ڈالنا نہیں چاہتا (یعنی کام لینے اور وقت کی پابندی وغیرہ وغیرہ فروع معاملہ میں آسانی برتوں گا اور) تم مجھ کو ان شاءاللہ تعالیٰ خوش معاملہ پاؤ گے۔ موسیٰ (علیہ السلام رضا مند ہو گئے اور) کہنے لگے کہ (بس تو) یہ بات میرے اور آپ کے درمیان (پکی) ہو چکی۔ میں ان دونوں مدتوں میں سے جس (مدت) کو بھی پورا کر دوں مجھ پر کوئی جبر نہ ہوگا اور ہم جو (معاملہ) کی بات چیت کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ اس کا گواہ (کافی) ہے (اُس کو حاضر ناظر سمجھ کر عہد پورا کرنا چاہئے)

ف: جو مضامین از قسم روایت ترجمہ کے درمیان لکھے ہیں سب درمنثور سے ہیں اور یہ بزرگ شعیب علیہ السلام تھے **کذا فی الدر عن ابن ماجۃ مرفوعاً** اور چونکہ موسیٰ علیہ السلام کا اولادِ ابراہیم سے ہونا معلوم ہو گیا تھا اس لئے یہ شبہ نہیں ہوسکتا کہ شعیب علیہ السلام نے کفایت کی تحقیق کیوں نہ کی اور اس معاہدہ سے یہ لازم نہیں آتا کہ اُسی وقت نکاح ہو گیا ہو اور نہ وَاللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ سے یہ لازم آتا ہے کہ اس نکاح میں کوئی گواہ نہ تھا بلکہ اس کہنے سے جو مقصود تھا وہ تقریر ترجمہ سے ظاہر ہے اور رعی مواشی مدت معینہ تک کا مہر مقرر ہونا ہماری شریعت میں بھی جائز ہے **کذا فی ردالمحتار** اور اگر یہ بکریاں ان صاحبزادی کی تھیں تب تو مہر کا ان کو ادا کیا جانا ظاہر ہے اور اگر باپ کی تھیں تو بالغہ کی رضا سے ایسا معاملہ اس شریعت میں بھی جائز ہے اور درمنثور میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے دس ہی برس پورے کئے تھے اور اس قصہ سے بے پردگی کا شبہ نہ کیا جاوے' کیونکہ ضرورت کے لئے خروج جائز ہے جبکہ اعضائے مستورہ پوشیدہ ہوں۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: فَسَقٰى لَهُمَا اس میں دلالت ہے کہ کاملین کو خدمت خلق سے عار نہیں ہوتی۔ قولہ تعالیٰ: فَقَالَ رَبِّ اِنِّىْ ...... روح میں حدیث مرفوع ہے آپ کو اس روز ایک کف دست خرما کی احتیاج تھی۔ پس یہ تفسیر اس پر دال ہے کہ کاملین کی شان ہر قلیل و کثیر میں اپنی حاجت کا حق تعالیٰ کے سامنے ظاہر کرنا ہے وہ متکبر مدعیان زہد کی طرح نہیں ہوتی کہ وہ حق تعالیٰ کی نعمتوں سے استغناء بلکہ نفرت ظاہر کیا کرتے ہیں۔ قولہ تعالیٰ: قَالَتْ اِنَّ اَبِىْ يَدْعُوْكَ ...... اس لڑکی کا یہ قول: لِيَجْزِيَكَ اَجْرَ مَا سَقَيْتَ سن کر آپ کا چلا آنا اس پر دال ہے کہ اگر عمل بقصد عوض نہ ہو پھر بعد عمل کچھ عوض قبول کر لیا جاوے تو یہ منافی اخلاق نہیں اور حدیث قوس میں یہی احتمال افضاء کے سبب ہے جو شیخ کو قرائن سے مفہوم ہوتا ہے۔ قولہ تعالیٰ: اَنْ تَاْجُرَنِىْ ثَمٰنِىَ حِجَجٍ۔ اس پر دال ہے کہ نوکری یا مزدوری یا دیگر اسبابِ معاش منافی توکل نہیں۔ البتہ جو شخص اس میں مشغول ہو کر علم یا عمل کے لئے فارغ نہ ہو سکے اور وہ تحمل بھی کر سکتا ہو اس کے لئے اسباب کا

ترک کرنا مستحسن ہے۔

اللُّغَاتُ: یصدر ای یصدر الرعاة مواشیھم بعد ریھا عن الماء وفی قراء ة یصدر بفتح الیاء وضم الدال ای حتی یرجع الرعاة مع اغنامھم وکلتا القراء تین تدل علی فرط حیاء ھما وتواریھما من الاختلاط بالاجانب الا ان الاولیٰ تدل علی ذبابھم مطابقة والثانیة التزاما لان فراغھم من السقی المقصود ومستلزم لذبابھم عادة والله اعلم ۱۲۔

النَّحو: بینی متعلق بثابت المقدر ۱۲۔

البَلاغَة: قوله انزلت ای تنزل والتعبیر بالماضی بدل المضارع الاستعطاف وقوله لما متعلق بفقیر لتضمنه معنی الاحتیاج المعدی باللام قوله لیجزیك اسند الدعوة الی ابیھا وعللتھا بالجزاء لئلا یوھم کلامھا ریبة وفیه من الدلالة علی کمال العقل والحیاء والفقه مالا یخفی ۱۲۔ قوله ان خیر من استجارت وقد استغنت بار سال ھذا الکلام الذی سیاقه سیاق المثل والحکمة عن ان تقول استأجرہ لقوته وامانة ولعمری ان مثل ھذا المدح من المرأة للرجل اجمل من المدح الخاص القبی للحشمة ۱۲۔ قوله: فلا عدوان علی وتعمیم انتفاء العدوان بکلا الاجلین بصدر المشارطة مع تحقق عدم العدوان فی اطولھما راسا للقصد الی التسویة بینھما فی الانتفاء ای کمالا اطالب بالزیادة علی العشر لا اطالب بالزیاة علی الثمان ۱۲۔

فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ وَسَارَ بِاَهْلِهٖٓ اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ۚ قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْٓا اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ۝۲۹ فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ يّٰمُوْسٰٓى اِنِّيْٓ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۳۰ وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ۭ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَاۗنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ۭ يٰمُوْسٰٓى اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ ۣ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ ۝۳۱ اُسْلُكْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاۗءَ مِنْ غَيْرِ سُوْۗءٍ ۡ وَّاضْمُمْ اِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ىِٕهٖ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۝۳۲ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ۝۳۳ وَاَخِيْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّيْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْاً يُّصَدِّقُنِيْٓ ۡ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ۝۳۴ قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا ۚ بِاٰيٰتِنَآ ۚ اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ ۝۳۵

معانقة ۱۱

غرض جب موسیٰ اس مدت کو پوری کر چکے اور (یا اجازت شعیبؑ) اپنی بی بی کو لے کر (مصر کو یا شام کو) روانہ ہوئے تو ان کو کوہ طور کی طرف سے ایک (روشنی بشکل) آگ دکھلائی دی۔ انہوں نے اپنے گھر والوں کو کہا کہ تم (یہاں ہی) ٹھہرے رہو میں نے ایک آگ دیکھی ہے میں وہاں جاتا ہوں شاید میں تمہارے واسطے وہاں سے (رستہ کی) کچھ خبر لاتا ہوں یا کوئی آگ کا (دھکتا ہوا انگارا لے آؤں تا کہ تم سینک لو۔ سو جب وہ آگ کے پاس پہنچے تو ان کو اس میدان کی داہنی جانب سے (جو کہ موسیٰ کی داہنی جانب تھا) اس مبارک مقام میں ایک درخت میں سے آواز آئی کہ موسیٰ میں رب العالمین ہوں اور یہ (بھی آواز آئی) کہ تم عصا ڈال دو۔ سو انہوں نے جب اس کو لہراتا ہوا دیکھا جیسا پتلا سانپ (تیز) ہوتا ہے تو پشت پھیر کر بھاگے اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ (حکم ہوا کہ) اے موسیٰ آگے آؤ اور ڈرو مت تم (ہر طرح) امن میں ہو تم ہاتھ گریبان کے اندر ڈالو (اور پھر نکالو) وہ بلا کسی مرض کے نہایت روشن ہو کر نکلے گا اور خوف رفع کرنے کے واسطے اپنا (وہ) ہاتھ پھر اپنے گریبان اور (بغل) سے بدستور (سابق) ملا لینا سو یہ تمہاری نبوت کی دو سندیں تمہارے رب کی طرف سے فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس جانے کے واسطے (جس کا تم کو حکم دیا جاتا ہے) کیونکہ وہ بڑے نافرمان لوگ ہیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ اے رب میں نے ان میں سے ایک آدمی کا خون کر دیا تھا۔ سو مجھ کو اندیشہ ہے کہ (کہیں اوّل ہی مرحلہ میں) وہ لوگ مجھ کو قتل کر دیں اور میرے بھائی ہارون کی زبان مجھ سے زیادہ رواں ہے تو ان کو بھی میرا مددگار بنا کر میرے ساتھ رسالت دیجئے کہ وہ تقریر کی تائید اور تصدیق کریں گے۔ کیونکہ مجھ کو اندیشہ ہے کہ وہ

لوگ (یعنی فرعون اور اس کے درباری میری تکذیب کریں ارشاد ہوا کہ (بہتر ہے) ہم ابھی تمہارے بھائی کو تمہارا قوت بازو بنائے دیتے ہیں (ایک درخواست تو یہ منظور ہوئی) اور ہم تم دونوں کو ایک خاص شوکت (اور ہیبت) عطا کرتے ہیں جس سے ان لوگوں کا تم پر دست رس نہ ہوگی۔ پس معجزے لے کر (تم دونوں چلو اور تمہارے پیرو ہوگا (ان لوگوں پر) غالب رہو گے۔

تفسیر: تتمہ قصہ: فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ (الی قولہ تعالی) اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ۔ غرض جب موسیٰ (علیہ السلام) اس مدت کو پورا کر چکے اور (باجازت شعیب علیہ السلام کے) اپنی بی بی کو لے کر (مصر کو یا شام کو) روانہ ہوئے تو (ایک شب میں ایسا اتفاق ہوا کہ سردی بھی تھی اور راہ بھی بھول گئے اس وقت) ان کو کوہِ طور کی طرف سے ایک (روشنی بشکل) آگ دکھلائی دی۔ انہوں نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ تم (یہاں ہی) ٹھہرے رہو میں نے ایک آگ دیکھی ہے (میں وہاں جاتا ہوں) شاید میں تمہارے پاس وہاں سے (راستہ کی) کچھ خبر لاؤں یا کوئی آگ کا (دہکتا ہوا) انگارا لے آؤں تاکہ تم سینک لو سو وہ جب اُس آگ کے پاس پہنچے تو ان کو اس میدان کے داہنی جانب سے (جو کہ موسیٰ علیہ السلام کی داہنی جانب تھی) اُس مبارک مقام میں ایک درخت میں سے آواز آئی کہ اے موسیٰ میں رب العالمین ہوں اور یہ (بھی آواز آئی) کہ تم اپنا عصا ڈال دو (چنانچہ انہوں نے ڈال دیا اور وہ سانپ بن کر چلنے لگا) سو انہوں نے جب اس کو لہراتا ہوا دیکھا جیسا پتلا سانپ (تیز) ہوتا ہے تو پشت پھیر کر بھاگے اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا (حکم ہوا کہ) اے موسیٰ آگے آؤ اور ڈرو مت (ہر طرح) امن میں ہو (اور یہ کوئی ڈر کی بات نہیں بلکہ تمہارا معجزہ ہے اور دوسرا معجزہ اور عنایت ہوتا ہے کہ) تم اپنا ہاتھ گریبان کے اندر ڈالو (اور پھر نکالو) وہ بلا کسی مرض کے نہایت روشن ہو کر نکلے گا اور (اگر مثل انقلاب عصا کے اس معجزہ سے بھی طبعاً خوف اور حیرت پیدا ہو تو) خوف (رفع کرنے) کے واسطے اپنا (وہ) ہاتھ (پھر) اپنے (گریبان اور بغل) سے (بدستور سابق) ملا لینا (تاکہ وہ پھر اصلی حالت پر ہو جاوے اور پھر طبعی خوف بھی نہ ہوا کرے) سو یہ (تمہاری نبوت کی) دو سندیں اور (دلیلیں) ہیں تمہارے رب کی طرف سے فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس لے جانے کے واسطے (جس کا تم کو حکم کیا جاتا ہے کیونکہ) وہ بڑے نافرمان لوگ ہیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ اے میرے رب (میں جانے کے لئے حاضر ہوں مگر آپ کی خاص امداد کی ضرورت ہے کیونکہ میں نے اُن میں سے ایک آدمی کا خون کر دیا تھا سو مجھ کو اندیشہ ہے کہ (کہیں اول ہی وہلہ میں) وہ لوگ مجھ کو قتل کر دیں (تبلیغ بھی نہ ہونے پاوے) اور (دوسری بات یہ ہے کہ میری زبان بھی زیادہ رواں نہیں ہے اور) میرے بھائی ہارون کی زبان مجھ سے زیادہ رواں ہے تو ان کو بھی میرا مددگار بنا کر میرے ساتھ رسالت دیدیجئے کہ وہ (میری تقریر کی تائید اور) تصدیق (مفصل و مکمل) طور سے کریں گے (کیونکہ) مجھ کو اندیشہ ہے کہ وہ لوگ (فرعون اور اس کے درباری میری تکذیب کریں (تو اس وقت مناظرہ کی ضرورت ہوگی اور زبانی مناظرہ کے لئے رواں زبان عادۃً زیادہ مفید ہے) ارشاد ہوا کہ (بہتر ہے) ہم ابھی تمہارے بھائی کو تمہارا قوت بازو بنائے دیتے ہیں (ایک درخواست تو یہ منظور ہوئی) اور (دوسری درخواست کی اس طرح منظوری ہوئی کہ) ہم تم دونوں کو ایک خاص شوکت (وہیبت) عطا کرتے ہیں جس سے ان لوگوں کو تم پر دسترس نہ ہوگی (پس) ہمارے معجزے لے کر جاؤ تم دونوں اور جو تمہارا پیرو ہوگا (ان لوگوں پر) غالب رہو گے۔ ف: سورۂ اعراف اور سورۂ طٰہٰ اور سورۂ نمل میں بعضے مضامین ضروری اس قصہ کے گزر چکے ہیں اور ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ طول زمان کی وجہ سے مصر میں چھپ جانے کی امید تھی لیکن فرعون کے پاس جا کر اخفاء کی توقع نہ تھی اس لئے عذر کیا اور شام کو جاتے ہوں تو کچھ اشکال ہی نہیں۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا اس میں دلالت ہے کہ اہل اللہ کو منجانب اللہ ایک شان ہیبت عطا ہوتی ہے۔

ملحقات الترجمۃ: قولہ بآیٰتنا: جاؤ اشارۃ الی مقدر یدل علیہ قولہ تعالی فی طٰہٰ اذهب انت واخوك بآیاتی ۱۲۔

اللغات: جذوة هی العود سواء كان علیه النار ولم تكن ولذا بینت بقوله من النار وجعلها نفس النار للمبالغة كذا فی الروح ۱۲۔
اسلك ای ادخل جناحك یدك لان الید للانسان بمنزلة الجناح للطیر ۱۲۔

النحو: قوله من شاطئ متعلق بنودی قوله الایمن صفة للشاطئ قوله: فی البقعة متعلق بنودی۔ قوله من الشجرة بدل من شاطئ و كون البقعة مباركة باعتبار انها كلم عندها موسٰی علیه السلام ۱۲۔ قوله رداءً فی الروح ای عونا كما روی عن قتادة وقال ابو حبان الروء السمین الذی یشتدبه الامر فعل بمعنی مفعول فهو اسم لما یعان به ۱۲۔

البلاغة: قوله اضمم الخ خص بایراده فی ادخال الید تحت الجیب لان الخوف الذی حصل من الانقلاب قد علم تدبیر زواله بقوله خذها ولا تخف سنعیدها وهذا من المواهب ولا تكلف فی هذا المعنی بوجه من الوجوه ۱۲۔

فَلَمَّا جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى وَّمَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ۝۳۶

وَقَالَ مُوْسٰى رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى مِنْ عِنْدِهٖ وَمَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۳۷ وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ ۚ فَاَوْقِدْ لِيْ يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَطَّلِعُ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى ۙ وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۳۸ وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُوْدُهٗ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اِلَيْنَا لَا يُرْجَعُوْنَ ۳۹ فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ۴۰ وَجَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ ۴۱ وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ ۴۲ ع

کہ (خواہ مخواہ اللہ پر) افترا کیا جاتا ہے اور ہم نے ایسی بات کبھی نہیں سنی کہ ہمارے اگلے باپ دادوں کے وقت میں بھی ہوئی ہو اور موسیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ میرا پروردگار اس شخص کو خوب جانتا ہے جو صحیح دین اس کے پاس سے لے کر آیا ہے اور جس کا انجام اس عالم سے اچھا ہونے والا ہے (اور) بالیقین ظالم لوگ کبھی فلاح نہ پاویں گے اور (دلائل موسویہ دیکھ کر سن کر) فرعون کہنے لگا کہ اے اہل دربار مجھ کو تو تمہارا اپنے سوا کوئی خدا معلوم نہیں ہوتا۔ تو اے ہامان تم ہمارے لئے مٹی (کی اینٹیں بنوا کر ان) کو آگ میں (پزادہ لگا کر) پکواؤ۔ پھر (ان پختہ اینٹوں سے) میرے واسطے ایک بلند عمارت بنواؤ تاکہ میں (اس پر چڑھ کر) موسیٰ کے اللہ کو دیکھوں بھالوں اور میں تو (اس دعویٰ میں کہ میرے سوا کوئی اور خدا ہے) موسیٰ کو جھوٹا سمجھتا ہوں اور فرعون اور اس کے تابعین نے حق دنیا میں سر اٹھار کھا تھا اور یوں سمجھ رہے کہ ان کو ہمارے پاس لوٹ کر آنا نہیں ہے تو ہم نے (تکبر کی سزا میں) اس کو اور اس کے تابعین کو پکڑ کر دریا میں پھینک دیا (یعنی غرق کر دیا) سو دیکھئے ظالموں کا کیا انجام ہوا (اور موسیٰ علیہ السلام کے قول کا ظہور ہو گیا) اور ہم نے ان لوگوں کو ایسا رئیس بنایا تھا جو لوگوں کو دوزخ کی طرف بلاتے رہے اور (اسی واسطے) قیامت کے روز ایسے بے کس رہ جائینگے کہ کوئی انکا ساتھ نہ دیگا اور یہ لوگ دونوں عالم میں مبتلائے خسران ہوئے (چنانچہ) دنیا میں بھی ہم نے انکے پیچھے لعنت لگا دی اور قیامت کے دن بھی وہ بدحالی لوگوں میں سے ہوں گے۔

تفسیر: تتمۂ قصہ: فَلَمَّا جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَا بَيِّنٰتٍ (الی قولہ تعالی) وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ ۴۲ غرض جب اُن لوگوں کے پاس موسیٰ (علیہ السلام) ہماری صریح دلیلیں لے کر آئے تو ان لوگوں نے (معجزات دیکھ کر) کہا کہ یہ تو محض ایک جادو ہے کہ (خواہ مخواہ خدا تعالیٰ پر) اور افتراء کیا جاتا ہے (کہ یہ اُس کی جانب سے معجزات اور دلیل رسالت ہیں) اور ہم نے ایسی بات کبھی نہیں سنی کہ ہمارے اگلے باپ دادوں کے وقت میں بھی ہوئی ہو اور موسیٰ (علیہ السلام) نے (اس کے جواب میں) فرمایا کہ (جب باوجود دلائل صحیحہ قائم ہونے کے اور اس میں کوئی شبہ معقول نہ نکال سکنے کے بھی نہیں مانتے تو یہ ہٹ دھرمی ہے اور اس کا اخیر جواب یہی ہے کہ) میرا پروردگار اس شخص کو خوب جانتا ہے جو صحیح دین اس کے پاس لے کر آیا ہے اور جس کا انجام (یعنی خاتمہ) اس عالم (دنیا) سے اچھا ہونے والا ہے (اور) بالیقین ظالم لوگ (جو کہ ہدیٰ اور دین صحیح پر نہ ہوں) کبھی فلاح نہ پاویں گے (کیونکہ اُن کا انجام اچھا نہ ہوگا۔ مطلب یہ کہ خدا کو خوب معلوم ہے کہ ہم میں اور تم میں کون اہل ہدیٰ ہے اور کون ظالم اور کون محمود العاقبت ہے اور کون محروم عن الفلاح۔ پس ہر ایک کی حالت اور ثمرہ کا جلدی مرنے کے ساتھ ہی ظہور ہو جاوے گا اب نہیں مانتے تم جانو) اور (دلائل موسویہ دیکھ کر سن کر) فرعون (کو اندیشہ ہوا کہ کہیں معتقدین ان کی طرف مائل نہ ہو جاویں لوگوں کو جمع کر کے) کہنے لگا کہ اے اہل دربار مجھ کو تو تمہارا اپنے سوا کوئی خدا معلوم نہیں ہوتا (اور اس کے بعد تلبیس کے واسطے اپنے وزیر سے کہا کہ اگر اسؔ سے ان لوگوں کا اطمینان نہ ہو تو) اے ہامان تم ہمارے لئے مٹی (کی اینٹیں بنوا کر اُن) کو آگ میں پزاوہ لگا کر) پکواؤ پھر (ان پختہ اینٹوں سے) میرے واسطے ایک بلند عمارت بنواؤ تاکہ (میں اس پر چڑھ کر) موسیٰ کے خدا کو دیکھوں بھالوں اور میں تو (اس دعویٰ میں کہ کوئی اور خدا ہے) موسیٰ کو جھوٹا سمجھتا ہوں اور فرعون اور اس کے تابعین نے ناحق دنیا میں سر اٹھار کھا تھا یوں سمجھ رہے تھے کہ ان کو ہمارے پاس لوٹ کر آنا نہیں ہے تو ہم نے (اس تکبر کی سزا میں) اس کو اور اس کے تابعین کو پکڑ کر دریا میں پھینک دیا (یعنی غرق کر دیا) سو دیکھئے ظالموں کا کیا انجام ہوا (اور موسیٰ علیہ السلام کے قول کا ظہور ہو گیا مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ) اور ہم نے ان لوگوں کو ایسا رئیس بنایا تھا جو (لوگوں کو) دوزخ کی طرف بلاتے رہے اور (اسی واسطے) قیامت کے روز (ایسے بے کس رہ جاویں گے کہ) ان کا کوئی ساتھ نہ دے گا اور (یہ لوگ دونوں عالم میں مبتلائے خسران ہوئے چنانچہ) دنیا میں بھی ہم نے ان کے پیچھے لعنت لگا دی اور قیامت کے دن بھی وہ بدحال لوگوں میں سے ہوں گے۔ ف: لعنت پیچھے لگا دینے کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں جو ظالموں کافروں وغیرہم پر لعنت کرتا ہے چونکہ وہ لوگ بھی ایسے ہی تھے ان پر بھی پڑتی ہے۔ مقصود فرعون کا محل بنوانے سے لوگوں کو دھوکہ دینا ہے اگر خدائے اعظم ہوتا تو جسم ہوتا اور اعظمیت کے سبب

اس کا مکان ارفع ہوتا تو میں تحقیق کر کے آتا ہوں تاکہ لوگ اس کو بڑا محقق سمجھیں اور اس محل کا بنانا یا نہ بننا کسی صحیح روایت میں وارد نہیں شاید دفع الوقتی غرض ہو اور نہ بنوایا ہو۔

الحواشی : (۱) یعنی شام میں جا کر تو فرعون سے مخفی ہی رہتے تو اس صورت میں فرعون کے پاس جانے کا حکم سن کر بوجہ عدم اخفاء کے عذر کیا کہ رب انی قتلت الخ ۱۲۔

النحو :قوله اباء نا حال من هذا ۱۲۔

البلاغة :قوله نبذنٰهم عبر به اشارة الى حقارتهم ۱۲۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى بَصَآئِرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۳﴾ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ اِذْ قَضَيْنَآ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَلٰكِنَّآ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ۚ وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۙ وَلٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا وَلٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَلَوْلَآ اَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَيَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْا لَوْلَآ اُوْتِيَ مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى ؕ اَوَلَمْ يَكْفُرُوْا بِمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ۚ قَالُوْا سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا ۫ وَقَالُوْٓا اِنَّا بِكُلٍّ كٰفِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰى مِنْهُمَآ اَتَّبِعْهُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۹﴾ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ ؕ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۰﴾ وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۱﴾

اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو اگلی امتوں (یعنی نوح و عاد و ثمود) کے ہلاک کئے پیچھے کتاب (یعنی توریت) دی تھی جو لوگوں کے (یعنی بنی اسرائیل کے) لئے دانش مندوں کا سبب اور ہدایت اور رحمت تھی کہ وہ (اس سے) نصیحت حاصل کریں اور آپ (طور کی) مغربی جانب میں موجود نہ تھے جبکہ ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو احکام دیئے تھے اور (وہاں خاص تو کیا موجود ہوئے) آپ (تو) ان لوگوں میں سے (بھی) نہ تھے (جو اس زمانہ میں) موجود تھے لیکن یہ بات ہے کہ ہم نے موسیٰ کے بعد بہت سی نسلیں پیدا کیں پھر ان پر زمانہ دراز گزر گیا اور آپ اہل مدین میں بھی قیام پذیر نہ تھے کہ آپ (وہاں کے حالات دیکھ کر ان حالات کے متعلق) ہماری آیتیں ان لوگوں کو پڑھ کر سنا رہے ہوں لیکن ہم ہی رسول بنانے والے ہیں اور (اسی طرح آپ طور کی جانب غربی مذکور ہیں) اور اس وقت بھی موجود نہ تھے ہم نے (موسیٰ) کو پکارا تھا لیکن (اس کا علم بھی اسی طرح سے حاصل ہوا کہ) آپ اپنے رب کی رحمت سے نبی بنائے گئے تاکہ آپ ایسے لوگوں کو ڈرائیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔ کیا عجب ہے کہ نصیحت قبول کریں اور ہم رسول بھی نہ بھیجتے اگر یہ بات نہ ہوتی کہ ان پر ان کے کرداروں کے سبب (جو کہ عقلاً قبیح ہیں) کوئی مصیبت (دنیا و آخرت میں) نازل ہوتی تو یہ کہنے لگتے کہ اے ہمارے پروردگار آپ نے ہمارے پاس کوئی پیغمبر کیوں نہ بھیجا تاکہ ہم آپ کے احکام کا اتباع کرتے اور (ان احکام اور رسول پر) ایمان لانے والوں میں ہوتے ہیں۔ سو جب ہماری طرف سے ان لوگوں کے پاس امر حق پہنچا تو (اس میں شبہ نکالنے کے لئے) یوں کہنے لگے کہ ان کو ایسی کتاب کیوں نہ ملی جیسی موسیٰ کو ملی تھی۔ کیا جو کتاب موسیٰ کو ملی تھی اس کے قبل یہ لوگ اس کے منکر نہیں ہوئے۔ یہ لوگ تو یوں کہتے ہیں کہ دونوں جادو ہیں جو ایک دوسرے کے موافق ہیں اور یوں بھی کہتے ہیں کہ ہم تو دونوں میں سے کسی کو بھی نہیں مانتے۔ آپ کہہ دیجئے کہ اچھا تو (علاوہ توراۃ و قرآن کے) تم کوئی اور کتاب اللہ کے پاس سے لے آؤ جو ہدایت

کرنے میں ان دونوں سے بہتر ہو میں اسی کی پیروی کرنے لگوں گا اگر تم اس دعویٰ میں سچے ہو۔ پھر (اس احتجاج کے بعد) اگر یہ لوگ آپ کا کہنا (نہ) کر سکیں تو سمجھ لیجئے کہ یہ لوگ محض اپنی نفسانی خواہشوں پر چلتے ہیں اور ایسے شخص سے زیادہ کون گمراہ ہوگا جو اپنی نفسانی خواہش پر چلتا ہو بدوں اس کے منجانب اللہ کوئی دلیل (اس کے پاس) ہو (اور) اللہ تعالیٰ ایسے ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا اور ہم نے اس کلام (یعنی قرآن) کو ان لوگوں کے لئے وقتاً فوقتاً یکے بعد دیگرے بھیجا تا کہ یہ لوگ (بار بار تازہ بتازہ سننے سے) نصیحت مانیں۔

تفسیر ربط: موسیٰ علیہ السلام کا قصہ فرعون کے ساتھ ختم ہوا' آگے اس قصہ کے اعظم مقاصد یعنی اثبات رسالت محمد یہ ﷺ کا مضمون مذکور ہے مع جواب بعض شبہات کفار اور تمہید کے لئے تصریح رسالت موسویہ کی ارشاد ہے۔ پس اس کو سابق ولاحق دونوں کے ساتھ ارتباط ہے۔

اثبات رسالت محمد یہ ﷺ مع جواب بعض شبہات: وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ (الی قولہ تعالی) وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝

اور (رسالت کا سلسلہ خلق کے محتاج اصل ہونے کے سبب ہمیشہ سے چلا آیا ہے' چنانچہ) ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو جن کا قصہ ابھی پڑھ چکے ہو) اگلی امتوں (یعنی قوم نوح وعاد وثمود) کے ہلاک کے پیچھے (جبکہ ان زمانوں کے انبیاء کی تعلیمات نایاب ہوگئی تھیں اور لوگ ہدایت کے سخت حاجت مند تھے) کتاب (یعنی توراۃ) دی تھی جو لوگوں کے (یعنی بنی اسرائیل کے) لئے دانشمندیوں کا سبب اور ہدایت اور رحمت تھی تا کہ وہ (اُس سے) نصیحت حاصل کریں (طالب حق کی اول فہم درست ہوتی ہے یہ بصیرت ہے پھر احکام قبول کرتا ہے یہ ہدایت ہے' پھر ہدایت کا ثمرہ یعنی قرب وقبول عنایت ہوتا ہے' یہ رحمت ہے) اور (اسی طرح جب یہ دورہ بھی ختم ہو چکا اور لوگ پھر محتاج تجدید ہدایت ہوئے تو اپنی سنت مستمرہ کے موافق ہم نے آپ کو رسول بنایا جس کے دلائل میں سے ایک یہی واقعہ موسویہ کی یقینی خبر دینا ہے کیونکہ قطعی خبر دینے کے لئے کوئی طریق علم کا ضروری ہے اور وہ طریق منحصر ہے چار میں: امور عقلیہ میں عقل' سو یہ واقعہ امور عقلیہ میں سے تو ہے نہیں اور امر نقلیہ میں یا سماع اہل علم ہے جو کہ دوسرا طریق ہے سو یہ بھی بوجہ عدم مخالطت وعدم مدارستہ اہل اخبار کے منتفی ہے اور یا اپنا مشاہدہ جو کہ تیسرا طریق ہے۔ سو اس کی نفی نہایت ہی اظہر ہے۔ چنانچہ ظاہر ہے کہ) آپ (طور کے) مغربی جانب میں موجود نہ تھے جب کہ ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو احکام دیئے تھے (یعنی توراۃ دی تھی) اور (وہاں خاص تو کیا موجود ہوتے) آپ (تو) ان لوگوں میں سے (بھی) نہ تھے جو (اس زمانہ میں) موجود تھے (پس احتمال مشاہدہ کا بھی نہ رہا) ولیکن (بات یہ کہ) ہم نے (موسیٰ علیہ السلام کے بعد) بہت سی نسلیں[1] پیدا کیں پھر ان پر زمانہ دراز گزر گیا (جس سے پھر علوم صحیحہ نایاب ہو گئے اور پھر لوگ محتاج ہدایت ہوئے اور گو درمیان درمیان انبیاء علیہم السلام آیا کئے مگر ان کے علوم بھی اسی طرح نایاب ہوئے اس لئے ہماری رحمت مقتضی ہوئی کہ ہم نے آپ کو وحی ورسالت سے مشرف فرمایا جو کہ چوتھا طریق ہے خبر یقینی کا اور دوسرے طرق علم ظنی کے ہیں جو مبحث ہی سے خارج ہے' کیونکہ آپ کی یہ خبریں بالکل یقینی اور قطعی ہیں۔ حاصل یہ کہ علم یقینی کے چار طریقے اور تین منتفی۔ پس چوتھا متعین اور یہی مطلوب ہے) اور (جیسے آپ نے عطائے توراۃ کا مشاہدہ نہیں کیا اور صحیح ویقینی خبر دے رہے ہیں۔ اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کے قیام مدین کا مشاہدہ نہیں فرمایا۔ چنانچہ ظاہر ہے کہ) آپ اہل مدین میں بھی قیام پذیر نہ تھے کہ آپ (وہاں کے حالات دیکھ کر ان حالات کے متعلق) ہماری آیتیں (اپنے ان معاصر) لوگوں کو پڑھ پڑھ کر سنا رہے ہوں ولیکن ہم ہی (آپ کو) رسول بنانے والے ہیں (کہ رسول بنا کر یہ واقعات وحی سے بتلا دیئے) اور (اسی طرح) آپ طور کی جانب (غربی مذکور) میں اس وقت بھی موجود نہ تھے جب ہم نے (موسیٰ علیہ السلام کو) پکارا تھا (کہ يٰمُوْسٰٓى اِنِّيْٓ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ط جو کہ اُن کو نبوت عطا ہونے کا وقت تھا) ولیکن (اس کا علم بھی اسی طرح حاصل ہوا کہ) آپ اپنے رب کی رحمت سے نبی[2] بنائے گئے تا کہ آپ ایسے لوگوں کو ڈرائیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا (نبی) نہیں آیا۔ کیا عجب ہے کہ نصیحت قبول کر لیں (کیونکہ حضور ﷺ کے معاصرین بلکہ اُن کے آباء اقربین نے بھی کسی کو نہیں دیکھا تھا گو بعض شرائع بالخصوص توحید بواسطہ ان تک بھی پہنچی تھی پس: وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا [النحل: ۳۶] سے تعارض نہ رہا) اور (اگر یہ لوگ ذرا تامل کریں تو سمجھ سکتے ہیں پیغمبر بھیجنے سے ہمارا کوئی فائدہ نہیں بلکہ ان ہی لوگوں کا فائدہ ہے کہ یہ لوگ حسن وقبح پر مطلع ہو کر عقوبت سے بچ سکتے ہیں ورنہ جن امور کا قبح عقل سے دریافت ہو سکتا ہے اس پر عذاب بلا ارسال رسول بھی ہونا ممکن تھا لیکن اس وقت ان کو ایک گونہ حسرت ہوتی کہ ہائے اگر رسول آ جاتا تو ہم کو زیادہ تنبہ ہو جاتا اور اس مصیبت میں نہ پڑتے۔ اس لئے رسول بھی بھیج دیا تا کہ اس حسرت سے بچنا ان کو آسان ہو ورنہ احتمال تھا کہ) ہم رسول نہ بھی بھیجتے اگر یہ بات نہ ہوتی کہ ان پر ان کے کرداروں کے سبب (جو کہ عقلاً قبیح ہیں) کوئی مصیبت (دنیا یا آخرت میں) نازل ہوتی (جس کی نسبت ان کو عقل کے یا فرشتے کے ذریعہ سے یقین ہو جاتا کہ یہ سزائے اعمال ہے) تو یہ کہنے لگتے کہ اے ہمارے پروردگار آپ نے ہمارے پاس کوئی پیغمبر کیوں نہ بھیجا تا کہ ہم آپ کے احکام کا اتباع کرتے اور (اُن احکام اور رسول پر ایمان) لانے والوں میں سے ہوتے سو (اس امر کا مقتضا تو یہ تھا کہ رسول کے آنے کو غنیمت سمجھتے اور اس کے دین حق کو قبول کرتے لیکن ان کی یہ حالت ہوئی کہ) جب ہماری طرف سے ان لوگوں کے پاس امر حق (یعنی رسول حق اور دین حق) پہنچا تو (اس میں شبہ نکالنے کے لئے یوں) کہنے لگے

کہ ان کو ایسی کتاب کیوں نہ ملی جیسی موسیٰ (علیہ السلام) کو ملی تھی (یعنی قرآن واحدۃً مثل توراۃ کے کیوں نہ نازل ہوا آگے جواب ہے کہ) کیا جو کتاب موسیٰ (علیہ السلام) کو ملی تھی اس کے قبل یہ لوگ اس کے منکر نہیں ہوئے (چنانچہ ظاہر ہے کہ مشرکین موسیٰ علیہ السلام اور توراۃ کو بھی نہ مانتے تھے کیونکہ وہ سرے سے اصل نبوت ہی کے منکر تھے) یہ لوگ تو (قرآن اور توراۃ دونوں کی نسبت) یوں کہتے ہیں کہ دونوں جادو ہیں جو ایک دوسرے کے موافق ہیں (یہ اس لئے کہا کہ اصول شرائع میں دونوں متفق ہیں) اور یوں بھی کہتے ہیں کہ ہم تو دونوں میں کسی کو نہیں مانتے (خواہ یہی عبارت ان کا مقولہ ہو اور خواہ ان کے اقوال سے لازم آتا ہو اور خواہ ایک ہی ساتھ دونوں کا انکار کیا ہو یا مختلف قول جمع کئے گئے ہوں تو اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس شبہ کا منشاء قصد ایمان بالقرآن بصورت تماثل توراۃ کے نہیں بلکہ یہ بھی ایک حیلہ اور شرارت ہے۔ آگے اس کا جواب ہے کہ اے محمد ﷺ آپ کہہ دیجئے کہ اچھا تو (علاوہ توراۃ وقرآن کے) تم کوئی اور کتاب اللہ کے پاس سے لے آؤ جو ہدایت کرنے میں ان دونوں سے بہتر ہو۔ میں اسی کی پیروی کرنے لگوں گا اگر تم (اس دعویٰ میں) سچے ہو (کہ سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا جس سے مقصود ان دونوں کتابوں کا نعوذ باللہ مفتری اور غلط ہونا ہے' یعنی مقصود تو اتباع حق کا ہے' پس اگر کتب الٰہیہ کو حق مانتے ہو تو ان کی پیروی کرو قرآن کی تو مطلقاً اور توراۃ کی توحید و بشارات محمدیہ میں اور اگر ان کو حق نہیں مانتے تو تم کوئی حق پیش کرو اور اس کا حق ہونا ثابت کر دو جس کو ابدی ہونے سے اس لئے تعبیر کیا گیا ہے کہ مقصود حق سے اس کا وسیلۂ ہدایت ہونا ہے اگر فرضاً ثابت کر دو گے تو میں اس کی پیروی کر لوں گا۔ غرض یہ کہ میں حق ثابت کر دوں تو تم اس کا اتباع کرو اور اگر تم حق ثابت کر دو تو میں اتباع کے لئے آمادہ ہوں اور چونکہ قضیہ شرطیہ میں محض حکم اتصال کا ہوتا ہے' اس لئے اتباع غیر کتب الٰہیہ کا اشکال لازم نہیں آتا) پھر (اس احتجاج کے بعد) اگر یہ لوگ آپ کا (یہ) کہنا کہ (فَأْتُوْا بِكِتٰبٍ) نہ کر سکیں (اور ظاہر ہے کہ نہ کر سکیں گے کقولہ تعالیٰ: فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا [البقرة: ٢٤] اور پھر بھی آپ کا اتباع نہ کریں) تو آپ سمجھ لیجئے کہ (ان سوالات کا منشاء کوئی اشتباہ و تردد حق جوئی نہیں ہے بلکہ) یہ لوگ محض اپنی نفسانی خواہشوں پر چلتے ہیں (ان کا نفس کہتا ہے کہ جس طرح بن پڑے انکار ہی کرنا چاہئے۔ پس یہ ایسا ہی کر رہے ہیں گو حق بھی واضح ہو جاوے) اور ایسے شخص سے زیادہ کون گمراہ ہو گا جو اپنی نفسانی خواہشوں پر چلتا ہو بدوں اس کے کہ منجانب اللہ کوئی دلیل (اسکے پاس) ہو (اور) اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کو (جو کہ وضوح حق کے بعد بدوں کسی متمسک صحیح کے بھی اپنی گمراہی سے باز نہ آوے) ہدایت نہیں کیا کرتا (جس کا سبب اس شخص کا خود قصد کرنا ہے اپنے گمراہ رہنے کا اور قصد کے بعد خلق فعل عادت ہے اللہ تعالیٰ کی' اسلئے ایسا شخص ہمیشہ گمراہ رہتا ہے یہاں تک تو جواب الزامی تھا انکے اس قول کا اُوْتِيَ مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى ط) اور (آگے تحقیقی جواب ہے جس میں قرآن کے دفعۃً واحدۃً نازل نہ ہونے کی حکمت بیان فرماتے ہیں کہ) ہم نے اس کلام (یعنی قرآن) کو ان لوگوں کے لئے وقتاً فوقتاً یکے بعد دیگرے بھیجا تاکہ یہ لوگ (بار بار تازہ بتازہ سننے سے) نصیحت مانیں (یعنی ہم تو دفعۃً واحدۃً بھیجنے پر بھی قادر ہیں مگر ان ہی کی مصلحت سے تھوڑا تھوڑا نازل کرتے ہیں پھر اندھیر ہے کہ اپنی ہی مصلحت کی مخالفت کرتے ہیں) ف: آیت: وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کنارہ جبل طور کا جس پر کلام ہوا تھا غربی تھا بعض مفسرین نے مستقلاً بھی اس کی تصریح کی ہے کما فی الروح عن البحر تحت قولہ تعالیٰ: فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ اور ان آیات میں مشاہدہ کی نفی کرنا جس کا انتفاء بہ نسبت دوسرے احتمالات کے خود اظہر ہے مبالغہ ہے اور اشارہ ہے اس طرف کہ گویا دوسرے احتمالات ایسے بعید ہیں کہ اس منفی سے ابعد ہیں کہ اس کے انتفاء سے ان کا خود انتفاء ہو جاوے گا یا یہ کم از کم سب متماثل ہیں اور ان کا احتمال ایسا ہے جیسا مشاہدہ کا احتمال اور جس طرح یہ منفی ہے وہ بھی منفی ہیں اور دوسرے مقامات پر خود ان کی نفی مستقلاً بھی فرمائی گئی ہے۔ کذا فی الروح بتغییر یسیر اور ان آیات میں اولاً نفی کی گئی ہے حضور عند عطاء التوراۃ کی جس کا وقوع سب کے بعد ہوا' پھر نفی کی گئی حضور وقت قیام مدین کی جو سب سے پہلے واقع ہوا۔ پھر نفی کی گئی حضور وقت النداء کی جو درمیان میں واقع ہوئی۔ اس ترتیب بدلنے میں یہ نکتہ ہے کہ ہر موقع میں آپ کا تشریف نہ رکھنا مستقل دلیل ہو صاحب وحی ہونے کی ورنہ اگر وقوع کے موافق ذکر میں ترتیب ہوتی تو مجموعہ دلیل واحد سمجھا جاتا اور گو منفی ثانی وثالث میں ترتیب وقوعی کے موافق ترتیب ذکری ہے مگر منفی اول وثانی میں ترتیب بدلنے سے اشارہ ہو گیا تعدد دلائل کے قصد کی طرف۔ پس اس سے منفی ثانی وثالث میں بھی قصد تعدد مفہوم ہو گیا کذا فی الروح بتغییر یسیر اور آیات مذکورہ میں تینوں موقعوں پر حرف استدراک یعنی لکن آیا ہے مگر اول میں تو مستدرک یعنی اَوْحَيْنَآ اَرْسَلْنَا محذوف ہے اور اس کا موجب اور سبب بعید یعنی الشاء قرون و تطاول عمر اس کے قائم مقام کیا گیا ہے جو کہ اس پر دال بھی ہے اور موقع ثانی میں خود مستدرک یعنی كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ۝ مذکور ہے اور موقع ثالث میں بھی مثل اول کے مستدرک مقدر ہے لیکن اس کا موجب اور سبب قریب یعنی رحمت مذکور ہے جو جز اخیر ہے علت تامہ ارسال کا۔ پس اس اسلوب سے سبب اول اور سبب اخیر بھی مقصود کا بتلا دیا اور اول کو اول لائے اور اخیر کو اخیر اور درمیان میں مقصود کی تصریح فرما دی جو اول وآخر دونوں کے ساتھ مجاور ہونے سے دونوں جگہ تعیین محذوف پر دال ہے کذا فی الروح بادنی تغییر اور آیت: لَوْلَآ اَنْ تُصِيْبَهُمْ میں جواب محذوف ہے لما ارسلنا یا لا حتمل انا لم نرسل رسلا اور کلام میں بجائے اس جواب کے اس کا سبب مذکور ہے یعنی اَنْ تُصِيْبَهُمْ سے فَيَقُوْلُوْا تک پھر اس میں بھی اصل سبب یقولوا ہے جیسا ظاہر ہے لیکن چونکہ اس قول کا سبب خود

اصابت مصیبت ہے کیونکہ اگر عقوبت نہ ہو تو اس قول کی کیا ضرورت ہے اس لئے اصابت کو لو لا کے بعد لائے اور یقولو لو کو اس پر عطف کیا۔پس ارسال کی جگہ اس کا سبب یعنی قول ذکر کیا گیا پھر اس کی جگہ اس کا سبب یعنی مصیبت کو ذکر کیا کذا فی الروح بتغییر۔ اور اس جگہ انجیل وغیرہ کا ذکر گو حقیقتاً نہیں ہے مگر حکماً وہ بھی مذکور ہے کیونکہ علت نہ ماننے کی مشترک ہے اور شاید تخصیص توراۃ کی بوجہ شہرت کے ہو اور قرآن میں تو کلام ہی تھا اور قرآن کو سحر کہنا قرآن ہی میں مذکور ہے اور توراۃ کو یا تو صریحاً کہا ہوگا اور یا اسی سے لازم آ گیا کیونکہ متوافقین میں جو ایک کی صفت ہوگی وہی دوسرے کی ہوگی اور آیت مَآ اٰتٰهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ کے متعلق کچھ ضروری مضمون پارہ چہاردہم کے نصف آیت وَلَقَدْ بَعَثْنَا کی تفسیر کے ذیل میں لکھا ہے دیکھ لیا جاوے۔

ملحقات الترجمۃ: ۱قوله في قرونا: تسلیں ترجمہ بالحاصل۔ ۲قوله في رحمة: نبی بنائے گئے لان العامل المقدر کالملفوظ و کذا قیل قوله لو لا ان تصيبهم من قوله هم رسول الخ ۱۲۔ ۳ قوله في وصلنا: وقتاً فوقتاً کے بعد دیگرے القید الاول مستفاد من الباب والثانی من المادة فالمجموع دل على التفريق ۱۲۔

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ۝۵۲ وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ ۝۵۳ اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝۵۴ وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَقَالُوْا لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ ۝۵۵ اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ۝۵۶

اور جن لوگوں کو ہم نے قرآن سے پہلے (آسمانی کتابیں دی ہیں جو منصف ہیں وہ اس) قرآن پر ایمان لاتے ہیں اور جب قرآن ان کے سامنے پڑھا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے۔ بے شک یہ حق ہے جو ہمارے رب کی طرف سے (نازل ہوا ہے اور) ہم تو اس کے آنے سے پہلے بھی مانتے تھے۔ ان لوگوں کو ان کی پختگی کی وجہ سے دوہرا ثواب ملے گا اور وہ لوگ نیکی (اور تحمل) سے بری (اور ایذا) کا دفعیہ کر دیتے ہیں اور ہم نے جو کچھ ان کو دیا ہے اس میں سے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں اور جب (کسی سے اپنی نسبت) کوئی لغو بات سنتے ہیں تو اس کو (بھی ٹال جاتے ہیں اور سلامت روی کے طور پر) کہہ دیتے ہیں کہ کچھ جواب نہیں دیتے ہمارا کیا ہمارے سامنے آئے گا (بھائی) ہم تم کو سلام کرتے ہیں ہم بے سمجھ لوگوں سے الجھنا نہیں چاہتے۔ آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں کر سکتے بلکہ اللہ جس کو چاہے ہدایت کر دیتا ہے اور ہدایت پانے والوں کا علم (بھی) اسی کو ہے۔

تفسیر ربط: اوپر قصۂ موسویہ سے رسالت محمدیہ پر استدلال تھا مع ذم منکرین مشرکین کے آگے بشارات کتب سماویہ سابقہ کی بنا پر منصف اہل کتاب کے ایمان لانے سے رسالت پر استدلال ہے مع مدح ان مصدقین مؤمنین کے اور نزول اس کا مؤمنین اہل کتاب کی شان میں ہوا ہے جن میں بعض کے نام کی تصریح بھی آئی ہے۔ ابو رفاعہ اور نو آدمی ان کے ساتھ سلمان، عبداللہ بن سلام امین بن یامین اصحاب نجاشی ان میں بعضے پہلے یہودی تھے اور بعضے نصرانی اور ان کو مخالفین سے ایذاء بھی پہنچی تھی۔ کذا فی الدر المنثور باسانید مختلفة۔

اشارہ باستدلال بر رسالت بنا بر ایمان علماء بشارات: اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ (الی قوله تعالى) سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ ۝ (اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت علماء بشارات کتب سابقہ کی تصدیق سے بھی ظاہر ہے چنانچہ) جن لوگوں کو ہم نے قرآن سے پہلے (آسمانی) کتابیں دی ہیں (ان میں جو منصف ہیں) وہ اُس (قرآن) پر ایمان لاتے ہیں اور جب قرآن اُن کے سامنے پڑھا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے بے شک یہ حق ہے (جو) ہمارے رب کی طرف سے (نازل ہوا ہے اور) ہم تو اس (کے آنے) سے پہلے بھی (اس کی بنا بر بشارات اپنی کتب کے) مانتے تھے (اب نزول کے بعد تجدید عہد کرتے ہیں نہ مثل ان لوگوں کے جو نزول سے پہلے تو مصدق اور شائق اور منتظر تھے۔ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ [البقرة : ۸۹] اس سے صاف ظاہر ہوا کہ آپ ہی مصداق بشارات کے ہیں۔ پس یہ بھی ایک دلیل ہے نبوت کی۔ کقولہ تعالیٰ فی آخر الشعراء: ﴿اَوَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً اَنْ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ﴾ [الشعراء: ۱۹۷] پھر آگے اُن ایمان والوں کی فضیلت ہے کہ) ان لوگوں کو ان کی پختگی کی وجہ سے (کہ پہلی کتاب پر ایمان رکھنے کے ضمن میں بھی قرآن پر ایمان رکھتے تھے اور بعد نزول قرآن کے بھی اُس ایمان پر قائم رہے اور اُس کی تجدید کی) دوہرا ثواب ملے گا (یہ تو بیان تھا اعتقاد اور جزاء کا) اور (آگے بیان ہے ان کے اعمال واخلاق کا کہ) وہ لوگ نیکی (اور تحمل) سے بدی (اور ایذاء) دفعیہ کر دیتے ہیں اور ہم نے جو کچھ اُن کو دیا ہے اُس میں سے (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں اور (جس طرح فعلی ایذاء پر تحمل کرتے ہیں اسی طرح) جب (کسی سے اپنی نسبت) کوئی لغو بات سنتے ہیں (جو ایذائے قولی ہے)

تو اس کو (بھی) ٹال دیتے ہیں اور (سلامت روی کے طور پر) کہہ دیتے ہیں کہ (ہم کچھ جواب نہیں دیتے) ہمارا کیا ہمارے سامنے آوے گا اور تمہارا کیا تمہارے سامنے آوے گا (بھائی) ہم تم کو سلام کرتے ہیں (ہم کو جھگڑے سے معاف رکھو) ہم بے سمجھ لوگوں سے اُلجھنا[۲] نہیں چاہتے۔ **ف**: حدیث میں بھی آیا ہے کہ اہل کتاب جو ایمان لائیں ان کو دوہرا ثواب ملتا ہے اور اس کے ساتھ دو شخصوں کے لئے بھی اور اجر مرتین کا وعدہ ہے ایک وہ جس کے پاس شرعی مملوکہ ہو اور وہ اس کو تعلیم و تادیب کر کے آزاد کر کے اس کی رضامندی سے اس سے نکاح کر لے اور ایک وہ غلام جو اللہ تعالیٰ کی بھی اچھی طرح عبادت کرے اور اپنے آقا کی بھی خدمت گزاری و خیر خواہی کرے رواہ الشیخان وغیرھما اور مشہور وجہ اس کی یہ ہے کہ ان لوگوں نے دو دو عمل کئے اس لئے دوہرا ثواب ہوا۔ اور بعض نے یہ سمجھ کر کہ پھر ان کو کیا تخصیص ہے جو شخص دو عمل کرے گا دو ثواب ملیں گے یہ کہا ہے کہ ان لوگوں کو تمام اعمال میں یا ان ہی دو عملوں میں سے ہر ایک عمل پر بہ نسبت دوسرے عاملین کے دوہرا ثواب ملے گا۔ مثلاً اوروں کو اقل درجہ ایک عمل پر دس گونہ ثواب ہوتا ہے تو ان کو ہر عمل پر اقل درجہ بیس گونہ ثواب ہوگا جیسا قرض کی نسبت اٹھارہ گونہ ثواب آیا ہے اور موجہین سابقین کہہ سکتے ہیں کہ ان کے اعمال کی تخصیص مقصود نہیں، مگر ظاہراً تخصیص مقصود معلوم ہوتی ہے۔ لیکن مع انضمام ازواج مطہرات ﷺ کے جن کے لئے نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ [الأحزاب: ۳۱] آیا ہے، اس لئے توجیہ ثانی بے غبار ہے واللہ اعلم اور احقر کے نزدیک یدرون میں حب جاہ سے اور مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ میں حب مال سے ان کے خالی ہونے کی طرف اشارہ ہے اور یہی دو امر اکثر مانع ایمان کے ہوتے ہیں اور یہی نکتہ ذکر کیا گیا ہے سورۂ بقرہ آیت: وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ [البقرة: ۴۳] میں ان اعمال کی طرف تخصیص کا پس ایمان کے بعد اشارہ ہو گیا ارتفاع موانع ایمان کی طرف۔

ربط: اوپر کی سرخی میں اہل کتاب کا ایمان و انقیاد اور اس سے اوپر آیات: فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ میں مشرکین قریش کا کفر و عناد مذکور تھا اور قریش آپ کے قرابت دار اور اہل کتاب غیر قرابت دار تھے اور غیر قرابت داروں کے ایمان کو دیکھ کر قرابت داروں کے ایمان نہ لانے پر طبعاً زیادہ رنج ہوتا ہے اور ان میں سے بعض کے ایمان لانے کے متعلق آپ کو خاص اہتمام اور شوق غالب تھا۔ اس میں کامیابی نہ ہونے سے اور زیادہ رنج ہوتا تھا۔ اس لئے آگے تسلی کا مضمون ارشاد ہے کہ کسی کو ایمان کی توفیق ہو جانا یہ خدا کے قبضۂ قدرت میں ہے نہ کہ آپ کے، پھر رنج کیوں کیا جاوے۔

تسلیۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنفی قدرت بر ہدایت حقیقیہ: اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ۝ آپ جس کو چاہیں ہدایت نہیں کر سکتے بلکہ اللہ جس کو چاہے ہدایت کر دیتا ہے اور (ہدایت کرنے کی قدرت تو بجز خدا کے کسی کو کیا ہوتی، کسی کو اس کا علم تک بھی تو نہیں کہ کون کون ہدایت پانے والا ہے، بلکہ) ہدایت[۳] پانے والوں کا علم (بھی) اُسی کو ہے۔

ف: اور سورۂ شوریٰ کے اخیر میں جو ہے اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ وہ بمعنی اراءۃ طریق و ہدایت صوریہ ہے اور یہاں نفی بمعنی ایصال الی المطلوب و ہدایت حقیقیہ کے ہے۔ صحیح مسلم میں اس آیت کا نزول ابو طالب کے بارہ میں مروی ہے لیکن عموم الفاظ سے دوسروں کو بھی شامل ہے۔ صاحب روح نے کہا ہے کہ بے ضرورت اس مسئلہ میں کلام کرنا یا ان کو برا کہنا موجب تاذی علویین کا یقیناً اور خود حضور کی تاذی کا موجب احتمالاً ہے۔ پس احتیاط بہتر ہے۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: بِمَا صَبَرُوْا وَ يَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اس میں اہل اللہ کے بعض اخلاق کا ذکر ہے۔ قولہ تعالیٰ: اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ یہ صریح ہے اس میں کہ ہدایت کسی کی قدرت میں نہیں جیسا بعض جہلاء کا گمان ہے کہ شیخ کامل جس کو چاہے اپنے تصرف سے واصل الی اللہ کر دے۔

ملحقات الترجمۃ: [۱] قوله في الكتب: کتابیں اشارة الى كون اللام للجنس۔ [۲] قوله في لا نبتغي: الجهنا۔ اشارة الى تقدير المضاف اى المخالطة والمخاطبة ۱۲۔ [۳] قوله في المهتدين: ہدایت پانے والوں اشارة الى ان الاطلاق باعتبار يؤل كما في الدر عن مجاهد قال ممن قدر الهدى والضلال ۱۲۔

النحو: قوله من قبله راجع الى القرآن المدلول عليه في قوله وصلنا لهم القول ۱۲۔

البلاغة: قوله انه الحق في النيسابوری تعليل الايمان به لان كونه حقا من الله يوجب الايمان به وقوله انا كنا من قبله بيان لقوله آمنا به لان ايمانهم احتمل ان يكون قريب العهد وان يكون بعيده فاخبروا ان ايمانهم به متقادم ۱۲۔

وَ قَالُوْٓا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا ؕ اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰٓى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍۭ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا ۚ فَتِلْكَ

مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا ؕ وَكُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ ۝۵۸ وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۚ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰٓى اِلَّا وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ ۝۵۹ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتُهَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝۶۰ ع

اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر ہم آپ کے ساتھ ہو کر (اس دین کی) ہدایت پر چلنے لگیں تو فی الفور اپنے مقام سے مار کر نکال دیئے جائیں کیا ہم نے ان کو امن و امان والے حرم میں جگہ نہیں دی۔ جہاں ہر قسم پھل کھچے چلے آتے ہیں۔ جو ہمارے پاس (یعنی ہماری قدرت اور خدائی سے) کھانے کو ملتے ہیں لیکن ان میں اکثر لوگ (اس کو) نہیں جانتے اور ہم بہت سی بستیاں ہلاک کر چکے ہیں جو اپنے سامان عیش پر نازاں تھے سو (دیکھ لو) یہ ان کے گھر (تمہاری آنکھوں کے سامنے پڑے) ہیں کہ ان کے بعد آباد ہی نہ ہوئے مگر تھوڑی دیر کے لئے اور آخر کار (ان کے ان سب سامانوں کے) ہم ہی مالک رہے۔ آپ کا رب بستیوں کو (اول ہی بار میں) ہلاک نہیں کیا کرتا جب تک کہ ان بستیوں کے صدر مقام میں کسی پیغمبر کو بھیج نہ لے کہ وہ ان لوگوں کو ہماری آیتیں پڑھ پڑھ کر سنائے اور ہم ان بستیوں کو ہلاک نہیں کرتے۔ مگر اسی حالت میں کہ وہاں کے باشندے بہت ہی شرارت کرنے لگیں اور جو کچھ تم کو دیا دلایا گیا وہ محض (چند روزہ) دنیوی زندگی کے برتنے کے لئے ہے اور یہیں کی (زیب) زینت ہے اور جو (اجر و ثواب) اللہ کے ہاں ہے وہ بدرجہا بہتر ہے اور زیادہ (یعنی ہمیشہ) باقی رہنے والا ہے کیا تم لوگ (اس بات کو) نہیں سمجھتے۔

تفسیر ربط: اوپر دور سے کفار کے ایمان نہ لانے کا ذکر چلا آ رہا ہے اور ان کے ایمان میں چند امور مانع تھے ایک مانع ان کا شبہ: لَوْلَآ اُوْتِيَ مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى ؕ جو مع جواب اوپر مذکور ہو چکا۔ دوسرا مانع ان کا ایک وہمی خوف لحوق مضرت اختطاف سو فوت منفعت اقتطاف سے، تیسرا مانع بطر معیشت، چوتھا مانع شبہ عدم ہلاک سے باوجود کفر کے پانچواں تعلق دنیا سے اور بے تعلقی آخرت سے، آگے موانع کا ذکر اور ہر ایک کے ساتھ اس کا رفع اور جواب ہے۔

رفع اعذار و موانع ایمان، رفع مانع اول: فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْا لَوْلَآ اُوْتِيَ اوپر گزر چکا۔

رفع مانع دوم: وَقَالُوْٓا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ (الی قولہ تعالی) وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۵۷

رفع مانع سوم: وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ (الی قولہ تعالی) وَكُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ ۝۵۸

رفع مانع چہارم: وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى (الی قولہ تعالی) كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰٓى اِلَّا وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ ۝۵۹

رفع مانع پنجم: وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ (الی قولہ تعالی) اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝۶۰ اور (ایک مانع ان لوگوں کو ایمان لانے سے یہ ہے کہ) یہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر ہم آپ کے ساتھ ہو کر (اس دین کی) ہدایت پر چلنے لگیں تو فی الفور اپنے مقام سے مار کر نکال دیئے جائیں (کہ بے وطنی کی بھی مضرت ہو اور معاش کی پریشانی الگ ہو لیکن اس عذر کا بطلان ان ہی بالکل ظاہر ہے) کیا ہم نے ان کو امن و امان والے حرم میں جگہ نہیں دی جہاں ہر قسم کے پھل کھچے چلے آتے ہیں جو ہمارے پاس سے (یعنی ہماری قدرت اور رزاقی سے) کھانے کو ملتے ہیں (پس حرم ہونے کی وجہ سے جس کا سب احترام کرتے ہیں لحوق مضرت کا بھی اندیشہ نہیں اور اس مضرت کے منتفی ہونے کی وجہ سے احتمال فوت منفعت رزق کا بھی نہیں، پس ان کو چاہئے تھا کہ اس حالت کو غنیمت سمجھتے اور اس کو نعمت سمجھ کر قدر کرتے اور ایمان لے آتے) ولیکن ان میں اکثر لوگ (اس کو) نہیں جانتے (یعنی اس کا خیال نہیں کرتے) اور (ایک سبب ان کے ایمان نہ لانے کا یہ ہے کہ یہ اپنی خوش عیشی پر نازاں ہیں لیکن یہ بھی حماقت ہے کیونکہ) ہم بہت سی ایسی بستیاں ہلاک کر چکے ہیں جو اپنے سامان عیش پر نازاں تھے سو (دیکھ لو) یہ ان کے گھر (تمہاری آنکھوں کے سامنے پڑے) ہیں کہ ان کے بعد آباد ہی نہ ہوئے مگر تھوڑی دیر کے لئے (کہ کسی مسافر وارد صادر کا اُدھر کو اتفاقاً گزر ہو جاوے اور وہ تھوڑی دیر وہاں سستانے کو یا تماشا دیکھنے کو بیٹھ جاوے یا شب کو رہ جاوے) اور آخر کار (ان سب سامانوں کے) ہم ہی مالک رہے (کوئی ظاہر وارث بھی ان کا نہ ہوا) اور (ایک شبہ ان کو یہ ہوتا ہے کہ اگر ان لوگوں کی ہلاکت بسبب کفر کے ہے تو ہم تو مدت سے کفر کرتے آ رہے ہیں، ہم کو کیوں نہ ہلاک کیا جیسا دوسری آیتوں میں ہے: يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ [یونس، انبیاء، النمل وغیرہ] اور اس شبہ کی وجہ سے ایمان نہیں لاتے سو اس کا حل یہ ہے کہ) آپ کا رب بستیوں کو (اول ہی بار میں) ہلاک نہیں کیا کرتا جب تک کہ ان (بستیوں) کے صدر مقام میں کسی پیغمبر کو نہ بھیج لے اور (پھر پیغمبر کو بھیجنے کے بعد بھی فوراً) ہم ان بستیوں کو ہلاک نہیں کرتے مگر اسی حالت میں کہ وہاں کے باشندے بہت ہی شرارت کرنے لگیں (یعنی ایک مدت معتد بہ تک بار بار کی تذکیر سے تذکر حاصل نہ کریں اس وقت ہلاک کر دیتے ہیں۔ چنانچہ جن بستیوں کی ہلاکت کا اوپر ذکر تھا وہ بھی اسی قانون کے موافق ہلاک ہوئیں۔ سو اسی قانون کے موافق تمہارے ساتھ عمل درآمد ہو رہا ہے اس لئے نہ رسول سے پہلے ہلاک کیا اور نہ بعد رسول کے ابھی تک ہلاک کیا۔ مگر چند روز گزرنے دو اگر تمہارا یہ عناد ہی رہا تو سزا ہو ہی گی چنانچہ بدر وغیرہ میں

ہوئی) اور (ایک وجہ ایمان نہ لانے کی یہ ہے کہ دنیا نقد ہے اس لئے مرغوب ہے اور آخرت نسیہ ہے اس لئے غیر مرغوب ہے۔ پس دنیا کی رغبت سے دل خالی نہیں ہوتا کہ اس میں آخرت کی رغبت سماوے۔ پھر اس کی تحصیل کا طریقہ تلاش کیا جاوے کہ وہ ایمان ہے سو اس کی نسبت یہ سن رکھو کہ) جو کچھ تم کو دیا دلایا گیا ہے وہ محض (چند روزہ) دنیوی زندگی کے برتنے کے لئے ہے اور یہیں کی (زیب و) زینت ہے (کہ خاتمۂ عمر کے ساتھ اس کا بھی خاتمہ ہو جاوے گا) اور جو (اجر و ثواب) اللہ کے ہاں ہے وہ بدرجہا اس سے (کیفیۃً بھی) بہتر ہے اور (کمیۃً بھی) زیادہ (یعنی ہمیشہ) باقی رہنے والا ہے۔ سو کیا تم لوگ (اس تفاوت کے تحقق کو یا اس تفاوت کے اقتضاء کو) نہیں سمجھتے (غرض تمہارے اعذار و مناشی اصرار علی الکفر کے سب محض بے بنیاد اور لغو ہیں، سمجھو اور مانو) **ف**: صدر مقام سے عادۃً متعلقات میں خبر پہنچ جاتی ہے۔ دوسرے صدر مقام کے باشندے بہ نسبت علاقہ والوں کے فہیم اور سلیم بھی ہوتے ہیں۔ تخاطب اول ایسے ہی لوگوں کے لئے مناسب ہے اور فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ قری ثمود وغیرہم کی طرف اشارہ ہے کہ شام کی آمد و رفت میں نظر آتے تھے اور نو مسلموں کو تکلیف پہنچنا مضمون اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ کے خلاف نہیں ہے کیونکہ اول تو وہ تخطف نہیں دوسرے قلت باعث اس ذلت کا تھا۔ اگر کثرت سے حق کو قبول کرتے تو یہ نوبت نہ آتی اور یہاں سب ہی کے ایمان کی نسبت مضمون ہے۔ تیسرے وہ تکلیف باہر والوں نے نہیں پہنچائی اور تخطف یہی ہے۔ خود اہل مکہ نے حرم کی تعظیم فوت کر کے تکلیف دی، غیر اہل حرم نے تو اہل حرم کو نہیں ستایا۔

الرِّوَایَاتُ: فی الدر المنثور اخرج النسائی وابن المنذر عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما ان الحارث بن نوفل الذی قال ان نتبع الھدی واخرج ابن جریر وغیرہ عن ابن عباس ان ناسا من قریش قالوا للنبی ﷺ ان نتبعک یتخطفنا الناس فانزل اللہ تعالی وقالوا ان نتبع الھدی الآیۃ ۱۲۔

اللُّغَاتُ: نتخطف فی الروح ای نخرج من ارضنا واصل الخطف الاختلاس بسرعۃ فاستعیر لما ذکر قولہ کل شیء ای اشیاء کثیرۃ علی ان کل للتکثیر ۱۲۔

النَّحْوُ: قولہ حرما مفعول لتکن المتضمن لمعنی الجعل والا فالتمکین یعدی بمن قال فی الصراح یقال کفی اللہ من الشیء وامکنہ بمعنی قولہ رزقا نصب علی المصدر من معنی یجبی لان مآلہ یرزقون ۱۲۔ قولہ معیشتھا نصب علی انہ کالمفعول بہ بطرت لتضمنہ معنی فعل متعد ای کفرت او بنزع الخافض ای معیشتھا او فی معیشتھا ۱۲۔

البَلَاغَۃُ: قولہ وما کنا التفات من الغیبۃ الی التکلم وقولہ الا واھلھا ظالمون استثناء مفرغ من عم الاحوال ای ما کنا مھلکین لاھل القری بعد ما بعثنا فی امھا رسولا یدعوھم الی الحق ویرشدھم الیہ فی حال من الاحوال الاحال کونھم ظالمین بتکذیب رسولنا والکفر بآیاتنا فالبعث غایۃ لعدم صحتہ الاھلاک بموجب السنۃ الالھیۃ (ان معنی قولہ ما کان ربک ما صح وما استقام) لالعدم وقوعہ حتی یلزم تحقق الاھلاک عقیب البعث کذا فی الروح قلت وان قیل ان الغایۃ مجموع الامرین احدھما ذکر فی قولہ حتی یبعث والآخر بقولہ الا واھلھا ظالمون لما احتیج الی تاویل قولہ ما کان بعدم الصحۃ وعلی ھذا نبیت الترجمۃ فافھم ۱۲۔

اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيْهِ كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ﴿۶۱﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۶۲﴾ قَالَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَغْوَيْنَا ۚ اَغْوَيْنٰهُمْ كَمَا غَوَيْنَا ۚ تَبَرَّاْنَآ اِلَيْكَ ۖ مَا كَانُوْٓا اِيَّانَا يَعْبُدُوْنَ ﴿۶۳﴾ وَقِيْلَ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَرَاَوُا الْعَذَابَ ۚ لَوْ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَهْتَدُوْنَ ﴿۶۴﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۶۵﴾ فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْاَنْۢبَآءُ يَوْمَىِٕذٍ فَهُمْ لَا يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿۶۶﴾ فَاَمَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْمُفْلِحِيْنَ ﴿۶۷﴾

بھلا وہ شخص جس سے ہم نے ایک پسندیدہ وعدہ کر رکھا ہے۔ پھر وہ شخص اس (وعدہ کی چیز) کو پانے والا ہے کیا اس شخص جیسا ہو سکتا ہے جس کو ہم نے دنیوی زندگی کا چند روزہ فائدہ دے رکھا پھر وہ قیامت کے روز ان لوگوں میں سے ہوگا جو گرفتار کر کے لائے جائیں گے اور وہ دن قابل یاد کرنے کے ہے جس دن اللہ تعالیٰ ان کافروں کو (توبیخاً

)پکار کر کہے گا کہ وہ میرے شریک کہاں ہیں جن کو تم (ہمارا شریک) سمجھ رہے تھے جن پر (بوجہ گمراہ کرنے کے) اللہ کا فرمودہ (یعنی استحقاق عذاب) ثابت ہو چکا ہوگا وہ بول اٹھیں گے کہ بیشک یہ وہی لوگ ہیں جن کو ہم نے بہکایا ہم نے ان کو ویسا ہی (بلا جبر و کراہ) بہکایا جیسا ہم خود بہک چکے تھے۔ ہم آپ کی پیشی میں ان (کے تعلقات) سے دستبرداری کرتے ہیں (اور) یہ لوگ درحقیقت ہم کو نہ پوجتے تھے اور (اس وقت ان مشرکین سے کہا جائے گا کہ (اب اپنے ان شرکاء کو بلاؤ چنانچہ وہ (فرط حیرت سے بالاضطرار) ان کو پکاریں گے سو وہ جواب بھی نہ دیں گے اور (اس وقت) یہ لوگ (اپنی آنکھوں سے) عذاب دیکھ لیں گے اے کاش دنیا میں راہ راست پر ہوتے (تو یہ مصیبت نہ دیکھتے) اور جس دن کافروں سے پکار کر پوچھا جائے گا کہ تم نے پیغمبروں کو کیا جواب دیا تھا۔ سو اس روز ان (کے ذہن) سے سارے مضامین گم ہو جائیں گے۔ تو وہ (نہ خود سمجھیں گے اور) آپس میں پوچھ پاچھ بھی نہ کر سکیں گے۔ البتہ جو شخص (کفر و شرک سے دنیا میں) توبہ کرے اور ایمان لے آئے اور نیک کام کیا کرے تو ایسے لوگ امید ہے کہ (آخرت میں) فلاح پانے والوں میں سے ہوں گے۔

تفسیر ربط: اوپر آیاتِ کثیرہ میں کفر و ضلالت پر توبیخ اور لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ اور هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ اور الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ اور وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى میں ہدایت و ایمان کی ترغیب مذکور تھی۔ آگے کفر و ایمان کے ثمرات جو قیامت کے روز ظاہر ہوں گے اُن کا ذکر ہے۔ اول اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ میں اجمالاً دونوں کے تفاوت کا بیان ہے پھر يَوْمَ يُنَادِيْهِمْ سے فَاَمَّا مَنْ تَابَ تک اس تفاوت کی تفصیل ہے۔

ظہور ثمرات ایمان و ضلال در یوم الاہوال: اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ (الی قوله تعالی) فَعَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْمُفْلِحِيْنَ ۞ بھلا وہ شخص جس سے ہم نے ایک پسندیدہ وعدہ کر رکھا ہے پھر وہ شخص اس (وعدہ کی چیز) کو پانے والا ہے کیا اس شخص جیسا ہو سکتا ہے جس کو ہم نے دنیوی زندگی کا چند روزہ فائدہ دے رکھا ہے پھر وہ قیامت کے روز ان لوگوں میں ہوگا جو گرفتار کر کے لائے جاویں گے (مراد پہلے شخص سے مومن ہے جس سے جنت کا وعدہ ہے اور دوسرے سے مراد کافر جو مجرم ہو کر آوے گا اور چونکہ متاع دنیا ہی پر ایسے لوگ بھول رہے ہیں جیسا اوپر آیت: وَمَاۤ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا میں بیان ہو چکا ہے اس لئے اس کی بھی تصریح فرما دی، ورنہ عدم تساوی محض باعتبار صفت احضار کے ہے مگر چونکہ اس احضار کے استحضار سے تمتع مانع تھی اس لئے اس سے تعرض فرمایا گیا) اور (آگے اس تفاوت اور کیفیت احضار کی تفصیل ہے کہ وہ دن قابل یاد[۲] کرنے کے ہے) جس دن خدا تعالیٰ ان کافروں کو (توبیخاً) پکار کر کہے گا کہ وہ میرے شریک کہاں ہیں جن کو تم (ہمارا شریک) سمجھ رہے تھے (مراد اس سے شیاطین ہیں کہ ان ہی کی اطاعت مطلقہ سے شرک کرتے تھے اس لئے ان کو شرکاء کہا اس کو سن کر شیاطین کہ) جن پر (بوجہ اضلال کے) خدا کا فرمودہ (یعنی استحقاق عذاب اس قول سے کہ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ [هود : ۱۱۹]) ثابت ہو چکا ہوگا) یہ سمجھ کر کہ یہ اب ہم کو بتلا دیں گے کہ یہ ہیں شرکاء اور خود بری ہونے کی کوشش کریں گے پھر ہم سے دار و گیر اضلال پر شروع ہوگی یہ سمجھ کر) وہ (بطور عذر کے) بول اٹھیں گے کہ اے ہمارے پروردگار بے شک یہ وہی لوگ ہیں جن کو ہم نے بہکایا (یہ جواب کی تمہید ہے۔ اس حکایت کی تصریح اس لئے فرمائی گئی کہ جن کی شفاعت کی ان کو امید ہے وہ برعکس ان کے خلاف شہادت دیں گے اور آگے جواب ہے کہ ہم نے بہکایا تو ضرور لیکن) ہم نے ان کو ویسا ہی (بلا جبر و اکراہ) بہکایا جیسا ہم خود (بلا جبر و اکراہ) بہکتے تھے (یعنی جس طرح ہم پر کوئی مضل مسلط نہیں کیا گیا اسی طرح ہم کو ان پر جابرانہ تسلط نہ تھا، ہمارا کام صرف اغواء تھا اور اس کو قبول کیا انہوں نے خود اپنے قصد اور رائے سے جیسا سورۂ ابراہیم میں ہے: وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّاۤ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ ...... [ابراهيم : ۲۲] مطلب یہ ہے کہ ہم بھی مجرم ہیں مگر یہ بھی نہیں کہ یہ لوگ اپنے اوپر کوئی الزام نہ آنے دیں) اور ہم آپ کی پیشی میں ان کے (تعلقات) سے دست برداری کرتے ہیں (اور) یہ لوگ (درحقیقت بالتخصیص محض) ہم کو (ہی) نہ پوجتے تھے (یعنی جب یہ اپنے اختیار سے بہکے ہیں نہ کہ مجرد ہمارے بہکانے سے تو اس اعتبار سے یہ خواہش پرست تھے نہ صرف شیطان پرست۔ مطلب یہ کہ خود اپنی خواہش سے خراب ہوئے۔ اس درجہ میں ہمارا ان سے کوئی تعلق نہیں، البتہ جس قدر خطا ہماری ہے کہ ہم نے ان کو اغواء کیا اس کے ہم مقر ہیں۔ مقصود اس سب حکایت سے یہ ہے کہ یہ جن کے بھروسے بیٹھے ہیں وہ ان سے کانوں پر ہاتھ رکھیں گے) اور (جب وہ شرکاء اس طرح اُن سے بیزاری و بے رخی کریں گے تو اس وقت ان مشرکین سے تہکماً) کہا جاوے گا کہ (اب) اپنے ان شرکاء کو بلاؤ چنانچہ وہ (فرط حیرت سے بالاضطرار) ان کو پکاریں گے، سو وہ جواب بھی نہ دیں گے اور (اس وقت) یہ لوگ (اپنی آنکھوں) عذاب کو دیکھ لیں گے۔ اے کاش یہ لوگ دنیا میں راہِ راست پر ہوتے (تو یہ مصیبت نہ دیکھتے) اور جس دن ان کافروں سے پکار کر پوچھے گا کہ تم نے پیغمبروں کو کیا جواب دیا تھا (چونکہ اس توبیخ میں یہ احتمال تھا کہ وہ کہہ دیتے کہ ہمارے پاس پیغمبر نہیں آئے اس لئے اس سوال سے یہ بھی جتلا دیا جاوے گا کہ پیغمبر تو آئے تھے اور سمجھایا بھی تھا۔ سو یہ کہنے کی تو گنجائش نہیں کہ کوئی نہیں آیا۔ مگر یہ بات بتلاؤ کہ تم نے کیا جواب دیا) سو اس روز ان (کے ذہن) سے سارے مضامین گم ہو جاویں گے تو وہ (خود بھی نہ سمجھ سکیں گے اور) آپس میں پوچھ پاچھ بھی نہ کر سکیں گے، البتہ جو شخص (کفر و شرک سے دنیا میں) توبہ کرے اور ایمان لے آئے اور نیک کام کیا کرے تو ایسے لوگ امید ہے کہ (آخرت میں) فلاح پانے والوں میں سے ہوں گے (اور ان آفات سے محفوظ رہیں گے)۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: فَاَمَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ ...... اس میں وصول الی المقصود کو تین چیزوں پر معلق فرمایا۔ توجہ قلب اور یہ توبہ ہے اور تصحیح عقائد اور یہ ایمان ہے اور اصلاح اعمال۔ پس آیت تمام طرق سلوک کی جامع ہے۔

ملحقات الترجمۃ: ۱قولہ فی محضرین: گرفتار کر کے ماخذہ عرف القراٰن ویمکن ان یقال ان فی اللفظ اشعارا بہ لان الاحضار مشعر بالتکلف والالزام وذلک لا یلیق بجالس اللذۃ والانس وانما یلیق بمواضع الاکراہ والوحشۃ۱۲۔ ۲قولہ فی ینادیھم: قابل یا داشارۃ الی تقدیر العامل ۱۲۔ ۳قولہ فی فھم لا یتساء لون: تو وہ اشارۃ الی تفریع عدم التساء ل علی عمی الانباء ۱۲۔

البلاغۃ: قولہ ثم ھو یوم القیٰمۃ فیہ تراخی حال الاحضار عن التمتع لا تراخی وقتہٗ عن وقتہ کما فی النیسا بوری ۱۲۔ قولہ فعمیت علیھم اصلہ فعموا عن الابناء ای لم یھتدوا الیھا ثم قلب للمبالغۃ وضمن العمی معنی المخفا فعدی بعلی ولو لاہ لتعدی بمن ولم یتعلق بالانبیاء ای لم یھتدوا الیھا ثم قلب للمیا لغۃ وضمن العمی معنی الخفاء فعدی بعلی ولو لاہ لتعدی بعن ولم یتعلق بالانبیاء لانھا مسموعۃ لا مبصرۃ کذا فی الروح ۱۲۔ قولہ فاما من تاب لما ذکر حال التابع والمتبوع قال حثالھم علی الاقلاع فاما من تاب فکانہ قبیل ما ذکر لمصرھم فاما من تاب فکلا کذا فی الروح۔ قولہ تکن لم یقل یکنون اشارۃ الی منشاء الخبث وھو الصدر الذی یرقم فیہ الکفر اولا ثم یعلنونہ ۱۲۔

وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ؕ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۸﴾ وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۶۹﴾ وَهُوَ اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْحَمْدُ فِى الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ ۫ وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۷۰﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ ؕ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ﴿۷۱﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾

اور آپ کا رب جس چیز کو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور (جس حکم کو چاہتا ہے) پسند کرتا ہے ان لوگوں کو تجویز (احکام) کا کوئی حق حاصل نہیں اللہ تعالیٰ ان کے شرک سے پاک اور برتر ہے اور آپ کا رب سب چیزوں کی خبر رکھتا ہے جو ان کے دلوں میں پوشیدہ رہتا ہے اور جس کو یہ ظاہر کرتے ہیں اور اللہ وہی (ذات کامل الصفات ہے) ہے جس کے سوا کوئی (معبود ہونے کے قابل نہیں۔ حمد اور ثنا) کے لائق دنیا اور آخرت میں وہی ہے اور حکومت (قیامت میں) بھی اسی کی ہوگی تم سب اسی کے پاس لوٹ کر جاؤ گے۔ آپ (ان لوگوں سے) کہئے کہ بھلا یہ تو بتلاؤ کہ اگر اللہ تعالیٰ تم پر ہمیشہ کے لئے قیامت تک رات ہی رہنے دے تو اللہ کے سوا وہ کون سا معبود ہے جو تمہارے لئے روشنی کرے۔ تو کیا تم (توحید کے ایسے صاف دلائل کو) سنتے نہیں۔ آپ کہئے کہ بھلا یہ تو بتلاؤ کہ اگر اللہ تعالیٰ تم پر ہمیشہ کے لئے قیامت تک دن ہی رہنے دے۔ تو اللہ کے سوا کون معبود ہے جو تمہارے لئے رات کو لے آئے جس میں تم آرام پاؤ کیا تم (اس شاہد قدرت کو) دیکھتے نہیں اور وہ (منعم ایسا ہے کہ) اس نے اپنی رحمت سے تمہارے لئے رات اور دن کو بنایا تا کہ تم رات کو آرام کرو اور تا کہ (دن میں) اس کی روزی تلاش کرو اور تا کہ (ان دونوں نعمتوں پر) تم (اللہ کا) شکر کرو۔

تفسیر ربط: اوپر توبیخ علی الشرک کی حکایت میں شرک کی مذمت مذکور ہوئی ہے آگے توحید کا اور اُس کے ضمن میں انعامات واحسانات کا اثبات ہے۔

اثبات توحید وبعض انعام: وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ (الی قولہ تعالیٰ) لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾ اور آپ کا رب (بالانفراد وصفات کمال کے ساتھ موصوف ہے چنانچہ وہ) جس چیز کو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے (تو تکوینی اختیارات بھی اسی کو حاصل ہیں) اور (جس حکم کو چاہتا ہے) پسند کرتا ہے (اور انبیاء کے ذریعہ سے نازل فرماتا ہے پس تشریعی اختیارات بھی اسی کو حاصل ہیں) ان لوگوں کو تجویز (احکام) کا کوئی حق (حاصل) نہیں (کہ جو حکم چاہیں تجویز کر لیں جیسے یہ مشرک اپنی طرف سے شرک کو جائز تجویز کر رہے ہیں اور اس انفراد سے ثابت ہوا کہ) اللہ تعالیٰ اُن کے شرک سے پاک اور برتر ہے (کیونکہ جب تکویناً و تشریعاً خالق اور مختار ہونے میں وہ منفرد ہے تو استحقاق الوہیت میں جو کہ موقوف ہے مالک تکوین وتشریع ہونے پر نیز وہی منفرد ہے) اور آپ کا رب (علم ایسا کامل رکھتا ہے کہ وہ) سب چیزوں کی خبر رکھتا ہے جو اُن کے دلوں میں پوشیدہ رہتا ہے اور جس کو یہ ظاہر کرتے ہیں (اور کسی (۱) کا ایسا علم بھی نہیں اس سے بھی

انفراد ثابت ہوا) اور (آگے اس کی تصریح ہے کہ) اللہ وہی (ذات کامل الصفات ہے) اُس کے سوا کوئی معبود (ہونے کے قابل) نہیں حمد (وثنا) کے لائق[۲] دنیا و آخرت میں وہی ہے (کیونکہ اس کے تصرفات دونوں عالم میں ایسے ہیں جو دال ہیں صفات کمال پر کہ مدار ہیں اہلیت حمد کے) اور (اختیارات سلطنت اُس کے ایسے ہیں) حکومت بھی (قیامت میں) اُسی کی ہوگی اور (قوت و وسعت سلطنت اس کی ایسی ہے کہ تم) سب اسی کے پاس لوٹ کر جاؤ گے (یہ نہیں کہ بچ جاؤ یا اور کہیں جا کر پناہ لے لو۔ پس یہ بھی مقتضی انفراد الوہیت کو ہوا اور اس کے اظہار قدرت کے لئے) آپ (ان لوگوں سے) کہئے کہ بھلا یہ تو بتلاؤ کہ اگر اللہ تعالیٰ تم پر ہمیشہ کے لئے قیامت تک رات ہی رہنے دے تو خدا کے سوا وہ کونسا معبود ہے جو تمہارے لئے روشنی کو لے آوے (پس قدرت میں بھی وہی منفرد ہے) تو کیا تم (توحید کے ایسے صاف دلائل کو) سنتے نہیں (اور اسی اظہار قدرت کے لئے) آپ (ان سے اُس کے عکس کی نسبت بھی) کہئے کہ بھلا یہ تو بتلاؤ کہ اگر اللہ تعالیٰ تم پر ہمیشہ کے لئے قیامت تک دن ہی دن رہنے دے تو خدا کے سوا وہ کونسا معبود ہے جو تمہارے لئے رات کو لے آوے جس میں تم آرام پاؤ' کیا تم (اس شاہد قدرت کو) دیکھتے نہیں (پس انفراد فی القدرت بھی مقتضی انفراد فی الالوہیت کو ہے) اور (وہ منعم ایسا ہے کہ) اس نے اپنی رحمت سے تمہارے لئے رات اور دن کو بنایا تا کہ تم رات میں آرام کرو اور تا کہ (دن میں) اُس کی روزی تلاش کرو اور تا کہ (ان دونوں نعمتوں پر) تم (اللہ کا) شکر کرو (پس انعام میں منفرد ہونا بھی مقتضی اختصاص فی الالوہیت کو ہے۔ پس کل صفات کمال جو اس مقام پر استدلال کے لئے مذکور ہیں یہ ہوئے (۱) خالق ہونا' (۲) مختار تشریع ہونا (۳) علم (۴) حکومت (۵) قوت و وسعت سلطنت' (۶) قدرت۔ (۷) افاضہ نعمت۔ **ف**: رات ہمیشہ ہونا اس طور پر کہ شمس کو افق سے طلوع نہ ہونے دے یا اس کا نور سلب کر لے اور دن کا ہمیشہ ہونا اس طرح کہ شمس کو غروب نہ ہونے دے یا بلاشمس ایسا نور پیدا کر دے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ...... یعنی حق تعالیٰ کا سا اختیار نہیں اور وہ اختیار مستقل ہے اور اپنے اختیار کے غیر مستقل ہونے کا علماً و عملاً متحضر رکھنا ہی جبر محمود ہے۔

الحواشی: (۱) یعنی جیسے کوئی اور خالق نہیں اور جیسے کسی اور کو اختیار تکوینی و تشریعی نہیں جس کا اوپر ذکر تھا ۱۲ منہ۔

ملحقات الترجمۃ: [۱] قولہ فی کان لهم حق افید من اللام ۱۲۔ [۲] قولہ فی له الحمد: لائق افادہ اللام ۱۲۔

الکلام: ان جعل الله الخ فی الروح ان ههنا اشكالا وهو ان جعل الليل سرمدا الى يوم القيمة ان تحقق لم يتصور الاتيان بضياء اصلا لا جتماع المتضاوين فما معنى التقييد بقوله غير الله وكذا فی عكسه الجواب ان المراد ليس سوى ان آلهتهم لا يقدرون على الاتيان بنهار بعد ليل وبليل بعد نهار اذا اراد الله تعالىٰ شاء استمرار احدهما وانما القادر على الاتيان بذلك هو الله سبحانه وحده من غير نظر الى كون ذلك الاتيان مقيدا بتلك الارادة اه مختصرا ۱۲۔

اللغات: الخيرة من التخيير كالطيرة من التطيير فی انه اسم مستعمل بمعنى المصدر وهو التخيير ۱۲ منه۔ سرمدا دائما متصلا من الرد واليهم زائدة كذا فی النيسابوری ۱۲۔

النحو: سرمدا مفعول ثان او حال ۱۲۔

البلاغة: قوله افلا تسمعون وافلا تبصرون۔ لم يعكس مع ان الاوفق بالضياء الابصار وبالليل السمع ووجهه عند هذا العبد الاشارة الى الجمع بين الابصار والسمع فی كلا الموضعين فالابصار لما كان تحققه اظهر فی الضياء لم يصرح به ونبه على السماع هناك والسمع لما كان تحققه اظهر فی الليل لم يصرح به ونبه على الابصار هناك وهذا من الواهب۔ قوله: بضياء بلا تقيده بالصفة ودون ان يقال بالنهار وقوله بليل بتقييده بصفة تسكنون فيه دون ان يقال بظلام اشارة الى ان المطلوب فی النهار هو الضياء لا النهار بذاته والمطلوب فی الليل هو السكون لا الظلام فافهم ۱۲۔

وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۷۴﴾ وَنَزَعْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا فَقُلْنَا هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوْٓا اَنَّ الْحَقَّ لِلّٰهِ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۷۵﴾ ع ۷ اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى عَلَيْهِمْ ص وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَآ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِي الْقُوَّةِ ق اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ﴿۷۶﴾ وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا

وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِى الْاَرْضِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰي عِلْمٍ عِنْدِيْ ۭ اَوَلَمْ يَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّاَكْثَرُ جَمْعًا ۭ وَلَا يُسْـَٔــلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۝ فَخَـرَجَ عَلٰي قَوْمِهٖ فِيْ زِيْنَتِهٖ ۭ قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ قَارُوْنُ ۙ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ۝ وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۚ وَلَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ ۝ فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ ۣ فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۤ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ ۝ وَاَصْبَحَ الَّذِيْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ يَقُوْلُوْنَ وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ ۚ لَوْلَآ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا ۭ وَيْكَاَنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ۝

اور جس دن اللہ تعالیٰ ان کو پکار کر فرماوے گا کہ جن کو تم میرا شریک سمجھتے تھے وہ کہاں گئے اور ہم ہر امت میں سے ایک ایک گواہ نکال کر لائیں گے پھر ہم (ان مشرکین سے) کہیں گے کہ (اب) اپنی کوئی دلیل (صحت شرک کے دعوے پر) پیش کرو (سو اس وقت) ان کو معلوم ہو جائے کہ سچی بات اللہ ہی کی تھی اور (دنیا میں) جو کچھ باتیں گھڑا کرتے تھے (آج) کسی کا پتہ نہ رہے گا۔ قارون موسیٰ (علیہ السلام) کی برادری میں سے تھا سو وہ (کثرت مال کی وجہ سے) ان لوگوں کے مقابلہ میں تکبر کرنے لگا اور (اس کے مال کی کثرت یہ تھی کہ) ہم نے اس کو اس قدر خزانے دیئے تھے کہ ان کی کنجیاں کئی کئی زور آور شخصوں کو گراں بار کر دیتی تھیں۔ جبکہ اس کو اس کی برادری نے (سمجھانے کے طور پر) کہا کہ تو اس مال وحشت پر اترا مت واقعہ اللہ تعالیٰ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا اور (یہ بھی کہا کہ) تجھ کو اللہ نے جتنا دے رکھا ہے اس میں عالم آخرت کی بھی جستجو کیا کر اور دنیا سے اپنا حصہ (آخرت میں لے جانا) فراموش مت کر اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے تو بھی (بندوں کے ساتھ) احسان کیا کر اور دنیا میں فساد کا خواہاں مت ہو بیشک اللہ تعالیٰ اہل فساد کو پسند نہیں کرتا۔ قارون (یہ سن) کہنے لگا کہ مجھ کو تو سب کچھ میری ذاتی ہنرمندی سے ملا ہے کیا اس قارون نے (اخبار متواترہ سے) یہ نہ جانا کہ اللہ تعالیٰ اس سے پہلے گزشتہ امتوں میں ایسے ایسوں کو ہلاک کر چکا ہے جو قوت (مالی) میں (بھی) اس سے کہیں بڑھے ہوئے تھے اور مجمع (بھی) ان کا (اس سے) زیادہ تھا اور اہل جرم سے ان کے گناہوں کا (تحقیق کرنے کی غرض سے سوال نہ کرنا پڑے گا۔ پھر ایک بار ایسا اتفاق ہوا کہ وہ اپنی آرائش (اور شان) سے اپنی برادری کے سامنے نکلا جو لوگ (اس کی برادری میں) دنیا کے طالب تھے (گو مؤمن ہوں) کہنے لگے کیا خوب ہوتا کہ ہم کو بھی وہ ساز و سامان ملا ہوتا جیسا کہ قارون کو ملا ہے واقعہ وہ بڑا صاحب نصیب ہے اور جن لوگوں کو (دین کی) فہم عطا ہوئی تھی وہ ان حریفوں سے کہنے لگے اے تمہارا ناس ہو (تم اس دنیا پر کیا للچاتے ہو) اللہ تعالیٰ کے گھر کا ثواب (اس دنیاوی کروفر سے) ہزار درجہ بہتر ہے جو ایسے شخص کو ملتا ہے کہ ایمان لائے اور نیک عمل کرے اور (پھر) وہ ثواب کامل کے طور پر ان ہی کو دیا جاتا ہے جو دنیا کی حرص وطمع سے) صبر کرنے والے ہیں۔ پھر ہم نے اسے اور اس کے محل سرائے کو (اس کی شرارت بڑھ جانے سے) زمین میں دھنسا دیا سو کوئی ایسی جماعت نہ ہوئی جو اس کو اللہ (کے عذاب) سے بچالیتی اور نہ وہ خود ہی اپنے کو بچا سکا اور کل (یعنی پچھلے قریب زمانہ میں) جو لوگ اس جیسے ہونے کی تمنا کر رہے تھے وہ (آج اس کو زمین دھنستا دیکھ کر) کہنے لگے بس جی یوں معلوم ہوتا ہے اللہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے زیادہ روزی دیتا ہے اور (بھی چاہے) تنگی سے دینے لگتا ہے۔ اگر ہم پر اللہ تعالیٰ کی مہربانی نہ ہوتی تو ہم کو بھی دھنسا دیتا۔ بس جی معلوم ہوا کہ کافروں کو فلاح نہیں ہوتی۔ ۞

تفسیر ربط: اوپر دلائل توحید سے پہلے بھی توبیخ علی الشرک کی حکایت میں مذمت شرک کی مذکور تھی۔ اب دلائل توحید کے بعد پھر اُسی طرز سے مذمت شرک کی مذکور ہے اور دونوں میں یہ فرق ہو سکتا ہے کہ اول جگہ بطور بیان دعویٰ کے ہے اور دلائل توحید سے اس پر استدلال ہے کہ شرک کا مذموم ہونا ان دلائل سے ثابت ہے اور اس جگہ بطور انتاج و تفریع کے ہے کہ ان دلائل سے شرک کا مذموم ہونا ثابت ہوا جیسے یوں کہا جاوے **العالم حادث لانه متغير و كل متغير حادث فالعالم حادث**: اور یا اہتمام و مبالغہ کی غرض سے اس کو تکرار کہا جاوے۔

حکایت توبیخ مشرکین در قیامت: وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَاۗءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ۝ (الی قولہ تعالیٰ) وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝ اور جس دن اللہ تعالیٰ اُن کو پکار کر فرماوے گا (تاکہ اور لوگ بھی ان کی رسوائی سن لیں) کہ جن کو تم میرا شریک سمجھتے تھے وہ کہاں گئے اور

(گوخودان کے قول سے بھی ان پر حجت قائم ہو جاوے گی لیکن اقرار کے ساتھ شہادت بھی جمع کر دی جاوے گی اس طرح سے کہ) ہم ہر امت میں سے ایک ایک گواہ (بھی) نکال کر لائیں گے (مراد اس سے انبیاء ہیں کہ وہ ان کے کفر کی گواہی دیں گے) پھر ہم (ان مشرکین سے) کہیں گے کہ (اب) اپنی (کوئی) دلیل (صحت شرک کے دعویٰ پر) پیش کرو سو (اس وقت) ان کو (بعین الیقین) معلوم ہو جاوے گا کہ سچی بات خدا کی تھی (جو انبیاء کے ذریعہ سے بتلائی گئی ہے اور شرک کا دعویٰ جھوٹا تھا) اور (دنیا میں) جو کچھ باتیں گھڑا کرتے تھے (آج) کسی کا پتہ نہ رہیگا (کیونکہ انکشاف حق کیلئے باطل کا غائب ہو جانا لازم ہے۔ ف: اوپر مَاذَآ اَجَبْتُمُ میں کفار سے انبیاء کو جواب دینے کی نسبت سوال مذکور تھا اور یہاں خود انبیاء سے شہادت دلوانا مذکور ہے۔ اس تفاوت سے بھی مجموعہ بدل گیا اور تکرار نہ رہا۔ ربط: اوپر وَ قَالُوْٓا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى سے وَ ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ تک مختلف عنوان سے کفر کا مبغوض عنداللہ و موجب خسران ہونا اور بطر بالمعیشت اور متاع حیات دنیا کا ہلاک و عذاب سے نہ بچا سکنا معلوم و مفہوم ہوا ہے۔ آگے قصہ قارون سے اس مجموعہ کی تائید فرمائی جاتی ہے۔

قصہ قارون: اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى (الی قولہ تعالی) وَيْكَاَنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ قارون (کا حال دیکھ لو کہ کفر و خلاف کرنے سے اس کو کیا ضرر پہنچا اور اس کا مال و متاع کچھ کام نہ آیا بلکہ اس کے ساتھ وہ مال و متاع بھی برباد ہو گیا۔ مختصر قصہ اس کا یہ ہے کہ وہ) موسیٰ (علیہ السلام) کی برادری میں سے (یعنی بنی اسرائیل میں سے بلکہ ان کا چچازاد بھائی) تھا (کذا فی الدر) سو وہ (کثرت مال کی وجہ سے) اُن لوگوں کے مقابلہ میں[1] تکبر کرنے لگا اور (مال کی اس کے پاس یہ کثرت تھی کہ) ہم نے اس کو اس قدر خزانے دیئے تھے کہ ان کی کنجیاں کئی کئی زور آور شخصوں کو گرانبار کر دیتی تھیں (یعنی ان سے بتکلف اٹھتی تھیں تو جب کنجیاں اس کثرت سے تھیں تو ظاہر ہے کہ خزانے بہت ہی ہوں گے اور یہ تکبر اس وقت کیا تھا) جبکہ اس کو اس کی برادری نے (سمجھانے کے طور پر) کہا کہ تو (اس مال و حشمت پر) اترا مت واقعی اللہ تعالیٰ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا اور (یہ بھی کہا کہ) تجھ کو خدا نے جتنا دے رکھا ہے اس میں عالم آخرت کی بھی جستجو کیا کر اور دنیا سے بھی اپنا حصہ (آخرت[2] میں لے جانا) فراموش مت کر اور (مطلب اِبْتَغِ اور لَا تَنْسَ کا یہ ہے کہ) جس طرح خدا تعالیٰ نے تیرے ساتھ احسان کیا ہے تو بھی (بندوں کے ساتھ) احسان کیا کر اور (خدا کی نافرمانی اور حقوق واجبہ ضائع کر کے) دنیا میں فساد کا خواہاں مت ہو (یعنی گناہ[3] کرنے سے دنیا میں فساد ہوتا ہے کقولہ تعالیٰ: ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ [الروم : ۴۱] بالخصوص متعدی گناہ) بے شک اللہ تعالیٰ اہل فساد کو پسند نہیں کرتا (یہ سب نصیحت مسلمانوں کی طرف سے ہوئی' غالباً یہ مضامین موسیٰ علیہ السلام نے اول فرمائے ہوں گے' پھر مکرر دوسرے مسلمانوں نے ان کا اعادہ کیا ہوگا) قارون (یہ سن کر) کہنے لگا کہ مجھ کو تو یہ سب کچھ میری ذاتی ہنر مندی سے ملا ہے (یعنی میں وجوہ و تدابیر معاش کی خوب جانتا ہوں' اس سے میں نے یہ سب جمع کیا ہے پھر میرا اتفاخر بے جا نہیں اور نہ اس کو غیبی احسان کہا جا سکتا ہے اور نہ کسی کا اس میں کچھ استحقاق ہو سکتا ہے۔ آگے اللہ تعالیٰ اس کے اس قول کو رد فرماتے ہیں کہ) کیا اس (قارون) نے (اخبار متواترہ سے) یہ نہ جانا کہ اللہ تعالیٰ اس سے پہلے گزشتہ امتوں میں ایسے ایسوں کو ہلاک کر چکا ہے جو قوت (مالی) میں (بھی) اس سے کہیں بڑھے ہوئے تھے اور مجمع (بھی اس سے) ان کا زیادہ تھا اور (صرف یہی نہیں کہ بس ہلاک ہو کر چھوٹ گئے ہوں بلکہ بوجہ ان کے ارتکاب جرم کفر اور اللہ تعالیٰ کو یہ جرم معلوم ہونے کے قیامت میں بھی معذب ہوں گے جیسا وہاں کا قاعدہ ہے کہ) اہل جرم سے ان کے گناہوں کا (تحقیق کرنے کی غرض سے) سوال نہ کرنا پڑے گا (کیونکہ اللہ تعالیٰ کو سب معلوم ہے گو تقریع و توبیخ کے لئے سوال ہو۔ لقولہ تعالیٰ: لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ [الحجر: ۹۲] مطلب یہ کہ اگر قارون اس مضمون پر نظر کرتا تو ایسی جہالت کی بات نہ کہتا کیونکہ ہلاکت دنیویہ سے قدرت حقیقیہ کے تحت میں اور مواخذہ اخرویہ سے حکومت حقیقیہ کے تحت میں داخل ہونا ظاہر ہے۔ پھر ایسے شخص کی کیا قدرت کہ اپنے اکتساب کو علت حقیقیہ سمجھے اور ایسے شخص کی کیا رائے کہ حقوق واجبہ کی نفی کرے) پھر (ایک بار ایسا اتفاق ہوا کہ) وہ اپنی آرائش (اور شان) سے اپنی برادری کے سامنے نکلا جو لوگ (اس کی برادری میں) دنیا کے طالب تھے (گو مومن ہوں جیسا اُن کے اگلے قول وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ ...... سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے وہ لوگ) کہنے لگے کیا خوب ہوتا کہ ہم کو بھی وہ ساز و سامان ملا ہوتا جیسا قارون کو ملا ہے واقعی وہ بڑا صاحب نصیب ہے (یہ تمنا حرص کی تھی۔ اس سے کافر ہونا لازم نہیں آتا جیسا اب بھی بعضے آدمی باوجود مسلمان ہونے کے شب و روز دوسری قوموں کی ترقیاں دیکھ کر للچاتے ہیں اور اس کی فکر میں لگے رہتے ہیں) اور جن لوگوں کو (دین کی) فہم عطا ہوئی تھی وہ (ان حریصوں سے) کہنے لگے ارے تمہارا ناس[4] ہو (تم اس دنیا پر کیا للچاتے ہو) اللہ تعالیٰ کے گھر کا ثواب (اس دنیوی کروفر سے) ہزار درجہ بہتر ہے جو ایسے شخص کو ملتا ہے کہ ایمان لائے اور نیک عمل کرے اور (پھر ایمان و عمل صالح والوں میں سے بھی) وہ (ثواب کامل طور پر) ان ہی لوگوں کو دیا جاتا ہے جو (دنیا کی حرص و طمع سے) صبر کرنے والے ہیں (پس تم لوگ ایمان کی تکمیل و عمل صالح کی تحصیل میں لگو اور حد شرعی کے اندر دنیا حاصل کر کے اُس کی حرص و طمع سے صبر کرو) پھر ہم نے اس قارون کو اور اس کے محل سرائے کو (اس کی شرارت بڑھ جانے سے) زمین میں دھنسا دیا سو کوئی ایسی جماعت نہ ہوئی جو اس کو اللہ (کے عذاب سے) بچا لیتی (گو وہ بڑی جماعت والا تھا) اور نہ وہ خود ہی اپنے کو بچا سکا اور کل (یعنی پچھلے[5] قریب زمانہ میں) جو لوگ اس جیسے ہونے کی تمنا کر رہے تھے وہ (آج اس کے خسف کو دیکھ کر) کہنے لگے بس جی یوں معلوم

ہوتا ہے کہ (رزق کی فراخی اور تنگی کا مدار خوش نصیبی یا بد نصیبی پر نہیں ہے بلکہ یہ تو محض حکمت تکوینیہ سے اللہ ہی کے قبضہ میں ہے بس) اللہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے روزی دے دیتا ہے اور (جس کو چاہے) تنگی سے دینے لگتا ہے (یہ ہماری غلطی تھی کہ اس کو خوش نصیبی سمجھتے تھے۔ ہماری توبہ ہے اور واقعی) اگر ہم پر اللہ تعالیٰ کی مہربانی نہ ہوتی تو ہم کو بھی دھنسا دیتا (کیونکہ معصیت حرص وحب دنیا کے ہم بھی مرتکب ہوئے تھے) بس جی معلوم ہوا کہ کافروں کو فلاح نہیں ہوتی (گو چند روز مزے لوٹ لیں مگر انجام پھر خسران ہے۔ بس فلاح معتد بہ اہل ایمان ہی کے ساتھ مخصوص ہے) **ف**: بعض کو تہ اندیشوں کو کنجیوں کے مضمون میں استبعاد ہوا ہے لیکن اگر تھوڑا غور کیا جاوے تو عادی استبعاد بھی نہیں۔ مثلاً اگر عصبہ کا مصداق دس آدمیوں کو لیا جاوے جیسا بعض اہل لغت کا قول ہے اور ایک ایک کے لئے پانچ پانچ سیر کا بوجھ فرض کیا جاوے کہ کنجیوں کو لے کر چلنے کا جو طریقہ ہے کہ ہاتھ میں یا جیب میں یا کمر بند وغیرہ میں رکھی جاتی ہے و نیز اجرام متکاثفہ مکتنزہ کا گو وزن کم ہو مگر اجرام متخلخلہ منبسطہ کے اٹھانے کی نسبت ان کا اٹھانا محتاج تکلف ہوتا ہے گو وزن دونوں کا برابر ہو اور تکلف کے معنی میں بھی توسع کیا جاوے اور ایک ایک کنجی ایک ایک تولہ کی قرار دی جاوے تو ایک ایک آدمی کے حصہ میں چار سو کنجیاں آتی ہیں اور دس آدمی کے مقابلہ میں چار ہزار کنجیاں ہوتی ہیں۔ اگر ایک ایک کنجی ایک ایک صندوق کی سمجھی جاوے تو چار ہزار صندوق ہوئے تو ایک امیر کبیر کے پاس چار ہزار صندوق نقد ہونے سے پُر ہونا کوئی مستبعد امر نہیں ہے یقیناً اتنے روپے والے اب بھی ہوں گے اور وَيْلَكُمْ کا جو ترجمہ کیا گیا ہے اس سے مقصود بددعا نہیں بلکہ ترحم یا تنبیہ علی الخطا کے موقع پر ایسا کلمہ ہمارے محاورہ میں بھی بولا جاتا ہے۔ اسی طرح عربی کا محاورہ ہے اور لَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ میں جو کامل کی قید لگائی اس کی وجہ ظاہر ہے کہ نفس ثواب مطلق مومن کے لئے حاصل ہے اور قارون جس شرارت کی وجہ سے خسف کیا گیا اس کی نسبت درمنثور میں کئی محدثوں سے حضرت ابن عباسؓ کا قول نقل کیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اس کو احکام شرعیہ خصوص حکم زکوٰۃ کی وجہ سے عداوت تھی۔ اس نے کسی فاجرہ عورت کو کچھ روپے دے کر بہکایا کہ تو مجمع عام میں موسیٰ علیہ السلام پر فجور کی تہمت لگانا۔ جب اس کا موقع ہوا اللہ تعالیٰ نے اس عورت کو ہدایت کی اور اس نے سچا سچا واقعہ بیان کر دیا۔ اس وقت موسیٰ علیہ السلام کو غصہ آیا اور بددعا فرمائی جس سے وہ مع اپنے گھر بار کے زمین میں غرق ہو گیا اور قرآن مجید میں ایک جگہ اس قدر آیا ہے: فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ آگے اس کی تفصیل میں فرمایا ہے: وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ [العنکبوت: ۴۰] اور ذنب عام ہے ممکن ہے کہ یہی ذنب مذکور ہو یا اس کے سوا اور بھی ہو اور سب سے بڑھ کر کفر کرنا اور ایمان نہ لانا ذنب ہے۔ شاید یہ پہلے ہی ایمان نہ لایا ہو جیسا سورۂ مومن میں آیت: وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَقَارُوْنَ فَقَالُوْا سٰحِرٌ كَذَّابٌ [المؤمن: ۲۳ - ۲۴] سے ظاہراً یہی معلوم ہوتا ہے واللہ اعلم۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ لَا تَفْرَحْ اسی طرح احوال وواردات کو اپنی طرف منسوب کر کے اس پر فرحاں ہونا مذموم ہے اور اگر نعمتوں کو خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کر کے اس پر فرح کرے تو وہ مطلوب اور آیت: قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا [یونس: ۵۸] میں مامور بہ ہے اور مراد اس نسبت سے استحضاراً ہے نہ کہ اعتقاداً کیونکہ نسبت اعتقادی غیر اللہ کی طرف وہ تو کفر ہے اس میں کلام نہیں۔ قولہ تعالیٰ: قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ اسی طرح ثمرات کو اپنی سعی اور مجاہدہ کی طرف منسوب کرنا مذموم ہے۔ قولہ تعالیٰ: وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اس قول کے مقابلہ میں قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا۔ یہ اس پر دال ہے کہ علم معتبرہ وہ ہے جس سے دنیا مقصود نہ ہو اور یہ دلالت ظاہر ہے۔ قولہ تعالیٰ: وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ كلمۂ زجر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نصیحت میں زجر بھی مشروع ہے جبکہ بات واضح ہو اور مخاطب نہ سمجھے۔ قولہ تعالیٰ: لَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ دال ہے مطلوبیت مجاہدہ پر۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله في فبغي: تکبر۔ كذا في المدارك ۱۲۔ ۲ قوله في ولا تنس نصيبك: آخرت میں لے جانا ماخذه قوله ابن عباس ان تعمل فيها لآخرتك كما في الروح ۱۲۔ ۳ قوله في لا تبغ الفساد گناہ کرنے سے كذا في الخازن ۱۲۔ ۴ قوله في ويلكم: تمہارا ناس ہو ترجمة بهذا اللفظ لا الهلاك للتطابق بين الاصل والترجمة لاشتراكهما في معنى الهلاك باعتبار الاصل وفي معنى الزجر للنصح والاشفاق باعتبار التجوز والمراد به ههنا الثاني ۱۲۔ ۵ قوله في اصبح ومكانه وامس: یعنی پچھلے و قوله: اس جیسے و قوله کہنے لگے اول اشارة الى ان امس يراد به الزمان القريب مجازاً والثاني اشارة الى ان المكان مصدر والمضاف مقدر اى تمنوا كونهم مثله والثالث اشارة الى ان اصبح بمعنى صار ۱۲۔

اللغات: قوله قارون اسم اعجمي منع الصرف للعلمية والعجمة كذا في الروح۔ قوله: لتنوء بالعصبة من نار به الحمل اذا ثقله حتى اماله فالباء للتعدية۔ قوله لا تنس لا شرك ۱۲۔ قوله ويكان هو مركب من كلمة وهي اسم فعل بمعنى اعجب وتكون للتندم والتحسر وكان بمعنى اظن واقدر فيه عارية من معنى التشبيه جئى به للتحقيق۔ كذا في الخازن مجملاً وفي الروح مفصلا ۱۲۔

النحو: قوله اذ قال عامله مقدر اى اظهر الفرح اذا الخ۔ قوله عندي صفة لعلم۔ قوله: فخرج عطف على قال وما بينهما اعتراض ۱۲۔

البلاغۃ :قوله ضل اى غاب عنهم غيبة الشئ الضائع فضل مستعار لمعنى غاب استعارة تبعية ۱۲۔ قوله قال الذين اوتوا العلم لم يقل قال الذين لا يريدون الدنيا اشاره الى مقتضى العلم ۱۲۔

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۸۳﴾ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى الَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾ اِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ ؕ قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ مَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى وَمَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۸۵﴾ وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْٓا اَنْ يُّلْقٰٓى اِلَيْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِيْرًا لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ اِلَيْكَ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۣ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ؕ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۸﴾ ع ۹

یہ عالم آخرت ہم ان ہی لوگوں کے لئے خاص کرتے ہیں جو دنیا میں نہ بڑا بننا چاہتے ہیں اور نہ فساد کرنا اور نیک نتیجہ متقی لوگوں کو ملتا ہے جو شخص (قیامت کے دن) نیکی لے کر آوے گا اس کو اس (کے مقتضا) سے بہتر (بدلہ) ملے گا اور جو شخص بدی لے کر آوے گا سو ایسے لوگوں کو جو کہ بدی کے کام کرتے ہیں اتنا ہی بدلہ ملے گا جتنا کہ وہ کرتے تھے۔ جس اللہ نے آپ پر قرآن (کے احکام پر عمل اور اس کی تبلیغ) کو فرض کیا ہے (وہ آپ کو آپ کے) اصل وطن (یعنی مکہ) میں پھر پہنچائے گا۔ آپ (ان سے) فرما دیجئے کہ میرا رب خوب جانتا ہے کہ (اللہ کی طرف کون ہے) کون سچا دین لے کر آیا ہے اور کون صریح گمراہی میں (مبتلا ہے) اور آپ کو (اپنے نبی ہونے سے قبل) یہ توقع نہ تھی کہ آپ پر یہ کتاب نازل کی جائے گی مگر محض آپ کے رب کی مہربانی سے اس کا نزول ہوا سو آپ ان کافروں کی ذرا تائید نہ کیجئے اور جب اللہ کے احکام آپ پر نازل ہو چکے تو ایسا نہ ہونے پائے (جیسا اب تک بھی نہیں ہونے پایا) کہ یہ لوگ آپ کو ان حکام سے روک دیں اور آپ (بدستور) اپنے رب (کے دین) کی طرف لوگوں کو بلاتے رہئے اور ان مشرکوں میں شامل نہ ہوئے اور جس طرح اب تک آپ شرک سے معصوم ہیں اسی طرح آئندہ بھی اللہ کے ساتھ کسی معبود کو نہ پکارنا۔ اس کے سوا کوئی معبود ہونے کے قابل نہیں (اسلئے) کہ سب چیزیں فنا ہونے والی ہیں اسکی ذات کے۔ اسکی حکومت کے جس کا ظہور کامل قیامت میں ہے اور اسی کے پاس سب کو جانا ہے۔

تفسیر ربط: اوپر قصۂ قارون میں بَغٰى عَلَيْهِمْ اور لَا تَبْغِ الْفَسَادَ سے تکبر اور معصیت اور فرح اور اس کے مرتکب کا مذموم اور مطرود ہونا اور ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ سے ثواب آخرت و ایمان و عمل صالح کا خیر اور مقصود ہونا مذکور ہوا ہے اور اس سے پہلے بھی بطر معیشت و متاع دنیا کا باطل و فانی ہونا اور مَا عِنْدَ اللّٰهِ کا خیر اور باقی ہونا ارشاد ہوا تھا' آگے اسی کی تقویت و توضیح کے لئے ثواب آخرت کا حصول عدم علو و فساد اور تقویٰ کے ساتھ مشروط ہونا اور آخرت میں اعمال کا مدار ہونا بیان فرماتے ہیں۔

مناط بودن طاعت و معصیت برائے جزا و سزائے آخرت: تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ (الى قوله تعالى) اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾ یہ عالم آخرت (جس کے ثواب کا مقصود اوپر ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ میں بیان ہوا ہے) ہم انہی لوگوں کے لئے خاص کرتے ہیں جو دنیا میں نہ بڑا بننا چاہتے ہیں اور نہ فساد کرنا (یعنی نہ تکبر کرتے ہیں کہ معصیت نفسانیہ ہے اور نہ کوئی ظاہری گناہ کرتے ہیں خصوص گناہ متعدی جیسا فرعون و قارون علو و فساد کے مرتکب ہوئے کما فی قولہ : اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا الى قوله كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ وفی قولہ تعالیٰ فَبَغٰى عَلَيْهِمْ : وقولہ تعالیٰ: لَا تَبْغِ الْفَسَادَ) اور (صرف ترک نواہی پر اکتفا کافی نہیں بلکہ) نیک نتیجہ متقی لوگوں کو ملتا ہے (جو ترک نواہی کے ساتھ امتثال اوامر کا بھی کرتے ہوں اور کیفیت ان اوامر و نواہی کے امتثال و عدم امتثال پر نتائج مرتب ہونے کی آخرت میں یہ ہوگی کہ) جو شخص (قیامت کے دن) نیکی لے کر آوے گا اس کو اس (کے مقتضا) سے بہتر (بدلہ) ملے گا (کیونکہ مقتضا تو صرف اس قدر ہے کہ عمل کی حیثیت کے موافق عوض ملے مگر وہاں زیادہ ملے گا جس کا اقل درجہ دس حصہ ہے) اور جو شخص بدی لے کر آوے گا سو ایسے لوگوں کو جو کہ بدی کا کام کرتے ہیں اتنا ہی بدلہ ملے گا جتنا وہ کرتے تھے (یعنی اُس کے مقتضا سے زیادہ نہ ملے گا) ف: یہ علو اور اگر حد کفر تک ہے تب تو مطلقاً مانع حصول ثواب آخرت ہے اور اگر حد کفر تک نہیں ہے تو مانع حصول کمال ثواب آخرت ہے اور یریدون کے لانے میں اشارہ ہے کہ عزم معصیت بھی معصیت ہے گو معصیت پر دسترس نہ ہو اور کچھ مضامین اس مقام کے متعلق سورۂ انعام کے اخیر رکوع آیت من جاء بالحسنۃ کی تفسیر میں گزر چکے ہیں' ملاحظہ فرما لئے جاویں۔

ربط: اوپر رسالت اور توحید اور بعث کے مضامین دور سے چلے آرہے ہیں بلکہ اگر قصۂ موسویہ سے رسالت محمدیہ پر استدلال ہو سکنے کے اعتبار سے اس قصہ کو

بھی مضمون رسالت کے متعلق کہا جاوے تو گویا شروع سورت ہی سے یہ سلسلہ چلا آ رہا ہے' آگے خاتمہ میں نہایت بلاغت و جالت سے ان ہی مضامین رسالت وتوحید و بعث کی تکریر بطور تلخیص کے ہے اور مضمون رسالت کے ساتھ آپ کا تسلیہ اور مضمون توحید کے ساتھ سب ممکنات کا اضمحلال وجود اور مضمون بعث کے ساتھ مجازات کا بیان ہے۔ پس خاتمہ گویا مضامین سورت کی میزان کل اجمالی ہے۔ ان آیات کی تفسیر میں بعض روایات کو بھی دخل ہے۔ روایت اولیٰ: جب حضور ﷺ ہجرت کر کے مدینہ کو چلے جحفہ پہنچ کر آپ کو مکہ کا جو کہ آپ کا وطن تھا اشتیاق ہوا۔ وہاں بطور وعدہ کے یہ آیت نازل ہوئی: اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ ...... جس میں آپ کو مکہ میں دوبارہ جانے کی خبر دی گئی جو فتح مکہ کے روز نہایت خوبی و کامیابی کے ساتھ پوری ہوئی کذا فی الدر المنثور بروایات عدیدة منها روایة البخاری۔ روایت ثانیہ: کفار مکہ آپ سے کہا کرتے تھے: اِنَّكَ لَفِیْ ضَلٰلِكَ ...... اس کا جواب دیا گیا: قُلْ رَّبِّیْٓ اَعْلَمُ ۔ روایت ثالثہ: کفار مکہ آپ سے کہا کرتے تھے کہ آپ اپنے آباؤ اجداد کا دین اختیار کر لیجئے اس پر فرمایا گیا: فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِیْرًا لِّلْكٰفِرِیْنَ ﴿﴾ یہ اخیر کی دو روایتیں محی السنہ نے معالم میں نقل کی ہیں اور اگرچہ سند نہیں ذکر کی ہے لیکن الفاظ قرآنیہ کے چسپاں ہونے سے صحت کا ظن ہوتا ہے اور ایسی گفتگوئیں کفار سے صادر ہونا یقینی ہیں خواہ کسی عنوان اور کسی لفظ سے ہوں' واللہ اعلم۔ اور اس تحریر کے بعد لباب میں مع سند اس قسم کی روایت نظر سے گزری جو سورۂ احزاب کی تفسیر کے شروع میں ملخصاً اور اس کے حاشیہ عربی میں مکملاً مذکور ہے اور گو سند اس کی ضعیف ہے' مگر تائید کو مضر نہیں کما لا یخفی اور یہاں یہ عبارت سورۂ مذکورہ کی تفسیر لکھتے وقت بڑھائی گئی ہے۔

خاتمہ در تقریر رسالت وتوحید و بعث: اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ (الی قوله تعالی) لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿﴾ (اور آپ کے ان مخالفین نے جو آپ کو پریشان کر کے ترک وطن پر مجبور کیا ہے جس کی اضطراری مفارقت کا آپ کو صدمہ ہے تو آپ تسلی رکھیں) جس خدا نے آپ پر قرآن (کے احکام پر عمل اور اس کی تبلیغ) کو فرض کیا ہے (جو مجموعاً دلیل ہے آپ کی نبوت کی) وہ آپ کو (آپ کے) اصلی وطن (یعنی مکہ) میں پھر پہنچا دے گا (اور اس وقت آپ آزاد اور غالب اور صاحب سلطنت ہوں گے اور ایسی حالت میں اگر دوسری جگہ قیام کے لئے تجویز کی جاتی ہے بمصلحت و باختیار ہوتی ہے جس سے رنج نہیں ہوتا اور مبتدا کو الذی فرض سے اسلئے تعبیر کیا کہ اس میں اس پیشین گوئی کے صدق پر تنبیہ ہے کیونکہ حاصل کلام کا یہ ہے کہ جس نے آپ کو نبی وصاحب وحی بنایا ہے اور نبی سے جو وعدہ کیا جاتا ہے وہ بوجہ قطعی ہونے وحی کے یقیناً صادق ہوتا ہے وہ آپ سے یہ وعدہ کرتا ہے پس بالیقین واقع ہوگا اور اس میں فَرَضَ عَلَیْكَ الْقُرْاٰنَ سے نقلاً اور وقوع پیشین گوئی سے عقلاً دلیل ہوگئی آپ کی نبوت کی اور باوجود آپ کے تحقق نبوت کے جو یہ لوگ آپ کو غلطی پر اور اپنے کو حق پر سمجھتے ہیں تو) آپ (ان سے) فرما دیجئے کہ میرا رب خوب جانتا ہے کہ کون سچا دین لے کر (منجانب اللہ) آیا ہے اور کون صریح گمراہی میں (مبتلا) ہے (یعنی میرے حق پر ہونے اور تمہارے باطل پر ہونے کے دلائل قطعیہ موجود ہیں مگر جب ان سے کام نہیں لیتے تو اخیر جواب یہی ہے کہ خیر خدا کو معلوم ہے وہ سمجھ دے گا) اور (آپ کی یہ دولت نبوت محض خداداد ہے حتیٰ کہ خود) آپ کو (نبی ہونے کے قبل) یہ توقع نہ تھی کہ آپ پر یہ کتاب نازل کی جاوے گی مگر محض آپ کے رب کی مہربانی سے اس کا نزول[2] ہوا' سو آپ (ان لوگوں کی خرافات کی طرف توجہ نہ کیجئے اور جس طرح اب تک ان سے الگ تھلگ رہے آئندہ بھی کسی طرح) ان کافروں کی ذرا تائید نہ کیجئے اور جب اللہ کے احکام آپ پر نازل ہو چکے تو ایسا نہ ہونے پاوے (جیسا اب تک بھی نہیں ہونے پایا) کہ یہ لوگ آپ کو ان احکام سے روک دیں اور آپ (بدستور) اپنے رب (کے دین) کی طرف (لوگوں کو) بلاتے رہئے اور (جس طرح اب تک مشرکوں سے کوئی تعلق نہیں رہا اسی طرح آئندہ ہمیشہ) ان مشرکوں میں شامل نہ ہوجئے اور (جس طرح اب تک شرک سے معصوم ہیں اسی طرح آئندہ بھی) اللہ کے ساتھ کسی معبود کو نہ پکارنا (ان آیتوں میں کفار و مشرکین کو ان کی درخواستوں سے ناامید کرنا ہے اور روئے سخن ان ہی کی طرف ہے کہ تم جو حضور ﷺ سے دین میں موافق ہونے کی درخواست کرتے ہو اس میں کامیابی کا کبھی احتمال نہیں مگر عادت ہے کہ جس شخص پر زیادہ غصہ ہوتا ہے اس سے بات نہیں کیا کرتے اپنے محبوب سے باتیں کر کے اس شخص کو سنایا کرتے ہیں اور مَا كُنْتَ تَرْجُوْٓا سے اس لئے کلام شروع کیا کہ اشارہ ہو جائے ان منہیات کے منفیات ہونے کی طرف کہ جو شخص وہبی طور پر خدا تعالیٰ کی رحمت سے کہ نبوت سے نوازا گیا ہو بھلا وہ کب کافروں کا موافق ہوگا اور خدا تعالیٰ کے احکام نازلہ کی تعمیل سے کیسے رکے گا اور وہ جب خود دوسروں کو حق کی طرف بلاتا ہے تو خود کیسے مشرک بن جاوے گا اور ایسے الٰہ واہب الجود کو چھوڑ کر دوسرے الٰہ باطل کو کیسے اختیار کر لے گا۔ اور اس توجیہ کی تائید ابن عباسؓ کے اس قول سے ہوتی ہے جو معالم میں ہے کہ یہ خطاب صرف ظاہر میں آپ کو ہے اور مقصود آپ نہیں۔ یہاں تک رسالت کے متعلق مضمون قصداً تھا' گو توحید کا بھی ضمناً آ گیا آگے توحید کا مضمون قصداً ہے کہ) اس کے سوا کوئی معبود (ہونے کے قابل) نہیں (اس لئے کہ) سب چیزیں فنا ہونے والی ہیں بجز اس کی ذات کے (پس طریان عدم دلیل ہے عدم قدم کی اور عدم قدم دلیل ہے عدم وجوب کی اور استحقاق عبادت کے لئے وجوب شرط ہے اور شرط کا فوت مستلزم فوت مشروط کو ہے۔ پس اس کے سوا کوئی مستحق عبادت نہ ٹھہرا۔ یہ مضمون توحید کا ہوگیا' آگے معاد کا مضمون ہے کہ) اسی کی حکومت ہے (جس کا ظہور کامل قیامت میں ہے) اور اسی کے پاس تم سب کو جانا ہے (پس سب کو ان کے کئے کی جزا دے گا۔ یہ معاد کا مضمون بھی ختم ہوگیا اور شاید رسالت کے مضمون کا ذرا زائد ہونا اس لئے ہو

کہ اس کے (۱) ماننے سے بقیہ دونوں مسئلے بآسانی مان لئے جاتے اس لئے اس کا زیادہ اہتمام ہوا ہو واللہ اعلم) **ف** : جن روایتوں میں جنت و دوزخ عرش و کرسی کا فنا نہ ہونا آیا ہے جیسا درِ منثور میں ہے اگر وہ سند صحیح سے ثابت ہو جاویں تو بھی صحت دلیل و صحت استدلال میں کوئی اشکال نہیں ہالک عام ہو جاوے گا ہالک الذات و ہالک الصفات کو اور صفات سب کی بدلتی ہیں بالخصوص تقید بالزمان کہ اس سے بجز منزہ مطلق کے کوئی خالی نہیں، پس سب ہالک ہوئے اور محل حوادث چونکہ حادث ہوتا ہے اس لئے سب حادث ہوئے اور حدوث دلیل ہے عدم وجوب کی، پس استدلال بھی عام رہا۔

وقدتم تفسیر سورۃ القصص بحمد اللہ تعالٰی للثانی عشر من شھر اللہ المحرم ۱۳۲۵ھ واللہ الموفق لاتمام الباقی۔

ترجمۂ مسائل السلوک : قولہ تعالٰی : تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا ...... یہ اس پر دال ہے کہ آخرت سے جس طرح عمل بالمعاصی مانع ہے اور فساد سے یہی مراد ہے اسی طرح کبر بھی اس سے مانع ہے اور علو سے یہ مراد ہے۔ اسی لئے اہل طریق ترک معاصی ہی کا سا اہتمام ازالۂ تکبر کا بھی کرتے ہیں ۱۲۔ قولہ تعالٰی : كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ روح میں ہے کہ بجز وجہ حق یعنی ذاتِ حق کے ہر شے یعنی ہر موجود ہالک ہے یعنی معدوم ہے۔ مراد یہ کہ کالمعدوم ہے، کیونکہ اس کا وجود ذاتی نہ ہونے کے سبب ہر وقت قابل عدم ہے، پس وہ وجود مثل لاوجود کے ہے اور وحدۃ الوجود کا یہی حاصل ہے۔ پس آیت دلیل ہے مسئلہ وحدۃ الوجود کی۔

ملحقات الترجمۃ : **۱ قولہ فی ما کانوا : اتنا اشارۃ الٰی تقدیر المثل قبل الموصول ۱۲۔ ۲ قولہ فی رحمۃ : نزول ہوا اشارۃ الٰی تقدیر العامل ای القاہ رحمۃ والا بمعنی لکن ۱۲۔**

الروایات : **فی الروح اخرج عبد بن حمید وابن ابی حاتم عن عکرمۃ انہ قال العلو فی الارض التکبر وطلب الرفث ومنزلۃ عند سلاطینھا وملوکھا والفساد العمل بالمعاصی واخذ المال بغیر حقہ الخ ۱۲۔**

الکلام : **استدلال بقولہ نجعلھا علی عدم وجود الجنۃ بالفعل والجواب ان الجعل لیس بمعنی الخلق بل بمعنی التخصیص والاعطاء ۱۲۔**

البلاغۃ : **قولہ تلک ای التی سمعتھا فی قولہ ثواب اللہ خیر۔ قولہ من جاء فی الروح عن الکبیر ان فی التعبیر بجاء دون عمل دلالۃ علی ان استحقاق الثواب والعقاب مستفاد من الخاتمۃ لامن اول العمل ولعل نکتۃ التعبیر بعملوا ثانیا تتاتی علیہ ایضا اہ قلت ولعل التاتی بان یقید العمل بالختم علیہ بقرینۃ جاء وقال الراغب فی ذکر عملوا ثانیا دون جاء اشارۃ الٰی ان ما یجزون علیہ ما کان عن قصد لان العمل یخصہ۔ قلت فالقصد بجاء الی الختم وبعمل الی القصد فحصل من المجموع مجموع القصد والختم علیہ فافھم۔ قولہ عملوا السیئات فی الروح فی جمع السیئات دون الحسنۃ اشارۃ الٰی ان ضم السیئۃ الی السیئۃ لا یزید جزاء ھابل جزاء ھا اذا انفردت مثل جزائھا اذا انضم الیھا غیرھا وان عدم ضم الحسنۃ لا یوثر فی مقابلتھا بما ھو خیر منھا ۱۲۔ قولہ الٰی معاد وجہ التنکیر ظاھر لان مکۃ یومئذ کانت معادا لہ شان لغلبۃ المسلمین وظھور عز الاسلام واھلہ وذل اھل الشرک وحزبہ کما فی النیسابور ۱۲۔ قولہ : وجہ بمعنی الذات مجازا مرسلا وقد یختص بما شرف من الذوات وقد یعتبر ذلک ھھنا ویجعل نکتۃ للعدول عن الا ایاہ الی ما ھھنا ۱۲**

سُوْرَةُ الْعَنْكَبُوْتِ

سُوْرَةُ الْعَنْكَبُوْتِ ۲۹ مَكِّيَّةٌ ۸۵ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ۶۹ | رُكُوْعَاتُهَا ۷

سورۃ العنکبوت مکہ میں نازل ہوئی — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اس میں ۶۹ آیات اور ۷ رکوع ہیں

الٓمّٓ ۝۱ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ۝۲ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ۝۳ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّسْبِقُوْنَا ۭ سَاۗءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝۴ مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَاۗءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ ۭ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝۵ وَمَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝۶ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَحْسَنَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۷

الٓمّٓ (بعضے مسلمان کو کفار کی ایذاؤں سے گھبرا جاتے ہیں تو) کیا ان لوگوں نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ وہ اتنا کہنے پر چھوٹ جائیں گے کہ ہم ایمان لے آئے اور ان کو (قسم قسم کے مصائب سے) آزمایا نہ جائے اور ہم تو (ایسے واقعات سے) ان لوگوں کو بھی آزما چکے ہیں۔ جو ان سے پہلے (مسلمان) ہو گزرے ہیں۔ سو اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ظاہری علم سے بیان کر رہے گا۔ جو (ایمان کے دعویٰ میں سچے تھے اور جھوٹوں کو بھی جان کر رہے گا۔ ہاں کیا جو لوگ برے برے کام کر رہے ہیں وہ خیال کرتے ہیں کہ ہم سے کہیں نکل بھاگیں گے ان کی یہ تجویز نہایت ہی بیہودہ ہے۔ جو شخص اللہ سے ملنے کی امید رکھتا ہے (اس کو تو ایسے ایسے حوادث سے پریشان نہ ہونا چاہئے) کیونکہ اللہ تعالیٰ سے ملنے کا وہ وقت معین ضرور آنے والا ہے (جس سے سارے غم غلط ہو جائیں گے) اور وہ سب کچھ سنتا سب کچھ جانتا ہے اور جو شخص محنت کرتا ہے۔ وہ اپنے ہی (نفع) کے لئے کرتا ہے (ورنہ) اللہ تعالیٰ کو (تو) تمام جہان والوں میں کسی کی حاجت نہیں اور (وہ نفع جو طاعت سے پہنچتا ہے اس کا بیان یہ ہے کہ) جو لوگ ایمان لاتے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں ہم ان کے گناہ ان سے دور کر دیں گے اور ان کو ان کے (ان) اعمال (ایمان و اعمال صالحہ کا) استحقاق سے زیادہ اچھا بدلہ دیں گے۔ ۝

تفسیر :سورة العنكبوت مكية وهى تسع وستون آية كذا فى البيضاوى الامن اولها الٰى قوله ليعلمن المنافقين كذا فى الاتقان۔ ربط: اس سورت میں زیادہ تر استقامت علی الدین سے موانع کے متعلق احکام ہیں۔ ایک مانع تھا کفار کا مسلمانوں کو ایذاء پہنچانا فعلاً، جس سے سورت شروع کی گئی ہے یا قولاً جیسا بعض غلاۃ اہل کتاب ایسے اقوال کہتے تھے ید الله مغلولة۔ ان الله فقير یا انکار نبوت کرتے تھے جس کے متعلق: لَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ ارشاد ہوا ہے۔ دوسرا مانع تھا بعض کفار کا مسلمانوں پر قولی جبر کرنا جس کا بیان آیت: وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ میں ہے۔ تیسرا مانع تھا کفار کا مسلمانوں کو اغوا کرنا جس کا بیان آیت: وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا میں ہے اور امور مذکورہ میں اکثر سے مقصود کفار کا مسلمانوں کو ان کے دین سے ہٹا دینا تھا اور یہی مضمون خاص عنوان سے سورت سابقہ کے خاتمہ کی آیت: وَلَا يَصُدُّنَّكَ میں مذکور ہوا تھا۔ اس سے فاتحہ کا خاتمہ سے ارتباط بھی ظاہر ہو گیا اور ان موانع کے درمیان دوسرے مضامین مناسبہ آ گئے ہیں۔ پھر تسلیہ کے لئے بعض قصص امم سابقہ کے مذکور ہوئے ہیں جن میں ایک تسلیہ اس امر کے معلوم کرنے سے ہو سکتا ہے کہ اہل باطل ہمیشہ اہل حق کے ساتھ مخالفت کرتے رہے ہیں جس کا ذکر اجمالاً قریب شروع کی آیت: وَلَقَدْ فَتَنَّا میں بھی ہوا تھا۔ دوسرا تسلیہ اس سے ہوا کہ اہل باطل ہی آخر میں خائب و خاسر و ہالک ہوئے۔ یہ بھی اجمالاً قریب شروع کی آیت: اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ میں بیان ہو چکا ہے۔ تیسرا

تسلیہ اس سے ہوا کہ اہل حق کو ان کے صبر و استقلال کا ثمرہ دنیا و آخرت میں ملتا ہے جس کی قصۂ ابراہیمیہ میں تصریح ہے: وَاٰتَیْنٰهُ اَجْرَهٗ فِی الدُّنْیَا ...... اور شروع سورت کے قریب بھی دو آیتوں میں عام عنوان سے مذکور ہے جو وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سے شروع ہوئی ہیں۔ چوتھا مانع ہجرت سے تھا۔ فکر رزق جس سے آیت: یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا سے اَللّٰهُ یَرْزُقُهَا تک میں تعرض ہے اور اس سب مجموعہ کے درمیان میں مسائل توحید و نبوت مذکور ہیں جو کفار کی اس تمام تر مخالفت وایذاء کا بڑا سبب تھا۔ چنانچہ مَثَلُ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا اور وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ سے رَكِبُوْا فِی الْفُلْكِ تک توحید اور مَا كُنْتَ تَتْلُوْا سے بطور مناظرہ کے اور بلکہ اُتْلُ مَاۤ اُوْحِیَ سے بطور تحقیق کے یَسْتَعْجِلُوْنَكَ تک نبوت اور ان اصولی مسئلوں کے ساتھ بعض فرعی احکام جو معظم و مہتم بالشان تھے اُتْلُ مَاۤ اُوْحِیَ میں ذکر فرما دیئے گئے جو نبوت پر بھی دال ہیں اور ان اصول انکار پر بعض آیات میں کفار کو تشنیع و تقریع فرمائی گئی ہے اور سب کے بعد آیت: وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا میں کفار کے ان مصاعب و مصائب پر صبر کرنے والوں اور دین پر مستقیم رہنے والوں کو بشارتِ عظمیٰ دے کر سورت ختم کر دی گئی اور چونکہ یہ مجاہدہ شروع کی آیت: وَمَنْ جَاهَدَ ...... میں بھی مذکور تھا سورت کی طرفین بھی متناسب ہو گئیں اور اگر اول موقع پر لِنَفْسِهٖ اور اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِیٌّ کے اثر میں ہیبت ہے اور دوسرے موقع پر لَنَهْدِیَنَّهُمْ اور مَعَ الْمُحْسِنِیْنَ کے اثر میں کہ انس ہے نظر کی جاوے تو اس ترتیب سے جو لطف تربیت مفہوم ہوتا ہے وہ محرک وجد ہے واللہ اعلم۔

تشجیع مؤمنین بر اصطبار در مشاق کفار مع بیان جزا و سزائے فریقین: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ الٓمّٓ ۚ اَحَسِبَ النَّاسُ (الی قولہ تعالیٰ) وَلَنَجْزِیَنَّهُمْ اَحْسَنَ الَّذِیْ كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ۝ ۔ الٓمّٓ ۚ (اس کے معنی تو اللہ ہی کو معلوم ہیں بعضے مسلمان جو کفار کی ایذاؤں سے گھبرا جاتے ہیں تو) کیا ان لوگوں نے یہ خیال کر رکھا ہے کہ وہ اتنا کہنے پر چھوٹ جائیں گے کہ ہم ایمان لے آئے اور ان کو (انواع مصائب سے) آزمایا نہ جاوے گا (یعنی ایسا نہ ہوگا بلکہ اس قسم کے امتحانات بھی پیش آویں گے) اور ہم تو (ایسے ہی واقعات سے) ان لوگوں کو بھی آزما چکے ہیں جو ان سے پہلے (مسلمان) ہو گزرے ہیں (یعنی اور امتوں کے مسلمانوں پر بھی یہ معاملے گزر رہے ہیں) سو (اسی طرح ان کی آزمائش بھی کی جاوے گی اور اس آزمائش میں) اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو (ظاہری علم سے) جان کر رہے گا جو (ایمان کے دعویٰ میں) سچے تھے اور جھوٹوں کو بھی جان کر رہے گا (چنانچہ جو صدق و اعتقاد سے مسلمان ہوتے ہیں وہ ان امتحانات سے ثابت رہتے ہیں بلکہ اور زیادہ پختہ ہو جاتے ہیں اور جو دفع الوقتی کے لئے مسلمان ہو جاتے ہیں وہ ایسے وقت میں اسلام کو چھوڑ بیٹھتے ہیں یعنی یہ ایک حکمت ہے امتحان کی' کیونکہ خلط میں بہت سی مضرتیں ہوتی ہیں خصوص ابتدائی حالت میں یہ مضمون تو مسلمانوں کے متعلق ہوا آگے ان ایذارساں کفار کی نسبت فرماتے ہیں کہ) ہاں کیا جو لوگ برے برے کام کر رہے ہیں وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم سے کہیں نکل بھاگیں گے' ان کی یہ تجویز نہایت ہی بے ہودہ ہے (یہ جملہ معترضہ کے طور پر تھا جس میں کفار کی بدانجامی سنا کر مسلمانوں کی ایک گونہ تسلی کر دی کہ ان ایذاؤں کا ان سے بدلہ لیا جاوے گا۔ آگے پھر مسلمانوں کی طرف روئے سخن ہے کہ) جو شخص اللہ سے ملنے کی امید رکھتا ہو سو (اس کو تو ایسے ایسے حوادث سے پریشان ہونا ہی نہ چاہئے کیونکہ) اللہ (کے ملنے) کا وہ معین وقت ضرور ہی آنے والا ہے (جس سے سارے غم غلط ہو جاویں گے۔ کقولہ تعالیٰ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْۤ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ) اور وہ سب کچھ سنتا سب کچھ جانتا ہے (نہ کوئی قول اس سے مخفی نہ کوئی فعل' پس لقاء کے وقت تمہاری سب طاعات قولیہ و فعلیہ کا صلہ دے کر سب غم دور کر دے گا) اور (یاد رکھو کہ ہم جو تم کو ترغیب دے رہے ہیں مشقتوں کے برداشت کرنے کی سو اس میں ظاہر اور مسلّم ہے کہ ہماری کوئی منفعت نہیں بلکہ) جو شخص محنت کرتا ہے وہ اپنے ہی (نفع کے) لئے محنت کرتا ہے (ورنہ) خدا تعالیٰ کو (تو) تمام جہان والوں میں کسی کی حاجت نہیں (اس میں بھی ترغیب ہے تحمل مشاق کی' کیونکہ اپنے نفع پر متنبہ ہونے سے وہ فعل زیادہ آسان ہو جاتا ہے) اور (وہ نفع جو طاعت سے پہنچتا ہے اس کا بیان یہ ہے کہ) جو لوگ ایمان لاتے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں ہم ان کے گناہ ان سے دور کر دیں گے (جس میں بعضے گناہ جیسے کفر و شرک تو ایمان سے زائل ہو جاتے ہیں اور بعضے گناہ توبہ سے کہ اعمالِ صالحہ میں داخل ہیں اور بعضے گناہ صرف حسنات سے اور بعضے گناہ محض فضل سے معاف ہو جاویں گے اور کوئی گناہ بعد قدرے سزا کے تکفیر سب کو عام ہے) اور ان کو ان کے (ان) اعمال (ایمان و اعمال صالحہ) کا (استحقاق سے) زیادہ[1] اچھا بدلہ دیں گے (پس اتنی ترغیبات پر طاعت اور مجاہدہ پر استقامت کا اہتمام پر ضرور ہے) **ف**: الناس میں الف لام عہد کا ہے جس کا مصداق خاص خاص مؤمن ہیں جو اس وقت مصائب میں مبتلا تھے اور یا الف لام جنس کا ہے جس کے صدق کے لئے بعض افراد کا تحقق کافی ہے۔ پس دونوں تقدیر پر یہ شبہ نہ رہا کہ بعض مؤمنین کو تو کچھ بھی تکلیف پیش نہیں آتی اور لَیَعْلَمَنَّ کے ترجمہ میں ظاہری کی قید کی شرح شروع پارۂ دوم قولہ تعالیٰ: لِنَعْلَمَ مَنْ یَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ کی تفسیر میں گزر چکی ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَكُوْۤا ...... اس میں دلالت ہے کہ مجاہدہ وصول الی المقصود کی شرائط (عادیہ) میں سے ہے' گو اضطراری ہی ہو۔ قولہ تعالیٰ: وَمَنْ جَاهَدَ ...... اس میں مجاہدہ کے بعد عجب و دعویٰ استحقاق کا قلع ہے۔

ملحقات الترجمۃ: (۱) قوله فی من کان یرجوا: پریشان ہونا ہی نہ چاہئے۔ اشارة الی تقدیر الجزاء ای فلیتحمل الاذی ولا یجزع فان

اجل الله الخ۔ (۲) قوله فی احسن الذی زیادہ اچھا بدلہ اشارة الٰی تقدیر مضاف قبل الموصول ای الجزاء والکلام هکذا لیجزینهم احسن جزاء الذی کانوا یعملون ۱۲۔

الروایات: فی اللباب اخرج ابن حاتم عن قتادة قال انزلت الم احسب الناس فی اناس من اهل مکة خرجوا یریدون النبی ﷺ فعرض لهم المشرکون فرجعوا فتکب الیهم اخوانهم بما نزل فیه فخرجوا فقتل من قتل وخلص من خلص فنزل القرآن والذین جاهدوا فینا لنهدینهم سبلنا الآیة ۱۲۔

النحو: قوله ان یقولوا بتقدیر اللام ای بسبب قولهم آمنا قوله ام حسب ام منقطعة کما یظهر من الترجمة ویمکن ان یکون بمعنی الاحزاب للترقی وتقریره کما فی النیسابوری ان هٰذا الحسبان اشنع من الحسبان الاول لان ذلک یقدر انه لا یمتحن لا یمانه وهذا الظن انه لا یجازی بمساویه ولهذا ختم الآیة بقوله ساء ما یحکمون ۱۲۔

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ۖ وَإِنْ جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ۚ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٨﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصَّالِحِينَ ﴿٩﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ فَإِذَا أُوذِيَ فِي اللَّهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللَّهِ وَلَئِنْ جَاءَ نَصْرٌ مِنْ رَبِّكَ لَيَقُولُنَّ إِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ ۚ أَوَلَيْسَ اللَّهُ بِأَعْلَمَ بِمَا فِي صُدُورِ الْعَالَمِينَ ﴿١٠﴾ وَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنَافِقِينَ ﴿١١﴾

اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ہے اور (اس کے ساتھ یہ بھی کہہ دیا ہے کہ) اگر وہ دونوں تجھ پر اس بات کا زور ڈالیں کہ تو ایسی چیز کو میرا شریک ٹھہرائے جس (کے معبود ہونے میں) کوئی (صحیح) دلیل تیرے پاس نہیں ہے۔ تو تو ان کا کہنا نہ ماننا تم سب کو میرے پاس ہی لوٹ کر آنا ہے سو میں تم کو تمہارے سب کام (نیک ہوں یا بد) جتلا دوں گا اور (تم میں) جو لوگ ایمان لائے ہوں گے اور نیک عمل کئے ہوں گے ہم ان کو نیک بندوں (کے درجہ) میں (کہ بہشت ہے) داخل کر دینگے اور بعضے آدمی ایسے بھی ہیں جو کہہ دیتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لائے پھر جب راہ اللہ میں کچھ تکلیف پہنچائی جاتی ہے تو لوگوں کی ایذا رسانی کو ایسا (عظیم) سمجھ جاتے ہیں جیسے اللہ کا عذاب اور اگر (کبھی کوئی) مدد (مسلمانوں کی) آپ کے رب کی طرف سے آ پہنچی ہے تو (اس وقت) کہتے ہیں کہ تم تو (دین عقیدے میں) تمہارے ساتھ تھے کیا اللہ تعالیٰ کو دنیا جہان والوں کے دلوں کی باتیں معلوم نہیں ہیں۔ (یعنی ان کے دل میں ہی ایمان نہ تھا) اور یہ اقعات اس لئے ہوتے رہتے کہ اللہ تعالیٰ تو ایمان والوں کو معلوم کر کے رہے گا اور منافقوں کو بھی معلوم کر کے رہے گا۔

تفسیر ربط: کفار طرح طرح سے مسلمانوں کو اسلام سے ہٹانے کی فکریں کرتے تھے بعضے ایذائیں پہنچاتے جس کا اوپر بیان تھا اور بعضے دوسرے طریقوں سے مجبور کرتے۔ چنانچہ حضرت سعد بن ابی وقاص کی والدہ نے ان سے کہا کہ اللہ کا حکم ہے والدین کی اطاعت کا' سو میں قسم کھاتی ہوں کہ کھانا پانی نہ چکھوں گی جب تک کہ تو اسلام کو نہ چھوڑے گا اگر چہ میری جان نکل جاوے۔ اس پر اگلی آیت نازل ہوئی۔ کذا فی اللباب عن مسلم والترمذی۔ جس میں ارشاد ہے کہ ایسی بات میں والدین کی اطاعت نہیں اور اس کے اخیر میں اس کے متعلق ترغیب وترہیب اجمالاً اور دوسری آیت میں طاعت الٰہیہ پر ترغیب تصریحاً ارشاد فرمائی۔

نہی از طاعت والدین درخلاف دین مع ترہیب وترغیب: وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا (الی قوله تعالی) لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصَّالِحِينَ ﴿٩﴾ اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ہے اور (اس کے ساتھ یہ بھی کہہ دیا ہے کہ) اگر وہ دونوں تجھ پر اس بات کا زور ڈالیں کہ تو ایسی چیز کو میرا شریک ٹھہرائے جس (کے معبود ہونے) کی کوئی (صحیح) دلیل تیرے پاس نہیں ہے (اور ہر چیز ایسی ہی ہے بلکہ کل اشیاء کی عدم الوہیت پر دلیلیں قائم ہیں) تو (اس باب میں) تو ان کا کہنا نہ ماننا تم سب کو میرے پاس لوٹ کر آنا ہے' سو میں تم کو تمہارے سب کام (نیک ہوں یا بد) جتلا دوں گا اور (تم میں) جو لوگ ایمان لائے ہوں گے اور نیک عمل کئے ہوں گے ہم ان کو نیک بندوں (کے درجہ) میں (کہ بہشت ہے) داخل کر دیں گے (اور اسی طرح اعمال بد پر ان کے مناسب سزا دیں گے' پس اسی بناء پر جس نے والدین کی اطاعت کو ہماری اطاعت پر مقدم رکھا ہوگا وہ سزا پاوے گا اور جس نے اس کا عکس کیا ہوگا نیک جزا پاوے گا حاصل یہ ہوا کہ واقعۂ بالا میں ماں کی عصیان سے وسوسہ گناہ کا نہ کیا جاوے)۔ ربط: اوپر اخبار عن الامتحان کے ساتھ اجمالاً ارشاد ہوا تھا: فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ ﴿٣﴾ اور بعد میں اس کی تفصیل میں صادقین کا ذکر فرمایا تھا' آگے کاذبین کا بیان ہے جو ذرا سی صعوبت سے گھبرا کر دین پر مستقیم نہیں رہتے اور تلخیص کے طور پر اس اجمال کو اس مضمون کے ختم پر پھر لایا گیا ہے اور نزول اس کا بعض خاص لوگوں کے بارہ میں ہوا ہے جو مکہ

سے ایمان لا کر ہجرت کر کے چلے تھے۔ بعض رؤسائے مکہ ان کو ہٹا لے گئے اور ان کو تکلیف پہنچائی اور وہ دین پر ثابت قدم نہ رہے کذا فی الدر عن السدی بروایۃ ابن ابی حاتم واخرجہ الطبری عن ابن عباسؓ۔

تشنیع ضعفاء فی الدین: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ (الی قولہ تعالیٰ) وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ ۝ اور بعضے آدمی ایسے بھی ہیں جو کہہ دیتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لائے پھر جب ان کو راہ خدا میں کچھ تکلیف پہنچائی جاتی ہے تو لوگوں کو ایذاء رسانی کو ایسا (عظیم) سمجھ جاتے ہیں جیسے خدا کا عذاب (جس سے آدمی بالکل ہی مجبور ہو جاوے اسی طرح اس تکلیف سے گھبرا کر دین کو چھوڑ بیٹھتا ہے اب تو یہ حال ہے) اور اگر (کبھی) کوئی مدد (مسلمانوں کی) آپ کے رب کی طرف سے آ پہنچتی ہے (مثلاً جہاد ہوا اور اس میں ایسے لوگ بھی ہاتھ آ جاویں تو (اس وقت) کہتے ہیں کہ ہم تو (دین وعقیدہ میں) تمہارے ساتھ تھے (یعنی مسلمان ہی تھے گو اکراہ کے سبب ظاہر میں کفار کے ساتھ ہو گئے تھے۔ خدا تعالیٰ اس پر رد فرماتے ہیں کہ) کیا اللہ تعالیٰ کو دنیا جہان والوں کے دلوں کی باتیں معلوم نہیں ہیں (یعنی ان کے دل ہی میں ایمان نہ تھا (اور یہ واقعات اس لئے ہوتے رہتے ہیں کہ) اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو معلوم کر کے رہے گا اور منافقوں کو بھی معلوم کر کے رہے گا۔ **ف**: مقصود رد سے یہ نہیں ہے کہ ان کا اسلام اب مقبول نہ ہو بلکہ استمرار علی الاسلام فی الماضی کے دعویٰ میں تکذیب ہے اور ہر چند کہ اکراہ میں تلفظ بکلمۂ کفر کی اجازت ہے مگر ملامت اس پر ہے کہ دل سے کیوں کفر کیا تھا جیسا صدور کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے اور خام طبیعت کے لوگ دل ہی سے پھر جاتے ہیں اور اس خیال سے کہ روز روز جھگڑے کون برداشت کرے لاؤ ان ہی میں شامل رہو اور آیت میں ان کو منافق اس اعتبار سے فرمایا کہ زمانۂ ماضی میں واقع میں تو مومن نہ تھے اور دعویٰ کرتے ہیں کہ مؤمن تھے واللہ اعلم۔ اور احقر کے نزدیک تشبیہ كَعَذَابِ اللّٰهِ کی یہ توجیہ ہوسکتی ہے کہ عذاب دینے کے وقت جو زبان سے کہے گا وہ دل میں ہوگا۔ پس اشارہ اس طرف ہے کہ فتنہ ناس جو کلمۂ کفر کا کہتا ہے اس میں قلب کو بھی بلا ضرورت موافق کر لیتا ہے اور بلا ضرورت اس لئے کہا کہ دل کی خبر تو مکرہ باسم الفاعل کو نہیں ہوتی، پھر دل سے کفر کرنے کی کیا وجہ۔ اسی لئے شرعاً اس کی اجازت نہیں۔

ملحقات الترجمۃ: قولہ ما لیس لك بہ علم اور ہر چیز ایسی ہی ہے اشارۃ الی ان ہذا القید واقعی ۱۲۔

النحو: قولہ حسنا بتقدیر المضاف صفۃ مفعول مطلق لوصینا ای وصینا ایصاء ذا حسن۔ قولہ وان جاھداك بتقدیر القول قبلہ عطف علی وصینا ۱۲۔ قولہ اولیس اللہ عطف علی مقدر ای الخفی ہذا علی اللہ ولیس الخ ۱۲۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ ۭ وَمَا هُمْ بِحٰمِلِيْنَ مِنْ خَطٰيٰهُمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝۱۲ وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ ۡ وَلَيُسْـَٔلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝۱۳ ع ۱۳ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا ۭ فَاَخَذَهُمُ الطُّوْفَانُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝۱۴ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَصْحٰبَ السَّفِيْنَةِ وَجَعَلْنٰهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝۱۵

اور کفار مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ تم (دین میں) ہماری راہ پر چلو اور (قیامت میں تمہارے گناہ ہمارے ذمہ حالانکہ یہ لوگ ان کے گناہوں میں سے ذرا بھی نہیں لے سکتے یہ بالکل جھوٹ بک رہے ہیں اور (البتہ یہ ہوگا کہ) یہ لوگ اپنے گناہ اپنے اوپر لادے ہوں گے اور اپنے (ان) گناہوں کے ساتھ (ہی) کچھ گناہ اور (بھی لادے ہوں گے) یہ لوگ جیسی جیسی جھوٹی باتیں بناتے تھے قیامت میں ان سے باز پرس (اور پھر سزا) ضرور ہوگی اور ہم نے نوح (علیہ السلام) کو ان کی قوم کی طرف (پیغمبر بنا کر) بھیجا سو وہ ان میں پچاس سال کم ایک ہزار برس رہے (اور قوم کو سمجھاتے رہے) پھر (جب اس پر بھی وہ باز نہ آئے تو) ان کو طوفان نے آ دبایا۔ وہ بڑے ظالم لوگ تھے۔ پھر (اس طوفان آنے کے بعد) ہم نے ان کو اور کشتی والوں کو (اس طوفان سے) بچا لیا اور ہم نے اس واقعہ کو تمام جہان والوں کے لئے موجب عبرت بنایا۔

تفسیر ربط: اوپر کفار کی ایذاء اور بعض دیگر طرق کا ذکر تھا جس سے مسلمانوں کو دین سے ہٹانے کی کوشش کرتے تھے۔ ایک طریق کا آگے بیان ہے وہ یہ کہ کفار قریش نو مسلموں کو کہتے کہ اس دین میں سب چیزیں جن کے تم خوگر ہو حرام ہیں، تم ہٹ جاؤ۔ اگر قیامت ہوئی تو تمہارا گناہ ہمارے ذمہ۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کذا فی الدر عن مجاھد وابن الحنفیۃ۔

تکذیب وتعذیب کفار در ضمان حمل اوزار: وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (الی قولہ تعالیٰ) وَلَيُسْـَٔلُنَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝ اور کفار مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ تم (دین میں) ہماری راہ چلو اور (قیامت میں) تمہارے گناہ (جو کفر ومعاصی سے ہوں گے) ہمارے ذمہ (اور تم سبکدوش) حالانکہ یہ لوگ ان کے گناہوں میں سے ذرا بھی (اس طور پر کہ وہ سبکدوش ہو جاویں) نہیں لے سکتے یہ بالکل جھوٹ بک رہے ہیں اور (البتہ یہ تو ہوگا کہ) یہ لوگ اپنے گناہ

(پورے پورے) اپنے اوپر لادے ہوں گے اور اپنے (ان) گناہوں کے ساتھ (ہی) کچھ گناہ اور (بھی لادے ہوں گے اور یہ دوسرے گناہ وہ کہ جن کے سبب یہ لوگ بنتے تھے مگر اصل گناہ گار جب بھی سبکدوش نہ ہوں گے' غرض دوسرے تو ہلکے نہ ہوئے یہ البتہ اس اضلال واغواء سے زیادہ بھاری ہو گئے گو اغواء مؤثر نہ ہو مگر ان کی طرف سے تو تسبیب کا عزم پایا گیا) اور یہ لوگ جیسی جیسی جھوٹی باتیں بناتے تھے قیامت میں ان سے باز پرس (اور پھر سزا) ضرور ہوگی۔ **ف**: مَا هُمْ بِحٰمِلِيْنَ اور لَيَحْمِلُنَّ کے ترجمہ کی تقریر سے وسوسہ تعارض کا دفع ہو گیا۔

رَبط: اوپر کفار کی ایذاؤں اور مخالفتوں کا بیان تھا جس سے مسلمان متضرر ہوتے ہیں' آگے تسلیہ کے لئے بعض قصص امم سابقہ کے مذکور ہیں اور وجوہ تسلیہ کے تمہید سورت میں ذکر کئے گئے ہیں۔

قصہ اول نوح علیہ السلام با قوم او: وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ (الی قولہ تعالٰی) وَجَعَلْنٰهَا اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۞ اور ہم نے نوح (علیہ السلام) کو ان کی قوم کی طرف (پیغمبر بنا کر) بھیجا سو وہ ان میں پچاس سال کم ایک ہزار برس رہے (اور قوم کو سمجھاتے رہے) پھر (جب اس پر بھی وہ لوگ ایمان نہ لائے تو) ان کو طوفان نے آ دبایا اور وہ بڑے ظالم لوگ تھے (کہ اتنی مدتِ دراز کی فہمائش سے بھی متاثر نہ ہوئے) پھر (اس طوفان آنے کے بعد) ہم نے ان کو اور کشتی والوں کو (کہ ان کے ساتھ سوار تھے اس طوفان سے) بچالیا اور ہم نے اس واقعہ کو تمام جہان والوں کے لئے (جن کو تواتر کے ساتھ خبر پہنچی) موجب عبرت بنایا (کہ غور کر کے سمجھ سکتے ہیں کہ مخالفت حق کا کیا انجام ہے) **ف**: روح المعانی میں بروایت **ابن ابی شیبه و عبد بن حمید و ابن المنذر و ابن ابی حاتم و ابن مردویه و حاکم و تصحیح حاکم۔** حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا ہے کہ نوح علیہ السلام کو چالیس برس میں نبوت ملی اور ساڑھے نو سو برس وعظ فرمایا' پھر طوفان کے بعد ساٹھ برس زندہ رہے اھ اس حساب سے ان کی عمر ایک ہزار پچاس سال کی ہوئی واللہ اعلم۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اس میں اس قول کی نفی ہے جو بعض مدعیان طریقت اہل ضلالت میں سے اپنے متبعین سے اپنا گروہ بڑھانے کے لئے کہا کرتے ہیں (کہ تم ہمارے طریق آ جاؤ اگر کوئی گناہ ہو تو ہمارے ذمہ)۔

البلاغۃ: **قوله ولنحمل اصله نحمل على انه جواب عدل الى الامر للمبالغة بالاشارة الى ان العمل لتحققه كانه امر واجب امروا به من آمر مطلاع۔ قوله: لكذبون فى الروح عن بعض المحققين الكذب راجع الى الجزء الذى فى ضمن وعدهم بالحمل وهو انهم قادرون على انجاز ما وعدو الكذب يرجع الى النطوق تارة والى لازمه اخرى ۱۲۔ قوله فلبث فيهم الف سنة الخ فى الروح لعل ما عليه النظم الكريم فى بيان مدة لبثه عليه السلام للدلالة على كمال العدد وكونه متعينا نصادون تجوز فان تسعمائة وخمسين قد يطلق على ما يقرب منه ولما فى ذكر الالف من تخئيل طول المدة لانها اول ما تقرع السمع فان المقصود من القصة تسلية رسول الله ﷺ وتثبية على ما كان عليه من مكابدة ما يناله من الكفرة واظهار ركاكة راى الذين يحسبون انهم يتركون بلا ابتلاء واختلاف اللميزين (اى التميزين من قوله سنة وعاما) لما فى التكرير فى مثل هذا الكلام من البشاعة والنكتة السنة فى الاول والعام فى الثانى ان السنة تطلق على الشدة والجذب بخلاف العام فناسب اختيار السنة لزمان الدعوة الذى قاسى عليه السلام فيه ما قاسى من قوله الخ ۱۲۔ قوله رزقا التنكير للتقليل بقرينة وقوعه تحت النفى ۱۲۔**

وَاِبْرٰهِيْمَ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۞ اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا وَّتَخْلُقُوْنَ اِفْكًا ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ۭ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۞ وَاِنْ تُكَذِّبُوْا فَقَدْ كَذَّبَ اُمَمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ۭ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۞

اور ہم نے ابراہیمؑ کو پیغمبر بنا کر بھیجا جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے (جو کہ بت پرست تھے) فرمایا کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم کچھ سمجھ رکھتے ہو تم لوگ اللہ کو چھوڑ کر محض بتوں کو پوج رہے ہو اور (اس کے متعلق) جھوٹی باتیں تراشتے ہو تم اللہ کو چھوڑ کر جن کو پوج رہے ہو وہ تم کو کچھ رزق بھی دینے کا اختیار نہیں رکھتے سو تم لوگ رزق اللہ کے پاس سے تلاش کرو اور اسی کی عبادت کرو اور اس کا شکر کرو اور تم سب کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے اور تم لوگ مجھ کو جھوٹا سمجھو تو میرا کچھ نقصان نہیں کیونکہ) تم سے پہلے بھی بہت سی امتیں اپنے پیغمبروں کو جھوٹا سمجھ چکی ہیں اور (ان کا بھی کچھ نقصان نہیں ہوا وجہ اس کی یہ ہے کہ پیغمبر کے ذمہ تو صرف (بات

کا) صاف طور پر پہنچا دیتا ہے۔

تفسیر: قصہ سوم ابراہیم علیہ السلام با قوم او: وَ اِبْرٰهِیْمَ (الی قولہ تعالی) مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ⑱ اور ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) کو (پیغمبر بنا کر) بھیجا جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے (جو کہ بت پرست تھے) فرمایا کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو (اور ڈر کر شرک چھوڑ دو) یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم کچھ سمجھ رکھتے ہو (بخلاف طریقہ شرک کے کہ محض بد تر ہے کیونکہ) تم لوگ اللہ کو چھوڑ کر محض بتوں کو (جو محض عاجز اور نا کارہ ہیں) پوج رہے ہو اور (اس کے متعلق) جھوٹی باتیں تراشتے ہو (کہ ان سے ہماری روزی روزگار کی کار برآری ہوتی ہے اور یہ محض جھوٹ ہے کیونکہ) تم خدا کو چھوڑ کر جن کو پوج رہے ہو وہ تم کو کچھ بھی رزق دینے کا اختیار نہیں رکھتے۔ سو تم لوگ رزق خدا کے پاس سے تلاش کرو (یعنی اس سے مانگو کہ مالک رزق وہی ہے) اور (جب مالک رزق وہی ہے تو) اسی کی عبادت کرو اور (چونکہ پچھلا رزق بھی اسی کا دیا ہوا ہے تو) اسی کا شکر کرو (ایک تو سبب وجوب عبادت کا یہ ہے کہ وہ مالک نفع کا ہے) اور (دوسرا سبب یہ ہے کہ وہ مالک ضرر کا بھی ہے چنانچہ) تم سب کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے (اس وقت کفر پر تم کو سزا دے گا) اور اگر تم (دعوی وجوب عبادت وشکر و اخبار عن البعث میں) مجھ کو جھوٹا سمجھو تو (یاد رکھو کہ میرا کوئی ضرر نہیں، چنانچہ) تم سے پہلے بھی بہت سی امتیں (اپنے پیغمبروں کو) جھوٹا سمجھ چکی ہیں (مگر ان پیغمبروں کا کوئی ضرر نہیں ہوا) اور (وجہ اس کی یہ ہے کہ) پیغمبر کے ذمہ تو صرف (بات کا) صاف طور پر پہنچا دینا ہے (منوانا اس کا کام نہیں، پس سب انبیاء تبلیغ کے بعد سبکدوش ہو گئے۔ اسی طرح میں بھی، پس ہم کو کوئی ضرر نہیں پہنچا۔ البتہ ماننا تمہارے ذمہ واجب تھا، اس کے ترک سے تمہارا ضرر ضرور ہوا) ف: یہ یہاں تک ابراہیم علیہ السلام کا ارشاد ہوا اور کئی آیت کے بعد قوم کا مقولہ اور بقیہ قصہ ومضمون دعوت فما كان جواب قومه سے آوے گا اور درمیان میں اولم یروا سے عذاب الیم تک بطور جملہ معترضہ کے کفار عرب کی طرف مضمون بعث وجزا کے متعلق جس کا ذکر او پر الیہ ترجعون میں بھی تھا اسی مناسبت سے روئے سخن ہے کہ یہ لوگ ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مخالفت کرنے میں مشابہ قوم ابراہیم علیہ السلام کے تھے، اس لئے ان کو متنبہ کر دیا گیا کہ دیکھو ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعوت تھی جس میں الیہ ترجعون بھی ہے جو دال ہے بعث پر اور اگر اب بھی اس میں شک وشبہ ہو تو اگلا سن لیں۔

النحو: قوله اذ قال ظرف للارسال ولا يرد عليه ان الارسال قبل الدعوة فكيف يكون وقت الدعوة ظرفا للارسال لان ارسال امر ممتد الى اوان الدعوة ويمكن ان يقال ان المراد ارسلناه حين كان صالحا لان يقول لقومه عبدوا الله اى حين ترقى من رتبة الكمال الى درجة التكميل حيث تصدى للارشاد۱۲۔ قوله وان تكذبوا عطف على مقدر اى فان تصدقوا انى فقد فزتم وان تكذبوا الخ۱۲۔

اَوَلَمْ یَرَوْا كَیْفَ یُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرٌ ⑲ قُلْ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَیْفَ بَدَاَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللّٰهُ یُنْشِئُ النَّشْاَةَ الْاٰخِرَةَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ⑳ یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ وَ یَرْحَمُ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَ اِلَیْهِ تُقْلَبُوْنَ ㉑ وَ مَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ فِی الْاَرْضِ وَ لَا فِی السَّمَآءِ ۫ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّ لَا نَصِیْرٍ ㉒ وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَ لِقَآئِهٖۤ اُولٰٓئِكَ یَئِسُوْا مِنْ رَّحْمَتِیْ وَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ㉓

کیا ان لوگوں کو یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کس طرح مخلوق کو اوّل بار پیدا کرتا ہے (کہ عدم محض سے وجود میں لاتا ہے) پھر وہی اس کو دوبارہ پیدا کرے گا۔ یہ اللہ کے نزدیک بہت ہی آسان بات ہے۔ آپ (ان لوگوں سے کہئے کہ تم لوگ ملک میں چلو پھرو اور دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو کس طور پر اول بار پیدا کیا ہے پھر اللہ پچھلی بار بھی پیدا کرے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ جس کو چاہے گا عذاب دیگا (یعنی جو اس کا مستحق ہوگا) اور جس پر چاہے رحمت فرمادیگا (یعنی جو اس کا مستحق ہوگا) اور تم سب اسی کے پاس لوٹ کر جاؤ گے اور تم نہ زمین میں (چھپ کر اللہ کو) ہرا سکتے ہو اور نہ آسمان میں (اڑ کر) اور اللہ کے سوا نہ تمہارا کوئی کارساز ہے اور نہ کوئی مددگار اور جو لوگ اللہ کی آیتوں کے اور (بالخصوص) اس کے سامنے جانے کے منکر ہیں۔ وہ لوگ (قیامت میں) میری رحمت سے ناامید ہوں گے اور یہی ہیں جن کو عذاب دردناک ہوگا۔

تفسیر ربط: آیات بالا کے ف کے ذیل میں مفہوم ہو چکا ہے۔

بیان بعث ومجازاۃ: اَوَلَمْ یَرَوْا (الی قولہ تعالی) اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ㉓ کیا ان لوگوں کو یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کس طرح مخلوق کو اول بار پیدا کرتا ہے (کہ عدم محض سے وجود میں لاتا ہے) پھر وہی دوبارہ اس کو پیدا کرے گا۔ یہ اللہ کے نزدیک بہت آسان بات ہے (بلکہ بادی النظر میں دوبارہ پیدا کرنا اول

آفرینش سے بھی سہل تر ہے' گو قدرتِ ذاتیہ کے اعتبار سے دونوں مساوی ہیں اور یہ لوگ امر اول کا تو اعتراف کرتے تھے لقولہ تعالیٰ: وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ [العنکبوت: ٦١] اور امر ثانی مماثل اس کے ہے' پس اس کی مقدوریت بھی اس دلیل سے معلوم ہوگئی' اس لئے اولم یروا اس سے بھی متعلق ہوسکتا ہے اور زیادہ اہتمام کے لئے۔ آگے پھر یہی مضمون قدرے تفاوتِ عنوان سے سنانے کے لئے حضور ﷺ کو ارشاد فرماتے ہیں کہ) آپ (ان لوگوں سے) کہئے کہ تم لوگ ملک میں چلو پھرو اور دیکھو کہ خدا تعالیٰ نے مخلوق کو کس طور پر اول بار پیدا کیا ہے' پھر اللہ پچھلی بار بھی پیدا کرے گا' بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے (پہلے عنوان میں بدءِ خلق کے علم عقلی سے اعادہ پر استدلال کیا ہے جیسا اس پر اولم یروا دال ہے اور دوسرے عنوان میں بدءِ خلق کے علم حسی سے اعادہ پر استدلال ہے جیسا انظروا اس پر دال ہے' جس میں اول سے ترقی ہے کہ ما بہ الاستدلال صرف امر عقلی نہیں بلکہ امر حسی ہے' یہ تو بعث کا اثبات تھا' آگے جزاء کا بیان ہے کہ بعد بعث کے) جس کو چاہے گا عذاب دے گا (یعنی جو اس کا مستحق ہوگا) اور جس پر چاہے رحمت فرماوے گا (یعنی جو اس کا اہل ہوگا) اور (اس تعذیب و رحمت میں اور کسی کا دخل نہ ہوگا کیونکہ) تم سب اسی کے پاس لوٹ کر جاؤ گے (نہ کہ اور کسی[1] کے پاس) اور (اس کی تعذیب سے بچنے کی کوئی تدبیر نہیں ہے چنانچہ) تم نہ زمین میں چھپ کر خدا کو) ہرا سکتے ہو (کہ اس کے ہاتھ نہ آؤ) اور نہ آسمان میں (اڑ کر) اور خدا کے سوا تمہارا نہ کوئی کارساز ہے اور نہ کوئی مددگار (پس نہ اپنی تدبیر سے بچ سکے نہ دوسرے کی حمایت سے) اور (اوپر جو ہم نے کہا تھا: يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ اب ایک قاعدہ کلیہ سے اس کا مصداق بتلاتے ہیں کہ) جو لوگ خدا تعالیٰ کی آیتوں کے اور (بالخصوص) اس کے سامنے جانے کے منکر ہیں وہ لوگ (قیامت میں) میری رحمت سے ناامید ہوں[2] گے (یعنی اس وقت مشاہدہ ہو جاوے گا کہ ہم محل رحمت نہیں ہیں) اور یہی ہیں جن کو عذاب دردناک ہوگا۔ **ف**: اليه ترجعون سے مقصود اگر اللہ تعالیٰ کا مالک ضر رہونا کہا جاوے اور اليه تقلبون سے دوسرے کا مالک نہ ہونا لیا جاوے تو تکرار مضمون کا نہ رہے گا اور یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ مقصود تاکید ہے اور عنوان کا تغایر تو ظاہر ہے اور چونکہ اجالت فکر کے لئے ایک چیز کا مشاہدہ کافی ہے اور اجالت نظر کے لئے اشیائے کثیرہ کا اس لئے فانظروا کے ساتھ سیروا في الارض آیا اور چونکہ اس امر نظر سے مقصود زیادہ اہتمام ہے اس لئے قل کی تصریح بھی فرمائی اور عجب نہیں ینشئ النشأة الآخرة جو کہ عنوان مفصل ہے اسی لئے اختیار فرمایا ہو کہ یعیدہ کی تفسیر و توضیح ہو جاوے جو مقتضا ہے اہتمام کا اور عقل سے مستقبل کا علم بھی ہوتا ہے اور نظر سے صرف اس کا جو نظر سے پہلے بن کر اب تک موجود ہو' اس لئے الم یروا کے ساتھ یبدئ مضارع اور فانظروا کے ساتھ بدأ ماضی نہایت مناسب ہوا' وہذا کلہ من المواہب۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ اس میں اصل ہے اس کی بعض اہل طریق زمین میں سیاحت کرتے ہیں تاکہ ان کے احوال کے تتبع سے عبرت حاصل کریں اور اس میں ان کی اور بھی مصلحتیں ہوتی ہیں جیسے خلق سے تعلقات کی تقلیل اور خمول اور غربت اور اسباب معاصی کا فقدان۔

ملحقات الترجمۃ: [1] قوله في تقلبون: نہ کہ اور کسی کے كذا في الروح قلت فالمحط نفي الغير ۱۲۔ [2] قوله في يئسوا ہوں گے اشارة الى ان الماضي بمعنى المضارع ۱۲۔

اللغات: بدأ وبدا بمعنى واحد لكن لا يستعمل ابدا بدون الاعادة كما في الروح ۱۲۔

النحو: قوله ثم الله ينشئ معطوف على سيروا لاعلى بدأ فلا يرد كونه مما لم يتعلق به النظر۔ قوله في الارض وقوله في السماء متعلقان بمحذوف وهو الهرب في الاول والتحصن في الثاني اى ما انتم بمعجزين بالهرب في الارض ولا بالتحصن في السماء ۱۲۔

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوا اقْتُلُوْهُ اَوْ حَرِّقُوْهُ فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ النَّارِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَقَالَ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا ۙ مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّيَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۫ وَّمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۲۵﴾ فَاٰمَنَ لَهٗ لُوْطٌ ۘ وَقَالَ اِنِّيْ مُهَاجِرٌ اِلٰى رَبِّيْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۶﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَجَعَلْنَا فِيْ ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتٰبَ وَاٰتَيْنٰهُ اَجْرَهٗ فِي الدُّنْيَا ۚ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۲۷﴾

وقف لازم

سو (ابراہیم کی اس تقریر دل پذیر کے بعد) ان کی قوم کا (آخری) جواب بس یہ تھا کہ (آپس میں) کہنے لگے کہ ان کو یا قتل کر ڈالو یا ان کو جلا دو (چنانچہ جلانے کا سامان کیا) سو اللہ نے ان کو اس آگ سے بچا لیا۔ بے شک اس واقعہ میں ان لوگوں کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں' نشانیاں ہیں اور ابراہیم نے (وعظ میں بھی) فرمایا کہ تم نے جو اللہ کو چھوڑ

کر بتوں کو (معبود) تجویز کر رکھا ہے بس یہ تمہارے دنیا کے تعلقات کی وجہ سے ہے۔ پھر قیامت میں تمہارا یہ حال ہے کہ (تم میں ایک دوسرے کا مخالف ہو جائے گا اور ایک دوسرے پر لعنت کرے گا اور اگر تم اس بت پرستی سے باز نہ آئے تو) تمہارا ٹھکانا دوزخ ہوگا اور تمہارا کوئی حمایتی نہ ہوگا۔ سو (اتنے وعظ پر بھی ان کی قوم نہ مانی) صرف لوطؑ نے ان کی تصدیق فرمائی اور ابراہیم نے فرمایا کہ اپنے پروردگار کی (بتلائی ہوئی جگہ کی) طرف ترک وطن کر کے چلا جاؤں گا وہ بے شک زبردست حکمت والا ہے اور ہم نے تو (ہجرت کے بعد) ان کو اسحٰق (بیٹا) اور یعقوب (پوتا) عنایت فرمایا اور ہم نے ان کی نسل میں نبوت اور کتاب (کے سلسلہ) کو قائم رکھا اور ہم نے ان کا صلہ ان کو دنیا میں بھی دیا اور آخرت میں بھی (بڑے درجے کے) نیک بندوں میں ہوں گے۔

تفسیر ربط آیات: وَ اِبْرٰهِیْمَ اِذْ قَالَ کے ف کے ذیل میں ملاحظہ کرلیا جاوے۔

تتمۂ قصہ ابراہیم علیہ السلام: فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا اقْتُلُوْهُ (الی قوله تعالی) وَ اِنَّهٗ فِی الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۲۷﴾ سو (ابراہیم علیہ السلام کی اس تقریر دلپذیر کے بعد) ان کی قوم کا (آخری[1]) جواب بس یہ تھا کہ (آپس میں) کہنے لگے کہ ان کو یا تو قتل کر ڈالو یا ان کو جلا دو (چنانچہ جلانے کا سامان کیا) سو اللہ نے ان کو اس آگ سے بچا لیا (جس کا قصہ سورۂ انبیاء میں گزر چکا ہے) بے شک اس واقعہ میں ان لوگوں کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں کئی نشانیاں ہیں (یعنی یہ واقعہ کئی مدلول کی دلیل ہے اللہ کا قادر ہونا' ابراہیم علیہ السلام کا نبی ہونا' کفر و شرک کا باطل ہونا' پس دلیل واحد باعتبار تعدد مدلول کے تغایر اعتباری کے طور پر بجائے متعدد دلائل کے ہوگئی) اور ابراہیم (علیہ السلام) نے (وعظ میں یہ بھی) فرمایا (خواہ بعد واقعہ نار کے یا قبل بھی) کہ تم نے جو خدا کو چھوڑ کر بتوں کو (معبود) تجویز کر رکھا ہے بس یہ تمہارے باہمی دنیا کے تعلقات کی وجہ سے ہے (چنانچہ مشاہد ہے کہ اکثر آدمی اپنے علاقہ اور دوستی اور رشتہ والوں کے طریق پر رہتا ہے یا تو اس وجہ سے حق میں غور ہی نہیں کرتا اور یا سمجھ کر بھی ڈرتا ہے کہ یہ سب چھٹ جاویں گے) پھر قیامت میں (تمہارا یہ حال ہوگا کہ) تم میں ایک دوسرے کا مخالف ہو جاوے گا اور ایک دوسرے پر لعنت کرے گا (جیسا سورۂ اعراف میں ہے: لَعَنَتْ اُخْتَهَا [الأعراف: ۳۸] اور سورۂ سبا میں ہے: یَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰی بَعْضِ اِۨالْقَوْلَ [سباء: ۳۱] اور سورۂ بقرہ میں ہے: اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِیْنَ اتُّبِعُوْا [البقرة: ۱۶۶]) اور (اگر تم اس بت پرستی سے باز نہ آئے تو) تمہارا ٹھکانا دوزخ ہوگا اور تمہارا کوئی حمایتی نہ ہوگا سو (اتنے وعظ و پند پر بھی ان کی قوم نے نہ مانا) صرف لوط (علیہ السلام) نے فرمایا کہ میں (تم لوگوں میں نہیں رہتا بلکہ) اپنے پروردگار کی (بتلائی ہوئی جگہ کی) طرف ترکِ وطن کر کے چلا جاؤں گا۔ بے شک وہ زبردست حکمت والا ہے (وہ میری حفاظت کرے گا اور مجھ کو اس کا ثمرہ دے گا) اور ہم نے (ہجرت کے بعد) ان کو اسحٰق (بیٹا) اور یعقوب (پوتا) عنایت فرمایا اور ہم نے ان کی نسل میں نبوت اور کتاب (کے سلسلہ) کو قائم رکھا اور ہم نے ان کا صلہ ان کو دنیا میں بھی دیا اور وہ آخرت میں بھی (بڑے درجہ کے) نیک بندوں میں ہوں گے (اس صلہ سے مراد قرب و قبول ہے کقوله تعالی فی البقرة: لَقَدِ اصْطَفَیْنٰهُ فِی الدُّنْیَا [البقرة: ۱۳۰])

ترجمہ مسائل السلوک: قوله تعالی: وَقَالَ اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ اس میں دلالت ہے کہ جس اتفاق و اتحاد میں فساد دین ہو اس کا ترک واجب ہے۔ قوله تعالی: وَ اٰتَیْنٰهُ اَجْرَهٗ فِی الدُّنْیَا اس میں دلالت ہے کہ دنیوی نعمتوں کا عطا ہونا جیسا بعض اہل اللہ کو ہوتی ہیں آخرت میں اس کے رتبہ کو نہیں گھٹاتا۔

ملحقات الترجمۃ: [1] قوله فی جواب: آخری لان الکلام لم ینحصر فیه ۱۲۔

نکتۃ: لم یذکر فی الآیۃ هبۃ اسماعیل له علیهما السلام اما لان المقام مقام الامتنان وهبۃ الولد من العجوز اعظم منة من هبۃ من الشابة واما لان التلویح الیه وقع فی قوله ذریته ولم یصرح به لشهرة امره مع ان المخاطب ﷺ من اولاده وهو اعلم به فلا یخفی من فهمه ۱۲۔

النحو: قوله مودۃ مفعول لاجله مما هو علۃ کقعدت جبناء ۱۲۔

وَ لُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ ۫ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۲۸﴾ اَئِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ وَ تَقْطَعُوْنَ السَّبِیْلَ ۙ۬ وَ تَاْتُوْنَ فِیْ نَادِیْكُمُ الْمُنْكَرَ ؕ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۲۹﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِیْ عَلَی الْقَوْمِ الْمُفْسِدِیْنَ ﴿۳۰﴾ ع وَ لَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَاۤ اِبْرٰهِیْمَ بِالْبُشْرٰی ۙ قَالُوْۤا اِنَّا مُهْلِكُوْۤا اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْیَةِ ۚ اِنَّ اَهْلَهَا كَانُوْا ظٰلِمِیْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَ اِنَّ فِیْهَا لُوْطًا ؕ قَالُوْا نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَنْ فِیْهَا ٘ لَنُنَجِّیَنَّهٗ وَ اَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۫ كَانَتْ مِنَ

الْغٰبِرِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَلَمَّآ اَنْ جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِيْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالُوْا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ ۟ اِنَّا مُنَجُّوْكَ وَاَهْلَكَ اِلَّا امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۳۳﴾ اِنَّا مُنْزِلُوْنَ عَلٰٓى اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَلَقَدْ تَّرَكْنَا مِنْهَآ اٰيَةًۢ بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۳۵﴾

اور ہم نے لوط کو پیغمبر بنا کر بھیجا جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم ایسی بے حیائی کرتے ہو کہ تم سے پہلے کسی نے دنیا جہان والوں میں نہیں کی۔ کیا تم مردوں سے فعل کرتے ہو (وہ بے حیائی کا کام یہی ہے) اور تم ڈاکے ڈالتے ہو اور (غضب یہ ہے) کہ اپنی بھری مجلس میں) معقول حرکت کرتے ہو۔ سو ان کی قوم کا (آخرت) جواب بس یہ تھا کہ تم ہم پر اللہ کا عذاب لے آ ؤ اگر تم (اس بات میں سچے ہو کہ یہ افعال وجب عذاب ہیں) لوط (علیہ السلام) نے دعا کی کہ اے میرے رب مجھ کو ان مفسد لوگوں پر غالب (اور ان کو عذاب سے ہلاک) کر دے اور ہمارے وہ بھیجے ہوئے فرشتے جب ابراہیم کے پاس بشارت لے کر پہنچتے تو (اثناء گفتگو میں) ان فرشتوں نے (ابراہیم سے) کہ ہم ان بستی والوں کو ہلاک کرنے والے ہیں (کیونکہ) وہاں کے باشندے بڑے شریر ہیں۔ ابراہیم نے فرمایا کہ وہاں تو لوطؑ (بھی موجود) ہیں۔ فرشتوں نے کہا کہ جو جو وہاں (رہتے ہیں) ہم سب جانتے ہیں ہم ان کو اور ان کے خاص متعلقین کو بچالیں گے۔ ان کی بی بی کے کہ وہ عذاب میں رہنے والوں میں سے ہوگی۔ یہ گفتگو تو ابراہیم سے ہوئی اور پھر وہاں سے فارغ ہو کر جب ہمارے وہ فرستادے لوطؑ کے پاس پہنچے تو لوطؑ ان (کے آنے) کی وجہ سے مغموم ہوئے اور ان کے سبب تنگ دل ہوئے اور فرشتوں نے جب یہ حال دیکھا تو فرشتے کہنے لگے کسی بات کا آپ اندیشہ نہ کریں اور نہ مغموم ہوں کہ ہم آپ کے اور آپ کے خاص متعلقین کو بچالیں گے۔ آپ کی بی بی کو وہ عذاب میں رہ جانے والوں میں ہوں گی (اور آپ کو بمع متعلقین اس سے بچا کر) ہم اس بستی کے (بقیہ) باشندوں پر ایک آسمانی عذاب ان کی بدکاریوں کی سزا میں نازل کرنے والے ہیں اور ہم نے اس بستی کے کچھ ظاہر نشانی (اب تک) رہنے دیئے ہیں ان لوگوں (کی عبرت) کے لئے جو عقل رکھتے ہیں۔ ۞

تفسیر: قصۂ سوم لوط علیہ السلام با قوم او: وَلُوْطًا (الی قولہ تعالی) وَلَقَدْ تَّرَكْنَا مِنْهَآ اٰيَةًۢ بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۳۵﴾ اور ہم نے لوط (علیہ السلام) کو پیغمبر بنا کر بھیجا جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم ایسی بے حیائی کا کام کرتے ہو کہ تم سے پہلے کسی نے دنیا جہان والوں میں نہیں کیا' کیا تم مردوں سے فعل کرتے ہو (وہ بے حیائی کا کام یہی ہے) اور (اس کے علاوہ دوسری نامعقول حرکتیں بھی کرتے ہو مثلاً یہ کہ) تم ڈاکہ ڈالتے ہو (**كذا في الدر عن ابن زيد**) اور (غضب یہ ہے کہ) اپنی بھری مجلس میں نامعقول حرکت کرتے ہو (اور معصیت کا اعلان یہ خود ایک معصیت وقبح عقلی ہے) سو ان کی قوم کا (آخری) جواب بس یہ تھا کہ ہم پر اللہ کا عذاب لے آ ؤ اگر تم (اس بات میں) سچے ہو (کہ یہ افعال موجب عذاب ہیں) لوط (علیہ السلام) نے دعا کی کہ اے میرے رب مجھ کو ان مفسد لوگوں پر غالب (اور ان کو عذاب سے ہلاک) کر دے اور (ان کی دعا قبول ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے عذاب کی خبر دینے کے لئے فرشتے معین فرمائے اور دوسرا کام ان فرشتوں کو یہ بتلایا گیا کہ ابراہیم علیہ السلام کو اسحٰق علیہ السلام کے تولد کی بشارت دیں' چنانچہ) ہمارے (وہ) بھیجے ہوئے فرشتے جب ابراہیم (علیہ السلام) کے پاس (ان کے فرزند اسحٰق کے تولد کی) بشارت لے کر آئے تو (اثنائے گفتگو میں جس کا مفصل بیان دوسرے موقع پر ہے: قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ [الحجر: ۵۷]) ان فرشتوں نے (ابراہیم علیہ السلام سے) کہا کہ ہم اس بستی والوں کو (جس میں قوم لوط آباد ہے) ہلاک کرنے والے ہیں (کیونکہ) وہاں کے باشندے بڑے شریر ہیں۔ ابراہیم (علیہ السلام) نے فرمایا کہ وہاں تو لوط (علیہ السلام بھی موجود) ہیں (وہاں عذاب نہ بھیجا جاوے کہ ان کو گزند پہنچے گا) فرشتوں نے کہا کہ جو جو وہاں (رہتے) ہیں ہم کو سب معلوم ہیں' ہم ان کو اور ان کے خاص متعلقین کو (یعنی ان کے خاندان والوں کو اور جو مؤمن ہوں اس عذاب سے) بچالیں گے (اس طرح سے کہ نزول عذاب کے قبل ان کو بستی سے باہر نکال لے جاویں گے) بجز ان کی بی بی کے کہ وہ عذاب میں رہ جانے والوں سے ہوگی (جس کا ذکر سورۂ ہود اور سورۂ حجر میں گزر چکا یہ گفتگو تو ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی) اور (پھر وہاں سے فارغ ہو کر) جب ہمارے وہ فرستادے لوط (علیہ السلام) کے پاس پہنچے تو لوط (علیہ السلام) ان (کے آنے) کی وجہ سے (اس لئے) مغموم ہوئے (کہ وہ بہت حسین جوانوں کی شکل میں آئے تھے اور لوط علیہ السلام نے ان کو آدمی سمجھا اور اپنی قوم کی نامعقول حرکت کا خیال آیا) اور (اس وجہ سے) ان (کے آنے) کے سبب تنگ دل ہوئے اور (فرشتوں نے جو یہ حال دیکھا تو) وہ فرشتے کہنے لگے آپ (کسی بات کا) اندیشہ نہ کریں اور نہ مغموم ہوں (ہم آدمی نہیں ہیں' عذاب کے فرشتے ہیں۔ کقولہ تعالیٰ: انا رسل ربك اور اس عذاب سے) ہم آپ کو اور آپ کے خاص متعلقین کو بچالیں گے بجز آپ کی بی بی کے کہ وہ عذاب میں رہ جانے والوں میں ہوگی (اور آپ کو مع متعلقین کے اس سے بچا کر) ہم اس بستی کے (بقیہ) باشندوں پر ایک آسمانی عذاب (یعنی اسباب غیر طبعیہ غیر ارضیہ سے) ان کی بدکاریوں کی سزا میں نازل کرنے والے ہیں (چنانچہ وہ بستی الٹ دی گئی اور غیبی پتھروں سے سنگ باری کی گئی) (اور ہم نے اُس بستی کے کچھ ظاہر نشان (اب تک) رہنے دیئے ہیں ان لوگوں (کی عبرت) کے لئے جو عقل رکھتے ہیں (چنانچہ اہل مکہ سفر شام میں ان ویران مقامات کو دیکھتے تھے اور جو اہل عقل تھے وہ منتفع بھی ہوتے

تھے کہ ڈر کر ایمان لے آتے تھے)۔ ف: سورۂ اعراف وسورۂ ہود وسورۂ حجر میں یہ قصہ آ چکا ہے بعض ضروری فوائد اس کے متعلق وہاں لکھے گئے ہیں۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: قَالَ رَبِّ انْصُرْنِي ...... اعدائے دین پر بددعا کرنے کا جواز ثابت ہوتا ہے اور یہ کہ یہ کمال اخلاق مثل حلم وکرم کے منافی نہیں۔ قولہ تعالیٰ: قَالَ اِنَّ فِيْهَا لُوْطًا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اہل اللہ کا کسی مجمع میں ہونا ان پر عقوبت نازل ہونے سے مانع ہوتا ہے اور اہل اللہ کا ان سے جدا ہو جانا اس مانع کا ارتفاع ہے اور یہ اقتضا اس کا فی نفسہ ہے گو کسی عارض سے متخلف ہو جاوے۔ قولہ تعالیٰ: وَلَمَّا اَنْ جَآءَتْ رُسُلُنَا اس سے ثابت ہوا کہ طبعی غم اور ضیق کمال کے منافی نہیں جبکہ ان کے مقتضا سے غیر مشروع پر عمل نہ کیا جاوے۔ قولہ تعالیٰ: اِلَّا امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ اس میں دلالت ہے کہ مقبولین کے ساتھ محض قرابت کا تعلق بدوں ایمان کے نافع نہیں۔

حاشیہ: (۱) مراد اس سے وہی اتیان رجال ہے کہ سر مجلس کرتے تھے ۱۲ منہ۔

ملحقات الترجمۃ: (۱) قوله فی ترکنا منها: اس بستی اشارة الی المرجع القرية والآية الديار الخربة كذا فی الخازن ۱۲۔

النحو: قوله منجوك محل الكاف الجر بالاضافة ولذا حذفت النون عند سيبويه واهلك منصوب على اضمار فعل ای وننجی اهلك وذهب الاخفش وهشام الى ان الكاف فی محل النصب واهلك معطوف عليه وحذفت النون لشدة طلب الضمير الاتصال بما قبله للاضافة كذا فی الروح ۱۲۔

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۙ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَارْجُوا الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۳۶﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۳۷﴾ وَعَادًا وَّثَمُوْدَا۠ وَقَدْ تَّبَيَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ ۟ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَكَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ ﴿۳۸﴾ وَقَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ ۟ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ وَمَا كَانُوْا سٰبِقِيْنَ ﴿۳۹﴾ فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۴۰﴾

اور مدین والوں کے پاس ہم نے ان (کی برادری) کے بھائی شعیب کو پیغمبر بنا کر بھیجا سو انہوں نے فرمایا کہ اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو (اور شراب چھوڑ دو) اور روز قیامت سے ڈرو اور سرزمین میں فساد مت پھیلاؤ۔ سو ان لوگوں نے شعیب کو جھٹلایا پس زلزلہ نے ان کو آ پکڑا پھر وہ اپنے گھروں میں اوندھے منہ گر کر رہ گئے اور ہم نے عاد اور ثمود کو بھی (انکے عناد وخلاف کی وجہ سے) ہلاک کیا اور یہ ہلاک ہونا تم کو ان کے رہنے کے مقامات سے نظر آ رہا ہے اور حالت ان کی یہ تھی کہ شیطان نے کے اعمال (بد) کو ان کی نظر میں مستحسن کر رکھا تھا اور (اس ذریعہ سے) ان کو راہ (حق) سے باز رکھا تھا اور وہ لوگ (ویسے) ہوشیار تھے اور ہم نے قارون اور فرعون اور ہامان کو بھی (انکے کفر کے سبب) ہلاک کیا اور ان (تینوں) کے پاس موسیٰ کھلی دلیلیں (حق کی) لے کر آئے تھے پھر ان لوگوں نے زمین میں سرکشی کی اور (ہمارے عذاب سے) بھاگ نہ سکے تو ہم نے ہر ایک کو اسکے گناہ کی سزا میں پکڑ لیا سو ان میں بعضوں پر تو ہم نے تند ہوا بھیجی اور ان میں بعضوں کو ہولناک آواز نے آ دبایا اور ان میں بعضوں کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا اور ان میں بعضوں کو ہم نے (پانی میں) ڈبو دیا۔ اللہ تعالیٰ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرتا لیکن یہی لوگ (شرارتیں کر کے) اپنے اوپر ظلم کیا کرتے تھے۔

تفسیر: قصۂ چہارم شعیب علیہ السلام: وَاِلٰى مَدْيَنَ (الی قوله تعالی) فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ اور مدین والوں کے پاس ہم نے ان (کی برادری) کے بھائی شعیب (علیہ السلام) کو پیغمبر بنا کر بھیجا، سو انہوں نے فرمایا کہ اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو (اور شرک چھوڑ دو) اور روزِ قیامت سے ڈرو[۱] (اور انکار بعث چھوڑ دو) اور سرزمین میں فساد مت پھیلاؤ (یعنی حقوق اللہ وحقوق العباد کو ضائع مت کرو جیسا کفر وشرک کے ساتھ کم ناپنے تولنے کے بھی خوگر تھے اور اقامت عدل کے ترک کا فساد ہونا ظاہر ہے) سو ان لوگوں نے شعیب (علیہ السلام) کو جھٹلایا پس زلزلہ نے اُن کو آ پکڑا، پھر وہ اپنے گھروں میں اوندھے گر کر رہ گئے۔ ف: سورۂ اعراف اور سورۂ ہود میں یہ قصہ مع ضروری فوائد کے گزرا ہے۔

قصۂ پنجم وششم وہفتم وہشتم ونہم تذکرۂ اجمالی عاد وثمود وقارون وفرعون وہامان: وَعَادًا وَّثَمُوْدَا۠ (الی قوله تعالی) وَلٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ اور ہم نے عاد وثمود کو بھی (اُن کے عناد وخلاف کی وجہ سے) ہلاک کیا اور یہ ہلاک ہونا تم کو ان کے رہنے کے مقامات سے نظر آ رہا ہے (کہ آثار ویرانی و بربادی

کے ان سے نمایاں ہیں اور یہ مقامات شام کو جاتے ہوئے ملتے تھے) اور (حالت ان کی یہ تھی کہ) شیطان نے ان کے اعمال (بد) کو ان کی نظر میں مستحسن کر رکھا تھا اور (اس ذریعہ سے) ان کو راہ (حق) سے روک رکھا تھا اور وہ لوگ (ویسے) ہوشیار تھے (مجنون ومعتوہ نہ تھے مگر اس جگہ انہوں نے اپنی عقل سے کام نہ لیا) اور ہم نے قارون اور فرعون اور ہامان کو بھی (ان کے کفر کے سبب) ہلاک کیا اور (ان تینوں) کے پاس موسیٰ (علیہ السلام) کھلی دلیلیں (حق کی) لے کر آئے تھے پھر ان لوگوں نے زمین میں سرکشی کی اور ہمارے (عذاب سے) بھاگ نہ سکے تو ہم نے (ان پانچوں میں سے) ہر ایک کو اس کے گناہ کی سزا میں پکڑ لیا' سو ان میں بعضوں پر تو ہم نے تند ہوا بھیجی (مراد اس سے قوم عاد ہے) اور ان میں بعضوں کو ہولناک آواز نے آ دبایا (مراد اس سے ثمود ہے۔ لقولہ تعالیٰ فی سورۃ ہود: وَاَخَذَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوا الصَّیْحَةُ [ھود: ٦٧]) اور ان میں بعض کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا (مراد اس سے قارون ہے) اور ان میں بعض کو ہم نے (پانی میں) ڈبو دیا (مراد اس سے فرعون وہامان ہے) اور (ان لوگوں پر جو عذاب نازل ہوئے تو) اللہ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرتا (یعنی بلا وجہ سزا دیتا جو ظاہراً مشابہ ظلم کے ہے' گو واقع میں بوجہ اپنے ملک میں تصرف کرنے کے یہ بھی ظلم نہ ہوتا) لیکن یہی لوگ (شرارتیں کر کے) اپنے اوپر ظلم کیا کرتے تھے (کہ اپنے کو مستحق تعذیب بنایا اور غارت ہوئے تو اپنا ضرر خود کیا) **ف**: عاد وثمود کا قصہ اعراف اور ہود میں گزر چکا ہے اور بقیہ تین کا سورۂ قصص میں۔ ربط: شروع سورت سے کفار کے مسلمانوں کو ایذاء دینے کے مضمون کا سلسلہ یہاں تک چلا آیا ہے۔ آگے توحید ونبوت کی تحقیق ہے جو بنا تھی اس ایذاء رسانی کی اور اس سے اس ایذاء رسانی کا ناحق ہونا بھی واضح ہو جاوے گا' کقولہ تعالیٰ: وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ یُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ ...... [البروج: ٨]

ملحقات الترجمۃ: قوله في ارجوا: ذ رواشارة الى ان الرجاء بمعنى الخوف ۱۲۔

اللغات: الحاصب الريح التى ترمى بالحصباء العنكبوت فى اعراب القرآن النون فى العنكبوت اصل والتاء زائدة لقولهم فى جمعه عناكب وفى القاموس يقع على الذكر والانثى ۱۲۔ على الذكر والانثى ۱۲۔

النحو: عادا مع ما عطف عليه معمول لقد راى اهلكنا المدلول عليه بقوله فاخذتهم الرجفة۔

مَثَلُ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِیَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ اِتَّخَذَتْ بَیْتًا ؕ وَ اِنَّ اَوْهَنَ الْبُیُوْتِ لَبَیْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾ اِنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَیْءٍ ؕ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۴۲﴾ وَ تِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۚ وَ مَا یَعْقِلُهَاۤ اِلَّا الْعٰلِمُوْنَ ﴿۴۳﴾ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۴۴﴾

وقف لازم — ع ۴

جن لوگوں نے اللہ کے سوا اور کارساز تجویز کر رکھے ہیں ان لوگوں کی مثال مکڑی کی سی مثال ہے۔ جس نے ایک گھر بنایا اور کچھ شک نہیں کہ سب گھروں میں زیادہ بودا مکڑی کا گھر ہوتا ہے۔ اگر وہ (حقیقت حال کو) پہنچانتے تو ایسا نہ کرتے۔ اللہ تعالیٰ (تو) ان سب چیزوں (کی حقیقت اور صنعت) کو جانتا ہے جس جس کو وہ لوگ اللہ کے سوا پوج رہے ہیں (پس وہ چیزیں تو نہایت ضعیف ہیں) اور وہ (اللہ تعالیٰ) زبردست حکمت والا ہے اور ہم ان (قرآنی) مثالوں کو لوگوں کے (سمجھانے کے) لئے بیان کرتے ہیں اور ان مثالوں کو بس علم والے ہی لوگ سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو مناسب طور پر بنایا ہے ایمان والوں کے لئے اس میں (اس کے استحقاق عبادت کی) بڑی دلیل ہے۔ ۞

تفسیر: تزئیف شرک واثبات توحید: مَثَلُ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِیَآءَ (الی قولہ تعالیٰ) اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۴۴﴾ جن لوگوں نے خدا کے سوا اور کارساز تجویز کر رکھے ہیں ان لوگوں کی (مثال) مکڑی کی سی مثال ہے جس نے ایک گھر بنایا اور کچھ شک نہیں کہ سب گھروں میں زیادہ بودا مکڑی کا گھر ہوتا ہے (پس جیسا اُس مکڑی نے اپنے زعم میں اپنی پناہ بنائی ہے مگر واقع میں وہ پناہ غایت ضعف سے کالعدم ہے' اسی طرح یہ مشرک معبودات باطلہ کو اپنے زعم میں اپنی پناہ سمجھتے ہیں مگر واقع میں وہ پناہ لاشئے محض ہے) اگر وہ (حقیقت حال کو) جانتے تو ایسا نہ کرتے (یعنی شرک نہ کرتے لیکن وہ نہ جانیں تو کیا ہوا (اللہ تعالیٰ (تو) ان سب چیزوں (کی حقیقت اور ضعف) کو جانتا ہے جس جس کو وہ لوگ خدا کے سوا پوج رہے ہیں (پس وہ چیزیں تو نہایت ضعیف ہیں) اور وہ (خود یعنی اللہ تعالیٰ) زبردست حکمت والا ہے (جس کا حاصل قوت علمیہ وعملیہ میں کامل ہونا ہے) اور (چونکہ ہم ان چیزوں کی حقیقت کو جانتے ہیں اس لئے) ہم ان (قرآنی) مثالوں کو (جن میں سے ایک مثال اس مقام پر مذکور ہے) لوگوں کے (سمجھانے کے) لئے بیان کرتے ہیں اور ان (مثالوں سے

چاہئے تھا کہ ان لوگوں کا عدم علم جو لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ سے مفہوم ہوتا ہے مبدل بہ علم ہو جاتا ہے مگر) ان مثالوں کو بس علم والے ہی لوگ سمجھتے ہیں (خواہ حالاً موصوف بالعلم ہوں یا مآلاً ہوں یعنی علم اور حق کے طالب ہوں اور یہ لوگ طالب بھی نہیں اس لئے جہل میں مبتلا رہتے ہیں لیکن ان کے جہل سے حق، حق ہی رہے گا جس کو خدا جانتا ہے اور اپنے بیان سے ظاہر فرماتا ہے پس غیر اللہ کا مستحق عبادت نہ ہونا تو ثابت ہوا آگے اللہ تعالیٰ کے مستحق عبادت ہونے کی دلیل ہے کہ) اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو مناسب طور پر بنایا ہے (چنانچہ وہ بھی تسلیم کرتے ہیں) ایمان والوں کے لئے اس میں (اس کے استحقاق عبادت کی) بڑی دلیل ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اس آیت میں دلالت ہے کہ عقل ونظر کے ہوتے ہوئے تسویل نفسانی و شیطانی عذر نہیں اگرچہ عقل و نظر کے استعمال سے غافل رہے۔

ملحقات الترجمۃ: قولہ فی الآیۃ بڑی افادہ التنوین ۱۲۔

النحو: قولہ ما یدعون من دونہ من شئ من الاولیٰ متعلقۃ بیدعون والثانیۃ للتبیین ۱۲۔

البلاغۃ: قولہ اتخذت الخ بیان لصفۃ العنکبوت التی یدور علیہا امر التشبیہ فالمشرکون مشبہ والعنکبوت مشبہ بہ وکذا الاولیاء مشبہ والبیت مشبہ بہ ۱۲۔

اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتٰبِ وَ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ ؕ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْکَرِ ؕ وَ لَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ ؕ وَ اللّٰہُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَ لَا تُجَادِلُوْٓا اَھْلَ الْکِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ ٭ۖ اِلَّا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْھُمْ وَ قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِیْٓ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ وَ اِلٰھُنَا وَ اِلٰھُکُمْ وَاحِدٌ وَّ نَحْنُ لَہٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَ کَذٰلِکَ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الْکِتٰبَ ؕ فَالَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یُؤْمِنُوْنَ بِہٖ ۚ وَ مِنْ ھٰٓؤُلَآءِ مَنْ یُّؤْمِنُ بِہٖ ؕ وَ مَا یَجْحَدُ بِاٰیٰتِنَآ اِلَّا الْکٰفِرُوْنَ ﴿۴۷﴾

یہ کتاب آپ پر وحی کی گئی ہے آپ اسے پڑھا کیجئے اور نماز کی پابندی رکھئے بے شک نماز (اپنی وضع کے اعتبار سے) بے حیائی اور ناشائستہ کاموں سے روک ٹوک کرتی رہتی ہے اور اللہ کی یاد بہت بڑی چیز ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں کو جانتا ہے اور تم اہل کتاب کے ساتھ مہذب طریقہ کے مباحثہ مت کرو۔ ہاں جو ان میں زیادتی کریں اور یوں کہو کہ ہم اس کتاب پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو ہم پر نازل ہوئی اور ان کتابوں پر بھی جو تم پر نازل ہوئیں اور (یہ تم بھی تسلیم کرتے ہو کہ) ہمارا اور تمہارا معبود ایک ہے اور ہم تو اس کی اطاعت کرتے ہیں اور اسی طرح ہم نے آپ پر کتاب نازل فرمائی۔ سو جن لوگوں کو ہم نے کتاب (کی نافع سمجھ) دی ہے وہ اس (آپ والی) کتاب پر ایمان لے آتے ہیں اور ان (اہل عرب مشرک) لوگوں میں بھی بعض ایسے (مصنف) کہ اس کتاب پر ایمان لے آتے ہیں اور ہماری آیتوں سے (ضدی) کافروں کے اور کوئی منکر نہیں ہوتا۔

تفسیر ربط: اوپر توحید کا ذکر تھا جس کی وجہ ارتباط اس کے قبل تمہید میں بیان ہو چکی ہے۔ آگے نبوت کا ذکر ہے۔ اس ترتیب سے کہ اول حضور ﷺ کو اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ سے تبلیغ قولی اور اَقِمِ الصَّلٰوۃَ سے تبلیغ فعلی کا حکم اور اس کے بعد کے جملوں میں بیان فضل اعمال و بیان علم الٰہی سے ترغیب و ترہیب شرائع کی کہ معین مقصود تبلیغ ہے اور لَا تُجَادِلُوْٓا سے قُلْ کَفٰی بِاللّٰہِ تک منکرین رسالت سے کلام اول اہل کتاب سے پھر غیر اہل کتاب سے پھر آگے یَسْتَعْجِلُوْنَکَ سے بعض منکرین رسالت کے ایک شبہ کا جواب مذکور ہے۔

کلام متعلق رسالت: اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ (الی قولہ تعالی) وَ اللّٰہُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ﴿۴۵﴾ (اے محمد ﷺ چونکہ آپ رسول ہیں اس لئے) جو کتاب آپ پر وحی کی گئی ہے آپ (تبلیغ کے واسطے) اُس کو (لوگوں کے سامنے) پڑھا کیجئے اور (تشریع قولی کے ساتھ تشریع فعلی بھی کیجئے کہ ان کو دین کے کام کر کے دکھلائیے بالخصوص) نماز کی (جو کہ اعظم عبادات ہے) پابندی رکھئے (تاکہ اور لوگ بھی اس کا اتباع کریں اور اس اتباع کی ترغیب کے لئے اس کی فضیلت سنائی جاتی ہے کہ) بے شک نماز (اپنی وضع کے (اعتبار سے) بے حیائی اور ناشائستہ کاموں سے روک ٹوک کرتی رہتی ہے (یعنی بلسان حال کہتی ہے کہ جس معبود کی تو اتنی تعظیم کرتا ہے فحشاء و منکر کے ارتکاب سے اس کی بے تعظیمی نہایت نازیبا ہے) اور (اسی طرح نماز کے سوا جتنے اعمال خیر ہیں سب پابندی کے قابل ہیں کیونکہ وہ سب قولاً یا فعلاً اللہ کی یاد ہیں اور) اللہ کی یاد بہت بڑی چیز ہے (یعنی اس میں بڑی فضیلت ہے اس لئے قابل پابندی کے ہے) اور (ترغیب کے ساتھ ترہیب کا مضمون بھی عام عنوان سے سن لو وہ یہ کہ) اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں کو جانتا ہے (اور جیسا کام کرو گے ویسا بدلہ ملے گا خیر کا خیر اور شر کا شر) **ف**: اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی کی جو تقریر ترجمہ میں کی گئی ہے اس سے شبہ مشہورہ جاتا رہا کہ اکثر لوگ باوجودیکہ نماز کے پابند ہیں مگر برے کام بھی کرتے ہیں۔ منشاء شبہ کا یہ ہے کہ نہی کے لئے انتہا کو لازم سمجھ لیا گیا۔ تقریر مذکور کا مبنی یہ ہے کہ انتہاء لوازم نہی سے نہیں پس یہ نہی ایسی ہے جیسے حدیث میں قرآن مجید کی آیت: جَآءَکُمُ النَّذِیْرُ کی تفسیر شیب کے ساتھ آئی ہے جس سے شیب کا ناہی ہونا مفہوم ہوا مگر اہل شیب بھی بعضے نہیں ڈرتے البتہ اس نہی بلسان الحال پر اگر بار بار نظر واقع ہوتی رہے تو اکثر اس پر انتہاء یعنی باز رہنا معاصی سے مرتب ہو جاتا ہے اور یہ معنی ہیں اس حدیث کے جو روح المعانی میں **بروایت احمد و ابن حبان و بیھقی** حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ کسی شخص کا حال حضور ﷺ سے عرض کیا گیا کہ رات کو نماز پڑھتا رہتا ہے صبح ہوتے چوری کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا: **سینہاہ ما تقول اہ**۔ آپ کو وحی سے خاص اس شخص کا حال معلوم ہو گیا ہو گا کہ نہی خالی اس کو مؤثر ہو جاوے گی اس سے عموم لازم نہیں آتا تاکہ اشکال واقع ہو۔

بقیہ کلام مذکور: جس کا ربط ابھی بیان ہو چکا: وَ لَا تُجَادِلُوْٓا اَھْلَ الْکِتٰبِ (الی قولہ تعالی) وَ مَا یَجْحَدُ بِاٰیٰتِنَآ اِلَّا الْکٰفِرُوْنَ ﴿۴۷﴾ اور (جب پیغمبر ﷺ کی رسالت ثابت ہے تو اے مسلمانو منکرین رسالت میں سے جو اہل کتاب ہیں ہم ان سے گفتگو کا طریقہ بتلاتے ہیں اور یہ تخصیص اس لئے کہ اول تو وہ بوجہ اہل علم ہونے کے بات کو سنتے ہیں اور مشرکین تو بات سننے سے پہلے ایذاء کے درپے ہو جاتے تھے۔ دوسرے اہل علم کے ایمان لے آنے سے عوام کا ایمان زیادہ متوقع

ہو جاتا ہے اور وہ طریقہ یہ ہے کہ) تم اہل کتاب کے ساتھ بجز مہذب طریقہ کے مباحثہ مت کرو ہاں جو ان میں زیادتی کریں (تو ان کو جواب ترکی بترکی دینے کا مضائقہ نہیں گو افضل جب بھی طریقہ احسن ہے) اور (وہ مہذب طریقہ یہ ہے کہ مثلاً ان سے) یوں کہو کہ ہم اس کتاب پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو ہم پر نازل ہوئی اور ان کتابوں پر بھی (ایمان رکھتے ہیں) جو تم پر نازل ہوئیں (کیونکہ مدار ایمان کا منزل من اللہ ہونا ہے پس جب ہماری کتاب کا منزل من اللہ ہونا تمہاری کتب سے بھی ثابت ہے۔ پھر تم کو قرآن پر بھی ایمان لانا چاہئے) اور (یہ تم بھی تسلیم کرتے ہو کہ) ہمارا اور تمہارا معبود ایک ہے (کقولہ تعالیٰ: كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا [ال عمران: ٦٤] جب توحید متفق علیہ ہے اور احبار و رہبان کی اطاعت سے نبی زمان پر ایمان نہ لانا خلاف توحید ہے تو تم کو ہمارے نبی پر ایمان لانا چاہئے۔ کقولہ تعالیٰ: ولا يتخذ بعضنا......) اور (اس گفتگو کے ساتھ اپنا مسلمان ہونا تنبیہ کے لئے سنا دو کہ) ہم تو اس کی اطاعت کرتے ہیں (اس میں عقائد و اعمال سب آ گئے یعنی اسی طرح تم کو بھی چاہئے جبکہ مقتضی موجود ہے۔ کقولہ تعالیٰ: فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ [ال عمران: ٦٤] اور (جس طرح ہم نے پہلے انبیاء پر کتابیں نازل کیں) اسی طرح ہم نے آپ پر کتاب نازل فرمائی (جس کی بناء پر مجادلہ بالاحسن کی تعلیم کی گئی) سو جن لوگوں کو ہم نے کتاب (کی نافع سمجھ[۲]) دی ہے وہ اس (آپ والی) کتاب پر ایمان لے آتے ہیں (اور ان سے مجادلہ کی بھی نوبت شاذ و نادر آتی ہے) اور ان (اہل عرب مشرک) لوگوں میں بھی بعض ایسے (منصف) ہیں کہ اس کتاب پر ایمان لے آتے ہیں (خواہ خود سمجھ کر یا اہل علم کے ایمان سے استدلال کر کے) اور (وضوح دلائل کے بعد) ہماری (اس کتاب کی) آیتوں سے بجز (ضدی[۴]) کافروں کے اور کوئی منکر نہیں ہوتا۔ **ف**: مجادلہ بالاحسن کا حکم مشرکین کے ساتھ بھی آخر سورۂ نحل میں آیا ہے۔ یہاں وجہ تخصیص اہل کتاب کی خود تقریر ترجمہ میں لکھ دی گئی۔

تَرْجَمۂ مَسَائِلُ السُّلُوك: قولہ تعالیٰ: اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ ...... اس آیت میں اصول اعمال سلوک یعنی تلاوت وصلوٰۃ و ذکر و مراقبہ مجتمع ہیں اور دوسرے اعمال ان کے تابع ہوتے ہیں۔ قولہ تعالیٰ: وَلَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اس میں دلالت ہے کہ مخالف کے ساتھ اولاً نرمی برتے اور جب عناد ظاہر ہو تو خشونت کی اجازت ہے اور اہل اللہ کا مخالفین کے ساتھ یہی طریق ہے۔ باقی طالبین کے ساتھ دوسرا طرز ہے کہ عذر کی حالت میں نرمی اور عذر نہ ہونے کے وقت سختی اور یہی طرز تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صحابہؓ کے ساتھ۔

مُلْحَقَاتُ التَّرْجَمَة: قوله قبل لذكر الله: سب یاد ہیں کما في الحصن الحصين وكل يطيع الله تعالىٰ فهو ذاكر ۱۲۔ ۲ قوله في اتيناهم نافع سمجھ لم يروا التقدير بل اراد ان ايتاء الكتب المعتدبه هو ما اذا عمل به ۱۲۔ ۳ قوله في ومن هؤلاء: اہل عرب مشرک دل عليه كون هؤلاء مقابلا للذين آتينهم الكتب ويتايد بان السورة مكية وما كان فيها الا المشركون ۱۲۔ ۴ قوله في الكافرون: ضدی اشارة الى ان المراد الكاملون في الكفر ۱۲۔

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتٰبٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ اِذًا لَّارْتَابَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿٤٨﴾ بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ ۭ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا الظّٰلِمُوْنَ ﴿٤٩﴾ وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٥٠﴾ اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّذِكْرٰى لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٥١﴾ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ شَهِيْدًا ۚ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَكَفَرُوْا بِاللّٰهِ ۙ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿٥٢﴾

اور آپ اس کتاب سے پہلے نہ کوئی کتاب پڑھے ہوئے تھے اور نہ کوئی کتاب اپنے ہاتھ سے لکھ سکتے۔ کہ ایسی حالت میں یہ ناحق شناس لوگ کچھ شبہ نکالتے بلکہ یہ کتاب خود بہت سی واضح دلیلیں ہیں ان لوگوں کے ذہن میں جن کو علم عطا ہوا ہے اور ہماری آیتوں سے بس ضدی لوگ ہی انکار کئے جاتے ہیں اور یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ ان پر ان کے رب کے پاس سے نشانیاں کیوں نہیں نازل ہوئیں۔ آپ یوں کہہ دیجئے کہ وہ نشانیاں تو اللہ کے قبضہ میں ہیں اور میں تو صرف ایک صاف صاف ڈرانے والا ہوں۔ کیا ان لوگوں کو یہ بات کافی نہیں ہوئی کہ ہم نے آپ پر یہ کتاب نازل فرمائی جو ان کو سنائی جاتی رہتی ہے۔ بلاشبہ اس کتاب میں ایمان لانے والے لوگوں کے لئے بڑی رحمت اور نصیحت ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ میرے اور تمہارے درمیان گواہ بس ہے۔ اس کو سب چیز کی خبر ہے جو چیز آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے اور جو لوگ جھوٹی باتوں پر یقین رکھتے ہیں اور اللہ کے منکر ہیں تو وہ لوگ بڑے زیاں کار ہیں۔

تفسیر: بقیہ کلام دررسالت: وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْا مِنْ قَبْلِهٖ (الی قولہٖ تعالیٰ) اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (اوپر مجادلہ کی تقریر دلیل نقلی تھی جس سے خاص اہل نقل کو تخاطب تھا' آگے دلیل عقلی ہے جس میں عام تخاطب ہے یعنی) اور (جو لوگ آپ کی نبوت کے منکر ہیں ان کے پاس کوئی منشاء اشتباہ بھی تو نہیں' کیونکہ) آپ اس کتاب (یعنی قرآن) سے پہلے نہ کوئی کتاب پڑھے ہوئے تھے اور نہ کوئی کتاب اپنے ہاتھ سے لکھ سکتے کہ ایسی حالت میں یہ ناحق شناس لوگ کچھ شبہ نکالتے (کہ یہ لکھے پڑھے آدمی ہیں' آسمانی کتابیں دیکھ بھال کر ان کی مدد سے مضامین سوچ کر فرصت میں بیٹھ کر لکھ لئے اور یاد کر کے ہم لوگوں کو سنا دیئے۔ یعنی اگر ایسا ہوتا تو کچھ امر منشاء اشتباہ تو ہوتا' گو جب بھی یہ شبہ کرنے والے مبطل ہوتے' کیونکہ اعجاز قرآنی پھر بھی دلالت علی النبوۃ کے لئے کافی تھا' لیکن اب تو اتنا منشاء اشتباہ بھی نہیں اس لئے یہ کتاب محل ارتیاب نہیں) بلکہ یہ کتاب (باوجود واحد ہونے کے چونکہ ہر حصہ اس کا معجز ہے اور حصص کثیر ہیں اس لئے وہ تنہا گویا) خود بہت سی واضح دلیلیں ہیں ان لوگوں کے ذہن میں جن کو علم عطا ہوا ہے اور (باوجود ظہور اعجاز کے) ہماری ان آیتوں سے بس ضدی لوگ انکار کئے جاتے ہیں (ورنہ منصف کو تو ذرا شبہ نہیں رہنا چاہئے) اور یہ لوگ (باوجود عطاء معجزہ قرآن کے محض براہ تعنت وعناد) یوں کہتے ہیں کہ ان (پیغمبر) پر ان کے رب کے پاس سے (ہماری فرمائشی) نشانیاں کیوں نہیں نازل ہوئیں۔ آپ یوں کہہ دیجئے کہ وہ نشانیاں تو خدا کے قبضہ قدرت میں ہیں اور (میرے اختیار کی چیزیں نہیں) میں تو صرف ایک صاف صاف (عذاب الٰہی سے) ڈرانے والا (یعنی رسول) ہوں (اور رسول ہونے پر صحیح دلیلیں رکھتا ہوں جن میں اعظم قرآن ہے' پھر خاص دلیل کی کیا ضرورت ہے خصوص جبکہ اس کے واقع نہ ہونے میں حکمت بھی ہو' آگے قرآن کا اعظم فی الدلالۃ ہونا فرماتے ہیں) کیا (دلالت علی النبوۃ میں) ان لوگوں کو یہ بات کافی نہیں ہوئی کہ ہم نے آپ پر یہ کتاب (معجز) نازل فرمائی ہے جو ان کو (ہمیشہ) سنائی جاتی رہتی ہے (کہ اگر ایک بار سننے سے اعجاز ظاہر نہ ہو تو دوسری بار میں ہو جاوے یا اس کے بعد ہو جاوے اور دوسرے معجزات میں تو یہ بات بھی نہ ہوتی' کیونکہ اس کا خارق عادت ہونا مستمر نہ ہوتا جیسا ظاہر ہے اور ایک ترجیح اس معجزہ میں یہ ہے کہ) بلاشبہ اس کتاب میں (معجزہ ہونے کے ساتھ) ایمان لانے والے لوگوں کے لئے بڑی رحمت اور نصیحت ہے (رحمت یہ کہ تعلیم احکام کی ہے جو نفع محض ہے اور نصیحت ترغیب وترہیب سے ہے اور یہ بات دوسرے معجزہ میں کب ہوتی۔ پس ان ترجیحات سے تو اس کو غنیمت سمجھتے اور ایمان لے آتے اور اگر اس سطوع دلائل کے بعد بھی ایمان نہ لاویں تو آخری جواب کے طور پر) آپ کہہ دیجئے کہ (خیر بھائی مت مانو) اللہ تعالیٰ میرے اور تمہارے درمیان (میری رسالت کا گواہ بس ہے) اس کو سب چیز کی خبر ہے جو آسمان میں ہے اور زمین میں ہے اور (جب میری رسالت اور اللہ کا علم[1] محیط ثابت ہوا تو) جو لوگ جھوٹی باتوں پر یقین رکھتے ہیں اور اللہ (کی باتوں) کے منکر ہیں (جن میں رسالت بھی داخل ہے) تو وہ لوگ بڑے زیاں کار ہیں (یعنی جب اللہ کے ارشاد سے میری رسالت ثابت ہوگئی تو اس کا انکار کفر باللہ ہے اور اللہ تعالیٰ کا علم محیط ہے تو اس کو اس انکار وکفر کی بھی خبر ہے اور اللہ تعالیٰ کفر پر سزائے خسارہ دیتے ہیں' پس لامحالہ ایسے لوگ خاسر ہوں گے)۔ ف: مبطل کی جو تقریر کی گئی اس سے معلوم ہوگیا کہ ان کا مبطل کہنا صرف باعتبار زمان عدم تلاوت وعدم خط ہی کے نہیں ہے بلکہ تلاوت وخط کی تقدیر پر بھی ارتیاب کرنے سے مبطل ہی ہوتے اور فی صدور الذین اوتوا العلم کا ترجمہ مجمل کیا گیا ہے مفصل مقصود اس کا یہ ہے کہ اہل علم سے مراد مؤمنین ہیں قالہ الحسن کما فی الدر اور یہ صفت قرآن کی مدح کے لئے بڑھائی کہ یہ قوت حافظہ میں محفوظ ہے اور محتاج تقیید بالکتابۃ نہیں جس سے علاوہ اس کے فی نفسہ عجب ہونے اور مصداق ہونے کتب سابقہ کی اس پیشین گوئی کے کہ انا جیلھم فی صدورھم خود اس کتاب کے لئے تحریف وتبدیل سے موجب حفاظت بھی ہے اور اس صفت کا مادحہ ہونا ظاہر ہے اور درمنثور میں قتادہ سے مروی ہے کہ اہل علم سے مراد اہل کتاب ہیں اور ہو کی ضمیر رسول اللہ ﷺ کی طرف ہے اور معنی یہ ہے کہ آپ باعتبار اوصاف ما کنت تتلوا الخ کے جس کا حاصل اُمی ہونا ہے اہل کتاب کے صدور میں کہ محل علم ہیں' گویا خود دلیل ہیں اپنے صدق ونبوت کی اھ۔ اور اس تقدیر پر ہو کی ضمیر قرآن کی طرف بھی راجع ہو سکتی ہے اور دونوں احتمال پر حاصل اس کا یہ ہوگا یعرفونه کما یعرفون ابناء هم...... اور قل كفٰى بالله بيني و بينكم شهيدًا۔ باوجود یکہ دلیل نہ ماننے والے کے مقابلہ میں جواب ہے مگر پھر بھی اس میں اشارہ ہے دلیل کی طرف کیونکہ اللہ کی شہادت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دلائل آپ کے صدق ونبوت پر قائم کئے اور باطل کے عموم میں تمام اہواء آلہہ باطلہ داخل ہوگئے۔

الحواشی: (۱) علم محیط موصوف صفت ۱۲۔

فائدۃ ملحقات: بقوله تعالىٰ لا تخطه اختلف فی انه صلی الله علیه وهل کان بعد النبوة یقرأ ویکتب ام لا فقیل لما نزل القرآن واشتهر الاسلام وظهرا مرا لارتیاب تعرف الکتابة حینئذ وفی صحیح البخاری فی صلح الحدیبیة فاخذ رسول الله ﷺ الکتاب ولیس بحسن یکتب فکتب وقیل لا یکتب لما فی الحدیث سخن امة امیة لانکتب ولا نحسب ومعنی کتب امر بالکتابة والاولون یؤولون قوله لا نکتب ان اکثر الامة امیون ملخصا من الروح والله تعالىٰ ۱۲۔

اللغات: قوله يمينك تاكيد كقولك رايت بعينى ۱۲۔

النحو: قوله اولم يكفهم عطف على مقدر اى اقصر عن الدلالة ولم يكفهم ۱۲۔

وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ وَلَوْلَآ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَآءَهُمُ الْعَذَابُ ؕ وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌ ۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ۝ يَوْمَ يَغْشٰهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ وَيَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ ۝ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۟ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ۖ اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ ۖ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝

اور یہ لوگ آپ سے عذاب کا تقاضا کرتے ہیں اور اگر (علم الٰہی میں عذاب آنے کی) میعاد معین نہ ہوتی تو ان پر عذاب آ چکا ہوتا اور وہ عذاب ان پر دفعتہً آ پہنچے گا اور ان کو خبر بھی نہ ہوگی یہ لوگ آپ سے عذاب کا تقاضا کرتے ہیں اور اس میں کچھ شک نہیں کہ جہنم ان کافروں کو گھیر لے گی۔ جس دن کہ ان پر عذاب ان کے اُوپر سے اور ان کے نیچے سے گھیر لے گا اور حق تعالیٰ فرمادے گا کہ جو کچھ کرتے رہے ہو (اب اس کا مزہ) چکھو۔ اے میرے ایماندار بندو! میری زمین فراخ ہے۔ سو خالص میری ہی عبادت کرو ہر شخص کو موت کا مزہ چکھنا ہے پھر تم سب کو ہمارے پاس آنا ہے اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے عمل کئے ہم ان کو جنت میں بالاخانوں میں جگہ دیں گے جن کے نیچے نہریں چلتی ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے کام کرنے والوں کا کیا اچھا اجر ہے جنہوں نے صبر کیا اور اپنے رب پر توکل کیا کرتے تھے اور بہت سے جانور ایسے ہیں جو اپنی غذا اٹھا کر نہیں رکھتے اللہ ہی ان (مقدر) روزی پہنچاتا ہے اور تم کو بھی اور وہ سب کچھ سنتا ہے سب کچھ جانتا ہے۔ ۞

تفسیر: **بقیہ کلام در رسالت**: وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ (الى قوله تعالى) ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ اور یہ (کافر) لوگ آپ سے عذاب (واقع ہونے) کا تقاضا کرتے ہیں (اور عذاب نہ آنے سے آپ کی رسالت پر شبہ وانکار کرتے ہیں) اور اگر (علم الٰہی میں عذاب آنے کے لئے) میعاد معین نہ ہوتی تو (اُن کی درخواست کے ساتھ ہی) ان پر عذاب آ چکا ہوتا (پس مانع عذاب سے یہ ہے نہ کہ عدم تحقق نبوت جیسا انکار زعم فاسد ہے) اور (جب وہ میعاد آجاوے گی تو) وہ عذاب اُن پر دفعتاً آ پہنچے گا اور ان کو خبر بھی نہ ہوگی (آگے ان کی جہالت اور رکاکت عقل کے اظہار کے لئے ان کے استعجال کی مکرر حکایت کے ساتھ اس میعاد کی تعیین اور اس عذاب کی تعیین فرماتے ہیں کہ) یہ لوگ آپ سے عذاب کا تقاضا کرتے ہیں اور (عذاب کی صورت یہ ہے کہ) اس میں کچھ شک نہیں کہ جہنم ان کافروں کو (ہر چہار طرف سے) گھیر لے گا جس دن کہ ان پر (اس جہنم کا) عذاب ان کے اوپر سے اور ان کے نیچے سے گھیر لے گا اور (اس وقت ان سے) حق تعالیٰ فرمادے گا کہ جو کچھ (دنیا میں) کرتے رہے ہو (اب اس کا مزہ) چکھو (پس وہ عذاب عذابِ جہنم اور وہ میعاد یوم قیامت ہے)۔ **ف**: اور قیامت کا عذاب اچانک اس طرح ہوسکتا ہے کہ برزخ میں گو عذاب کا مشاہدہ ہے لیکن وہاں کا عذاب اور بھی اشد ہوگا اس کا مشاہدہ نہیں ہوا تھا گو علم الیقین ہو مگر عین الیقین کے مرتبہ کا انکشاف تو بغتۃً ہے۔ لقولہ تعالیٰ: اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ۚ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۟ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ [المؤمن: ۴۶] واللہ اعلم۔ **ربط**: اوپر شروع سورت کفار کی عداوت مسلمانوں کے ساتھ اور اوپر کی متصل آیتوں میں انکار توحید و رسالت کے ضمن میں ان کی معاندت حق و اہل حق کے ساتھ مذکور و مفہوم ہے اور یہ عداوت و معاندت بوجہ مانع ہونے کے اقامت شرائع واجبہ سے اکثر ترک وطن یعنی ہجرت کی ضرورت کو مقتضی ہوتی ہے اس لئے آگے ہجرت کا امر فرماتے ہیں اور چونکہ اس میں احیاناً ترک وطن و اقارب کا خیال اور احیاناً فقر و فاقہ کا اندیشہ مانع ہوجاتا ہے اس لئے امر بالہجرت کے ساتھ ان موانع کا ابطال اور ساتھ مصاعب میں صبر اور رزق میں توکل اور ہجرت میں اقامت شرائع کا اجر ترغیب ہجرت کے لئے فرماتے ہیں۔

ترغیب ہجرت وتقویت آں بدفع موانع وذکر بواعث: يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا (الى قوله تعالى) وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ اے میرے ایماندار بندو (جب یہ لوگ غایت عداوت و معاندت سے تم کو اقامت شرائع واختیار دین پر ایذاء پہنچاتے ہیں تو یہاں رہنا کیا ضرور) میری زمین فراخ ہے۔ سو (اگر یہاں رہ کر عبادت نہیں کرسکتے تو اور کہیں چلے جاؤ اور وہاں جا کر) خالص میری ہی عبادت کرو (کیونکہ یہاں اہل شرک کا زور ہے تو ایسی عبادت جو توحید محض پر مبنی ہو اور شرک سے خالص ہو یہاں مشکل ہے۔ البتہ خدا کے ساتھ غیر خدا کی بھی عبادت ہو یہ ممکن ہے مگر وہ عبادت ہی نہیں اور اگر تم کو ہجرت میں احباب و اوطان کی

مفارقت شاق معلوم ہوتو یہ سمجھ لو کہ ایک نہ ایک روز یہ تو ہونا ہی ہے کیونکہ) ہر شخص کو موت کا مزہ چکھنا (ضرور) ہے (آخر اس وقت سب چھوٹیں گے اور) پھر تم سب کو ہمارے پاس آنا ہے (اور نافرمان ہو کر آنے میں خوف سزا کا ہے) اور (یہ مفارقت اگر ہماری رضا کے واسطے ہو تو ہمارے پاس پہنچنے کے بعد اس وعدہ کے مستحق ہو جاؤ اور وعدہ یہ ہے کہ) جو لوگ ایمان لائے اور اچھے عمل کئے (جس کے لئے بعض اوقات ہجرت موقوف علیہ ہے تو ایسے وقت ہجرت بھی کی) ہم ان کو جنت کے بالا خانوں میں جگہ دیں گے جن کے نیچے نہریں چلتی ہوں گی اور وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے (اور ان نیک) کام کرنے والوں کا کیا اچھا اجر ہے جنہوں نے (واقع شدہ سختیوں پر جن میں ہجرت کی سختی بھی داخل ہوگئی) صبر کیا اور (محتمل الوقوع تکالیف کے اندیشہ کے وقت جن میں دوسری محتمل سختیوں کے ساتھ اندیشہ رزق بھی آگیا جس کا آگے ذکر ہوگا) وہ اپنے رب پر توکل کیا کرتے تھے اور (اگر ہجرت میں تم کو یہ وسوسہ ہو کہ پردیس میں کھانے کو کہاں سے ملے گا تو یہ سمجھ لو کہ) بہت سے جانور ایسے ہیں جو اپنی غذا اٹھا کر نہیں رکھتے (یعنی جمع نہیں کرتے گو بعضے جمع بھی کرتے ہیں مگر بہت سے نہیں بھی کرتے) اللہ ہی ان کو (مقدر) روزی پہنچاتا ہے اور تم کو بھی (مقدر روزی پہنچاتا ہے خواہ تم کہیں ہو پھر ایسا وسوسہ مت لاؤ بلکہ دل قوی کر کے اللہ پر بھروسہ رکھو) اور (وہ بھروسہ کے لائق ہے کیونکہ) وہ سب کچھ سنتا سب کچھ جانتا ہے (اسی طرح دوسری صفات میں کامل ہے اور جو ایسا کامل الصفات ہو وہ ضرور بھروسہ کے قابل ہے) ۔

ملحقات الترجمۃ: ل قوله فی السميع العلم: سب کچھ دل علیه الصيغة ۱۲۔

النحو: قوله يوم يغشٰهم متعلق بقوله محيطة ۱۲۔ قوله غرفا اسهل الوجوه انه مفعول ثان ۱۲۔

البلاغة: قوله السميع العليم تخصيص الوصفين من بين سائر الصفات لكونهما الصق بامر التوكل لان اشد ما يكون المانع من التوكل هو ذهول المتوكل عليه ۱۲۔

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۚ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۶۱﴾ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۶۲﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۭ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۶۳﴾ وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا لَهْوٌ وَّلَعِبٌ ۭ وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۴﴾ فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ڬ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۵﴾ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ڔ وَلِيَتَمَتَّعُوْا ۫ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۶۶﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا اٰمِنًا وَّيُتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ ۭ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَكْفُرُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهٗ ۭ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۶۸﴾ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۶۹﴾

ع ۶ ۲ — وقف لازم — ع ۷ ۳

اور اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ وہ کون ہے جس نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا اور جس نے سورج اور چاند کو کام میں لگا رکھا ہے تو وہ لوگ بھی کہیں گے کہ وہ اللہ ہے پھر کدھر الٹے چلے جارہے ہو۔ اللہ ہی اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہے روزی فراخ کر دیتا ہے۔ بے شک اللہ ہی سب چیزوں کے حال سے واقف ہے اور اگر آپ ان سے دریافت کریں کہ وہ کون ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا پھر اس نے زمین کو بعد اس کے خشک پڑی تھی تر و تازہ کر دیا۔ تو لوگ بھی یہی کہیں گے کہ وہ بھی اللہ ہی ہے آپ کہہ دیجئے کہ الحمد للہ بلکہ ان میں اکثر سمجھتے بھی نہیں اور دنیوی زندگی (کی تفسیر) لہو و لعب کے اور کچھ نہیں اور اصل زندگی عالم آخرت ہے اگر ان کو اس کا علم ہوتا تو ایسا نہ کرتے پھر جب یہ لوگ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو خالص اعتقاد کر کے اللہ ہی کو پکارنے لگتے ہیں پھر جب ان کو نجات دے کر خشکی کی طرف لے آتا ہے تو فوراً ہی شرک کرنے لگتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ ہم نے جو نعمت ان کو دی ہے ان کی ناقدری کرتے ہیں اور یہ لوگ چندے اور حظ حاصل کرلیں پھر قریب ہی ان کو سب خبر ہوئی جاتی ہے۔ کیا ان لوگوں نے اس بات پر نظر نہیں کی کہ ہم نے امن والا حرم بنایا ہے اور ان کے گرد پیش میں لوگوں کو نکالا جارہا ہے پھر کیا یہ لوگ جھوٹے معبودوں پر تو ایمان لاتے

ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کرتے ہیں اور اس شخص سے زیادہ کون ناانصاف ہوگا جو اللہ پر جھوٹ افترا کرے اور جب سچی بات اس کے پاس پہنچے وہ اس کو جھٹلا دے کیا ایسے کافروں کا جہنم میں ٹھکانہ نہ ہوگا اور جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں ہم ان کو اپنے (قرب وثواب یعنی جنت کے) راستے ضرور دکھلائیں گے اور بے شک اللہ تعالیٰ (کی رضا ورحمت) ایسے خلوص والوں کے ساتھ ہے۔

تفسیر ربط: اوپر مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا ...... میں تزئیف شرک واثباتِ توحید کا مضمون تھا اور پھر رسالت وہجرت کا بیان آ گیا تھا چونکہ امر توحید نہایت مہتم بالشان ہے اس لئے آگے پھر توحید کی طرف عود ہے قریب ختم سورت تک۔

عود بسوئے تزئیف شرک واثبات توحید: وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (الی قولہ تعالی) اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ۞ اور (توحید فی الالوہیۃ کا جو مبنی ہے یعنی توحید فی التکوین وہ تو ان لوگوں کے نزدیک بھی مسلم ہے چنانچہ) اگر آپ اُن سے دریافت کریں کہ (بھلا) وہ کون ہے جس نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا اور جس نے سورج اور چاند کو کام میں لگا رکھا ہے تو وہ لوگ یہی کہیں گے کہ وہ اللہ ہے پھر (جب توحید فی التکوین کو مانتے ہیں تو توحید فی الالوہیۃ کے بارہ میں) کدھر اُلٹے چلے جارہے ہیں (اور جیسا خالق اللہ ہی ہے اسی طرح) اللہ ہی (رازق بھی ہے چنانچہ) وہ اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہے روزی فراخ کر دیتا ہے اور جس کے لئے چاہے تنگ کر دیتا ہے بے شک اللہ ہی سب چیز کے حال سے واقف ہے (جیسی مصلحت دیکھتا ہے ویسی ہی روزی دیتا ہے۔ غرض رازق وہی ٹھہرا۔ پس رزق کے لئے بھی شرک کرنا بیہودہ ٹھہرا۔ کقولہ تعالیٰ: اِنَّ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ) اور (جیسا توحید فی التکوین ان کے نزدیک مسلم ہے اسی طرح توحید فی الابقاء والتدبیر بھی ان کے نزدیک مسلم ہے چنانچہ) اگر آپ اُن سے دریافت کریں کہ وہ کون ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا پھر اس سے زمین کو بعد اس کے کہ خشک (ناقابل نباتات) پڑی تھی تروتازہ (قابل نباتات) کر دیا تو (جواب میں) وہ لوگ یہی کہیں گے کہ وہ بھی اللہ ہی ہے۔ آپ کہیئے کہ الحمد للہ (اتنا تو اقرار کیا جس سے احتجاج توحید فی الالوہیت پر بدیہی ہے مگر یہ لوگ مانتے نہیں[۲]) بلکہ (اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ) ان میں اکثر سمجھتے بھی نہیں (نہ اس وجہ سے کہ عقل نہیں بلکہ عقل سے کام نہیں لیتے اور غور نہیں کرتے اس لئے بدیہی بھی خفی رہتا ہے) اور (وجہ ان کے غور نہ کرنے کی انہماک ہے مشاغل دنیا میں حالانکہ) یہ دنیوی زندگی (جس کے یہ تمام تر اشغال ہیں فی نفسہٖ) بجز لہو ولعب کے اور کچھ بھی نہیں اور اصل زندگی عالم آخرت (کی) ہے (چنانچہ دنیا کے فانی اور آخرت کے باقی ہونے سے یہ دونوں مضمون ظاہر ہیں، پس فانی میں اس قدر انہماک کہ باقی سے ذہول وحرمان ہو جاوے خود یہ بے عقلی کی بات ہے) اگر ان کو اس کا (کافی) علم ہوتا تو ایسا نہ کرتے (کہ فانی میں منہمک ہو کر باقی کو بھلا دیتے اور اس کے لئے سامان نہ کرتے، بلکہ یہ لوگ دلائل میں غور کرتے اور ایمان لے آتے جیسا کہ مقتضا ان کے اقرار توحید فی التکوین والابقاء کا ہے) پھر (جیسا ان کے اقرار توحید فی التکوین کا مقتضا ہے توحید فی الالوہیت گاہ گاہ اس کا بھی اظہار اور اقرار ہوتا ہے چنانچہ) جب یہ لوگ کشتی میں سوار ہوتے ہیں (اور وہ کشتی زیروزبر ہونے لگتی ہے) تو (اس وقت) خالص اعتقاد کر کے اللہ ہی کو پکارنے لگتے ہیں (کہ: لَئِنْ اَنْجٰنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ [الأنعام: ٦٣] ای المواحدین جس سے توحید فی الالوہیۃ میں اور بھی حجت لازم ہو جاتی ہے مگر یہ حالت بوجہ انہماک فی الدنیا کے دیرپا نہیں ہوتی۔ چنانچہ اس وقت تو سب قول وقرار توحید کے ہو چکتے ہیں مگر) پھر جب ان کو (اس آفت سے) نجات دے کر خشکی کی طرف لے آتا ہے تو وہ فوراً ہی شرک کرنے لگتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ ہم نے جو نعمت (نجات وغیرہ) ان کو دی ہے اس کی ناقدری کرتے ہیں اور یہ لوگ (عقائد شرکیہ واعمال فسقیہ میں ہوائے نفسانی کا اتباع کر کے چندے اور حظ حاصل کرلیں پھر قریب ہی ان کو سب خبر ہوئی جاتی ہے (اور اب اس انہماک فی الدنیا کی وجہ سے کچھ نظر نہیں آتا سو ایک مانع تو ان کو توحید سے یہ انہماک ہے اور دوسرا ایک اور نامعقول حیلہ مانعہ نکالا ہے۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ: اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا [القصص: ٥٧] حالانکہ مشاہدہ سے ان کو خود لغویت اس کی معلوم ہو سکتی ہے کیونکہ) کیا ان لوگوں نے اس بات پر نظر نہیں کی کہ ہم نے (ان کے شہر مکہ کو) امن والا حرم بنایا ہے اور ان کے گرد وپیش (کے مقامات) میں جو (خارج حرم ہیں) لوگوں کو (مار دھاڑ کر ان کے گھروں سے) نکالا جارہا ہے (بخلاف ان کے کہ امن سے بیٹھے ہیں اور یہ بات خود محسوسات میں ہے تو بدیہیات سے گزر کر محسوسات میں بھی خلاف کرتے اور خوف تخطف کو ایمان لانے میں عذر مانع بتاتے ہیں اور) پھر (وضوح حق کے بعد اس حماقت اور ضد کا) کیا (ٹھکانا ہے کہ) یہ لوگ جھوٹے معبود (وں) پر تو ایمان لاتے ہیں (جس پر ایمان لانے کا کوئی مقتضی نہیں اور موانع بہت سے) اور اللہ (جس پر ایمان لانے کے بہت سے مقتضی اور صحیح معنی ایک نہیں اس) کی نعمتوں[۳] کی ناشکری (یعنی اللہ کے ساتھ شرک) کرتے ہیں (کیونکہ شرک سے بڑھ کر کوئی ناشکری نہیں کہ نعمت تخلیق وترزیق وابقاء وتدبیر وغیرہ وہ عطا فرما دے اور عبادت جو کہ ان نعمتوں کا شکر ہے دوسرے کے لئے تجویز کی جاوے) اور (واقعی یہ ہے کہ) اس شخص سے زیادہ کون ناانصاف ہوگا جو (بلا دلیل) اللہ پر جھوٹ افتراء کرے (کہ وہ شریک رکھتا ہے) اور جب سچی بات اس کے پاس (دلیل کے ساتھ) پہنچے وہ اس کو جھٹلا دے (بے انصافی ظاہر ہے کہ بلا دلیل بات کی تو تصدیق کرے اور دلیل والی بات کی

تکذیب) کیا ایسے کافروں کا (جو اس قدر نا انصافی کریں) جہنم میں ٹھکانا نہ ہوگا (یعنی ضرور ہے کیونکہ سزا مناسب جرم کے ہوتی ہے پس جیسا جرم عظیم ایسی ہی سزا بھی عظیم) **ف**: لہو ولعب کے ساتھ فی نفسہٖ کی قید اس لئے لگائی کہ اگر حیاۃِ دنیا تحصیل دین کا ذریعہ بن جاوے تو پھر وہ لہو ولعب نہیں بلکہ باعتبار ثمرہ کے وہ بھی باقی ہے اور آیت :اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى جس کا ذکر ترجمہ وَيُتَخَطَّفُ النَّاسُ میں آیا ہے پارہ بستم کے نصف پر گزری ہے اور وہاں اس کی تفسیر دیکھ لی جاوے۔

ربط : سورت میں تمام تر وہ مضامین ہیں جن سے مسلمانوں پر مشقتوں کا وقوع مفہوم ہوتا ہے چنانچہ اول میں تو مع قصص کے افتتان کی صریح حکایت ہے اور آخر کے قریب ہجرت کا مضمون ہے اور اس میں مشقت ظاہر ہے اور توحید و رسالت کے جو مضامین ہیں ان میں گفتگو کرنے سے اکثر اہل دین کو مشقت پیش آتی ہے۔ پس تمام تر مضامین مشقت پر مشتمل ہیں۔ اس لئے خاتمہ میں دین کے لئے مشقت برداشت کرنے والوں کو بشارتِ عظمیٰ دے کر سورت کو ختم فرماتے ہیں جیسا کہ شروع کے قریب بھی آیت و من جاهد الخ میں دوسرے عنوان سے یہ مضمون تھا جس کے متعلق تمہید سورت میں بھی کچھ بیان ہوا ہے۔

خاتمہ در بشارت اہلِ مجاہدہ دینیہ : وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۚ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٦٩﴾ (یعنی اوپر تو ان کا حال تھا جو اہل کفر اور نفس پرست ہوں) اور (اب ان کے اضداد کا بیان ہے کہ) جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں ہم ان کو اپنے (قرب و ثواب یعنی جنت[۴]) کے راستے ضرور دکھاویں گے (جس سے وہ جنت میں پہنچ جاویں گے کقولہ تعالیٰ: وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا [الأعراف : ٤٣]) اور بے شک اللہ تعالیٰ (کی رضا و رحمت) ایسے خلوص والوں کے ساتھ ہے (دنیا[۵] میں بھی اور آخرت میں بھی) ف: راستے اس لئے کہا گیا کہ جنت میں جانے والے بہت سے ہوں گے تو ایک راستے کے بہت سے حصے ہو جاویں گے واللہ اعلم۔

الحمدللہ آج انیسویں محرم الحرام روز چہار شنبہ وقت ضحیٰ ۱۳۲۵ھ مقام تھانہ بھون میں سورۂ عنکبوت کی تفسیر ختم ہوئی جس کے ختم سے بفضلہ تعالیٰ مجموعہ تفسیر ہذا کے دو ثلث اختتام کو پہنچ گئے۔ اللہ تعالیٰ سے التجا کی کہ ان دو ثالث مکمل کو مقبول اور ثلث باقی کو مقبولیت کے ساتھ مکمل فرماویں۔ آمین یارب العالمین۔

وصلى الله تعالىٰ خير خلقه سيدنا و سيد الخلائق

محمد و على اخوانه من النبيين و على اٰله و اصحابه و ذريته اجمعين۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ ...... زہد فی الدنیا اور ترغیب آخرت میں صریح ہے اور دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے والے پر جہل کا حکم ہے۔ قولہ تعالیٰ: فَاِذَا رَكِبُوْا فِي الْفُلْكِ ...... اُن کا یہ اخلاص اگر دل سے نہ تھا تب تو اس میں دلالت ہے کہ محض صورۂ عمل کافی نہیں اور اگر دل سے تھا تو اس پر دلالت ہے کہ عمل بدوں استقامت کافی نہیں۔ قولہ تعالیٰ: وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا اس میں دلالت ہے کہ مجاہدہ مفتاح مشاہدہ ہے۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله في يقدر له:** جس کے لئے **اشارة الى ان المرجع من يشاء المذكور لكن بلا ملاحظة متعلقه فالمراد من يشآء الآخر غير المذكور فهو قريب من الاستخدام۱۲۔ ۲ قوله قبل بل اكثرهم:** مانتے نہیں **اشارة الى التقدير لتوجيه بل۱۲۔ ۳ قوله نعمة الله** نعمتوں **اشار الى ارادة الجنس۱۲۔ ۴ قوله نعمة الله المدارك۱۲۔ ۵ قوله فى لمع المحسنين:** دنیا میں بھی الخ **لكون الجملة الاسمية بخلاف لنهدينهم لكونها فعلية مؤكدة بالنون الخاصة بالمستقبل والله اعلم۱۲۔**

اختلاف القراءۃ: **قوله وليتمتعوا فى قراءة بسكون اللام على انه لام الامر ولذا حملته على لام الامر ولم احمل لام ليكفروا عليه ليوافق ما ههنا قوله تعالىٰ فى الروم ليكفروا بما آتيناهم فتمتعوا فسوف تعلمون۱۲۔**

النحو: **الدار الآخرة موصوف وصفة۱۲۔**

البلاغۃ: **الحيوان هو مصدر وصف به للمبالغة قوله ليكفروا فيه لام العاقبة داخلة على المسبب اقيم مقام السبب۱۲۔**

وجوه المثاني

سورۃ الفرقان : يأكل منها۔ فيه قراء تان الاولىٰ بالنون لحمزة والكسائى والثانية بالياء للباقين۔ قوله تعالىٰ ويجعل فيه قراء تان الاولى برفع اللام لابن كثير وابن عامر وشعبة والثانية بالسكون للباقين قال الزمخشرى ان الشرط اذا كان ما ضيا جاز فى جوابه الجزم والرفع۔ قوله تعالىٰ ضيقا فيه قراء تان الاولىٰ بسكون الياء لابن كثير والثانية بكسر الياء مشددة للباقين۔ قوله تعالىٰ نحشرهم فيه قراء تان الاولىٰ بالياء لابن كثير وحفص والثانية بالنون للباقين۔ قوله تعالىٰ فيقول فيه قراء تان الاولىٰ بالنون لابن عامر والثانية بالياء للباقين۔ قوله تعالىٰ فما تستطيعون فيه قراء تان الاولىٰ بتاء الخطاب لحفص والثانية بياء الغيبة للباقين۔ قوله تعالىٰ تشقق ۔ فيه

قراء تان الاولیٰ بتخفیف الشین لابی عمرو والکوفین والثانیۃ بالتشدید للباقین۔ قولہ تعالیٰ وننزل الملئکۃ فیہ قراتان الاولیٰ بنونین الاولیٰ مضمومۃ والثانیۃ ساکنۃ وتخفیف الزای ورفع اللام ونصب الملئکۃ لابن کثیر والثانیۃ نزل بنون واحدۃ مضمومۃ وزاء مشددۃ وفتح اللام ورفع الملئکۃ للباقین۔ قولہ تعالیٰ وثمودا۔ فیہ قراء تان الاولیٰ بغیر تنوین لحفص وحمزۃ والثانیۃ بالتنوین للباقین والاول بتاویل القبیلۃ والثانی بتاویل الحی۔ قولہ تعالیٰ ام تحسب۔ فیہ قراء تان الاولیٰ فتح السین لابن عامر و عاصم و حمزۃ والثانیۃ کسرھا للباقین۔ قولہ تعالیٰ ارسل الریح۔ فیہ قراء تان الاولیٰ بالتوحید لابن کثیر والثانیۃ بالجمع للباقین۔ قولہ تعالیٰ بشرا فیہ ما تقدم فی الاعراف۔ قولہ تعالیٰ لیذکروا۔ فیہ قراء تان الاولیٰ بسکون الذال والکاف مخففۃ لحمزۃ والکسائی والثانیۃ بفتح الذال وضم الکاف مشددتین للباقین۔ قولہ تعالیٰ فسئل بہ۔ فیہ ما فی سورۃ الانبیاء۔ قولہ تعالیٰ لما تأمرنا۔ فیہ قراء تان الاولیٰ بالیاء التحتیۃ لحمزۃ والکسائی والثانیۃ بالتاء الفوقیۃ للباقین۔ قولہ تعالیٰ سراجا۔ فیہ قراء تان الاولیٰ بضم السین والراء علی الجمع لحمزۃ والکسائی والثانیۃ بکسر السین وفتح الراء والف بعدھا علی التوحید للباقین۔ قولہ تعالیٰ یذکر۔ فیہ قراء تان الاولیٰ بسکون الذال وضم الکاف مخففۃ لحمزۃ والثانیۃ بفتح الذال والکاف مشددتین للباقین۔ قولہ تعالیٰ لم یقتروا۔ فیہ ثلث قراء ات الاولیٰ بضم التحتیۃ وکسر الفوقیۃ لنافع وابن عامر والثانیۃ بفتح التحتیۃ وکسر الفوقیۃ لابن کثیر وابی عمرو والثالثۃ بفتح التحیتۃ وضم الفوقیۃ۔ قولہ تعالیٰ یضاعف لہ العذاب۔ فیہ اربع قراء ات الاولیٰ من المضاعفۃ مع ضم الفاء لشعبۃ والثانیۃ من التضعیف مع ضم الفاء لابن عامر والثالثۃ من التضعیف مع جزم الفاء لابن کثیر والرابعۃ من المضاعفۃ مع جزم الفاء للباقین والجزم علی البدلیۃ والرفع علی الاستیناف۔ قولہ تعالیٰ یخلد۔ فیہ قراء تان الاولیٰ برفع الذال لابن عامر وشعبۃ والثانیۃ بالجزم للباقین وقد عرفت وجھھما انفا۔ قولہ تعالیٰ فیہ مھانا۔ فیہ قراء تان الاولیٰ بصلۃ الھاء من فیہ لحفص وابن کثیر والثانیۃ بغیر صلۃ للباقین۔ قولہ تعالیٰ ذریتنا۔ فیہ قراء تان الاولیٰ علی الجمع لنافع وابن کثیر وابن عامر وحفص والثانیۃ علی الافراد للباقین۔ قولہ تعالیٰ یلقون۔ فیہ قراء تان الاولیٰ بفتح الیاء وسکون اللام وتخفیف القاف لحمزۃ والکسائی والثانیۃ بضم الیاء وفتح اللام وتشدید القاف للباقین۔

سورۃ الشعراء : قولہ تعالیٰ تنزل۔ فیہ قراء تان الاولیٰ من الانزال لابن کثیر وابی عمرو والثانیۃ من التنزیل للباقین۔ قولہ تعالیٰ ارجہ واخاہ۔ فیہ ما تقدم فی الاعراف۔ قولہ تعالیٰ تلقف تقدم فی الاعراف۔ قولہ تعالیٰ ان اسر تقدم فی طہ۔ قولہ تعالیٰ حذرون۔ فیہ قراء تان الاولیٰ بالف بعد الحاء لابن ذکوان والکوفیین والثانیۃ بغیر الف للباقین وھما بمعنی الا ان الصفۃ المشبھۃ تفید الثبات۔ قولہ تعالیٰ عیون فی المواضع الثلاثۃ فیہ قراء تان الاولیٰ بضم العین علی الاصل لنافع وابی عمرو وھشام وحفص والثانیۃ بکسرھا علی الاتباع للباقین۔ قولہ تعالیٰ الا خلق الاولین۔ فیہ قراء تان الاولیٰ بضم الخاء واللام لنافع وابن عامر وعاصم وحمزۃ والثانیۃ بفتح الخاء وسکون اللام الباقین ومعنی الثانی الاختلاف۔ قولہ تعالیٰ بیوتا۔ تقدم فی النور۔ قولہ تعالیٰ فرھین۔ فیہ قراء تان الاولیٰ بالف بعد الفاء لابن عامر والکوفیین والثانیۃ بغیر الف للباقین وھما بعنی الا ان الصفۃ المشبھۃ فیہ الثبات۔ قولہ تعالیٰ اصحاب لئیکۃ۔ فیہ قراء تان الاولیٰ بلام مفتوحۃمن غیر الف وصل قبلھا ویاء ساکنۃ ولاھمزہ وفتح تاء التانیث لنافع وابن کثیر وابن عامر والثانیۃ باسکان اللام وقبلھا ھمزۃ وصل وبعد اللام ھمزۃ مفتوحۃ وبعدھا یاء ساکنۃ وخفض تاء التانیث للباقین وایکۃ معناھا الغیضۃ ولیکۃ اسم للقربۃ کما فی القاموس۔ قولہ تعالیٰ بالقسطاس تقدم فی بنی اسرائیل۔ قولہ تعالیٰ کسفا۔ فیہ قراء تان الاولیٰ بفتح السین لحفص والثانیۃ بالسکون للباقین۔ قولہ تعالیٰ نزل بہ الروح الامین۔ فیہ قراء تان الاولیٰ بتخفیف الزای والروح والامین برفعھما لنافع وابن کثیر وابی عمرو وحفص والثانیۃ بتشدید الزای والروح والامین بنصبھما للباقین۔ قولہ تعالیٰ اولم تکن لھم ایۃ۔ فیہ قراء تان الاولیٰ بالتاء الفوقیۃ ورفع ایۃ لابن عامر والثانیۃ بالیاء التحتیۃ ونصب ایۃ للباقین۔ فکان علی الاول تامۃ وعلی الثانی ناقصۃ۔ قولہ تعالیٰ فتوکل۔ فیہ قراء تان الاولیٰ بالفاء لنافع وابن عامر والثانیۃ بالواو للباقین قولہ تعالیٰ یتبعھم فیہ قراء تان الاولیٰ بسکون التاء الفوقیۃ وفتح الباء الموحدۃ لنافع والثانیۃ بتشدید الفوقیۃ وکسر الموحدۃ للباقین۔

سورۃ النمل : قولہ تعالیٰ بشھاب قبس۔ فیہ قراء تان الاولیٰ بتنوین شھاب للکوفیین والثانیۃ بغیر تنوین للباقین والتنوین علی الصفۃ او البدل وترک التنوین علی الاضافۃ البیانیۃ۔ قولہ تعالیٰ لیاتینی فیہ قراء تان الاولیٰ بنونین الاولیٰ مفتوحۃ مشددۃ والثانیۃ مسکورۃ

مخففة لابن كثير والثانية بنون واحدة مكسورة شددة للباقين۔ قوله تعالٰی فمكث۔ فيه قراء تان الاولٰى بفتح الكاف لعاصم والثانية بالضم للباقين۔ قوله تعالٰى من سبا۔ فيه ثلث قراء ات الاولٰى بفتح الهمزة من غير تنوين لابی عمر والبزی والثانية باسكان الهمزة لقنبل والثالثة بالخفض والتنوين ويأول على الاول بالقبيلة وعلى الثالثة بالحى وخرج الثانى على اجراء الوصل مجرى الوقف۔ قوله تعالٰى الا يسجدوا۔ فيه قراء تان الاولٰى بتخفيف اللام وقفا ووصلا للكسائى والثانية بالتشديد للباقين واصل الاول الا للتنبيه ويا حرف نداء والمنادى محذوف واسجدوا امر المخاطب ولذا يقف الكسائى على ياء ويبتدئ بضم همزة اسجدوا وسقطت الف يا والف الوصل فى اسجدوا وكتبت الياء متصلة بالسين على خلاف القياس۔ قوله تعالٰى ما تخفون وما تعلنون۔ فيه قراء تان الاولٰى بالفوقية فيهما للكسائى وحفص والثانية بالتحتية فيهما للباقين قوله تعالٰى فالقه فيه ثلث قراء ات الاولٰى بسكون الهاء لابی عمرو و عاصم وحمزة والثانية باختلاس كسرة الهاء لقالون وهشام بخلاف عنه۔ والثالثة باشباع الكسرة للباقين۔ قوله تعالٰى عن ساقيها۔ فيه قراء تان الاولٰى بهمزة ساكنة لقنبل والثانية بالف ساكنة للباقين والهمزة لغة فيه۔ قوله تعالٰى لنبيتنه واهله ثم لنقولن فيهما قراء تان الاولٰى بصيغة جمع المخاطب لحمزة والكسائى والثانية بصيغة جمع المتكلم للباقين۔ قوله تعالٰى مهلك ذكر فى الكهف۔ قوله تعالٰى بيوتهم مر فى النور قوله تعالٰى قدرنا۔ فيه قراء تان الاولٰى بتخفيف الدال لشعبة والثانية بالتشديد للباقين۔ قوله تعالٰى اما يشركون۔ فيه قراء تان الاولٰى بالياء التحتية لابی عمرو وعاصم والثانية بالفوقية للباقين۔ قوله تعالٰى ما تذكرون۔ فيه ثلث قراء ات الاولٰى بالتحتية وتشديد الذال لابی عمرو وهشام۔ والثانية بالفوقية وتخفيف الذال لحمزة والكسائيى وحفص والثالثة بالفوقية وتشديد الذال للباقين۔ قوله تعالٰى يرسل الريح۔ فيه قراء تان الاولٰى بالتوحيد لحمزة والكسائى وابن كثير والثانية بالجمع للباقين۔ قوله تعالٰى بشرا۔ فيه ما فى الاعراف۔ قوله تعالٰى بل ادرك۔ فيه قراء تان الاولٰى من الافعال لابی عمرو وابن كثير والثانية من الافاعل للباقين۔ قوله تعالٰى فى ضيق۔ فيه قراء تان الاولٰى بكسر الضاد لابن كثير والثانية بالفتح للباقين۔ قوله تعالٰى ولا يسمع الصم الدعاء۔ فيه قراء تان الاولٰى لا يسمع بالياء التحتية مفتوحة وفتح الميم ورفع الصم لابن كثير والثانية بالتاء الفوقية مضمومة وكسر الميم ونصب الصم للباقين۔ قوله تعالٰى وما انت بهادى العمى۔ فيه قراء تان الاولٰى تهدى بتاء فوقية وسكون الهاء ونصب العمى لحمزة والثانية بالموحدة مكسورة وفتح الهاء بعدها الف وخفض العمى للباقين۔ قوله تعالٰى ان الناس۔ فيه قراء تان الاولٰى بفتح الهمزة من ان للكوفيين والثانية بكسرها للباقين والكسر على اضمار القول او اجراء التكليم من الكلام مجراه او على ان الكلام من جهته سبحانه۔ قوله تعالٰى وكل اتوه۔ فيه قراء تان الاولٰى بقصر الهمزة وفتح التاء لحمزة وحفص والثانية بمد الهمزة وضم التاء للباقين۔ قوله تاعلٰى تحسبها۔ فيه قراء تان الاولٰى بكسر السين لنافع وابن كثير وابى عمرو والكسائى والثانية بفتحها للباقين۔ قوله تعالٰى بما يفعلون۔ فيه قراء تان الاولٰى بالغيبة لابن كثير وابى عمرو وهشام والثانية بالخطاب للباقين۔ قوله تعالٰى من فزع يومئذ۔ فيه ثلث قراء ات الاولٰى بتنوين فزع وفتح الميم من يومئذ لعاصم وحمزة والكسائى والثانية بلا تنوين وفتح الميم لنافع والثلاثة بلا تنوين وكسر الميم للباقين وجه الاول كون الظرف منصوباً بقوله تعالٰى امنون وجه الثانى اضافته الى يوم وهو مفتوح بناء لاضافته الى غير متمكن ووجه الثالث ظاهر۔ قوله تعالٰى مما تعملون۔ فيه قراء تان الاولٰى بالخطاب لنافع وابن عامر وحفص والثانية بالغيبة۔

سورۃ القصص: قوله تعالٰى ونرى فرعون وهامان وجنودهما۔ فيه قراء تان الاولٰى بالتحتية من الرؤية ورفع الاسماء الثلثة بعده على الفا علية لحمزة والكسائى والثانية بالنون من الارائة ونصب الاسماء على المفعولية للباقين۔ قوله تعالٰى يصدر۔ فيه قراء تان الاولٰى بفتح الياء وضم الدال لابی عمرو وابن عامر والثانية بضم الياء وكسر الدال للباقين والاول لازم والثانى متعد والمعنى باغنامهم۔ قوله تعالٰى يا ابت فيه قراء تان الاولٰى بفتح التاء لابن عامر والثانية بالكسر للباقين۔ قوله تعالٰى هاتين۔ فيه قراء تان الاولٰى بتشديد النون لابن كثير والثانية بالتخفيف للباقين وكذلك فى قوله فذانك الا ان ابا عمرو فيه مع ابن كثير۔ قوله تعالٰى او جذوة فيه ثلث قراء ات الاولٰى بفتح الجيم لعاصم والثانية بضمها لحمزة والثالثة بالكسرر للباقين وهن لغات۔ قوله تعالٰى :من الرهب فيه۔ ثلث قراء ت الاولٰى بفتح الراء وسكون الهاء لحفص والثالثة بضم الرارء و سكون الهاء للباقين وكلها لغات۔ قوله تعالٰى يصدقنى۔ فيه قراء تان الاولٰى برفع القاف لعاصم وحمزة والثانية بالجزم للباقين والرفع على كونه صفة والجزم على كونه جوابا للامر۔ قوله تعالٰى قال موسٰى۔ فيه قراء

تان الاولٰی بغیر واو وقبل قال لابن کثیر والثانیة وقال بالواو للباقین۔ قوله تعالٰی تکون له۔ فیه قراء تان الاولٰی بالیاء بالتذکیر لحمزة والکسائی والثانیة بالتاء علی التانیث للباقین۔ قوله تعالٰی لا یرجعون۔ فیه قراء تان الاولی بفتح الیاء وکسر الجیم لنافع وحمزة والکسائی والثانیة بضم الیاء وفتح الجیم للباقین۔ قوله تعالٰی سحران۔ فیه قراء تان الاولٰی بکسر السین وسکون الحاء للکوفیین والثانیة بفتح السین وکسر الحاء والف بینهما للباقین۔ قوله تعالٰی یجبی۔ فیه قراء تان الاولٰی بالفوقیة لنافع والثانیة بالتحتیة للباقین۔ قوله تعالٰی افلا تعقلون۔ فیه قراء تان الاولٰی بالغیبة لابی عمرو والثانیة بالخطاب للباقین۔ قوله تعالٰی لخسف بنا۔ فیه قراء تان الاولٰی بفتح الخاء والسین لحفص والثانیة بضم الخاء وکسر السین للباقین۔

سورۃ العنکبوت: قوله تعالٰی النشاة فیه قراء تان الاولٰی بفتح الشین والف بعد الشین ممدودة قبل الهمزة لابن کثیر وابی عمرو والثانیة بسکون الشین والهمزة بعد الشین للباقین۔ قوله تعالٰی مودة بینکم۔ فیه ثلث قراء ات الاولٰی مودة بالنصب والتنوین بینکم بنصب النون لنافع وابن عامر وشعبه والثانیة برفع مودة من غیر تنوین وجر النون لابن کثیر وابی عمرو والکسائی والثالثة بنصب مودة من غیر تنوین وجر النون للباقین والرفع علی کونه خبر مبتدأ محذوف ای هی والنصب علی کونه مفعولا له۔ قوله تعالٰی انکم لتاتون الاول فیه قراء تان الاولٰی بالجر لنافع وابن کثیر وابن عامر وحفص والثانیة بالاستفهام للباقین۔ قوله تعالٰی رسلنا۔ فیه قراء تان الاولٰی بسکون السین لابی عمرو والثانیة بالضم للباقین۔ قوله تعالٰی ابراهیم۔ فیه قراء تان الاولٰی ابراهام هنا بالالف لهشام والثانیة بالیاء للباقین۔ قوله تعالٰی لننجینه۔ فیه قراء تان الاولٰی من الانجاء لحمزة والکسائی والثانیة من التنجیة للباقین۔ قوله تعالٰی منجوك۔ فیه قراء تان الاولٰی من الانجاء لابن کثیر وشعبة وحمزة والکسائی والثانیة من التنجیة للباقین۔ قوله تعالٰی منزلون۔ فیه قراء تان الاولٰی من التنزیل لابن عامر والثانیة من الانزال للباقین۔ قوله تعالٰی ثمود۔ فیه قراء تان الاولٰی بغیر تنوین لحمزة وحفص بتاویل قبیلة والثانیة بالتنوین للباقین بتاویل الحی۔ قوله تعالٰی البیوت۔ فیه قراء تان الاولٰی بضم الیاء لورش وابی عمرو وحفص والثانیة بالکسر للباقین۔ قوله تعالٰی ما یدعون۔ فیه قراء تان الاولٰی بالغیبة لابی عمرو وعاصم والثانیة بالفوقیة للباقین۔ قوله تعالٰی ایات من ربه۔ فیه قراء تان الاولٰی بالجمع لنافع وابی عمرو وابن عامر وحفص والثانیة بالافراد للباقین۔ قوله تعالٰی ویقول فیه قراء تان الاولٰی بالتحتیة لنافع والکوفیین والثانیة بالنون للباقین۔ قوله تعالٰی یا عبادی۔ فیه قراء تان الاولٰی بفتح الیاء لنافع وابن کثیر وابن عامر وعاصم والثانیة بالسکون للباقین۔ قوله تعالٰی ارضی۔ فیه قراء تان الاولٰی فتح الیاء لابن عامر والثانیة سکونها للباقین۔ قوله تعالٰی ترجعون۔ فیه قراء تان الاولٰی بالتحتیة لابی بکر والثانیة بالفوقیة للباقین۔ قوله تعالٰی لنبوئنهم۔ فیه قراء تان الاولٰی بعد النون بثاء مثلثة ساکنة وبعدها واو مکسورة مخففة وبعد الواو یاء مفتوحة لحمزة والکسائی والثانیة بعد النون بباء موحدة مفتوحة وبعدها واو مشددة وبعد الواو همزة مفتوحة للباقین والاول من الثواء بمعنی الاقامة والثانی من التبویة بمعنی التنزیل۔ قوله تعالٰی والیتمتعوا۔ فیه قراء تان الاولٰی بکسر اللام لورش وابی عمرو وابن عامر وعاصم والثانیة بالسکون للباقین واللام علی الاول لام کی وعلی الثانی لام الامر۔ قوله تعالٰی سبلنا۔ فیه قراء تان الاولٰی سکون الموحدة لابی عمرو والثانیة ضمها للباقین۔

سُوْرَةُ الرُّوْمِ

سُوْرَةُ الرُّوْمِ ۳۰ مَكِّيَّةٌ ۸۴ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ۶۰ — رُكُوْعَاتُهَا ۶

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

الٓمّٓ ۝۱ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۝۲ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ۝۳ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ۭ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ ۭ وَيَوْمَىِٕذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝۴ بِنَصْرِ اللّٰهِ ۭ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝۵ وَعْدَ اللّٰهِ ۭ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۶

الٓمّٓ اہل روم ایک قریب کے موقع میں مغلوب ہوگئے اور وہ اپنے مغلوب ہونے کے بعد عنقریب تین سال سے لے کر نو سال کے اندر اندر غالب آ جائیں گے۔ پہلے بھی اختیار اللہ ہی کو تھا اور پیچھے بھی اور اس روز مسلمان اللہ تعالیٰ کی اس امداد پر خوش ہوں گے وہ جس کو چاہے غالب کر دیتا ہے اور وہ زبردست رحیم ہے اس کا وعدہ فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف نہیں فرماتا لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

تفسیر: سورۃ الروم مکیۃ: الا قولہ فسبحان وھی ستون او تسع و خمسون آیۃ کذا فی البیضاوی۔ **ربط**: اس سورت میں یہ مضامین ہیں۔ **اول**: بعض واقعات موجبہ فرح اہل اسلام کی پیشین گوئی جس میں دلالت علی النبوۃ کے ساتھ اوپر کی سورت میں کفار کی ایذا رسانی سے جو مسلمانوں کو رنج ہوتا تھا جس پر اس کے خاتمہ میں مجاہدہ و تحمل مشاق کی فضیلت مذکور ہوئی تھی اس رنج کا ازالہ بھی ہے اور اس سے دونوں میں ارتباط بھی ظاہر ہوگیا۔ **ثانی**: کفار کا تعنت و عناد اور ان کو کفر و تکذیب پر توبیخ اور اس کی تقویت کے لئے اجمالاً بعض مکذبین سابقین کی بدانجامی۔ **ثالث**: اثبات معاد اور اس کے احوال و اہوال جس سے مضمون ثانی کی بھی تقویت ہوتی ہے۔ **رابع**: اثبات توحید اور اس کے دلائل۔ **خامس**: بعض اعمال مہمہ فرعیہ جو حقوق اعتقاد توحید میں سے ہیں۔ پھر خاتمہ میں ان مضامین بلیغہ سے کفار کے متاثر نہ ہونے پر حضور ﷺ کا تسلیہ واللہ اعلم۔

پیشینگوئی موجب سرور اہل اسلام: جس قصہ کے متعلق یہ پیشین گوئی ہے اس کا ملخص یہ ہے کہ ایک بار روم اور فارس میں مقام اذرعات و بصریٰ کے درمیان (کما فی الروح معزیا الی طرق عدیدۃ مع ترجیح ابن حجر لہ) لڑائی ہوئی اور رومی مغلوب ہوگئے۔ مشرکین مکہ مسلمانوں سے کہنے لگے کہ تم اور رومی اہل کتاب ہو اور ہم اور فارسی غیر اہل کتاب ہیں۔ پس فارس کا روم پر غالب آنا فال ہے اس کی کہ ہم بھی تم پر غالب رہیں گے۔ اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں جس میں پیشین گوئی ہے کہ نو سال کے اندر رومی فارسیوں پر غالب آ جاویں گے۔ چنانچہ اس سے ساتویں برس پھر دونوں کا مقابلہ ہوا اور رومی غالب آ گئے۔ جس سے وہ پیشین گوئی پوری ہوئی اور اتفاق سے جس زمانہ میں یہ روم کا غلبہ ہوا ہے یہاں مسلمان جنگ بدر میں مشرکین پر غالب آئے تھے۔ بعض نے يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ کی یہی تفسیر کی ہے اور اس کو دوسری پیشین گوئی قرار دیا ہے۔ یہ سب روایات درمنثور میں باسانید مختلفہ مذکور ہیں۔

آیات و تفسیر: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ الٓمّٓ ۝ غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۝ (الی قولہ تعالیٰ) وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۔ الٓمّٓ ۝ (اس کے معنی اللہ کو معلوم ہیں) اہل روم ایک قریب کے موقع میں (یعنی ارض روم[1] کے ایسے مقام میں جو بہ نسبت فارس کے عرب سے قریب تر ہے۔ مراد اس سے اذرعات و بصریٰ ہے جو ملک شام میں دو شہر ہیں۔ کذا فی القاموس اور حکومت روم کے تحت میں ہونے سے ارض روم میں داخل ہیں۔ ایسے موقع میں اہل روم اہل فارس کے مقابلہ میں) مغلوب ہوگئے (جس سے مشرکین خوش ہوئے) اور وہ (رومی) اپنے (اس) مغلوب ہونے کے بعد عنقریب (اہل فارس پر

دوسرے مقابلہ میں) تین سال سے لے کر نو سال کے اندر غالب آ جائیں گے (اور یہ مغلوب اور غالب ہونا سب خدا کی طرف سے ہے' کیونکہ مغلوب ہونے سے) پہلے بھی اختیار اللہ ہی کو تھا (جس سے مغلوب کر دیا تھا) اور (مغلوب ہونے سے) پیچھے بھی (اللہ ہی کو اختیار ہے جس سے غالب کر دے گا) اور اُس روز (یعنی جب اہل روم غالب آ دیں گے) مسلمان اللہ تعالیٰ کی اس امداد پر خوش ہوں گے (اس امداد سے یا تو مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو قول میں غالب فرماوے گا' کیونکہ اس پیشین گوئی کو مسلمانوں نے کفار پر ظاہر کیا اور انہوں نے تکذیب کی تو اس کے وقوع سے مسلمانوں کی جیت ہو جاوے گی اور یا یہ مراد ہے کہ مسلمانوں کو مقاتلہ میں بھی غالب کر دے گا۔ چنانچہ وہ وقت جنگ بدر میں منصور ہونے کا تھا اور ہر حال میں نصرت کا محل اہل اسلام ہی ہیں اور مسلمانوں کی حالت ظاہری مغلوبیت کی دیکھ کر اس منصوریت فی المقابلہ پر استبعاد نہ کیا جاوے یا دو آدمیوں کی حالت ظاہری مغلوبیت کی دیکھ کر مسلمانوں کی اس منصوریت فی المقابلہ پر استبعاد نہ کیا جاوے' کیونکہ نصرت اللہ کے قبضے میں ہے) وہ جس کو چاہے غالب کر دیتا ہے اور وہ زبردست ہے (کفار کو جب چاہے قولاً یا فعلاً مغلوب کرادے اور) رحیم (بھی) ہے (مسلمانوں کو جب چاہے غالب کر دے) اللہ تعالیٰ نے اس کا وعدہ فرمایا ہے (اور) اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کو خلاف نہیں فرماتا (اس واسطے یہ پیشین گوئی ضرور واقع ہوگی خواہ ایک مراد ہو یا دو) ولیکن اکثر لوگ (اللہ تعالیٰ کے تصرفات کو) نہیں جانتے (بلکہ صرف ظاہری اسباب کو دیکھ کر ان اسباب پر حکم لگا دیتے ہیں۔ اس لئے اس پیشین گوئی میں استبعاد کرتے ہیں' حالانکہ مسبب الاسباب اور مالک اسباب حق تعالیٰ ہے' اس کو اسباب بدلنا بھی آسان' اسباب کے خلاف مسبب کا واقع کرنا بھی آسان اور جس طرح وقوع کے قبل اسباب کو دیکھ کر صدق وعدۂ الٰہیہ کا یقین نہیں کرتے اسی طرح بعد وقوع کے اس کو وعدہ الٰہیہ کا ظہور نہیں جانتے جس سے اس وعدہ کی پیشگی خبر دینے والے کی نبوت پر استدلال کرنا لازم تھا۔ پس لَا یَعْلَمُوْنَ میں دونوں امر آ گئے)۔

ف: مسلمانوں کا کفار سے اس پیشین گوئی کا دعویٰ سے اظہار کرنا ترمذی میں موجود ہے۔

ملحقات الترجمۃ: قوله فی توضیح ادنی الارض: ارض روم اشارة الی ان اللام فی الارض للعهد ۱۲۔

يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَهُمْ عَنِ الْاٰخِرَةِ هُمْ غٰفِلُوْنَ ۝ اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۣ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَاۗئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ ۝۸ اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاَثَارُوا الْاَرْضَ وَعَمَرُوْهَآ اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوْهَا وَجَاۗءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۭ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝۹ ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةَ الَّذِيْنَ اَسَاۗءُوا السُّوْٓاٰى اَنْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۱۰ ع ۴

یہ لوگ صرف دنیوی زندگی کے ظاہر کو جانتے ہیں اور یہ لوگ آخرت سے بے خبر ہیں۔ کیا انہوں نے اپنے دلوں میں یہ غور نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین اور ان چیزوں کو جوان کے درمیان میں ہیں کسی حکمت ہی سے اور ایک میعاد معین کے لئے پیدا کیا ہے اور بہت سے آدمی اپنے رب کے ملنے کے منکر ہیں۔ کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں جس میں دیکھتے بھالتے کہ جو لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں ان کا انجام کیا ہوا وہ ان سے قوت میں بھی بڑھے ہوئے تھے اور انہوں نے زمین کو بھی بویا جوتا تھا اور جتنا انہوں نے اس کو آباد کر رکھا ہے اس سے زیادہ انہوں نے آباد کیا تھا اور ان کے پاس ان کے پیغمبر معجزے لے کر آئے تھے سو اللہ تعالیٰ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرتا ولیکن وہ تو خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کر رہے تھے پھر ایسے لوگوں کا انجام جنہوں نے برا کام کیا تھا بڑی ہوا۔ اس وجہ سے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلایا تھا اور ان کی ہنسی اڑاتے تھے۔

تفسیر ربط: اوپر اخبار بالغیب کے ساتھ جو کہ دلیل نبوت بھی ہے کفار کا جہل لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ سے بیان فرمایا تھا جس سے ان لوگوں کا جہل عن النبوۃ مفہوم ہوا تھا۔ آگے ان کا جہل عن الآخرۃ کہ فرع ہے جہل عن النبوۃ کی مع اس کے سبب عظیم کے کہ انہماک فی الدنیا ہے اور مع توبیخ کے بیان فرماتے ہیں۔

توبیخ بر حب دنیا و کفر و انکار: يَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ (الی قوله تعالی) وَكَانُوْا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ (ان لوگوں کے جہل باللہ و بالنبوۃ کا جو کہ اوپر معلوم ہوئے سبب یہ ہے کہ) یہ لوگ صرف دنیوی زندگانی کی ظاہر (حالت) کو جانتے ہیں اور یہ لوگ آخرت سے (بالکل) بے خبر ہیں (کہ وہاں کیا ہوگا' اس لئے ان کو نہ اسباب عقوبت سے کہ کفر و انکار ہے اندیشہ ہے نہ اسباب نجات کی کہ تصدیق و ایمان ہے فکر ہے) کیا (دلائل وقوع آخرت کے سن کر بھی ان کی

نظر دنیا ہی پر مقصور[۱] رہی اور) انہوں نے اپنے دلوں[۲] میں یہ غور نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ[۳] نے آسمانوں اور زمین کو اور ان چیزوں کو جو ان کے درمیان میں ہیں کسی حکمت ہی سے اور ایک میعاد معین (تک) کے لئے) پیدا کیا ہے (جیسا اس نے آیات میں خبر دی ہے کہ ان حکمتوں میں سے ایک مجازات ہے اور میعاد معین قیامت ہے۔ اگر اپنے دلوں میں غور کرتے تو ان واقعات کا امکان عقل سے اور ان کا وقوع نقل سے اور اس نقل کا صدق صفت اعجاز سے منکشف ہو جاتا اور آخرت کے منکر نہ ہوتے' مگر غور نہ کرنے سے منکر ہو رہے ہیں) اور (یہی کیا اور) بہت سے آدمی اپنے رب کے ملنے[۴] کے منکر ہیں' کیا یہ لوگ (کبھی گھر[۵] سے نہیں نکلے اور) زمین میں چلے پھرے نہیں جس میں دیکھتے بھالتے کہ جو (منکر) لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں ان کا (آخری) انجام کیا ہوا (کیفیت ان کی یہ تھی کہ) وہ ان سے قوت میں بھی بڑھے ہوئے تھے اور انہوں نے زمین کو بھی (ان سے زیادہ) بویا جوتا تھا اور جتنا انہوں نے (سامان اور مکان سے) اس کو آباد کر رکھا ہے اس سے زیادہ انہوں نے اس کو آباد کیا تھا اور ان کے پاس بھی ان کے پیغمبر معجزے لے کر آئے تھے (جن کو انہوں نے نہیں مانا اور عذاب سے ہلاک[۶] ہوئے جن کی ہلاکت کے آثار اُن کے دیار سے جو طریق شام میں ملتے ہیں نمودار ہیں) سو (اس ہلاکت میں) خدا تعالیٰ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرتا ولیکن وہ تو خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کر رہے تھے (کہ انکار رسل کا کر کے مستحق ہلاک ہوئے یہ تو ان کی حالت دنیا میں ہوئی اور) پھر (آخرت میں) ایسے لوگوں کا انجام جنہوں نے (ایسا) برا کام (یعنی رسل کا انکار) کیا تھا برا ہی ہوا (محض[۷]) اس وجہ[۸] سے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو (یعنی احکام و اخبار کو) جھٹلایا تھا اور (تکذیب سے بڑھ کر یہ کہ) ان کی ہنسی اڑاتے تھے (وہ انجام سزائے دوزخ ہے)

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: يَعْلَمُونَ ظَاهِرًا...... اس میں اس شخص کی جہالت کا اظہار ہے جو اپنی نظر کو صرف دنیا کے مزخرفات ولذات محسوسہ تک مقتصر رکھتا ہے اور آخرت سے جو کہ مقصود ہے غافل رہتا ہے۔ قولہ تعالیٰ: أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ...... اس میں بعض اہل طریق کو اس عادت کی اصل ہے کہ بلاد میں سیاحت کیا کرتے ہیں جس میں مصالح دینیہ ہوتے ہیں۔

ملحقات الترجمۃ: [۱] قوله في اولم يتفكروا: مقصور ہی اشارة الى تقدير المعطوف عليه اى اقصروا نظر هم على الدنيا ولم يتفكروا ۱۲۔ [۲] قوله في انفسهم: اپنے دلوں اشارة الى ان الانفس آلات التفكر لا محله وزيادته للمبالغة والتقرير كقوله اعتقدت بقلبى ۱۲۔ [۳] قوله في ما خلق الله کہ اللہ تعالیٰ نے اشار به الى ان الجملة مفعول ليتفكروا والنفى لا يمنع ذلك كما في اعراب القرآن ۱۲۔ [۴] قوله في بلقاء ربهم اپنے رب کے ملنے اشارة الى كون بلقاء ربهم معمولا لكفرون واللام لا تمنع ذلك كما في الاعراب ۱۲۔ [۵] قوله في اولم يسيروا: گھر سے اشارة الى تقدير العمطوف عليه اى اقعدوا في بيوتهم ولم يسيروا ۱۲۔ [۶] قوله في فما كان الله ہلاک ہوئے اشارة الى ان الفاء في فما كان الله فصيحة ۱۲۔ [۷] قوله في ان كذبوا: (محض) اشار به الى ارتباط الكلام بالسابق والمقصود انه اذا كان الظلم عن الله سبحانه منتفيا لم يكن سبب سوء العاقبة الاعقائد هم الباطلة وافعالهم السيئة ۱۲۔ [۸] قوله في ان كذبوا اس وجہ سے اشارة الى تقدير اللام او الباء ۱۲۔

اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ مِّنْ شُرَكَآئِهِمْ شُفَعٰٓؤُا وَكَانُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ كٰفِرِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّتَفَرَّقُوْنَ ﴿۱۴﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَهُمْ فِيْ رَوْضَةٍ يُّحْبَرُوْنَ ﴿۱۵﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآئِ الْاٰخِرَةِ فَاُولٰٓئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ ﴿۱۶﴾ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّحِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ﴿۱۸﴾

اللہ تعالیٰ خلق کو اول بار بھی پیدا کرتا ہے پھر وہی دوبارہ پیدا کرے گا پھر اس کے پاس لائے جاؤ گے اور جس روز قیامت قائم ہوگی اس روز مجرم لوگ حیرت زدہ رہ جائیں گے ان کے شریکوں میں سے ان کا کوئی سفارشی نہ ہوگا اور اپنے شریکوں سے منکر ہو جائیں گے اور جس روز قیامت قائم ہوگی اس روز سب آدمی جدا جدا ہو جائیں گے یعنی جو لوگ ایمان لائے تھے اور انہوں نے اچھے کام کئے تھے وہ تو باغ میں مسرور ہوں گے اور جن لوگوں نے کفر کیا تھا اور ہماری آیتوں کو اور آخرت کے پیش آنے کو جھٹلایا تھا وہ لوگ عذاب میں گرفتار ہوں گے۔ سو تم اللہ کی تسبیح کیا کرو شام کے وقت اور صبح کے وقت اور تمام آسمانوں اور زمین میں اس کی حمد ہوتی ہے اور بعد زوال اور ظہر کے وقت۔

تفسیر ربط: اوپر جہل انکار آخرت پر توبیخ تھی' آگے آخرت کا وقوع مع بیان مآل انکار و تکذیب اور ایمان و تصدیق کے مذکور ہے۔

اخبار از وقوع آخرت و جزا و سزا دراں: اَللّٰهُ يَبۡدَؤُا الۡخَلۡقَ ثُمَّ يُعِيۡدُهٗ (الی قولہ تعالی) فَاُولٰٓـئِكَ فِى الۡعَذَابِ مُحۡضَرُوۡنَ ۞ اللہ تعالیٰ خلق کو اول بار پیدا بھی کرتا ہے پھر وہی دوبارہ بھی اس کو پیدا کرے گا' پھر (پیدا ہونے کے بعد) اس کے پاس (حساب کتاب کے لئے) لائے جاؤ گے اور جس روز قیامت قائم ہوگی (جس میں اعادۂ مذکور ہونے والا ہے) اس روز مجرم (یعنی کافر) لوگ (باز پرس کے وقت) حیرت زدہ رہ جاویں گے (یعنی کوئی معقول بات ان سے بن نہ پڑے گی) اور ان کے (تراشے ہوئے) شریکوں میں سے (جن کو شریک عبادت بھی بناتے تھے) ان کا کوئی سفارشی نہ ہوگا اور (اس وقت خود) یہ لوگ (بھی) اپنے شریکوں سے منکر ہو جاویں گے (کہ وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشۡرِكِيۡنَ [الأنعام: ۲۳]) اور جس روز قیامت قائم ہوگی اس روز (علاوہ واقعۂ مذکورہ کے ایک واقعہ یہ بھی ہوگا کہ مختلف طریقوں کے) سب آدمی جدا جدا ہو جاویں گے یعنی جو لوگ ایمان لائے تھے اور انہوں نے اچھے کام کئے تھے وہ تو (بہشت کے) باغ میں مسرور ہوں گے اور جن لوگوں نے کفر کیا تھا اور ہماری آیتوں کو اور آخرت کے پیش آنے کو جھٹلایا تھا وہ لوگ عذاب میں گرفتار ہوں گے (یہ معنی ہیں جدا جدا ہونے کے)۔ رلط: اوپر ایمان و عمل صالح کی فضیلت یعنی اس پر جنت کے ترتب کا ذکر تھا' آگے ایک خاص عنوان جامع سے ایمان و عمل صالح کی ترغیب ہے' کیونکہ تسبیح و تحمید جو آگے مذکور و مامور بہ ہے ایک صراحۃً (۱) دوسری اشارۃً جامع[۲] ہے جمیع انواع عبادات کو جس کی فرد اعظم نماز ہے جس سے ذکر اوقات کو خاص مناسبت و تعلق ہے۔

امر بتنزیہ و تحمید: فَسُبۡحٰنَ اللّٰهِ حِيۡنَ تُمۡسُوۡنَ وَحِيۡنَ تُصۡبِحُوۡنَ ۞ وَلَهُ الۡحَمۡدُ فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَعَشِيًّا وَّحِيۡنَ تُظۡهِرُوۡنَ ۞ (جب ایمان و عمل صالح کی فضیلت تم کو معلوم ہوگئی) سو تم اللہ کی تسبیح (اعتقاداً و جناناً بھی جس میں ایمان آ گیا اور قولاً و لساناً بھی جس میں اقرار و دیگر اذکار آ گئے اور عملاً و ارکاناً بھی جس میں تمام عبادتیں عموماً اور نماز خصوصاً آ گئیں' غرض تم اللہ کی تسبیح ہر وقت کیا کرو (اور خصوصاً شام کے وقت اور صبح کے وقت اور (اللہ کی تسبیح کرنے کا جو حکم ہوا ہے تو وہ واقعی اس کا مستحق بھی ہے' کیونکہ) تمام آسمان اور زمین میں اسی کی حمد ہوتی ہے (یعنی آسمان میں فرشتے اور زمین میں بعض اختیاراً اور بعض اضطراراً اس کی حمد و ثنا کرتے ہیں۔ کقولہ تعالیٰ: وَاِنۡ مِّنۡ شَىۡءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمۡدِهٖ [الأسراء: ٤٤] پس جب وہ ایسا محمود الصفات کامل الذات ہے تو تم کو بھی ضرور اس کی تسبیح کرنا چاہئے) اور بعد زوال (بھی تسبیح کیا کرو) اور ظہر کے وقت (بھی تسبیح کیا کرو کہ یہ اوقات تجدد نعمت و زیادت ظہور آثار قدرت کے ہیں' ان میں تجدید تسبیح کی مناسب ہے بالخصوص نماز کے لئے بھی اوقات مقرر ہیں۔ چنانچہ مساء میں مغرب و عشاء آ گئی اور عشی میں ظہر و عصر دونوں داخل تھے' مگر ظہر صراحۃً مذکور ہے' اس لئے صرف عصر مراد رہ گئی اور صبح بھی تصریحاً مذکور ہے)۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: فَسُبۡحٰنَ اللّٰهِ حِيۡنَ تُمۡسُوۡنَ ...... اوپر مؤمنین اور کافرین کا حال بیان فرمایا ہے' پھر اس پر امر بالتسبیح متفرع فرمانا (جیسا فاء کا مدلول ہے) اس پر دال ہے کہ حق تعالیٰ جس طرح اپنی صفات و جمال کے ظہور کے سبب ثناء کا اہل ہے اسی طرح اپنی صفات جلال کے ظہور سے بھی اس کا اہل ہے ۱۲۔

الحواشی: (۱) یہ متعلق ہے ماسبق یعنی مامور بہ کے نہ کہ مابعد یعنی جامع کے' مطلب یہ ہے کہ تسبیح تو صراحۃً مامور بہ ہے اور تحمید صراحۃً تو مخبر عنہ ہے لیکن اشارۃً مامور بہ ہے' کیونکہ مقصود خبر سے امر و ترغیب ہے ۱۲ منہ۔

ملحقات الترجمۃ: ا قولہ فاما الذین: یعنی اشارة الی ان الفاء للتفصیل ۱۲۔ ۲ قولہ فی التمهید جامع اما التسبیح فقط اذا ارید به جمیع الانواع اطلاقا للخاص علی العام واما مع الحمد لو نظر الی کونه مامورًا به ایضا و لو اشارة ۱۲۔

اللغات: قوله یحبرون فی القاموس الحبر بالفتح السرور کالحبور والحبرة والحبر محرکة واجره سره ۱۵ اھ ۱۲۔

النحو: قوله عشیا عطف علی حین تمسون ۱۲۔

البلاغة: قوله ترجعون فیه التفات۔ قوله یوم تقوم الساعة الثانی اعید للتهویل۔ قوله یومئذ یتفرقون بدل من یوم وفائدته تهویل ۱۲۔ قوله عشیا تقدیمه فی الذکر علی الظهر مع رعایة الترتیب فی الباقی اما لرعایة الفاصلة واما لان العصر بالنسبة الی الظهر کالمساء بالنسبة الی الصباح فلما قدم المساء علی الصباح للترتیب الوجودی قدم العصر علی الظهر لنکتة النسبة وتغییر الاسلوب فی عشیا لما انه لا یجئ منه الفعل بمعنی الدخول فی العسی کالمساء والصباح والظهیرة ۱۲۔

يُخۡرِجُ الۡحَىَّ مِنَ الۡمَيِّتِ وَيُخۡرِجُ الۡمَيِّتَ مِنَ الۡحَىِّ وَيُحۡىِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِهَا ؕ وَكَذٰلِكَ تُخۡرَجُوۡنَ ۞ وَمِنۡ اٰيٰتِهٖۤ اَنۡ خَلَقَكُمۡ مِّنۡ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَاۤ اَنۡتُمۡ بَشَرٌ تَنۡتَشِرُوۡنَ ۞ وَمِنۡ اٰيٰتِهٖۤ اَنۡ خَلَقَ لَكُمۡ مِّنۡ اَنۡفُسِكُمۡ اَزۡوَاجًا

لِتَسْكُنُوٓا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً ۚ إِنَّ فِى ذَٰلِكَ لَءَايَٰتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿٢١﴾ وَمِنْ ءَايَٰتِهِۦ خَلْقُ
السَّمَٰوَٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَٰفُ أَلْسِنَتِكُمْ وَأَلْوَٰنِكُمْ ۚ إِنَّ فِى ذَٰلِكَ لَءَايَٰتٍ لِّلْعَٰلِمِينَ ﴿٢٢﴾ وَمِنْ ءَايَٰتِهِۦ
مَنَامُكُم بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَآؤُكُم مِّن فَضْلِهِۦٓ ۚ إِنَّ فِى ذَٰلِكَ لَءَايَٰتٍ لِّقَوْمٍ يَسْمَعُونَ ﴿٢٣﴾
مِنْ ءَايَٰتِهِۦ يُرِيكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَطَمَعًا وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَيُحْىِۦ بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَآ ۚ إِنَّ
فِى ذَٰلِكَ لَءَايَٰتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿٢٤﴾ وَمِنْ ءَايَٰتِهِۦٓ أَن تَقُومَ السَّمَآءُ وَالْأَرْضُ بِأَمْرِهِۦ ۚ ثُمَّ إِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً مِّنَ
الْأَرْضِ إِذَآ أَنتُمْ تَخْرُجُونَ ﴿٢٥﴾ وَلَهُۥ مَن فِى السَّمَٰوَٰتِ وَالْأَرْضِ ۖ كُلٌّ لَّهُۥ قَٰنِتُونَ ﴿٢٦﴾ وَهُوَ الَّذِى
يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُۥ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ ۚ وَلَهُ الْمَثَلُ الْأَعْلَىٰ فِى السَّمَٰوَٰتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٢٧﴾

وہ جاندار کو بے جان سے باہر لاتا ہے اور بے جان کو جاندار سے باہر لاتا ہے اور زمین کو اس کے مردہ ہونے کے بعد زندہ کرتا ہے اور اسی طرح تم لوگ نکالے جاؤ گے اور نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ تم کو مٹی سے پیدا کیا پھر تھوڑے ہی دن بعد تم آدمی بن کر پھیلے ہوئے پھرتے ہو اور اسی کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے واسطے تمہاری جنس کی بیبیاں بنائیں تاکہ ان کے پاس آرام ملے اور تم میاں بیوی میں محبت اور ہمدردی پیدا کی۔ اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو فکر سے کام لیتے ہیں اور اسی کی نشانیوں میں سے آسمانوں زمین کا بنانا ہے اور تمہارے لب لہجہ اور رنگتوں کا الگ الگ ہونا ہے اس میں دانشمندوں کے لئے نشانیاں ہیں اور اس کی نشانیوں میں سے تمہارا سونا ہے رات اور دن میں اور اس کی روزی کو تمہارا تلاش کرنا ہے اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو سنتے ہیں اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ وہ تم کو بجلی دکھاتا ہے جس سے ڈر بھی ہوتا ہے اور امید بھی ہوتی ہے اور وہی آسمان سے پانی برساتا ہے پھر اسی سے زمین کو اس کے مردہ ہو جانے کے بعد زندہ کر دیتا ہے اس میں ان لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو عقل رکھتے ہیں اور اسی کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ آسمانوں اور زمین اس کے حکم سے قائم ہے پھر جب تم کو پکار کر زمین میں سے بلادے گا تو تم یکبارگی نکل پڑو گے اور جتنے آسمان اور زمین میں موجود ہیں سب اسی کے تابع ہیں اور اسی سے جو اول بار پیدا کرتا ہے پھر ہی دوبارہ پیدا کرے گا اور یہ اس کے نزدیک زیادہ آسان ہے اور آسمان وزمین میں اسی کی شان اعلیٰ ہے اور وہ بڑا زبردست حکمت والا ہے۔

تفسیر ربط: سرخی بالا سے اوپر وقوع آخرت کا ذکر تھا' چونکہ کفار مشرکین اس کے امکان ہی کا انکار کرتے تھے اس لئے آگے اس کی امکان اور صحت کے ثابت کرنے کے لئے دلائل قدرت بیان فرماتے ہیں اور درمیان میں تسبیح وتحمید کا ذکر آ گیا تھا۔ توجیہ استدلال یہ ہے کہ وقوع ساعت فی نفسہ امر ممکن ہے' کیونکہ کوئی دلیل اس کے امتناع کی نہیں اور اگر استبعاد کا شبہ ہو تو جو امور قدرت سے واقع ہوئے ہیں یہ قیامت ان سے زیادہ مستبعد نہیں ہے' پس قبول وجود میں سب مساوی پھر قدرت ذاتی ہے جس کی نسبت سب مقدورات سے مساوی اور بعد ثبوت امکان ودفع استبعاد نقل صحیح مخبر ہے وقوع سے پس وقوع اس کا ضروری۔ اگلا رکوع پورا اسی مضمون میں ہے۔

استدلال بر صحت بعث بیان دلائل قدرت: يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ (الی قولہ تعالی) وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٢٧﴾ (اس کو دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے' کیونکہ اس کی ایسی قدرت ہے کہ) وہ جاندار کو بے جان سے باہر لاتا ہے اور بے جان کو جاندار سے باہر لاتا ہے (مثلاً نطفہ اور بیضہ سے انسان اور بچہ اور انسان اور پرندہ سے نطفہ اور بیضہ) اور زمین کو اس کے مردہ (یعنی خشک) ہونے کے بعد زندہ (یعنی تازہ وشاداب) کرتا ہے اور اسی طرح تم لوگ (قیامت کے روز قبروں سے) نکالے جاؤ گے اور اسی کی (قدرت کی) نشانیوں میں سے ایک یہ (امر) ہے کہ تم کو مٹی سے پیدا کیا (یا تو اس طرح کہ آدم علیہ السلام مٹی سے پیدا ہوئے جو مشتمل تھے تمام ذریت پر اور یا اس طرح کہ نطفہ کی اصل غذا ہے اور اس کی اصل عناصر ہیں جس میں جزو غالب مٹی ہے) پھر تھوڑے ہی روزوں بعد (کیا ہوا کہ) تم آدمی بن کر (زمین پر) پھیلے ہوئے پھرتے (نظر آتے) ہو اور اسی کی (قدرت کی) نشانیوں میں سے یہ (امر) ہے کہ اس نے تمہارے (فائدے کے) واسطے تمہاری جنس کی بیبیاں بنائیں (اور وہ فائدہ یہ ہے کہ) تاکہ تم کو ان کے پاس (جا کر بیٹھ کر) آرام ملے اور تم میاں بی بی میں محبت اور ہمدردی پیدا کی اس (امر مذکور) میں (بھی) ان لوگوں کے لئے (قدرت کی) نشانیاں ہیں جو فکر سے کام لیتے ہیں (کیونکہ استدلال کے لئے فکر کی ضرورت ہے اور نشانیاں جمع۔ اس لئے فرمایا کہ امر مذکور کئی امر پر مشتمل ہے) اور اسی کی (قدرت کی) نشانیوں میں سے آسمان اور زمین کا بنانا ہے اور

تمہارے لب ولہجہ اور رنگتوں کا الگ الگ ہونا ہے (لب ولہجہ سے مراد یا لغات ہوں یا آواز وطرز گفتگو) اس (امر مذکور) میں (بھی) دانشمندوں کے لئے (قدرت کی) نشانیاں ہیں (یہاں بھی جمع کی وہی توجیہ مذکور ہوسکتی ہے) اور اسی کی (قدرت کی) نشانیوں میں سے تمہارا سونا لیٹنا ہے رات میں اور دن میں (گو رات کو زیادہ اور دن کو کم ہو) اور اس کی روزی کو تمہارا تلاش کرنا ہے (دن کو زیادہ اور رات کو کم' اسی لئے دوسری آیات میں تخصیص واقع ہوئی ہے) اس (امر مذکور) میں (بھی) ان لوگوں کے لئے (قدرت کی) نشانیاں ہیں جو (دلیل کو توجہ سے) سنتے ہیں اور اسی کی (قدرت کی) نشانیوں میں سے یہ (امر[۱]) ہے کہ وہ تم کو (بارش کے وقت) بجلی (چمکتی ہوئی) دکھلاتا ہے جس سے (اس کے گرنے کا) ڈر بھی ہوتا ہے اور (اس سے بارش کی) امید بھی ہوتی ہے اور وہی آسمان سے پانی برساتا ہے' پھر اس سے زمین کو اس کے مردہ (یعنی خشک) ہو جانے کے بعد زندہ (یعنی تر وتازہ) کر دیتا ہے اس (امر مذکور) میں (بھی) ان لوگوں کے لئے (قدرت کی) نشانیاں ہیں جو عقل (نافع رکھتے ہیں) اور اسی کی (قدرت کی) نشانیوں میں سے یہ (امر) ہے کہ آسمان اور زمین اس کے حکم (یعنی ارادہ) سے قائم ہیں (اس میں بیان ہے ان کے ابقاء کا اور اوپر خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ میں ذکر تھا ان کے حدوث کا اور یہ تمام[۲] نظام عالم جو مذکور ہوا یعنی تمہارا سلسلہ توالد و تناسل کا جاری ہونا اور باہم ازواج ہونا اور آسمان اور زمین کا بہیئت کذائیہ موجود و قائم ہونا اور السنہ والوان کا اختلاف اور لیل ونہار کے انقلاب میں خاص مصلحتوں کا ہونا اور بارش کا نزول اور اس کے مبادی و آثار کا ظہور یہ سب اسی حیات اولیٰ کے بقائے سلسلہ تک ہے اور ایک روز یہ سب ختم ہو جاوے گا) پھر (اس وقت یہ ہوگا کہ) جب تم کو پکار کر زمین میں سے بلاوے گا تو تم یکبارگی نکل پڑو گے (اور دوسرا نظام شروع ہو جاوے گا جو مقصود مقام ہے) اور (اوپر دلائل قدرت سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ) جتنے (فرشتے اور انسان وغیرہ) آسمان اور زمین میں موجود ہیں سب اسی کے (مملوک) ہیں (اور) سب اسی کے تابع (یعنی مسخر قدرت) ہیں اور (اس ثبوت واختصا قدرتِ کاملہ سے یہ ثابت ہو گیا کہ) وہی ہے جو اول بار پیدا کرتا ہے (چنانچہ یہ مخاطبین کے نزدیک بھی مسلم تھا) پھر وہی دوبارہ پیدا کرے گا (جیسا کہ دلائل مذکورہ کے ساتھ انضمام خبر صادق سے معلوم ہوا) اور یہ (دوبارہ پیدا کرنا) اس کے نزدیک (باعتبار مخاطبین کے بادی النظر کے بہ نسبت اول بار پیدا کرنے کے) زیادہ آسان ہے (جیسا قدرتِ بشریہ کے اعتبار سے عادت غالبہ یہی ہے کہ کسی چیز کو پہلی بار کے بنانے سے دوسری باری بنانا سہل تر ہوتا ہے) اور آسمان اور زمین میں اسی کی شان (سب سے) اعلیٰ ہے (یعنی نہ آسمانوں[۳] میں کوئی ایسا بڑا ہے اور نہ زمین میں۔ کقولہ تعالیٰ) وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ [الجاثیۃ: ۳۷] اور وہ (بڑا) زبردست (یعنی قادرِ مطلق اور) حکمت والا ہے (چنانچہ اوپر کے تصرفات سے قدرت اور حکمت دونوں ظاہر ہیں۔ پس قدرت سے اعادہ کرے گا اور جتنا توقف ہو رہا ہے اس میں حکمت ومصلحت ہے' پس قدرت وحکمت کے ثبوت کے بعد فی الحال واقع نہ ہونے سے انکار کرنا جہل ہے) **ف**: وَيُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا اس مقام میں دوبارہ لانا شاید اس لئے ہو کہ یہاں تذکرہ بعث کا ہے اور یہ اس کا خاص نمونہ ہے اور فواصل کا اختلاف يَتَفَكَّرُوْنَ ۞ اور لِّلْعٰلِمِيْنَ ۞ اور يَّسْمَعُوْنَ ۞ اور يَّعْقِلُوْنَ ۞ سے تفنن عبارت ہے جو منجملہ وجوہ بلاغت ہے اور دوسری توجیہات خالی از تکلف نہیں۔ وللناس فیما یعشقون مذاهب اور اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ سے اوپر کی آیات میں جو آیا ہے وہ بطور تقدیم دعویٰ کے ہے اور یہاں جو آیا ہے وہ بطور تفریع مطلوب کے ہے اور درمیان میں دوبارہ تخرجون آنا اس لئے ہے کہ تاکید مقصود کے زیادہ مناسب ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ ...... اس میں دلالت ہے کہ اس پر بیبیوں کی طرف میلان ہونا حق تعالیٰ کے احسانات سے ہے کیونکہ یہ موقع امتنان کا ہے' بس اس سے معلوم ہوا کہ یہ میلان منافی کمال نہیں' جیسا بعض زاہدان خشک سمجھتے ہیں۔ قولہ تعالیٰ: وَمِنْ اٰيٰتِهٖ مَنَامُكُمْ ...... اس سے معلوم ہوا کہ استراحت کے لئے سونا اور اسی طرح اسباب معاش کا حاصل کرنا یہ منافی کمال نہیں' کیونکہ موقع منت میں ذکر فرمایا ہے تو ایسی چیز منافی کمال کیسے ہوگی البتہ ان میں انہماک یہ ممنوع ہے۔ قولہ تعالیٰ: وَ مِنْ اٰيٰتِهٖ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ چونکہ خطاب اپنے عموم سے کاملین کو بھی شامل ہے اس عموم سے یہ اس پر دال ہے کہ خوف وطمع طبعی منافی کمال نہیں۔ قولہ تعالیٰ: وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى مثل بحسین بمعنی مثال ہے۔ اس کا اثبات مطلقاً اس آیت میں اور اس کا ایراد جزئیاً دوسری آیات مثل: مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ [النور: ۳۸] میں اور مِثْل بکسر المیم وسکون الثاء کی نفی آیت: لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ [الشوریٰ: ۱۱] میں دال ہے اس پر کہ حق تعالیٰ کے لئے مثال کا استعمال جو کہ توضیح کے لئے ہوتی ہے بشرطیکہ خلاف شان حق تعالیٰ کے نہ ہو جائز ہے اور مثل کا ناجائز ہے اور فرق دونوں میں یہ ہے کہ مثال کے معنی ہیں مشارک فی الوصف اور مثل کے معنی ہیں مشارک فی النوع ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: [۱] **قوله في يريكم**: یہ امر ہے اشارة الى تقدير ان ليصح كونه مبتدأ ۱۲۔ [۲] **قوله قبل ثم اذا دعاكم**: یہ تمام نظام الخ يتايد بما ذكره ابو السعود قريباً منه ۱۲۔ [۳] **قوله في السمٰوٰت** یعنی نہ آسمانوں میں فالسمٰوٰت ظرف باعتبار المفضل عليه كصنع صاحب الكبير وان اختلف الصنع ۱۲۔

النحو: قوله يريكم بتقدير ان ۱۲۔

البلاغۃ: قوله ثم اذا انتم لا يستبعد الاجتماع بين التراخي والمفاجاة بكون الاول رتبيا والثاني حقيقيا او مع كونهما حقيقيين بان تكون الانتقال دفعيا لكن بعد زمان كثير ١٢۔ قوله لتسكنوا غاية للتقييد بانفسكم لان المجانسة اصل المؤانسة۔ قوله جعل بينكم فيه تغليب۔ قوله اختلاف السنتكم في الروح وانما نظم اختلاف الالسنة والا لو ان في سلك الآيات الآفاقية من خلق السمٰوات والارض مع كونه من الآيات الا نفسية الحقيقية بالانتظام في سلك ما سبق من خلق انفسهم وازواجهم للايذان باستقلاله والاحتراز عن توهم كونه متممات خلقهم اه۔ قوله ابتغاؤكم اي بالليل والنهار وحذف لدلالة ما قبل عليه ١٢۔

ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ؕ هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَآءَ فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ تَخَافُوْنَهُمْ كَخِيْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۲۸﴾ بَلِ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْۤا اَهْوَآءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ فَمَنْ يَّهْدِيْ مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۲۹﴾ فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۰﴾ مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۳۱﴾ مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا ؕ كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴿۳۲﴾ وَاِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُّنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَاۤ اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾ لِيَكْفُرُوْا بِمَاۤ اٰتَيْنٰهُمْ ؕ فَتَمَتَّعُوْا ۟ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۴﴾ اَمْ اَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوْا بِهٖ يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَاِذَاۤ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوْا بِهَا ؕ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ اِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ ﴿۳۶﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۳۷﴾ فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ۫ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَمَاۤ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا۠ فِيْۤ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَمَاۤ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ﴿۳۹﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ؕ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۴۰﴾ ع ۱۳/۷

اللہ تعالیٰ تم سے ایک مضمون عجیب تمہارے ہی حالات میں سے بیان فرماتے ہیں۔ کیا تمہارے۔ غلاموں میں کوئی شخص تمہارے اس مال میں جو ہم نے تم کو دیا ہے شریک ہے کہ تم اور وہ اس برابر ہوں۔ جن کا تم ایسا خیال کرتے ہو جیسا اپنے آپس کا خیال کرتے ہو۔ ہم اسی طرح سمجھداروں کے لئے دلائل صاف صاف بیان کرتے رہتے ہیں بلکہ ان ظالموں نے بلا دلیل اپنے خیالات کا اتباع کر رکھا ہے۔ سو جس کو اللہ گمراہ کر دے اس کو کون راہ پر لائے اور ان کا کوئی حمایتی نہ ہوگا۔ سو تم یکسو ہو کر اپنا رخ اس دین کی طرف رکھو۔ اللہ کی دی ہوئی قابلیت کا اتباع کرو جس پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اس پیدا ہوئی چیز کو جس پر اس نے تمام آدمیوں کو پیدا کیا ہے بدلنا نہ چاہیے بس سیدھا دین یہی ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ تو اللہ کی طرف رجوع ہو کر فطرت الٰہیہ کا جاع کرو اور اس سے ڈرو اور نماز کی پابندی کرو اور شرک کرنے والوں میں سے مت رہو۔ جن لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر لیا اور بہت سے گروہ بن گئے ہر گروہ اپنے اس طریقے پر نازاں ہے۔ جو ان کے پاس ہے اور جب لوگوں کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے رب کو اسی کی طرف رجوع ہو کر پکارنے لگتے ہیں۔ پھر جب اللہ تعالیٰ ان کو اپنی طرف سے کچھ عنایت کا مزہ چکھا دیتا ہے تو بس ان میں سے

بعض لوگ اپنے رب کے ساتھ شرک کرنے لگتے ہیں۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ ہم نے جو ان کو دیا ہے اس کی ناشکری کریں سو چند روز اور حظ حاصل کرلو۔ پھر جلد ہی تم معلوم کرلو گے۔ کیا ہم نے ان پر کوئی سند نازل کی ہے کہ وہ ان کو شرک کرنے کو کہہ رہی ہے اور ہم جب لوگوں کو کچھ عنایت کا مزہ چکھا دیتے ہیں تو وہ اس سے خوش ہوتے ہیں اور اگر ان کے اعمال کے بدلہ میں جو پہلے اپنے ہاتھوں کر چکے ہیں۔ ان پر کوئی مصیبت آ پڑتی ہے۔ تو بس وہ لوگ ناامید ہو جاتے ہیں۔ کیا ان کو یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے زیادہ روزی دیتا ہے اور جس کو چاہے کم دیتا ہے اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں اور پھر قرابت دار کو اس کا حق دیا کرو اور مسکین اور مسافر کو بھی۔ یہ ان لوگوں کے لئے بہتر ہے جو اللہ کی رضا کے طالب ہیں اور ایسے لوگ فلاح پانے والے ہیں اور جو چیز تم اس غرض سے دو گے کہ وہ لوگوں کے مال میں پہنچ کر زیادہ ہو جائے تو یہ اللہ کے نزدیک نہیں بڑھتا اور جو زکوٰۃ دو گے جس سے اللہ کی رضا طلب کرتے ہو گے تو ایسے لوگ نہ اللہ تعالیٰ کے پاس بڑھاتے رہیں گے اللہ تعالیٰ ہی وہ ہے جس نے تم کو پیدا کیا پھر تم کو رزق دیا پھر تم کو موت دیتا ہے پھر تم کو جلائے گا کیا تمہارے شریکوں میں بھی کوئی ایسا ہے جو ان کاموں میں سے کچھ بھی کر سکے وہ ان کے شرک سے پاک اور برتر ہے۔ ۞

تفسیر ربط: اوپر بعث کا مضمون تھا جس پر استدلال کرنے کے لئے حق تعالیٰ کے افعال وصفات کمال کا بیان کیا گیا تھا۔ آگے توحید کا مضمون مقصوداً مذکور ہے۔ اور چونکہ مسئلہ بعث وتوحید خود بھی قرآن میں متلاصق ہیں پھر صفات الٰہیہ وتوحید اور زیادہ متناسق ہیں اس لئے سابق ولاحق دو وجہ سے مرتبط ہو گئے اور یہ مضمون پورے رکوع تک ممتد ہے۔ صرف درمیان میں دلائل توحید میں سے رزاقی کی مناسبت سے استطراداً وتفریعاً بعض فروع متعلق انفاق مال اور اس کے اغراض کا بیان آ گیا ہے باقی اصل مقصود مضمون توحید ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اثبات توحید: ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ۭ هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ (الی قولہ تعالی) سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ اللہ تعالیٰ (شرک مذموم وباطل ثابت کرنے کے لئے) تم سے ایک مضمون عجیب تمہارے ہی حالات لے میں سے بیان فرماتے ہیں۔ وہ (یہ کہ غور کرو) کیا تمہارے غلاموں میں کوئی شخص تمہارا اس مال میں جو ہم نے تم کو دیا ہے شریک ہے کہ تم اور وہ (باعتبار اختیارات کے) اس میں برابر ہوں جن کا تم (تصرفات کے وقت) ایسا خیال کرتے ہو جیسا اپنے آپس (کے شریک وسہیم آزاد خود مختار کا) خیال کیا کرتے ہو (اور ان سے اذن لے کر تصرفات کیا کرتے ہو یا کم از کم اندیشہ مخالفت ہی ان سے رہتا ہے اور ظاہر ہے کہ غلام اس طرح شریک نہیں ہوتا' پس جب تمہارا غلام جو نوع وغیرہ میں تمہارا شریک ہے صرف ایک امر اضافی اس میں اور تم میں موجب امتیاز ہے تمہارے خاص حق تصرف میں تمہارا شریک نہیں ہو سکتا تو تمہارے قرار دیئے ہوئے معبودات باطلہ جو کہ حق تعالیٰ کے غلام ہیں اور کسی کمال ذاتی یا وصفی میں خدا تعالیٰ کے مماثل نہیں' بلکہ بعض تو ان میں سے خود مخلوقات الٰہیہ کے مصنوع ہیں۔ یہ معبودین حق تعالیٰ کے خاص حق معبودیت میں کس طرح اس کے ساتھ شریک ہو سکتے ہیں اور ہم نے جس طرح یہ دلیل شافی کافی بطلان شرک کی بیان فرمائی) ہم اسی طرح سمجھ داروں کے لئے دلائل صاف صاف بیان کرتے رہتے ہیں (اور مقتضا تبیین وتفصیل کا یہ تھا کہ وہ لوگ حق کا اتباع اختیار کر لیتے ہیں اور شرک چھوڑ دیتے مگر وہ حق کا اتباع نہیں کرتے[۲]) بلکہ ان ظالموں نے بلا (کسی صحیح) دلیل (کے محض) اپنے خیالات (فاسدہ) کا اتباع کر رکھا ہے سو جس کو (اس کے تعنت وعناد واصرار علی الباطل کی وجہ سے) خدا (ہی گمراہ) کرے اس کو کون راہ پر لاوے (اس میں ان کے عذر کا بیان نہیں بلکہ تسلیہ ہے پیغمبر ہادی ﷺ کا) اور (جب ان گمراہوں کو عذاب ہونے لگے گا تو) ان کا کوئی حمایتی نہ ہوگا (اور جب اوپر کے مضمون سے توحید کی حقیقت واضح ہوگئی) تو (مخاطبین میں سے ہر ہر شخص سے کہا جاتا ہے کہ) تم (ادیانِ باطلہ سے) یکسو ہو کر اپنا رخ اس دین (حق) کی طرف رکھو (اور سب) اللہ کی دی ہوئی قابلیت کا اتباع کرو[۳] جس (قابلیت) پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے (مطلب فطرت کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شخص میں خلقۃً یہ استعداد رکھی ہے کہ اگر حق کو سننا اور سمجھنا چاہے تو وہ سمجھ میں آ جاتا ہے اور اس کے اتباع کا مطلب یہ ہے کہ استعداد اور قابلیت سے کام لے اور اس کے مقتضا پر کہ ادراک حق ہے عمل کرے غرض اس فطرت کا اتباع چاہئے اور) اللہ تعالیٰ کی اس پیدا کی ہوئی چیز کو جس پر اس نے تمام آدمیوں کو پیدا کیا ہے بدلنا نہ چاہئے' پس سیدھا (راستہ) دین (کا) یہی ہے لیکن اکثر لوگ (اس کو بوجہ عدم تدبر کے) نہیں جانتے (اس لئے اس کا اتباع نہیں کرتے' غرض) تم خدا کی طرف رجوع ہو کر فطرتِ الٰہیہ کا اتباع[۴] کرو اور اس (کی مخالفت اور اس مخالفت کے عذاب) سے ڈرو اور (اسلام قبول کر کے) نماز کی پابندی کرو (کہ ادل علی التوحید ہے) اور شرک کرنے والوں میں سے مت رہو جن[۵] لوگوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر لیا (یعنی حق تو یہ ایک تھا اور باطل بہت ہیں انہوں نے حق کو چھوڑ دیا اور باطل کی مختلف راہیں اختیار کر لیں یہ ٹکڑے ٹکڑے کرنا ہے کہ ایک نے ایک لے لیا دوسرے نے دوسرا) اور بہت سے (مختلف) گروہ ہو گئے (اور اگر حق پر رہتے تو ایک گروہ ہوتے اور باوجود اس کے کہ ان حق کے چھوڑنے والوں میں سب کے طریقے باطل ہیں مگر پھر بھی غایت جہل سے ان میں) ہر گروہ اپنے اس طریقے پر نازاں ہیں جو ان کے پاس ہے اور (جس توحید کی طرف ہم بلاتے ہیں اضطرار کے وقت عام طور پر لوگوں کے حال وقال سے باوجود اس خلاف وانکار کے اس کا اظہار واقرار بھی ہونے لگتا ہے' جس سے اس کے فطری ہونے کی بھی تائید ہوتی ہے' چنانچہ مشاہدہ کیا جاتا ہے

کہ) جب لوگوں کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے (اس وقت بے قرار ہو کر) اپنے رب (حقیقی) کو اسی کی طرف رجوع ہو کر پکارنے لگتے ہیں (اور سب معبودین کو چھوڑ دیتے ہیں مگر) پھر (قریب ہی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ) جب اللہ تعالیٰ ان کو اپنی طرف سے کچھ عنایت کا مزہ چکھا دیتا ہے تو بس ان میں سے بعضے لوگ (پھر) اپنے رب کے ساتھ شرک کرنے لگتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ ہم نے جو (آرام وعیش) ان کو دیا ہے اس کی ناشکری کرتے ہیں (جو عقلاً بھی قبیح ہے) سو (خیر) چندروز اور حظ حاصل کرلو پھر جلدی تم (حقیقت) معلوم کرلو گے (اور یہ لوگ جو شرک کرتے ہیں خصوص اقرار توحید کے بعد تو ان سے کوئی پوچھے کہ اس کی کیا وجہ ہے) کیا ہم نے ان پر کوئی سند (یعنی کوئی کتاب) نازل کی ہے کہ وہ ان کو خدا کے ساتھ شرک کرنے کو کہہ رہی ہے (یعنی ان کے پاس اس کی کوئی دلیل نقلی بھی نہیں اور مقتضائے بداہت عقل کے خلاف ہونا خود ان کی تسلیم سے حالت اضطرار میں ظاہر ہے، پس سرتاسر باطل ٹھہرا) اور (آگے مضمون بالا اِذَا مَسَّ النَّاسَ کی تتمیم ہے اور اَمْ اَنْزَلْنَا درمیان میں دلیل عقلی کے انتفاء کی مناسبت سے دلیل نقلی کے انتفاء کے لئے آ گیا تھا وہ تتمہ یہ ہے کہ) ہم جب (ان) لوگوں کو کچھ عنایت کا مزہ چکھادیتے ہیں تو وہ اس سے (اسی طرح) خوش ہوتے ہیں (کہ غفلت وانہماک میں پڑ کر شرک کرنے لگتے ہیں جیسا اوپر ذکر آیا) اور اگر ان کے ان اعمال (بد) کے بدلے میں جو پہلے اپنے ہاتھوں کر چکے ہیں ان پر کوئی مصیبت آ پڑتی ہے تو بس وہ لوگ ناامید ہو جاتے ہیں (مقام میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس تتمہ میں اصل مقصود پہلا جملہ: اِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ ہے کہ اس میں سبب مذکور ہے شرک کا کہ فرح وغفلت ہے اور دوسرا جملہ اس مقصود کی مناسبت سے بیان کر دیا کہ دونوں میں تقابل ہے اور اس میں تشارک بھی ہے کہ دونوں دال ہیں۔ ایسے لوگوں کے ضعف تعلق مع اللہ پر، پس اصل مضمون اثبات توحید وابطال شرک ہی کا ہے، آگے اسی کی دوسری دلیل ہے کہ یہ لوگ جو شرک کرتے ہیں تو) کیا ان کو یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے زیادہ روزی دیتا ہے اور جس (۲) کو چاہے کم دیتا ہے (اور یہ مشرکین کے نزدیک مسلم بھی تھا کہ روزی کا گھٹانا بڑھانا اصل میں خدا ہی کا کام ہے۔ لقولہ تعالیٰ: وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ [العنکبوت: ۶۳] اس (امر) میں (بھی توحید کی) نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں (یعنی وہ سمجھتے ہیں اور دوسرے بھی سمجھ سکتے ہیں، کیونکہ جو شخص ایسا قادر ہوگا مستحق عبادت کا وہی ہوگا) پھر (جب دلائل توحید میں معلوم ہوا کہ رزق کا بسط وقبض اللہ ہی کی طرف سے ہے تو اس سے ایک بات اور بھی ثابت ہوئی کہ بخل کرنا مذموم ہے، کیونکہ اس سے تقدیر سے زیادہ نہیں مل سکتا، پھر امساک بے فائدہ، پس اے مسلمان (۳) انفاق فی الخیر میں بخل مت کیا کرو بلکہ) قرابت دار کو اس کا حق دیا کر اور (اسی طرح) مسکین اور مسافر کو بھی (ان کے حقوق دیا کر جن کی تفصیل دلائل شرعیہ سے معلوم ہے) یہ ان لوگوں کے لئے بہتر ہے جو اللہ کی رضا کے طالب ہیں اور ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں اور (ہم نے جو خیر ہونے کے لئے يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ کی قید لگائی ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ ہمارے نزدیک مطلق انفاق خیر موجب فلاح نہیں ہے، بلکہ اس کا قانون یہ ہے کہ) جو چیز تم (دنیا کی غرض سے خرچ کرو گے مثلاً کوئی چیز) اس غرض سے (کسی کو) دو گے کہ وہ لوگوں کے مال میں (شامل ہو کر یعنی ان کی ملک وقبضہ میں) پہنچ کر (تمہارے لئے) زیادہ ہو (کر آ) جاوے (جیسا نوتہ وغیرہ رسوم دنیویہ میں اکثر اسی غرض سے دیا جاتا ہے کہ یہ شخص ہمارے موقع پر کچھ اور شامل کر کے دے گا) تو یہ اللہ کے نزدیک نہیں بڑھتا (کیونکہ خدا کے نزدیک پہنچنا اور بڑھنا اس مال کے ساتھ خاص ہے جو اللہ کی خوشنودی کے لئے خرچ کیا جاوے جیسا آگے آتا ہے اور حدیث میں بھی ہے کہ ایک تمرہ مقبولہ احد پہاڑ سے بھی زیادہ بڑھ جاتا ہے اور اس میں یہ نیت تھی نہیں لہٰذا نہ مقبول ہوا نہ زائد ہوا) اور جو زکوۃ (وغیرہ) دو گے جس سے اللہ کی رضا طلب کرتے ہو گے تو ایسے لوگ (اپنے دیئے ہوئے کو) خدا تعالیٰ کے پاس بڑھاتے رہیں گے (جیسا ابھی حدیث کا مضمون گزرا، اور یہ مضمون انفاق کا مضمون رزاقی دال علی التوحید کے ساتھ تبعاً آ گیا جیسا اوپر ذکر توحید کے ساتھ صلوٰۃ کا امر آ گیا تھا جس سے عبادات بدنیہ ومالیہ دونوں کا ذکر ہو گیا باقی اصل مقصود مضمون توحید ہے اس لئے آگے پھر اسی کا ذکر ہے) اللہ ہی وہ ہے جس نے تم کو پیدا کیا، پھر تم کو رزق دیا، پھر تم کو موت دیتا ہے پھر (قیامت میں) تم کو جلائے گا (جس میں بعض مخاطبین کے اقرار سے ثابت ہے اور بعض دلائل سے غرض وہ تو ایسا قادر ہے اب یہ بتلاؤ کہ) کیا تمہارے شرکاء میں بھی کوئی ایسا ہے جو ان کاموں میں سے کچھ بھی کر سکے (اور ظاہر ہے کہ کوئی بھی نہیں، پس ثابت ہوا کہ) وہ ان کے شرک سے پاک اور برتر ہے (یعنی اس کا کوئی شریک نہیں، پس توحید کا اثبات اور شرک کا ابطال ہو گیا) **ف**: فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا پر یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ جس لڑکے کو خضر علیہ السلام نے قتل کیا تھا اس کے واسطے حدیث میں ہے کہ پیدائشی کافر تھا کیونکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کی قسمت میں یہ تھا کہ بڑا ہو کر کافر ہو گا نہ یہ کہ اس میں فطرت بمعنی استعداد لقبول الحق نہ تھی، حدیث میں طبع کافرا کا یہی مدلول ہے اور فَرِحُوْا بِهَا میں اس فرح کی مذمت ہے جو براہ بطر ہو اور سورۂ یونس میں فَلْيَفْرَحُوْا اس فرح کا امر ہے جو بطور شکر ہو، پس ان میں کچھ تعارض نہیں اور مضمون آیت: وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً ...... کے متعلق ایک ضروری مضمون سورۂ یونس کے رکوع دوم آیت: وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ...... کی تفسیر کے ذیل میں لکھا گیا ہے جو قابل ملاحظہ ہے اور آیت: مَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ ...... اگر مکی ہو تو زکوٰۃ بمعنی مطلق صدقہ کے ہوگی کیونکہ فرضیت زکوٰۃ کی مدینہ میں ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: بَلِ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اس میں اتباع ہواء کا مذموم اور ناشی عن الجہل ہونا مصرح ہے۔ قولہ تعالیٰ: لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ یہ اپنے اطلاق سے اس پر دال ہے کہ فطریات میں تبدل نہیں ہوتا' ریاضت سے تعدیل ہو جاتی ہے اور یہ فن کا بہت بڑا مسئلہ ہے۔ قولہ تعالیٰ: وَاِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ اس میں اشارہ ہے کہ انسان کی طبیعت ہدایت اور ضلال سے مرکب ہے مصیبت کے وقت ہدایت کا ظہور ہوتا ہے اور زوال مصیبت کے بعد میں ضلالت کاھذا حاصل ما فی الروح ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله فی انفسکم: حالات اشارة الی تقدیر المضاف ای مثلا من احوال انفسکم لیکون اقرب الی افهامکم ۱۲۔ ۲ قوله قبل بل اتبع نہیں کرتے۔ اشارة الی مقدر ای ما عقلوا ولم یتبعوا الحق یدل علیه یعقلون ۱۲۔ ۳ قوله فی فطرة: اتباع کرو۔ اشارة الی تقدیر عامل فطرة یدل علیه اتبع الذین ۱۲۔ ۴ قوله فی منیبین اتباع کرو عامل منیبین هو العامل فی فطرة لکن کرر ذکره فی الترجمة مع انه مقدر مرة للفصل الطویل بین العامل والحال ۱۲۔ ۵ قوله فی من الذین کفروا: جن لوگوں نے الخ اشارة الی کونه بدلا من المشرکین ۱۲۔ ۶ قوله فی یقدر جس کو چاہے اشارة الی تقدیر من یشاء والمقدر کالمذکور ۱۲۔ ۷ قوله قبل فات اے مسلمان اشارة الی ان المخاطب عام لا النبی ﷺ خاصة ۱۲۔

اختلاف القراءۃ: فی قراءة لتربوا ای لتصیروا ذوی رباء فی بمعنی من ای من اموال الناس او هی اجلیة بمعنی السبب ویقدر المضاف ای لتصیر واذوی زیادة بسبب اجتلاب اموال الناس واجتذابها ۱۲۔

البلاغۃ: قوله فاقم لعل الافراد مع ارادة الجمع للاهتمام بکون کل واحد واحد مستقلا فی کونه مامورًا بالتوحید فافهم۔ قوله التی فطر الوصف لتاکید وجوب امتثال الامر ۱۲۔ قوله لا تبدیل تعلیل للامر بلزوم فطرته تعالیٰ ووجوب الامتثال (۱) به وفیه اقامة المظهر موضع المضمر والمعنی لاصحة ولا استقامة شرعًا وعقلاً لتبدیل الفطرة فکان الحاصل بالنفی النهی ولیس المراد لا صحة وقوعا لان التبدیل قد وقع وایراده بصورة الخبر لعله للمبالغة ۱۲۔ قوله ضر وقوله رحمة التنکیر للتقلیل للمبالغة ۱۲۔ قوله ربا سماه ربا مجازا لانه سبب للربا الغوی ۱۲۔ قوله اولئك هم المضعفون فیه التفات من الخطاب الی الغیبة ۱۲۔

الحواشی: (۱) قوله به متعلق بقوله تعلیل یعنی ان الامر بلزوم الفطرة ووجوب الامتثال قد علل بقوله لا تبدیل الخ ۱۲ منه۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِى النَّاسِ لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِىْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۴۱﴾ قُلْ سِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلُ ۭ كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّشْرِكِيْنَ ﴿۴۲﴾ فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ الْقَيِّمِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِىَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ يَوْمَئِذٍ يَّصَّدَّعُوْنَ ﴿۴۳﴾ مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ ﴿۴۴﴾ لِيَجْزِىَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْ فَضْلِهٖ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۵﴾

خشکی اور تری میں لوگوں کے اعمال کے سبب بلائیں پھیل رہی ہیں تا کہ اللہ تعالیٰ ان کے بعض اعمال کا مزہ ان کو چکھا دیں تا کہ وہ باز آ جائیں۔ آپ فرما دیجئے کہ ملکوں میں چلو پھرو پھر دیکھو کہ جو لوگ پہلے ہو گزرے ہیں ان کا اخیر کیسا ہوا۔ ان میں اکثر مشرک ہی تھے۔ سو تم اپنا رخ اس دین راست کی طرف رکھو قبل اس کے کہ ایسا دن آ جائے جس کے واسطے پھر اللہ کی طرف سے ہٹنا نہ ہوگا۔ اس دن سب لوگ جدا جدا ہو جائیں گے جو شخص کفر کر رہا ہے اس پر تو اس کا کفر پڑے گا اور جو نیک عمل کر رہا ہے سو یہ لوگ اپنے لئے سامان کر رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو اپنے فضل سے جزا دے گا' جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کئے واقعی اللہ تعالیٰ کافروں کو پسند نہیں کرتا ہے۔

تفسیر ربط: اوپر اثبات توحید اور شرک کا ابطال تھا' آگے ذنوب و معاصی کا جن میں شرک و کفر سب سے اعظم و اقبح ہے۔ دنیا و آخرت میں شامت و وبال اور تتمیم و مقابلہ کے لئے توحید و طاعات کا نیک مآل مذکور ہے۔

ذکر وبال از شرک و ضلال و سوء اعمال: ظَهَرَ الْفَسَادُ فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِى النَّاسِ (الی قوله تعالی) اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۵﴾ (شرک و معصیت ایسی بری چیز ہے کہ) خشکی اور تری (یعنی تمام دنیا) میں لوگوں کے (برے) اعمال کے سبب بلائیں پھیل رہی ہیں (مثلاً قحط و وباء و طوفان) تا کہ اللہ تعالیٰ ان کے بعضے اعمال (کی سزا) کا مزہ ان کو چکھا دے تا کہ وہ (اپنے ان اعمال سے) باز آ جاویں (جیسا دوسری آیت میں ہے: وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ

فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ [الشوریٰ : ۳۰] اور بعض کا مطلب یہ ہے کہ اگر سب پر یہ عقوبتیں مرتب ہوں تو ایک دم زندہ نہ رہیں۔ کقولہ تعالیٰ: وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ [فاطر : ۴۵] اس معنی کو آیت بالا میں وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ فرمایا ہے۔ غرض جب اعمال بد مطلقاً سبب وبال ہیں تو شرک وکفر تو سب سے بڑھ کر موجب وبال ہوگا اور اگر ان مشرکین کو اس کے ماننے میں کچھ تردد ہوا تو) آپ (ان سے) فرما دیجئے کہ ملک میں چلو پھرو پھر دیکھو کہ جو (کافر ومشرک) لوگ پہلے ہو گزرے ہیں ان کا اخیر کیسا ہوا ان میں اکثر مشرک ہی تھے (سو دیکھ لو وہ عذاب آسمانی سے کس طرح ہلاک ہوئے جس سے صاف واضح ہوا کہ شرک کا بڑا وبال ہے اور بعضے کفر کی دوسری انواع میں بھی مبتلا تھے جیسے قوم لوط اور قارون جو مسخ ہو کر قردہ اور خنازیر ہو گئے تھے کہ آیات کی تکذیب اور نبی کی مخالفت کر کے مبتلائے کفر ولعن ہوئے اور شاید شرک کا بالتخصیص ذکر اس لئے ہو کہ کفار مکہ کی اخص واشہر حالت یہی تھی اور جب شرک کا موجب وبال ہونا محقق ہو گیا) سو (اے مخاطب!) تم اپنا رخ اس دین راست (یعنی توحید اسلامی) کی طرف رکھو قبل اس کے کہ ایسا دن آ جاوے جس کے واسطے پھر خدا کی طرف سے ہٹنا نہ ہوگا (یعنی جیسے دنیا میں خاص عذاب کے وقت کو اللہ تعالیٰ قیامت کے وعدہ پر ہٹا تا جاتا ہے' جب وہ موعود دن آ جاوے گا پھر اس کو نہ ہٹاوے گا اور توقف وامہال نہ ہوگا۔ اس جملہ میں شرک کے وبال اخروی کا ذکر ہو گیا جیسا اوپر ظَهَرَ الْفَسَادُ اور كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ میں وبال دنیوی مذکور تھا اور) اور اس دن (یہ ہوگا کہ) سب (عمل کرنے والے) لوگ (باعتبار جزا کے) جدا جدا ہو جاویں گے (اس طور پر کہ) جو شخص کفر کر رہا ہے اس پر تو اس کا (وبال) کفر پڑے گا اور جو نیک عمل کر رہا ہے سو یہ لوگ اپنے (نفع کے) لئے سامان[1] کر رہے ہیں جس کا حاصل یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو اپنے فضل سے (نیک) جزا دے گا جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کئے (اور اس سے کفار محروم رہیں گے جیسا اوپر فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ سے معلوم ہوا جس کی وجہ یہ ہے کہ) واقعی اللہ تعالیٰ کافروں کو پسند نہیں کرتا (بلکہ ان کے کفر پر ان سے ناخوش ہے اور کفر ہے بھی ناخوشی کی بات' اس لئے اس دولت سے محروم ہیں)۔ **ف**: بعض نے برّ و بحر دونوں سے آبادی مراد لی ہے' اول سے جو دریا سے دور ہوں اور ثانی سے جو دریا کے قریب ہوں اور مصائب اور بلیّات کے مسبب عن المعاصی ہونے پر اگر شبہ ہو کہ اکثر غیر عاصین پر بھی حوادث کا وقوع ہوتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ مطلق حوادث کی علّت کا معاصی میں انحصار مقصود نہیں بلکہ جو حوادث بطور سزا کے ہوں ان کی علت صرف معاصی ہیں اور جن حوادث میں دوسری مصلحتیں ہوں مثلاً زیادت درجات یا تحسین اخلاق ان کی یہ علت نہیں اور مسبوقیت بالمعاصی اور عدم مسبوقیت بالمعاصی دونوں کے فرق کا قرینہ اور علامت ہے یعنی جس حادثہ سے پہلے معصیت ہوئی ہو اس کو مسبب عن المعصیت کہیں گے اور جس سے پہلے معصیت نہ ہو جیسے انبیاء میں مثلاً اس کو مسبب عن المعصیت نہ کہیں گے اور آیت: مَنْ كَفَرَ ...... میں جو دو حکم ہیں دوسری آیت میں سے ایک حکم یعنی علیہ کفرہ کی علت بیان فرمانا: اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ ...... اور دوسرے حکم یعنی فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ کو بعنوان حاصل جو مدلول ہے لام عاقبت کا بلا علت مکرر تاکید کے لئے ذکر فرمانا اور بجائے علت کے من فضلہ بڑھا دینا اشارہ ہے کہ سزا تو بلا علت نہیں ہوتی لیکن رحمت بلا علت محض فضل سے ہوتی ہے اور نیز اشارہ ہے اہتمام رحمت کی طرف جو مستفاد ہے تکریر وتاکید سے اور چونکہ مقام ہے ذکر وبال کفر کا اس لئے اول آیت کو اسی سے شروع کرنا اور دوسری آیت کو اسی پر ختم کرنا مناسب ہوا اور درمیان میں ایمان اور اس کی جزا کا تتمیماً بیان فرما دیا' واللہ اعلم۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (الی قولہ تعالی) لِيُذِيْقَهُمْ اس میں اشارہ ہے کہ شر مقصود بالذات نہیں بلکہ مثل شگاف زخم کے ہے (کہ مقصود صحت ہوتی ہے اور شگاف محض اس کا ذریعہ)۔

ملحقات الترجمۃ: [1] قوله في يمهدون سامان اشارة الى حمل مهد على معنى عمل كما في القاموس ۱۲۔

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ يُّرْسِلَ الرِّيَاحَ مُبَشِّرٰتٍ وَّلِيُذِيْقَكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَلِتَجْرِيَ الْفُلْكُ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا ؕ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَيَبْسُطُهٗ فِي السَّمَآءِ كَيْفَ يَشَآءُ وَيَجْعَلُهٗ كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْهِمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِيْنَ ﴿۴۹﴾ فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۵۰﴾ وَلَئِنْ اَرْسَلْنَا رِيْحًا فَرَاَوْهُ

مُصۡفَرًّا لَّظَلُّوۡا مِنۢ بَعۡدِهٖ يَكۡفُرُوۡنَ ﴿۵۱﴾ فَاِنَّكَ لَا تُسۡمِعُ الۡمَوۡتٰى وَلَا تُسۡمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوۡا مُدۡبِرِيۡنَ ﴿۵۲﴾ وَمَاۤ اَنۡتَ بِهٰدِ الۡعُمۡىِ عَنۡ ضَلٰلَتِهِمۡ‌ؕ اِنۡ تُسۡمِعُ اِلَّا مَنۡ يُّؤۡمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ ﴿۵۳﴾ ع ۱۳ ۸

اور اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ وہ ہواؤں کو بھیجتا کہ وہ خوشخبری دیتی ہیں اور تا کہ تم کو اپنی رحمت کا مزہ چکھادے اور تا کہ کشتیاں اس کے حکم سے چلیں اور تا کہ تم اس کی روزی تلاش کرو اور تا کہ تم شکر کرو اور ہم نے آپ سے پہلے بہت سے پیغمبران کی قوموں کے پاس بھیجے اور وہ ان کے پاس دلائل لے کر آئے سو ہم نے ان لوگوں سے انتقام لیا جو مرتکب جرائم ہوئے تھے اور اہل ایمان کا غالب کرنا ہمارے ذمہ تھا۔ اللہ تعالیٰ ایسا ہے کہ وہ ہوائیں بھیجتا ہے پھر وہ بادلوں کو اٹھاتی ہیں پھر اللہ تعالیٰ اس کو جس طرح چاہتا ہے آسمان میں پھیلا دیتا ہے اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے پھر مینہ کو دیکھتے ہو کہ اس کے اندر سے نکلتا ہے پھر جب وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے پہنچا دیتا ہے تو بس وہ خوشیاں کرنے لگتے ہیں اور وہ لوگ قبل اس کے کہ ان کے خوش ہونے سے پہلے ان پر سے ناامید تھے۔ سو رحمت الٰہی کے آثار دیکھو کہ اللہ تعالیٰ زمین کو اس کے مردہ ہونے کے بعد کس طرح زندہ کرتا ہے کچھ شک نہیں کہ وہی مردوں کو زندہ کرنے والا ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اور اگر ہم ان پر اور ہوائیں چلائیں پھر یہ لوگ کھیتی کو زرد ہوا دیکھیں تو یہ اسکے بعد ناشکری کرنے لگیں۔ سو آپ مردوں کو نہیں سنا سکتے اور بہروں کو آواز نہیں سنا سکتے۔ جب کہ پیٹھ پھیر کر چل دیں اور آپ اندھوں کو ان کی بے راہی سے راہ پر نہیں لا سکتے۔ آپ تو بس ان کو سنا سکتے ہو جو ہماری آیتوں میں یقین رکھتے ہیں پھر وہ مانتے ہیں۔

تفسیر ربط: اوپر کی سرخی سے اوپر مضمون توحید کا تھا' آگے باختلاف عنوان پھر اس کی طرف عود ہے اور وہ اختلاف عنوان یہ ہے کہ پہلے اثبات بہ پیرایۂ ذکر دلائل تھا اور یہاں اقتضاء بہ پیرایۂ ذکر بعض انعامات خاصہ متعلقہ مبادی و آثار نزول مطر ہے جیسا کہ لَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ اور فَانۡظُرۡ اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحۡمَتِ اللّٰهِ میں ترغیب شکر و تذکیر نعمت فرمانا اور لَّظَلُّوۡا مِنۢ بَعۡدِهٖ يَكۡفُرُوۡنَ میں خلاف طبع حالت میں ناشکری پر شکایت فرمانا اس کا قرینہ ہے۔ حاصل مجموعہ کا یہ ہوا کہ تصرفات الٰہیہ دلیل ہونے کے اعتبار سے بھی مثبت توحید ہیں اور نعمت ہونے کے اعتبار سے بھی اس لئے مقتضی توحید ہیں کہ نعمت مقتضی شکر ہوتی ہے اور شرک اعلیٰ درجہ کی ناشکری ہے اور چونکہ مشرکین ان دلائل میں تدبر اور ان نعمتوں پر تشکر سے معرض اور شرک و خلاف پر مصر تھے اور اس پر سرکار نبوی ﷺ کو حزن ہوتا تھا' اس لئے باستثناء مضمون بالا آیت: وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا ...... میں اور مضمون ہذا کے ختم پر آیت: فَاِنَّكَ لَا تُسۡمِعُ میں آپ کا تسلیہ فرمایا گیا جس کا حاصل یہ ہے کہ عدم تدبر تو اس لئے ہے کہ یہ مشابہ موتی اور صم و اعمی کے ہیں' پس ان سے امید نہ کی جاوے اور ان کی ناشکری اور مخالفت حق کی طرف بھی التفات نہ کیا جاوے کہ عنقریب انتقام لیا جاوے گا اور چونکہ مجموعہ مضمون متعلق توحید میں ضَرَبَ لَكُمۡ مَّثَلًا سے اول اثبات من حیث الاستدلال کیا گیا تھا اس لئے عدم تدبر کے مضمون پر کہ متعلق استدلال کے ہے اختتام کلام بھی مناسب ہوا کہ ایک ہی شے کا مبدا اور منتہی ہونا تناسب کا ابلغ طریقہ ہے' اس لئے فَاِنَّكَ لَا تُسۡمِعُ کو اخیر میں لائے اور لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا کو کہ متضمن ہے تسلیہ متعلقہ عدم تشکر کو احوال ریاح کے درمیان میں بطور جملہ معترضہ کے لے آئے اس لئے ذکر میں مضمون مقدم کا تسلیہ مؤخر اور مضمون مؤخر کا تسلیہ مقدم ہو گیا اور چونکہ اوپر قیامت کا ذکر بضمن بیان سزائے اخروی شرک کے آیا تھا اور کفار کو اس میں بھی کلام تھا اس لئے مضمون نعم میں بتقریب مضمون احیائے ارض کے جملہ اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحۡىِ الۡمَوۡتٰى ...... میں اجمالاً قیامت کا اثبات بھی فرما دیا جو مابعد یعنی آیت: اَللّٰهُ الَّذِىۡ ...... کے لئے جس میں معاد کی تفصیل ہے بطور تمہید کے بھی ہو گیا' واللہ اعلم باسرار کتابہ۔

عود بسوئے توحید مع تسلیہ و اثبات اجمالی معاد: وَمِنۡ اٰيٰتِهٖۤ اَنۡ يُّرۡسِلَ الرِّيَاحَ مُبَشِّرٰتٍ (الی قولہ تعالی) اِنۡ تُسۡمِعُ اِلَّا مَنۡ يُّؤۡمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ ﴿۵۳﴾

اور اللہ تعالیٰ کی (قدرت و وحدت و نعمت کی) نشانیوں میں سے ایک یہ (بھی) ہے کہ وہ (بارش سے پہلے) ہواؤں کو بھیجتا ہے کہ وہ (بارش کی) خوشخبری دیتی ہیں (پس ان کا بھیجنا ایک تو جی خوش کرنے کے لئے ہوتا ہے) اور (نیز اس واسطے) تا کہ (اس کے بعد بارش ہو اور) تم کو اپنی (اس) رحمت (بارش) کا مزہ چکھا دے (یعنی بارش کے فوائد عنایت فرما دے) اور (نیز اس واسطے ہوا بھیجتا ہے) تا کہ (اس کے ذریعہ سے ہوائی) کشتیاں اس کے حکم سے چلیں اور تا کہ (اس ہوا کے ذریعہ سے بواسطۂ جریان کشتی کے دریا کے سفر کر کے) تم اس کی روزی تلاش کرو (یعنی جریان فلک اور ابتغائے فضل دونوں ارسال ریاح کے مسبب ہیں' اول قریب بلا واسطہ اور ثانی بعید بواسطہ اول کے) اور تا کہ (روزی حاصل کر کے اس پر کہ مسبب [1] بواسطہ ثانی کے ہے اور یا سب امور مذکورہ پر) تم شکر کرو اور (ان دلائل بالغہ اور نعم سابغہ پر بھی یہ مشرکین حق تعالیٰ کی جو ناشکریاں کرتے ہیں کہ وہ شرک اور مخالفت رسول اور ایذائے مؤمنین ہے تو آپ اس پر محزون نہ ہوں کیونکہ ہم عنقریب ان سے انتقام لینے والے اور اس میں ان کو مغلوب اور اہل حق کو غالب کرنے والے ہیں' جیسا کہ پہلے بھی ہوا ہے' چنانچہ) ہم نے آپ سے پہلے بہت سے پیغمبران کی قوموں کے پاس بھیجے اور وہ ان کے پاس دلائل (ثبوت حق کے) لے کر آئے (جس پر بعضے ایمان [2] لائے اور بعضے نہ لائے) سو ہم نے ان لوگوں سے انتقام لیا جو مرتکب جرائم ہوئے تھے (اور وہ جرائم تکذیب حق و مخالفت اہل حق ہیں اور اس انتقام میں ہم نے ان کو مغلوب اور اہل ایمان کو غالب

کیا) اور اہل ایمان کا غالب کرنا (حسب وعدہ و عادت) ہمارے ذمہ تھا (وہ انتقام عذاب الٰہی تھا اور اس میں کفار کا ہلاک ہونا ان کا مغلوب ہونا ہے اور مسلمانوں کا بچ جانا ان کا غالب آنا ہے۔ غرض اسی طرح ان کفار سے انتقام لیا جاوے گا خواہ دنیا میں خواہ بعد موت اور تقدیر ثانی پر مابہ الاشتراک مطلق انتقام ہے قطع نظر موطن انتقام سے اور یہ مضمون تسلیہ کا بطور جملہ معترضہ کے تھا' آگے ارسال ریاح کے بعض آثار مذکورہ بالا جمال کی تفصیل ہے کہ) اللہ ایسا (قادر و حکیم و منعم) ہے کہ وہ ہوائیں بھیجتا ہے پھر وہ (ہوائیں) بادلوں کو (جو کہ کبھی ان ہواؤں سے پہلے بخارات اٹھ کر بادل بن چکتے ہیں اور کبھی وہ بخارات ان ہی ہواؤں سے بلند ہو کر بادل بن جاتے ہیں۔ پہلی تقدیر پر موجودہ بالفعل بادلوں کو اور دوسری تقدیر پر موجودہ بالقوہ بادلوں کو وہ ہوائیں ان کی جگہ سے کہ تقدیر اول پر جو قریب من الارض ہے اور تقدیر ثانی پر خود ارض ہے) اٹھاتی ہیں پھر اللہ تعالیٰ اس (بادل) کو (کبھی تو) جس طرح چاہتا ہے آسمان (کی جہت یعنی جو کی بلندی) میں پھیلا دیتا ہے اور (کبھی) اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے (بسط کا مطلب یہ ہے کہ مجتمع کر کے دور تک پھیلا دیتا ہے اور کیف کا مطلب یہ کہ کبھی تھوڑی دور تک کبھی بہت دور تک اور کسفاً کا مطلب یہ کہ مجتمع نہیں ہوتا متفرق رہتا ہے) پھر (دونوں حالت میں) تم مینہ کو دیکھتے ہو کہ اس (بادل) کے اندر سے نکلتا ہے (مجتمع بادل سے برسنا تو بکثرت ہے اور بعض موسموں میں اکثر بارش متفرق بدلیوں سے بھی ہوتی ہے) پھر (بادل سے نکلنے کے بعد) جب وہ (مینہ) اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے پہنچا دیتا ہے تو بس وہ خوشیاں کرنے لگتے ہیں اور وہ لوگ قبل اس کے کہ ان کے خوش ہونے[۳] سے پہلے ان پر برسے (بالکل ہی) نا اُمید ہو رہے) تھے (یعنی ابھی ابھی نا امید تھے اور ابھی خوش ہو گئے جیسا ابلاس کا قبیل تنزیل اور تنزیل کا قبیل استبشار ہونا دال ہے وجود ابلاس قبیل استبشار پر اور ایسا ہی مشاہد بھی ہے کہ انسان کی کیفیت ایسی حالت میں بہت ہی جلد بدل جاتی ہے) سو (ذرا) رحمت الٰہی (یعنی بارش) کے آثار (تو) دیکھو کہ اللہ تعالیٰ (اس کے ذریعہ سے) زمین کو اس کے مردہ (یعنی خشک) ہونے کے بعد کس طرح زندہ (یعنی تر و تازہ) کرتا ہے (اور یہ بات نعمت اور دلیل وحدت ہونے کے علاوہ دلیل قدرت علی البعث بھی ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس خدا نے مردہ زمین کو زندہ کر دیا) کچھ شک نہیں کہ وہی (خدا) مردوں کو زندہ کرنے والا ہے (پس عقلاً امکان میں دونوں برابر اور قدرت کی ذاتیت دونوں کے ساتھ تساوی نسبت کو مستلزم اور دونوں امر کا تشابہ حسی دافع استبعاد۔ پس جب ایک پر قدرت ثابت ہے دوسرے پر بھی ثابت ہے) اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے (یہ مضمون احیائے موتی کا بمناسبت حیات ارض کے جملہ معترضہ تھا) اور (آگے پھر امطار و ریاح کے متعلق مضمون ہے جس میں اہل غفلت کی ناشکری کا جس کے قبح پر آیات نعم دال ہیں بیان ہے' یعنی اہل غفلت ایسے ناحق شناس و ناسپاس ہیں کہ اتنی بڑی بڑی نعمتوں کے بعد) اگر ہم ان پر اور (قسم کی) ہوا چلا دیں پھر (اس ہوا سے) یہ لوگ کھیتی[۴] کو (خشک اور) زرد ہوا دیکھیں (کہ اس کی سبزی اور شادابی جاتی رہی) تو یہ اس کے بعد[۵] ناشکری کرنے لگیں (اور پچھلی نعمتیں سب طاق نسیان میں رکھ دیں) سو (جب ان کی غفلت اور ناشکری پر اقدام اس درجہ پر ہے تو اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ بالکل ہی بے حس ہیں تو ان کے عدم ایمان و عدم تدبر فی الآیات پر غم بھی بے کار ہے کیونکہ) آپ مردوں کو (تو) نہیں سنا سکتے اور بہروں کو (بھی) آواز نہیں سنا سکتے (خصوصاً جب کہ پیٹھ پھیر کر چل دیں (کہ اشارہ کو بھی نہ دیکھیں) اور (اسی طرح) آپ (ایسے) اندھوں کو (جو کہ بصیر کا اتباع نہ کریں) ان کی بے راہی سے راہ پر نہیں لا سکتے (یعنی یہ تو ان ماؤف الحواس والحیوٰۃ کے مشابہ ہیں) آپ تو بس ان کو سنا سکتے ہیں جو ہماری آیتوں کا یقین رکھتے ہیں (اور) پھر وہ مانتے (بھی) ہیں (اور جب یہ لوگ موتی اور صم اور عمی کے مشابہ ہیں پھر ان سے توقع ایمان کی نہ رکھئے اور غم نہ کیجئے)۔ **ف:** سورۂ نمل کے آخری رکوع سے ذرا اوپر ایسی ہی آیت آئی ہے وہاں سماع موتی کی تحقیق گزری ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثٰرِ ...... اس میں تجلی افعالی کے مشاہدہ کا حکم ہے۔ قولہ تعالیٰ: فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى (الی قولہ تعالی) عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ تینوں جملے اس پر دال ہیں کہ ہدایت نہ کسی نبی کے قبضہ میں ہے اور نہ کسی ولی کے' تو بعض لوگ کیسے گمان کرتے ہیں کہ کامل بنا دینا شیوخ کے اختیار میں ہے۱۲۔ قولہ تعالیٰ: اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ ...... اس میں ایمان کو شرعاً سماع ٹھہرایا ہے حالانکہ امر بالعکس ہے' پس معلوم ہوا کہ مراد ایمان سے مرتبہ استعداد کا ہے' پس فعل کا استعداد پر موقوف ہونا اس سے ثابت ہوا ۱۲۔

الحواشی: (۱) یعنی حصولِ رزق پر کہ مسبب ہے ارسال ریاح سے بواسطہ ثانی یعنی بواسطہ ابتغاء و اکتساب کے' پس اس مقام میں ارسال ریاح کے تین مسبب ہوئے۔ اول جریان فلک' دوسرا اس کے واسطہ سے ابتغائے رزق' تیسرا اس کے واسطہ سے حصول رزق ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله قبل وليذيقكم جی خوش کرنے کے لئے اشارة الى توجيه ما عطف عليه ليذيقكم المدلول عليه بقوله مبشرات اى ليبشركم بها وليذيقكم ۱۲۔ ۲ قوله قبل فانتقمنا: بعضے ایمان اشارة الى ان الفاء فصيحة ۱۲۔ ۳ قوله فى من قبله: خوش اشارة الى ان الضمير المجرور الى الاستبشار كما نقله فى الروح مختار للبعض فمن هذه متعلقة بينزل ومن الاولى متعلقة بمبلسين وفائدة اقحامه الايذان بسرعة تقلب قلوبهم من الياس الى الاستبشار بالاشارة الى غاية تقارب زمانيهما ببيان اتصال الياس بالتنزيل المتصل بالاستبشار

بشهادة اذا الفجائية۱۲۔ ۴ قوله فی فراده کھیتی اشارة الی ان المرجع النبات بدلالة المقام۱۲۔ ۵ قوله من بعده ای متصلا من غير تلعثم وهذه فائدة زيادته۱۲۔

البلاغۃ: قوله بامره وانما جئ به لان الريح قد تهب ولا تكون مواتية الا بامره۱۲۔

اَللّٰهُ الَّذِیۡ خَلَقَكُمۡ مِّنۡ ضُعۡفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنۡۢ بَعۡدِ ضُعۡفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنۡۢ بَعۡدِ قُوَّةٍ ضُعۡفًا وَّشَيۡبَةً ؕ يَخۡلُقُ مَا يَشَآءُ ۚ وَهُوَ الۡعَلِيۡمُ الۡقَدِيۡرُ ۝ وَيَوۡمَ تَقُوۡمُ السَّاعَةُ يُقۡسِمُ الۡمُجۡرِمُوۡنَ ۙ مَا لَبِثُوۡا غَيۡرَ سَاعَةٍ ؕ كَذٰلِكَ كَانُوۡا يُؤۡفَكُوۡنَ ۝ وَقَالَ الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ وَالۡاِيۡمَانَ لَقَدۡ لَبِثۡتُمۡ فِىۡ كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰى يَوۡمِ الۡبَعۡثِ فَهٰذَا يَوۡمُ الۡبَعۡثِ وَلٰكِنَّكُمۡ كُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ ۝ فَيَوۡمَئِذٍ لَّا يَنۡفَعُ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا مَعۡذِرَتُهُمۡ وَلَا هُمۡ يُسۡتَعۡتَبُوۡنَ ۝ وَلَقَدۡ ضَرَبۡنَا لِلنَّاسِ فِىۡ هٰذَا الۡقُرۡاٰنِ مِنۡ كُلِّ مَثَلٍ ؕ وَلَئِنۡ جِئۡتَهُمۡ بِاٰيَةٍ لَّيَقُوۡلَنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡۤا اِنۡ اَنۡتُمۡ اِلَّا مُبۡطِلُوۡنَ ۝ كَذٰلِكَ يَطۡبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوۡبِ الَّذِيۡنَ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ۝ فَاصۡبِرۡ اِنَّ وَعۡدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلَا يَسۡتَخِفَّنَّكَ الَّذِيۡنَ لَا يُوۡقِنُوۡنَ ۝

اللہ تعالیٰ ایسا ہے جس نے تم کو ناتوانی کی حالت میں بنایا پھر ناتوانی کے بعد توانائی عطا کی پھر توانائی کے بعد ضعف اور بڑھاپا کیا وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور وہ جاننے والا اور قوت رکھنے والا ہے اور جس روز قیامت قائم ہوگی مجرم لوگ قسم کھائیں گے کہ وہ لوگ (یعنی ہم عالم برزخ میں) ایک ساعت سے زیادہ نہیں رہے۔ اسی طرح یہ لوگ الٹے چلا کرتے تھے اور جن لوگوں کو علم اور ایمان عطا ہوا ہے وہ کہیں گے کہ تم تو فرشتہ خداوندی کے مطابق قیامت کے دن تک رہے ہو۔ سو قیامت کا دن یہی ہے لیکن تم یقین نہ کرتے تھے۔ غرض اس دن ظالموں کو ان کا عذر کرنا نفع نہ دے گا اور نہ ان سے اللہ کی خفگی کا تدارک چاہا جائے گا اور ہم نے لوگوں کے واسطے اس قرآن میں ہر طرح کے عمدہ مضامین بیان کئے ہیں اور اگر آپ ان کے پاس کوئی نشانی لے کر آئیں تب بھی یہ لوگ جو کافر ہیں یہی کہیں گے کہ تم سب نرے اہل باطل ہو جو لوگ یقین نہیں کرتے اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر یوں ہی مہر کر دیتے ہیں۔ سو آپ صبر کیجئے بے شک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے اور یہ بے یقین لوگ آپ کو بے برداشت نہ کرنے پائیں۔

تفسیر ربط: اوپر توحید کا مضمون تھا آگے بعث کے متعلق مضمون ہے جو اوپر مضمون توحید کے شروع آیت اَللّٰهُ يَبۡدَؤُا الۡخَلۡقَ میں اور اس کے وسط میں يَوۡمَئِذٍ يَّصَّدَّعُوۡنَ میں بھی اور اس کے ختم پر استطراداً اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحۡىِ الۡمَوۡتٰى میں بھی آچکا ہے۔

اثبات امکان و وقوع بعث: اَللّٰهُ الَّذِیۡ خَلَقَكُمۡ مِّنۡ ضُعۡفٍ (الی قوله تعالی) فَيَوۡمَئِذٍ لَّا يَنۡفَعُ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا مَعۡذِرَتُهُمۡ وَلَا هُمۡ يُسۡتَعۡتَبُوۡنَ ۝

اللہ ایسا ہے جس نے تم کو ناتوانی کی حالت میں بنایا (مراد اس سے ابتدائی حالت بچپن کی ہے) پھر (اس) ناتوانی کے بعد توانائی (یعنی جوانی) عطا کی پھر (اس) توانائی کے بعد ضعف اور بڑھاپا کیا (اور) وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور وہ (ہر تصرف کو) جاننے والا (اور اس تصرف کے نافذ کرنے پر) قدرت رکھنے والا ہے (پس جو ایسا قادر ہو اس کو دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے۔ یہ تو بیان تھا بعث کے امکان کا) اور (آگے اس کے وقوع کا بیان ہے یعنی) جس روز قیامت قائم ہوگی مجرم (یعنی کافر) لوگ (وہاں کی ہول و ہیبت و پریشانی کو دیکھ کر قیامت کی آمد کو غایت درجہ ناگوار سمجھ کر) قسم کھا بیٹھیں گے کہ (قیامت بہت جلدی آگئی اور) وہ لوگ (یعنی ہم لوگ عالم برزخ میں) ایک ساعت سے زیادہ نہیں رہے (یعنی جو میعاد قیامت کے آنے کی مقرر تھی وہ بھی پوری نہیں ہونے پائی کہ قیامت آپہنچی جیسا مشاہدہ[1] کیا جاتا ہے کہ اگر پھانسی والے کی میعاد ایک ماہ مقرر کی جاوے تو جب مہینہ گزر چکے گا اس کو ایسا معلوم ہوگا کہ گویا مہینہ نہیں گزرا اور مصیبت جلدی آگئی' حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ) اسی طرح یہ لوگ (دنیا میں) الٹے چلا کرتے تھے (یعنی جس طرح یہاں آخرت میں قیامت کی ایک واقعی حالت کا کہ اس کا اپنے وقت معین پر وقوع ہے غلط انکار کر دیا اور انکار بھی مؤکد بالقسم' اسی طرح دنیا میں قیامت کی ایک واقعی حالت کا کہ اس کا نفس وقوع ہے غلط انکار کیا کرتے تھے اور انکار بھی مؤکد جیسے: وَمَا نَحۡنُ بِمَبۡعُوۡثِيۡنَ [الأنعام: ۲۹] وغیرہ) اور جن لوگوں کو علم اور ایمان عطا ہوا ہے (مراد اہل ایمان ہیں کہ اخبار شرعیہ کا علم ان کو حاصل ہے) وہ (ان مجرمین کے جواب میں) کہیں گے کہ (تم برزخ میں میعاد سے کم تو نہیں رہے جیسا تمہارا غلط دعویٰ ہے بلکہ) تم تو (میعاد)

نوشتہ خداوندی کے موافق[۲] قیامت کے دن تک رہے ہو سو قیامت کا دن یہی ہے (جو میعاد تھی لبث فی البرزخ کی) ولیکن (وجہ اس بات کی کہ اس کو میعاد سے جلدی آیا ہوا سمجھتے ہو یہ ہے کہ) تم (دنیا میں قیامت کے وقوع کا) یقین (اور اعتقاد) نہ کرتے تھے (بلکہ تکذیب وانکار کیا کرتے تھے۔ اس انکار کے وبال میں آج پریشانی کا سامنا ہوا' اس وجہ سے گھبرا کر خیال ہوا کہ ابھی تو میعاد بھی پوری نہیں ہوئی اور اگر تصدیق کرتے اور ایمان لے آتے تو اس کے وقوع کو جلدی نہ سمجھتے بلکہ یوں چاہتے کہ اس سے بھی جلدی آ جاوے کہ عادۃ طبعیہ ہے وعدۂ راحت کے وقت کا جلدی آنا چاہتا ہے اور انتظار شاق اور اس کی مدت طویل معلوم ہوا کرتی ہے جیسا حدیث میں بھی ہے کہ کافر قبر میں کہتا ہے: رب لا تقم الساعة اور مؤمن کہتا ہے رب اقم الساعة اور مؤمنین کے اس جواب سے بھی جو یہاں مذکور ہے کہ کم کہاں رہے بہت تو رہے مترشح ہوتا ہے کہ وہ مشتاق اور مستعجل تھے) غرض اس روز ظالموں (یعنی کافروں کی پریشانی اور مصیبت کی یہ کیفیت ہوگی کہ ان) کو ان کا (کسی قسم کا جھوٹا سچا) عذر کرنا نفع نہ دے گا اور نہ ان سے خدا کی خفگی کا تدارک چاہا جاوے گا یعنی اس کا موقع نہ دیا جاوے گا کہ توبہ کر کے خدا کو راضی کر لیں)۔ **ف**: مجرمین اس قسم یعنی: مَا لَبِثُوْا غَيْرَ سَاعَةٍ میں ایسے ہی جھوٹے ہوں گے جیسے سورۂ انعام کے تیسرے رکوع میں ان کا یہ قول ہے: وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ جس پر ارشاد ہوا ہے: اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ ...... [الأنعام: ۲۳ ۔ ۲۴] اور سورۂ طٰہٰ آیت: يَتَخَافَتُوْنَ بَيْنَهُمْ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا عَشْرًا [طه: ۱۰۳] میں جو ان کے اس قول کی تکذیب نہیں کی گئی تو وہاں ان کے اس قول سے اور مقصود ہے جو وہاں مذکور ہے دیکھ لیا جاوے اور یہاں اور مقصود ہے اس لئے وہاں تکذیب نہیں کی گئی اور یہاں تکذیب کی گئی۔ ربط: اب خاتمہ میں دو مضمون ہیں جو بطور نتیجہ سورت کے ہیں' یعنی مجموعہ سورت کے مضامین مفصلہ کی مدح اور بلاغت کا اجمالی بیان جس کا حاصل ان مضامین کی قوت فاعلیہ اور کمالِ تاثیر ہے اور باوجود اس شدت مؤثریت کے کفار کے نہ ماننے پر حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے تسلیہ کے لئے کفار کی معاندت اور جہالت کا ذکر جس کا حاصل ان کی قوت انفعالیہ کا فقدان اور عدم تاثر ہے۔

بیان بلاغت مضامین قرآن وعناد اہل طغیان وتسلیہ صاحب فرقان: وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ (الی قولہ تعالی) وَلَا يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ ۝ اور ہم نے لوگوں (کی ہدایت) کے واسطے اس قرآن (کے مجموعہ یا اس کے اس خاص جز ویعنی سورت) میں ہر طرح کے عمدہ (اور عجیب) مضامین (ضروریہ) بیان کئے ہیں (جو اپنی بلاغت وکمال کی وجہ سے مقتضی اس کو ہیں کہ ان کافروں کو ہدایت ہو جاتی مگر ان لوگوں نے غایت عناد سے اس کو قبول نہ کیا اور اس سے منتفع نہ ہوئے) اور (قرآن کی کیا تخصیص ہے ان لوگوں کا عناد اس درجہ بڑھ گیا ہے کہ) اگر (قرآن کے علاوہ ان خوارق سے جن کی یہ خود فرمائش کیا کرتے ہیں) آپ ان کے پاس کوئی نشان لے آویں تب بھی یہ لوگ جو کہ کافر ہیں یہی کہیں گے کہ تم سب (یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور مؤمنین جو آیاتِ تشریعیہ وتکوینیہ کے مصدق ہیں) نرے اہل باطل ہو (پیغمبر کو سحر کی تہمت لگا کر صاحب باطل کہیں اور مسلمانوں کو سحر کی تصدیق کرنے سے اہل باطل کہیں اور ان لوگوں کے اس عناد کے بارہ میں اصل بات یہ ہے کہ) جو لوگ (باوجود تکریر آیات ودلائل کے حق میں) یقین نہیں کرتے (اور نہ اس کے حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں) اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر یوں ہی مہر کر دیا کرتا ہے (جیسا ان کے دلوں پر ہو رہی ہے یعنی روزانہ استعداد قبول حق کی مضمحل وضعیف ہوتی جاتی ہے' اس لئے انقیاد میں ضعف اور عناد میں قوت بڑھتی جاتی ہے) سو (جب یہ ایسے معاند ہیں تو ان کی مخالفت اور ایذا رسانی اور بدکلامی وغیرہ پر) آپ صبر کیجئے' بے شک اللہ تعالیٰ کا وعدہ (کہ آخر میں یہ ناکام اور اہل حق کامیاب ہوں گے) سچا ہے (وہ وعدہ ضرور واقع ہوگا پس صبر وتحمل تھوڑے ہی دن کرنا پڑتا ہے) اور یہ بدیقین لوگ آپ کو برداشت نہ کرنے پاویں (یعنی ان کی طرف سے خواہ کیسی ہی بات پیش آوے مگر ایسا نہ ہو کہ آپ برداشت نہ کریں)

ف: مطلب یہ کہ نفسانی انتقام گو فی نفسہ جائز ہے مگر صاحب تبلیغ کے لئے اور خصوص تخاطب کے وقت کہ اسلام کی ابتدائی حالت تھی خلاف مصلحت ہے اور جہاد نفسانی (۲) انتقام نہیں ہے' اس لئے دونوں میں تعارض نہیں کہ ناسخ ومنسوخ کا قائل ہونا پڑے۔

تم ولله الحمد تفسير سورة الروم للسابع والعشرين من شهر الله المحرم ۱۳۲۵ ھ من هجرة خير الانام على صاحبها الف الف صلوٰة وسلام۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ...... اس میں وراثان محمدی کو جو کہ اہل ارشاد ہیں ارشاد ہے منکرین کے مکارہ پر صبر کرنے کا ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله في ما لبثوا**: مشاهدة اخذته من الكبير مع انضمام ما فتح الله على في هذا المقام بعد ان كل ذهنى ووفقنى للدعاء بالفتح ۱۲۔ ۲ **قوله في كتب الله موافق** كما يقال ما حكم الواقعة في الشرع اى موافقاً للشرع وهو حال من المصدر المدلول

عليه بقوله لبثتم اى لبثا كائنا فى كتاب الله وقضائه۱۲۔

اللُّغَات : قوله الساعة القيامة وصار علما لها بالغلبة كالنجم للثريا والكوكب للزهرة۱۲۔ قوله يستعتبون فى الروح الاستعتاب طلب العتبى وهى الاسم من الاعتاب بمعنى ازالة العتب كالعطاء والاستعطاء اى لا يطلب منهم ازالة عتب الله تعالٰى والمراد به غضبه سبحانه عليهم بالتوبة (۱) والطاعة۱۲۔

البَلَاغَة : قوله خلقكم من ضعف۔ اى ابتدأ كم ضعفا وجعل الضعف اساس امر كم كقوله تعالٰى وخلق الانسان ضعيفا وفى الضعف استعارة مكنية حيث شبه بالاساس والمادة فى ادخال من عليه تخييل۔ قوله شيبة للبيان او للجمع بين تغيير قواهم وظواهرهم او المراد بالضعف ابتداء ه وبالشيب كماله۱۲۔ قوله ان انتم فى الروح و توحيد الخطاب فى جنتهم على ما يقتضيه الظاهر واما جمعه فى قولهم ان انتم فلئلا يبقى بزعمهم له عليه السلام شاهد من المؤمنين حيث جعلوا الكل مدعين اه قلت وهو من الحسن واللطافة بمكان۱۲۔

الحَوَاشِي : (۱) متعلق بازائه لا بغضبه۱۲ منه:(۲) قوله نفسانی صفت ہےانتقام کی نہ کہ ماقبل کی۱۲۔

سُوْرَةُ لُقْمٰنَ

سورۃ لقمٰن ۳۱ مکیۃ ۵۷ | بسم اللہ الرحمٰن الرحیم | آیاتھا ۳۴ | رکوعاتھا ۴

سورۃ لقمان مکہ میں نازل ہوئی — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اس میں ۳۴ آیات اور ۴ رکوع ہیں

الٓمّٓ ۝۱ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ۝۲ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِيْنَ ۝۳ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝۴ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۵ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ۭ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝۶ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝۷ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتُ النَّعِيْمِ ۝۸ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۹

الٓمّٓ یہ آیتیں ہیں ایک پر حکمت کتاب کی جو کہ ہدایت اور رحمت ہے نیک کاروں کے لئے جو نماز کی پابندی کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور وہ لوگ آخرت کا پورا یقین رکھتے ہیں یہ لوگ آپنے رب کی سیدھی راہ پر ہیں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں اور بعضا آدمی ایسا (بھی) ہے جو ان باتوں کا خریدار بنتا ہے جو اللہ سے غافل کرنے والے ہیں تاکہ اللہ کی یاد سے بے سمجھے گمراہ کرے اور اس کی ہنسی اڑائے ایسے لوگوں کے لئے ذلت کا عذاب ہے اور جب اس کے سامنے ہماری آتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ شخص تکبر کرتا ہوا منہ موڑ لیتا ہے جیسے اس نے سنا ہی نہیں جیسے اس کے کانوں میں ثقل ہے سو اس کو ایک دردناک عذاب کی خبر سنا دیجئے۔ البتہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے ان کے لئے عیش کی جنتیں ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اللہ نے سچا وعدہ فرمایا ہے اور وہ زبردست حکمت والا ہے۔

تفسیر: سورة لقمان مكية قيل الاثلثا من قوله ولو ان ما فى الارض من شجرة اقلام۔ وآيها اربع وثلثون وقيل ثلث وثلثون۔ كذا فى البيضاوى۔

ربط: اس سورت میں یہ مضامین ہیں۔ شروع میں مدح قرآن کی جو سورت سابقہ کے ختم پر بھی مذکور ہے اور مدح قرآن کے ساتھ مثل فاتحہ سورۂ بقرہ کے اس کے مصدقین کی مدح اور مکذبین و معرضین کی مذمت پھر مکذبین کی سزا اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اور فَبَشِّرْهُ پھر مصدقین کی جزا اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا میں پھر خَلَقَ السَّمٰوٰتِ سے خَتَّارٍ كَفُوْرٍ تک توحید اور درمیان میں تمیم قصہ لقمان کے لئے يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ سے بعض احکام فرعیہ اور اِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا سے ضعف متمسک مشرکین اور قوت متمسک موحدین اور من کفر سے بیان وعید مشرکین کے ساتھ حضور ﷺ کا تسلیہ اور يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ سے وعظ کے پیرایہ میں وعید مذکور مدلول آیت: نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ......اور اس کے وقت وقوع یعنی قیامت کے تقریر اور ختم پر بیان اختصاص علم غیب بحق تعالیٰ واللہ اعلم۔

مدح قرآن و مصدقین و ذم معرضین ضالین مضلین مع مآل فریقین: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ الٓمّٓ ۔ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ (الى قوله تعالى) وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۔ الٓمّٓ (اس کے معنی اللہ ہی کو معلوم ہیں) یہ (جو اس سورت یا قرآن میں مذکور ہیں) آیتیں ہیں ایک پر حکمت کتاب (یعنی قرآن) کی جو کہ ہدایت اور رحمت (کا سبب) ہے نیک کاروں کے لئے جو نماز کی پابندی کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور وہ لوگ آخرت کا پورا یقین رکھتے ہیں (سو) یہ لوگ (اس قرآن کے اعتقاد اور عمل کی بدولت) اپنے رب کے سیدھے راستہ پر ہیں اور یہی لوگ (اس ہدایت کی بدولت) فلاح پانے والے

ہیں (پس قرآن اس طرح ان کے لئے ہدایت اور رحمت کا جس کا اثر فلاح ہے سبب ہو گیا' پس بعضے آدمی تو ایسے ہیں جیسا بیان کیا گیا) اور (برخلاف ان کے) بعضا آدمی ایسا (بھی) ہے جو (قرآن سے اعراض کر کے) ان باتوں کا خریدار بنتا ہے (یعنی ایسی باتیں اختیار کرتا ہے) جو (اللہ سے) غافل کرنے والی ہیں (سواول تو لہو کا اختیار کرنا جب کہ مقرون بالاعراض عن آیات اللہ ہو خود ہی کفر اور ضلال ہے' پھر خاص کر جبکہ اس کو اس غرض سے اختیار کیا جاوے کہ) تاکہ (اس کے ذریعہ سے دوسروں کو بھی) اللہ کی راہ (یعنی دین حق) سے بے سمجھے بوجھے (حقیقت امر کے) گمراہ کرے اور (اسی گمراہ کرنے کے ساتھ) اس (راہِ حق) کی ہنسی اڑادے (تاکہ دوسروں کے دل سے بالکل اس کی وقعت اور تاثیر نکل جاوے تب تو کفر بر کفر اور ضلال کے ساتھ اضلال ہے اور) ایسے لوگوں کے لئے (آخرت میں) ذلت کا عذاب (ہونے والا) ہے (جیسا کہ ان کے اضداد کے لئے فلاح کا ہونا معلوم ہوا) اور (اس شخص مذکور کے اعراض کی یہ حالت ہے کہ) جب اس کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ شخص تکبر کرتا ہوا (ایسی بے التفاتی سے) منہ موڑ لیتا ہے جیسے اس نے سنا ہی نہیں' جیسے اس کے کانوں میں ثقل ہے (یعنی جیسے بہرا ہے) سو اس (شخص) کو ایک دردناک عذاب کی خبر سنا دیجئے (یہ تو معرض کی سزا کا بیان ہوا' آگے اہل ہدی کی جزا جو کہ فلاح موعود کی تفصیل ہے مذکور ہے' یعنی) البتہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے ان کے لئے عیش کی جنتیں ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ اللہ نے سچا وعدہ فرمایا ہے اور وہ زبردست حکمت والا ہے (پس کمال قدرت سے وعدہ اور وعید کو واقع کر سکتا ہے اور حکمت سے اس کو حسب وعدہ واقع کرے گا)۔ **ف**: گوشانِ نزول آیت: وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّشۡتَرِىۡ کا خاص ہے کہ نضر بن حارث ایک رئیس کافر تھا وہ تجارت کے لئے فارس جاتا تو وہاں شاہانِ عجم کے قصص اور تواریخ مول لاتا اور قریش سے کہتا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم کو عاد و ثمود کے قصہ سناتے ہیں میں رستم و اسفندیار اور اکاسرہ کے قصے سناتا ہوں۔ لوگ اس کے قصوں کو لذیذ سمجھتے اور رر قرآن کو نہ سنتے **اورده فی الروح عن اسباب النزول للواحدی عن الکلبی ومقاتل وذکر نحوه فی الدر بروایة البیهقی عن ابن عباس**ؓ۔ ونیز اس نے ایک گانے والی لونڈی خرید کی تھی جب کسی کو اسلام کی طرف راغب دیکھتا اس کو اپنی اس لونڈی کے پاس لے جاتا اور اس سے کہتا کہ اس کو کھلا پلا اور گانا سنا اور اس شخص سے کہتا کہ یہ اس سے بہتر ہے جس کی طرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم بلاتے ہیں کہ نماز پڑھو روزہ رکھو اور اپنی جان دو **اورده فی الدر عن ابن عباس**ؓ مگر عموم الفاظ کی وجہ سے حکم عام ہے۔ چنانچہ ترمذی وغیرہ میں حدیث مرفوع ہے کہ گانے والی لونڈیوں کی تجارت مت کرو اور اس کے بعد یہ فرمادیا **وفی مثل هذا انزلت هذه الاٰیة** وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّشۡتَرِىۡ الخ اور بخاری نے ادب مفرد میں ابن عباسؓ کا قول بیان کیا ہے **لهو الحدیث هو الغناء واشباهه کذا فی الروح**۔ پس لفظ مثل اور اشباہ سے عموم ظاہر ہے' پس اس بناء پر جو شغل دین اسلام سے ضلال یا اضلال کا موجب بن جاوے وہ حرام بلکہ کفر ہے اور آیت میں یہی مقصود ہے۔ چنانچہ مقابلہ مَنۡ يَّشۡتَرِىۡ کا ذکر مومنین کے ساتھ اور خود يَّشۡتَرِىۡ کہ دال ہے استبدال باطل بالحق پر اور ولّی سے دلالت اس کے ضلال پر اور لیضل سے اس کے اضلال پر اور اس کی وعید میں عَذَابٌ مُّهِيۡنٌ آنا جو مخصوص ہے کفار سے' سب اسی مقصود کے قرائن ہیں اور دوسرے دلائل شرعیہ سے استقلالاً ثابت ہے کہ جو لہو اعمال فرعیہ شرعیہ سے باز رکھے یا کسی معصیت کا سبب ہو جاوے وہ صرف معصیت ہے اور جو لہو کسی امر واجب کا مفوت نہ ہو اور اس میں کوئی شرعی غرض و مصلحت بھی نہ ہو وہ مباح لیکن لایعنی ہونے کی وجہ سے خلافِ اولیٰ ہے اور مسابقت فرس و مسابقت سہم و ملاعبت اہل میں چونکہ معتد بہ غرض تھی اس لئے حدیث میں اس کو لہو باطل سے مستثنیٰ فرمایا اور مسئلہ غنا اور سماع کا اس آیت کا مدلول ہونا ضروری نہیں' اس کا حکم مفصل مستقلاً مثل دیگر اقسام لہو کے دوسرے دلائل حدیثیہ وفقہیہ سے اپنے محل پر ثابت ہے اور اس تفصیل سے تمام مشاغل اور تفریحات کا حکم بھی جس میں اخبار اور ناول وغیرہ بھی آ گئے معلوم ہو گیا' واللہ اعلم اور زکوٰۃ کی فرضیت گو مدنی ہو مگر مشروعیت مکی ہو سکتی ہے' اس لئے مکی سورتوں میں جیسے یہ سورت یا سورۂ مؤمنین یا سورۂ روم میں اس کا وقوع محل اشکال نہیں جس کو احقر نے ان دو مذکورہ سورتوں کی تفسیر میں صدقہ سے تعبیر کیا ہے۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: هُدًى وَّرَحۡمَةً لِّلۡمُحۡسِنِيۡنَ باوجود محسنین کے اعلیٰ درجات ہدایت پر ہونے کے پھر ان کے لئے قرآن کا موجب ہدایت ہونا اس پر دال ہے کہ مراتب ہدایت غیر متناہی بمعنی لاتقف عند حدہ ہیں ۱۲۔ قولہ تعالیٰ: وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّشۡتَرِىۡ اس میں اس گناہ کی حرمت بھی آ گئی جو عملاً مفضی الی الغفلت عن الدین یا اعتقاداً موجب ضلال ہو اور جو دونوں سے مبرّا ہو اس کا یہ حکم نہیں اور یہی فیصلہ ہے اس باب میں ۱۲۔

البلاغۃ: **قوله یشتری۔ فیه عموم المجاز وله فرد ان المعنی الحقیقی ومطلق الاختیار والاستحباب ولو من غیر اشتراء وکذا لهو الحدیث بمعنی اللهو من الحدیث فیه عموم المجاز وله فرد ان الاخبار والاحادیث الملهیة وما هو سبب اللهو کالقنیة وکونها لهوا مبالغة کتسمیة النساء والبنین شهوة فی قوله تعالیٰ زین للناس حب الشهوات والنکتة فی هذه المبالغة الاشارة الی ان المقصود الاصلی بالقنیة هو حدیثها فکانه هو المشتری حقیقة ودل علی اعتبار عموم المجاز فی کلا اللفظین الاشتراء واللهو الروایات الدالة علی العموم المذکورة فی فائدة متن التفسیر من قوله علیه السلام فی مثل هذا ومن قول ابن عباس**ؓ **اشباهه لان العموم لا یبقی الاعلی**

اخذ عموم المجاز فی کلیھما ولو لم تدل الروایات علی العموم لصح کون الاشتراء علی حقیقة مع التجوز فی لھو الحدیث لان کتب الاعاجم والقنیات کلتا ھما مشتراة ثم احدھما حدیث والاخری کالحدیث فی کونھا الھاء ۱۲۔ قوله: لیضل زید لزیادة الذم ونظر الی الواقع فی سبب النزول والا فالاشتراء المذکور ذمیم بانفرادہ ایضا لکونه مقرونا بالاعراض عن آیات اللہ۔ قوله بغیر علم قید واقعی لا احترازی۔ قوله: کان فی اذنیه بدل او بیان للترقی فی الذم ۔ ۱۲

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰى فِى الْاَرْضِ رَوَاسِىَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ؕ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ۝۱۰ هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِىْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝۱۱

ع ۱

اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو بلاستون بنایا تم ان کو دیکھ رہے ہو اور زمین میں پہاڑ ڈال رکھے ہیں کہ وہ تم کو لے کر ڈانواں ڈول نہ ہونے لگے اور اس میں ہر قسم کے جانور پھیلا رکھے ہیں اور ہم نے آسمان سے پانی برسایا پھر اس زمین میں ہر طرح کے عمدہ اقسام اگائے یہ تو اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی چیزیں ہیں اب تم مجھ کو دکھاؤ کہ اس کے سوا جو ہیں انہوں نے کیا چیزیں پیدا کیں بلکہ یہ ظالم لوگ صریح گمراہی میں ہیں۔ ۞

تفسیر ربط: اوپر قرآن اور اس کے مصدقین کی مدح اور معرضین کی مذمت تھی آگے دور تک توحید کا مضمون ہے جو قرآن کی اہم تعلیم ہے۔

توحید: خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا (الی قوله تعالی) بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ اللہ نے آسمانوں کو بلاستون بنایا (چنانچہ) تم ان کو دیکھ رہے ہو اور زمین میں (بھاری بھاری) پہاڑ ڈال رکھے ہیں کہ وہ تم کو لے کر ڈانواڈول نہ ہونے لگے اور اس (زمین) میں ہر قسم کے جانور پھیلا رکھے ہیں اور ہم نے آسمان سے پانی برسایا پھر اس زمین میں ہر طرح کے عمدہ اقسام (نباتات کے) اُگائے (اور ان لوگوں سے جو کہ شرک کرتے ہیں کہئے کہ) یہ تو اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی چیزیں ہیں (سو اگر تم دوسروں کو شریک الوہیت قرار دیتے ہو تو) اب تم لوگ مجھ کو دکھاؤ کہ اس کے سوا جو (معبود بنا رکھے) ہیں۔ انہوں نے کیا کیا چیزیں پیدا کیا ہیں (تاکہ ان کا استحقاق الوہیت ثابت ہو اور اس دلیل کا مقتضا یہ تھا کہ وہ لوگ ہدایت پر آ جاتے مگر انہوں نے ہدایت کو قبول نہیں کیا) بلکہ یہ ظالم لوگ (بدستور) صریح گمراہی میں (مبتلا) ہیں۔ **ف**: اس استدلال سے یہ نہ سمجھا جاوے کہ استحقاق الوہیت کے لئے ایجاد ممکنات لازم ہے کیونکہ استحقاق الوہیت تو قدیم ہے اگر ایجاد اس کے لوازم سے ہوگا تو وہ بھی قدیم ہو جاوے گا۔ تو اس سے عالم کا قدیم ہونا لازم آوے گا۔ وھو باطل بلکہ مطلب یہ ہے کہ ممکنات کی تقدیر وجود پر یعنی جب وہ موجود ہوں تو لازم ہے کہ ان کا موجد وہی ہو جو مستحق الوہیت ہو۔ اب خدشہ مذکور دفع ہو گیا خوب سمجھ لو اور تَرَوْنَهَا کی تحقیق سورۂ رعد کے پہلے رکوع میں اور اَلْقٰى فِى الْاَرْضِ رَوَاسِىَ کی تحقیق سورۂ نحل کے دوسرے رکوع میں گزر چکی ہے۔

البلاغة: قوله انبتنا فیه التفات من الغیبة الی التکلم ۱۲۔ قوله بل الظلمون فیه وضع المظهر موضع المضمر ۱۲۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ؕ وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ حَمِيْدٌ ۝۱۲ وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَىَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ۝۱۳ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ ۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّفِصٰلُهٗ فِىْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِىْ وَلِوَالِدَيْكَ ؕ اِلَىَّ الْمَصِيْرُ ۝۱۴ وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰۤى اَنْ تُشْرِكَ بِىْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِى الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا ؗ وَّاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَىَّ ۚ ثُمَّ اِلَىَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۱۵ يٰبُنَىَّ اِنَّهَاۤ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِىْ صَخْرَةٍ اَوْ فِى السَّمٰوٰتِ اَوْ فِى الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ۝۱۶ يٰبُنَىَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَاۤ اَصَابَكَ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝۱۷ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِى الْاَرْضِ مَرَحًا ؕ

النصف

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ۝۱۸ وَاقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ۭ اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ ۝۱۹

اور ہم نے دانشمندی عطا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے رہو اور جو شخص شکر کرے گا وہ اپنے ذاتی نفع کے لئے شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرے گا تو اللہ تعالیٰ بے نیاز خوبیوں والا ہے اور جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ بیٹا اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا بیشک شرک کرنا بھاری ظلم ہے اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے متعلق تاکید کی ہے اس کی ماں نے ضعف اٹھا کر اس کو پیٹ میں رکھا اور دو برس میں اس کا دودھ چھوٹتا ہے کہ تو میری اور اپنے ماں باپ کی شکر گزاری کیا کر۔ میری طرف لوٹ کر آنا ہے اور اگر تجھ پر دونوں اس بات کا زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ ایسی چیز کا شریک ٹھہرا جس کی تیرے پاس کوئی دلیل نہ ہو تو ان کا کہنا نہ ماننا اور دنیا میں ان کے ساتھ خوبی سے بسر کرنا اور اسی کی راہ پر چلنا جو میری طرف رجوع ہو پھر تم سب کو میرے پاس آنا ہے پھر میں تم کو جتلا دوں گا جو کچھ تم کرتے تھے۔ بیٹا اگر کوئی عمل رائی کے دانہ کے برابر ہو پھر وہ کسی پتھر کے اندر ہو یا وہ آسمان کے اندر ہو یا وہ زمین کے اندر ہو تب بھی اس کو اللہ تعالیٰ ظاہر کر دے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ بڑا باریک بین باخبر ہے۔ بیٹا نماز پڑھا کر اور اچھے کاموں کی نصیحت کر اور برے کاموں سے منع کیا کر اور تجھ پر جو مصیبت واقع ہو اس پر صبر کیا کر۔ یہ ہمت کے کاموں میں سے ہے اور لوگوں سے اپنا رخ مت پھیر اور زمین پر اترا کر مت چل بے شک اللہ تعالیٰ کسی تکبر کرنے والے فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتے۔ اعتدال اختیار کر اور اپنی آواز کو پست کر بے شک آوازوں میں سب سے بری آواز گدھوں کی آواز ہے۔

تفسیر ربط: آگے بھی اوپر کی طرح توحید کا مضمون ہے اور اس کی تقریر کے لئے قصہ لقمان علیہ السلام کا مذکور ہے جن کی وصیت میں تعلیم توحید بھی ہے جو تکمیل اعتقادی کی فرد اعظم ہے، پھر تکمیل عملی کی تعلیم ہے جس کا ذکر علم و عمل کے تناسب سے کر دیا گیا اور مقصود اعظم ذکر توحید معلوم ہوتا ہے اور تاکید توحید کے لئے قصہ کے درمیان بطور ضمیمہ کے آیت: وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ آ گئی ہے۔

حکایت لقمان و وصایائے او از توحید وغیرہ: وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ۭ (الی قولہ تعالی) اِنَّ اَنْكَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيْرِ ۝ اور ہم نے لقمان کو دانشمندی (جس کی حقیقت علم مع العمل ہے) عطا فرمائی (اور ساتھ ہی یہ حکم دیا) کہ (سب نعمتوں پر عموماً اور اس نعمت حکمت پر کہ افضل النعم ہے خصوصاً) اللہ تعالیٰ کا شکر کرتے رہو اور جو شخص شکر کرے گا وہ اپنے ذاتی نفع کے لئے شکر کرتا ہے (یعنی اسی کا نفع ہے کہ اس سے نعمت میں ترقی ہوتی ہے۔ **کما قال لئن شکر لازیدنکم**۔ دنیوی نعمت میں تو باعتبار نفس نعمت کے کبھی اور باعتبار ثواب کے ہمیشہ اور دینی نعمت میں مثل علم وغیرہ کے دونوں طرح پر یعنی علم بھی بڑھتا ہے اور ثواب بھی ملتا ہے) اور جو ناشکری کرے گا تو (اپنا ہی نقصان کرے گا کیونکہ) اللہ تعالیٰ (تو) بے نیاز اور (سب) خوبیوں والا ہے (یعنی چونکہ وہ اپنی ذات میں کامل ہے جو مدلول ہے حَمِيْدٌ کا اس لئے وہ غنی ہے۔ اس کو کسی کے شکر وثنا کی احتیاج نہیں کہ اس میں استکمال بالغیر لازم آتا ہے اور چونکہ لقمان موصوف ہیں حکمت یعنی علم و عمل کے ساتھ اس سے مفہوم ہوا کہ انہوں نے تعلیم شکر پر بھی عمل کیا ہوگا، پس وہ شاکر بھی تھے اور شاکر ہونے سے ان کی حکمت میں ترقی بھی ہوئی ہوگی۔ پس وہ اعلیٰ درجہ کے حکیم ہوئے) اور (ایسے حکیم کی تعلیم ضرور قابل عمل ہونا چاہئے۔ سو ان کی تعلیمات ان لوگوں کے سامنے ذکر کیجئے) جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ بیٹا خدا کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہرانا، بے شک شرک کرنا بڑا بھاری ظلم ہے (جس کی حقیقت ہے **وضع الشئ فی غیر محله** اور ظاہر ہے کہ یہ **وضع الشئ فی غیر محل** شرک میں بدرجۂ اشد ہے) اور (درمیان قصہ کے تاکید امر توحید کے لئے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ) ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے متعلق تاکید کی ہے کہ (ان کی اطاعت اور خدمت کرے، کیونکہ انہوں نے اس کے لئے بڑی مشقتیں جھیلی ہیں بالخصوص ماں نے، چنانچہ) اس کی ماں نے ضعف پر ضعف اٹھا کر اس کو پیٹ میں رکھا (کیونکہ جوں جوں حمل بڑھتا جاتا ہے حاملہ کا ضعف بڑھتا جاتا ہے) اور (پھر) دو برس میں اس کا دودھ چھوٹتا ہے (ان دنوں میں بھی وہ ہر طرح کی خدمت کرتی ہے اسی طرح اپنی حالت کے موافق باپ بھی مشقت اٹھاتا ہے اس لئے ہم نے اپنے حقوق کے ساتھ ماں باپ کے بھی حقوق ادا کرنے کا حکم فرمایا، چنانچہ یہ ارشاد کیا) کہ تو میری اور اپنے ماں باپ کی شکر گزاری کیا کر (حق تعالیٰ کی شکر گزاری تو عبادت و اطاعت حقیقیہ کے ساتھ اور ماں باپ کی خدمت و ادائے حقوق شرعیہ کے ساتھ کیونکہ) میری ہی طرف (سب کو) لوٹ کر آنا ہے (اس وقت میں اعمال کی جزا و سزا دوں گا، اس لئے احکام کی بجا آوری ضروری ہے) اور (باوجودیکہ ماں باپ کا اتنا بڑا حق ہے جیسا ابھی معلوم ہوا لیکن امر توحید ایسا عظیم الشان ہے کہ) اگر تجھ پر وہ دونوں (بھی) اس بات کا زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ ایسی چیز کو شریک ٹھہرائے جس (کے شریک الوہیت ہونے) کی تیرے پاس کوئی دلیل (اور سند) نہ ہو (اور ظاہر ہے کہ کوئی چیز بھی ایسی نہیں کہ جس کے استحقاق شرکت پر کوئی دلیل قائم ہو بلکہ عدم استحقاق پر دلیلیں قائم ہیں، پس مراد یہ ہوئی کہ اگر وہ کسی چیز کو بھی شریک الوہیت ٹھہرانے کا تجھ پر زور دیں) تو تو ان کا کہنا نہ ماننا اور (ہاں یہ ضرور ہے کہ) دنیا (کے حوائج و معاملات) میں (جیسے انفاق و خدمت وغیرہ) ان کے ساتھ خوبی کے ساتھ بسر کرنا اور (دین کے بارے میں صرف) اس (ہی) شخص کی راہ پر چلنا جو میری طرف رجوع ہو (یعنی میرے احکام کا معتقد اور عامل ہو) (پھر تم سب کو میرے پاس آنا ہے پھر (آنے کے وقت) میں تم کو جتلا دوں گا جو کچھ تم کرتے تھے (اس لئے کسی امر میں

میرے حکم کے خلاف مت کرو' آگے پھر تکمیل ہے قصہ وصایا لقمانیہ کی کہ انہوں نے اپنے بیٹے کو اور نصیحتیں بھی کیں' چنانچہ توحید وعقائد کے بارے میں یہ بھی نصیحت کی کہ) بیٹا (حق تعالیٰ کا علم اور قدرت اس درجہ ہے کہ) اگر (کسی کا) کوئی عمل (کیسا ہی مخفی ہو مثلاً فرض کرو کہ وہ) رائی کے دانہ کے برابر (مقدار میں) ہو (اور) پھر (فرض کرو کہ) وہ کسی پتھر کے اندر (چھپا رکھا) ہو (جو کہ ایسا حجاب ہے کہ اس کا رفع ہونا دشوار ہے اور بدوں رفع کسی کو اس کے اندر کا علم نہیں ہوتا) یا وہ آسمانوں کے اندر ہو (جو کہ عام خلائق سے مکاناً بہت بعید ہے) یا وہ زمین کے اندر ہو (جہاں خوب ظلمت رہتی ہے اور یہی اسباب ہیں خفائے شئی کے علم خلق سے کیونکہ کبھی غایت صغر جثہ سے ایک شئے مخفی ہو جاتی ہے' کبھی حجاب کے شدید ہونے سے' کبھی مکان کے بعید ہونے سے' کبھی ظلمت سے لیکن حق تعالیٰ کی ایسی شان ہے کہ اگر اتنے اسباب بھی اختفاء کے مجتمع ہوں) تب بھی (قیامت کے روز حساب کے وقت) اس کو اللہ تعالیٰ حاضر کر دے گا (جس سے علم اور قدرت دونوں ثابت ہوئے) (بے شک اللہ تعالیٰ بڑا باریک بین (اور) باخبر ہے (اور اعمال کے باب میں یہ نصیحت کی کہ) بیٹا نماز پڑھا کرو (کہ بعد تصحیح عقائد کے اعلیٰ درجہ کا عمل ہے) اور (جیسا تصحیح عقائد واعمال سے اپنی تکمیل کی ہے اسی طرح دوسروں کی تکمیل کی بھی کوشش کرنا چاہئے پس لوگوں کو) اچھے کاموں کی نصیحت کیا کر اور برے کاموں سے منع کیا کر اور (اس امر بالمعروف ونہی عن المنکر میں بالخصوص اور ہر حالت میں بالعموم) تجھ پر جو مصیبت واقع ہو اس پر صبر کیا کر یہ (صبر کرنا) ہمت کے کاموں میں سے ہے اور (اخلاق وعادات کے باب میں یہ نصیحت کی کہ بیٹا) لوگوں سے اپنا رخ مت پھیر اور زمین پر اترا کر مت چل' بے شک اللہ تعالیٰ کسی تکبر کرنے والے فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتے اور اپنی رفتار میں اعتدال اختیار کر (نہ بہت دوڑ کر چل کہ وقار کے خلاف ہے نیز گر جانے کا بھی احتمال ہے اور نہ بہت گن گن کر قدم رکھ کہ وضع متکبرین کی ہے بلکہ بے تکلف اور متوسط رفتار تواضع وسادگی کے ساتھ اختیار کر جس کو دوسری آیت میں اس عنوان سے ذکر کیا ہے: یَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا [الفرقان : ٦٣]) اور (بولنے میں) اپنی آواز کو پست کر (یعنی بہت غل مت مچا اور یہ مطلب نہیں کہ اتنی پست کر کہ دوسرا سنے بھی نہیں' آگے غل مچانے سے نفرت دلاتے ہیں کہ) بے شک آوازوں میں سب سے بری آواز گدھوں کی آواز (ہوتی) ہے (تو آدمی ہو کر گدھوں کی طرح چیخنا چلانا کیا مناسب ہے۔ نیز چیخ چلاؤ سے بعض اوقات دوسروں کو وحشت واذیت بھی ہوتی ہے) **ف**: حضرت لقمان کو عکرمہ اور لیث نے نبی کہا ہے لیکن حکیم ترمذی نے نوادر میں حدیث مرفوع نقل کی ہے کہ ان کو قبل داؤدؑ کے خلافت دی جاتی تھی۔ انہوں نے عرض کیا کہ اگر حکم ہے تو سرآنکھوں پر اور اگر میری مرضی پر ہے تو میں معافی چاہتا ہوں' پھر بعد میں داؤد علیہ السلام کو خلافت دی گئی۔ یہ سب روایات درمنثور میں ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ لقمان علیہ السلام نبی نہ تھے' نیز ابن عباسؓ وغیرہ سے بھی ان کے نبی نہ ہونے کی روایتیں درمنثور میں ہیں اور حکیم ترمذی کی روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ان کا زمانہ قریب داؤد علیہ السلام کے تھا۔ پس ان کے نبی نہ ہونے کی بناء پر ان کو یہ حکم ہونا...... یا بطور الہام کے ہوگا یا اس زمانہ کے کسی نبی کی تعلیم کے ذریعہ سے اور جس فرزند کو انہوں نے نصیحت کی ہے صحیح اور صریح طور پر کہیں نہیں دیکھا کہ ان کے فرزند کا کیا طریقہ تھا' آیا پہلے موحد تھے یا اس نصیحت کے بعد موحد ہوئے یا کیا ہوا واللہ اعلم اور ظاہراً اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ یہ بھی حضرت لقمان کا قول معلوم ہوتا ہے اور صحیحین کی روایت سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ آیت :اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ [الأنعام : ٨٢] کے نزول کے وقت جناب رسول اللہ ﷺ نے یہاں تک تمام قول کو حضرت لقمان کی طرف منسوب فرمایا اور اس آیت میں جو دو سال میں دودھ چھڑانے کا ذکر ہے جو علماء مدت رضاعت اڑھائی سال کہتے ہیں وہ اس کو عادت غالبہ پر محمول کریں گے اور عمل کو جو مِثْقَالَ حَبَّةٍ سے موصوف کیا ہے یہ بنا بر تمثیل معقول بالمحسوس ہے اور عزم بمعنی واجب اس لئے نہیں لیا گیا کہ ضمیر کے بعض افراد صرف مستحب ہیں' اس لئے اس کے دوسرے معنی لئے گئے کما فی القاموس عزم جد فی الامر اور اس مقام پر جو امور مذکور ہیں ان میں بعضے منجملہ آداب ومستحبات ہیں۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: اَنِ اشْكُرْ لِيْ اس میں تصریح ہے کہ واسطہ فی النعمۃ کا شکر بھی مثل شکر منعم کے مطلوب ہے اور اس واسطہ میں والدین اور استاذ اور پیر سب آ گئے البتہ معارضہ شریعت کے وقت اتباع میں ان لوگوں کا جائز نہیں۔ قولہ تعالیٰ: وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ (الی قوله تعالى) وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ انواع اصلاح میں سے اس میں بعض احکام اخلاق کی تعلیم ہے ۱۲۔

اللغات: الوعظ التذكير بالخير فيما يرق له القلب ۱۲۔ قوله: ولا تصعر من الصعر بمعنى الصيد وهو داء يعترى البعير فيلوى منه عنقه واللام تعليلية والمراد لا تصعر لاجل الاعراض عن الناس او صلة والمعنى لا تمله عنهم ولا تولهم صفحة وجهك كما يفعله المتكبرون ۱۲۔

النحو: قوله ان اشكر معمول لمقدر وتقدير الكلام هكذا اٰتينا لقمان الحكمة آمرين وقائلين له ان اشكر لله۔ قوله وهناً على وهن۔ حال بتقدير مضاف اى حال كونها ذات وهن على وهن۔ قوله معروفا۔ صفة لمصدر محذوف اى صحاباً معروفا عند الشرع قوله انها اى الخصلة الحسنة والسيئة لدلالة المقام عليه ۱۲۔

البلاغۃ :قوله بنى التصغير للترحم لا للتحقير۔ قوله: حملته تخصيص (١) الام لزيادة مشقتها۔ قوله فى الدنيا قيل ذكره لتهوين امر الصحبة والاشارة الى انها فى ايام قلائل وشيكة الانقضاء فلا يضر تحمل مشقتها لقلة ايامها وسرعة انصرامها وعلى ما حملته (٢) عليه للاشارة الى ان الرفق بهما فى الامور الدنيوية لا الدينية١٢۔ قوله كل مختال وضع الكلام رفع الايجاب الكلى والمراد السلب الكلى١٢۔ قوله ان انكر الجملة تعليل للامر بالغض على ابلغ وجه وآكده حيث شبه الرافعون اصواتهم بالحمير و مثلت اصواتهم بالنهاق ثم اخلى الكلام من لفظ التشبيه واخرج مخرج الاستعارة وافراد الصوت لما ان المراد ليس بيان صوت كل واحد من آحاد هذا الجنس حتى يجمع بل بيان صوت هذا الجنس من بين اصوات سائر الاجناس وجمع الحمير للمبالغة فى التنفير فان الصوت اذا توافقت عليه الحمير كان انكر كذا فى الروح ملخصا وعلى ما اخترت لا يتوقف التعليل على الاستعارة كما يظهر بالتامل فى تقرير الترجمة١٢۔

الحواشی :(١) اى ذكر مشاقها خصوصًا مع ان المقام يقتضى ذكر مشقة الاب ايضا١٢ منه۔ (٢) اى فى اثناء الترجمة بقولى: دنیا کے حوائج ١٢منہ۔

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً ؕ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِى اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ ﴿٢٠﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ الشَّيْطٰنُ يَدْعُوْهُمْ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴿٢١﴾ وَمَنْ يُّسْلِمْ وَجْهَهٗۤ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ؕ وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ﴿٢٢﴾ وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزُنْكَ كُفْرُهٗ ؕ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿٢٣﴾ نُمَتِّعُهُمْ قَلِيْلًا ثُمَّ نَضْطَرُّهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿٢٤﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٢٥﴾ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِىُّ الْحَمِيْدُ ﴿٢٦﴾ وَلَوْ اَنَّ مَا فِى الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿٢٧﴾ مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴿٢٨﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِى النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِى الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؗ كُلٌّ يَّجْرِىْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّاَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿٢٩﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِىُّ الْكَبِيْرُ ﴿٣٠﴾ ع ٣ / ١١ / ١٢ اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرِىْ فِى الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ لِيُرِيَكُمْ مِّنْ اٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿٣١﴾ وَاِذَا غَشِيَهُمْ مَّوْجٌ كَالظُّلَلِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىهُمْ اِلَى الْبَرِّ فَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ؕ وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَاۤ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ ﴿٣٢﴾

کیا تم لوگوں کو یہ بات معلوم نہیں ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں کو تمہارے کام میں لگا رکھا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اس نے تم پر اپنی نعمتیں ظاہری اور باطنی پوری کر رکھی ہیں اور بعضے آدمی ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں بدوں واقفیت بدوں دلیل کے اور بدوں کسی روشن کتاب کے جھگڑا کرتے ہیں اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس چیز کا اتباع کرو جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے تو کہتے ہیں کہ نہیں ہم ان کا اتباع کریں گے جس پر اپنے بڑوں کو پایا ہے کیا اگر شیطان ان کے بڑوں کو عذاب دوزخ کی طرف بلاتا رہا ہے تب بھی اور جو شخص اپنا رخ اللہ کی طرف جھکا دے اور وہ مخلص بھی ہو تو اس نے بڑا مضبوط حلقہ تھام لیا اور اخیر سب کاموں کا

اللہ ہی کی طرف پہنچے گا اور جو شخص کفر کرے سو آپ کے لئے اس کا کفر باعث غم نہ ہونا چاہئے۔ ان سب کو ہمارے ہی پاس لوٹنا ہے۔ سو ہم جتلا دیں گے۔ جو جو کچھ وہ کیا کرتے تھے اللہ تعالیٰ کو دلوں کی باتیں خوب معلوم ہیں۔ ہم ان کو چند روزہ عیش دیئے ہوئے ہیں پھر ان کو ہم کشاں کشاں ایک سخت عذاب کی طرف لے آئیں گے۔ اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمانوں و زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو ضرور یہی جواب دیں گے کہ اللہ نے۔ آپ کہئے کہ الحمد للہ بلکہ ان میں اکثر نہیں جانتے۔ جن کچھ آسمانوں اور زمین میں موجود ہے سب اللہ ہی کا ہے اور بے شک اللہ تعالیٰ بے نیاز سب خوبیوں والا ہے اور جتنے درخت زمین بھر میں ہیں اگر وہ سب قلم بن جاویں اور یہ جو سمندر ہے اس کے علاوہ سات سمندر اور ہو جاویں تو اللہ تعالیٰ کی باتیں ختم نہ ہوں۔ بے شک اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والا ہے۔ تم سب کا پیدا کرنا اور زندہ کرنا بس ایسا ہی ہے جیسا ایک شخص کا۔ بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ سنتا ہے سب کچھ دیکھتا ہے۔ اے مخاطب کیا تجھ کو یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ رات کو دن میں اور دن کو رات میں داخل کر دیتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو کام میں لگا رکھا ہے کہ ہر ایک مقرر وقت تک چلتا رہے گا اور اللہ تعالیٰ تمہارے سب عملوں کی پوری خبر رکھتا ہے۔ یہ اس سبب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہستی میں کامل ہے اور جن چیزوں کی اللہ کے سوا یہ لوگ عبادت کر رہے ہیں بالکل ہی لچر ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی عالی شان اور بڑا ہے۔ اے مخاطب کیا تجھ کو یہ (دلیل توحید کی) معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی کے فضل سے کشتی دریا میں چلتی ہے تا کہ تم کو اپنی نشانیاں دکھلائے۔ اس میں نشانیاں ہیں ہر ایک شخص کے لئے جو صابر اور شاکر ہو اور جب ان لوگوں کو موجیں سائبانوں کی طرح گھیر لیتی ہیں تو وہ خالص اعتقاد کر کے اللہ ہی کو پکارنے لگتے ہیں پھر ان کو جب نجات دے کر خشکی کی طرف لے آتا ہے سو بعضے تو ان میں اعتدال پر رہتے ہیں اور ہماری آیتوں کے بس وہی لوگ منکر ہیں جو بدعہد اور ناشکر ہیں۔ ۞

تفسیر ربط: اوپر سے مضمون توحید کا چلا آتا تھا اور اسی کی مناسبت سے وصایائے لقمانیہ کا ذکر آ گیا تھا آگے پھر مضمون توحید ہے۔

تاکید مضمون توحید: اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ (الی قولہ تعالی) وَمَا يَجْحَدُ بِاٰيٰتِنَآ اِلَّا كُلُّ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ ۝۳۲ کیا تم لوگوں کو (مشاہدہ و دلائل سے) یہ بات معلوم نہیں ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں کو (بواسطہ یا بلا واسطہ) تمہارے کام میں لگا رکھا ہے جو کچھ آسمانوں میں (موجود) ہیں اور جو کچھ زمین میں (موجود) ہیں اور اس نے تم پر اپنی نعمتیں ظاہری اور باطنی پوری کر رکھی ہیں (ظاہری وہ کہ حواس سے مدرک ہوں اور باطنی وہ جو عقل سے مدرک ہوں اور مراد نعمتوں سے وہ نعمتیں ہیں جو تسخیر سموات وارض پر مرتب ہوتی ہیں۔ پس اس سے سب مخاطبین کا مشرف باسلام ہونا لازم نہیں آتا) اور (باوجودیکہ اس دلیل سے توحید ثابت ہوتی ہے مگر) بعضے آدمی ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں (یعنی اس کی توحید میں) بدوں واقفیت (یعنی علم ضروری) اور بدون دلیل (یعنی علم استدلالی عقلی) اور بدوں کسی روشن کتاب (یعنی علم استدلالی نقلی) کے جھگڑا کرتے ہیں اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اس چیز کا اتباع کرو جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے (یعنی دلیل مثبت للحق میں تدبر کر کے اس کا اتباع کرو) تو (جواب میں) کہتے ہیں کہ (ہم اس کا اتباع) نہیں (کرتے) ہم (تو) اسی کا اتباع کریں گے جس پر ہم نے اپنے بڑوں کو پایا ہے (آگے ان پر رد ہے کہ) کیا اگر شیطان ان کے بڑوں کو عذاب دوزخ کی طرف (یعنی گمراہی کی طرف جو کہ سبب ہے عذاب دوزخ کا) بلاتا رہا ہو تب بھی (انہیں کا اتباع کریں گے، مطلب یہ کہ ایسے معاند ہیں کہ باوجود اس کے کہ ان کو دلیل کی طرف بلایا جاتا ہے مگر پھر بھی بلا دلیل بلکہ خلاف دلیل محض آبائے ضالین کی راہ پر چلتے ہیں۔ یہ حالت تو اہل ضلالت کی ہوئی) اور جو شخص (حق کا اتباع کر کے) اپنا رخ اللہ کی طرف جھکا دے (یعنی فرمانبرداری اختیار کرے عقائد میں بھی اعمال میں بھی مراد اسلام و توحید ہے) اور (اس کے ساتھ) وہ مخلص بھی ہو (یعنی محض ظاہری اسلام نہ ہو) تو اس نے بڑا مضبوط حلقہ تھام لیا (یعنی وہ اس شخص کے مشابہ ہو گیا جو کسی مضبوط رسی کا حلقہ ہاتھ میں تھام کر گرنے سے مامون رہتا ہے، اسی طرح یہ شخص ہلاکت وخسران سے محفوظ ہو گیا) اور اخیر سب کاموں کا اللہ ہی کی طرف پہنچے گا (پس یہ اعمال یعنی اتباع باطل و اتباع حق بھی اسی کے حضور میں پیش ہوں گے، پس وہ ہر ایک کو مناسب جزا و سزا دے گا) اور جو شخص (باوجود ان دلائل مثبت حق کے قائم ہونے کے) کفر کرے سو آپ کے لئے اس کا کفر باعث غم نہ ہونا چاہئے (یعنی آپ غم نہ کریں) ان سب کو ہمارے ہی پاس لوٹنا ہے، سو ہم ان سب کو جتلا دیں گے جو جو کچھ وہ (دنیا میں) کیا کرتے تھے (کیونکہ) اللہ تعالیٰ کو (تو) دلوں کی باتیں (تک) خوب معلوم ہیں (تا بظاہر چہ رسد پس ہم سے کوئی امر مخفی نہیں سب جتلا دیں گے اور مناسب سزا دیں گے، اس لئے آپ کچھ غم نہ کریں اور یہ لوگ اگر محض چند روزہ عیش پر بھول رہے ہیں تو ان کی بڑی غلطی ہے کیونکہ یہ دائمی نہیں بلکہ) ہم ان کو چند روزہ عیش دیئے ہوئے ہیں۔ پھر ان کو کشاں کشاں ایک سخت عذاب کی طرف لے آویں گے (پس اس پر ناز کرنا جہل محض ہے) اور (ہم جس توحید کی طرف ان کو بلا رہے ہیں اس کے مقدمات کو خود یہ لوگ بھی تسلیم کرتے ہیں مگر اس سے انتاج کا کام نہیں لیتے، چنانچہ) اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمان و زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو ضرور یہی جواب دیں گے کہ اللہ نے (اس پر) آپ کہئے کہ الحمد للہ (جو مقدمہ مہتم بالشان تھا وہ تو تمہارے اعتراف سے ثابت ہوا اور دوسرا مقدمہ نہایت ہی ظاہر ہے کہ جو خود مخلوق و مصنوع ہو وہ مستحق الوہیت نہیں، پس مطلوب ثابت ہو گیا مگر یہ لوگ مطلوب کو نہیں مانتے) بلکہ ان میں اکثر (تو مجموعہ مقدمات کو بھی) نہیں جانتے (چنانچہ دوسرے مقدمہ جلیہ کی طرف توجہ نہیں کرتے کہ استحقاق الوہیت خواص خالق سے ہے اور اللہ کی وہ شان ہے کہ) جو کچھ آسمان و زمین میں موجود ہے سب

اللہ ہی کا (مملوک) ہے (پس سلطنت تو ان کی ایسی) اور بے شک اللہ تعالیٰ (خود اپنی ذات میں بھی) بے نیاز (اور) سب خوبیوں والا ہے (پس سزاوار الوہیت وہی ہے) اور (اس کی خوبیاں اس کثرت سے ہیں کہ (جتنے درخت زمین بھر میں ہیں اگر وہ سب قلم بن جائیں (یعنی متعارف قلم کے برابر ان کے اجزاء کے قلم بنا لئے جاویں اور ظاہر ہے کہ اس طرح ایک ایک درخت میں ہزاروں قلم تیار ہوں) اور یہ جو سمندر ہے اس کے علاوہ سات (روشنائی کی جگہ) اس میں اور شامل ہو جاویں (اور پھر ان قلموں اور اس روشنائی سے حق تعالیٰ کے کمالات لکھنا شروع کریں) تو (سب قلم روشنائی ختم ہو جاویں اور) اللہ کی باتیں (یعنی وہ کلمات جن سے اللہ تعالیٰ کے کمالات کی حکایت ہو) ختم نہ ہوں بے شک خدا تعالیٰ زبردست حکمت والا ہے (کہ وہ قدرت میں بھی کامل ہے اور علم میں بھی اور یہ دونوں صفتیں چونکہ تمام صفات وافعال سے تعلق رکھتی ہیں شاید اس لئے بعد عموم کے ان کو خصوصاً بیان فرما دیا اور اس کمال صفت قدرت کی ایک فرع بعث بھی ہے جس کو بدفہم دشوار سمجھ رہے ہیں حالانکہ وہ ایسا قادر ہے کہ) تم سب کا (پہلی بار) پیدا کرنا اور (دوسری بار) زندہ کرنا (اس کے نزدیک) بس ایسا ہی ہے جیسا ایک شخص کا (پیدا کرنا اور زندہ کرنا۔ گو یہاں مقصود قرینہ مقام سے بعث کا ذکر فرمانا ہے لیکن ذکر خلق سے استدلال اور قوی ہو گیا) بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ سنتا اور سب کچھ دیکھتا ہے (پس جو لوگ باوجود ان دلائل کے بعث کا انکار کر رہے ہیں اور اس جرأت پر فسق وفجور کرتے ہیں ان سب کو سن رہا ہے دیکھ رہا ہے ان کو سزا دے گا آگے پھر توحید ہے کہ) اے مخاطب کیا تجھ کو یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ رات (کے اجزاء) کو دن میں اور دن (کے اجزاء) کو رات میں داخل کر دیتا ہے اور اس نے سورج اور چاند کو کام میں لگا رکھا ہے کہ ہر ایک مقررہ وقت تک (یعنی قیامت تک) چلتا رہے گا اور (کیا تجھ کو) یہ (معلوم نہیں) کہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب عملوں کی پوری خبر رکھتا ہے (پس اس کمال اتقان فی الفعل اور اس اطلاع علی العمل کا مقتضا یہ ہے کہ شرک چھوڑ دیا جائے اور اوپر جو ان افعال متقنہ مدلولہ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اور یُوْلِجُ اور سَخَّرَ کا اختصاص حق تعالیٰ کے ساتھ بیان کیا گیا ہے) یہ (اختصاص) اس سبب سے ہے کہ اللہ ہی ہستی میں کامل (اور واجب الوجود) ہے اور جن چیزوں کی اللہ کے سوا یہ لوگ عبادت کر رہے ہیں بالکل ہی لچر ہیں اور اللہ ہی عالی شان اور (سب سے) بڑا ہے (اس لئے یہ سب تصرفات اس کے ساتھ مختص ہیں البتہ اگر دوسرے موجودات باطل اور مستہلک وممکن نہ ہوتے بلکہ نعوذ باللہ کوئی اور بھی واجب الوجود ہوتا تو پھر یہ تصرفات حق تعالیٰ کے ساتھ مختص نہ ہوتے۔ چنانچہ ظاہر ہے پس حق تعالیٰ کا اختصاص وجوب وجود اور علو اور کبریاء کے ساتھ دلیل لمی ہے اختصاص تصرفات کی اس لئے اس پر حرف باء لایا گیا اور اختصاص تصرفات دلیل انی ہے اختصاص کمالات کی جیسا کہ اوپر سے اسی استدلال کا مقصود مقام ہونا ظاہر ہے۔ پس یہ شبہ نہ رہا کہ اوپر تو اثبات التوحید بالافعال ہے اور اس آیت میں اثبات الافعال بالتوحید ہے اصل یہ ہے کہ پہلا اثبات فی الذہن ہے اور دوسرا فی الخارج اثبات اول دلیل انی کہلاتا ہے اور اثبات ثانی دلیل لمی اور) اے مخاطب کیا تجھ کو (توحید کی) یہ (دلیل) معلوم نہیں کہ اللہ ہی کے فضل سے کشتی دریا میں چلتی ہے تاکہ تم کو اپنی (قدرت کی) نشانیاں دکھلا دے (چنانچہ ہر ممکن اور محدث دلیل ہے وجود واجب اور محدث کی اسی طور پر) اس میں (بھی قدرت کی) نشانیاں ہیں ہر ایسے شخص کے لئے جو صابر شاکر ہو (مراد اس سے مومن ہے کہ صبر وشکر میں کامل ہونا اسی کی صفت ہے ونیز صبر وشکر محرک ہے تذکر مدبر عالم کو اور استدلال کے لئے تذکر وتفکر ضروری ہے اس لئے یہ دونوں وصف یہاں مناسب ہوئے بالخصوص کشتی کی حالت کے اعتبار سے کہ موجوں کا اٹھنا محل صبر ہے اور سلامت کنارہ پر جا لگنا محل شکر ہے پس جو لوگ ان سب واقعات میں فکر کرتے رہتے ہیں استدلال کی توفیق ان ہی کو ہوتی ہے) اور (جیسا اوپر آیت: وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ میں مقدمات دلیل کا اعتراف ان کفار کی طرف سے ثابت ہے بعض اوقات خود نتیجہ دلیل یعنی توحید کا اعتراف کرتے ہیں جس سے توحید خوب ہی واضح ہو گئی چنانچہ) جب ان لوگوں کو موجیں سائبانوں (یعنی بادلوں) کی طرح (محیط ہو کر) گھیر لیتی ہیں تو وہ خالص اعتقاد کر کے اللہ ہی کو پکارنے لگتے ہیں پھر جب ان کو نجات دے کر خشکی کی طرف لے آتا ہے سو بعضے تو ان میں اعتدال پر رہتے ہیں (یعنی کجی شرک کو چھوڑ کر توحید کو جو کہ اعدل الطرق ہے اختیار کر لیتے ہیں) اور (بعضے پھر ہماری آیتوں کے منکر ہو جاتے ہیں اور) ہماری آیتوں کے بس وہی لوگ منکر ہوتے ہیں جو بدعہد اور ناشکر ہیں (کہ کشتی میں جو عہد توحید کا کیا تھا اس کو توڑ دیا اور خشکی میں آنے کا مقتضا تھا شکر کرنا اس کو چھوڑ دیا) **ف**: سات سمندر بطور تمثیل کے فرض کئے گئے ہیں۔ اس پر یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ سمندر تو ایک ہی ہے اور یہاں مُّقْتَصِدٌ کا بمقابلہ خَتَّارٍ كَفُوْرٍ کے آنا قرینہ ہے ارادۂ مطلق مومن کا اور سورۂ فاطر میں ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ [فاطر: ۳۲] اور سابق بِالْخَيْرٰتِ کے مقابلہ میں مُّقْتَصِدٌ کا آنا قرینہ ہے ارادۂ قسم خاص مومن کا جو نہ طاعات میں بڑھا ہوا ہو نہ معاصی میں۔ پس اس مقام پر تقسیم کے حاصر نہ ہونے کا شبہ نہ کیا جاوے اور يَّجْرِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى کا مدلول صرف اَجَلٍ مُّسَمًّى تک نفس جریان ہے اگر اَجَلٍ مُّسَمًّى سے پہلے یہ جریان کسی روز خلاف (۱) عادت ہو جاوے یا اَجَلٍ مُّسَمًّى کے بعد بھی جب تک خدا چاہے جریان رہے تو ان دونوں کا انتفاء اس سے لازم نہیں آتا۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَمَنْ كَفَرَ ...... اس میں دلالت ہے کہ اصلاح ناس کے اہتمام میں زیادہ مبالغہ نہ کرے آزاد ہے۔ سورۂ لقمان تمام ہوئی۔

الحواشی: (۱) قولہ خلاف عادت الخ کطلوع الشمس من مغربها وقولہ: اجل مسمی کے بعد بھی الخ کما ذهب اليه الشيخ الاكبر انهما

تجريان كاليوم في النهار ۱۲ منه۔

ملحقات الترجمۃ: قوله: في يمده من بعده علاوه اشارة الى حمله على معنى در كما في الروح معزوا الى بعضهم ۱۲۔

الروایات: قوله ظاهرة وباطنة في الروح عن البيهقي مرفوعًا اما الظاهرة فما سوى من خلقك واما الباطنة فما ستر من عورتك وايضا عنه مرفوعًا اما الظاهرة فالاسلام وما سوى من خلقك واما الباطنة فما ستر من مساوى عملك اه۔ قلت والمراد التمثيل فلا ينافي ما فسرتهما به۔ قوله ما نفدت في الروح۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِي وَالِدٌ عَن وَلَدِهِ وَلَا مَوْلُودٌ هُوَ جَازٍ عَن وَالِدِهِ شَيْئًا ۚ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ ۖ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُم بِاللَّهِ الْغَرُورُ ﴿٣٣﴾ إِنَّ اللَّهَ عِندَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ ۖ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۖ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ﴿٣٤﴾

ع ۱۴

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو اور اس دن سے ڈرو جس میں نہ کوئی باپ اپنے بیٹے کی طرف سے کچھ مطالبہ ادا کر سکے گا اور نہ کوئی بیٹا ہی ہے کہ وہ اپنے باپ کی طرف سے ذرا بھی مطالبہ ادا کر دے۔ یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے سو تم کو دنیوی زندگی میں دھوکہ میں نہ ڈالے اور نہ تم کو دھوکہ باز شیطان اللہ سے دھوکہ میں ڈالے۔ بے شک اللہ ہی کو قیامت کی خبر ہے اور وہی مینہ برساتا ہے اور وہی جانتا ہے جو کچھ رحم میں ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا عمل کرے گا اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا بے شک اللہ تعالیٰ سب باتوں کا جاننے والا باخبر ہے۔

تفسیر ربط: اوپر شرک کا ابطال اور نُمَتِّعُهُمْ قَلِيلًا میں اس پر اجمالی وعید تھی' آگے برنگ وعظ عام اس پر تذکیر قیامت سے تفصیلی تہدید ہے جس کی طرف اجمالاً آیت: مَا خَلْقُكُمْ میں اشارہ بھی ہو چکا۔

تہدید بیوم وعید: يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمْ وَاخْشَوْا يَوْمًا لَّا يَجْزِي وَالِدٌ عَن وَلَدِهِ وَلَا مَوْلُودٌ هُوَ جَازٍ عَن وَالِدِهِ شَيْئًا ۚ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ ۖ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُم بِاللَّهِ الْغَرُورُ ﴿٣٣﴾ اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو (اور کفر و شرک چھوڑ دو) اور اس دن سے ڈرو جس میں نہ کوئی باپ اپنے بیٹے کی طرف سے کچھ مطالبہ ادا کر سکے گا اور نہ کوئی بیٹا ہی ہے کہ وہ اپنے باپ کی طرف سے ذرا بھی مطالبہ ادا کر دے (اور یہ دن آنے والا ضرور ہے' کیونکہ اس کی نسبت اللہ کا وعدہ ہے اور) یقیناً اللہ کا وعدہ سچا (ہوتا) ہے سو تم کو دنیوی زندگی دھوکہ میں نہ ڈالے (کہ اس میں منہمک ہو کر اس دن سے غافل رہو) اور نہ تم کو وہ دھوکہ باز (یعنی شیطان) اللہ سے دھوکہ میں ڈالے (کہ تم اس کے بہکانے میں آ جاؤ کہ اللہ تم کو عذاب نہ دے گا جیسا کہا کرتے تھے: وَلَئِن رُّجِعْتُ إِلَىٰ رَبِّي إِنَّ لِي عِندَهُ لَلْحُسْنَىٰ [حم السجدة : ۵۰]) ف: تحقیق یجزی کی سورۂ بقرہ کے ربع پر آیت: وَاتَّقُوا يَوْمًا [البقرة : ۴۸] کی تفسیر کے ذیل میں گزر چکی ہے اور اسی سے جزاء اور شفاعت میں فرق بھی معلوم ہو جاوے گا' پس یہاں شفاعت سے تعرض نہیں البتہ وہاں نفی شفاعت کی جس اعتبار سے ہے اس کا بھی وہاں ہی بیان ہوا ہے۔ ربط: اوپر وعید تھی یوم قیامت کی اور منکرین بقصد انکار اس کا وقت پوچھا کرتے تھے۔ کقولہ تعالیٰ: يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا [الأعراف : ۱۸۷] اس لئے آیت آئندہ میں کہ اس کے شانِ نزول میں بھی بعض لوگوں کا حضور ﷺ سے اس کے متعلق سوال کرنا درمنثور میں مذکور ہے۔ بطور جواب کے اپنا اختصاص علم غیب کے ساتھ (جن میں سے بعض وجوہ سے بعض کو بالتخصیص بھی ذکر فرمایا) ارشاد فرمایا' حاصل جواب یہ ہوا کہ نبی ﷺ کا وقت قیامت کو نہ جاننا مستلزم اس کے عدم وقوع کو نہیں ہے۔ نیز اس آیت میں دوسری مخلوقات سے جس میں معبودات باطلہ بھی آ گئے علم غیب کی نفی فرمانا مؤکد اثبات توحید کو بھی ہو گیا کہ ایسا ناقص العلم معبود نہیں ہو سکتا' پس آیت کو سابق سے دو طور پر ارتباط ہو گیا اور خلاصہ تمام سورت کا یہی دو امر تھے جزاء و سزاء' جس کا اصل وقت قیامت ہے اور توحید۔ پس یہ آیت اس طرح تمام مضامین سورت کی جامع ہو گئی' اس لئے اس پر ختم سورت کا عین بلاغت ہوا۔

خاتمہ در اختصاص علم غیب بحق تعالیٰ: إِنَّ اللَّهَ عِندَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ ۖ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۖ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ﴿٣٤﴾ بے شک اللہ ہی کو قیامت کی خبر ہے اور وہی (اپنے علم کے موافق) مینہ برساتا ہے (پس اس کا علم اور قدرت بھی اسی کے ساتھ خاص ہے) اور وہی جانتا ہے جو کچھ (لڑکا لڑکی حاملہ کے) رحم میں ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا عمل کرے گا (اس کی بھی اسی کو خبر ہے) اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس زمین میں مرے گا (اس کی بھی اسی کو خبر ہے اور انہی چیزوں کی کیا تخصیص ہے جتنے غیوب ہیں) بے شک اللہ (ہی

ان) سب باتوں کا جاننے والا (اور ان سے) باخبر ہے (کوئی دوسرا اس میں شریک نہیں) **ف**: یہاں چند امور قابل بتلانے کے ہیں۔ اول جب علم غیب یعنی علم بلا واسطہ ہر شئے کا اور علم محیط مجموعہ اشیاء کا حق تعالیٰ سے مختص ہے پھر ان اشیائے خمسہ کی تخصیص ذکری کی کیا وجہ؟ سو اس کی دو وجہ ہو سکتی ہیں۔ اول سوال ان ہی اشیاء سے کیا گیا تھا (کمافی الدر عن مجاہد و عن عکرمہ) دوسری وجہ یہ کہ اکثر نفوس ان اشیاء کے علم کے مشتاق زیادہ ہوتے ہیں۔ کذا فی الروح۔ امر دوم: بعض اوقات علامات سے جنین کا حال اور نزول غیث کا وقت دوسرے لوگ بھی جان لیتے ہیں، پھر اختصاص کے کیا معنی؟ جواب یہ ہے کہ یہاں اختصاص مطلق علم کا نہیں بلکہ اختصاص علم غیب کا مراد ہے خواہ مطلق علم کی بھی نفی دوسری دلیل سے ہو جیسے علم ساعت کہ مطلقاً منفی ہے یا مطلق علم ثابت ہو جیسے محل مسئول عنہ میں کہ علم بواسطہ جو علم غیب نہیں۔ امر سوم: يُنَزِّلُ الْغَيْثَ میں صرف تنزیل غیث کی اسناد حق تعالیٰ کی طرف ہوتی ہے نہ کہ اس کے علم کی، جواب یہ ہے کہ قرینۂ مقام سے اسی اسناد علم کا مقصود ہونا معلوم ہو گیا اور اس تعبیر میں یہ نکتہ ہے کہ تنزیل غیث کے ساتھ بہت سے منافع[1] متعلق ہیں، ینزل کی اسناد تصریحاً اس کے مہتم بالشان ہونے پر دال ہے اگر یعلم تنزیل الغیث فرمایا جاتا تو یہ اشارہ حاصل نہ ہوتا۔ امر چہارم: **غیث یا مافی الارحام** کے علم سے اختصاص علم پر کیسے دلالت ہوئی؟ جواب یہ ہے کہ قرینہ مقام سے ہوئی۔ امر پنجم: علم ساعت کو جملہ اسمیہ سے اور يُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ کو جملہ فعلیہ سے تعبیر فرمانے میں کیا نکتہ ہے؟ جواب یہ ہے کہ ساعت تو ایک امر متعین ہے اور نزول غیث اور تکون فی الارحام امور متجددہ ہیں کہ وقتاً فوقتاً ہوتے رہتے ہیں۔ یہ وجہ اس تفاوت تعبیر کی ہوئی۔ امر ششم: اثبات علم باری میں مادۂ علم لایا گیا اور نفی علم خلق میں مادہ درایت اس میں کیا نکتہ ہے؟ جواب یہ ہے کہ درایت کہتے ہیں اس علم کو جو حیلہ اور سعی سے حاصل ہو۔ پس اس میں اشارہ ہو گیا کہ علم غیب حیلہ اور سعی سے بھی حاصل نہیں ہو سکتا۔ امر ہفتم: مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا میں تخصیص اپنے مکسوب کی کرنے میں کیا نکتہ ہے؟ جواب یہ ہے تا کہ مکسوب غیر کی نفی بدرجۂ اولیٰ ہو جاوے۔ امر ہشتم: بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ میں علم مکان کی نفی کی گئی، حالانکہ زمان کا بھی علم نہیں؟ جواب یہ ہے کہ مکان بعض اوقات دیکھا ہوا بھی ہوتا ہے اور موجود فی الحال تو ضرور ہی ہے بخلاف زمان کے، پس اس کی نفی بدرجۂ اولیٰ ہو گئی۔ امر نہم: اول جملوں میں اختصاص کو اثبات علم الباری سے تعبیر کیا اور اخیر کے جملوں میں اختصاص کو نفی علم عن الخلق سے تعبیر کیا۔ جواب یہ ہے کہ کسب اور موت اپنا حال ہونے کی وجہ سے اقرب الی العلم ہے اور دوسرے معلومات دوسری اشیاء کا حال ہونے کی وجہ سے ابعد ہیں اور اقرب میں احتمال علم کا تھا اس لئے تصریحاً نفی کی گئی اور ابعد میں انتفاء خود ہی ظاہر ہے، وہاں اپنے انتفاء علم سے شبہ ابعد یہ عن علم الباری کا ہو سکتا(۱) تھا، اس لئے تصریحاً اثبات کیا گیا۔ امر دہم: حدیث میں مفاتیح الغیب خمس آیا ہے، مراد تمثیل ہے۔ پس اول امر میں جو تحقیق کیا گیا ہے حدیث سے وہ متعارض نہیں۔

تم تفسیر سورة لقمٰن غرة صفر ۱۳۲۵ھ من الهجرة و فی ذلك اليوم افتتح فی تفسير سورة تالية لها۔

مُلحقاتُ التَّرجمة: قوله فی الامر الثالث من منافع ومنها احياء الارض من حيث دلالته على احياء الموتى المناسب الاشارة اليه للمقام ۱۲۔

اللُّغَات: فی القاموس يجزی يقضی ۱۲۔

النَّحو: قوله ولا مولودٌ مبتدأ والمسوغ للابتداء به مع انه نكرة تقدم النفی وجملة هو جاز خبره و شيئا مفعول به او منصوب على المصدرية لانه صفة مصدر محذوف ای جزاء شيئا ۱۲۔

البلاغة: قوله ولا مولود قد ذكروا وجوها فی تاكيد الجملة الثانية دون الاولى وهی لا تغنی عنی شيئا واقول بحول الله وقوته ان الكلام اذا كان فی نفيان فمقتضى البلاغة الترقی فی الثانی على الاول ولو كان الثانی اولا والاول ثانيا لعكس(۲) الامر فی التاكيد ۱۲۔

الحَواشی: (۱) ای انی بما هو اول الآن موكد اولم يوكد ما هو ثان الآن ۱۲ منه۔ (۲) بناءً على قياس الغائب على الشاهد ۱۲ منه۔

سُوْرَةُ السَّجْدَةِ

سُوْرَةُ السَّجْدَةِ ۳۲ مَكِّيَّةٌ ۷۵ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ۳۰ | رُكُوْعَاتُهَا ۳

سورۃ السجدۃ مکہ میں نازل ہوئی — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اس میں ۳۰ آیات اور ۳ رکوع ہیں

الٓمّٓ ۝۱ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۲ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۚ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ۝۳ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۭ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا شَفِيْعٍ ۭ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ۝۴ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَاۗءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗٓ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ۝۵ ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝۶ الَّذِيْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ۝۷ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّاۗءٍ مَّهِيْنٍ ۝۸ ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝۹

الٓمّٓ یہ نازل کی ہوئی کتاب ہے اس میں کچھ شبہ نہیں یہ رب العالمین کی طرف سے ہے کیا یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ پیغمبر نے یہ اپنے دل سے بنالیا ہے۔ بلکہ یہ بھی کتاب ہے تا کہ آپ ایسے لوگوں کو ڈرائیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔ تا کہ وہ لوگ راہ پر آجائیں۔ اللہ ہی ہے جس نے آسمان اور زمین کو اور اس مخلوق کو جو ان دونوں کے درمیان میں ہے چھ روز میں پیدا کیا پھر تخت پر قائم ہوا بدوں اس کے نہ تمہارا مددگار ہے اور سفارشی کرنے والا سو کیا تم سمجھتے نہیں ہو۔ وہ آسمان سے لے کر زمین تک ہر امر کی تدبیر کرتا ہے۔ پھر ہر امر اسی کے حضور میں پہنچ جائے گا۔ ایک ایسے دن میں جس کی مقدار تمہارے شمار کے مطابق ایک ہزار برس کی ہوگی۔ وہی ہے جاننے والا پوشیدہ اور ظاہر چیزوں کا زبردست رحمت والا ہے۔ جس نے جو چیز بنائی خوب بنائی اور انسان کی پیدائش مٹی سے شروع کی پھر اس کی نسل کو خلاصہ اخلاط یعنی ایک بے قدر پانی سے بنایا۔ پھر اسکے اعضا درست کئے اور اس میں اپنی روح پھونکی اور تم کو کان اور آنکھیں اور دل دیئے۔ تم لوگ بہت کم شکر کرتے ہو (یعنی نہیں کرتے)۝

تفسیر: سورة السجدة مكية وهى ثلثون اٰية وقيل تسع وعشرون اية كذا فى البيضاوى۔

ربط: سورت سابقہ میں توحید و معاد کے مضامین تھے۔ اس سورت کے شروع میں اثبات حقیت قرآن سے اثبات رسالت ہے۔ جس کا تناسب توحید و معاد سے ظاہر ہے۔ پھر اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سے توحید ہے اور قَالُوْٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا سے معاد کا ذکر ہے اور پہلا مضمون دوسرے پر بھی من وجہ مشتمل ہے' پھر وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى سے تائید مسئلہ رسالت کی اور تسلیہ صاحب رسالت کا معاملہ مکذبین میں ہے اور اَوَلَمْ يَهْدِ سے آخر تک مکذبین کی توبیخ اور ان کے بعض اقوال کا جواب ہے۔

اثبات رسالت و اثبات حقیت قرآن: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ الٓمّٓ ۝۱ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۲ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۚ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ۝۳ ۔ الٓمّٓ (اس کے معنی اللہ کو معلوم ہیں) یہ نازل کی ہوئی کتاب

ہے (اور) اس میں کچھ شبہ نہیں (اور) یہ رب العالمین کی طرف سے ہے (جیسا اس کا اعجاز خود اس کی دلیل ہے) کیا یہ (منکر) لوگ یوں کہتے ہیں کہ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ اپنے دل سے بنالیا ہے (یعنی یہ کہنا محض لغو اور جھوٹ ہے یہ بنایا ہوا نہیں) بلکہ سچی کتاب ہے آپ کے رب کی طرف سے (آئی ہے) تا کہ آپ (اس کے ذریعہ سے) ایسے لوگوں کو (عذاب الٰہی سے) ڈرائیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا تا کہ وہ لوگ راہ پر آجاویں۔

ف: سورۂ نحل کے رکوع پنجم آیت وَلَقَدْ بَعَثْنَا میں مضمون لِتُنْذِرَ قَوْمًا کے متعلق کچھ لکھا گیا ہے ملاحظہ فرمالیا جاوے۔ ربط: اوپر اثبات رسالت تھا آگے اثبات توحید ہے اور ضمناً معاد کی طرف بھی اشارہ ہے۔

اثباتِ توحید: اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (الی قولہ تعالی) قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ اللہ ہی ہے جس نے آسمان اور زمین کو اور اس مخلوق کو جو ان دونوں کے درمیان میں (موجود) ہے چھ روز (کی مقدار) میں پیدا کیا پھر عرش پر (جو مشابہ ہے تخت سلطنت کے اس طرح) قائم (اور جلوہ فرما) ہوا (جو کہ اس کی شان کے لائق ہے، وہ ایسا عظیم ہے کہ) بدوں اس (کی رضا و اذن) کے نہ تمہارا کوئی مددگار ہے اور نہ سفارش کرنے والا (البتہ اذن سے شفاعت ہو جاوے گی اور نصرت (۱) کے ساتھ اذن ہی متعلق نہ ہوگا) سو کیا تم سمجھتے نہیں ہو (کہ ایسی ذات کا کوئی شریک نہیں ہوسکتا اور) وہ (ایسا ہے کہ) آسمان سے لے کر زمین تک (جتنے امور ہیں) ہر امر کی (وہی) تدبیر (اور انتظام) کرتا ہے پھر ہر امر اسی کے حضور میں پہنچ جاوے گا ایک ایسے دن میں جس کی مقدار تمہاری شمار کے موافق ایک ہزار برس کی ہوگی (یعنی (۲) قیامت میں سب امور مع مالہا و ماعلیہا اسی کے حضور میں پیش ہوں گے۔ کقولہ تعالیٰ: وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ [ھود : ۱۲۳] وہی ہے جاننے والا پوشیدہ اور ظاہر چیزوں کا زبردست رحمت والا جس نے جو چیز بنائی خوب بنائی (یعنی جس مصلحت کے لئے اس کو بنایا اس کے مناسب بنایا) اور انسان (یعنی آدم علیہ السلام) کی پیدائش مٹی سے شروع کی پھر اس (انسان یعنی آدم) کی نسل کو خلاصہ اخلاط یعنی ایک بے قدر پانی سے (یعنی نطفہ سے جو فضلہ ہے ہضم رابع غذا کا جو مستحیل ہے باخلاط ہو جاتی ہے) بنایا پھر (ماں کے رحم میں) اس کے اعضاء درست کئے اور اس میں اپنی (طرف سے) روح پھونکی اور (بعد تولد) تم کو کان اور آنکھیں اور دل (یعنی ادراکات ظاہرہ و باطنہ) دیئے (اور ان سب کا کہ دال علی القدرۃ والانعام ہیں مقتضا یہ تھا کہ خدا کا شکر کرتے جس کی فرد اعظم توحید ہے مگر تم لوگ بہت کم شکر کرتے ہو (یعنی نہیں کرتے) ف: سورۂ مومنین کے پہلے رکوع میں چونکہ سُلٰلَةٍ کے ساتھ مِنْ طِيْنٍ بھی ہے جس میں من ابتدائیہ ہے اس لئے وہاں احقر نے غذا کے ساتھ تفسیر کی ہے اور یہاں مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ جس میں مِنْ بیانیہ ہے اس لئے خلاصہ اخلاط سے تفسیر کی اور چونکہ سلالہ دونوں پر صادق آتا ہے اس لئے کچھ تدافع نہیں اور روح اگر مادی ہو تب تو فِيْهِ کے معنی ظاہر ہیں اور اگر مجرد ہو تو مجاز ہے تعلق بالبدن سے اور روحہ میں اضافت تشریفی ہے جیسے بیت اللہ میں اور یہ مطلب نہیں کہ اللہ میں کوئی روح ہے اس کا کوئی جزو انسان میں پیدا کر دیا نعوذ باللہ منہ اور اس یوم کو ایک جگہ خَمْسِيْنَ اَلْفَ [المعارج : ٤] کہنا بعض کے اعتبار سے ہے کہ بعض کو زیادہ اشتداد سے زیادہ امتداد محسوس ہوگا۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ اَلَّذِيْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ آیت بصریحہا دال ہے اس پر کہ ہر مخلوق فی حد ذاتہ حسن ہے حتیٰ کہ صفت کبر و بخل بھی جب اپنے محل میں استعمال کئے جائیں کما قیل

اے بسا امساک کز انفاق بہ ☆ مال حق را جز بامر حق مدہ

وقیل التکبر مع المتکبرین عبادۃ اور ضرر سوء استعمال کے سبب ہے، البتہ مکسوب بعضے قبیح محض ہیں جیسے کفر و معاصی ۱۲۔ قولہ تعالیٰ: ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ تسویہ بمعنی متساوی گردانیدن۔ اجزاء کے بعد جو کہ خواص اجسام سے ہے نفخ روح کا ذکر فرمانے سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ روح جسم نہیں اور امام غزالی کا یہی مذہب ہے اور جمہور نے جسم لطیف کہا ہے اور میرے نزدیک ان دونوں میں تعارض نہیں، ممکن ہے کہ اس مجرد کا تعلق بدن کے ساتھ بواسطہ اسی جسم لطیف کے ہو ۱۲۔

الحواشی: (۱) اس طرف اشارہ ہے کہ لاھم ینصرون اپنے اطلاق پر باقی ہے ۱۲۔ (۲) مقدار یوم قیامت کی تحقیق سورۂ حج میں مذکور ہوئی ہے وہاں دیکھ لیا جاوے ۱۲ منہ۔

اختلاف القراءۃ: فی قراءۃ خلقه بسكون اللام مصدراً وهو بدل من كل شئ وحاصل القراء تين واحد ۱۲۔

النحو: قوله تنزيل خبر مبتدأ اى هو ثم لا ريب خبر بعد خبر وكذا من رب العالمين كما اشرت الى هذا كله فى الترجمة۔ قوله: من السماء الى الارض متعلقان بمقدر هو حال من الامر بمعنى الشئ والشان اى كل امر كائن من ابتداء السماء الى انتهاء الارض اى مما بينهما وفى يوم متعلق بيعرج بمعنى يرجع ويصير للمحاسبة والمجازاة ۱۲۔

البلاغۃ: قوله جعل لكم السمع۔ لا يخفى حسن موقع ما فيه من الالتفات حيث ذكره بعد نفخ الروح وتشريفه بخلقه الخطاب حين

صلح للخطاب ۱۲۔

وَقَالُوٓا أَءِذَا ضَلَلْنَا فِى الْأَرْضِ أَءِنَّا لَفِى خَلْقٍ جَدِيدٍۭ ۚ بَلْ هُم بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ كَٰفِرُونَ ﴿١٠﴾ قُلْ يَتَوَفَّىٰكُم
مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِى وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُمْ تُرْجَعُونَ ﴿١١﴾ وَلَوْ تَرَىٰٓ إِذِ الْمُجْرِمُونَ نَاكِسُوا رُءُوسِهِمْ عِندَ رَبِّهِمْ
رَبَّنَآ أَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَٰلِحًا إِنَّا مُوقِنُونَ ﴿١٢﴾ وَلَوْ شِئْنَا لَءَاتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدَىٰهَا وَلَٰكِنْ حَقَّ
الْقَوْلُ مِنِّى لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ﴿١٣﴾ فَذُوقُوا بِمَا نَسِيتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَآ إِنَّا
نَسِينَٰكُمْ ۖ وَذُوقُوا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿١٤﴾ إِنَّمَا يُؤْمِنُ بِـَٔايَٰتِنَا الَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِهَا خَرُّوا سُجَّدًا وَسَبَّحُوا
بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ۩ ﴿١٥﴾ تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا وَمِمَّا
رَزَقْنَٰهُمْ يُنفِقُونَ ﴿١٦﴾ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ أُخْفِىَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٧﴾ أَفَمَن كَانَ مُؤْمِنًا كَمَن
كَانَ فَاسِقًا ۚ لَّا يَسْتَوُۥنَ ﴿١٨﴾ أَمَّا الَّذِينَ ءَامَنُوا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحَٰتِ فَلَهُمْ جَنَّٰتُ الْمَأْوَىٰ نُزُلًۢا بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٩﴾
وَأَمَّا الَّذِينَ فَسَقُوا فَمَأْوَىٰهُمُ النَّارُ ۖ كُلَّمَآ أَرَادُوٓا أَن يَخْرُجُوا مِنْهَآ أُعِيدُوا فِيهَا وَقِيلَ لَهُمْ ذُوقُوا عَذَابَ النَّارِ الَّذِى
كُنتُم بِهِۦ تُكَذِّبُونَ ﴿٢٠﴾ وَلَنُذِيقَنَّهُم مِّنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَىٰ دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿٢١﴾
وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّن ذُكِّرَ بِـَٔايَٰتِ رَبِّهِۦ ثُمَّ أَعْرَضَ عَنْهَآ ۚ إِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِينَ مُنتَقِمُونَ ﴿٢٢﴾ وَلَقَدْ ءَاتَيْنَا مُوسَى
الْكِتَٰبَ فَلَا تَكُن فِى مِرْيَةٍ مِّن لِّقَآئِهِۦ ۖ وَجَعَلْنَٰهُ هُدًى لِّبَنِىٓ إِسْرَٰٓءِيلَ ﴿٢٣﴾ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ
أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا ۖ وَكَانُوا بِـَٔايَٰتِنَا يُوقِنُونَ ﴿٢٤﴾ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَٰمَةِ
فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿٢٥﴾ أَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ أَهْلَكْنَا مِن قَبْلِهِم مِّنَ الْقُرُونِ يَمْشُونَ فِى مَسَٰكِنِهِمْ ۚ
إِنَّ فِى ذَٰلِكَ لَءَايَٰتٍ ۖ أَفَلَا يَسْمَعُونَ ﴿٢٦﴾ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا نَسُوقُ الْمَآءَ إِلَى الْأَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهِۦ زَرْعًا
تَأْكُلُ مِنْهُ أَنْعَٰمُهُمْ وَأَنفُسُهُمْ ۖ أَفَلَا يُبْصِرُونَ ﴿٢٧﴾ وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْفَتْحُ إِن كُنتُمْ صَٰدِقِينَ ﴿٢٨﴾
قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنفَعُ الَّذِينَ كَفَرُوٓا إِيمَٰنُهُمْ وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ ﴿٢٩﴾ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ
وَانتَظِرْ إِنَّهُم مُّنتَظِرُونَ ﴿٣٠﴾

اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ جب ہم زمین میں نیست و نابود ہو گئے تو کیا ہم پھر نئے جنم میں آ ویں گے بلکہ وہ لوگ اپنے رب سے ملنے کے منکر ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ تمہاری جان موت کا فرشتہ قبض کرتا ہے جو تم پر متعین ہے پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹا کر لائے جاؤ گے اور اگر آپ دیکھیں تو عجب حال دیکھیں جبکہ مجرم لوگ اپنے رب کے سامنے سر جھکائے ہوں گے کہ اے پروردگار بس ہماری آنکھیں اور کان کھل گئے سو ہم کو پھر بھیج دیجئے، ہم نیک کام کیا کریں ہم کو پورا یقین آ گیا اور اگر ہم کو منظور ہوتا تو ہم ہر شخص کو اس کا رستہ عطا فرماتے لیکن میری یہ بات محقق ہو چکی ہے کہ میں جہنم کو جنات اور انسان دونوں سے ضرور بھروں گا۔ تو اب اس کا مزہ چکھو کہ تم اپنے اس دن کے آنے کو بھول رہے تھے۔ ہم نے بھی تم کو بھلا دیا اور اپنے اعمال کی بدولت ابدی عذاب کا مزہ چکھو۔ پس ہماری آیتوں پر تو وہ لوگ ایمان لاتے ہیں کہ جب ان کو وہ آیتیں یاد

دلائی جاتی ہیں تو وہ سجدہ میں گر پڑتے ہیں اور اپنے رب کی تسبیح وتحمید کرنے لگتے ہیں اور وہ لوگ تکبر نہیں کرتے ان کے پہلو خوابگاہوں سے علیحدہ ہوتے ہیں اس طور پر کہ وہ لوگ اپنے رب کو امید سے اور خوف سے پکارتے ہیں اور ہماری دی چیزوں سے خرچ کرتے ہیں سو کسی شخص کو خبر نہیں جو آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان ایسے لوگوں کے لئے خزانہ غیب میں موجود ہے۔ یہ انہیں کے اعمال کا صلہ ملا ہے تو جو شخص مؤمن ہو گیا وہ اس شخص جیسا ہو جائے گا جو بے حکم ہو وہ آپس میں برابر نہیں ہو سکتے جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے سو ان کے لئے ہمیشہ کا ٹھکانہ جنتیں ہیں جو ان کے اعمال کے بدلے میں بطور ان کی مہمانی کے ہیں اور جو لوگ بے حکم تھے سو ان کا ٹھکانا دوزخ ہے وہ لوگ جب اس سے باہر نکلنا چاہیں گے تو پھر اس میں دھکیل دیئے جائیں گے اور ان کو کہا جاوے گا کہ دوزخ کا وہ عذاب چکھو جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے اور ہم ان کو قریب کا (یعنی دنیا میں آنے والا) عذاب بھی اس بڑے عذاب سے پہلے چکھا دیں گے۔ تاکہ یہ لوگ باز آ جائیں۔ اور اس شخص سے ظالم کون زیادہ ہو گا جس کو اس کے رب کی آیتیں یاد دلائی جائیں پھر وہ ان سے اعراض کرے ہم ایسے مجرموں سے بدلہ لیں گے اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تھی سو آپ اس کے ملنے میں کچھ شک نہ کیجئے اور ہم نے اس کو بنی اسرائیل کے لئے موجب ہدایت بنایا تھا اور ہم نے ان میں جب کہ انہوں نے صبر کیا بہت سے پیشوا بنا دیئے تھے جو ہمارے حکم سے ہدایت کیا کرتے تھے اور وہ لوگ ہماری آیتوں کا یقین رکھتے تھے۔ آپ کا رب قیامت کے روز ان سب کے آپس میں فیصلہ ان امور میں کر دے گا جن میں یہ باہم اختلاف کرتے تھے۔ کیا ان کو یہ امر موجب رہنمائی نہیں ہوا کہ ہم ان سے پہلے کتنی امتیں ہلاک کر چکے ہیں جن کے رہنے کے مقامات میں یہ لوگ آتے جاتے ہیں۔ اس میں صاف نشانیاں ہیں کیا یہ لوگ سنتے نہیں ہیں۔ کیا انہوں نے اس بات پر نظر نہیں کی کہ ہم خشک افتادہ زمین کی طرف پانی پہنچاتے ہیں پھر اسی کے ذریعے سے کھیتی پیدا کرتے ہیں جس سے ان کے مواشی اور وہ خود بھی کھاتے ہیں۔ تو کیا وہ دیکھتے نہیں ہیں اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو یہ فیصلہ کب ہوگا آپ فرما دیجئے کہ اس فیصلہ کے دن کافروں کو ان کا ایمان لانا نفع نہ دے گا اور نہ ان کو مہلت بھی ملے گی سو ان کی باتوں کا خیال نہ کیجئے اور آپ منتظر رہئے یہ بھی منتظر ہیں۔ ۞

تفسیر ربط: اوپر مضمون توحید کا تھا آگے بعث و جزا کا بیان ہے اور زیادت تہدید منکرین کے لئے سزائے قیامت سے پہلے ایک سزا کا بیان فرما دیا جس کو عذاب ادنیٰ کہا ہے اور اس کے ساتھ استحقاق عقوبت کی علت کی تصریح کر دی کہ اظلمیت اور مجرمیت ہے۔

اثبات بعث وجزا: وَقَالُوٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِي الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۬ (الی قوله تعالی) اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ۞ اور یہ (کافر) لوگ کہتے ہیں کہ ہم جب زمین میں (مل جل کر) نیست و نابود ہو گئے تو کیا ہم پھر (قیامت میں) نئے جنم میں آویں گے (اور یہ لوگ اس بعث و نشر پر صرف متعجب ہی نہیں ہیں جیسا کہ ظاہراً ان کے عنوان سے معلوم ہوتا ہے) بلکہ (درحقیقت) وہ لوگ اپنے رب سے ملنے کے منکر ہی ہیں (اور یہ استفہام ان کا انکاری ہے) آپ (جواب میں) فرما دیجئے کہ تمہاری جان موت کا فرشتہ قبض کرتا ہے جو تم پر (اللہ کی طرف سے) متعین ہے پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹا کر لائے جاؤ گے (جواب میں اصل مقصود تو یہی تُرْجَعُوْنَ ہے اور يَتَوَفّٰىكُمْ بیچ میں بڑھا دینا تخویف کے لئے ہے کہ موت بھی فرشتہ کے ذریعہ سے آوے گی جو جان نکلنے کے وقت تم کو مارے دھاڑے گا بھی جیسا دوسری آیت میں ہے: وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ [الأنفال: ۵۰] پس مرجانے کا انجام صرف خاک ہی میں مل جانا نہ ہوگا جیسا تمہارے قول ءَاِذَا ضَلَلْنَا...... سے معلوم ہوتا ہے) اور (اس رجوع کے وقت جس پر تُرْجَعُوْنَ دال ہے) اگر آپ (ان لوگوں کا حال) دیکھیں تو عجب حال دیکھیں جبکہ یہ مجرم لوگ (غایت انفعال سے) اپنے رب کے سامنے سر جھکائے (کھڑے) ہوں گے (اور کہتے ہوں گے) کہ اے ہمارے پروردگار! بس (اب) ہماری آنکھیں اور کان کھل گئے (اور معلوم ہو گیا کہ پیغمبروں نے جو کچھ کہا سب حق تھا) سو ہم کو (دنیا میں) پھر بھیج دیجئے، ہم (اب کے جا کر خوب) نیک کام کیا کریں گے (اب) ہم کو پورا یقین آ گیا اور (یہ کہنا ان کا بے کار محض ہوگا کیونکہ دنیا میں تو ان کو جب بھیجتے کہ خواہ مخواہ ان کا راہ ہی پر آنا تکوینا ضرور مطلوب ہوتا اور دوبارہ بھیجنے میں ان کا راہ پر آنا بھی ضرور واقع ہوتا حالانکہ دونوں باتیں منتفی ہیں، اول کا انتفاء تو اس لئے کہ) اگر ہم کو (یہ) منظور ہوتا (کہ ضرور ہی یہ راہ پر آویں) تو ہم ہر شخص کو اس (کی نجات) کا راستہ (ایصال الی المطلوب کے درجہ میں ضرور) عطا فرماتے (جیسا کہ ہدایت بمعنی اراءۃ مطلوب ان کو عطا فرمائی ہے) ولیکن میری (تو) یہ (ازلی تقدیر) بات (بہت سی حکمتوں سے) محقق ہو چکی ہے کہ میں جہنم کو جنات و انسان دونوں (میں جو کافر ہوں گے ان) سے ضرور بھروں گا (اور بیان بعض حکمتوں کا سورۂ ہود کے اخیر میں ایسے ہی آیت کی تفسیر میں گزرا ہے، غرض امر اول کا انتفاء تو اس لئے ہے اور امر ثانی کا انتفاء سورۂ انعام کے رکوع سوم آیت وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا ...... میں مذکور ہے، سو جب دونوں امر جن پر رجوع الی الدنیا موقوف ہے منتفی ہیں تو رجوع بھی منتفی ہے اور جب رجوع منتفی ہے) تو (ان سے کہا جاوے گا کہ) اب اس کا مزہ چکھو کہ تم اپنے اس دن کے آنے کو بھولے رہے، ہم نے تم کو بھلا دیا (یعنی رحمت سے محروم کر دیا جس کو بھلانا مجازاً کہہ دیا) اور (ہم جو کہتے ہیں کہ مزہ چکھو تو ایک دو روز کا نہیں، بلکہ اس کی حقیقت یہ ہے کہ) اپنے اعمال (بد) کی بدولت ابدی عذاب کا مزہ چکھو (یہ تو کفار کا حال اور ان کا مآل ہوا آگے مؤمنین کا حال اور مآل مذکور ہے، یعنی) بس ہماری آیتوں پر تو وہ لوگ ایمان لاتے ہیں کہ جب ان کو وہ آیتیں یاد دلائی جاتی ہیں تو سجدہ میں گر پڑتے ہیں (جس کی تحقیق سورۂ مریم کے رکوع چہارم میں

ہوئی ہے) اور اپنے رب کی تسبیح وتحمید کرنے لگتے ہیں اور وہ لوگ (ایمان سے) تکبر نہیں کرتے (جیسا کافر کا حال آیا ہے: وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا [لقمان : ۷] یہ تو ان کی تصدیق واقرار واخلاق کا حال تھا اور اعمال کا یہ حال ہے کہ شب کو) ان کے پہلو خواب گاہوں سے علیحدہ ہوتے ہیں (خواہ فرض عشا کے لئے یا تہجد کے لئے بھی اور اس سے سب روایتیں جمع ہوگئیں اور خالی علیحدہ ہی نہیں ہوتیں بلکہ) اس طور پر (علیحدہ ہوتی ہیں) کہ وہ لوگ اپنے رب کو (ثواب کی) امید سے اور (عذاب کے) خوف سے پکارتے ہیں (اس میں نماز اور دعاء وذکر سب آ گیا) اور ہماری دی ہوئی چیزوں میں سے خرچ کرتے ہیں (مطلب یہ کہ ایمان لانے والوں کی یہ صفات ہیں جن میں بعض تو نفس ایمان کا موقوف علیہ ہے اور بعض کمال ایمان کا) سو کسی شخص کو خبر نہیں جو جو آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان ایسے لوگوں کے لئے خزانۂ غیب میں موجود ہے یہ اُن کو ان کے اعمال (نیک) کا صلہ ملا ہے (اور جب فریقین کا حال اور مآل معلوم ہوگیا) تو (اب بتلاؤ) جو شخص مؤمن ہو کیا وہ اس شخص جیسا ہو جاوے گا جو بے حکم (یعنی کافر) ہو (نہیں) وہ آپس میں (نہ حالاً نہ مآلاً) برابر نہیں ہو سکتے (چنانچہ معلوم بھی ہوا ہے اور خاص مآل کی عدم تساوی کی تفصیل تاکید کے لئے پھر بھی سن لو کہ) جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے سو ان کے لئے ہمیشہ کا ٹھکانا جنتیں ہیں جو ان کے اعمال (نیک) کے بدلے میں بطور ان کی مہمانی کے ہیں (یعنی مثل مہمان کے ان کو یہ چیزیں اکرام کے ساتھ ملیں گی نہ کہ سائل محتاج کی طرح بے قدری اور بے وقعتی کے ساتھ) اور جو لوگ بے حکم تھے سو ان کا ٹھکانا دوزخ ہے، وہ لوگ جب اس سے باہر نکلنا چاہیں گے (اور کنارہ کی طرف کو بڑھیں گے گو بوجہ قعر اور اغلاق ابواب کے نکل نہ سکیں گے مگر ایسے وقت میں یہ حرکت طبعی ہوتی ہے) تو پھر اسی میں دھکیل دیئے جاویں گے اور ان کو کہا جاوے گا کہ دوزخ کا وہ عذاب چکھو جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے (اور یہ عذاب موعود تو آخرت میں ہوگا) اور ہم ان کو قریب کا (یعنی دنیا میں آنے والا) عذاب بھی اس بڑے عذاب (موعود فی الآخرۃ) سے پہلے چکھاویں گے (جیسے امراض واسقام ومصائب كذا في الدر مرفوعًا وموقوفاً: جوحسب آیت: وَمَآ اَصَابَكُمْ معاصی کے سبب آتے ہیں) تاکہ یہ لوگ (متاثر ہو کر کفر سے) باز آویں (کقولہ تعالیٰ: ظَهَرَ الْفَسَادُ (الی قولہ تعالی) يَرْجِعُوْنَ پھر جو نہ باز آوے اس کے لئے عذاب اکبر ہے ہی) اور (ایسے لوگوں پر عذاب ہونے سے کچھ تعجب نہ ہونا چاہئے (کیونکہ) اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہوگا جس کو اس کے رب کی آیتیں یاد دلائی جاویں پھر وہ ان سے اعراض کرے (تو اس کے استحقاق عذاب میں کیا شبہ ہے، اس لئے) ہم ایسے مجرموں سے بدلہ لیں گے۔ ربط: اوپر فَذُوْقُوْا بِمَا نَسِيْتُمْ اور بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ اور كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا اور فَسَقُوْا اور تُكَذِّبُوْنَ اور اَعْرَضَ اور مُجْرِمِيْنَ میں کفار کی تکذیب ومخالفت کا ذکر آیا ہے، چونکہ تکذیب وغیرہ سے جناب رسول اللہ ﷺ کو حزن ہوتا تھا اور مخالفت کے بعض آثار مثل ایذاء وغیرہ مؤمنین کے لئے بھی موجب اذیت ہوتے تھے۔ اسلئے آگے آپ کے اور مؤمنین کے تسلیہ کی تقریر ہے اور مضامین تسلیہ کے متعلق کفار کے بعض شبہات وسوالات تھے ان کا جواب ہے اور اسی پر سورت ختم ہے۔

تسلیہ رسول اللہ ﷺ ومؤمنین و دفع شبہات کفار متعلقہ بعض مضامین تسلیہ: وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ (الی قولہ تعالی) وَانْتَظِرْ اِنَّهُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ۝ اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو (آپ ہی کی طرح) کتاب دی تھی (جس کی اشاعت میں ان کو تکلیفیں برداشت کرنا پڑیں، اسی طرح آپ کو برداشت کرنا چاہئے، ایک تسلی تو یہ ہوئی، پھر اسی طرح آپ کو بھی کتاب دی) سو آپ (اپنی) اس (کتاب) کے ملنے میں کچھ شک نہ کیجئے (کقولہ تعالیٰ وَاِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ [النمل : ٦] مطلب یہ کہ آپ صاحب کتاب صاحب خطاب ہیں۔ پس جب آپ اللہ کے نزدیک ایسے مقبول ہیں تو اگر مشتے چند احمق آپ کو قبول نہ کریں کوئی غم کی بات نہیں، ایک تسلی کی بات یہ ہوئی) اور ہم نے اس (کتاب موسوی) کو بنی اسرائیل کے لئے موجب ہدایت بنایا تھا (اسی طرح آپ کی کتاب سے بہتوں کو ہدایت ہوگی، آپ خوش رہئے ایک تسلی یہ ہوئی) اور ہم نے ان (بنی اسرائیل) میں بہت سے (دین کے) پیشوا بنا دیئے تھے جو ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے جبکہ وہ لوگ (تکالیف پر) صبر کئے رہے اور ہماری آیتوں کا یقین رکھتے تھے (اس لئے ان کی اشاعت اور خلق کی ہدایت میں مشقت گوارا کرتے تھے۔ یہ تسلی ہے مؤمنین کی کہ تم لوگ صبر کرو اور جب تم صاحب یقین ہو اور یقین کا مقتضا صبر کرنا ہے تو تم کو صبر ضرور ہے اس وقت ہم تم کو بھی ائمہ دین بناویں گے۔ یہ تو تسلی دنیا کے اعتبار سے ہے اور ایک تسلی آخرت کے اعتبار سے تم کو رکھنا چاہئے اور وہ امر موجب تسلیہ یہ ہے کہ) آپ کا رب قیامت کے روز ان سب کے آپس میں (عملی) فیصلہ ان امور میں کر دے گا جن میں یہ باہم اختلاف کرتے تھے (یعنی مومن کو جنت میں اور کفار کو دوزخ میں ڈال دے گا اور قیامت بھی کچھ دور نہیں، اس سے بھی تسلی حاصل کرنا چاہئے اور اس مضمون کو سن کر کفار دو شبہ کر سکتے تھے۔ ایک یہ کہ ہم اسی کو نہیں مانتے کہ اللہ تعالیٰ کو ہمارا کفر ناپسند ہے جیسا يَفْصِلُ سے مفہوم ہوتا ہے، دوسرا یہ کہ ہم قیامت ہی کو ناممکن سمجھتے ہیں۔ آگے دونوں کے دفع کے لئے دو مضمون ہیں۔ اول یہ کہ ان کو جو کفر کے مبغوض ہونے میں شبہ ہے تو) کیا انکو یہ امر موجب رہنمائی نہیں ہوا کہ ہم ان سے پہلے (ان کے کفر وشرک ہی کے سبب) کتنی امتیں ہلاک کر چکے ہیں (کہ ان کے طریق ہلاکت سے و نیز نبی کی پیشین گوئی کے بعد بطور خرق عادت کے واقع ہونے سے خدا کا غضب ٹپکتا تھا جس سے مبغوض ہونا کفر کا صاف واضح ہوتا ہے) جن کے رہنے کے مقامات میں یہ لوگ (اثنائے سفر شام میں) آتے جاتے (گزرتے) ہیں، اس (امر) میں (تو) صاف نشانیاں (مبغوضیت کفر کی

موجود) ہیں۔ کیا یہ لوگ (ان گزشتہ امم کے قصص) سنتے نہیں ہیں (کہ مشہور اور زبانوں پر مذکور ہیں۔ دوسرا مضمون یہ کہ ان کو جو قیامت میں شبہ عدم امکان کا ہے تو) کیا انہوں نے اس بات پر نظر نہیں کی کہ ہم (بادلوں یا نہروں وغیرہ کے ذریعہ سے) خشک زمین کی طرف پانی پہنچاتے ہیں' پھر اس کے ذریعہ سے کھیتی پیدا کرتے ہیں جس سے ان کے مواشی اور وہ خود بھی کھاتے ہیں۔ تو کیا (اس بات کو شب وروز) دیکھتے نہیں ہیں (یہ صاف نمونہ ہے احیائے موتی کا جیسا کئی جگہ اس کی تقریر گزری ہے' پس دونوں شبہے دفع ہوگئے) اور یہ لوگ (قیامت اور فیصلہ کا ذکر سن کر بطور استعجال واستہزاء کے یوں) کہتے ہیں کہ اگر تم (اس بات میں) سچے ہو تو (بتلاؤ) یہ فیصلہ کب ہوگا؟ آپ فرما دیجئے کہ (تم عبث اس کا تقاضا کرتے ہو۔ تمہارے لئے تو وہ پوری مصیبت کا دن ہے' کیونکہ) اس فیصلہ کے دن کافروں کو ان کا ایمان لانا (بالکل) نفع نہ دے گا (اور یہی ایک صورت بچاؤ کی تھی اور وہی مقصود ہے) اور (نفع نجات تو کیا ہوتا) ان کو مہلت بھی (تو) نہ ملے گی سو (اے پیغمبر ﷺ) ان کی باتوں کا خیال نہ کیجئے (جن کے خیال سے غم ہوتا ہے) اور آپ (فیصلہ موعود کے) منتظر رہئے' یہ بھی (اپنے زعم میں آپ کے ضرر کے) منتظر ہیں (لقولھم: نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ [الطور : ۳۰] مگر معلوم ہوجاوے گا کس کا انتظار مطابق واقع کے ہے اور کس کا نہیں۔ کقولہ تعالیٰ فی جوابھم: قُلْ تَرَبَّصُوْا فَاِنِّیْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ [الطور : ۳۱]) ف: شاید موسیٰ علیہ السلام کی تخصیص ذکری اس لئے ہو کہ آپ میں اور موسیٰ علیہ السلام میں بہت وجوہ مشابہت کی مجتمع ہیں' واللہ اعلم۔

تم تفسیر الٓمّٓ السجدة والحمد لله ثاني صفر ۱۳۲۵ھ۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ ...... بعض احادیث میں اس کی تفسیر تہجد سے آئی ہے تو اس میں تہجد کی فضیلت ہے ۱۲۔ قولہ تعالیٰ: وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً ...... اس میں دلالت ہے کہ جب مرید میں ریاضت اور یقین کا مشاہدہ کیا جاوے تو اس کو خلافت دے دینا مناسب ہے۔ قولہ تعالیٰ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْفَتْحُ (الی قولہ تعالی) فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ یہاں قانون مناظرہ پر جواب نہ دینا اور اس سے اعراض کا امر فرمانا دال ہے ترک جدال پر جو کہ طریقہ ہے قوم کا۔

ملحقات الترجمۃ: قوله في ذوقوا بما نسيتم اس کا مزہ (الی) تم اپنے ترجمة بالحاصل والافمفعول ذوقوا محذوف والباء سببية ۱۲۔ قوله في جزاء: ان کو اشار به الی تقدير الكلام هو هكذا جوز واجزاء الخ ۱۲۔ قوله في ولقد اٰتينا موسى الكتب: آپ ہی کی طرح وفي من لقائه: اپنی اس کتاب اشارة الى ما في الروح من ان الضمير المذكور للكتاب المراد به الجنس وايتاء ذلك الجنس باعتبار ذلك الجنس باعتبار ايتاء التوراة ولقاء ه باعتبار لقاء القرآن وهذا كقوله تعالى وانك لتلقى القرآن من لدن حكيم عليم ۱۲۔

الروایات: في الدر اخرج ابن جرير وابن ابى حاتم عن قتادة قال قال الصحابة ان لنا يوما يوشك ان نستريح فيه ونتنعم فيه فقال المشركون متى هذا الفتح ان كنتم صٰدقين فنزلت الخ ۔

اللغات: قوله ضللنا اى ضعنا بان صرنا تراباً مخلوطا بترابها من ضل المتاع اذا ضاع ۱۲۔

النحو: قوله قوله ء انا الاستفهام لتاكيد الانكار لا لانكار التاكيد ۱۲۔ قوله جنت الماوى اضيفت الجنان الى الماوى لانها المسكن الحقيقي والدنيا مرتحل عنه لا محالة فهو من قبيل اضافة الموصوف الى الصفة ۱۲ ۔ قوله تاكل زاده للتبيه على ان ما يستدل به امر محبوس مالوف معتاد منصوب باعينهم ۱۲۔ قوله لما صبروا الضمير لائمة لكونه اقرب والوجه الآخر ان الضمير يعود الى بنى اسرائيل والراجح هو الاول لافادة الترغيب في الصبر والايقان بخلاف الوجه الثانى فان ظاهر عطاء الثمرة لبعض الصابرين الموقنين فلا يكمل الترغيب وان كان فائدة هذا العطاء عائد الى الكل معنى ۱۲۔

البلاغۃ: قوله لاٰتينا وحق القول منى جمع الاول وافراد الثانى لان ايتاء الهدى يكون بدفعات وثبوت القول وكذا الملأ كلاهما كان دفعة واحدة۔ قوله الادنى مع الاكبر في الروح وانما لم يقل الاصغر في مقابلة الاكبر او الا بعد في مقابلة الادنى لان المقصود هو التخويف والتهديد وذلك انما يحصل بالقرب لا بالصغر وبالكبر لا بالبعد اھ ۱۲۔ قوله تاكل زاده للتنبيه على ان ما يستدل به امر محسوس مالوف معتاد منصوب باعينهم ۱۲۔

ترجمہ ضمیمہ از روح المعانی: قولہ تعالیٰ: مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا شَفِيْعٍ اس میں اشارہ ہے کہ اسباب کی طرف التفات اور ان پر اعتماد نہ چاہئے۔ قولہ تعالیٰ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ اس میں اشارہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی تدبیر پر نظر کر کے اپنی تدبیر سے مستغنی ہو جاوے ۱۲۔ قولہ تعالیٰ: الَّذِيْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ اس میں ارشاد ہے کہ کسی مخلوق کو قبیح نہ سمجھے فی نفسہ سب اچھے ہیں۔ قولہ تعالیٰ: وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ ...... اشارہ ہے اطوار وجود میں انسان کے تدرج

کی طرف۔ قولہ تعالیٰ: اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا ...... اس میں کامل الایمان لوگوں کا حال اور سجود و تسبیح و تحمید و تواضع للہ کی علو شان مذکور ہے۔ قولہ تعالیٰ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ (الی قولہ تعالی) وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ شروع میں صفات کمال کی طرف اور آخر میں تکمیل کی طرف اشارہ ہے یعنی معارف و فیوض کا بذل کرتے ہیں۔ قولہ تعالیٰ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى ...... :بعض نے کہا ہے کہ عذاب ادنی حرص علی الدنیا ہے اور عذاب اکبر اس حرص پر جو سزا ہوگی۔ قولہ تعالیٰ: وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً ...... اس میں شیخ کامل کی علامات ہیں اور جو بدون ان علامات کے مرشد ہونے کا مدعی ہو وہ ضال مضل ہے۔ قولہ تعالیٰ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَانْتَظِرْ اِنَّهُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ ۝ اس میں اشارہ ہے کہ جو لوگ عارفین اور سالکین کے کمالات کے منکر ہوں اور ان کے ساتھ استہزاء کرتے ہوں جب ان کو فہمائش نافع نہ ہو تو ان سے اعراض مناسب ہے اور ان کے ہلاک کا انتظار کرے کہ ضرور ان پر وبال آنے والا ہے۔

تمت سورۃ السجدۃ

سُوْرَۃُ الْاَحْزَابِ

سُوْرَۃُ الْاَحْزَابِ ۳۳ مَدَنِیَّۃٌ ۹۰ | بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ | اٰیَاتُھَا ۷۳ | رُکُوْعَاتُھَا ۹

سورۃ الاحزاب مدینہ میں نازل ہوئی — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اس میں ۷۳ آیات اور ۹ رکوع ہیں

یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اتَّقِ اللّٰہَ وَلَا تُطِعِ الْکٰفِرِیْنَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیْمًا حَکِیْمًا ۝۱ وَّاتَّبِعْ مَا یُوْحٰٓی اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا ۝۲ وَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ ؕ وَکَفٰی بِاللّٰہِ وَکِیْلًا ۝۳ مَا جَعَلَ اللّٰہُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَیْنِ فِیْ جَوْفِہٖ ۚ وَمَا جَعَلَ اَزْوَاجَکُمُ الّٰٓیِٔ تُظٰھِرُوْنَ مِنْھُنَّ اُمَّھٰتِکُمْ ۚ وَمَا جَعَلَ اَدْعِیَآءَکُمْ اَبْنَآءَکُمْ ؕ ذٰلِکُمْ قَوْلُکُمْ بِاَفْوَاھِکُمْ ؕ وَاللّٰہُ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَھُوَ یَھْدِی السَّبِیْلَ ۝۴ اُدْعُوْھُمْ لِاٰبَآئِھِمْ ھُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰہِ ۚ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَھُمْ فَاِخْوَانُکُمْ فِی الدِّیْنِ وَمَوَالِیْکُمْ ؕ وَلَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ فِیْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِہٖ ۙ وَلٰکِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُکُمْ ؕ وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ۝۵

اے نبی اللہ سے ڈرتے رہئے اور کافروں اور منافقوں کو کہنا نہ مانئے۔ بے شک اللہ تعالیٰ بڑا علم والا بڑی حکمت والا ہے اور آپ کے پروردگار کی طرف سے جو حکم آپ پر وحی کیا جاتا ہے اس پر چلئے تم لوگوں کے سب اعمال کی اللہ تعالیٰ پوری خبر رکھتا ہے اور آپ اللہ پر بھروسہ رکھیئے اور اللہ تعالیٰ کافی کارساز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کے سینہ میں دو دل نہیں بنائے اور تمہاری ان بیبیوں کو جن سے تم ظہار کر لیتے ہو تمہاری ماں نہیں بنا دیا اور تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارا (سچ مچ کا) بیٹا نہیں بنا دیا۔ یہ صرف تمہارے منہ سے کہنے کی بات ہے اور اللہ تعالیٰ حق بات فرماتا ہے اور وہی سیدھا رستہ بتلاتا ہے۔ تم ان کو ان کے باپوں کی طرف منسوب کیا کرو یہ سب اللہ کے نزدیک راستی کی بات ہے اور اگر تم ان کے باپوں کو نہ جانتے ہو تو تمہارے بھائی ہیں اور تمہارے دوست ہیں اور تم کو اس میں جو بھول چوک ہو جائے تو اس سے تم کچھ گناہ نہیں لیکن ہاں جو دل سے ارادہ کر کے کرو اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔ ۝

تفسیر: سُوْرَۃُ الْاَحْزَابِ مدنیۃ وھی ثلث و سبعون اٰیۃ کذا فی البیضاوی۔

ربط: مضامین سورت میں مابہ الاشتراک دلالت ہے جناب رسالت مآب ﷺ کی منصوریت ومحبوبیت وخصوصیت واکرمیت عند اللہ بوجوہ مختلفہ اور آپ کے وجوب تعظیم متکثرہ وحرمت ایذاء بانواع متشتتہ علی الناس پر باقی مضامین یا اس کے مقدمات ہیں یا متممات چنانچہ تامل سے اجمالاً اور میرے رسالہ سبق الغایات میں دیکھنے سے اور اس سے زیادہ تفسیر ہذا میں تمہیدات آیات سورت کے دیکھنے سے تفصیلاً معلوم ہو سکتا ہے اور سورت سابقہ کا اختتام بھی حضور ﷺ کے تسلیہ پر تھا کہ وہ بھی دلیل ہے محبوبیت کی اور چونکہ ایذائے رسول بطور کلی مشکک کے شامل ہے چند اقسام ایذاء کو بعضہا اشد بعضہا اخف چنانچہ اوپر اس کی طرف اشارہ (۱) بھی ہوا ہے۔ سو ان میں سے ایک ایذاء کفار کی طرف سے قولی تھی کہ آپ سے درخواست کرتے تھے کہ نعوذ باللہ آپ دعوتِ اسلام سے باز رہیں اور ہم آپ کو اتنا مال دیں گے اور بعض نے قتل کی دھمکی دی کذا فی الدر اس پر آپ کو رنج ہوا۔ چنانچہ سورت اسی کے متعلق مضمون سے شروع کی گئی۔

تسلیۂ نبی ﷺ برنوع اول ایذاء قولی از کفار: بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اتَّقِ اللّٰہَ وَلَا تُطِعِ الْکٰفِرِیْنَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ (الی قولہ تعالٰی)

وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا اے نبی اللہ سے ڈرتے رہئے (اور کسی سے نہ ڈریئے اور ان کی دھمکیوں کی ذرا پرواہ نہ کیجئے) اور کافروں کا (جو کہ کھلا خلاف دین مشورے دیتے ہیں) اور منافقوں کا (جو کہ درپردہ ان لوگوں کے ہم رائے ہیں) کہنا نہ مانئے (بلکہ اللہ ہی کا کہنا کیجئے) بے شک اللہ تعالیٰ بڑا علم والا بڑی حکمت والا ہے (اس کا ہر حکم فوائد ومصالح پر متضمن ہوتا ہے) اور (اللہ کا کہنا ماننا یہ ہے کہ) آپ کے پروردگار کی طرف سے جو حکم آپ پر وحی کیا جاتا ہے اس پر چلئے (اور اے لوگو) بے شک تم لوگوں کے سب اعمال کی اللہ تعالیٰ پوری خبر رکھتا ہے (تم میں جو ہمارے پیغمبر سے مخالفت ومزاحمت کر رہے ہیں ہم سب کو سمجھیں گے) اور (اے نبی) آپ (ان لوگوں کی تخویف کے باب میں) اللہ پر بھروسہ رکھئے اور اللہ کافی کارساز ہے (اس کے مقابلہ میں ان لوگوں کی کوئی تدبیر نہیں چل سکتی' اس لئے کچھ اندیشہ نہ کیجئے' البتہ اگر اللہ تعالیٰ ہی کی حکمت کسی ابتلاء کو مقتضی ہو تو وہ عین منفعت ہے۔ غرض یہ لوگ اضرار پر قادر نہیں) **ف**: اتَّقِ اور لَا تُطِعِ اور اتَّبِعْ اور تَوَكَّلْ ان سب امر ونہی پر آپ پہلے ہی سے عامل ہیں۔ یہاں زیادہ مقصود مخالفین کو سنانا ہے کہ ہمارے نبی تو اس حالت پر رہیں گے تم خائب وخاسر ہو کر بیٹھ رہو اور احقر نے منافقین کے ترجمہ کے ساتھ جس عبارت کی تصریح کر دی ہے اس سے یہ شبہ جاتا رہا کہ اگر وہ لوگ ایسے مشورے دین کے خلاف دیتے تھے تو وہ منافق کیسے رہے' مجاہر ہو گئے اور یہ بھی ممکن ہے کہ انہوں نے براہِ چالاکی کسی عمل مباح کے پردہ میں یہ مشورہ اعلانیہ دیا ہو۔ مثلاً یہی کہا ہو کہ چندے مختلف فیہ مضامین سے سکوت کرنا موجب تالیف قلوب اور میلان الی الاسلام کا ہو جاوے گا اور ظاہر ہے کہ بعض مواقع پر ایک خاص وقت تک سکوت جائز بھی ہے اور اس صورت میں لَا تُطِعِ کی توجیہ اور بھی سہل ہو جاوے گی' کیونکہ ایسا ارادہ خلاف عصمت ومنافی شان نبوت نہیں' واللہ اعلم۔ **رلط**: اوپر رسول اللہ ﷺ کو ایذاء دینے کے انواع میں سے ایک نوع کے متعلق مضمون مذکور ہوا ہے۔ دوسری نوع ایذائے قولی کی یہ واقع ہوئی تھی کہ حضور ﷺ نے حضرت زینبؓ سے نکاح کیا تھا جن کو حضرت زید بن حارثہؓ نے طلاق دے دی تھی اور ان زید کو حضور ﷺ نے کسی وقت اپنا متبنّٰی بنا لیا تھا جس کا خلاصہ قصہ یہ تھا کہ یہ زید عربی الاصل بنی کلب میں سے ہیں' یہ اپنے ننہال بنی معن میں گئے ہوئے تھے کہ وہاں لوٹ مار ہوئی اور یہ گرفتار ہو کر سوق عکاظ میں بیچے گئے اور حضرت خدیجہؓ نے اپنے برادر زادہ حکیم بن حزام کو ایک ہوشیار غلام خرید کرنے کو کہا تھا' انہوں نے ان کو خریدا' پھر جب ان سے حضور ﷺ نے نکاح کیا تو آپ نے ان سے ان کو بطور ہبہ کے لے لیا' ایک بار یہ سفر شام میں اپنی قوم میں کو گزرے تو ان کو ان کے چچا اور باپ نے پہچان لیا اور سب حال سن کر مکہ میں حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کو مانگا آپ نے انہیں کو اختیار دے دیا انہوں نے آپ ہی کے پاس رہنا پسند کیا ان کے عزیزوں نے کہا بھی کہ تم غلامی کو پسند کرتے ہو' انہوں نے کہا جا ہے کچھ ہی ہو میں آپ کو نہ چھوڑوں گا' آپ نے خوش ہو کر ان کو آزاد کر دیا اور اپنا متبنّٰی بنا لیا اس سے وہ لوگ بھی خوش ہو گئے۔ پس زمانہ بعثت سے پہلے یہ زید بن محمد کہلاتے تھے اور بعد میں بھی آیت: اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ کے نازل ہونے تک پھر زید بن حارثہ پکارے جانے لگے **کذا فی الدر**' غرض جب آپ نے حضرت زینبؓ سے نکاح کیا تو مخالفین نے طعن کیا کہ اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کر لیا' **کما رواہ الترمذی**۔ آگے اس طعن کی بناء کا اجمالاً جواب دینا مقصود ہے: مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ اور تفصیلاً یہ مضمون نصف سورت پر آوے گا اور تقویت جواب کے لئے دو مضمون جو اس کی نظیر ہیں اور بیان فرما دیئے۔ مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ اور مَا جَعَلَ اَزْوَاجَكُمُ اور ان دونوں مضمون میں بھی مثل مسئلہ تبنی کے اصلاح بعض اغلاط جاہلیت کی مقصود ہے۔

ہدم بناء نوع دوم ایذائے رسول متعلق تبنی وتقویت آں ببعض نظائر: مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ (الی قولہ تعالیٰ) وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (متبنّٰی کو بیٹا سمجھنا اور اس بناء پر اس کی مطلقہ بی بی سے نکاح کرنے پر طعن ایسا ہی غلط مشہور ہو گیا ہے جیسا زوجہ کو زبان سے ماں قرار دینا اور اس بناء پر اس کو نکاح سے خارج سمجھنا یا کسی شخص کو زیادہ ذکاوت کے سبب یہ سمجھنا کہ اس کے دو قلب ہیں غلط مشہور ہو گیا ہے اور واقع میں) اللہ تعالیٰ نے کسی شخص کے سینے میں دو دل نہیں بنائے اور (اسی طرح) تمہاری ان بیبیوں کو جن سے تم ظہار کر لیتے ہو تمہاری ماں نہیں بنا دیا اور (اسی طرح سمجھ لو کہ) تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارا (سچ مچ کا) بیٹا (بھی) نہیں بنا دیا یہ صرف تمہارے منہ سے کہنے کی بات ہے (جو واقع کے مطابق نہیں اور غلط ہے اور غلط بناء پر کوئی امر واقعی مبنی نہیں ہوتا پس مطلقہ متبنّٰی سے نکاح پر طعن کرنا محض جہل ہے) اور اللہ حق بات فرماتا ہے اور وہی سیدھا راستہ بتلاتا ہے (چنانچہ ان تینوں غلطیوں کی اصلاح فرمائی اور جب وہ واقع میں تمہارے بیٹے نہیں ہیں تو) تم ان کو (متبنّٰی بنانے والوں کا بیٹا مت کہو بلکہ) ان کے (حقیقی) باپوں کی طرف منسوب کیا کرو یہ اللہ کے نزدیک راستی کی بات ہے اور اگر تم ان کے باپوں کو نہ جانتے ہو تو (ان کو اپنا بھائی اپنا دوست کر کے پکارو' کیونکہ آخر) وہ تمہارے دین کے بھائی ہیں اور تمہارے دوست ہیں اور تم کو اس میں جو بھول چوک ہو جاوے تو اس سے تم پر کچھ گناہ نہ ہوگا لیکن ہاں جو دل سے ارادہ کر کے کرو (تو اس سے گناہ ہوگا) اور (اس سے بھی اگر استغفار کر لو تو پھر معاف ہو جاوے گا' کیونکہ) اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

ف: جاہلیت میں یہ تینوں غلط باتیں مشہور تھیں کہ ذہین وعقیل آدمی کے دو دل سمجھا کرتے اور ظہار سے حرمت مؤبدہ کا حکم کرتے اور متبنّٰی کو تمام احکام میں مثل حقیقی بیٹے کے قرار دیتے یہاں سیاق کلام سے زیادہ مقصود تیسری غلطی کا رفع کرنا ہے مگر تقویت کے لئے دو غلطیاں اور رفع کر دیں جن میں جس کا انتفاء زیادہ ظاہر تھا

اس کو مقدم فرمایا: مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ...... اور ظاہر ہونا اس لئے کہ اول تو یہ امر محسوسات سے ہے تشریح سے اس کی تحقیق ہو سکتی ہے بخلاف دوسرے امور کے کہ امور معنویہ سے ہیں دوسرے آثار سے بھی بسہولت اس کی حقیقت معلوم ہو جاتی تھی۔ چنانچہ روح المعانی میں ایک شخص کی حکایت ہے جو ذوقلبین ہونے کا مدعی تھا کہ بدر سے اس حال میں بھاگا کہ ایک جوتا پاؤں میں اور ایک ہاتھ میں ابوسفیان نے اس حال میں دیکھ کر ٹوکا تو اس نے بیان کیا کہ میں دونوں جوتے پاؤں میں سمجھا تھا اس سے اس کے دعویٰ کا کذب صاف واضح ہو گیا' اس کے بعد ظہار کے متعلق غلطی کو رفع کیا جس کی تفصیل سورۂ مجادلہ میں ہے۔ چونکہ ظہار میں تشبیہ وتغائر کی تصریح ہوتی ہے اس لئے ضعف تاثیر اس کا خود ظاہر ہے جس سے تحریم مؤبد کا ترتب نہ ہونا غیر مستبعد ہے' اس لئے اصل مقصود سے اس کو بھی مقدم کیا کہ فہم مقصود میں اس تدریج سے اعانت ہو اور ان سے تقویت مقصود کی یا تو بطور قیاس تمثیل کے ہے اور ما بہ الاشتراک سب میں ایک امر واقعی اور ایک امر غیر واقعی کا عدم اجتماع ہے۔ چنانچہ ایک قلب واقعی ہے اور دوسرا ادعائی غیر واقعی' پس دونوں مجتمع نہیں ہوئے اور زوجیت واقعیہ ہے اور بوجہ عدم دلیل کے حرمت مؤبدہ غیر واقعی پس دونوں جمع نہیں ہوئے' اسی طرح بنوت اب حقیقی کے اعتبار سے واقعی اور بنوت غیر اب حقیقی کے اعتبار سے غیر واقعی یہ بھی مجتمع نہ ہوں گے اور اس مانعۃ الجمع میں احد الطریفین یقیناً ثابت ہے' پس حسب قاعدہ منطقیہ کہ مانعۃ الجمع میں استثناء عین مقدم منتج نقیض تالی کو اور استثناء عین تالی منتج نقیض مقدم کو ہے طرف آخر یعنی غیر اب حقیقی کے اعتبار سے بنوت مرتفع ہوگی اور یا تقویت محض اس اعتبار سے ہے کہ متبنّیٰ کا ابن ہونا محض مبنی علی المشہور رہے اور یہ کوئی حجت نہیں۔ چنانچہ دیکھو فلاں فلاں امر بھی مشہور ہیں حالانکہ محض غلط ہیں اور اس زمانہ میں بعض اخبارات کی نقل کہ امریکہ میں کسی شخص کے دو دل ہیں بعد تسلیم صحت نقل اس آیت کے معارض نہیں' کیونکہ اول تو مَا جَعَلَ ماضی ہے اس سے مستقبل کی نفی نہیں ہوئی' دوسرے کبھی کلیہ سے اکثریہ مراد ہوتا ہے اور اکثریت میں شبہ نہیں اور اس جملہ پر جو ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ کی توضیح میں لکھا گیا ہے کہ غلط بناء پر کوئی امر واقعی مبنی نہیں ہوتا۔ اگر یہ شبہ ہو کہ ظہار سے کفارہ کا واجب ہونا جو کہ قرآن میں مذکور ہے اور غلام کو بیٹا کہہ دینے سے اس کا آزاد ہو جانا جیسا فقہ حنفی میں مذکور ہے کیوں مرتب ہوتا ہے تو جواب یہ ہے کہ کفارہ سزا اُس قول کی ہے اس طرح کہ یہ قول منکر جنایت ہے اور جنایت کی سزا حرمت موقتہ ہوئی اور اس کے ارتفاع کے لئے کفارہ ہوا اور قول (۲) موجود واقعی ہے اور اعتاق بنا بر معنی مجازی ہے اور انشاء اعتاق کی صحت لفظ مجاز سے نیز امر واقعی ہے جن کی واقعیت دلیل صحیح سے متحقق ہے بخلاف دعاوی جاہلیت کے کہ بناء (۳) ان کی وجود حقیقی کے اعتبار سے یقیناً غلط ہے اور وجود حکمی یعنی تاثیر کسی صحیح دلیل سے ثابت نہیں اور نہی مذکور میں یہ صورت داخل نہیں جو شفقۃً ومجازاً بیٹا کہہ دیا جاوے بلکہ خاص جاہلیت کے طور پر باعتقاد ترتب ان آثار مخصوصہ کے بیٹا کہنے سے نہی ہے اور تعمد منہی عنہ کی دو صورتیں ہیں۔ ایک تو یہی جو مذکور ہوئی۔ دوسری یہ کہ متکلم کا یہ اعتقاد نہ ہو مگر یقیناً جانتا ہے کہ اس سے ترویج امر جاہلیت کی ہوگی تب بھی قصداً کہنا منہی عنہ ہے اور اسی خوف ترویج کے وقت اگر عادت قدیمہ کے موافق سہو ہو یا سبق لسانی کے طور پر نکل جاوے وہ اَخْطَأْتُمْ کا مدلول ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: سورۃ الاحزاب' قولہ تعالیٰ: وَّاتَّبِعْ مَا یُوْحٰٓى اِلَیْكَ اس میں دلالت ہے کہ کامل کسی ایسے مقام میں نہیں پہنچتا کہ اس سے تکالیف شرعیہ ساقط ہو جاویں ۱۲۔ قولہ تعالیٰ: مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَیْنِ فِیْ جَوْفِهٖ اس میں اس قول کی اصل ہے کہ نفس ایک آن میں دو طرف متوجہ نہیں ہوتا اور اس پر بہت سے فروع کو مبنی کیا ہے' مثلاً وسوسہ کا علاج یہ کیا گیا ہے کہ ذکر کی طرف متوجہ ہو جاوے اور اس مقام سے اس شخص کا کذب ظاہر ہوتا ہے جو تسبیح بھی پھراتا رہتا ہے اور باتیں بھی کرتا رہتا ہے اور دعوے کرتا ہے کہ میں عین باتیں کرنے میں مشغول بالذکر رہتا ہوں۔ قولہ تعالیٰ: فَاِخْوَانُكُمْ فِی الدِّیْنِ...... اس سے پیر بھائیوں کے حقوق مثل بھائیوں کے اور پیر کے حقوق مثل باپ کے ثابت ہوتے ہیں۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے مشارکین فی الدین کو اخوان فرمایا اور رسول اللہ ﷺ کی بیبیوں کو مؤمنین کی مائیں فرمایا۔

الحواشی: (۱) یعنی فی قوله حرمت ایذاء بانواع متشتة ۱۲ منه۔ (۲) قوله: قول موجود واقعی ہے۔ پس امر واقعی پر دوسرا امر واقعی مبنی ہوا اور امر غیر واقعی پر امر غیر واقعی مبنی نہیں ہوا ۱۲ منہ۔ (۳) لفظ بنا بلا اضافت مبتدا ہے اور لفظ وجود حقیقی مضاف الیہ ہے لفظ اعتبار کا ۱۲ منہ۔

ملحقات الترجمۃ: قوله فی بما تعملون: لو گو اشارة الی ان الخطاب لیس له ﷺ ویؤیده قراءة یعملون بالیاء ۱۲۔

الروایات: فی اللباب اخرج جویبر عن الضحاك عن ابن عباسؓ قال ان اهل مكة منهم الولید بن المغیرة وشیبة بن ربیعة دعوا النبی ﷺ ان یرجع عن قوله علی ان یعطوه شطر اموالهم وخوفه المنافقون والیهود بالمدینة ان لم یرجع قتلوه فانزل اللّٰه تعالیٰ یٰٓاَیُّها النبی اتق الله ولا تطع الکٰفرین والمنافقین اه قلت جویبر وضحاك ضعیفان ولکن لا یضر فی التائید کما سبق فی سورة القصص قبیل قوله تعالیٰ ان الذی فرض علیك القرآن فلا بأس بنقله تتمیما للفائدة ۱۲۔ فی الدر اخرج عبد الرزاق وابن جریر عن الزهری فی قوله ماجعل الله لرجل من قلبین فی جوفه قال بلغنا ان ذلك فی زید بن حارثة ضرب له مثلا یقول لیس ابن رجل آخر ابنك اه قلت وهذه الروایة تؤید

ما قررت به الآية ولا ينافي هذا ما رواه الترمذي من نزولها ردا لقول المنافقين لما خطر ﷺ خطرة في الصلوٰة لان المقصودين لا تنافي بينهما فصح ان يقصد بالآية ردّ قول المنافقين في الخطرة ويقصد ايضا بها تقوية مسئلة التبني فافهم۱۲۔

الفقه : لو كان المدعو فاسقا واقتضى دعاء ه بالاخوة والولاية تعظيمه خص عن الآية ودليل التخصيص هو دليل حرمة تعظيم الفاسق من الروح ملخصا۱۲۔ قلت فالامر بالدعاء بالاخوة والولاية ليس عاما وانما اصل المقصود بالآية النهي عن نسبتهم الى غير الآباء لا الامر بالدعاء بالاخوة فافهم۱۲۔

اللغات :قوله ادعياء جمع دعي كفعيل من يدعى ابنا۱۲۔

البلاغة :قوله لرجل اى لاحد فخصوص الرجل ليس بمقصود وتخصيصه بالذكر لكمال لزوم الحيوٰة فيه۔ قوله: في جوفه للتاكيد والتصوير كالصدور في قوله تعالٰى القلوب التي في الصدور۔ قوله: فاخوانكم كان دعاء هم بهذا التطييب قلوبهم ولذالم يؤمر بدعائهم باسمائهم فقط وان جاز فالامر للوجوب ولم يذكر واخواتكم للانثى مع انه لا فرق لان العادة كان التبني المذكور دون الاناث كما في الروح انا لم نقف على وقوع التبني للاناث في الجاهلية الخ۱۲۔

اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ ؕ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ اِلَّآ اَنْ تَفْعَلُوْٓا اِلٰٓى اَوْلِيٰٓئِكُمْ مَّعْرُوْفًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ۝۶ وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۠ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۝۷ لِّيَسْــَٔلَ الصّٰدِقِيْنَ عَنْ صِدْقِهِمْ ۚ وَاَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ۝۸

ع ۱۸ / ۱۷

نبی صلی اللہ علیہ وسلم مؤمنوں کے ساتھ خود ان کے نفس سے بھی زیادہ تعلق رکھتے ہیں اور آپ کی بیبیاں ان کی مائیں ہیں اور رشتہ دار کتاب میں ایک دوسرے سے زیادہ تعلق رکھتے ہیں۔ بہ نسبت دوسرے مؤمنین اور مہاجرین کے مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں سے کچھ کرنا چاہو تو وہ جائز ہے یہ بات لوح محفوظ میں لکھی جاچکی ہے اور جب کہ ہم نے ان تمام پیغمبروں سے ان کا اقرار لیا اور آپ سے اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ ابن مریم سے بھی اور ہم نے ان سے خوب پختہ عہد لیا۔ تاکہ ان سچوں سے ان کے سچ کی تحقیقات کرے اور کافروں کے لئے اللہ تعالیٰ نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

تفسیر ربط : تمہید تفسیر سورت میں معلوم ہو چکا ہے کہ محصل سورت کا دلالت ہے حضور ﷺ کی جلالت شان پر مختلف عنوانوں سے ان میں سے ایک حرمت ایذاء ہے جس کے بعض انواع کا ذکر ہو چکا ہے اور بعض کا آوے گا اور ان میں ایک وجوب اتباع و تعظیم ہے اور اس کے بھی متعدد انواع ہیں ان میں ایک نوع جو من وجہ جامع جمیع انواع کی ہے آگے مذکور ہوتی ہے یعنی آپ کی اولویت مؤمنین کے ساتھ اور اس اولویت کے معنوی ہونے کی مناسبت سے ایک مسئلہ توارث کی تحقیق جس کو اولویت کے صوری ہونے سے تعلق ہے ارشاد فرمادی۔

نوع اوّل اجلال رسول بیان اولویت مع بعض احکام توارث: اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ (الی قوله تعالی) كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ۝ نبی (ﷺ) مؤمنین کے ساتھ خود ان کے نفس (اور ذات) سے بھی زیادہ تعلق رکھتے ہیں (کیونکہ نفس اگر برا ہے تب تو ظاہر ہی ہے کہ وہ بدخواہ ہے اور حضور ﷺ خیر خواہ ہیں اور اگر نفس اچھا ہے تب بھی بعض مصالح و منافع اس سے مخفی رہتے ہیں ان مصالح کا مشورہ وہ نفس نہیں دے سکتا اور حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جمیع مصالح ضرور یہ کا علم عطا فرمایا ہے اور آپ نے ان کو تعلیم فرمائی ہے' بہرحال آپ سے نفع ہی نفع ہے اور پھر ہر نوع کا نفع پہنچتا ہے' اس لئے آپ کا اپنی جان سے بھی زیادہ حق ہے اور آپ کی اطاعت مطلقاً اور تعظیم بدرجہ کمال واجب ہے اور اس میں تمام احکام و معاملات آگئے) اور (اس اولویت مذکورہ کی جو کہ ابوت معنویہ ہے فرع یہ بھی ہے کہ) آپ کی بیبیاں ان (مؤمنین) کی مائیں ہیں (وجوب تعظیم میں) اور (یہ ابوت چونکہ معنوی ہے اس لئے اس کے لوازم میں سے مؤمنین کی اخوت صوریہ نہیں ہے کہ توارث اس کے لئے لازم ہو بلکہ تعلق ایمان و ہجرت سے توارث بعض مصالح سے ایک وقت محدود تک جاری رکھا گیا اور اب تغیر مصالح سے اس کو منسوخ کر کے یہ حکم دیا گیا کہ) رشتہ دار کتاب اللہ (یعنی حکم شرعی) میں ایک دوسرے سے (میراث کا) زیادہ تعلق رکھتے ہیں بہ نسبت دوسرے مؤمنین اور مہاجرین کے' مگر یہ کہ تم اپنے (ان) دوستوں سے (بطور وصیت کے) کچھ سلوک کرنا چاہو تو وہ جائز ہے۔ یہ بات لوح محفوظ میں لکھی جاچکی تھی (کہ اخیر حکم شریعت کا توارث بالارحام ہو جاوے گا) ف : ازواج کا امہات ہونا باعتبار تعظیم کے ہے اور تعظیم کی ایک نوع تحریم

بھی ہے اس لئے تحریم بھی واقع ہوئی۔ قال تعالیٰ: وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا اور بے حجابی (۱) کا تعظیم سے کوئی تعلق نہیں بلکہ احتجاب اقرب الی التعظیم ہے' اس لئے ان احکام یعنی جواز خلوت ونظر ومس وامثالہا میں امومیت ثابت نہیں اور جب امومیت کی اصل حقیقت تعظیم ہے تو ازواج مطہرات ام المؤمنات بھی ہیں۔ چنانچہ حضرت اُم سلمہؓ کا ارشاد ہے: انا ام الرجال منکم و النساء اخرجہ فی الروح عن ابن سعد اور حضرت عائشہؓ سے جو منقول ہے: انا ام رجالکم لا ام نسآئکم اخرجہ فی الروح ایضا عن ابن سعد و سنن البیہقی وہ باعتبار مجموعہ اصل وفرع کے جو انتفاء فرع یعنی حرمت نکاح سے مرتفع ہے کیونکہ حرمت نکاح موقوف ہے قابلیت نکاح پر اور وہ نساء میں نساء کے ساتھ مفقود ہے اور ابوت معنویہ باصلہا المذکور تمام انبیاء علیہم السلام کے لئے ثابت ہے' اسی لئے لوط علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: هٰٓؤُلَآءِ بَنٰتِيْٓ [الحجر: ۳۱] چنانچہ روح میں مجاہد سے منقول ہے کل نبی اب لامتہ۔ البتہ اس اصل کی فرع یعنی تحریم نکاح ازواج انبیاء علیہم السلام سو اس پر کوئی دلیل نفیاً یا اثباتاً کافی نہیں' البتہ روح میں مواہب سے اس کا خصوصیت حضور ﷺ سے ہونا نقل کیا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔ اور پارۂ پنجم کے رکوع اول کی ختم آیت: وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ اور سورۂ انفال کی ختم آیت: وَاُولُوا الْاَرْحَامِ کی تفسیر میں توارث بالاسلام والہجرۃ کے متعلق پوری تحقیق گزر چکی ہے۔ دیکھ لیا جاوے۔ ربط: اوپر شروع سورت جملہ اِتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ میں حضور ﷺ کو اتباع وحی کا اور اوپر قریب کی آیت: اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ میں مؤمنین کو اتباع صاحب وحی کا حکم ہوا ہے' آگے ان کی تاکید کے لئے اخذ میثاق انبیاء کا اور استحقاق عذاب منکرین انبیاء کا مضمون ارشاد فرماتے ہیں۔

میثاق انبیاء وعذاب اعداء: وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ (الی قولہ تعالیٰ) وَاَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا اور (وہ وقت قابل ذکر ہے) جبکہ ہم نے تمام پیغمبروں سے ان کا اقرار لیا (کہ احکام کا اتباع کرنا جس میں تبلیغ اور تناصر بھی داخل ہے) اور (ان پیغمبروں میں) آپ سے بھی (اقرار لیا) اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ بن مریم (علیہم السلام) سے بھی اور (ایسا ویسا عہد نہیں لیا بلکہ) ہم نے ان سب سے خوب پختہ عہد لیا تاکہ (قیامت کے روز) ان سچوں سے (یعنی پیغمبروں سے جو کہ اپنے اس قول وقرار میں سچے تھے) ان کے سچ کی تحقیقات کرے (جس سے ان کا شرف اور نہ ماننے والوں پر احتجاج ظاہر ہو جاوے' پس اس عہد اور اس غایت سے دونوں امر کا وجوب ثابت ہو گیا' صاحب وحی پر اتباع وحی کا وجوب اور غیر صاحب وحی پر اتباع صاحب وحی کا وجوب) اور کافروں کے لئے (جو صاحب وحی کے اتباع کے منحرف ہیں) اللہ تعالیٰ نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ **ف**: لفظ صادقین سے انبیاء علیہم السلام کا اپنے عہد کو پورا کرنا ظاہر فرمادیا' پس ان کا تو امر اِتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى پر عمل ثابت ہو گیا۔ اب دوسرے مامور بالاتباع رہ گئے جن کو ترک اتباع پر وعید سنانے کے لئے اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ فرمایا ہے اور چونکہ تاکید کے لئے تہدید مناسب تر ہے اس لئے یہاں ترک اتباع کی وعید پر اکتفاء فرمایا گیا اور پارۂ سوم کے آخری رکوع کی پہلی آیت میں میثاق انبیاء کی تحقیق ہو چکی ہے دیکھ لیا جاوے اور مشکوٰۃ میں بروایت احمد مرفوعاً آیا ہے خصوا بمیثاق اخر فی الرسالۃ والنبوۃ وھو قولہ تعالیٰ: وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ ...... اور سورۂ مائدہ کی اخیر آیت: قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ ...... میں صدق رسل کی تفسیر ملاحظہ کر لی جاوے۔ ربط: اوپر: اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى ...... میں مؤمنین کو اتباع رسول ﷺ کا امر ہے جو کہ آپ کے رسول من اللہ و مبلغ عن وحی عن اللہ ہونے کی وجہ سے عین اطاعت اللہ تعالیٰ کی ہے۔ آگے اس اطاعت الٰہیہ کی تاکید کے واسطے اپنی ایک نعمت عظیمہ یعنی دو غزووں میں کامیابی اور بڑی پریشانی کا رفع ہونا یاد دلاتے ہیں تاکہ تذکیر نعمت سے اطاعت کی ترغیب ہو جیسا اوپر: وَاَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ میں معصیت پر تذکیر نقمت سے ترہیب تھی اور نیز اس نعمت کی حکایت میں شناعت کفار کی اور منافقین کی کہ ایک کا قتال اور دوسروں کے اقوال جیسے: مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ اور لَا مُقَامَ لَكُمْ ...... اور اِنَّ بُيُوْتَنَا ...... اور زبان درازی جس پر سَلَقُوْكُمْ دال ہے موجب ایذائے رسول ﷺ تھے مذکور ہے اور شناعت ایذائے رسول کی خود بھی مقاصد سورت سے ہے جیسا تمہید میں مذکور ہوا و نیز اس حکایت سے آپ کی منصوریت من اللہ کہ اثر ہے محبوبیت کا نمایاں ہے اور جلالت وشرف رسول بھی مقاصد سورت سے ہے' پس مجموعہ وجوہ سے اس حکایت کا ارتباط زیادہ متاکد ہو گیا۔

الحواشی: (۱) جس کا احتمال بنا بر اشتراک فی اب واحد ہو سکتا تھا ۱۲ منہ۔

النحو: قولہ الا ان تفعلوا استثناء منقطع بناءً علی ان المراد بما فیہ الاولویۃ (المذکورۃ فی قولہ بعضھم اولی ببعض) ھو التوارث فیکون الاستثناء من خلاف الجنس المدلول علیہ بفحوی الکلام کانہ قیل لا تورثوا غیر اولی الارحام لکن فعلکم بناء علی ان المصدریۃ معروفا جائز فیکون ذلک لہ بالوصیۃ لا بالمیراث ۱۲۔

البلاغۃ: قولہ ومنک ومن نوح الخ تخصیصھم بالذکر مع اندراجھم فی النبیین اندراجا بینا للایذان بمزید فضلھم وکونھم من مشاھیر ارباب الشرائع واولی العزم من الرسل صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیھم اجمعین وتقدیم نبینا ﷺ مع انہ آخرھم بعثا للایذان

بمزید خطره اولانه هو المخاطب فيما سبق من قوله اتبع ما يوحى المقصود تاكيده بهذه او لتقدمه فى الخلق فقد روى فى الدر المنثور باسانيد مختلفة قوله ﷺ لما قيل يا رسول الله متى اخذ ميثاقك قال وآدم بين الروح والجسد وقوله عليه السلام كنت اول الانبياء فى الخلق وآخرهم فى البعث وروايات كثيرة نحو هذا ۱۲۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ﴿۹﴾ اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا ﴿۱۰﴾ هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا ﴿۱۱﴾ وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۱۲﴾ وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰۤاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ وَيَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۛؕ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۚۛ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ﴿۱۳﴾ (ع) وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ اَقْطَارِهَا ثُمَّ سُئِلُوا الْفِتْنَةَ لَاٰتَوْهَا وَمَا تَلَبَّثُوْا بِهَاۤ اِلَّا يَسِيْرًا ﴿۱۴﴾ وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ ؕ وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْئُوْلًا ﴿۱۵﴾ قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَاِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۶﴾ قُلْ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ؕ وَلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۱۷﴾ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ وَالْقَآئِلِيْنَ لِاِخْوَانِهِمْ هَلُمَّ اِلَيْنَا ۚ وَلَا يَاْتُوْنَ الْبَاْسَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۸﴾ اَشِحَّةً عَلَيْكُمْ ۚ فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ تَدُوْرُ اَعْيُنُهُمْ كَالَّذِيْ يُغْشٰى عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۱۹﴾ يَحْسَبُوْنَ الْاَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوْا ۚ وَاِنْ يَّاْتِ الْاَحْزَابُ يَوَدُّوْا لَوْ اَنَّهُمْ بَادُوْنَ فِي الْاَعْرَابِ يَسْاَلُوْنَ عَنْ اَنْۢبَآئِكُمْ ؕ وَلَوْ كَانُوْا فِيْكُمْ مَّا قٰتَلُوْۤا اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۲۰﴾ (ع ۲ ۱۸) لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ﴿۲۱﴾ وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ ۙ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۫ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّاۤ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا ﴿۲۲﴾ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْتَظِرُ ۖ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِيْلًا ﴿۲۳﴾ لِيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَآءَ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۲۴﴾ وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوْا خَيْرًا ؕ وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ قَوِيًّا عَزِيْزًا ﴿۲۵﴾ وَاَنْزَلَ الَّذِيْنَ ظَاهَرُوْهُمْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ صَيَاصِيْهِمْ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِيْقًا ﴿۲۶﴾

وَّاَوْرَثَكُمْ اَرْضَهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ وَاَرْضًا لَّمْ تَطَـُٔوْهَا ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴿۲۷﴾ ع ۳ / ۱۹

اے ایمان والو اللہ کا انعام اپنے اوپر یاد کرو جب تم پر بہت سے لشکر چڑھ آئے تھے ہم نے ان پر ایک آندھی بھیجی جو تم کو دکھائی نہ دیتی تھی اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو دیکھتے تھے۔ جب وہ لوگ تم پر آ چڑھے اوپر کی طرف سے بھی اور نیچے کی طرف سے بھی اور جب کہ آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئی تھیں اور کلیجے منہ کو آنے لگے تھے اور تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ طرح طرح کے گمان کر رہے تھے اور موقع پر مسلمانوں کا امتحان کیا گیا اور سخت زلزلہ میں ڈالے گئے اور جبکہ منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے یوں کہہ رہے تھے کہ ہم سے تو اللہ نے اور اس کے رسول نے محض دھوکہ دہی کا وعدہ کر رکھا ہے اور جبکہ ان میں سے بعض لوگوں نے کہا کہ اے یثرب کے لوگو! تمہارے لئے ٹھہرنے کا موقعہ نہیں سو لوٹ چلو اور بعض لوگ ان میں نبی سے اجازت مانگتے تھے کہتے تھے کہ ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں۔ حالانکہ وہ غیر محفوظ نہیں ہیں۔ یہ محض بھاگنا ہی چاہتے ہیں۔ اور اگر مدینہ میں اس کے اطراف سے ان پر کوئی آ گھسے پھر ان سے فساد کی درخواست جائے تو وہ اسے کو منظور کر لیں اور ان گھروں میں بہت ہی کم ٹھہریں۔ حالانکہ یہی لوگ پہلے اللہ سے عہد کر چکے تھے کہ پیٹھ نہ پھیریں گے اور اللہ تعالیٰ سے جو عہد کیا جاتا ہے اس کی باز پرس ہوگی۔ آپ فرما دیجئے کہ تم کو بھاگنا کچھ نافع نہیں ہو سکتا اگر تم موت سے یا قتل سے بھاگتے ہو اور اس حالت میں تھوڑے دنوں کے اور زیادہ متمتع نہیں ہو سکتے۔ یہ بھی فرما دیجئے کہ وہ کون ہے کہ جو تم کو اللہ سے بچا سکے اگر وہ تمہارے ساتھ برائی کرنا چاہے یا وہ کون ہے جو اللہ کے فضل کو تم سے روک سکے اگر وہ تم پر فضل کرنا چاہے اور اللہ کے سوا نہ کوئی اپنا حمایتی پائیں گے اور نہ کوئی مددگار۔ اللہ تعالیٰ تم میں سے ان لوگوں کو جانتا ہے جو مانع ہوتے ہیں اور جو اپنے (وطنی یا نسبی) بھائیوں سے یوں کہتے ہیں کہ ہمارے پاس آ جاؤ اور لڑائی میں بہت ہی کم آتے ہیں' تمہارے حق میں بخیلی لئے ہوئے' سو جب خوف پیش آتا ہے تو ان کو دیکھتے ہو کہ وہ آپ کی طرف اس طرح دیکھنے لگتے ہیں کہ ان کی آنکھیں چکرائی جاتی ہیں جیسے کسی پر موت کی بے ہوشی طاری ہو پھر جب وہ خوف زدہ ہو جاتا ہے تو تم کو تیز تیز زبانوں کے طعنے دیتے ہیں۔ مال پر حرص لئے ہوئے یہ لوگ ایمان نہیں لاتے تو ان کے تمام اعمال اللہ تعالیٰ نے بیکار کر رکھے ہیں اور یہ بات اللہ تعالیٰ کے نزدیک بالکل آسان ہے۔ ان لوگوں کا یہ خیال ہے کہ (ابھی تک) لشکر گئے نہیں اور اگر (بالفرض) یہ (گئے ہوئے) لشکر (جولوٹ کر) آ جاویں تو (پھر تو) یہ لوگ (اپنے لئے) یہی پسند کریں کہ کاش ہم (دیہاتوں میں باہر جا رہیں کہ تمہاری خبریں پوچھتے ہیں اور اگر تم ہی میں رہیں تب بھی کچھ یوں ہی لڑیں۔ تم لوگوں کے لئے یعنی ایسے لوگوں کے لئے جو اللہ سے اور روز آخرت سے ڈرتا ہو اور کثرت سے ذکر الٰہی کرتا ہو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ایک عمدہ نمونہ موجود تھا اور جب ایمانداروں نے ان لشکروں کو دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ وہی ہے جس کی ہم کو اللہ اور رسول نے خبر دی تھی اور اللہ اور رسول نے سچ فرمایا تھا اور اس سے ان کے ایمان اور اطاعت میں اور ترقی ہو گئی۔ ان مومنین میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ انہوں نے جس بات کا اللہ سے عہد کیا تھا اس میں سچے اترے۔ پھر بعضے تو ان میں وہ ہیں جو اپنی نذر پوری کر چکے ہیں اور بعضے ان میں سے مشتاق ہیں اور انہوں نے ذرا تغیر تبدیل نہیں کیا یہ واقعہ اس لئے ہوا تا کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ان کے سچ کا صلہ دے اور منافقوں کو چاہے سزا دے یا چاہے ان کو توبہ کی توفیق دے بے شک اللہ غفور رحیم ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے کافروں کو ان کے غصہ میں بھرا ہوا ہٹا دیا کہ ان کی کچھ بھی مراد بھی پوری نہ ہوئی اور جنگ میں مسلمانوں کے لئے آپ ہی کافی ہو گیا اور اللہ تعالیٰ بڑی قوت والا بڑا زبردست ہے اور جن اہل کتاب نے ان کی مدد کی تھی ان کو ان کے قلعوں سے نیچے اتار دیا اور ان کے دلوں میں تمہارا رعب بٹھا دیا بعض کو تم قتل کرنے لگے اور بعض کو قید کر لیا اور ان کی زمین اور ان کے گھروں اور ان کے مالوں کا تم کو مالک بنا دیا اور ایسی زمین کا بھی جس پر تم نے قدم نہیں رکھا اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے۔

تفسیر: حکایت غزوۂ احزاب و غزوۂ بنی قریظہ متضمن تذکیر نعمت الٰہیہ و مشعر نوع دوم جلالت شان بمنصوریت من اللہ و شناعت نوع سوم ایذاء بالقتال از کفار و نوع چہارم ایذاء بالاقوال از منافقین رسول ﷺ را: خلاصہ اس واقعہ کا یہ ہے کہ حضور ﷺ نے یہود بنی نضیر کو جن کا قصہ سورۂ حشر میں آوے گا مدینہ سے نکال دیا تھا انہوں نے سنہ چار یا پانچ ہجری میں قبائل عرب کو بہکایا اور سب دس بارہ ہزار آدمی مدینہ پر چڑھ آئے۔ آپ نے مدینہ کے گرد (یعنی جہاں جہاں سے آنے کا موقع تھا) خندق کھدوائی اور تین ہزار آدمیوں سے مقابل ہوئے اور دور دور سے کچھ لڑائی بھی ہوتی رہی۔ قریب ایک ماہ کے یہ محاصرہ رہا۔ آخر اللہ تعالیٰ نے ظاہراً ایک آندھی سے اور باطناً ملائکہ کے لشکر سے سب کفار کو منتشر اور منہزم کر دیا۔ چونکہ یہود بنی قریظہ نے اپنے معاہدہ کے برخلاف ان محاصرین کو مدد دی تھی اس لئے آپ بمجرد فراغ غزوۂ احزاب کے ان کے مقابلہ کے لئے چلے۔ وہ اول قلعہ بند ہو گئے اور بیس پچیس روز تک محصور رہے' پھر آخر تنگ ہو کر نکلے اور بعضے قتل اور بعض قید کئے گئے اور اس واقعہ میں منافقوں سے بھی بہت مروتی کی باتیں صادر ہوئیں اور چونکہ اس میں بہت سے گروہ چڑھ آئے تھے اور خندق بھی کھدی تھی اس لئے اس کا نام غزوۂ احزاب بھی ہے اور غزوۂ خندق بھی' یہاں سے دو رکوع تک یہی مضمون چلا گیا ہے۔ اب تفسیر آیات کی مرقوم ہوتی ہے۔

تفسیر آیات: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ (الی قولہ تعالی) وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴿۲۷﴾ اے ایمان والو! اللہ کا انعام اپنے

او پر یاد کرو جب تم پر بہت سے لشکر چڑھ آئے (یعنی عیینہ کا لشکر اور ابوسفیان کا لشکر اور یہود بنی قریظہ) پھر ہم نے ان پر ایک آندھی بھیجی (جس نے ان کو پریشان کر دیا اور ان کے خیمے اکھاڑ پھینکے) اور (فرشتوں کی) ایسی فوج بھیجی جو تم کو (عام طور پر) دکھائی نہ دیتی تھی (گو بعض صحابہؓ نے مثل حضرت حذیفہ کے بعض ملائکہ کو بشکل انسان دیکھا بھی اور کفار کے لشکر میں یہ جاسوسی کے لئے گئے تھے۔ وہاں یہ آواز بھی سنی کہ بھاگو بھاگو اور یہ ملائکہ لڑے نہ تھے محض القائے رعب کے لئے بھیجے گئے تھے) اور اللہ تعالیٰ تمہارے (اس وقت کے) اعمال کو (مثل حفر خندق وثبات فی القتال واستقلال کے) دیکھتے تھے (اور خوش ہو کر تمہاری امداد فرما رہے تھے۔ یہ واقعہ اس وقت ہوا تھا) جبکہ وہ (دشمن) لوگ تم پر (ہر طرف سے نرغہ کر کے) آ چڑھے تھے اوپر کی طرف سے بھی اور نیچے کی طرف سے بھی (یعنی کوئی قبیلہ مدینہ کی نشیب کی طرف سے اور کوئی قبیلہ فراز کی طرف سے) اور جبکہ آنکھیں (مارے دہشت کے) کھلی کی کھلی رہ گئیں تھیں اور کلیجے منہ کو آنے لگے تھے اور تم لوگ اللہ کے ساتھ طرح طرح کے گمان کر رہے تھے (جیسا مواقع شدت میں طبعی طور پر مختلف وسوسے آیا کرتے ہیں اور یہ کچھ مذموم نہیں اور نہ اس کے منافی ہے کہ آگے اہل ایمان کا قول آوے گا: هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَ صَدَقَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ کیونکہ اس میں مشار الیہ احزاب کا آنا ہے جیسا اس کی تفسیر میں معلوم ہوگا۔ پس چونکہ اس کی خبر دی گئی تھی اس لئے یہ متیقن تھا' لیکن انجام اس واقعہ کا نہیں بتلایا گیا تھا' اِس لئے اُس میں احتمالات مختلفہ غالبیت ومغلوبیت کے پیدا ہوتے تھے) اس موقع پر مسلمانوں کا (پورا) امتحان کیا گیا (جس میں وہ پورے اترے) اور (سخت) زلزلہ میں ڈالے گئے اور (یہ واقعہ اس وقت ہوا تھا) جبکہ منافقین اور وہ[1] (وہ) لوگ (ہیں) جن کے دلوں میں (نفاق اور شک کا) مرض ہے یوں کہہ رہے تھے کہ ہم سے تو اللہ نے اور اس کے رسول نے محض دھوکہ ہی کا وعدہ کر رکھا ہے (جیسا معتب بن قشیر اور اس کے ہمراہیوں نے یہ قول اس وقت کہا تھا کہ خندق کھودتے وقت کدال لگنے سے کئی بار آگ کا شرارہ نکلا اور حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے ہر بار میں ارشاد فرمایا کہ مجھ کو فارس اور روم وشام کے محل اس کی روشنی میں نظر آئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی فتح کا وعدہ فرمایا ہے جب احزاب کے اجتماع کے وقت پریشانی ہوئی تو یہ لوگ کہنے لگے کہ یہ تو حالت ہے اور اس پر فتح روم وفارس کی بشارتیں ہیں یہ محض دھوکہ ہے اور گو وہ اس کو اللہ کا وعدہ نہ سمجھتے تھے نہ آپ کو رسول جانتے تھے پھر یہ کہنا: مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ یا تو محکی عنہ میں نہ تھا صرف حکایت میں ہے اور یا بطور فرض واستہزاء کے ہے) اور (یہ واقعہ اس وقت تھا) جب کہ ان (منافقین) میں سے بعض لوگوں نے (دوسرے حاضرین معرکہ سے) کہا کہ یثرب (یعنی مدینہ) کے لوگو (یہاں) ٹھہرنے کا موقع نہیں (کیونکہ یہاں رہنا موت کے منہ میں جانا ہے) سو (اپنے گھروں کو) لوٹ چلو۔ (یہ قول اوس بن قیظی نے کہا تھا اور بھی کچھ لوگ اس میں شریک تھے) اور بعضے لوگ ان (منافقین) میں نبی (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) سے (گھر جانے کی) اجازت مانگتے تھے کہتے تھے کہ ہمارے گھر غیر محفوظ ہیں (صرف عورتیں بچے رہ گئے ہیں دیواریں قابل اطمینان نہیں کبھی چور نہ آ گھسیں یہ قول ابو عرابہ اور دوسرے بعض بنی حارثہ کا تھا) حالانکہ وہ (ان کے خیال میں) غیر محفوظ نہیں ہیں (یعنی ان کو اندیشہ چوری وغیرہ کا ہرگز نہیں اور نہ جانے سے یہ نیت ہے کہ ان کا انتظام قابل اطمینان کر کے چلے آویں گے) یہ محض بھاگنا ہی چاہتے ہیں اور (ان کی یہ حالت ہے کہ) اگر مدینہ میں اس کے (سب) اطراف سے ان پر (جب یہ اپنے گھروں میں ہوں) کوئی (لشکر کفار کا) آ گھسے پھر ان سے فساد (یعنی مسلمانوں سے لڑنے) کی درخواست کی جاوے تو یہ (فوراً) اس (فساد) کو منظور کر لیں اور ان گھروں میں بہت ہی کم ٹھہریں (یعنی اتنا توقف ہو کہ کوئی ان سے درخواست کرے اور یہ منظور کریں اور اس کے بعد فوراً ہی تیار ہو جاویں اور مسلمانوں کے مقابلہ میں جا پہنچیں اور کچھ بھی گھروں کا خیال نہ کریں کہ ہم تو دوسروں کو لوٹ مار کرنے جاتے ہیں کبھی کوئی ہمارے گھر کو لوٹ لے تو اگر گھروں کی بڑی حفاظت ہے تو اب گھروں میں کیوں نہیں رہے۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ اصل میں ان کو مسلمانوں سے عداوت اور کفار سے محبت ہے' اس لئے تکثیر سواد سے بھی مسلمانوں کی نصرت پسند نہیں کرتے باقی گھروں کا تو بہانہ ہے) حالانکہ یہی لوگ (اس سے) پہلے خدا سے عہد کر چکے تھے کہ (دشمن کے مقابلہ میں) پیٹھ نہ پھیریں گے (یہ عہد اس وقت کیا تھا جبکہ بدر میں بعض شرکت سے رہ گئے تھے تو بعض منافقین بھی مفت کرم داشتن کے طور پر کہنے لگے کہ افسوس ہم نہ شریک ہوئے ایسا کرتے ویسا کرتے جب وقت آیا تو ساری قلعی کھل گئی) اور اللہ سے جو (اس قسم کا) عہد کیا جاتا ہے اس کی باز پرس ہوگی آپ (ان سے) فرما دیجئے کہ (تم جو بھاگے بھاگے پھرتے ہو کما قال تعالیٰ: اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا تو) تم کو بھاگنا کچھ نافع نہیں ہو سکتا اگر تم موت سے یا قتل سے بھاگتے ہو اور اس (بھاگنے کی) حالت میں بجز تھوڑے دنوں کے (کہ وہ بقیہ عمر مقدر ہے) اور زیادہ (حیات سے) متمتع نہیں ہو سکتے (یعنی بھاگ کر عمر نہیں بڑھ سکتی کیونکہ اس کا وقت مقدر ہے اور جب مقدر ہے تو اگر نہ بھاگتے تو بھی وقت سے پہلے مر نہیں سکتے' پس نہ قرار بالقاف سے کوئی ضرر اور نہ فرار بالفاء سے کوئی نفع' پھر بھاگنا محض بے عقلی اور اس مسئلہ قدر کی تحقیق کے لئے ان سے) یہ بھی فرما دیجئے کہ وہ کون ہے جو تم کو خدا سے بچا سکے اگر وہ تمہارے ساتھ برائی کرنا چاہے (مثلاً تم کو ہلاک کرنا چاہے تو کیا تم کو کوئی بچا سکتا ہے جیسا تم فرار کو نافع خیال کرتے ہو) یا وہ کون ہے جو خدا کے فضل کو تم سے روک سکے اگر وہ تم پر فضل کرنا چاہے (مثلاً زندہ رکھنا چاہے جو کہ رحمت دنیویہ ہے تو کوئی اس کا مانع ہو سکتا ہے جیسا تمہارا خیال ہے کہ ثبات فی المعرکہ کو قاطع حیات سمجھتے ہو) اور (وہ لوگ سن رکھیں کہ) خدا کے سوا نہ کوئی اپنا حمایتی پائیں گے (جو نفع پہنچاوے) اور نہ کوئی مددگار (جو ضرر سے بچاوے' اب مسئلہ قدر کے

بعد پھر تشنیع منافقین کی چلی ہے یعنی) اللہ تعالیٰ تم میں سے ان لوگوں کو (خوب) جانتا ہے جو (دوسروں کو لڑائی میں جانے سے) مانع ہوتے ہیں اور جو اپنے (نسبی یا وطنی) بھائیوں سے یوں کہتے ہیں کہ ہمارے پاس آ جاؤ (وہاں اپنی جان کیوں دیتے ہو یہ بات ایک شخص نے اپنے حقیقی بھائی سے کہی تھی اور اس وقت یہ کہنے والا گوشت بریاں اور روٹی کھا رہا تھا مسلمان بھائی نے کہا افسوس تو اس چین میں اور حضور ﷺ ایسی تکلیف میں وہ بولا میاں تم بھی یہاں ہی چلے آ ؤ) اور (ان کی بزدلی اور حرص وبخل کی یہ کیفیت ہے کہ) لڑائی میں بہت ہی کم آتے ہیں (جس میں ذرا نام ہو جاوے یہ تو ان کی بزدلی ہے اور آتے بھی ہیں تو) تمہارے حق میں بخیلی لئے (یعنی آنے میں بڑی نیت یہ ہوتی ہے کہ سب غنیمت مسلمانوں کو نہ مل جاوے برائے نام شریک ہونے سے استحقاق غنیمت کا دعویٰ تو کسی درجہ میں کر سکیں گے) سو (جب ان کا جبن اور بخل دونوں امر ثابت ہو گئے تو اس مجموعہ کا اثر یہ ہے کہ) جب (کوئی) خوف (کا موقع) پیش آتا ہے تو ان کو دیکھتے ہو کہ وہ آپ کی طرف اس طرح دیکھنے لگتے ہیں کہ ان کی آنکھیں چکرائی جاتی ہیں جیسے کسی پر موت کی بے ہوشی طاری ہو (یہ تو جبن کا اثر ہوا) پھر جب وہ خوف دور ہو جاتا ہے تو تم کو تیز تیز زبانوں سے طعنے دیتے ہیں مال (غنیمت) پر حرص لئے ہوئے (یعنی مالِ غنیمت لینے کے لئے دلخراش باتیں کرتے ہیں کہ کیوں ہم شریک نہ تھے ہماری ہی پشتی سے تم کو یہ فتح میسر نہیں ہوئی' یہ اثر بخل وحرص کا ہے۔ یہ تو معاملہ ان کا تم سے ہے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کا معاملہ یہ ہے کہ) یہ لوگ (پہلے ہی سے) ایمان نہیں لائے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے تمام اعمال (نیک پہلے ہی سے) بیکار کر رکھے ہیں (آخرت میں کچھ ثواب نہ ملے گا) اور یہ بات اللہ کے نزدیک بالکل آسان ہے (کوئی اس سے مزاحمت نہیں کر سکتا کہ ہم ان اعمال کا صلہ لیں گے اور یہ حالت تو ان کی اجتماع احزاب کے وقت تھی مگر ان کا جبن یہاں تک بڑھا ہوا ہے کہ احزاب کے چلے جانے کے بعد بھی) ان لوگوں کا یہ خیال ہے کہ (ابھی تک) یہ لشکر گئے نہیں اور (غایت جبن سے ان کی یہ حالت ہے کہ) اگر (بالفرض) یہ (گئے ہوئے) لشکر (پھر لوٹ کر) آ جاویں تو (پھر تو) یہ لوگ (اپنے لئے) بھی پسند کریں کہ کاش ہم (کہیں) دیہاتیوں میں باہر جا رہیں کہ (وہاں ہی بیٹھے بیٹھے آنے جانے والوں سے) تمہاری خبریں پوچھتے رہیں (اور وہ جگر دوز معرکہ اپنی آنکھ سے نہ دیکھیں) اور اگر (اتفاق سے کل یا بعض دیہات میں نہ جا سکیں بلکہ) تم ہی میں رہیں تب بھی (اس وقت کی لے دے سن کر بھی کبھی غیرت نہ آ دے اور محض نام کرنے کو) کچھ یوں ہی سا لڑیں (آگے ثبات فی الحرب میں رسول اللہ ﷺ کے اقتداء واتباع کا مقتضائے ایمان ہونا بیان فرماتے ہیں تا کہ منافقین کی تعبیر ہو کہ باوجود دعویٰ ایمان اس کے مقتضا سے تخلف کیا اور مخلصین کی تبشیر ہو کہ یہ لوگ البتہ مصداق كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ ...... کے ہیں۔ پس ارشاد فرماتے ہیں کہ) تم لوگوں کے لئے یعنی ایسے شخص کے لئے جو اللہ سے اور روزِ آخرت سے ڈرتا ہو اور کثرت سے ذکرِ الٰہی کرتا ہو (یعنی مؤمن کامل ہو' يَرْجُوا میں مبدا ومعاد کا اعتقاد آ گیا اور ذکر اللہ میں سب طاعتیں آ گئیں' غرض ایسے شخص کے لئے) رسول اللہ (ﷺ) کا ایک عمدہ نمونہ موجود تھا (کہ جب آپ ہی شریک رہے تو آپ سے زیادہ کون پیارا ہے کہ وہ اقتدا نہ کرے اور اپنی جان بچائے پھرے) اور (آگے منافقین کے مقابلہ میں مؤمنین مخلصین کا ذکر ہے کہ) جب ایمانداروں نے ان لشکروں کو دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ وہی (موقع) ہے جس کی ہم کو اللہ رسول نے خبر دی تھی (چنانچہ اس آیت بقرہ میں اس کا اشارہ قریب بصراحت ہے: اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ (الی قولہ تعالی) وَزُلْزِلُوْا [البقرۃ: ۲۱۴] کیونکہ سورۂ بقرہ نزول میں سورۂ احزاب سے مقدم ہے کذا فی الاتقان) اور اللہ رسول نے سچ فرمایا تھا اور اس (احزاب کے دیکھنے) سے (جو کہ مصداق پیشین گوئی ہے) ان کے ایمان اور طاعت میں ترقی ہو گئی (یہ وصف تو سب مؤمنین میں مشترک ہے اور بعض اوصاف بعض مؤمنین میں خاص بھی ہیں' جس کا بیان یہ ہے کہ) ان مؤمنین میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ انہوں نے جس بات کا اللہ سے عہد کیا تھا اس میں سچے اترے (اس تقسیم کا یہ مطلب نہیں ہے کہ بعضے مسلمانوں نے عہد کیا اور سچے نہیں اترے بلکہ یہ تقسیم اس بناء پر ہے کہ بعض نے عہد ہی نہیں کیا تھا اور بلا عہد ہی ثابت قدم رہے۔ ان معاہدین کے ذکر کی تصریح بمقابلہ آیت بالا کے ہے جو منافقین کے حق میں ہے۔ وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ ...... اور مراد ان معاہدین سے حضرت انس بن النضر اور ان کے رفقاء ہیں۔ یہ حضرات اتفاق سے غزوۂ بدر میں شریک نہیں ہونے پائے تھے تو ان کو افسوس ہوا اور عہد کیا کہ اگر اب کے کوئی جہاد ہو تو اس میں ہماری جان توڑ کوشش دیکھ لی جاوے گی۔ مطلب یہ تھا کہ منہ نہ موڑیں گے گو مارے جاویں) پھر ان (معاہدین) میں (دو قسمیں ہو گئیں) بعضے تو ان میں وہ ہیں جو اپنی نذر پوری کر چکے (مراد وہ عہد ہے جو مثل نذر کے واجب الایفاء ہے' مطلب یہ کہ شہید ہو چکے اور اخیر دم تک منہ نہیں موڑا۔ چنانچہ حضرت انس ممدوح احد میں شہید ہو گئے تھے' اسی طرح حضرت مصعب) اور بعضے ان میں (اس کے ایفاء کے آخری اثر یعنی شہادت کے) مشتاق ہیں (ابھی شہید نہیں ہوئے) اور (اب تک) انہوں نے (اس میں) ذرا (۳) تغیر وتبدل نہیں کیا (یعنی اپنے عزم پر قائم ہیں۔ پس مجموعہ قوم دو قسم ہیں' منافق جن کا اوپر بیان ہوا اور مؤمنین' پھر مؤمنین دو قسم معاہد اور غیر معاہد اور ثبات دونوں میں مشترک ہے۔ لقولہ تعالیٰ: لَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ ...... پھر معاہد دو قسم شہید اور منتظر شہادت کل چار قسمیں ان آیات میں مذکور ہیں' آگے اس غزوہ کی ایک حکمت بیان فرماتے ہیں کہ) یہ واقعہ اس لئے ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ سچے مسلمانوں کو ان کے سچ کا صلہ دے اور منافقوں کو چاہے سزا دے یا چاہے ان کو (نفاق سے) توبہ کی توفیق دے (کیونکہ ایسے مصائب اور حوادث میں مخلص اور متصنع متمیز ہو جاتا ہے اور احیاناً ملامت سے بعض متصنعین بھی متاثر ہو کر مخلص ہو

جاتے ہیں اور بعضے بحالہ بھی رہتے ہیں) بے شک اللہ غفور رحیم ہے (اس لئے توبہ کا قبول ہو جانا مستبعد نہیں اس میں ترغیب ہے توبہ کی) اور (یہاں تک اس مجمع اسلام کے اقسام مختلفہ کے حالات تھے آگے کفار مخالفین کی حالت کا ذکر ہے کہ) اللہ تعالیٰ نے کافروں کو (یعنی مشرکین کو اطلاقاً للعام علی الخاص) ان کے غصہ میں بھرا ہوا (مدینہ سے) ہٹا دیا کہ ان کی کچھ بھی مراد پوری نہ ہوئی (اور اسی کا غصہ بھرا ہوا تھا) اور جنگ میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے لئے آپ ہی کافی ہو گیا (یعنی کفار کو قتال متعارف کی نوبت بھی نہ آئی کہ پہلے ہی دفع ہو گئی اور خفیف لڑائی متفرق طور پر منفی نہیں ہے) اور (اس طرح کافروں کا ہٹا دینا کچھ عجیب نہ سمجھو کیونکہ) اللہ تعالیٰ بڑی قوت والا بڑا زبردست ہے (اس کو کچھ دشوار نہیں یہ تو مشرکین کا حال ہوا) اور (دوسرا گروہ مخالفین میں یہود بنی قریظہ کا تھا آگے ان کا ذکر ہے کہ) جن اہل کتاب نے ان (مشرکین) کی مدد کی تھی ان کو (اللہ تعالیٰ نے) ان کے قلعوں سے (جن میں وہ محصور تھے) نیچے اتار دیا اور ان کے دلوں میں تمہارا رعب بٹھلا دیا (جس سے وہ اتر آئے اور پھر) بعض کو تم قتل کرنے لگے اور بعض کو قید کر لیا اور ان کی زمین اور ان کے گھروں اور ان کے مالوں کا تم کو مالک بنا دیا اور ایسی زمین کا بھی (تم کو اپنے علم ازلی میں مالک بنا رکھا ہے) جس پر تم نے (ابھی) قدم (تک) نہیں رکھا (اس میں بشارت ہے فتوحات مستقبلہ کی عموماً یا فتح خیبر کی خصوصاً جو اس سے کچھ بعد ہوا) اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے (اس لئے یہ امور کچھ بعید نہیں ہیں) **ف**: قتل و اسر و ملک غنائم منقولہ و غیر منقولہ کے احکام کتب فقہ میں مبسوط ہیں اور ان آیات کی تقریر ترجمہ میں جتنے مضامین از قبیل روایت ہیں سب درمنثور سے ماخوذ و منقول ہیں اور بعض صحابہؓ احیاء کی نسبت جو آیا ہے هٰذَا مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ تشبیہاً باعتبار اجر و ثواب کے ہے۔ **ربط**: ایذائے رسول اللہ ﷺ کے منہی عنہ ہونے کا مقاصد سورت میں ہونا تمہید سورت میں گزر چکا اور بعض انواع ایذاء کی مذمت جدا جدا بھی آیات میں گزر چکی ہے۔ اس کی ایک نوع اگرچہ وہ اس لئے اخف الانواع ہے کہ وہ قصد ایذاء سے خالی تھی اور حب قلبی کے ساتھ مقرون تھی وہ ایذا تھی جو ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے کچھ زائد سامان دنیوی تقاضے کے ساتھ مانگنے سے جس کو وہ غلطی سے زائد نہ سمجھی تھیں آپ کے قلب مبارک کو پہنچی حتیٰ کہ آپ ناخوش ہو کر ایک مہینے کیلئے سب سے الگ ہو گئے اگلی آیتیں اس کے متعلق حضرات اُمہات المؤمنین کی فہمائش کے لئے ارشاد ہوئیں۔ حدیث میں یہ قصہ خوب مفصل آیا ہے اور غالباً اس مانگنے کی وجہ یہ ہوئی کہ فتح خیبر وغیرہ سے کسی قدر مالی وسعت حاصل ہو گئی تھی تو اپنے خیال میں وہ اس کو موجب تکلیف نہیں سمجھیں اور یہ قصہ بعد فتح خیبر کے واقع ہوا۔ چنانچہ اس وقت حضرت صفیہ بھی آپ کے نکاح میں جو خیبر سے حاصل ہوئی ہیں اور اس سے بعد ذکر فتح خیبر کے جو کہ اَرْضًا لَّمْ تَطَـُٔوْهَا ط کا مصداق کہا گیا ہے اس مضمون کا آنا غایت حسن رکھتا ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: زَاغَتِ الْاَبْصَارُ ...... زیغ ابصار سے مراد حیرت و دہشت اور بلغت القلوب الحناجر سے مراد خوف شدید اور ظنون سے مراد خواطر نفس جو خوف طبعی سے پیدا ہو جاتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ احوال طبعیہ غیر اختیاریہ کمال ایمان کے منافی نہیں۔ قولہ تعالیٰ: هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ اس سے معلوم ہوا کہ بلیات کا پیش آنا اور ان ہی میں مکارہ باطنہ مثل قبض وغیرہ بھی داخل ہیں کبھی امتحان صدق کے لئے بھی ہوتا ہے پس سالک پر ایسی حالت میں واجب ہے کہ صبر کرے اور طاعات پر ثبات رکھے ۱۲۔ قولہ تعالیٰ: هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ ...... (الی قولہ تعالیٰ) تَسْلِيْمًا اس میں دلالت ہے کہ مکارہ جس میں قبض بھی ہے کاملین کے لئے گاہے زیادت معارف کا سبب ہو جاتے ہیں۔ قولہ: مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ (الی قولہ تعالیٰ) مَّنْ يَّنْتَظِرُ قضی نحبه کی تفسیر آتی ہے مات یعنی مر گیا اور پھر حضرت طلحہؓ کی نسبت آیا ہے کہ یہ قضی نحبہ والوں میں سے ہیں اور ایک روایت میں ان کی نسبت شہید آیا ہے اور اس وقت یہ زندہ تھے تو اس میں مسئلہ میں فناء کی طرف اشارہ ہے اور یہ انتظار موت مشعر ہے اشتیاق الی الموت کا پس اس میں حب موت کی طرف اشارہ ہے تو اس آیت میں دو مسئلے مذکور ہوئے۔

الحواشی: (۱) اشارة الى كون العطف تفسيريا ۱۲ منه۔

ملحقات الترجمہ: ۱ قوله فى ولقد كانوا عاهدوا الله اس قسم کا ای ما كان واجبا فى نفسه و يتاكد وجوبه بعد الوعد كما هو معلوم من القواعد الشرعية ۱۲۔ ۲ قوله فى ينتظر: مشتاق فسر به بقرينة المقام لان المقصود ليس اثبات نفس الانتظار بل المقرون بالاشتياق وفيه اطلاق العام على الخاص ۱۲۔ ۳ قوله فى ما بدلوا تبديلا: ذرا تغير تبدل الكلمة الاولى من الترجمة مستفادة من التنوين و الثانية و الثالثة من تكرار التبديل ۱۲۔

اللغات: قوله زاغت فى القاموس زاغ البصر كل ۱۲ قوله هنالك ظرف مكان اريد به ظرف الزمان ۱۲۔ قوله عورة اى ذات خلل خالية من الرجال ضائعة ۱۲۔ قوله اشحة عليكم اى اشحة بالمال عليكم فان الشح كما فى القاموس يتعدى بالباء وبعلى قيل الشح على الشئ هو ان يراد ابقاء ه ولم يسلمه الخفاجى قلت ان ثبت فيمكن ان يقال فى معناه اشحة على مالكم فحذف المضاف اعتمادًا على القرينة التى بعده من قوله اشحة على الخير۔ قوله: سلقوكم فى القاموس اذاه وطعنه ۱۲۔ قوله اسوة قدوة بمعنى المصدر فالمعنى ظاهر او

بمعنی ما یقتدی به فالکلام اما جار علی التجرید او یقال ان الخصلة الحسنة هی مما یتاسی به کذبها۔ قوله: قضی نحب النحب النذر یقال قضی فلان نحبه ای وفی بنذره وشاع قضی فلان نحبه بمعنی مات لان الموت لازم کالنذر وتحتمل الآیة کلا المعنیین وقال بعض الاجلة یجوز ان یکون مستعار الالتزام الموت شهیدًا کذا فی الروح ملخصا۱۲۔ قوله: صیاصیهم جمع صیصة وهی کل ما یمتنع به من قرن الثور والظباء وشوکة الدیك التی فی رجله والمراد به ههنا الحصون۱۲۔

النحو: قوله اذ جاء وکم۔ بدل من اذ قبله وکذا کل اذ بعده۱۲۔ قوله تلبثوا بها الضمیر المجرور راجع الی البیوت۱۲۔ قوله او اراد بکم رحمة فی الکلام تقدیر هکذا ومن یمنعکم من رحمة اللّٰه ان اراد بکم رحمة ویدل علیه قرینة المقام لان العصمة لیس الا من السوء۱۲۔ قوله لیجزی عامله مقدر ای وقع ما وقع لیجزی اللّٰه۱۲۔

البلاغة: قوله بلغت القلوب الحناجر ای فزعت فزعًا عظیما الا انها تحرکت من موضعها وتوجهت الی الحناجر فالکلام علی المبالغة وقیل القلب عند الغضب یندفع وعند الخوف یجتمع فیتقلص بالحنجرة وقد یفضی الی ان یسد مخرج النفس فلا یقدر المرء ان یتنفس ویموت خوفا وقیل ان الریة تنتفخ من شدة الفزع والغضب والغم الشدید واذا انفتخت ربت وارتفع القلب بارتفاعها الی راس الحنجرة۱۲۔ قوله ارضا لم تطؤها معطوف علی ارضهم فلا بد من حمل الایراث علی عموم المجاز یشمل ایراث الماضی والمستقبل۱۲۔

القرأة: قوله الظنونا فی الروح کتب الظنونا و کذا امثاله من المنصوب المعرف بال کالسبیلا والرسولا فی المصحف بالف فی آخره فحذفها ابو عمرو وقفاء وصلا وابن کثیر والکسائی و حفص یحذفونها و صلا خاصة و یثبتها باقی السبعة فی الحالین اھ ۱۲۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿۲۸﴾ وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۲۹﴾ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۳۰﴾ وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ ۙ وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا ﴿۳۱﴾ يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ﴿۳۲﴾ وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ﴿۳۳﴾ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ﴿۳۴﴾

(النصف ۲۸ — ع ۴)

اے نبی آپ اپنی بیبیوں سے فرما دیجئے کہ تم اگر دینوی زندگی (کا عیش) اوراس کی بہار چاہتی ہوتو آ ؤمیں تم کو کچھ مال ومتاع (دینوی) دے دوں اورتم کے ساتھ رخصت کروں اورتم اللہ تعالیٰ کو چاہتی ہواوراس کے رسول اور عالم آخرت کوتم میں سے نیک کرداروں کے لئے اللہ تعالیٰ نے اجرعظیم مہیا کر رکھا ہے۔اے نبی کی بیبیو جوکوئی تم میں کھلی ہوئی بیہودگی کرے گی اس کودوہری سزادی جائے گی اور یہ بات اللہ تعالیٰ کوآسان ہےاور جوکوئی تم میں اللہ تعالیٰ کی اوراس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کرے گی اور نیک کام کرے گی تو ہم اس کواس کا ثواب دہرادیں گےاورہم نے اس کے لئے ایک عمدہ روزی تیار کر رکھی ہے۔اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیوتم معمولی عورتوں کی طرح نہیں ہو۔اگرتم تقویٰ اختیار کروتو تم (نامحرم مرد سے) بولنے میں (جبکہ بضرورت بولنا پڑے) نزاکت مت کرو (اس سے) ایسے شخص کو (طبعًا) خیال (فاسد پیدا) ہونے لگتا ہے جس کے غلب میں خرابی ہےاور قاعدہ (صفت) کے مطابق کرواورتم اپنے گھروں میں قرار سے رہواور قدیم زمانہ جاہلیت کے دستور کے موافق مت پھرواورتم نمازوں کی پابندی رکھواورزکوۃ دیا کرواوراللہ کا اوراس کے رول کا کہنا مانو اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ اے گھروالو! تم سے آلودگی کودور رکھےاورتم کو (ہرطرح ظاہروباطن) پاک صاف رکھےاورتم ان آیات الٰہیہ کواوراس حکم (احکام) کو یادرکھوجس کاتمہارے گھروں میں چرچا رہتا ہے بےشک اللہ راز دان ہے پورا خبردار ہے۔ ۞

خطاب بازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن متضمن نہی ازنوع پنجم ایذائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہ اخف الانواع است: تفسیر: يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ (الی قولہ تعالی) اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا ﴿۳۴﴾ اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اپنی بیویوں سے فرمادیجئے (تم سے دوٹوک بات کہی جاتی ہے تاکہ ہمیشہ کے لئے قصہ ایک طرف ہووہ بات یہ ہے کہ) تم اگر دنیوی زندگی (کا عیش[1]) اوراس کی بہار چاہتی ہوتو آ ؤ (یعنی لینے کے لئے متوجہ[2] ہو) میں تم کو کچھ (مال و) متاع (دنیوی) دے دوں (یا تو مراداس سے وہ جوڑا ہے جو مطلقہ مدخولہ کو وقت طلاق کے دینا مستحب ہے یا مراد نان ونفقہ عدت کا ہے یا دونوں کوشامل ہے) اور (متاع دے کر) تم کوخوبی کے ساتھ رخصت کروں (یعنی موافق سنت کے طلاق دے دوں تاکہ جہاں چاہو جا کر دنیا حاصل کرو) اوراگر تم اللہ کو چاہتی ہواور (مطلب اللہ کو چاہنے کا اس جگہ یہ ہے کہ) اس کے رسول کو (چاہتی ہو یعنی بحالت کذائیہ قناعت علی الکفاف کے رسول کے نکاح میں رہنا چاہتی ہو) اور عالم آخرت (کے درجاتِ عالیہ) کو (چاہتی ہو جو کہ زوجیت رسول پر مرتب ہونے والے ہیں) تو (یہ تمہاری نیک کرداری ہےاور) تم میں سے نیک کرداروں کے لئے اللہ تعالیٰ نے (آخرت میں) اجرعظیم مہیا کر رکھا ہے (یعنی وہ ثواب جو مخصوص ہے زوجات نبی کے لئے کہ اور نیک بیبیوں کے اجر سے وہ عظیم ہےاور جس سے زوجیت نبی کو اختیار نہ کرنے کی صورت میں حرمان ہوگا گو عموم دلائل سے مطلق ایمان واعمال صالحہ کے ثمرات اس صورت میں بھی حاصل ہوں گے یہاں تک تو مضمون تخییر کا ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ازواج کو خطاب ہوگا۔ آگے حق تعالیٰ ان کو خود خطاب کر کے وہ احکام فرماتے ہیں جو بصورت اختیار زوجیت واجب الاہتمام ہوں گے۔ پس ارشاد ہے کہ) اے نبی کی بیبیو! جو کوئی تم میں کھلی ہوئی بےہودگی کرے گی (مراداس سے وہ معاملہ ہے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تنگ اور پریشان ہوں تو) اس کو (اس پر آخرت میں) دوہری سزادی جاوے گی (یعنی دوسرے شخص کواس عمل پر جتنی سزا ملتی اس سے دوہری سزا ہوگی) اور یہ بات اللہ کو (بالکل) آسان ہے (یہ نہیں کہ حکام دنیوی کی طرح احیاناً سزا بڑھانے سے کسی کی عظمت اس کو مانع ہو جاوے اوراس سزا کے بڑھنے کی علت ابھی

تضعیف اجر کی تقریر میں آتی ہے) اور جو کوئی تم میں اللہ کی اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گی (یعنی جن امور کو اللہ تعالیٰ نے واجب فرمایا ہے ان کو ادا کرے گی اور خود رسول اللہ ﷺ کے زوج ہونے کے جو حقوق اطاعت وغیرہ واجب ہیں وہ ادا کرے گی کیونکہ حیثیت رسالت کے حقوق قنوت اللہ میں داخل ہو گئے) اور (امور غیر واجبہ میں سے جو) نیک کام (ہیں ان کو) کرے گی تو ہم اس کو اس کا ثواب (بھی) دوہرا دیں گے اور ہم نے اسکے لئے (علاوہ اجر مضاعف موعود کے) ایک (خاص) عمدہ روزی (جو جنت میں ازواج نبی ﷺ کے لئے مخصوص ہے اور جو صلہ عمل سے زائد ہے) تیار کر رکھی ہے (علت اس تضعیف اجر اور اسی طرح تضعیف وزر کی جو اس کے قبل ارشاد ہے شرف زوجیت نبی ہے جس پر يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ دال ہے کیونکہ اہل خصوصیت کا عصیان بھی اوروں کے عصیان سے اشد ہوتا ہے' اسی طرح ان کی طاعت بھی اوروں کی طاعت سے زیادہ مقبول ہوتی ہے۔ پس وعدہ و وعید دونوں میں وہ دوسروں سے ممتاز ہوتے ہیں اور خصوصاً مقام کلام میں یہ کہنا ممکن ہے کہ حضرات امہات المومنین سے خدمت و اطاعت کا صدور حضور ﷺ کے قلب کو راحت افزا زیادہ ہوگا اور اسی طرح اس کے خلاف کا صدور آپ کے لئے کلفت افزا زیادہ ہوگا۔ پس آپ کی راحت رسانی موجب اجر تھی۔ زیادہ راحت رسانی موجب زیادتی اجر ہوگئی علیٰ ہذا اس کی ضد میں سمجھنا چاہئے یہاں تک ازواج سے آپ کے حقوق کے متعلق خطاب تھا' آگے عام احکام کے متعلق زیادہ اہتمام کے لئے خطاب ہے کہ) اے نبی کی بیبیو! (محض اس بات پر مت پھول جانا کہ ہم نبی کی بیبیاں ہیں اور اس لئے عام عورتوں سے ممتاز ہیں' یہ نسبت اور شرف ہمارے لئے بس ہے سو یہ وسوسہ مت کرنا یہ بات صحیح ہے کہ) تم معمولی عورتوں کی طرح نہیں ہو (بے شک ان سے ممتاز ہو مگر مطلقاً نہیں' بلکہ اس کے ساتھ ایک شرط بھی ہے' وہ یہ کہ) اگر تم تقویٰ اختیار کرو (تب تو واقعی اس نسبت کے سبب تم کو اوروں سے شرف ہے' حتیٰ کہ ثواب مضاعف ملے گا اور اگر یہ شرط متحقق نہیں تو یہی نسبت بالعکس تضاعف وزر کا سبب بن جاوے گی۔ جب یہ بات ہے کہ نری نسبت بلا تقویٰ ہیچ ہے) تو (تم کو احکام شرعیہ کی پوری پابندی کرنا چاہئے عموماً اور ان احکام مذکورۂ آیت آئندہ کی خصوصاً اور وہ احکام یہ ہیں کہ) تم (نامحرم مرد سے) بولنے میں (جب کہ بضرورت بولنا پڑے) نزاکت مت کرو (اس کا یہ مطلب نہیں کہ قصداً نزاکت مت کرو' کیونکہ اس کا برا ہونا تو بدیہی ہے۔ دوسرے مخاطب یعنی ازواج مطہرات میں اس کا احتمال نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ جیسے عورتوں کے کلام کا فطری انداز ہوتا ہے کہ کلام میں نرمی ہوتی ہے سادہ مزاجی سے اس انداز کو مت برتو) کہ (اس سے) ایسے شخص کو (طبعاً) خیال (فاسد پیدا) ہونے لگتا ہے جس کے قلب میں خرابی (اور بدی) ہے (بلکہ ایسے موقع پر تکلف اور اہتمام سے اس فطری انداز کو بدل کر گفتگو کرو) اور قاعدہ (عفت) کے موافق بات کہو (یعنی ایسے انداز سے جس میں خشکی اور روکھا پن ہو کہ یہ حافظ عفت ہے اور یہ بد اخلاقی نہیں ہے۔ بد اخلاقی وہ ہے جس سے کسی کے قلب کو تالم و تاذی ہو تو سد باب طمع فاسد سے ایلام لازم نہیں آتا اس میں تو بولنے کے متعلق حکم فرمایا) اور (آگے پردہ کے متعلق ارشاد ہے اور امر مشترک دونوں میں حفظ عفت ہے یعنی) تم اپنے گھروں میں قرار سے رہو (مراد اس سے یہ ہے کہ محض کپڑا اوڑھ لپیٹ کر پردہ کر لینے پر کفایت مت کرو بلکہ پردہ اس طریقے سے کرو کہ بدن مع لباس نظر نہ آوے جیسا آج کل شرفاء میں پردہ کا طریقہ متعارف ہے کہ عورتیں گھروں ہی سے نہیں نکلتیں' البتہ مواقع ضرورت دوسری دلیل سے مستثنیٰ ہیں) اور (آگے اسی حکم کی تاکید کے لئے ارشاد ہے کہ) قدیم زمانہ جہالت کے دستور[3] کے موافق مت پھرو (جس میں بے پردگی رائج تھی گو بلا فحش ہی کیوں نہ ہو اور قدیم جاہلیت سے مراد وہ جاہلیت ہے جو اسلام سے پہلے تھی اور اس کے مقابلہ میں ایک مابعد کی جاہلیت ہے کہ بعد تعلیم و تبلیغ احکام اسلام کے ان پر عمل نہ کیا جاوے۔ پس جو تبرج بعد اسلام ہوگا وہ جاہلیت اخری ہے اس لئے تشبیہ میں تخصیص جاہلیت اولیٰ کی ظاہر ہے کیونکہ مشبہ و مشبہ بہ کا تغایر ضروری ہے۔ مطلب یہ کہ جاہلیت اخری حادث کر کے جاہلیت اولیٰ کا اقتداء نہ کرو جس کے مٹانے کو اسلام آیا ہے' یہاں تک احکام متعلقہ عفت کے تھے) اور (آگے دوسرے شرائع کا ارشاد ہے کہ) تم نمازوں کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ (اگر نصاب کی مالک ہو) دیا کرو (کہ دونوں اعظم شعائر سے ہیں اس لئے ان کی تخصیص کی گئی) اور (جتنے بھی احکام ہیں اور تم کو معلوم ہیں سب میں) اللہ کا اور اس کے رسول کا کہنا مانو (اور ہم نے جو تم کو ان احکام کے اس التزام اور اہتمام کا مکلف فرمایا ہے تو تمہارا ہی نفع ہے کیونکہ) اللہ تعالیٰ کو (ان احکام کے بتانے سے تشریعاً) یہ منظور ہے کہ اے (پیغمبر کے) گھر والو تم سے (معصیت و نافرمانی کی) آلودگی کو دور رکھے اور تم کو (ظاہراً و باطناً عقیدۃً و عملاً وخلقاً بالکل) پاک صاف رکھے (کیونکہ علم بالا حکام کے سبب مخالفت سے جو کہ موجب رجس اور مانع تطہیر ہے بچنا ممکن ہے) اور (چونکہ ان احکام پر عمل واجب ہے اور عمل موقوف ہے احکام کے جاننے اور ان کے یاد رکھنے پر اس لئے) تم ان آیات الٰہیہ (یعنی قرآن) کو اور اس علم (احکام) کو یاد رکھو جس کا تمہارے گھروں میں چرچا رہتا ہے (اور یہ بھی پیش نظر رکھو کہ) بے شک اللہ تعالیٰ راز داں[5] ہے (کہ اعمال قلوب کو بھی جانتا ہے اور) پورا خبردار ہے (کہ پوشیدہ اعمال کو بھی جانتا ہے' اس لئے ظاہراً و باطناً سراً و علانیۃً امتثال اوامر و اجتناب نواہی کا اہتمام واجب ہے۔ ف: فائدہ اولیٰ: اُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا کے ترجمہ میں طلاق سنت سے مراد طلاق غیر بدعی ہے خواہ طریق تعلیق سے بدعی ہو جیسے حیض میں سب کے نزدیک یا تین طلاق دفعۃً دینا حنفیہ کے نزدیک خواہ دوسرے عارض سے بدعی ہو مثلاً مطلقہ کو کسی قسم کا ضرر پہنچنا۔

فائدۂ ثانیہ: اُمَتِّعۡکُنَّ کے ترجمہ میں جو جوڑا لکھا ہے اس کے مسائل ضروری سورۂ بقرہ آیت :وَلِلۡمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالۡمَعۡرُوۡفِ [البقرۃ : ۲۴۱] کے ذیل میں گزر چکے ہیں۔

فائدۂ ثالثہ: اُسَرِّحۡکُنَّ کا جزاء اِنۡ كُنۡتُنَّ تُرِدۡنَ الۡحَيٰوةَ ...... میں واقع ہونا ظاہراً دلیل ہے کہ ایسی عورت کو جو کہ زینت دنیا کے لئے طلاق اختیار کرتی دوسری جگہ نکاح جائز ہوتا کیونکہ حصول دنیا اگر بلا واسطہ دوسرے نکاح کے مراد ہو تو وہ تو بقائے زوجیت نبویہ کے ساتھ بھی ممکن ہے۔ یا پھر تسریح کی کیا ضرورت تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ مراد اس سے وہی ہے جو بطریق دوسرے نکاح کے ہو۔ صاحب روح نے یہ مسئلہ امام سے نقل کیا ہے۔

فائدۂ اربعہ: اَعَدَّ لِلۡمُحۡسِنٰتِ مِنۡكُنَّ میں جو کلمہ مِن ہے اگر تبیین کے لئے ہو تب تو کوئی اشکال ہی نہیں اور اگر تبعیض کے لئے ہو جس سے شبہ بعض کے غیر محسنہ ہونے کا واقع ہوتا ہے اس کی دو توجیہ ممکن ہیں۔ ایک یہ کہ بعض روایات میں آیا ہے کہ ایک عورت عامریہ حمیریہ نے اس تخییر کے بعد آپ کی زوجیت میں رہنا نہیں چاہا اوردہ فی الروح عن ابن سعد۔ اس تبعیض سے اس کا مستثنیٰ کرنا مقصود ہے اور اگر یہ روایت ثابت نہ ہو تو دوسری توجیہ یہ ہے کہ گو سب محسنات تھیں مگر وقت تخییر قبل اختیار اس کا ظہور تو نہ تھا۔ پس ظاہر حال سے ہر ایک میں دونوں احتمال تھے۔ پس یہ تبعیض بطور معنی تعلیقی کے ہے۔ یعنی مَنۡ اَحۡسَنَ مِنۡكُنَّ اور یہی معنی ہیں اس قول کے کہ مطلق بعض کا تحقق گا ہے ضمن کل میں ہوتا ہے اور گا ہے بضمن بعض مقابل للکل کے۔

فائدۂ خامسہ: صاحب روح نے امام رازی سے ایک اور مسئلہ بھی نقل کیا ہے کہ جو اس تخییر کے بعد اللہ و رسول کو اختیار کر لے اس کو پھر طلاق دینا رسول اللہ ﷺ کے لئے جائز نہیں معلوم ہوتا' ورنہ تخییر اور اختیار غیر مثمر ہے لیکن احقر کے نزدیک یہ استنباط محض ضعیف ہے عارض اختیار دنیا سے مستحق طلاق نہ ہونا اس کو مستلزم نہیں کہ اور کسی عارض سے بھی اس کو طلاق نہ دیا جاوے۔ پس بعض روایات میں جو حضرت سودہ و حضرت حفصہ کو طلاق دینے کا ارادہ یا ایک رجعی طلاق دینا آیا ہے۔ اگر وہ بعد اس آیت کے ہو تب بھی کچھ اشکال نہیں۔

فائدۂ سادسہ: جب یہ آیت تخییر نازل ہوئی آپ نے اپنی بیبیوں کو پڑھ کر سنادی۔ آپ کی جو نو بیبیاں مشہور ہیں حضرت عائشہ' حفصہ' ام حبیبہ' سودہ' ام سلمہ۔ یہ پانچوں قریش سے ہیں۔ صفیہ خیبریہ' میمونہ ہلالیہ' زینت اسدیہ' جویریہ مصطلقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔ ان سب نے آپ کی زوجیت میں رہنا قبول کیا اور دنیا کی طرف التفات نہیں فرمایا۔

فائدۂ سابعہ: اس میں یہ کلام ہوا ہے کہ آیا تخییر تفویض طلاق تھی اور اختیار کر لینا ایقاع طلاق ہو جاتا اور آپ کی تطلیق کی حاجت نہ ہوتی یا یہ تخییر رائے کا دریافت کرنا تھا اور اختیار رائے کا اظہار تھا اور اختیار کے بعد تطلیق کی حاجت ہوتی لیکن آیت کا دونوں طرز پر انطباق ہو سکتا ہے۔

فائدۂ ثامنہ: مسئلہ لفظ اِخۡتَارِیۡ جو کہ کنایات طلاق سے ہے اگر زوجہ کو کہہ دے تو محض اس سے طلاق واقع نہیں ہوتی اگر وہ کچھ جواب نہ دے یا جواب میں کہہ دے اخترتك البتہ اگر اخترت نفسی کہہ لے تو واقع ہو جاتی ہے۔ تفصیل اس کی کتب فقہ میں ہے۔

فائدۂ تسعہ: ظاہراً اس نص سے حضور ﷺ پر واجب تھا کہ ازواج کو تخییر دیں اور یہ بھی ظاہراً واجب معلوم ہوتا ہے کہ مختارہ للدنیا کو طلاق دے دیں۔ اس کو بھی صاحب روح نے امام سے نقل کیا ہے لیکن یہ حکم چونکہ عام نہیں اس لئے دوسروں کے لئے صرف مستحب ہے کہ بے شرع عورت سے اس طرح کہہ لیں اور اسی طرح کر لیں اور فقہاء نے تصریح کی ہے کہ **لا یجب تطلیق الفاجرۃ**۔

فائدۂ عاشرہ: فاحشہ کی تفسیر بیہقی نے مقاتل سے نقل کی ہے: **انما العصیان للنبی ﷺ** اور طلب مزید سے ضیق قلب مبارک ہوا سی میں داخل ہے۔ اس کے لئے دو دلیلیں اس کی اور ہیں۔ اول اس کو مُّبَيِّنَةٍ فرمایا اور معنی متعارف مبینہ کا مصداق نہیں الاّ بتجوز دوسرے مقابلہ میں وَمَنۡ يَّقۡنُتۡ ...... فرمایا۔ معلوم ہوا کہ اس سے مراد عدم قنوت ہے اور معنی متعارف کا ازواج انبیاء میں متحمل نہ ہونا سورۂ نور آیت الطَّيِّبٰتُ ...... کی تفسیر میں گزر چکا۔

فائدۂ حادیہ عشر: عذاب کو تو صرف فاحشہ مبینہ پر کہ ایک عمل ہے مرتب فرمایا اور اجر مرتین کو مجموعہ قنوت و عمل صالح پر کہ مجموعہ شرائع ہے۔ وجہ اس کی ظاہر ہے کہ مقبولیت تامہ کے لئے اتیان بالجمیع ضروری ہے اور عقوبت کے لئے اخلال بالبعض بھی بس ہے۔

فائدۂ ثانیہ عشر: تضاعف عذاب و تضاعف ثواب کی وجہ اثنائے تقریر ترجمہ میں مبین ہو چکی۔

فائدۂ ثالثہ عشر: تضاعف عذاب سے شبہ تعارض :مَنۡ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجۡزٰٓى اِلَّا مِثۡلَهَا [الأنعام : ۱۶۰] کا نہ کیا جاوے' کیونکہ حالت کذائیہ خصوصیت کا مقتضی شدت عقوبت ہونا عین مماثلت ہے درمیان عمل و عقوبت کے۔ پس یہاں خود مضاعفت ہی مماثلت ہے۔

فائدۂ رابعہ عشر: اِنِ اتَّقَيۡتُنَّ سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ متقی نہ تھیں بلکہ مقصود اس سے محض تعلیق ہے افضلیت علی النساء کی اتقاء پر تا کہ مدار ہونا تقویٰ کا ظاہر ہو جاوے۔ گو واقع میں مقدم و تالی دونوں متحقق ہوں۔ دوسری توجیہ یہ بھی موافق محاورہ کے ہے کہ اتَّقَيۡتُنَّ کے معنی دمتن علی التقوٰی ہوں یعنی اگر متقی رہو جیسے

اب متقی ہوتب اوروں سے افضل رہوگی۔

فائدۂ خامسہ عشر: لَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ باعتبار مقول لہ کے گو ظاہراً مطلق ہے مگر مقصود تخصیص ہے مکالمہ اجانب کے ساتھ۔

فائدۂ سادسہ عشر: لَا تَخْضَعْنَ اور قَرْنَ اور لَا تَبَرَّجْنَ باعتبار عبارت خطاب کے کہ مخاطب حضرات ازواج مطہرات ہیں' گو ظاہراً خاص ہیں مگر دلالت خطاب کے اعتبار سے مقصود صون عفت ہے جو سب سے مطلوب ہے' یہ احکام عام ہیں سب عورتوں کے لئے جیسا کہ مقاتل نے: **ثم عمت نساء المؤمنين في التبرج** میں کہا ہے رواہ فی الدر بلکہ تأمل سے معلوم ہوتا ہے کہ اور عورتوں کے لئے یہ احکام بدرجہ اولیٰ ہیں کیونکہ علت ان احکام کی سدِ ذرائع فساد ہے جیسا : يَطْمَعُ اس پر دال ہے اور ظاہر ہے کہ دوسری عورتیں سد ذرائع کی زیادہ محتاج ہیں و نیز قَرْنَ کے مقابل یعنی عدم قرار کو تشبیہ دینا امر جاہلیت سے خود عدم قرار کی ذم کے لئے کافی ہے اور ظاہر ہے کہ ایسا امر مذموم دوسری عورتوں کے لئے بھی مشروع نہیں ہوسکتا۔ نیز حدیثوں میں اس قسم کے مضامین **المرأة عورة فاذا خرجت استشرفها الشيطن و نحو ذلك** وارد ہیں جو دلالت علی المطلوب کے لئے وافی ہیں۔ پس عام ہونا ان احکام کا ثابت ہوگیا۔ رہی تخصیص فی الذکر'اس کی یہ وجہ ہے کہ یہاں وعظ امہات المؤمنین کو ہے۔ اس لئے ضمائر میں وہی مخاطب ہیں مگر تخصیص فی الذکر سے تخصیص فی الحکم لازم نہیں اور اگر لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ سے شبہ تخصیص کا پڑے تو اس کے معنی جو لکھے گئے ہیں اس سے اس شبہ کی اصلاً گنجائش نہیں اور اگر بعض علماء کے اس قول سے کہ حجاب صرف ازواج مطہرات کے لئے یہ حجاب واجب لغیرہ ہے کہ سد ذرائع اس کی علت ہے اور یہی وجہ ہے کہ لَا تَخْضَعْنَ اور لَا تَبَرَّجْنَ کو کسی نے خاص نہیں کہا۔ پس قَرْنَ کہ محفوف بین الامرین ہے۔ وہ کیوں خاص ہوگا اور تفصیل و تحقیق اس مضمون کی احقر کے رسالہ القول الصواب میں مشبع ہے۔

فائدۂ سابعہ عشر: قَرْنَ کی توضیح ترجمہ میں جو مواقع ضرورت کو مستثنیٰ کہا ہے اس کی دلیل قولی یہ حدیث ہے: **قد اذن لكن ان تخرجن لحاجتكن (رواه مسلم)** اور دلیل فعلی خود جناب رسول اللہ ﷺ کا سفر اور حج میں ازواج کو لے جانا ہے۔ اب بعض اہل بدعت کا اعتراض حضرت عائشہؓ جنگ جمل کے متعلق نفس خروج میں محض لاشیٔ ہے خصوصاً جبکہ وہ خاص اسی کام کے لئے نکلی بھی نہ تھیں بلکہ وہ مکہ حج کو گئی ہوئی تھیں۔

فائدۂ ثامنہ عشر: بُيُوْتِكُنَّ میں اضافت ملک اور سکنیٰ دونوں کی ہوسکتی ہے۔ صورتِ اولیٰ میں یہ کہا جاوے گا کہ حضور ﷺ نے اپنی حیات میں ان کو مالک کر دیا ہو' کیونکہ میراث کا تو احتمال ہے ہی نہیں اور صورت ثانیہ میں اس کا سکنیٰ کے بعد وفات نبوی ﷺ کے مالکانہ نہ ہوگا بلکہ جس طرح اہل حاجت اوقاف سے منتفع ہوتے ہیں۔ ہاں دونوں احتمالوں میں سے ایک کی تعیین محتاج دلیل مستقل ہے۔ قرآن کا انطباق دونوں پر ممکن ہے۔

فائدۂ تاسعہ عشر: اس مقام پر جو لفظ اہل بیت آیت تطہیر میں آیا ہے۔ سیاق و سباق کے دیکھنے سے بالیقین اس کا مصداق ازواج مطہرات ہیں' چنانچہ ابن عباسؓ کا قول اس آیت تطہیر میں ہے۔ **نزلت فی نساء النبی ﷺ خاصة** اور عکرمہ کا قول ہے **من شاء باهلته انها نزلت في ازواج النبي ﷺ**۔ اور یہ بھی عکرمہ نے کہا: **ليس بالذى تذهبون اليه انما هو نساء النبي ﷺ هذا كله في الدر المنثور** پس اس میں تو کوئی شبہ نہیں اور عنکم میں ضمیر مذکر یا تو باعتبار حضور ﷺ کے معنی بر تغلیب ہے و یا باعتبار لفظ اہل کے ہے جیسا قال **لاهله امكثوا** اب رہا حضرات اہل عبا اس کا مصداق ہونا جیسا حدیث میں ہے کہ آپ نے ان حضرات کو کملی میں لپیٹ کر فرمایا: **اللهم هؤلاء اهل بيتى فاذهب عنهم الرجس وطهر تطهيرًا** یا ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کا مصداق نہ ہونا جیسا ایک حدیث میں ہے کہ حضرت سلمہؓ نے بھی کملی میں آنا چاہا تو آپ نے فرمایا: **انك على خير** اور ان کو داخل نہیں کیا اھ۔ سو اس میں محقق بات یہ ہے کہ آیت اور حدیث میں اہل بیت کا مفہوم متحد نہیں' بلکہ حدیث میں تو عترت مراد ہے اور آیت میں یا تو عام مراد ہے جس کی ایک نوع تو آیت ہی کی مدلول ہے اور دوسری نوع کا مدلول ہونا آپ نے اپنے اس فعل سے ظاہر فرمادیا اور حضرت ام سلمہ کا داخل نہ کرنا اس لئے ہوگا کہ تمہارا تو مدلول آیت ہونا ظاہر ہی ہے جن کا خفی ہے ان کو ظاہر کرتا ہوں۔ پھر تم کو اس کا اہتمام کیا' ضرور اور خیر سے یہی مدلولیت مراد ہوگی اور یا آیت میں صرف حضرات ازواج مراد ہیں۔ اس صورت میں عبا میں داخل فرمانا اور آیت پڑھنا یا آیت کے مناسب الفاظ سے دعاء کرنا بطور علم کے اعتبار ہوگا جیسا حضور ﷺ نے خیبر میں آیت : فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ [الصّٰفّٰت : ۱۷۷] پڑھ دی تھی جس کا نزول مشرکین کے حق میں ہے اور جیسا شاہ ولی اللہؒ نے مسئلہ قدر میں آپ کا آیت: **فاما من اعطى** کا پڑھ دینا اسی پر محمول کیا ہے کذا فی الفوز الکبیر۔ پس مطلب یہ ہوگا کہ اے اللہ ایک نوع اہل بیت کی یہ بھی ہے' ان کے لئے بھی میں دعا کرتا ہوں اور دعا میں اذہاب رجس اور تطہیر سے تطہیر تکوینی مراد ہونا یہ اور زیادہ مؤید ہے اس دعوے کا کہ یہ ادخال بطور علم اعتبار کے ہے' کیونکہ آیت میں تطہیر تشریعی مراد ہے اور حدیث میں وہ مراد نہیں ورنہ اس دعاء کے کوئی معنی محصل نہ ہوں گے اور اس صورت میں **انك على خير** سے یہ مقصود ہونا کہ تم اہل بیت سے نہیں ہو اصلاً محل اشکال نہیں' یعنی اس نوع سے نہیں ہو جو اس وقت مراد ہے اور یہی مطلب ہے حضرت زید بن ارقم کے ارشاد کا کہ اہل بیت وہ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے یعنی عترت جب ان سے اہل بیت کے معنی پوچھے گئے رواہ مسلم۔ پس قرینہ سوال سے انہوں نے یہ معنی فرمائے باقی نہ ان سے آیت کی تفسیر پوچھی گئی اور نہ انہوں نے آیت کے متعلق یہ ارشاد

فرمایا۔ پس ازواج کا اہل بیت نہ ہونا ان کے قول سے ثابت نہیں۔ چنانچہ اسی روایت میں یہ بھی ان ہی کا قول ہے نساء ہ من اهل بیتہ بلکہ معالم میں تو بسند متصل حضرت اُم سلمہؓ کے اس سوال پر کہ میں اہل بیت سے نہیں ہوں؟ خود ارشاد نبویؐ مروی ہے بلٰی ان شاء اللّٰہ تعالٰی غرض اہل بیت کے دو مفہوم ہیں۔ ایک ازواج دوسرے عترت اور خصوصیت قرائن سے کسی مقام پر ایک مفہوم مراد ہوتا ہے کہیں دوسرا اور کہیں عام بھی مراد ہوسکتا ہے۔ پس آیت میں ظاہراً مفہوم اول مراد ہے اور مفہوم ثالث بھی محتمل ہے اور حدیث ثقلین وحرمت صدقہ وحدیث عبا میں دوسرا مفہوم مراد ہے۔ پس اس تحقیق کے بعد نہ آیت میں اشکال ہے نہ کسی حدیث میں نہ باہم تعارض اور نہ اہل حق پر کسی کا کوئی شبہ وارد ہے اور نہ اہل حق کو کسی جگہ تکلف وتاویل کی حاجت ہے۔

فائدۂ عشرین: چونکہ ارادۂ اذہاب رجس وتطہیر کی تفسیر ارادۂ تشریعی کے ساتھ معلوم ہوچکی ہے۔ اس لئے اس سے عصمت اہل بیت پر استدلال اصلاً گنجائش نہیں رکھتا' خواہ اہل بیت سے خاص مراد ہو یا عام اور خواہ ارادہ تشریعیہ کا مراد ہونا متیقن ہو یا محتمل لانہ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال جیسا دوسری آیت میں مؤمنین کو عام ارشاد ہے: ولکن یرید لیطهرکم رہا یہ کہ پھر اہل بیت کی فضیلت کیا ثابت ہوگی' کیونکہ ارادہ تشریعیہ تو تمام مکلفین کے لئے عام ہے۔ جواب یہ ہے کہ اس سے تو اتنی ہی فضیلت ثابت ہوگی کہ ان کی تطہیر کی طرف حق تعالیٰ کو توجہ اور اعتناء ہوا اور گو یہ اعتنا سب مکلفین میں مشترک ہے لیکن کلی مشکک کے طور پر زیادہ اعتناء زیادہ فضیلت پر ضرور دال ہوگا جیسا لفظ اہل بیت جس کا حاصل یہ ہے یا من هو من اهل بیت نبینا وعبدنا المقبول المحبوب المرضی عندنا۔ اس اختصاص بالاعتناء پر دال ہے اور اس سے زیادہ فضائل اہل بیت کے بای معنی اعتبر اس آیت پر موقوف نہیں اور دلائل قرآن وحدیث کے اس پر دال ہیں۔

فائدۂ حادیہ' وعشرین: حدیث میں اور بھی بعض کے لئے تضعیف اجر مرتین آیا ہے۔ وہ حدیث مع اس کے تحقیق معنی کے پارہ بستم کے نصف پر آیت: اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ [القصص : ٥٤] کے ذیل میں گزر چکی ہے اور اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ تین شخصوں کو دہرا اجر ملتا ہے لیکن عدد حصر کے لئے نہیں تا کہ اس آیت کے معارضہ کا اشکال لازم آوے۔ چنانچہ ایک حدیث میں چار کا عدد آگیا ہے اور ازواجِ مطہرات کو اس میں داخل کیا گیا ہے: کما فی الدر بروایۃ الطبرانی عن امامۃ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ اربعۃ یؤتون اجرهم مرتین منهم ازواج رسول اللّٰہ ﷺ۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ : يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اس میں دلالت ہے کہ دنیا اور اس کی زینت کی محبت اللہ اور رسول سے بعد کا سبب ہے ۱۲۔ قولہ تعالیٰ: يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ...... اس میں دلالت ہے کہ جس کی فضیلت زیادہ ہے جیسا : لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اس پر دال ہے اس کا عصیان اور طاعت دونوں اوروں سے اشد واکمل ہیں نزدیکاں رابیش بود حیرانی کی اس میں اصل ہے۔ قولہ تعالیٰ: فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ ...... اس میں اسباب فتنہ سے بچنے کا ارشاد ہے اگرچہ اسباب بعیدہ ہی ہوں خصوص عورتوں سے کہ ان کا قصہ بڑا سخت ہے۔

ملحقات الترجمۃ: ۱۔ قولہ فی الحیٰوۃ: عیش اشارۃ الی حذف المضاف ۱۲۔ ۲۔ قولی فی فتعالین: یعنی متوجہ اشارۃ الی ان المجئ لیس حسیا بل معنویا ۱۲۔ ۳۔ قولہ فی تبرج الجاهلیۃ: دستور اخذ بالحاصل المفهوم من تاکید الفعل بالمصدر القمود منہ التشبیہ ۱۲۔ ۴۔ قولہ فی یتلی: چرچا اشاربہ الی ان التلاوۃ ههنا لیس خاصا بالآیات ۱۲۔ ۵۔ قولہ فی لطیفاً: رازدان فی القاموس العالم بخفایا الامور ودقائقها ۱۲۔

الروایات: قولہ قرن فی الدر المنثور اخرج ابن ابی حاتم عن ام نائلۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنها قالت جاء ابو برزۃ فلم یجدام ولدہ فی البیت وقالوا ذهبت الی المسجد فلما جاء ت صاح بها فقال ان اللّٰہ تعالٰی نهی النساء ان یخرجن وامرهن یقرن فی بیوتهن ولا یتبعن جنازۃ ولا یأتین مسجدا ولا یشهدن جمعۃ اہ قلت وهو نص فی ان الامر بالقرار فی البیوت لیس خاصا بامهات المؤمنینؓ والتخصیص بالذکر لان الکلام فی المقام معهن وکذا افاد النهی للنساء عن الخروج ولو الی المساجد وان اشکل علیك ان الآیۃ لو کانت عامۃ لمنعن عن الخروج فی عهدہ ﷺ فازحہ بان مراد ابی برزۃؓ عموم الآیۃ بواسطۃ القیاس باشتراك العلۃ وهی الفتنۃ وانها لم تقع فی عهدہ ﷺ فلم تعم الآیۃ ووقعت بعدہ فعمت ۱۲۔ قولہ لا تبرجن فی الدر ایضا اخرج ابن سعد وابن ابی حاتم عن مجاهد رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ قال کانت المرأۃ تخرج فتمشی بین الرجال فذلك تبرج الجاهلیۃ الاولی واخرج ابن ابی حاتم عن مقاتل قال التبرج انها تلقی الخمار علی راسها ولا تشدہ فیواری قلائدها وقرطها وعنقها ویبد وذلك کلہ منها اہ قلت وساق روایات اخر فی معنی التبرج ویحصل من المجموع ان التبرج عام فی مطلق الخروج بلا ضرورۃ ولو مع ستر العورات او مع کشف شئ منها ولو بلا شئ من المربیات او مع شئ منها ۱۲۔ فائدہ: تتعلق بآیۃ التطهیر وایضا عدم ادخال ام سلمۃؓ کان للحجاب عن علیؓ لان آیۃ التطهیر متاخرۃ عن آیۃ التخییر وهی متاخرۃ عن مسئلۃ الحجاب التی ضربت اولا علی زینب فی اول عرسها وقد کانت فی المخیرات وانما سألتہ ام سلمۃ مع علمها

بالحجاب لانه كان ممكنا مع الحجاب الذى يكون فى حالة الضرورة فافهم ۱۲۔

اللغات: قوله تبرج ظهور ۱۲۔

البلاغۃ: قوله ليذهب الخ فى المدارك استعار للذنوب الرجس و للتقوىٰ الطهر لان عرض المقترف للمقبحات يتلوث بها كما يتلوث به بدنه بالارجاس واما المحسنات فالعرض منها نقى كالثوب ا ہ قلت وبه علم وجه الجمع بينهما ۱۲۔

اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْقٰنِتٰتِ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالصّٰدِقٰتِ وَالصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰبِرٰتِ وَالْخٰشِعِيْنَ وَالْخٰشِعٰتِ وَالْمُتَصَدِّقِيْنَ وَالْمُتَصَدِّقٰتِ وَالصَّآئِمِيْنَ وَالصّٰٓئِمٰتِ وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَالْحٰفِظٰتِ وَالذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّالذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۳۵﴾

بے شک اسلام کے کام کرنے والے مرد اور اسلام کے کام کرنے والی عورتیں اور ایمان لانے والے مرد اور ایمان لانے والی عورتیں اور فرمانبرداری کرنے والے مرد اور فرمانبرداری کرنے والی عورتیں اور راستباز مرد اور راستباز عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں اور خشوع کرنے والا مرد اور خشوع کرنے والی عورتیں اور خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور بکثرت اللہ کو یاد کرنے والے مرد اور یاد کرنے والی عورتیں ان سب کے لئے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔ ﴿۳۵﴾

تفسیر ربط: اوپر اوامر ونواہی میں اصل روئے سخن حضرات ازواج مطہرات کی طرف تھا اور ان کے لئے اعمالِ صالحہ پر بشارت اجر وثواب وتطہیر واذہاب رجس کی تھی آگے تعمیم رحمت وشریعت کے اظہار کے لئے عام مؤمنین ومؤمنات کو اعمالِ صالحہ پر اسی فضل کی بشارت دیتے ہیں۔ چنانچہ مغفرت اور اذہاب رجس متقارب المعنی ہیں اور اجر عظیم اور اجر مرتین متناسب الالفاظ بھی ہیں چنانچہ بعض اسباب نزول اس تقریر ربط کے مؤید بھی ہیں۔ جیسا درِ منثور میں قتادہؓ سے ہے کہ بعض بیبیاں ازواج مطہرات کے پاس جا کر کہنے لگیں کہ تمہارا تو قرآن میں ذکر آیا ہمارا نہیں' یعنی اس موقع پر نہیں آیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور بعض روایات میں جو ہے کہ حضرت ام سلمہؓ نے تمنا کی تھی کہ ہمارا بھی ذکر قرآن میں آتا اور اس پر یہ آیت نازل ہوئی کذا فی الدر ایضاً تو اس میں یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ اوپر کی آیات میں تو ان کا ذکر آ چکا تھا' شاید تمنا اس کی ہوگی کہ تشریع عام کے طور پر عورتوں کا بھی ذکر آوے اور مردوں کا ذکر ملا دینے میں اشارہ ہے جواب کی طرف کہ استقلالاً ذکر آنے کی اس لئے ضرورت نہیں کہ شرائع مردوں اور عورتوں میں مشترک ہیں' پھر مرد متبوع ہوتے ہیں' ان کا خطاب کافی ہے۔

تبشیر عام جمیع اہل اسلام بر امتثال احکام: اِنَّ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمٰتِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ (الی قوله تعالی) اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۳۵﴾ بے شک اسلام کے کام کرنے والے مرد اور اسلام کے کام کرنے والی عورتیں اور ایمان لانے والے مرد اور ایمان لانے والی عورتیں (پس اس تفسیر پر اسلام سے مراد اعمال نماز' روزہ' زکوٰۃ حج وغیرہا ہوئے اور ایمان سے مراد عقائد ہوئے۔ جیسا صحیحین میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کے پوچھنے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی جواب دینا مروی ہے) اور فرمانبرداری کرنے والے مرد اور فرمانبرداری کرنے والی عورتیں (اس میں اشارہ ہے کہ اعمال وعقائد ان کے محض براہ انقیاد ہیں ان میں کچھ پس وپیش یا کراہت نہیں ہے) اور راست باز مرد اور راست باز عورتیں (اس میں صدق فی القول وفی العمل وفی النیت وفی الایمان سب آ گیا' یعنی نہ وہ کاذب فی الکلام ہیں نہ عمل میں کم ہمت اور سست ہیں نہ نیت میں ریاکار ہیں اور نہ منافق ہیں) اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں (اس میں سب اقسام صبر کے آ گئے۔ صبر طاعات پر اور صبر معاصی سے اور صبر مصائب پر) اور خشوع (خضوع) کرنے والے مرد اور خشوع (خضوع) کرنے والی عورتیں (اس میں تواضع جو ضد تکبر کی ہے وہ بھی داخل ہے اور نماز اور عبادات میں توجہ قلب اور جوارح سے بھی داخل ہے) اور خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں (اس میں زکوٰۃ اور صدقات نافلہ سب داخل ہیں) اور روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں (اس میں بھی روزہ فرض اور نفل سب آ گیا) اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور بکثرت خدا کی یاد کرنے والے مرد اور یاد کرنے والی عورتیں (یعنی جو اذکار مفروضہ کے علاوہ اذکار نافلہ کو بھی ادا کرتے ہیں) ان سب کے لئے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔

البلاغۃ: قوله لهم فيه تغليب ولعل الاكتفاء بضمير المذكر اشارة الى ان الذكورهم الاصول ومن ثم لم يصرح بذكر النساء فى الاكثر ۱۲۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ﴿۳۶﴾ وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِيْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِيْ فِيْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ ۚ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰىهُ ؕ فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿۳۷﴾ مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ فِيْمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ ؕ سُنَّةَ اللّٰهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرَا ۙ﴿۳۸﴾ الَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَيَخْشَوْنَهٗ وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ﴿۳۹﴾ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۴۰﴾

ع ۵

اور کسی ایماندار مرد اور کسی ایمان دار عورت کو گنجائش نہیں ہے جب کہ اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کسی کام کا حکم دے دیں کہ (پھر) ان کو ان (مؤمنین) کے اس کام میں کوئی اختیار (باقی) رہے اور جو شخص اللہ کا اور اس کے رسول کا کہنا نہ مانے گا وہ صریح گمراہی میں پڑا۔ اور جب آپ اس شخص سے فرما رہے تھے جس پر اللہ تعالیٰ نے بھی انعام کیا اور آپ نے بھی انعام کیا کہ اپنی بی بی (زینب) کو اپنی زوجیت میں رہنے دے اور اللہ سے ڈر اور آپ اپنے دل میں وہ (بات بھی) چھپائے ہوئے تھے جس کو اللہ تعالیٰ آخر میں ظاہر کرنے والا تھا اور آپ لوگوں (کے طعن سے) اندیشہ کرتے تھے اور ڈرنا تو آپ کو اللہ ہی سے زیادہ سزاوار ہے۔ پھر جب زید کا اس سے جی بھر گیا۔ ہم نے آپ سے اس کا نکاح کر دیا تاکہ مسلمانوں پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیبیوں کے (نکاح کے) بارے میں کچھ تنگی نہ رہے۔ جب وہ (منہ بولے) ان سے اپنا جی بھر چکیں اور اللہ کا یہ حکم تو ہونے والا تھا ہی اور ان پیغمبر کیلئے جو بات (تکوینا یا تشریعا) اللہ تعالیٰ نے مقرر کر دی۔ اس میں ان کو کوئی الزام نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان (پیغمبروں) کے حق میں (بھی) یہی معمول کر رکھا ہے جو پہلے ہو گزرے ہیں اور اللہ کا حکم تجویز کیا ہوا (پہلے سے) ہوتا ہے۔ یہ سب (پیغمبران گزشتہ) ایسے تھے کہ اللہ کے احکام پہنچایا کرتے تھے اور (اس باب میں) اللہ ہی سے ڈرتے تھے اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرتے تھے اور اللہ حساب لینے کے لئے کافی ہے۔ محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔ لیکن اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں پر ختم ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔ ۞

تفسیر ربط: اوپر چند جگہ بیان ہوا ہے کہ اعظم مقاصد سورت آپ کی تعظیم واجلال واطاعت کا اہتمام اور آپ کو ایذاء دینے کی تحریم ہے اور دونوں کے بعض بعض انواع اوپر آ چکے ہیں جن میں نوع دوم ایذاء کی تمہید میں حضرت زیدؓ کا قصہ بھی لکھا گیا ہے۔ آگے اسی قصہ کے متعلق دو مضمون ہیں' ایک نوع سوم آپ کی تعظیم حق کی اور ایک تفصیل نوع دوم ایذاء کی جو اوپر اجمالاً آئی تھی۔ سبب نزول مضمون اول کا یہ ہے کہ حضور ﷺ نے ان حضرت زید کا نکاح اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینبؓ سے کرنا چاہا' چونکہ حضرت زید عام میں غلام مشہور ہو چکے تھے حضرت زینبؓ نے اور ان کے بھائی حضرت عبداللہ بن جحشؓ نے اس نکاح کی منظوری سے عذر کیا۔ اس پر مضمون اول کی آیت نازل ہوئی: وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ...... اور مضمون ثانی کا سبب نزول یہ ہے کہ جب آیت اولیٰ کے نزول پر نکاح منظور کر لیا گیا اتفاق سے باہم مزاجوں میں توافق نہ ہوا حضرت زید نے طلاق دینا چاہی اور حضور ﷺ سے مشورہ کیا' آپؐ نے فہمائش کی کہ طلاق مت دو مگر جب کسی طرح موافقت نہ ہوئی آخر پھر طلاق کا عزم ظاہر کیا اس وقت آپ کو وحی سے معلوم ہوا کہ زید ضرور طلاق دیں گے اور زینبؓ کا نکاح آپ سے ہوگا۔ اوردہ فی الروح بروایۃ الحکیم الترمذی وغیرہ من الامام زین العابدین علی بن الحسین اور اس وقت مصلحت بھی یہی تھا کیونکہ اول تو یہ نکاح خلاف مرضی ہونے سے موجب رنج طبعی ہوا تھا' پھر اس پر طلاق دینا اور زیادہ موجب کلفت و دل شکنی تھا۔ اس دل شکنی کا تدارک جس سے حضرت زینب کی اشک شوئی ہو سکتی تھی اس سے بہتر اور کوئی نہ تھا کہ حضور ان سے نکاح کر کے انکی دلجوئی اور قدر افزائی فرماویں مگر ساتھ ہی خیال تھا طعن عوام کا مگر حکم الٰہی سے نکاح ہوا جس میں علاوہ مصلحت مذکورہ خاصہ کے مصلحت شرعیہ عامہ یہ تھی کہ متبنّٰی کی زوجہ سے نکاح کی حلت فعل رسول اللہؐ سے بھی ثابت ہو جاوے کما قال تعالیٰ: لِكَيْ لَا يَكُوْنَ...... کہ تشریع قولی کے ساتھ تشریع فعلی کا انضمام زیادہ مؤکد و مقوی حکم و رافع وساوس و شکوک ہے' پس پچھلی آیتیں اس کے متعلق نازل ہوئیں۔

نوع سوم جلالت شان رسولؐ بیان وجوب اطاعت حضرت ایشاں وتفصیل جواب نوع دوم ایذاء کہ طعن بود بر نکاح زینب رضی اللہ عنہا:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ (الی قولہ تعالٰی) وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا اور کسی ایماندار مرد اور کسی ایماندار عورت کو گنجائش نہیں جبکہ اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا (گو وہ دنیا ہی کی بات کیوں نہ ہو وجوباً) حکم دے دیں کہ (پھر) ان (مؤمنین) کو ان کے اس کام میں کوئی اختیار (باقی) رہے (یعنی اس اختیار کی گنجائش نہیں رہتی کہ خواہ کریں یا نہ کریں بلکہ عمل ہی کرنا واجب ہوتا ہے) اور جو شخص (بعد حکم وجوبی کے) اللہ کا اور اس کے رسول کا کہنا نہ مانے گا وہ صریح گمراہی میں پڑا (یہاں مؤمن کے عموم میں حضرت عبداللہ بن جحشؓ اور مؤمنہ کے عموم میں حضرت زینب بنت جحشؓ اور اَمْرِهِمْ کے عموم میں حضرت زیدؓ سے نکاح کرنا داخل ہیں۔ چنانچہ اس آیت کے سننے کے بعد وہ نکاح منظور کر لیا) اور (آگے اس نکاح کے بعد کا قصہ ہے کہ اس وقت کو یاد کیجئے) جب آپ (فہمائش ومشورہ کے طور سے) اس شخص سے فرما رہے تھے جس پر اللہ نے بھی انعام کیا (کہ اسلام کی توفیق دی کہ انعام دینی ہے اور غلامی سے چھڑایا کہ نعمت دنیویہ ہے) اور آپ نے بھی انعام کیا (تعلیم دین فرمائی اور آزاد کیا اور پھوپھی زاد بہن سے نکاح کرایا مراد زید ہے کہ آپ ان کو سمجھا رہے تھے) کہ اپنی بی بی (زینب) کو اپنی زوجیت میں رہنے دے (اور اس کی معمولی خطاؤں پر نظر نہ کرے کہ گاہے اس سے ناموافقت ہو جاتی ہے) اور خدا سے ڈر (اور اس کے حقوق میں بھی کوتاہی نہ کر کہ گاہے اس سے ناموافقت ہو جاتی ہے) اور (جب شکایتیں حد سے متجاوز ہو گئیں اور قرائن سے اصلاح وتوافق کی امید نہ رہی تو اس وقت فہمائش کے ساتھ) آپ اپنے دل میں وہ بات (بھی) چھپائے ہوئے تھے جس کو اللہ تعالیٰ (آخر میں) ظاہر کرنے والا تھا (مراد اس سے نکاح ہے حضرت زینبؓ سے درصورت تطلیق زید کے جس کو حق تعالیٰ نے زَوَّجْنٰكَهَا میں قولاً اور خود نکاح واقع کر دینے سے فعلاً ظاہر فرمایا) اور (اس ارادۂ معلقہ نکاح کے ساتھ ہی) آپ لوگوں (کے طعن) سے (بھی) اندیشہ کرتے تھے (کیونکہ اس وقت تک اس نکاح میں مصلحت دینیہ ہونا ذہن مبارک میں نہ آیا ہوگا محض دنیوی مصلحت خاص حضرت زینب کے خیال میں ہوگی اور امور دنیویہ میں ایسا اندیشہ ہونا مضائقہ نہیں بلکہ بعض حیثیتوں سے مطلوب ہے جبکہ اعتراض سے دوسروں کی دین کی خرابی کا احتمال ہو اور ان کو اس سے بچانا مقصود ہو) اور ڈرنا تو آپ کو خدا ہی سے زیادہ سزاوار ہے (یعنی چونکہ واقع میں اس میں دینی مصلحت ہے جیسا آگے لِكَیْ لَا یَكُوْنَ ...... میں مذکور ہے اس لئے خلق سے اندیشہ نہ کیجئے۔ چنانچہ بعد اطلاع مصلحت دینیہ کے پھر اندیشہ آپ نے نہیں کیا اور ارادۂ نکاح میں تو کیا اندیشہ ہوتا خود نکاح کے بعد بھی اندیشہ نہیں کیا جس کا قصہ آگے ہے کہ) پھر جب زید کا اس (زینب) سے جی بھر گیا (یعنی طلاق دے دی اور عدت بھی گزر گئی تو) ہم نے آپ سے اس کا نکاح کر دیا تاکہ مسلمانوں پر اپنے منہ بولے بیٹوں کی بیبیوں کے (نکاح کے) بارہ میں کچھ تنگی نہ رہے جب وہ (منہ بولے بیٹے) ان سے اپنا جی بھر چکیں (یعنی طلاق دے دیں مطلب یہ ہے کہ اس تشریع کا اظہار ہم کو مقصود تھا) اور خدا کا یہ حکم تو ہونے والا تھا ہی (کیونکہ حکمت اس کو مقتضی تھی آگے طعن کا جواب ہے کہ) ان پیغمبر کے لئے خدا تعالیٰ نے جو بات (تکویناً تشریعاً) مقرر کر دی تھی اس میں نبی پر کوئی الزام (اور طعن کی بات) نہیں اللہ تعالیٰ نے ان (پیغمبروں کے) کے حق میں (بھی) یہی معمول کر رکھا ہے جو پہلے ہو گزرے ہیں (کہ ان کو جس امر کی اجازت ہوتی ہے بے تکلف وہ اس کو کرتے رہے ہیں اور محل طعن نہیں ہو سکے ایسے ہی یہ نبی بھی محل اعتراض نہیں) اور (ان پیغمبروں کے بھی اس قسم کے جتنے کام ہوئے ان سب کے بارے میں بھی) اللہ کا حکم تجویز کیا ہوا (پہلے سے) ہوتا ہے (اور اسی کے موافق ان کو حکم ہوتا ہے اور وہ عمل کرتے ہیں شاید آپ کے قصہ میں اس مضمون کو لانا اور پھر انبیاء کے تذکرہ میں اس کو مکرر لانا اس طرف[1] اشارہ ہو کہ ایسے امور مثل تمام امور کائنہ کے ایسے متضمن حکمت ہوتے ہیں کہ پہلے ہی سے علم الٰہی ہی میں تجویز ہو چکتے ہیں پھر نبی پر طعن کرنا اللہ پر طعن کرنا ہے بخلاف ان امور کے جن پر خود حق تعالیٰ ملامت فرماویں گو وہ مقدر ہونے کی وجہ سے متضمن حکمت ہوں مگر محل ملامت ہونا دلیل ہے اس کے تضمن مفاسد کی اس لئے ان مفاسد کے اعتبار سے ان پر نکیر جائز ہے۔ آگے ایک مدح خاص ہے ان پیغمبروں کی تاکہ آپ کو تسلی ہو یعنی) یہ سب (پیغمبرانِ گزشتہ) ایسے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچایا کرتے تھے (اگر تبلیغ قولی کے مامور ہوئے تو قولاً اور اگر تبلیغ فعلی کے مامور ہوئے تو فعلاً) اور (اس باب میں) اللہ ہی سے ڈرتے تھے اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تھے (پس آپ کو بھی جب تک معلوم نہ تھا کہ یہ نکاح تبلیغ فعل ہے اندیشہ ہونا مضائقہ نہیں لیکن اب جب یہ بات معلوم ہو گئی تو آپ بھی اندیشہ نہ کیجئے جیسا کہ مقتضا ہے شانِ رسالت کا' چنانچہ اس کے انکشاف کے بعد پھر آپ نے اندیشہ نہیں کیا اور باوجودیکہ خود آپ کو رسالات میں خشیت نہیں ہوئی نہ اس کا احتمال تھا پھر بھی انبیاء کا قصہ سنانا زیادہ تقویت قلب کے لئے ہے) اور (آپ کی اور زیادہ تسلی کے لئے فرماتے ہیں کہ) اللہ (اعمال کا) حساب لینے کے لئے کافی ہے (پھر کسی سے کاہے کا ڈر' نیز آپ کے طاعنین کو بھی سزا دے گا آپ طعن سے مغموم نہ ہو جئے یہ اوپر تو اس فعل کا استحسان مذکور ہوا ہے آگے اس کے استہجان کا جواب ہے جس کا معترضین دعویٰ کرتے تھے یعنی) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں (یعنی جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علاقۂ اولاد نہیں رکھتے جیسا مِنْ رِّجَالِكُمْ ...... کی اضافت سے قطع اضافت آپ سے مقصود ہے۔ آپ کو ان لوگوں کے ساتھ ایسی ابوت حاصل نہیں جو کسی دلیل صحیح سے موجب تحریم اس کی زوجہ کی ہو جاوے' پھر جب طعن کا مبنیٰ ہی باطل ہے تو مبنی بھی محض فاسد ہے) لیکن

(ہاں ایک دوسری ابوت روحانی بے شک حاصل ہے چنانچہ) آپ اللہ کے رسول ہیں (اور رسول روحانی مربی ہونے سے اب روحانی ہوتا ہے) اور (اس ابوت روحانیہ میں اس درجہ کامل ہیں کہ سب رسولوں سے اکمل وافضل ہیں۔ چنانچہ آپ) سب نبیوں کے ختم پر ہیں (اور جو نبی ایسا ہوگا وہ ابوت روحانیہ میں سب سے بڑھ کر ہوگا کیونکہ اوروں کی تربیت تو غیر مؤبد ہوگی اور ایسے نبی کی ابوت مؤبد ہوگی اور خاتم کا دورۂ نبوت اگر اور انبیاء کے زمانہ سے زیادہ بھی نہ ہوتا تب بھی ابوت کی تقویت کیفیہ کے لئے نفس تابید ہی کافی ہو جاتی اور جب زمانہ بھی اوروں سے زیادہ ہوگیا تو تقویت کمیہ بھی منضم ہوکر زیادہ قوت ہوگئی اور اگر عموم بعثت پر بھی لحاظ کیا جاوے تو اور زیادہ قوت ثابت ہوگئی۔ مطلب یہ کہ ابوت جسمانیہ تو ہے نہیں جو موجب اعتراض ہوتی البتہ ابوت روحانیہ بدرجہ کمال ہے اور وہ خود قاطع اعتراض ہے کیونکہ نبی کا اعتقاد اور اس کیلئے انقیاد فرض ہے) اور (اگر یہ وسوسہ ہو کہ یہ نکاح ناجائز تو نہیں لیکن اگر نہ ہوتا تو بہتر تھا کہ اعتراض کا موقع ہی نہ ہوتا تو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ) اللہ تعالیٰ ہر چیز (کے باوجود یا عدم کی مصلحت) کو خوب جانتا ہے (پس اس کے وجود ہی میں مصلحت تھی اس لئے نبی ﷺ کے لئے تجویز کیا گیا) ف: آیت وَمَا كَانَ ...... میں مِنْ اَمْرِهِمْ عام ہے امر دینی وامر دنیوی کو پس امور دنیویہ میں بھی اگر آپ جزماً کوئی حکم فرماویں واجب العمل ہوگا اور حدیث تابیر میں جو ارشاد ہے انتم اعلم باموردنیاکم۔ یہ اس صورت میں ہے جب آپ محض رائے اور مشورہ کے طور پر فرماویں اور رہا یہ کہ پھر بلا جزم فرمانے میں تو امور دینیہ میں بھی اتباع واجب نہیں جیسے نوافل میں پھر حدیث تابیر میں ارشاد مذکور کا مقابلہ اذا امرتکم بشیٔ من الدین سے کیا۔ معنی جواب یہ ہے کہ امر دینی میں ایک اتباع مطلقاً واجب ہے یعنی اعتقاد بخلاف امر دنیا کے کہ اس کی مصلحت اور نافع ہونے کا اعتقاد بھی واجب نہیں اور چونکہ حضرت زید کو قرائن سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ آپ بطور رائے ومشورہ کے عدم تطلیق کے لئے فرمارہے ہیں اس کو نہ ماننا مَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ میں داخل نہ ہوا جیسا حضرت بریرہؓ کو مغیثؓ کے پاس رہنے کو فرمایا اور انہوں نے یہ تحقیق کرکے محض شفاعت ہے امر نہیں ہے منظور نہیں کیا اور ملامت نہیں ہوئی اور حضرت عبداللہ و حضرت زینبؓ سے جزماً ارشاد فرمایا ہوگا اور آیت: اِذْ تَقُوْلُ میں یاد دلانا جس سے ایک معاتبۂ محبت مترشح ہے یہ بات بتلاتا ہے کہ آپ کو جب وحی سے اپنے ساتھ آئندہ تزوج ہونا معلوم تھا فہمائش مناسب نہ تھی اور گو فہمائش اس لئے اس کے منافی بھی نہیں کہ وقت تزوج ثانی کا معلوم نہ ہوگا' آپ چاہتے ہوں گے کہ جب تک وہ وقت نہ آوے ابقائے زوجیت ہی بہتر ہے اور مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ کی تفسیر محبت وغیرہ سے کرنا جیسا بعض اقوال شاذہ وغیر مستندہ الی الدلیل الصحیح میں ہے صحیح نہیں کیونکہ ان سے پوچھا جاوے گا کہ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کا ابداء کہاں کیا بخلاف تفسیر بالنکاح کے کہ زَوَّجْنٰكَهَا میں اس کا ابداء ہوا ہے اور زَوَّجْنٰكَهَا سے آیا یہ مراد ہے کہ ظاہری نکاح کی بھی حاجت نہیں یا یہ کہ ہم حکم کرتے ہیں کہ نکاح کرلو دونوں طرف مفسر گئے ہیں اور ہر ایک دوسری روایات میں تاویل مناسب کرلے گا اور جو تفسیر رِّجَالِكُمْ کی کی گئی ہے اس میں نساء بھی شریک ہیں مگر کلام زید میں ہو رہا ہے اس لئے ذکر میں رجال کی تخصیص کی گئی اور نساء کی زوجات سے نکاح کے کوئی معنی بھی نہیں اور عیسیٰ علیہ السلام کو نبی ہوں گے مگر ان کی نبوت حادث نہ ہوگی اور مستقل ہوکر نہ آویں گے۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَ تَخْشَى النَّاسَ ۚ ...... یعنی لوگوں کے اعتراض سے ڈرتے تھے۔ اس میں دلالت ہے کہ جس فعل میں کوئی دینی مصلحت ہو جیسے اس قصہ میں مصلحت تھی اس میں ملامت کی پرواہ نہ کرنا چاہئے اور وہ مصلحت وہ ہے جس کو حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ البتہ جس میں بجائے مصلحت کے عام مؤمنین کے لئے کوئی مفسدہ ومضرت ہو اس میں احتیاط کرنا چاہئے جیسے حضور ﷺ نے حطیم میں کیا۔ قولہ تعالیٰ: مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ اس پر دال ہے کہ معنوی باپ جیسے شیخ کا حکم حسی باپ کا سا نہیں مثلاً میراث یا وجوب نفقہ یا حرمت نکاح۔ پس بعض جہلاء کا جو خیال ہے کہ مرید نی پردہ نہ کرے یا مرید نی سے نکاح درست نہیں، محض غلط ہے ۱۲۔

الحواشی: (۱) مطلب یہ کہ دوبارہ جس عنوان سے یہ مضمون لایا گیا ہے یعنی قَدَرًا مَّقْدُوْرًا اس عنوان خاص میں اشارہ ہے کہ جب یہ ہمارا تجویز کیا ہوا تھا تو پھر کیا ہم پر اعتراض کیا جاتا ہے یہ نکتہ اول عنوان یعنی مفعولا میں نہ تھا کیونکہ وہ بمادتہ صرف وقوع پر دال ہے نسبت الی اللہ بالتقدیر پر دال نہیں اور آگے چل کر جو یہ عبارت ہے بخلاف ان امور کے الخ اس کو اس اشارہ میں دخل نہیں مستقل جواب ہے سوال مقدر کا ۱۲ منہ۔ (۲) ای حال زید من انعام الرسول علیہ یعنی کونہ منعما علیہ الذی من لوازمہ الانبساط وعدم الاحتشام یقتضی ان لا یظہر ﷺ خلاف ما فی ضمیرہ ۱۲ منہ۔

فائدۃ: متعلقۃ بقولہ تعالیٰ ما کان محمد الخ قد ذکروا اشکالاً فی الآیۃ وھو ان سیاقھا لنفی ابوتہ علیہ السلام لزید فیرد بہ علی المعترض فان ارید بالابوۃ الحقیقیۃ اللغویۃ لم تلایم السیاق ولم یحصل بھا الرد المذکور اذ لم یکن احد یزعم انہ ﷺ کان ابا لزید بالولادۃ وان ارید بھا الابوۃ المجازیۃ لم یسلموا نفیھا لتحققھا عندھم بالتبنی وبما قررت الآیۃ انحل ھذا الاشکال فتامل فی قولی ایسی ابوت حاصل نہیں جو کسی دلیل صحیح سے الخ۔

اللغات: خیرۃ مصدر ۱۲۔ قولہ امسک تعدیۃ بعلی لتضمنہ معنی الحبس۔ قولہ قضی وطرا ای طلقھا ومعنی الوطر الحاجۃ لان

الطلاق یکون اذا لم یبق حاجة الی المرأة ۱۲۔ قوله خاتم بکسر التاء اسم فاعل من الختم وبفتح التاء یا نختم به فالکلام علی التشبیه البلیغ ای کالخاتم ۱۲۔

البلاغۃ :قوله ان یکون لهم الخیرة من امرهم وضمیر لهم عائد الی النکرة باعتبار المعنی وکذا فی امرهم ولعل الفائدة فی العدول عن الظاهر فی الضمیر الاول بان یقال له علی ما قال الطیبی الایذان بانه کما لا یصح لکل فرد فرد من المؤمنین ان یکون لهم الخیرة کذلك لا یصح ان یجتمعوا علی کلمة واحدة لان تاثیر الجماعة واتفاقهم اقوی من تاثیر الواحد ویستفاد منه فائدة الجمع فی الضمیر الثانی وکذا وجه افراد الامر اذا امعن النظر اه من الروح ۱۲۔ قوله للذی انعم اللّٰه علیه فی الروح وایراده بالعنوان المذکور کما قال شیخ الاسلام لبیان منافاة[۳] حاله لما صدر عنه علیه السلام من اظهار خلاف ما فی ضمیره الشریف اذ هو انما یقع عند الاستحیاء والاحتشام وکلاهما مما لا یتصور فی حق زید رضی اللّٰه تعالی عنه ۱۲۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا ﴿۴۱﴾ وَّ سَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِیْلًا ﴿۴۲﴾ هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْكُمْ وَ مَلٰٓىِٕكَتُهٗ لِیُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَ كَانَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا ﴿۴۳﴾ تَحِیَّتُهُمْ یَوْمَ یَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ۚۖ وَ اَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِیْمًا ﴿۴۴﴾ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا ﴿۴۵﴾ وَّ دَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا ﴿۴۶﴾ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِیْرًا ﴿۴۷﴾ وَ لَا تُطِعِ الْكٰفِرِیْنَ وَ الْمُنٰفِقِیْنَ وَ دَعْ اَذٰىهُمْ وَ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِیْلًا ﴿۴۸﴾

کہ وہ (خواہ بھی) اور اس کے فرشتے تم پر رحمت بھیجتے رہتے ہیں تا کہ حق تعالیٰ تم کو تاریکیوں سے نور کی طرف لے آئے اور اللہ تعالیٰ مؤمنین پر بہت مہربان ہے۔ وہ جس روز اللہ سے ملیں گے تو ان کو جو سلام ہوگا وہ یہ ہوگا کہ السلام علیکم اور اللہ نے ان کے گلے عمدہ صلہ (جنت میں) تیار کر رکھا ہے۔ اے نبی ہم نے بے شک آپ کو اس شان کا رسول بنا کر بھیجا ہے کہ آپ گواہ ہوں گے اور آپ (مؤمنوں کو) بشارت دینے والے ہیں اور (کفار) کو ڈرانے والے ہیں اور سب کو اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والے ہیں اور آپ کو ایک روشن چراغ ہیں اور مؤمنین کو بشارت دیجئے کہ ان پر اللہ کی طرف سے بڑا فضل ہونے والا ہے اور کافروں اور منافقوں کا کہنا نہ کیجئے اور ان کی طرف سے جو ایذا پہنچے اس کا خیال نہ کیجئے اور اللہ پر بھروسہ کیجئے اللہ کافی کارساز ہے۔

تفسیر ربط :اوپر نکاح زینبؓ کہ متعلق دفع طعن تھا اور اس کے ضمن میں آپ کی فضیلت رسالت وختم نبوت کا ذکر تھا جس کا نفع تام عام مسلمانوں کی طرف ہے آگے مسلمانوں کو اس احسان عظیم کے شکریہ میں خصوص کے ساتھ ذکر وطاعت کا حکم اور زیادت ترغیب ذکر وطاعات کے لئے اپنے اور بھی احسانات عاجلہ و آجلہ کی حکایت اور بشارت اور دفع طعن واثبات فضیلت نبویہ کی تقویت کے لئے آپ کے بعض اور فضائل مع آپ کے تسلیہ کے ارشاد فرماتے ہیں اور یہ بیان فضائل نوع چہارم ہے جلالت شان نبوی کی۔

خطاب بمؤمنین بذکر بعض منن وخطاب رسول ﷺ ببعض فضائل از اجلال حضرت ایشان مع تسلیہ :

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِیْرًا (الی قوله تعالی) وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِیْلًا ﴿۴۸﴾ اے ایمان والو! تم (احسانات الٰہیہ کو عموماً اور ایسے اکمل رسل کی بعثت کے احسان کو خصوصاً یاد کر کے اس کا یہ شکریہ ادا کرو کہ) اللہ کو خوب کثرت سے یاد کرو (اس میں سب طاعات آ گئیں) اور (اس ذکر وطاعت پر دوام رکھو پس) صبح وشام (یعنی علی الدوام) اس کی تسبیح و (تقدیس) کرتے رہو (جناناً بھی ارکاناً بھی لساناً بھی، پس جملہ اولیٰ سے عموم اعمال وطاعات کا اور جملہ ثانیہ میں عموم ازمنہ واوقات کا حاصل ہو گیا یعنی نہ تو ایسا کرو کہ کوئی حکم بجالائے اور کوئی نہ بجالائے اور نہ ایسا کرو کہ کسی دن کوئی کام کر لیا، کسی دن نہ کیا اور جیسا اس نے تم پر بہت سے احسان کئے ہیں وہ آئندہ بھی کرتا رہتا ہے۔ پس بالضرور وہ مستحق ذکر وشکر ہے چنانچہ) وہ ایسا (رحیم) ہے کہ وہ (خود بھی) اور (اس کے حکم سے) اس کے فرشتے (بھی) تم پر رحمت بھیجتے رہتے ہیں (اس کا رحمت بھیجنا تو رحمت کرنا ہے اور فرشتوں کا رحمت بھیجنا رحمت کی دعاء کرنا ہے۔ کما قال الَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ (الی قوله تعالی) وَ قِهِمُ السَّیِّاٰتِ [المؤمن ۷ تا ۹] اور یہ رحمت بھیجنا اس لئے ہے) تا کہ حق تعالیٰ (ببرکت اس رحمت کے) تم کو (جہالت و ضلالت کی) تاریکیوں سے (علم اور ہدایت کے نور) کی طرف لے آوے (یعنی خدائی رحمت اور دعائے ملائکہ کی برکت ہے کہ تم کو علم اور ہدایت کی توفیق اور

اس پر ثبات حاصل ہے کہ یہ نعمت ہر وقت متجد دہوتی رہتی ہے)اور (اس سے ثابت ہوا کہ) اللہ تعالیٰ مؤمنین پر بہت مہربان ہے (اور یہ رحمت تو مؤمنین کے حال پر دنیا میں ہے اور آخرت میں بھی وہ مورد رحمت ہوں گے چنانچہ) وہ جس روز اللہ سے ملیں گے تو ان کو جو سلام ہوگا وہ یہ ہوگا کہ (اللہ تعالیٰ خود ان سے ارشاد فرماوے گا) السلام علیکم (کہ اولاً خود سلام ہی علامت اعزاز کی ہے پھر جبکہ خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے سلام ہو کما قال: سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ [یٰس : ۵۷] اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ خود اہل جنت سے فرماوے گا السلام علیکم رواہ ابن ماجة وغیرہ اور یہ سلام تو روحانی انعام ہے جس کا حاصل اکرام ہے) اور (آگے جسمانی انعام سقی واطعام کی خبر بعنوان عام ہے کہ) اللہ تعالیٰ نے ان (مؤمنین کے لئے) عمدہ صلہ (جنت میں) تیار کر رکھا ہے (کہ ان کے جانے کی دیر ہے یہ گئے اور وہ ملا' آگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے کہ) اے نبی (آپ مشتے چند معترضین کے طعن سے مغموم نہ ہوں اگر یہ سفہاء آپ کو نہ جانیں تو کیا ہوا ہم نے تو ان بڑی بڑی نعمتوں اور رحمتوں کا جو کہ خطاب مؤمنین میں مذکور ہوئی ہیں آپ ہی کو واسطہ بنایا ہے اور آپ کے مخالفین کی سزا کے لئے خود آپ کا بیان کافی قرار دیا گیا ہے کہ ان کے مقابلہ میں آپ سے ثبوت نہ لیا جاوے گا۔ پس اس سے ظاہر ہے کہ آپ ہمارے نزدیک کس درجہ مقبول ومحبوب ہیں' چنانچہ) ہم نے بے شک آپ کو اس شان کا رسول بنا کر بھیجا ہے کہ آپ (قیامت کے روز امت کے اعتبار سے خود سرکاری) گواہ ہوں گے (کہ آپ کے بیان موافق ان کا فیصلہ ہوگا کما قال: اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ [المزمل : ۱۵] اور ظاہر ہے کہ خود صاحب معاملہ کو دوسرے فریق اہل معاملہ کے مقابلہ میں گواہ قرار دینا اعلیٰ درجہ کا اکرام اور علوشان ہے اس علوشان کا تو قیامت کے روز ظہور ہوگا) اور (دنیا میں جو آپ کی صفات کمال ظاہر ہیں وہ یہ ہیں کہ) آپ (مؤمنین کے) بشارت دینے والے ہیں اور (کفار کے) ڈرانے والے ہیں اور (عام طور پر سب کو) اللہ کی طرف سے اس کے حکم سے بلانے والے ہیں (اور یہ تبشیر و انذار ودعوت تو تبلیغاً ہے) اور (یوں خود اپنی ذات وصفات وکمالات وعبادات وعادات وغیرہا مجموعی حالات کے اعتبار سے) آپ (سرتاپا نمونہ ہدایت ہونے میں بمنزلۂ) ایک روشن چراغ (کے) ہیں (کہ آپ کی ہر حالت طالبان انوار کے لئے سرمایۂ ہدایت ہے۔ پس قیامت میں ان مؤمنین پر جو کچھ رحمت ہوگی وہ آپ ہی کی ان صفات بشیر ونذیر وداعی وسراج منیر کے واسطہ سے ہے' پس آپ اس غم و پریشانی کو الگ کیجئے) اور (اپنے منصبی کام میں لگئے یعنی) مؤمنین کو بشارت دیجئے کہ ان پر اللہ کی طرف سے بڑا فضل ہونے والا ہے اور (اسی طرح کافروں اور منافقوں کو ڈراتے رہئے جس کو ایک خاص عنوان سے تعبیر کیا ہے وہ یہ کہ) کافروں اور منافقوں کا کہنا نہ کیجئے (یعنی ان کا طعن واعتراض موجب ترک تبلیغ الیہم نہ ہو جاوے جو ان کی عین مرضی ہے کہ ان کا ایسا چاہنا گویا بدلالت حال اس کا امر ہے اور ترک تبلیغ کا وقوع گو بسبب طعن واعتراض ہی کے کیوں نہ ہو مشابہ موافقت اس امر کے ہے اور ہر چند کہ آپ سے اس کا احتمال نہیں مگر خود رنج مظنہ اس کا فی نفسہ ہوتا ہے اس لئے مقتضی اہتمام کو ہوا اور تنفیر عن الترک کے لئے اس کو اطاعت سے تعبیر کیا۔ غرض مبشر ونذیر ہونے کا حق ادا کرتے رہئے) اور ان (کافروں اور منافقوں) کی طرف سے جو (کوئی) ایذاء پہنچے (جیسا اس نکاح میں کہ تبلیغ فعلی ہے ایذائے قولی پہنچے) اس کا خیال نہ کیجئے اور (فعلی ایذاء کا بھی اندیشہ نہ کیجئے اور اگر وسوسہ آوے تو) اللہ پر بھروسہ کیجئے اور اللہ کافی کارساز ہے (وہ آپ کو ہر ضرر سے بچاوے گا اور اگر تبلیغ میں کوئی ظاہری ضرر پہنچتا ہے وہ باطناً نفع ہوتا ہے وہ وعدۂ کفایت اور وکالت کے منافی نہیں) ف: احقر کے نزدیک چراغ سے تشبیہ دینے میں یہ نکتہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک تو چراغ تک رسائی آسان ہے پھر چراغ سے ہر وقت نور حاصل کرنا ممکن ہے پھر سہل الحصول ہے پھر اس سے نور حاصل کرنے میں اکتساب اور قصد کو بھی دخل ہے' پھر صحیح المزاج و صحیح البدن آدمی کو اس سے ناگواری کسی وقت نہیں پھر اس میں شان انیس ہونے کی بھی ہے اور ان سب صفات کو انبیاء علیہم السلام کی شان سے زیادہ مناسبت ہے اور بعض نے سِرَاجًا مُّنِيْرًا سے آفتاب مراد لیا ہے۔ کقولہ تعالیٰ: وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا [الفرقان : ٦١] اھ وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ [البقرة : ١٤٨]

الروایات: اخرج عبد بن حميد وابن المنذر قال لما نزلت ان الله وملٰئكته يصلون على النبى قال ابوبكرؓ ما انزل الله تعالىٰ عليك خير الا اشر كنا فيه فنزلت هو الذى يصلى عليكم وملٰئكته واخرج ابن جرير وابن عكرمة عن الحسن قال لما نزل ليغفر لك الله ما تقدم وما تأخر قالوا يا رسول الله قد علمنا ما يفعل بك فما ذا يفعل بنا فانزل الله تعالىٰ وبشر المؤمنين بان لهم من الله فضلاً كبيراً اوردهما فى الروح۔

فائدہ: متعلقه بقوله فى ف تاویل مناسب فما ورد من رواية تزوجها يمكن عمله على معنى صار زوجا لها بتزويج الله تعالىٰ وما ورد من رواية دخوله عليها بلا اذن وسوالهاؐ اياه عليه السلام يمكن حمله على زعمها الاحتياج الى الاذن مطلقا ولو فى دخول الزوج على الزوجة وما ورد من تفاخرها على سائر الامهات بنكاحها على السماء فيمكن حمله على معنى نزول الآية مشتملا على ذكر تزوجها وهو مما لا يشاركها فيه غيرها والله اعلم ۱۲۔

اللغات: قوله يصلى عليكم اى يترحم بقرينة رحيمًا و يشترك بين الله تعالىٰ والملٰئكته ولو اختلف حقيقتهما ۱۲۔

النحو: قوله تحيتهم المصدر مضاف الى المفعول۔

البلاغة: قوله منيرا قيد به لان من السرج ما لا يضئ اذا قل سليطه و قت فتيلته ۱۲۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا ۚ فَمَتِّعُوْهُنَّ وَسَرِّحُوْهُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا ﴿۴۹﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْٓ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِيْ هَاجَرْنَ مَعَكَ ۫ وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا ۗ خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْٓ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۵۰﴾ تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ مِنْهُنَّ وَتُـْٔوِيْٓ اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ ؕ وَمَنِ ابْتَغَيْتَ مِمَّنْ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰىٓ اَنْ تَقَرَّ اَعْيُنُهُنَّ وَلَا يَحْزَنَّ وَيَرْضَيْنَ بِمَآ اٰتَيْتَهُنَّ كُلُّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَلِيْمًا ﴿۵۱﴾ لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ وَلَآ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ مِنْ اَزْوَاجٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيْبًا ﴿۵۲﴾ ع ۶

اے ایمان والو! تم جب مسلمان عورتوں سے نکاح کرو (اور) پھر تم ان کو قبل ہاتھ لگانے کے (کسی اتفاق سے) طلاق دے دو۔ تو تمہاری ان پر کوئی عدت واجب نہیں۔ جس کو تم شمار کرنے لگو تو ان کو کچھ (مال) متاع دے دو اور خوبی کے ساتھ ان کو رخصت کر دو۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ کے لئے آپ کی یہ بیبیاں جن کو آپ ان کے مہر دے چکے ہیں حلال کی ہیں اور وہ عورتیں بھی جو تمہاری مملوکہ ہیں جو اللہ تعالیٰ نے غنیمت میں آپ کو دلوا دی ہیں آپ کے چچا کی بیٹیاں اور آپ کی پھوپھیوں کی بیٹیاں اور آپ کے ماموں کی بیٹیاں اور آپ کی خالاؤں کی بیٹیاں جنہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی ہو اور وہ مسلمان عورت بھی جو بلا عوض اپنے آپ کو پیغمبر کو دے دے بشرطیکہ پیغمبر اس کو نکاح میں لانا چاہیں یہ سب آپ کے لئے مخصوص کئے گئے ہیں نہ اور مؤمنین کے لئے ہم کو وہ احکام معلوم ہیں جو ہم نے ان پر ان کی بیبیوں اور لونڈیوں کے بارے میں مقرر کئے ہیں۔ تاکہ آپ پر کسی قسم کی تنگی واقع نہ ہو اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔ ان میں سے آپ جس کو چاہیں (اور جب تک چاہیں) اپنے سے دور رکھیں اور جس کو چاہیں (اور جب تک چاہیں) اپنے نزدیک رکھیں اور جن کو دور کر رکھا ہے ان میں پھر کسی کو طلب کریں تب بھی آپ پر کوئی گناہ نہیں اس میں زیادہ توقع ہے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں گی اور آزردہ خاطر نہ ہوں گی اور جو کچھ بھی آپ ان کو دیں گے اس پر سب کی سب راضی رہیں گی اور اللہ تعالیٰ کو تم لوگوں کے دلوں کی سب باتیں معلوم ہیں اور اللہ تعالیٰ (یہی کیا) سب کچھ جاننے والا ہے بردبار ہے۔ ان کے علاوہ اور عورتیں آپ کے لئے حلال نہیں ہیں اور نہ یہ درست ہے کہ آپ ان (موجودہ) بیبیوں کی جگہ دوسری بیبیاں کرلیں۔ اگرچہ آپ کو ان (دوسریوں) کا حسن اچھا معلوم ہو مگر جو آپ کو مملوک ہو اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کی حقیقت اور آغاز و مصالح کا پورا نگران ہے۔

تفسیر ربط: اوپر منجملہ انواع جلالت شانِ نبوی کے کہ منجملہ اعظم مقاصد سورت ہے جیسا تمہید میں معلوم ہوا چار نوعیں آیات میں متفرقاً مذکور ہوئی ہیں آگے اس کی نوع پنجم آتی ہے جس کا حاصل آپ کا اختصاص ہے بعض احکام نکاح کے ساتھ اور اختصاص کا دلیل شرف ہونا ظاہر ہے۔ اصل یہ مضمون يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا سے چلا ہے لیکن تاکید تحقیق اختصاص کے لئے کہ عدم وجدان فی غیر المختص بہ اواس کے مفہوم کا جزو ہے اصل مضمون سے پہلے ایک حکم متعلق بنکاح عام مؤمنین جس کا اثر طلاق سے ظاہر ہوا ہے لایا گیا جس سے تمایز احکام امت و نبی کا خوب ظاہر ہو سکتا ہے۔ چنانچہ ان آیات میں: خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ فرمانا اور: قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فرمانا تمایز مذکور کے مقصود فی المقام والکلام ہونے کا صاف قرینہ ہے۔

خطاب بمؤمنین ببعض احکام طلاق قبل المس وخطاب رسول ؐ ببعض احکام خاصہ متعلقہ نکاح کہ نوع پنجم است از اجلال حضرت ایشاں

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ (الی قولہ تعالی) وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيْبًا اے ایمان والو (تمہارے نکاح کے احکام میں سے تو ایک حکم یہ ہے کہ) تم جب مسلمان عورتوں سے نکاح کرو (اور) پھر تم ان کو قبل ہاتھ لگانے کے (کسی اتفاق سے) طلاق دے دو تو تمہاری ان پر کوئی عدت (واجب) نہیں جس کو تم شمار کرنے لگو (تا کہ ان کو اس عدت میں نکاح ثانی کرنے سے روک سکو جیسا کہ عدت کی صورت میں شرعاً یہ روکنا جائز بلکہ واجب ہے اور جب اس صورت میں عدت نہیں) تو ان کو کچھ (مال) متاع دے دو اور خوبی کے ساتھ ان کو رخصت کر دو (اور مؤمنات کی مثل کتابیات کا بھی حکم ہے پس یہ قید بیان اولیٰ واحری کے لئے ہے کہ مومن کو مومنہ سے نکاح زیادہ بہتر ہے اور ہاتھ لگانا کنایہ صحبت سے ہے حقیقتاً یا حکماً مثل خلوت صحیحہ کے پس دونوں سے عدت واجب ہے۔ کذا فی الهداية وغيرها اور متاع میں یہ تفصیل ہے کہ اگر اس کا مہر مقرر نہیں ہوا تو یہ متاع ایک جوڑا ہے وقد مر فی تفسیر 'اية البقرة :لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ ...... [البقرة : ۲۳۶] اور اگر مہر مقرر ہوا ہے تو یہ متاع نصف مہر ہے کما فی قولہ تعالیٰ هنالك : وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ [البقرة : ۲۳۷] اور سراح جمیل یہ کہ امساک بلا حق نہ کرے اس کا متاع واجب نہ رکھے اور دیا ہوا واپس نہ لے کوئی سخت بات نہ کہے یہ حکم تو مثل دیگر احکام مذکورۂ آیات دیگر منجملہ احکام متعلقہ عام مسلمین ہے اور) اے نبی (بعض احکام آپ کے ساتھ مخصوص ہیں جن سے آپ کا اختصاص اور شرف بھی ثابت ہوتا ہے ان میں سے بعض یہ ہیں۔

حکم اول: ہم نے آپ کے لئے آپ کی یہ بیبیاں (جو کہ اس وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہیں اور) جن کو آپ ان کے مہر دے چکے ہیں (باوجود زیادت عدد کے) حلال کی ہیں۔

حکم دوم: اور وہ عورتیں بھی (خاص طور پر حلال کی ہیں) جو تمہاری مملوکہ ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو غنیمت میں دلوا دی ہیں (اس خاص طور کا بیان بذیل ف آوے گا، حکم سوم) اور آپ کے چچا کی بیٹیاں اور آپ کی پھوپھیوں کی بیٹیاں ہیں یعنی ان سب کو) بھی (اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے حلال کیا ہے مگر یہ خاندان کی عورتیں مطلقاً نہیں بلکہ ان میں سے صرف وہی) جنہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی ہو (ساتھ کا مطلب یہ کہ اس عمل میں موافقت کی ہو اور معیت زمانیہ کی قید نہیں ہے اور اس قید سے وہ نکل گئیں جو مہاجر نہ ہوں۔

حکم چہارم: اور اس مسلمان عورت کو بھی (آپ کے لئے حلال کیا) جو بلا عوض[1] (یعنی بلا مہر) اپنے کو پیغمبر کو دے دے (یعنی نکاح میں آنا چاہے) بشرطیکہ پیغمبر اس کو نکاح میں لانا چاہیں (اور مسلمانوں کی قید سے کافرہ نکل گئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے نکاح درست نہ تھا اور یہ حکم پنجم ہے اور) (یہ سب (احکام) آپ کے لئے مخصوص کئے گئے ہیں نہ اور مؤمنین کے لئے (کہ ان کے لئے اور احکام ہیں چنانچہ) ہم کو وہ احکام معلوم ہیں (اور آیات و روایات میں اوروں کو بھی معلوم کرا دیئے ہیں) جو ہم نے ان (عام مؤمنین) پر ان کی بیبیوں اور لونڈیوں کے بارے میں مقرر کئے ہیں (جو ان احکام سے متمایز اور متغائر ہیں جن میں سے نمونہ کے طور پر ایک اوپر بھی آیت اِذَا نَكَحْتُمُ میں مذکور ہے جس میں فَمَتِّعُوْهُنَّ سے مہر کا لزوم نکاح کے لئے تسمیۃً یا وجوباً حقیقتاً یا حکماً ثابت ہوتا ہے اور نکاح نبوی حکم چہارم میں مہر سے خالی ہے اور یہ اختصاص اس لئے ہے) تا کہ آپ پر کسی قسم کی تنگی (واقع) نہ ہو (پس جن احکام مخصوصہ میں اوروں سے توسیع ہے جیسے احکام اول و چہارم ان میں تو تنگی نہ ہونا ظاہر ہے اور جن میں ظاہراً تقیید و تضییق ہے جیسے حکم سوم و پنجم وہاں تنگی نہ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ ہم نے یہ قید آپ کے بعض مصالح کے لئے لگائی ہے اگر یہ قید نہ ہوتی تو آپ کی وہ مصلحت فوت ہوتی اور اس وقت آپ کو تنگی ہوتی جو ہم کو معلوم ہے۔ اس لئے رعایت اس مصلحت کی کی گئی تا کہ وہ تنگی محتمل واقع نہ ہو اور حکم دوم کے متعلق بذیل ف تقریر آوے گی) اور (رفع حرج کی رعایت کچھ احکام مختصہ ہی میں ہے بلکہ عام مؤمنین کے متعلق جو احکام ہیں ان میں بھی یہ امر مرعی ہے کیونکہ) اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے (پس رحمت سے احکام میں مناسب سہولت کی رعایت فرماتے ہیں (اور سہل احکام میں بھی کوتاہی ہو جانے پر احیاناً مغفرت فرماتے ہیں جو دلیل غایت رحمت کی ہے جو بناء ہے سہولت احکام و رفع حرج کی اور یہ تو بیان تھا اقسام نساء محلات کا، آگے اس کا بیان ہے کہ جو اقسام حلال کی گئی ہیں ان میں سے جتنی جس وقت آپ کے پاس ہوں ان کے کیا احکام ہیں، پس حکم ششم ارشاد ہے کہ) ان میں سے آپ جس کو چاہیں (اور جب تک چاہیں) اپنے سے دور رکھیں (یعنی اس کو باری نہ دیں اور جس کو چاہیں (اور جب تک چاہیں) اپنے نزدیک رکھیں (یعنی اس کو باری دیں) اور جن کو دور کر رکھا تھا ان میں سے پھر کسی کو طلب کریں تب بھی آپ پر کوئی گناہ نہیں (مطلب یہ ہوا کہ ان کی باری وغیرہ کی رعایت آپ پر واجب نہیں اور اس میں ایک بڑی ضروری مصلحت ہے وہ یہ کہ) اس میں زیادہ توقع ہے کہ ان (بیبیوں) کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں گی (یعنی خوش رہیں گی) اور آزردہ خاطر نہ ہوں گی اور جو کچھ بھی آپ ان کو دے دیں گے اس پر سب کی سب راضی رہیں گی (کیونکہ بناء رنج کی عادۃً دعویٰ استحقاق کا ہوتا ہے اور جب معلوم ہو جاوے کہ جو کچھ مال یا توجہ مبذول ہوگی وہ تبرع محض ہے، پس کسی کو کوئی شکایت نہ رہے گی اور لونڈیوں کا حق باری میں نہ ہونا سب ہی کے لئے معلوم ہے) اور (اے مسلمانو

یہ احکام مختصہ سن کر دل میں یہ خیالات مت پکا لینا کہ یہ احکام عام کیوں نہ ہوئے۔ اگر ایسا کرو گے تو) خدا تعالیٰ کو تم لوگوں کے دلوں کی سب باتیں معلوم ہیں (ایسا خیال پکا لینے پر تم کو سزا دے گا کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ پر اعتراض اور رسول ﷺ پر حسد ہے جو موجب تعذیب ہے) اور اللہ تعالیٰ (بھی کیا) سب کچھ جاننے والا ہے (اور معترضین کو جو عاجلاً سزا نہیں ہوئی تو اس سے نفی علم لازم نہیں آتی بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ) بردبار (بھی) ہے (اس لئے کبھی دیر میں سزا دیتا ہے۔ آگے بقیہ احکام مختصہ بحضرۃ الرسالۃ ارشاد فرماتے ہیں جن میں بعضے تو بعض احکام بالا کا تتمہ ہیں اور بعضے جدید ہیں۔ پس ارشاد ہے کہ اوپر جو حکم سوم و پنجم میں منکوحہ عورتوں میں ہجرت اور ایمان کی قید لگائی ہے سو) ان کے علاوہ اور عورتیں (جن میں یہ قید نہ ہو) آپ کے لئے حلال نہیں ہیں (یعنی اہل قرابت میں سے غیر مہاجرات حلال نہیں اور دوسری عورتوں میں سے غیر مؤمنات حلال نہیں یہ تو تتمہ ہوا حکم بالا کا) اور (آگے حکم ہفتم جدید ہے کہ) نہ یہ درست ہے کہ آپ ان (موجودہ) بیبیوں کی جگہ دوسری بیبیاں کر لیں (اس طرح سے کہ ان میں سے کسی کو طلاق دے دیں اور بجائے ان کے دوسری کر لیں اور یوں بدوں ان کے طلاق دیئے ہوئے اگر کسی سے نکاح کر لیں تو اس کی ممانعت نہیں۔ اسی طرح اگر بلا قصد تبدل کسی کو طلاق دیں تو اس کی بھی ممانعت ثابت نہیں بلکہ لفظ تبدل اس مجموعہ کی ممانعت پر دال ہے پس یہ تبدل ممنوع ہے) اگرچہ آپ کو ان (دوسریوں) کا حسن اچھا معلوم ہو مگر جو آپ کی مملوکہ ہو (کہ وہ حکم پنجم اور ہفتم دونوں سے مستثنیٰ ہے یعنی وہ کتابیہ ہونے پر بھی حلال ہے اور اس میں تبدل بھی درست ہے) اور اللہ تعالیٰ ہر چیز (کی حقیقت اور آثار و مصالح) کا پورا نگراں ہے (اس لئے ان سب احکام میں مصلحتیں و حکمتیں ہیں گو عام مکلفین کو وہ تعیناً نہ بتلائی جاویں اس واسطے کسی کو سوال یا اعتراض کا منصب و استحقاق نہیں) **ف**: فوائد عدیدہ اول اٰتَيْتَ قید واقعی ہے کیونکہ مصداق اس کا ازواج موجود ہیں (قالہ مجاہد) اور ظاہر ہے کہ اس صورت میں قید اشتراطی نہیں ہو سکتی۔ دوم اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ قید اتفاقی ہے جس کا اصل مقصود یہ ہے کہ سبب تملک کا مشروع ہونا متیقن ہو اور فیٔ اس کی ایک مثال ہے پس اشتراء یا ہبہ سے جو مملوک ہو اس کا غیر حلال ہونا ثابت نہیں۔ چنانچہ اخیر آیت میں: مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ میں کوئی قید نہیں (کذا فی الروح) سوم: حکم دوم میں جو لفظ خاص طور پر ہے اس کا بیان کہیں تصریحاً تو نظر سے نہیں گزرا لیکن سیاق کلام سے کہ مقام بیان اختصاص کا ہے۔ اتنا ضرور معلوم ہوتا ہے کہ مملوکات کے بارہ میں بھی کوئی حکم آپ کے لئے خاص ہے (**کما فی الکبیر فی تفسیر قوله تعالیٰ: قَدْ عَلِمْنَا...... فان له فی النکاح خصائص لیست لغیرہ و کذلك فی السراری**) رہا یہ کہ وہ کیا ہے سو عجب نہیں کہ وہ یہ ہو کہ آپ کی وہ لونڈی جو وفات تک آپ کے پاس ہو جیسے ماریہ قبطیہ دوسروں کے لئے حرام ہو مثل ازواج کے **نقله فی الروح فی تفسیر قوله تعالیٰ**: وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ اور ممکن ہے کہ اور کچھ ہو جو اس زمانہ والوں کو معلوم ہو اور ان ہی کے معلوم ہونے کی ضرورت ہے کہ اثر اختصاص کے ظہور کا وہی وقت تھا یہاں تک لکھنے کے بعد ظہر کی نماز میں جو کھڑا ہوا تو من جانب اللہ قلب پر دو حکم مملوکات کے متعلق وارد ہوئے ایک یہ کہ غنیمت کی تقسیم سے پہلے آپ کو ایک چیز لے لینے کا اختیار تھا اور وہ چیز صفی کہلاتی تھی جیسا غزوۂ خیبر میں حضرت صفیہ کو لیا تھا رواہ ابوداؤد۔ دوسرے اہل حرب کی جانب سے جو ہدیہ خاص آتا تھا وہ آپ کا ہوتا تھا جیسے مقوقس نے ماریہ کو دیا تھا اور دوسروں کے لئے صفی جائز نہیں اور ہدیہ عامہ مسلمین کا حق ہے کذا فی الدر المختار۔ چہارم حکم سوم میں جو هَاجَرْنَ کی قید ہے ظاہراً احترازی ہے جیسا ام ہانی بنت ابی طالب کے قول سے معلوم ہوتا ہے (**فلم اکن احل له لانی لم اهاجر معه کنت من الطلقآء**) نیز لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْ بَعْدُ کی تفسیر سے جو احقر نے اختیار کی ہے اسی کی تائید ہوتی ہے اور ابن عباسؓ اور مجاہد سے یہی تفسیر منقول ہے۔ چنانچہ مجاہد کے یہ الفاظ ہیں) لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْ بَعْدُ **ما بینت لك من هذه الاصناف بنات عمك** (الی قوله تعالیٰ) **فاحل له من هذه الاصناف ماشاء**)۔ پنجم: بنات عم و عمات و بنات خال و خالات کی جو تفسیر کی گئی ہے معالم و دیگر تفاسیر میں اسی طرح ہے۔ پس خاص عم و خال و عمہ و خالہ مراد نہیں۔ ششم: حکم چہارم میں جو واہبات کا ذکر ہے اس میں اِنْ وَّهَبَتْ شرط حلت نہیں بلکہ شرط تو صرف ایمان ہے اور یہ قید رفع شبہ کے لئے اور اثبات الحکم فی النکاح بالاولیٰ کے لئے ہے کیونکہ حرہ محل ہبہ نہیں جب اس عقد بلاعوض سے وہ حلال ہو جاتی ہے تو نکاح بعوض سے تو بدرجہ اولیٰ حلال ہو جاوے گی۔ پس حاصل یہ ہوا کہ اقارب کے لئے تو ہجرت شرط ہے اور اجانب کے لئے ایمان کافی ہے گو بلاعوض نکاح ہو جاوے (قالہ الشعبی) اور اس میں اختلاف ہے کہ ایسی بی بی کوئی تھیں یا نہیں۔ قائلین قول اول نے یہ نام بتلائے ہیں خولہ بنت حکم ام شریک میمونہ لیلیٰ بنت حطیم۔ ان میں ثانیہ کی نسبت قبلہا بھی آیا ہے اور ثالثہ ازواج میں معروف ہیں بقیہ کو قبول نہ کیا ہوگا۔ قائلین قول ثانی نے کہا ہے (**لم یکن عند رسول الله ﷺ امرأۃ وهبت نفسها له**): تو کلام بطور شرط و جزا کے ہوگا کہ اگر ایسا ہو تو درست ہے لیکن ایسا ہوا نہیں یعنی شرط ثانی اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ متحقق نہیں ہوئی ورنہ شرط اول اِنْ وَّهَبَتْ یقیناً واقع ہوئی ہے اور یہ قائلین قول ثانی قائل اول کی روایات کو ثابت نہیں کہتے۔ ممکن ہے کہ ان میں جس سے نکاح کیا ہو بلفظ ہبہ نہ ہوا ہو۔ ہفتم: اسی حکم چہارم میں جو مومنہ کی قید ہے وہ بھی مثل قید ہجرت کے احترازی ہے۔ چنانچہ: لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ کی تفسیر میں بھی احقر نے اشارہ کیا ہے اور یہی تفسیر مجاہد سے منقول ہے (لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْ بَعْدُ **یهودیات و لا نصرانیات لا ینبغی ان یکن امهات المؤمنین الا ما ملکت یمینك قال هی الیهودیات والنصرانیات لا باس ان یشتریها**) ہشتم: یہاں سات حکم مختص ہیں۔ حکم اول میں اختصاص یہ ہے کہ اس وقت آپ

کے پاس نو بیبیاں ہیں اور اس قدر بیبیاں جمع کرنا کسی امتی کو جائز نہیں اور وجہ شرف ہونا اس کا ظاہر ہے حکم دوم کے اختصاص کی تقریر فائدہ سوم میں گزر چکی ہے اور اسی وجہ سے وجہ شرف ہونا بھی ظاہر ہے۔ حکم سوم میں اختصاص یہ ہے کہ ہجرت کی قید ہے جو اور لوگوں کے لئے نہیں اس میں بھی آپ کا شرف ظاہر ہے کہ اکمل چیز آپ کے لئے تجویز کی گئی۔ حکم چہارم میں اختصاص یہ ہے کہ مہر واجب نہیں ہوا۔ اس میں امتیاز ظاہر ہے۔ حکم پنجم کی تقریر بھی مثل حکم سوم کے ہے۔ حکم ششم کا اختصاص اور سبب شرف ہونا ظاہر ہے۔ حکم ہفتم کا اختصاص تو ظاہر ہے کہ دوسرے امتیوں کے لئے یہ تبدل ممنوع نہیں' باقی موجب شرف ہونا اس لئے کہ اس میں تبدیل سے شبہ (۳) قید عدد کا ہوتا ہے' جیسا دوسرے امتی اگر چار بیبیاں رکھتے ہوں تو پانچویں بدوں تبدل مذکور کے حلال نہیں۔ پس یہ موجب شرف ہونے میں قریب قریب حکم اول کے ہے۔ فائدہ نہم: اول آیت میں جو خَالِصَةً آیا ہے زمخشری نے اس کو چاروں کے متعلق کہا ہے۔ فائدہ دہم: اول کے پانچ حکموں کی جو حکمت ارشاد فرمائی ہے: لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ ؕ وہاں تفسیر میں حکم سوم و پنجم کی حکمت مجملاً بیان کی گئی ہے اور حکم دوم کی تقریر کا وعدہ کیا گیا ہے جس کی تقریر بضمن فائدہ سوم ہو چکی ہے اور وہ حکمت اس میں بھی اجمالاً جاری ہو سکتی ہے اور تفصیل کسی کی بھی ضروری نہیں مگر تبرعاً حکم دوم میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ وفات تک کسی لونڈی کو اپنے پاس رکھنا دلیل ہے محبت و خصوصیت کی اور محبت و خصوصیت کے لوازم عادیہ میں سے ہے غیرت' پس اگر ایسی لونڈی بھی دوسرے کے لئے حلال ہوتی تو ممکن ہے کہ آپ کو بوجہ محبت و خصوصیت کے شدت غیرت سے یہ سوچ کر کلفت اور تنگی ہوتی کہ دوسرا اس میں شریک ہوگا بخلاف اس کے جس کو آپ ہبۃً یا بیعاً کسی کو خود دے دیں کہ دے دینا خود ہی علامت ہوگی ضعف محبت و خصوصیت کی اور اس وجہ سے کلفت بھی نہ ہوگی اور فائدہ سوم کے اخیر میں جو عبارت بعد میں بڑھائی گئی ہے اس میں صفی اور ہدیہ کے اختصاص کے لئے عدم حرج کا علت ہونا محتاج بیان نہیں اور حکم سوم میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ اہل قرابت بے تکلف زیادہ ہوتے ہیں اور زیادہ بے تکلفی بدوں درستی اخلاق کے اکثر موجب کلفت ہوتی ہے اور ہجرت سے اکثر جو پریشانیاں پیش آتی ہیں ان سے اخلاق درست ہو جاتے ہیں۔ پس اس قید کے نہ ہونے سے شاید آپ کو تنگی اور کلفت پیش آتی' نیز قرابت نبوی مایۂ افتخار رہے اور افتخار اکثر موجب کلفت ہوتا ہے۔ سو ہجرت سے اس کی بھی اصلاح ہو جاوے گی بخلاف اجانب کے کہ ان میں یہ عوارض نہیں۔ اس لئے صرف قید مومنہ پر کفایت کی گئی اور حکم پنجم میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ زوجہ سے انبساط زیادہ ہوتا ہے۔ پس اگر وہ کافرہ ہو تو انبساط میں اس سے بوجہ فساد عقائد و اخلاق ضرور تنگی و کلفت ہوگی۔ پس اس طور پر رفع حرج ان حکموں کی علت بن گئی اور اول و چہارم کے لئے عدم حرج کا علت ہونا اظہر من الشمس ہے۔ باقی حکم ششم کی حکمت خود قرآن میں ہے: ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ تَقَرَّ اَعْيُنُهُنَّ ...... اور حکم ہفتم کی حکمت یہ ہو سکتی ہے کہ اس طرح کے تبدل میں کم فہموں کو شبہ غرض پرستی کا ہو سکتا ہے کہ اپنے ایک نفسانی نفع کے لئے ایک جدیدہ حاصل ہو جاوے۔ ایک قدیمہ کو ضرر پہنچایا گیا بخلاف اس کے کہ اگر قدیمہ کی طلاق اور جدیدہ سے نکاح مجتمع نہ ہو تو اس شبہ کی گنجائش نہیں ہو سکتی۔ فائدہ یازدہم: حکم ششم کی جو تفسیر اختیار کی گئی ہے محمد بن کعب قرظی اور قتادہ سے اسی طرح منقول ہے (**قالا كان رسول الله ﷺ موسعا عليه في قسم ازواجه ان يقسم بينهن كيف يشآء**) فائدہ دوازدہم: لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ کی جو تفسیر کی گئی ہے فائدہ چہارم میں اس کا ماخذ بیان کیا گیا ہے۔ اس تفسیر پر حضرت عائشہ کے اس قول کو (**لم يمت رسول الله ﷺ وسلم حتى احل الله له ان يتزوج من النساء ما شاء الا ذات محرم**) اس امر پر محمول کرنے کی ضرورت نہیں کہ: لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ منسوخ ہے اور تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ جو تلاوت میں مقدم ہے بوجہ تاخر نزول کے اس کا ناسخ ہے' کیونکہ تفسیر مذکور پر آیت: لَا يَحِلُّ زائد علی التسع کی حرمت پر دال ہی نہیں۔ فائدہ سیزدہم: وَلَاۤ اَنْ تَبَدَّلَ بِهِنَّ کی جو تفسیر کی گئی ہے عبداللہ بن شداد سے اسی طرح منقول ہے (**قال لو طلقهن لم يحل له ان يستبدل وقد كان ينكح بعد ما نزلت هذه الأية ما شاء**) اور اسی طرح امام زین العابدینؒ و انس بن مالکؓ سے منقول ہے۔ فائدہ چہاردہم: اِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ کی جو تفسیر کی ہے اس میں حکم پنجم سے مستثنیٰ ہونے کی دلیل تو ابوذرؓ کا قول ہے: (لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ **قال من المشركات الا ما سبيت فملكته يمينك**) اور حکم پنجم کی جو حکمت فائدہ دہم میں گزر چکی ہے اس سے نقص وارد نہیں ہوتا' کیونکہ مملوکہ سے اتنا انبساط نہیں ہوتا اور حکم ہفتم سے مستثنیٰ ہونے کی دلیل اتصال کلام کافی ہے۔ فائدہ پانزدہم: لَا يَحِلُّ لَكَ النِّسَآءُ مِنْۢ بَعْدُ اَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ پر کوئی وسوسہ نہ کیا جاوے' کیونکہ اول تو یہ غیر اختیاری ہے' دوسرے حقیقت اس کی ادراک **الشئ على ما هو عليه** سو یہ واقع میں کمال ہے اور جو امر مذموم ہے کہ بلا ضرورت و اذن شرعی قصداً نظر کرنا یا اس کے تصور سے لذت حاصل کرنا اس پر یہ لفظ کسی طرح دال نہیں اور دوسرے دلائل اس کے عدم پر دال ہیں اور ان فوائد پانزدہ گانہ میں جتنی روایتیں لکھی گئی ہیں سب درمنثور میں باسانید مختلفہ صحیحہ وحسنہ ولینہ موجود ہیں۔ ربط: اوپر متفرق آیتوں میں تحریم بعض انواع ایذائے نبوی مذکور ہوئی ہے' آگے تحریم بعض انواع کی کہ وہ بھی مثل نوع پنجم بوجہ عدم قصداً ایذاء اخف انواع ہے مذکور ہے جس کا قصہ یہ ہے کہ جب آپ کی شادی حضرت زینبؓ سے ہوئی تو آپ نے لوگوں کی دعوت ولیمہ فرمائی۔ بعض لوگ کھانا کھا کر باتیں کرنے لگے۔ آپ نے اٹھنے کا ارادہ کیا تاکہ لوگ اٹھ کھڑے ہوں مگر اس اشارہ کو وہ لوگ نہ سمجھے' آخر آپ اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس وقت سب تو اٹھ گئے مگر تین شخص پھر بھی بیٹھے رہے۔ آپ پھر تشریف لائے تب بھی وہ بیٹھے تھے۔ آپ لوٹ گئے' تب وہ اٹھ کر چلے گئے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ ﷺ کو خبر کی' تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔اس وقت یہ آیت حجاب نازل ہوئی' رواہ الشیخان وغیرہما اور ہر چند کہ اس قصہ میں انتظام مقصود کیلئے یہاں سے ارشاد چلا ہے: فَاِذَا طَعِمۡتُمۡ فَانۡتَشِرُوۡا لیکن اس کے قبل یہ بھی ارشاد فرمایا: لَا تَدۡخُلُوۡا جو کہ تکمیل انتظام وزیادۃ اہتمام کو بھی مفید ہے کہ مقدمات کا اہتمام مقصود کے مہتم بالشان ہونے پر دال ہوتا ہے اور نیز ایک دوسری عادات کے انسداد اور اصلاح کو بھی مفید ہے جس کو صاحب درمنثور وصاحب روح نے عبد بن حمید سے بروایت حضرت انسؓ نقل کیا ہے کہ بعضے آدمی عین کھانے کے وقت حضور ﷺ کے دولت خانہ میں جا پہنچتے (کیونکہ اس وقت آیت حجاب نازل نہ ہوئی تھی) اور وہاں کے کھانا پکنے کے انتظار میں بیٹھے باتیں کرتے رہتے اھ۔کھانا کھلانے والا تو حضور سے بڑھ کر کون تھا' مگر اس طرح جا کر بیٹھ رہنا بے شک گراں گزرتا ہے۔سو اول کے ارشاد میں اس کا انتظام بھی ہو گیا اور وجوب حجاب سے ایسے واقعات کا ہمیشہ کے لئے انسداد فرمایا گیا۔نیز سد ذرائع کے ساتھ حجاب میں احترام واجلال شان بھی حضور ﷺ کا ظاہر ہوتا ہے اور اسی مقام میں ایک مسئلہ تحریم نکاح امہات المؤمنین بعد وفات نبوی کے بھی بیان فرمادیا جس کا سبب نزول یہ ہے کہ کسی شخص نے یہ کہا کہ آپ کی وفات کے بعد آپ کی کسی بیوی سے نکاح کروں گا اور ایک روایت میں ہے کہ آپ کو بھی خبر پہنچ گئی تو کلفت ہوئی اور روایت میں ہے کہ کسی نے مسئلہ حجاب پر یہ کہا کہ ہم سے ہماری چچازاد بہنوں کو چھپایا جاتا ہے۔اگر آپ کی وفات ہو جاوے گی تو ہم آپ کی بیبیوں سے نکاح کریں گے۔اس پر یہ حکم نازل ہوا' یہ سب روایات درمنثور میں ہیں۔پس اس مضمون کو کئی طور پر مقام سے مناسبت ہوئی۔اول اس میں آپ کا احترام واجلال شان ہے جیسا اوپر چند آیات میں بعض احکام مظہرہ آپ کی جلالت شان کے آئے ہیں۔دوسرے دفع ایذا بھی ہے' تیسرے تتمہ مضمون حجاب کا بھی ہو گیا و نیز ایک اور طور پر بھی حجاب کا متمم ہوسکتا ہے۔وہ یہ کہ امہات المؤمنین کا ایسا حجاب ہے کہ جن سے ایک دفعہ حجاب واجب ہو گیا پھر ابداً ابداً اس میں احتمال ارتفاع کا نہیں' حتیٰ کہ ایک صورت اس کے ارتفاع کی نکاح تھا' وہ بھی حرام کر دیا گیا۔اس کے بعد مسئلۂ حجاب کے متعلق ان کا ذکر ہے جن سے حجاب نہیں ہے اور ہر چند کہ سورۂ نور میں بھی مستثنیات کا ذکر آ چکا ہے' لیکن وہاں عام نساء کا حکم تھا جس میں یہ احتمال ہوسکتا تھا کہ ازواج مطہرات کے متعلق بعض احکام مختص بھی ہیں تو شاید ان کو محارم وغیرہ کے سامنے آنا بھی جائز نہ ہو' اس لئے ان کے احکام میں بھی اس استثناء کو مکرر فرما دیا' واللہ اعلم۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَحۡلَلۡنَا لَكَ......اس پر دال ہے کہ تعدد ازواج کمال زہد کے منافی نہیں ۱۲۔

الحواشی: (۱) لان حرف العین والمیم متصلین یوجد فی العم والعمات وکذا حرف الخاء والالف واللام متصلة فی الخال والخالات ولو ذکر الاعمام والاخوال زال الاتصال بین الحروف المذکورة وفات الاجناس ۱۲ منہ۔ (۲) یعنی کبھی یہ شبہ ہوتا ہے کہ معلوم نہیں اس وصف خاص مثلاً ہبہ نفس کے ساتھ جو موصوف ہو اس میں بھی حکم ثابت ہے یا نہیں۔پس اس غرض سے اس وصف کو لایا جاوے تاکہ اس وقت بھی حکم کا ثبوت بتلا دیا جاوے جیسا اس وقت یہ ان وهبت قوت میں اس کے ہے وامراۃ مؤمنة ان اهبت۔جس سے مقصود یہ ہے کہ واہبۃ کے لئے بھی یہ حکم ثابت ہے ۱۲ منہ۔ (۳) یعنی اگر آپ ایک بی بی کو چھوڑ کر دوسری سے نکاح فرماویں تو کسی کو یہ شبہ ہوسکتا ہے کہ شاید بدوں اس کے چھوڑے ہوئے دوسری سے نکاح درست نہ تھا جیسا امتیوں میں سے جس کے پاس چار ہوں اس کو بدوں کسی کے طلاق کے خامسہ سے نکاح درست نہیں۔اس لئے آپ کے لئے تبدیل ممنوع ہوا ۱۲ منہ۔

ملحقات الترجمۃ: اقوله فی وان وهبت: جو بلاعوض اخذ بالحاصل واشارة الی ان هذا الشرط لیس لتعلیق الجواز به لان النكاح علی المهر لاشك فی جوازه كما حققته فی الفائدة السادسة من متن التفسیر بل الشرط قائم مقام الوصف الذی یذكر لدفع (۲) شبهة ثبوت الحكم فی الموصوف فالمقصود الاشتراط بالشرط الثانی من قوله ان اراد النبی فما قالوا ان الشرطین اذا اجتمعا فالثانی شرط للاول وانماهو اكثری اذا ارید التعلیق بكلا الشرطین واما ههنا فانما المقصود هو الثانی واما الاول ففی قوة ان الوصلیة فالمعنی احللنا لك المؤمنة بشرط قبول النبی لها وان كانت وهبت واما اذا سمی المهر فبالاولیٰ فافهم هداك اللّٰه ۱۲۔

اللغات: قوله تبدل بحذف احدی التائین بمعنی تستبدل ۱۲۔

النحو: قوله وامرأة مؤمنة قال صاحب الاعراب فی الناصب له وجهان احدهما احللنا فی اول الآیة وقدر وهذا قوم وقالوا احللنا ماض وان وهبت هو صفة للمرأة مستقبل واحللنا فی موضع جوابه وجواب الشرط لا یكون ماضیا فی المعنی وهذا لیس بصحیح لان معنی الاحلال ههنا الاعلام بالحل اذا وقع الفعل علی ذلك كما تقول ابحت لك ان تكلم فلانا ان سلم علیك الوجه الثانی ان ینتصب بفعل محذوف ای ونحل لك امرأة اه۔ قوله: خالصة مصدر كعافیة عامله مقدر ای خلص لك هذه الاحلالات خلوصًا لا یشاركك فیها غیرك ۱۲۔

البلاغۃ: قوله فما لكم اشار باللام الى نفع العدة وعائدتها عائدة اليهم لانها لصيانة مياههم والانساب الراجعة اليهم ثم فی بعض الصور قام نفس النكاح مقام الوطى وان لم يتحقق بل ولم يتوهم الوطى كما اذا تو فى الزوج قبل الخلوة خصوصًا اذا كان صغيرًا ١٢۔ قوله عمك مفردًا او عمتك جمعًا وكذا الخالة الخلة فى افراد العم والخال وجمع العمات والخالات نكات احسنها عندى ثلثة الاول فيه حفظ النوع من[1] الجناس ولو جمع العم والخال لغات كما لا يخفى والثانى من فوائد النكاح التناصر بالاصهار والتناصر انما يكون بالرجال دون الاناث وهو يجعل المتعدد فى حكم الواحد فلذا افرد الذكور دون الاناث والثالث ان فى اشعار العرب لم يرا لعم مضافًا اليه ابن او بنت بالافراد او الجمع الا مفردا (كما نقل شواهده فى الروح) وافراد الخال لمناسبة وجمع العمات والخالات على الاصل والله اعلم بلطائف كلامه ١٢۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ غَيْرَ نٰظِرِيْنَ اِنٰىهُ ۙ وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ ۫ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ؕ وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ؕ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْٓا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖٓ اَبَدًا ؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ﴿۵۳﴾ اِنْ تُبْدُوْا شَيْـًٔا اَوْ تُخْفُوْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۵۴﴾ لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ فِيْٓ اٰبَآئِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآئِهِنَّ وَلَآ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ وَلَآ اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا نِسَآئِهِنَّ وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ ۚ وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ﴿۵۵﴾

اے ایمان والو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں (بے بلائے) مت جایا کرو۔ مگر جس وقت تم کو کھانے کے لئے اجازت دی جائے۔ ایسے طور پر کہ اس کی تیاری کے منتظر نہ رہو۔ لیکن جب تم کو بلایا جائے (کہ کھانا تیار ہے) تب جایا کرو۔ پھر جب کھانا کھا چکو تو اٹھ کر چلے جایا کرو اور باتوں میں جی لگا کر مت بیٹھے رہا کرو اس بات سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگواری ہوتی ہے سو وہ تمہارا لحاظ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ صاف صاف بات کہنے سے (کسی) کا لحاظ نہیں کرتا اور جب تم ان سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر سے مانگا کرو۔ یہ بات (ہمیشہ کے لئے) تمہارے دلوں سے اور ان کے دلوں سے پاک رہنے کا عمدہ ذریعہ ہے اور تم کو جائز نہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کلفت پہنچاؤ اور یہ جائز ہے کہ تم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی بیبیوں سے کبھی بھی نکاح کرو۔ یہ اللہ کے نزدیک بڑی بھاری (معصیت کی) بات ہے۔ اگر تم کسی چیز کو ظاہر کرو گے یا اس کو پوشیدہ رکھو گے تو اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں۔ پیغمبر کی بیبیوں پر اپنے باپوں کے بارے میں کوئی گناہ نہیں اور نہ اپنے بیٹوں اور نہ اپنے بھائیوں کے اور نہ اپنے بھتیجوں کے اور نہ اپنے بھانجوں کے اور نہ اپنی عورتوں کے اور نہ اپنی لونڈیوں کے اور اللہ سے ڈرتی رہو بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر حاضر و ناظر ہے۔

تفسیر: نہی از نوع ششم اُمور موجبہ تاذی و اغتمام و تشریع نوع ششم امور مشعرہ جلالت و احترام آں رسول عالی مقام ﷺ از آداب طعام و مسائل روایت و کلام و تحریم نکاح امہات اہل اسلام: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ (الی قولہ تعالی)

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں (بے بلائے) مت جایا کرو مگر جس وقت تم کو کھانے کے لئے (آنے کی) اجازت دی جاوے تو (جانا مضائقہ نہیں مگر تب بھی جانا) ایسے طور پر (ہو) کہ اس (کھانے) کی تیاری کے منتظر نہ رہو (یعنی بے دعوت[1] تو جاؤ مت اور دعوت ہو تب بھی بہت پہلے سے مت جا بیٹھو) لیکن جب تم کو بلایا جاوے (کہ اب چلو کھانا تیار ہے) تب جایا کرو، پھر جب کھانا کھا چکو تو اٹھ کر چلے جایا کرو اور باتوں میں جی لگا کر مت بیٹھے رہا کرو (کیونکہ) اس بات سے نبی کو ناگواری ہوتی ہے، سو وہ تمہارا لحاظ کرتے ہیں (اور زبان سے نہیں فرماتے کہ اٹھ کر چلے جاؤ) اور اللہ تعالیٰ صاف بات کہنے سے (کسی کا) لحاظ نہیں کرتا (اس لئے صاف صاف تم کو کہہ دیا گیا) اور (اب سے یہ حکم کیا جاتا ہے کہ حضرت ﷺ کی بیبیاں تم سے پردہ کیا کریں گی تو اب سے) جب تم ان سے کوئی چیز مانگو تو پردہ کے باہر (کھڑے ہو کر وہاں) سے مانگا کرو (یعنی بے ضرورت تو پردہ کے پاس جانا اور بات کرنا بھی نہ چاہئے، لیکن ضرورت میں کلام کا مضائقہ نہیں، مگر رویت نہ ہونا چاہئے) یہ بات (ہمیشہ کے لئے) تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کے پاک رہنے کا عمدہ[2]

ذریعہ ہے (یعنی جیسے اب تک جانبین کے دل پاک ہیں اس سے آئندہ بھی احتمال عدم طہارت کا مندفع ہوگیا جو کہ غیر معصوم کے اعتبار سے فی نفسہ محتمل ہوسکتا تھا۔اور (حرمت ایذائے نبوی صرف فضول جم کر بیٹھ جانے ہی کی صورت میں منحصر نہیں' بلکہ علی الاطلاق حکم ہے کہ) تم کو (کسی امر میں) جائز نہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کلفت پہنچاؤ اور نہ یہ جائز ہے کہ تم آپ کے بعد آپ کی بیبیوں سے کبھی بھی نکاح کرو۔ یہ خدا کے نزدیک بڑی بھاری (معصیت کی) بات ہے (اور جس طرح یہ نکاح ناجائز ہے ایسے ہی اس کا زبان سے ذکر کرنا یا دل میں ارادہ کرنا سب گناہ ہے سو) اگر تم (اس کے متعلق) کسی چیز کو (زبان سے) ظاہر کرو گے یا اس (کے ارادہ) کو (دل میں) پوشیدہ رکھو گے تو اللہ تعالیٰ (کو دونوں کی خبر ہوگی کیونکہ وہ) ہر چیز کو خوب جانتے ہیں (پس تم کو اس پر سزا دیں گے اور ہم نے جو اوپر حجاب کا حکم دیا ہے تو اس سے بعضے مستثنیٰ بھی ہیں جن کا بیان یہ ہے کہ) پیغمبر کی بیبیوں پر اپنے باپوں کے (سامنے ہونے کے) بارہ میں کوئی گناہ نہیں اور نہ اپنے بیٹوں کے (یعنی جس کے بیٹا ہو) اور نہ اپنے بھائیوں کے اور نہ اپنے بھتیجوں کے اور نہ اپنے بھانجوں کے اور نہ اپنی (دین شریک) عورتوں کے اور نہ اپنی لونڈیوں کے (یعنی ان کے سامنے آنا جائز ہے) اور (اے پیغمبر کی بیبیو ان احکام مذکورہ کے امتثال میں) خدا سے ڈرتی رہو (کسی حکم کے خلاف نہ ہونے پاوے) بے شک اللہ ہر چیز پر حاضر (ناظر) ہے (یعنی اس سے کوئی امر مخفی نہیں پس خلاف میں احتمال سزا کا ہے) **ف**: اول آیت میں جو احکام دخول بیوت و طعام کے مذکور ہیں وہ بتصریح علماء سرکار نبوی کے ساتھ خاص نہیں یعنی اس قسم کی بات کسی کو گراں و ناگوار ہو وہ ناجائز ہے اور فَيَسْتَحْيِي مِنكُمْ ز وَاللَّهُ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ ط سے شبہ نہ کیا جاوے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم احیاناً اظہار حق نہ فرماتے تھے اصل یہ ہے کہ جس حق کا اظہار واجب ہے وہ حق اللہ ہے اور جس سے آپ کا استحیاء واقع ہوا وہ حق للنفس تھا کہ اپنے اوپر کلفت اٹھائی۔ اس سے حکم شرعی کا اخفاء لازم نہیں آیا کہ منشاء وسوسہ ہو اور حجاب میں: وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ کے بڑھانے کا فائدہ تقریر ترجمہ سے ظاہر ہوگیا کہ مبالغہ کے لئے ہے یعنی ویسے تو حجاب کیوں نہ ضروری ہوگا ایسی حاجت شدیدہ کے وقت بھی حجاب ضروری ہے اور یہ آیت حجاب کی آیت: وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ سے مقدم ہے' کیونکہ اس کا نزول حضرت زینبؓ کی اول شادی میں ہوا ہے اور آیت تخییر کا وقت جس سے آیت وَقَرْنَ...... متعلق ہے حضرت زینبؓ کے نکاح کے بہت بعد ہوا ہے' چنانچہ مخیرات میں وہ بھی تھیں جس سے پہلے طلب نفقات ہو چکا تھا جس کا شادی کے زمانے کے بہت بعد اتفاق ہوا کرتا ہے۔ پس اس آیت سے حجاب فرض ہوا اور قَرْنَ سے اس کی تاکید ہوئی اور مسائل حجاب وقرار فی البیوت کے آیت وَقَرْنَ کی تفسیر میں مذکور ہوئے ہیں اور ازواج مطہرات سے نکاح کا حرام ہونا مجملاً تو منصوص اور اجماعی ہے' البتہ بعض تفاصیل میں اختلاف ہے۔ امام الحرمینؒ اور رافعیؒ نے تحریم کو مدخول بہا کے ساتھ خاص کہا ہے اور رازی و غزالیؒ نے اس زوجہ کو حلال کہا ہے جو تخییر کے بعد دنیا کو اختیار کرے اور بعض علماء نے مملوکات میں سے صرف اس کو حرام کہا ہے جو وقت وفات تک آپ کے پاس ہو اور آیت لَا جُنَاحَ عَلَيْهِنَّ میں جو مستثنیات ہیں ان میں انحصار مقصود نہیں بلکہ جمیع محارم نسبیہ و رضاعیہ اور جو آیت نور میں مذکور ہیں سب مراد ہیں اور اس آیت کے بعض اجزاء کی تفسیر آیت نور کی تفسیر میں گزر چکی ہے' ملاحظہ فرمالیا جاوے۔ ربط: اوپر سرکار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی جلالت شان کا تحریم ازواج مطہرات سے اظہار فرمایا تھا' اس کے قبل بھی کئی آیتوں میں مختلف پیرایوں سے اس کا بیان کیا تھا' آگے صلوٰۃ وسلام کے اخبار اور انشاء سے اس پر دلالت فرماتے ہیں۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: إِنَّ ذَٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ...... ذَٰلِكُمْ کا مشار الیہ کھانے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں ٹھہرا رہنا ہے۔ اس سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک یہ کہ ایسے موقع میں صاف طور سے نہ کہنا طبع کریم کا مقتضا ہے اور صاف طور سے کہہ دینا عقل حکیم کا مقتضاء ہے۔ پس مصلح مقتضائے عقل کو مقتضائے طبع پر ترجیح دیتا ہے۔ دوسری بات معاشرت کی اصلاح کا واجب ہونا اور جس حرکت سے دوسرے کو ایذاء ہو اور وہ ضروری نہ ہو اس کا حرام ہونا ہے۔ آج کل ایسے امور کی اہل علم و مشائخ تک میں احتیاط نہیں ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ل قوله: في توضيح لا تدخلوا: یعنی بے دعوت الخ بتقرير ترجمتي لا جزاء الآية اندفع شبهة التكرار في قوله الا ان يؤذن لكم مع قوله اذا دعيتم فان الاول الدعوة للطعام قبل الاوان كما هو العادة من الاعلام به قبل وقت او يوم والثاني الدعاء الى الطعام في عين الاوان ۱۲۔ ۲ قوله في اطهر عمدہ افاده صيغة التفضيل ۱۲۔

اللغات: قوله اناه اى نفجه و بلوغه ۱۲۔ قوله لحديث اللام للتعليل اى بسبب الحديث ۱۲۔

النحو: قوله الا ان يؤذن بتقدير المضاف اى وقت الاذن بمعنى الدعوة ومن ثم عدى بالى ۱۲۔ قوله غير ناظرين حال من فاعل ادخلوا المقدر اى ادخلوا وقت الاذن غير ناظرين ۱۲۔ قوله لا مستانسين حال من مقدر اى لا تمكثوا مستانسين ۱۲۔

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿٥٦﴾ إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ

وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا ۝ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا ۝ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَابِيبِهِنَّ ۚ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَن يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ۝ لَّئِن لَّمْ يَنتَهِ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ وَالْمُرْجِفُونَ فِي الْمَدِينَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُونَكَ فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا ۝ مَّلْعُونِينَ ۖ أَيْنَمَا ثُقِفُوا أُخِذُوا وَقُتِّلُوا تَقْتِيلًا ۝ سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِن قَبْلُ ۖ وَلَن تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا ۝

ع ۷ — ۴

بے شک اللہ تعالیٰ اور اسکے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں ان پیغمبر پر۔ اے ایمان والو تم بھی آپ پر رحمت بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو۔ بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کو ایذا دیتے ہیں اللہ ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کیلئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار رکھا ہے اور جو لوگ ایمان والے مردوں کو اور ایمان والی عورتوں کو بدوں اسکے کہ انہوں نے کچھ کیا ہو ایذا پہنچاتے ہیں تو وہ لوگ بہتان اور صریح گناہ کا بار لیتے ہیں۔ اے پیغمبر! اپنی بیبیوں سے اور اپنی صاحبزادیوں سے اور دوسرے مسلمانوں کی بیبیوں سے بھی کہہ دیجئے کہ (سر سے) نیچے کرلیا کریں اپنے تھوڑی سی اپنی چادریں اس سے جلدی پہچان ہوجایا کریگی تو آزادی نہ دی جایا کرینگی اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ یہ منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں خرابی ہے اور وہ لوگ جو مدینہ میں (جھوٹی جھوٹی) افوائیں اڑا دیا کرتے ہیں اگر باز نہ آئے تو ضرور ہم آپ کو ان پر مسلط کرینگے پھر یہ لوگ آپ کے پاس مدینہ میں بہت ہی کم رہنے پاوینگے۔ وہ بھی (ہر طرف سے) پھٹکارے ہوئے جہاں ملیں گے پکڑ دھکڑ اور مار دھاڑ کی جائیگی اللہ تعالیٰ نے ان (مفسد) لوگوں میں بھی اپنا یہی دستور کر رکھا ہے جو پہلے ہو گزرے ہیں اور آپ اللہ کے دستور میں کسی شخص کی طرف سے رد و بدل نہ پاوینگے۔

تفسیر: **نوع ہفتم اجلال شان نبوی با خبار وانشائے صلوٰۃ وسلام:** اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ (الی قولہ تعالیٰ) وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں ان پیغمبر (ﷺ) پر اے ایمان والو! تم بھی آپ پر رحمت بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو (تا کہ آپ کا حق عظمت جو تمہارے ذمہ ہے ادا ہو) **ف:** اللہ تعالیٰ کا رحمت بھیجنا تو رحمت فرمانا ہے اور مراد اس سے رحمت مشترکہ نہیں ہے کہ اس سے اختصاص مقصود ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ رحمت خاصہ ہے جو آپ کی شان عالی کے مناسب ہے اور فرشتوں کا رحمت بھیجنا اور اسی طرح جس رحمت بھیجنے کا ہم کو حکم ہے اس سے مراد اس رحمت خاصہ کی دعا کرنا ہے اور اسی کو ہمارے محاورے میں درود کہتے ہیں اور اس دعاء کرنے سے حضور ﷺ کے مراتب عالیہ میں بھی ترقی ہوسکتی ہے' کیونکہ ترقی کی کوئی حد نہیں۔ چنانچہ خود حضور پرنور ﷺ نے دعاء بعد الاذان میں دعائے وسیلہ کی عام امتیوں کو تعلیم فرمائی ہے اور حضرت عمرؓ کو حکم فرمایا تھا اشر کنا **فی الدعاء** اور خود دعاء کرانے والے کو بھی اس وجہ سے کہ امتثال امر الٰہی کیا اور آپ کا حق تعظیم ادا کیا نفع ہوتا ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ ایک بار درود بھیجنے سے اس شخص پر اللہ تعالیٰ کی دس رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور آپ پر سلام بھیجنے کے معنی مجموعہ دو امر کا ہے۔ ایک دعا ہے سلامت عن الآفات کی دوسرے ثناء ہے جو اس دعاء کے لئے لازم ہے' کیونکہ عرفاً یہ صیغہ مخصوص مستحق ثناء ہی کے لئے ہے' پس حالت حیات میں تو دونوں کا تحقق ہوسکتا ہے اور بعد وفات مجرد معنی ثانی رہ جاتے ہیں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مقصود اس تسلیم سے دعاء ہو سلام من اللہ کی اور اس سلام سے مقصود بشارت سلامت ہو۔ پس حاصل یہ ہوگا کہ **اللھم بشر النبی ﷺ بالسلامة الابدية الموعودة له** اور یہ معنی بعد وفات بھی بلا تکلف صحیح ہوسکتے ہیں اور یہ صلوٰۃ وسلام دو طرح کے صیغوں سے ادا ہوسکتے ہیں۔ ایک یہ کہ مکلف اپنی طرف اس کی اسناد کرے' مثلاً یوں کہے: **نصلی و نسلم** اور دوسرے یہ کہ بطور دعاء کے اللہ تعالیٰ کی طرف اسناد کرے' جیسے **اللھم صل یا اللھم سلم یا صلی اللّٰہ علیه وسلم** اور تشہد میں جو وارد ہے السلام علیک اس میں دونوں احتمال ہیں سلامی جیسے اس شعر میں ؎

بلغ اللّٰه صلاتی وسلامی ابدا الخ۔ یا **سلام اللّٰه بقرينة رحمة اللّٰه و بركاته** کے اور حدیثوں کے صیغوں کو دیکھنے سے دوسرے صیغہ کی افضلیت و ارجحیت ثابت ہوتی ہے اور صلاتی وسلامی بھی بعد تاویل اسی طرف راجع ہوسکتا ہے کہ اضافت بادنی ملابست ہو اور معنی یہ ہوں **صلوٰۃ اللّٰه منی و سلام اللّٰه منی ای مطلوبا منی** اور علماء محققین نے فرمایا ہے کہ صیغہ امر کا نص قطعی الثبوت وقطعی الدلالت میں فرضیت کے لئے ہے اور مقتضی تکرار کو ہے نہیں' اس لئے عمر بھر میں ایک بار تو فرض ہے جیسا کلمہ توحید کا تلفظ ایک بار فرض ہے اور جس مجلس میں آپ کا ذکر مبارک ہو وہاں **نظرا الی الوعید الوارد فی الاحادیث والی الدلائل النافية للحرج** ایک بار واجب ہے اور اس سے زیادہ **نظرا الی الفضائل** مستحب ہے اور یہ سب خارج نماز کی تفصیل ہے اور نماز میں مختلف فیہ ہے'

امام صاحب کے نزدیک سنت ہے۔ یہ سب تفصیل صیغۂ صلوٰۃ میں ہے اور لفظ سلام میں ظاہر صیغۂ امر کو دیکھ کر بعض نے عمر بھر میں ایک بار اس کو بھی فرض کہا ہے لیکن نظراً الی المعنی صلوٰۃ اور سلام سے چونکہ مقصود واحد ہے اس لئے صلوٰۃ سے امر بالسلام کا بھی امتثال ہو سکنے سے بالاستقلال اس کی فرضیت کا ثبوت محل کلام میں ہے اور اسی اتحاد مقصود کے اعتبار سے یصلون: کے ساتھ یُسَلِّمُوْنَ نہیں فرمایا کہ وہ بھی خود مفہوم ہو جاوے گا پس مقصود گویا یہ ہے اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ و یسلمون عَلَى النَّبِيِّ تا کہ آگے صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا اس پر متفرع ہونے میں منطبق ہو جاوے اور شاید دوسری جگہ اس لئے تصریح کر دی ہو کہ مخاطبین پر حضور ﷺ کے حقوق ازبس عظیم ہیں' اس لئے اہتمام کے لئے دو صیغوں کی تصریح پھر دوسرے صیغہ کی تاکید مفعول مطلق سے فرمائی گئی کہ تاکد طلب کے ساتھ مطلوبیت تکثیر پر بھی دال ہو اور روح میں حموی سے انہوں نے منیۃ المفتی سے نقل کیا ہے کہ اگر صرف صیغۂ صلوٰۃ پر یا صیغۂ سلام پر اکتفاء کرے تب بھی مکروہ نہیں' البتہ جمع اولیٰ ہے جیسا قعدۂ اخیرہ نماز میں جمع کیا گیا ہے کہ تشہد میں سلام ہے اور آگے صلوٰۃ ہے اور قعدۂ اولیٰ میں صرف سلام کا ہونا صاف دلیل ہے عدم کراہت افراد کی' چونکہ اس مقام کے مطالعہ کے وقت احتمال ہے کہ شاید ناظرین کو قصداً صلوٰۃ و سلام سے ذہول ہو جاوے' اس لئے ایک مختصر صیغہ عبارت میں لکھ دینا بھی مناسب ہے کہ لکھا ہوا تو ضرور ہی پڑھیں گے۔ **اللهم صل علٰى سيدنا و مولٰنا محمد وعلٰى اٰل سيدنا و مولٰنا محمد وبارك وسلم۔**

ربط: اوپر آیات متفرقہ میں انواع مختلفہ ایذائے نبوی کی ممانعت مذکور ہوئی تھی جن میں بعض جو بلا قصد تھیں ان میں تو صرف فہمائش اور نصیحت کر دی گئی تھی جیسے طلب نفقات زائدہ از واج اور مکث فی البیوت قبل الطعام یا بعد الطعام اور بعض جو بقصد ایذا رہ گئیں جیسے مخالفین کی جانب سے پیش آتی تھیں ان میں آگے وعید شدید فرماتے ہیں اور تاکید کے لئے اول آیت میں ایذاء رسول کو مثل ایذائے الٰہی کے قرار دیتے ہیں اور آیت ثانیہ میں مطلقاً اہل ایمان کی ایذاء کو بھی معصیت کبیرہ میں شمار فرماتے ہیں جس سے ایذائے رسول کے موجب وعید ہونے کی اور زیادہ تاکید ہوتی ہے کہ جب مطلق مومنین کی ایذاء ایسی ہے تو سید المؤمنین کی ایذاء کیسی ہوگی۔ دوسرے مخالفین اس کے بھی قصداً مرتکب ہوتے تھے ان کی وعید بھی مؤکد ہوگئی کہ دوام مرسبب عذاب ہیں۔

وعید بر ایذائے رسول ﷺ و مومنین: اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ (الی قوله تعالی) فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) کو (قصداً) ایذا دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے اور (اسی طرح) جو لوگ ایمان والے مردوں کو اور ایمان والی عورتوں کو بدوں اس کے کہ انہوں نے کچھ (ایسا کام) کیا ہو (جس سے وہ مستحق سزا ہو جاویں) ایذاء پہنچاتے ہیں تو وہ لوگ بہتان اور صریح گناہ کا (اپنے اوپر) بار لیتے ہیں (یعنی اگر وہ ایذائے قولی ہے تو بہتان ہے اور اگر فعلی ہے تو مطلق گناہ ہی ہے) **ف**: اللہ کے ناراض[۱] کرنے کو مجازاً ایذا کہہ دیا گیا اور قصداً کی قید ترجمہ يُؤْذُوْنَ میں چند دلیل سے ثابت ہے۔ اوّل ایذاء افعال اختیاریہ میں سے ہے اور افعال اختیاریہ میں قصد شرط ہے۔ دوم جس فعل سے بلا قصد ایذاء ہو جاوے وہ درحقیقت مقدمہ ایذاء ہے اس کو ایذاء کہنا مجاز ہے اور کلام میں اصل حقیقت ہے اور وہ مختص ہے ایذائے قصدی سے۔ سوم شریعت میں امور غیر قصدیہ پر وعید مرفوع ہے **کما قال علیه السلام رفع عن امتی الخطأ**: اور اس پر وعید وارد ہے اور بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا کی قید سے تادیب و سیاست کا جواز جبکہ قاعدہ شرعی سے ہو ثابت ہو گیا اور ایذاء بلا قصد میں جو يُّضٰعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ [ھود: ۲۰] آیا ہے وہ تقریر تمہید کے کہ صرف فہمائش و نصیحت الخ منافی نہیں' کیونکہ یہ وعید معلق ہے کہ بعد اس کے علم ہو گیا کہ یہ امر موجب ایذاء ہے' اس کا ارتکاب موجب وعید ہے اور اس کا وقوع نہ ہوا تھا اور جس کا وقوع ہوا تھا اس کے سبب ایذاء ہونے کی طرف التفات اور اس کا علم نہ ہوا تھا۔ ربط: اوپر ایذائے رسول و ایذائے عام مؤمنین پر وعید فرمائی تھی' آگے بعض خاص ایذاؤں کے متعلق کلام ہے جیسا بعض خاص ایذائیں اوپر متفرق آیات میں مذکور ہو چکی ہیں اور یہ ایذاء منافقین کی جانب سے دو طور پر واقع ہوئی تھی۔ ایک یہ کہ ان میں سے بعض شریر طینت مسلمانوں کی کنیزوں کو راستہ میں چھیڑتے اور بعضی بیبیوں سے بھی کنیزوں کے شبہ میں تعرض کرتے۔ دوسرے یہ کہ ہمیشہ ایسی جھوٹی خبریں اڑاتے کہ فلاں غنیم چڑھ کر آنا چاہتا ہے۔ ان دونوں امر سے رسول اللہ ﷺ اور عام مؤمنین و مؤمنات کو کلفت ہوتی۔ حق تعالیٰ نے پہلے امر کا انتظام حرائر کے لئے ادناء جلباب سے جس کی تحقیق آگے آتی ہے فرمایا اور غیر حرائر کے لئے وعید اغراء سے فرمایا اور امر دوم کا بھی اسی اغراء سے انسداد فرمایا۔ چنانچہ اس وعید سے ان کی وہ شورہ پشتی اور بے باکی بند ہوگئی۔ اس لئے وہ وعید واقع بھی نہیں کی گئی اور ان دونوں امر کے اعتبار سے منافقین تین قسم کے تھے۔ بعض جو رئیس اور نفاق میں اصل تھے وہ تو اپنی حفظ وجاہت کے لئے ان امور کا ارتکاب خود نہ کرتے تھے بلکہ رائیں دیتے اور تجویزیں کیا کرتے اور عوام میں بعضے امر اول کے مرتکب ہوتے' بعضے امر دوم کے۔ ان آیتوں میں ان سب کا ذکر ہے' ماخذ اس تمام تر تقریر کا روایات[۲] درمنثور کی ہیں۔

نوع ہفتم ایذائے رسول ﷺ مع المؤمنین بتعرض نساء و ارجاف:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ (الی قوله تعالی) وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا اے پیغمبر اپنی بیبیوں اور اپنی صاحبزادیوں سے اور دوسرے

مسلمانوں کی بیبیوں سے کہہ دیجئے کہ (سر سے) نیچی کرلیا کریں اپنے (چہرہ کے) اوپر تھوڑی سی اپنی چادریں اس سے جلدی پہچان ہو جایا کرے گی تو آزار نہ دی جایا کریں گی (یعنی کسی ضرورت سے باہر نکلنا پڑے تو چادر سے سر اور چہرہ بھی چھپا لیا جاوے جیسا سورۂ نور کے ختم کے قریب غیر متبرجات بزینۃ میں اس کی تفسیر روایت سے گزر چکی ہے چونکہ غیر حرائر کے لئے سر فی نفسہٖ داخل ستر نہیں اور انکشاف وجہ میں ان کو حرائر سے زیادہ رخصت ہے جس کی وجہ بغرض خدمت مولیٰ زیادہ ضرورت خروج وانکشاف ہے اس بناء پر اس وضع سے حرائر کو غیر حرائر سے امتیاز ہو جاوے گا اور وہ لوگ حرائر کو بوجہ ان کی وجاہت اور غلبۂ ظن ان کی حمایت کے قصداً نہ چھیڑتے تھے پس حرائر کے لئے اس وضع سے پردہ شرعی کے امر کا امتثال بھی ہو جاوے گا اور بہت سہولت کے ساتھ ان شریروں سے حفاظت ہو جاوے گی۔ رہ گئیں غیر حرائر ان کا انتظام آگے آوے گا) اور (اس سر اور چہرہ کے ڈھانکنے میں جو بلا قصد کمی یا بے احتیاطی ہو جاوے تو) اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے (اس کو معاف کر دے گا اور بخشنا اس لئے فرمایا کہ غالباً اس کوتاہی کا منشا کسی قدر بے پروائی وبے التفاتی ہوا کرتی ہے جو فی نفسہٖ ایک گونہ گناہ ہے مگر ایسے صغائر کبھی حسنات سے کبھی فضل سے معاف ہوتے رہتے ہیں آگے ان تعرض کرنے والوں کو اس شرارت پر اور ایک دوسری شرارت پر بھی دھمکاتے ہیں یعنی) یہ (خاص اصل) منافقین (جو رئیس اور بانی فساد وشرارت ہیں) اور (عام منافقین میں سے) وہ لوگ جن کے دلوں میں (شہوت پرستی کی) خرابی ہے (اور اس لئے کنیزوں سے تعرض کرتے ہیں) اور (ان ہی عام منافقین میں) وہ لوگ جو مدینہ میں (جھوٹی جھوٹی یا پریشان ۵ کرنے والی) افواہیں اڑایا کرتے ہیں (یہ لوگ) اگر (اپنی حرکتوں سے) باز نہ آئے تو ضرور (ایک نہ ایک دن) ہم آپ کو ان پر مسلط کریں گے (یعنی ان کے اخراج کا حکم کر دیں گے) پھر (اس حکم کے بعد) یہ لوگ آپ کے پاس مدینہ میں بہت ہی کم رہنے پاویں گے وہ بھی (ہر طرف سے) پھٹکارے ہوئے (یعنی مدینہ سے نکل جانے کا سامان کرنے کے لئے جو کچھ قدر قلیل مدت معین کی جاوے گی پس اس قدر تو یہ یہاں رہ لیں گے اور اس مدت میں بھی ہر شخص کی نظر میں ذلیل وخوار ہوں گے پھر نکال دیئے جاویں گے اور نکالنے کے بعد بھی کہیں امن نہ ہوگا بلکہ) جہاں ملیں گے پکڑ دھکڑ اور مار دھاڑ کی جاوے گی (وجہ یہ کہ ان منافقین کے کفر کا مقتضا تو یہی تھا لیکن نفاق کی آڑ میں ان کو پناہ ملی ہوئی ہے جب علی الاعلان ایسی مخالفتیں کرنے لگیں گے تو وہ مانع بھی اٹھ گیا اس لئے ان کے ساتھ بھی اسی اقتضائے اصلی کے موافق معاملہ ہوگا کہ ان کا اخراج اور قید وقتل سب جائز ہے اور اگر خروج کے لئے کوئی مدت معین ہو جاوے تو اس مدت کے اندر اندر بوجہ معاہدہ کے مامون ہوں گے اس کے بعد پھر جہاں ملیں گے بوجہ عدم بقائے عہد قید وقتل کی اجازت ہوگی۔ اس دھمکی میں تعرض غیر حرائر کا انتظام بھی ہو گیا اور ارجاف کا بھی انسداد ہو گیا یعنی مجاہرانہ و مکابرانہ کارروائی سے باز آ گئے گو منافقانہ شرارتیں رہی ہوں جس پر یہ احکام گاہے متوجہ نہیں کئے گئے اور فساد وشورش پر سزا کا مشروع کرنا کچھ ان ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ) اللہ تعالیٰ نے ان (مفسد) لوگوں میں بھی اپنا یہی دستور (جاری) رکھا ہے جو (ان سے) پہلے ہو گزرے ہیں (کہ ان کو آسمانی سزائیں دی جائیں یا انبیاء کے ہاتھ سے بمشروعیۃ جہاد وسیاست سزائیں دلوائی ہیں پس اگر پہلے ایسا نہ ہو چکتا تو ان کو اس وعید کے استبعاد کا وسوسہ بعید نہ تھا اور اب تو گنجائش ہی نہیں) اور آپ خدا کے دستور میں (کسی شخص کی طرف سے) ردوبدل نہ پاویں گے (کہ خدا تو کوئی بات جاری کرنا چاہے اور کوئی اس کو روک سکے پس سُنَّةَ اللّٰهِ میں احتمال قبل الوقوع کا دفعیہ فرما دیا اور لَنْ تَجِدَ میں احتمال بعد الوقوع کا دفعیہ فرما دیا کہ جب وہ واقع کرنے لگے تو کوئی ہٹا نہیں سکتا)۔ **ف**: شرعی لونڈیوں کے اعضائے مکشوفہ حرہ سے زائد ہیں یعنی اس میں مثل محرم عورتوں کے ہیں کذا فی الهداية: جن کا حکم سورۂ نور آیت قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ...... [النور: ۳۰] کی تفسیر میں گزر چکا ہے اور اس انتظام ادناء جلباب میں غیر حرائر کو شریک نہ کرنا اس لئے ہے کہ اس میں اس کی منصبی خدمات خلل پذیر ہوتی تھیں مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کے لئے تعرض کو گوارا کیا گیا بلکہ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ میں ان کا انتظام کافی مذکور ہے پس حاصل انتظام ادناء جلباب کا یہ ہوا کہ بیبیوں کی بے حجابی سے لونڈیوں کی حفاظت تو ہو ہی نہ جاوے گی بلکہ ایک نشد دوشد کا مضمون ہو جاوے گا اس لئے تم کو تو وضع اصلی کے چھوڑنے کی کوئی ضرورت نہیں اور اس میں تمہاری حفاظت بھی سہل ہے اس لئے تم اس کی پابند رہو باقی کنیزوں کا دوسرا انتظام ہو سکتا ہے (هكذا في القول الصواب لهٰذا العبد): باقی ضروری مضامین اس کے متعلق اس کی تمہید میں مذکور ہو چکے ہیں حاجت اعادہ نہیں اور یہ آیت منع عن کشف الوجہ میں صریح ہے اگر کسی کو وسوسہ ہو کہ یہ تو عارض دفع تعرض کے لئے تھا جواب یہ ہے کہ حاصل اس دفع تعرض کا دفع فتنہ ہے پس جہاں فتنہ ہوگا وہاں کشف وجہ ممنوع ہوگا خصوصیت کسی فتنہ کی معتبر نہیں اور چونکہ مبنی اس کا دفع فتنہ ہے اس لئے اس وجوب ستر وجہ کو لغیرہ کہتے ہیں اور عجائز کو مستثنیٰ کہتے ہیں۔ البتہ ازواج مطہرات کے لئے دوسری دلیل سے اس وجوب کو لعینہ کہتے ہیں۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ يُّعْرَفْنَ...... اس سے مستنبط ہوتا ہے کہ لباس وغیرہ میں امتیاز رکھنا جبکہ اس میں کسی مفسدہ ومضرت سے بچاؤ ہو اور کبر سے نہ ہو مذموم نہیں۔

ملحقات الترجمۃ: **قوله في اول ف**: رحمت بھیجنا الخ اشارة الى عموم المجاز فى الآية فلا يتوجه سوال ولا يحتاج الى جواب ۱۲۔۲ **قوله في ف**: ناراض کرنے کو ولا يلزم الجمع بين الحقيقة والمجاز لان المراد عموم المجاز فافهم ۱۲۔۳ **قوله في التمهيد**: روایات وهى

ماسنذکرہ ۱۲ ۔ ۴ قوله في العنوان: نوع ہفتم هذا وان اشتمل علٰى نوعين لكن لما او عدد عليهما بوعيد واحد وهو الاغراء نظما في سلك واحد وايضا فيه رعاية التماثل (ا) عدوى انواع الاجلال المامور به وانواع الايذاء المنهى عنه۱۲۔ ۵ قوله في المرجفون: یا پریشان اشارة الى ان الوعيد شامل للخبر الصادق الذى لا ينبغى اذاعته ويذاع لان يتاذى به المسلمون يدل عليه قوله تعالىٰ واذا جاء هم امر من الامن الخ۱۲۔

الروايات: في الدر المنثور عن ابن عباسؓ في قوله ان الذين يؤذون الله ورسوله الأية قال نزلت في الذين على النبى ﷺ حين اخذ صفية بنت حيى رضى الله تعالىٰ عنها وعنه ايضًا قال انزلت في عبدالله بن ابى وقاص معه قذفوا عائشةؓ فخطب النبى ﷺ وقال من يعذرنى في رجل يؤذينى ويجمع في بيته من يؤذينى فنزلت۱۲۔ قوله تعالىٰ: ذلك ادنى ان يعرفن عن ابى مالك قال كان ناس من المنافقين يتعرضون لهن فقيل ذلك للمنافقين فقالوا انما نفعله بالاماء فنزلت الى قوله حتى عرفوا من الاماء وعن قتادة قال قد كانت المملوكة يتناولونها۔ قوله تعالىٰ: لئن لم ينته عن قتادةؓ قال ان اناسا من المنافقين ارادوا ان يظهروا نفاقهم فنزلت فيهم لئن لم ينته المنافقون وعنه قال الارجاف الكذب الذى يذيعه اهل النفاق يقولون قد اتاكم عدد وعدة الى قوله فلما او عدهم الله بهذه الآية كتموا ذلك واسروه فقال اخذوا وقتلوا اذا اظهروا النفاق وعن محمد بن كعبؓ في قوله لئن لم ينته المنافقون قال يعنى المنافقين باعيانهم وعن عبيد بن جنينؒ في قوله لئن لم ينته المنافقون قال عرف المنافقين باعيانهم والذين في قلوبهم مرض والمرجفون في المدينة هم المنافقون جميعًا وعن عكرمة والذين في قلوبهم مرض قال اصحاب الفواحش وعن السدى في مثل عبدالله بن ابى سلول وعبدالله بن نبتل ومالك بن واعس فكان هؤلاء وجوها من وجوه الانصار فكانوا يستحيون ان ياتوا الزنا يصونون بذلك انفسهم هذا كله في الدر المنثور ۱۲۔

اللغات: قوله تعالىٰ: يدنين الادناء التقريب وضمن معنى الارخاء او السدل ولذا عدى بعلى كذا في الروح۔ قوله: لنغرينك يقال اغراه بكذا اذا ادعاه الى تناوله بالتحريض عليه والمراد التسليط۔

النحو: قوله ملعونين حال من مقدر اى يجاورون قليلاً ملعونين دل عليه المذكور من قوله تعالىٰ لا يجاورونك فيها الا قليلا۔

الحواشى: (ا) اى ليكون انواع الاجلال سبعة وانواع الايذاء سبعة۱۲ منه۔

يَسْئَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا ﴿۶۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَاَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا ﴿۶۴﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ۚ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۶۵﴾ يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِى النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَاۤ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ﴿۶۶﴾ وَقَالُوْا رَبَّنَاۤ اِنَّاۤ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ﴿۶۷﴾ رَبَّنَاۤ اٰتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ﴿۶۸﴾ ع ۸

یہ (سن کر) لوگ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں' آپ دعا کیجئے کہ اس کی خبر تو بس اللہ ہی کے پاس ہے اور آپ کو اس کی کیا خبر' عجب نہیں کہ قیامت ہی واقع ہو جائے بے شک اللہ تعالیٰ نے کافروں کو رحمت سے دور رکھا ہے اور ان کے لئے آتش سوزاں تیار کر رکھی ہے۔ جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے نہ کوئی یار پائیں گے اور نہ کوئی مددگار جس روز ان کے چہرے دوزخ میں الٹ پلٹ کئے جائیں گے۔ یوں کہیں گے: اے کاش! ہم نے اللہ کی اطاعت کی ہوتی اور ہم نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی ہوتی اور کہیں گے کہ اے ہمارے رب! ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کا کہنا مانا تھا۔ سوانہوں نے ہم کو (سیدھے) راستہ سے گمراہ کیا تھا۔ اے ہمارے رب! ان کو دوہری سزا دیجئے اور ان پر بڑی لعنت کیجئے۔ ۞

تفسیر ربط: اوپر آیت: اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ...... میں اللہ و رسول کی مخالفت پر لعنة فى الدنيا والآخرت اور عذاب مہین کی وعید فرمائی تھی' چونکہ اس میں اثبات ہے قیامت اور آخرت کا اور بعضے فرقے اللہ و رسول کی مخالفت کرنے والوں میں اس کے منکر تھے وہ اس قسم کی وعیدیں سن کر بطور انکار کے قیامت کا وقت وغیرہ پوچھا کرتے تھے' اس لئے آگے اس کا جواب مع تہدید اور لعنت مذکورہ و عذاب مذکور کی کسی قدر تفصیل اور کیفیت ارشاد فرماتے ہیں۔

تہدید مخالفین بوقوع قیامت وعقوبت: يَسْئَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ (الى قوله تعالى) وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيْرًا ﴿۶۸﴾ یہ (منکر) لوگ آپ سے قیامت کے متعلق

(منکرانہ) سوال کرتے ہیں (کہ کب ہوگی) آپ (جواب میں) فرما دیجئے کہ اس (کے وقت) کی خبر تو بس اللہ ہی کے پاس ہے اور آپ کو اس کی کیا خبر (کہ کب ہے البتہ اجمالاً ان لوگوں کو جان رکھنا چاہئے کہ) عجب نہیں کہ قیامت قریب ہی واقع ہو جاوے (کیونکہ جب وقت معین نہیں تو احتمال قرب کا بھی تو ہے تو اس احتمال سے ان کو چاہئے تھا کہ ڈرتے اور اس کے لئے تیاری کرتے نہ کہ منکرانہ استعجال اور استہزاء کرتے ہیں اور قرب سے مراد اگر غایت قرب ہے تو قرب کا وقوع نہ ہونا اس لئے محل اشکال نہیں کہ باعتبار عباد کے لَعَلَّ کے ساتھ خبر دی گئی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جب عباد سے مخفی ہے تو ان کو چاہئے کہ اس کے قرب کا احتمال رکھیں خواہ وہ قرب واقع ہو یا نہ ہو اور اسی علت اخفاء سے یہی قرب ہر زمانہ میں محتمل ہے پس وجوب خوف بھی تمام ازمنہ میں عام ہوا اور اگر قرب سے مراد مطلق قرب ہے تو لعل تحقیق کے لئے بھی ہو سکتا ہے اور وہ قرب واقع کے موافق بھی ہے کیونکہ اول تو یوما فیوما اس کا وقت قریب ہی آتا جاتا ہے یعنی جتنا بعد مثلاً کل تھا آج اس قدر نہیں رہا پس یہ بھی قرب ہے دوسرے یوم قیامت کے اشتد اد وامتداد کے سامنے دنیا کی مدت طویلہ بھی قصیر معلوم ہوگی پس اس کے مقابلہ میں یہ مجموعی مدت قریب ہے پس ہر حال میں تہدید صحیح ہوگئی یا احتمال قرب سے یا روزانہ مہلت کم ہوتے جانے سے یا اس وقت کے ہول اور طول سے۔ اب آگے لعنت اور عقوبت یوم قیامت کی کیفیت ارشاد ہے کہ) بے شک اللہ تعالیٰ نے کافروں کو رحمت سے دور کر رکھا ہے (جیسا اوپر بھی فرمایا ہے: لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ) اور (اس لعنت ہی کا اثر یہ ہے کہ) ان کے لئے آتش سوزاں تیار کر رکھی ہے (جیسا اوپر بھی فرمایا ہے: وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا) جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے (اور) نہ کوئی یار پائیں گے اور نہ کوئی مددگار (پائیں گے) جس روز ان کے چہرے دوزخ میں الٹ پلٹ کئے جاویں گے (یعنی چہروں کے بل گھسیٹے جاویں گے کبھی چہرہ کی اس کروٹ کبھی اس کروٹ، جیسا اس طرح گھسیٹنے[۲] میں مشاہدہ ہوتا ہے کہ اس شخص کا کبھی ایک طرف منہ ہو جاتا ہے کبھی دوسری طرف اور اس وقت غایت حسرت سے) یوں کہتے ہوں گے اے کاش ہم نے (دنیا میں) اللہ کی اطاعت کی ہوتی اور ہم نے رسول کی اطاعت کی ہوتی (تو آج اس مصیبت میں مبتلا نہ ہوتے) اور (حسرت کے ساتھ اپنے گمراہ کرنے والوں پر غیظ وغضب پیدا ہوگا تو) یوں کہیں گے کہ اے ہمارے رب ہم نے اپنے سرداروں کا (یعنی اہل حکومت کا) اور اپنے بڑوں کا (جن میں اور کسی وجہ سے متبوعیت کی صفت پائی جاتی تھی) کہنا مانا تھا سو انہوں نے ہم کو (سیدھے) راستہ سے گمراہ کیا تھا اے ہمارے رب (اس لئے) ان کو دوہری سزا دیجئے اور ان پر بڑی لعنت کیجئے (یہ ایسا مضمون ہے جیسا سورۂ اعراف کے رکوع چہارم میں ہے: رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ [الأعراف: ۳۸] جس کا جواب مل جاوے گا: قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ [ایضًا] جس کی تفسیر وہاں گزری ہے جس سے معلوم ہوگیا کہ ان کفار کی درخواست سے جو غرض تھی وہ اس میں ناکام رہے اس تفسیر کو دیکھ لیا جاوے)۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا اس میں دلالت ہے کہ ایسی تقلید عذر نہیں اور آج کل بدعات ورسوم کے اختیار کرنے میں منتسبین الی المشائخ اس سے بہت تمسک کرتے ہیں۔

ملحقات الترجمۃ: قوله في ما يدريك: اس کی کیا خبر اشارة الى ان المفعول الثانى ليدريك هو المقدر لا قوله لعل الساعة بل هو جملة مستانفة هدد بها المنكرين وفهمته من تفسير المعالم ۱۲۔ ۲ قوله في تقلب: گھسیٹنے اخذته من المعالم وهذا كقوله تعالى يوم يسحبون في النار وهذا التقلب ان كان من المسحوب طبعًا و اضطرارًا صح اسناده الى الملائكة كما يدل عليه كون الصيغة متعدية بناء على صدور سببه اى السحب منهم ۱۲۔

القراءۃ: قوله الرسولا والسبيلا انظر في ما كتبت في قوله تعالى تظنون بالله الظنونا۔ قوله كبيرا في قراءة كثيرا بالمثلثة ۱۲۔

النحو: قوله قريبا ليس هو خبرا بل هو ظرف اى في زمان قريب ۱۲۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا ۭ وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا ۝۶۹ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝۷۰ يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝۷۱

اے ایمان والو! تم ان لوگوں کی طرح مت ہونا، جنہوں نے (کچھ تہمت تراش کر) موسیٰ کو ایذا دی۔ سو ان کو اللہ تعالیٰ نے بری ثابت کر دیا اور وہ اللہ کے نزدیک بڑے معزز ہیں۔ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور راستی کی بات کہو اللہ تعالیٰ (اس کے صلہ میں) تمہارے اعمال کو قبول کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا۔ سو وہ بڑی کامیابی کو پہنچے گا۔

تفسیر ربط: اوپر کی آیتوں میں اللہ ورسول کی مخالفت احکام کا جس کو ایذاء سے تعبیر فرمایا گیا تھا مہلک ہونا معلوم ہوا ہے اور اہل وعید کی اس تمنا سے کہ:

یٰاَیْتَنَاۤ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا۠ اللہ ورسول کی موافقت احکام کا منجی ہونا مفہوم ہوا ہے آگے بطور تفریع کے مسلمانوں کو کہ وہی منتفع ہوتے ہیں اس مخالفت سے نہی اور اس موافقت کا امر اور اس نہی کے ساتھ اشارۃً مخالفت کا مضر ہونا اور اس امر کے ساتھ صراحۃً موافقت کا نافع ہونا ارشاد فرماتے ہیں۔

ترہیب از معصیت وترغیب بر اطاعت: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا (الی قولہ تعالی) فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا ۝ اے ایمان والو! تم ان لوگوں کی طرح مت ہونا جنھوں نے (کچھ تہمت تراش کر) موسیٰ (علیہ السلام) کو ایذاء دی تھی، سو ان کو خدا تعالیٰ نے بری ثابت[1] کر دیا (یعنی ان کا تو کچھ ضرر[2] نہ ہوا تہمت لگانے والے ہی کذاب اور مستحق عتاب ٹھہرے) اور وہ (یعنی موسیٰ علیہ السلام) اللہ کے نزدیک بڑے معزز (پیغمبر) تھے (اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کی براءت ظاہر فرمادی، جیسا[3] اور انبیاء علیہم السلام کے لئے بھی وجاہت اور تہمتوں سے براءت عام ہے۔ مطلب یہ کہ تم رسول کو ان کی مخالفت کر کے ایذا رسانی مت دینا کہ وہ اللہ کی مخالفت بھی ہے، ورنہ تم ہی متضرر ہو گے، بلکہ ہر امر میں اللہ ورسول کی اطاعت کرنا جس کا آگے حکم کیا جاتا ہے کہ) اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو (یعنی ہر امر میں اس کی اطاعت کرو) اور (بالخصوص کلام کرنے میں اس کی بہت رعایت رکھو کہ جب بات کرنا ہو) راستی کی بات کہو (جس میں عدل اور اعتدال سے تجاوز نہ ہو) اللہ تعالیٰ (اس کے صلہ میں) تمہارے اعمال کو قبول[4] کرے گا اور تمہارے[5] گناہ معاف کر دے گا (کچھ ان اعمال کی برکت سے، کچھ توبہ کی برکت سے جو تقویٰ اور قول سدید میں داخل ہے) اور (یہ ثمرات مذکورہ اطاعت پر ہیں اور اطاعت وہ چیز ہے کہ) جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا سو وہ بڑی کامیابی کو پہنچے گا۔ ف: موسیٰ علیہ السلام کے ایذاء دینے اور ان کی براءت کا قصہ جس کو خود جناب رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کی تفسیر کے طور پر فرمایا ہے بخاری وغیرہ میں اس طرح مذکور ہے کہ بنی اسرائیل غلبہ جہل سے اعلانیہ برہنہ نہایا کرتے تھے اور موسیٰ علیہ السلام جیسا کہ بدن چھپانے کا حکم شرعی ہے آڑ میں غسل فرماتے، بنی اسرائیل نے چرچا کیا کہ ان کے بدن میں کوئی عیب ومرض ضرور ہے، اس لئے یہ سب کے روبرو بدن نہیں کھولتے، یہ بات ایذاء رسانی کی تھی۔ اللہ تعالیٰ کو آپ کی براءت اس عیب سے ظاہر کرنا تھی۔ آپ نے بار تنہائی میں کپڑے اتار کر پتھر پر رکھ دیئے اور غسل کرنے لگے۔ خدا کے حکم سے وہ پتھر کپڑوں سمیت وہاں سے چلا۔ آپ کپڑے اٹھانے کے لئے اس کے پیچھے ہو لئے۔ آپ کا گمان یہ تھا کہ یہاں خالی میدان میں کوئی آدمی نہ ہوگا۔ اتفاق سے ایک مجمع بنی اسرائیل کا موجود تھا۔ وہ پتھر وہاں جا کر ٹھہرا اور سب نے سر سے پاؤں تک دیکھ لیا کہ کسی قسم کا کوئی عیب آپ کے بدن میں نہیں، پھر آپ نے کپڑے پہن لئے اور اس وقت سرمد کا یہ قول باحسن وجوہ صادق آ گیا۔

پوشاند لباس ہر کرا عیبے دید ☆ بے عیباں را لباس عریانی داد

اور اس قصہ میں موسیٰ علیہ السلام پر تو اس لئے اعتراض نہیں ہو سکتا کہ آپ کے اختیار کو اس میں کوئی دخل نہ تھا اور اللہ تعالیٰ پر اس لئے اعتراض نہیں ہو سکتا کہ وہ کسی قانون کے محکوم نہیں ہیں اور یہاں تو حکمت تبریہ موسیٰ علیہ السلام کی بھی ظاہر ہے اور خود تبریہ میں یہ حکمت ہے کہ نبی سے کسی کو تنفر نہ ہو جو کہ طبعاً حاجت اقتداء ہو جاتا ہے۔ یہ قصہ حضور ﷺ نے بیان فرما کر ارشاد فرمایا: فذلك قوله تعالیٰ: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى پس یہ قصہ تو بالیقین اس کی تفسیر ہے۔ باقی دوسرے قصے بھی اگر عموم ایذاء میں داخل کر لئے جاویں اور اس کی تخصیص کو تمثیل پر محمول کیا جاوے تو گنجائش ہے، لیکن اس قصہ کے تفسیر ہونے کا انکار صحیح نہیں اور شعب تقویٰ وطاعات میں سے قول سدید کی کہ طاعت لسانی ہے تخصیص شاید اس لئے ہو کہ اس کو اکثر لوگ سہل سمجھتے ہیں یا اس لئے ہو کہ وہ ایذاء میں اصرح اور اقبح ہوتا ہے اور نیز کثیر الوقوع بھی ہوتا ہے اور یُصْلِحْ بمعنی یتقبل کی وجہ ترتب تقویٰ وقول سدید پر ظاہر ہے، کیونکہ عمل کا مقبول ہونا جن شرائط پر موقوف ہے وہ سب جزء تقویٰ ہیں، جب کبھی مقبولیت عمل میں اختلال ہوگا ضرور تقویٰ کے کسی جزء کا فقدان ہوگا اور لَا تَكُوْنُوْا سے یہ لازم نہیں آتا کہ کبھی مسلمانوں نے قصداً ایسا کیا ہو بلکہ ہمیشہ احتیاط رکھنے کا حکم ہے جیسا میرے ترجمہ سے ظاہر ہے اور حدیثوں میں جو بعضے لوگوں کے قصے آئے ہیں یا تو وہ منافقوں کے قصے ہیں یا بعضے مزاج ناشناس مسلمانوں کو ان اقوال کے موذی ہونے کی طرف التفات نہ ہوا ہوگا۔ رَبط: اوپر آیات میں اللہ ورسول کی اطاعت کا وجوب اور مخالفت کی حرمت مذکور ہے، بلکہ تمام تر سورت اسی مضمون کی شرح ہے، کیونکہ اعظم مقاصد سورت جیسا کہ تمہید میں مذکور ہوا ہے رسول ﷺ کے اجلال واحترام کا وجوب اور ایذاء وایلام کی تحریم ہے اور یہ بھی وجوب اطاعت اللہ ورسول اور حرمت مخالفت اللہ ورسول کا ایک تعبیری عنوان ہے، آگے اسی وجوب وحرمت کی تاکید وتقویت کے لئے خاتمہ سورت میں انسان کا مکلف باحکام ہونا اور ان کو امانت کے ساتھ تشبیہ دے کر اس کے ادائے حق کرنے والوں کا مورد عنایت اور اس کی اضاعت کرنے والوں کا مستحق عذاب ہونا بیان فرماتے ہیں۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ ...... اس میں دلالت ہے کہ اعمال صالحہ کو جیسا ثواب میں دخل ہے اسی طرح دوسرے اعمال کی اصلاح میں بھی ان کو دخل ہے، اسی بناء پر مشائخ بعض اوقات ایک عمل کا امر کرتے ہیں مگر مقصود اس سے کسی دوسرے عمل کی اصلاح ہوتی ہے، اس تعلق کو وہ حضرات خوب جانتے ہیں۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ قوله في براه: بری ثابت اشارة الى ان البراء ة كانت مقدمة وانما المرتب هو اظهارها ۱۲۔ ۲؎ قوله فی توضیح براه: ضرر نہ ہوا اشارۃ الی ما فی التمھید من قولہ اشارۃً: مخالفت کا الخ ۱۲۔ ۳؎ قوله فی وجیھا: جیسا اور انبیاء الخ اشارة الى ان التخصيص ليس فى الحكم بل انما هو فى الذكر لاقتضاء المقام وتخصيص موسىٰ فى التشبيه لكونه عليه السلام اشبه نبينا ﷺ فى كثير من الصفات الجليلة الجميلة ككونهما صاحبى شرع جديدة وكونهما صاحبى سيف وكونهما صاحبى رعب ۱۲۔ ۴؎ قوله فی یصلح: قبول اخذته من الخازن ففيه قال ابن عباس يتقبل حسناتكم وهكذا فى المدارك قلت وهذا لان العمل اذا كان صالحاً يكون مقبولا فجعله صالحًا يستلزم جعله مقبولا فصح ارادة معنى يتقبل ۱۲۔ ۵؎ قوله في يغفرلكم: تمہارے گناہ اشار بترك ترجمة اللام الى كونها للتقوية محسب ۱۲۔

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ ۖ إِنَّهُ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ﴿۷۲﴾ لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ وَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۷۳﴾

ع ۹

ہم نے یہ امانت (یعنی احکام جو منزلہ امانت کے ہیں) آسمان وزمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کی تھی سوانہوں نے اس کی ذمہ داری سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اس کو اپنے ذمے لے لیا وہ ظالم ہے جاہل ہے انجام یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ منافقین اور منافقات اور مشرکین اور مشرکات کو سزا دے گا اور مؤمنین ومؤمنات پر توجہ د(رحمت) فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

تفسیر: مکلّف بودن باحکام وثمرات طاعات وآثام: إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ (الی قوله تعالی) وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ہم نے یہ امانت (یعنی احکام جو بمنزلہ امانت کے ہیں) آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کی تھی (یعنی ان میں کچھ شعور پیدا کر کے جو کہ اب بھی ہے ان کے روبرو اپنے احکام اور بصورت ماننے کے اس پر انعام واکرام اور بصورت نہ ماننے کے اس پر تعذیب وایلام پیش کر کے ان کو لینے نہ لینے کا اختیار دیا اور حاصل اس پیش کرنے کا یہ تھا کہا گر تم ان احکام کو اپنے ذمہ رکھتے ہو تو ان کے موافق عمل کرنے کی صورت میں تم کو ثواب ملے گا اور خلاف کرنے کی صورت میں عذاب ہوگا اور اگر نہیں لیتے تو مکلّف نہ بنائے جاؤ گے اور ثواب وعذاب کے بھی مستحق نہ ہوگے تم کو دونوں اختیار ہیں کہ اس کو نہ لینے سے نافرمان نہ ہوگے جس قدر ان میں شعور تھا وہ اجمالاً اس مضمون سمجھ لینے کے لئے کافی تھا چونکہ ان کو اختیار بھی دیا گیا تھا) سوانہوں نے (خوف عذاب کے سبب احتمال ثواب سے بھی دست برداری کی اور) اس کی ذمہ داری سے انکار کر دیا اور اس (کی ذمہ داری) سے ڈر گئے (کہ خدا جانے کیا انجام ہو اور اگر وہ اپنے ذمہ رکھ لیتے تو مثل انسان کے ان کو بھی عقل عطا کی جاتی جو تفصیل احکام ومثوبات وعقوبات کے سمجھنے کے لئے موقوف علیہ ہے' چونکہ اس کو نہیں منظور کیا اس لئے عقل کی بھی ضرورت نہ ہوئی۔ غرض انہوں نے تو عذر کر دیا) اور (جب ان سموات وارض وجبال کے بعد انسان کو پیدا کر کے اس سے یہی بات پوچھی گئی تو) انسان نے (بوجہ اس کے کہ علم الٰہی میں اس کا خلیفہ ہونا مقرر تھا) اس کو اپنے ذمے لے لیا (غالباً اس وقت تک اس میں بھی اتنا ہی ضرورت کے قدر شعور ہوگا اور غالباً یہ پیش کرنا اخذ میثاق سے مقدم ہے اور وہ میثاق اسی حمل کی فرع ہے اور اس میثاق کے وقت اس میں عقل عطا کی گئی ہوگی اور یہ کسی خاص انسان سے مثل آدم علیہ السلام کے نہیں پوچھا گیا بلکہ مثل اخذ میثاق کے یہ عرض بھی عام ہوگا اور التزام بھی عام تھا' پس سموات وارض وجبال مکلّف نہ ہوئے اور یہ مکلّف بنا دیا گیا۔ آیت میں اس کا یاد دلانا غالباً اسی حکمت سے ہے جیسا میثاق یاد دلایا (یعنی ان احکام کا تم نے از خود التزام کیا ہے پھر نباہنا چاہئے اور چونکہ مکلّف جن بھی ہے' اس لئے غالباً وہ بھی اس عرض اور حمل میں شریک ہے مگر تخصیص ذکر انسان کی صرف اس لئے ہے کہ اس مقام میں کلام اسی سے ہو رہا ہے' پھر اس التزام کے بعد انسان کی حالت باعتبار اکثر افراد کے یہ ہوئی کہ) وہ (انسان عملیات میں) ظالم ہے (اور علمیات میں) جاہل ہے (یعنی دونوں امر میں اعمال میں بھی اور عقائد میں بھی خلاف ورزی کرتا ہے۔ یہ تو حالت باعتبار اکثر افراد کے ہے' باقی مجموعہ کے اعتبار سے اس ذمہ داری کا) انجام یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ منافقین ومنافقات اور مشرکین ومشرکات کو (کہ یہ لوگ احکام کے ضائع کرنے والے ہیں) سزا دے گا اور مؤمنین ومؤمنات پر توجہ (اور رحمت) فرماوے گا اور (بعد مخالفت بھی اگر کوئی باز آجاوے تو پھر اس کو بھی مؤمنین ومؤمنات کے زمرہ میں شامل کر لیا جاوے گا کیونکہ) اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔ ف: احکام کو امانت سے تشبیہ دینا بنا بر وجوب ادا اس کے حقوق کے ہے اور تعذیب ورحمت کا انجام حمل ہونا بواسطہ اضاعت واطاعت کے ہے اور اس آیت کی جو تفسیر اختیار کی گئی ہے اس پر کلام حقیقت پر محمول ہو کر بھی تمام اشکالات نقلیہ وعقلیہ سے بفضلہ تعالیٰ محفوظ ہے۔ ولله الحمد على ذلك ثم له الحمد على اتمام تفسير هذه السورة للسادس عشر من صفر يوم الاثنين ۱۳۲۵ھ من هجرة سيد الثقلين صلى الله عليه وعلى آله وسلم مدة دور الملوين وسير النيرين۔

ترجمۂ مسائل السلوک: ضمیمہ از روح المعانی۔ قولہ تعالیٰ: یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اتَّقِ اللّٰهَ ...... اس میں عظمت شان تقویٰ کی طرف اشارہ ہے اور نیز اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ اعداء اللہ سے محبت نہ چاہئے' کیونکہ ان کی اطاعت کرنا جس سے ممانعت مذکور ہے اور ان سے محبت کرنا یہ دونوں لازم وملزوم ہیں۔ سورۂ احزاب تمام ہوئی۔

الروایات: المتعلقة بالامانة فی الدر المنثور عن ابن عباسؓ الامانة الفرائض عرضها الله علی السموات والارض والجبال ان ادوها اثابهم وان ضیعوها عذبهم فکرهوا ذلك واشفقوا من غیر معصیة (لکونها مخیرة فی الحمل وعدمه) ولکن تعظیما لدین الله ان لا یقوموا بها ثم عرضها علی آدم (ای مع ذریته) فقبلها بمافیها وعن قتادة وحملها الانسان قیل له اتحملها قال نعم اه قلت وبهذا یتاید تفسیری آدم فی الروایة الاولٰی بقولی ای مع ذریته وتخصیص ذکر آدم لکونه اصلالهم وعن مجاهد قال لما خلق الله تعالی السموات والارض عرض علیهم الامانة فلم یقبلنها فلما خلق آدم علیه السلام عرضها علیه اه قلت ودل علی ما قلت سمٰوات وارض وجبال: کے بعد انسان کو پیدا کرکے الخ۔

البلاغة: قوله وحملها لم یذکر العرض المدلول علیه بالروایات اکتفاء بذکر الحمل الدال علیه ففیه ایجاز۔ قوله: انه کان ظلومًا جهولا اعتراض بین الحمل و غایة ای عاقبة للایذان من اول الامر بعدم وفاء ه بما تحمل ویکفی فی صدق الحکم علی الجنس بشیٔ وجوده فی بعض افراده فضلاً عن وجوده فی غالبها ۱۲۔

سُوْرَةُ سَبَا

سُوْرَةُ سَبَا ۳۴ مَكِّيَّةٌ ۵۸ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ۵۴ — رُكُوْعَاتُهَا ۶

سورۂ سبا مکہ میں نازل ہوئی — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اس میں ۵۴ آیات اور ۶ رکوع ہیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَلَهُ الْحَمْدُ فِی الْاٰخِرَةِ ؕ وَهُوَ الْحَكِیْمُ الْخَبِیْرُ ۝۱ یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَمَا یَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا یَعْرُجُ فِیْهَا ؕ وَهُوَ الرَّحِیْمُ الْغَفُوْرُ ۝۲

تمام تر حمد وثنا اس اللہ کو سزاوار ہے جس کی ملک ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اسی کو حمد (ثنا) آخرت میں (بھی) سزاوار ہے اور وہ حکمت والا خبر دار ہے وہ سب کچھ جانتا ہے۔ جو چیز زمین کے اندر داخل ہوتی ہے (مثلاً) بارش اور جو چیز اس میں سے نکلتی ہے (مثلاً نباتات) اور جو چیز آسمان سے اترتی ہے اور جو چیز اس میں چڑھتی ہے اور وہ (اللہ تعالیٰ) رحیم (اور) غفور (بھی) ہے۔

تفسیر: سورة سبا مكية قيل الا ويرى الذين اوتوا العلم وٰايها خمس واربعون كذا في البيضاوی۔

ربط: اس سورت میں یہ مضامین مذکور ہیں شروع سورت میں توحید جو کہ مفہوم کلی امانت کی جزئی اعظم ہونے اور شرک کے مقابل ہونے کی وجہ سے خاتمہ سورت سابقہ سے بھی مرتبط ہے، پھر قیامت کا اثبات مع بیان بعض دلائل قدرت کے جو کہ امکان قیامت کو مفید ہے ختم رکوع اول تک اور درمیان میں قرآن کی حقیقت جو کہ اخبار عن القیامت پر بھی مشتمل ہے پھر اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِیْبٍ کی مناسبت سے داؤد وسلیمان علیہما السلام کا ذکر جو کہ اعلیٰ درجہ کے منیب تھے ترغیب فی الانابۃ کے لئے پھر ترہیب عن عدم الانابۃ کے لئے بعض غیر منیبین یعنی کفار سبا کا ذکر پھر منیبین وغیر منیبین میں اتباع وعدم اتباع ابلیس کا تفاوت اور اس کے تسلیط کی حکمت رکوع دوم تک پھر عود الی التوحید پھر مَآ اَرْسَلْنٰكَ سے اثبات رسالت پھر وَیَقُوْلُوْنَ سے عود الی البعث پھر وَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَةٍ سے کفار کے کفر اور فخر کے بارے میں حضور ﷺ کا تسلیہ اور ان لوگوں کے منشائے تفاخر کا ابطال اور مَآ اَنْفَقْتُمْ سے مقابلہ میں بعض مضرات کفار کا مؤمنین کے لئے نافع ہونا کہ مقابلہ کے ساتھ وہ بسط رزق کے مضمون پر متفرع بھی ہے، پھر یَوْمَ یَحْشُرُهُمْ سے عود الی البعث پھر وَاِذَا تُتْلٰی سے عود الی الرسالۃ پھر وَلَوْ تَرٰٓی سے اصول مذکورہ کے منکرین کی وخامت عاقبت کے بیان پر سورت ختم ہے۔

توحید: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ (الی قوله تعالى) وَهُوَ الرَّحِیْمُ الْغَفُوْرُ ۝۲ تمام تر حمد (وثنا) اسی اللہ کو سزاوار ہے جس کی ملک ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور (جس طرح فی الحال اس کا مستحق حمد ہونا بیان کیا گیا اسی طرح) اسی کو حمد (وثنا) آخرت میں (بھی) سزاوار ہے (چنانچہ اس کا ظہور بھی اس طرح ہوگا کہ اہل جنت کہیں گے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ [فاطر: ۳۳] اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ [الزمر: ۷۴] اور وہ حکمت والا (ہے کہ موجودات ارضیہ وسماویہ کو منافع ومصالح پر متضمن بنایا ہے اور وہ) خبر دار (بھی) ہے (کہ ان مصالح ومنافع کو پیدا کرنے کے قبل سے جانتا تھا پھر ان کو پیدا کر کے ارضیات وسماویات میں رکھ دیا اور وہ ایسا خبیر ہے کہ) وہ سب کچھ جانتا ہے جو چیز زمین کے اندر داخل ہوتی ہے (مثلاً بارش) اور جو چیز اس میں سے نکلتی ہے (مثلاً نباتات) اور جو چیز آسمان سے اترتی ہے اور جو چیز اس میں چڑھتی ہے (مثلاً ملائکہ کہ نزول وعروج کرتے ہیں اور مثلاً احکام جن کا نزول ہوتا ہے اور اعمال جن کا صعود ہوتا ہے) اور (چونکہ ان سب چیزوں میں جسمانی یا روحانی منافع ہیں مقتضا ان کا یہ ہے کہ پورا پورا شکر ادا کیا جاوے اور جو کوتاہی کرے وہ مستحق سزا ہو لیکن) وہ (اللہ) رحیم (اور) غفور (بھی) ہے (پس اپنی رحمت سے صغیرہ کوتاہی کو حسنات سے اور کبیرہ کوتاہی کو توبہ سے اور کبھی دونوں کو فضل سے اور جو کوتاہی حد کفر وشرک تک پہنچی ہو اس کو ایمان لانے سے معاف فرما دیتا ہے پس مبدأ

رحمت اور منتہی مغفرت ہے۔

ملحقات الترجمۃ: ۱۔ قوله في وله الحمد في الأخرة: اورجس طرح الخ لان (ا) مدلول الحكم بشئ مطلقًا هو الحكم باعتبار زمان التكلم اولا ثم يثبت العموم او الخصوص بدليل مستقل ۱۲۔

فائدہ: وبما قررت قوله وهو الحكيم الخبير وقوله وهو الرحيم الغفور لا يرد ماتوهم ان العكس النسب ۱۲۔

البلاغۃ: قوله يعرج فيها وضمن العروج معنى السير فعدى بفي دون الى ۱۲۔

الحواشی: (ا) دليل لقيد فى الحال الذى ليس صريحًا فى الكلام وانما فهم من هذا الدليل ۱۲ منه۔

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَأْتِينَا السَّاعَةُ ۖ قُلْ بَلَىٰ وَرَبِّي لَتَأْتِيَنَّكُمْ عَالِمِ الْغَيْبِ ۖ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَلَا أَصْغَرُ مِنْ ذَٰلِكَ وَلَا أَكْبَرُ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ۞ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ۚ أُولَٰئِكَ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ۞ وَالَّذِينَ سَعَوْا فِي آيَاتِنَا مُعَاجِزِينَ أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِنْ رِجْزٍ أَلِيمٌ ۞ وَيَرَى الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ الَّذِي أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ هُوَ الْحَقَّ وَيَهْدِي إِلَىٰ صِرَاطِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ ۞ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلَىٰ رَجُلٍ يُنَبِّئُكُمْ إِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ إِنَّكُمْ لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ ۞ أَفْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَمْ بِهِ جِنَّةٌ ۗ بَلِ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ فِي الْعَذَابِ وَالضَّلَالِ الْبَعِيدِ ۞ أَفَلَمْ يَرَوْا إِلَىٰ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ۚ إِنْ نَشَأْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْأَرْضَ أَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِنَ السَّمَاءِ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِكُلِّ عَبْدٍ مُنِيبٍ ۞

اور یہ کافر کہتے ہیں کہ ہم پر قیامت نہ آئے گی آپ فرما دیجئے کہ کیوں نہیں قسم ہے پروردگار عالم الغیب کی وہ ضرور تم پر آئے گی اس (کے علم) سے کوئی ذرہ برابر بھی غائب نہیں نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور نہ کوئی چیز اس (مقدار مذکور) سے چھوٹی ہے اور نہ کوئی چیز (اس سے) بڑی ہے مگر یہ سب کتاب مبین میں (مرقوم ہے) تا کہ ان لوگوں کو صلہ نیک دے جو ایمان لائے تھے اور انہوں نے نیک کام کئے (سو) ایسے لوگوں کے لئے مغفرت اور (بہشت میں) عزت کی روزی ہے اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کے متعلق (ان کے ابطال کی) کوشش کی تھی ہرانے کے لئے' ایسے لوگوں کے واسطے سختی کا دردناک عذاب ہوگا اور جن لوگوں کو (آسمانی کتابوں کا) علم دیا گیا ہے وہ اس قرآن کو جو کہ آپ کے رب کی طرف سے آپ کے پاس بھیجا گیا ہے ایسا سمجھتے ہیں کہ وہ حق ہے اور وہ خدائے غالب محمود (کی رضا) کا رستہ بتلاتا ہے۔ اور یہ کافر (آپس میں) کہتے ہیں کہ کیا ہم تم کو ایسا آدمی بتائیں جو کہ تم کو یہ عجیب خبر دیتا ہے کہ جب تم ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے تو (اس کے بعد قیامت کو) ضرور ایک نئے جنم میں آؤ گے۔ معلوم نہیں اس شخص نے اللہ پر (قصداً) جھوٹ بہتان باندھا ہے یا اس کو کسی طرح کا جنون ہو گیا ہے بلکہ جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے (وہی) عذاب اور دور دراز گمراہی میں (مبتلا) ہیں۔ تو کیا انہوں نے آسمان اور زمین کی طرف نظر نہیں کی' جو ان کے آگے بھی اور ان کے پیچھے بھی موجود ہیں۔ اگر ہم چاہیں تو ان کو زمین میں دھنسا دیں یا ان پر آسمان کے ٹکڑے گرا دیں اس (دلیل مذکور) میں (قدرت الٰہی کی) پوری دلیل ہے (مگر) اس جذبے کے لئے جو (اللہ کی طرف) متوجہ (بھی) ہو۔

تفسیر: ربط: اوپر توحید کا ذکر تھا' آگے قیامت کا ذکر ہے کہ منکرین توحید اس کے بھی منکر تھے و نیز منکرین توحید کے عذاب کا وہ اصلی وقت بھی ہے اور درمیان میں سَعَوْا فِي آيَاتِنَا کے تناسب تقابل سے و نیز اس لئے کہ وقوع قیامت مدلول قرآن ہے حقیت قرآن کا ذکر فرما دیا گیا۔

اثبات بعث: وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَأْتِينَا السَّاعَةُ (الى قوله تعالى) إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِكُلِّ عَبْدٍ مُنِيبٍ اور یہ کافر کہتے ہیں کہ ہم پر قیامت نہ آوے گی' آپ فرما دیجئے کہ کیوں نہیں (آوے گی) قسم اپنے پروردگار عالم الغیب کی وہ ضرور تم پر آوے گی (اور وہ ایسا عالم بالعلم المحیط ہے کہ) اس (کے علم) سے کوئی ذرہ برابر بھی غائب نہیں نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں (بلکہ سب اس کے علم میں حاضر ہیں) اور نہ کوئی چیز اس (مقدار مذکور) سے چھوٹی ہے اور نہ کوئی چیز (اس سے) بڑی ہے مگر یہ سب (بوجہ احاطہ علم الٰہی کے) کتاب مبین (یعنی لوح محفوظ) میں (مرقوم) ہے (قیامت کے متعلق کفار کے کئی شبہے تھے' ایک یہ کہ اگر آنے والی ہے تو اس کا وقت بتلایئے کما قال تعالیٰ: أَيَّانَ مُرْسَاهَا [الأعراف: ۱۸۷] دوسرا یہ کہ جن اجزاء کو جمع کر کے ان میں حیات پیدا کرنا بتلایا جاتا ہے

ان کا کہیں نشان بھی نہ رہے گا پھر جمع کیسے ہوں گی۔ کما قال تعالیٰ: اِذَا ضَلَلْنَا فِی الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ [السجدۃ : ۱۰] اس مضمون اثبات علم غیب سے شبہ اول کا جواب ہوگیا کہ اس کا علم بوجہ حکمت کے مختص ہے باری تعالیٰ کے ساتھ پس عدم علم نبی سے عدم وقوع لازم نہیں آتا کما قال تعالیٰ: قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ اور مضمون اثبات علم محیط سے دوسرے شبہ کا جواب ہوگیا کہ باوجود اجزاء کے اختلاط فی الارض وانتشار فی الہواء کے وہ ہمارے علم سے خارج نہ ہوں گے ہم جب چاہیں گے جمع کرلیں گے۔ کما قال تعالیٰ: قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ ...... [ق : ۴] فی جواب قولہم: ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ...... [ق : ۳] تیسرا شبہ استحالہ کا تھا' اس کا جواب آگے آوے گا: اَفَلَمْ یَرَوْا ...... اب قیامت کی غایت بتلاتے ہیں کہ وہ قیامت اس لئے آوے گی) تاکہ ان لوگوں کو صلہ (نیک) دے جو ایمان لائے تھے اور انہوں نے نیک کام کئے تھے (سو) ایسے لوگوں کیلئے مغفرت اور (بہشت میں) عزت کی روزی ہے اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کے متعلق (ان کے ابطال کی) کوشش کی تھی (نبی کو) ہرانے کے لئے (گو اس کوشش میں ناکام ہی رہے) ایسے لوگوں کے واسطے سختی کا دردناک عذاب ہوگا اور (آیات قرآنیہ کی تکذیب پر یہ سزا ہونا ہی چاہئے' کیونکہ اول تو قرآن فی نفسہ امر حق منزل من اللہ ہے اور ایسے امر حق کی تکذیب خود حق تعالیٰ کی تکذیب ہے' اس پر جتنی سزا ہو بجا ہے۔ دوسرے قرآن راہِ راست مرضی عند اللہ کی تعلیم وہدایت کرتا ہے جو شخص اس کو نہ مانے گا وہ راہِ راست سے قصداً دور رہے گا' نہ اس کو عقائد حقہ کا پتہ لگے گا نہ اعمال صالحہ کا اور یہی طریقہ تھا نجات کا۔ پس طریق نجات سے قصداً دور رہنے پر سزا ہونا بے جا نہیں ہے اور قرآن کا حق اور ہادی ہونا ایسا واضح ہے کہ علاوہ اس کے کہ اور دلائل سے ثابت ہے ایک سہل طریق اس کے ثبوت کا یہ ہے کہ) جن لوگوں کو (آسمانی کتابوں کا) علم دیا گیا ہے وہ اس قرآن کو جو کہ آپ کے رب کی طرف سے آپ کے پاس بھیجا گیا ہے ایسا سمجھتے ہیں کہ وہ حق ہے اور وہ خدائے غالب محمود (کی رضا) کا راستہ بتلاتا ہے (اس استدلال بعلم العلماء اہل الکتاب کی تقریر شروع رکوع اخیر سورۂ شعراء میں گزر چکی ہے اور شاید من جملہ جمیع امور واجبۃ الایمان کے بیان حقیت قرآن کا اہتمام اس لئے فرمایا ہو کہ یہ ان امور واجبۃ الایمان پر مشتمل ہے بالخصوص خبر قیامت پر جس میں اس مقام میں کلام ہے۔ پس اس بناء پر حاصل یہ ہوا کہ قیامت کے روز اسی قیامت کی تکذیب پر بھی سزا ہوگی) اور (آگے پھر قیامت کا اثبات ہے یعنی) یہ کافر (آپس میں) کہتے ہیں کہ کیا ہم تم کو ایک ایسا آدمی بتائیں جو تم کو یہ (عجیب) خبر دیتا ہے کہ جب تم بالکل ریزہ ریزہ ہو جاوے گے تو (اس کے بعد قیامت کو) تم ضرور ایک نئے جنم میں آؤ گے۔ معلوم نہیں اس شخص نے خدا پر (قصداً) جھوٹ بہتان باندھا ہے یا اس کو کسی طرح کا جنون ہے (کہ بلاقصد جھوٹ کے جھوٹ بول رہا ہے' کیونکہ یہ امر تو محال ہے تو اس کے وقوع کی خبر ضرور غلط ہے خواہ تعمد سے ہو یا فساد تخیل سے ہو' حق تعالیٰ ان دونوں شقوں کو رد فرماتے ہیں کہ ہمارے نبی تو مفتری اور مجنون کچھ بھی نہیں) بلکہ جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے (وہی) عذاب اور دور دراز گمراہی میں (مبتلا) ہیں (اس گمراہی کا حالی اثر یہ ہے کہ سچے بھی مفتری اور مجنون نظر آتے ہیں اور مآلی اثر یہ ہے کہ عذاب بھگتنا پڑتا ہے اور یہ جاہل جو اس جمع واحیاء اجزائے متفرقہ جمادیہ کو محال بعید از قدرت سمجھ رہے ہیں) تو کیا انہوں نے (دلائل عظمت قدرت الٰہیہ میں سے) آسمان اور زمین کی طرف نظر نہیں کی جو ان کے آگے (بھی) اور ان کے پیچھے (بھی) موجود ہیں (کہ جدھر دیکھیں وہ نظر آرہے ہیں۔ پس ان اجرام عظیمہ کا ابتداءً پیدا کرنے والا کیا اجسام صغیرہ کے ثانیاً پیدا کرنے پر قادر نہیں ہے۔ کما قال تعالیٰ: لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ [المؤمن : ۵۷] اور باوجود وضوح دلائل حق کے پھر بھی انکار وعناد کرنے سے یہ ہیں تو اس قابل کہ ان کو ابھی سزا دے دی جاوے اور سزا بھی ایسی کہ انہی دلائل قدرت کو کہ صلاحیت للاستدلال کے اعتبار سے نعمت عظیمہ بھی ہیں۔ ان کے لئے آلۂ تعذیب بنا دیا جاوے کہ جس نعمت کا کفران ہوا سی نعمت کو نقمت بنانے سے سخت حسرت ہوتی ہے اور ہم اس سزا پر بھی قادر ہیں' چنانچہ) اگر ہم چاہیں تو ان کو زمین میں دھنسا دیں یا (اگر چاہیں تو) ان پر آسمان کے ٹکڑے گرا دیں۔ (لیکن حکمت مقتضی ہے تاخیر کو اس لئے مہلت دے رکھی ہے غرض ان لوگوں کو دفع توہم استحالہ کے لئے آسمان وزمین پر نظر کرنا چاہئے کیونکہ) اس (دلیل مذکور) میں (قدرت الٰہیہ کی) پوری دلیل ہے (مگر) اس بندہ کے لئے جو (خدا کی طرف) متوجہ (بھی) ہو (اور حق کی طلب ہو یعنی دلیل تو کافی ہے مگر ان کی طرف سے طلب نہیں' اس لئے محروم ہیں) تفسیر دیگر اور قولہ تعالیٰ: اَفَلَمْ یَرَوْا (الی قولہ تعالیٰ) السَّمَآءِ کی ایک تفسیر اور بھی سہل اور لطیف ہے کہ اس کو استدلال نہ کہا جاوے بلکہ وعید کہا جاوے منکرین بعث کے لئے اور الْاَرْضِ اور السَّمَآءِ ثانی میں وضع مظہر موضع مضمر کہا جاوے یعنی انکو ڈر نہیں لگتا کہ یہ آسمان وزمین جو ان کو نظر آرہا ہے ہم سزائے مخالفت میں اس زمین میں ان کو دھنسا دیں یا اس آسمان کو ان پر گرا دیں اور اس امر پر قادر ہونے میں جو کہ اِنْ نَّشَاْ سے مفہوم ہوتا ہے بندگان منیب کے لئے کافی عبرت ہے کہ اس مقدور کے وقوع سے اندیشہ کریں اور انکار سے بچیں۔

اللغات: قولہ رجز اشد العذاب وھو بیان لعذاب الیم وافاد البیان التاکید ۱۲۔

النحو: قولہ ولا اصغر وقولہ ولا اکبر رفعھما بالابتداء والخبر قولہ تعالٰی الا فی کتاب مبین ۱۲۔ قولہ لیجزی متعلق بقولہ لتاتینکم ۱۲۔ قولہ ویھدی عطف علی الحق عطف الفعل علی الاسم لان الفعل فی تاویل الاسم کما فی قولہ تعالٰی صافات ویقبضن ای قابضات۔

قوله اذا مزقتم قدر جزاء ه اى تحشرون دل عليه قوله انكم لفى خلق جديد۔ قوله انكم لفى خلق جديد معمول لينبئكم وهو معلق ولولا اللام فى خبر ان لكانت مفتوحة والجملة سدت مسد المفعولين والشرطية على هذا اعتراض وقد منع قوم التعليق فى باب اعلم والصحيح جوازه وعليه قوله ؎ حذار فقد نبئت انك للذى ستجزى بما تسعى فتسعد او تشقىٰ كما فى الروح ۱۲۔

البلاغة :قوله لا تاتينا اراد وابنفى اتيانها نفى وجودها بالكلية لا عدم حضورها مع تحقيقها فى نفس الامر وانما عبروا عنه بذلك لانهم كانوا يوعدون باتيانها ۱۲۔ قوله فى العذاب والضلل وتقديم العذاب على ما يوجبه ويستتبعه للمسارعة الى بيان ما يسوئهم والاشعار بغاية سرعة ترتبه عليه كانه يسابقه فيسبقه ووصف الضلال بالبعيد الذى وهو وصف الضال للمبالغة لان ضلالهم اذا كان بعيدا فى نفسه فكيف بهم انفسهم۔

فائدة: قوله افترى على الله الخ استدل به الجاحظ على ان صدق الخبر مطابقة للواقع مع الاعتقاد وكذبه عدمها معه وغيرهما ليس بصدق ولا كذب وتقرير استدلاله مشهور والجواب ان الافتراء هو الكذب عن عمد فالمعنى انه كذب عن عمدام كذب عن غير عمد فالامر ان قسمان للكذب فالثانى ليس قسيما للكذب بل لما هو خص منه اى الكذب عن عمد ۱۲۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ؕ يٰجِبَالُ اَوِّبِىْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ۚ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ۙ﴿۱۰﴾ اَنِ اعْمَلْ سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِى السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ؕ اِنِّىْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۱﴾ وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ ؕ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ؕ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ ﴿۱۲﴾ يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ؕ اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ؕ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِىَ الشَّكُوْرُ ﴿۱۳﴾ فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ ۚ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِى الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ﴿۱۴﴾

اور ہم نے داؤد کو اپنی طرف سے بڑی نعمت دی تھی اے پہاڑو! داؤد کے ساتھ بار بار تسبیح کرو اور (اسی طرح) پرندوں کو بھی حکم دیا اور ہم نے ان کے واسطے لوہے کو (مثل موم کے) نرم کر دیا اور یہ حکم دیا کہ تم پوری زرہیں بناؤ اور کڑیوں کے جوڑنے میں اندازہ رکھو اور تم سب نیک کام کیا کرو۔ میں تمہارے سب کے اعمال دیکھ رہا ہوں اور سلیمان (علیہ السلام) کے لئے ہوا کو مسخر کر دیا کہ اس (ہوا) کی صبح کی منزل ایک مہینہ بھر کی راہ ہوتی اور اس کی شام کی منزل ایک مہینہ بھر کی (راہ) ہوتی اور ہم نے ان کے لئے تانبے کا چشمہ بہا دیا اور جنات میں بعضے وہ تھے جو ان کے کام کرتے تھے ان کے رب کے حکم سے اور ان میں سے جو شخص ہمارے (اس) حکم سے سرتابی کرے گا ہم (اسکو آخرت میں) دوزخ کا عذاب چکھا دینگے۔ وہ جنات ان کیلئے وہ وہ چیزیں بناتے ہیں جو ان کو بنوانا' منظور ہوتا بڑی بڑی عمارتیں اور مورتیں اور لگن (ایسے بڑے) جیسے حوض اور (بڑی بڑی) دیگیں جو ایک ہی جگہ جمی ہیں۔ اے داؤد کے خاندان والو! تم سب شکریہ میں نیک کام کیا کرو اور میرے بندوں میں شکرگزار کم ہی ہوئے ہیں۔ پھر جب ہم نے ان پر موت کا حکم جاری کیا تو کسی چیز نے ان کے مرنے کا پتہ نہ بتلایا مگر گھن کے کیڑے نے کہ وہ سلیمانؑ کے عصا کو کھاتا تھا۔ سو جب وہ گر پڑے تب جنات کو حقیقت معلوم ہوئی۔ اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو اس ذلت کی مصیبت میں نہ رہتے۔

تفسیر ربط: اوپر اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ میں اللہ کی طرف متوجہ ہونے والے بندوں کی فضیلت اجمالاً بیان فرمائی تھی۔ آگے اس کی تفصیل کے لئے ان میں سے بعض اعلیٰ درجہ کے حضرات یعنی داؤد وسلیمان علیہما السلام کا قصہ بیان فرماتے ہیں تا کہ انابت کا سرمایۂ سعادت ہونا معلوم ہو اور اپنی استعداد کے موافق اس سے بہرہ ور ہوں اور دوسری توجیہ بھی ربط کی ہو سکتی ہے کہ اوپر کے قول عَلٰى رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمْ میں کفار کا انکار کرنا نبوت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول تھا آگے دو نبیوں کا ذکر فرماتے ہیں تا کہ استبعاد عطائے نبوت مندفع ہو اور شاید تخصیص ان حضرات کی اس نکتہ کی وجہ سے ہو کہ ان کے بعض فضائل متعلقہ سامان دنیوی ظاہر پرستوں کو بھی محسوس ہو سکتے ہیں۔ پس گنجائش انکار نہ رہنے سے استدلال مقصود اول یا ثانی پر تام ہو جاوے۔

قصۂ داؤد علیہ السلام وسلیمان علیہ السلام: وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ؕ (الى قوله تعالى) مَا لَبِثُوْا فِى الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ﴿۱۴﴾ اور ہم نے داؤد (علیہ السلام) کو اپنی طرف سے بڑی نعمت دی تھی (چنانچہ ہم نے پہاڑوں کو حکم دیا تھا کہ) اے پہاڑو داؤدؑ کے ساتھ بار بار تسبیح کرو (یعنی جب یہ ذکر میں مشغول ہوں تم بھی

ان کا ساتھ دو) اور (اسی طرح) پرندوں کو بھی حکم دیا (کہ ان کے ساتھ تسبیح کرو کما قال تعالیٰ: اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ ۝ وَالطَّيْرَ مَحْشُوْرَةً...... [ص : ۱۸، ۱۹] شاید اس میں ایک حکمت یہ ہو کہ ان کو ذکر میں نشاط ہوگا اور یہ بھی حکمت ہو کہ آپ کا ایک معجزہ ظاہر ہوگا اور غالباً یہ تسبیح ایسی ہوگی جو سامعین کو مفہوم ہو ورنہ غیر مفہوم تسبیح تو عام ہے۔ اس میں معیت داؤد یہ کی کیا تخصیص ہوگی۔ کما قال تعالیٰ: وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ [بنی اسرائیل : ٤٤]) اور (ایک نعمت یہ دی کہ) ہم نے ان کے واسطے لوہے کو (مثل موم کے) نرم کر دیا اور (یہ حکم دیا) کہ تم (اس لوہے کی اچھی) پوری زرہیں بناؤ اور (کڑیوں کے) جوڑنے میں (مناسب) اندازہ (کا خیال) رکھو اور (جیسے ہم نے تم کو نعمتیں دی ہیں ان کے شکر میں) تم سب (یعنی داؤد اور ان کے متعلقین) نیک کام کیا کرو میں تمہارے سب کے اعمال کو دیکھ رہا ہوں (اس لئے رعایت حدود کا پورا اہتمام رکھو) اور سلیمان (علیہ السلام) کے لئے ہوا کو مسخر کر دیا کہ اس (ہوا) کا صبح کا چلنا مہینے بھر کی مسافت تھی اور (اسی طرح) اس کا شام کا چلنا مہینے بھر کی مسافت تھی (یعنی وہ ہوا سلیمان علیہ السلام کو اتنی اتنی دور پہنچاتی کما قال تعالیٰ: فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖ [ص : ٣٦]) اور (ایک نعمت ان کو یہ دی کہ) ہم نے ان کے لئے تانبے کا چشمہ بہا دیا (یعنی تانبے کو اس کے معدن میں رقیق سیال کر دیا تا کہ اس سے مصنوعات بنانے میں بدوں آلات کے سہولت ہو پھر وہ منجمد ہو جاتا یہ بھی ایک معجزہ ہے) اور (ایک نعمت یہ تھی کہ ہم نے جنات کو ان کے تابع کر دیا تھا چنانچہ) جنات میں بعضے وہ تھے جو ان کے آگے (طرح طرح کے) کام کرتے تھے ان کے رب کے حکم (تسخیری) سے (یعنی چونکہ پروردگار نے مسخر کر دیا تھا) اور (حکم تسخیری کے ساتھ ان کو حکم تشریعی بھی مع وعید یہ دیا گیا تھا کہ) ان میں سے جو شخص ہمارے (اس) حکم سے (کہ سلیمان علیہ السلام کی اطاعت کرو) سرتابی کرے گا (یعنی تسلیم وانقیاد سے کام نہ کرے گا گو بوجہ تسخیر کے سلیمان علیہ السلام اس سے جبراً کام لینے پر قادر ہوں گے جیسے بیگاریوں سے کام لیا جاتا ہے تو) ہم اس کو (آخرت میں) دوزخ کا عذاب چکھا دیں گے (اس سے یہ بھی مفہوم ہوا کہ جو تسلیم وانقیاد سے کام کرے گا اور پورا انقیاد یہ ہے کہ ایمان بھی اختیار کرے' کیونکہ ہر نبی اپنے محکومین کو اس کا امر کرتا ہے تو بدوں اس کے انقیاد نہیں۔ پس حاصل یہ کہ جو جن ایمان و اطاعت اختیار کرے گا وہ عذاب سعیر سے محفوظ رہے گا' جیسا کہ ایمان کا مقتضا ہے' آگے ان کاموں کو بتلاتے ہیں جن پر جنات مامور تھے) یعنی وہ جنات ان کے لئے وہ وہ چیزیں بناتے جو ان کو (بنوانا) منظور ہوتا' بڑی بڑی عمارتیں اور مورتیں اور لگن (ایسے بڑے) جیسے حوض اور (بڑی بڑی) دیگیں جو ایک ہی جگہ جمی رہیں (ہلائے ہل نہ سکیں اور ہم نے ان کو یہ حکم دیا کہ جیسے ہم نے تم کو نعمتیں دی ہیں) اے داؤدؑ کے خاندان والو (یعنی سلیمانؑ اور ان کے متعلقین) تم سب (ان نعمتوں کے) شکریہ میں نیک[1] کام کیا کرو اور میرے بندوں میں شکرگزار کم ہی ہوتے ہیں (اس لئے شکرگزاری کرنے سے جس کا طریق مقصود عمل صالح ہے تم کو خلق کثیر پر امتیاز ہو جاوے گا' پس اس جملہ میں تحریض ہوگئی شکر و عمل صالح پر جیسے داؤد علیہ السلام کو بھی اِعْمَلُوْا صَالِحًا[2] حکم ہوا تھا اور اسی طرح وہاں تسخیر جبال وطیر تھی اور یہاں تسخیر ریح و جن مذکور ہوئی اور وہاں الانت حدید تھی' یہاں الانت نحاس غرض زندگی بھر سلیمان علیہ السلام کے سامنے جنات کا یہ معاملہ رہا) پھر جب ہم نے ان پر (یعنی سلیمان علیہ السلام پر) موت کا حکم جاری کر دیا (یعنی انتقال فرما گئے) تو (ایسے طور پر موت واقع ہوئی کہ ان جنات کو خبر نہ ہوئی' وہ یہ کہ سلیمان علیہ السلام موت کے قریب عصا کو دونوں ہاتھ سے پکڑ کر اس کو زیر زنخ لگا کر تخت پر بیٹھ گئے اور اسی حالت میں روح قبض ہوگئی اور اسی طرح سال بھر تک بیٹھے رہے۔ جنات آپ کو بیٹھا دیکھ کر زندہ سمجھتے رہے۔ یہ کسی کی مجال نہ تھی کہ پاس جا کر یا خوب گھور کر دیکھ سکتے۔ خصوصاً جبکہ کوئی وجہ شبہ کی نہ ہو اور زندہ سمجھ کر بدستور کام کرتے رہے اور) کسی چیز نے ان کے مرنے کا پتہ نہ بتلایا مگر گھن کے کیڑے نے کہ وہ سلیمان (علیہ السلام) کے عصا کو کھاتا تھا (یہاں تک کہ ایک حصہ اس کا کھا لیا تو وہ عصا گر پڑا' اس کے گرنے سے سلیمان علیہ السلام گر پڑے) سو جب وہ گر پڑے (اور گھن کے کھانے کا تخمینہ سے حساب کرنے سے معلوم ہوا کہ ان کو توفات پائے ہوئے ایک سال ہوا) تب جنات کو (اپنے دعوئے غیب دانی کی) حقیقت معلوم ہوئی (وہ یہ کہ اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو (سال بھر تک) اس ذلت کی مصیبت میں نہ رہتے (مراد اعمال شاقہ ہیں جن میں بوجہ محکومیت کے ذلت بھی اور مشقت کی وجہ سے مصیبت بھی ہے) **ف**: زرہ میں مناسب اندازہ یہ کہ کڑیاں نہ بہت بڑی ہوں نہ بہت چھوٹی نہ بہت پتلی ہوں نہ بہت موٹی۔ یہ اس لئے حکم فرمایا کہ زرہ سے جو غرض ہے وہ بدوں اس کے حاصل نہیں ہوتی اور تماثیل (۱) بمعنی تصاویر کا بنانا اس شریعت میں جائز تھا ہماری شریعت نے اس کو منسوخ کر دیا اور مِنَ الْجِنِّ کے ترجمہ میں تبعیضیہ اختیار کرنے کی بناء دو امر ہو سکتے ہیں۔ یا تو تمام عالم کے جنات مسخر نہ ہوں گے محض بقدر حاجت تسخیر ہوئی ہو یا مسخر سب ہوں مگر مامور بالعمل بعض ہوں' بقیہ کے عمل کی احتیاج نہ ہوئی ہو اور داؤد و سلیمان علیہم السلام کے ساتھ ان کے متعلقین کو نعم مذکورہ کے شکر کا حکم فرمانا اس لئے ہے کہ ان نعمتوں کا نفع ان کو بھی پہنچتا تھا خواہ حسی خواہ غیر حسی اقل درجہ ایسے منعم علیہ سے انتساب ہی سہی اور سلیمان علیہ السلام کے اخفائے موت میں دنیوی مصلحت یہ تھی کہ ضروری کام پورے ہو جاویں اور دینی مصلحت یہ تھی کہ مخلوق کے لئے علم غیب سے اعتقاد کی غلطی برای العین مشاہد ہو جاوے اور گو جنات کو پہلے سے بھی اپنے علم غیب کے انتفاء کا حال معلوم تھا مگر یہاں یہ مقصود ہے کہ پہلے تو دل ہی میں جانتے تھے مگر اوروں سے چھپاتے اور ان کو بہکاتے تھے۔ آج وہ جاننا ایسا آشکارا ہوا کہ کسی کے سامنے دعویٰ کرنے کا منہ نہ رہا۔ پس

تبین سے مراد تبین بین ہے نہ مطلق تبین۔ ربط: اوپر انابت وتوجہ الی اللہ کے برکات وثمرات ظاہر کرنے کے لئے بعض حضرات منیبین کا ذکر تھا' آگے عدم انابت واعراض عن الاحکام کی وخامت ووبال ظاہر کرنے کے لئے بعض معرضین یعنی کفار سبا کا قصہ مذکور ہوتا ہے تا کہ مخالفین رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو عموماً اور کفار کو خصوصاً تخویف ہو اور تخصیص سبا کی شاید اس لئے ہو کہ یہ لوگ عرب ہیں۔ ان کے حال سے کفار مکہ کو کہ اقرب مخاطبین ہیں زیادہ تاثر ہوسکتا ہے و نیز بقول صاحب روح اہل مکہ میں اہل سبا اور ان کے قصے کی شہرت بھی تھی۔ خلاصہ قصہ ان کا یہ ہے کہ سبا ایک شخص کا نام ہے' پھر اس کے تمام خاندان کو سبا کہنے لگے۔ اس خاندان کے بہت سے قبائل علاقہ یمن شہر مارب بروزن منزل میں رہتے تھے اور ان میں سلطنت بھی تھی۔ بعضے سلاطین اچھے بھی ہوئے اور بعضے بت پرست تھے۔ کسی بادشاہ نے برساتی پانی روکنے کے لئے ایک مستحکم بند جس کا طول کئی میل تھا تیار کیا تھا۔ دور دور کا پانی وہاں جمع ہوتا اور اس سے جو چھوٹی چھوٹی شاخیں اور نہریں نکالی گئی تھیں ان کے ذریعہ سے سال بھر تک کھیتیاں اور باغات سیراب کئے جاتے اور یہ باغات دورویہ سڑکوں پر منزلوں تک چلے گئے تھے اور منزلوں تک یعنی بقولے شام تک اور بقولے صنعاء تک جو مارب سے تین منزل ہے پاس پاس بستیاں چلی گئی تھیں کہ مسافر جہاں چاہتا جس وقت چاہتا ٹھہر جاتا اور ہر جگہ کھانے پینے کا سامان مہیا کرسکتا اور اتصال آبادی کے سبب ہر طرح کا امن بھی تھا اور آب وہوا بھی اس ملک کی نہایت پاکیزہ تھی' مگر جب لوگوں نے بجائے شکر واطاعت کے ناشکری ومعصیت شروع کی تو ان کے انتقام کا وقت آیا' ایک بار وہ بند ٹوٹ گیا' بعض روایات میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موش کور یعنی چھچھوندر کو اس پر مسلط کردیا۔ اس نے اس بند میں سوراخ کردیا۔ پھر سیلاب سے وہ وسیع ہوگیا اور تمام آبادی اور باغات کو غرق کردیا اور جب پانی خشک ہوا تو ان باغات کی جگہ کچھ جھاڑ جھنکاڑ رہ گئے اور تمام اہل ملک بھی کچھ ہلاک کچھ پریشان ہوکر منتشر ہوگئے۔ چنانچہ از دعمان واز دسراۃ وکندہ ومذحج واشعریین وانمار وبجیلہ وعاملہ وغسان ولخم وجذام وقضاعہ وخزاعہ وآل جفنہ شعبہ غسان واوس وخزرج وآل مالک بن فہم وآل عمرو وآل جذیمہ ابرش واہل حیرہ وآل محرق یہ سب قبائل سبا کے ہیں جو عمان وسراۃ ومدینہ وتہامہ ومکہ وشام واجأ وسلمی وعراق میں منتشر ہوگئے۔ حتیٰ کہ بطور تمثیل کے عرب کا محاورہ ہوگیا تفرقوا ایدی سبا بمعنی انفس اهل سبا اور واقعہ سیل عرم کا بعد عیسیٰ علیہ السلام کے ہوا ہے اور بعض روایات میں ان کی طرف تیرہ نبیوں کا تشریف لانا آیا ہے۔ سو وہ عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے آئے تھے جن کی تعلیم بواسطہ ناقلین وقت انتقام تک چلی آرہی ہوگی جب مہلت کی حد ہوگئی قہر نازل ہوا۔ من فتح المنان والروح والدر المنثور ملخصا۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ اس میں تین مسئلے ہیں۔ ایک خوارق کا اثبات' دوسرا دستکاری سے کمانے کی فضیلت' تیسرا ہر کام میں اعتدال وانتظام وتناسب کی رعایت' حتیٰ کہ امور حسیہ ودنیویہ میں بھی۔ قولہ تعالیٰ: وَ مِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ ...... اس میں دلالت ہے کہ اگر جنات کا مسخر ہونا کسی عمل وغیرہ کے ذریعہ سے نہ ہو محض منجانب اللہ ہو تو عبدیت کے منافی نہیں۔ قولہ تعالیٰ: فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ ...... اس میں اشارہ ہے کہ قوی کو کبھی ضعیف سے بعض علم حاصل ہوجاتا ہے ۱۲۔

الحواشی: (۱) هذا مبنى على احد القولين والقول الآخر ان يحمل على غير صور الحيوان كصور الاشجار وغيرها لان التمثال كل ما صور على مثل صورة غيره من حيوان او غير حيوان كما قاله الزمخشرى فلا يحتاج الى النسخ ۱۲ منه۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ قوله فى اعملوا لداوٗد: نیک قرينة التقييد قوله فى قصة داوٗد اعملوا صالحا ۱۲۔

الروایات: عن وهبؒ قال امر الله الجبال والطيران تسبح مع داوٗد عليه السلام اذا سبح وعن سعيد بن المسيبؒ قال كان سليمان عليه السلام يركب الريح وعن ابن عباس فى قوله واسلنا قال اعطاه الله عينا من صفر تسيل كما يسيل الماء وعن قتادةؒ عن النحاس وعن عكرمةؒ فى قوله قضينا عليه الموت ثم جلس على كرسيه ثم جمع كفيه على طرف عصاه ثم جعلها تحت ذقنه ومات فمكثت الجن سنة يحسبون انه حى وكانت لا ترفع ابصارها اليه وبعث الله الارضة فاكلت طرف العصا فخر منكبا على وجهه هذا كله فى الدر المنثور وبه يتايد ما فسرت الآيات به ۱۲۔

الکلام: قوله تعالى يٰجبال قيل المراد بتاويبها حملها اياه على التسبيح اذا تامل ما فيها وفيه مع كونه خلاف الماثور ان قوله معه ياباه وايضا لا اختصاص له عليه السلام بتاويب الجبال بهذا المعنى حتى يفضل به او يكون معجزة له وقيل كان عليه السلام ينوح على ذنبه بترجيع وتحزين وكانت الجبال تسعده باصدائها وفيه ان الصدى ليس بصوت الجبال حقيقة وانما هو من آثار المتكلم والله تعالى امر الجبال ان تؤوب معه وايضا اى اختصاص له عليه السلام بذلك ولصوت كل احد صدى عند الجبال كذا فى الروح ۱۲۔

اللغات: قوله فضلاً نعمةً واحساناً اوبى التاويب من الاوب بمعنى الرجوع اى الترجيع والمعنى رجعى معه التسبيح وردديه

سابغات کاملات من الدروع السرد نسج الدروع القطر النحاس ۱۲۔ قوله المحاریب القصور العالیة سمیت باسم صاحبها لانه یحارب غیره فی حمایة فان المحراب اسم فاعل من صیغ المبالغة ۱۲۔ قوله الجواب الحیاض جمع جابیة من الجبایة ای الجمع ۱۲۔ قوله قضینا ای حکمنا واوقعنا۔ قوله دابة الارض من اضافة الشیٔ الی فعله فالارض مصدر ارضت الدابة الخشب تارضه اذا اکلته من باب ضرب یضرب۔ قوله منساة العصا من نسأت البعیر اذا طردته لانها یطرد بها او من نسأته اذا اخرته ۱۲۔

النحو: قوله یا جبال بتقدیر القول۔ قوله والطیر بتقدیر وامرنا قوله ان اعمل بتقدیر القول۔ قوله لسلیمٰن الریح بتقدیر سخرنا قوله غدوها ای مسیرة غدوها وکذا رواحها ۱۲۔ قوله ومن یزغ بتقدیر القول علی ما اخترت۔ قوله اعملوا بتقدیر القول ۱۲۔

لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِیْ مَسْكَنِهِمْ اٰیَةٌ ۚ جَنَّتٰنِ عَنْ یَّمِیْنٍ وَّ شِمَالٍ ۬ؕ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَ اشْكُرُوْا لَهٗ ؕ بَلْدَةٌ طَیِّبَةٌ وَّ رَبٌّ غَفُوْرٌ ﴿۱۵﴾ فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ سَیْلَ الْعَرِمِ وَ بَدَّلْنٰهُمْ بِجَنَّتَیْهِمْ جَنَّتَیْنِ ذَوَاتَیْ اُكُلٍ خَمْطٍ وَّ اَثْلٍ وَّ شَیْءٍ مِّنْ سِدْرٍ قَلِیْلٍ ﴿۱۶﴾ ذٰلِكَ جَزَیْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا ؕ وَ هَلْ نُجٰزِیْۤ اِلَّا الْكَفُوْرَ ﴿۱۷﴾ وَ جَعَلْنَا بَیْنَهُمْ وَ بَیْنَ الْقُرَى الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِیْهَا قُرًى ظَاهِرَةً وَّ قَدَّرْنَا فِیْهَا السَّیْرَ ؕ سِیْرُوْا فِیْهَا لَیَالِیَ وَ اَیَّامًا اٰمِنِیْنَ ﴿۱۸﴾ فَقَالُوْا رَبَّنَا بٰعِدْ بَیْنَ اَسْفَارِنَا وَ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِیْثَ وَ مَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۱۹﴾

سبا کے لوگوں کیلئے ان کے وطن (کی مجموعی حالت) میں نشانیاں موجود تھیں دو قطاریں تھیں۔ باغ کے دائیں اور بائیں اپنے رب کا (دیا ہوا) رزق کھاؤ اور اس کا شکر کرو (کہ رہنے کو) عمدہ شہر اور بخشنے والا پروردگار سو انہوں نے سرتابی کی تو ہم نے ان پر بند کا سیلاب چھوڑ دیا اور ہم نے انکے ان دو رویہ باغوں کے بدلے اور دو باغ دے دیئے۔ جن میں دو چیزیں رہ گئیں۔ بدمزہ پھل اور جھاؤ اور قدرے قلیل بیری انکو یہ سزا ہم نے ان کی ناسپاسی کے سبب دی اور ہم ایسی سزا ناسپاسی ہی کو دیا کرتے ہیں اور ہم نے انکے اور ان بستیوں کے درمیان میں جہاں ہم نے برکت کر رکھی ہے بہت سے گاؤں آباد کر رکھے تھے جو نظر آتے تھے اور ہم نے انکے چلنے کا ایک خاص انداز رکھا تھا کہ بے خوف و خطر ان میں راتوں کو اور دنوں کو چلو۔ سو وہ کہنے لگے کہ اے ہمارے پروردگار! ہمارے سفروں میں درازی کر دے اور (علاوہ) اس ناشکری کے انہوں نے (اور بھی نافرمانیاں کر کے) اپنی جانوں پر ظلم کیا۔ سو ہم نے انکو افسانہ بنا دیا اور انکو تتر بتر کر دیا۔ بے شک اس (قصہ) میں ہر صابر شاکر (مؤمن) کیلئے بڑی بڑی عبرتیں ہیں۔

تفسیر: قصۂ کفار سبا: لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِیْ مَسْكَنِهِمْ اٰیَةٌ (الی قوله تعالی) اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۱۹﴾ سبا کے (لوگوں) کے لیے (خود) ان کے وطن (کی مجموعی حالت) میں (وجوب اطاعت احکام خداوندی کی) نشانیاں موجود تھیں (ان میں سے ایک نشانی) دو قطاریں تھیں باغ کی (ان کی سڑک کے) داہنے اور بائیں (یعنی ان کے تمام علاقہ میں دو طرفہ متصل باغات چلے گئے تھے کہ جس میں آمدنی بھی وافر پھل بھی اس قدر کہ ختم کئے ختم نہ ہوں، سایہ بھی رونق بھی ہم نے انبیائے ناصحین کی معرفت ان کو حکم دیا کہ) اپنے کا (دیا ہوا) رزق کھاؤ اور (کھا کر) اس کا شکر کرو (یعنی اطاعت کرو کہ دو قسم کی نعمتیں مقتضی اطاعت ہیں، ایک دنیوی کہ رہنے کو) عمدہ شہر اور (ایک اخروی کہ درصورت ایمان اطاعت کے اگر کچھ کوتاہی ہو جائے تو گناہ بخشنے کو) بخشنے والا پروردگار (پس ایسے مقتضی پر مقتضا کا ترتب ضرور ہونا چاہئے) سو (اس پر بھی) انہوں نے (اس حکم سے) سرتابی کی (شاید یہ لوگ آفتاب پرست بھی ہوں جیسے بعض کی نسبت سورۂ نمل میں ہے وَجَدْتُّهَا وَ قَوْمَهَا یَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ [نمل: ۲۴]) تو ہم نے (ان پر اپنا قہر اس طرح نازل کیا کہ) ان پر بند کا سیلاب چھوڑ دیا (یعنی جو سیلاب بند سے رکا رہتا تھا بند ٹوٹ کر اس سیلاب کا پانی چڑھ آیا جس سے ان کے وہ دو رویہ باغات سب غارت ہو گئے) اور ہم نے ان کے ان دو رویہ باغوں کے بدلے اور دو باغ دے دیئے جن میں یہ چیزیں رہ گئیں بدمزہ پھل اور جھاؤ اور قدرے قلیل بیری (وہ بھی شہری نہیں بلکہ جنگلی خودرو جس میں کانٹے بہت اور پھل میں لطافت ندارد) ان کو یہ سزا ہم نے ان کی ناسپاسی کے سبب دی اور ہم ایسی سزا بڑے ناسپاس کو دیا کرتے ہیں (ورنہ معمولی خطاؤں پر تو ہم درگزر ہی کرتے رہتے ہیں اور ظاہر ہے کہ کفر سے بڑھ کر کیا ناسپاسی ہوگی جس میں وہ مبتلا تھے) اور (اس نعمت مذکورہ عامہ للمساکن کے علاوہ ایک اور نعمت خاص متعلق سفر کے تھی وہ یہ کہ) ہم نے ان کے اور ان بستیوں کے درمیان میں جہاں ہم نے (باعتبار پیداوار وغیرہ کے) برکت کر رکھی ہے بہت سے گاؤں آباد کر رکھے تھے جو (سڑک پر سے) نظر آتے تھے (کہ مسافر کو سفر میں بھی وحشت نہ ہو اور کہیں ٹھہرنا چاہے تو وہاں جانے میں تکلف و تردد بھی نہ ہو) اور ہم نے ان دیہات

کے درمیان ان کے چلنے کا ایک خاص اندازہ رکھا تھا (یعنی ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں تک چال کے حساب سے ایسا مناسب فاصلہ رکھا تھا کہ استراحات معتادہ سفر کے مواقع پر کوئی نہ کوئی گاؤں مل جاتا جہاں کھاپی سکے آرام کر سکے) کہ بے خوف وخطر ان میں (چاہو) راتوں کو اور (چاہو) دنوں کو چلو (یعنی نہ خطرہ رہزن کہ پاس پاس گاؤں تھے نہ خطرہ آب ودانہ وزادراہ کے میسر نہ ہونے کا کہ ہر جگہ ہر سامان ملتا تھا) سو (ان نعمتوں کی انہوں نے جیسے اصلی شکر گزاری کہ طاعت الٰہیہ تھی نہیں کی ایسے ہی ظاہری شکر گزاری کہ نعمت الٰہیہ کو غنیمت سمجھنا اور اس کی قدر کرنا ہے وہ بھی نہیں کی چنانچہ) وہ کہنے لگے اے ہمارے پروردگار! (ایسے پاس پاس دیہات ہونے سے سفر کا لطف نہیں آتا لطف تو اسی میں ہے کہ کہیں زادراہ ختم ہو گیا کہیں پیاس ہے اور پانی نہیں ملتا اشتیاق ہے انتظار ہے کہیں چوروں کا اندیشہ ہے نوکر پہرہ دے رہے ہیں ہتھیار بندھے ہوئے ہیں جیسے بنی اسرائیل من وسلویٰ سے اکتا گئے تھے اور بقل وقثاء کی درخواست کی تھی و نیز اس حالت موجودہ میں ہم کو اپنی امارات کے اظہار کا موقع بھی نہیں ملتا امیر غریب سب یکساں سفر کر سکتے ہیں۔ اس لئے یوں جی چاہتا ہے کہ) ہمارے سفروں میں درازی (اور فاصلہ) کر دے (یعنی بیچ کے دیہات اجاڑ دے کہ منزلوں میں خوب فاصلہ ہو جاوے) اور (علاوہ اس ناشکری کے) انہوں نے (اور بھی نافرمانیاں کر کے) اپنی جانوں پر ظلم کیا سو ہم نے ان کو افسانہ بنا دیا اور ان کو بالکل تتر بتر کر دیا (یا تو اس طرح کہ بعض کو ہلاک کر دیا کہ ان کے قصے ہی رہ گئے اور بعض کو پریشان کر دیا اور یا بحیثیت اس حالت تنعم کے سب ہی افسانہ ہو گئے یعنی وہ سامان تنعم سب کا جاتا رہا اور یا بایں معنی کہ ان کی حالت کو عبرت بنا دیا ای جعلنا هم ذات حكايات يعتبربها۔ غرض خود ان کے مساکن و باغات بھی اور ان کے وہ قری متصلہ سب ویران ہو گئے) بے شک اس (قصہ) میں ہر صابر شاکر (یعنی مؤمن کے لئے بڑی بڑی عبرتیں ہیں۔ **ف**: بٰرَكْنَا فِيْهَا کے ترجمہ میں جو وغیرہ کہا ہے سو اگر قری شام کے مراد ہوں تو اس سے مراد دینی برکات ہیں چونکہ شام مسکن انبیاء کا رہا ہے اور اگر قری صنعاء مراد ہوں تو انہار واز ہار مراد ہیں۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: فَاَعْرَضُوْا فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ اس میں دلالت ہے کہ طاعت اور معصیت کو دنیاوی نعمتوں کے حصول اور زوال میں بھی دخل ہے۔ چنانچہ آگے تصریح ہے: ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِمَا كَفَرُوْا۔

اختلاف القراءۃ: قوله لسبا فى قراءة غير منصرف للعلمية وتاويلها بالقبيلة دون الحى ۱۲۔ قوله اكل خمط فى قراءة بالاضافة من باب ثوب خز ۱۲۔

اللغات: قوله مسكنهم محل سكناهم وهو كالدار يطلق على الماوى للجميع وان كان قطرا واسعا كما تسمى الدنيا دارا۔ قوله جنتان جماعتان من البساتين عن يمين بلدهم وشماله واطلاق الجنة على كل جماعة لانها التقارب افرادها وتضامها كانها جنة واحدة ۱۲۔ قوله العرم المسناة والاضافة لادنى ملابسة۔ قوله خمط الحامض او المر من كل شئ كذا فى القاموس۔ قوله اثل الطرفاء۔ قوله احاديث جمع احدوثة وهى ما يتحدث به على سبيل الاستغراب ۱۲۔

النحو: قوله جنتان بدل من آية ۱۲۔ قوله كلوا بتقدير القول ۱۲۔ قوله بلدة بتقدير المبتدأ اى بلدتكم بلدة طيبة وربكم رب غفور ۱۲۔ قوله سيروا بتقدير القول لكن لا يجب ان يكون حقيقة بل يجوز انه نزل تمكينهم من السير المذكور وتسوية مبادية واسبابه منزلة القول لهم وهو للاباحة ۱۲۔

البلاغة: قوله جنتين سماهما جنتين تهكما ومشاكلة ۱۲۔ قوله جزينٰهم الى نجازى قال الخفاجى لم ترد المجازاة فى القرآن الاّ فى العقاب بخلاف الجزاء فانه عام اه قلت ولذا لم يقيد فى الثانى وقيد فى الاول بقوله بما كفروا ۱۲۔

وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَمَا كَانَ لَهٗ عَلَيْهِمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يُّؤْمِنُ بِالْاٰخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنْهَا فِيْ شَكٍّ ۭ وَرَبُّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ﴿۲۱﴾ ع ۸ قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ﴿۲۲﴾ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ۭ حَتّٰٓى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمْ ۭ قَالُوا الْحَقَّ ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿۲۳﴾ قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ قُلِ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّآ اَوْ اِيَّاكُمْ لَعَلٰى هُدًى اَوْ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۴﴾ قُلْ لَّا تُسْـَٔـلُوْنَ

عَمَّآ اَجْرَمْنَا وَلَا نُسْـَٔلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۵﴾ قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ؕ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ ﴿۲۶﴾ قُلْ اَرُوْنِيَ الَّذِيْنَ اَلْحَقْتُمْ بِهٖ شُرَكَآءَ كَلَّا ؕ بَلْ هُوَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۷﴾

اور واقعی ابلیس نے ان لوگوں کے بارے میں اپنا گمان صحیح پایا کہ یہ سب اسی کی راہ پر ہو گئے۔مگر ایمان والوں کا گروہ اور ابلیس کا ان لوگوں پر (جو) تسلط (بطور اغوا ہے) اس کے اور کسی وجہ سے نہیں کہ ہم کو (ظاہری طور پر) ان لوگوں کو جو کہ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ان لوگوں سے (الگ کر کے) معلوم کرنا ہے جو اس کی طرف سے شک میں ہیں اور آپ کا رب ہر چیز کا نگراں ہے۔آپ فرمائیے کہ جن کو تم اللہ کے سوا (دخیل خدائی) سمجھ رہے ہو ان کو پکارو وہ ذرہ برابر اختیار نہیں رکھتے۔نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور نہ ان کی ان دونوں (کے پیدا کرنے) میں کوئی شرکت ہے اور نہ ان میں کوئی اللہ کا کسی کام میں مددگار ہے اور اللہ کے سامنے (کسی کی) سفارش کسی کے لئے کام نہیں آتی۔مگر اس کے لئے جس کی نسبت (شفیع کو) اجازت دے دے۔یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے تو ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ تمہارے پروردگار نے کیا حکم فرمایا' وہ کہتے ہیں کہ (فلانی) حق بات کا حکم فرمایا ہے اور وہ عالیشان سب سے بڑا ہے۔آپ (تحقیق توحید کے لئے یہ بھی) پوچھئے کہ (اچھا بتلاؤ) تم کو آسمان اور زمین سے کون روزی دیتا ہے۔آپ (ہی) کہہ دیجئے اللہ روزی دیتا ہے اور (یہ بھی کہئے کہ اس مسئلہ توحید میں بے شک ہم یا تم ضرور راہ راست پر ہیں یا نرے گمراہی میں ہیں۔آپ (یہ بھی) فرما دیجئے کہ اگر ہم مجرم ہیں (تو) تم سے ہمارے جرائم کی باز پرس نہ ہوگی اور ہم سے تمہارے اعمال کی باز پرس نہ ہوگی (اور یہ بھی) کہہ دیجئے کہ ہمارا رب ہم سب کو (ایک جگہ) جمع کرے گا پھر ہمارے درمیان میں ٹھیک ٹھیک فیصلہ (عملی) کر دے گا اور وہ بڑا فیصلہ کرنے والا جاننے والا ہے۔آپ یہ بھی کہئے کہ مجھ کو وہ دکھاؤ جن کو تم نے شریک بنا کر اللہ کے ساتھ ملا رکھا ہے ہرگز اس کا کوئی شریک نہیں بلکہ (واضح میں) وہی ہے اللہ زبردست حکمت والا ہے۔

تفسیر ربط: اوپر بعض منیبین وغیر منیبین کا ذکر ہوا تھا' آگے مطلق منیبین وغیر منیبین میں اتباع وعدم اتباع ابلیس کا تفاوت حالی اور مآلی اور اس کے تسلیط کی حکمت بیان فرماتے ہیں اور اس سے منیبین کی فضیلت اور غیر منیبین کی مذمت پر بھی دلالت ہوگئی کہ منیبین ایسے بڑے مغوی سے بچتے ہیں اور غیر منیبین ایسے بدخواہ کے ہاتھ میں پھنستے ہیں۔

بیان حال ومآل متبعین وغیر متبعین ابلیس مع حکمت تسلیط او: وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ (الی قولہ تعالی) وَرَبُّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ﴿۲۱﴾ اور واقعی ابلیس نے اپنا گمان ان لوگوں کے بارے میں (یعنی بنی آدم کے بارے میں) صحیح پایا (یعنی اس کا یہ گمان: لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗۤ اِلَّا قَلِيْلًا [بنی اسرائیل: ۶۲] جس کا منشاء شاید استدلال ہو خاک کے ضعف اور آتش کی قوت سے کذا فی الدر عن ابن عباس صحیح نکلا) کہ یہ سب اسی راہ پر ہو لئے مگر ایمان والوں کا گروہ (کہ وہ محفوظ رہا اگر ایمان کامل تھا بالکل محفوظ رہا اور اگر ایمان ضعیف تھا تو شرک وکفر میں اس کا اتباع نہیں کیا گو اور معاصی میں اتباع کر لیا) اور ابلیس کا ان لوگوں پر (جو) تسلط (بطور اغوا کے ہے وہ) بجز اس کے اور کسی وجہ سے نہیں کہ ہم کو (ظاہری طور پر) ان لوگوں کو جو کہ آخرت پر ایمان رکھتے ہیں ان لوگوں سے (الگ کر کے) معلوم کرنا ہے جو اس کی طرف سے شک میں ہیں (یعنی ابتلاء وامتحان مقصود ہے کہ مومن وکافر متعین ہو جاویں کہ بعض کو ثواب اور بعض کو عذاب دینا مقتضائے حکمت ہے کہ وہ ظہور اسماء وصفات ہے یا اور کچھ جو بشر کو معلوم نہ ہو) اور (چونکہ) آپ کا رب ہر چیز کا نگران (حال اور مطلع) ہے (اور ہر چیز میں ایمان اور عدم ایمان بھی داخل ہے' اس لئے اس کی بھی اس کو خبر ہے اور حکمت مقتضی جزا وسزا کو ہے' اس لئے ہر ایک کو مناسب پاداش ملے گی)۔**ف:** ظاہری طور پر جاننے کی تقریر پارہ سیقول کے شروع قول: اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ [البقرة: ۱۴۳] میں گزر چکی ہے۔ملاحظہ کر لیا جاوے اور ایمان میں آخرت کی تخصیص کی یہ وجہ ہو سکتی ہے کہ اس کا اعتقاد طلب حق وتصحیح دین میں زیادہ دخل رکھتا ہے۔**ربط:** اوپر شروع سورت میں توحید کا ذکر تھا' آگے پھر عود ہے توحید کی طرف' ونیز اہل سبا کے ذکر میں کفران کی مذمت تھی اور شرک سے بڑھ کر کیا کفران ہوگا' اس لئے اس کا ابطال کرتے ہیں دونوں وجہ ربط کی ہو سکتی ہیں۔

اثبات توحید وابطال شرک: قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ (الی قولہ تعالی) بَلْ هُوَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۷﴾ آپ (ان لوگوں سے) فرمائیے کہ جن (معبودوں کو) تم خدا کے سوا (دخیل خدائی) سمجھ رہے ہو' ان کو (اپنی حاجتوں کے لئے) پکارو (تو ابھی معلوم ہو جائے گا کہ کتنی قدرت اور اختیار رکھتے ہیں ان کی حالت واقعیہ تو یہ ہے کہ) وہ ذرہ برابر (کسی چیز کا) اختیار نہیں رکھتے نہ آسمانوں (کی کائنات) میں اور نہ زمین (کی کائنات) میں اور نہ ان کی ان دونوں (کے پیدا کرنے) میں کوئی شرکت ہے اور نہ ان میں سے کوئی اللہ کا (کسی کام میں) مددگار ہے (یعنی نہ ایجاد عالم میں ان کا کوئی دخل ہے وہذا قولہ: مَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ اور نہ بعد موجود ہو جانے کے ان کا استقلالاً اختیار ہے۔وذلک: لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ اور نہ نیابۃً اختیار ہے۔و ذلک قولہ: وَمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ﴿۲۲﴾) اور (جس طرح وہ خود کام نہیں کر سکتے اسی طرح اللہ تعالیٰ سے کہہ کر بھی کوئی کام نہیں کرا سکتے جس کو شفاعت کہتے ہیں جیسا کفار کا قول تھا هٰۤؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ [یونس: ۱۸] اور بھلا ان معبودین میں جو جمادات ہیں وہ تو بے چارے کیا شفاعت کرتے' ان کی قابلیت ہی نہیں رکھتے' اسی طرح

جوذی روح ہیں مگر خود عنداللہ مقبول نہیں جیسے شیاطین وہ بھی کیا شفاعت کرتے جوذی روح مقبول بھی ہیں جیسے ملائکہ مشرکین ان کو بنات اللہ اور مستحق معبودیت سمجھتے تھے خود ان کی شفاعت اس قانون عام میں داخل ہے کہ) خدا کے سامنے (کسی کی) سفارش کے لئے کام نہیں آتی (بلکہ سفارش ہی نہیں ہو سکتی) مگر اس کے لئے جس کی نسبت (شفیع کو) وہ اجازت دے دے (اور دلائل سے ثابت ہے کہ یہ اذن صرف حق مؤمنین میں ہوگا' پس اس قانون عام کے موافق وہ بھی کفار کی سفارش نہ کریں گے اور فرشتے بلا اذن سفارش کرنے کی کب جرأت کر سکتے ہیں' ان کا تو غلبۂ ہیبت وعظمت الٰہی سے یہ حال ہے کہ جب ان کو حق تعالیٰ کی طرف سے کوئی حکم ہوتا ہے تو اسی میں ہیبت کے مارے گھبرا۲ اٹھتے ہیں) یہاں تک کہ جب (اس حکم کے ختم ہو چکنے پر) ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے تو ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ تمہارے پروردگار نے کیا حکم فرمایا؟ وہ کہتے ہیں کہ (فلانی) حق بات کا حکم فرمایا (یعنی حکم دینے کے وقت شدت ہیبت سے ان کی ازخود رفتگی کی یہ حالت ہوتی ہے کہ ان کو اس وقت کے اپنے سمجھنے اور یاد رکھنے پر پورا بھروسہ نہیں ہوتا' اس لئے طالب علموں کی طرح کہ استاد کی تقریر کا اعادہ کیا کرتے ہیں' باہم پوچھ پاچھ اور تحقیق کرتے ہیں اور جب وہ حکم اس طرح محقق ہو چکتا ہے پھر اس پر عمل کرتے ہیں۔ پس جب حق تعالیٰ کی جانب سے جو ابتدائی خطاب معمولی احکام کا ہوتا ہے اس میں ان کی یہ حالت ہے تو خود ان کا ابتداءً خطاب کرنا ایک نئی بات کے متعلق اس کی تو کیا گنجائش ہے' پس جب ملائکہ مقربین کی یہ حالت ہو تو اصنام وشیاطین تو کس شمار میں ہیں کہ ایک میں قابلیت نہیں' دوسرے میں مقبولیت نہیں) اور (اس کے روبرو فرشتوں کا ایسا حال ہو جانا کیا عجب ہے واقعی) وہ (ایسا ہے) عالیشان (اور) سب سے بڑا ہے (اور ان سے) آپ (تحقیق توحید کے لئے یہ بھی) پوچھئے کہ (اچھا بتلاؤ) تم کو آسمان وزمین سے (پانی برسا کر اور نباتات نکال کر) کون روزی دیتا ہے (چونکہ جواب اس کا ان کے نزدیک بھی متعین ہے اس لئے) آپ (ہی) کہہ دیجئے کہ اللہ (روزی دیتا ہے) اور (یہ بھی کہئے کہ اس مسئلہ توحید میں) بے شک ہم یا تم ضرور راہِ راست پر ہیں یا صریح گمراہی میں ہیں (یعنی یہ تو ہو نہیں سکتا کہ قائلین توحید اور منکرین توحید دونوں حق پر یا دونوں غلطی میں ہوں۔ ضرور ہے کہ ایک فریق مہتدی ہے دوسرا ضال' اب غور کرنا ضرور ہوا اور ظاہر ہے کہ دلائل توحید کے بعد غور کا نتیجہ اہل توحید کا حق پر ہونا ثابت ہوگا۔ یہ تلطیف دعوت ہے کہ باوجود تعیین مہتدی وضال کے اس طرح تردید کے طور پر فرمایا تا کہ مقابل کو اشتعال نہ ہو جاوے جو تامل وطلب سے مانع ہو جاتا ہے) آپ (ان سے اس مناظرہ میں یہ بھی فرما دیجئے (کہ جب تم باوجود وضوح حق کے حق کو قبول نہیں کرتے تو اخیر درجہ کی بات یہی ہے) کہ (اگر ہم خطا پر اور مجرم ہیں تو) تم سے ہمارے جرائم کی باز پرس نہ ہوگی اور ہم سے تمہارے اعمال کی باز پرس نہ ہوگی (اس میں بھی غایت نرمی ہے کہ مخاطبین کے اعمال کو جرائم سے تعبیر نہیں کیا اور یہ بھی) کہہ دیجئے کہ (یہ احتمال نہ کیا جاوے کہ بالکل ہی باز پرس نہ ہو جیسا منکرین قیامت کہتے ہیں بلکہ ایک وقت ضرور آنے والا ہے جس میں) ہمارا رب ہم سب کو (ایک جگہ) جمع کرے گا پھر ہمارے درمیان میں ٹھیک ٹھیک فیصلہ (عملی) کر دے گا اور وہ بڑا فیصلہ کرنے والا (اور سب کا حال) جاننے والا ہے (اس سے کسی کا حال پوشیدہ نہیں جس سے غلط فیصلہ کا شبہ ہو سکے) آپ (یہ بھی) کہئے کہ (بعد اس کے کہ تم نے حق تعالیٰ کی شان اور دوسرے آلہہ کا عجز سن لیا) مجھ کو ذرا وہ تو دکھلاؤ جن کو تم نے شریک بنا کر (استحقاق عبادت میں) خدا کے ساتھ ملا رکھا ہے' ہرگز (اس کا کوئی شریک) نہیں بلکہ (واقع میں) وہی ہے اللہ (یعنی معبود برحق) زبردست حکمت والا۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ ...... روح میں ہے اس میں اشارہ ہے کہ ہیبت بھی مانع فہم ہو جاتی ہے۔ احقر کہتا ہے کہ ہیبت کا مانع فہم ہو جانا کبھی اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ انسان کو معذور کر دیتا ہے جیسے بعض اہل حال کو پیش آ جاتا ہے ۱۲۔ قولہ تعالیٰ: وَاِنَّآ اَوْ اِيَّاكُمْ ...... اس میں مجادل کے ساتھ ملاطفت پر دلالت ہے ۱۲۔

الحواشی: (۱) قوله لاحد متعلق بشفاعة لا بلفظ المضاف اى لا تنفع شفاعة احد لاحد وهذا الاحد الثانى المجرور باللام مراد من اعم الذوات المذكور قبله اى لاحد الالمن الخ ۱۲ منه۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ قوله فى فريقا: ایمان والوں کا گروہ اشارة الى ان من للبيان وقرره بحيث لا يروان فريقا من المؤمنين يتبعونه فى المعاصى ۱۲۔ ۲؎ قوله قبل حتى اذا فزع: گھبرا اٹھتے ہیں اشارة الى تقدير المغيا هكذا ولا تنفع الشفاعة اى لا تحقق ولو من الملائكة لانهم يهابون الله تعالى بحيث يفزعون اذا اوحى اليهم حتى اذا فزع اى ازيل الفزع الخ ۱۲۔

الروایات: فى صحيح البخارى وغيره عن ابى هريرةؓ قال رسول الله ﷺ قال اذا قضى الله تعالى الامر فى السماء ضربت الملائكة اجنحتها خضعانا لقوله تعالى كانه سلسلة على صفوان فاذا فزع عن قلوبهم قالوا ما ذا قال ربكم قالوا قال الحق الخ قلت وهو احسن التفاسير لموافقة الرواية الصحيحة ويستخرج عليه معنى المغيا من المفهوم كما قررت فى الترجمة وكذا دل ذكر الشفاعة على ذكر الملائكة لكونهم اهلا للشفاعة ولحصول الاذن لهم واعلم ان اللام فى الحق للعهد فكانهم يتذاكرون ما قال ويقولون اظهارا

لاعتقادهم حقية انه تعالٰى قال القول الحق الذى تذاكرناه۱۲۔

اللغات :قوله صدق عليهم اى وجد ظنه صادقا كذا فى الروح وفى قراءة صدق بالتخفيف فنصب ظنه على اسقاط حرف الجراى صدق فى ظنه ووجده مصيبا فى الواقع فصدق حينئذ بمعنى اصاب مجازا ويجوز ان يتعدى بنفسه كما فى قوله تعالٰى رجال صدقوا ما عاهدوا الله الخ۔

النحو :قوله الا لمن اذن له استثناء من اعم الذوات اى لا تنفع شفاعة احد على ان اللام عوض عن المضاف اليه لاحد الا لمن اى لمشفوع له اذن الله الشفيع لشفاعته۱۲۔

البلاغة :قوله ممن هو منها كان الظاهر ممن لا يؤمن بها عدل عنه لنكتة وهى الايذان بان ادنٰى مراتب الكفر وهو الشك مهلكة وان لم يوجد جهود۱۲۔ قوله ادعوا امر توبيخ قوله فى السمٰوٰت اى فى العالم كله۱۲۔ قوله لا تنفع اى لا توجد راسا وانما علق النفى بنفعها تصريحًا بنفى ما هو غرضهم من وقوعها ۱۲۔ قوله قل من يرزقكم امر ﷺ ان يقول ذلك تبكيتاً للمشركين بحملهم على الاقرار بان الهتهم لا يملكون مثقال ذرة فى السمٰوٰت ولا فى الارض وان الرازق هو الله عزوجل فانهم لا ينكرونه وحيث كانوا يتلعثمون احيانا فى الجواب مخافة الالزام قيل له عليه السلام قل الله۔ قوله لعلٰى هدى او فى ضلل ادخل على على الهدى للدلالة على استعلاء صاحبه وتمكنه واطلاعه على ما يريد كالواقف على مكان عال او الراكب على جود يركضه حيث شاء وفى على الضلال للدلالة على انغماس صاحبه فى ظلام حتى كانه فى مهواة مظلمة لا يدرى اين يتوجه۔ قوله :قل لا تسئلون هذا ابلغ فى الانصاف حيث عبر عن اعمال المؤمن ما لعظائم بصيغة الماضى وعن عظائم الكافر بالاعمال بصيغة المضارع۔ قوله قل ارونى استفسار عن شبهتهم بعد الزام الحجة عليهم زيادةً فى تبكيتهم۱۲۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۹﴾ قُلْ لَّكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَلَا بِالَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ ؕ وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚۖ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضِ الْقَوْلَ ۚ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لَوْلَآ اَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْٓا اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰى بَعْدَ اِذْ جَآءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ اِذْ تَاْمُرُوْنَنَآ اَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجْعَلَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ۭ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ۭ وَجَعَلْنَا الْاَغْلٰلَ فِيْٓ اَعْنَاقِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۳۳﴾

اور ہم نے تو آپ کو تمام لوگوں کے واسطے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے (ایمان لانے پر ان کو ہماری رضا وثواب کی) خوشخبری سنانے والے اور ایمان نہ لانے پر ان کو ہمارے غضب و عذاب سے ڈرانے والے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے اور یہ لوگ (ایسے مضامین سن کر) کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب ہوگا۔ اگر تم (یعنی نبی اور آپ کے اتباع) سچے ہو (تو بتلاؤ) آپ کہہ دیجئے کہ ایک خاص دن کا وعدہ (مقرر ہے کہ اس سے نہ ایک پیچھے ہٹ سکتے ہو اور نہ آگے بڑھ سکتے ہو اور یہ کفار (دنیا میں تو خوب خوب باتیں بناتے ہیں اور) کہتے ہیں کہ ہم ہرگز نہ اس قرآن پر ایمان لائیں گے اور نہ اس سے پہلی کتابوں پر اور اگر آپ (ان کی) اس وقت کی حالت دیکھیں (تو ایک ہولناک منظر نظر آئے) جب یہ ظالم اپنے رب کے سامنے کھڑے کئے جائیں گے ایک دوسرے پر بات ڈالتے ہوں گے (چنانچہ) ادنیٰ درجے کے لوگ بڑے لوگوں سے کہیں گے کہ ہم تمہارے سبب برباد ہوئے اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور ایمان لے آتے۔ (اس پر) یہ بڑے لوگ ان ادنیٰ درجے کے لوگوں سے کہیں گے کہ کیا ہم نے تم کو ہدایت پر عمل کرنے سے زبردستی روکا تھا۔ بعد اس کے کہ وہ (ہدایت) تم کو پہنچ چکی تھی بلکہ خود قصوروار ہو اور (اس کے جواب میں) یہ کم درجے کے لوگ ان بڑے لوگوں سے کہیں گے کہ (ہم زبردستی کو مانع نہیں رکھتے) بلکہ تمہاری رات دن کی تدبیروں نے روکا تھا جب تم ہم سے فرمائش کرتے تھے کہ ہم اللہ کے ساتھ کفر کریں اور اس کے لئے شریک قرار دیں اور وہ لوگ

(اپنی اس) پشیمانی کو (ایک دوسرے سے) مخفی رکھیں گے جبکہ عذاب دیکھیں گے اور ہم کافروں کی گردنوں میں طوق ڈالیں گے۔ جیسے کرتے تھے ویسا ہی تو بھرا۔ ﴿۳۳﴾

تفسیر ربط: اوپر توحید کا ذکر تھا' آگے رسالت محمدیہ کا اور اس کے عموم کا مضمون ہے کہ وہ لوگ اس کے بھی منکر تھے پھر حق توحید بدوں اتباع رسول کے حاصل بھی نہیں ہوتا۔

اثباتِ رسالت محمدیہ وعموم او: وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً (الی قولہ تعالی) وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾ اور ہم نے تو آپ کو تمام لوگوں کے واسطے (خواہ جن ہوں یا انسان عرب ہوں یا عجم موجود ہوں یا آئندہ ہونے والے ہوں سب کے لئے) پیغمبر بنا کر بھیجا ہے (ایمان لانے پر ان کو ہماری رضا وثواب کی) خوشخبری سنانے والے اور (ایمان نہ لانے پر ان کو ہمارے غضب وعذاب سے) ڈرانے والے' لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے (پس جہالت سے انکار کرتے ہیں گو یقین ہی آجاوے یا یقین حاصل بھی کر سکیں)۔ ربط: اوپر توحید ورسالت کی تحقیق تھی' آگے بعث کا اور اس کے بعض واقعات کا ذکر ہے جن میں سے بعض کا ابھی بیان توحید میں ذکر بھی آیا ہے یجمع بیننا ربنا ثم یفتح بیننا کہ وہ لوگ اس کے بھی منکر تھے و نیز بدوں احتمال بعث کے گاہے حق کی جس میں توحید و رسالت فرد اعظم ہیں طلب اور فکر نہیں ہوتی۔

ذکر بعث وبعض واقعات آں: وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۲۹﴾ (الی قولہ تعالی) وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۶﴾ اور یہ لوگ (ایسے مضامین یجمع بیننا ربنا ثم یفتح الخ سن کر) کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب (واقع) ہوگا اگر تم (یعنی نبی اور آپ کے اتباع) سچے ہو (تو بتلاؤ) آپ کہہ دیجئے کہ تمہارے واسطے ایک خاص دن کا وعدہ (مقرر) ہے کہ اس سے نہ ایک ساعت پیچھے ہٹ سکتے ہو اور نہ آگے بڑھ سکتے ہو (یعنی گو ہم وقت نہ بتلاویں[۱] گے جو تم پوچھ رہے ہو مگر آوے گی ضرور جس کا اس پوچھنے سے انکار کرنا تمہارا مقصود ہے) اور یہ کفار (دنیا میں تو خوب خوب باتیں بناتے ہیں اور) کہتے ہیں کہ ہم ہرگز نہ اس قرآن پر ایمان لاویں گے اور نہ اس سے پہلی کتابوں پر اور (قیامت میں یہ ساری لمبی چوڑی باتیں ختم ہو جاویں گی چنانچہ) اگر آپ (ان کی) اس وقت کی حالت دیکھیں (تو ایک ہولناک منظر نظر آوے) جبکہ یہ ظالم اپنے رب کے سامنے کھڑے کئے جاویں گے ایک دوسرے پر بات ڈالتا ہوگا (جیسے کوئی کام بگڑ[۲] جانے کے وقت عادت ہوتی ہے چنانچہ) ادنیٰ درجہ کے لوگ (یعنی توابع) بڑے لوگوں سے (یعنی متبوعین سے) کہیں گے کہ (ہم تو تمہارے سبب برباد ہوئے) اگر تم نہ ہوتے تو ہم ضرور ایمان لے آئے ہوتے (اس پر) یہ بڑے لوگ ان ادنیٰ درجہ کے لوگوں سے کہیں گے کہ کیا ہم نے تم کو ہدایت (پر عمل کرنے) سے (زبردستی) روکا تھا' بعد اس کے کہ وہ (ہدایت) تم کو پہنچ چکی تھی نہیں بلکہ تم ہی قصوروار ہو (کہ وضوح حق کے بعد اس کو قبول نہ کیا' اب ہمارے سر دھرتے ہو) اور (اس کے جواب میں) یہ کم درجہ کے لوگ ان بڑے لوگوں سے کہیں گے کہ (ہم زبردستی کو مانع) نہیں (کہتے) بلکہ تمہاری رات دن کی تدبیروں نے روکا[۳] تھا جب تم ہم کو فرمائش کرتے رہتے تھے کہ ہم اللہ کے ساتھ کفر کریں اور اس کے لئے شریک قرار دیں (تدبیروں سے مراد ترغیب وترہیب ہے' پس رات دن کی ان تعلیمات اور ان تدبیرات کا اثر ہو گیا اور تباہ وبرباد ہوئے' بس ہم کو تم ہی نے خراب کیا) اور (اس گفتگو میں تو ہر شخص دوسرے پر الزام دے گا مگر دل میں اپنا اپنا قصور بھی سمجھیں گے مضلین سمجھیں گے کہ واقعی ہم نے ایسا کیا تو تھا اور ضالین سمجھیں گے کہ گو انہوں نے ہم کو غلط راستہ بتلایا تھا لیکن آخر ہم بھی تو اپنا نفع نقصان سمجھ سکتے تھے' ضرور ہمارا بھی بلکہ زیادہ ہمارا ہی قصور ہے لیکن) وہ لوگ (اپنی اس) پشیمانی کو (ایک دوسرے سے) مخفی رکھیں گے جبکہ (اپنے اپنے عمل پر) عذاب (ہوتا ہوا) دیکھیں گے (تاکہ نقصان مایہ کے ساتھ شماتت ہمسایہ نہ ہو' لیکن آخر میں شدت عذاب سے وہ تحمل جاتا رہے گا) اور منجملہ اس عذاب مشترک بین الکفار کے یہ ہوگا کہ) ہم کافروں کی گردنوں میں طوق ڈالیں گے (اور ہاتھ پاؤں میں زنجیر' پھر مشکیں کسا ہوا جہنم میں جھونک دیا جاوے گا) جیسا کرتے تھے ویسا ہی بھرا۔ ف: اگر شبہ ہو کہ بعض کفار نے تو اپنے اتباع پر زبردستی بھی کی ہے' پھر اس کے کیا معنی: اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ...... جواب یہ ہے کہ اصل ایمان اعتقاد ہے اور اس کا محل قلب ہے' وہاں اکراہ ممکن نہیں۔

ملحقات الترجمۃ: [۱] قولہ فی لا تستقدمون: ہم وقت نہ بتلاویں گے الخ اشارۃ الی ان الجواب من اسلوب الحکیم ۱۲۔ [۲] قولہ فی یرجع: بگڑ جانے کے ھکذا فی الکبیر فالقول علی ھذا قول المتکلم لا قول المخاطب کما یفصح عنہ ترجمۃ بعضھم حیث قال: ایک کی بات ایک رد کر رہا ہوگا لان الرد بھذا المعنی یتعدی بعلی لا بالی وانما المراد ھھنا توجیہ الخطاب الی المخاطب لبراءۃ نفسہ فافھم ۱۲۔ [۳] قولہ فی مکر الیل: روکا اشارۃ الی تقدیر الفعل ای صدنا مکرکم باللیل والنھار ۱۲۔

النحو: قولہ کافۃ حال من الناس قدم مع الا علیہ للاھتمام واصلہ من الکف بمعنی المنع وارید بہ العموم لما فیہ من المنع من الخروج واشتھر فی ذلک حتی قطع النظر فیہ عن معنی المنع بالکلیۃ فمعنی جاء الناس کافۃ جاؤا جمیعًا وھو الذی ذھب الیہ ابو علی وابن کیسان وابن برھان والرضی وابن مالک وابو حیان وقال ھو الصحیح واعترض بانہ یلزم علیہ عمل ما قبل الا وھو ارسل فیما

بعدها وهو للناس وليس بمستثنى ولا مستثنى منه ولا تابعًا له وقد منعوه واجيب بان التقدير وما ارسلناك للناس الا كافة فهو مقدم رتبة ومثله كاف في العمل مع انهم يتوسعون في الظرف مالا يتوسعون في غيره كذا في الروح ۱۲۔

البلاغۃ: قوله قال الذين استكبروا بلا واو وقوله وقال الذين استضعفوا بالواو لما ان قول المستضعفين عود منهم الى الكلام السابق عطف بعض اجزاء كلامهم على بعضها بخلاف قول المستكبرين فانه ابتداء كلام وقع جوابا للاعتراض عليهم فلذا ترك العاطف ۱۲۔ قوله بل مكروا الليل اضراب عن اضراب المخاطبين في قولهم بل كنتم مجرمين ۱۲۔

وَمَآ اَرۡسَلۡنَا فِىۡ قَرۡيَةٍ مِّنۡ نَّذِيۡرٍ اِلَّا قَالَ مُتۡرَفُوۡهَاۤ ۙ اِنَّا بِمَاۤ اُرۡسِلۡتُمۡ بِهٖ كٰفِرُوۡنَ ﴿۳۴﴾ وَقَالُوۡا نَحۡنُ اَكۡثَرُ اَمۡوَالًا وَّاَوۡلَادًا ۙ وَّمَا نَحۡنُ بِمُعَذَّبِيۡنَ ﴿۳۵﴾ قُلۡ اِنَّ رَبِّىۡ يَبۡسُطُ الرِّزۡقَ لِمَنۡ يَّشَآءُ وَيَقۡدِرُ وَلٰـكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۳۶﴾ وَمَاۤ اَمۡوَالُكُمۡ وَلَاۤ اَوۡلَادُكُمۡ بِالَّتِىۡ تُقَرِّبُكُمۡ عِنۡدَنَا زُلۡفٰٓى اِلَّا مَنۡ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓـئِكَ لَهُمۡ جَزَآءُ الضِّعۡفِ بِمَا عَمِلُوۡا وَهُمۡ فِى الۡغُرُفٰتِ اٰمِنُوۡنَ ﴿۳۷﴾ وَالَّذِيۡنَ يَسۡعَوۡنَ فِىۡۤ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيۡنَ اُولٰٓـئِكَ فِى الۡعَذَابِ مُحۡضَرُوۡنَ ﴿۳۸﴾

ع ۱۰

اور ہم نے کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا (پیغمبر) نہیں بھیجا مگر وہاں کے خوش حال لوگوں نے یہی کہا کہ ہم تو ان احکام کے منکر ہیں جو تم کو دے کر بھیجا گیا ہے اور انہوں نے یہ بھی کہا کہ ہم مال واولاد میں تم سے زیادہ ہیں اور ہم کو عذاب نہ ہوگا کہہ دیجئے کہ میرا پروردگار جس کو چاہتا ہے زیادہ روزی دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے کم دیتا ہے لیکن اکثر لوگ (اس سے) واقف نہیں اور مال اولاد ایسی چیز نہیں جو درجہ میں تم کو ہمارا مقرب بنادے (یعنی مؤثر وعلت قرب کی بھی نہیں) مگر ہاں جو ایمان لائے اور اچھے کام کرے (یہ دونوں چیزیں البتہ سبب قرب ہیں سو ایسے لوگوں کے لئے ان کے (نیک) عمل کا دگنا صلہ ہے اور وہ (بہشت) کے بالا خانوں میں چین سے بیٹھے ہوں گے اور جو لوگ ہماری آیتوں کے متعلق (ان کے ابطال کی) کوشش کر رہے ہیں (نبی کو) ہرانے کے ایسے لوگ عذاب میں لائے جائیں گے۔

تفسیر ربط: اوپر تعذیب کفار کا بیان تھا چونکہ منکرین عذاب دنیا کی خوش حالی سے نفی عذاب آخرت پر استدلال کیا کرتے تھے کما قال تعالیٰ: وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً وَّلَئِنۡ رُّجِعۡتُ اِلٰى رَبِّىۡۤ اِنَّ لِىۡ عِنۡدَهٗ لَـلۡحُسۡنٰى [حٰم سجدة: ۵۰] اور یہ طبعاً حضور ﷺ کے حزن کا مظنہ بھی تھا۔ آگے کفار کے زعم کو رد اور آپ کا تسلیہ فرماتے ہیں۔

تسلیہ سید الاخیار وتزییف قول اشرار: وَمَآ اَرۡسَلۡنَا فِىۡ قَرۡيَةٍ مِّنۡ نَّذِيۡرٍ (الى قوله تعالى) اُولٰٓـئِكَ فِى الۡعَذَابِ مُحۡضَرُوۡنَ ﴿۳۸﴾ اور اے پیغمبر ﷺ ان لوگوں کے افعال ضلالت واقوال جہالت سے آپ مغموم نہ ہوں کیونکہ یہ معاملہ انوکھا آپ ہی کے ساتھ نہیں ہوا بلکہ) ہم نے کسی بستی میں کوئی ڈرسنانے والا (پیغمبر) نہیں بھیجا مگر وہاں کے خوش حال لوگوں نے (ان کفار معاصرین کی طرح) یہی کہا کہ ہم تو ان احکام کے منکر ہیں جو تم کو دے کر بھیجا گیا ہے اور انہوں نے یہ بھی کہا[1] کہ ہم مال اور اولاد میں تم سے زیادہ ہیں (کما قال في الكهف انا اكثر منك مالا واعز نفرا) اور یہ دلیل ہے ہمارے مکرم ومقبول عند اللہ ہونے کی پس) ہم کو کبھی عذاب نہ ہوگا (اور یہی بات کفار مکہ کہتے ہیں کما قال تعالیٰ: قَالَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لِلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا ۙ اَىُّ الۡفَرِيۡقَيۡنِ خَيۡرٌ مَّقَامًا [مریم: ۷۳] پس غم نہ کیجئے البتہ ان کے قول کو رد کیجئے اور ان سے یوں) کہہ دیجئے کہ (وسعت رزق کا مدار قبول عند اللہ نہیں ہے بلکہ محض مشیت ہے چنانچہ) میرا پروردگار جس کو چاہتا ہے زیادہ روزی دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے کم دیتا ہے (اور اس میں حکمتیں ہوتی ہیں) ولیکن اکثر لوگ (اس سے) واقف نہیں (کہ مدار اس کا دوسری مصلحتوں پر ہے کرامت عند اللہ پر نہیں ہے) اور (اے کفار[2] یہ بھی سن رکھو کہ جس طرح تمہارے اموال واولاد دلیل وعلامت قرب عند اللہ کے نہیں اسی طرح) تمہارے اموال واولاد ایسی چیز نہیں جو تم کو درجہ[3] میں ہمارا مقرب بنادے (یعنی مؤثر وعلت قرب کی بھی نہیں پس نہ اموال واولاد کرامت پر مرتب ہے کہ کرامت کی دلیل انی ہو اور نہ اموال واولاد پر کرامت مرتب ہے کہ کرامت کی دلیل لمی ہو) ہاں مگر جو ایمان لاوے اور اچھے کام کرے (یہ دونوں چیزیں البتہ سبب[4] قرب ہیں) سو ایسے لوگوں کے لئے ان کے (نیک) عمل کا دونا صلہ ہے (یعنی عمل سے زیادہ خواہ دونے سے بھی زیادہ لقوله تعالىٰ: مَنۡ جَآءَ بِالۡحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشۡرُ اَمۡثَالِهَا [الأنعام: ۱۶۰]) اور وہ (بہشت کے) بالا خانوں میں چین سے (بیٹھے) ہوں گے اور جو لوگ (ان کے خلاف محض اموال واولاد پر مغرور ہیں اور ایمان وعمل صالح کو اختیار نہیں کرتے بلکہ وہ) ہماری آیتوں کے متعلق (ان کے ابطال کی) کوشش کر رہے ہیں (نبی کو) ہرانے کے لئے ایسے لوگ عذاب میں لائے جاویں گے۔ ف: مترفین کی تخصیص اس لئے فرمائی کہ اکثر اول تکذیب انہیں سے شروع ہوتی ہے اور ان کا اُرۡسِلۡتُمۡ کہنا بطور استہزاء کے ہے ورنہ وہ لوگ تو رسالت کے منکر تھے۔

ملحقات الترجمۃ: اقوله في قالوا: یہ بھی اشارة الى عود الضمير الى المترفين كما في الروح ولما دل حكاية قولهم هذا على قول اهل مكة تشابههم صح وقوع قوله قل بعده جوابا ۱۲۔ ۲ قوله قبل وما اموالكم: اور اے کفار اشارة الى ان هذا خطاب من الله تعالى بقرينة قوله عندنا و آياتنا۔ ۳ قوله في زلفى: درجہ اصله القرب وهو مفعول مطلق وانما ترجم بالحاصل حذرا عن التكرار اللفظي كما احترز عنه في القرآن العظيم ۱۲۔ ۴ قوله في الاسبب: قریب ہیں اشارة الى ان الاستثناء منقطع ومن آمن مبتدأ و خبره مقدر وهو فانهما يقربانه ۱۲۔

قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ۭ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهٗ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۳۹﴾ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ يَقُوْلُ لِلْمَلٰۗىِٕكَةِ اَهٰٓؤُلَاۗءِ اِيَّاكُمْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ﴿۴۰﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ ۚ اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ ﴿۴۱﴾ فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَّفْعًا وَّلَا ضَرًّا ۭ وَنَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿۴۲﴾

آپ (مؤمنین) سے فرما دیجئے کہ میرا رب اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے فراخ روزی دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے تنگی سے دیتا ہے اور جو چیز تم (مواقع راہ الٰہی میں) خرچ کرو گے سو وہ یعنی اللہ تعالیٰ اس کا عوض دے گا اور وہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے اور وہ دن قابل ذکر ہے جس روز اللہ تعالیٰ ان سب کو (میدان قیامت میں) جمع فرمائے گا۔ پھر فرشتوں سے ارشاد فرمائے گا کیا یہ لوگ تمہاری عبادت کرتے تھے وہ عرض کریں گے کہ آپ پاک ہیں ہمارا تو آپ سے تعلق ہے نہ کہ ان سے بلکہ یہ لوگ شیطان کی پوجا کرتے تھے اور ان میں سے اکثر لوگ انہی کے معتقد تھے۔ سو کافروں سے کہا جائے گا' آج تم مجموعہ عابدین ومعبودین میں سے نہ کوئی کسی کو نفع پہنچانے کا اختیار رکھتا ہے اور نہ نقصان پہنچانے کا اور (اس وقت) ہم ظالموں (یعنی کافروں) سے کہیں گے کہ جس دوزخ کے عذاب کو تم جھٹلایا کرتے تھے (اب) اس کا مزہ چکھو۔

تفسیر ربط: اوپر بسط وقدر رزق کے متعلق بالمشیۃ پر کفار کے بطلان زعم کو متفرع فرمایا تھا۔ آگے اسی پر مؤمنین کی ایک اصلاح کو متفرع فرماتے ہیں جس کا حاصل یہ ہے کہ جب مال کی کمی بیشی محض مشیت پر ہے تو مؤمن کو چاہئے کہ اس کے ساتھ قلب کو زیادہ متعلق نہ کرے۔ اور کفار کی طرح اس کو مقصود نہ سمجھے' بلکہ اس کو آلہ حصول رضا وقرب الٰہی کا جو کہ اصل مقصود ہے بنا دے۔

تفریع زہد بر مقسومیت رزق: قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ (الى قوله تعالى) وَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۳۹﴾ (آپ (مؤمنین سے) یہ فرما دیجئے کہ میرا رب اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے فراخ روزی دیتا ہے اور جس کو چاہے تنگی دیتا ہے اور (اس صورت میں امساک سے رزق بڑھ نہیں سکتا اور انفاق حسب الشرع سے گھٹ نہیں سکتا' پس مال سے زیادہ تعلق مت رکھو' بلکہ جہاں جہاں حقوق اللہ وحقوق العیال وحقوق الفقراء وغیرہا میں خرچ کرنے کا حکم ہے بے دھڑک خرچ کرتے رہو کہ اس سے رزق مقسوم میں تو کمی کا ضرر نہ ہوگا اور آخرت کا نفع ہوگا اس طرح سے کہ) جو چیز تم (مواقع حکم الٰہی میں) خرچ کرو گے سو وہ (یعنی اللہ تعالیٰ) اس کا (آخرت میں تو ضرور اور گاہے دنیا میں بھی) عوض دے گا اور وہ سب سے بہتر روزی دینے والا ہے (پس اس خرچ سے دنیوی روزی تمہاری کم نہ کرے گا اور اخروی روزی علاوہ عطا فرماوے گا) ف: رٰزِقِيْنَ جمع لانا اس اعتبار سے ہے کہ جو لوگ ظاہر میں اپنے ہاتھ سے دیتے دلاتے ہیں ان کو مجازاً رازق قرار دے دیا گیا اور چونکہ اللہ تعالیٰ رازق حقیقی ہے اس لئے اس کا خیر الرازقین ہونا ظاہر ہے۔ ربط: اوپر: وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ [یونس : ۴۸] میں بعث وحشر کا بیان تھا' آگے پھر اسی طرف عود ہے۔

عود بسرائے حشر واحوال او: وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ يَقُوْلُ لِلْمَلٰۗىِٕكَةِ اَهٰٓؤُلَاۗءِ اِيَّاكُمْ (الى قوله تعالى) كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿۴۲﴾ اور (وہ دن قابل ذکر ہے) جس روز اللہ تعالیٰ ان سب کو (میدان قیامت میں) جمع فرماوے گا' پھر فرشتوں سے ارشاد فرماوے گا کیا یہ لوگ تمہاری عبادت کرتے تھے (یہ سوال تبکیت مشرکین کے لئے ہوگا جو ملائکہ اور غیر ملائکہ کو اس خیال سے پوجتے تھے کہ یہ راضی ہو کر ہماری شفاعت کریں گے۔ کقولہ تعالیٰ: يٰعِيْسَى ءَاَنْتَ قُلْتَ [المائدة : ۱۱۶] پس یہ سوال اس لئے کیا گیا کہ جواب سے مشرکین کی غلطی ظاہر ہو جاوے۔ مطلب سوال کا یہ ہے کہ کیا تمہاری رضا سے تمہاری عبادت کرتے تھے جیسا دوسری آیت میں ہے: ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰٓؤُلَاۗءِ [الفرقان : ۱۷] و نیز جواب بھی اس قید کا قرینہ ہے جیسا ترجمہ جواب سے معلوم ہوگا) وہ (اول حق تعالیٰ کے اظہار تنزیہ عن الشریک کے لئے) عرض کریں گے کہ آپ (شریک سے) پاک ہیں (یہ جواب سے پہلے اس لئے کہا گیا کہ نسبت الی الشریک کی حکایت سے گھبرا گئے۔ اس لئے اول یہ عرض کیا و نیز اس سے بھی مشرکین کی غلطی مطلقاً ثابت ہوئی کہ آپ تو مطلقاً شریک سے پاک ہیں خواہ وہ فرشتہ ہو یا اور کچھ' پھر آگے اس سوال کا جواب دیں گے کہ ہمارا تو (محض) آپ سے تعلق ہے نہ کہ ان سے (اس سے نفی ہوگئی رضا اور امر کی' یعنی نہ ہم نے ان سے کہا نہ

ہم ان کے فعل سے راضی، ہم تو آپ کے مطیع ہیں، جو چیز آپ کو ناپسند ہے مثل شرک وغیرہ اس سے ہم بھی ناخوش ہیں۔ جب اس شرک میں نہ ہمارا امر ہے نہ رضا تو فی الواقع یہ ہماری عبادت نہ کرتے تھے) بلکہ یہ لوگ شیاطین کو پوجا کرتے تھے (کیونکہ وہ شیاطین اس کی ترغیب بھی دیتے تھے اور اس سے راضی بھی تھے۔ پس فی الواقع ان کے معبود ہوئے کیونکہ عبادت مستلزم ہے اطاعت مطلقہ کو کہ اس کے سامنے پھر کسی کی اطاعت نہ کرے۔ اسی طرح ایسی اطاعت مستلزم ہے عبادت کو، پس جب ہماری طرف سے امر و رضا متحقق نہیں تو اطاعت منفی ہوئی۔ سو عبادت بھی منفی ہوئی۔ اور جب شیاطین کی اطاعت مطلقہ کی تو عبادت بھی انہیں کی ہوئی، گو یہ لوگ اس کا نام کچھ ہی رکھیں خواہ عبادت ملائکہ یا عبادت اصنام مگر واقع میں وہ عبادت شیاطین کی ہے اور جیسا لزوماً یہ لوگ عابد شیاطین تھے اسی طرح) ان میں اکثر لوگ (التزاماً بھی) انہیں (شیاطین) کے معتقد تھے (یعنی قصداً بھی بہت سے ان کو پوجتے تھے کما قال تعالیٰ: وَاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ (وغير ذلك من الأيات) [الجن: ۶]) سو (کافروں سے کہا جاوے گا کہ لو جن سے تم امیدیں رکھتے تھے) آج (خود ان کی تبری سے بھی اور ان کے عجز واقعی سے بھی خلاف تمہارے زعم کے یہ حالت ظاہر ہوئی کہ) تم (مجموع عابدین و معبودین) میں سے نہ کوئی کسی کو نفع پہنچانے کا اختیار رکھتا ہے اور نہ نقصان پہنچانے کا (مطلب تو یہ ہے کہ یہ معبودین تم کو نفع نہیں پہنچا سکتے مگر مبالغہ کے لئے بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ سے تعبیر فرمایا تا کہ اس ابہام سے دونوں کی تساوی اس امر میں ثابت ہو جاوے کہ جیسے تم عاجز ہو وہ بھی عاجز ہیں اور ضرر کا ذکر تعمیم عجز کے لئے ہے اس سے کلام اور بھی مؤکد ہو گیا) اور (اس وقت) ہم ظالموں (یعنی کافروں) سے کہیں گے کہ جس دوزخ کے عذاب کو تم جھٹلایا کرتے تھے (اب) اس کا مزہ چکھو (اور تخصیص ملائکہ کی باوجود یکہ تبری اور عجز جمیع معبودین کے لئے عام ہے اس لئے ہے کہ دوسروں کا حکم بدرجہ اولیٰ ثابت ہو جاوے کہ جب افضل المعبودین کا یہ حال ہو گا تو دوسرے معبودین کا عدم نفع بدرجہ اولیٰ سمجھ لیا جاوے) **ف**: سورۂ فرقان کے دوسرے رکوع آیت: وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ...... میں بھی اسی جواب کے قریب الفاظ میں جواب آیا ہے۔ وہاں سُبْحٰنَكَ اور نفی اتخاذ اولیاء کی تقریر ترجمہ کی اور طرح پر ہوئی ہے۔ اس وقت وہی سمجھ میں آئی تھی۔ باقی یہاں کی تقریر وہاں اور وہاں کی یہاں بھی صحیح ہو سکتی ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ، جن سے مراد شیاطین ہیں، یعنی غیر اللہ کی عبادت کرنے میں شیاطین کی اطاعت کرتے ہیں، تو گویا ان شیاطین ہی کی عبادت کرتے ہیں کذا فی الروح اور اس میں دلالت ہے کہ عامل بعض اوقات ایک عمل کرتا ہے مگر اس کا حاصل دوسرا عمل ہوتا ہے، جس کا وہ قصد بھی نہیں کرتا مگر اس پر یہ حکم کر دیا جاتا ہے کہ وہ اس دوسرے عمل کا مرتکب ہوا اور صوفیہ اصلاحات میں اس قاعدہ کا بکثرت استعمال کرتے ہیں (مثلاً کسی امر میں مرید نے اپنی رائے پر عمل کیا تو شیخ کہتا ہے کہ تم یہ چاہتے ہو کہ میں تمہارا تابع بنوں، تم میرے تابع نہ بنو)۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ قوله في التمهيد: ایک اصلاح گو اشار به الى دفع لزوم التكرار كما هو ظاهر من تقريري ۱۲۔

النحو: قوله ويوم يحشرهم معمول لا ذكر المقدر او لقالوا المذكور بعده ۱۲۔

البلاغة: قوله التى كنتم فى الروح وقع الموصول ههنا وصفا للمضاف اليه وفى السجدة فى قوله تعالىٰ عذاب النار الذى كنتم به تكذبون صفة للمضاف فقال ابو حيان لانهم ثمه كانوا ملابسين للعذاب كما ينبئ عنه قوله تعالىٰ كلما ارادوا ان يخرجوا منها اعيدوا فيها فوصف لهم ثمه مالا بسوه وهنا لم يكونوا ملابسين له بل ذلك اول ما راوا النار عقب الحشر فوصف ما عاينوه لهم الخ ۱۲۔

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا رَجُلٌ يُّرِيْدُ اَنْ يَّصُدَّكُمْ عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُكُمْ ۚ وَقَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّآ اِفْكٌ مُّفْتَرًى ؕ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۴۳﴾ وَمَآ اٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ كُتُبٍ يَّدْرُسُوْنَهَا وَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَّذِيْرٍ ؕ ﴿۴۴﴾ وَكَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۙ وَمَا بَلَغُوْا مِعْشَارَ مَآ اٰتَيْنٰهُمْ فَكَذَّبُوْا رُسُلِيْ ۟ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿۴۵﴾ قُلْ اِنَّمَآ اَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۚ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلّٰهِ مَثْنٰى وَفُرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْا ۟ مَا بِصَاحِبِكُمْ مِّنْ جِنَّةٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ ﴿۴۶﴾ قُلْ مَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ؕ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿۴۷﴾ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَقْذِفُ بِالْحَقِّ ۚ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۴۸﴾

قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيدُ ﴿۴۹﴾ قُلْ إِنْ ضَلَلْتُ فَإِنَّمَآ أَضِلُّ عَلٰى نَفْسِي ۖ وَإِنِ اهْتَدَيْتُ فَبِمَا يُوحِيٓ إِلَيَّ رَبِّي ۚ إِنَّهُ سَمِيعٌ قَرِيبٌ ﴿۵۰﴾

اور جب ان لوگوں کے سامنے ہماری آیتیں جو (حق اور ہادی ہونے کی صفت میں) صاف صاف ہیں پڑھی جاتی ہیں تو یہ لوگ پڑھنے والے یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) یہ محض ایسا شخص ہے جو یوں چاہتا ہے کہ تم کو ان چیزوں کی (عبادت) سے باز رکھے جن کو (قدیم سے) تمہارے بڑے پوجتے تھے اور (قرآن کی نسبت) کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) یہ محض ایک تماشا ہے جھوٹ ہے اور یہ کافر اس امر حق (یعنی قرآن) کی نسبت جبکہ وہ ان کے پاس پہنچا یوں کہتے ہیں کہ یہ محض ایک صریح جادو ہے اور ہم نے ان کو کتابیں نہیں دی تھیں کہ ان کو پڑھتے پڑھاتے ہوں اور (اس طرح) ہم نے آپ سے پہلے ان کے پاس کوئی ڈرانے والا (یعنی پیغمبر) نہیں بھیجا تھا اور ان سے پہلے جو (کافر) لوگ تھے انہوں نے تکذیب کی تھی اور یہ (مشرکین عرب) تو اس سامان کے جو ہم نے ان کو دے رکھا تھا' دسویں حصہ کو بھی نہیں پہنچے۔ غرض انہوں نے میرے رسولوں کی تکذیب کی سو (دیکھو) میرا ان پر کیسا عذاب ہوا۔ آپ کہئے کہ میں تو صرف ایک بات سمجھاتا ہوں' وہ یہ کہ تم (محض) اللہ کے واسطے کھڑے ہو جاؤ اور دو دو اور ایک ایک پھر سوچو کہ تمہارے اس ساتھی کو جنون (تو) نہیں ہے وہ تم کو ایک سخت عذاب آنے سے پہلے ڈرانے والا ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ میں نے تم سے (اس تبلیغ پر) کچھ معاوضہ ہو تو وہ تمہارا رہا۔ میرا معاوضہ تو بس اللہ ہی کے ذمے ہے اور وہی ہر چیز پر اطلاع رکھنے والا ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ میرا رب حق بات (یعنی ایمان) کو (کفر پر) غالب کر رہا ہے (اور) وہ علام الغیوب ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ حق (دین) آ گیا (دین) باطل نہ کرنے کا رہا نہ دھرنے کا آپ کہہ دیجئے کہ اگر (مثلاً فرضاً) میں گمراہ ہو جاؤں تو میری گمراہی مجھ پر (وبال ہوگی) اگر میں راہ راست پر ہوں تو یہ بدولت اس قرآن کے ہے جس کو میرا رب میرے پاس بھیج رہا ہے وہ سب کچھ سنتا (اور) بہت نزدیک ہے۔ ۞

تفسیر ربط: اوپر: وَمَآ أَرْسَلْنٰكَ ...... میں رسالت کا مسئلہ مذکور تھا' آگے پھر اسی کی طرف عود ہے۔

عود بسوئے تحقیق رسالت: وَإِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ (الی قوله تعالی) إِنَّهُ سَمِيعٌ قَرِيبٌ اور جب ان لوگوں کے سامنے ہماری آیتیں جو (حق اور ہادی ہونے کی صفت میں) صاف صاف ہیں پڑھی جاتی ہیں تو یہ لوگ (پڑھنے والے یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت) کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) یہ محض ایک ایسا شخص ہے جو یوں چاہتا ہے کہ تم کو ان چیزوں (کی عبادت) سے باز رکھے جن کو (قدیم سے) تمہارے بڑے پوجتے (آرہے) تھے اور (ان سے باز رکھ کر اپنا تابع بنانا چاہتا ہے' مطلب[۱] ان کم بختوں کا یہ تھا کہ یہ نبی نہیں اور ان کی دعوت من جانب اللہ نہیں' بلکہ اس میں خود ان کی ذاتی غرض ریاست کی ہے) اور (متلو کی نسبت) کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) یہ محض ایک تراشا ہوا جھوٹ ہے (یعنی خدا کی طرف اس کی نسبت کرنا محض تراشی ہوئی بات) اور یہ کافر اس امر حق (یعنی قرآن) کی نسبت جبکہ وہ ان کے پاس پہنچا (اس دفع دخل کے لئے کہ اگر یہ تراشا ہوا جھوٹ ہے تو پھر بہت سے عاقل اس کا اتباع کیوں کرتے ہیں اور یہ ایسا مؤثر کیوں ہے) یوں کہتے ہیں کہ یہ محض ایک صریح جادو ہے (بس اس کو سن کر لوگ مغلوب العقل اور فریفتہ ہو جاتے ہیں) اور (ان کو تو قرآن کی اور نبی کی بڑی قدر کرنا چاہئے تھا' کیونکہ ان کے لئے تو یہ محض غیر مترقبہ نعمتیں تھیں' اس سبب سے کہ) ہم نے (اس قرآن سے پہلے) ان کو (کبھی آسمانی) کتابیں نہیں دی تھیں کہ ان کو پڑھتے پڑھاتے ہوں (جیسے بنی اسرائیل کے پاس کتابیں تھیں تو ان کے حق میں تو قرآن بالکل ایک نئی چیز تھی' اس لئے اس کی قدر کرنا چاہئے تھا) اور (اسی طرح) ہم نے آپ سے پہلے ان کے پاس کوئی ڈرانے والا (یعنی پیغمبر) نہیں بھیجا تھا (تو ان کے حق میں نبی بھی ایک نئی دولت تھی اس لئے ان کی بھی قدر کرنا چاہئے تھا بخصوص جبکہ علاوہ نعمت جدیدہ ہونے کے خود ان کی تمنا بھی تھی۔ کما قال تعالیٰ: وَأَقْسَمُوا بِاللّٰهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَهُمْ نَذِيرٌ لَّيَكُونُنَّ أَهْدٰى مِنْ إِحْدَى الْأُمَمِ [فاطر: ۴۲] مگر ان لوگوں نے پھر بھی قدر نہ کی' کما قال تعالیٰ: فَلَمَّا جَآءَهُمْ نَذِيرٌ مَّا زَادَهُمْ إِلَّا نُفُورًا [ایضا] بلکہ تکذیب کی) اور (تکذیب کر کے بے فکر نہ ہو بیٹھیں' کیونکہ تکذیب کا وبال بڑا سخت ہے' چنانچہ) ان سے پہلے جو (کافر) لوگ تھے انہوں نے (بھی انبیاء اور وحی کی) تکذیب کی تھی اور یہ (مشرکین عرب) تو اس سامان کے جو ہم نے ان کو دے رکھا تھا دسویں حصے کو بھی نہیں پہنچے (یعنی ان کی سی قوت' ان کی سی عمریں' ان کی سی ثروت ان کو نہیں ملی جو کہ مایۂ اغترار و مایۂ الافتخار ہوتا ہے۔ کما قال تعالیٰ: كَانُوٓا أَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّأَكْثَرَ أَمْوَالًا وَّأَوْلَادًا [التوبة: ۶۹] و قال تعالی: وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيمَآ إِنْ مَّكَّنّٰكُمْ [الأحقاف: ۲۶]) غرض انہوں نے میرے رسول کی تکذیب کی سو (دیکھو) میرا (ان پر) کیسا عذاب ہوا (سو یہ بے چارے تو کیا چیز ہیں کہ ان کے پاس تو اتنا سامان بھی نہیں جب اس قدر ثروت کام نہ آئی تو یہ کس دھوکہ میں ہیں و نیز جب ان کے پاس سامان کم ہے جو مایۂ اغترار ہوتا ہے تو ان کا جرم بھی اشد ہے' پھر یہ کیسے بچ جاویں گے' یہاں تک تکذیب نبوت پر کفار کو تہدید فرما کر آگے ان کو تصدیق نبوت کا ایک طریقہ بتلاتے ہیں کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ (ان سے) یہ کہئے کہ میں تم کو صرف ایک بات (مختصر سی) سمجھاتا ہوں (اس سے حق واضح ہو جاوے گا' بس اس کو کر لو) وہ یہ کہ تم (محض) خدا کے واسطے (کہ اس میں

نفسانیت وتعصب نہ ہو) کھڑے (یعنی مستعد) ہو جاؤ (کسی موقع پر) دو دو اور (کسی موقع پر) ایک ایک (یعنی چونکہ مقصود تفکر ہے جیسا آگے آتا ہے اور فکر کا قاعدہ ہے کہ بعض اوقات اور بعض طبائع کے اعتبار سے دو کے ملنے سے ہر شخص کی فکر کو دوسرے سے اعانت ملتی ہے اور بعض اوقات اور بعض طبائع کے اعتبار سے اکیلے خوب فکر میں جولانی ہوتی ہے اور بہت زیادہ مجمع میں اکثر قوت فکر یہ مشوش ہو جاتی ہے اس لئے اسی پر اکتفاء فرمایا۔ غرض اس طرح مستعد ہو جاؤ) پھر (خوب) سوچو (کہ جیسے دعوے میں کرتا ہوں' مثلاً یہ کہ قرآن کا مماثل ممکن نہیں' جیسے کئی مکی سورتوں میں یہ مضمون ہے' ایسے دعوے دو ہی شخص کر سکتے ہیں' یا تو وہ جس کے دماغ میں خلل ہو کہ انجام کی خبر نہ ہو اور یا وہ کہ جو نبی ہو' جس کو پورا اعتماد اس دعوے کے صدق ومن اللہ ہونے کا ہو' ورنہ اگر نبی نہ ہو اور عاقل بھی ہو تو وہ ایسے دعوے کے وقت رسوائی سے اندیشہ کرے گا کہ اگر کوئی اس کا مماثل بنا لاوے گا تو میری کیا رہ جاوے گی۔ اس تردید حاصر کے بعد میرے مجموعی احوال میں غور کر کے یہ سوچو کہ آیا مجھ کو جنون ہے یا نہیں۔ سو یہ امر مشاہدہ سے معلوم ہو جاوے گا) کہ تمہارے اس ساتھی کو (جو ہر وقت تمہارے سامنے رہتا ہے اور جس کے تمام حالات تم مشاہدہ کیا کرتے ہو یعنی مجھ کو) جنون (تو) نہیں ہے (جب تردید حاصر میں سے ایک شق باطل ہو گئی' پس دوسری شق متعین ہو گئی کہ) وہ (تمہارا ساتھی پیغمبر ہے اور بحیثیت پیغمبری) تم کو ایک سخت عذاب آنے سے پہلے ڈرانے والا ہے (پس اس طریق سے نبوت کا ثبوت اور اس کی تصدیق بہت آسان ہے اور دوسری جگہ بھی اس کے قریب قریب مضمون ہے۔ کما قال: اَمۡ لَمۡ یَعۡرِفُوۡا رَسُوۡلَهُمۡ [المؤمن: ۶۹] اور چونکہ تردید مذکور کا حاصر ہونا عادی ہے' اس لئے یہ استدلال اقناعی ہے اور چونکہ نبوت پر دلائل برہانیہ بھی قائم ہیں' مثلاً اعجاز قرآنی اس لئے اقناعی کی طرف محض اس مصلحت سے متوجہ کرنا مضائقہ نہیں کہ دلیل برہان محتاج نظر اصطلاحی ہے اور یہ دلیل اقناعی محض محتاج تنبیہ' پھر اس سے تدریجاً ذہن نظر کا بھی معتاد ہو جاوے گا اور وصول الی المطلوب دونوں طریق سے ہو جاوے گا' اب آگے اثبات نبوت کے بعد کفار کے اس شبہ طلب ریاست کا جو: مَا هٰذَاۤ اِلَّا رَجُلٌ سے مفہوم ہوا تھا جواب ارشاد ہے' گو اثبات نبوت ہی سے وہ بھی دفع ہو گیا لیکن مستقلاً دفع کرنے سے اور زیادہ مطلوب مؤکد ہو جاتا ہے۔ پس فرماتے ہیں کہ اے محمد ﷺ) آپ (یہ بھی) کہہ دیجئے کہ میں نے تم سے (اس تبلیغ پر) کچھ معاوضہ مانگا ہو تو وہ تمہارا ہی رہا (یعنی تم اپنے ہی پاس رکھو یہ محاورہ میں نفی ہے طلب اجر کی بطریق مبالغہ) میرا معاوضہ تو بس (حسب وعدہ فضل) اللہ ہی کے ذمہ ہے اور وہی ہر چیز پر اطلاع رکھنے والا ہے (بس وہ آپ ہی میرے حال کے لائق مجھ کو اجر دے دیں گے' معاوضہ میں مال اور جاہ یعنی ریاست سب آ گیا' کیونکہ اعیان واعراض دونوں میں اجر بننے کی صلاحیت ہے۔ مطلب یہ کہ میں تم سے کسی غرض کا طالب نہیں ہوں' جو شبہ ریاست کا کیا جاوے۔ رہا انتظام اصلاح معاملات وانفاذ سیاسات وفصل خصومات کا یہ موجب شبہ اس لئے نہیں ہو سکتا کہ اس میں آپ کی کوئی غرض نہ تھی' چنانچہ آپ کے طرز معاشرت ومعیشت سے صاف ظاہر ہے کہ ان چیزوں سے آپ کو کوئی تمتع نہیں ہوا بلکہ خود قوم ہی کا نفع تھا کہ ان کے انفس واموال واعراض محفوظ رہتے تھے۔ باپ جو اپنے چھوٹے بچوں کی حفاظت اور ان کی تادیب محض خیر خواہی سے کرتا ہے اس کو خود غرضی اور طلب ریاست سے کوئی تعلق نہیں ہو سکتا۔ جب نبوت بھی ثابت ہو چکی اور شبہ مقامیہ بھی دفع ہو گیا آگے اس کی نقیض کے ابطال کو اس کے اثبات پر متفرع فرماتے ہیں کہ اے محمد ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ میرا رب حق بات کو (کہ ایمان اور ثبوت ایمانیات ہے باطل پر کہ کفر اور انکار ایمانیات ہے) غالب کر رہا ہے (محاجہ ومکالمہ سے بھی چنانچہ ابھی دیکھا اور مقاتلہ اور مصارمہ کا بھی سامان کرنے والا ہے۔ غرض ہر طرح حق غالب ہے اور) وہ علام الغیوب ہے (اس کو پہلے ہی سے معلوم تھا کہ حق غالب ہو گا اوروں کو تو اب وقوع کے بعد معلوم ہوا اور اسی طرح اس کو معلوم ہے کہ آئندہ غلبہ بڑھے گا۔ چنانچہ فتح مکہ میں حضور ﷺ کا اگلی آیت کو پڑھنا کما رواہ ابن کثیر عن الشیخین وغیرہما قرینہ ہے کہ اس مضمون کے اخبار میں غلبۂ بالسیف بھی داخل ہے۔ آگے اسی مضمون کی زیادہ توضیح کے لئے ارشاد ہے کہ اے محمد ﷺ) آپ کہہ دیجئے کہ (دین) حق آ گیا اور (دین) باطل نہ کرنے کا رہا نہ دھرنے کا (یعنی محض گیا گزرا' اس کا یہ مطلب نہیں کہ اہل باطل کو بھی شوکت نہ ہو گی بلکہ مطلب یہ ہے کہ جیسے اس دین حق کے آنے سے پہلے کبھی باطل پر شبہ حق ہونے کا ہو جایا کرتا تھا اب باطل اس صفت کی حیثیت سے بالکل نیست ونابود ہو گیا' یعنی اس کا بطلان خوب ظاہر ہو گیا اور ہمیشہ قرب قیامت تک یوں ہی ظاہر رہے گا۔ آگے ثبوت حق پر اتباع حق میں نجات کے منحصر ہونے کو متفرع فرماتے ہیں کہ اے محمد ﷺ) آپ (یہ بھی) کہہ دیجئے کہ (جب اس دین کا حق ہونا ثابت ہو گیا تو اس سے یہ بھی لازم آ گیا کہ) اگر (مثلاً وفرضاً) میں اس (حق کو چھوڑ کر) گمراہ ہو جاؤں تو میری گمراہی مجھی پر وبال ہو گی (دوسروں کا کیا ضرر ہے) اور اگر میں اس حق کا اتباع کر کے) راہ (راست) پر رہوں تو یہ بدولت اس قرآن (اور دین) کے ہے جس کو میرا رب میرے پاس بھیج رہا ہے (اصل مقصود مخاطبین کو سنانا ہے کہ باوجود وضوح حق کے اگر تم نے حق کا اتباع نہ کیا تو تم بھگتو گے میرا کیا بگڑے گا اور اگر راہ پر آ گئے تو یہ راہ پر آنا اسی دین حق ثابت بالوحی کے اتباع کی بدولت ہو گا۔ پس تم کو چاہئے کہ راہ راست پر آنے کے لئے اس دین کو اختیار کرو اور گمراہ ہونا کسی کا یا راہ پر آنا خالی نہ جائے گا کہ بے فکری کی گنجائش ہو بلکہ ہر ایک کا حال اللہ کو معلوم ہے کیونکہ) وہ سب کچھ سنتا (اور) بہت نزدیک ہے (اور وہ ہر ایک کو اس کے مناسب جزا دے گا) ف: وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَاۤ اِلَيۡهِمۡ قَبۡلَكَ مِنۡ نَّذِيۡرٍ ؕ کو آیت سورۂ مؤمنین: جَآءَهُمۡ مَّا لَمۡ يَاۡتِ اٰبَآءَهُمُ الۡاَوَّلِيۡنَ [المؤمنون: ۶۸] کے معارض نہ

سمجھا جائے' کیونکہ ارسال رسول بلا واسطہ کی نفی سے خبر توحید بوسائط منقول ومسموع ہونے کی نفی لازم نہیں آتی۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَإِذَا تُتْلَى عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا (الی قوله تعالى) يَعْبُدُ آبَاؤُكُمْ روح میں ہے کہ یہی حال ہے منکرین اولیاء کا کہ لوگوں کو ان کے ساتھ اعتقاد رکھنے اور ان کا اتباع کرنے سے روکتے ہیں اھ۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ قوله في يصدكم: مطلب ان الخ وبهذا التفسير اندفع ما يتوهم انهم صدقوا فيما قالوه لان كل نبی يصد عن المعبود الباطل ۱۲۔ ۲؎ قوله قبل ما بصاحبكم: معلوم ہو جاوے گا اشارة الى تقدير فى الكلام اى تتفكروا فى كذا و كذا فتعلموا ما بصاحبكم ۱۲۔

البلاغۃ: قوله عما كان يعبد 'ابآء كم فى الروح اضافة الآباء الى المخاطبين لا الى (۱) انفسهم لتحريك عرق العصبية مبالغة فى تقريرهم على الشرك وتنفيرهم عن التوحيد ۱۲۔

البلاغۃ: قوله وقال الذين كفروا فى الروح وفى ذكر قال ثانيا والتصريح بذكر الكفرة وما فى لما من المسارعة انكار عظيم له وتعجب بليغ منه۔ قوله كان نكير فى الروح جعل التدمير انكاراً تنزيلا للفعل منزلة القول كما فى قوله ونشتم بالافعال لا بالتكلم۔ قوله وما بلغوا جملة معترضة۔ قوله فكذبوا رسلی فيه تفصيل لما اجمل اولا فلا تكرار۔ قوله بواحدة صرح بوحدتها لتسهيل الامر على المخاطبين واشرت اليه بقولی مختصر۔ قوله ما بصاحبكم فى الروح عبر به للايماء الى ان حاله ﷺ مشهور بينهم كما قرر فى الترجمة ۱۲۔ قوله قل ما سألتكم فيه اعادة قل ثانيا ثم اعاد ثالثا و رابعا و خامسا للاعتناء بشان كل مقول لقول وكونه بحيث يستقل فى المخاطبة به۔ قوله وما يبدئ الباطل وما يعيد فى الروح اى ذهب واضمحل بحيث لم يبق له اثر ماخوذ من هلاك الحى فانه اذا هلك لم يبق له ابداء اى فعل امر ابتداء ولا اعادة اى فعله ثانيا كما يقال لا ياكل ولا يشرب اى ميت فالكلام كناية او مجاز اه قلت ولا يخفى ان ما ذكرته فى ترجمة الكلتين يناسب الاول الاول لان لفظة کرنا يفهم منه ايجاد ويناسب الثانى فى الثانى لان لفظة رہنا يفهم منه ابقاء ۱۲۔ قوله ان ضللت فيه تعريض بالمخاطبين باللطف كيلا يشتعلوا كما فى قوله تعالى وما لى لا اعبدای ومالكم لا تعبدون وهذا التفسير من المواهب۔ قوله وان اهتديت فى الروح وكان الظاهر ان يقال وان اهتديت فلها او ان ضللت فانما اضل بنفسى ليظهر التقابل لكنه عدل عن ذلك اكتفاءً بالتقابل بحسب المعنى لان الكلام عليه اجمع فان كل ضرر فهو من النفس وبسببها وعليها وباله وقد دل لفظ على فى القرينة الاولى على معنى اللام فى الثانية والباء فى الثانية على معنى السببية فى الاولى فكانه قيل قل ان ضللت فانما اضل بسبب نفسى على نفسى وان اهتديت فانما اهتدى لنفسى بهداية الله تعالى وتوفيقه سبحانه وعبر عن هذا بما يوحى الى ربى لانه لازمه ۱۲۔

النحو: قوله ان تقوموا بتقدير مبتدأ اى هى الخ ۱۲۔

الحواشی: (۱) اى لم يقل آباء نا ۱۲ منه۔

وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ فَزِعُوا فَلَا فَوْتَ وَأُخِذُوا مِن مَّكَانٍ قَرِيبٍ ﴿٥١﴾ وَقَالُوا آمَنَّا بِهِ وَأَنَّىٰ لَهُمُ التَّنَاوُشُ مِن مَّكَانٍ بَعِيدٍ ﴿٥٢﴾ وَقَدْ كَفَرُوا بِهِ مِن قَبْلُ ۖ وَيَقْذِفُونَ بِالْغَيْبِ مِن مَّكَانٍ بَعِيدٍ ﴿٥٣﴾ وَحِيلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُونَ كَمَا فُعِلَ بِأَشْيَاعِهِم مِّن قَبْلُ ۚ إِنَّهُمْ كَانُوا فِي شَكٍّ مُّرِيبٍ ﴿٥٤﴾

ع ۶ ۹ ۱۲

اور اگر آپ وہ وقت ملاحظہ کریں تو آپ کو حیرت ہو بلکہ یہ کفار گھبراتے پھریں گے پھر نکل بھاگنے کی صورت نہ ہوگی اور پاس کے پاس (یعنی فوراً) پکڑ لئے جائیں گے اور کہیں ہم دین حق پر ایمان لے آئے اور اتنی جگہ دور سے (ایمان کا) ان کے ہاتھ آنا کہاں ممکن ہے۔ حالانکہ پہلے سے (دنیا میں) یہ لوگ اس کا انکار کرتے رہے اور بے تحقیق باتیں دور ہی دور سے ہانکا کرتے تھے اور ان میں اور ان کی (قبول ایمان کی) آرزو میں ایک آڑ کر دی جائے گی۔ جیسا کہ ان کے مشرکوں کے ساتھ (بھی یہی) برتاؤ کیا جائے گا جو ان سے پہلے تھے کیونکہ یہ سب بڑے شک میں تھے جس نے ان کو تردد میں ڈال رکھا تھا۔

تفسیر ربط: مجموعہ سورت میں توحید ورسالت وبعث کا بیان تھا' جس کو مع دیگر اجزائے دین کے اوپر کی آیت میں عنوان حق سے تعبیر فرمایا ہے۔ آگے خاتمہ

میں اصول مذکورہ کے منکرین کی عقوبت وتحسر غیر منقطع کا ذکر ہے۔

خاتمہ در وخامت عاقبت منکرین حق: وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ فَزِعُوْا فَلَا فَوْتَ وَاُخِذُوْا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ (الی قولہ تعالی) اِنَّهُمْ كَانُوْا فِيْ شَكٍّ مُّرِيْبٍ اور اے محمدؐ! اگر آپ وہ وقت ملاحظہ کریں (تو آپ کو حیرت ہو) جب کہ یہ کفار (قیامت کے ہول وہیبت سے) گھبرائے پھریں گے' پھر نکل بھاگنے کی کوئی صورت نہ ہوگی اور پاس کے پاس ہی سے (یعنی فوراً) پکڑ لئے جاویں گے اور (اس وقت) کہیں گے کہ ہم دین حق پر ایمان لے آئے (اور جتنے امور اس میں بتلائے گئے ہیں سب کو مان لیا' سو ہماری توبہ قبول کر لیجئے خواہ بلا رجوع الی الدنیا یا مع الرجوع الی الدنیا کما قال تعالیٰ: رَبَّنَاۤ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا [السجدۃ: ۱۲]) اور اتنی دور جگہ سے (ایمان کا) ان کے ہاتھ آنا کہاں ممکن ہے (یعنی ایمان لانے کی جگہ بوجہ دارالعمل ہونے کے دنیا تھی جو بڑی دور گئی' اب آخرت میں کہ دارالجزاء ہے ایمان مقبول نہیں اور رجوع اولاً بدلیل شرعی ممتنع ہے' پھر وہ ایمان بوجہ معائنہ کے مثل ایمان فی الآخرۃ ہی کے ہے ایمان بالغیب نہیں) حالانکہ پہلے سے (دنیا میں) یہ لوگ اس حق کا انکار کرتے رہے اور (انکار بھی کیسا جس کا کوئی منشاء صحیح نہ تھا' بلکہ) بے تحقیق باتیں دور ہی دور سے ہانکا کرتے تھے (دور کا مطلب یہ کہ اس کی تحقیق سے دور تھے یعنی دنیا میں تو کفر کرتے رہے اب ایمان سوجھا ہے اور اس کے مقبول ہونے کی آرزو ہے) اور (چونکہ آخرت دارالعمل نہیں ہے اس لئے) ان میں اور ان کے (قبول ایمان کی) آرزو میں ایک آڑ کر دی جائے گی (یعنی ان کی آرزو پوری نہ ہوگی (جیسا کہ ان کے ہم مشربوں کے ساتھ (بھی) یہی برتاؤ کیا جاوے گا جو ان سے پہلے (کفر کر چکے تھے) یعنی ان کا ایمان بھی آخرت میں مقبول نہ ہوگا اور وجہ دونوں کے ساتھ ایک معاملہ کرنے کی یہ ہے کہ عمل بھی دونوں کا یکساں ہے کیونکہ) یہ سب بڑے شک میں تھے جس نے ان کو تردد میں ڈال رکھا تھا۔ **ف**: یہاں شک مقابل یقین کے ہے کہ جحود جازم کو بھی شامل ہے اور اس تعبیر میں یہ نکتہ ہو سکتا ہے کہ اس میں اشارہ ہو گیا کہ اگر حق میں شک بھی ہو تب بھی مہلک ہو چہ جائیکہ جحود جازم ہو اور تردد سے بھی مراد یہی ہوگا کہ حق پر دل نہیں جمتا اور یہ بھی شامل ہے اس کی ضد پر دل کے جم جانے کو یا یوں کہا جاوے کہ حق جب بار بار باطل کے کان میں پہنچتا ہے طبعی طور پر کچھ نہ کچھ احتمال جانب مخالف کا اکثر ہو ہی جاتا ہے' پس شک اور تردد دونوں اپنے معنی پر رہے' مگر چونکہ حق کا جزم حاصل نہیں کیا اس لئے باطل کا اتنا اکھڑ جانا مقبول نہیں ہوا اور وَاَنّٰى لَهُمُ التَّنَاوُشُ کی تفسیر قبول توبہ کے ساتھ اور اٰمَنَّا بِهٖ کی تقریر میں تعمیم رجوع وعدم رجوع کی منافی نہیں [(۱)] ہے آیت: فَارْجِعْنَا کے کیونکہ اصل مقصود ان کا قبول ایمان اور نجات ہے اور رجوع الی الدنیا اس کا ایک طریق ہے اگر بدوں اس کے مقصود حاصل ہو جاوے تو خود رجوع مطلوب بالذات نہیں۔

تم بحمدالله تفسير سورة سبا للثالث والعشرين من صفر يوم الاثنين ۱۳۲۵ من هجرة خير البرية عليه ما لا يحصر وما لا يضبط من السلام والتحية وفى هذا اليوم قد افتتح فى تفسير سورة تليها۔

الحواشی: (۱) جیسا ظاہراً منافاۃ کا شبہ ہوتا ہے اس طرح کہ فَارْجِعْنَا سے تو معلوم ہوتا ہے کہ رجوع ہی مقصود ہے اور اس تفسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ رجوع مقصود نہیں بلکہ توبہ مقصود ہے خواہ رجوع ہو یا نہ ہو اور تقریر عدم منافات خود تفسیر میں مذکور ہے ۱۲ منہ۔

ملحقات الترجمۃ: قوله فى يقذف: غالب ترجم بالحاصل وحقيقة معناه قد ذكرت فى سورة الانبياء تفسير قوله بل نقذف بالحق على الباطل ۱۲۔

اللغات والبلاغة: قوله من مكان قريب اى اول وهلة قاله ابن كثير وهو تاكيد لنفى الفوت لان الفوت يكون بالرحلة الى مكان بعيد والمراد بذكر قرب المكان كما فى الروح سرعة نزول العذاب بهم و الاستهانة بهم وبهلاكهم والافلا قرب ولا بعد ها لنبسته الى الله عزوجل قوله التناوش وهو التناول وهو متعد و ترجمة بالحاصل ۱۲۔ قوله من مكان بعيد فى الموضع الاول فى الروح المراد تمثيل حالهم فى الاستخلاص بالايمان بعد ما فات عنهم وبعد بحال من يريد ان يتناول الشئ بعد ان بعد عنه وفات فى الاستحالة ۔ قوله ويقذفون بالغيب المراد بالغيب ما خفى عن علمهم اى يرجمون بالمظون و يتكلمون بما لم يظهر لهم ولم ينشأ عن تحقيق وهو المراد بقولى فى الترجمة بے تحقيق۔ قوله من مكان بعيد فى الموضع الثانى معناه عندى تمثيلهم فى بعدهم عن العلم بالحق بحال من هو فى مكان بعيد عن الشئ المطلوب فهو تاكيد لمعنى الغيب لاشتراكهما فى خفاء الحق عنهم وبعدهم عنه ۱۲۔

النحو: قوله باشياعهم من قبل۔ تعلق من قبل باشياعهم لا بفعل لان ما يفعل بجميعهم فى الآخرة انما هو فى وقت واحد ۱۲۔

سُوْرَةُ فَاطِرٍ

سُوْرَةُ فَاطِرٍ ۳۵ مَكِّيَّةٌ ۴۳ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ۴۵ رُكُوْعَاتُهَا ۵

سورۂ فاطر مکہ میں نازل ہوئی — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اس میں ۴۵ آیات اور ۵ رکوع ہیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۭ يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَاۗءُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۭ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ڮ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۝

تمام ترحمد (اسی) اللہ کو لائق ہے جو آسمان اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے جو فرشتوں کو پیغام رساں بنانے والا ہے جن کے دو دو اور تین تین اور چار چار پردار باز ہیں وہ پیدائش میں جو چاہے زیادہ کر دیتا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ اللہ جو رحمت (بارش وغیرہ) لوگوں کے لئے کھول دے سو اس کا کوئی بند کرنے والا نہیں اور جس کو بند کر دے سو اسکے (بند کرنے کے بعد) بعد اس کا کوئی جاری کرنے والا نہیں اور وہی غالب حکمت والا ہے۔ اے لوگو! تم پر جو اللہ کے احسانات ہیں ان کو یاد کرو (شکر کرو اور غور کرو) کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی خالق ہے جو تم کو آسمان وزمین میں سے رزق پہنچاتا ہو۔ اسکے سوا کوئی لائق عبادت نہیں سو تم (شرک کر کے) کدھر الٹے جا رہے ہو۔

تفسیر: سورة فاطر و تسمى سورة الملئكة مكية وهي خمس واربعون اٰية كذا في البيضاوي وغيره۔

ربط: اس سورت کا زیادہ حصہ اثبات توحید وابطال شرک میں ہے اور بعض آیات میں تسلیہ ہے رسول ﷺ کا جیسے رکوع اول میں وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ اور رکوع سوم میں وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى آخر رکوع تک اور بعض آیات میں بعث وجزاء کا مضمون ہے جیسے رکوع اول میں اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ اور رکوع دوم میں كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ اور رکوع چہارم میں اِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ سے ختم رکوع تک اور بعض آیات میں اعمال کے منافع ومضار جیسے رکوع دوم میں مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ سے يبور تک اور رکوع سوم کے شروع سے مصیر تک اور بعض آیات میں کفر کی شناعت اور اس پر وعید جیسے رکوع پنجم کے فاتحہ اور خاتمہ میں اور سورت سابقہ کے ختم پر انکار حق شامل للتوحید کی وخامت عاقبت کا ذکر تھا پس ذکر توحید کے ساتھ جس سے یہ سورت شروع ہوئی ہے اس کا تناسب ظاہر ہے۔

اثبات توحید: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (الی قولہ تعالی) فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۝ تمام ترحمد (وثنا اسی) اللہ کو لائق ہے جو آسمان اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے جو فرشتوں کو پیغام رساں بنانے والا ہے جن کے دو دو اور تین تین اور چار چار پردار بازو ہیں (پیغام سے مراد وحی لانا انبیاء علیہم السلام کی طرف عام اس سے کہ شرائع ہوں یا بشارات وغیرہ ہوں اور کچھ چار ہی پر منحصر نہیں بلکہ) وہ پیدائش میں جو چاہے زیادہ کر دیتا ہے (حتی کہ بعض فرشتوں کے چھ سو بازو پیدا کئے ہیں جیسا حدیث میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کی نسبت آیا ہے) بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے (اور قادر بھی ایسا بلا مزاحم ہے کہ وہ) اللہ جو رحمت لوگوں کے لئے کھول دے (مثلاً بارش دنیا تات ورزق) سو اس کا کوئی بند کرنے والا نہیں اور جس کو بند کر دے سو اس کے (بند کرنے کے) بعد اس کا کوئی جاری کرنے والا نہیں (البتہ وہی پھر بند اور کشادہ کر سکتا ہے) اور وہی غالب (یعنی قادر اور) حکمت والا ہے (یعنی بند اور کشادہ کرنے پر قادر ہے اور ان میں سے جس کو ترجیح دیتا ہے اس میں حکمت ہوتی ہے) اے لوگو! (علاوہ کامل القدرت ہونے کے وہ کامل النعمت بھی ہے۔ چنانچہ بے شمار نعمتیں

فائض فرمائی ہیں سو) تم پر جو اللہ کے احسانات ہیں ان کو یاد کرو (اور ان کا شکر کرو اور وہ شکر یہ ہے کہ توحید اختیار کرو اور شرک چھوڑو۔ چنانچہ ہم تم کو دو بڑی نعمتوں پر کہ ایجاد و ابقاء ہے متنبہ کرتے ہیں تم غور کرو کہ) کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی خالق ہے جو تم کو آسمان اور زمین سے رزق پہنچاتا ہو (یعنی نہ کوئی صاحب تخلیق ہے کہ نعمت ایجاد ہے اور نہ کوئی صاحب ترزیق ہے کہ نعمت ابقاء ہے پس جب وہ ہر طرح کامل ہے تو یقیناً) اس کے سوا کوئی لائق عبادت (بھی) نہیں (کیونکہ معبود کے لئے کمال پرضرور ہے) سو (جب معبودیت اسی کا حق ہے تو) تم (شرک کرکے) کہاں الٹے چلے جا رہے ہو۔ ف: شاید فرشتوں کی رسالت ذکر کرنے میں یہ حکمت ہو کہ بعض مشرکین ان کو بھی معبود قرار دیتے تھے پس اس میں ان کا محکوم و مامور ہونا بتلا دیا تا کہ ان کی الوہیت کا ابطال ہو جاوے اور ان کے معنی رسالت کی تحقیق و تفصیل آخر سورۂ حج آیت: اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا [الحج : ۷۵] کی تفسیر میں گزر چکی ہے اور مثنیٰ وثلث وربع میں یہاں زائد کی نفی نہ ہونے کی تقریر سورۂ نساء مثنیٰ وثلث وربع کی تفسیر میں گزر چکی ہے۔

ملحقات الترجمۃ: قوله في من بعده: اس کے بند کرنے کے بعد اشارة الى تقدير المضاف لان المعنى لا يظهر صحته بدونه ۱۲۔ قوله في من خالق: خالق ہے هذا مبنى على ان قوله تعالى من خالق مبتدأ وغير الله خبره كما في الروح عن الكشف وان منعه البعض لكنه موافق لما اختاره اكابرنا الدهلويون في تراجمهم ۱۲۔

البلاغۃ: قوله ما يفتح في الروح اى ما يطلقها ويرسلها فالفتح مجاز عن الارسال بعلاقة السببية فان فتح المغلق سبب لا طلاق ما فيه وارساله ولذا قوبل بالامساك والاطلاق كناية عن الاعطاء وفي اختيار لفظ الفتح رمز الى ان الرحمة من انفس الخزائن واعزها منا لا وتنكيرها للاشاعة والابهام اى اى شئ يفتح الله من خزائن رحمته اى رحمة كانت من نعمة وصحة وامن وعلم الى غير ذلك مما لا يحاط به حتى ان عروة كان يقول كما اخرج ابن المنذر عن محمد بن جعفر بن الزبير عنه في ركوب المحمل هي والله رحمة فتحت للناس ثم يقول ما يفتح الله للناس من رحمة الخ قلت ويدخل في هذا العموم المركب البرى الدخانى الذى صنع وشاع في زماننا هذا الذى يسمى بالریل ومنا للاتفاقات العجيبة ان تاريخ دخول الریل في بلدنا هذا بقرب من الجبانة هو تاريخ كتابة تفسير هذه الآية وهو الثالث والعشرون من صفر ۱۳۲۵ھ من الهجرة ۱۲۔

وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ٝ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ؕ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ؕ ۝ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۬ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝ ع ۱۳ اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ؕ فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۖ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝

اور اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلائیں تو (آپ غم نہ کریں کیونکہ) آپ سے پہلے بھی بہت سے پیغمبر جھٹلائے جا چکے ہیں اور سب امور اللہ ہی کے روبرو پیش کئے جائیں گے۔ اے لوگو! اللہ تعالیٰ کا (یہ) وعدہ ضرور سچا ہے سو ایسا نہ ہو کہ یہ دنیوی زندگی تم کو دھوکہ میں ڈال رکھے اور ایسا نہ ہو کہ تم کو دھوکہ باز شیطان اللہ سے دھوکہ میں ڈال دے۔ یہ شیطان بے شک تمہارا دشمن ہے سو تم اس کو (اپنا) دشمن (ہی) کہتے رہو وہ تو اپنے گروہ کو محض اس لئے (باطل کی طرف) بلاتا ہے تا کہ وہ لوگ دوزخیوں میں سے ہو جائیں۔ (پس) جو لوگ کافر ہو گئے ان کے لئے سخت عذاب ہے اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے ان کے لئے بخشش اور ایمان پر بڑا اجر ہے۔ تو کا ایسا شخص جس کو اس کا عمل بد اچھا کر کے دکھایا گیا پھر وہ اس کو اچھا سمجھنے لگا (یعنی کافر) اور ایسا شخص جو قبیح کو قبیح سمجھتا ہو (یعنی مؤمن) کہیں برابر ہو سکتے ہیں۔ سو اللہ جس کو چاہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے۔ سو ان پر افسوس کر کے کہیں آپ کی جان نہ جاتی رہے۔ اللہ کو ان سب کاموں کی خبر ہے۔

تفسیر ربط: او پر توحید کا ذکر تھا چونکہ کفار اس کا انکار کرتے تھے اور اس انکار سے رسول اللہ ﷺ کو حزن بھی ہوتا تھا آگے انکار پر تحذیر اور حزن پر تسلیہ کا مضمون اور درمیان میں تمیم مقابلہ کے لئے مؤمنین کے لئے بشارت مذکور ہے۔

تسلیہ سید الانس والجان وتحذیر اہل طغیان وتبشیر اہل ایمان: وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ ؕ (الی قولہ تعالی) اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا

يَصْنَعُوْنَ اور (اے پیغمبر ﷺ) اگر یہ لوگ (دربارۂ توحید و رسالت وغیرہ کے) آپ کو جھٹلائیں تو (آپ غم نہ کریں، کیونکہ) آپ سے پہلے بھی بہت سے پیغمبر جھٹلائے جا چکے ہیں (ایک تو اس سے تسلی حاصل کیجئے) اور (دوسری بات یہ ہے کہ) سب امور اللہ ہی کے روبرو پیش کئے جاویں گے (وہ خود سب سے سمجھ لے گا آپ کیوں فکر میں پڑے، آگے عام لوگوں کو خطاب ہے کہ) اے لوگو (یہ سن کر کہ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ۝ جس میں قیامت کی خبر ہے تعجب و استبعاد مت کرنا) اللہ تعالیٰ کا (یہ) وعدہ ضرور سچا ہے، سو ایسا نہ ہو کہ یہ دنیوی زندگی تم کو دھوکہ میں ڈالے رکھے (کہ اس میں منہمک ہو کر اس یوم موعود سے غافل رہو) اور ایسا نہ ہو کہ تم کو دھوکہ باز شیطان اللہ سے دھوکہ میں ڈال دے (کہ تم اس کے اس بہکانے میں آ جاؤ کہ اللہ تعالیٰ تم کو عذاب نہ دے گا جیسا کہا کرتے تھے: وَّلَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّيْٓ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى [حٰمٓ السجدہ: ۵۰] اور) یہ شیطان (جس کے دھوکہ کا اوپر ذکر ہے) بے شک تمہارا دشمن ہے سو تم اس کو (اپنا) دشمن (ہی) سمجھتے رہو وہ تو اپنے گروہ کو (یعنی اپنے متبعین کو) محض اس لئے (باطل کی طرف) بلاتا ہے تاکہ وہ لوگ دوزخیوں میں سے ہو جاویں (پس) جو لوگ کافر ہو گئے (اور اس کی دعوت و غرور میں پھنس گئے) ان کے لئے سخت عذاب ہے اور جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے اور اس کی دعوت و غرور میں نہیں پھنسے) ان کے لئے (معاصی کی) بخشش اور (ایمان و عمل صالح پر) بڑا اجر ہے (اور جب کافر کا انجام عذاب شدید اور مؤمن کا انجام مغفرت و اجر کبیر ہے) تو کیا (دونوں مساوی ہو سکتے ہیں یعنی) ایسا شخص جس کو اس کا عمل بد اچھا کر کے دکھلایا گیا پھر وہ اس کو اچھا سمجھنے لگا اور ایسا شخص جو قبیح کو قبیح سمجھتا ہے کہیں برابر ہو سکتے ہیں (پہلے شخص سے مراد کافر جو اغوائے شیطانی سے باطل کو حق اور ضار کو نافع سمجھتا ہے اور دوسرے شخص سے مراد مومن جو اتباع انبیاء و مخالفت شیطان سے باطل کو باطل، حق کو حق، ضار کو ضار، نافع کو نافع جانتا ہے۔ یعنی یہ دونوں برابر کہاں ہوئے بلکہ ایک جہنمی اور ایک جنتی ہے۔ پس شیطان کے دھوکہ میں آنے والے اور اس کو دشمن سمجھنے والوں میں یہ تفاوت ہے، اس لئے ہم کہتے ہیں لَا يَغُرَّنَّكُمْ اور اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ اور اگر اس پر تعجب ہو کہ عاقل آدمی بد کو نیک کیسے سمجھ لیتا ہے) سو (اس کی وجہ یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے (اس کی عقل واژگوں ہو جاتی ہے) اور جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے (اس کا ادراک صحیح رہتا ہے، پھر جب ہدایت و اضلال کا اصل مدار مشیت ہے) تو ان پر افسوس کر کے کہیں آپ کی جان نہ جاتی رہے (یعنی کچھ افسوس نہ کیجئے صبر سے بیٹھے رہئے) اللہ تعالیٰ کو ان کے سب کاموں کی خبر ہے (وقت پر ان سے سمجھ لے گا) ف: اس تفسیر میں افمن زين له متفرع ہے مضمون الذين كفروا ...... والذين امنوا ...... پر اور فان الله يضل سبب ہے زين له ...... کا۔ اور فلا تذهب متفرع ہے ان الله يضل ...... پر اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ افمن زين له ...... متفرع ہو غرور شیطانی پر یعنی اس کے فریب دیئے ایسے بھی ہیں جو بری باتوں کو اچھا سمجھتے ہیں تو تفریع محض رویت حسن کے اعتبار سے ہوگی نہ کہ نفی تساوی بين المستحسن و المستقبح بصیغہ اسم الفاعل کے اعتبار سے اور مقصود اس سے بھی تسلیہ ہوگا یعنی جب نیک و بد میں تمیز نہ رہے تو بس ہادی کو مایوس ہو کر غم نہ کرنا چاہئے اور فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ سبب ہوا اس تسلیہ کا اور فَلَا تَذْهَبْ بدستور متفرع ہو اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ پر یا مضمون سابق تسلیہ پر جو مفہوم ہوتا ہے اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ ...... سے اور احقر کے نزدیک یہ دوسری تقریر اچھی ہے مگر پہلی تقریر متن کی لکھ چکا تھا اس لئے بدلنا مناسب نہیں سمجھا، واللہ اعلم۔ البتہ دوسری تقریر فہم ناظرین کے اعتماد پر لکھنے سے رہ گئی تھی، اب نظر ثانی میں تسہیلاً لکھتا ہوں اجر کبیر کا جو ترجمہ ہے بڑا اجر ہے (اس کے بعد اس طرح عبارت ہوگی اور جو لوگ شیطانی دھوکہ میں آ جاتے ہیں) تو (ان کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ وہ بری باتوں کو اچھا اور اپنے کو اچھوں کے برابر سمجھنے لگتے ہیں مگر) کیا (واقع میں) ایسا شخص جس کو اس کا عمل بد اچھا کر کے دکھلایا گیا پھر وہ اس کو اچھا سمجھنے لگا اور ایسا شخص جو قبیح کو قبیح سمجھتا ہے کہیں برابر ہو سکتے ہیں (تو ایسے بدتمیزوں سے ہدایت کی امید نہ رکھئے اور غم نہ کیجئے کیونکہ اس سب کا مدار مشیت پر ہے) سو اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے (کیونکہ اس کی عقل واژگوں ہو جاتی ہے الخ اس کے بعد عبارت بدستور رہے گی)۔ ربط: شروع سورت میں توحید کا مضمون تھا، آگے پھر وہی مضمون ہے ختم رکوع تک۔ صرف درمیان میں بمناسبت احیائے ارض کے كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ میں اشارہ بعث کی طرف کر دیا گیا اور بمناسبت مضمون بالا تعزیر شیطان کے کفار کی ایک غلطی کا در باب طلب عزت کے اور اس کی مناسبت سے صحیح طریقہ حصول عزت کا اور اس کی مناسبت سے اس طریقہ کے خلاف کرنے والوں کی خبیث اور خسارت کا بیان فرما دیا و نیز طلب عزت کا مضمون اِلَيْهِ النُّشُوْرُ سے بھی مناسبت رکھتا ہے کہ جب سب کو قیامت میں حاضر ہونا ہے تو وہاں کی عزت کا جو طریق تم نے سمجھا ہے وہ غلط ہے اور صحیح طریقہ یہ ہے الخ۔

ترجمہ مسائل السلوک: سُوۡرَۃُ فَاطِرٍ۔ قولہ تعالیٰ: وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَتْ ...... روح میں ہے کہ اس میں اپنے حبیب ﷺ اور آپ کے وارثوں کو تسلی دی ہے اور ان کو اعداء کی ایذاء اور تکذیب اور انکار پر صبر کے لئے ارشاد فرمایا ہے۔ قولہ تعالیٰ: اس میں طریق سے اعراض کرنے والے پر زیادہ غم کرنے سے ممانعت ہے ۱۲۔

اَلنَّحْوُ: قوله افمن زين مبتدأ خبره محذوف اى كمن هو ليس كذلك او نحوه ولما كان المقدر كالملفوظ جعلت ترجمة جزءً لترجمة الآية۔ قوله حسرات مفعول له والجمع مع ان الحسرة فى الاصل مصدر صادق على القليل والكثير للدلالة على تضاعف

اغتمامه ﷺ علی احوالهم او علی کثرة قبائح اعمالهم الموجبة للتاسف و التحسر ۱۲۔

وَاللّٰهُ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَحْيَيْنَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ ۝ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ۭ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ ۭ وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۭ وَمَكْرُ اُولٰۗىِٕكَ هُوَ يَبُوْرُ ۝ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا ۭ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ۭ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝ وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرٰنِ ڰ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَاۗىِٕغٌ شَرَابُهٗ وَهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۭ وَمِنْ كُلٍّ تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ فِيْهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۙ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ڮ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۭ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ۝ۭ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَاۗءَكُمْ ۚ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ۭ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ۭ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ۝ۧ

اور اللہ ایسا (قادر) ہے جو (بارش سے پہلے) ہواؤں کو بھیجتا ہے پھر وہ ہوائیں بادلوں کو اٹھاتی ہیں پھر ہم اس بادل کو خشک قطعہ زمین کی طرف ہانک لے جاتے ہیں پھر ہم اس کے (پانی کے) ذریعے زمین کو زندہ کرتے ہیں۔ اسی طرح قیامت میں آدمیوں کا جی اٹھنا ہے۔ جو شخص عزت حاصل کرنا چاہے تو تمام تر عزت اللہ ہی کے لئے ہے۔ اچھا کلام اسی تک پہنچتا ہے اور اچھا کام اسی کو پہنچاتا ہے اور جو لوگ (اس کے خلاف) بری بری تدبیریں کر رہے ہیں ان کو سخت عذاب ہوگا اور ان لوگوں کا یہ مکر نیست و نابود ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ نے تم (ضمناً) مٹی سے پیدا کیا ہے پھر (استقلالاً) نطفہ سے پیدا کیا پھر تم کو جوڑے جوڑے بنایا اور کسی عورت کو نہ حمل رہتا ہے اور نہ وہ جنتی ہے مگر سب اس کی اطلاع سے ہوتا ہے اور اسی طرح نہ کسی کی عمر زیادہ (مقرر) کی جاتی ہے اور نہ کسی کی عمر کم (مقرر) کی جاتی ہے مگر یہ سب لوح محفوظ میں ہوتا ہے یہ سب اللہ کو آسان ہے اور دونوں دریا برابر نہیں ہیں (بلکہ) ایک تو شیریں پیاس بجھانے والا ہے۔ جس کا پینا بھی آسان اور ایک شور تلخ ہے۔ اور تم ہر ایک (دریا) سے (مچھلیاں نکال کر) ان کا تازہ گوشت کھاتے ہو (نیز) زیور (یعنی موتی) نکالتے ہو جس کو تم پہنتے ہو اور تو کشتیوں کو اس میں دیکھتا ہے پانی کو پھاڑتی ہوئی چلتی ہیں تاکہ تم (ان کے ذریعے سے) اس کی روزی ڈھونڈو اور تاکہ تم شکر کرو۔ وہ رات کو دن میں داخل کر دیتا ہے اور دن کو رات میں داخل کر دیتا ہے اور مثلاً یہ کہ اس نے سورج اور چاند کو کام میں لگا رکھا ہے۔ ہر ایک وقت مقرر تک چلتے رہیں گے۔ یہی اللہ (جس کی یہ شان ہے) تمہارا پروردگار ہے۔ اس کی ہی سلطنت ہے اور اس کے سوا جن کو تم پکارتے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کی برابر بھی اختیار نہیں رکھتے۔ اگر تم ان کو پکارو بھی تو تمہاری پکار (اول تو) سنیں گے نہیں اور اگر (بالفرض) سن بھی لیں تو تمہارا کہنا نہ کریں گے اور قیامت کے روز وہ (خود) تمہارے شرک کی ممانعت کریں گے اور تجھ کو خبر رکھنے والے کی برابری کوئی نہیں بتلا دے گا۔

تفسیر: عود بسوئے توحید مع بعض دیگر مضامین مناسبۂ مقام: وَاللّٰهُ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ (الی قولہ تعالی) وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ اور اللہ ایسا (قادر) ہے جو (بارش سے پہلے) ہواؤں کو بھیجتا ہے پھر وہ (ہوائیں) بادلوں کو اٹھاتی ہیں (جس کی کیفیت سورۂ روم کے رکوع پنجم آیت: اَللّٰهُ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ کی تفسیر میں گزری ہے) پھر ہم اس بادل کو خشک قطعۂ زمین کی طرف ہانک لے جاتے ہیں) کہ وہاں بارش ہوتی ہے) پھر ہم اس کے ذریعہ سے (یعنی اس بادل کے پانی کے ذریعہ سے) زمین کو (نباتات سے) زندہ کرتے ہیں (اور جس طرح زمین کے مناسب اس کو حیات عطا فرمائی) اسی طرح (قیامت میں آدمیوں کا) جی اٹھنا ہے (کہ ان کے مناسب حیات ان کو عطا ہوگی۔ وجہ تشبیہ ظاہر ہے کہ دونوں میں ایک صفت زائلہ کا احداث ہے گو ارض میں صرف ایک امر عرضی کا تعلق ہوا ہے اور اعضاء میں ایک امر جوہری یعنی روح کا یہ مضمون نشور کا اثنائے دلائل توحید میں تبعاً لاحیاء الارض آ گیا ہے، پھر اس نشور کی مناسبت سے ایک اور مضمون ہے وہ یہ کہ جب قیامت میں زندہ ہونا ہے تو وہاں کی ذلت وخواری سے بچنے کی فکر کرنا ضروری ہے اس بارہ میں مشرکین نے اپنے آلہہ کو بتعزیر شیطانی جس کا اوپر مذکور ہے آلۂ حصول عزت قرار دے رکھا تھا۔ چنانچہ وہ کہتے تھے: هٰٓؤُلَاۗءِ شُفَعَاۗؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ [یونس: ۱۸] یعنی یہ ہمارے علی الاطلاق شفیع

ہیں دنیاوی حوائج میں بھی اور اگر قیامت کوئی چیز ہے تو نجات اخروی کے لئے بھی' جیسا حق تعالیٰ نے سورۂ مریم میں ارشاد فرمایا ہے۔ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا [مریم ۸۱] اس کے متعلق ارشاد ہے کہ) جو شخص (آخرت میں) عزت حاصل کرنا چاہے (اور یہ چاہنا بوجہ تیقن وقوع آخرت کے ضروری ہے) تو (اس کو چاہئے کہ اللہ سے عزت حاصل کرے کیونکہ) تمام تر عزت (بالذات) خدا ہی کے لئے (حاصل) ہے (اور دوسرے کے لئے جب ہوگی بالعرض ہوگی اور مابالعرض ہمیشہ مابالذات کا محتاج ہوتا ہے۔ پس اس میں سب خدا ہی کے محتاج ہوئے اور خدا سے اس کا حاصل کرنا اس طرح ہے کہ قولاً وعملاً اس کی اطاعت و انقیاد اختیار کرے کہ خدا کے نزدیک یہی چیزیں پسندیدہ ہیں' چنانچہ) اچھا کلام اسی تک پہنچتا ہے (یعنی وہی اس کو قبول کرتا ہے) اور اچھا کام اس کو پہنچاتا ہے (اچھے کلام میں کلمۂ توحید اور تمام اذکار الٰہیہ اور اچھے کام میں تصدیق قلبی اور جمیع اعمال صالحہ ظاہرہ و باطنہ داخل ہیں اور رفع عام ہے اور نفس قبول تام کو اور اس اجمال کو دوسرے دلائل نے اس طرح مفصل کر دیا کہ تصدیق قلبی تو جمیع کلم طیب کے لئے نفس قبول کی شرط ہے اور دوسرے اعمال صالحہ جمیع کلم طیب کے لئے قبول تام کی شرط ہے نہ کہ نفس قبول کی کیونکہ فاسق سے اگر کلم طیب کا صدور ہو تو بھی قبول صحیح ہے پس جب یہ چیزیں عند اللہ پسندیدہ ہیں تو جو شخص ان کو اختیار کرے گا وہ معزز ہوگا) اور جو لوگ (اس کے خلاف طریقہ اختیار کر کے آپ کی مخالفت کر رہے ہیں کہ وہ اللہ ہی کی مخالفت ہے اور آپ کے ساتھ) بری بری تدبیریں کر رہے ہیں ان کو سخت عذاب ہوگا (جو موجب ان کی ذلت کا ہوگا اور ان کے آلہہ مزعومہ ان کو خاک عزت نہ دے سکیں گے بلکہ بالعکس خود وہ ان کے خلاف ہو جاویں گے۔ **کما قال تعالیٰ فی مریم** : سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا [مریم : ۸۲] یہ تو ان کا خسران آخرت میں ہوگا) اور (دنیا میں بھی ان کو یہ خسران ہوگا کہ) ان لوگوں کا یہ مکر نیست و نابود ہو جاوے گا (یعنی ان تدبیروں میں ان کو کامیابی نہ ہوگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وہ اسلام کو مٹانا چاہتے تھے خود ہی مٹ گئے۔ یہ مضمون بطور جملہ معترضہ کے تمام ہو کر آگے پھر عود ہے مضمون توحید کی طرف یعنی حق تعالیٰ کا ایک تصرف تو وہ تھا جو اوپر اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ میں بیان کیا گیا) اور (دوسرا تصرف کہ دال علی التوحید ہے یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ نے تم کو (ضمناً خلق آدم میں) مٹی سے پیدا کیا پھر (استقلالاً) نطفہ سے پیدا کیا' پھر تم کو جوڑے جوڑے بنایا (یعنی کچھ مذکر کچھ مؤنث بنائے' یہ تو اس کی قدرت ہے) اور (علم اس کا ایسا ہے کہ) کسی عورت کو نہ حمل رہتا ہے اور نہ جنتی ہے مگر سب اس کی اطلاع سے ہوتا ہے (یعنی اس کو پہلے سے سب کی خبر ہوتی ہے) اور (اسی طرح) نہ کسی کی عمر زیادہ (مقرر) کی جاتی ہے اور نہ کسی کی عمر کم (مقرر) کی جاتی ہے مگر یہ سب لوح محفوظ میں (لکھا ہوا) ہوتا ہے (جس کو حق تعالیٰ نے اپنے علم قدیم کی موافق اس میں ثبت فرما دیا ہے اور گو معلومات لاتعد ولا تحصی مگر یہ تعجب نہ کرو کہ قبل از وقوع سب واقعات کو کیسے مقدور و مقرر فرما دیا کیونکہ) یہ سب اللہ کو آسان ہے (کیونکہ اس کا علم ذاتی ہے جس کی نسبت جمیع معلومات کے ساتھ قبل از وقوع و بعد از وقوع یکساں ہے) اور (آگے قدرت کے اور دلائل سنو کہ باوجودیکہ پانی مادۂ واحدہ ہے مگر باوجود وحدت قابل کے اس میں اختلاف افعال سے دو مختلف قسمیں پیدا کر دیں' چنانچہ) دونوں دریا برابر نہیں ہیں (بلکہ) ایک تو شیریں پیاس بجھانے والا ہے جس کا پینا بھی (بوجہ قبول طبیعت کے) آسان اور ایک شور تلخ ہے (تو یہ امر بھی عجائب قدرت سے ہے) اور (دوسرے دلائل قدرت بھی ہیں جو دلالت علی القدرۃ کے ساتھ دال علی النعمۃ بھی ہیں۔ بعض تو انہیں دریاؤں کے متعلق ہیں' مثلاً یہ کہ) تم ہر ایک (دریا) سے (مچھلیاں نکال کر ان کا) تازہ گوشت کھاتے ہو اور (نیز) زیور (یعنی موتی) نکالتے ہو جس کو تم پہنتے ہو اور (اے مخاطب) تو کشتیوں کو اس میں دیکھتا ہے پانی کو پھاڑتی ہوئی چلتی ہیں تا کہ تم (ان کے ذریعہ سے سفر کر کے) اس کی روزی ڈھونڈو اور تا کہ (روزی حاصل کر کے) تم (اللہ کا) شکر کرو (اور بعض اور نعمتیں مثلاً یہ کہ) وہ رات (کے اجزاء) کو دن (کے اجزاء) میں داخل کر دیتا ہے اور دن (کے اجزاء) کو رات (کے اجزاء) میں داخل کر دیتا ہے (جس سے دن اور رات کے گھٹنے بڑھنے کے متعلق منافع حاصل ہوتے ہیں) اور (مثلاً یہ کہ) اس نے سورج اور چاند کو کام میں لگا رکھا ہے (ان میں سے) ہر ایک وقت مقرر (یعنی یوم قیامت تک) (اسی طرح چلتے رہیں گے' یہی اللہ (جس کی یہ شان ہے) تمہارا پروردگار ہے اسی کی سلطنت ہے اور اس کے سوا جن کو پکارتے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے برابر بھی اختیار نہیں رکھتے۔ چنانچہ جمادات میں تو ظاہر ہے اور ذوات الارواح میں بایں معنی کہ بالذات اختیار نہیں رکھتے اور ان کی یہ حالت ہے کہ) اگر تم ان کو پکارو بھی تو وہ تمہاری (اول تو) سنیں گے نہیں (جمادات تو بوجہ عدم قوت سامعہ کے اور ذوات الارواح بایں معنے کہ جیسے سماع کے کفار معتقد تھے کہ سماع لازم و دائم ہے وہ منفی ہے) اور اگر (بالفرض) سن بھی لیں تو تمہارا کہنا نہ کریں گے (جمادات میں تو یہ تقدیر فرض محض اور بوجہ شرطیہ ہونے قضیہ کے وقوع مقدم کا ضروری نہیں اور ذوات الارواح میں یہ تقدیر گاہے واقعی بھی ہو سکتی ہے اور مَا اسْتَجَابُوْا میں نفی استجابت کی جمادات کے حق میں تو بوجہ عدم قابلیت کے ہے اور ذوات الارواح میں سے جو مقبول ہیں مثل ملائکہ کے ان میں بوجہ عدم رضا کے اور جو غیر مقبول ہیں جیسے شیاطین ان میں جو امور مدعولہا ان کے اختیار سے خارج ہیں ان میں بوجہ عدم قدرت کے اور جو اختیار میں ہے ان میں باعتبار عدم قدرت مستقلہ کے یہ حالت تو ان معبودین کی دنیا میں ہے) اور قیامت کے روز وہ (خود) تمہارے شرک کرنے کی مخالفت کریں گے۔ (کقولہ تعالیٰ: مَا كَانُوْٓا اِيَّانَا يَعْبُدُوْنَ وغیر ذلک من الآیات) اور (ہم نے جو کچھ فرمایا ہے اس کے صدق میں ذرا شک وشبہ نہیں' کیونکہ ہم حقائق امور کی پوری خبر رکھنے والے ہیں

اور اے مخاطب) تجھ کو خبر رکھنے والے کے برابر کوئی نہیں بتلاوے گا (پس ہمارا بتلانا سب سے زیادہ صحیح ہے) **ف**: یہ مشہور ہے کہ موتی صرف دریائے شور سے نکلتے ہیں۔ اگر یہ صحیح ہے تو وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْيَةً ...... صرف دریائے شور کے اعتبار سے ہوگا ای و تستخرجون من الملح حلية الخ: یعنی منفعت مذکورہ لحم طری کی تو مشترک تھی اور بعضے منافع خاص ہیں دریائے شور کے ساتھ کہ وہ استخراج حلیہ ہے اور اس صورت میں وَتَرَى الْفُلْكَ فِيْهِ میں ضمیر مجرور کا اعادہ بھی ملح کی طرف مناسب ہوگا جو استخراج حلیہ کے قرینہ سے مثل مذکور متصل کے ہے اور گویہ منفعت مشترک ہے مگر دریائے شور میں اکثر بڑے بڑے جہازوں کا چلنا جس میں معنے مخر اور ابتغائے فضل کے زیادہ متحقق ہیں وجہ اختصاص کی ہو سکتی ہے اور كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى کے متعلق ایک ضروری مضمون سورۂ لقمان کے رکوع سوم کے اخیر اسی جملہ کے مشابہ جملہ کی تفسیر میں لکھا گیا ہے جو قابل ملاحظہ ہو اور اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا کے ترجمہ میں بالذات کی قید ظاہر کر دینے سے یہ آیت اس آیت کے منافی نہ رہی۔ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ جیسا کہ ظاہر ہے اور ان آیات میں قدرت کے دلائل زیادہ اور علم کے فرمانے کی شاید یہ وجہ ہو کہ آثار قدرت کے آثار علم سے اظہر ہیں اور دلائل قدرت میں دونوں طرف دلائل آفاقیہ اور درمیان میں دلائل انفسیہ شاید اس لئے لائے گئے ہوں کہ التفات آفاقیہ کی طرف زیادہ ہوتا ہے' جیسا مشاہد ہے اور تلبسون کے متعلق سورۂ نحل کے دوسرے رکوع میں ضروری مضمون لکھا گیا ہے۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ...... ان میں اس علم وقدرت کی نفی ہے جس کا جہلاء کو غیر اللہ میں اعتقاد ہے اور جو لوگ ان کو بامید اجابت پکارتے ہیں ان کی تحمیق ہے۔

اللغات: قوله البلد القطعة من الارض النشور الحياة۔ قوله الكلم اسم جمع جنسي وتذكير الصفة نظرًا الى اللفظ الطيب سمى به لانه يستطيبه العقل والشرع والملائكة ۱۲۔ قوله قطمير فى الصراح پوستك تنك دانة خرما ولما كان فى الاكثر يزول عنه ويتلف مع لب التمر يكنى به عن شئ لا يعتد به۔ قوله الكفر الانكار وترجم بالحاصل ۱۲۔

النحو: قوله احيينا به راجع الى السحاب اما لكونه سببا بعيد اللاحياء او بتقدير المضاف اى بماء ۱۲۵۔ قوله من كان يريد العزة حذف جزاء ه اى فليطلبها من الله تعالىٰ ۱۲۔ قوله العمل الصالح مبتدأ خبره يرفعه برجوع المرفوع الى العمل والمنصوب الى الكلم الطيب وهو مؤيد باكثر الآثار المذكورة فى الدر المنثور وغيره۔ قوله السيئات صفة للمكرات المفعول المطلق ۱۲۔ قوله بعلمه اى متلبسة بعلمه ۱۲۔ قوله من عمره راجع الى المعمر لكن لا باعتبار معناه المتبادرى الذى زيد عمره بل باعتبار تاويله باحد لكن سمى فى المرجع معمرا باعتبار ما يؤل اليه واعيد الضمير اليه باعتبار الاصل المحول عنه فمآل ذلك لا ينقص من عمر احد اى ولا يجعل من ابتداء الامر ناقصًا كقولهم ضيق فم الركية ۱۲۔

البلاغة: قوله يصعد صعود الكلم اليه تعالىٰ مجاز مرسل عن قبوله بعلاقة اللزوم او استعارة بتشبيه القبول بالصعود ۱۲۔ قوله ترى فى الروح افرد ضمير الخطاب مع جمعه فيما سبق وما لحق لان الخطاب لكل احد[1] تتأتى منه الرؤية دون المنتفعين بالبحرين ۱۲۔

الحواشى: (۱) هو خبر لان يعنى ان الخطاب واقع لكل احد دون المنتفعين بالبحر خاصةً كما كان الخطاب لهم فى تاكلون وتستخرجون وغيرهما ۱۲ منه۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۱۵﴾ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿۱۶﴾ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ﴿۱۷﴾ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۭ وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۭ اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۭ وَمَنْ تَزَكّٰى فَاِنَّمَا يَتَزَكّٰى لِنَفْسِهٖ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿۱۸﴾ وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ﴿۱۹﴾ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ ﴿۲۰﴾ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ ﴿۲۱﴾ وَمَا يَسْتَوِي الْاَحْيَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ ﴿۲۲﴾ اِنْ اَنْتَ اِلَّا نَذِيْرٌ ﴿۲۳﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۭ وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ﴿۲۴﴾ وَاِنْ

يُكَذِّبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالزُّبُرِ وَبِالْكِتٰبِ الْمُنِيرِ ﴿۲۵﴾ ثُمَّ أَخَذْتُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ﴿۲۶﴾

ع ۱۵ ۳

اے لوگو! تم (وہی) اللہ کے محتاج ہو اور اللہ (تو) بے نیاز ہے (اور خود تمام) خوبیوں والا ہے اگر وہ چاہے تو تم کو فنا کر دے اور ایک نئی مخلوق پیدا کر دے اور یہ بات اللہ کو کچھ مشکل نہیں اور کوئی دوسرے کا بوجھ (گناہ کا) نہ اٹھائے گا اور اگر کوئی بوجھ کا لدا ہوا (یعنی گناہگار) کسی کو اپنا بوجھ اٹھانے کے لئے بلائے گا (بھی) تب بھی اس سے کچھ بوجھ نہ بٹایا جائے گا۔ اگرچہ وہ شخص قرابتدار ہی کیوں نہ ہو۔ آپ تو صرف ایسے لوگوں کو ڈرا سکتے ہو جو بے دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور نماز کی پابندی کرتے ہیں اور جو شخص پاک ہوتا ہے وہ اپنے لئے پاک ہوتا ہے اور اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے اور اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں اور نہ تاریکی اور نہ روشنی اور نہ چھاؤں اور نہ دھوپ اور زندے اور مردے برابر نہیں ہو سکتے۔ اللہ جس کو چاہتا ہے سنوا دیتا ہے اور ان لوگوں کو آپ نہیں سنا سکتے جو قبروں میں (مدفون) ہیں آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں ہم نے ہی آپ کو (دین) حق دے کر خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے اور کوئی امت ایسی نہ ہوئی جس میں ڈرانے والا نہ گزرا ہو اور اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلائیں گے تو جو لوگ ان سے پہلے گزرے ہیں انہوں نے بھی جھٹلایا تھا (اور) ان کے پاس بھی ان کے پیغمبر معجزے اور صحیفے اور روشن کتابیں لے کر آئے تھے۔ پھر میں نے ان کافروں کو پکڑ لیا سو (دیکھو) میرا کیسا عذاب ہوا۔ ۞

تفسیر ربط: اوپر توحید کا ذکر تھا چونکہ کفار اس کا انکار کرتے تھے اور اس انکار سے رسول اللہ ﷺ کو حزن بھی ہوتا تھا آگے انکار سے حق تعالیٰ کا ضرر نہ ہونا بلکہ خود ان کفار ہی کا ضرر ہونا اور تسلیم سے حق تعالیٰ کا کچھ نفع نہ ہونا بلکہ خود ان ہی کا نفع ہونا اور دنیا میں اس ضرر کا احتمال اور آخرت میں اس کا وقوع بیان کر کے کفار کی تحذیر اور اس کے بعد رسول ﷺ کے حزن پر آپ کے تسلیہ کا مضمون ہے۔

تحذیر منکرین وتسلیہ سید المرسلین ﷺ: ...... يٰٓأَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ إِلَى اللّٰهِ (الی قولہ تعالی) فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ﴿۲۶﴾ اے لوگو تم (ہی) خدا کے محتاج ہو اور اللہ (تو) بے نیاز (اور خود تمام) خوبیوں والا ہے (پس تمہاری احتیاج دیکھ کر تمہارے نفع کے لئے توحید وغیرہ کی تعلیم کی گئی ہے۔ اگر تم نہیں مانو گے تو تم اپنا ضرر کرو گے' باقی حق تعالیٰ کو تو بوجہ غنائے ذاتی واکمال ذاتی کے تمہاری یا تمہارے عمل کی کوئی حاجت ہی نہیں کہ اس کے ضرر کا احتمال ہو اور کفر پر جو ضرر ہونے والا ہے خدا تعالیٰ اس کے فی الحال ایقاع پر بھی قادر ہے چنانچہ) اگر وہ چاہے تو (تمہارے کفر کی سزا میں) تم کو فنا کر دے اور ایک نئی مخلوق پیدا کر دے (جو تمہاری طرح کفر وانکار نہ کریں) اور یہ بات خدا کو کچھ مشکل نہیں (لیکن بمصلحت مہلت دے رکھی ہے' غرض یہاں تو وہ ضرر محض محتمل الوقوع ہے لیکن قیامت میں وہ ضرور واقع ہو جاوے گا) اور (اس وقت یہ حالت ہوگی کہ) کوئی دوسرے کا بوجھ (گناہ کا) نہ اٹھاوے گا اور (خود تو کوئی کسی کی کیا رعایت کرتا یہ حالت ہوگی کہ) اگر کوئی بوجھ کا لدا ہوا (یعنی کوئی گنہگار) کسی کو اپنا بوجھ اٹھانے کے لئے بلاوے گا (بھی) تب بھی اس میں سے کچھ بھی بوجھ نہ بٹایا جاوے گا' اگرچہ وہ (جس کو اس نے بلایا تھا اس کا (قرابت دار ہی) کیوں نہ ہو) پس اس وقت پورا ضرر اس کفر و بدعملی کا خود ہی بھگتنا پڑے گا' یہ تو تحذیر منکرین کی ہوگئی۔ آگے حضور ﷺ کا تسلیہ ہے کہ اے محمد ﷺ آپ ان کے انکار پر جس کی سزا یہ ایک دن ضرور بھگتیں گے اس قدر غم وافسوس کیوں کرتے ہیں) آپ تو (ایسا ڈرانا جس پر نفع مرتب ہو) صرف ایسے لوگوں کو ڈرا سکتے ہیں جو بے دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور نماز کی پابندی کرتے ہیں (مراد اس الذین سے مؤمنین ہیں یعنی آپ کے انذار سے صرف مؤمنین منتفع ہوتے ہیں' فی الحال ہوں یا باعتبار مایؤل کے اور امر مشترک دونوں میں طلب حق ہے' مطلب یہ کہ طالب حق کو نفع ہوا کرتا ہے۔ یہ لوگ طالب حق ہی نہیں ان سے امید ہی نہ رکھئے) اور (آپ ان کے ایمان نہ لانے سے اس قدر فکر کیوں کرتے ہیں) جو شخص (ایمان لا کر شرک وکفر سے) پاک ہوتا ہے وہ اپنے (نفع کے) لئے پاک ہوتا ہے اور (جو نہیں ایمان لاتا وہاں بھگتے گا' کیونکہ سب کو) اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے (پس نفع ہے تو ان کا' آپ کیوں غم کرتے ہیں) اور (ان لوگوں سے کیا توقع رکھی جاوے کہ ان کا ادراک مثل ادراک مؤمنین کے ہو اور اس ادراک سے مؤمنین کی طرح یہ بھی طریق حق کو قبول کر لیں اور قبول حق کے ثمرات دینی میں بھی یہ لوگ شریک ہو جاویں' کیونکہ مؤمنین کی مثال ادراک حق میں بصیر کی سی اور ان کی مثال عدم ادراک حق میں اعمی کی سی ہے اور اسی طرح مؤمن نے ادراک حق کے ذریعہ سے جس طریق ہدایت کو اختیار کیا ہے اس طریق حق کی مثال نور کی سی ہے اور کافر نے عدم ادراک حق سے جس طریقہ کو اختیار کیا ہے اس کی مثال ظلمت کی سی ہے۔ کما قال تعالیٰ: وَجَعَلْنَا لَهٗ نُورًا يَّمْشِي بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا [الأنعام: ۱۲۲] اور اسی طرح جو ثمرہ جنت وغیرہ اس طریق پر مرتب ہوگا اس کی مثال ظل بارد کی سی ہے اور جو ثمرہ جہنم وغیرہ طریق باطل پر مرتب ہوگا اس کی مثال جلتی دھوپ کی سی ہے۔ کما قال تعالیٰ: وظل ممدود الی قولہ فی سموم اور ظاہر ہے کہ) اندھا اور آنکھوں والا برابر نہیں اور نہ تاریکی اور روشنی اور چھاؤں اور دھوپ (پس نہ ان کا اور مؤمنین کا ادراک برابر ہو اور نہ ان کا طریقہ اور نہ اس طریقہ کا ثمرہ) اور (مؤمن اور کافر میں جو تفاوت اعمی وبصیر

کا سا کہا گیا تو اس سے مقصود نفی کمی کی ہے نہ کہ زیادتی کی' کیونکہ ان میں تفاوت مردہ اور زندہ کا سا ہے۔ پس ان کی برابری کی نفی کے لئے یوں بھی کہنا صحیح ہے کہ) زندے اور مردے برابر نہیں ہو سکتے (اور جب یہ مردے ہیں تو مردوں کو زندہ کرنا خدا کی تو قدرت میں ہے بندہ کی قدرت میں نہیں۔ پس اگر خدا ہی ان کو ہدایت کر دے تب تو اور بات ہے' کیونکہ) اللہ جس کو چاہتا ہے سنوا دیتا ہے (باقی آپ کی کوشش سے یہ لوگ حق کو قبول نہیں کریں گے' کیونکہ ان کی مثال تو مردوں کی آپ نے سن لی) اور آپ ان لوگوں کو نہیں سنا سکتے جو قبروں میں (مدفون) ہیں (لیکن اگر یہ نہ مانیں تو آپ غم میں نہ پڑیئے' کیونکہ) آپ تو (کافروں کے حق میں) صرف ڈرانے والے ہیں (آپ کے ذمہ یہ نہیں کہ وہ کافر ڈر کر مان بھی جاویں اور یہ ڈرانا آپ کا اپنی طرف سے نہیں جیسا منکرین نبوت کہتے تھے' بلکہ ہماری طرف سے ہے کیونکہ) ہم ہی نے آپ کو (دین) حق دے کر (مسلمانوں کو) خوشخبری سنانے والا اور (کافروں کو) ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا ہے اور (یہ بھیجنا کوئی انوکھی بات نہیں' جیسا کافر کہتے تھے بلکہ) کوئی امت ایسی نہیں ہوئی جس میں کوئی ڈر سنانے والا (یعنی پیغمبر) نہ گزرا ہو اور اگر یہ لوگ آپ کو جھٹلا دیں تو (آپ ان گزشتہ پیغمبروں کا جن کا ابھی اجمالاً ذکر ہوا ہے اور تفصیلاً دوسری آیات میں ذکر ہے کافروں کے ساتھ معاملہ یاد کر کے اپنے دل کو سمجھا لیجئے کیونکہ) جو لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں انہوں نے بھی (اپنے وقت کے پیغمبروں کو) جھٹلایا تھا (اور (ان کے پاس بھی ان کے پیغمبر معجزے اور صحیفے اور روشن کتابیں لے کر آئے تھے (یعنی بعضے صحائف اور بعضے بڑی کتابیں اور بعضے صرف معجزات مصدقہ نبوت اور احکام انبیائے سابقین لے کر آئے) پھر (جب انہوں نے جھٹلایا تو) میں نے ان کافروں کو پکڑ لیا۔ (دیکھو) میرا کیسا عذاب ہوا (اسی طرح ان کے وقت پر ان کو سزا دوں گا) ف: **ظلمات و نور و ظل و حرور** کی تساوی کی نفی اس پر مبنی نہیں کہ ان کے مشبہ کے تساوی کا شبہ تھا' بلکہ اس لئے ہے کہ استدلال ہے ان کی ہدایت نہ ہونے پر کہ دیکھو ان اشیاء کے مشبہات یعنی ہدایت و ضلالت و جنت و نار کی عدم تساوی تو معلوم ہی ہے اور ہر فریق کے لئے ایک ایک شق مقدر ہے تو کافروں کی ہدایت کی توقع کرنا گویا ان امور کی توقع تساوی کو مستلزم ہے جو کہ محال ہے۔ پس ملزوم بھی علی المبالغۃ منفی ہے اور ان **انت الا نذیر** کے ترجمہ سے شبہ ثانی کا اگلی آیت اِنَّآ اَرۡسَلۡنٰكَ بَشِیۡرًا وَّنَذِیۡرًا ...... سے جاتا رہا۔ پس اس حصر سے یا تو بشیر کی نفی اصلاً مقصود نہ ہو بلکہ مقصود آپ کے مسئول عنہ ہونے کی نفی ہو۔ کما قال تعالیٰ: وَلَا تُسۡـَٔلُ عَنۡ اَصۡحٰبِ الۡجَحِیۡمِ [البقرۃ: ۱۱۹] اور یا بشیر کی نفی باعتبار کفار کے ہو میرے ترجمہ سے دونوں امر ظاہر ہیں اور سورۂ نمل کے رکوع چہارم آیت وَلَقَدۡ بَعَثۡنَا ...... کی تفسیر میں وَاِنۡ مِّنۡ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِیۡهَا نَذِیۡرٌ ﴿۲۴﴾ کے متعلق کچھ مضمون گزر چکا ہے' ملاحظہ فرما لیا جاوے۔ اور سماع موتیٰ کے متعلق سورۂ نمل کی آخری آیت **انك لا تسمع الموتی** کی تفسیر میں ضروری بحث لکھی گئی ہے اور لَا یُحۡمَلۡ مِنۡهُ شَیۡءٌ معارض نہیں۔ آیت عنکبوت: وَلَیَحۡمِلُنَّ اَثۡقَالَهُمۡ وَاَثۡقَالًا مَّعَ اَثۡقَالِهِمۡ [العنکبوت: ۱۳] کے چنانچہ اس کی تقریر ترجمہ دیکھنے سے واضح ہو سکتی ہے۔

اللغات: قوله الحمل ما يحمل الحرور الحر ١٢۔

البلاغة: قوله ما يستوى الاعمٰى الخ لم يعد فيه لا كما اعيد فيما بعده لان المخاطب فى اول الكلام لا يقصر فى فهم المراد لكون توجهه طريا بخلاف ما بعده فاقتضى التاكيد والاهتمام ولما كان عدم الاستواء بين الكافر والمؤمن مقصودا بدئ الكلام به واختتم عليه واعيد الفعل بخلاف عدم الاستواء فى طريقتهما المشار اليها بقوله الظلمٰت والنور وثمرتهما المشار اليها بقوله الظل والحرور فانه حكم به تبعًا فلم يعد فيه الفعل والله اعلم ١٢۔

اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخۡرَجۡنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخۡتَلِفًا اَلۡوَانُهَا ؕ وَمِنَ الۡجِبَالِ جُدَدٌۢ بِیۡضٌ وَّحُمۡرٌ مُّخۡتَلِفٌ اَلۡوَانُهَا وَغَرَابِیۡبُ سُوۡدٌ ﴿۲۷﴾ وَمِنَ النَّاسِ وَالدَّوَآبِّ وَالۡاَنۡعَامِ مُخۡتَلِفٌ اَلۡوَانُهٗ كَذٰلِكَ ؕ اِنَّمَا یَخۡشَی اللّٰهَ مِنۡ عِبَادِهِ الۡعُلَمٰٓؤُا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیۡزٌ غَفُوۡرٌ ﴿۲۸﴾

(اے مخاطب) کیا تو نے اس بات پر نظر نہیں کی کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اتارا پھر ہم نے اس کے ذریعے سے مختلف رنگوں کے پھل نکالے اور اسی طرح پہاڑوں کے بھی مختلف حصے ہیں (بعض) سفید (بعض) سرخ کہ ان کی بھی رنگتیں مختلف ہیں اور (بعض نہ سفید نہ سرخ بلکہ) بہت گہرے سیاہ اور اسی طرح آدمیوں اور جانوروں اور چوپایوں میں بھی ایسے ہیں کہ ان کی رنگتیں مختلف ہیں (اور) اللہ سے وہی بندے ڈرتے ہیں جو (اس کی عظمت کا) علم رکھتے ہیں واقعہ اللہ بڑا زبردست بخشنے والا ہے۔

تفسیر ربط: جیسا اوپر کئی جگہ توحید کا مضمون آ چکا ہے آگے پھر عود ہے توحید کی طرف اور توحید کے ساتھ اس کے علم کے ایک ثمرہ عملی کا کہ خشیت ہے اور اس ثمرہ کی تعلیل کے لئے بعض صفات الٰہیہ کا بیان ہے۔

وحدت و خشیت و تقویت او بعلت: اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً (الی قولہ تعالیٰ) اِنَّ اللّٰهَ عَزِیۡزٌ غَفُوۡرٌ ﴿۲۸﴾ (اے مخاطب) کیا تو نے اس

بات پر نظر نہیں کی کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اتارا پھر ہم نے اس (پانی) کے ذریعہ سے مختلف رنگتوں کے پھل نکالے (خواہ مع اختلاف انواع واصناف کے خواہ ایک ہی نوع اور ایک ہی صنف میں) اور (اسی طرح) پہاڑوں کے بھی مختلف حصے ہیں (بعضے) سفید اور (بعضے) سرخ کہ (پھر خود) ان (سفید اور سرخ) کی بھی رنگتیں مختلف ہیں (کہ بعضے بہت سفید اور بہت سرخ ہیں اور بعضے ہلکے سفید اور ہلکے سرخ) اور (بعضے نہ سفید نہ سرخ بلکہ) بہت گہرے سیاہ اور اسی طرح آدمیوں اور جانوروں اور چوپایوں میں بھی بعضے ایسے ہیں کہ ان کی رنگتیں مختلف ہیں (بعض اوقات اختلاف اصناف کے ساتھ اور بعض اوقات ایک صنف میں بھی۔ پس جو لوگ ان دلائل قدرت میں غور کرتے ہیں ان کو خدا تعالیٰ کی عظمت کا علم ہوتا ہے اور) خدا سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو (اس کی اس عظمت کا) علم رکھتے ہیں (اگر علم عظمت کا اعتقادی ہے تو خشیت بھی اعتقادی ہے اور اگر علم عظمت کا حالی ہے تو خشیت بھی حالی ہے اور) واقعی اللہ تعالیٰ (سے ڈرنا فی نفسہ بھی ضرور ہے کیونکہ وہ) زبردست (ہے کہ سب کچھ کر سکتا ہے اور ایک غایت مقصود کی وجہ سے بھی ضرور ہے' کیونکہ وہ ڈرنے والوں کے گناہوں کا) بڑے بخشنے والا ہے (پس خشیت مقتضائے عزت بھی ہے اور مقتضائے غفوریت بھی) **ف**: اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ ...... کی جو تقریر کی گئی ہے اس سے اس شبہ کی گنجائش نہیں رہی کہ بعض اہل علم کو خشیت سے خالی دیکھا جاتا ہے اور ان آیتوں کے ارتباط کی ایک تقریر اور بھی ہو سکتی ہے' وہ یہ کہ یہ بھی داخل مضمون تسلیہ ہے جو اس کے متصل آیات میں مذکور ہے۔ پس حاصل یہ ہوگا کہ ہم نے جو مؤمن و کافر میں تفاوت اعمٰی وبصیر کا سا رکھا ہے سو کچھ ان کی تخصیص نہیں۔ ہم نے اور مخلوقات میں بھی بمقتضاء حکمت امور کثیرہ میں اختلاف رکھتے ہیں۔ چنانچہ دیکھو ثمرات اور احجار اور حیوانات کے الوان ہی میں کیسا تفاوت رکھا ہے۔ پس اس صورت میں کافروں سے کیا توقع رکھی جاوے اور ان کے ایمان نہ لانے سے کیوں افسوس کیا جاوے۔ آپ کے انذار سے تو صرف انہیں لوگوں میں خشیت اور خشیت سے اطاعت پیدا ہو سکتی ہے جن کو مضمون انذار میں تدبر کر کے حق تعالیٰ کی عظمت کا علم حاصل ہوتا ہے۔ جیسا اسی مضمون سے تسلیہ شروع بھی ہوا تھا۔ اِنَّمَا تُنْذِرُ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَیْبِ ...... پس چونکہ مضمون مقصود یہی تھا اسی پر ختم بھی کیا گیا اور پہلی تقریر لکھ چکنے کے بعد جب یہ تقریر خیال میں آئی تو اس سے احسن معلوم ہوئی فاختر ایهما شئت اور امور مختلفہ میں تخصیص لون کی شاید اس لئے ہو کہ اس میں اختلاف اظہر ہے اور مقدمہ دلیل جس قدر اظہر ہو فید للمطلوب ہے۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ط روح میں ہے مراد وہ ہیں جو حق تعالیٰ کی ذات وصفات جلیلہ وافعال وشیون جمیلہ کو جانتے ہیں نہ وہ جو محض صرف ونحو جانتے ہیں۔ سو مدار خشیت کا پہلا علم ہے نہ دوسرا علم اھ۔

اللغات: فی الروح جدد جمع جدة بالضم وهی الطریقة من جده اذا قطعه وقال ابو الفضل هی من الطرائق ما یخالف لونه لون ما یلیه ومنه جدة الحمار للخط الذی فی وسط ظهره یخالف لونه اه ونحوه فی القاموس قلت وما ترجمت به هو اخذ بالحاصل لان طرائق الجبل لا یراد بها الطریق بین الجبلین بل الطرائق للصعود الی الجبل والهبوط منه وهذه الطرائق ظاهر كونها اجزاء منه وفی الروح ان الكلام علی تقدیر مضاف ان لم تقصد المبالغة لان الجبال لیس نفس الطرائق ای ذو جدد۔ قوله الغرابیب هو الذی بعد فی السواد واغرب فیه وكثر فی كلامهم اتباعه للاسود علی انه صفة له او تاكید ۱۲۔

النحو: قوله اخرجنا فیه التفات ۱۲۔ قوله من الجبال خبر مقدم وجدد بیض مبتدا موخر و فی قوله مختلف الوانها مختلف صفة بیض وحمر والوانها فاعل له ولیس بمبتدأ ومختلف خبره لوجوب مختلفة وقوله غرابیب عطف علی بیض وسود بدل من غرابیب لا صفة لان الاتصاف الامر فیه بالعكس واصل الكلام ان الغرابیب صفة لسود مقدر قبله وقوله من الناس بتقدیر المبتدأ ومنهم بعض مختلف الوانه او تبادیل من بالبعض واعتباره مبتدأ ای و بعضهم مختلف الوانه علی ما ذكر وافی قوله تعالیٰ ومن الناس من یقول آمنا بالله۔ قوله كذلك فی محل النصب صفة لمصدر مختلف والتقدیر مختلف اختلافا كائنا كذلك ای كاختلاف الثمرات والجبال ۱۲۔

البلاغة: قوله غرابیب سود لما كان اصل الكلام وسود غرابیب سود كما یظهر لك مما یتعلق بالنحو فی هذه الآیة یكون فی سود المذكور التفسیر بعد الابهام ومزید الاعتناء بوصف السواد حیث دل علیه من طریق الاضمار والاظهار ولعل النكتة فی الاعتناء كثرة هذا اللون فی جبال الحجاز بالنسبة الی اخواتها وكانه لما اعتنی بامر السواد بافادة انه فی غایة الشدة لم یذكر بعده الاختلاف بالشدة والضعف كذا فی الروح وفیه ایضا ان ایراد الجملتین اسمیتین مع مشاركتهما لما قبلهما من الجملة الفعلیة فی الاستشهاد بمضمونها لما ان اختلاف الجبال والناس والدواب والانعام فیما ذكر من الالوان امر مستمر فعبهر عنه بما یدل علی الاستمرار واما اخراج الثمرات المختلفة فحیث كان امرا حادثا عنه بما یدل علی الحدوث ۱۲۵۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ ﴿۲۹﴾ لِيُوَفِّيَهُمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۭ اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿۳۰﴾ وَالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِعِبَادِهٖ لَخَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۳۱﴾ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴿۳۲﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا ۚ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ ﴿۳۳﴾ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ۭ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُۨ ﴿۳۴﴾ الَّذِيْٓ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ لَا يَمَسُّنَا فِيْهَا نَصَبٌ وَّلَا يَمَسُّنَا فِيْهَا لُغُوْبٌ ﴿۳۵﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ ۚ لَا يُقْضٰى عَلَيْهِمْ فَيَمُوْتُوْا وَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِيْ كُلَّ كَفُوْرٍ ﴿۳۶﴾ وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا ۚ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ۭ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَاۗءَكُمُ النَّذِيْرُ ۭ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ﴿۳۷﴾

ع ۱۶ / ۱۱

جولوگ کتاب اللہ کی تلاوت (مع العمل) کرتے رہتے ہیں اور نماز کی پابندی رکھتے ہیں اور جو کچھ ہم نے ان کو عطا فرمایا ہے اس میں سے پوشیدہ اور علانیہ خرچ کرتے ہیں۔ وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جو کبھی ماند نہ ہوگی تا کہ ان کو ان کی اجرتیں (بھی پوری پوری) دیں اور ان کو اپنے فضل سے اور زیادہ بھی دیں۔ بیشک وہ بخشنے والے قدر دان ہیں اور یہ کتاب جو ہم نے آپ کے پاس وحی کے طور پر بھیجی ہے یہ بالکل ٹھیک ہے جو کہ اپنے سے پہلی کتابوں کی بھی تصدیق کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی (حالت کی) پوری خبر رکھنے والا خوب دیکھنے والا ہے۔ جاتے ہیں بڑا فضل ہے۔ وہ باغات ہمیشہ رہنے کے لئے جن میں یہ لوگ داخل ہوں گے (اور) ان کو سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے اور پوشاک ان کی وہاں ریشم کی ہوگی اور کہیں گے کہ اللہ کا لاکھ شکر ہے جس نے ہم سے (رنج و) غم دور کیا۔ بے شک ہمارا پروردگار بڑا بخشنے والا بڑا قدر دان ہے جس نے ہم کو اپنے فضل سے ہمیشہ رہنے کے مقام میں لا اتارا۔ جہاں ہم کو نہ کوئی کلفت پہنچے گی اور نہ ہم کو کوئی خستگی پہنچے گی اور جو لوگ (برخلاف ان کے) کافر ہیں ان کے لئے دوزخ کی آگ ہے نہ تو ان کی قضا آئے گی کہ مر ہی جائیں اور نہ دوزخ کا عذاب ہی ان سے ہلکا کیا جائے گا ہم ہر کافر کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں اور وہ لوگ اس (دوزخ) میں چلائیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہم کو (یہاں سے) نکال لیجئے ہم (اب خوب) اچھے (اچھے) کام کریں گے برخلاف ان کاموں کے جو کیا کرتے تھے کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہ دی کہ جس کو سمجھنا ہوتا وہ سمجھ سکتا اور تمہارے پاس ڈرانے والا بھی پہنچا تھا سو (اس نہ ماننے کا) مزہ چکھو کو ایسے ظالموں کا (یہاں) کوئی مددگار نہیں۔ ۞

تفسیر ربط: اوپر تین جگہ ایک تو اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ (الی قولہ تعالی) كَبِيْرٌ اور دوسرے كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ (الی قولہ تعالی) يَبُوْرُ۔ تیسرے: وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ (الی قولہ تعالی) الْمَصِيْرُ اجمالاً آخرت اور اس کی مجازاۃ ومکافاۃ کا ذکر آ چکا ہے اور مضمون بالا کے ختم پر...... سے بھی جزا وسزا کی طرف اشارہ ہوا ہے' آگے اس کی تفصیل اور زیادت تصریح ہے۔

بیان مثوبات وعقوبات مع تفاضل اعمال و تفاوت اعمال: اِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ (الی قولہ تعالی) فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ۞ جولوگ کتاب اللہ (یعنی قرآن) کی تلاوت (مع العمل) کرتے رہتے ہیں اور (خصوصیت واہتمام کے ساتھ) نماز کی پابندی رکھتے اور جو کچھ ہم نے ان کو عطا فرمایا ہے اس میں سے پوشیدہ اور اعلانیہ (جس طرح بن پڑتا ہے) خرچ کرتے ہیں وہ (بوجہ وعدہ الٰہیہ کے) ایسی (دائم النفع) تجارت کے امیدوار ہیں جو کبھی ماند نہ ہوگی (کیونکہ اس سودے کا خریدار کوئی مخلوقات میں سے نہیں ہے جو کبھی تو سودے کی قدر کرتا ہے اور کبھی نہیں کرتا' بلکہ اس کا خریدار خود حق تعالیٰ ہوگا جو ضرور حسب وعدہ اپنی غرض سے نہیں بلکہ محض ان کی نفع رسانی کے لئے اس کی قدر کرے گا) تا کہ ان کو ان (کے اعمال) کی اجرتیں

(بھی) پوری (پوری) دیں (جس کا آگے بیان آوے گا جَنّٰتُ عَدْنٍ ......الخ) اور (علاوہ اجرت کے) ان کو اپنے فضل سے اور زیادہ (بھی) دیں (اور اس میں تضاعف حسنات بھی ہے۔ کما قال تعالیٰ: مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا [الأنعام: ۱۶۰]) بے شک وہ بڑا بخشنے والا بڑا قدردان ہے (پس ان کے اعمال میں جو کچھ کوتاہی رہ گئی تھی اس کی ایسی قدر کی کہ اجرت کے علاوہ انعام بھی دیا) اور (قرآن مجید پر عمل کرنے کی برکت سے جو ان کو اجر وفضل ملا سو واقعی قرآن مجید ایسی ہی چیز ہے کیونکہ) یہ کتاب جو ہم نے آپ کے پاس وحی کے طور پر بھیجی ہے یہ بالکل ٹھیک ہے جو کہ اپنے سے پہلی کتابوں کی بھی (بایں معنے) تصدیق کرتی ہے (کہ ان کو باصلہ منزل من اللہ بتلاتی ہے گو بعد میں محرف ہوگئی ہوں' غرض یہ کتاب ہر طرح کامل ہے اور چونکہ) اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی (حالت کی) پوری خبر رکھنے والا (اور ان کی مصلحتوں کو) خوب دیکھنے والا ہے (اس لئے اس وقت ایسی ہی کتاب کامل کا نازل کرنا قرین حکمت بھی تھا اور کتاب کامل کا عامل مستحق بھی جزائے کامل ہی کا ہوگا جو کہ مجموعہ ہے اجر وفضل کا۔ پس اس اجر وفضل کے افاضہ کے لئے یہ کتاب ہم نے اول آپ پر نازل کی اور) پھر یہ کتاب ہم نے ان لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچائی جن کو ہم نے اپنے (تمام دنیا جہان کے) بندوں میں سے (باعتبار ایمان کے) پسند فرمایا (مراد اس سے اہل اسلام ہیں جو اس حیثیت ایمان سے تمام دنیا والوں میں مقبول عند اللہ ہیں۔ گو ان میں کوئی دوسری وجہ مثل سوءعمل کے موجب ملامت بھی ہو' مطلب یہ کہ مسلمانوں کے ہاتھوں میں وہ کتاب پہنچائی (پھر) (ان میں باوجود اشتراک فی الاصطفاء کے تین قسمیں ہیں کہ) بعضے تو ان میں (کوئی گناہ کر کے) اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں اور بعضے ان میں (جو نہ گناہ کرتے ہیں اور نہ طاعات میں ضروریات سے تجاوز کرتے ہیں) متوسط درجہ کے ہیں اور بعضے ان میں جو خدا کی توفیق سے نیکیوں میں ترقی کئے چلے جاتے ہیں (کہ گناہوں سے بھی بچتے ہیں اور فرائض کے ساتھ غیر فرائض کی بھی ہمت کرتے ہیں۔ غرض ہم نے تینوں قسم کے مسلمانوں کے ہاتھوں میں وہ کتاب پہنچائی اور) یہ (یعنی ایسی کتاب کامل کا پہنچا دینا خدا کا) بڑا فضل ہے (کیونکہ اس پر عمل کرنے کی بدولت کیسے اجر وفضل کے مستحق ہوگئے' آگے اس اجر وفضل مذکور بالا کا بیان ہے کہ) وہ (اجر وفضل) باغات میں ہمیشہ رہنے کے جس میں یہ لوگ (مذکورین آیت اِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ) داخل ہوں گے (اور) ان کو سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جاویں گے اور پوشاک ان کی وہاں ریشم کی ہوگی اور (وہاں داخل ہو کر) کہیں گے کہ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے ہم سے (ہمیشہ کے لئے رنج و) غم دور کیا' بے شک ہمارا پروردگار بڑا بخشنے والا بڑا قدردان ہے جس نے ہم کو اپنے فضل سے ہمیشہ رہنے کے مقام میں لا اتارا جہاں نہ ہم کو کوئی کلفت پہنچے گی اور نہ ہم کو کوئی خستگی پہنچے گی (یہ تو عاملان کتاب اللہ واحکام کا حال ہوا) اور جو لوگ (برخلاف ان کے) کافر ہیں ان کے لئے دوزخ کی آگ ہے نہ تو ان کی قضا آوے گی کہ مر ہی جاویں (اور مر کر چھوٹ جاویں) اور نہ دوزخ کا عذاب ہی ان سے ہلکا کیا جاوے گا' ہم کافر کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں اور وہ لوگ اس (دوزخ) میں (پڑے) ہوئے چلاویں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو (یہاں سے) نکال لیجئے ہم (اب خوب) اچھے (اچھے) کام کریں گے برخلاف ان کاموں کے جو (پہلے) کیا کرتے تھے (ارشاد ہوگا کہ) کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہ دی تھی کہ جس کو سمجھنا ہوتا وہ سمجھ سکتا اور (صرف عمر ہی دینے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ) تمہارے پاس (ہماری طرف سے) ڈرانے والا (یعنی پیغمبر) بھی پہنچا تھا (خواہ بواسطہ یا بلاواسطہ مگر تم نے ایک نہ سنی) سو (اب اس نہ ماننے کا) مزہ چکھو کہ ایسے ظالموں کا (یہاں کوئی مددگار نہیں (ہم تو بوجہ ناراضی کے اور دوسرے بوجہ عدم قدرت کے خواہ اس کے ساتھ عدم رضا ہو یا رضا ہو) ف: اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ میں جو عمر مذکور ہے مراد اس سے عمر بلوغ ہے کہ بقدر ضرورت اس میں کمال فہم حاصل ہو جاتا ہے' اسی لئے اس میں مکلف ہو جاتا ہے۔ قتادہؒ سے درمنثور میں یہی تفسیر منقول ہے۔ قال اعلموا ان طول العمر حجة نزلت وان فيهم لابن ثمان عشر سنة اور مراد اس سے بلوغ ہے' جیسا امام صاحب نے اکثر بلوغ کی یہی مدت ٹھہرائی ہے اور بعض حدیثوں میں جو اس کی تفسیر میں ساٹھ برس آئے ہیں مراد اس سے تخصیص نہیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ اس سے اور زیادہ احتجاج ہوگا اور يَتْلُوْنَ پر ترتب دخول جنت کا دال ہے اس کے تسبب پر اور اس سے موقوف علیہ ہونا لازم نہیں آتا اور اگر دخول اول کا موقوف علیہ ٹھہرا جاوے تو تلاوت سے مراد عمل ہے جو کہ مقصود بالتلاوۃ ہے' کیونکہ بدوں عمل کے تلاوت معتد بہ نہیں۔

ترجمہ مسائل السلوک: ......قاصر فی العمل کو ذی اصطفا کی قسم قرار دینا اس پر دال ہے کہ مطلق اصطفاء ولایت ہر مومن کو حاصل ہے اور ولایت عامہ یہی ہے۔

الروایات: اخرج الترمذی وحسنه مرفوعًا فی هذه الآیة ثم اورثنا الی الخیرات هؤلاء کلهم بمنزلة واحدة وکلهم فی الجنة ۵۱ وقوله ﷺ کلهم فی الجنة عطف تفسیری ۱۲۔

اللغات: قوله النصب فی الروح التعب۔ قوله اللغوب کلال وفتور وهو نتیجة النصب واشرت الی هذا الفرق فی الترجمة۔ قوله لا یقضی ای الحکم بالموت لا الموت لیحتاج قوله فیموتوا الی تاویله بیستریحوا واشرت الی ذلك ایضا فی الترجمة ۱۲۔

النحو: قوله لیوفیهم متعلق بمحذوف یدل علیه المذکور من قوله لن تبور کما یتضح من ترجمتی ۱۲۔ قول ثم اورثنا ثم محمولة علی ظاهر معناه من التراخی الزمانی لان الا یراث متاخر عن الایحاء اما کونه بمهلة فان اعتبر الا یراث باعتبار مجموع المسلمین فظاهر

وان قطع النظر عنه فالمهلة وعدم المهلة ليس لهما حد مضبوط وانما يدور على العرف باعتبارات مناسبة للمقام۔ قوله جنت اى هى جنت والضمير راجع الى الاجور والفضل۔ قوله لؤلؤا عطف على محل من اساور ۱۲۔ قوله دار المقامة مفعول احلنا وليس بظرف كما فى الاعراب ۱۲۔

البلاغۃ: قوله سرا و علانية عن جميع الاحوال كيفما اتفق لا انهم يقصد ونهما ۱۲۔ قوله يرجون عبر عن الرجاء مع تحقق الوعد اشارة الى ما فى قوله قلوبهم وجلة ۱۲۔ قوله فمنهم الخ لعل النكتة فى التقسيم قصد الايذان بان الا يراث لا يتخصص بالسابقين او مع المقتصدين يتبادر من اطلاق الاصطفاء الموهم لكماله ۱۲۔ قوله ان ربنا لغفور شكور الى فضله اعادة ذكر غفور شكور و ذكر الفضل بعد قوله انه غفور شكور۔ وقوله يزيدهم من فضله كالصريح فى ان قوله جنت عدن هى بيان للاجر والفضل لا للفضل الكبير المراد به الاصطفاء ۱۲۔

إِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ إِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۳۸﴾ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ ؕ فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ؕ وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اِلَّا مَقْتًا ۚ وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ اِلَّا خَسَارًا ﴿۳۹﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۚ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا فَهُمْ عَلٰى بَيِّنَتٍ مِّنْهُ ۚ بَلْ اِنْ يَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۴۰﴾ اِنَّ اللّٰهَ يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۚ وَلَئِنْ زَالَتَآ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴿۴۱﴾

بے شک اللہ ہی جاننے والا ہے آسمانوں اورزمین کی پوشیدہ چیزوں کا بے شک وہی جاننے والا ہے دل کی باتوں کا وہی ایسا ہے جس نے تم کو زمین میں آباد کیا سو جو شخص کفر کرے گا اس کے کفر کا وبال اسی پر پڑے گا اور کافروں کے لئے ان کا کفران کے پروردگار کے نزدیک ناراضی ہی بڑھنے کا باعث ہوتا ہے اور (نیز) کافروں کے لئے ان کا کفر خسارہ ہی بڑھنے کا باعث ہوتا ہے۔ آپ کہئے کہ تم اپنے قرار دادشریکوں کا حال تو بتاؤ جن کو تم اللہ کے سوا پوجا کرتے ہو (یعنی) مجھ کو بتلاؤ کہ انہوں نے زمین کا کون سا جزو بنایا ہے۔ یا ان کا آسمان بنانے میں کچھ ساجھا ہے یا ہم نے ان کو کوئی کتاب دی ہے کہ یہ اس کی کسی دلیل پر قائم ہوں بلکہ یہ ظالم ایک دوسرے سے برے دھوکہ کی باتوں کا وعدہ کرتے آئے ہیں۔ یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو تھامے ہوئے ہے کہ وہ موجودہ حالت کو چھوڑ نہ دیں اور اگر (بالفرض) وہ موجودہ حالت کو بھی چھوڑ دیں تو پھر اللہ کے سوا اور کوئی ان کو تھام بھی نہیں سکتا۔ وہ حلیم غفور ہے۔

تفسیر ربط: اوپر اکثر آیات سورت میں توحید مذکور ہوئی ہے۔ آگے پھر اثبات توحید وابطال شرک کا مضمون ہے اور درمیان میں بطور تفریع کے کفر کی شناعت مذکور ہے۔

توحید مع تہدید: اِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ (الی قولہ تعالی) اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴿۴۱﴾ بے شک اللہ (ہی) جاننے والا ہے آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ چیزوں کا' بے شک وہی جاننے والا ہے دلوں کی باتوں کا (پس کمال علمی تو اس کا ایسا ہے اور کمال عملی جو کہ قدرت اور نعمت دونوں پر دال ہے یہ ہے کہ) وہی ایسا ہے جس نے تم کو زمین میں آباد کیا (اور ان دلائل ونعم کا مقتضا یہ تھا کہ استدلالاً وشکراً توحید واطاعت اختیار کرتے مگر بعضے اس کے خلاف کفر و خلاف پر مصر ہیں) سو (کسی دوسرے کا کیا بگڑتا ہے بلکہ) جو شخص کفر کرے گا اس کے کفر کا وبال اسی پر پڑے گا اور (اس وبال کی تفصیل یہ ہے کہ) کافروں کے لئے ان کا کفران کے پروردگار کے نزدیک ناراضی ہی بڑھنے کا باعث ہوتا ہے (جو دنیا ہی میں متحقق ہو جاتی ہے) اور (نیز) کافروں کے لئے ان کا کفر (آخرت میں) خسارہ ہی بڑھنے کا باعث ہوتا ہے (کہ وہ حرمان ہے جنت سے اور کندہ بننا ہے جہنم کا اور یہ جو کفر وشرک پر مصر ہیں) آپ (ان سے ذرا یہ تو) کہئے کہ تم اپنے قرار دادشریکوں کا حال تو بتلاؤ جن کو تم خدا کے سوا پوجا کرتے ہو یعنی مجھ کو یہ بتلاؤ کہ انہوں نے زمین کا کونسا جزو بنایا ہے یا ان کا آسمان (بنانے) میں کچھ ساجھا ہے (تا کہ دلیل عقلی سے ان کا استحقاق عبادت ثابت ہو) یا ہم نے ان (کافروں) کو کوئی کتاب دی ہے (جس میں صحت اعتقاد شرک لکھا ہو) کہ یہ اس کی کسی دلیل پر قائم ہوں (اور اس دلیل نقلی سے اپنے دعوے کو ثابت کر دیں اصل یہ ہے کہ نہ دلیل عقلی ہے نہ دلیل نقلی ہے) بلکہ یہ ظالم ایک دوسرے سے نری

دھوکہ کی باتوں کا وعدہ کرتے آتے ہیں (کہ ان کے بڑوں نے ان کو بے سند غلط بات بتلا دی کہ: ھٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ [یونس: ۱۸] حالانکہ واقع میں وہ محض بے اختیار ہیں، پس وہ مستحق عبادت بھی نہیں، البتہ مختار مطلق حق تعالیٰ ہے تو وہی قابل عبادت بھی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے مختار اور دوسروں کے غیر مختار ہونے کے دلائل میں سے نمونہ کے طور پر ایک مختصری بات بیان کرتے ہیں کہ دیکھو یہ تو) یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین کو (اپنی قدرت سے) تھامے ہوئے ہے کہ وہ موجودہ حالت کو چھوڑ نہ دیں اور اگر (بالفرض) وہ موجودہ حالت کو چھوڑ بھی دیں تو پھر خدا کے سوا اور کوئی ان کو تھام بھی نہیں سکتا (جب اوروں سے عالم کی حفاظت بھی نہیں ہو سکتی ہو تو احداث و ایجاد جواہر یا اعراض جس میں حوائج بھی داخل ہیں ان سے کیا صادر ہوا، پھر استحقاق عبادت کی ساتھ اور باوجود بطلان شرک کے شرک کرنا مقتضی اس کو تھا کہ ان کو ابھی سزا دے دی جاوے، مگر چونکہ) وہ حلیم (ہے اس لئے مہلت دے رکھی ہے اور اگر اس مہلت میں یہ لوگ حق کی طرف آ جاویں تو چونکہ وہ) غفور (بھی) ہے (اس لئے سب گزشتہ شرارتیں ان کی معاف کر دی جاویں) **ف**: يُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ سے سکون سموات یا سکون ارض پر استدلال کرنے کا جواب احقر کے ترجمہ سے نکل آیا، یعنی زوال سے مراد انتقال ہے حالت موجودہ منتظمہ سے ہے کہ وہی برہم زن نظام عالم ہے خواہ وہ حالت بالفعل حرکت کی ہو یا سکون اور حرکت خواہ اینیہ ہو یا وضعیہ واللہ اعلم۔

ملحقات الترجمۃ: قوله في من بعده: سواكذا في الخازن ۱۲۔

النحو: قوله اروني بدل اشتمال من ارايتم لانه بمعنى اخبروني ۱۲۔ قوله يمسك بمعنى يمنع فان تزولا مفعولا على الحذف والايصال لانه يتعدى بمن اى يمنعها من ان تزولا اه وترجمة بالحاصل ۱۲۔

البلاغۃ: قوله لا يزيد في الروح بيان وتفسير لقوله سبحانه فعليه كفره ولزيادة تفصيله نزل منزلة المغائر له ولو لا ذلك لفصل عنه والتكرير لزيادة التقرير والتنبيه على ان اقتضاء الكفر لكل واحد واحد من الامرين المقت والخسار مسقتل باقتضاء قبحه ووجوب التجنب عنه بمعنى انه لو لم يكن الكفر مستوجباً لشئ سوى مقت الله لكفى ذلك في قبحه وكذا لو لم يستوجب شيئا سوى الخسار لكفي۔ قوله ام اتيناهم فيه التفات ۱۲۔

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ لَّيَكُوْنُنَّ اَهْدٰى مِنْ اِحْدَى الْاُمَمِ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ مَّا زَادَهُمْ اِلَّا نُفُوْرَا ۙ ﴿۴۲﴾ اسْتِكْبَارًا فِى الْاَرْضِ وَمَكْرَ السَّيِّئِ ۗ وَلَا يَحِيْقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ ۗ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِيْنَ ۚ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِيْلًا ﴿۴۳﴾ اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَكَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۗ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَيْءٍ فِى السَّمٰوٰتِ وَلَا فِى الْاَرْضِ ۗ اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا ﴿۴۴﴾ وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا ﴿۴۵﴾

ع ۵ ۸ ۱۷

اور ان کفار (قریش) نے بڑی زوردار قسم کھائی تھی کہ اگر ان کے پاس کوئی ڈرانے والا آئے تو وہ ہر ہر امت سے زیادہ ہدایت قبول کرنے والے ہوں پھر جب ان کے پاس ایک پیغمبر آ پہنچے تو بس ان کی نفرت ہی کو ترقی ہوئی دنیا میں اپنے کو بڑا سمجھنے کی وجہ سے اور ان کی بری تدبیروں کو اور بری تدبیروں کا وبال (حقیقی) ان تدبیر والوں والوں ہی پر پڑتا ہے سو کیا یہ اسی دستور کے منتظر ہیں جو اگلے (کافر) لوگوں کے ساتھ ہوتا رہا ہے۔ سو آپ اللہ کے (اس) دستور کو کبھی بدلتا ہوا نہ پائیں گے اور آپ اللہ کے دستور کو کچھ منتقل ہوتا ہوا نہ پائیں گے اور کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں جس میں دیکھتے بھالتے کہ جو (منکر) لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں ان کا انجام کیا ہوا حالانکہ وہ قوت میں ان سے بڑھے ہوئے تھے اور اللہ ایسا نہیں ہے کہ کوئی چیز (قوت والی) اس کو ہرا دے نہ آسمان میں اور نہ زمین میں (کیونکہ وہ علم والا اور) بڑی قدر والا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ (ان) لوگوں پر ان کے اعمال کے سبب (فوراً) دار و گیر فرمانے لگتا تو روئے زمین پر ایک متنفس کو نہ چھوڑتا لیکن اللہ تعالیٰ ان کو ایک میعاد معین (یعنی قیامت) تک مہلت دے رہا ہے۔ سو جب ان کی وہ میعاد آ پہنچے گی (اس وقت) اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو آپ دیکھ لے گا۔

تفسیر ربط: اوپر بضمن بیان توحید ورسالت وبعث کے کفار کی تکذیب کا متعدد جگہ بیان ہوا ہے۔ کقولہ تعالیٰ: وَاِنْ يُّكَذِّبُوْكَ ...... وکقولہ تعالیٰ: اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ وکقولہ تعالیٰ: وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ وکقولہ تعالیٰ: وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ وکقولہ تعالیٰ: فَمَنْ كَفَرَ ...... وکقولہ تعالیٰ: اِنْ يَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ ...... اس انکار وتکذیب پر تشنیع اور اس پر تفریع فرما کر سورت ختم کرتے ہیں۔

تشنیع وتفریع بر کفر: وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ (الی قولہ تعالی) فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِعِبَادِهٖ بَصِيْرًا ۞ اور ان کفار (قریش) نے (قبل بعث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) بڑی زوردار قسم کھائی تھی کہ اگر ان کے (یعنی ہمارے) پاس کوئی ڈرانے والا (یعنی پیغمبر) آوے تو وہ (یعنی ہم) ہر ہر امت سے زیادہ ہدایت قبول کرنے والے ہوں (یعنی یہود ونصاریٰ وغیرہم کی طرح ہم تکذیب نہ کریں۔ سو پہلے سے یہ قسمیں کھایا کرتے تھے) پھر جب ان کے پاس ایک پیغمبر (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) آ پہنچے تو بس ان کی نفرت ہی کو ترقی ہوئی۔ دنیا میں اپنے کو بڑا سمجھنے کی وجہ سے اور (صرف نفرت ہی پر اکتفا نہیں ہوا بلکہ ان کی بری تدبیروں کو (بھی ترقی ہوئی یعنی تکبر کی وجہ سے آپ کے اتباع سے عار تو ہوئی ہی تھی مگر یہ بھی نہ کیا کہ نہ اتباع ہوتا اور نہ درپے ایذاء ہوتے بلکہ آپ کی ایذاء رسانی کی فکر میں لگ گئے۔ چنانچہ ہر وقت ان کا اسی میں لگا رہنا معلوم ومشہور ہے) اور (یہ جو کچھ ہمارے رسول کے ضرر کے لئے بری بری تدبیریں کر رہے ہیں خود اپنا ہی ضرر کر رہے ہیں، کیونکہ) بری تدبیروں کا وبال (حقیقی) ان تدبیر والوں ہی پر پڑتا ہے (گو ظاہر میں کبھی اس شخص کو بھی کچھ ضرر پہنچ جاوے جس کو ضرر پہنچانا چاہا ہے، لیکن وہ ضرر دنیوی ہے بخلاف ظالم ضرر رساں کے کہ اس پر اخروی ضرور وبال پڑے گا اور دنیوی ضرر اخروی ضرر کے سامنے لاشئے ہے۔ پس اس ضرر حقیقی کے اعتبار سے حصر بالکل واقعی ہے) سو (یہ جو مضادۃ ومضارۃ پر مصر ہیں تو) کیا یہ (اپنے ساتھ بھی حق تعالیٰ کے) اسی دستور کے منتظر ہیں جو اگلے (کافر) لوگوں کے ساتھ ہوتا رہا ہے (یعنی سزا واہلاک) سو (واقعی ان کے لئے بھی یہی ہونا ہے کیونکہ) آپ خدا کے (اس) دستور کو کبھی بدلتا ہوا نہ پاویں گے (کہ ان پر بجائے عذاب کے عنایت ہونے لگے) اور (اسی طرح آپ خدا کے (اس) دستور کو کبھی منتقل ہوتا ہوا نہ پاویں گے (کہ ان کی جگہ دوسروں کو جو ایسے نہ ہوں عذاب ہونے لگے۔ مطلب یہ کہ حق تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ کافروں کو عذاب ہوگا خواہ دنیا میں بھی خواہ صرف آخرت میں اور حق تعالیٰ کا وعدہ ہمیشہ سچا ہوتا ہے، پس نہ یہ احتمال ہے کہ ان کو عذاب نہ ہو نہ یہ احتمال ہے کہ دوسروں کو ہونے لگے۔ مقصود اس تکریر سے تاکید ہے وقوع عذاب کی) اور (یہ جو سمجھتے ہیں کہ کفر موجب تعذیب نہیں ہے تو ان کی بڑی غلطی ہے) کیا یہ لوگ زمین میں (مثلاً سفر شام ویمن ومساکن ثمود ویمن ومساکن سبا وغیرہ میں) چلے پھرے نہیں جس میں دیکھتے بھالتے کہ جو (منکر) لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں ان کا (آخری) انجام (اسی تکذیب کے سبب) کیا ہوا (کہ معذب ہوئے) حالانکہ وہ قوت میں ان سے بڑھے ہوئے تھے اور (کسی میں خواہ کیسی ہی قوت ہو لیکن) خدا ایسا نہیں ہے کہ کوئی چیز (قوت والی) اس کو ہرا دے نہ آسمان میں اور نہ زمین میں (کیونکہ) وہ بڑے علم والا (اور) بڑی قدرت والا ہے (پس علم سے ہر اپنے ہر ارادہ کے نافذ کرنے کا طریقہ جانتا ہے اور قدرت سے اس کو نافذ کر سکتا ہے اور دوسرا کوئی ایسا ہے نہیں پھر اس کو کون چیز ہرا سکتی ہے) اور (اگر یہ اس دھوکہ میں ہوں کہ اگر ہم کو عذاب ہونا ہوتا تو ہو چکتا اور اس سے عدم قبح کفر ونفی عذاب پر استدلال کریں تو یہ بھی ان کی غلطی ہے، کیونکہ بمقتضائے حکمت ان کے لئے مواخذہ عاجلہ تجویز نہیں کیا گیا ورنہ) اگر اللہ تعالیٰ (ان) لوگوں پر ان کے اعمال (کفریہ) کے سبب (فوراً) دارو گیر فرمانے لگتا تو روئے زمین پر ایک متنفس کو نہ چھوڑتا (کیونکہ کفار تو کفر سے ہلاک ہو جاتے اور اہل ایمان بوجہ قلت کے دنیا میں نہ رکھے جاتے کیونکہ نظام عالم بمقتضائے حکمت مجموعہ کے ساتھ وابستہ ہے اور یہ ضرور نہیں کہ وہ اسی عذاب سے ہلاک ہوتے اور دوسری مخلوقات اس لئے کہ غایت ان کی تخلیق کی انتفاع بنی آدم ہے جب یہ نہ ہوتے وہ بھی نہ رہتے) لیکن اللہ تعالیٰ ان کو ایک میعاد معین (یعنی قیامت) تک مہلت دے رہا ہے، سو جب ان کی وہ میعاد آ پہنچے گی (اس وقت) اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو آپ دیکھ لے گا (یعنی ان میں جو کفار ہوں گے ان کو سزا دے لے گا)۔ ف: لَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ کی تفسیر مذکور پر اہل طبیعات کے انکار خوارق پر استدلال کی گنجائش نہ رہی اور سورۂ نحل کے رکوع ہشتم کے شروع میں بھی ...... کی تفسیر اس سے واضح ہوئی ہے، دیکھ لیا جاوے۔

وقد تم بحمد الله وعونه تفسير سورة فاطر يوم الخميس للسادس والعشرين من صفر ۱۳۲۵ من الهجرة وفي ذالك اليوم ابتدأ في تفسير سورة يٰس والله الموفق۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: فَلَمَّا جَآءَهُمْ ...... اس میں وہی مذکور ہے جو صوفیہ کہا کرتے ہیں اوراد واشغال سے فاسد الاستعداد کا مرض اور بڑھ جاتا ہے کہ وہ اپنے کو بزرگوں میں شمار کرنے لگتا ہے اور اس آیت میں: اِسْتِكْبَارًا فِي الْاَرْضِ اس طرف مشیر ہے۔ سورہ فاطر تمام ہوئی۔

الروایات: في الدر المنثور اخرج ابن ابي حاتم عن ابي هلال انه بلغه ان قريشا كانت تقول لو ان الله بعث منا نبيا ما كانت امة من الامم اطوع لخالقها ولا اسمع لنبيها ولا اشد تمسكا بكتابها منا فانزل الله لو ان عندنا ذكرا من الاولين ولو ان انزل علينا الكتب لكنا اهدى منهم واقسموا بالله جهد ايمانهم لئن جاء هم نذير ليكونن اهدى من احدى الامم وكانت اليهود تستفتح به على الانصار

فيقولون انا نجد نبيا يخرج اھ۔

اللغات:قوله يحيق فى القاموس حاق به احاط به كاحاق وفيه السيف حاك وبهم الامر لزمهم ووجب عليهم ونزل ۱۲۔

النحو:قوله مكر السئ عطف على نفور او اظهرته بترجمتى ۱۲۔ قوله فاذا جاء يقدر جزاء ه اى نجازى كلامنهم ۱۲۔

البلاغة:قوله لئن جاء هم حكاية على المعنى لانهم قالوا جاء نا وكذا ليكونن۔ قوله احدى بمعنى واحدة وانهما عامة وان كانت نكرة فى الاثبات لاقتضاء المقام العموم۔ قوله فهل ينظرون هو مجاز بجعل ما يستقبل بمنزلة ما ينتظر ويتوقع والافائ توقع كان لهم ۱۲۔ قوله فلن تجد الفاء لتعليل ما يفيده الحكم بانتظارهم العذاب من منجيئه ونفى وجدان التبديل والتحويل عبارة عن نفى وجودهما بالطريق البرهانى وتخصيص كل منهما بنفى مستقل لتاكيد انتفاء هما ۱۲۔

سُوْرَۃُ یٰسٓ

سُوْرَۃُ یٰسٓ ۳۶ مَکِّیَّۃٌ ۴۱ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ | اٰیَاتُهَا ۸۳ | رُکُوْعَاتُهَا ۵

سورۂ یٰسین مکہ میں نازل ہوئی — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اس میں ۸۳ آیات اور ۵ رکوع ہیں

یٰسٓ ۚ ﴿۱﴾ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِیْمِ ﴿۲﴾ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۳﴾ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۴﴾ تَنْزِیْلَ الْعَزِیْزِ الرَّحِیْمِ ﴿۵﴾ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّاۤ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ﴿۶﴾ لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰۤی اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۷﴾ اِنَّا جَعَلْنَا فِیْۤ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِیَ اِلَی الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ﴿۸﴾ وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَیْنٰهُمْ فَهُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ ﴿۹﴾ وَسَوَآءٌ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰﴾ اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِیَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَیْبِ ۚ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّاَجْرٍ كَرِیْمٍ ﴿۱۱﴾ اِنَّا نَحْنُ نُحْیِ الْمَوْتٰی وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ ۭ وَكُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰهُ فِیْۤ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ ﴿۱۲﴾ ع ۱۲ / ۱۸

یٰسین۔ قسم ہے قرآن باحکمت کی کہ بے شک آپ منجملہ پیغمبروں کے ہیں (اور) سیدھے رستے پر ہیں۔ یہ قرآن خدائے زبردست مہربان کی طرف سے نازل کیا گیا ہے کہ آپ (اولاً) ایسے لوگوں کو ڈرا دیں جن کے باپ دادے نہیں ڈرائے گئے سو اسی سے یہ بے خبر ہیں۔ ان میں سے اکثر لوگوں پر بات (تقدیری) ثابت ہو چکی ہے۔ سو یہ لوگ (ہرگز) ایمان نہ لائیں گے۔ ہم نے ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیئے ہیں پھر وہ ٹھوڑیوں تک (اڑ گئے) ہیں جس سے ان کے سر اوپر کو گئے اور ہم نے ایک آڑ ان کے سامنے کر دی اور ایک آڑ ان کے پیچھے کر دی۔ جس سے ہم نے (ہر طرف سے) ان کو (پردوں سے) گھیر دیا سو وہ نہیں دیکھتے اور ان کے حق میں آپ کا ڈرانا یا نہ ڈرانا دونوں برابر ہیں یہ ایمان نہ لائیں گے۔ پس آپ تو صرف ایسے شخص کو ڈرا سکتے ہیں جو نصیحت پر چلے اور اللہ سے بے دیکھے ڈرے سو آپ اس کی مغفرت اور عمدہ عوض کی خوش خبری سنا دیجئے بے شک ہم مردوں کو زندہ کریں گے اور ہم لکھتے جاتے ہیں وہ اعمال بھی جن کو لوگ آگے بھیجتے جاتے ہیں اور ان کے وہ اعمال بھی جن کو پیچھے چھوڑ جاتے ہیں اور ہم نے ہر چیز کو ایک واضح کتاب میں ضبط کر دیا تھا۔ ۞

تفسیر: سُوْرَۃُ یٰسٓ مکیة وهی ثلث و ثمانون کذا فی البیضاوی۔

ربط: خلاصہ اس سورت کا تین مضمون ہیں۔ ایک اثبات رسالت جس سے سورت شروع ہوئی ہے اور خاتمہ سورت سابقہ میں اسی رسالت سے کفار کا انکار و استکبار مذکور تھا جس سے اس کے خاتمہ اور اس کے فاتحہ میں بھی ارتباط ظاہر ہو گیا اور آیت :اِنَّا جَعَلْنَا ...... میں اسی کے تعلق سے تسلیہ ارشاد ہے اور اسی مسئلہ کی تائید کے لئے دوسرے رکوع میں اصحاب القریہ کا قصہ مذکور فرمایا اور مَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ ...... میں پھر اسی کا ذکر ہے۔ دوسرا اثبات حشر اول اِنَّا نَحْنُ نُحْیِ ...... میں اجمالاً مذکور ہوا اور پھر رکوع سوم کے اخیر وَیَقُوْلُوْنَ سے رکوع چہارم کے قریب ختم تک یہی چلا گیا ہے اور پھر سورت کے ختم پر اسی کی طرف عود ہوا ہے۔ تیسرا اثبات توحید جو تیسرے رکوع کے شروع سے اس کے قریب ختم تک ہے اور آیت آیت کر کے اس کے دلائل ارشاد فرمائے ہیں اور اس کے ساتھ آیت :وَاِذَا قِیْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا ......اور آیت : وَاِذَا قِیْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا...... میں کفار کا دلائل توحید سے متاثر نہ ہونا نہ ترہیباً نہ ترغیباً مذکور ہے اور پھر پانچویں رکوع کی آیت :

اَوَلَمْ يَرَوْا ...... میں اسی کی طرف رجوع ہے اور درمیان کی بعض آیات میں کفار کو ان کے کفر پر عذاب کی تہدید فرمائی گئی ہے کقولہ تعالیٰ اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا وکقولہ تعالیٰ: وَلَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا ......۔

اثبات رسالت مع تسلیہ بتفاوت استعداد اعمال و ترتب جزا بر و درحشر: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ يٰسٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ۙ (الی قولہ تعالی) وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ ۧ (یٰس کی اس سے مراد اللہ ہی کو معلوم ہے) قسم ہے قرآن باحکمت کی کہ بے شک آپ منجملہ پیغمبروں کے ہیں (اور سیدھے رستہ پر ہیں (کہ اس میں جو آپ کی پیروی کرے خدا تک پہنچ جاوے نہ سیدھے کفار کہتے ہیں: لَسْتَ مُرْسَلًا [الرعد: ٤٣] اور کہتے تھے: بَلِ افْتَرٰهُ [الأنبیاء: ٦] جس کے لئے ضلال لازم ہے اور تعمیم ہدایت کے ساتھ آپ کے اثبات رسالت کے لئے بھی جس کا اوپر دعویٰ ہوا ہے) یہ قرآن خدائے زبردست مہربان کی طرف سے نازل کیا گیا ہے (اور آپ پیغمبر اس لئے بنائے گئے ہیں) تا کہ آپ (اولاً) ایسے لوگوں کو (عذاب خداوندی سے) ڈراویں جن کے باپ دادے (قریب کے کسی رسول کے ذریعہ سے) نہیں ڈرائے گئے تھے سو اسی سے یہ بے خبر ہیں (کیونکہ گو عرب میں بعض مضامین شرائع رسل سابقہ کے بھی منقول تھے کما قال تعالیٰ: اَمْ جَآءَهُمْ مَّا لَمْ يَاْتِ اٰبَآءَهُمُ الْاَوَّلِيْنَ [المؤمنون: ٦٨] مگر پھر بھی نبی کے آنے سے جس قدر تنبہ ہوتا ہے محض اس کے بعض احکام واخبار کے منقول ہونے جبکہ وہ ناتمام اور متغیر بھی ہو گئے ہوں ویسا تنبہ نہیں ہوتا اور اولاً ڈرانا آپ کا قریش کو تھا اور پھر عام لوگوں کو بھی آپ نے دعوت فرمائی کیونکہ بعثت آپ کی عام ہے اور باوجود آپ کے صحت رسالت وصدق قرآن کے یہ لوگ جو نہیں مانتے آپ اس کا غم نہ کیجئے کیونکہ) ان میں اکثر لوگوں پر (تقدیری) بات ثابت ہو چکی ہے (وہ بات یہ ہے: لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ [ھود: ١١٩]) سو یہ لوگ (ہرگز) ایمان نہ لاویں گے (البتہ بعض کی قسمت میں ایمان بھی تھا وہ ایمان لے بھی آئے اور ان کی مثال بعد عن الایمان میں ایسی ہوگئی کہ گویا) ہم نے ان کی گردنوں میں (بھاری بھاری) طوق ڈال دیئے ہیں پھر وہ ٹھوڑیوں تک (اڑ گئے) ہیں جس سے ان کے سر اوپر کو ابل گئے (یعنی اٹھے رہ گئے نیچے کو نہیں ہو سکتے خواہ اس وجہ سے کہ طوق میں جو موقع تحت ذقن رہنے کا ہے وہاں کوئی میخ وغیرہ ایسی ہو جو ذقن میں جا کر اڑ جاوے اور یا طوق چوڑا چکلا ایسا ہو کہ اس کی گنگر ذقن میں اڑ جاوے بہر حال دونوں طور پر وہ راہ دیکھنے سے محروم رہے) اور (نیز ان کی مثال بعد عن الایمان میں ایسی ہوگئی کہ گویا) ہم نے ایک آڑ ان کے سامنے اور ایک آڑ ان کے پیچھے کر دی جس سے ہم نے (ہر طرف سے) ان کو (پردوں میں) گھیر دیا سو وہ (اس احاطہ حجابات کی وجہ سے کسی چیز کو) نہیں دیکھ سکتے اور (دونوں تمثیلوں سے حاصل یہ ہے کہ) ان کے حق میں آپ کا ڈرانا یا نہ ڈرانا دونوں برابر ہیں یہ (کسی حالت میں بھی) ایمان نہیں لاویں گے (پس پاس سے راحت حاصل کر لیجئے) بس آپ تو (ایسا ڈرانا جس پر نفع مرتب ہو) صرف ایسے شخص کو ڈرا سکتے ہیں جو نصیحت پر چلے اور خدا سے بے دیکھے ڈرے (کہ ڈر ہی سے طلب حق ہوتی ہے اور طلب سے وصول اور یہ ڈرتے ہی نہیں) سو (جو ایسا شخص ہو) آپ اس کو (گناہوں کی) مغفرت اور (طاعت پر) عمدہ عوض کی خوشخبری سنا دیجئے (اور اسی سے اس پر بھی دلالت ہوگئی کہ جو ضلالت اور اعراض کا مرتکب ہو وہ مغفرت اور اجر سے محروم اور مستحق عذاب ہے اور گو دنیا میں اس جزا وسزا کا ظہور لازم نہیں لیکن) بے شک ہم (ایک روز) مردوں کو زندہ کریں گے (اس وقت اس سب کا ظہور ہو جاوے گا) اور (جن اعمال پر جزا وسزا ہوگی) ہم (ان اعمال کو برابر لکھتے جاتے ہیں وہ اعمال بھی جن کو لوگ آگے بھیجتے جاتے ہیں اور ان کے وہ اعمال بھی جن کو پیچھے چھوڑ جاتے ہیں (مَا قَدَّمُوْا [یونس: ١٢] سے مراد جو کام اپنے ہاتھوں سے کیا اور اٰثَارَهُمْ سے مراد وہ اثر جو اس کام کے سبب پیدا ہوا اور بعد مرگ بھی باقی رہا مثلاً کسی نے کوئی نیک کام کیا اور وہ سبب ہو گیا دوسروں کی بھی ہدایت کا یا کسی نے کوئی برا کام کیا اور وہ سبب ہو گیا دوسروں کی بھی ضلالت کا غرض یہ سب لکھے جا رہے ہیں اور وہاں ان سب پر جزا وسزا مرتب ہو جاوے گی) اور (ہمارا علم تو ایسا وسیع ہے کہ ہم اس کتابت کے بھی محتاج نہیں جو بعد الوقوع ہوئی ہے کیونکہ) ہم نے (تو) ہر چیز کو (جو کچھ قیامت تک ہوگا وقوع سے پہلے ہی) ایک واضح کتاب (یعنی لوح محفوظ) میں ضبط کر دیا تھا (محض بعض حکمتوں سے کتابت ہوتی ہے پس جب قبل وقوع ہم کو سب چیزوں کا علم ہے تو بعد وقوع تو کیوں نہ ہوتا پس کسی عمل سے مکرنے کی یا پوشیدہ رکھنے کی گنجائش نہیں ضرور سزا ہوگی اور لوح محفوظ کو واضح باعتبار تفصیل اشیاء کے کہا گیا) **ف**: قرآن کی قسم اگر باعتبار کلام نفسی کے ہے تب تو غیر مخلوق کی قسم ہے اور اگر کلام لفظی کے ہے تو توجیہ قسم بالمخلوق کی سورۂ حجر کے رکوع پنجم ...... کے ذیل میں گزر چکی ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: (سُوْرَةُ يٰسٓ) قولہ: اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ ...... اس میں دلالت ہے کہ تربیت پر جو فائدہ مرتب ہوتا ہے وہ طالب کی استعداد کا ظہور نہ کہ مربی ظاہری کی عطاء اور مسئلہ مشہور ہے۔

ملحقات الترجمۃ: **قوله فى كل شيء: قیامت تک دليله ما مر فى حاشية قوله تعالىٰ ما فرطنا فى الكتب من سورة الانعام ١٢۔**

النحو: **قوله على صراط خبر بعد خبر قوله تنزيل مفعول مطلق لمقد اى نزن تنزيل بمعنى نزل العزيز الرحيم تنزيلا قوله لتنذر متعلق بقوله لمن المرسلين ١٢۔**

فائدۃ: ما فسرت به قوله آثارهم لا يعارض ما في سنن الترمذي من نزولها في بني سلمة المتبادر منه تفسير الآثار بآثار الاقدام لان الحديث يحتمل جريه على ظن الراوي نزولها في الواقعة المذكورة واستبعده ابن كثير لكون السورة كلها مكية ويمكن ان يكون تلاوته عليه السلام لها عليهم استدلالا بدلالة النص بان الآثار بعد الموت لما كانت مكتوبة فكيف بالاعمال المكتسبة بالاختيار او هو استشهاد بنظير على نظير آخر ويتايد ما اخترته ما في الدر المنثور عن ابن ابي حاتم عن جرير بن عبد الله البجلي قال قال رسول الله ﷺ من سنة سنه حسنة الخ ومن سن سنة سيئة الخ ثم تلاهذه الآية ونكتب ما قدموا وآثارهم ۱۳۵۱۔

البلاغۃ: قوله تنزيل العزيز الرحيم اشار بهما الى صفات القهر للكافرين واللطف للمؤمنين فتضمن الوعيد والوعد قوله انا جعلنا الكلام على التمثيل قوله وجعلنا تمثيل آخر كما في الجلالين ولعل الاول لمن بعد جدا والثاني لمن دونه ولم يورد كلمة او قصداً الى تمثيل المجموع بالمجموع لاتشبيه البعض بالبعض صريحا كما في البقرة وان كان المراد هو ذلك وقوله من بين ايديهم ومن خلفهم يراد بهما الجوانب كلها وقوله فاغشيناهم معناه على حذف المضاف اى اغشينا ابصارهم كما قال تعالى وعلى ابصارهم غشاوة۔

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ ۘ اِذْ جَآءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۳﴾ اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ ﴿۱۴﴾ قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ ۙ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ ﴿۱۵﴾ قَالُوْا رَبُّنَا يَعْلَمُ اِنَّآ اِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۷﴾ قَالُوْٓا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۸﴾ قَالُوْا طَآئِرُكُمْ مَّعَكُمْ ۭ اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ ۭ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَجَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى قَالَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۰﴾ اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا يَسْـَٔلُكُمْ اَجْرًا وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَمَا لِيَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِيْ فَطَرَنِيْ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۲﴾ ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً اِنْ يُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا وَّلَا يُنْقِذُوْنِ ﴿۲۳﴾ اِنِّيْٓ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۴﴾ اِنِّيْٓ اٰمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُوْنِ ﴿۲۵﴾ قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ۭ قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ بِمَا غَفَرَ لِيْ رَبِّيْ وَجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ ﴿۲۷﴾ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى قَوْمِهٖ مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَمَا كُنَّا مُنْزِلِيْنَ ﴿۲۸﴾ اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ خٰمِدُوْنَ ﴿۲۹﴾ يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۳۰﴾ اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَاِنْ كُلٌّ لَّمَّا جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ﴿۳۲﴾

وقف لازم — الجزء ۲۳ — لا غفران ـ وقف غفران

اور آپ ان کے سامنے ایک قصہ یعنی ایک بستی والوں کا قصہ اس وقت کا بیان کیجئے جب کہ اس بستی میں کئی رسول آئے یعنی جب کہ ہم نے ان کے پاس (اول) دو کو بھیجا سو ان لوگوں نے (اول) دونوں کو جھوٹا بتلایا پھر تیسرے (رسول) سے تائید کی سو ان تینوں نے کہا کہ ہم تمہارے پاس بھیجے گئے ہیں۔ ان لوگوں نے کہا کہ تم ہماری طرح (محض) معمولی آدمی ہو اور اللہ رحمٰن نے تو کوئی چیز نازل (ہی) نہیں کی تم صرف جھوٹ بولتے ہو۔ ان رسولوں نے کہا: ہمارا پروردگار جانتا ہے کہ بے شک ہم تمہارے پاس بھیجے گئے ہیں اور ہمارے ذمے تو صرف واضح طور پر حکم کا پہنچا دینا تھا۔ وہ کہنے لگے کہ ہم تو تم کو منحوس سمجھتے ہیں اگر تم باز نہ آئے تو ہم پتھروں سے تمہارا کام تمام کر دیں گے اور تم کو ہماری طرف سے سخت تکلیف پہنچے گی ان رسولوں نے کہا کہ تمہاری نحوست تو تمہارے ساتھ ہی لگی ہوئی ہے کیا اس کو نحوست سمجھتے ہو کہ تم کو نصیحت

کی جائے بلکہ تم (خود) حد (عقل وشرع) سے نکل جانے والے لوگ ہو۔ اور ایک شخص (مسلمان) اس شہر کے کسی دور مقام سے دوڑتا ہوا آیا (اور) کہنے لگا کہ اے میری قوم! ان رسولوں کی راہ پر چلو (ضرور) ایسے لوگوں کی راہ پر چلو جو تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتے اور وہ خود راہ راست پر بھی ہیں۔ اور میرے پاس کون سا عذر ہے کہ میں اس (معبود) کی عبادت نہ کروں جس نے مجھ کو پیدا کیا اور تم سب کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔ کیا میں اللہ کو چھوڑ کر اور ایسے ایسے معبود قرار دے لوں کہ اگر اللہ نے رحمٰن مجھ کو کوئی تکلیف پہنچانا چاہے تو نہ ان معبودوں کی سفارش میرے کام آئے اور نہ وہ مجھ کو چھڑا سکیں۔ اگر میں ایسا کروں تو صریح گمراہی میں جا پڑا میں تمہارے پروردگار پر ایمان لا چکا۔ سو تم بھی میری بات مان لو سو تم (بھی) میری بات سن لو ارشاد ہوتا کہ جا جنت میں داخل ہو۔ کہنے لگا کہ کاش میری قوم کو یہ بات معلوم ہو جاتی کہ میرے پروردگار نے مجھ کو بخش دیا اور مجھ کو عزت داروں میں شامل کر دیا اور ہم نے اس (شہید) کی قوم پر اس کے بعد کوئی لشکر (فرشتوں کا) آسمان سے نہیں اتارا اور نہ ہم کو اتارنے کی ضرورت تھی وہ سزا بس ایک آواز سخت تھی اور وہ سب اسی دم (اس سے) بجھ کر (یعنی مر کر) رہ گئے۔ افسوس (ایسے بندوں) کے حال پر کبھی ان کے پاس کوئی رسول نہیں آیا۔ جس کی انہوں نے ہنسی نہ اڑائی ہو کیا ان لوگوں نے اس پر نظر نہیں کی کہ ہم نے ان سے پہلے بہت سی امتیں غارت کر چکے ہیں کہ وہ (پھر) ان کی طرف (دنیا میں) لوٹ کر نہیں آتے اور ان میں کوئی ایسا نہیں جو مجموعی طور پر ہمارے روبرو حاضر نہ کیا جائے۔

تفسیر ربط: اوپر مسئلہ رسالت مع تسلیہ مذکور تھا آگے رسالت کی تائید اور مکذبین کی تہدید کے لئے ایک قصہ مذکور ہے جو مکذبین رسالت کی تشنیع وتفریع پر ختم کیا گیا ہے۔ جس سے مضمون ترتب سزا کی بھی تائید ہوگئی جو اوپر مذکور تھا اور اس قصہ میں اصحاب القریہ کے بت پرست ہونے سے اور ان پر عذاب نازل ہونے سے وجوب توحید بھی مستفاد ہوتا ہے جو کہ مقاصد سورت میں سے ہے۔

قصہ اصحاب القریہ وخامت مکذبین رسالت: وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ (الی قولہ تعالی) وَاِنْ كُلٌّ لَّمَّا جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ اور آپ ان (کفار) کے سامنے (اس غرض سے کہ رسالت کی تائید اور ان کو انکار توحید ورسالت پر تہدید ہو) ایک قصہ یعنی ایک بستی والوں کا قصہ اس وقت کا بیان کیجئے جبکہ اس بستی میں کئی رسول آئے یعنی جبکہ ہم نے ان کے پاس (اول) دو کو بھیجا سو ان لوگوں نے اول دونوں کو جھوٹا بتلایا پھر تیسرے (رسول) سے (ان دونوں کی) تائید کی (یعنی تائید کے لئے پھر تیسرے کو وہاں جانے کا حکم دیا) سو ان تینوں نے (ان بستی والوں سے) کہا کہ ہم تمہارے پاس (خدا کی طرف سے) بھیجے گئے ہیں (تاکہ تم کو ہدایت کریں کہ توحید اختیار کرو اور بت پرستی چھوڑو کیونکہ وہ لوگ بت پرست تھے **کما یدل علیہ قولہ تعالیٰ**: وَمَا لِيَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِيْ فَطَرَنِيْ (الی قولہ تعالی) ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ان لوگوں نے (یعنی بستی والوں نے) کہا کہ تم تو ہماری طرح (محض) معمولی آدمی ہو (تم کو رسول ہونے کا امتیاز حاصل نہیں) اور (تمہاری کیا تخصیص ہے۔

مسئلہ: رسالت ہی خود بے اصل ہے اور) خدائے رحمٰن نے (تو) کوئی چیز (کتاب واحکام کے قبیل سے کبھی) نازل (ہی) نہیں کی تم نرا جھوٹ بولتے ہو ان رسولوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار علیم ہے کہ بے شک ہم تمہارے پاس (بطور رسول کے) بھیجے گئے ہیں اور (اس قسم سے یہ مقصود نہیں کہ اسی سے اثبات رسالت کرتے ہیں بلکہ بعد اقامت دلائل بھی جب انہوں نے نہ مانا تب آخری جواب کے طور پر مجبور ہو کر قسم کھائی جیسا آگے خود ان کے ارشاد سے معلوم ہوتا ہے کہ) ہمارے ذمہ تو صرف واضح طور پر (حکم کا) پہنچا دینا تھا (چونکہ وضوح موقوف ہے اثبات بالدلیل پر اس سے معلوم ہوا کہ اول دلائل قائم کر چکے تھے آخر میں یہ فرمایا غرض یہ کہ ہم اپنا کام کر چکے تم نہ مانو تو ہم مجبور ہیں) وہ کہنے لگے کہ ہم تو تم کو منحوس سمجھتے ہیں (یہ یا تو اس لئے کہ ان پر قحط پڑا تھا کما فی المعالم اور یا اس لئے کہا کہ جب کوئی نئی بات سنی جاتی ہے گو لوگ اس کو قبول نہ کریں مگر اس کا چرچا ضرور ہوتا ہے اور اکثر عام لوگوں میں اس کی وجہ سے گفتگو اور اس گفتگو میں اختلاف اور کبھی نزاع و نااتفاقی کی نوبت پہنچ جاتی ہے پس مطلب یہ ہوگا کہ تمام لوگوں میں ایک فتنہ ڈال دیا جس سے مضرتیں پہنچ رہی ہیں یہ نحوست ہے اور اس نحوست کے سبب تم ہو) اگر تم (اس دعوے اور دعوے سے) باز نہ آئے تو (یاد رکھو) ہم پتھروں سے تمہارا کام تمام کر دیں گے اور (سنگساری سے پہلے بھی تم کو ہماری طرف سے سخت تکلیف پہنچے گی (یعنی اور طرح طرح سے ستاویں گے نہیں مانو گے تو اخیر میں سنگسار کر دیں گے) ان رسولوں نے کہا کہ تمہاری نحوست تو تمہارے ساتھ لگی ہوئی ہے (یعنی جس کو تم مضرت کہتے ہو اس کا سبب تو حق کا قبول نہ کرنا ہے اگر حق قبول کرنے پر متفق ہو جاتے تو نہ افتنان وافتراق ہوتا نہ عقوبت قحط میں مبتلا ہوتے رہا پہلا اتفاق تو ایسا اتفاق جو باطل پر ہو خود مطلوب نہیں بلکہ واجب الازالہ ہے اسی طرح قحط نہ ہونا وہ استدراک تھا یا بوجہ عدم بلوغ حق کے تھا اور استدراج یا عدم بلوغ حق خود تمہاری سعادت کے خلاف تھا پس تم پر جو تکمیل سعادت کے مخالف ہونے کے حوادث کا ہجوم ہوا اس کا سبب وہی مخالفت ہے جو تمہارا فعل ہے پس ہر حال میں اس نحوست کا موجب تمہارا فعل ہوا) کیا اس کو نحوست سمجھتے ہو کہ تم کو نصیحت کی جاوے (جو اساس سعادت ہے تو توقع میں یہ نحوست نہیں) بلکہ تم (خود) حد (عقل وشرع) سے نکل جانے والے لوگ ہو (پس مخالفت شرع سے تم پر یہ نحوست آئی اور مخالفت عقل سے تم نے اس کا سبب غلط سمجھا) اور گفتگو کی خبر جو شائع ہوئی ہو) تو ایک شخص (جو مسلمان تھا) اس شہر کے کسی دور مقام سے (جو یہاں دور تھا یہ خبر سن کر اپنی قوم کی خیر خواہی کی غرض سے یا اس

اندیشہ سے کہ کہیں یہ لوگ ان رسولوں کو قتل نہ کر دیں جیسا : لَنَرْجُمَنَّكُمْ سے دھمکایا تھا ان کی طرف داری کی غرض سے یا دونوں غرض سے) دوڑتا ہوا (یہاں) آیا (اور ان لوگوں سے) کہنے لگا کہ اے میری قوم ان رسولوں کی راہ پر چلو (ضرور) ایسے لوگوں کی راہ پر چلو جو تم سے کوئی معاوضہ نہیں مانگتے اور وہ خود راہ راست پر بھی ہیں (یعنی خود غرضی جو مانع اتباع ہے وہ مرتفع اور اہتداء جو مقتضی اتباع ہے وہ موجود پھر اتباع کیوں نہ کیا جاوے) اور میرے پاس کونسا عذر ہے کہ میں اس (معبود) کی عبادت نہ کروں جس نے مجھ کو پیدا کیا (جو کہ منجملہ دلائل استحقاق عبادت کے ہے) اور (اپنے اوپر رکھ کر اس لئے کہا کہ مخاطب کو اشتعال نہ ہو جو کہ مانع تدبر ہو جاتا ہے اور اصل مطلب یہی ہے کہ تم کو کونسا عذر ہے جیسا آگے اس کہنے سے معلوم ہوتا ہے کہ) تم سب کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے (پس ایسی حالت میں اتباع حق نہایت ضرور ہے یہاں تک تو معبود حق کے استحقاق عبادت کا بیان کیا آگے معبودات باطلہ کے عدم استحقاق عبادت کا مضمون ہے یعنی) کیا میں خدا کو چھوڑ کر اور ایسے ایسے معبود قرار دے لوں (جن کی کیفیت عجز کی یہ ہے کہ) اگر خدائے رحمٰن مجھ کو کچھ تکلیف پہنچانا چاہے تو نہ ان معبودوں کی سفارش میرے کچھ کام آوے اور نہ وہ مجھ کو (خود اپنی قدرت سے اس تکلیف سے) چھڑا سکیں (یعنی نہ وہ قادر نہ واسطہ الی القادر کیونکہ اول تو جمادات میں شفاعت کی اہلیت ہی نہیں دوسرے شفاعت بلا اذن متحقق نہیں اور) اگر میں ایسا کروں تو صریح گمراہی میں جا پڑا (یہ بھی اپنے اوپر رکھ کر ان لوگوں کو سنانا ہے) میں تو تمہارے پروردگار پر ایمان لا چکا سو تم (بھی) میری بات سن لو (اور ایمان لے آؤ مگر ان لوگوں پر کچھ اثر نہ ہوا بلکہ اس کو پتھروں سے یا آگ میں ڈال کر یا گلا گھونٹ کر کما فی الدر المنثور شہید کر ڈالا بجز شہادت اس کو خدا کی طرف سے) ارشاد ہوا کہ جا جنت میں داخل ہو (اس وقت بھی اس کو اپنی قوم کی فکر ہوئی) کہنے لگا کہ کاش میری قوم کو یہ بات معلوم ہو جاتی کہ میرے پروردگار نے (ایمان و اتباع رسل کی برکت سے) مجھ کو بخش دیا اور مجھ کو عزت داروں میں شامل کر دیا (تو اس حال کو معلوم کر کے وہ بھی ایمان لے آتے اور اسی طرح وہ بھی مغفور اور مکرم ہوتے) اور (جب ان بستی والوں نے رسل اور متبع رسل کے ساتھ یہ معاملہ کیا تو ہم نے ان سے انتقام لیا اور انتقام لینے کے لئے) ہم نے اس (شخص شہید) کی قوم پر اس (کی شہادت) کے بعد کوئی لشکر (فرشتوں کا) آسمان سے نہیں اتارا اور نہ ہم کو اتارنے کی ضرورت تھی (کیونکہ ان کا ہلاک کرنا موقوف نہ تھا جمعیت کثیرہ پر کذا فسرہ ابن مسعود فیما نقل ابن کثیر عن ابن اسحق حیث قال ما کاثرنا ھم بالجموع الامر کان ایسر علینا من ذلك بلکہ) وہ سزا بس ایک آواز سخت تھی (جو جبرئیل علیہ السلام نے کر دی کذا فی المعالم یا اور کسی فرشتہ نے کر دی ہو یا صیحہ سے مطلق عقوبت مراد ہو جس کی تعیین نہیں کی گئی کما مر فی تفسیر فَأَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ [المؤمن : ۴۱]) اور وہ سب اسی دم (اس سے) بجھ کر (یعنی مر کر) رہ گئے (آگے بطور تذئیل قصہ کے مکذبین کی مذمت فرماتے ہیں کہ) افسوس (ایسے[۳]) بندوں کے حال پر کبھی ان کے پاس کوئی رسول نہیں آیا جس کی انہوں نے ہنسی نہ اڑائی ہو کیا ان لوگوں نے اس پر نظر نہیں کی کہ ہم ان سے پہلے بہت سی امتیں (اسی تکذیب و استہزاء کے سبب) غارت کر چکے کہ وہ (پھر) ان کی طرف (دنیا میں) لوٹ کر نہیں آتے (اگر اس میں غور کرتے تو تکذیب و استہزاء سے بچتے اور یہ سزا تو مکذبین کو دنیا میں دی گئی) اور (پھر آخرت میں) ان سب میں کوئی ایسا ہی نہیں جو مجتمع طور پر ہمارے روبرو حاضر نہ کیا جاوے (پس وہاں پھر سزا ہوگی اور وہ سزا غیر منقطع ہوگی) **ف** : اکثر مفسرین نے اس قریہ بمعنی مدینہ کو انطاکیہ کہا ہے اور ابن کثیر نے اس پر چند اعتراض کئے ہیں اور صاحب فتح المنان نے ان اعتراضات کو جواب بھی دیئے ہیں باقی اعتراض اور جواب کے ضعف و قوت کے تفاوت میں مذاق مختلف ہیں لیکن تفسیر آیات اس تعیین پر موقوف نہیں لہٰذا ابہام ہی اسلم ہے اور بنائے براختلاف قصہ مرسلون میں دو احتمال ہیں کہ وہ مرسل من اللہ بلا واسطہ تھا جس کو پیغمبر کہتے ہیں یا مرسل من اللہ بواسطہ کسی پیغمبر کے تھے جس کو نائب پیغمبر کہنا چاہئے اور اس صورت میں أَرْسَلْنَا فرمانا بواسطہ ہوگا ترجمہ میں لفظ رسول احقر نے عام معنی میں استعمال کیا ہے اور اگر وہ خود پیغمبر تھے تب تو اہل قریہ کا قول : مَا أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ظاہر التوجیہ ہے کہ بشریت اور نبوت میں تنافی کے قائل تھے اور اگر نائب پیغمبر تھے تو احقر کے نزدیک محط فائدہ مِّثْلُنَا ہوگا یعنی ہم سے تم کو کسی بات میں امتیاز نہیں پس اس سے تو نفی ہوگی نیابت پیغمبری کی اور مَا أَنْزَلَ الرَّحْمَٰنُ سے نفی ہوگئی مطلق مسئلہ پیغمبری کی اور اگر یہ حضرات پیغمبر تھے تب تو اس قصہ سے تائید مسئلہ رسالت کی ظاہر ہے اور اگر نائب پیغمبر تھے تو نیابت پیغمبر موقوف ہے تحقیق پیغمبری پر پس بواسطہ تائید ہو جاوے گی اور ترتب سزا کی تائید ہلاک قوم سے ظاہر ہے اور تذئیل سے اس کی تصریح بھی ہوگئی ہے اور بلاغ مبین کی تفسیر میں جو لفظ دلیل آیا ہے اگر وہ حضرات پیغمبر تھے تو معجزات اس کا مصداق ہے اور اگر وہ نائب پیغمبر تھے تو اثبات خوارق کی ضرورت نہیں کیونکہ غیر نبی میں اس کی حاجت نہیں بلکہ دلائل علمیہ مراد ہوں گے جن سے اپنے غیب کی پیغمبری اور ان احکام کا منسوب ہونا ان منیب تک ثابت ہو پھر منیب کی پیغمبری کے لئے ان منیب کے خوارق کا بھی اثبات کرنا ہوگا اور قِيلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ میں اگر دخول فی الفور مراد ہو تو جنت سے مراد کوئی مقام ملابس جنت ہوگا کیونکہ بعد دخول جنت کے پھر خروج ہوتا نہیں اور حشر ونشر یقیناً خارج جنت ہے اور اگر مقصود اس سے محض بشارت سنانا ہے کہ تو وقت موعود پر مستحق ہے دخول جنت کا تو خود جنت بھی مراد لینا صحیح ہے اور وَمَا كُنَّا مُنْزِلِينَ پر نزول ملائکہ یوم بدر لقتال الکفار سے شبہ نہ کیا جاوے کیونکہ اس سے مقصود نفی احتیاج کی ہے نہ یہ کہ دوسری حکمتوں سے بھی نزول نہ ہوگا پس ممکن ہے کہ قصہ ہذا

میں کوئی حکمت مقتضی نزول ملائکہ نہ ہوا اور بدر میں ہو جس کی طرف اجمالاً اس ارشاد میں اشارہ بھی ہے: وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ [آل عمران: ۱۲۶] اور اَلَمْ يَرَوْا کی ضمیر اگر صرف اہل مکہ کی طرف راجع نہ ہو چنانچہ تفسیر میں اسی کو اختیار کیا گیا ہے تو یہ حکم باعتبار اکثر کے ہوگا کیونکہ اول مہلکین یعنی دنیا میں جو قرن سب سے اول ہلاک ہوا اس پر یہ حکم نہیں ہوسکتا: اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اور قرآن میں یہ مذکور نہیں کہ پھران رسل ثلاثہ کا کیا قصہ ہوا واللہ اعلم۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ : اِذْ اَرْسَلْنَا اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فرستادہ تھے کذا فی الروح پس یہ اصل ہے بعض مشائخ کے اس طریقہ کی کہ اپنے خلفاء کو ارشاد خلق کے لئے مختلف بلاد میں بھیج دیتے ہیں۔ قولہ تعالیٰ: قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ''منشا اس قول کا یہ تھا کہ منتہی احوال ظاہرہ میں مبتدی کے مشابہ ہوتا ہے۔ قولہ تعالیٰ: قَالُوْٓا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ '' روح میں ہے کہ جب انہوں نے رسل کی تکذیب کی تو ان پر قحط یا مرض جذام مسلط ہوا اھ اور مقبولین کے انکار کرنے کے وقت اللہ تعالیٰ کی یہی عادت جاری ہے۔ قولہ تعالیٰ: قَالُوْا طٰٓئِرُكُمْ روح میں ہے یہ اشارہ ہے ان کی استعداد فاسد کی طرف اھ قولہ تعالیٰ: وَمَا لِيَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِيْ فَطَرَنِيْ اپنے اوپر رکھ کر کہنا ارشاد میں تلطف ہے اور مصلحین کا یہ طرز ہے۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ قوله في التمهيد: تائید اور تہدید یدل على ارادة هذا المعنى قوله تعالىٰ واضرب لهم الدال على كون المقصود اسماعهم ۱۲۔ ۲؎ قوله في تطيرنا: بات و القرينة على كون مناط التطيير بهم مقاتلهم قوله تعالىٰ لئن لم تنتهوا ۱۲۔ ۳؎ قوله في العباد: ایسے اشارة الى ان المراد العباد المكذبون بقرينة السياق ۱۲۔

اللغات: قوله عززنا قوينا وشددنا ۱۲ قوله اقصى بمعنى ابعد قوله بما غفر الباء صلة للعلم كما في قوله بكل شئ عليم۔ قوله جميع بمعنى مجموع وليس هو للتاكيد۔

النحو: قوله اصحب القرية بدل بتقدير المضاف اى مثل اصحاب القرية وفى هذا البدل من التفسير بعد الابهام ما لا يخفى قوله اذ جاء ها ظرف لمقدر اى القصة الواقعة وقت المجئ قوله اذ ارسلنا بدل من اذ قبله ۱۲ قوله ائن ذكرتم جوابه مقدر وهو تطيرتم قوله ان كانت اى الاخذة والعقوبة ۱۲۔ قوله انهم بدل من كم اهلكنا على المعنى بدل اشتمال قوله ان كل لما ان نافية ولما بمعنى الا وفى الروح ومجيها بهذا المعنى ثابت فى السان العربنقل الثقات فلا يلتفت الى زعم الكسائى انه لا يعرف ذلك اه وفى قرأة لما بالتخفيف على ان ان مخففة من المثقلة واللام فارقة وما مزيدة للتاكيد والمعنى ان الشان كلهم مجموعون ۱۲۔

البلاغۃ: قوله اذ جاء ها لم يقل اذ جاء هم اشارة الى ان المرسلين اتوهم فى مقرهم قوله ارسلنا اليهم لم يقل ارسلنا اليها ليطابق اذ جاء ها لان الارسال حقيقة انما يكون اليهم لا اليها بخلاف المجئ وايضا التعقيب بقوله تعالىٰ فكذبوهما عليه اظهر قوله فعززنا بحذف المفعول اى عززنا هما قوله انا اليكم مرسلون وقوله ربنا يعلم اكد فى المرة الاولى لان تكذيب الاثنين تكذيب للثالث لاتحاد المقالة فلما بالغو فى تكذيبهم زادوا فى التاكيد ۱۲۔ قوله وما لى تهديد هم بتخويفهم بالرجوع الى شديد العقاب مواجهة وصريحًا ولو قال واليه ارجع كان فيه تهديد بطريق التعريض قوله انى امنت لم يرد احداث الايمان بل الصدع بالحق اظهارا للتصلب فى الدين قوله خامدون شبهوا بالنار على سبيل الاستعارة لانطفاء الحرارة العزيزة بالموت ۱۲۔

وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ ۚۖ اَحْيَيْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَجَعَلْنَا فِيْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِيْهَا مِنَ الْعُيُوْنِ ﴿۳۴﴾ لِيَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ ۙ وَمَا عَمِلَتْهُ اَيْدِيْهِمْ ؕ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ سُبْحٰنَ الَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الَّيْلُ ۚۖ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۳۸﴾ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ﴿۳۹﴾ لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ﴿۴۰﴾ وَاٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ

الْمَشْحُوْنِ ﴿۴۱﴾ وَ خَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَ اِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيْخَ لَهُمْ وَ لَا هُمْ يُنْقَذُوْنَ ﴿۴۳﴾ اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَ مَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ﴿۴۴﴾

اور ایک نشانی ان لوگوں کے لئے رات ہے کہ ہم اس (رات) پر سے دن کو اتار لیتے ہیں۔ سو یکا یک وہ لوگ اندھیرے میں رہ جاتے ہیں اور (ایک) نشانی آفتاب (ہے کہ وہ اپنے ٹھکانے کی طرف چلتا رہتا ہے یہ اندازہ باندھا ہوا ہے اس (اللہ) کا جو زبردست علم والا ہے اور چاند کے لئے منزلیں مقرر کیں۔ یہاں تک کہ ایسا رہ جاتا ہے جیسے کھجور کی پرانی ٹہنی نہ آفتاب کی مجال ہے کہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات دن سے پہلے آ سکتی ہے اور دونوں ایک ایک دائرے میں تیر رہے ہیں اور ایک نشانی ان کے لئے یہ ہے کہ ہم نے ان کی اولاد کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا اور ہم نے ان کے لئے کشتی ہی جیسی چیزیں پیدا کیں جن پر یہ لوگ سوار ہوتے ہیں اور اگر ہم چاہیں ان کو غرق کر دیں پھر نہ تو کوئی ان کا فریاد رس ہو اور نہ یہ خلاصی دیئے جائیں مگر یہ ہماری ہی مہربانی ہے اور ان کو ایک وقت معین تک فائدہ دینا (منظور) ہے۔

تفسیر ربط: اوپر رسالت کے متعلق مضمون تھا جس میں توحید بھی مستفاد ہوئی ہے آگے توحید کا قصداً ایسے دلائل سے اثبات ہے جو متضمن ذکر نعم و منن کو بھی ہے جس سے شرک کا قبح دو وجہ سے معلوم ہو گیا اور اس کے ختم پر بمناسبت ذکر فلک کے اشارہ ایک وعید کی طرف بھی کر دیا گیا اور اس وعید میں اشارہ نفی قدرت شرکاء کی طرف بھی کر دیا جیسا تقریر ترجمہ سے معلوم ہوگا۔

اثباتِ توحید: وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ (الی قولہ تعالی) وَ مَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ﴿۴۴﴾ اور (منجملہ نشانہائے قدرت کے دلیل توحید بھی ہے اور نعمت بھی) ایک نشانی ان لوگوں کے (استدلال کے) لئے مردہ زمین ہے (اور اس میں نشانی کی بات[1] یہ ہے کہ) ہم نے ان کو (بارش سے) زندہ کیا اور ہم نے اس (زمین) سے (مختلف) غلے[2] نکالے سو ان میں[3] سے لوگ کھاتے ہیں اور (نیز) ہم نے اس (زمین) میں کھجوروں اور انگوروں کے باغ لگائے اور (نیز) اس (زمین) میں (باغ کی آبپاشی کے لئے) چشمے[4] (اور نالے) جاری کئے تاکہ (مثل[5] غلے کے) لوگ[6] باغ کے پھلوں میں سے (بھی) کھائیں اور اس (پھل[7] اور غلہ) کو ان کے ہاتھوں نے نہیں بنایا (گو تخم ریزی اور آبپاشی بظاہر انہیں کے ہاتھوں ہوئی ہو مگر پھل اور غلہ کی صورت نوعیہ کا فائض کرنا خاص خدا ہی کا کام ہے) سو (ایسے دلائل دیکھ کر بھی) کیا شکر نہیں کرتے (جس کا اول زینہ توحید ہے یہ تو استدلال تھا بعض خاص آیات آفاقیہ ارضیہ سے آگے استدلال ہے عام آیات ارضیہ اور آیات انفسیہ سے یعنی) وہ پاک ذات ہے جس نے تمام مقابل قسموں کو پیدا کیا نباتات زمین کے قبیل سے بھی (خواہ مقابل مماثلت کا ہو جیسے ایک سے غلہ ایک سے پھل خواہ مقابلہ مضادت کا ہو جیسے گیہوں اور جو اور شیریں پھل اور ترش پھل یا اس سے بھی زیادہ اختلاف ہو بشرطیکہ مقولات[1] عشر میں سے کسی مقولہ کے تحت میں داخل ہو بلا واسطہ جیسے جزئیات اور اجناس سافلہ یا بواسطہ جزئیات کے جیسے اجناس عالیہ کہ ان کی جزئیات کسی مقولہ میں ضرور داخل ہیں) اور (خود) ان آدمیوں میں سے بھی (جیسے مرد اور عورت) اور ان چیزوں میں بھی جن کو (عام) لوگ نہیں جانتے (کہ باعتبار مفہوم عام مقابلہ کے اشیاء مخفیہ میں بھی کوئی شئے مقابل سے خالی نہیں اور اسی سے حق تعالیٰ کا بے مقابل ہونا معلوم ہو گیا کیونکہ مقولات عشرہ میں سے کہ اجناس عالیہ ہیں کوئی مقولہ اس پر صادق نہیں آتا پس کسی موجود کے ساتھ کسی ذاتی میں اس کو شرکت نہیں پس ازواج سب مخلوق اور وہ ان سب کا خالق یہاں سے آیت: وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ [الذاریات: ۴۹] کی بھی توضیح ہو گئی) اور (آگے بعض آیات آفاقیہ سماویہ اور ان کے بعض آثار سے استدلال ہے یعنی) ایک نشانی ان لوگوں کے لئے رات (کا وقت) ہے کہ (بوجہ اصل ہونے ظلمت کے گویا اصل وقت وہی تھا اور عارض نور آفتاب سے گویا ان کو دن نے چھپا لیا تھا جیسے بکری کے گوشت کو اس کی کھال چھپا لیتی ہے پس) ہم (اسی عارض کو زائل کر کے گویا) اس (رات) پر سے دن کو اتار لیتے ہیں سو یکا یک (پھر رات نمودار ہو جاتی ہے اور) وہ لوگ اندھیری میں رہ جاتے ہیں اور (ایک نشانی) آفتاب (ہے کہ وہ) اپنے ٹھکانے کی طرف چلتا رہتا ہے (یہ عام ہے اس نقطہ کو بھی جہاں سے چل کر سالانہ دورہ کر کے پھر اسی نقطہ پر جا پہنچتا ہے اور نقطہ افقیہ کو بھی کہ حرکت یومیہ میں وہاں پہنچ کر غروب ہو جاتا ہے) یہ اندازہ باندھا ہوا ہے اس (خدا) کا جو زبردست (یعنی قادر ہے اور) علم والا ہے (کہ علم سے ان انتظامات میں مصلحت و حکمت جانتا ہے اور قدرت سے ان انتظامات کو نافذ کرتا ہے) اور (ایک نشانی) چاند (ہے کہ اس کی چال) کے لئے منزلیں مقرر کیں (کہ ہر روز ایک منزل قطع کرتا ہے) یہاں تک کہ (اپنی آخر سیر میں پتلا ہوتا ہوتا) ایسا رہ جاتا ہے جیسے کھجور کی پرانی ٹہنی (کہ پتلی اور خم دار ہوتی ہے اور ممکن ہے کہ ضعف نور کی وجہ سے زردی میں بھی تشبیہ کا اعتبار کیا جاوے اور سورج اور چاند کی چال اور رات اور دن کی آمد و رفت ایسے انداز اور انتظام سے رکھی گئی ہے کہ) نہ آفتاب کی مجال ہے کہ چاند کو (اس کے ظہور نور کے وقت یعنی رات میں جبکہ وہ منور ہو) جا پکڑے (یعنی قبل از وقت خود طلوع ہو کر اس کو اور اس کے وقت کو کہ شب ہے محو کر دے جیسا قمر بھی اسی طرح آفتاب کو اس کے ظہور نور کے وقت نہیں پکڑ سکتا کہ شب آ جاوے اور اس کا نور ظاہر ہو جاوے) اور (اسی طرح) نہ رات دن (کے زمانہ مقررہ کے ختم ہونے سے) پہلے آ سکتی ہے) جیسے دن بھی رات کے زمانہ مقررہ کے ختم ہونے سے پہلے

نہیں آ سکتا) اور (چاند سورج) دونوں ایک ایک دائرہ میں حساب سے اس طرح چل رہے ہیں جیسے گویا) تیر رہے ہیں (اور حساب سے باہر نہیں ہو سکتے کہ رات دن کے حساب میں خلل واقع ہو سکے) اور (آگے آیات آفاقیہ ارضیہ میں سے ایک آیت خاصہ متعلقہ رکوب وسفر ارشاد فرماتے ہیں یعنی) ایک نشانی ان کے لئے یہ ہے کہ ہم نے ان کی اولاد کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا (اپنی اولاد کو اکثر لوگ تجارت کے لئے سفر میں بھیجتے تھے پھر اس تعبیر میں تین نعمتوں کی طرف اشارہ ہو گیا اول بھری ہوئی کشتی جو بمقتضائے ثقل مقتضی غرق ہے سطح آب پر رواں کرنا دوسرے ان لوگوں کو اولاد عطا فرمانا تیسرے رزق وسامان دینا جس سے خود گھر بیٹھے رہیں اور اولاد کو کارندہ بنا کر بھیجیں) اور (سفر خشکی کے لئے) ہم نے ان کے لئے کشتی ہی جیسی ایسی چیزیں پیدا کیں جن پر یہ لوگ سوار ہوتے ہیں (مراد اس سے اونٹ وغیرہ اور تشبیہ کشتی کے ساتھ اس خاص وصف کے اعتبار سے ہے کہ اس پر بھی سواری اور بار برداری اور قطع مسافت کی جاتی ہے اور اس تشبیہ کا حسن اس سے بڑھ گیا کہ عرب میں اونٹوں پر سفائن البر کا اطلاق شائع تھا کما قیل سفائن بر والسراب بحارها) اور (آگے ایک وعید مناسب ذکر کشتی کے جس کا ذکر اوپر بوجہ زیادہ عجیب ہونے کے زیادہ مقصود تھا گو اونٹوں وغیرہ کا ذکر بھی مناسبت سے آ گیا تھا ارشاد فرماتے ہیں یعنی باوجود وضوح دلائل توحید کے جو یہ لوگ نہیں مانتے تو ہیں تو اس قابل کہ ان کو فوراً سزا دے دی جائے اور ہم اس پر قادر بھی ہیں چنانچہ) اگر ہم چاہیں تو ان کو غرق کر دیں پھر نہ تو (شرکاء مزعومہ وغیرہم میں سے) ان کا کوئی فریاد رس ہو (جو غرق سے بچالے) اور نہ یہ (بعد غرق کے موت سے) خلاصی کئے جاویں (یعنی نہ کوئی موت سے چھڑا سکے) مگر یہ ہماری مہربانی ہے اور ان کو ایک وقت معین تک (دنیوی زندگی سے) فائدہ دینا (منظور) ہے (اس لئے مہلت دے رکھی ہے وهذا كما قال تعالٰی فی سورة سبا اَفَلَمْ یَرَوْا اِلٰی مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنْ نَّشَاْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ نُسْقِطْ عَلَیْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ [سبا: ۹] فَیُغْرِقَكُمْ بِمَا كَفَرْتُمْ [بنی اسرائیل: ۶۹]) **ف**:...... کی تفسیر میں ایک حدیث آئی ہے کہ مستقر اس کا تحت عرش ہے اور یہ غروب کے وقت سجدہ کر کے حکم دریافت کرتا ہے تو اس کو طلوع معتاد کا حکم ہوتا ہے یہاں تک کہ ایک روز اس کو واپس لوٹنے کا حکم ہو گا تو آفتاب مغرب سے طلوع کرے گا اس سے چند امور معلوم ہوئی جو قابل تحقیق ہیں ایک یہ کہ مستقر حرکت یومیہ کے اعتبار سے ہے لیکن احقر نے جو تفسیر کی ہے وہ چونکہ اس کو بھی شامل ہے لہٰذا اس سے تنافی نہیں دوسرا امر یہ کہ مستقر اس کا تحت العرش ہے سو جن دو نقطوں کا احقر نے تفسیر میں ذکر کیا ہے وہ دونوں تحت العرش ہیں اس سے بھی منافاۃ نہیں رہا یہ کہ تمام افلاک اور ان کے نقاط اس وصف میں مشترک ہیں پھر تخصیص کی کیا وجہ اس کا جواب یہ ہے کہ تخصیص مقصود ہونا ضرور نہیں ممکن ہے کہ یہ قید واقعی ہو اور اصلی مقصود اخبار عن السجدہ ہو اور اس تعبیر سے یہ فائدہ ہو کہ اس سے تحت الامر الالٰہی ہونے کی تصریح ہوگئی کیونکہ...... کا کنایہ ہونا نفاذ احکام وتصرفات سے آیات عدیدہ میں مذکور ہے تیسرا امر یہ کہ سجدہ کرنے کے کیا معنی سو چونکہ ظاہر آیات وروایات سے ان مخلوقات میں بھی من وجہ شعور ہونا ثابت ہے سو ممکن ہے کہ یہ اسی قوۃ شعور یہ کے اعتبار سے حق تعالیٰ کے حضور میں خشوع وخضوع اور عرض معروض کرتا ہو پس سجدہ سے یہ مراد ہو اور سہل یہ ہے کہ اس کی روح کو ساجد کہا جاوے تو بہت سے شبہات کا استیصال ہو جائے گا چوتھا امر یہ کہ ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت اس کو سکون ہو جاتا ہو حالانکہ دلائل رصدیہ سے عدم انقطاع حرکت ثابت ہے جواب یہ ہے کہ سجدہ بالمعنی المذکور کے لئے اول تو انقطاع حرکت ضروری نہیں دوسرے ممکن ہے کہ یہ سکونی آنی ہو اور حرکت زمانی ہو اس لئے حساب رصدی مختل نہ ہوتا ہو اور نہ وہ منضبط اور مدرک ہوتا ہو۔ پانچواں امر یہ کہ غروب حقیقی تو کبھی ہوتا نہیں ایک جگہ غروب ہوتا ہے دوسری جگہ طلوع ہوتا ہے پھر اس کے کیا معنی جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ معظم معمورہ کا غروب مراد ہو یعنی ایسا وقت جبکہ اکثر حصہ آبادی میں آفتاب طالع نہ ہو یا خاص مدینہ کا جو مکان تکلم ہے یا خط استواء کا جو موضع اعتدال حرکت آفتاب ہے غروب مراد ہو بہر حال مخبر صادق کی خبر ہے اور عقلی کوئی اشکال نہیں اس لئے تسلیم واجب ہے اور آیت: وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ کے متعلق کچھ مضمون شروع سورۂ یونس میں اور: كُلٌّ فِیْ فَلَكٍ یَّسْبَحُوْنَ کی تقریر سورۂ انبیاء کے رکوع سوم لکھ چکا ہوں ملاحظہ کر لیا جاوے اور نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ کی تفسیر میں جو ظلمت کو اصل کہا گیا وجہ اس کی ظاہر ہے کہ اجرام نیرہ حادث ہیں اگر یہ نہ ہوتے تو ان کا نور بھی نہ ہوتا اور مِمَّا لَا یَعْلَمُوْنَ ۝ کی زیادت توضیح کے لئے شروع سورۂ نحل کی آیت: وَیَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ [النحل: ۸] کا ترجمہ ملاحظہ کر لیا جاوے۔

اَلْحَوَاشِیْ: (۱) وفی حركة الارض بناءً علی ما هو المشهور ان القائل بحركة الشمس ينفي الحركة عن الارض وبالعكس والا فحركة كل منهما محتمل عقلا ۱۲ منه۔ (۲) اس شرط کا فائدہ یہاں سے چوتھی سطر کی اس عبارت سے مفہوم ہوگا اور اسی سے حق تعالیٰ کا (الی) پس ازواج سب مخلوق ۱۲ منہ۔

مُلْحَقَاتُ التَّرْجَمَة: ۱ قوله قبل احيیناها: نشانی کی بات اشارة الی کون قوله تعالٰی احیيناها بيانا لما قبله ۱۲۔ ۲ قوله فی حبا: غلے اشارة الی ارادة الجنس به ۱۲۔ ۳ قوله فی فمنه: ان میں سے اشارة الی کون من ابتدائية ۱۲۔ ۴ قوله فی من العيون: چشمے اشارة الی کون من بیانية ای شیئا هو العيون ۱۲۔ ۵ قوله فی لیاکلوا: مثل غلہ کے اشارة الی کون قوله تعالٰی لیاکلوا ناظرا الی قوله من قبل فمنه یاکلون ۱۲۔ ۶ قوله

فی ثمرہ: باغ اشارۃ الی ان الضمیر الی النخیل والاعناب بتاویل المجعول ۱۲۔ ۷ قولہ فی ما عملتہ: پھل اور غلہ اشارۃ الی عود الضمیر الی الجمیع بتاویل المذکور ۱۲۔ ۸ قولہ فی مثلہ: اونٹ وغیرہ رجحت ھذا التفسیر لقولہ تعالیٰ فی الزخرف وجعل لکم من الفلک والانعام ما ترکبون حیث قرن بین الفلک والانعام ۱۲۔

اَلْکَلَامُ :قولہ تجری ظاھرہ یقتضی کون الشمس متحرکۃ دون الارض وکون ھذہ الحرکۃ ذاتیۃ لا تبعا للفلک لو لم یؤول بان ھذا الجری فی رای العین۔

اَللُّغَاتُ :قولہ الازواج الانواع والصناف قولہ نسلخ یستعمل کما صرح فی الروح بمعنیین النزع وکشط الجلد عن نحوہ الشاۃ و بمعنی الاخراج یقال سلخت الاھاب عن الشاۃ وسلخت الشاۃ من الاھاب ولما کان الاستعمال الاول اکثر فسرتہ بہ ویترجم ایضاً بوجوہ اخر لا تخفی قولہ لمستقر اللام بمعنی الی العرجون العذق اذا یبس واعوج کذا فی القاموس ۱۲ قولہ ینبغی بمعنی یتسھل ویمکن فی الروح اصلہ مطاوع بغی بمعنی طلب وما طاوع وقیل الفعل فقد تسخر وتسھل الصریخ المغیث ۱۲۔

اَلْبَلَاغَۃُ :قولہ نسلخ منہ النھار ای نکشف ونزیل الضوء من مکان اللیل وموضع القاء ظلہ وظلمتہ وھو الھواء فالنھار عبارۃ عن الضوء اما علی التجوز او علی حذف المضاف وقولہ تعالیٰ منہ علی حذف مضاف وذلک لان النھار واللیل عبارتان عن زمان کون الشمس فوق الافق وتحتہ ولا معنی لکشف احدھما عن الآخر وفی السلخ استعارۃ لان اصلہ کشط الجلد عن نحو الشاۃ ودل ھذا السلخ علی اتیان اللیل بعدالنھار ودل فیما بعدہ من قولہ والشمس الخ علی عکسہ فلا یذھب وھمک الی السوال عن نکتۃ ذکر احدھما دون الآخر قولہ تعالیٰ فاذا ھم قیل ان المفاجاۃ انما تتصور فیما لا یکون مترقبا والاظلام مترقب بعد السلخ بالتفسیر الذی اختیر والجواب ان نزع الضوء عن اللیل لکون ظھورہ فی غایۃ الکمال کان المترقب فیہ ان یکون فی مدۃ مدیدۃ فحصول الظلام بعدہ فی مدۃ قصیرۃ امر غیر مترقب التقطۃ من الروح قولہ لا الشمس فی الروح عن الکشف ان المقصود بیان معاقبۃ کل من الشمس والقمر فی ترتیب الاضائۃ وسلطانہ وکذلک اختلاف اللیل والنھار فقیل ولا اللیل سابق النھار کنایۃ عن سبق آیۃ آیۃ فحصل الدلالۃ علی الاختلاف ایضا او ماجا اہ واشرت الی مقصودیۃ کلا الامرین بتقریر ترجمتی ۱۲۔ قولہ حملنا ذریتھم افتتح بذکر الآیات الارضیۃ وختم علیھا لانھا اکثر ما یشاھد ۱۲۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا مَا بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۴۵﴾ وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗٓ ۖ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۷﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۸﴾ مَا يَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً تَاْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُوْنَ ﴿۴۹﴾ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ تَوْصِيَةً وَّلَآ اِلٰٓى اَهْلِهِمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۵۰﴾ وَنُفِخَ فِى الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰى رَبِّهِمْ يَنْسِلُوْنَ ﴿۵۱﴾ قَالُوْا يٰوَيْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ۜ هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۵۲﴾ اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ﴿۵۳﴾ فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا وَّلَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۴﴾ اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِيْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ ﴿۵۵﴾ هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ فِيْ ظِلٰلٍ عَلَى الْاَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔوْنَ ﴿۵۶﴾ لَهُمْ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّلَهُمْ مَّا يَدَّعُوْنَ ﴿۵۷﴾ سَلٰمٌ ۣ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ ﴿۵۸﴾ وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۵۹﴾ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ

ع ۱۸ ۳
وقف لازم

اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۶۰﴾ وَّاَنِ اعْبُدُوْنِيْ ۚ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۶۱﴾ وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا ۭ اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۲﴾ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۶۳﴾ اِصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۶۴﴾ اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓي اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۶۵﴾ وَلَوْ نَشَاۗءُ لَطَمَسْنَا عَلٰٓي اَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنّٰى يُبْصِرُوْنَ ﴿۶۶﴾ وَلَوْ نَشَاۗءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰي مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِيًّا وَّلَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ ۭ اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۶۸﴾

اور جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ تم لوگ اس عذاب سے ڈرو جو تمہارے سامنے ہے اور جو تمہارے پیچھے ہے تاکہ تم پر رحم کیا جائے تو وہ اصلاً پرواہ نہیں کرتے اور ان کے رب کی آیتوں میں سے کوئی آیت بھی ان کے پاس ایسی نہیں آئی جس سے وہ سرتابی نہ کرتے ہوں اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ نے جو کچھ تم کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرو تو یہ کفار ان مسلمانوں سے یوں کہتے ہیں کہ ہم ایسے لوگوں کو کھانے کو دیں جن کو اگر اللہ چاہے تو (بہتیرا کچھ) کھانے کو دے دے تم صرف صریح غلطی میں (بڑے) ہو اور یہ لوگ (بطور انکار) کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب ہوگا اگر تم سچے ہو۔ یہ لوگ بس ایک آواز سخت کے منتظر ہیں جو ان کو آ پکڑے گی اور وہ سب باہم لڑ جھگڑ رہے ہوں گے۔ سو نہ تو انہیں وصیت کرنے کی فرصت ہوگی اور نہ اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ کر جاسکیں گے اور پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا سو وہ سب یکا یک قبروں سے (نکل نکل کر) اپنے رب کی طرف جلدی جلدی چلنے لگیں گے۔ کہیں گے کہ ہائے ہماری کم بختی ہم کو قبروں سے کس نے اٹھا دیا یہ وہی (قیامت) جس کا ہم سب سے رحمٰن نے وعدہ کیا تھا اور پیغمبر سچ کہتے تھے۔ پس وہ ایک زور کی آواز ہوگی جس سے یکا یک سب جمع ہو کر ہمارے پاس حاضر کردیئے جائیں گے۔ پھر اس دن کسی شخص پر ذرا ظلم نہ ہوگا اور تم کو بس انہی کاموں کا بدلہ ملے گا' جو تم کیا کرتے تھے اہل جنت بے شک اس دن اپنے مشغلوں میں خوش ہوں گے۔ وہ اور ان کی بیویاں سایوں میں مسہریوں پر تکیہ سے ٹیک لگائے بیٹھے ہوں گے۔ ان کے وہاں (ہر طرح) کے میوے ہوں گے اور جو کچھ مانگیں گے ان کو ملے گا۔ ان کو پروردگار مہربان کی طرف سے سلام فرمایا جائے گا اور اے مجرمو! آج (اہل ایمان سے) الگ ہو جاؤ اے اولاد آدم! کیا میں نے تم کو تاکید نہیں کردی تھی کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرنا یہ تمہارا صریح دشمن ہے اور یہ کہ میری ہی عبادت کرنا یہی سیدھا راستہ ہے اور وہ شیطان تم میں ایک کثیر تعداد گمراہ کرچکا ہے سو کیا تم نہیں سمجھتے ہو یہی وہ دوزخ ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جایا کرتا تھا۔ آج اپنے کفر کے بدلے میں اس میں داخل ہو جاؤ۔ آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے اور انکے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے اور انکے پاؤں شہادت دیں گے' جو کچھ یہ لوگ کیا کرتے تھے اور اگر ہم چاہتے تو (دنیا ہی میں) انکی آنکھوں کو ملیا میٹ کردیتے پھر یہ رستہ کی طرف دوڑتے پھرتے سو انکو کہاں نظر آتا اور اگر ہم چاہتے تو انکی صورتیں بدل ڈالتے۔ اس حالت سے کہ یہ جہاں ہیں وہیں رہ جاتے۔ جس سے یہ لوگ نہ آگے چل سکتے اور نہ پیچھے کو لوٹ سکتے اور ہم جس کی زیادہ عمر کردیتے ہیں تو اس کی طبعی حالت میں الٹا کردیتے ہیں۔ سو کیا وہ لوگ نہیں سمجھتے۔

تفسیر ربط: اوپر دلائل توحید کا ذکر تھا جو متضمن بیان نعم کو بھی ہے اور ختم کیا تھا اس کو وعید بالنقم پر جس کا حاصل ترغیب ہے ایمان وتوحید پر اور ترہیب ہے کفر وشرک پر آگے ترغیب وترہیب سے کفار کا متاثر نہ ہونا مذکور ہے بطور لف ونشر غیر مرتب کے یعنی نقمت مذکورہ کے امثال سے عدم تاثر پہلے مذکور ہے اور نعم مذکور کے امثال سے عدم تاثر بعد میں مذکور ہے۔

عدم تاثر کفار از ترہیب وترغیب: وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا مَا بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ (الی قولہ تعالی) اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۷﴾ اور جب ان لوگوں سے (دلائل توحید کے ساتھ مضمون وعید مثل وَاِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ سنا کر) کہا جاتا ہے کہ تم لوگ اس عذاب سے ڈرو جو تمہارے سامنے (یعنی دنیا میں آ سکتا) ہے (جیسے غرق مذکور قریب یا خسف مذکور سورۃ سبا: اِنْ نَّشَاْ نَخْسِفْ [سبا: ۹] یا قتل وغیرہ) اور جو تمہارے (مرے) پیچھے (یعنی آخرت میں یقیناً آنے والا ہے) (یعنی انکار توحید پر جو عذاب واقع ہوگا خواہ صرف آخرت میں یا دنیا میں بھی تم اس سے ڈرو اور ایمان لے آؤ) تاکہ تم پر رحمت کی جاوے تو وہ (اس ترہیب کی) اصلاً پروا نہیں کرتے اور (اس مضمون کی کیا تخصیص ہے وہ تو ایسے سنگدل ہوگئے ہیں کہ) ان کے رب کی آیتوں میں سے کوئی آیت بھی (ان کے پاس ایسی نہیں آیت جس سے یہ سرتابی نہ کرتے ہوں اور (اسی طرح ترغیب بھی ان کو نافع نہیں ہوتی چنانچہ) جب (ان کو نعم الٰہیہ جیسے اوپر مذکور ہوئی ہیں بارش و حبوب وثمرات وغیرہا یاد دلا کر کما یدل علیہ رَزَقَكُمُ اللّٰهُ) ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ نے جو کچھ تم کو دیا ہے اس میں سے (اللہ کی راہ میں فقیروں مسکینوں پر) خرچ کرو تو (باوجودیکہ انفاق واطعام کا استحسان ان کے مسلمات میں سے بھی ہے چنانچہ ان کا افتخار ان امور سے مشہور ہے مگر اس پر بھی شرارت سے) یہ کفار

(ان) مسلمانوں سے (جنہوں نے انفاق فی سبیل اللہ کے لئے کہا تھا) یوں کہتے ہیں کہ کیا ہم ایسے لوگوں کو کھانے کو دیں جن کو اگر خدا چاہے تو (بہتیرا کچھ) کھانے کو دے دے تم نری صریح غلطی میں (پڑے) ہو (پس جس امر کا استحسان مسلم ہے جب تذکیر نعم سے ترغیب اسی میں نافع نہیں تو ایمان و قبول توحید کا استحسان تو ابھی ان کے نزدیک مسلم بھی نہیں ہوا اس میں تو ان سے کیا توقع ہے کہ نعم و منن مذکورہ کی تذکیر قبول ایمان میں مؤثر ہو جاوے غرض نہ ترہیب سے وہ ایمان لاویں نہ ترغیب سے) **ف**: مسلمانوں کا ان سے اَنْفِقُوْا کہنا بطور نقل حکم شرعی کے نہ تھا کیونکہ کفار یا تو مکلف بالفروع نہیں یا ان سے فروع بلا ایمان مقبول نہیں بلکہ اگر اہل حاجت مستضعفین اس کے قائل تھے تب تو بطور سوال کے ہے جو کہ ضرورت شدیدہ میں جائز ہے اور اگر غیر اہل حاجت اس کے قائل تھے تو بطور سفارش اہل حاجت کے ہے اور سوال اور سفارش سے کفر مانع نہیں اور ظاہراً کفار کا یہ کہنا باوجود اعتقاد رزاقیت خداوندی کے **کما یدل علیہ قولہ تعالیٰ**: وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ [العنکبوت: ۶۱] صرف شرارت سے تھا مقصود مسلمانوں پر اعتراض کرنا تھا کہ تم تو اللہ کو رزاق مانتے ہو پھر ہم سے سوال یا سفارش کیوں کرتے ہو اللہ تو رزق دے سکتا ہے اس سے کیوں نہیں مانگتے اب یہ وسوسہ بھی جاتا رہا کہ فی نفسہ تو یہ بات صحیح ہے کہ خدا جس کو چاہے کھانے کو دے دے دفع وسوسہ یہ ہے کہ اس سے مقصود ان کا اعتراض تھا اور اثبات تنافی درمیان امر بالانفاق و اعتقاد مشیت کے سو یہ مقصود باطل ہے اور اس اعتراض سے تذکیر نعم و ترغیب کا موثر فی الانفاق نہ ہونا اس طرح ثابت ہے کہ جو شخص راغب فی الخیر ہوتا ہے ادنیٰ محرک اس کے لئے کافی ہوتا ہے اور وہ کہنے والے کی خصوصیت کو نہیں دیکھتا بلکہ **انظر الی ما قال ولا تنظر الی من قال** پر کاربند ہوتا ہے انہوں نے جب خصوصیت قائل پر نظر کی اور اس سے عداوت مانع انفاق ہوگئی تو عدم موثریت ثابت ہوگئی اور ان کا یہ اعتراض نرا مہمل ہے جس کا دفع اعتراض سے پہلے ہی رَزَقَكُمُ اللّٰهُ سے ہو چکا ہے تقریر اس کی یہ ہے کہ کسی مخلوق کا دینا اطعام حق کے منافی نہیں کیونکہ اطعام بواسطہ بھی اطعام حق ہی ہے جیسے بادشاہ مالک خزائن کبھی خود انعام دے دیتا ہے کبھی اپنے خزانچی سے دلوا دیتا ہے دونوں عطاء شاہی ہیں اگر یہ نہ دیں گے اللہ تعالیٰ دوسرے طریق سے دینے پر قادر ہے پھر یہ کہ یہ اعتراض تو ان پر بھی وارد ہوتا ہے جیسا ان کا رزاقیۃ کو تسلیم کرنا اوپر معلوم ہوا۔ **رَبط**: اوپر مضمون توحید اور اس کے ساتھ اتَّقُوْا مَا بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ میں ترہیب عذاب آخرت سے اجمالاً مذکور تھا آگے احوال آخرت کسی قدر تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں اور اس کے اخیر میں وَلَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا...... سے احتمال عذاب دنیا سے تہدید ہے جس سے...... کی ایک گونہ شرح ہوگئی اور علاوہ اس ربط مذکور کے ویسے بھی توحید اور بعث کا ذکر قرآن میں بکثرت مقرون آتا ہے۔

احوالِ آخرت مع تہدید باحتمال عذابِ دُنیوی: وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (الی قولہ تعالیٰ) اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ اور یہ (کافر) لوگ (پیغمبر ﷺ اور آپ کے متبعین سے بطور انکار) کہتے ہیں کہ یہ وعدہ (قیامت کا جو...... کا مصداق ہے اور ویسے بھی اکثر اس کی خبر دیا کرتے ہو وہ) کب ہوگا اگر تم (اس دعوے میں) سچے ہو (تو بتلاؤ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ یہ جو بار بار پوچھ رہے ہیں تو گویا) یہ لوگ بس ایک آواز سخت (یعنی نفخۂ اولیٰ) کے منتظر ہیں جو ان کو (یعنی مطلق کفار کو) آ پکڑے گی اور وہ سب (اس وقت) باہم (معمولی طور پر اپنے معاملات میں) لڑ جھگڑ رہے ہوں گے سو (اس آواز کے ساتھ معاً اس طرح فنا ہو جاویں گے کہ) نہ تو وصیت کرنے کی فرصت ہوگی اور نہ اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ کر جا سکیں گے (بلکہ جو جس حال میں ہوگا مر کر رہ جاوے گا) اور (پھر دوبارہ) صور پھونکا جاوے گا سو وہ سب یکا یک قبروں سے (نکل نکل) اپنے رب کی طرف (یعنی جہاں حساب ہوگا) جلدی جلدی چلنے لگیں گے (اور وہاں کی ہول و ہیبت دیکھ کر) کہیں گے کہ ہائے ہماری کمبختی ہم کو ہماری قبروں سے کس نے اٹھا دیا (کہ یہاں کی نسبت سے تو وہاں ہی راحت میں تھے فرشتے جواب دیں گے کہ) یہ وہی (قیامت) ہے جس کا رحمان نے وعدہ کیا تھا اور پیغمبر سچ کہتے تھے (مگر تم نے نہ مانا تھا آگے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ) وہ (نفخہ ثانیہ صور کا) بس ایک زور کی آواز ہوگی (جیسے نفخۂ اولیٰ بھی صیحہ واحدہ تھا کما قال تعالیٰ: مَا يَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً اسی طرح یہ بھی ایک آواز ہوگی) جس سے یکا یک سب جمع ہو کر ہمارے پاس حاضر کر دیئے جاویں گے (پہلے موقف کی طرف چلنا مذکور تھا اور یہاں پہنچ جانا اور یہ چلنا اور پہنچنا جبراً و قہراً ہوگا یدل علیہ قولہ تعالیٰ: مُحْضَرُوْنَ (الی قولہ تعالی) وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ) پھر اس دن کسی شخص پر ذرا ظلم نہ ہوگا اور تم کو بس ان ہی کاموں کا بدلہ ملے گا جو تم (دنیا میں کفر وغیرہ) کیا کرتے تھے (یہ تو اہل نار کا حال ہوا اور) اہل جنت (کا حال یہ ہے کہ وہ) بے شک اس روز اپنے مشغلوں میں خوش دل ہوں گے وہ اور ان کی بیبیاں سایوں میں مسہریوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے (اور) ان کے لئے وہاں (ہر طرح کے) میوے ہوں گے اور جو کچھ مانگیں گے ان کو ملے گا (اور) ان کو پروردگار مہربان کی طرف سے سلام فرمایا جاوے گا (یعنی حق تعالیٰ خود فرماویں گے: **السلام علیکم یا اھل الجنۃ** رواہ ابن ماجہ) اور (آگے پھر تتمہ ہے قصہ اصحاب نار کا کہ نیز ان کو موقف میں حکم ہوگا کہ) اے (کفر کے ارتکاب کرنے والے) مجرمو آج (اہل ایمان سے) الگ ہو جاؤ (کیونکہ ان کو جنت میں بھیجنا ہے اور تم کو دوزخ میں اور اس وقت ان سے ملامت کے طور پر یہ فرمایا جاوے گا کہ) اے اولاد آدم (اور اسی طرح جنات سے بھی خطاب ہوگا دل علیہ قولہ تعالیٰ: يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ...... [الرحمن: ۳۳]) کیا میں نے تم کو تاکید نہیں کر دی تھی کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرنا وہ تمہارا صریح دشمن ہے اور یہ کہ میری

(ہی) عبادت کرنا یہی سیدھا راستہ ہے (عبادت سے مراد اطاعت مطلقہ وہذا کقولہ تعالیٰ: لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ وَلَا یَفْتِنَنَّکُمُ الشَّیْطٰنُ) اور (نیز تم کو سیطان کی نسبت یہ بات بھی معلوم کرائی گئی تھی کہ) وہ تم میں (یعنی تمہاری بنی نوع میں) ایک کثیر مخلوق کو گمراہ کر چکا (ہے جن کی گمراہی کا وبال بھی تم کو جتلا دیا تھا جیسے قصص مکذبین اور ان کی عقوبات کے قرآن میں مذکور ہیں) سو کیا تم (اتنا) نہیں سمجھتے تھے کہ (اگر ہم اس کے گمراہ کرنے سے گمراہ ہو جاویں گے تو ہم بھی اسی طرح مستحق عذاب ہوں گے لوگ اب) یہ جہنم ہے جس کا تم سے (کفر کی تقدیر پر) وعدہ کیا جاتا تھا آج اپنے کفر کے بدلہ اس میں داخل ہو آج ہم ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے (جس سے یہ عذر باطل نہ کر سکیں جیسا شروع شروع میں کہیں گے: وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ [الأنعام: ٢٣]) اور ان کے ہاتھ ہم سے کلام کریں گے اور ان کے پاؤں شہادت دیں گے جو کچھ یہ لوگ کیا کرتے تھے (یہ عذاب تو آخرت میں ہوگا) اور اگر ہم چاہتے تو (دنیا ہی میں ان کے کفر کی سزا میں) ان کی آنکھوں کو ملیامیٹ کر دیتے (خواہ بینائی کو خواہ عضو ہی کو) پھر یہ راستے کی طرف (چلنے کے لئے) دوڑتے پھرتے سو ان کو کہاں نظر آتا (جیسا قوم لوط کے لئے ہوا قال تعالیٰ: فَطَمَسْنَآ) اور (اس سے بڑھ کر اگر ہم چاہتے تو (ان کی سزائے کفر میں) ان کی صورتیں بدل ڈالتے (جیسے پہلے بعضے لوگ قردہ و خنازیر ہو گئے) اس حالت سے یہ کہ جہاں ہیں وہیں رہ جاتے (یعنی مسخ کے ساتھ اقعاد بھی ہوتا جس کا حاصل یہ ہے کہ جانور بنا دیتے اور جانور بھی اپاہج) جس سے یہ لوگ نہ آگے کو چل سکتے اور نہ پیچھے کو لوٹ سکتے اور (اس کا کچھ تعجب نہ کرنا چاہئے کہ طمس و مسخ کیسے ہو جاتا ہے دیکھو اس کی نظیر پر ہماری قدرت مشاہد ہے کہ) ہم جس کی زیادہ عمر کر دیتے ہیں (یعنی بہت بوڑھا کر دیتے ہیں) تو اس کو طبعی حالت میں الٹا کر دیتے ہیں (طبعی حالت سے مراد قوی مدرکہ سامعہ باصرہ وغیرہ اور فاعلہ ہاضمہ نامیہ وغیرہا اور رنگ و روغن و حسن و جمال ہیں اور الٹا کرنے سے مراد ہے ان کا انقلاب اور تغیر حالت ادون وارذل کی طرف پس طمس و مسخ بھی ایک قسم کا تغیر ہے کامل سے ناقص کی طرف سو کیا (اس حالت کو دیکھ کر بھی) وہ لوگ نہیں سمجھتے (کہ جب ایک تغییر پر قدرت ہے دوسری پر بھی ہے بلکہ قدرت کی نسبت تو جمیع ممکنات کے ساتھ مساوی ہے گو ان میں تناظر و تماثل بھی نہ ہو سو ان لوگوں کو اس پر نظر کر کے ڈرنا اور کفر کو ترک کر دینا چاہئے)۔ **ف**: یَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ میں قائل کفار مکہ تھے اور تَاْخُذُهُمْ میں جن کا ماخوذ ہونا اثر نفخہ میں مذکور ہے اور لوگ ہوں گے لیکن اصل مقصود ایسے حادثہ میں ماخوذ ہونا ہے جس سے انکار قیامت کی گنجائش نہ رہے سو قیامت سے پہلے جو کفار گزرے ہیں ان کے لئے موت جس کے ساتھ معائنہ آخرت کا ہو جاتا ہے ایسا ہی حادثہ ہے پس تاخذ میں مرجع مطلق کفار ہیں اور چونکہ قیامت کا علم مخفی رکھا گیا ہے اسی لئے یہاں ضمیر میں ابہام رکھا گیا کہ کفار قائلین مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ کے لئے وقوع ساعت کا محتمل رہے اور یہاں نفخۂ ثانیہ کے وقت یَنْسِلُوْنَ ۝ فرمایا اور ایک جگہ ارشاد ہے: فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ [الزمر: ٦٨] سو ممکن ہے کہ اول وہلہ میں حیرت زدہ کھڑے رہیں پھر فرشتوں کے ہانکنے سے دوڑنا شروع کر دیں اور اَزْوَاجُهُمْ میں حوریں اور ازواج مؤمنات دونوں مراد ہو سکتی ہیں انفراداً یا اجتماعاً اور ظلال جنت کی تحقیق سورہ رعد کی آیت اُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّظِلُّهَا [الرعد: ٣٥] کی تفسیر میں گزری ہے اور یَدَّعُوْنَ کی جو تفسیر مانگنے سے کی گئی ہے اس سے اہل جنت کے مانگنے میں کوئی اشکال نہ کیا جاوے کیونکہ مانگنا محبوب اور عظیم سے خصوص جبکہ فوراً ملجائے فی نفسہ ایک امر موجب لذت ہے پس اس سے وجود کلفت کا جنت میں لازم نہیں آیا اور بعض نے یَدَّعُوْنَ کو بمعنی یتمنون کے کہا ہے اس سے اور بھی سہولت ہو گئی اور یہ خطاب: لَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا باعتبار اکثر کفار کے ہے پس سب سے اول جو کافر ہوئے ہیں جنہوں نے دوسرے کفار کا گمراہ ہونا اور ان پر وبال نازل نہیں دیکھا سنا ان کو اس خطاب کا شامل نہ ہونا محل وسوسہ نہیں اور یہ ظاہر ہے کہ ایک منبہ کے نہ ہونے سے دوسرے دلائل ومنبہات کی نفی لازم نہیں آتی پس الزام ان پر بھی قائم ہے اور مہر لگنا یا حقیقتاً ہے یا مجاز ہے سکوت محض ہے اور ایک آیت میں: تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ [النور: ٢٤] بھی آیا ہے اور ایک میں: شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَاَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ [حم السجدة: ٢٠] آیا ہے یہ سب اعضاء متکلم اور شاہد ہوں گے اور ختم علی الافواہ وشہادت الالسنہ میں وجہ تطبیق سورۂ نور کی آیت: يَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ [النور: ٢٤] کی تفسیر میں گزر چکی ہے اور مقصود سلام سے جنت میں یا محض اکرام ہے یا بشارت واخبار سے ہے سلامت دائمی سے پس شبہ نہ رہا کہ انشاء و دعائے سلامت میں تحصیل حاصل ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ ...... یہاں اطاعت کو زیادت تحذیر وتنفیر کے لئے عبادت سے تعبیر فرمایا تو بعض عبادات صوفیہ میں جو ایسی نسبت بت پرست وغیرہ الفاظ واقع ہیں وہ اقرار کفر نہیں مطیع نفس کے معنی میں ہیں۔

الحواشی: (۱) یعنی اگر انفاق عبد ورزاقیت حق میں تنافی ہے تو پھر انفاق واطعام کے استحسان اور اس پر تفاخر سے نفی لازم آوے گی رزاقیت حق تعالیٰ کی الخ ۱۲ منہ۔

لحقات الترجمۃ: ۱ **قوله قبل وما تاتيهم**: پروا نہیں کرتے **اشارة الى تقرير اعرضوا جوابا لقوله تعالى واذا قيل لهم اتقوا دل عليه قوله تعالى وما تاتيهم الخ**۔ ۲ **قوله فى للذين امنوا**: جنہوں نے الخ **والقرينة عليه جعلهم هؤلاء المؤمنين مخاطبين لجوابهم انطعم الخ** ۱۲۔ ۳

قوله قبل ما ينظرون: بار بار پوچھ رہے ہیں يفهم من عادتهم ونعادهم وخبر انتظار هم فى قوله تعالى ما ينظرون الذى يقتضى التكرار عادة ۱۲۔

الفقه: قوله تكلمنا ايديهم استدل بعضهم به على كون الكافر مكلفا بالفروع المكتسبة بالايدى والارجل ولا يتم الاستدلال لانه يحتمل كونه خاصاً بالاعمال الكفرية الصادرة من الجوارح ۱۲۔

اللغات: قوله يخصمون اصله يختصمون فسكنت التاء وادغمت فى الصاد بعد قلبها صادا ثم كسرت الخاء لا لتقاء الساكنين قوله مرقدنا موضع النوم ويراد بالمفرد الجمع وهو استعارة (۱) عن مضجع الموت قوله شغل هو الشان الذى يصد المرء ويشغله عما سواه من شئونه فكونه اهم عنده من الكل اما لا يجابه كما المسرة او كمال المسائة والمراد ههنا هو الاول والمراد به النعيم وهذا مفرد فى معنى الجمع قوله فكهون فى القاموس طيب النفس قوله يدعون من الدعاء بمعنى الطلب واصله يد تعيون على وذن يفتعلون سكنت الياء بعد ان القيت حركتها على ما قبلها وحذفت بسكونها وسكون الواو بعد بافصار يدتعون فقبليت التاء والاو ادغمت وافتعل بمعنى فعل الثلاثى كثير وجوز ان يكون من الادعاء بمعنى التمنى قال ابو عبيدة العرب تقول ادع على ما شئت بمعنى تمن على كذا فى الروح ۱۲۔ قوله مضيا اصله مضوى اجتمعت الواو ساكنة مع الياء فقلبت ياء وادغمت الياء فى الياء وقلبت ضمة الضاد كسرة لتخفف وتناسب الياء قوله ننكسه من تنكيس السهم اذا جعلت اعلاه اسفله كذا فى المدارك ۱۲۔ النحو قوله على مكانتهم هو عندى حال متعلق بمقدر اى مسخناهم مقعدين على مكانتهم ۱۲۔

النحو: صدق المرسلون اى صدق فيه المرسلون قوله سلم مبتدأ موصوف وقولا مصدر لفعل مقدر هو صفة للمبتدأ اى سلام يقال قولاً الخ۔

البلاغة: قوله هذا ما وعد جواب على اسلوب الحكيم اى الا هم انما هو السوال ما هذا البعث ذوالاهوال والافزاع قوله ان كانت المراد به تهوين امر ساعة ۱۲۔

وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّ قُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ۙ﴿۶۹﴾ لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۰﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَاۤ اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ ﴿۷۱﴾ وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَمِنْهَا يَاْكُلُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَلَهُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ ؕ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ يُنْصَرُوْنَ ؕ﴿۷۴﴾ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَهُمْ ۙ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ ﴿۷۵﴾ فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿۷۶﴾ اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ﴿۷۷﴾ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ؕ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ﴿۷۸﴾ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْۤ اَنْشَاَهَاۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ ۙ﴿۷۹﴾ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَاۤ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ ﴿۸۰﴾ اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ؕ بَلٰى ۗ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ﴿۸۱﴾ اِنَّمَاۤ اَمْرُهٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۸۲﴾ فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۳﴾

وقف لازم — وقف غفران — ع ۵

اور ہم نے آپ کو شاعری کا علم نہیں دیا اور وہ آپ کے شایاں ہی نہیں۔ یہ تو محض نصیحت (کا مضمون) اور ایک آسمانی کتاب ہے جو احکام ظاہر کرنے والی ہے تاکہ ایسے شخص

کو ڈرائے جو زندہ ہو اور تا کہ کافروں پر (عذاب کی) حجت ثابت ہو جائے کیا ان لوگوں نے اس پر نظر نہیں کی کہ ہم نے ان کے (نفع کے) کے لئے اپنے ہاتھ کی ساخت چیزوں میں سے معاش پیدا کئے پھر یہ لوگ ان کے مالک بن رہے ہیں اور ہم کو ان کا تابع بنا دیا سو ان میں بعض تو ان کی سواریاں ہیں اور بعض کو وہ کھاتے ہیں اور ان میں ان لوگوں کے اور بھی نفع ہیں اور پینے کی چیزیں بھی ہیں (یعنی دودھ) سو کیا یہ لوگ شکر نہیں کرتے اور انہوں نے اللہ کے سوا اور معبود قرار دے رکھے ہیں اس امید پر کہ ان کو مدد ملے (لیکن) وہ ان کی کچھ مدد کر ہی نہیں سکتے اور وہ ان لوگوں کے حق میں ایک فریق (مخالف) ہو جائیں گے جو حاضر کئے جائیں گے تو ان لوگوں کی باتیں آپ کے لئے آزردگی کا باعث نہ ہونا چاہئے بے شک ہم سب جانتے ہیں جو کچھ یہ دل میں رکھتے ہیں اور جو کچھ یہ ظاہر کرتے ہیں کیا آدمی کو یہ معلوم نہیں کہ ہم نے اس کو نطفہ سے پیدا کیا سو وہ علانیہ اعتراض کرنے لگا اور اس نے ہماری شان میں ایک عجیب مضمون بیان کیا اور اپنی اصل کو بھول گیا۔ کہتا ہے کہ ہڈیوں کو (مخصوص) جبکہ وہ بوسیدہ ہو گئی ہوں جن کو زندہ کرتا ہے؟ آپ جواب دیجئے کہ ان کو وہ زندہ کرے گا جس نے اول بار میں ان کو پیدا کیا ہے اور وہ سب طرح کا پیدا کرنا جانتا ہے اور ایسا قادر ہے کہ (بعض) ہرے درخت سے تمہارے لئے آگ پیدا کر دیتا ہے۔ پھر تم اس سے اور آگ سلگا لیتے ہو اور جس نے آسمان اور زمین پیدا کئے ہیں کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ ان جیسے آدمیوں کو (دوبارہ) پیدا کر دے۔ ضرور وہ قادر ہے اور وہ بڑا پیدا کرنے والا ہے اور خوب جاننے والا ہے۔ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو بس اس کا معمول تو یہ ہے کہ اس چیز کو کہہ دیتا ہے کہ ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے۔ تو اسکی پاک ذات ہے۔ جسکے ہاتھ میں ہر چیز کا پورا اختیار ہے اور تم سب کو اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔

تفسیر ربط: اوپر بعث و جزاء کا مضمون تھا آگے رسالت اور اس کے اعظم دلائل یعنی قرآن کی حقیت کا مضمون ہے جو شروع سورت میں بھی تھا۔

تحقیق رسالت و قرآن: وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ (الی قولہ تعالی) وَيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ اور (یہ کفار جو نفی نبوت کے لئے آپ کو شاعر یعنی خیال بند کہتے ہیں گو نظم نہ ہو سو محض باطل ہے اس لئے کہ) ہم نے آپ کو شاعری (یعنی خیالی مضامین مرتب کرنے) کا علم نہیں دیا (اور بلا تعلیم خواہ وہ وہبی ہو یا مکتسب ہو کسی شئی کا علم حاصل ہوتا نہیں پس آپ فن شاعری سے منزہ ہوئے) اور وہ (شاعری) آپ کے لئے شایاں بھی نہیں (کیونکہ آپ اعلیٰ درجہ کے محقق اور مضامین شعریہ کی بنا تخیل محض پر ہوتی ہے پس دونوں میں تنافی ہوئی جس سے اجتماع بالفعل تو محال ہی ہے لیکن اجتماع بالقوۃ القریبہ نہ ہونا یعنی شاعری پر قدرت نہ ہونا تنافی کا بہت ہی اعلیٰ درجہ اور کمال نزاہت ہے حتیٰ کہ نظم میں چونکہ غالباً مضامین متخیلہ ہوا کرتے ہیں اس لئے نظم میں بھی مہارت نہیں دی گو وہ شعر بالمعنی المنفی نہ ہو) وہ (یعنی ان کو جو ہم نے وحی سے تعلیم کیا جس کو وہ لوگ شعر کہا کرتے تھے وہ) تو محض نصیحت (کا مضمون) وار ایک آسمانی کتاب ہے جو احکام کی ظاہر کرنے والی ہے تا کہ (اپنی ابانت احکام کے اثر سے) ایسے شخص کو (نافع ڈرانا) ڈراوے جو (حیوۃ قلبیہ کے اعتبار سے) زندہ ہو اور تا کہ کافروں پر (عذاب کی) حجت ثابت ہو جاوے۔ (کہ ان سے کہا جاوے گا کہ باوجود سننے احکام کے تم نے انکار کیا) **ف:** سورۂ شعراء کے اخیر رکوع آیت وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ [الشعراء : ۲۲۴] کی تفسیر میں بھی نفی شعر کے معنے اور وجہ گذر چکی ہے جس کا ملاحظہ مفید ہے اور کسی شعر کا نقل کرنا کسی غرض صحیح سے یا بلا قصد کوئی کلام موزون منہ سے نکل جانا یہ منافی نہیں ہے مضمون آیت کے۔ **ربط:** اوپر وَاٰيَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ ...... میں ایسے دلائل سے اثبات توحید تھا جو متضمن بیان نعم الٰہیہ کو بھی ہیں آگے پھر اسی مضمون کی طرف عود ہے ایسے ہی دلائل سے اور وہاں اخیر میں شرکاء کی نفی تھی اشارۃً یہاں صراحۃً ہے۔

عود بسوئے توحید: اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ (الی قولہ تعالی) وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ کیا ان (مشرک) لوگوں نے اس پر نظر نہیں کی کہ ہم نے ان کے (نفع کے) لئے اپنے ہاتھ کی ساختہ چیزوں میں سے مواشی پیدا کئے (ہمارے مالک بنانے سے) یہ لوگ ان کے مالک بن رہے ہیں اور (آگے اس نفع کی کچھ تفصیل ہے کہ) ہم نے ان مواشی کو ان کا تابع بنا دیا سو (وہ ان کے کام میں لانے سے کام دیتے ہیں چنانچہ) ان میں سے بعضے تو ان کی سواریاں ہیں اور بعض کو وہ کھاتے ہیں اور ان میں ان لوگوں کے اور بھی نفع ہیں (جیسے بال کھال ہڈی وغیرہ مختلف طریقوں سے استعمال میں آتے ہیں) اور ان میں ان لوگوں کے) پینے کی چیزیں بھی ہیں (یعنی دودھ) سو کیا (اس پر بھی) یہ لوگ شکر نہیں کرتے (جس میں اقدم اور اہم قبول توحید ہے) اور انہوں نے (بجائے شکر اور توحید کے کفر اور شرک اختیار کر رکھا ہے چنانچہ) خدا کے سوا اور معبود قرار دے رکھے ہیں اس امید پر کہ ان کو (ان معبودین کی طرف سے) مدد ملے (لیکن) وہ ان کی کچھ مدد کر ہی نہیں سکتے اور (مدد تو کیا کرتے اور الٹے) وہ (معبودین) ان لوگوں کے حق میں ایک فریق (مخالف) ہو جاوینگی جو (موقف حساب میں بالاضطرار) حاضر کئے جاوینگے (اور وہاں حاضر ہو کر ان کی مخالفت کا اظہار کریں گے كما قال تعالٰى فى سورة مريم: وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا [مریم : ۸۲] وقال تعالٰى فى سورة يونس: قَالَ شُرَكَآؤُهُمْ مَّا كُنْتُمْ اِيَّانَا تَعْبُدُوْنَ [یونس : ۲۸] وغير ذلك من الايات) **ف:** ان آیتوں کی جو ابھی لکھی گئی ہیں تفسیر ملاحظہ کر لینا مفید ہے اور انعام سے اگر مراد خاص مواشی ہیں جو حلال ہیں تو مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ میں من ابتدائیہ لینے پر تو کوئی اشکال نہیں اور تبعیضیہ لینا یا تو باعتبار اجزاء کے ہے نہ کہ باعتبار جزئیات کے اور ظاہر ہے کل اجزاء ماکول نہیں ہوتے اور یا اگر جزئیات کے اعتبار سے ہے تو مشروعیت کے اعتبار سے نہ ہو بلکہ وقوع کے اعتبار سے ہو اور ظاہر ہے کہ واقع محض اکل البعض ہے گو جواز کل کو شامل ہو اور ہاتھوں کے ساختہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ تخلیق میں کوئی اور دخیل

نہیں۔ ربط : اوپر باوجود وضوح مقتضی توحید کے کہ خلق انعام ہے جس کے وضوح اقتضاء کی طرف اَوَلَمْ یَرَوْا سے اشارۃً مفہوم ہے مشرکین کا توحید کو قبول نہ کرنا اور باوجود وضوح مانع اشراک کے کہ عجز اصنام ہے جس کا وضوح مشاہدہ سے اور نیز لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ ...... سے صراحۃً معلوم ہے ان کا شرک کو اختیار کرنا مذکور تھا جس سے ان کا غایت درجہ کا غبی یا نہایت درجہ کا معاند ہونا لازم آتا ہے آگے اس لازم پر تسلیہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مضمون متفرع فرماتے ہیں اور اس کو اِنَّا نَعْلَمُ ...... سے مؤکد فرماتے ہیں جو کہ مناسب ہے کہ مضمون بعث مذکور بالا کے اور اس مضمون سے دربارۂ مسئلۂ رسالت کی اور زائد تسلی حاصل ہوتی ہے کہ جب یہ لوگ حق تعالیٰ کے ساتھ ایسا معاملہ کرتے ہیں تو آپ کے ساتھ کچھ بھی عجب نہیں پس اس مجموعی تقریر سے یہ مضمون تسلیہ کا بعث اور رسالت اور توحید جو بالترتیب اوپر مذکور ہیں سب سے مرتبط ہو گیا۔

تسلیہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم : فَلَا یَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ اِنَّا نَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ وَمَا یُعْلِنُوْنَ ۝ (جب یہ لوگ ایسے واضح واضح امور میں خلاف کرتے ہیں) تو ان لوگوں کی باتیں (درباب توحید و رسالت وغیرہ کے) آپ کے لئے آزردگی کا باعث نہ ہونا چاہئے (کیونکہ آزردگی ہوتی ہے امید سے اور امید ہوتی ہے مخاطب کے عقل اور انصاف سے اور یہاں اگر غباوت ہے تو عقل نہیں اور اگر عناد ہے تو انصاف نہیں پھر کیا اُمید پھر غم کیوں آگے دوسرے طور پر تسلیہ کی تاکید ہے کہ) بیشک ہم سب جانتے ہیں جو کچھ یہ دل میں رکھتے ہیں اور جو کچھ (زبان سے) ظاہر کرتے ہیں (بس ان کو وقت پر جزائے کافی ملے گی) ربط : اوپر وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ میں مضمون بعث کا تھا آگے خاتمہ میں پھر عود ہے اسی کی طرف الیتہ وہاں چونکہ سوال وقوع سے تھا کما یدل قولہ تعالیٰ : وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ اس لئے وہاں واقعات زیادہ ہیں گو وَلَوْ نَشَآءُ ...... میں بعض ان واقعات کی صحت پر بھی استدلال ہے اور یہاں چونکہ اعتراض اس کے امکان پر تھا جیسا لباب میں بتصحیح حاکم ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ عاص ابن وائل ایک بوسیدہ ہڈی لیکر حضور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا اور اس کو چٹکی سے مَل کر کہنے لگا کہ کیا یہ ایسی حالت کے بعد زندہ ہوگی آپؐ نے فرمایا ہاں اور تو دوزخ میں جاوے گا اس پر اَوَلَمْ یَرَ الْاِنْسَانُ سے آخر سورت تک آیتیں نازل ہوئیں اس لئے یہاں زیادہ استدلال ہے صحت و امکان پر گو بالکل اخیر کی آیت میں وقوع کا بھی حکم ہے۔ واللہ اعلم

جواب استبعاد بعث: اَوَلَمْ یَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ (الی قولہ تعالی) وَّاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ کیا (اس) آدمی کو (جو کہ بعث کا انکار کرتا ہے) یہ معلوم نہیں کہ ہم نے اس کو (ایک حقیر) نطفہ سے پیدا کیا (جس کا مقتضا تو یہ تھا کہ اپنی اس ابتدائی حالت کو یاد کر کے اولاً بوجہ اپنی حقارت اور خالق کی عظمت کے جرأت انکار و گستاخی اعتراض سے طبعاً شرماتا ثانیاً خود اس حالت سے صحت بعث پر عقلاً استدلال کرتا) سو (اس نے ایسا نہ کیا بلکہ برخلاف اقتضائے مذکور) وہ علانیہ اعتراض کرنے لگا اور (اور وہ اعتراض یہ کہ) اس نے ہماری شان میں ایک عجیب مضمون بیان کیا (عجیب اسلئے کہ اس سے انکار قدرت لازم آتا ہے) اور اپنی اصل کو بھول گیا (کہ نطفہ حقیر ہے جس سے ہم نے اس کو انسان بنایا ورنہ طبعاً اور عقلاً ایسی بات نہ کہتا اگر اپنی اصل کو نہ بھولتا) کہتا ہے کہ ہڈیوں کو (خصوص) جبکہ وہ بوسیدہ ہو گئی ہوں کون زندہ کر دیگا آپ جواب دیجئے کہ ان کو وہ زندہ کریگا جس نے اول بار میں ان کو پیدا کیا ہے (جب کہ وہ حیات سے بہت بعید تھیں اور اب تو ایک بار وہ حیات کو قبول بھی کر چکی ہیں) اور وہ سب طرح کا پیدا کرنا جانتا ہے (ابداء بھی اعادہ بھی اس کو کچھ مشکل نہیں) وہ ایسا (قادر مطلق) ہے کہ (بعض) ہرے درخت سے تمہارے لئے آگ پیدا کر دیتا ہے پھر تم اس سے اور آگ سلگا لیتے ہو (چنانچہ عرب میں ایک درخت تھا مرخ اور ایک عفار ان سے چقماق کا کام لیتے تھے پس جب پانی میں کہ خضرت اسی کا اثر ہے آگ پیدا کر دیتے ہیں تو جماد میں حیات پیدا کرنا کیا مشکل ہے کیونکہ وہاں تو آگ کے ساتھ پانی بھی رہتا ہے اور یہاں تو حیات کے ساتھ جمادیت نہ رہے گی تو وہ اس احیاء سے زیادہ عجیب ہے) اور جس نے آسمان اور زمین پیدا کئے ہیں کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ ان جیسے آدمیوں کو (دوبارہ) پیدا کر دے ضرور قادر ہے (بلکہ زمین و آسمان تو اور بھی بڑے ہیں قال تعالیٰ : لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ ...... [المؤمن : ۵۷]) اور وہ بڑا پیدا کرنے والا خوب جاننے والا ہے (اور اس کی قدرت ایسی ہے کہ) جب وہ کسی چیز (کے پیدا کرنے) کا ارادہ کرتا ہے تو بس اس کا معمول تو یہ ہے کہ اس چیز کو کہہ دیتا ہے کہ ہو جا بس وہ ہو جاتی ہے (تو اس کو کیا بات مشکل ہو سکتی ہے) تو (ان سب مقدمات سے ثابت ہو گیا کہ) اس کی پاک ذات ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا پورا اختیار ہے (یعنی وہ عجز وغیرہ کے نقص سے منزہ ہے) اور (یہ امر سب شبہات سے سالم باقی رہ گیا کہ) تم سب کو (قیامت میں) اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔ ف: مِثْلَهُمْ کے ایسے معنے جیسے محاورات میں بولتے ہیں کہ میں تم جیسوں کو کیا سمجھتا ہوں یعنی تم کو بھی اور تمہارے امثال کو بھی اور یہاں کئی استدلال جمع ہیں اول یُحْیِیْهَا جس کی طرف نَسِیَ مِنْ نُّطْفَةٍ اور نَسِیَ میں بھی اشارہ ہے ثانی : وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِیْمُ ۝ جو کہ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِیْمُ ۝ سے متقارب ہے ثالث : الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمْ ...... رابع اَوَلَیْسَ الَّذِیْ ...... خامس اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ ...... اور فَسُبْحٰنَ ...... میں اشارہ ہے مطلوب ثابت بالدلائل المذکورہ کی طرف جیسا کلمۂ فا اس پر دال اور تحقیق كُنْ فَیَكُوْنُ ۝ کی اخیر پارہ الٓمّٓ میں گزری ہے اور تکون اشیاء میں گو اسباب میں تدریج بھی ہوتی ہے مگر افاضہ صورت نوعیہ کا دفعی ہے یا تدریجیات میں کن تدریجاً حکم ہوتا ہے اور دفعیات میں کن دفعۃً

وقدتم بحمد الله تفسير سُوْرَةُ يٰسٓ ثانی ربيع الاول يوم الثلاثاء ۱۳۲۵ھ من الهجرة والموحود من الله تعالی التوفيق لاتمام البقية۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ...... اشارہ ہے کہ مخالفین کی باتوں کی پرواہ نہ کرنا چاہئے خدا تعالیٰ خود مطلع ہے مناسب انتقام لے لے گا۔

ملحقات الترجمة: ۱ قوله في ان هو یعنی ان کو جو اشارة الى المرجع الدال عليه المقام ۱۲۔ ۲ قوله في لينذر تاکہ اپنی ابانت اشارة الى تعلق لينذر لمبين وفی قرأة لتنذر بالفوقانية ايضا يصح تعلق اللام لمبين بعد تقدير الجار والمجرور ای بين فيه الاحكام لتنذر انت به ۱۲۔ ۳ قوله قبل فلا يحزنك جب یہ لوگ اشارة الى توجيه الفاء بما هو ظاهر غوى عن البيان ۱۲۔ ۴ قوله في هو بكل خلق اس کو کچھ مشکل نہیں قرر الآية هكذا في الخازن ۱۲۔ ۵ قوله في امره معمول اشارة الى كون الامر بمعنى الشان ۱۲۔

اللغات: قوله ركوبهم بمعنى المركوب كفعول بمعنى المفعول ومنه الحصور وحلوب ۱۲ قوله مشارب جمع مشرب مصدر بمعنى المفعول وهو اللبن رخص مع دخوله في المنافع لشرفه واعتناء العرب به وجمع باعتبار اصنافه ۱۲۔

النحو: قوله رميم لم يقل رميمة لاستواء المذكر والمؤنث فی فصيل ۱۲۔

البلاغة: قوله حيا فيه استعارة كلما في قوله كان ميتا فاحييناه قوله ايدينا وفي آية خلقت بيدى بالشئ وفي آية جد الله فوق ايديهم بالافراد وهذا عندى تفنن قوله انعاما تخصيصه لكثرة منافعها وتكرار مشاهدتها قوله وهم لهم هو عندی بمعنى عليهم ۱۲۔

سُوْرَةُ یٰسٓ ختم ہوئی۔

سُوْرَةُ الصّٰفّٰتِ

سُوْرَةُ الصّٰفّٰتِ ۳۷ مَكِّيَّةٌ ۵۶ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ۱۸۲ رُكُوْعَاتُهَا ۵

سورۃ الصفت مکہ میں نازل ہوئی — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اس میں ۱۸۲ آیات اور ۵ رکوع ہیں

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا ۙ﴿۱﴾ فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا ۙ﴿۲﴾ فَالتّٰلِيٰتِ ذِكْرًا ۙ﴿۳﴾ اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ؕ﴿۴﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ؕ﴿۵﴾ اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ ِۨالْكَوَاكِبِ ۙ﴿۶﴾ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ۚ﴿۷﴾ لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ۖ﴿۸﴾ دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ۙ﴿۹﴾ اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ﴿۱۰﴾

قسم ہے ان فرشتوں کی، جو صف باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں۔ پھر ان فرشتوں کی جو بندش کرنے والے ہیں۔ پھر ان کی جو ذکر کی تلاوت کرنے والے ہیں کہ تمہارا معبود برحق ایک ہے۔ وہ پروردگار ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے اور پروردگار ہے طلوع کرنے کے مواقع کا ہم ہی نے رونق دی ہے اس طرف والے آسمان کو ایک عجیب آرائش یعنی ستاروں کے ساتھ اور حفاظت بھی کی ہے ہر شریر شیطان سے۔ وہ شیاطین عالم بالا کی طرف کان بھی نہیں لگا سکتے اور وہ ہر طرف سے مار کر دھکے دے دیئے جاتے ہیں اور ان کے لئے دائمی عذاب ہوگا مگر جو شیطان کچھ خبر لے ہی بھاگے تو ایک دہکتا ہوا شعلہ اس کے پیچھے لگ لیتا ہے۔

تفسیر: سُوْرَةُ الصّٰفّٰتِ مَكِّيَّةٌ وایٰتها مائة واحدی او اثنتان وثمانون كذا فی البيضاوی ربط: اس سورۃ کا خلاصہ یہ مضامین ہیں توحید جس سے سورت شروع بھی کی گئی اور پھر بعث جس پر شروع سورت ہی میں بعض دلائل مذکورہ توحید سے استدلال بھی کیا گیا اور رکوع دوم کے ختم تک وہی مضمون بعث کا چلا گیا اور پھر رسالت جس کا سلسلہ بضمن قصص قریب ختم سورت تک چلا گیا پھر فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ...... سے عود ہے توحید و تنزیہ کی طرف پھر وَاِنْ كَانُوْا لَيَقُوْلُوْنَ سے منکرین کی تقریع وعید سے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تسلیہ وعدہ سے پھر خاتمہ میں تنزیہ ذوالجلال والاکرام اور تنویہ شان رسل کرام جو کہ توحید و رسالت کے مناسب ہے اور اس سے سورت سابقہ کے مجموعہ کا اس سورت کے مجموعہ سے بھی ارتباط ظاہر ہو گیا کہ وہ بھی ان ہی مضامین پر مشتمل تھی۔

اثبات توحید بدلیل و تاکیدش بقسم: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا (الی قوله تعالٰی) فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ قسم ہے ان فرشتوں کی جو (عبادت میں یا حق تعالیٰ کا حکم سننے کے وقت) صف باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں (جیسا اسی سورت میں آگے آوے گا: وَاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ اور حدیث میں ہے: الا تصفون کما تصف الملائکہ) پھر (قسم ہے) ان فرشتوں کی جو (شہاب ثاقب کے ذریعہ سے آسمانی خبریں لانے سے شیاطین کی) بندش کرنے والے ہیں (جیسا اسی سورت میں عنقریب آتا ہے: وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ......) پھر (قسم ہے) ان فرشتوں کی جو ذکر (الٰہی تسبیح و تقدیس) کی تلاوت کرنے والے ہیں (جیسا اسی سورت میں آوے گا: وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ غرض ان سب کی قسم کھا کر کہتے ہیں) کہ تمہارا معبد (برحق) ایک ہے (اور دلیل اس توحید کی یہ ہے کہ) وہ پروردگار ہے آسمانوں کا اور زمین کا (یعنی ان کا مالک اور متصرف) اور پروردگار ہے (سب ستاروں کے) طلوع کرنے کے مواقع کا (اور) ہم ہی نے رونق دی ہے اس طرف والے آسمان کو ایک عجیب آرائش یعنی ستاروں کے ساتھ اور (ان ہی ستاروں کے ساتھ اس آسمان کی یعنی اس کی خبروں کی) حفاظت بھی کی ہے ہر شریر شیطان سے (جس کا طریق آگے آتا ہے يُقْذَفُوْنَ ...... اور اسی انتظام قذف و رجم کی وجہ سے) وہ شیاطین عالم بالا (یعنی ملائکہ) کی (باتوں کی) طرف کان بھی نہیں لگا سکتے (یعنی اکثر تو رجم کے ڈر سے دور ہی دور رہتے ہیں) اور (اگر کبھی اتفاقاً اس کی کوشش کرتے بھی ہیں تو) وہ ہر

طرف سے (یعنی جس طرف بھی جو شیطان جاوے) مار کر دھکے دے دیئے جاتے ہیں (یہ عذاب وذلت تو ان کو فی الحال ہے) اور (پھر آخرت میں) ان کے لئے (جہنم کا دائمی عذاب ہوگا (غرض قبل خبر سننے ہی کے رجم کر دیا جاتا ہے اور استماع کا قصد کر کے سمع خبر میں ناکام رہتا ہے) مگر جو شیطان کچھ خبر لے ہی بھاگے تو ایک دہکتا ہوا شعلہ اس کے پیچھے لگ لیتا ہے (کہ اس کو جلا پھونک دیتا ہے پس سمع خبر کے بعد بھی اسماع وایصال خبر میں ناکام رہتا ہے پس یہ تمام تر انتظامات وتصرفات دال علی التوحید ہیں اور گو اس استدلال کے بعض مقدمات سمعی ہیں لیکن خود اس دلیل سمعی کی صحت دلیل عقلی سے ثابت ہے لہٰذا وہ سمعی بھی مثل عقلی ہی کے ہوا اور یہ استدلال علی التوحید معنیً عقلی ہی رہا اور شہاب ثاقب سے شیطان کے رجم اور استراق سمع کی تحقیق شروع سورۂ حجر میں گذر چکی ہے اور ظاہر آیت: اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا سے کواکب کا اسی آسمان میں ہونا معلوم ہوتا ہے اور اہل ہیئت کے پس کواکب کے جدا جدا آسمان پر ہونے کی کوئی دلیل کافی نہیں اور اگر کسی دلیل صحیح سے یہ ثابت ہو جاوے تو آیت کی توجیہ یہ ہوگی کہ جب بھی اس کی تزیین تو ان سے ہو سکتی ہے اور مخلوق کی قسم کھانے کی تحقیق بذیل تفصیل آیت: لعمرك واقعہ سورہ حجر گذر چکی ہے اور مقصود ان قسموں سے استدلال نہیں استدلال تو آگے ہے محض تاکید کلام ہے جیسا کہ سرخی کا عنوان اس طرف مشیر ہے البتہ ان قسموں میں اشارہ استدلال باحوال مقسم علیہ کی طرف ہوتا ہے یا مقسم بہ نظیر مقسم علیہ کی ہوتا ہے کہ نظیر بھی ایک گونہ دال ہوتی ہے دوسری نظیر پر چنانچہ ان صافات کے احوال میں کہ مصنوع ہیں دلالت علی الصانع والتوحید ظاہر ہے اسی طرح ہر جگہ تامل سے معلوم ہو سکتا ہے اور ظاہر اسیاق آیت: لَا يَسَّمَّعُوْنَ سے معلوم ہوتا ہے کہ اول استماع کی نفی کی باعتبار اکثر کے پھر بعد استماع شاذ ونادر کے يُقْذَفُوْنَ میں سمع کی نفی کی پھر بعد سمع اتفاقی کے اَتْبَعَهٗ سے اسماع کی نفی کی اور مِنْ كُلِّ جَانِبٍ کا مطلب یہ نہیں کہ ہر شیطان کو ہر طرف سے رجم کرتے ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ جس طرف کوئی شیطان جاوے ادھر ہی مرجوم ہوتا ہے اور جن فرشتوں کی قسم کھائی ہے ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب فرشتے مختلف جماعتیں ہیں کوئی مدبرات ارض ہیں جن کو احکام بتلائے جاتے ہیں کوئی قیام عبادت میں مشغول ہیں اور یہ دونوں صف باندھتے ہیں یا احکام سننے والوں کا اصطفاف بمعنی اصطفاف اجنحہ کے ہو اور بعض مدبرات سماء ہیں جو شیاطین کو رجم کرتے ہیں اور بعض محض تسبیح وتقدیس کے لئے مخصوص ہیں اس صورت میں تو عطف ظاہر ہے اور اگر ایک ہی جماعت یہ سب کام کرتی ہو تو عطف باعتبار تغایر صفت کے ہوگا اور تعقیب کلمہ فا سے باعتبار فعل قسم کے ہے یعنی کئی قسمیں آگے پیچھے کھاتے ہیں اس میں اور کسی توجیہ کی ضرورت نہیں کیونکہ جب قسم متعدد ہوگی تو ان میں مرتبہ تلفظ میں تعاقب ہو ہی گا اور عذاب دائمی شیاطین کو بوجہ ان کے کفر کے ہوگا اور یہاں مغارب کا ذکر اس لئے نہیں ہوا کہ مشارق کا ذکر اس پر بھی دال ہے اور شاید تخصیص مشارق کی اس لئے ہو کہ اشراق بوجہ نصب العین ہونے کے قدرت پر زیادہ دال ہے گو دوسری کئی وجہ سے غروب زیادہ دال ہو اور اس آیت میں مشارق جمع آیا ہے اور بعض میں تثنیہ کے صیغہ سے آیا ہے جیسے سورۂ رحمٰن میں سو وہ باعتبار شمس وقمر کے ہوگا اور بعض جگہ مفرد آیا ہے جیسے سورۂ مزمل میں سو یا تو اس سے مراد جنس ہوگا یا خاص آفتاب کا مطلع ومغرب بوجہ اس کے اشہر الکواکب ہونے کے مُراد ہوگا اور اس کے سوا اور بھی توجیہات محتمل ہیں اور شیاطین کی اس حالت بیان کرنے سے علاوہ استدلال علی التوحید بالتقریر المذکور کے اشارہ ابطال شرک کی طرف ایک اور تقریر سے بھی ہو گیا یعنی شیاطین جن کو تم شرکاء قرار دیتے ہو وہ اس درجہ مدحور ومطرود ہیں کہ عالم بالا تک رسائی تو میسر نہیں اس سے زیادہ رفعت وقدرت تو ان کو کیا ہوگی پھر الوہیت کے مستحق کب ہو سکتے ہیں نیز اشارہ صحت رسالت کی طرف بھی اس طرح حاصل ہو گیا کہ اس قرآن میں کہانت کا احتمال نہیں اور بعث پر اس سے استدلال خود آگے موجود ہے بس اس طور پر یہ مضمون جامع ہو گیا اصول ثلثہ کو)۔

الحواشی: (۱) یعنی نہ سننے کا قصد کرتے ہیں اور نہ ان کا سننا واقع ہوتا ہے ۱۲ منہ۔

اللغات: قوله واصب دائم اتمع بمعنى تبع ثاقب مضى لثقبه الجو بالضوء ۱۲۔

النحو: قوله الكواكب بدل من زينة قوله وحفظا مفعول مطلق لمقدر اى وحفظناها به حفظاً قوله دحورا مفعول مطلق ليقذفون باعتبار المعنى قوله الا من خطف استثناء متصل من واو يسمعون ومن بدل منه والاستثناء باعتبار مجموع الستماع والسمع اى لا يستمعون ولا يسمعون الا لخاطف فيستمع ويسمع لكن لحرقه لا يقدر على اسماع غيره والايصال اليه ۱۲۔

فَاسْتَفْتِهِمْ اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا ؕ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ ﴿۱۱﴾ بَلْ عَجِبْتَ وَيَسْخَرُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَاِذَا ذُكِّرُوْا لَا يَذْكُرُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَاِذَا رَاَوْا اٰيَةً يَّسْتَسْخِرُوْنَ ﴿۱۴﴾ وَقَالُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۱۶﴾ اَوَاٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ﴿۱۷﴾ قُلْ نَعَمْ وَاَنْتُمْ دَاخِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ

وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمْ يَنْظُرُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَقَالُوْا يٰوَيْلَنَا هٰذَا يَوْمُ الدِّيْنِ ﴿۲۰﴾ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ

تُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۱﴾ اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ﴿۲۲﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى

صِرَاطِ الْجَحِيْمِ ﴿۲۳﴾ وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْـُٔوْلُوْنَ ﴿۲۴﴾ مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ ﴿۲۵﴾ بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ ﴿۲۶﴾

وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۲۷﴾ قَالُوْٓا اِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ ﴿۲۸﴾ قَالُوْا بَلْ

لَّمْ تَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۹﴾ وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِيْنَ ﴿۳۰﴾ فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَآ اِنَّا

لَذَآئِقُوْنَ ﴿۳۱﴾ فَاَغْوَيْنٰكُمْ اِنَّا كُنَّا غٰوِيْنَ ﴿۳۲﴾ فَاِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ﴿۳۴﴾

اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَيَقُوْلُوْنَ اَئِنَّا لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ

مَّجْنُوْنٍ ﴿۳۶﴾ بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳۷﴾ اِنَّكُمْ لَذَآئِقُوا الْعَذَابِ الْاَلِيْمِ ﴿۳۸﴾ وَمَا تُجْزَوْنَ

اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۴۰﴾ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۴۱﴾ فَوَاكِهُ وَهُمْ مُّكْرَمُوْنَ ﴿۴۲﴾

فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۴۳﴾ عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿۴۴﴾ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ﴿۴۵﴾ بَيْضَآءَ لَذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ﴿۴۶﴾ لَا فِيْهَا

غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِيْنٌ ﴿۴۸﴾ كَاَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ ﴿۴۹﴾ فَاَقْبَلَ

بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۵۰﴾ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ اِنِّيْ كَانَ لِيْ قَرِيْنٌ ﴿۵۱﴾ يَّقُوْلُ اَئِنَّكَ لَمِنَ

الْمُصَدِّقِيْنَ ﴿۵۲﴾ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَدِيْنُوْنَ ﴿۵۳﴾ قَالَ هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ ﴿۵۴﴾ فَاطَّلَعَ فَرَاٰهُ

فِيْ سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ﴿۵۵﴾ قَالَ تَاللّٰهِ اِنْ كِدْتَّ لَتُرْدِيْنِ ﴿۵۶﴾ وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّيْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ﴿۵۷﴾ اَفَمَا

نَحْنُ بِمَيِّتِيْنَ ﴿۵۸﴾ اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿۵۹﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۶۰﴾ لِمِثْلِ هٰذَا

فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ ﴿۶۱﴾ اَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ ﴿۶۲﴾ اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ ﴿۶۳﴾ اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ

فِيْٓ اَصْلِ الْجَحِيْمِ ﴿۶۴﴾ طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ ﴿۶۵﴾ فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ﴿۶۶﴾ ثُمَّ

اِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ ﴿۶۷﴾ ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاِلَى الْجَحِيْمِ ﴿۶۸﴾ اِنَّهُمْ اَلْفَوْا اٰبَآءَهُمْ ضَآلِّيْنَ ﴿۶۹﴾ فَهُمْ

عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ يُهْرَعُوْنَ ﴿۷۰﴾ وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ اَكْثَرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۷۱﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا فِيْهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴿۷۲﴾ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ

عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۷۳﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۷۴﴾

تو آپ ان سے پوچھئے کہ یہ لوگ بناوٹ میں زیادہ سخت ہیں یا ہماری پیدا ہوئی یہ چیزیں (کیونکہ) ہم نے ان لوگوں کو چپکتی مٹی سے پیدا کیا ہے۔ بلکہ آپ تو تعجب کرتے ہیں اور یہ لوگ تمسخر کرتے ہیں اور ان کو سمجھایا جاتا ہے تو یہ سمجھتے نہیں اور جب یہ کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو خود اس کی ہنسی اُڑاتے ہیں اور کہتے ہیں یہ تو صریح جادو ہے (کیونکہ)

بھلا جب ہم مرگئے اور مٹی اور ہڈیاں ہو گئے تو کیا ہم پھر زندہ کئے جائیں گے اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی۔ آپ کہہ دیجئے کہ ہاں (ضرور زندہ ہوں گے) اور تم ذلیل بھی ہو گے۔ پس قیامت تو بس ایک للکار ہوگی (یعنی نفخہ ثانیہ) سب یکا یک دیکھنے بھالنے لگیں گے۔ اور کہیں گے ہائے ہماری کم بختی یہ تو وہی روزِ جزا (معلوم ہوتا ہے ارشاد ہوگا کہ ہاں) یہ وہی فیصلہ کا دن ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے جمع کرلو ظالموں کو اور ان کے ہم مشربوں کو اور ان معبودوں کو جن کی وہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے تھے۔ پھر ان سب کو دوزخ کا رستہ بتلاؤ اور (اچھا) ان کو ذرا ٹھہراؤ ان سے کچھ پوچھا جائے گا کہ اب تم کو کیا ہوا ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے بلکہ وہ سب کے سب اس روز سرافگندہ کھڑے ہوں گے اور وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر جواب سوال (یعنی اختلاف) کرنے لگیں گے چنانچہ تابعین کہیں گے کہ ہم پر تمہاری آمد بڑے زور کی ہوا کرتی۔ متبوعین کہیں گے۔ نہیں بلکہ تم خود ہی ایمان نہیں لائے تھے اور ہمارا تم پر کوئی زور تو تھا ہی نہیں۔ بلکہ تم خود ہی سرکشی کیا کرتے تھے۔ سو ہم سب پر ہی ہمارے رب کی یہ ازلی بات تحقیق ہو چکی تھی کہ ہم سب کو مزہ چکھنا ہے۔ تو ہم نے تم کو بہکایا ہم خود ہی گمراہ تھے۔ تو وہ سب کے سب اس روز عذاب میں (بھی) شریک رہیں گے (اور) ہم ایسے مجرموں کے ساتھ ایسا ہی کیا کرتے ہیں۔ وہ لوگ ایسے تھے کہ جب ان سے کہا جاتا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں تو تکبر کیا کرتے تھے کہ کیا ہم اپنے معبودوں کو ایک شاعر دیوانہ کی وجہ سے چھوڑ دیں گے بلکہ یہ تو ایک سچا دین لے کر آئے ہیں اور دوسرے پیغمبروں کی تصدیق کرتے ہیں تم سب کو عذاب چکھنا پڑے گا اور تم کو اسی کا بدلہ ملے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔ ہاں مگر جو اللہ کے خالص برگزیدہ بندے ہیں ان کے واسطے ایسی غذائیں ہیں، جن کا حال (دوسری سورتوں) میں معلوم ہو چکا ہے۔ یعنی میوے اور وہ لوگ بڑی عزت سے آرام کے باغوں میں تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے ان کے پاس ایسا جام شراب لایا جائے گا جو بہتی ہوئی شراب سے بھرا ہوگا سفید ہوگی پینے والوں کو لذیذ معلوم ہوگی نہ اس میں دردِ سر ہوگا اور نہ اس سے عقل میں فتور آئے گا اور ان کے پاس نیچی نگاہ والی بڑی بڑی آنکھوں والی (حوریں) ہوں گی گویا وہ بیضے ہیں جو چھپے ہوئے رکھے ہیں پھر ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر بات چیت کریں گے ان میں سے ایک کہنے والا کہے گا کہ دنیا میں میرا ایک ملاقاتی تھا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ کیا تو بعث کے معتقدین میں سے ہے، کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے تو ہم کیا جزا سزا دیئے جائیں گے ارشاد ہوگا کہ کیا تم جھانک کر (اس کو) دیکھنا چاہتے ہو؟ سو وہ شخص جھانکے گا تو اس کو وسط جہنم میں دیکھے گا۔ کہے گا کہ اللہ کی قسم تو تو مجھ کو تباہ ہی کرنے کو تھا اور اگر میرے رب کا فضل نہ ہوتا تو میں بھی ماخوذ لوگوں میں ہوتا کیا ہم پہلی بار مرنے کے اب نہیں مریں گے اور نہ ہم کو عذاب ہوگا یہ بے شک بڑی کامیابی ہے ایسی ہی کامیابی کے لئے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہئے بھلا یہ دعوت بہتر ہے یا زقوم کا درخت؟ ہم نے اس درخت کو ظالموں کے لئے موجب امتحان بنایا ہے وہ ایک درخت ہے جو قعر دوزخ میں سے نکلتا ہے اس کے پھل ایسے ہیں جیسے سانپ کے پھن تو وہ لوگ اس سے کھائیں گے اور اسی سے پیٹ بھریں گے۔ پھر ان کو کھولتا ہوا پانی (پیپ میں) ملا کر دیا جائے گا۔ پھر اخیر ٹھکانا دوزخ ہی کی طرف ہوگا کیونکہ انہوں نے اپنے بڑوں کو گمراہی کی حالت میں پایا تھا پھر یہ بھی ان ہی کے قدم بقدم تیزی کے ساتھ چلتے تھے اور ان سے پہلے بھی اگلے لوگوں میں اکثر گمراہ ہو چکے ہیں اور ہم نے ان میں بھی ڈرانے والے (پیغمبر) بھیجے تھے۔ سو دیکھ لیجئے ان لوگوں کا کیسا (برا) انجام ہوا جنکو ڈرایا گیا تھا ہاں مگر اللہ کے خاص کئے ہوئے بندے تھے۔

تفسیر ربط: اوپر اثبات توحید تھا آگے اثبات بعث ہے جس سے امکان بعض اجزاء دلیل مذکور سے استدلال بھی کیا گیا ہے جیسا کلمہ فَاسْتَفْتِهِمْ میں اس پر دال ہے اور ثبوت نبوت سے اس کے وقوع پر استدلال کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جیسا وَاِذَا رَاَوْا ...... کی تقریر ترجمہ سے معلوم ہوگا اور بعث کے ساتھ کفار کا عذاب اور مؤمنین کا ثواب کا ذکر فرمایا گیا ہے اور اِنَّهُمْ اَلْفَوْا اٰبَآءَهُمْ میں بطور تتمیم مضمون کے عذاب کفار کی ایک تعلیل ارشاد ہوئی ہے۔

بحث بعث وواقعات او: فَاسْتَفْتِهِمْ اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا (الی قولہ تعالی) اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ (اور جب دلائل توحید میں حق تعالیٰ کا مخلوقات میں تصرفات مذکورہ پر قادر ہونا اور ان مخلوقات کا مقدور ہونا معلوم ہو گیا) تو آپ ان (منکرین بعث) سے (بطور تبکیت والزام کے) پوچھئے کہ یہ لوگ بناوٹ میں زیادہ سخت ہیں یا ہماری پیدا کی ہوئی یہ چیزیں (جن کا ابھی ذکر ہوا سو واقع میں یہی چیزیں زیادہ سخت ہیں کیونکہ) ہم نے ان لوگوں کو (تو ابتدائے خلق آدم میں اسی معمولی) چپکتی مٹی سے پیدا کیا ہے (جس میں نہ کچھ قوت ہے نہ صلابت اور انسان جو اس سے بنا ہے وہ بھی زیادہ قوی اور صلب نہیں ہے پس جب مخلوقات قویہ صلبہ کے ابتدائے خلق پر ہم قادر ہیں تو مخلوق ضعیف اور رخو کے اعادہ پر قدرت کیوں نہ ہوگی مگر باوجود ایسی دلیل واضح کے بھی یہ لوگ امکان بعث کے قائل نہیں ہوئے) بلکہ (اس سے بڑھ کر بات یہ ہے کہ) آپ تو (ان کے انکار قدرتِ الٰہیہ سے جو کہ نفی امکان سے لازم آتا ہے) تعجب کرتے ہیں اور یہ لوگ (انکار سے بڑھ کر اس دعوی بعثت سے) تمسخر کرتے ہیں اور (ظاہر ہے کہ اس دعوے کے دو ہی جز ہیں امکان بعث اور وقوع بعث جز اول کا اثبات دلائل عقلیہ کے یاد دلانے سے ہو سکتا ہے جن میں ایک ابھی مذکور ہوئی اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا ...... اور جزِ دوم کا اثبات ثبوت نبوت سے ہو سکتا ہے مگر ان کی کیفیت یہ ہے کہ) جب ان کو (دلائل عقلیہ سے امکان) سمجھایا جاتا ہے تو یہ سمجھتے نہیں اور جب یہ کوئی معجزہ دیکھتے ہیں (جو بغرض ثبوت نبوت ان کو دکھلایا جاتا ہے جس سے وقوع بعث ثابت کیا جاوے) تو (خود) اس کی ہنسی اڑاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو صریح جادو ہے (کیونکہ اگر یہ معجزہ ہو تو اس سے نبوت کا ثبوت اور اس سے مدعی بعث کا صدق لازم آتا ہے اور لازم محال ہے کیونکہ) بھلا جب ہم مرگئے اور مٹی اور ہڈیاں ہو گئے تو کیا ہم (پھر) زندہ کئے جاوینگے اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی

(زندہ ہونگے) آپ کہہ دیجئے کہ ہاں (ضرور زندہ ہوگے) اور تم ذلیل بھی ہوگے (جو شخص دلیل کے بعد بھی عناداً انکار کرے اس کے لئے ایسا ہی جواب زیبا ہے آگے ثبوت مقدمات بعث پر تفریع فرماتے ہیں کہ) پس قیامت تو بس ایک للکار ہوگی (یعنی نفخۂ ثانیہ) سو (اس سے) سب یکا یک (زندہ ہوکر) دیکھنے بھالنے لگیں گے اور (تحسراً) کہیں گے ہائے ہماری کمبختی یہ تو وہی روز جزاء (معلوم ہوتا) ہے (ارشاد ہوگا کہ ہاں) یہ وہی فیصلہ کا دن ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے (آگے تفصیل ہے بعض واقعات کی کہ ملائکہ کو حکم ہوگا کہ) جمع کرلو ظالموں کو (یعنی جو بانی اور مقتدائے کفر و شرک تھے) اور ان کے ہم مشربوں کو (یعنی جو ان کے ساتھ تابع تھے) اور ان معبودوں کو جن کی وہ لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کیا کرتے تھے (یعنی شیاطین واصنام) پھر ان سب کو دوزخ کا راستہ بتلاؤ (یعنی ادھر لیجاؤ) اور (پھر یہ حکم ہوگا کہ اچھا) ان کو (ذرا) ٹھہراؤ ان سے کچھ پوچھا جاوے گا (چنانچہ ان سے یہ سوال ہوگا) کہ اب تم کو کیا ہوا کہ (عذاب کا حکم سن کر) ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے (یعنی متبوعین انسان ہو یا شیاطین اپنے تابعین کی مدد نہیں کرتے جیسا دنیا میں اضلال واغواء کے وقت تابعین کو دھوکے دیتے تھے کہ اس طریق شرکی کو اختیار کرو کچھ ضرر نہ ہوگا مگر اس سوال کے بعد بھی کچھ تناصر نہ ہوگا) بلکہ وہ سب کے سب اس روز سرافگندہ (کھڑے) ہونگے اور (بجائے تناصر کے اور باہم تنافر اور تنازع ہوگا کہ) وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوکر جواب سوال (یعنی اختلاف) کرنے لگیں گے (چنانچہ) تابعین (متبوعین سے) کہیں گے کہ (کہ ہم کو تو تم نے گمراہ کیا کیونکہ) ہم پر تمہاری آمد بڑے زور کی ہوا کرتی تھی (یعنی ہم پر خوب زور ڈال کر ہمارے اضلال کا اہتمام اور اس میں سعی کیا کرتے تھے) متبوعین کہیں گے کہ نہیں بلکہ تم خود ہی ایمان نہیں لائے تھے اور (ہم پر ناحق کا الزام ہے کیونکہ) ہمارا تم پر کوئی زور تو تھا ہی نہیں بلکہ تم خود ہی سرکشی کیا کرتے تھے سو (جب مرتکب کفر کے تم بھی تھے اور ہم بھی **یدل علی الاول لم تکونوا مؤمنین وعلی الثانی قولھم ما کان لنا علیکم من سلطٰن ای فی قسر کم علی طریقنا** تو اس سے معلوم ہوا کہ) ہم سب ہی پر ہمارے رب کی یہ (ازلی) بات محقق ہو چلی تھی کہ ہم سب کو (عذاب کا) مزہ چکھنا ہے (جو حاصل ہے لَاَمۡلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الۡجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجۡمَعِيۡنَ [ھود: ۱۱۹] کا) تو (اس کا سامان یہ ہوگیا کہ) ہم نے تم کو بہکایا (جس سے تم بلا ہمارے اکراہ کے باختیار خود گمراہ ہوئے اور ادھر) ہم خود بھی (اپنے اختیار سے) گمراہ تھے (پس دونوں کی گمراہی کے اسباب مجتمع ہوگئے جس میں تمہارا اختیار تمہارے اسباب غوایت کا ایک جزو ہے پھر اپنے کو بری کرنا کیسے چاہتے ہو آگے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جب دونوں فریق کا اشتراک فی الکفر ثابت ہے) تو وہ سب کے سب اس روز عذاب میں (بھی) شریک رہیں گے (اور) ہم ایسے مجرموں کے ساتھ ایسا ہی کیا کرتے ہیں (آگے ان کے کفر و جرم کا بیان ہے کہ) وہ لوگ ایسے تھے کہ (توحید کے بھی منکر تھے اور رسالت کے بھی چنانچہ) جب ان سے (بواسطہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے) کہا جاتا تھا کہ خدا کے سوا کوئی معبود برحق نہیں تو (اس کے ماننے سے) تکبر کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ کیا ہم اپنے معبودوں کو ایک شاعر دیوانہ (کے کہنے) کی وجہ سے چھوڑ دینگے (پس اس میں توحید اور رسالت دونوں کا انکار ہوگیا حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ پیغمبر نہ شاعر ہیں نہ مجنون) بلکہ (پیغمبر ہیں کہ) ایک سچا دین لے کر آئے ہیں اور (اصول توحید وغیرہ میں) دوسرے پیغمبروں کی تصدیق (اور موافقت) کرتے ہیں (یعنی ایسے اصول بتلاتے ہیں جس میں سب مرسلین متفق ہیں پس وہ اصول بشہادت اجتماع براہین کثیرہ حق ہیں خیال بندی نہیں اور حق بات کا کہنا جنون نہیں اسی طرح اور امم نے اپنے انبیاء کے ساتھ اسی کے قریب قریب برتاؤ کیا یہاں بعض آیات میں صرف اس امت کے کفار کا ذکر باعتبار خصوصیت مخاطبین وقت نزول قرآن کے ہوگیا آگے بیان ہے ان کو مشافہۃً اس عذاب مشترک کے سنانے کا کہ) تم سب (تابع ومتبوع) کو دردناک عذاب چکھنا پڑے گا اور (اس حکم میں تم پر کوئی ظلم نہیں ہوا کیونکہ) تم کو اس ہی کا بدلہ ملے گا جو کچھ تم (کفر وغیرہ) کیا کرتے تھے ہاں مگر جو اللہ کے خاص کئے ہوئے بندے ہیں (مراد اس سے اہل ایمان ہیں کہ انہوں نے حق کا اتباع کیا اللہ تعالیٰ نے ان کو مقبول اور مخصوص فرمالیا سو) ان کے واسطے ایسی غذائیں ہیں جن کا حال (دوسری سورتوں میں) معلوم (ہو چکا) ہے یعنی میوے (جن کا ملنا سورۂ یٰسین آیت: لَهُمۡ فِيۡهَا فَاكِهَةٌ میں اور جن کا وصف سورۂ واقعہ وَفَاكِهَةٍ كَثِيۡرَةٍ۔ لَا مَقۡطُوۡعَةٍ وَّلَا مَمۡنُوۡعَةٍ میں اس کے قبل نازل ہو چکا ہے کیونکہ سورۂ یٰسین و واقعہ سورۂ صافات سے نزول میں مقدم ہیں **کذا فی الاتقان**) اور وہ لوگ بڑی عزت سے آرام کے باغوں میں تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے (اور) ان کے پاس ایسا جام شراب لایا جاویگا (یعنی غلمان لاوینگے **کما فی الواقعۃ**: يَطُوۡفُ عَلَيۡهِمۡ وِلۡدَانٌ ......) جو بہتی ہوئی شراب سے بھرا جاویگا (**کما قال تعالیٰ**: وَاَنۡهٰرٌ مِّنۡ خَمۡرٍ جس سے اس کی کثرت اور لطافت معلوم ہوئی اور دیکھنے میں) سفید ہوگی (اور پینے میں) پینے والوں کو لذیذ معلوم ہوگا (اور) نہ اس میں دردسر ہوگا (جیسا دنیا کی شراب میں ہوتا ہے جس کو خمار کہتے ہیں) اور نہ اس عقل میں فتور آویگا اور ان کے پاس نیچی نگاہ والی بڑی بڑی آنکھوں والی (حوریں) ہونگی (کما قال تعالیٰ وَحُوۡرٌ عِيۡنٌ جن کی رنگت ایسی صاف ہوگی کہ) گویا بیضے ہیں جو (پروں کے نیچے) چھپے ہوئے ہیں (کہ گرد و غبار اور داغ سے بالکل محفوظ ہوتے ہیں تشبیہ محض صفائی میں ہے بوجہ عادت عرب کے کہ عورتوں کے لئے اس تشبیہ کا استعمال کیا کرتے ہیں **کذا فی الروح** اور خصوصیت رنگت میں تشبیہ نہیں چنانچہ سورۂ رحمٰن میں یاقوت اور مرجان سے تشبیہ دی ہے تو مختلف رنگتیں کیسے جمع ہوسکتی ہیں یا یوں کہا جاوے کہ سب الوان کچھ کچھ دمکتے ہونگے) پھر (جب سب ایک جلسہ

میں جمع ہونگے تو) ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوکر بات چیت کرینگے (اس بات چیت کے اثناء میں) ان (اہل جنت) میں سے ایک کہنے والا (اہل مجلس سے) کہے گا کہ (دنیا میں) میرا ایک ملاقاتی تھا وہ (مجھ سے بطور تعجب کہا کرتا تھا کہ کیا تو بعث کے معتقدین میں سے ہے کیا جب ہم مرجاویں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہوجاوینگے تو کیا ہم (دوبارہ زندہ کئے جاوینگے اور زندہ کرکے) جزا سزا دیئے جاوینگے (یعنی وہ منکر بعث تھا پس ضرور وہ دوزخ میں گیا ہوگا حق تعالیٰ کا) ارشاد ہوگا کہ (اے اہل جنت) کیا تم جھانک کر (اس کو) دیکھنا چاہتے ہو (اگر چاہو تو تم کو اجازت ہے) سو وہ شخص (جس نے قصہ بیان کیا تھا) جھانکے گا (خواہ اور لوگ بھی جھانکیں یا نہ جھانکیں شق اول پر اس کی تخصیص اس لئے ہے کہ باعث اذن اطلاع کا یہی ہوا اور اسی کا اشتیاق بھی زیادہ تھا اور دوسری شق پر تخصیص ظاہر ہے غرض جب جھانکے گا) تو اس کو وسط جہنم میں (پڑا ہوا) دیکھے گا (وسط کے لئے حقیقی ہونا ضروری نہیں اس کو وہاں دیکھ کر اس سے) کہے گا کہ خدا کی قسم تو تو مجھ کو تباہ ہی کرنے کو تھا (یعنی مجھ کو بھی منکر بعث بنانے کی کوشش کیا کرتا تھا) اور اگر میرے رب کا (مجھ پر) فضل نہ ہوتا (کہ مجھ کو خدا نے اعتقاد صحیح پر قائم رکھا) تو میں بھی (تیری طرح) ماخوذ لوگوں میں ہوتا (اس کے بعد اپنے یاران جلسہ اہل جنت سے کہے گا کہ) کیا ہم بجز پہلی بار کے مرچکنے کے (کہ دنیا میں مر[1] چکے ہیں) اب نہیں مریں گے اور نہ ہم کو عذاب ہوگا (یہ بات اہل جنت سے اور اسی طرح پہلی بات اس کا فر ملاقاتی کے متعلق اور اس کو جھانکنا دیکھنا اس سے باتیں کرنا یہ سب جوش خوشی میں ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے سب آفات اور کلفتوں سے بچالیا اور ہمیشہ کے لئے بےفکر کردیا آگے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے سامعین جو کچھ جنت کی نعیم جسمانی وروحانی سے مذکور ہوا) یہ بیشک بڑی کامیابی ہے ایسی ہی کامیابی (حاصل کرنے) کے لئے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہئے (یعنی ایمان لانا اور اطاعت کرنا چاہئے آگے دونوں عذاب وثواب کا موازنہ کرکے اہل ایمان کو ترغیب اور کفار کو ترہیب فرماتے ہیں کہ اے سامعین بتلاؤ) بھلا یہ دعوت (نعیم جنت کی کہ فواکہ وغیرہا ہیں) بہتر ہے (جو اہل ایمان کے لئے ہے) یا زقوم کا درخت (جو کفار کے لئے ہے) ہم نے اس درخت کو (علاوہ عقوبت فی الآخرۃ بنانے کے دنیا میں بھی ان) ظالموں کے لئے موجب امتحان بنایا ہے (کہ اس کو سن کر تصدیق کرتے ہیں یا تکذیب واستہزاء کرتے ہیں چنانچہ کفار تکذیب واستہزاء سے پیش آئے کہنے لگے کہ زقوم تو مسکہ اور خرما کو کہتے ہیں وہ تو خوب لذیذ چیز ہے اور کہنے لگے کہ زقوم اگر درخت ہے تو دوزخ میں کہ آگ ہے درخت کیسے ہوسکتا ہے اس کا جواب آگے فرماتے ہیں کہ) وہ ایک درخت ہے جو قعر دوزخ میں سے نکلتا ہے (یعنی مسکہ وخرما نہیں ہے اور چونکہ خود آگ ہی میں پیدا ہوتا ہے اس لئے وہاں رہنا بعید نہیں جیسا سمندر جانور کہ آگ میں پیدا ہوتا ہے اور آگ میں رہتا ہے اس سے دونوں باتوں کا جواب ہوگیا آگے اس کی ایک کیفیت مذکور ہے کہ) اس کے پھل ایسے (کریہ المنظر) ہیں جیسے سانپ کے پھن (پس ایسے درخت سے ظالموں کی دعوت ہوگی) تو وہ لوگ (بھوک کی شدت میں جب اور کچھ نہ ملے گا تو) اس سے کھاوینگے اور (چونکہ بھوک سے مضطر ہونگے) اسی سے پیٹ بھرینگے پھر (جب پیاس سے بیقرار ہوکر پانی مانگیں گے تو) ان کو کھولتا ہوا پانی (غساق یعنی پیپ میں) ملا کر دیا جاویگا اور (یہ نہیں کہ اس مصیبت کا خاتمہ ہوجاوے بلکہ اس کے بعد) پھر اخیر ٹھکانا ان کا دوزخ ہی کی طرف ہوگا (یعنی اس کے بعد بھی وہاں ہی ہمیشہ کے لئے رہنا ہوگا اور وجہ ان کی اس سزا کی یہ ہوئی کہ) انہوں نے (ہدایت الٰہیہ کا اتباع نہیں کیا تھا بلکہ) اپنے بڑوں کو گمراہی کی حالت میں پایا تھا پھر یہ بھی ان ہی کے قدم بقدم تیزی کے ساتھ چلتے تھے (یعنی شوق اور رغبت سے ان کی راہ بےراہی پر چلتے تھے) اور ان (کفار موجودین) سے پہلے بھی اگلے لوگوں میں اکثر گمراہ ہوچکے ہیں اور ہم نے ان میں بھی ڈرانے والے (پیغمبر) بھیجے تھے سو دیکھ لیجئے ان لوگوں کا کیسا (برا) انجام ہوا جن کو ڈرایا گیا تھا (اور انہوں نے نہ مانا تھا کہ ان پر دنیا ہی میں کیا کیا عذاب نازل ہوا) ہاں مگر جو اللہ کے خاص کئے ہوئے (یعنی ایمان والے) بندے تھے (وہ اس عذاب دنیوی سے بھی محفوظ رہے)۔ **ف**: فواکہ اور زقوم باہم اور کاس اور حمیم باہم مقابل ہیں اور دونوں یَتَسَآءَلُوْنَ معنی مقابل ہیں اور عباد مخلصین کا استثناء ایک جگہ عذاب اخروی سے ہے ایک جگہ عذاب دنیوی سے اور اِنَّهُمْ اَلْفَوْا اٰبَآءَهُمْ کا حکم باعتبار اکثر کفار کے ہے اور اولین کی تعذیب کی علت خود ان کا ضلال میں اصل ہونا اور مِثْلِ هٰذَا سے مراد خود ہذا ہی ہے محاورات میں اس طرح بولا کرتے ہیں اور جس جنتی کا یہاں قصہ مذکور ہے اس کی تعیین کسی روایت صحیحہ قویہ سے ثابت نہیں اور یہ بھی ضرور نہیں کہ ساری جنت میں ایسا شخص ایک ہی ہو اور فَاطَّلَعَ سے بناء بر کثرت استعمال ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ جنت اعلےٰ میں اور دوزخ اسفل میں ہے اور اس وقت باہم ایسی نسبت ہوگی کہ جھانکنے سے نظر آجاویگا اور قَالَ هَلْ اَنْتُمْ مُّطَّلِعُوْنَ کا فاعل احقر نے اللہ تعالیٰ کو قرار دیا ہے اور مثل بعض مفسرین کے اس جنتی کو قرار نہیں دیا کیونکہ ظاہراً بلا اذن حق تعالیٰ کے اہل جنت کا خود اپنی رائے سے دوزخ کو جھانکنا تاکنا مستبعد معلوم ہوتا ہے اور زقوم کو بیضاوی نے لکھا ہے کہ ایک درخت کا نام ہے جس کے چھوٹے چھوٹے پتے ہوتے ہیں اور بدبودار تلخ ہوتا ہے تہامہ میں بکثرت پیدا ہوتا ہے اھ ہندوستان میں اس کے قریب قریب تھوہر اور سینڈھ کا درخت ہوتا ہے اور تشبیہ رؤس حیات کے ساتھ بدنمائی میں ہے جیسے ہندوستان میں ایک درخت خاردار کو مشابہت شکل سے ناگ پھن کہتے ہیں اور سانپوں کو شیاطین بوجہ خبث وایذاء رسانی کے کہتے ہیں اور کفار کے استہزاء کی وجہ یہ ہے کہ زقوم لغت عربی اس معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے لیکن شجرہ کی قید جب اس کے ساتھ مصرح ہے اصلاً اس احتمال کی گنجائش نہ تھی اور یہ روایت استہزاء وتکذیب کی اور اس پر

آیت :اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ ...... کے نزول کی درمنثور میں منقول ہے اور اسی مضمون کا ذکر ہے سورۂ بنی اسرائیل میں اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ اور چونکہ آیت :اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ اس شبہ کے بعد نازل ہوئی ہے جیسا روایت مذکورہ میں تصریح ہے پس اس شجر کا نار میں ہونا کسی اور دلیل سے معلوم ہوا ہوگا یا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور تفسیر کے فرمایا ہوگا یا اس مضمون کو سن کر کہ شجر زقوم دوزخیوں کا طعام ہے لزوم عادی کے طور پر اس شجر کا نار میں ہونا سمجھے ہوں گے مثلاً سورۂ واقعہ کی آیت: ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ۔ لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ سے جو کہ نزول میں بنی اسرائیل اور صافات سے مقدم ہے یہ سمجھا ہو اور یہ شبہ کیا ہو جس کو بنی اسرائیل میں کہ واقعہ سے متاخر ہے اجمالاً نقل کیا پھر صافات میں کہ بنی اسرائیل سے متاخر ہے اس کا جواب بھی ارشاد فرما دیا اور یہ ترتیب نزول کی اتقان میں مذکور ہے واللہ اعلم اور آیت :اِنَّ مَرْجِعَهُمْ ...... کے متعلق ایک ضروری تحقیق سورۂ مومن آیت :ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُوْنَ کے ذیل میں آوے گی۔

ترجمہ مسائل السلوک : (سورۂ والصفت) قولہ تعالیٰ :اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ لِمِثْلِ هٰذَا فَلْيَعْمَلِ الْعٰمِلُوْنَ تصریح ہے کہ آخرت کی نعمتیں جنت وحور وقصور مطلوب ہیں جن پر ترغیب دی گئی نہ کہ ان مدعیوں کی طرح جو کہتے ہیں کہ ہم کو جنت کی کیا پرواہ ہے اور وہ کیا چیز ہے البتہ مغلوب الحال لوگوں سے جو منقول ہے وہ معذور ہیں۔

الحواشی :(۱) قوله ذكر وراى بصيغة الواحد لماضي المجهول والمعلوم ۱۲ منه۔ (۲) المراد بالدنيا ما قبل الآخرة فالمراد بالاولى الماضية التي وقعت قبل الحيٰوة الاخروية سواء سميت واحدة او اثنين ۱۲ منه۔

ملحقات الترجمۃ : ۱ قوله في فحق وفي فاغوينكم اس سے معلوم ہوا الخ اسباب مجتمع اشارة الى التفريع في الاول باعتبار الوجود الذهني والثاني باعتبار الوجود الخارجي فصح التفريعان بلا تكلف بهذا من المواهب ۱۲۔ ۲ قوله في ثم ان مرجعهم یعنی الی ہمیشہ اشارة الى حمل الرجوع على بقاء ه لا حدوثه فصح التراخي بلا كلفة هذا من المواهب ۱۲۔ ۳ قوله في ف درمنثور ذكرت هذه الرواية في حواشي قوله تعالٰى في بني اسرائيل وما جعلنا الرؤيا التي اريٰنك الا فتنة للناس ۱۲۔ ۴ قوله سورۂ واقعہ ولتقدم نزولها على بني اسرائيل والصافات اورو الشجرة فيها نكرة وفيها معرفة للعهد فتبصر۔

اختلاف القراءۃ : قوله بل عجبت وفي قراء ة بالتكلم وتوجيه تقدير قل قبل بل او بعده كما قيل وقيل ۱۲۔

اللغات : قوله كاس في الروح عن اكثر اللغويين ان اناء الخمر لا يسمى كاسا حقيقة الا وفيه خمر فان خلا منه فهو قدح قوله معين اى جار كما تجرى الانهار غول في القاموس الصداع ينزفون في القاموس نزف كعني ذهب عقله قوله بيض معروف وهو اسم جنس والواحدة بيضة قوله لمدينون لمجزيون ۱۲ قوله طلعها المراد ههنا اول ما يبدو من الثمر وهو استعارة لان اصله في طلع النخل الشيٰطين الحيات كذا في القاموس الاهراع الاسراع ۱۲۔

النحو : فقوله بل عجبت ويسخرون عندى ان مدخول بل المجموع باعتبار يسخرون كما يظهر من ترجمتي قوله مالكم عامله مقدر اى فيسئلون ۱۲۔ الا عباد الله استثناء منقطع بمعنى لكن واولٰئك خبره قوله فواكه بدل من رزق علوم قوله من معين صفة كاس اى كائنة من معين ومعين صفة لمقدر اى من خمر معين بمعنى الجاري كالماء ۱۲۔

البلاغۃ : قوله طين لازب وصفه به لاستحضار صورته وحقارته قوله يتسخرون لما كان السخرية اشدّ وافظع بعد ما ذكر[۲] وراى الآية عبر عنه ههنا بالاستفعال لانه سخرية بالدعوى وكان السابق سخرية بالدليل فاتى به مجردا ولما كان الدليل طريقا الى اثبات الدعوى فالسخرية بالدليل قاطع لرجاء الهدى قوله عن اليمين مجاز مرسل او استعارة عن القوة والقهر فان اليمين موصوفة بالقوة وبها يقع البطش اى تقصدوننا عن السلطان والغلبة حتى تحملونا على الضلال كذا في الروح عن الفرء واخترته لمناسبته قوله تعالٰى وما كان لنا عليكم من سلطان قوله انا لذائقون اصله انكم لذائقون لانه لا يجوز نسبة الذوق الى الله تعالٰى الا انه عدل الى لفظ المتكلم لانهم متكلمون بزلك من انفسهم۔ قوله لذة مصدر وصف به مبالغة قٰصرٰتُ كناية عن العفة لان العفيفة لا تنظر الى غير زوجها اى قصرن ابصارهن على ازواجهن يتساء لون كناية عن التحادث وان لم يكن فيه سوال وجواب ۱۲۔

وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿۷۶﴾ وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ

الْبٰقِيْنَ ۝٧٧ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ۝٧٨ سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِي الْعٰلَمِيْنَ ۝٧٩ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝٨٠ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ۝٨١ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ۝٨٢ وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ ۝٨٣ اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ۝٨٤ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَاذَا تَعْبُدُوْنَ ۝٨٥ اَئِفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِيْدُوْنَ ۝٨٦ فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝٨٧ فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ ۝٨٨ فَقَالَ اِنِّيْ سَقِيْمٌ ۝٨٩ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِيْنَ ۝٩٠ فَرَاغَ اِلٰٓى اٰلِهَتِهِمْ فَقَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ۝٩١ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُوْنَ ۝٩٢ فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِيْنِ ۝٩٣ فَاَقْبَلُوْٓا اِلَيْهِ يَزِفُّوْنَ ۝٩٤ قَالَ اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ ۝٩٥ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ۝٩٦ قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ بُنْيَانًا فَاَلْقُوْهُ فِي الْجَحِيْمِ ۝٩٧ فَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ ۝٩٨ وَقَالَ اِنِّيْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ۝٩٩ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝١٠٠ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ ۝١٠١ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ۚ قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۡ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ۝١٠٢ فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ۝١٠٣ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۝١٠٤ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝١٠٥ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ ۝١٠٦ وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ۝١٠٧ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ۝١٠٨ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ۝١٠٩ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝١١٠ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ۝١١١ وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝١١٢ وَبٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اِسْحٰقَ ۭ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِيْنٌ ۝١١٣

اور ہم کو نوح نے پکارا سو ہم خوب فریاد سننے والے ہیں اور ہم نے ان کو اور ان کے تابعین کو بڑے بھاری غم سے نجات دی اور ہم نے باقی انہی کی اولاد کو رہنے دیا اور ہم نے ان کے لئے پیچھے آنے والے لوگوں میں یہ بات رہنے دی کہ نوح پر سلام ہو عالم والوں میں ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں بے شک وہ ہمارے ایماندار بندوں میں سے تھے۔ پھر ہم نے دوسرے لوگوں کو (یعنی کافروں) کو غرق کر دیا اور نوح کے طریقہ والوں میں سے ابراہیم بھی تھے جب کہ وہ اپنے رب کی طرف صاف دل سے متوجہ ہوئے جب کہ انہوں نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے فرمایا کہ تم کس (واہیات) چیز کی عبادت کیا کرتے ہو۔ کیا جھوٹ موٹ کے معبودوں کو اللہ کے سوا پوجتے ہو۔ تو تمہارا رب العالمین کے ساتھ کیا خیال ہے سو ابراہیم نے ستاروں کو ایک نگاہ بھر کر دیکھا اور کہہ دیا کہ میں بیمار ہونے کو ہوں غرض وہ لوگ ان کو چھوڑ کر چلے گئے تو یہ ان کے بتوں میں جا گھسے اور کہنے لگے کہ کیا تم کھاتے نہیں ہو تم کو کیا ہوا تم تو بولتے بھی نہیں ہو پھر ان پر قوت کے ساتھ جا پڑے اور مارنے لگے سو وہ لوگ ان کے پاس دوڑتے ہوئے آئے۔ ابراہیم نے فرمایا کہ کیا تم ان چیزوں کو پوجتے ہو جن کو خود تراشتے ہو حالانکہ تم کو اور تمہاری بنائی ہوئی چیزوں کو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے وہ لوگ کہنے لگے کہ ابراہیم کے لئے ایک آتش خانہ تعمیر کرو اور ان کو اس دہکتی آگ میں ڈال دو غرض ان لوگوں نے ابراہیم کے ساتھ برائی کرنا چاہی تھی سو ہم نے ان کو ہی نیچا دکھایا اور ابراہیم کہنے لگے کہ میں تو اپنے رب کی طرف چلا جاتا ہوں وہ مجھے اچھی جگہ پہنچا ہی دے گا۔ اے میرے رب! مجھ کو ایک نیک فرزند دے سو ہم نے ان کو ایک حلیم المزاج فرزند کی بشارت دی۔ سو جب وہ لڑکا ایسی عمر کو پہنچا کہ ابراہیم کے ساتھ چلنے لگا تو ابراہیم نے فرمایا کہ برخوردار میں خواب دیکھتا ہوں کہ میں تم کو بامر الٰہی ذبح کر رہا ہوں سو تم بھی سوچ لو کہ تمہاری کیا رائے ہے وہ بولا کہ ابا جان آپ کو جو حکم ہوا ہے۔ آپ (بلا تامل) کیجئے ان شاء اللہ تعالیٰ آپ مجھے صبر کرنے والوں میں سے دیکھیں گے۔ غرض جب دونوں نے اللہ کے حکم کو تسلیم کر لیا اور باپ نے بیٹے کو ذبح کرنے کے لئے کروٹ پر لٹایا ہم نے ان کو آواز دی کہ اے ابراہیم! شاباش تم نے خواب کو خوب سچ کر دکھایا۔ وہ وقت بھی عجیب تھا ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں۔ حقیقت میں یہ تھا بھی صریح امتحان اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ ان کے عوض دیا اور ہم نے پیچھے آنے والوں میں یہ بات ان کے لئے رہنے دی کہ ابراہیم پر سلام ہو۔ ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں۔ بے شک وہ ہمارے ایماندار بندوں میں سے تھے اور ہم نے ایک انعام ان پر یہ کیا کہ ان کو

اسحٰق کی بشارت دی کہ نبی اور نیک بختوں میں سے ہوں گے اور ہم نے ابراہیم اور اسحٰق پر برکتیں نازل کیں اور (پھر آگے) ان دونوں کی نسل میں بعضے اچھے بھی ہیں اور بعض ایسے بھی ہیں جو (بدیاں کر کے) صریح اپنا نقصان کر رہے ہیں۔

تفسیر ربط: اوپر مبدأ و معاد یعنی توحید و یوم الوعید کا مضمون تھا اور ختم پر لَقَدْ اَرْسَلْنَا ...... میں اجمالاً مسئلہ رسالت کا اثبات تھا آگے اس اجمال کی تفصیل قصص الانبیاء علیہم السلام سے فرمائی جاتی ہے اور چونکہ سب انبیاء داعی الی التوحید تھے توحید کی بھی تائید ہوگئی اور مکذبین کے اہلاک سے کفر پر استحقاق وعید بھی ثابت ہوگیا جس سے کَیْفَ کَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِیْنَ کی تفسیر اور مسئلہ معاد کی تنظیر بھی ہوگئی۔

قصہ اول نوح علیہ السلام با قوم او: وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ (الی قولہ تعالی) ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِیْنَ ﴿۸۲﴾ اور ہم کو نوح (علیہ السلام) نے (نصرت کے لئے) پکارا (یعنی دعا کی) سو (ہم نے ان کی فریاد رسی کی اور) ہم خوب فریاد سننے والے ہیں اور ہم نے ان کو اور ان کے تابعین کو بڑے بھاری غم سے (جو کہ تکذیب وایذاء کفار سے پیش آیا) نجات دی (کہ طوفان سے کفار کو غرق کر دیا اور ان کو اور ان کے تابعین کو بچالیا) اور ہم نے باقی ان ہی کی اولاد کو رہنے دیا (اور کسی کی نسل نہیں چلی) اور ہم نے ان کے لئے پیچھے آنے والے لوگوں میں یہ بات (مدت دراز کے لئے) رہنے دی کہ نوح پر سلام ہو عالم والوں میں (یعنی خدا کرے ان پر تمام اہل عالم جن وانس وملائکہ سلام بھیجا کریں بایں معنی کہ ان کی ثناء کریں یا بایں معنی کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ نوح علیہ السلام کو بشارت سلامت مطلقہ کاملہ کی جاوے جو کہ ناجین مقربین کیلئے موعود ہے چنانچہ علیہ السلام کہنا اس اعتبار سے کہ سلام بوجہ اطلاق کے تمام افراد سلام کائنہ من الثقلین والملائکہ کو شامل ہے یا اس اعتبار سے کہ الف لام استغراق کا ہے حکم میں اسی عبارت کے ہے: سَلٰمٌ عَلَیْهِ فِی الْعٰلَمِیْنَ) ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں بیشک وہ ہمارے ایمان دار بندوں میں تھے پھر ہم نے دوسرے (طریق کے) لوگوں کو (یعنی کافروں کو) غرق کر دیا۔ ف: سَلٰمٌ عَلَیْهِ فِی الْعٰلَمِیْنَ کا ظاہر مطلب یہ ہے کہ ان ہی کی اولاد کی نسل چلی کفار تو غرق ہو گئے اور بقیہ اہل کشتی کی نسل بھی نہیں چلی پس اب جس قدر آدمی دنیا میں ہیں سب کا نسب نوح علیہ السلام تک منتہی ہوتا ہے جیسا ترمذی نے اس آیت میں مرفوعاً دو حدیثیں نقل کی ہیں اول قال حام وسام ویافث ثانی سام ابوالعرب وحام ابوالحبش ویافث ابوالروم اور ظاہراً قرآن مجید سے جیسے: وَجَعَلْنَا ذُرِّیَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِیْنَ ﴿۷۷﴾ اور لَا تَذَرْ عَلَی الْاَرْضِ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ دَیَّارًا قُلْنَا احْمِلْ فِیْهَا مِنْ کُلٍّ زَوْجَیْنِ اثْنَیْنِ وغیرھا من الایات طوفان کا تمام روئے زمین کے لیے عام ہونا معلوم ہوتا ہے اور ترمذی کی مذکورہ روایتوں سے بھی ظاہراً اسی کی تائید ہوتی ہے اور جمہور نے اسی کو اختیار کیا ہے اور قدرے قلیل کا یہ قول ہے کہ یہ طوفان صرف ارض عرب میں تھا جہاں نوح علیہ السلام تشریف رکھتے تھے اور جَعَلْنَا ذُرِّیَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِیْنَ میں حصر باعتبار خاص مغرقین ارض عرب کے کہتے ہیں گو دوسرے ممالک کے لوگوں کی نسل باقی ہو اور لَا تَذَرْ عَلَی الْاَرْضِ میں بھی ارض سے مراد خاص ارض لیتے ہیں اور شق اول پر جو عموم بعثت نوح علیہ السلام کا شبہ ہوتا ہے اس کا جواب سورۂ آل عمران آیت: فَلَمَّآ اَحَسَّ عِیْسٰی مِنْهُمُ الْکُفْرَ کی تفسیر میں گزر چکا ہے اور ممکن ہے کہ اس وقت آبادی دنیا کی خاص اسی مقام تک محدود ہو جہاں نوح علیہ السلام تشریف رکھتے تھے اور عموم بعث کے معنی یہ ہوں کہ جب اقوام متعددہ کثیرہ عامر الارض موجود ہوں ان سب کی طرف بعثت ہو ورنہ آدم علیہ السلام کا بھی عموم بعثت لازم آویگا اور اِنَّا کَذٰلِکَ نَجْزِی سے یہ لازم نہیں آتا کہ تمام امور میں تشبیہ ہو بلکہ معنی یہ ہیں کہ محسنین کو جزائے حسن دیا کرتے ہیں اب جس مرتبہ کا احسان اسی مرتبہ کی جزا پس انبیاء وغیر انبیاء کی تساوی لازم نہیں آتی اور ثم اغرقنا میں ثم تراخی ذکری کے لئے ہے کیونکہ اغراق زماناً ابقائے ذریت سے متاخر نہیں۔

قصہ دوم ابراہیم علیہ السلام با قوم وَاِنَّ مِنْ شِیْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِیْمَ ﴿۸۳﴾ (الی قولہ تعالی) وَظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ مُبِیْنٌ ﴿۱۱۳﴾ اور نوح (علیہ السلام) کے طریقہ والوں میں سے (یعنی متفقین فی الاصول میں سے) ابراہیم بھی تھے (ان کا قصہ اس وقت کا قابل یاد کرنے کے ہے) جب کہ وہ اپنے رب کی طرف صاف دل سے متوجہ ہوئے (صاف دل کا مطلب یہ کہ سوء عقائد وریاء وغیرہ سے پاک تھا جس کا حاصل توحید خالص واخلاص کامل ہے اور) جب کہ انہوں نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے (کہ بت پرست تھے) فرمایا کہ تم کس (واہیات) چیز کی عبادت کیا کرتے ہو کیا جھوٹ موٹ کے معبودوں کو اللہ کے سوا (معبود بنانا) چاہتے ہو تو تمہارا رب العالمین کے ساتھ کیا خیال ہے (یعنی تم نے جو اس کی عبادت ترک کر رکھی ہے تو کیا اس کے معبود ہونے میں کوئی شبہ ہے یعنی اول تو ایسا ہونا نہ چاہئے اور اگر ہے تو رفع کر لو غرض یونہی بحث ومباحثہ ہوتا رہتا تھا ایک بار کا واقعہ ہے کہ ان کا کوئی تہوار آیا قوم نے ان سے بھی درخواست کی کہ ہمارے میلہ میں چلو کذا فی الدر عن زید بن اسلم) سو ابراہیم (علیہ السلام) نے ستاروں کو ایک نگاہ بھر کر دیکھا اور کہہ دیا کہ میں بیمار ہونے کو ہوں (اس لئے میلہ میں نہیں جا سکتا کہ جاتے یا آتے تکلیف ہوگی ان لوگوں کو یہ جانا شاید اس غرض سے ہو کہ ہماری شان وشوکت دیکھ کر ہمارے طریقہ کی شاید کچھ وقعت ان کے دل میں پیدا ہو جاوے اور آپ کو منظور یہ تھا کہ اکیلا رہ جاؤں تو یہاں بتوں کی مرمت کروں اس لئے ستاروں کو دیکھ کی حیلہ کر دیا یہ ستاروں کو دیکھنا بطور ایہام وتوریہ کے تھا کہ وہ تو بوجہ اس کے کہ کواکب کو متصرف فی الحوادث سمجھتے تھے یوں سمجھے کہ ان کو کوئی قاعدہ نجوم کا آتا ہوگا جس سے رفتار ستارہ دیکھ کر ان کو معلوم ہوگیا کہ میں تھوڑی دیر میں

بیمار ہو جاؤں گا اور چونکہ وہ نجوم کے معتقد تھے اس لئے اصرار نہیں کیا اور واقع میں اس نظر سے وہی غرض تھی جو شریعت میں محمود ہے یعنی صانع کی کمال وعظمت کے استحضار کے لئے کما قال تعالیٰ: اَوَلَمْ یَنْظُرُوْا فِیْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وقال تعالیٰ: یَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ وقال تعالیٰ: قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اور یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ یہ ایہام ان کی ضلالت کا سبب ہو گیا بات یہ ہے کہ وہ تو پہلے ہی ضال تھے رہا بقائے علی الضلالۃ سو چونکہ آپ موقع پا کر توحید کے بارہ میں ان سے صریح مناظرہ کرنے والے تھے نیز بہت سے مناظرات کر بھی چکے تھے اس لئے یہ ایہام اس صریح اعلام کے ہوتے ہوئے بقا علی الضلالۃ میں مؤثر نہیں ہو سکتا رہا یہ کہ اس تصریح کے بعد پھر ایہام کیسے ہو سکتا ہے وہ لوگ جانتے تھے کہ آپ معتقد نہیں سو بات یہ ہے کہ جو امر نفس کے موافق ہوتا ہے اس کا احتمال ضعیف بھی دل خوش کن ہوتا ہے شاید وہ سمجھے ہوں کہ ان کی کچھ رائے بدل گئی ہو اور یہ ہمارے طریق پر آ جاوینگے اور اگر اس میں بھی کوئی ضرر اضلال متوہم ہے تو اول تو عنقریب مناظرۂ صریحہ سے وہ رفع ہو گیا دوسرے اس اضرار کا قصد نہ تھا بلکہ مقصود اپنی جان چھڑانا تھا جو وسیلہ بنے گا ان سے مناظرہ کر کے ان کی حجت قطع کرنے کا پس ایسی ضرورت میں ایسا ضرر معتد بہ نہیں ہے رہا اِنِّیْ سَقِیْمٌ کہنا ظاہر میں خلاف واقع ہونے سے موجب وسوسہ ہو سکتا ہے لیکن واقع میں بالکل صحیح ہے یعنی یہ صیغہ بمعنی مستقبل ہے مطلب یہ ہے کہ میں آئندہ کبھی بیمار ہوں گا سو چونکہ موت یقینی ہے اور اگر آدمی قبل موت بمعنی متعارف بیمار نہ بھی ہو تب بھی جس وقت موت شروع ہوتی ہے تو اس وقت مزاج میں اعتلال اور خروج عن الاعتدال لازم ہے یہی مرض ہے اور موت نام ہے زہوق روح کا پس ہر موت سے پہلے مرض اور سقم کا ہونا ضروری ہوا) غرض وہ لوگ (ان کا یہ عذر سن کر) انکو چھوڑ کر چلے گئے (کہ ناحق بیماری میں ان کو اور ان کی وجہ سے اوروں کو تکلیف ہوگی) تو یہ (یعنی ابراہیم علیہ السلام) ان کے بتوں میں جا گھسے اور (بطور تہکم واستہزاء کے ان سے) کہنے لگے کیا تم (یہ چڑھاوے جو تمہارے سامنے رکھے ہیں) کھاتے نہیں ہو (اور) تم کو کیا ہوا تم بولتے بھی نہیں پھر ان پر قوت کے ساتھ جا پڑے اور مارنے لگے (اور تبر وغیرہ سے ان کو توڑ پھوڑ دیا کما قال تعالیٰ: فَجَعَلَهُمْ جُذٰذًا) سو (ان لوگوں کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو) وہ لوگ ان کے پاس دوڑے ہوئے (گھبرائے ہوئے غصہ میں) آئے (اور گفتگو شروع ہوئی) ابراہیم (علیہ السلام) نے فرمایا کیا تم ان چیزوں کو پوجتے ہو جن کو خود (اپنے ہاتھ سے) تراشتے ہو (تو جو تمہارا محتاج ہو وہ خدا کیا ہوگا) حالانکہ تم کو اور تمہاری ان بنائی ہوئی چیزوں کو (سب کو) اللہ ہی نے پیدا کیا ہے (سو عبادت اس کی کرنا چاہئے) وہ لوگ (جب مناظرہ میں مغلوب ہوئے جھلا کر باہم) کہنے لگے کہ ابراہیم کے لئے ایک آتش خانہ تعمیر کرو (اور اس میں آگ دہکا کر) ان کو اس دہکتی آگ میں ڈال دو غرض ان لوگوں نے ابراہیم کے ساتھ برائی کرنا چاہا تھا (کہ یہ ہلاک ہو جاوینگے) سو ہم نے ان ہی کو نیچا دکھایا (جس کا قصہ سورۂ انبیاء میں گزر چکا ہے) اور ابراہیم (علیہ السلام جب ان لوگوں کے ایمان سے مایوس ہو گئے تو) کہنے لگے کہ میں تو (تم سے ہجرت کر کے) اپنے رب کی (راہ میں کسی طرف) چلا جاتا ہوں وہ مجھ کو (اچھی جگہ) پہنچا ہی دیگا (چنانچہ ملک شام میں جا پہنچے اور یہ دعاء کی کہ) اے میرے رب مجھ کو ایک نیک فرزند دے سو ہم نے ان کو ایک حلیم المزاج فرزند کی بشارت دی (اس کی تحقیق عنقریب آویگی کہ یہ فرزند اسمٰعیل علیہ السلام ہیں یا اسحٰق علیہ السلام اور وہ فرزند پیدا ہوا اور ہوشیار ہوا) سو جب وہ لڑکا ایسی عمر کو پہنچا کہ ابراہیم (علیہ السلام) کے ساتھ چلنے پھرنے لگا تو ابراہیم (علیہ السلام) نے (ایک خواب دیکھا کہ میں اس فرزند کو بامر الٰہی ذبح کر رہا ہوں اور یہ ثابت نہیں کہ حلقوم کٹا ہوا بھی دیکھا یا نہیں غرض آنکھ کھلی تو اس وجہ سے کہ خواب انبیاء کا وحی ہوتی ہے اس کو امر الٰہی سمجھے اور اس کے امتثال کے لئے آمادہ ہوئے پھر اس خیال سے کہ یہ فعل متعلق فرزند کے بھی ہے خدا جانے اس کی کیا رائے ہو یعنی اتفاق یا اختلاف اس کو اطلاع کرنا ضروری سمجھا کہ شق اول میں طبیعت یکسو ہو جاویگی اور شق ثانی میں اس کو سمجھا دینگے اس لئے اس فرزند سے) فرمایا کہ برخوردار میں دیکھتا ہوں کہ میں تم کو (بامر الٰہی) ذبح کر رہا ہوں سو تم بھی سوچ لو تمہاری کیا رائے ہے وہ بولے ابا جان (اس میں مجھ سے پوچھنے کی کیا بات ہے جب آپ کو خدا کی طرف سے یہ حکم دیا گیا ہے تو) آپ کو جو حکم ہوا ہے آپ (بلا تامل) کیجئے ان شاء اللہ تعالیٰ آپ مجھ کو سہار کرنے والوں میں سے دیکھیں گے غرض جب دونوں نے (خدا کے حکم کو) تسلیم کر لیا اور باپ نے بیٹے کو (ذبح کرنے کے لئے) کروٹ پر لٹایا اور (چاہتے تھے کہ گلا کاٹ ڈالیں اور اس وقت) ہم نے ان کو آواز دی کہ ابراہیم (شاباش ہے) تم نے خواب کو خوب سچ کر دکھایا (یعنی جو خواب میں حکم ہوا تھا اپنی طرف سے اس پر پورا عمل کیا اب ہم اس حکم کو منسوخ کرتے ہیں بس ان کو چھوڑ دو وہ وقت بھی عجیب تھا غرض ان کو چھوڑ دیا جان کی جان بچ گئی اور مراتب علیا مزید برآں عطا ہوئے) ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں (کہ دونوں جہان کی راحت ان کے نقد وقت کرتے ہیں) حقیقت میں یہ تھا بھی بڑا امتحان (جس کو بجز مخلص کامل کے دوسرا برداشت نہیں کر سکتا تو ایسے امتحان میں پورا اترنے پر ہم نے صلہ بھی بڑا بھاری دیا اور اس میں جیسا امتحان ابراہیم علیہ السلام کا تھا اسی طرح اسمٰعیل علیہ السلام کا بھی تھا تو وہ صلہ میں بھی شریک ہونگے) اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے عوض میں دیا (کہ ابراہیم علیہ السلام سے وہ ذبح کرایا گیا جس کا بیان آگے آویگا) اور ہم نے پیچھے آنے والوں میں یہ بات ان کے لئے رہنے دی کہ ابراہیمؑ پر سلام ہو (چنانچہ ان کے نام کے ساتھ اب تک علیہ السلام کہا جا رہا ہے) ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں (کہ ان کو محل دعا وبشارت بالسلام کا بناتے ہیں) بیشک وہ ہمارے ایمان دار بندوں میں سے تھے اور ہم نے (ایک انعام اُن پر یہ کیا کہ) ان کو اسحٰق

کی بشارت دی کہ نبی اور نیک بختوں میں سے ہونگے اور ہم نے ابراہیمؑ پر اور اسحٰقؑ پر برکتیں نازل کیں (ایک ان میں سے کثرت نسل اور اس نسل میں کثرت انبیاء ہے) اور (پھر آگے) ان دونوں کی نسل میں بعضے اچھے بھی ہیں اور بعضے ایسے بھی ہیں جو (بدیاں کر کے) صریح اپنا نقصان کر رہے ہیں (اس میں اظہار ہو گیا اس بات کا کہ اصول کا نیک ہونا ذریات کے کام نہیں آ سکتا جبکہ وہ خود ایمان سے محروم ہوں اس میں علمائے یہود کے تفاخر کا قلع قمع کر دیا)۔

ف: فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ میں ایہام کی تقریر اس لئے کی کہ علم نجوم شرعاً مذموم ہے خواہ اس وجہ سے کہ وہ باصلہ باطل ہے اور کواکب میں سعادت ونحوست منفی ہے اور اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ اور يَوْمِ نَحْسٍ مُّسْتَمِرٍّ سے اس کا شبہ کرنا محض غلط ہے کیونکہ یہ نحوست عذاب کی خاص باعتبار ان معذبین کے ہے ورنہ بمقتضائے آیت اولی پورا ہفتہ ہونا چاہئے کیونکہ اس کی تفسیر سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ خود قرآن میں آئی ہے اور آیت کی تفسیر یوم اربعاء سے آئی ہے حالانکہ نجومی ہر چہار شنبہ کو منحوس نہیں کہتے اور مستمر یوم کی صفت نہیں ہے بلکہ نحس یعنی مصدر کی صفت ہے یعنی وہ نحوست ان کے حق میں مستمر ہے بوجہ خلود فی النار کے جیسا قیامت کی نسبت آیا ہے: فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ۔ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ اور بعض واقعات کا اہل نجوم کے کہنے کی موافق ہو جانا اگر اس کے صدق کا تجربہ سمجھا جاوے تو ان سے زیادہ واقعات کا خلاف ہونا اس کے کذب کا بدرجۂ اولیٰ تجربہ ہوگا اور فرعون کو نجوم سے خبر دینا جو منقول ہے سو ممکن ہے کہ وہ کہانت سے خبر دی گئی ہو کہ پہلے کچھ آسمانی خبریں بذریعہ شیاطین کے معلوم ہو جاتی تھیں اور یا اس وجہ سے مذموم ہے کہ کواکب کی سعادت ونحوست میں گو ثبوت عدم نہ ہو مگر عدم ثبوت ہے اور اس کے قواعد کسی دلیل صحیح کی طرف مستند نہیں اور پھر مفاسد کثیرہ اس پر مرتب ہوتے ہیں اعتقاد قبیح اور شرک صریح اور ضعف توکل علی اللہ اور ترک علوم نافعہ وغیر ذلک حاصل یہ کہ نجوم مذموم ہے خواہ قبح لعینہ کی وجہ سے مذموم ہو خواہ قبح لغیرہ کی وجہ سے اور خواب میں حکم ہونے کی شاید یہ حکمت ہو کہ ابراہیم علیہ السلام کا انقیاد زیادہ ظاہر ہو کہ خواب کو خیال نہیں سمجھا اتنے بڑے کام پر آمادہ ہو گئے اور اس میں اختلاف ہوا ہے کہ ذبیح اسمٰعیل علیہ السلام تھے یا اسحاق علیہ السلام روایات دونوں طرف متکلم فیہ ہیں آیت کے سیاق سے ظاہراً اسمٰعیل علیہ السلام معلوم ہوتے ہیں کہ هب لی من الصّٰلحين کے بعد اول بشارت ولد کی مذکور ہے پھر قصہ ذبح کا پھر بشارت اسحٰق علیہ السلام کی جس سے متبادر ہوتا ہے کہ اول مبشر بہ اسحٰق نہیں ہیں اسی طرح ایک دوسری آیت اس کی مؤید ہے فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ [ھود: ۷۱] جب اسحٰق علیہ السلام کے صاحب اولاد ہونے کی بشارت ہو چکی تھی تو اس امر بالذبح سے خود معلوم ہو جاتا کہ یہ ذبح نہ ہونگے تو اس صورت میں یہ امتحان عظیم نہ ہوگا۔ دوسرے لوگ جواب دیتے ہیں کہ اس مقام کی آیتوں میں اوّل مبشر بہ ولادت اسحٰق ہے اور ثانی مبشر بو بنبوت اسحٰق ہے اور باسحٰق میں وضع مظہر موضع مضمر ہے اور من وراء اسحق يعقوب میں یہ کیا ضرور ہے کہ دونوں کی بشارت ایک وقت میں ہوئی ہو اور بعض قلیل کا قول ہے کہ دونوں کے لئے یہ قصہ واقع ہوا شام میں اور منیٰ میں مگر یہ نہایت بعید معلوم ہوتا ہے اور ذبح عظیم کی تعیین میں بھی کلام ہے بعض نے کہا ہے معمولی دنبہ اور عظیم بمعنی عظیم الجثہ ہے اور بعض نے کہا ہے کہ جنت سے بھیجا گیا تھا اور عظیم بمعنی عظیم القدر ہے لکونہ من الجنۃ اور جب حجر اسود وغیرہ کا جنت سے آنا ثابت ہے تو ایک حیوان کا آنا کیا بعید ہے اور یہاں آ کر یہاں کی خاصیت پیدا ہو گئی اس لئے ذبح کے بعد زہوق روح میں کوئی اشکال نہیں کہ اشیاء جنت فانی کیسے ہو گئیں۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ ...... اس سے معلوم ہوا کہ طبعی غم کمال کے منافی نہیں کیونکہ طبعی بشری اقتضائات کامل میں بھی رہتے ہیں اور اس کے خلاف جو منقول ہے وہ غلبۂ حال ہے۔ قولہ: اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ...... اس میں اشارہ ہے کہ حق تعالیٰ کا قرب جس کو مجیئی سے تعبیر فرمایا ہے اس کے ساتھ مشروط ہے کہ قلب تمام آفات سے مثل فساد عقائد و نیات وصفات سے سالم ہو۔ قولہ تعالیٰ: فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ ...... اس میں دفع شر کے لئے حیلہ کا جواز مذکور ہے وہ شر دنیوی ہو یا دینی ہو۔ قولہ تعالیٰ: اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ اس میں دلالت ہے کہ کبھی خواص کا بھی امتحان ہوتا ہے سو اس کو طرد و بعد کا گمان نہ کرنا چاہئے۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله فی العٰلمین یعنی الخ استفدته من الكبير قال معناه الدعاء بثبوت هٰذه التحية فيهم اى لا يخلو احد منهم منها كانه قيل اثبت اللّٰه التسليم على نوح وادامه فى الملائكة والثقلين۔

الفقه: قال ابو حنيفةؒ ان من نذر ان يذبح ولده فعليه شاة كذا فى الدر المختار واستدل بالقصّة وبما فى الدر المنثور عن ابن عباسؓ من نذر ان يذبح نفسه فليذبح كبشاثم تلالقد كان لكم فى رسول اللّٰه اسوة حسنة وفى رواية انه تلا وفديناه بذبح عظيم وفى الروح الغاه الثانى والشافعى لانه نذر معصية وهٰذا المدرك اقوى من مدرك الامام اه ۱۲۔

اللغات: قوله فراغ فى القاموس مال واخذتنى بالرويغة بالحيلة ۱۲ قوله تله فى القاموس القاه قوله للجبين فى القاموس الجبينان حرفان مكتنفا الجبهة من جانبيها فيما بين الحاجبين مصعداً الى قصاص الشعر او حروف الجبهة ما بين الصدغين متصلا عند

الناصية كله جبين ١٢ه قوله صدقت اى وفيت حقها من العمل وبذل سعيه فى ايقاعها ولا يلزم وقوعها ١٢ قوله غلم فى القاموس الغلام الطار الشاب او من حين يوا لى ان يشب ١٢۔

اَلنَّحْوُ :قوله سلام وارد على الحكاية اى تركنا عليه هذا الكلام بعينه كذا فى الروح ١٢۔ قوله اذ قال بدل من اذ جاء قوله ائفكا اما مفعول له قدم للاهتمام لان الاهم مكافحتهم بانهم على افك واما مفعول به بمعنى اتريدون افكا وتكون الآلهة بدلا منه وجعلها عين الافك على المبالغة قوله ضربا مفعول مطلق لضرب المقدر او المدلول عليه بقوله راغ قوله من الصّٰلحين صفة لمقدر اى ولدا قوله معه متعلق بقوله السعى قدم للتوسع فى الظرف قوله فلما اسلما مع ما عطف عليه من تله وناديناه جوابه مقدر اى كان ما كان ١٢۔

اَلْبَلَاغَۃُ : قوله جاء ربه فيه استعارة بتشبيه الهيئة المنتزعة من الاخلاص بالهيئة المنتزعة من المجئ بمحضر شخص قوله الا تاكلون ولا تنطقون فيه تهكم واتى بضمير العقلاء لمعاملته عليه السلام معهم معاملة العقلاء قوله حليم وصفه وبه للاخبار عن وصفه واى حلم مثل حلمه حيث رضى بالذبح ١٢ قوله يبنى ويا ابت الاول ترحم والثانى توقير ١٢ قوله افعل ما تؤمر هو جواب حكيم لانه فوض الامر اليه ظاهرًا حيث استشاره فاجاب بانه ليس مجازها وانما الواجب امضاء الامر قوله من الصّٰبرين وفيه دون صابرا من التواضع ما فيه وايضًا فيه حفظ لرؤس الآى۔ قوله سلٰم لم يقل فى العالمين لانه ليس له من الشهرة كنوح عليهما السلام قوله كذلك نجزى لا تكرار فيه كما يظهر من الترجمة وطرح ان مبالغة فى دفع توهم اتحاده بما سبق ١٢۔

وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَنَجَّيْنٰهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۱۵﴾ وَنَصَرْنٰهُمْ فَكَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۱۱۶﴾ وَاٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ ﴿۱۱۷﴾ وَهَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۱۱۸﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِى الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۲۰﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۲۱﴾ اِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَاِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۲۳﴾ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّتَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ ﴿۱۲۵﴾ اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۲۶﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۲۸﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِى الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۲۹﴾ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِلْ يَاسِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳۱﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۲﴾ وَاِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ اِذْ نَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۳۴﴾ اِلَّا عَجُوْزًا فِى الْغٰبِرِيْنَ ﴿۱۳۵﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ وَاِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَبِالَّيْلِ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ ع ۴ ۸

اور البتہ تحقیق ہم نے موسیٰ اور ہارون پر بھی احسان کیا اور ہم نے ان دونوں کو اور ان کی قوم کو بڑے غم سے نجات دی اور ہم نے ان سب کی (فرعون کے مقابلہ میں) مدد کی سو یہی لوگ غالب آئے اور ہم نے ان دونوں کو واضح کتاب دی اور ہم نے ان دونوں کو سیدھے راستے پر قائم رکھا اور ہم نے ان دونوں کے لئے پیچھے آنے والے لوگوں میں یہ بات رہنے دی کہ موسیٰ اور ہارون پر سلام ہو ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں بے شک وہ دونوں ہمارے (کامل) ایماندار بندوں میں تھے اور الیاس بھی (بنی اسرائیل کے) پیغمبروں میں سے تھے۔ جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم اللہ سے نہیں ڈرتے۔ کیا تم بعل کو پوجتے ہو اور اس کو چھوڑے بیٹھے ہو جو سب سے بڑھ کر بنانے والا ہے اور وہ معبود برحق ہے تمہارا بھی رب ہے اور تمہارے اگلے باپ دادوں کا بھی رب ہے۔ سو ان لوگوں نے ان کو جھٹلایا سو وہ لوگ پکڑے جائیں گے۔ مگر جو اللہ تعالیٰ کے خاص بندے تھے اور ہم نے الیاس کے لئے پیچھے آنے والے لوگوں میں یہ بات رہنے دی کہ ال یاسین پر سلام ہو ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں بے شک وہ ہمارے کامل ایمانداروں میں سے تھے اور بے شک لوط علیہ السلام پیغمبروں میں سے تھے۔ جب کہ ہم نے ان کو اور ان کے متعلقین کو سب کو نجات دی بجز اس بڑھیا (یعنی ان کی بیوی) کے کہ وہ رہ جانے والوں میں رہ گئی۔ پھر ہم نے اور سب کو ہلاک کر دیا اور تم تو ان (کے دیار و مساکن) پر صبح ہوتے ہی رات میں گزارا کرتے ہو تو کیا پھر بھی نہیں سمجھتے ہو۔

تفسیر: قصۂ سوم موسیٰ و ہارون علیہما السلام: وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ (الی قولہ تعالی) اِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ اور ہم نے موسیٰ اور ہارون (علیہما السلام) پر بھی احسان کیا (کہ ان کو نبوت اور دیگر کمالات سے مشرف فرمایا) اور (نیز) ہم نے ان دونوں کو اور ان کی قوم (یعنی بنی اسرائیل) کو بڑے غم سے (کہ وہ ان کو تکلیف پہنچنا تھا فرعون کی جانب سے) نجات دی اور ہم نے ان سب کی (فرعون کے مقابلہ میں) مدد کی سو (آخر میں) یہی لوگ غالب آئے (کہ فرعون غرق کردیا گیا اور یہ صاحب حکومت ہوگئے) اور ہم نے (بعد غرق فرعون کے) ان دونوں (صاحبوں) کو (یعنی موسیٰ علیہ السلام کو اصالۃً اور ہارون علیہ السلام کو تبعاً) واضح کتاب دی۔ (مراد توراۃ ہے کہ اس میں احکام واضح طور پر مذکور تھے) اور ہم نے ان کو سیدھے راستہ پر قائم رکھا (جس کا اعلیٰ درجہ عصمت ہے جو نبوت کے لوازم میں سے ہے) اور ہم نے ان دونوں کے لئے پیچھے آنے والے لوگوں میں (مدت ہائے دراز تک کے لئے) یہ بات رہنے دی کہ موسیٰ اور ہارون (علیہما السلام) پر سلام (چنانچہ دونوں حضرات کے لئے علیہ السلام کہا جاتا ہے) ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں (کہ ان کو مستحق ثناء ودُعا کا بناتے ہیں بیشک وہ دونوں ہمارے (کامل) ایماندار بندوں میں سے تھے (اس لئے صلہ بھی کامل عطا ہوا)۔

قصۂ چہارم الیاس علیہ السلام: وَاِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ (الی قولہ تعالی) اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ اور الیاس (علیہ السلام) بھی (بنی اسرائیل کے) پیغمبروں میں سے تھے (ان کا قصہ اس وقت کا ذکر کیجئے) جبکہ انہوں نے اپنی قوم (بنی اسرائیل) سے (کہ وہ بت پرستی کرتے تھے) فرمایا کہ کیا تم خدا سے نہیں ڈرتے کیا تم بعل کو (جو ایک بت کا نام تھا) پوجتے ہو اور اس (کی عبادت) کو چھوڑ بیٹھے ہو جو سب سے بڑھ کر بنانے والا ہے (کیونکہ اور لوگ تم صرف بعض اشیاء کی تحلیل وترکیب پر قدرت رکھتے ہیں وہ بھی عارضی اور وہ تمام اشیاء کے ابداع وایجاد پر قدرت ذاتی رکھتا ہے پھر دوسرا کوئی جان نہیں ڈال سکتا اور وہ جان ڈالتا ہے اور وہ) معبود برحق ہے (اور) تمہارا بھی رب ہے اور تمہارے اگلے باپ دادوں کا بھی رب ہے سو ان لوگوں نے (اس دعوے توحید میں) ان کو جھٹلایا سو (اس جھٹلانے کی شامت میں) وہ لوگ (عذاب آخرت میں) پکڑے جاوینگے مگر جو اللہ کے خاص مندے یعنی ایمان والے) تھے (وہ ثواب واجر میں ہونگے) اور ہم نے الیاس کے لئے پیچھے آنے والے لوگوں میں (مدت ہائے دراز کے لئے یہ بات رہنے دی کہ الیاسین پر (کہ یہ بھی الیاس علیہ السلام کا نام ہے) سلام ہو ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں (کہ ان کو مورد ثناء دعاء کا بناتے ہیں) بیشک وہ ہمارے (کامل) ایماندار بندوں میں سے تھے۔

ف: طبری نے ان کا بنی اسرائیل سبط ہارون میں سے ہونا نقل کی ہے اور بعض مفسرین نے کہا ہے کہ بعلبک جو شام میں ایک شہر مشہور ہے وہ اس بعل بت کے نام سے ہے اور روح میں الیاسین کو الیاس میں ایک لغت لکھا ہے اور کشاف سے نقل کیا ہے کہ شاید لغت سریانیہ میں اس یا دونوں کے کچھ معنی ہونگے جیسا سیناء میں سینین اور یہاں اس لغت کے اختیار کرنے میں رعایت فواصل کی بھی ہے اور ایک قراءۃ میں آل یاسین آیا ہے اس میں بھی یاسین کو ایک لغت الیاس میں کہا گیا ہے اور لفظ آل تفخیم کے لئے مقحم ہے۔ واللہ اعلم۔

قصۂ پنجم لوط علیہ السلام: وَاِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ (الی قولہ تعالی) اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ اور بیشک لوط (علیہ السلام) بھی پیغمبروں میں سے تھے (ان کا اس وقت کا قصہ قابل ذکر ہے) جب کہ ہم نے ان کو اور ان کے متعلقین کو سب کو نجات دی بجز اس بڑھیا (یعنی ان کی زوجہ) کے کہ وہ (غذاب کے اندر) رہ جانے والوں میں رہ گئی پھر ہم نے اور سب کو (جو لوط اور ان کے اہل کے سوا تھے) ہلاک کردیا (جن کا قصہ کئی جگہ آچکا ہے) اور (اے اہل مکہ) تم تو ان کے دیار ومساکن) پر (سفر شام میں کبھی) صبح ہوتے اور (کبھی) رات میں گزرا کرتے ہو (اور آثار بربادی دیکھتے ہو) تو کیا (اس کو دیکھ کر) پھر بھی نہیں سمجھتے ہو (کہ کفر کا کیا انجام ہوا جو کفر کرے گا اس کو بھی اندیشہ ہے)۔ ف: صبح اور رات کا ذکر اسلئے کیا کہ عرب میں اکثر عادت رات کو صبح تک چلنے کی ہے اگر اس مقام مساکن قوم لوط کے قریب سے منزل شروع ہوئی تو رات کے وقت وہاں گزرہوگا اور اگر ختم ہوئی تو صبح کو وہاں گزر ہوگا۔

البلاغۃ: قوله ونجينٰهما فى الروح والتنجية وان كانت بحسب الوجود مقارنة لما ذكر من النصر لكنها لما كانت بحسب المفهوم عبارة عن التخليص عن المكروه بدأبها ثم بالنصر الذى يتحقق مدلوله بمحض تنجية المنصور من عدوه من غير غلبة عليه ثم باالغلبة لتوفية مقام الامتنان حقه باظهار ان كل مرتبة من هٰذه المراتب الثلٰثة نعمة جليلة على حيالها اه۔ قوله تدعون بعلا الخ فى الصراح قال المؤلف سمعت عمن له نصاب تام ونصيب عام من العربية ان كلمتى دع وذر امران فى معنى الترك الا ان دع للمخاطب بترك الشئ قبل العلم به وذر امر بتركه بعد ما علمه وروى ان بعض الائمة سأل الامام فخر الدين الرازى رحمه الله عن قول الله تعالىٰ اتدعون بعلا وتذرون احسن الخالقين لم لم يقل وتدعون احسن لخالقين وهٰذا اقرب الى الفصاحة للمجانسة بينهما فقال رحمه الله لانهم اتخذوا الاصنام آلهة وتركوا الله بعد ما علموا ان الله ربهم ورب آباء هم الاولين استنكارا واستكبارا فلزلك قيل لهم وتذرون ولم يقل وتدعون والله اعلم اه قوله الله ربكم الخ التعريض لذكر ربوبيته تعالىٰ لآباء هم الاولين لتاكيد

انکار ترکهم ایاه تعالٰی والاشعار ببطلان آراء آباء هم ایضاً ۱۲ قوله فکذبوه ای فیما تضمنه کلامه من التوحید فلا یرد ان المذکور فی کلامه علیه السلام هو الاستفهام لا الخبر فما معنی التکذیب المخصوص بالخبر ۱۲۔

وَاِنَّ یُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۱۳۹﴾ اِذْ اَبَقَ اِلَی الْفُلْکِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۱۴۰﴾ فَسَاهَمَ فَکَانَ مِنَ الْمُدْحَضِیْنَ ﴿۱۴۱﴾ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِیْمٌ ﴿۱۴۲﴾ فَلَوْلَآ اَنَّهٗ کَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِیْنَ ﴿۱۴۳﴾ لَلَبِثَ فِیْ بَطْنِهٖٓ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ﴿۱۴۴﴾ فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ سَقِیْمٌ ﴿۱۴۵﴾ وَاَنْۢبَتْنَا عَلَیْهِ شَجَرَةً مِّنْ یَّقْطِیْنٍ ﴿۱۴۶﴾ وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰی مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ یَزِیْدُوْنَ ﴿۱۴۷﴾ فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰی حِیْنٍ ﴿۱۴۸﴾ فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّکَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ ﴿۱۴۹﴾ اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِکَةَ اِنَاثًا وَّهُمْ شٰهِدُوْنَ ﴿۱۵۰﴾ اَلَآ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْکِهِمْ لَیَقُوْلُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ وَلَدَ اللّٰهُ وَاِنَّهُمْ لَکٰذِبُوْنَ ﴿۱۵۲﴾ اَصْطَفَی الْبَنَاتِ عَلَی الْبَنِیْنَ ﴿۱۵۳﴾ مَا لَکُمْ کَیْفَ تَحْکُمُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ اَفَلَا تَذَکَّرُوْنَ ﴿۱۵۵﴾ اَمْ لَکُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِیْنٌ ﴿۱۵۶﴾ فَاْتُوْا بِکِتٰبِکُمْ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۱۵۷﴾ وَجَعَلُوْا بَیْنَهٗ وَبَیْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِیْنَ ﴿۱۶۰﴾ فَاِنَّکُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ مَآ اَنْتُمْ عَلَیْهِ بِفٰتِنِیْنَ ﴿۱۶۲﴾ اِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِیْمِ ﴿۱۶۳﴾ وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۱۶۴﴾ وَّاِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّوْنَ ﴿۱۶۵﴾ وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ ﴿۱۶۶﴾

بہ تحقیق یونس نبیوں میں سے تھے جب بھاگ کر بھری ہوئی کشتی کے پاس پہنچے پھر قرعہ اندازی ہوئی یہی ملزم ٹھہرے پھر ان کو مچھلی نے (ثابت) نگل لیا اور وہ خواپنے تئیں ملامت کرنے لگ گئے۔ پس اگر یہ پاکی بیان کرنے والوں میں نہ ہوتے قیامت تک اُسی کے پیٹ میں ہی رہتے۔ پس اسے ہم نے چٹیل میدان میں ڈال دیا اور وہ اس وقت مضمحل تھے اور ان پر سایہ کرنے والا بیلدار کی قسم کا ایک درخت ہم نے اگا دیا اور ہم نے انہیں ایک لاکھ بلکہ اور زیادہ آدمی کی طرف بھیجا۔ پس وہ ایمان لائے اور ہم نے بھی انہیں ایک زمانہ تک عیش وعشرت دی سوان لوگوں سے پوچھئے کہ اللہ کے لئے تو بیٹیاں ہوں اور تمہارے لئے بیٹے ہاں کیا ہم نے فرشتوں کو مؤنث بنایا ہے اور وہ (اپنے بننے کے وقت) دیکھ رہے تھے۔ خوب سن لو کہ وہ لوگ اپنی سخن تراشی سے کہہ رہے ہیں کہ اللہ کی اولاد ہے یقیناً یہ محض جھوٹے ہیں کیا اللہ تعالیٰ نے بیٹیوں کے مقابلہ میں بیٹیاں زیادہ پسند کی ہیں۔ تمہیں کیا ہوگیا ہے کیسے حکم لگاتے پھرتے ہو۔ کیا تم اس قدر بھی نہیں سمجھتے؟ یا تمہارے پاس اس کی کوئی صاف دلیل ہے۔ تو جاؤ اگر تم سچے ہو تو اپنی کتاب کو اب لے آؤ۔ ان لوگوں نے تو اللہ کے اور جنات کے درمیان بھی قرابتداری ٹھہرائی ہے اور حالانکہ خود جنات یقین رکھتے ہیں کہ اس عقیدے کے لوگ عذابوں کے سامنے یقیناً پیش کئے جائیں گے جو کچھ یہ بیان کر رہے ہیں اس سے اللہ تعالیٰ پاک ہے یقین مانو کہ تم سب اور تمہارے سارے معبود باطل کسی کو بھگا نہیں سکتے مگر اسی کو جو کہ (علم الٰہی میں) جہنم رسید ہونے والا ہے فرشتوں کا قول ہے کہ ہم میں سے تو ہر ایک کی جگہ مقرر ہے اور ہم تو زندگی اللہ میں صف بستہ کھڑے ہوتے ہیں اور ہم پاکی بیان کرنے میں بھی لگے ہوئے ہیں۔

تفسیر: قصہ ششم یونس علیہ السلام: وَ اِنَّ یُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ (الی قولہ تعالیٰ) فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰی حِیْنٍ اور بیشک یونس (علیہ السلام) بھی پیغمبروں میں سے تھے (ان کا اس وقت کا قصہ یاد کیجئے) جبکہ (انہوں نے اپنی قوم سے ایمان نہ لانے پر بحکم الٰہی عذاب کے آنے کا وعدہ کیا اور خود وہاں سے چلے گئے اور یوم موعود پر جب عذاب کے آثار نمودار ہونے لگے تو قوم کو بقصد ایمان لانے کے یونس علیہ السلام کی تلاش ہوئی جب وہ نہ ملے تو سب نے متفق ہو کر حق تعالیٰ کے سامنے گریہ وزاری کی اور ایمان اجمالی لے آئے اور وہ عذاب ٹل گیا یونس علیہ السلام کسی ذریعہ سے یہ خبر معلوم کر کے بہ خیال طبعی شرمندگی کے اپنے اجتہاد سے بلا اذن صریح حق تعالیٰ کے کہیں دُور چلے جانے کے قصد سے اپنی جگہ سے) بھاگ کر (چلے راہ میں دریا تھا اس میں مسافروں سے بھری ہوئی کشتی کے پاس پہنچے (کشتی چلی تو طوفان آیا کشتی والے کہنے لگے ہم میں کوئی نیا قصور وار ہے اس کو کشتی سے علیحدہ کرنا چاہئے تعیین کے لئے قرعہ پر اتفاق ہوا) سو یونس (علیہ السلام) بھی شریک قرعہ ہوئے تو (قرعہ میں) یہی ملزم ٹھہرے (یعنی ان ہی کا نام نکلا پس انہوں نے اپنے کو دریا میں ڈال دیا شاید کنارہ قریب ہوگا شناوری کر کے کنارہ پر جا پہنچنے کا ارادہ ہوگا پس شبہ خودکشی کا لازم نہیں آتا) پھر (جب دریا میں گرے تو ہمارے حکم سے) ان کو مچھلی نے (ثابت) نگل لیا اور یہ

(اس وقت) اپنے کو (اس اجتہادی غلطی پر) ملامت کر رہے تھے (یہ تو دل سے تو یہ ہوئی اور زبان سے بھی توحید و تسبیح کے ساتھ استغفار کر رہے تھے جیسا دوسری آیت میں ہے: لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ) سو اگر وہ (اس وقت) تسبیح (و استغفار) کرنے والوں میں سے نہ ہوتے تو قیامت تک اسی کے پیٹ میں رہتے (مطلب یہ کہ پیٹ سے نکلنا میسر نہ ہوتا بلکہ اس کی غذا بنا دیئے جاتے) پس اس مطلب پر اس کا اور اس کے بطن کا قیامت تک باقی رہنا لازم نہیں آتا یعنی اس اجتہادی غلطی پر بقاعدہ۔ نزدیکاں را بیش بود حیرانی۔ یہ جسمانی کلفت کی پاداش دی جاتی کیونکہ انبیاءؑ حقیقی گناہ اور حقیقی عقوبت سے تو پاک ہی ہوتے ہیں) سو (چونکہ انہوں نے تسبیح اور توبہ کی اس لئے) ہم نے (ان کو اس سے محفوظ رکھا اور مچھلی کے پیٹ سے نکال کر ان کو ایک میدان میں ڈال دیا (یعنی مچھلی کو حکم دیا کہ کنارے پر اُگل دے) اور وہ اس وقت مضمحل تھے (کیونکہ مچھلی کے پیٹ میں کافی ہوا اور غذا نہ پہنچتی تھی) اور ہم نے (دھوپ سے بچانے کے لئے) ان پر ایک بیلدار درخت بھی اُگا دیا تھا (اور کوئی بزکوہی بحکم الٰہی ان کو دودھ پلا جایا کرتی) اور (ہم نے جو اوپر کہا ہے: اِنَّ یُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۱۳۹﴾ تو ان کے مرسل علیہم بڑی کثرت سے تھے چنانچہ) ہم نے ان کو ایک لاکھ یا اس سے بھی زیادہ آدمیوں کی طرف (شہر نینوا قریب موصل میں) پیغمبر بنا کر بھیجا تھا پھر وہ لوگ ایمان لے آئے تھے (معائنہ آثار عذاب کے وقت اجمالاً اور جب قصہ حوت کے بعد یونس علیہ السلام وہاں دوبارہ تشریف لے گئے ہیں اس وقت تفصیلاً) تو (ایمان کی برکت سے) ہم نے ان کو ایک زمانہ تک (یعنی مدت عمر تک خیر خوبی سے) عیش دیا۔ **ف**: یہ قرعہ کسی حق کے اثبات کے لئے نہ تھا جس میں ائمہ کا اختلاف ہے بلکہ مالکان کشتی ویسے بھی کسی عذر سے کسی راکب کو کشتی سے اتار دینے کے مجاز تھے اور خود یونس علیہ السلام بھی اپنی خوشی سے کشتی سے علیحدہ ہو گئے تھے اور عذاب کے ٹل جانے سے خلف وعدہ لازم نہیں آتا کیونکہ انفاذ موعود معلق تھا عدم ایمان پر اور شاید اس میدان میں کوئی تنہ دار درخت ہو گا جس کے پتے سایہ دار نہ ہوں گے اس پر ایسا بیلدار درخت جس کے پتے چوڑے ہوں پھیل گیا ہو گا جس کی تعیین بھی بعض روایات میں ہے کہ کدّو کی بیل تھی اب یہ وسوسہ نہیں رہا کہ زمین پر پھیلنے والے درخت کا ان پر سایہ کیسے ہوا اور لفظ عراء اس کے منافی نہیں کیونکہ بڑے میدان میں ایک آدھ درخت ہونے سے اس کے خالی ہونے میں قدح لازم نہیں آتا اور بعض نے کہا ہے کہ خرق عادت کے طور پر وہ تنہ دار ہو گیا تھا اور او یزیدون شک کے لئے نہیں ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اگر کسر کا اعتبار نہ کرو تو ایک لاکھ کہو اور اگر کسر کا اعتبار کرو تو زیادہ کہو پس او تخییر کے لئے ہے اور ترمذی میں مرفوعاً آیا ہے کہ بیس ہزار زیادہ تھے اور یہ قصہ سورۂ یونس اور سورۂ انبیاء میں بھی آیا ہے وہاں بھی اس کے متعلق کچھ ضروری مضامین لکھے گئے ہیں۔ اور یہاں جو مضامین روایت کے قبیل سے مرقوم ہوئے ہیں وہ درمنثور سے منقول ہیں۔

ربط: اوپر قصص سے ان سب انبیاء علیہم السلام کا جن کی نبوت عقلاً ثابت ہے مومن و موحد و عابد و مخلص اور داعی الی التوحید والایمان ہونا ثابت ہوتا ہے اس کے قبل شروع سورت میں عقلی دلائل توحید کے مذکور ہو چکے ہیں آگے ان دلائل نقلیہ و عقلیہ پر بطور تفریع کے ابطال شرک و کفر کا فرماتے ہیں اور وجہ تفریع کی دلیل عقلی پر تو ظاہر ہے اور دلیل نقلی پر یہ ہے کہ نبوت کے لئے صدق لازم پس توحید کا حق ہونا ضروری اور بطلان شرک کا اس کے لوازم میں سے ہونا ظاہر۔

ابطالِ شرک: فَاسْتَفْتِهِمْ اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ (الی قولہ تعالٰی) وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ ﴿۱۶۶﴾ (توحید کے دلائل تو اوپر بیان ہو چکے) سو (اب اس کے بعد) ان لوگوں سے (جو ملائکہ اور جنات کو خدا کا شریک ٹھہراتے ہیں اس طرح پر کہ ملائکہ کو نعوذ باللہ خدا کی بیٹیاں اور سرداران جن کی بیٹیوں کو ان فرشتوں کی مائیں قرار دیتے ہیں جس سے نعوذ باللہ فرشتوں سے علاقۂ نسب اور جنات سے علاقۂ زوجیت و مصاہرت لازم آتا ہے سوان سب سے بطور تبکیت کے) پوچھئے کہ کیا خدا کے لئے تو بیٹیاں (ہوں) اور تمہارے لئے بیٹے (ہوں یعنی جب اپنے لئے بیٹے پسند کرتے ہو تو عقیدۂ مذکورہ میں خدا کے لئے بیٹیاں کیسے تجویز کرتے ہو پس ایک قبح تو اس عقیدہ میں یہ ہے اور) ہاں (دوسری بات سنو کہ) کیا ہم نے فرشتوں کو عورت بنایا ہے اور وہ (ان کے بننے کے وقت) دیکھ رہے تھے (یعنی ایک دوسرا قبح یہ ہے کہ بلا دلیل فرشتوں پر انوثت کی تہمت رکھتے ہیں کیونکہ دلیل علاوہ مشاہدہ کے یا دلیل عقلی ہو یا دلیل نقلی دونوں منتفی ہیں تو مشاہدہ ہونا چاہئے) خوب سن لو کہ وہ لوگ (یا دلیل کچھ نہیں رکھتے بلکہ محض) اپنی سخن تراشی سے کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) اللہ صاحب اولاد ہے اور وہ) یقیناً (بالکل) جھوٹے ہیں (پس ایک تیسرا قبح اس عقیدہ میں یہ ہوا کہ اولاد کی نسبت حق تعالٰی کی طرف لازم آتی ہے اور ان تینوں قبحوں میں قبح اول کا قبح عرف سے بھی اور قبح ثانی کا قبح نقل اور قبح ثالث کا قبح عقل سے ثابت ہے اور جہلاء پر قبح عرفی کا لزوم زیادہ حجت ہوتا ہے اس لئے قبح اول کو دوسرے عنوان سے پھر مکرر فرماتے ہیں اور زیادہ تبکیت کے لئے التفات مستعمل ہوا کہ ہاں) کیا اللہ تعالٰی نے بیٹوں کے مقابلہ میں بیٹیاں زیادہ پسند کیں تم کو کیا ہو گیا تم کیسا (بیہودہ) حکم لگاتے ہو (جس کو تم عُرفاً بھی مذموم سمجھتے ہو) پھر (علاوہ عرف کے) کیا تم (عقل اور) سوچ سے کام نہیں لیتے ہو (کہ خود عقل کے بھی خلاف ہے کئی وجہ سے اول حق تعالٰی کا ذی ولد ہونا دوسرے مرتبہ ذات و صفات میں امر ناقص کا اس کی طرف منسوب ہونا کیونکہ اولاد ہونے کا اثر ذات و صفات تک پہنچے گا جیسا آخر پارہ الٓم آیت: وقالوا اتخذ اللّٰہ الخ میں جو تقریر ہے اس سے یہ ظاہر ہے پس دلیل عقلی بھی اس کی مبطل ہے آگے دلیل نقلی کا انتفاء فرماتے ہیں کہ) ہاں (اگر دلیل عقلی نہیں تو) کیا

تمہارے پاس (اس پر) کوئی واضح دلیل موجود ہے (مراد اس سے دلیل نقلی ہے کیونکہ اثبات مدعا میں وہ واضح تر ہوتی ہے گو خود اس کا دلیل ہونا موقوف کسی دوسری حجت عقلیہ پر ہو اور آگے بکتٰبکم سے اس کو تعبیر کرنا بھی اس مراد کی دلیل ہے پس مطلب یہ ہوا کہ کیا تمہارے پاس کوئی دلیل نقلی موجود ہے) سو تم اگر (اس میں) سچے ہو تو اپنی وہ کتاب پیش کرو (حاصل مقام کا یہ ہوا کہ جس کے تم مدعی ہو اس میں تین تو قبح ہیں عرفی بھی نقلی بھی عقلی بھی اور دلیل ایک بھی نہیں نہ مشاہدہ جس کی نفی کی قبح ثانی میں تصریح ہے اور دوسروں میں بھی انتفاء ظاہر ہے اور نہ عقل جس کا عدم بلکہ دلالت علی النقیض اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ میں مذکور ہے اور نہ نقل جس کا انتفاء اَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ ...... میں مذکور ہے) اور (عقیدہ مذکور میں علاوہ ملائکہ کو اولاد قرار دینے کے) ان لوگوں نے اللہ میں اور جنات میں (بھی) رشتہ داری قرار دی ہے (جس کا بطلان اور بھی زیادہ ظاہر ہے کیونکہ بی بی جس کام کی ہوتی ہے اس سے حق تعالیٰ منزہ ہے اور جب زوجیت محال ہے تو صہریت جو اس کی فرع ہے نیز محال ہے) اور (جس جس کو یہ لوگ خدا کا شریک ٹھہرا رہے ہیں ان کی تو یہ کیفیت ہے کہ ان میں جو) جنات (ہیں خود) ان کا یہ عقیدہ ہے کہ (ان میں جو کافر ہیں) وہ (عذاب میں) گرفتار ہوں گے (اور عذاب میں کیوں نہ گرفتار ہوں کہ حق تعالیٰ کی نسبت بُری بُری باتیں بیان کرتے ہیں حالانکہ) اللہ ان باتوں سے پاک ہے جو جو یہ بیان کرتے ہیں (پس ان بیانات کفریہ سے وہ گرفتار عذاب ہوں گے) مگر جو اللہ کے خاص (یعنی ایمان والے) بندے ہیں (وہ اس عذاب سے بچیں گے اور مؤمنین جو کا اس اعتقاد کے ساتھ موصوف ہونا تو ظاہر ہے اور کفار عرب کے معبودین میں سے بعضے جن اسلام بھی لے آئے تھے جیسا کہ سورۂ بنی اسرائیل آیت **قل ادعوا الذین زعمتم** کی تفسیر میں گزرا ہے اور کفار جن میں سے بھی بعضے شاید ادلہ سن کر اضطراراً اس کے معتقد ہوں پس یہ حکم نفی الوہیت جنات کا خاص باعتبار معتقدین احضار ہی کے ہوگا اور غیر معتقدین احضار کی نفی الوہیت دوسرے دلائل سے باطل ہو جاوے گی خلاصہ یہ کہ جنات بیچارے تو خود ہی اپنی نسبت لوازم عبدیت کے معتقد و معترف ہیں پھر ان کو شریک قرار دینا بڑی حماقت ہے اور ملائکہ کا ذکر آگے آوے گا اور درمیان میں بمناسبت استثناء مخلصین کے ایک مضمون بطور تفریع کے فرماتے ہیں جس سے شاید مقصود یہ ہو کہ کفار قریش اپنے اضلال کے ساتھ دوسروں کے اضلال کی فکر میں لگے رہا کرتے تھے پس ان کی ناکامی ظاہر کرنے کے لئے فرماتے ہیں کہ جب اہل اخلاص احضار فی العذاب سے مستثنیٰ ہیں اور ظاہر ہے کہ اس استثناء کے ساتھ علم خداوندی کا تعلق واجب ہے اور خلاف علم خداوندی ممتنع) سو (اس سے لازم آ گیا کہ) تم اور تمہارے سارے معبود (سب مل کے بھی) خدا سے کسی کو نہیں پھیر سکتے (جیسی تم کوشش کیا کرتے ہو) مگر اسی کو جو کہ (علم الٰہی ہی میں) جہنم رسید ہونے والا ہے اور (آگے ملائکہ کا ذکر فرماتے ہیں کہ ان میں جو ملائکہ ہیں ان کا یہ مقولہ ہے کہ ہم تو بندۂ محض ہیں چنانچہ جو خدمت ہم کو سپرد ہے اس میں) ہم میں سے ہر ایک کا ایک معین درجہ ہے (کہ اسی کی بجا آوری میں لگے رہتے ہیں اپنی رائے سے کچھ نہیں کر سکتے) اور ہم (خدا کے حضور میں حکم سننے کے وقت یا عبادت کے وقت ادب سے) صف بستہ کھڑے ہوتے ہیں اور ہم (خدا کی) پاکی بیان کرنے میں بھی لگے رہتے ہیں (غرض ہر طرح محکوم اور عبد ہیں سو جب فرشتے خود اعتراف عبدیت کر رہے ہیں پھر ان پر شبہ معبودیت کا کرنا سفاہت محضہ ہے پس باحسن وجوہ اعتقاد الوہیت کا جنات اور ملائکہ کے حق میں باطل ہو گیا)۔

ترجمہ مسائل السلوک : قولہ تعالیٰ: اَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِيْنَ اس عنوان خاص سے نکیر کرنا باوجودیکہ بنین کا وجود بھی حق سبحانہ وتعالیٰ کے لئے ممتنع ہے اس پر دال ہے کہ اذہان میں ایک چیز جو کہ ادنیٰ ہے اور دوسری چیز جو کہ اعلیٰ ہے ان دونوں میں تفاوت ہے گو وہ دونوں اس میں متساوی ہوں کہ حق تعالیٰ دونوں سے منزہ ہیں پس اس سے یہ بات اخذ کی جاتی ہے کہ جس وجہ سے حق تعالیٰ کا اضطراراً تصور رہتا ہو یہ جائز نہیں ہے کہ اختیاراً ایسی وجہ سے تصور کیا جاوے جو ذہن میں اس وجہ سابق سے ادنیٰ ہو مثلاً ایک شخص مقدار عظیم سے مجرد حق تعالیٰ کے تصور پر قادر نہ ہو تو اس کو مقدار صغیر کے ساتھ تصور جائز نہ ہوگا باوجودیکہ وہ مطلق مقدار سے بھی منزہ ہے اور جس سے طبعاً تحرز نہیں کر سکتا اس میں معذور ہے البتہ یہ واجب ہے کہ عقلاً اس سے بھی تنزیہ کا اعتقاد رکھے خوب سمجھ لو بغایت عزیز الوجود مضمون ہے اور نااہل سے اس کا ذکر مت کرو۔ قولہ تعالیٰ: وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ روح میں سدی سے منقول ہے کہ مقام معلوم قرب اور مشاہدہ میں اور اسی کے دوسرے موقع میں ہے کہ فرشتہ کو اپنے مقام سے ترقی اور ہبوط دونوں نہیں ہوتے اور انسان کو دونوں ہوئے ہیں۔

ملحقات الترجمۃ : **قوله في نسبا** اور بھی زیادہ ظاہر اشار به الی وجه عدم ذکر بطلانه صریحاً ۱۲۔

الروایات : **في الدر المنثور عن مجاهد في قوله تعالٰى وجعلوا بينه وبين الجنة نسبا قال قال كفار قريش الملائكة بنات الله تعالٰى فقال لهم ابو بكر الصّديق فمن امهاتهم فقالوا بنات سادات الجن ۱۲۔**

فائدہ : **لم يذكر ههنا وفي ما يليه من قصّة يونس عليه السلام ما ذكر قبله من السلام ونحوه اكتفاء بما سبق لان اشتراك العلة من كونهما مرسلاً يدل على اشتراك ما يترتب عليه من السلام ونحوه لا سيما وقد سلم عليهم جميعاً في آخر السورة بقوله وسلام على المرسلين فافهم ۱۲۔**

اللُّغَاتُ: قوله ساهم قارع قوله المدحضين المغلوبين واصله المزلق اسم مفعول قوله مليم نفسه على ان الهمزة للتعدية العراء المكان الخالى قوله يقطين فى القاموس كل مالا ساق له ١٢۔ قوله نسبا عام لغة لانه من النسبة فيشمل النسب بالمعنى الخاص والصهر والزوجية۔ قوله ما انتم عليه بفاتنين فى المدارك عليه على الله بفاتنين مضلين يقال فتن فلان على فلان امرأة كما تقول افسدها عليه ١٢۔

النَّحْوُ: قوله ام خلقنا وقوله ام لكم ام فيهما منقطعة كما يظهر بترجمتى قوله الا عباد استثناء من ضمير محضرون كذا فى الخازن ١٢۔ قوله تعالىٰ وما منا عامله مقدر يدل عليه المقام اى ويقول الملائكة او هو من قوله تعالىٰ لكنه حكى بلفظهم واصله وما منهم۔

البَلَاغَةُ: قوله هم شاهدون وتخصيص المشاهده بالذكر للمبالغة فى المقصود كان غيرها من الدلائل اظهر انتفاء ومنها حيث لم يحتج الى التنصيص على الانتفاء واحتاجت هى اليه۔

وَاِنْ كَانُوْا لَيَقُوْلُوْنَ ﴿١٦٧﴾ لَوْ اَنَّ عِنْدَنَا ذِكْرًا مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٦٨﴾ لَكُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿١٦٩﴾ فَكَفَرُوْا بِهٖ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿١٧٠﴾ وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٧١﴾ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ﴿١٧٢﴾ وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿١٧٣﴾ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿١٧٤﴾ وَّاَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ﴿١٧٥﴾ اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿١٧٦﴾ فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿١٧٧﴾ وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿١٧٨﴾ وَّاَبْصِرْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ﴿١٧٩﴾ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿١٨٠﴾ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٨١﴾ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٨٢﴾

ع ۵ / ۹

کفار تو کہا کرتے تھے کہ اگر ہمارے سامنے اگلے لوگوں کے واقعات ہوتے تو ہم بھی اللہ تعالیٰ کے چیدہ بندے بن جاتے لیکن پھر اس (قرآن) کے ساتھ کفر کر گئے۔ پس عنقریب جان لیں گے اور ہمارے خاص بندوں یعنی پیغمبروں کے لئے ہمارا یہ قول پہلے ہی سے مقرر ہو چکا ہے۔ بے شک وہی لوگ غالب کئے جائیں گے اور ہمارا تو (قاعدہ عام ہے کہ) ہمارا ہی لشکر غالب رہتا ہے تو آپ (تسلی رکھئے اور) تھوڑے زمانہ تک صبر کیجئے اور ان کی مخالفت اور ایذا رسانی کا خیال نہ کیجئے اور (ذرا) ان کو دیکھتے رہئے سو عنقریب یہ بھی دیکھ لیں گے ہمارے عذاب کا تقاضا کرتے ہیں سو وہ (عذاب) جب انکے روبرو نازل ہوگا سو وہ دن ان لوگوں کا جن کو ڈرایا جا چکا تھا بہت ہی برا ہوگا (ٹل نہ سکے گا) اور تھوڑے زمانہ تک ان کا خیال نہ کیجئے اور دیکھتے رہئے سو عنقریب یہ بھی دیکھ لیں گے آپ کا رب جو بڑی عظمت والا ہے ان باتوں سے پاک ہے جو یہ کافر بیان کرتے ہیں اور سلام ہو پیغمبروں پر اور تمام تر خوبیاں اللہ ہی کے لئے ہیں جو تمام عالم کا پروردگار ہے۔

تفسیر ربط: اوپر کفار مشرکین کے کفریات اور اُن کے ابطال بالدلیل کا مضمون تھا آگے ان پر ایک دوسرے طریق پر کہ وہ نقض وعدہ ہے تشنیع ہے اور اس پر وعید سے تقریع ہے اور اسی کے ضمن میں تسلیہ نبی شفیع ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم

تشنیع بنکث عہود و تقریع بعذاب معہود بر کفار مع تسلیہ سیّد ابرارؐ: وَاِنْ كَانُوْا لَيَقُوْلُوْنَ ﴿١٦٧﴾ (الى قوله تعالى) فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ﴿١٧٩﴾ اور یہ لوگ (یعنی کفار عرب قبل بعثت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے) کہا کرتے تھے کہ اگر ہمارے پاس کوئی نصیحت (کی کتاب) پہلے لوگوں (کی کتابوں) کے طور پر آتی (یعنی جیسے یہود و نصاریٰ کے پاس رسول اور کتابیں آئیں اگر ہمارے لئے ایسا ہوتا) تو ہم اللہ کے خاص بندے ہوتے (یعنی تصدیق اور عمل کرتے ان کی طرح تکذیب و مخالفت نہ کرتے وہٰذا کقولہ تعالیٰ: لَئِنْ جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ لَّيَكُوْنُنَّ اَهْدٰى مِنْ اِحْدَى الْاُمَمِ [فاطر : ٤٢]) پھر (جب وہ نصیحت کی کتاب رسول کے ذریعہ سے ان کو پہنچی تو) یہ لوگ اس کا انکار کرنے لگے (اور اپنا وہ عہد توڑ دیا) سو (خیر) اب ان کو (اس کا انجام معلوم ہوا جاتا ہے (چنانچہ مرنے کے ساتھ ہی انجام کفر کا منکشف ہو گیا اور بعض عقوبتیں قبل موت بھی نازل ہوئیں) اور (آگے مضمون تسلیہ کا ہے کہ گو اس وقت ان مخالفین کو کسی قدر شوکت ہے لیکن یہ چند روزہ ہے کیونکہ) ہمارے خاص بندوں یعنی پیغمبروں کے لئے ہمارا یہ قول پہلے ہی سے (یعنی لوح محفوظ ہی میں) مقرر ہو چکا ہے کہ بیشک وہی غالب کئے جاوینگے (کما قال تعالیٰ: كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ [المجادلة : ٢١]) اور (ہمارا تو قاعدہ عامہ ہے کہ) ہمارا ہی لشکر غالب رہتا ہے (جو کہ اتباع رسل کو بھی شامل ہے تو رسل کے لئے تو اس کا تحقق بدرجۂ اولیٰ واتم ہوگا سو جب یہ بات ہے کہ آپ غالب آنے والے ہیں ہی) تو آپ (تسلی رکھئے اور) تھوڑے زمانہ تک (صبر کیجئے اور) ان (کی مخالفت اور ایذاء رسانی) کا خیال نہ کیجئے اور (ذرا) ان کو دیکھتے رہئے (یعنی ان کی حالت کا قدرے انتظار کیجئے کذا قال ابن

کثیر ای انظرھم وارتقب ما ذا یحل بھم) سوعنقریب یہ بھی دیکھ لیں گے (اس کا بھی وہی مطلب ہے جو فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ کا تھا اور اس وعید پر وہ کہہ سکتے تھے کہ وہ وعید کب واقع ہوگی اور اکثر یہ بات کہا بھی کرتے تھے کما قال تعالیٰ :) وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰی ھٰذَا الْوَعْدُ وَنَحْوَہٗ اس لئے آگے اس کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں کہ) کیا ہمارے عذاب کا تقاضا کر رہے ہیں سو وہ (عذاب) جب ان کے روبرو آ نازل ہوگا سو وہ دن ان لوگوں کا جن کو (پہلے سے) ڈرایا جا چکا تھا بہت ہی برا ہوگا (کہ وہ عذاب ٹل نہ سکے گا) اور (جب یہ بات ہے کہ ان لوگوں پر عذاب واقع ہونیوالا ہے تو) آپ (تسلی رکھئے اور) تھوڑے زمانہ تک (صبر کیجئے اور) ان (کی مخالفت اور ایذاء رسانی) کا خیال نہ کیجئے اور (ذرا ان کو یعنی ان کی حالت کو) دیکھتے رہئے (یعنی منتظر رہئے) سوعنقریب یہ بھی دیکھ لیں گے (بھی کا مطلب کہ اَبْصِرْ کے بعد یُبْصِرُوْنَ کا آنا اس پر دال ہے دونوں جگہ یہ ہے کہ آپ کو تو ہمارے کہنے سے یقین ہی ہے اور یہی یقین منی انتظار کا ہے بعد معائنہ ان کو بھی یقین ہو جاویگا اور چونکہ اوپر یہ مضمون مرتب ہے تغلیب اہل حق پر اور یہاں مرتب ہے تعذیب اہل باطل پر اسلئے معناً اس میں تکرار نہیں)۔

ف : مطلب اہل حق کے غالب ہونے کا یہ ہے کہ اس کا مقتضائے اصلی یہی ہے پس عارضی مغلوبیت حکمت ابتلاء سے اس کے مناقض نہیں اور تفصیل اس مضمون کی پارہ لا یحب اللہ کے تین پاؤ آیت : وَمَنْ یَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ [المائدۃ : ۵۶] کی تفسیر کے تحت میں قابل ملاحظہ ہے۔

ربط : سورت میں تین مضمون اصل مقصود تھے توحید و رسالت و بعث جیسا تمہید سورت میں مذکور ہوا ہے پھر اعتقاد بعث بوجہ توقف بعث کے نقل پر واقع میں فرع ہے اعتقاد رسالت کی اور اہل عقل میں سے جو دلیل عقلی سے قائل معاد روحانی کے ہوئے ہیں ان دلائل کے مقدمات سراسر مجروح ہیں پس اس فرعیت کے اعتبار سے اصل مقصود بالاثبات توحید و رسالت کے مضمون رہ گئے سورت کا اکمال ان ہی کے اجمال پر کیا جاتا ہے اور چونکہ توحید اقدم واعظم ہے اور رسالت کا قائل ہونا اسی پر موقوف ہے گو اعتقاد توحید اس کو مستلزم نہیں اس لئے کلام کا آغاز و انجام توحید سے کیا اور مرسلین کا ذکر درمیان میں لائے اور توحید میں چونکہ نفی نقائص اثبات کمالات سے اہم ہے لان النقص عیب فی نفسه بخلاف الکمال فان انتفاء ہ لم یکن عیبا فی نفسه وان استلزم العیب بالنظر الی ذات الواجب جل مجدہ اس لئے تنزیہ کو تحمید پر مقدم فرمایا واللہ اعلم۔

خاتمہ در تنزیہ و تحمید رب العالمین و تنویہ شان مرسلین : سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ﴿۱۸۰﴾ وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۸۲﴾ آپ کا رب جو بڑی عظمت ۱ والا ہے ان باتوں سے پاک ہے جو یہ (کافر) بیان کرتے ہیں (پس خدا کو منزہ سمجھو) اور پیغمبروں کو واجب الاتباع سمجھو کیونکہ ان کی ایسی شان ہے کہ ہم ان کی شان میں یہ کہتے ہیں کہ) سلام ہو پیغمبروں پر اور (خدا کو منزہ سمجھنے کے ساتھ موصوف بکمالات بھی سمجھو کیونکہ) تمام تر خوبیاں اللہ ہی کے لئے ہیں جو تمام عالم کا پروردگار (اور مالک) ہے۔ **ف** : سبحان اللہ کیا اچھا خاتمہ ہے کہ اجمالاً تمام اصول و فروع کو حاوی ہے کیونکہ کوئی فرع اعتقاد رسالت پر مرتب ہونے سے خالی نہیں اور اس خاتمہ کی جلالت و جزالت کی وجہ سے روایت میں نماز کے بعد اور مجلس سے اٹھنے کے وقت اس کا پڑھنا منقول ہے اخرج الاول الخطیب عن ابی سعید مرفوعًا والثانی ابن ابی حاتم عن الشعبی مرفوعا کما فی الروح اسلئے تبرکاً میرا بھی جی چاہتا ہے کہ تفسیر کی اس جلد کو کہ جلد نہم ہے اسی پر ختم کروں فاقول سبحان ربك رب العزة عما یصفون۔ وسلٰم علی المرسلین۔ والحمد للہ رب العالمین۔ وقدتم بحمد اللہ تفسیر سورة الصّٰفّٰت یوم الثلثاء تاسع ربیع الاول ۱۳۲۵ من الهجرة وصلی اللہ تعالٰی علی خیر خلقه محمد وٰاله واصحابه اجمعین۔

ملحقات الترجمۃ : ۱ قوله فی رب العزة عظمت والا کما فی الروح عن الزمخشری اضیف الرب الی العزة لاختصاصه تعالٰی بها کانه قیل ذوالعزة کما تقول صاحب لاختصاصه بالصّدق فحاصل معناه العزیز وجوز ان یکون معناه المعز علی ان الرب بمعنی المالك ای مالك عز المخلوقین ومعطیها واللہ اعلم ۱۲۔

النحو : قوله من الاولین بتقدیر المضاف ای من ذکر الاولین بمعنی من جنسه ومثله لاعین ذکر الاولین ۱۲۔

البلاغۃ : قوله فی الرسل لهم المنصورون وفی الجند لهم الغٰلبون اذن البناء للمفعول فی الاول زیادة تعلقهم وقربهم مع للّٰه تعالٰی حیث دل المنصوریة علی کون اللّٰه تعالٰی ناصرًا لهم ولما کان الجند عاما لغیرهم ایضا لم ینبه علی هذا التعلق الخاص المذکور قوله بساحتهم شبه العذاب بجیش یهجم علی قوم فی ساحتهم وهی العرصة الواسعة عند الدور بغتة فیحل بها والنزول تخییل قوله صباح الصباح مستعار لوقت نزول العذاب ای وقت کان کما اشرت الیه بترجمتی ماخوذ من صباح الجیش المبیت للعدو وهو السائر الیه لیلا لیهجم علیه وهو فی غفلة صباحًا وکثیر اما یسمون الغارة صباحًا لما انها فی الاعم الاغلب تقع فیه قوله ابصر لم یذکر هھنا مفعولا اکتفاء علی الاول ۱۲۔

وجوه المثانی متعلقه جلد نهم بیان القرآن

سورة الروم : **قوله تعالٰى** عاقبة الذين۔ فيه قراء تان الاولٰى بالرفع لنافع وابن كثير وابى عمرو والثانية بالنصب للباقين وعلى الاول هو اسم كان وعلى الثانى خبره۔ **قوله تعالٰى** ثم اليه ترجعون۔ فيه قراء تان الاولى على الغيبة لابى عمرو وشعبة والثانية على الخطاب للباقين **قوله تعالٰى** الميت فى موضعين۔ فيه قراء تان الاولى بكسر الياء مشددة لنافع وحفص حمزة والكسائى والثانية بالسكون للباقين **قوله تعالٰى** تخرجون۔ فيه قراء تان الاولى بالبناء للفاعل من نصر لحمزة والكسائى وابن ذكوان بخلاف عنه والثانية بالبناء للمفعول للباقين **قوله تعالٰى** للعالمين۔ فيه قراء تان الاولى بكسر الام قبل الميم لحفص والثانية بالفتح للباقين **قوله تعالٰى** ينزل۔ فيه قراء تان الاولٰى من الانزال لابن كثير وابى عمرو والثانية من التنزيل للباقين **قوله تعالٰى** فرقوا دينهم۔ فيه قراء تان الاولٰى بالالف بعد الفاء وتخفيف الراء لحمزة والكسائى والثانية بغير الف وتشديد الراء للباقين **قوله تعالٰى** يقنطون۔ فيه قراء تان الاولٰى بكسر النون بعد القاف لابى عمرو والكسائى والثانية بالفتح للباقين وهما لغتان **قوله تعالٰى** وما اٰتيتم۔ فيه قراء تان الاولٰى بقصر الهمزة لابن كثير والثانى بمدها للباقين ومعنى الاول ما جئتم به من عطاء ربا **قوله تعالٰى** لتربوا۔ فيه قراء تان الاولى بتاء الخطاب بعد اللام مضمومة وسكون الواو لنافع والثانية بالياء التحتية مفتوحة ونصب الواو للباقين ومعنى الاول لتزيدوه فى اموال الناس والثانى ليزيد ذلك الربانى اموال الناس **قوله تعالٰى** عما يشركون۔ فيه قراء تان الاولٰى بتاء الخطاب لحمزة والكسائى والثانية بالياء التحتية للباقين **قوله تعالٰى** لنذيقنهم فيه قراء تان الاولٰى بالنون بعد اللام لقنبل والثانى بالياء التحتية للباقين **قوله تعالٰى** يرسل الرياح۔ فيه قراء تان الاولى الريح بالافراد لابن كثير وحمزة والكسائى والثانية بالجمع للباقين **قوله تعالٰى** كسفا۔ فيه قراء تان الاولى والثانية بفتحها للباقين ومر وجههما فى بنى اسرائيل **قوله تعالٰى** ان ينزل فيه قراء تان الاولٰى من الافعال لابن كثير وابى عمرو والثانية من التفعيل للباقين **قوله تعالٰى** الٰى اٰثر رحمة۔ فيه قراء تان الاولٰى بالف بعد الثاء المثلثة لابن عامر وحفص وحمزة والكسائى والثانية بغير الف للباقين **قوله تعالٰى** ولا يسمع الصم۔ فيه قراء تان ذكرتا فى سورة النمل **قوله تعالٰى** وما انت بهادى العمى فيه ما فى النمل **قوله تعالٰى** ضعف فى موضعين وضعفا فيها قراء تان الاولٰى بفتح الضاد لعاصم وحمزة بخلاف عن حفص والثانية بالضم وكان حفص يختار الضم **قوله تعالٰى** لا ينفع۔ فيه قراء تان الاولٰى بالغيبة للكوفيين والثانية بالخطاب للباقين۔

سورة لقمٰن : **قوله تعالٰى** ورحمة للمحسنين۔ فيه قراء تان الاولٰى بالرفع لحمزة والثانية بالنصب للباقين وهو على الاول خبر بعد خبر لتلك وعلى الثانى حال من اٰيات **قوله تعالٰى** ليضل۔ فيه قراء تان الاولى بفتح الياء قبل الضاد لابن كثير وابى عمرو والثانية بضمها للباقين **قوله تعالٰى** يتخذها۔ فيه قراء تان الاولى بنصب الذال لحمزة والكسائى وحفص والثانية بالضم للباقين وهو معطوف فى الاول على يضل وفى الثانى على يشترى **قوله تعالٰى** اذنيه۔ فيه قراء تان الاولى بسكون الذال لنافع والثانية بالضم للباقين والاول مخفف عن الثانى **قوله تعالٰى** يا بنى لا تشرك۔ فيه ثلث قراء ات الاولى بفتح الياء لحفص والثانيه بسكونها لابن كثير والثالثة بكسرها للباقين والفتح والكسر مروجههما فى هود اما السكون فعلى اجراء الوصل مجرى الوقف **قوله تعالٰى** يا بنى انها۔ فيه قراء تان الاولى فتح الياء لحفص والثانية كسرها للباقين **قوله تعالٰى** مثقال۔ فيه قراء تان الاولٰى برفع اللام لنافع والثانية بالنصب وعلى الاول ضمير انهاللقصة ومثقال فاعل لتك وتانيث الفعل لاضافة الفاعل الى المؤنث وعلى الثانى الضمير للخصلة ومثقال خبر لتك والاسم مستتر فيه **قوله تعالٰى** يٰبنى اقم۔ فيه ثلث قراء ات مثل **قوله تعالٰى** يٰبنى لا تشرك الاولى لحفص والبزى والثانية لقنبل والثالثة للباقين **قوله تعالٰى** لا تصعر۔ فيه قراء تان الاولى من التفعيل لابن كثير وابن عامر وعاصم والثانية من المفاعلة للباقين والكل واحد **قوله تعالٰى** نعمة۔ فيه قراء تان الاولى بفتح العين وبعد الميم هاء مضمومة للضمير لنافع وابى عمرو وحفص والثانية بسكون العين وبعد الميم تاء مفتوحة منونة للباقين والوجه ظاهر **قوله تعالٰى** فلا يحزنك۔ فيه قراء تان الاولى من الافعال لنافع والثانية من نصر للباقين **قوله تعالٰى** والبحر۔ فيه قراء تان الاولٰى بنصب الراء لابى عمرو والثانية

بالرفع للباقين وهو فى الاول معطوف على ما فى الارض وفى الثانى هو مبتدأ والواو للحال **قوله تعالىٰ** ما يكون۔ فيه ما تقدم فى الحج **قوله تعالىٰ** وينزل الغيث فيه قراء تان الاولىٰ من التنزيل لنافع وابن عامر وعاصم والثانية من الانزال للباقين۔

سورۃ السجدۃ : **قوله تعالىٰ** خلقه۔ فيه قراء تان الاولىٰ بفتح اللام صفة لشئ لنافع والكوفيين والثانية بالسكون بدلا عن كل للباقين **قوله تعالىٰ** اذا و **قوله تعالىٰ** ء انا فيه ثلث قراء ات الاولى بالاستفهام فى الاول والخبر فى الثانى لنافع ولاكسائى والثانية بالعكس لابن عامر والثالثة بالاستفهام فيهما للباقين **قوله تعالىٰ** ما اخفى۔ فيه قراء تان الاولىٰ بسكون الياء على صيغة المتكلم لحمزة والثانية بالفتح للباقين **قوله تعالىٰ** لما صبروا۔ فيه قراء تان الاولىٰ بكسر الميم وتخفيف الميم لحمزة والكسائى والثانية بفتح اللام وتشديد الميم للباقين۔

سورۃ الاحزاب : **قوله تعالىٰ** بما تعملون خبيرا وبما تعملون بصيرا۔ فيهما قراء تان الاولى بالغيبة لابى عمرو والثانية بالخطاب للباقين **قوله تعالىٰ** اللائى۔ فيه قراء تان الاولىٰ بالياء بعد الهمزة لابن عامر والكوفيين والثانية بلاياء بعد الهمزه للباقين **قوله تعالىٰ** تظاهرون۔ فيه اربع قراء ات الاولىٰ من المفاعلة لعاصم والثانية من التفاعل بحذف احدى التائين لحمزة والكسائى والثالثة من التفاعل بادغام حرف المضارع فى الظاء لابن عامر والرابعة من الافعل للباقين **قوله تعالىٰ** النبى۔ فيه قراء تان الاولى بالهمزة لنافع والثانية بالياء المدغمة للباقين **قوله تعالىٰ** الظنونا هنا والرسولا والسبيلا اٰخر السورة۔ فيها ثلث قراء تات الاولىٰ باثبات الالف فى الثلثة وقفا ووصلا لنافع وابن عامر وشعبة والثانية بحذف الالف وقفا ووصلا لابى عمرو وحمزة والثالثة بالالف فى الوقف دون الوصل للباقين **قوله تعالىٰ** لا مقام لكم۔ فيه قراء تان الاولىٰ بضم الميم لحفص والثانية بالفتح للباقين **قوله تعالىٰ** النبى ذكر قريبا **قوله تعالىٰ** بيوتنا وبيوتكم۔ فيه قراء تان الاولىٰ بضم الباء لورش وابى عمرو وحفص والثانية بالكسر للباقين **قوله تعالىٰ** لاتوها۔ فيه قراء تان الاولى بقصر الهمزة بمعنى فعلوها لنافع وابن كثير والثانية بمدها بمعنى لاعطوها للباقين **قوله تعالىٰ** يحسبون۔ فيه قراء تان الاولىٰ بفتح السين لابن عامر وعاصم وحمزة والثانية بالكسر للباقين **قوله تعالىٰ** اسوة۔ فيه قراء تان الاولىٰ بضم الهمزة لعاصم والثانية بكسرها للباقين **قوله تعالىٰ** الرعب۔ فيه قراء تان الاولىٰ بضم العين لابن عامر والكسائى والثانيه بالسكون للباقين **قوله تعالىٰ** مبينة۔ فيه قراء تان الاولىٰ بفتح التحتية لابن كثير وشعبة والثانية بالكسر للباقين **قوله تعالىٰ** يضعف لها العذاب۔ فيه ثلث قراء ات الاولىٰ بصيغة الغائب المجهول من المفاعلة وبرفع العذاب لنافع وعاصم وحمزة والكسائى والثانية بصيغة جمع المتكلم المعروف من التفعيل وبنصب العذاب لابن كثير وابن عامر والثالثة بصيغة الغائب المجهول من التفعيل وبرفع العذاب لابى عمرو **قوله تعالىٰ** وتعمل صالحا نؤتها۔ فيه قراء تان الاولىٰ بالتحتية فى يعمل ويؤتها لحمزة والكسائى والثانية بالفوقية فى تعمل والنون فى نؤتها للباقين **قوله تعالىٰ** وقرن۔ فيه قراء تان الاولىٰ بفتح القاف لنافع وعاصم والثانية بالكسر للباقين والاول من باب علم اصله اقررن فحذفت الراء الاولىٰ والقيت فتحتها على ما قبلها وحذفت الهمزة للاستغناء عنها بتحرك القاف والثانى من باب ضرب فعل به ما فعل بالاول لكن فيه القيت كسرتها على ما قبلها **قوله تعالىٰ** بيوتكن۔ فيه ما تقدم فى بيوتنا وبيوتكم **قوله تعالىٰ** ان يكون۔ فيه قراء تان الاولىٰ بالياء التحتية للكوفيين وهشام والثانية بالفوقية للباقين **قوله تعالىٰ** خاتم النبيين۔ فيه قراء تان الاولىٰ بفتح التاء لعاصم والثانية بالكسر للباقين والاول ما يختم به والثانى اسم فاعل **قوله تعالىٰ** تمسوهن۔ فيه قراء تان الاولىٰ بضم التاء والف بعد الميم لحمزة والكسائى والثانية بفتح التاء ولا الف بعد الميم للباقين **قوله تعالىٰ** ترجى۔ فيه قراء تان الاولىٰ بياء ساكنة بعد الجيم لنافع وحفص وحمزة والكسائى والثانية بهمزة مضمومة بعد الجيم للباقين ومر الوجه فى سورة براء ة **قوله تعالىٰ** لا تحل۔ فيه قراء تان الاولىٰ بتاء التانيث لابى عمرو والثانية بالياء التحتية للباقين **قوله تعالىٰ** فسئلوهن۔ فيه ماتقدم فى سورة الانبياء **قوله تعالىٰ** سادتنا۔ فيه قراء تان الاولىٰ بالف بعد الدال وكسر التاء لابن عامر والثانية بغير الف بعد الدال وفتح التاء **قوله تعالىٰ** كبيرا۔ فيه قراء تان الاولىٰ بالموحدة بعد الكاف لعاصم والثانية بالمثلثة للباقين۔

سورۃ سبا : **قوله تعالىٰ** علم الغيب۔ فيه ثلث قراء ات الاولىٰ برفع الميم لنافع وابن عامر والثانية بكسرها لابن كثير وابى

عمرو وعاصم والکل بالف قبل اللام المکسورة والثالثة بعد العین بلا مشددة والف وخفض المیم لحمزة والکسائی والرفع علی کونه خبر مبتدأ ای هو والکسر علی کونه بدلا من المقسم به**قوله تعالٰی** لا یعزب فیه ما تقدم فی یونس **قوله تعالٰی** معجزین۔ فیه ما تقدم فی الحج **قوله تعالٰی** من رجز الیم۔ فیه قراء تان الاولٰی برفع المیم لابن کثیر وحفص والثانیة بالجر للباقین والرفع علی انه صفة للعذاب والجر علی کونه صفة لرجز **قوله تعالٰی** ان نشأ نخسف بهم الارض او نسقط۔ فیه قراء تان الاولٰی بالتحتیة فی الثلاثة لحمزة والکسائی والثانیة بالنون للباقین **قوله تعالٰی** کسفا۔ فیه قراء تان الاولٰی بفتح السین لحفص والثانیه بالسکون للباقین والوجه قدمر فی بنی اسرائیل **قوله تعالٰی** لسلیمٰن الریح۔ فیه قراء تان الاولٰی بالرفع لشعبة والثانیة بالنصب والرفع علی کونه مبتدأ تاخر عن خبره والنصب بتقدیر سخرنا **قوله تعالٰی** کالجواب۔ فیه ثلث قراء ات الاولٰی باثبات الیاء بعد الباء الموحدة فی الفصل دون الوقف لورش وابی عمرو والثانیه باثباتها وقفا ووصلا لابن کثیر والثالثة بالحذف وقفا ووصلاً للباقین وهو جمع جابیة الحوض العظیم **قوله تعالٰی** من عبادی الشکور۔ فیه قراء تان الاولٰی باسکان الیاء لحمزة والثانیة بالفتح للباقین **قوله تعالٰی** منسأته۔ فیه ثلث قراء ات الاولٰی بعد السین بالف لنافع وابی عمرو والثانیة بعد السین بهمزة ساکنة لابن ذکوان والثالثة بهمزة مفتوحة للباقین وفی الاولیین ابدال وتخفیف غیر قیاسی **قوله تعالٰی** لسبأ۔ فیه ثلث قراء ات الاولٰی بهمزة مفتوحة بعد الموحدة من غیر تنوین المبزی وابی عمرو والثانیة بهمزة ساکنة لقنبل والثالثة بهمزة مکسورة منونة ویأول فی الاول بالقبیلة وفی الثالث بالحی واسکان الهمزة علی نیة الوقف **قوله تعالٰی** فی مسٰکنهم۔ فیه ثلث قراء ات الاولٰی بسکون السین وفتح الکاف ولا الف بینهما لحمزة وحفص والثانیة کذلک الا ان الکاف مکسورة للکسائی والثالثة بفتح السین والف بعدها وکسر الکاف للباقین والثانی لغة خلاف القیاس کمسجد لان ما ضمت عین مضارعه او فتحت قیاس لمفعل منه الفتح **قوله تعالٰی** اکل خمط۔ فیه ثلث قراء ات الاولٰی بضم الکاف وعدم تنوین اللام لابی عمرو والثانیة بسکون الکاف وتنوین اللام لنافع وابن کثیر والثالثة بالضم والتنوین للباقین اما السکون والضم فقد مر وجههما فی الرعد والتنوین علی الصفة وترکه علی الاضافة البیانیة **قوله تعالٰی** وهل نجازی الا الکفور۔ فیه قراء تان الاولٰی بالنون وکسر الزاء ونصب راء الکفور لحمزة والکسائی وحفص والثانیة بالیاء وفتح الزاء ورفع الکفور **قوله تعالٰی** بعد بین اسفارنا۔ فیه قراء تان الاولٰی من التبعید لابن کثیر وابی عمرو وهشام والثانیة من المباعدة للباقین **قوله تعالٰی** لقد صدق۔ فیه قراء تان الاولٰی بتشدید الدال بعد الصاد للکوفیین والثانیة بالتخفیف للباقین ومعنی الاول وجد ظنه صادقا ومعنی الثانی صدق فی ظنه **قوله تعالٰی** اذن له۔ فیه قراء تان الاولٰی بالبناء للمفعول لابی عمرو وحمزة والکسائی والثانیة بابناء للفاعل للباقین **قوله تعالٰی** حتی اذا فزع۔ فیه قراء تان الاولٰی بابناء للفاعل لابن عامر والضمیر الی اللّٰه تعالٰی والثانیة بالبناء للمفعول للباقین **قوله تعالٰی** فی الغرفت۔ فیه قراء تان الاولی بسکون الراء بلا الف بعد الفاء علی التوحید لحمزة والثانیة بالضم والالف علی الجمع للباقین **قوله تعالٰی** معجزین۔ تقدم انفا **قوله تعالٰی** نحشرهم ثم نقول۔ فیهما قراء تان الاولٰی بالیاء لحفص والثانیة بالنون للباقین **قوله تعالٰی** التناوش۔ فیه قراء تان الاولٰی بالهمزة لابی عمرو وابی بکر وحمزة والکسائی والثانیة بالواو للباقین **قوله تعالٰی** حبل۔ فیه قراء تان الاولٰی بضم الحاء لابن عامر والکسائی والثانیة بالکسر للباقین۔

سورة فاطر: **قوله تعالٰی** غیر الله۔ فیه قراء تان الاولی بخفض الراء لحمزة والکسائی والثانیة بالرفع للباقین وهو بالخفض صفة لخالق علی اللفظ وبالرفع صفة علی المحل **قوله تعالٰی** ترجع۔ فیه قراء تان الاولی بفتح التاء وکسر الجیم لابن عامر وحمزة والکسائی والثانیة بالضم والفتح للباقین **قوله تعالٰی** ارسل الریح۔ فیه قراء تان الاولٰی بالتوحید لابن کثیر وحمزة والکسائی بالثانیة بالجمع للباقین **قوله تعالٰی** بلد میت۔ فیه قراء تان الاولٰی بالتشدید لنافع وحفص وحمزة والکسائی والثانیة بالتخفیف للباقین **قوله تعالٰی** رسلهم۔ فیه قراء تان الاولی بسکون السین لابی عمرو والثانیة بالضم للباقین **قوله تعالٰی** یدخلونها۔ فیقرأ قراء تان الاولٰی المجهول لابی عمرو والثانیة المعروف للباقین **قوله تعالٰی** ولؤلؤا۔ فیه قراء تان الاولٰی بالنصب لنافع وعاصم والثانیة بالخفض للباقین **قوله تعالٰی** کذلك نجزی کل۔ فیه قراء تان الاولی بیاء مضمومة وفتح الزاء ورفع کل

لابی عمرو والثانیة بنون مفتوحة وکسرا لزاء ونصب کل **قوله تعالیٰ** علی بینة فیه قراء تان الاولی بغیر الف بعد النون لابن کثیر وابی عمرو وحفص وحمزة علی التوحید والثانیة بالالف علی الجمع للباقین **قوله تعالیٰ** یواخذ۔ فیه ثلث قراء ات الاولی بالواو وصلا لورش والثانیة بالواو وقف لحمزة والثالثة بالهمزة مطلقا للباقین وکذا یؤخرهم۔

سورۃ یٰسٓ **قوله تعالیٰ** تنزیل العزیز۔ فیه قراء تان لاولی بالنصب لابن عامر وحفص وحمزة والکسائی والثانیة بالرفع للباقین ومعنی الاول نزل تنزیل والثانی هو تنزیل **قوله تعالیٰ** سدا فی الموضعین۔ فیه قراء تان الاولیٰ بفتح السین لحمزة والکسائی وحفص والثانیة بالضم للباقین وهما لغتان **قوله تعالیٰ** فعززنا فیه قراء تان الاولیٰ بتخفیف الزاء الاولیٰ لشعبة والثانیة بتشدیدها للباقین والزاء الثانیة ساکنة بلا خلاف **قوله تعالیٰ** لما جمیع۔ فیه قراء تان الاولیٰ بتشدید المیم لابن عامر وعاصم وحمزة بمعنی الاوان نافیة والثانیة بتخفیف للباقین علی ان ما صلة للتاکید وان مخففة من الثقیلة وهی متلقاة باللام لا محالة **قوله تعالیٰ** الارض المیتة۔ فیه قراء تان الاولیٰ بتشدید الیاء بعد المیم لنافع والثانیة بالتخفیف للباقین **قوله تعالیٰ** من العیون فیه ما تقدم فی الشعراء **قوله تعالیٰ** من ثمره۔ فیه قراء تان الاولیٰ بضم الثاء والمیم لحمزة والکسائی والثانیة بفتحهما للباقین **قوله تعالیٰ** وما عملته ایدیهم۔ فیه قراء تان الاولیٰ بحذف الهاء من عملة لحمزة والکسائی والثانیة باثباتها للباقین **قوله تعالیٰ** والقمر قدرناه۔ فیه قراء تان الاولیٰ برفع راء القمر لنافع وابن کثیر وابی عمرو والثانیة بالنصب للباقین والرفع علی الابتداء وقدرناه خبره والنصب بفعل یفسره المذکور ای وقدرنا القمر قدرناه۔ **قوله تعالیٰ** ذریتهم۔ فیه قراء تان الاولیٰ بالف بعد الیاء التحتیة وکسر الفوقیة علی الجمع لنافع وابن عامر والثانیة بغیر الف وفتح الفوقیة علی الافراد للباقین **قوله تعالیٰ** یخصمون۔ فیه ثلث قراء ات الاولیٰ بفتح الخاء وتشدید الصّاد لنافع وابن کثیر وابی عمرو وهشام والثانیة بسکون الخاء وتخفیف الصّاد لحمزة والثالثة بکسر الخاء وتشدید الصّاد للباقین واصله علی الطرفین یختصمون فسکنت التاء وادغمت فی الصّاد بعد قلبها صادًا ثم کسرت الخاء لالتقاء الساکنین فی الثالثة ونقلت حرکة التاء وهی الفتحة الی الخاء ثم ادغمت فی القراء ة الاولیٰ **قوله تعالیٰ** فی شغل۔ فیه قراء تان الاولیٰ بضم الغین لابن عامر والکوفیین والثانیة بسکونها للباقین وهما لغتان **قوله تعالیٰ** فی ظلل۔ فیه قراء تان الاولیٰ بضم الظاء.ولا الف بین اللامیین لحمزة والکسائی والثانیة بکسر الظاء والف بین اللامین للباقین **قوله تعالیٰ** جبلا۔ فیه ثلث قراء ات الاولیٰ بکسر الجیم والباء الموحدة وتشدید اللام لنافع وعاصم والثانیة بضم الجیم وسکون الموحدة لابی عمرو وابن عامر والثالثة بضم الجیم والموحدة مع تخفیف اللام للباقین ومعنی الجمیع الجماعة کما فی القاموس **قوله تعالیٰ** مکاناتهم۔ فیه قراء تان الاولیٰ بالف بعد النون علی الجمع لشعبة والثانیة بغیر الف علی الافراد للباقین **قوله تعالیٰ** ننکسه۔ فیه قراء تان الاولیٰ بضم النون الاولیٰ وفتح النون الثانیة وتشدید الکاف مکسورة لعاصم وحمزة والثانیة بفتح النون الاولیٰ وسکون الثانیة وتخفیف الکاف مضمومة۔ **قوله تعالیٰ** افلا تعقلون۔ فیه قراء تان الاولیٰ بالتاء علی الخطاب لنافع وابن ذکوان والثانیة بالغیبة للباقین **قوله تعالیٰ** فلا یحزنك۔ فیه قراء تان الاولیٰ من الافعال لنافع والثانیة من نصر للباقین **قوله تعالیٰ** فیکون۔ فیه قراء تان الاولیٰ بنصب النون لابن عامر والکسائی والثانیة بالرفع للباقین ومر التوجیه فی البقرة۔

سورۃ الصّٰفّٰت **قوله تعالیٰ** بزینة الکواکب۔ فیه ثلث قراء ات الاولیٰ بتنوین زینة ونصب الکواکب لشعبة والثانیة بالتنوین وکسر الکواکب لحفص وحمزة والثالثة بغیر تنوین وکسر باء الکواکب والکواکب فی الاول بدل اشتمال من السماء وتزیینها بالنور وهو المراد بزینة التی زین بها الکواکب اولاً والسماء بواسطة الکواکب وفی الثانی بدل من الکواکب وفی الثالثة اضیف الیه للبیان **قوله تعالیٰ** لا یسمعون۔ فیه قراء تان الاولیٰ بفتح السین وتشدید المیم لحمزة والکسائی وحفص والثانیة بسکون السین وتخفیف المیم للباقین **قوله تعالیٰ** بل عجبت۔ فیه قراء تان الاولیٰ بضم التاء لحمزة والکسائی والثانیة بالفتح للباقین وتوجیه الاول الحمل علی اللازم وهو رؤیة ما هم علیه بالغا الغایة فی القبح **قوله تعالیٰ** او اٰباؤنا فیه قراء تان الاولیٰ بسکون الواو لقالون وابن عامر والثانیة بفتحها للباقین وجه الاول ظاهر والثانی فیه عطف بالواو والمستفهم عنه مقدر ای ایبعث اٰباؤنا الخ **قوله**

تعالٰی قل نعم۔ فیه قراء تان الاولٰی بکسر العین للکسائی والثانیة بفتحها للباقین **قوله تعالٰی** المخلصین وکذا ما فی جمیع السورة۔ فیه قراء تان الاولٰی بفتح الام بعد الخاء لنافع وعاصم وحمزة والکسائی والثانیة بالکسر للباقین **قوله تعالٰی** ینزفون۔ فیه قراء تان الاولٰی بکسر الزاء لحمزة والکسائی والثانیة بالفتح للباقین والثانی من انزف والهمزة للصیرورة او للدخول فی الشئی ولذا صار لازماً **قوله تعالٰی** ینزفون۔ فیه قراء تان الاولٰی بضم الیاء من ازف لحمزة والثانیة بالفتح للباقین الهمزة فی الاول لیست للتعدیة **قوله تعالٰی** یابنی۔ فیه قراء تان الاولٰی بفتح الیاء لحفص والثانیة بالکسر للباقین والتوجیه قد ذکر فی هود **قوله تعالٰی** ما ذا تری۔ فیه قراء تان الاولٰی بضم التاء وکسر الراء لحمزة والکسائی والثانیة بفتحهما للباقین ومعنی الاول ما الذی تریننی اياه من الصبر وغیره **قوله تعالٰی** یا ابت۔ فیه قراء تان وصلا الاولٰی بفتح التاء لابن عامر والثانیة بالکسر للباقین وقد ذکر فی سورة مریم **قوله تعالٰی** ان الیاس۔ فیه قراء تان الاولٰی بهمزة الوصل من الیاس وان ابتدئ فبالفتح لابن ذکوان بخلاف عنه والثانیة بقطع الهمزة مکسورة للباقین وتوجیه الاول ان یکون قد وصل همزة القطع او ان یکون اسمه یاسا ودخلت علیه ال کما قیل فی الیسع **قوله تعالٰی** الله ربکم ورب ابائکم۔ فیه قراء تان الاولٰی بنصب الهاء والموحدة لحمزة والکسائی وحفص والثانیة بالرفع فی الثلاثة والاسماء علی الاول بدل من احسن وعلی الثانی مبتدأ وخبر **قوله تعالٰی** الیاسین۔ فیه قراء تان الاولٰی بفتح الهمزة ممدودة وکسر اللام وقطعها عن الیاء لنافع وابن عامر والثانیة بکسر الهمزة وسکون اللام وهی مقطوعة عن الیاء وتوجیه الثانی انه لغة فی الیاس وتوجیه الاول ان یکون ال مقحما ویاسین هو الیاس نفسه **قوله تعالٰی** افلا تذکرون۔ فیه قراء تان الاولٰی بتخفیف الذال لحمزة والکسائی وحفص والثانیة بالتشدید للباقین۔ (وجوہ المثانی متعلقہ جلد نہم تمام ہوئی)

سُوْرَةُ صٓ

سُوْرَةُ صٓ ۳۸ مَكِّيَّةٌ ۳۸ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ۸۸ رُكُوْعَاتُهَا ۵

سورۂ ص مکہ میں نازل ہوئی | شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں | اس میں ۸۸ آیات اور ۵ رکوع ہیں

صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّكْرِ ۝۱ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِیْ عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ ۝۲ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا وَّلَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ ۝۳ وَعَجِبُوْۤا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ۝۴ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ ۝۵ وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰۤی اٰلِهَتِكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ يُّرَادُ ۝۶ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِی الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۚ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا اخْتِلَاقٌ ۝۷ ءَاُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْۢ بَيْنِنَا ؕ بَلْ هُمْ فِیْ شَكٍّ مِّنْ ذِكْرِیْ ۚ بَلْ لَّمَّا يَذُوْقُوْا عَذَابِ ۝۸ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِيْزِ الْوَهَّابِ ۝۹ اَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۫ فَلْيَرْتَقُوْا فِی الْاَسْبَابِ ۝۱۰ جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ ۝۱۱ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ ذُو الْاَوْتَادِ ۝۱۲ وَثَمُوْدُ وَقَوْمُ لُوْطٍ وَّاَصْحٰبُ لْـَٔيْكَةِ ؕ اُولٰٓئِكَ الْاَحْزَابُ ۝۱۳ اِنْ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ عِقَابِ ۝۱۴ ع وَمَا يَنْظُرُ هٰۤؤُلَآءِ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ ۝۱۵ وَقَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ ۝۱۶

ص قسم ہے قرآن کی جو نصیحت سے پُر ہے بلکہ (خود) یہ کفار (ہی) تعصب اور (حق کی) مخالفت میں ہیں۔ ان سے پہلے بہت سی اُمتوں کو ہم (عذاب سے) ہلاک کر چکے ہیں۔ سو انہوں نے ہلاکت کے وقت بڑی ہائے پکار کی اور وہ وقت خلاصی کا نہ تھا اور ان کفار (قریش) نے اس بات پر تعجب کیا کہ ان کے پاس ان (ہی) میں سے ایک (پیغمبر) ڈرانے والا آ گیا اور کہنے لگے کہ یہ شخص (خوارق میں) ساحر اور دعویٰ نبوت میں جھوٹا ہے (اور) کیا اس شخص سچا ہو سکتا ہے کہ ایک ہی معبود رہنے دیا جائے واقعی یہ عجیب بات ہے اور (توحید کا مضمون سن کر) ان کفار میں کے رئیس یہ کہتے ہوئے چلے کہ یہاں سے چلو اور اپنے معبودوں (کی عبادت) پر قائم رہو۔ یہ کوئی مطلب کی بات ہے۔ ہم نے تو یہ بات اپنے پچھلے مذہب میں نہیں سنی ہو نہ ہو یہ (اس شخص کی) من گھڑت ہے۔ کیا ہم سب میں سے اسی شخص پر کلام الٰہی نازل کیا گیا۔ بلکہ وہ لوگ (خود) میری وحی کی طرف سے شک (یعنی انکار) میں ہیں۔ بلکہ (اصل وجہ یہ ہے کہ) انہوں نے ابھی تک میرے عذاب کا مزہ نہیں چکھا۔ کیا ان لوگوں کے پاس آپ کے پروردگار زبردست فیاض کی رحمت کے خزانے ہیں (جس میں نبوت بھی داخل ہے) یا کیا ان لوگوں کو آسمان اور زمین اور جو چیزیں ان کے درمیان کی ہر چیز کی بادشاہت ان ہی کی ہے تو ان کو چاہئے کہ سیڑھیاں لگا کر (آسمان پر) چڑھ جائیں۔ اس مقام پر ان لوگوں کی لوگوں کی یونہی ایک بھیڑ ہے۔ منجملہ (مخالفین رسل کے) گروہوں کے شکست دیئے جائیں گے۔ ان سے پہلے بھی قوم نوح نے اور عاد اور فرعون نے جس (کی سلطنت کے) کھونٹے گڑ گئے تھے اور ثمود اور قوم لوط نے اور اصحاب ایکہ نے تکذیب کی تھی (اور) وہ گروہ یہی لوگ ہیں ان سب نے رسولوں کو جھٹلایا سو میرا عذاب ان پر واقع ہو گیا اور یہ لوگ ایک زور کی چیخ کے منتظر ہیں، جس میں

دَم لینے کی گنجائش نہ ہوگی (مراد اس سے قیامت ہے) اور یہ لوگ کہنے لگے کہ جلد جلد حصہ ہم کو روز حساب سے پہلے دیدے۔

تفسیر: سورۃ صٓ مکیۃ وھی ست او ثمان وثمانون اٰیۃ کذا فی البیضاوی۔ ربط: اس سورت میں زیادہ مضمون متعلق رسالت کے ہے بعض آیات میں اس کی تکذیب وانکار پر مذمت اور وعید ہے اور بعض آیات میں اس کا اثبات اور آپ کا تسلیہ اور قصص سے اثبات رسالت کی اور بعض قصص سے تسلیہ کی بھی تائید ہوتی ہے اور بعض آیات میں خاص توحید ومجازات کے انکار میں مخالفت رسول کی شناعت ہے جیسا: اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اور عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا سے مفہوم ہے اور بعض آیات میں اس توحید وبعث کی مجمل دلیل اور بعض میں ان دونوں کے تحقق اور وقوع کی قدرے تفصیل ہے جیسا مَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ سے كَالْفُجَّارِ تک مضمون مجمل اور هٰذَا ذِكْرٌ سے الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ تک مضمون مفصل مدلول ومعلوم ہے اور بمناسبت مسئلہ رسالت کے بعض آیات میں قرآن کی مدح ہے جیسے شروع میں اس کو ذی الذکر فرمایا اور درمیان میں مبارک اور ختم پر ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ اور سورت سابقہ کو بھی ان ہی مضامین میں اس سے تقارب ہے اور یہی تقارب وجۂ تناسب ہے اور سبب نزول ابتدائی آیات کا یہ ہے کہ ابو طالب کے مرض میں قریش ان کے پاس آئے اور حضور ﷺ بھی تشریف لائے تو قریش نے ان سے آپ کی شکایت کی انہوں نے آپ سے پوچھا کہ آپ اپنی قوم سے کیا بات چاہتے ہیں آپ نے فرمایا صرف ایک کلمہ چاہتا ہوں جس سے تمام عرب انکا مطیع ہو جاوے اور عجم ان کو جزیہ دینے لگیں انہوں نے پوچھا وہ ایک کلمہ کونسا ہے آپ نے فرمایا لا الٰہ الا اللہ قریش کہنے لگے کہ لو سب معبودوں کی نفی کر کے ایک ہی معبود قرار دیدیا یہ عجیب بات ہے اس پر صٓ سے بَلْ لَّمَّا يَذُوْقُوْا عَذَابِ تک نازل ہوا اوردہ فی اللباب عن احمد والترمذی والنسائی والحاکم اور ایک روایت میں ہے کہ ناراض ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے اوردہ فی الروح عن غیر واحد اور اس سورت کے شروع میں جو قرآن کی قسم کھائی گئی ہے اگر اس سے مراد کلام نفسی ہو تب تو کوئی اشکال نہیں کہ وہ صفت غیر مخلوق ہے اور اگر کلام لفظی مراد ہو جو کہ مخلوق ہے تو توجیہ اسکی سورۂ حجر آیت لَعَمْرُكَ کے تحت گزر چکی ہے اور شروع سورۂ صٰفٰت میں جو حکمت ایسی قسموں میں لکھی گئی ہے یہاں اسکی تقریر یہ ہے کہ قرآن رسالت پر دلیل ہے۔

تشنیع مع تقریع بر کفار مکذبین در انکار رسالت سیّد المرسلین وتوحید رب العالمین ووقوع یوم الدین: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔

صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّكْرِ (الی قولہ تعالیٰ) قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ۔ صٓ (اس کے معنی تو اللہ کو معلوم ہیں) قسم ہے قرآن کی جو نصیحت سے پُر ہے (کہ کفار جو کچھ نفئ رسالت کے متعلق کہہ رہے ہیں وہ ٹھیک نہیں) بلکہ (خود) یہ کفار (ہی) تعصب اور (حق کی) مخالفت میں پڑے ہیں (اور اس تعصب ومخالفت کا وبال ایک روز ان پر پڑنے والا ہے جیسا) ان سے پہلے بہت سی امتوں کو ہم (عذاب) سے ہلاک کر چکے ہیں سو انہوں نے (ہلاکت کے وقت) بڑی ہائے پکار کی (اور بہت شور وغل مچایا) اور (اس وقت شور وغل سے کیا ہوتا ہے کیونکہ) وہ وقت خلاصی کا نہ تھا (جیسا ارشاد ہے: ﴿فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا﴾ [المؤمن: ۸۵]) اور ان کفار (قریش) نے اس بات پر تعجب کیا کہ انکے پاس اُن (ہی) میں سے (یعنی جو کہ اُن کے مثل بشر ہے) ایک (پیغمبر) ڈرانے والا آ گیا (وجہ تعجب کی اُن کا جہل تھا کہ بشریت اور نبوت میں منافات ہے) اور (یہاں تک اس منافات کے معتقد ہوئے کہ (دعویٰ نبوت اور اظہار معجزات میں کہ اعظم اُنکا معجزۂ قرآنی ہے آپ کی شان میں) کہنے لگے کہ (نعوذ باللہ) یہ شخص (خوارق میں) ساحر اور (دعویٰ نبوت میں) کذاب ہے (یعنی بوجہ بشر ہونے کے نبی ہونا تو محال ہے اور اس کے معجزہ ہونے سے نبوت کا ثبوت لازم آتا ہے پس جب لازم منتفی ہے تو ملزوم یعنی اس کا معجزہ ہونا بھی منتفی ہے اور ہے عجیب پس لامحالہ سحر ہوگا اور) کیا (یہ شخص سچا ہو سکتا ہے کہ) اس نے اتنے معبودوں کی جگہ ایک ہی معبود رہنے دیا (اور سب کے معبود ہونے کی نفی کر دی) واقعی یہ بہت ہی عجیب بات ہے (جس کی وجہ عنقریب آتی ہے: مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا ...... اور توحید کا مضمون سن کر) ان کفار میں کے رئیس (مجلس مکالمہ سے اٹھ کر اور لوگوں سے) یہ کہتے ہوئے چلے کہ (یہاں سے) چلو اور اپنے معبودوں (کی عبادت) پر قائم رہو (کیونکہ اول تو) یہ (دعوت الی التوحید ان پیغمبر کی) کوئی مطلب کی بات (معلوم ہوتی) ہے (کہ اس بہانہ سے ریاست کے خواہاں ہیں وھذا کقول قوم نوح ﴿يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ﴾ [المؤمنون: ۲۴] دوسرے خود دعویٰ بھی باطل اور عجیب ہے کیونکہ) ہم نے تو یہ بات (اپنے) پچھلے مذہب میں سنی نہیں ہو نہ ہو یہ (اس شخص کی) گھڑت ہے (پچھلے مذہب کا مطلب یہ کہ دنیا میں بہت سے طریقہ کے لوگ ہوئے سب سے پیچھے ہم موجود ہیں اور حق پر ہیں سو ہم نے اس طریقہ کے بزرگوں سے کبھی یہ بات نہیں سنی پس حاصل اس کا وہی ہے: ﴿مَّا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ﴾ [المؤمنون: ۲۴] اور یہ شخص جو مدعی نبوت ہے اور توحید کو تعلیم الٰہی بتلاتا ہے سو اول تو نبوت وبشریت میں منافات ہے دوسرے اگر اس سے قطع نظر کی جاوے تو) کیا ہم سب میں سے اسی شخص (کو کوئی فوقیت وفضیلت تھی کہ اسی کو نبوت ملی اور اسی) پر کلام الٰہی نازل کیا گیا (بلکہ کسی رئیس پر ہوتا تو مضائقہ نہ تھا وہذا کقولہ تعالیٰ: ﴿لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ﴾ [الزخرف: ۳۱] آگے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ان کا یہ کہنا کہ ان پر کیوں نزول ہوا کسی رئیس پر کیوں نہیں ہوا اس سبب سے نہیں ہے کہ اگر ایسا ہوتا تو اس کا اتباع کرتے) بلکہ (اصل بات یہ ہے کہ) یہ لوگ (خود) میری وحی کی طرف سے شک (یعنی انکار) میں ہیں (یعنی نفس مسئلہ نبوت ہی کے منکر ہیں خصوص بشر کے لئے اور یہ انکار

بھی کچھ اس سبب سے نہیں کہ انکے پاس اس کی کوئی دلیل ہے خواہ عموماً یا ثبوت للبشر کے لئے خصوصاً) بلکہ (اس کی اصلی وجہ یہ ہے کہ) انہوں نے ابھی تک میرے عذاب کا مزہ نہیں چکھا (ورنہ سب عقل ٹھکانے آ جاتی اس تقریر سے ان کے دونوں شبہوں کا یعنی تنافی بشریت ونبوت کا اور شبہ بعد التنزل أُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ ...... کا جواب ہوگیا آگے دوسرے طرز پر جواب ہے کہ) کیا ان لوگوں کے پاس آپ کے پروردگار زبردست فیاض کی رحمت کے خزانے ہیں (جس میں نبوت بھی داخل ہے کہ جس کو چاہیں دیں جس کو چاہیں نہ دیں یعنی نبوت ایک امر عظیم ہے اس کے عطا کے لئے معطی کا مالک الخزائن اور شدید الغلبہ اور کثیر المواہب ہونا لازم ہے سو اس طرح اگر یہ ان کے اختیار میں ہوتا تو ان کو اس کہنے کی گنجائش تھی کہ ہم نے بشر کو نبوت نہیں دی تو پھر وہ نبی کیسے ہوگیا یا ہم نے فلاں بشر کو دی اور فلاں کو نہیں دی اس صورت میں یہ کہنا ان کا زیبا تھا) یا (اگر کل خزائن قبضہ میں نہ ہوں تو کم از کم سماویات وارضیات ہی قبضہ میں ہوتے وجہ یہ کہ نبوت سے احکام الٰہیہ معلوم ہوتے ہیں اور احکام پر عمل کرنا موجب بقائے عالم ہے یہی وجہ ہے کہ جب کوئی مؤمن نہ رہے گا قیامت آ جاوے گی پس نبوت کو تمام عالم کے نظام اور بقاء میں دخل ہوا تو معطی نبوت ایسا شخص ہونا چاہئے جو تمام عالم کے مصالح کو جانتا ہو اس کے نافذ کرنے پر قادر ہوتا کہ ایسے مناسب احکام مشروع کرے جس سے نظام ومصلحت عالم وابستہ ہو اور اگر اجزائے عالم میں سے سماویات وارضیات کے سوا اور اجزاء کے وجود میں کسی کو کلام ہو تو سماویات وارضیات کا وجود تو مسلم ومشاہد ہے تو اس کا ضرور احکام سے وابستہ ماننا ظاہر ہے تو خیر ان سماویات وارضیات ہی پر اس معطی نبوت کے علم وقدرت کو محیط ہونا چاہئے اس لئے: أَمْ عِنْدَهُمْ خَزَائِنُ کے بعد فرماتے ہیں کہ کم از کم یہی قبضہ میں ہوتے تو) کیا ان کو آسمان اور زمین اور جو چیزیں ان کے درمیان میں ہیں ان (سب) کا اختیار حاصل ہے (اور آگے بطور تعجیز وتہکم کے ارشاد ہے کہ اگر ان کو اس پر اختیار ہے) تو ان کو چاہئے کہ سیڑھیاں لگا کر (آسمان پر) چڑھ جاویں (اور ظاہر ہے کہ اس پر قادر نہیں پس جب باوجود عدم مانع عقلی کے ان کو آسمان پر پہنچنے کی بھی قدرت نہیں جو کہ ان کا حال معلوم کرنیکا سہل ذریعہ ہے اور دوسرے تصرفات سے بہت اہون ہے تو اور طرق علم اور تصرفات صعبہ پر تو کیا قدرت ہوگی جب علم وقدرت نہیں تو ان کے نظام کی کیا رعایت کر سکتے ہیں پس معطی نبوت بننے کی کیا صلاحیت ہوسکتی پھر ان کو ایسی بے سروپا باتیں کہنے کا کیا حق ہے مگر اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کے خلاف وشقاق سے فکر نہ کریں کیونکہ) اس مقام پر (یعنی مکہ میں) ان لوگوں کی یوں ہی ایک بھیڑ ہے منجملہ (مخالفین رسل کے) گروہوں کے جو (عنقریب) شکست دیئے جاویں گے (چنانچہ بدر میں یہ پیشینگوئی پوری ہوئی اور) ان سے پہلے بھی قوم نوح نے اور عاد نے اور فرعون نے جس (کی سلطنت) کے کھونٹے گڑ گئے تھے (یعنی اس کی سلطنت مدید اور شدید تھی کما قال ابن مسعودؓ وابن عباسؓ فی روایة عطیة الاوتاد الجنود یقوون ملکه کما یقوی الوتد الشیٔ کذا فی الروح اور ایک تفسیر اس لفظ کی سورۂ فجر میں آ وے گی) اور ثمود نے اور قوم لوط نے اور اصحاب ایکہ نے (جن کے قصے متعدد جگہ آ چکے ہیں ان سب نے) تکذیب کی تھی (اور) وہ گروہ (جنکا اوپر من الاحزاب میں ذکر آیا ہے) یہی لوگ ہیں ان سب نے صرف رسولوں کو جھٹلایا تھا (جیسا یہ کفار قریش آپ کو جھٹلا رہے ہیں) سو میرا عذاب (ان پر) واقع ہوگیا (پس جب جرم مشترک ہے تو عقوبت کے اشتراک سے یہ کیوں مطمئن ہیں) اور یہ لوگ (جو تکذیب پر مصر ہیں تو) بس ایک زور کی چیخ (یعنی نفخۂ ثانیہ) کے منتظر ہیں جس میں دم لینے کی گنجائش نہ ہوگی (مراد اس سے قیامت ہے کما قال تعالیٰ: ﴿فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً ۚ فَقَدْ جَاءَ اَشْرَاطُهَا ۚ فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَاءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ﴾ [محمد: ۱۸] اور یہ لوگ (قیامت کی وعید سن کر تکذیب رسول واستہزاء کے طور پر) کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب (آخرت میں جو کافروں کو عذاب ہوگا اس میں سے) ہمارا حصہ ہم کو روز حساب سے پہلے ہی دیدے (مطلب یہ کہ قیامت نہیں ہے اور اگر ہے تو ہم کو ابھی عذاب مطلوب ہے جب عذاب نہیں ہوتا تو معلوم ہوا قیامت نہ آ وے گی نعوذ باللہ من الجهل) **ف**: اِنْ كُلٌّ اِلَّا كَذَّبَ الرُّسُلَ سے یہ مقصود نہیں کہ ان کی اور صفات کی نفی کی جاوے بلکہ کفار معاصرین نزول وحی کے اس توہم کے رفع کرنے کو کہ شاید ان کی ہلاکت کا سبب ان کا کفر نہ ہوا ہو اور کوئی امر ہوا ہو یہ حصر اضافی ادعائی کیا گیا یعنی بجز کفر اور تکذیب کے اصل سبب کوئی نہ تھا کیونکہ ان مہلکین کا دوسرے ذمائم پر اصرار بھی اسی کی تکذیب رسالت کی وجہ سے تھا پس معتد بہ سبب یہی تھا۔ **ربط** اوپر کفار کی مخالفت اور ان کے بعض اقوال کفریہ کا ذکر تھا کقولهم: هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ وقولهم: اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ وقولهم: اَنِ امْشُوْا قولهم: مِنْۢ بَيْنِنَا وقولهم: رَبَّنَا عَجِّلْ ...... چونکہ ان امور سے حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کو حزن ہوتا تھا اس لئے آگے صبر کا حکم اور بعض انبیاء علیہم السلام کے قصص کا ذکر کہ وہ بھی کمال صبر کے ساتھ موصوف تھے فرماتے ہیں اور ان قصص میں علاوہ تسلیہ مذکورہ کے بمقابلہ منکرین کے تائید نبوت کی بھی ہے۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قوله تعالیٰ: اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ بعض اہل غلو نے اس سے وحدة الوجود اس طرح ثابت کیا ہے کہ سب اللہ کو الٰہ واحد قرار دینے پر کفار نے انکار کیا تو معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وحدت کا دعویٰ فرمایا ہوگا لیکن یہ استدلال اس لئے غلط ہے کہ یہاں جعل واحد کے معنے یہ ہیں کہ دوسرے الٰہ کی نفی فرمائی اور الٰہ واحد کا اثبات کیا نہ یہ کہ سب کے اتحاد کا دعویٰ کیا ہو (نعوذ باللہ) فمن ادعی فعلیه البیان پس یہ جعل ایسا ہے جیسا حدیث میں آیا ہے: ((من جعل الهموم هما واحداهم الآخرة)) اور ظاہر ہے کہ یہ مراد نہیں کہ ہموم دنیا وہم آخرت کو متحد کر دیا بلکہ مقصود یہی ہے کہ ہموم دنیا کی نفی کر دی

اور ہم آخرت کو ثابت و باقی کہا خوب سمجھ لو۔ قولہ تعالیٰ: أَؤُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْ بَيْنِنَا ...... چونکہ اس قول کا منشا کبر تھا تو آیت دال ہوئی اس پر کہ کبر ایسی مذموم چیز ہے کہ بعض اوقات کفر تک پہنچا دیتا ہے۔ قولہ تعالیٰ: وَمَا يَنْظُرُ هَٰؤُلَاءِ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً مَا لَهَا ...... باوجود اس کے کہ وہ اس صیحہ کے معتقد ہی نہ تھے تو اس کا انتظار کیوں کرتے پھر ان کو اس کا منتظر کہنا اس بناء پر ہے کہ ان کی غفلت و اعراض سے گویا یہ حالاً لازم آتا تھا تو اس میں دلالت ہوئی کہ مقام ارشاد میں نہ کہ مقام افتاء میں لازم کو مثل ملتزم کے قرار دے سکتے ہیں جیسے مشائخ مرید خودرائی سے کہتے ہیں کہ تو یوں چاہتا ہے کہ میں تیرا تابع بنوں اور تو میرا تابع نہ بنے و مثل ذلک۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله** قبل بل الذين كفروا ٹھیک نہیں كما في الخازن ما الامر كما تقول الكفار ۱۲۔ ۲ **قوله** في يراد کوئی مطلب كما في الكبير عن القفال قال معناها انه ليس غرض محمد من هذا القول تقرير الدين وانما غرضه ان يستولي علينا فيحكم في اموالنا واولادنا بما يريدآه فكان تقدير الكلام هكذا ان الدعوة للتوحيد شئ يراد لغرض آخر ۱۲۔ ۳ **قوله** في الآخرة اپنے پچھلے كما في الروح عن مجاهد وقتادة ارادوا ملة العرب ونحلتها التي ادركوا عليها آبائهم آه ۱۲۔

اللغات: قوله لات حين هي لا المشهة بليس عند سيبويه زيدت عليها تاء التانيث لتائيد معناها وهو النفي لان زيادة البنا تدل على زيادة المعنى او لان التاء تكون للمبالغة كما في علامة واسمها محذوف اى ليس الحين حين مناص ومذهب الاخفش انها لا النافية للجنس زيدت عليها التاء فحين مناص اسمها والخبر محذوف اى لهم كذا في الروح مناص يقال ناصه ينوصه اذا فاته قوله جعل بمعنى التصيير في القول والتسمية وليس تصييرا في الخارج ثم هذا الجعل ليس بحكم شئ على شئ بل بنفي شئ واثبات آخر فليس ذلك من باب انكار وحدة الوجود في شئ فافهم ۱۲۔ الاسباب الطرق والمراد ههنا المعارج والصاعد التي يتوصل بها الى السمٰوات فواق هو الزمن الذى بين حلبتي الحالب ورضعتي الراضع والكلام على تقدير مضافين اى ما ينتظر هؤلاء الا صيحة واحدة ما لها من توقف مقدار فواق كذا في الروح قطّنا هو النصيب والصك وكتاب المحاسبة كذا في القاموس ۱۲۔

النحو: جند ما خبر لمبتدأ محذوف اى هم جند حقير وهنالك صفة جند ومهزوم صفة ثانية له ومن الاحزاب صفة ثالثة لجند ويوافقه ترجمتي ۱۲۔

البلاغة: قوله عجبوا والمراد انهم عدوا ذلك امرا عجيبا خارجا عن احتمال الوقوع وانكروه اشدا لانكار لا انهم اعتقدوا وقوعه وتعجبوا منه كذا في الروح ۱۲۔ قوله جند ما مزيدة للتحقير قوله ذو الاوتاد في الكبير ان اصل هذه لكلمة من ثبات البيت المطنب باوتاده ثم استعير لا ثبات العز والملك قال الشاعر ولقد غنوا فيها بانعم عيشة في ظل ملك ثابت الاوتاد وهكذا في الكشاف وقال القاضي حمل الكلام على هذا الوجه اولى لانه لما وصف بتكذيب الرسل فيجب فيما وصف ان يكون تفخيما لامر ملكه ليكون الزجر بما ورد من قبل الله تعالىٰ عليه من الهلاك مع قوة امره امر وابلغ آه قوله ان كل الا كذب في الانتصاف ان في تكرار تكذيبهم فائدة وهي ان الكلام لما طال بتعديد آجاد المكذبين ثم اريد ذكر ما حاق بهم من العذاب جزاء لتكذيبهم كرر ذلك مصحوبا بالزيادة المذكورة ليلي قوله تعالىٰ فحق عقاب على سبيل التطرية المعتادة عند طول الكلام وهو كما في قوله تعالىٰ وكذب موسىٰ حيث كرر الفعل ليقترن بقوله فامليت للكافرين ۱۲۔

اِصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَيْدِ ۚ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ۝۱۷ اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ ۝۱۸ وَالطَّيْرَ مَحْشُوْرَةً ؕ كُلٌّ لَّهٗۤ اَوَّابٌ ۝۱۹ وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ۝۲۰ وَهَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ ۘ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ ۝۲۱ اِذْ دَخَلُوْا عَلٰى دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوْا لَا تَخَفْ ۚ خَصْمٰنِ بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَاۤ اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ ۝۲۲ اِنَّ هٰذَاۤ اَخِيْ ۫ لَهٗ تِسْعٌ وَّتِسْعُوْنَ نَعْجَةً وَّلِيَ نَعْجَةٌ وَّاحِدَةٌ ۫ فَقَالَ اَكْفِلْنِيْهَا وَعَزَّنِيْ فِي الْخِطَابِ ۝۲۳ قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰى

نِعَاجِهٖ ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ ؕ

وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ ۩ ﴿۲۴﴾ فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ ؕ وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ

مَاٰبٍ ﴿۲۵﴾ يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ

عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ﴿۲۶﴾

السجدۃ ۱۰ — ع ۲ / ۱۲

آپ لوگوں کے اقوال پر صبر کیجئے۔ اور ہمارے بندے داؤد جو بڑی قوت (اور ہمت) والے تھے اور (اللہ کی طرف) رجوع ہونے والے تھے۔ ہم نے پہاڑوں کو حکم کر رکھا تھا کہ ان کے ساتھ شام اور صبح تسبیح کیا کریں اور اسی طرح پرندوں کو بھی جو (تسبیح کے وقت ان کے پاس) جمع ہو جاتے تھے سب ان کی (تسبیح کی) وجہ سے مشغول ذکر رہتے اور ہم نے ان کی سلطنت کو بڑی قوت دی تھی اور ہم نے ان کو حکمت اور فیصلہ کرنے والی تقریر عطا فرمائی تھی اور بھلا ان اہل مقدمہ کی خبر بھی آپ کو پہنچی ہے جبکہ وہ لوگ (داؤد کے) عبادت خانہ کی دیوار پھاند کر داؤد کے پاس آئے تو وہ (ان کے اس طرح آنے سے) گھبرا گئے۔ دونوں کہنے لگے کہ آپ گھبرائیں نہیں ہم دو اہل معاملہ ہیں کہ ایک نے دوسرے پر کچھ زیادتی کی ہے سو آپ ہم میں انصاف سے فیصلہ کر دیجئے اور بے انصافی نہ کیجئے اور ہم کو معاملہ کی سیدھی راہ بتا دیجئے (پھر ایک شخص بولا صورت مقدمہ کی یہ ہے کہ) یہ شخص میرا بھائی ہے اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس صرف ایک دنبی ہے سو یہ کہتا ہے کہ وہ بھی مجھ کو دے ڈال اور بات چیت میں مجھ کو دباتا ہے۔ داؤد نے کہا: یہ جو تیری دنبی اپنی دنبیوں میں ملانے کی درخواست کرتا ہے تو واقعی تجھ پر ظلم کرتا ہے اور اکثر شرکاء (کی عادت ہے کہ) ایک دوسرے پر (یوں ہی) زیادتی کیا کرتے ہیں۔ مگر ہاں جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں اور ایسے لوگ بہت ہی کم ہیں۔ داؤد کو خیال آیا کہ ہم نے ان کا امتحان کیا ہے۔ سو انہوں نے اپنے رب کے سامنے توبہ کی اور سجدہ میں گر پڑے اور رجوع ہوئے۔ سو ہم نے ان کا وہ جرم معاف کر دیا اور ان کے لئے ہمارے یہاں (خاص) قرب اور (اعلیٰ درجہ کی) نیک انجامی ہے۔ اے داؤد ہم نے تم کو زمین پر حاکم بنایا ہے سو لوگوں میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کرتے رہنا اور آئندہ بھی نفسانی خواہش کی پیروی مت کرنا (اگر ایسا کرو گے تو) وہ خدا کے رستہ سے تم کو بھٹکا دے گی۔ جو لوگ خدا کے رستہ سے بھٹکتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہوگا اس وجہ سے کہ وہ روز حساب کو بھولے رہے۔

تفسیر: تسلیہ وقصۂ اوّل داؤد علیہ السلام: اِصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ (الی قولہ تعالی) لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ﴿۲۶﴾ آپ ان لوگوں کے اقوال پر صبر کیجئے اور ہمارے بندہ داؤد کو یاد کیجئے جو (عبادت میں جس میں صبر بھی داخل ہے) بڑی قوت (اور ہمت) والے تھے (اور) وہ (خدا کی طرف) بہت رجوع ہونیوالے تھے (اور ہم نے ان کو یہ نعمتیں عطا فرمائی تھیں ایک یہ کہ (ہم نے پہاڑوں کو حکم کر رکھا تھا کہ ان کے ساتھ (شریک ہو کر) شام اور صبح (کہ یہ اوقات تھے تسبیح داؤد علیہ السلام کے) تسبیح کیا کریں اور (اسی طرح) پرندوں کو بھی (یہی حکم دے رکھا تھا) جو کہ (تسبیح کے وقت ان کے پاس) جمع ہو جاتے تھے (اور جبال وطیور مذکورہ میں سے) سب انکی (تسبیح کی) وجہ سے مشغول ذکر رہتے اور (دوسری نعمت یہ کہ) ہم نے ان کی سلطنت کو نہایت قوت دی تھی اور (تیسری نعمت یہ کہ) ہم نے ان کو حکمت (یعنی نبوت) اور فیصلہ کر دینے والی تقریر (جو نہایت واضح اور جامع ہو) عطا فرمائی تھی (اور باوجود اس بڑی سلطنت کے جو اکثر احوال میں آدمی کو از خود رفتہ کر دیتی ہے ببرکت نور نبوت کے نہایت ضابط اور صابر تھے چنانچہ ان کے اخبار سے ثابت ہے) اور (ہاں ان اخبار دال علی الصبر میں سے) بھلا آپ کو ان اہل مقدمہ کی خبر بھی پہنچی ہے (جو داؤد علیہ السلام کے پاس مقدمہ لائے تھے) جبکہ وہ لوگ (داؤد علیہ السلام کے) عبادت خانہ کی دیوار پھاند کر داؤد (علیہ السلام) کے پاس آئے (کیونکہ دروازہ میں سے پہرہ داروں نے اس وجہ سے نہیں آنے دیا کہ وہ وقت خاص آپ کی عبادت کا تھا فصل خصومات کا نہ تھا) تو وہ (ان کے اس بے قاعدہ طور پر آنے سے) گھبرا گئے (کہ کہیں یہ لوگ دشمن نہ ہوں کہ بقصد قتل تنہائی میں اس طرح آ گھسے ہوں) وہ لوگ (ان سے) کہنے لگے کہ آپ ڈریں نہیں ہم دو اہل معاملہ ہیں کہ ایک نے دوسرے پر (کچھ) زیادتی کی ہے (اس کے فیصلے کے لئے ہم آئے ہیں چونکہ پہرہ داروں نے دروازے سے نہیں آنے دیا اس لئے اسطرح پر آنے کے مرتکب ہوئے) سو آپ ہم میں انصاف سے فیصلہ کر دیجئے اور بے انصافی نہ کیجئے اور ہم کو (معاملہ کی) سیدھی راہ بتلا دیجئے (پھر ایک شخص بولا کہ صورت مقدمہ یہ ہے کہ) یہ شخص میرا بھائی ہے (باعتبار دین کے کما فی الدر عن ابن مسعودؓ یا باعتبار ملاقات کے اور) اس کے پاس ننانوے دنبیاں ہیں اور میرے پاس (کل) ایک دنبی ہے سو یہ کہتا ہے کہ وہ بھی مجھ کو دے ڈال اور بات چیت میں مجھکو دباتا ہے (کہ میری بات کو منہ زوری سے چلنے نہیں دیتا) داؤد (علیہ السلام) نے کہا کہ یہ جو تیری دنبی اپنی دنبیوں میں ملانے کی درخواست کرتا ہے تو واقعی تجھ پر ظلم کرتا ہے اور اکثر شرکاء (کی عادت ہے کہ) ایک دوسرے پر (یونہی) زیادتی کیا کرتے ہیں مگر ہاں جو ایمان رکھتے ہیں اور نیک کام کرتے ہیں اور ایسے لوگ بہت ہی کم ہیں (یہ مضمون تسلی مظلوم کے لئے فرمایا) اور داؤد (علیہ السلام) کو خیال آیا کہ (اس واقعہ کے پیش آنے میں حکمت یہ ہے کہ) ہم نے ان کا امتحان کیا

ہے (کہ دیکھیں یہ کیسے صابر و متحمل ہیں کیونکہ ایسے بڑے جلیل القدر سلطان کے خلوت خانہ خاص میں کسی کا بے اجازت پھر اس بے ڈھنگے پن سے آ گھسنا پھر بات چیت اس طرز سے کرنا کہ اول تو یہ کہنا کہ ڈرو مت جس سے متکلم کا بڑا اور مخاطب کا چھوٹا ہونا مترشح ہوتا ہے پھر یہ کہنا کہ انصاف سے فیصلہ کرنا اور بے انصافی مت کرنا جس سے ایہام ہوتا ہے کہ نعوذ باللہ آپ سے بے انصافی کا بھی احتمال ہے اور ان مضامین کے اقتران کے قرینہ سے اھدنآ الخ کا مدلول بھی اسی کے قریب قریب مفہوم ہوتا ہے کہ ان کو احتمال اس کے خلاف کا بھی ہے جس میں ترک واجب کا اتہام لازم آتا ہے گو مناجات میں یہ صیغہ موجب سوء ادب نہیں اول تو مناجات و تضرع اس ایہام سے مانع ہے ثانیاً حق تعالیٰ پر کوئی چیز واجب نہیں جس سے محذور لازم آتا تھا غرض ان کا مجموعہ اقوال و افعال نہایت درجہ گستاخی در گستاخی ہے پس اس میں داؤد علیہ السلام کے تحمل و صبر کا امتحان ہو گیا کہ آیا زور سلطنت میں ان متواتر گستاخیوں پر دارو گیر کرتے ہیں اور اس مقدمہ کو ملتوی کر کے ان پر دوسرا مقدمہ قائم کرتے ہیں یا غلبۂ نور نبوت سے عفو فرماتے ہیں اور اس مقدمہ کو کمال عدل سے بلا شائبہ غیظ و غضب فیصل کرتے ہیں چنانچہ امتحان میں صابر ثابت ہوئے اور مقدمہ کو نہایت ٹھنڈے دل سے ساعت اور فیصل فرمایا لیکن انبیاء کی جلالت شان عدل کے جس درجہ علیا و ذروۂ قصوی کو مقتضی ہے اس سے بظاہر ایک گونہ بعید اتنا خفیف سا یہ امر پیش آ گیا کہ بعد قیام بُرہان شرعی کہ وہ بینہ ہو یا اقرار بجائے اس کے کہ صرف ظالم سے یہ خطاب فرماتے کہ تم نے ظلم کیا اس مظلوم سے خطاب فرمایا کہ تجھ پر ظلم کیا جس سے ایک صورت طرفداری کی متوہم ہوتی ہے اور گو مظلوم ہونے کی حیثیت سے یہ طرفداری بھی عبادت ہے خصوص مقدمہ ختم ہو چکنے کے بعد لیکن فریق مقدمہ ہونے کی حیثیت اور عدم تبدل مجلس تخاصم اور مجلس واحد کے جامع التفرقات ہونے کی حیثیت سے اس متوہم طرفداری کا بھی نہ ہونا اعدل و اکمل تھا) سو (داؤد علیہ السلام غایت تقویٰ سے اتنی بات کو بھی مخل کمال صبر و منافی ثبات فی الامتحان سمجھے اور) انہوں نے (اس سے بھی) اپنے رب کے سامنے توبہ کی اور سجدہ میں گر پڑے اور (خاص طور پر خدا کی طرف) رجوع ہوئے سو ہم نے ان کو وہ (امر) معاف کر دیا (اور اس سے جو کمی ان کے اجر مرتب علی کمال الصبر میں ہوتی اس کمی کا ازالہ کر دیا) اور (وجہ ایسے خفیف امر پر توبہ اور سجدہ کرنے کی یہ ہے کہ) ہمارے یہاں ان کے لئے (خاص) قرب اور (اعلیٰ درجہ کی) نیک انجامی (یعنی جنت کا درجہ علیا) ہے (اور مقربین اور خوش انجاموں کی یہی شان ہوتی ہے کہ تل برابر بات کو بھی اپنے لئے پہاڑ سمجھتے ہیں جب داؤد علیہ السلام اس امتحان میں پورے اترے تو ہم نے ان کا دل بڑھانے کو خاص طور پر خطاب فرمایا کہ) اے داؤدؑ ہم نے تم کو زمین پر حاکم بنایا ہے سو (جس طرح اب تک کرتے رہے ہو اسی طرح آئندہ بھی) لوگوں میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کرتے رہنا اور (جس طرح اب تک کبھی نفسانی خواہش کی پیروی نہیں کی اسی طرح) آئندہ بھی نفسانی خواہش کی پیروی مت کرنا (کہ اگر ایسا کرو گے تو) وہ خدا کے راستہ سے تم کو بھٹکا دیگی (اور) جو لوگ خدا کے راستہ سے بھٹکتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہو گا اس وجہ سے کہ وہ روز حساب کو بھولے رہے (یہ بات اوروں کو سنا دی جو بھٹک رہے ہیں) **ف**: تسبیح جبال و طیر کی تحقیق سورۂ سبا کے شروع رکوع دوم میں گزر چکی ہے اور فَتَنّٰهُ کی تفسیر میں قول مشہور اور ہے جس میں ایک بی بی سے نکاح کرنے کا واقعہ ہے مگر محققین نے اس کا ابطال کیا ہے چنانچہ ابن کثیر نے کہا ہے: **اکثرھا ماخوذ من الاسرائیلیات ولم یثبت فیھا عن المعصوم حدیث یجب اتباعہ لکن روی ابن حاتم ھھنا حدیثا لا یصح سندہ لانہ من روایۃ یزید الرقاشی عن انسؓ و یزید وان کان من الصالحین لکنہ ضعیف الحدیث عند الائمۃ** اھ اور تفسیر خازن میں ہے: **روی سعید بن المسیب والحارث الاعور عن علی بن ابی طالبؓ انہ قال من حدثکم بحدیث داؤد علی ما یرویہ القصاص جلدتہ مائۃ وستین جلدۃ وھو حد الفریۃ علی الانبیاء** آہ اور تفسیر حقانی میں ماخذ اس قصہ کا کتاب صموئیل کو کہا ہے اور آج تک پورا پتہ اہل کتاب کو بھی نہیں ملتا کہ اس کا مصنف کون ہے وہ ایک تاریخ کی کتاب یہود میں مروج تھی جس کو یہود و نصاریٰ نے خواہ مخواہ الہامی فرض کر لیا اھ۔ اور بعض نے داؤد علیہ السلام کا لَقَدْ ظَلَمَكَ بلا تحقیق کہہ دینا اس کی تفسیر میں کہا ہے کہ گو مقصود تعلیق ہے یعنی ان فعل کذا مگر صورۃً غیر معلق ہے لیکن بعض نے نقل کیا ہے کہ مدعی علیہ کے اقرار کے بعد لَقَدْ ظَلَمَكَ فرمایا تھا سو اس تاویل کی گنجائش نہ رہی۔ اور بعض نے کہا ہے کہ ان کی گستاخیوں پر غصہ آ گیا تھا اس سے استغفار کیا مگر غصہ آنا ثابت نہیں کر سکتے بندہ نے جو تفسیر کی ہے اس کا مبنی خود منصوص قرآنی ہے اور اِصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ کے ساتھ اس قصہ کا یاد دلانا قرینہ ہے کہ اس میں بھی صبر علی الاقوال تھا گو دونوں جگہ اقوال میں کفر اور سوء ادب کا اختلاف ہو البتہ[1] یہ امر مظنون ہے کہ داؤد علیہ السلام نے اسی کو مبنا سمجھا ہو سو چونکہ اور تفسیروں کا خود مبنا بھی قرآن میں نہیں اس لئے یہ تفسیر اوروں سے اقرب ہے اور الْخُلَطَآءِ سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ ان میں شرکت ہو گی اور صورت معاملہ شاید ایسی ہو جس سے ظالم تلبیس کر سکتا تھا اور ممکن ہے کہ خُلَطَآء بمعنے اہل اختلاط و ملاقات ہو اور خصمین میں خواہ یہ قصہ واقع ہوا یا نہ ہوا ہو ویسے ہی بات بنائی ہو یا فرشتے ہوں کہ امتحان کے لئے بھیجے گئے ہوں اور مقصود سوال فرضی ہو اور یہ کذب نہیں واللہ اعلم۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: اِنَّا سَخَّرْنَا الْجِبَالَ مَعَهٗ ...... اس کو تسبیح قالی پر محمول کرنے کی صورت میں جیسا کہ قرآن کا ظاہر اور نیز مؤید بالکشف ہے اس سے دو امر ماخوذ ہوتے ہیں اول اجتماع فی الذکر جس سے تنشیط نفس اور تقویت ہمت اور برکات ذکر کا باہمی تعاکس حاصل ہوتا ہے اور دوسرے بعض اشغال کی

صحت جس میں تمام عالم کو ذاکر تصور کیا جاتا ہے اور اس شغل کی جمع ہمت اور قطع خطرات میں عجیب تاثیر ہے۔ قولہ تعالیٰ: وَلَا تُشْطِطْ ان اہل معاملہ کے اس خلاف تہذیب کلمہ کو داؤد علیہ السلام کا برداشت فرمانا دلیل ہے اس پر کہ حاکم کو اور اسی طرح مفتی اور شیخ کو ایسے امور کا تحمل کرنا چاہئے نیز اس میں اس شخص کے لئے عبرت ہے جس کو اپنے تقدس پر ناز ہو کہ جب معصوم سے یہ کہا جاتا ہے کہ حد سے تجاوز نہ کیجئے تو غیر معصوم کو اپنے نفس پر وثوق کرنا کہ مجھ میں یہ احتمال نہیں کب زیبا ہے۔ قولہ تعالیٰ: وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ ...... اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر میں جبلۃً یا عادۃً غلبہ ظلم اور شر ہی کا ہے اور جو جبلۃً پاک ہیں یا مجاہدہ سے پاک ہوگئے ہوں ایسے کم ہی ہیں۔ قولہ تعالیٰ: وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى ...... اس میں ہوائے نفسانی کی مذمت ظاہر ہے۔

الحواشی: (۱) یہ متصل ہے اوپر کے اس جملہ کے ساتھ بندہ نے جو تفسیر کی ہے اس کا مبنا خود منصوص قرآنی ہے الخ مطلب یہ کہ اس کے مبنا کا قرآن میں منصوص ہونا تو متیقن ہے مگر یہ امر محض مظنون ہے کہ داؤد علیہ السلام نے اس کو مبنا سمجھا ہو اور وہ مبنا یہ قول ہے لَقَدْ ظَلَمَكَ ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله فى سخرنا** حکم کر رکھا تھا تفسير باللام لان هذا التسخير من لوازمه الامر التكوينى واشار به ايضا الى ان التسخير كان لله تعالىٰ لا لداوٗد عليه السلام ۱۲۔ ۲ **قوله فى كل له اواب** تسبیح کی وجہ سے مشغول اشار الى امرين الاول ان الكلام على تقدير المضاف اى كل لتسبيحة اواب والثانى ترجمة الاواب بلازم لان الرجوع الى الله من لوازمه العادية الاشتغال بالذكر ۱۲۔ ۳ **قوله فى توضيح فتنة** پھر یہ کہنا کہ انصاف الخ ويتايد كونه سوء ادب ما ورد فى الصحاح من قول احد الخصمين له صلى الله عليه وسلم اقض بيننا بكتاب الله وقول الآخر اَءذن فى التكلم وقول الصحابى فى الحديث لهذا الآخر انه كان افقه منه ۱۲۔ ۴ **قوله فى فاستغفر** سمجھے يدل على هذا التقرير المار قوله تعالىٰ ظن داوٗد المسبوق بقوله تعالىٰ لقد ظلمك فلا اشكال فى ترتب هذا الفهم على كون خطاب المظلوم غير الاولىٰ ثم الاستغفار مرتب على هذا الفهم فترتب الاستغفار بواسطة هذا الفهم على الكون المذكور فلا يرد ان الفاء داخلة على استغفر وما قررت به الترجمة يقتضى دخولها على الفهم المذكور فافهم ۱۲۔

اللغات: الايد القوة محشورة مجتمعة الخصم فى الاصل مصدر بمعنى المخاصم وجاء للجمع هنا لظاهر ضمائره قوله خصمان المراد به فوجان لا شخصان ولا يمنع ذلك كون التحاكم انما وقع بين الاثنين لجواز ان يصحب كلامنهما من يعاضده والعرف يطلق الخصم على المخاصم ومعاضده وان لم يخاصم بالفعل وجوز ان يكون المراد اثنين والضمائر الجموعة مرادبها تثنية فيتوافقان وايد بقوله ان هذا اخى كذا فى الروح قوله تسوروا اى عدوا سورة و نزلوا اليه. نعجة الانثى من الضأن اكفلنيها اى ملكنيها وحقيقة اجعلنى اكفلها كما اكفل ما تحت يدى وقيل اجعلها كفلى اى نصيبى عزنى غلبنى فى مخاطبة اياى محاجة راكعا بمعنى ساجد الاشتراك فى الانحناء والخشوع ۱۲۔

النحو: قليل ماهم ما مزيدة وقليل خبر مقدم للضمير المبتدأ معه متعلق ليسبحن ۱۲۔

البلاغة: قوله محشورة زاده لانها كانت متفرقة من قبل فهو ادل على القدرة فصل الخطاب اى الخطاب الفاصل المميز للمقصود عن غيره ۱۲۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ؕ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ ﴿۲۷﴾ اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِى الْاَرْضِ ۫ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ ﴿۲۸﴾ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْۤا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۲۹﴾ وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۳۰﴾ اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ ﴿۳۱﴾ فَقَالَ اِنِّيْۤ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ ۚ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ﴿۳۲﴾ رُدُّوْهَا عَلَيَّ ؕ فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمٰنَ وَاَلْقَيْنَا عَلٰى كُرْسِيِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ﴿۳۴﴾ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿۳۵﴾ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ تَجْرِيْ

بِاَمۡرِهٖ رُخَآءً حَيۡثُ اَصَابَ ۝۳۶ وَالشَّيٰطِيۡنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّغَوَّاصٍ ۝۳۷ وَّاٰخَرِيۡنَ مُقَرَّنِيۡنَ فِى الۡاَصۡفَادِ ۝۳۸ هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامۡنُنۡ اَوۡ اَمۡسِكۡ بِغَيۡرِ حِسَابٍ ۝۳۹ وَاِنَّ لَهٗ عِنۡدَنَا لَزُلۡفٰى وَحُسۡنَ مَاٰبٍ ۝۴۰

اور ہم نے آسمان وزمین کواور جو چیزیں ان کے درمیان موجود ہیں ان کو خالی از حکمت نہیں پیدا کیا۔ یہ (یعنی ان کا خالی از حکمت ہونا) ان لوگوں کا خیال ہے جو کافر ہیں۔سو کافروں کیلئے (آخرت) میں بڑی خرابی ہے یعنی دوزخ ہاں تو کیا ہم ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے ان کے برابر کردیں گے جو کفر وغیرہ کر کے دنیا میں فساد کرتے پھرتے ہیں یا ہم پرہیزگاروں کو بدکاروں کے برابر کردیں گے۔ بابرکت ہے۔ جس کہ ہم نے آپ پر اس واسطے نازل کیا ہے تا کہ لوگ اس کی آیتوں میں غور کریں اور تا کہ اہل فہم نصیحت حاصل کریں اور ہم نے داؤد کو سلیمان عطا کیا بہت اچھے بندے تھے کہ (اللہ کی طرف رجوع ہونے والے تھے چنانچہ وہ قصہ ان کا یاد کرنے کے قابل ہے) جب کہ شام کے وقت ان کے روبرو (اور) عمدہ گھوڑے پیش کئے گئے تو کہنے لگے کہ (افسوس) میں اس مال کی محبت میں (لگ کر) اپنے رب کی یاد سے غافل ہو گیا۔ یہاں تک کہ آفتاب پردہ (مغرب) میں چھپ گیا (پھر چشم وحذم کو کیا) ان گھوڑوں کو ذرا پھر میرے سامنے لاؤ سو انہوں نے ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر تلوار سے ہاتھ صاف کرنا شروع کیا اور ہم نے سلیمان کو (ایک اور طرح سے بھی) امتحان میں ڈالا اور ہم نے ان کے تخت پر (ایک ادھورا) دھڑ لا ڈالا پھر انہوں نے (اللہ کی طرف) رجوع کیا۔ دعا مانگی کہ اے میرے رب! میرا پچھلا قصور معاف کردے اور آئندہ کے لئے مجھ کو ایسی سلطنت دے کہ میرے سوا کسی شخص کو لائق نہ ہو ہم نے ان کی دعا قبول کی اور (نیز) ہم نے ہوا کو ان کے تابع کردیا کہ وہ ان کے حکم سے جہاں وہ (جانا) چاہتے نرمی سے چلتی اور جنات کو بھی ان کے تابع کردیا۔ یعنی تعمیر بنانے والوں کو بھی اور غوطہ خوروں کو بھی اور دوسرے جنات کو بھی جو زنجیروں میں جکڑے رہتے تھے (اور ہم نے یہ سلیمان دے کر ارشاد فرمایا کہ) یہ ہمارا عطیہ ہے سو خواہ (کسی کو) دو یا نہ دو تم سے کچھ دارو گیر نہیں اور (علاوہ اس کے) اس کے لئے ہمارے یہاں (خاص) قرب اور نیک انجامی ہے۔

تفسیر ربط: اوپر قصہ داؤد علیہ السلام کا تھا اور عنقریب دوسرے قصص آتے ہیں لیکن قصہ داؤد علیہ السلام سے پہلے جو مضمون توحید و رسالت بعثت کے متعلق مذکور تھا اس کے اہتمام وتاکید کے لئے قصص کے درمیان پھر اسی کا دوسرے عنوان سے اعادہ ہے چنانچہ آئندہ تین آیتوں سے اول کی آیت میں استدلال علی التوحید اور ثانی میں استدلال علی البعث اور ثالث میں استدلال علی الرسالت ہے نیز ان آیتوں کو متصل کی آیتوں سے بھی یہ ارتباط ہے کہ تسبیح جبال وطیور دال علی التوحید ہے اور یوم الحساب میں اشارہ بعث کی طرف ہے اور پھر ان سب مضامین کا قرآن میں ہونا مشعر ہے فضل قرآن کا۔ پھر ان تینوں آیتوں میں باہم بھی خاص ربط ہے چنانچہ آیت اولیٰ کے خاتمہ میں ذکر ہے نار کا جو واقعات یوم بعث سے ہے اور آیت ثانیہ میں ایمان وعمل صالح وتقویٰ کا ذکر ہے جس کا حاصل عمل بالقرآن ہے۔

استدلال اجمالی بر توحید وبعث ورسالت: وَمَا خَلَقۡنَا السَّمَآءَ وَالۡاَرۡضَ (الی قولہ تعالی) وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ اور ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو چیزیں اُنکے درمیان موجود ہیں اُن کو خالی از حکمت نہیں پیدا کیا (بلکہ بہت سے حکمتیں ہیں جن میں اعظم دلالت علی التوحید ہے) یہ (یعنی ان کا خالی از حکمت ہونا جو کہ انکار توحید سے جو کہ اعظم حکم سے لازم آتا ہے) ان لوگوں کا خیال ہے جو کافر ہیں (کیونکہ جب توحید کا انکار کیا تو بڑی حکمت کا انکار کردیا) سو کافروں کے لئے (آخرت میں) بڑی خرابی ہے یعنی دوزخ (کیونکہ توحید کا باوجود دلائل قائم ہونے کے انکار کرتے تھے) ہاں (ایک غلطی ان کافروں کی اور لو کہ قیامت کے انکار سے بھی ہماری ایک حکمت عظیمہ کے منکر ہیں کیونکہ دلائل نقلیہ قطعیہ ثابت الصحۃ بالعقل سے ہم نے مصرحاً بتلا دیا کہ قیامت میں یہ حکمت ہے کہ نیکوں کو جزا اور مفسدوں کو سزا ہو اور یہ اس کے منکر ہیں تو اس سے لازم آتا ہے کہ اس حکمت کا وقوع وتحقق نہ ہو بلکہ سب برابر رہیں) تو کیا ہم ان لوگوں کو جو کہ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے ان کے برابر کردیں گے جو (کفر وغیرہ کر کے) دنیا میں فساد کرتے پھرتے ہیں یا (بعبارت دیگر یوں کہا جاوے کہ کیا) ہم پرہیزگاروں کو بدکاروں کے برابر کردینگے (یعنی ہم نے جس حکمت کے ایقاع کا قصد کیا تھا جو امر اس کی نفی کو مستلزم ہو وہ باطل ہے پس انکار بعث باطل ہے اور جس طرح توحید وبعث بدلیل ثابت ہے اسی طرح رسالت بھی بدلیل ثابت ہے چنانچہ) یہ (قرآن) ایک بابرکت کتاب ہے جس کو ہم نے آپؐ پر اس واسطے نازل کیا ہے تا کہ لوگ اس کی آیتوں میں غور کریں (یعنی ان کے اعجاز میں بھی اُنکے مضامین کثیر النفع میں بھی جو حاصل ہے برکت کا) اور تا کہ (غور سے اُس کی حقیقت معلوم کر کے اس سے) اہل فہم نصیحت حاصل کریں (یعنی اس پر عمل کریں اس تذکر میں اعتقاد رسالت بھی آ گیا اور بقیہ شرائع بھی آ گئے) **ف**: آیت ثانیہ کے مضمون سے یہ نہ سمجھا جاوے کہ مجازات ومکافات کا وجوب عقلی ہے یہ تو معتزلہ کا مذہب ہے اور نہایت تعجب ہے کہ کشاف نے جو اس مقام کی تقریر کردی ہے تمام پچھلے مفسرین اسی کو نقل کرتے چلے گئے اور کسی نے اس دسیسۂ معتزلہ میں نظر نہیں کی الحمد للہ کہ حق تعالیٰ نے بندہ پر فضل فرمایا اور آیت کی تفسیر بر طبق اصول اہل سنت بعد تعب ونصب کے قلب پر وارد فرمائی جس کا حاصل یہ ہے کہ مجازات خود واجب الوقوع نہیں بلکہ بعد انضمام خبر صادق کے واجب الوقوع ہے

یعنی واجب عقلی نہیں واجب نقلی ہے ہاں اس نقل کی صحت عقلی ہے اگر کہا جاوے کہ عدم وقوع منافی حکمت ہونے کی وجہ سے محال ہے تو وقوع واجب ہوا جواب یہ ہے کہ خود یہ حکمت ہی واجب الوقوع نہیں جائز الوقوع ہے اگر قیامت کا وقوع نہ ہوتا تو اس وقت اُسی میں حکمت ہوتی مگر چونکہ اس حکمت جائزہ کا وقوع دلیل قطعی سے معلوم ہوگیا اب اس حکمت کی نفی کفر اور قبیح ہے خوب سمجھ لینا چاہئے اور اگر مثل تفسیر مشہور کے ما خلقنا السماء الخ کو بھی بیان حکمت قیامت پر محمول کیا جاوے تو اس کی یہ تقریر ہو جاوے گی کہ ہم نے آسمان و زمین کو بے حکمت پیدا نہیں کیا بلکہ حکمت سے پیدا کیا اور نصوص صحیحہ ثابت الصحۃ بالعقل سے ثابت ہوگیا کہ اس میں یہ حکمت ہے کہ لوگ اس سے متمتع ہوں اور نعمت انتفاع کا شکر اور اُس شکر میں طاعت بجالاویں اور اس شکر و طاعت پر حسب وعدہ آخرت میں ثمرۂ باقیہ ملے اور جو کفران کرے وہ خسران میں پڑے اور ذلک ظن الذین کفروا میں اس ظن عدم مجازات کو کفر اس لئے فرمایا کہ اس میں تکذیب امر ثابت بالشرع کی لازم آتی ہے بہر حال ضرورۃً وقوع حکمت مذکورہ کے لئے کہ فی نفسہ ممکن ہے انضمام دلیل نقلی کا ماننا ضرور ہے اور آیت ثانیہ میں ایک عنوان سے دوسرے عنوان کی طرف عدول فرمانا شاید اس وجہ سے ہو کہ مومنین کا اتصاف ایمان کے ساتھ اور کفار کا افساد کے ساتھ کفار کے نزدیک اس قدر واضح نہ تھا وہ ایمان کو ایمان ہی نہ سمجھتے تھے اور اپنے کفر کو فساد ہی نہ جانتے تھے بخلاف دوسرے عنوان کے اس واسطے کہ بہت امر قبائح عقلیہ میں سے ہیں اور مومنین کا ان سے بچنا اور کفار کا ان میں مبتلا ہونا خود کفار بھی سمجھتے اور دیکھتے تھے۔ ربط: اوپر کا مضمون قصص کے درمیان آ گیا تھا آگے پھر عود ہے قصص کی طرف۔

قصۂ دوم سلیمان علیہ السلام متضمن دو قصہ: وَوَهَبْنَا لِدَاوٗدَ سُلَيْمٰنَ (الی قوله تعالی) وَاِنَّ لَهٗ عِنْدَنَا لَزُلْفٰى وَحُسْنَ مَاٰبٍ اور ہم نے داؤد (علیہ السلام) کو سلیمان (علیہ السلام فرزند) عطا کیا بہت اچھے بندے تھے کہ (خدا کی طرف) بہت رجوع ہونے والے تھے (چنانچہ وہ قصہ ان کا قابل یاد کرنے کے ہے) جبکہ شام کے وقت ان کے روبرو اصیل (اور) عمدہ گھوڑے (جو بغرض جہاد وغیرہ رکھے جاتے تھے) پیش کئے گئے (اور ان کے ملاحظہ کرنے میں اس قدر دیر ہوگئی کہ دن چھپ گیا اور کچھ معمول از قسم نماز فوت ہوگیا کذا فی الدر المنثور عن علیؓ اور بوجہ ہیبت وجلالت کے کسی خادم کی جرأت نہ ہوئی کہ مطلع ومتنبہ کرے کذا فی الدر عن ابن عباسؓ پھر جب خود ہی متنبہ ہوا) تو کہنے لگے کہ (افسوس) میں اس مال کی محبت میں (لگ کر) اپنے رب کی یاد سے (یعنی نماز سے) غافل ہوگیا یہاں تک کہ آفتاب پردہ (مغرب) میں چھپ گیا (پھر حشم خدم کو حکم دیا کہ) ان گھوڑوں کو ذرا پھر تو میرے سامنے لاؤ (چنانچہ لائے گئے) سوانہوں نے ان (گھوڑوں) کی پنڈلیوں اور گردنوں پر (تلوار) سے ہاتھ صاف کرنا شروع کیا (کذا فی الدر مرفوعا بسند حسن یعنی ان کو ذبح کر ڈالا اس کو اصلاح تصوف میں غیرت کہتے ہیں کہ جو چیز سبب غفلت عن اللہ کا ہو جاوے اس کو اپنے پاس نہ رہنے دیں ایک قصہ تو ان کا یہ ہوا) اور (دوسرا قصہ یہ ہے کہ) ہم نے سلیمان (علیہ السلام) کو (ایک اور طرح سے بھی) امتحان میں ڈالا (جیسا حدیث شیخین میں ہے کہ ایک بار سلیمان علیہ السلام اپنے امراء لشکر پر ان کی کسی کوتاہی جہاد پر خفا ہوئے اور فرمانے لگے کہ میں آج کی رات اپنی ستر بیبیوں سے ہم بستر ہونگا کہ ان سے ستر مجاہد پیدا ہونگے فرشتہ نے قلب میں القا کیا کہ ان شاء اللہ کہہ لیجئے آپ کو کچھ خیال نہ رہا چنانچہ صرف ایک عورت حاملہ ہوئی اور اس سے بھی ایک ناقص الخلقت بچہ پیدا ہوا جس کے ایک طرف کا دھڑ نہ تھا) اور (اسی نسبت کہا گیا ہے کہ) ہم نے ان کے تخت پر ایک (ادھورا) دھڑ لا ڈالا (یعنی قابلہ نے آپ کے سامنے تخت پر لا رکھا کہ یہ پیدا ہوا کذا فی الروح) پھر انہوں نے (خدا کی طرف) رجوع کیا اور ترک ان شاء اللہ سے توبہ کی اور توبہ کرنا ایسے خفیف امر سے چونکہ دلیل ہے کمال ثبات فی الدین کی اس کو امتحان میں پورا اترنا کہیں گے اور اس وقت ان کے دل میں خیال آیا کہ یہ دو لغزشیں مجھ سے جو جہاد کے متعلق ہوئیں ایک سواریوں کے سامان جمع کرنے میں اور دوسری سواروں کے مہیا کرنے میں تو لغزشوں سے توبہ کر کے آئندہ کے لئے ایسی دعا کرنی چاہئے کہ اس معتاد سامان کی ضرورت ہی نہ پڑے جس میں پھر اندیشہ ایسی لغزش کا ہو اس لئے خدا سے) دعا مانگی کہ اے میرے رب میرا (پچھلا) قصور معاف کر اور (آئندہ کیلئے) مجھ کو ایسی سلطنت دے کہ میرے سوا (میرے زمانہ میں) کسی کو میسر نہ ہو (خواہ کوئی غیبی وہبی سامان عطا کر دیجئے خواہ سلاطین زمانہ کو ویسے ہی دبا دیجئے تاکہ مقابلہ ہی نہ کر سکیں اور) آپ بڑے دینے والے ہیں (آپ کو اس دعا کا قبول کر لینا کچھ دشوار نہیں) سو (ہم نے ان کی دعا قبول کی اور اُن کی خطا بھی معاف کر دی اور نیز) ہم نے ہوا کو ان کے تابع کر دیا کہ وہ ان کے حکم سے جہاں وہ (جانا) چاہتے نرمی سے چلتی (کہ اس سے گھوڑوں سے استغناء ہوگیا) اور جنات کو بھی ان کا تابع کر دیا یعنی تعمیر بنانے والوں کو بھی اور موتی وغیرہ کے لئے غوطہ خوروں کو بھی اور دوسرے جنات کو بھی جو زنجیروں میں جکڑے رہتے تھے (غالباً جو خدمات مفوضہ سے گریز یا اُس میں کوتاہی کرتا ہو اُس کو قید کی سزا ہوتی ہوگی کما قالہ ابن کثیر پس ان جنات سے آدمیوں سے جن میں سوار بھی آ گئے استغناء ہوگیا اور سب سلاطین کو ان سے پست اور مغلوب کر دیا اور ہم نے یہ سامان دیکر ارشاد فرمایا کہ) یہ ہمارا عطیہ ہے سو خواہ (کسی کو) دو یا نہ دو تم سے کچھ دار و گیر نہیں (یعنی جتنا سامان ہم نے تم کو دیا ہے اُس میں تم کو خازن وحارس نہیں بنایا جاتا جیسا دوسرے ملوک خزائن ملکیہ کے مالک نہیں ہوتے ناظم ہوتے ہیں بلکہ تم کو مالک ہی بنا دیا ہے مالکانہ تصرفات کے مختار ہو تو اس سے حقوق واجبہ کے ترک میں تخییر لازم نہیں آتی) اور (علاوہ اس سامان کے جو دنیا میں اُن کو عطا ہوا تھا) اُن کے لئے ہمارے یہاں (خاص) قرب اور (اعلیٰ درجہ

کی) نیک انجامی ہے (جس کا ثمرہ پورے طور سے آخرت میں ظاہر ہوگا) **ف**: یہ نماز جو رہ گئی تھی اگر نفل تھی تب تو کوئی اشکال نہیں مگر انبیاء کی شان اعظم ہوتی ہے اس لئے انہوں نے اس کا بھی تدارک کیا۔ اور اگر فرض تھی تو نسیان میں گناہ نہیں ہوتا۔ اور یہ قطع کر دینا سوق واعناق کا اتلاف مال نہ تھا بلکہ بطور قربانی کے تھا اور قطع سوق کو شاید خروج دم و زہوق روح میں آسانی ہونے کی وجہ سے اختیار کیا ہو **کذا فی الروح** مگر ہماری شریعت میں قطع سوق مشروع نہیں **للنهی عن النخع کذا فی تخریج الزیلعی عن الطبرانی وهذا مثله** اور تسخیر ریح کے متعلق سورۂ انبیاء کی آیت: ﴿وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ عَاصِفَةً﴾ [انبیاء: ۸۱] میں کچھ ضروری مضمون قابل ملاحظہ گزر چکا ہے اور جنات گو لطیف ہوں مگر اُن کی قید اُن ہی کے مناسب ہوگی جیسا اب بھی عملیات کے ذریعہ سے سُنا جاتا ہے۔ اور ان شاء اللہ تعالیٰ زبان سے نہ کہنا بھی گناہ نہ تھا دِل میں ہونا کافی ہے لیکن غایت قرب سے اس پر بھی تنبیہ کیا گیا اور سلیمان علیہ السلام کا قصہ اگر محض تتمیم ہے قصہ داؤد علیہ السلام کی کما یدل علیہ قولہ **ووهبنا لداؤد سلیمٰن** تب تو ان کے لئے استقلالاً اثبات صبر کی حاجت نہیں اور اگر یہ قصہ مستقلاً مقصود ہے اور اس کو بھی **اصبر ما یقولون** کی تائید کیلئے یاد دلایا ہے تو اس میں اثبات صبر کی ضرورت ہے سو قصہ جہاد میں صبر یہ ہوا کہ اتنے مال کثیر کی کچھ پرواہ نہ کی یہ غایت ثبات فی الدین کی کہ حقیقت صبر کی یہی ہے دلیل ہے اور قصہ جسد میں توبہ کرنا باوجودیکہ یہ معصیت نہ تھی نیز دلیل ہے غایت ثبات فی الدین کی **والله اعلم**۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ ...... بعض نے اس آیت کے ساتھ حدیث تقریری کا مضمون **الا کل شیء ما خلا الله باطل** ملا کر وحدۃ الوجود بالاصطلاح الفاسد پر اس طرح استدلال کیا ہے کہ حدیث سے باطل کے معنی ماسوی اللہ معلوم ہوتے ہیں اور آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مخلوق باطل نہیں ہے تو مجموعہ سے مستفاد ہوا کہ مخلوق ماسوی اللہ نہیں ہے اور یہ استدلال محض باطل ہے کیونکہ قرآن میں باطل کے معنے ہیں بے فائدہ اور حدیث میں اس کے معنی ہیں بے بقاء پس مخلوق بے بقاء ہے بیفائدہ نہیں تو ان دونوں میں کیا جوڑ ہے۔ قولہ تعالیٰ: اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ ...... اس میں کئی مسئلے ہیں، اوّل آرام کے سامان کے استعمال کا جواز خصوص جبکہ اس میں دینی مصلحت بھی ہو۔ دوسرے اکابر کا مستحبات سے ذہول کا امکان اگرچہ وہ مستحب اُن کی شان پر نظر کرنے کے اعتبار سے اوکد مستحبات ہو۔ تیسرے ایسے ذہول کے سبب کی تلافی اس طریقہ سے کہ اُسکو ملک سے خارج کر دے اور اس کو اصطلاح میں غیرت کہتے ہیں۔ قولہ تعالیٰ: قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَهَبْ لِيْ ...... مقصود ایسی سلطنت کے طلب کرنے سے یہ تھا کہ اس کو مزید قرب کا ذریعہ بناویں اور سب سے زیادہ مزید قرب کا ذریعہ مال کیلئے دوسروں کی تکمیل ہے اور سلطنت اس کا بہت اچھا ذریعہ ہے اور اقرب یہ ہے کہ احد سے مُراد اہل دُنیا لئے جاویں چونکہ ایسا بڑا جاہ اہل دنیا کے لئے مضر تھا اسلئے شفقت کی وجہ سے ان کو ایسی دنیا ملنے سے مستثنیٰ کر دیا پس آیت میں دلالت ہوئی کہ بعض شئی کامل کو مضر نہیں ہوتی۔ اور ناقص کو مضر ہوتی ہے جیسے اس پر دلالت تھی کہ جاہ اور کمال میں تنافی نہیں جبکہ جاہ میں دینی مصلحت ہو۔ قولہ تعالیٰ: فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيْحَ (الی قوله تعالی) وَالشَّيٰطِيْنَ اس سے یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ بعض اوقات اولیاء یا عاملین کے مسخر ہو جاتے ہیں تو سلیمان علیہ السلام کے ساتھ اس کا اختصاص نہ رہا جواب یہ ہے کہ وہ اختصاص ایک خاص شان کے ساتھ تھا جو عام اور تام تھا دوسروں کے لئے ایسا نہیں۔ قولہ تعالیٰ: هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ ...... یعنی نہ تو دینے پر حساب ہوگا اور نہ ہی نہ دینے پر حساب ہوگا ہر طرح سے تصرف کی اجازت ہے اور حکمت اسکی یہ ہے تاکہ ان کا قلب ادائے حقوق مال میں مشوش نہ ہو کیونکہ اصل ضرر اسباب دنیا کا تشویش ہے اس سے بچا لیا اور اس سے معلوم ہوا کہ بڑا سرمایہ سالک کا جمعیت قلب ہے اس لئے صوفیہ کو اس کا خاص اہتمام ہے۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله فی من النار** یعنی **اشارة الی کون من بیانیة** ۱۲۔ ۲ **قوله فی من بعدی** میرے سوا **وهذا کقوله تعالی فمن یهدیه من بعد الله کذا فی الروح وقوله ههنا** میرے زمانہ میں **لان الغرض الذی قد ذکرته ویدل علیه السیاق لا یتوقف علی عموم الدعاء لجمیع الازمان واما ما ورد فی الحدیث من تفلت عفریت علی رسول الله صلی الله علیه وسلم وارادته قطع صلوته وهمّه صلی الله علیه وسلم ربطه الی ساریة المسجد ثم ذکره دعوة سلیمان علیه السلام هذا فلا ینافی ذلك لانه اراد کمال رعایة دعوته حیث راعی صورتها الاطلاقیة فافهم ویتفرع علی تفسیری ان من ادعی استخدام الجن لا یناقض القرآن کما زعم البعض من دلالته علی کونه مخصوصا بسلیمان علیه السلام کیف وقد شوهد الاستخدام والآثار الکثیرة تدل علی وقوعه** ۱۲ ۳ **قوله فی فسخرنا له** خطا بھی معاف **ولم یذکر فی القرآن لان المغفرة بعد الاستغفار لکونها موعوده ظاهر وجودها بخلاف هبة الملك حیث لم تکن موعودة صرح بذکرها فافهم** ۱۲۔

۴ **قوله فی غواص** موتی وغیرہ الخ **اشار الی ما فی القاموس الغواص من یغوص فی البحر علی الؤلؤ وزاد فی المنجد ونحوه** ۱۲۔

اللغات: **الصّٰفنٰت الذی یرفع احدی یدیه او رجلیه ویقف علی مقدم حافرها وهو من الصفات المحمودة فی الخیل الجیاد جمع جواد للذکر والانثی یقال جاد الفرس صار رائضاً قوله مسحا فی الروح عن الکشاف یمسح السیف بسوقها واعناقها یقطعها تقول مسح علاوته اذا ضرب عنقه ومسح المسفر الکتاب اذا قطع اطرافه بسیفه آه اصاب اراد کذا فی الطبری عن ابن عباسؓ**

والحسن والضحاك وقتادة ۱۲۔

النحو: قوله ام هى منقطعة ۱۲۔ حب الخير بمعنى المال مفعول مطلق لا جلبت ولدلالته على الذهول عن غيره عدى بعن فى قوله عن ذكر ربى قوله توارت راجع الى الشمس المدلول عليها بالعشى مسحا عامله مقدر اى يمسح فوله واٰخرين عطف على كل بناء لا على الشيا طين لان الآخرين من الشياطين ايضا۔ قوله بغير حساب حال من المستكن فى الامر ۱۲۔

وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ ۘ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّىْ مَسَّنِىَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّعَذَابٍ ﴿۴۱﴾ اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّشَرَابٌ ﴿۴۲﴾ وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَذِكْرٰى لِاُولِى الْاَلْبَابِ ﴿۴۳﴾ وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ ؕ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ ﴿۴۴﴾ وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِى الْاَيْدِىْ وَالْاَبْصَارِ ﴿۴۵﴾ اِنَّآ اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ ﴿۴۶﴾ وَاِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْاَخْيَارِ ﴿۴۷﴾ وَاذْكُرْ اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَذَا الْكِفْلِ ؕ وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ ﴿۴۸﴾ هٰذَا ذِكْرٌ ؕ وَاِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ لَحُسْنَ مَاٰبٍ ﴿۴۹﴾ جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ ﴿۵۰﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا يَدْعُوْنَ فِيْهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ وَّشَرَابٍ ﴿۵۱﴾ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ اَتْرَابٌ ﴿۵۲﴾ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۵۳﴾ اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ ﴿۵۴﴾ هٰذَا ؕ وَاِنَّ لِلطّٰغِيْنَ لَشَرَّ مَاٰبٍ ﴿۵۵﴾ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۵۶﴾ هٰذَا ۙ فَلْيَذُوْقُوْهُ حَمِيْمٌ وَّغَسَّاقٌ ﴿۵۷﴾ وَّاٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖٓ اَزْوَاجٌ ﴿۵۸﴾ هٰذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ ۚ لَا مَرْحَبًۢا بِهِمْ ؕ اِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ ﴿۵۹﴾ قَالُوْا بَلْ اَنْتُمْ ۫ لَا مَرْحَبًۢا بِكُمْ ؕ اَنْتُمْ قَدَّمْتُمُوْهُ لَنَا ۚ فَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿۶۰﴾ قَالُوْا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِى النَّارِ ﴿۶۱﴾ وَقَالُوْا مَا لَنَا لَا نَرٰى رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ ﴿۶۲﴾ اَتَّخَذْنٰهُمْ سِخْرِيًّا اَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ ﴿۶۳﴾ اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ اَهْلِ النَّارِ ﴿۶۴﴾

اور آپ ہمارے بندے ایوب کو یاد کیجئے جبکہ انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ شیطان نے مجھ کو رنج اور آزار پہنچایا ہے اپنا پاؤں مارو یہ نہانے کا ٹھنڈا پانی ہے اور پینے کا اور ہم نے ان کو ان کا کنبہ عطا فرمایا اور ان کے ساتھ (گنتی میں ان کے برابر بھی دے) اپنی رحمت خاصہ کے سبب سے اور اہل عقل کے لئے یادگار رہنے کے سبب سے اور تم اپنے ہاتھ میں ایک مٹھا سینکوں کا لو اور اس سے مارو اور قسم نہ توڑو بے شک ہم نے ان کو صابر پایا اچھے بندے تھے کہ بہت رجوع ہوتے تھے اور ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب کو یاد کیجئے جو ہاتھوں والے اور آنکھوں والے تھے۔ ہم نے ان کو ایک خاص بات کے ساتھ مخصوص کیا تھا کہ وہ یاد آخرت کی ہے اور وہ (حضرات) ہمارے یہاں منتخب اور سب سے اچھے لوگوں میں سے ہیں اور اسمٰعیل اور الیسع اور ذوالکفل کو بھی یاد کیجئے اور یہ سب کے سب اچھے لوگوں میں سے ہیں ایک نصیحت کا مضمون تو یہ ہو چکا اور پرہیزگاروں کے لئے (آخرت میں) اچھا ٹھکانا ہے یعنی ہمیشہ رہنے کے باغات جن کے دروازے ان کے واسطے کھلے ہوں گے۔ وہ ان باغوں میں تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے (اور) وہ وہاں جنت کے خادموں سے بہت سے میوے اور پینے کی چیزیں منگوائیں گے اور ان کے پاس نیچی نگاہ والیاں ہم عمر ہوں گی۔ (اے مسلمانو) یہ وہ نعمت ہے جس کا تم سے روز حساب آنے پر وعدہ کیا جاتا ہے۔ بے شک یہ جاری عطا ہے اس کا کہیں ختم بھی نہیں یہ بات تو ہو چکی اور سرکشوں کے لئے برا ٹھکانا ہے۔ یعنی دوزخ اس میں وہ داخل ہوں گے سو بہت ہی بری جگہ ہے یہ کھولتا ہوا پانی اور پیپ ہے سو یہ لوگ اس کو چکھیں اور اس کے علاوہ بھی اسی قسم کی (ناگوار) طرح طرح کی چیزیں ہیں۔ یہ ایک جماعت اور آئی جو تمہارے ساتھ (عذاب میں) شریک ہونے کیلئے دوزخ میں گھس رہے ہیں۔ ان پر اللہ کی مار۔ یہ بھی دوزخ میں آ رہے ہیں۔ وہ اتباع ان متوعین سے کہیں گے بلکہ تمہارے ہی اوپر اللہ کی مار (کیونکہ) تم ہی تو یہ (مصیبت) ہمارے لئے لائے سو (جہنم) بہت ہی برا ٹھکانا ہے دعا کریں گے کہ اے ہمارے پروردگار! جو شخص اس مصیبت کو ہمارے آگے لایا اس کو دوزخ میں دونا عذاب دیجئے اور وہ لوگ کہیں گے کہ کیا بات ہے ہم ان لوگوں کو دوزخ میں نہیں رکھتے۔ جن کو ہم برے لوگوں میں شمار کیا کرتے تھے۔ کیا ہم نے ان لوگوں کو ہنسی کر رکھی تھی یا ان (کے دیکھنے) سے نگاہیں چکرا ہی ہیں یہ بات یعنی دوزخیوں کا آپس میں لڑنا جھگڑنا بالکل سچی بات ہے۔

تفسیر: قصۂ سوم ایوب علیہ السلام: وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ (الی قوله تعالی) اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ اور آپ ہمارے بندہ ایوب (علیہ السلام) کو یاد کیجئے جبکہ انہوں نے اپنے رب کو پکارا کہ شیطان نے مجھ کو رنج اور آزار پہنچایا ہے (یہ رنج و آزار حسب قول بعض مفسرین وہ ہے جو احمد نے کتاب الزہد میں ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ ایک بار شیطان بشکل طبیب کے ایوب علیہ السلام کی بی بی کو راستہ میں ملا انہوں نے اس کو طبیب سمجھ کر علاج کی درخواست کی اُس نے کہا کہ اس شرط سے کہ اگر انکو شفا ہو جاوے تو یوں کہہ دینا کہ تو نے ان کو شفا دی میں اور کچھ نذرانہ نہیں چاہتا انہوں نے ایوب علیہ السلام سے ذکر کی انہوں نے فرمایا کہ بھلی مانس وہ تو شیطان تھا میں عہد کرتا ہوں کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھ کو شفا دیدے تو میں تجھ کو سو قمچیاں مارونگا كذا فی الدر المنثور پس آپ کو اس سے سخت رنج پہنچا کہ میری بیماری کی بدولت شیطان کا یہاں تک حوصلہ بڑھا کہ خاص میری بی بی سے ایسے کلمات کہلوانا چاہتا ہے جو ظاہراً موجب شرک ہیں گو تاویل سے شرک نہ ہو گو ازالہ مرض کے لئے پہلے بھی دعا کرتے تھے کمافی سورۃ الانبیاء: ﴿ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ﴾ [الأنبياء: ۸۳] مگر اس واقعہ سے اور زیادہ ابتہال وتضرع سے دعا کی اور ابتہال ہی کی وجہ سے نصب اور عذاب دو لفظ جمع کئے گئے پس ہم نے ان کی دعا قبول کر لی اور حکم دیا کہ) اپنا پاؤں (زمین پر) مارو (چنانچہ انہوں نے زمین پر پاؤں مارا تو وہاں سے ایک چشمہ پیدا ہو گیا رواہ احمد فی الزھد عن ابن عباسؓ كذا فی الدر پس ہم نے اُن سے کہا کہ) یہ (تمہارے لئے) نہانے کا ٹھنڈا پانی ہے اور پینے کا (یعنی اس میں غسل کرو اور پیو بھی چنانچہ نہائے اور پیا اور بالکل اچھے ہو گئے) اور ہم نے ان کو ان کا کنبہ عطا فرمایا اور ان کے ساتھ (گنتی میں) ان کے برابر اور بھی دیئے) اپنی رحمت خاصہ کے سبب سے اور اہل عقل کے لئے یادگار رہنے کے سبب سے (یعنی اہل عقل یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ صابروں کو کیسی جزا دیتے ہیں اور اب ایوب علیہ السلام نے اپنی قسم پورا کرنے کا ارادہ کیا مگر چونکہ انہوں نے ایوب علیہ السلام کی خدمت بہت کی تھی اور کوئی امر معصیت کا ان سے صادر بھی نہ ہوا تھا اسلئے حق تعالیٰ نے اپنی رحمت سے اُنکے لئے ایک تخفیف فرمائی) اور (ارشاد فرمایا کہ اے ایوب) تم اپنے ہاتھ میں ایک مٹھا سینکوں کا لو (جس میں سو سینکیں ہوں) اور (اپنی بی بی کو) اس سے مار لو اور (اپنی قسم نہ توڑو (چنانچہ ایسا ہی ہوا آگے ایوب علیہ اسلام کی تعریف ہے کہ) بیشک ہم نے ان کو (بڑا) صابر پایا اچھے بندے تھے کہ (خدا کی طرف) بہت رجوع ہوتے تھے۔ **ف**: اس طرح سے قسم پورا ہو جانا یہ مخصوص تھا ایوب علیہ السلام کیساتھ اگر اب کوئی ایسی قسم کھاوے تو بدوں معنی متبادر کے واقع کئے ہوئے قسم پوری نہ ہوگی البتہ جہاں سزا دینا واجب نہ ہو وہاں قسم توڑ دینا جائز اور جہاں جائز نہ ہو وہاں واجب ہوگا اور بارد کی قید کی تصریح شاید اسلئے ہو کہ باقتضائے موسم یا بموجب مزاج اس سے تفریح ہوگی اور کچھ ضروری مضمون اهله ومثلهم کے متعلق سورۂ انبیاء قصہ ایوب علیہ السلام میں گزر گیا ہے اور ایوب علیہ السلام کا قول اس قسم کے بارہ میں روایت بالا میں آیا ہے لله علی اسلئے لا تحنث فرمایا گیا اور اس قصہ سے یہ نہ سمجھا جاوے کہ احکام میں ہر جگہ حیلہ جائز ہے اس میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جس حیلہ سے کسی حکمت شرعیہ وغرض شرعی کا ابطال مقصود ہو وہ حرام ہے اور جس میں یہ نہ ہو بلکہ کسی امر مطلوب شرعی کی تحصیل مقصود ہو وہ جائز ہے اور جزئیات کا انطباق اس قائدہ کلیہ پر محتاج ہے تبحر و تفقہ کا اور تائید اصبر علی ما یقولون کی اس قصہ سے انا وجدناه صابرا کی تصریح سے ظاہر ہے۔

قصۂ چہارم و پنجم و ششم و ہفتم و نہم حضرت ابراہیم و اسحٰق و یعقوب و اسمٰعیل و الیسع و ذا الکفل علیہم السلام اجمالاً: وَاذْكُرْ عِبٰدَنَآ اِبْرٰهِيْمَ (الی قوله تعالی) وَكُلٌّ مِّنَ الْاَخْيَارِ اور ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب (علیہم السلام) کو یاد کیجئے جو ہاتھوں (سے کام کرنے) والے اور آنکھوں (سے دیکھنے) والے تھے (یعنی ان میں قوت عملیہ بھی تھی اور قوت علمیہ بھی اور) ہم نے ان کو ایک خاص بات کے ساتھ مخصوص کیا تھا کہ وہ یاد آخرت کی ہے (چنانچہ ظاہر ہے کہ انبیاء میں یہ صفت سب سے زیادہ تام اور کامل ہوتی ہے اور شاید یہ اس لئے بڑھا دیا ہو کہ اہل غفلت کے کان ہوں کہ جب انبیاء اس فکر سے خالی نہ تھے تو ہم کس شمار میں ہیں اور وہ (حضرات) ہمارے یہاں منتخب اور سب سے اچھے لوگوں میں سے ہیں (یعنی منتخب لوگوں میں سے بھی سب سے بڑھ کر چنانچہ ظاہر ہے کہ انبیاء دوسرے اولیاء وصلحاء سے افضل ہوتے ہیں) اور اسمٰعیل اور الیسع اور ذوالکفل کو بھی یاد کیجئے اور یہ سب بھی سب سے اچھے لوگوں میں سے ہیں۔

ف: ان حضرات کے قصہ سے تائید: اِصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ کی ان کے اخیار ہونے سے ہو سکتی ہے کیونکہ صبر موقوف علیہ ہے صفت اخیار کے ساتھ موصوف ہونے کا اور حضرت ذوالکفل کا قصہ سورۂ انبیاء میں گزر چکا ہے اور الیسع علیہ السلام کو الیاس علیہ السلام نے بنی اسرائیل پر اول اپنا نائب مقرر کیا پھر ان کو نبوت عطا ہو گئی كذا فی الروح عن ابن جریر۔

ربط: اوپر وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ سے اُولُوا الْاَلْبَابِ تک توحید و مجازات ورسالت کے متعلق مجمل مضمون تھا آگے کسی قدر مفصل ہے۔

تفصیل مجازات: هٰذَا ذِكْرٌ (الی قوله تعالی) اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ اَهْلِ النَّارِ ایک نصیحت کا مضمون تو یہ ہو چکا (مراد قصص انبیاء ہے کہ مکذبین کے لئے اس میں اثبات ہے مسئلہ نبوت کا اور مصدقین کے لئے اس میں تعلیم ہے اخلاق جمیلہ واعمال فاضلہ کی) اور (دوسرا مضمون مجازات کے متعلق اب شروع ہوتا ہے جسکی تفصیل یہ ہے کہ) پرہیزگاروں کے لئے (آخرت میں) اچھا ٹھکانہ ہے یعنی ہمیشہ رہنے کے باغات جن کے دروازے ان کے واسطے کھلے ہوئے ہوئے

ہونگے (ظاہر مراد یہ ہے کہ پہلے سے کھلے ہوں گے۔ کما قال تعالیٰ: ﴿حَتّٰى اِذَا جَآءُوْهَا فُتِحَتْ﴾ ...... [الزمر: ۷۱]۔ وہ ان باغوں میں تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے (اور) وہ وہاں جنت کے خادموں سے) بہت سے میوے اور پینے کی چیزیں منگوادیں گے اور ان کے پاس نیچی نگاہ والیاں ہم عمر ہونگی (مراد حوریں ہیں اے مسلمانو!) یہ (جس کا اوپر ذکر ہوا) وہ (نعمت) ہے جس کا تم سے روز حساب آنے پر وعدہ کیا جاتا ہے بیشک یہ ہماری عطا ہے اس کا کہیں ختم ہی نہیں (یعنی نعمت دائمہ ابدیہ ہے) یہ بات تو ہو چکی (جو متعلق اہل سعادت کے تھی) اور (آگے اہل شقاوت کے متعلق مضمون ہے وہ یہ کہ) سرکشوں کے لئے (یعنی جو کفر میں متبوع تھے ان کے لئے) برا ٹھکانہ ہے یعنی دوزخ اُسمیں وہ داخل ہونگے سو بہت ہی بری جگہ ہے یہ کھولتا ہوا پانی اور پیپ (موجود) ہے سو یہ لوگ اس کو چکھیں اور (اس کے علاوہ) اور بھی اسی قسم کی (ناگوار و موجب آزار) طرح طرح کی چیزیں (موجود) ہیں (اُس کو بھی چکھیں اور جو تابع تھے اُن کے لئے بھی یہی چیزیں ہیں گو تقدم و تاخر اور اشدیت اور شدت کا تفاوت ہو باقی نفس عذاب میں سب شریک ہیں چنانچہ جب متبوعین اول داخل ہو چکیں گے پھر اتباع آدینگے تو متبوعین باہم کہیں گے کہ لو) یہ ایک جماعت اور آئی جو تمہارے ساتھ (عذاب میں شریک ہونے کیلئے جہنم میں) گھس رہے ہیں ان پر خدا کی مار یہ بھی دوزخ ہی میں آرہے ہیں (یعنی کوئی تو ایسا آتا جو مستحق عذاب نہ ہوتا اسکے آنے کی خوشی بھی ہوتی اور اُس کی آؤ بھگت بھی کرتے یہ تو خود ہی جہنمی ہیں ان سے کیا امید اور ان کے آنے کی کیا خوشی اور کیا آؤ بھگت) وہ (اتباع ان متبوعین سے) کہیں گے کہ بلکہ تمہارے ہی اوپر خدا کی مار (کیونکہ) تم ہی تو یہ (مصیبت) ہمارے آگے لائے (کیونکہ تم ہی نے ہم کو بہکایا تھا) سو (جہنم) بہت ہی بُرا ٹھکانا ہے (جو تمہاری بدولت ہمارے آگے آگے آیا اس کے بعد جب ان میں ہر شخص دوسرے پر الزام رکھنے لگے گا تو اس وقت اتباع ان کا خطاب چھوڑ کر حق تعالیٰ) سے دعا کرینگے کہ اے ہمارے پروردگار جو شخص اس (مصیبت) کو ہمارے آگے لایا ہو اُسکو (دوزخ) میں دونا عذاب دیجیو (کما قال: ﴿رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ......﴾ [الأعراف: ۳۸] اور وہ لوگ (یعنی متبوعین یا سب دوزخی آپس میں) کہیں گے کہ کیا بات ہے ہم اُن لوگوں کو (دوزخ میں) نہیں دیکھتے جن کو ہم بُرے لوگوں میں شمار کیا کرتے تھے (یعنی مسلمانوں کو بدراہ اور حقیر سمجھا کرتے تھے وہ کیوں نظر نہیں آتے) کیا ہم نے (ناحق) ان کی ہنسی کر رکھی تھی (اور وہ اس قابل نہ تھے اور جہنم میں نہیں آئے) یا (کہ جہنم میں موجود ہیں مگر) ان (کے دیکھنے سے) نگاہیں چکرا رہی ہیں (کہ ان پر نظر نہیں جمتی مطلب یہ کہ عذاب کیساتھ یہ ایک اور حسرت ہوگی اور) یہ بات یعنی دوزخیوں کا آپس میں لڑنا جھگڑنا بالکل سچی بات ہے (کہ ضرور ہوگی)۔ **ف**: **معکم** سے مراد معیت زمانیہ نہیں مشارکت فی العذاب ہے اور مفتحۃ کی تقریر میں ظاہر اسلئے کہا کہ بعض نے وفتحت ابوابھا میں واؤ کو زائد کہا ہے اور اس کے قائل ہوئے ہیں کہ جنت کے دروازے اہل جنت کے پہنچنے کے بعد کھلیں گے اس صورت مفتحۃ میں صرف تفتیح مذکور ہوگی قید قبلیت کی نہ ہوگی لیکن واؤ کا زائد ہونا خلاف ظاہر ہے اور ہم عمر عورتوں کا بعض طبائع کو محبوب نہ ہونا بلکہ اپنے سے کم عمر کا محبوب ہونا دنیا میں اسلئے ہے کہ صغیرہ میں حسن و جمال و غنج و دلال زیادہ ہوتا ہے اور چونکہ وہاں یہ صفات حوروں میں بدرجہ اتم ہونگے اس لئے ہم عمری مانع محبوبیت نہ ہوگی بلکہ اور زیادہ تناسب و موانست کا ذریعہ ہوگی اور یہ ہم عمری باعتبار زمان کے نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ شکل و شمائل و ظاہری ہیئت میں ہم عمروں کا سا تشابہ ہوگا و اللّٰہ اعلم۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: اِذْ نَادٰی رَبَّهٗ ...... اس سے معلوم ہوا کہ غیر معصیت میں کاملین پر شیطان کا تسلط ممکن ہے۔ قولہ تعالیٰ: فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ بعض نے اس کو تمام حیلوں کی صحت کی اصل کہا ہے اور حقیقت میں ایسا نہیں جس حیلہ میں کسی مقصود شرعی کا ابطال لازم آوے وہ جائز نہیں اور کامل اسی قید سے تجویز کر سکتا ہے پس اسکی تجویز کو دیکھ کر اُسپر اعتراض کرنا زیبا نہیں ہے ۱۲۔ قولہ تعالیٰ: وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ اَتْرَابٌ مقام ترغیب میں اس کا ذکر کرنا دلیل ہے اس پر کہ مباح عورتوں کی طرف رغبت نہ کمال کے منافی ہے نہ حب الٰہی کے۔

اللغات: الضغث في القاموس قبضه حشيش مختلطة الرطب باليابس آه خالصة اسم فاعل اى خصلة خالصة جليلة الشان لا شوب فيها قوله ذكرى بمعنى التذكر في الروح اليسع اللام فيه زائدة لازمة لمقارنتها الوضع ولا ينا في كونه غير عربي فانها قد لزمت في بعض الاعلام الاعجمية كالاسكندر كذا في الروح وقرأ حمزة والكسائي واليسع بلامين والتشديد كان اصله ليسع بوزن فيعل دخل عليه آه ۱۲۔ اتراب جمع ترب بمعنى متارب كمثل بمعنى مماثل واصله السقوط على التراب حين الولادة فكان كناية عن المتساويين في العمر من شكله اى مثله مقتحم راكب الشدة داخل فيها قدمتموه تقديم العذاب بتاخير الرحمة اى ابعادهم عنها فالاسناد الى السبب قوله سخريا بالكسر من السخر وهو الهزء وحكى عن ابى عمرو قال ما كان من مثل العبودية فسخرى بالضم وما كان من مثل الهزء فسخرى بالكسر كذا في الروح ۱۲۔

النحو: قوله جنٰت بدل قوله مفتحة صفت جنات قوله هذا وان للطّٰغين خبر لمبتدأ محذوف او مبتدأ لخبر محذوف اى الامر

هذا۔ قوله هذا فليذوقوه حميم هذا مبتدأ خبره وغساق وما بينها معترض قوله وآخر مبتدأ خبره محذوف اى ولهم عذاب آخر ومن شكله صفة الآخر وازواج صفة ثانية له وآخر وان كان مفردا لكنه متعدد معنى لان العذاب انواع قوله لا مرحبا بهم وهو مفعول به لفعل واجب الاضمار وبهم بيان للمدعو عليهم وتكون الباء للبيان قوله ام زاغت ام متصلة والمقابلة باعتبار اللازم لان وقوع الاستسخار يدل على عدم كونهم فى النار فالمعنى اتخذناهم سخريا وليسوا فى النار ام هم فى النار لكن زاغت عنهم الابصار قوله تخاصم بدل من محل اسم ان او خبر لمبتدأ مقدر اى هو ۱۲۔

البلاغۃ: قوله شراب لم يوصف بالكثرة لان العادة ان الماكول يكون انواعه اكثر من انواع المشروب قوله لا مرحبا المراد بذلك مثبتا الدعاء بالخير مطلقا ومنفيا الدعاء بالسوء مطلقا ۱۲۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ ۖ وَّمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۶۵﴾ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ﴿۶۶﴾ قُلْ هُوَ نَبَؤٌا عَظِيْمٌ ﴿۶۷﴾ اَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُوْنَ ﴿۶۸﴾ مَا كَانَ لِىَ مِنْ عِلْمٍۢ بِالْمَلَاِ الْاَعْلٰٓى اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿۶۹﴾ اِنْ يُّوْحٰٓى اِلَىَّ اِلَّآ اَنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۷۰﴾ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ ﴿۷۱﴾ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِىْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ﴿۷۲﴾ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ﴿۷۳﴾ اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ اِسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۴﴾ قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَىَّ ۭ اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْعَالِيْنَ ﴿۷۵﴾ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۭ خَلَقْتَنِىْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ﴿۷۶﴾ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ﴿۷۷﴾ وَّاِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِىْٓ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۷۸﴾ قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِىْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۷۹﴾ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿۸۰﴾ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴿۸۱﴾ قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۲﴾ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۸۳﴾ قَالَ فَالْحَقُّ ۡ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ ﴿۸۴﴾ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۵﴾ قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ﴿۸۶﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ ﴿۸۸﴾

ع ۵ ۱۴

آپ کہہ دیجئے کہ میں تو تم کو عذاب خداوندی سے ڈرانے والا ہوں اور اللہ واحد غالب کے کوئی لائق عبادت نہیں ہے وہ پروردگار ہے آسمانوں اور زمین اور ان چیزوں کا جو ان کے درمیان میں ہیں (اور وہ) زبردست بڑا بخشنے والا ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ یہ ایک عظیم الشان مضمون ہے۔ جس سے تم (بالکل ہی) بے پروا ہو رہے ہو۔ مجھ کو عالم بالا کی بحث (گفتگو) کی کچھ خبر نہ تھی جبکہ وہ تخلیق آدم کے بارے میں جھگڑ رہے تھے۔ میرے پاس (جو) وحی آتی ہے (تو) اسی سبب سے آتی ہے کہ میں منجانب اللہ صاف صاف ڈرانے والا بھیجا گیا ہوں۔ جب اس کو پورا بنا چکوں اور اس میں (اپنی طرف) سے جان ڈال دوں تو تم سب اس کے آگے سجدہ میں گر پڑنا سو (جب اللہ نے اس کو بنا لیا) تو سارے کے سارے فرشتوں نے (آدم کو) سجدہ کیا مگر ابلیس نے کہ وہ غرور میں آ گیا اور کافروں میں سے ہو گیا۔ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابلیس جس چیز کو میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا۔ اس کو سجدہ کرنے سے تجھ کو کون سی چیز مانع ہوئی کیا تو غرور میں آ گیا (اور واقع میں بڑا نہیں ہے) یا یہ کہ تو (واقع میں ایسے) بڑے درجوں والوں میں ہے۔ کہنے لگا (شق ثانی واقع ہے یعنی) میں آدم سے بہتر ہوں (کیونکہ) آپ نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا ہے اور اس (آدم) کو خاک سے پیدا کیا ہے۔ ارشاد ہوا کہ تو (اچھا پھر) آسمان سے نکل کیونکہ بے شک (اس حرکت سے) مردود ہو گیا اور بے شک تجھ پر میری لعنت رہے گی قیامت کے دن تک کہنے لگا تو پھر مجھ کو مہلت دیجئے قیامت کے دن تک ارشاد ہوا کہ جب تو مہلت مانگتا ہے تو (جا) تجھ کو وقت معین کی تاریخ تک مہلت دی گئی کہنے لگا جب مجھ کو مہلت مل گئی ہے تو (مجھ کو بھی تیری عزت کی قسم کہ میں ان سب کو گمراہ کروں گا۔ آپ ان بندوں کے جو ان میں منتخب کئے گئے ہیں۔ ارشاد ہوا کہ میں سچ کہتا ہوں اور میں تو ہمیشہ ہی کہا کرتا ہوں کہ میں تجھ سے اور جو ان

میں تیرا ساتھ دے ان سے دوزخ کو بھر دوں گا۔ آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس قرآن کی تبلیغ پر نہ کچھ معاوضہ چاہتا ہوں اور نہ کچھ بدلہ اور نہ میں بناوٹ کرنے والوں میں ہوں۔ یہ قرآن تو اللہ کا کلام اور بس دنیا جہان والوں کے لئے نصیحت ہے اور تھوڑے دنوں پیچھے تم کو اس کا حال معلوم ہو جائے گا۔

تفسیر ربط: مضامین ثلثہ میں سے جن کا ذکر اوپر کی سُرخی میں ہوا ہے مجازات کی تفصیل مذکور ہو چکی ہے آگے نبوت اور توحید کا مضمون ہے اور چونکہ رسالت سے توحید کی خوب تحقیق ہوتی ہے اس لئے مثل تمام سورت کے یہاں بھی سیاق کلام ناظر الی الرسالت زیادہ ہے۔

تحقیق توحید ورسالت: قُلْ اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ (الی قولہ تعالی) اِنْ یُّوْحٰۤى اِلَیَّ اِلَّاۤ اَنَّمَاۤ اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ آپ کہہ دیجئے کہ (تم جو رسالت اور توحید کے مسئلہ میں تکذیب وانکار کرتے ہو تو تمہارا ہی نقصان ہے میرا کچھ ضرر نہیں کیونکہ) میں تو (تم کو صرف عذاب خداوندی سے) ڈرانیوالا (پیغمبر) ہوں (چنانچہ ابھی اوپر بیان مجازات میں عذاب سے انذار ہو بھی چکا ہے) اور (جیسا میرا رسول اور منذر ہونا واقعی ہے اسی طرح توحید بھی امر حق ہے یعنی) بجز اللہ واحد غالب کے کوئی لائق عبادت کے نہیں ہے وہ پروردگار ہے آسمانوں اور زمین کا اور اُن چیزوں کا جو اُن کے درمیان میں ہیں (اور وہ) زبردست (اور گناہوں کا) بڑا بخشنے والا ہے (اور چونکہ توحید کو تو کسی درجہ میں وہ لوگ مانتے بھی تھے اور رسالت کے بالکل ہی منکر تھے اس لئے رسالت کی مزید تحقیق کے لئے ارشاد ہے کہ اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آپ کہہ دیجئے کہ یہ (یعنی اللہ تعالیٰ کا مجھ کو توحید وشرائع کی تعلیم کیلئے رسول بنانا جو مفہوم ہے کلام سابق سے) ایک عظیم الشان مضمون ہے جس (کا تم کو بڑا اہتمام چاہئے تھا مگر افسوس کہ اُس) سے تم (بالکل ہی) بے پرواہو رہے ہو (اور اُسکے نبأ عظیم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ حصول سعادت حقیقیہ کا بدون اس کے اعتقاد کے ممتنع ہے آگے اثبات رسالت کی ایک دلیل ہے وہ یہ کہ) مجھ کو عالم بالا (کی بحث وگفتگو) کی (کسی ذریعہ سے) کچھ خبر نہ تھی جبکہ وہ (تخلیق آدم کے بارہ میں جس کی تفصیل آگے آتی ہے اللہ تعالیٰ سے مستفیدانہ) گفتگو کر رہے تھے (کیونکہ ذریعہ اطلاع یا مشاہدہ ہے اور وہ مفقود یا نقل ہے سو اہل کتب سے میرا اختلاط نہیں یا تلقی عن الغیب ہے پس یہ متعین ہے سو اس سے یہ ثابت ہو گیا کہ) میرے پاس (جو) وحی (آتی ہے جس سے احوال ملأ اعلیٰ بھی معلوم ہوتے ہیں تو) محض اس سبب سے آتی ہے کہ میں (منجانب اللہ) صاف صاف ڈرانیوالا (کر کے بھیجا گیا) ہوں (یعنی چونکہ مجھکو پیغمبری ملی ہے اس لئے وحی نازل ہوتی ہے پس واجب ہے کہ تم میری رسالت کی تصدیق کرو)۔ **ف**: اللہ تعالیٰ سے ملائکہ کی گفتگو کو مجازاً اختصام کہا گیا کہ ظاہراً مشابہ اختصام کے تھی کذا فی الخازن۔ ربط: اوپر علم احوال ملأ اعلیٰ وقت الاختصام بالوحی سے استدلال تھا رسالت پر آگے قصۂ آدم علیہ اسلام میں ان احوال کی حکایت ہے اور اس قصہ کو قصص سابقہ کے ساتھ تائید رسالت میں تو اشتراک ہے اور تعلیم صبر کے اعتبار سے اشتراک نہیں کیونکہ اس میں اس کا قصد نہیں ہے اور گو اس قصہ میں اختصام مذکور کا بیان نہیں ہے لیکن زمانۂ اختصام کے واقعات کا بیان ہے پس اذ قال بدل ہو جاویگا اذ یختصمون سے اور وہ متعلق ہوگا ایک محذوف کے جس کو مقام مقتضی ہے یعنی ما کان لی علم بحال الملأ الاعلی وقت الاختصام اور قصہ تفصیل ہوگا اس حال کی پس یہ شبہ نہ رہا کہ یہاں اختصام کا تو بیان کیا نہیں گیا اور سورۂ بقرہ پر حوالہ اسلئے خلاف ظاہر ہے کہ وہ مدنی ہے اور نزول میں سورۂ ص سے متاخر خوب سمجھ لیا جاوے۔

قصۂ دہم آدم علیہ السلام: اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ (الی قولہ تعالی) وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِیْنَ (وہ اختصام مذکور اس وقت ہوا تھا) جبکہ آپ کے رب نے فرشتوں سے ارشاد فرمایا کہ میں گارے سے ایک انسان کو (یعنی اس کے پتلے کو) بنانیوالا ہوں سو میں جب اس کو (یعنی اُس کے اعضائے جسمانیہ کو) پورا بنا چکوں اور اُس میں اپنی طرف سے) جان ڈال دوں تو تم سب اُس کے روبرو سجدہ میں گر پڑنا سو (جب اللہ تعالیٰ نے اس کو بنا لیا تو) سارے کے سارے فرشتوں نے (آدم علیہ السلام کو) سجدہ کیا مگر ابلیس نے کہ وہ غرور میں آ گیا اور کافروں میں سے ہو گیا حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابلیس جس چیز کو میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا (یعنی جس کے ایجاد کی طرف خاص عنایت ربانیہ متوجہ ہوئی یہ تو اُس کا شرف فی نفسہ ہے اور پھر اُس کے سامنے سجدہ کرنے کا حکم بھی دیا گیا کما قال تعالی :اذ امرتك) اس کو سجدہ کرنے سے تجھ کو کون چیز مانع ہوئی کیا تو غرور میں آ گیا (اور واقع میں بڑا نہیں ہے) یا یہ کہ تو (واقع میں ایسے) بڑے درجہ والوں میں ہے (جس کو سجدہ کا حکم ہی کرنا زیبا نہیں) کہنے لگا کہ (شق ثانی واقع ہے یعنی میں آدم سے بہتر ہوں (کیونکہ) آپ نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا ہے اور اس (آدم) کو خاک سے پیدا کیا ہے (پس مجھ کو حکم دینا کہ اس کے سامنے سجدہ کروں خلاف حکمت ہے) ارشاد ہوا تو (اچھا پھر) آسمان سے نکل کیونکہ بیشک تو (اس حرکت سے) مردود ہو گیا اور بیشک تجھ پر میری لعنت رہے گی قیامت کے دن تک (اور اس کے بعد مرحوم ہونے کا احتمال ہی نہیں) کہنے لگا (کہ اگر مجھ کو آدم کی وجہ سے مردود کیا ہے) تو پھر مجھ کو (مرنے سے) مہلت دیجئے قیامت کے دن تک (تاکہ ان سے اور ان کی اولاد سے خوب بدلہ لوں) ارشاد ہوا (جب تو مہلت مانگتا ہے) تو (جا) تجھ کو معین وقت کی تاریخ تک مہلت دی گئی کہنے لگا (جب مجھ کو مہلت مل گئی) تو (مجھ کو بھی) تیری (ہی) عزت کی قسم (ہے) کہ میں ان سب کو گمراہ کرونگا بجز آپ کے ان بندوں کے جو اُن میں منتخب کئے گئے ہیں (یعنی آپ نے ان کو میرے اثر سے محفوظ رکھا ہے) ارشاد ہوا کہ میں سچ کہتا ہوں اور میں تو (ہمیشہ) سچ ہی کہتا ہوں کہ میں تجھ سے اور جو ان میں تیرا ساتھ دے اُن سب سے دوزخ کو بھر دوں گا۔ **ف**: سورۂ اعراف اور سورۂ حجر میں اس قصہ کے الفاظ

ان آیات کے ہیں اس کے متعلق ضروری مضامین ان دو مقاموں میں ملاحظہ فرما لئے جاویں اور خلق آدم کا مادہ کہیں طین آیا ہے کہیں تراب اور کہیں ﴿صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَإٍ مَّسْنُوْنٍ﴾ [الحجر : ۲٦] اوران میں کچھ تعارض نہیں کہیں مادۂ قریبہ بتلا دیا کہیں مادۂ بعیدہ۔ اور اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ کا بدل ہونا اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ سے تمہید میں لکھا گیا ہے اس پر یہ شبہ ہوتا ہے کہ وہ تو قول تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تو یہ بھی آپ کا قول ہونا چاہئے تو اس صورت میں بجائے ربک کے ربی ہوتا۔ جواب یہ ہے کہ یہ قول ہے آپ کا بعبارت حق تعالیٰ۔ رَبط : اوپر تمہید سورت میں رسالت کا حاصل سورت ہونا مذکور ہو چکا ہے جس پر مناظرانہ طرز پر کلام ہو چکا ہے اب بطرزِ ناصحانہ اسی پر سورت کا خاتمہ فرمایا جاتا ہے۔

اختتام بر کلام نصیحت التیام در نبوت خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام: قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ (الی قوله تعالی) وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَاَهٗ بَعْدَ حِيْنٍ ﴿۸۸﴾ آپ (بطور قطع عذر و اتمام حجت وقول اخیر کے) کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس قرآن (کی تبلیغ) پر نہ کچھ معاوضہ چاہتا ہوں اور نہ میں بناوٹ کرنے والوں میں ہوں (کہ بناوٹ کی راہ سے نبوت کا دعویٰ کیا ہو اور غیر قرآن کو قرآن کہہ دیا ہو یعنی اگر جھوٹ بولتا تو اُس کا منشا یا تو کوئی نفع عقلی ہوتا جس کو اجر کہا ہے اور یا کوئی عادت طبعی ہوتی جس کو تکلف کہا ہے سو یہ دونوں امر نہیں بلکہ فی الواقع) یہ قرآن تو (اللہ کا کلام اور) دنیا جہان والوں کے لئے ایک نصیحت ہے (جس کی تبلیغ کے لئے مجھ کو نبوت ملی ہے اور جس میں سراسر تمہارا ہی نفع ہے) اور (اگر وضوح حق کے بعد بھی نہیں مانتے تو) تھوڑے دنوں پیچھے تم کو اس کا حال معلوم ہو جاویگا (یعنی مرنے کے ساتھ ہی حقیقت کھل جائیگی کہ یہ حق تھا اور انکار باطل تھا مگر اُس وقت معلوم ہونے سے کچھ نفع نہیں)۔

ف: اس سورت میں قرآن کی تین جگہ مدح ہے اور تینوں جگہ اُس کو ذکر فرمایا گیا ہے اول میں ذی الذکر وسط میں لیتذکر اخیر میں ذکر للعلمین وقدتم بحمد اللّٰہ تفسیر سورۃ ص لخمس عشرۃ خلون من ربیع الاول یوم الاثنین ۱۳۲۵ھ۔ والحمد للّٰہ والسّلام علی رسول اللّٰہ وعلی جمیع انبیاء اللہ و اولیاء اللّٰہ و اصفیاء اللّٰہ۔

ترجمہ مسائل السلوک : قولہ تعالیٰ: مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ ...... بعض اہل اشارہ نے یدین کی تاویل صفت لطف وقہر سے کی ہے اور باقی صفات ان ہی دو کی طرف راجع ہیں تو اس سے انسان کا مظہر جامع ہونا معلوم ہوا۔ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ اس سے تکلف کی مذمت ثابت ہوتی ہے جس میں آج کل اکثر علماء ومشائخ تک مبتلا ہیں۔ سورۂ صٓ تمام ہوئی۔

اَلنَّحْوُ : قوله الا انما بتقدير اللام ای لانما هكذا قال غير واحد والمسند اليه في يوحى هو الحدث ای يوقع الوحی الی ۱۲۔ قوله فالحق مبتدأ لخبر محذوف او خبر لمبتدأ محذوف وهو قولی على كلا التقديرين والحق اقول مفعول به وفعل وفی القراء ة فالحق بالنصب اما منصوب بنزع الخافض ای بالحق كما قالوا او مفعول الفعل محذوف ای اقول كما اقول ولا تكرار كما يظهر بالترجمة ۱۲۔ قوله عليه وقوله ان هو وقوله نباَهٗ الضمائر راجعة الى القرآن لدلالة المقام عليه۱۲۔

سُورَةُ الزُّمَرِ

سُورَةُ الزُّمَرِ ۳۹ مَكِّيَّةٌ ۵۹ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ۷۵ رُكُوْعَاتُهَا ۸

سورۃ الزمر مکہ میں نازل ہوئی — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں — اس میں ۷۵ آیات اور ۸ رکوع ہیں

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿۱﴾ اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ﴿۲﴾ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ؕ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ؕ۬ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ ﴿۳﴾ لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۴﴾ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اَلَا هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ﴿۵﴾ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ؕ يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ﴿۶﴾

(وقف لازم)

یعنی مرنے کے ساتھ ہی حقیقت کھل جائے گی کہ یہ حق تھا۔ یہ نازل کی ہوئی کتاب ہے اللہ غالب حکمت والے کی طرف سے ہم نے ٹھیک طور پر اس کتاب کو آپ کی طرف نازل کیا ہے۔ سو آپ (قرآن کی تعلیم کے موافق) خالص اعتقاد کر کے اللہ کی عبادت کرتے رہئے۔ یاد رکھو کہ عبادت جو (شرک) سے خالص ہو اللہ ہی کے لئے سزاوار ہے اور جن لوگوں نے اللہ کے سوا اور شرکاء تجویز کر رکھے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ ہم تو ان کی پرستش صرف اس لئے کرتے ہیں کہ وہ ہم کو اللہ کا مقرب بنا دیں تو ان کے اور (ان کے مقابل اہل ایمان کے) باہمی اختلافات کا (قیامت کے روز) اللہ تعالیٰ فیصلہ کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو راہ پر نہیں لاتا جو (قولاً) جھوٹا اور (اعتقاداً) کافر ہو اگر (بالفرض) اللہ تعالیٰ کسی کو اولاد بنانے کا ارادہ کرتا تو ضرور اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہتا منتخب فرماتا وہ پاک ہے وہ ایسا اللہ ہے جو واحد ہے زبردست ہے۔ اس نے آسمان و زمین کو حکمت سے پیدا کیا وہ رات کی (ظلمت) کو دن (کی روشنی کے عمل یعنی ہوا) پر لپیٹتا ہے اور دن کی (روشنی) کو رات پر لپیٹتا ہے اور اس نے ایک سورج اور چاند کو کام میں لگا رکھا ہے (کہ ان میں سے) ہر ایک وقت مقررہ تک چلتا رہے گا۔ یاد رکھو کہ وہ زبردست ہے بڑا بخشنے والا ہے۔ اس نے تم لوگوں کو تن واحد (یعنی آدمؑ) سے پیدا کیا۔ پھر اسی سے اس کا جوڑا بنایا اور (بعد اس خدوث کے) تمہارے (نفع و بقا کے) لئے آٹھ نر و مادہ چارپایوں کے پیدا کئے۔ تم کو ماؤں کے پیٹ میں ایک کیفیت کے بعد دوسری کیفیت پر بناتا ہے۔ تین تاریکیوں میں۔ یہ ہے اللہ تعالیٰ تمہارا رب اسی کی سلطنت ہے اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں (سو ان دلائل کے بعد) تم کہاں (حق سے) پھرے جا رہے ہو۔

تفسیر: سورة الزمر مكية الى قوله تعالٰى قل يا عبادى الآية وايها خمس وسبعون او اثنان وسبعون كذا فى البيضاوى۔

ربط: جیسے سورۂ سابقہ میں زیادہ مضامین متعلق رسالت کے تھے اس سورت میں زیادہ مضامین متعلق توحید کے ہیں اس کا اثبات اس کا وجوب اس کے

مصدقین کی مدح اور جزا۔ اس کی ضد یعنی شرک سے نہی اس کے مکذبین یعنی مشرکین کی قدح اور سزا اور فریقین کا تفاوت حال و مآل منجملہ مضامین متعلقہ توحید کے خاص اہتمام سے مذکور ہوا ہے کہ کوئی رکوع اس سے خالی نہیں اجمالاً یا تفصیلاً اور کسی رکوع میں تعدد کے ساتھ اور بقیہ مضامین اس کے تابع ہیں جیسے حقیت قرآن جس سے سورت شروع ہو کر خاتمہ سورت سابقہ سے بھی مرتبط ہوگئی کہ قرآن آمر بالتوحید ہے اسی لئے اس کے بعد فَاعْبُدِ اللّٰهَ کو کلمۂ فاء کے ساتھ متفرع فرمایا اور بعض دوسری آیات میں بھی قرآن کے برکات و منافع اسی مناسبت سے مذکور ہیں اور جیسے مضمون تسلیہ جو اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ؕ اور اِنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ ...... میں مذکور ہے کہ تکذیب توحید بھی آپؐ کے حزن کا موجب ہوتی تھی اور جیسے وعدۂ مغفرت ذنوب کہ برکات توحید میں سے ہے و نحو ذلك مما لا تخفي على من تامل وتعقل۔

احقاق توحید و ابطال اتخاذ ندید و حقیت قرآن در تمہید: بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ تَنۡزِيۡلُ الۡكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الۡعَزِيۡزِ الۡحَكِيۡمِ ① (الی قولہ تعالیٰ) فَاَنّٰى تُصۡرَفُوۡنَ ۞ یہ نازل کی ہوئی کتاب ہے اللہ غالب حکمت والے کی طرف سے (کہ غالب ہونا اس کا مقتضی تھا کہ جو اُس کی تکذیب کرے اُس کو سزا دیدی جاوے مگر چونکہ حکیم بھی ہے اور مہلت میں مصلحت تھی اس لئے سزا میں مہلت دے رکھی ہے) ہم نے ٹھیک طور پر اس کتاب کو آپ کی طرف نازل کیا ہے سو آپ (قرآن کی تعلیم کے موافق) خالص اعتقاد کر کے اللہ کی عبادت کرتے رہئے (جیسا اب تک کرتے رہے ہیں اور جب آپ پر بھی یہ واجب ہے تو اوروں پر تو کیوں نہیں واجب ہوگا اے لوگو) یاد رکھو عبادت جو کہ شرک سے خالص ہو اللہ ہی کے لئے سزاوار ہے (یعنی توحید واجب علی الکل ہے) اور جن لوگوں نے (عبادت خالصہ چھوڑ کر) خدا کے سوا اور شرکاء تجویز کر رکھے ہیں (اور کہتے ہیں) کہ ہم تو ان کی پرستش صرف اس لئے کرتے ہیں کہ ہم کو خدا کا مقرب بنا دیں (یعنی ہماری حوائج یا عبادات کو خدا کے حضور میں پیش کر دیں جیسا دنیا میں وزرائے دربار سلاطین میں اس کام کے ہوتے ہیں) تو ان کے (اور ان کے مقابل اہل ایمان کے) باہمی اختلافات کا (قیامت کے روز) اللہ تعالیٰ (عملی) فیصلہ کر دے گا (کہ اہل توحید کو جنت میں اور اہل شرک کو دوزخ میں داخل کر دیگا یعنی ان لوگوں کے نہ ماننے پر آپ غم نہ کریں ان کا فیصلہ وہاں ہوگا اور اس کا بھی تعجب نہ کریں باوجود قیام براہین کے یہ راہ حق پر نہیں آتے کیونکہ) اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو راہ پر نہیں لاتا جو (قولاً) جھوٹا اور (اعتقاداً) کافر ہو (یعنی منہ سے اقوال کفریہ اور دل سے عقائد کفریہ پر مصر ہو اور اس سے باز نہ آنے کا اور طلب حق کا قصد ہی نہ کرتا ہو تو اس کے اس عناد سے اللہ تعالیٰ بھی اس کو توفیق ہدایت کی نہیں دیتا اور چونکہ مشرکین میں بعضے خدا کی طرف اولاد کی نسبت کرتے تھے جیسے ملائکہ کو بنات اللہ کہتے تھے آگے ان کا رد ہے کہ) اگر (بالفرض) اللہ تعالیٰ (کسی کو اولاد بناتا تو بوجہ اس کے کہ بدوں ارادۂ خداوندی کوئی فعل واقع نہیں ہوتا اول اولاد بنانے کا ارادہ کرتا اور اگر) کسی کو اولاد بنانے کا ارادہ کرتا تو (چونکہ ماسوا اللہ سب مخلوق ہیں اس لئے) ضرور اپنی مخلوق (ہی) میں سے جس کو چاہتا (اس امر کیلئے) منتخب فرماتا (اور لازم باطل ہے کیونکہ) وہ (عیوب سے) پاک ہے (اور اولاد غیر جنس ہونا عیب ہے پس مخلوق کا ولدیت کیلئے منتخب ہونا محال پس ارادۂ اتخاذ ولد بھی محال اور موقوف علیہ کا استحالہ مستلزم استحالۂ موقوف ہے پس استحالہ ارادہ سے استحالہ فعل اتخاذ بھی لازم ہوا پس شرک کی یہ صورت بھی باطل ہوئی پس ثابت ہو گیا کہ) وہ ایسا اللہ ہے جو واحد ہے (کہ اس کا کوئی شریک بالفعل نہیں اور) زبردست ہے (اس کا کوئی شریک بالقوہ بھی نہیں کیونکہ صلاحیت جب ہوتی جب کوئی ویسا ہی زبردست ہوتا وھو منتف آگے دلائل توحید ارشاد فرماتے ہیں کہ) اس نے آسمان اور زمین کو حکمت سے پیدا کیا وہ رات (کی ظلمت) کو دن (کی روشنی کے محل یعنی ہوا) پر لپیٹتا ہے (جس سے دن غائب اور رات آموجود ہوتی ہے) اور دن (کی روشنی) کو رات (کی ظلمت کے محل یعنی ہوا) پر لپیٹتا ہے (جس سے رات غائب اور دن آموجود ہوتا ہے) اور اُس نے سورج اور چاند کو کام میں لگا رکھا ہے کہ (ان میں) ہر ایک وقت مقرر تک چلتا رہیگا یاد رکھو کہ (ان دلائل کے بعد انکار توحید سے اندیشہ عذاب ہے اور اللہ تعالیٰ اس پر قادر بھی ہے کیونکہ وہ زبردست ہے (لیکن اگر بعد انکار کے بھی کوئی تسلیم کر لے تو انکار گزشتہ پر عذاب نہ دیگا کیونکہ وہ) بڑا بخشنے والا (بھی) ہے اس سے توحید کی ترغیب اور شرک سے ترہیب ہوگئی اور اوپر استدلال تھا دلائل آفاقیہ سے آگے استدلال ہے دلائل انفسیہ سے گو بعض مافی الآفاق بھی تبعاً مذکور ہو گئے یعنی) اُس نے تم لوگوں کو تنِ واحد (یعنی آدم علیہ السلام) سے پیدا کیا (کہ اول وہ تنِ واحد پیدا ہوا) پھر اُسی سے اُس کا جوڑا بنایا (مراد اس سے حواؑ ہیں آگے پھر اُن سے تمام آدمی پھیلا دیئے) اور (بعد حدوث کے) تمہارے (نفع بقاء کے) لئے آٹھ نر و مادہ چارپایوں کے پیدا کئے (جن کا ذکر پارۂ ہشتم کے ربع پر رکوع وَهُوَ الَّذِيۡۤ اَنۡشَاَ جَنّٰتٍ میں آیا ہے اور ان کی تخصیص اسلئے کہ یہ زیادہ کام میں آتے ہیں یہی ہے وہ جزو جو مافی الآفاق میں سے تبعاً مذکور ہو گیا اور تبعاً اس لئے کہا گیا کہ مقصود بیان کرنا ہے بقائے انفس کے اور یہ اسباب بقاء میں سے ہے آگے کیفیت خلقت نسل انسان کی فرماتے ہیں کہ) وہ تم کو ماؤں کے پیٹ میں ایک کیفیت کے بعد دوسری کیفیت پر (اور دوسری کیفیت کے بعد تیسری کیفیت پر وعلی ہذا مختلف کیفیات پر) بناتا ہے (کہ اول نطفہ ہوتا ہے پھر علقہ پھر مضغہ الی آخرہ اور یہ بنانا) تین تاریکیوں میں (ہوتا ہے ایک تاریکی شکم کی دوسری رحم کی تیسری اُس جھلی کی جس میں بچہ لپٹا ہوتا ہے پس خلق علی الکیفیات المختلفہ کمال قدرت کی دلیل ہے اور ظلمات ثلثہ میں پیدا کرنا کمال علم کی دلیل ہے) یہ ہے اللہ تمہارا رب (جس کی صفات ابھی تم

نے سنیں) اُسی کی سلطنت ہے اُس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں سو (ان دلائل کے بعد) تم کہاں (حق سے) پھرے چلے جا رہے ہو (بلکہ واجب ہے کہ توحید کو قبول کرو اور شرک کو چھوڑ دو)

ف: خلق زوج من نفس واحدة کا بیان شروع سورۂ نساء میں ہو چکا ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ۔ اس میں اخلاص کا امر ہے اور اپنے اطلاق سے سب مراتب کو شامل ہے۔ قولہ تعالیٰ: مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا ...... اس میں دلالت ہے کہ خواص باری تعالیٰ کا غیر کے لئے اثبات مطلقاً مذموم ہے اور اس میں ما بالذات اور ما بالعرض کا فرق کچھ نافع نہیں۔ قولہ تعالیٰ: اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ ...... روح میں ہے کہ اس میں (بالنظر الی عموم اللفظ) اُس شخص کی تہدید کی طرف اشارہ ہے جو اپنے لئے ولایت کے کسی رتبہ کا جھوٹا دعویٰ کرے اور لَا يَهْدِيْ میں اُسکے حرمان کی طرف اشارہ ہے۔ قولہ تعالیٰ: يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ ...... روح میں ہے کہ اس میں (بطریق قیاس النظیر علی النظیر) سائرین الی اللہ کے احوال کے تعاقب کی طرف اشارہ ہے جیسے قبض و بسط و صحو و سکر و جمع و فرق و تجلی و استتار و غیر ذلک ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله** قبل ما نعبدهم کہتے ہیں اشارة الى تقدير الكلام هكذا والذين اتخذوا من دونه اولياء قائلين فالخبر ان الله يحكم ۱۲۔ ۲ **قوله** في يختلفون اوران کے مقابل اشارة الى ان الضمير راجع الى المشركين المذكور لا الى الموحدين الغير المذكور المدلول عليه بالمذكور ۱۲۔ ۳ **قوله** قبل ثم جعل منها زوجها وہ تن واحد پیدا ہوا اشارة الى تقدير المعطوف عليه فصح التراخي المدلول بثم ۱۲۔ ۴ **قوله** في انزل لكم پیدا کئے اشارة الى كون الانزال مجازا عن الاحداث والعلاقة بينهما الظهور بعد الخفاء ۱۲۔

البلاغۃ: قوله يكور هو فى الاصل اللف واللى والمراد يغشى احدهما الآخر اى يذهب احدهما ويغشى مكانه الآخر اى يلبسه مكانه فيصير اسود مظلما بعد ما كان ابيض منيرا وبالعكس فالمغشى حقيقة المكان وجعل احاطته على محاط الآخر احاطة عليه مجازا من الروح مختصرا ۱۲۔

اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ ۟ وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۚ وَاِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ ؕ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهٗ مُنِيْبًا اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَا خَوَّلَهٗ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُوْۤا اِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا ۖ اِنَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۝ اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَيَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝ ع ۱۵ قُلْ يٰعِبَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ؕ وَاَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ؕ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝

اگر تم کفر کرو گے تو اللہ تعالیٰ حاجتمند نہیں اور وہ اپنے بندوں کے لئے کفر کو پسند نہیں کرتا اور اگر تم شکر کرو گے تو اس کو تمہارے لئے پسند کرتا ہے اور کوئی کسی (کے گناہ) کا بوجھ نہیں اٹھاتا۔ پھر اپنے پروردگار کے پاس تم کو لوٹ کر جانا ہوگا۔ سو وہ تم کو تمہارے سب اعمال جتلا دے گا۔ وہ دلوں تک کی باتوں کا جاننے والا ہے اور (مشرک) آدمی کو جب کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے پروردگار کو اس کی طرف رجوع ہو کر پکارنے لگتا ہے پھر جب اللہ تعالیٰ اس کو اپنے پاس سے نعمت (امن و آسائش کی) عطا فرما دیتا ہے تو جس کے لئے پہلے سے (اللہ کو) پکار رہا تھا۔ اس کو بھول جاتا ہے اور اللہ کے شریک بنانے لگتا ہے۔ جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ سے (دوسروں کو) گمراہ کرتا ہے آپ ایسے شخص سے کہہ دیجئے کہ اپنے کفر کی بہار تھوڑے دنوں اور لوٹ لے (پھر آخر کار تو) دوزخیوں میں سے ہونے والا ہے۔ بھلا جو شخص اوقات شب میں سجدہ قیام (یعنی نماز) کی حالت میں عبادت کر رہا ہو آخرت سے ڈر رہا ہو اور اپنے پروردگار کی رحمت کی اُمید کر رہا ہو۔ آپ کہئے کیا علم والے اور جہل والے (کہیں) برابر ہوتے ہیں۔ وہی لوگ نصیحت پکڑتے ہیں جو اہل عقل (سلیم) ہیں۔ آپ (مؤمنین کو میری طرف سے) کہئے کہ اے میرے ایمان والے بندو! تم اپنے پروردگار سے

ڈرتے رہو۔ جو لوگ اس دنیا میں نیکی کرتے ہیں ان کے لئے نیک صلہ ہے اور اللہ کی زمین فراخ ہے مستقل مزاج والوں کو ان کا صلہ بے شمار ہی ملے گا۔

تفسیر ربط : اوپر احقاق توحید وابطال شرک کا مضمون تھا آگے کفر وشرک کا قبح اور ناپسندیدہ ہونا اور اہل کفر کی مذمت اور اُس پر تہدید اور ایمان کا پسندیدہ ہونا اور اہل ایمان واخلاص کی مدح اور اُن سے وعدۂ لطف مزید ہے۔

ذم و وعید مشرکین و مدح و وعدۂ مؤمنین : اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنْكُمْ (الی قوله تعالى) اِنَّمَا یُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ (اے لوگو تم نے کفر وشرک کا بطلان سن لیا اس کے بعد) اگر تم کفر کرو گے (جس میں شرک بھی داخل ہے) تو خدا تعالیٰ (کا کوئی ضرر نہیں کیونکہ وہ) تمہارا (اور تمہاری عبادت کا) حاجتمند نہیں (کہ تمہارے عبادت توحید اختیار نہ کرنے سے کچھ اُس کو ضرر پہنچے) اور (یہ بات ضرور ہے کہ) وہ اپنے بندوں کے لئے کفر کو پسند نہیں کرتا (کیونکہ کفر سے بندوں کو ضرر پہنچتا ہے) اور اگر تم شکر کرو گے (جس کی فرد اعظم اور دوسرے افراد کی موقوف علیہ ایمان ہے) تو (اس کو کوئی نفع نہیں مگر چونکہ تمہارا نفع ہے اس لئے وہ) اُس کو تمہارے لئے پسند کرتا ہے اور (چونکہ ہمارے یہاں قاعدہ مقرر ہے کہ) کوئی کسی کا بوجھ (گناہ کا) نہیں اُٹھاتا (اس لئے کفر کر کے یوں بھی نہ سمجھنا کہ ہمارا کفر دوسرے کے نامہ اعمال میں کسی وجہ سے درج ہو جاویگا اور ہم بری ہو جاوینگے خواہ اس وجہ سے کہ ہم دوسروں کے متبع ہیں معاصرین کے یا آبائے اقدمین کے خواہ اس وجہ سے کہ دوسرے وعدہ اس اٹھا لینے کا کرتے ہیں جیسا بعض کفار کہا کرتے تھے : وَلْنَحْمِلْ خَطٰیٰكُمْ [العنکبوت : ۱۲] غرض یہ نہ ہوگا بلکہ تمہارا کفر تمہارے جرائم میں لکھا جاویگا) پھر اپنے پروردگار کے پاس تم کو لوٹ کر جانا ہوگا سو وہ تم کو تمہارے اعمال جتلا دیگا اور سزا دیگا پس یہ گمان بھی غلط ہے کہ ان اعمال کی پیشی کا وقت نہ آویگا اور) وہ دلوں تک کی باتوں کا جاننے والا ہے (پس یہ گمان بھی مت کرنا کہ ہمارے کفر کی شاید اس کو اطلاع نہ ہو جیسا حدیثوں میں ہے کہ بعض لوگوں میں گفتگو ہوئی کہ معلوم نہیں اللہ تعالیٰ ہماری باتیں سنتا ہے یا نہیں کسی نے کچھ جواب دیا کسی نے کچھ جواب دیا جس پر یہ آیت نازل ہوئی : ﴿وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَتِرُوْنَ اَنْ یَّشْهَدَ﴾ [حٰمٓ السجدة : ۲۲]) اور (مشرک) آدمی (کی حالت یہ ہے کہ اُس) کو جب کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے رب (حقیقی) کو اسی کی طرف رجوع ہو کر پکارنے لگتا ہے (اور سب معبودین کو بھول جاتا ہے) پھر جب اللہ تعالیٰ اس کو اپنے پاس سے نعمت (امن وآسائش کی) عطا فرما دیتا ہے تو جس (تکلیف کے دفع کرنے) کے لئے پہلے سے (خدا کو) پکار رہا تھا اس کو بھول جاتا ہے (اور غافل ہو جاتا ہے) اور خدا کے شریک بنانے لگتا ہے جس کا اثر (علاوہ اپنے ضلال کے) یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ سے دوسروں کو (بھی) گمراہ کرتا ہے (اور اگر اس مصیبت کو پیش نظر رکھتا تو اس کا مقتضا کہ اخلاص فی التوحید ہے نیز باقی رہتا یہ مشرک کی مذمت ہوگئی آگے تہدید ہے کہ) آپ (ایسے شخص سے) کہہ دیجئے کہ اپنے کفر کی بہار تھوڑے دنوں اور لوٹ لے (پھر آخر کار) تو دوزخیوں میں سے ہونے والا ہے (آگے اہل توحید کی مدح وبشارت ہے یعنی) بھلا جو شخص (برعکس حال مشرک مذکور کے) اوقات شب میں (جو عموماً غفلت کا وقت ہوتا ہے) سجدہ وقیام (یعنی نماز) کی حالت میں عبادت کر رہا ہو (یہ تو اس کا ظاہر ہوا اور باطن یہ ہو کہ) آخرت سے ڈر رہا ہو اور اپنے پروردگار کی رحمت کی امید (بھی) کر رہا ہو (کیا ایسا شخص اور مشرک مذکور برابر ہو سکتے ہیں ہرگز نہیں بلکہ یہ قانت مداوم علی العبادت وساجد وقائم وخائف وراجی محمود ہے اور مشرک جو مطلب نکال لینے کے بعد اخلاص کو چھوڑ دیتا ہے مذموم ہے اور چونکہ ان عبادات کے ترک کو کفار مذموم نہ سمجھتے تھے اس لئے اس تفاوت کی بناء پر محمودیت ومذمومیت کے حکم میں ان کو خفاء وکلام ہو سکتا تھا اس لئے آگے اس سے زیادہ واضح اور مسلم عنوان سے اس حکم کا اثبات فرماتے ہیں یعنی اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) آپ (ان سے بایں عنوان) کہئے کہ کیا علم والے اور جہل والے (کہیں) برابر ہوتے ہیں (چونکہ جہل کو ہر شخص بُرا سمجھتا ہے اس کے جواب میں اُنکی طرف سے بھی یہی کہا جا سکتا ہے کہ اہل جہل مذموم ہیں آگے یہ ثابت کرنا رہ جاویگا کہ صاحب عمل صاحب علم ہے اور معرض عن العمل صاحب جہل ہے سو یہ امر ذرا تامل سے ثابت ہے اور ہر چند کہ اس بیان سے کفر واہل کفر کا مذموم اور ایمان واہل ایمان کا محمود ہونا ثابت ہو گیا لیکن پھر بھی) وہی لوگ نصیحت پکڑتے ہیں جو اہل عقل (سلیم) ہیں (اور جب اہل اطاعت کا عند اللہ محمود ہونا معلوم ہو گیا تو اطاعت کی ترغیب دینے کیلئے) آپ (مومنین کو میری طرف سے) کہہ دیجئے کہ اے میرے ایمان والے بندو تم اپنے پروردگار سے ڈرتے رہو (یعنی مداوم علی الطاعات محترز عن المعاصی رہو کہ یہ سب فرع ہیں تقویٰ کی آگے اس کا ثمرہ ہے کہ) جو لوگ[1] اس دنیا میں نیکی کرتے ہیں اُن کے لئے نیک صلہ ہے (آخرت میں تو ضروراً اور دنیا میں بھی باطناً یعنی راحت ضرور اور کبھی ظاہراً بھی) اور (اگر وطن میں کوئی نیکی کرنے سے مانع ہو تو ہجرت کر کے دوسری جگہ چلے جاؤ کیونکہ) اللہ کی زمین فراخ ہے (اور اگر ترک وطن میں کچھ تکلیف پہنچے تو اس میں استقلال رکھو کیونکہ دین میں) مستقل رہنے والوں کو ان کا صلہ بیشمار ہی ملے گا (پس اس سے ترغیب اطاعت کی ہو گئی) **ف** : بے شمار کنایہ ہے کثیر سے کیونکہ تناہی اشیاء کی ثابت ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک : قوله تعالى : اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّیْلِ سَاجِدًا وَّ قَآئِمًا ...... روح میں ہے کہ یہ مشیر ہے آداب عبودیت کی ظاہراً وباطناً بلا فتور وبلا تقصیر اہتمام کی طرف ۱۲۔

الحواشی: (۱) كذا في الجلالين قولا واحدا ففي هذه الدنيا قيد لاحسنوا والقول الثاني تفسير الحسنة بالصحة والعافية ففي هذه الدنيا قيد لحسنة والتفسير الاول قول مقاتل والثاني قول السدى كذا في المعالم وذوقي يشهد بترجيح الثاني ۱۲ منه۔

اختلاف القراءۃ: قوله يرضه وفي قراءة بالاشباع والقاعدة ان الهاء ان سكن ما قبلها لم تشبع نحو عليه واليه وان تحرك اشبعت نحو به وغلامه وههنا قبلها ساكن تقديرا وهو الالف المحذوفة للجازم فان جعلت موجودة حكما لم تشبع وان قطع النظر عنها اشبعت قوله ام من هو وفي قراءة امن بتخفيف الميم فالهمزة للاستفهام ومن موصوفة وفي قراءة التشديد ام منقطعة بمعنى بل والهمزة وفي كلا الحالين من مبتدأ محذوف الخبر وهو كمن ليس كذالك ۱۲۔

اللغات: خوله اعطاه ۱۲

النحو: بغير حساب حال من اجرهم قوله يدعو اليه الكلام على حذف مفعول الفعل وحذف المضاف الى المجرور اى نسى الضر الذى كان يدعو ربه الى كشفه ۱۲۔

قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ﴿۱۱﴾ وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۲﴾ قُلْ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۳﴾ قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِيْنِيْ ﴿۱۴﴾ فَاعْبُدُوْا مَا شِئْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ ۭ قُلْ اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اَلَا ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۵﴾ لَهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ ظُلَلٌ مِّنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلَلٌ ۭ ذٰلِكَ يُخَوِّفُ اللّٰهُ بِهٖ عِبَادَهٗ ۭ يٰعِبَادِ فَاتَّقُوْنِ ﴿۱۶﴾ وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْٓا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى ۚ فَبَشِّرْ عِبَادِ ﴿۱۷﴾ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ۭ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۱۸﴾ اَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ ۭ اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِي النَّارِ ﴿۱۹﴾ لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ ۙ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ڛ وَعْدَ اللّٰهِ ۭ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ ﴿۲۰﴾

آپ کہہ دیجئے کہ مجھ کو (منجانب اللہ) حکم ہوا ہے کہ میں اللہ کی اس طرح عبادت کروں کہ عبادت کو اس کے لئے خاص رکھوں اور مجھ کو یہ بھی حکم ہوا ہے کہ سب مسلمانوں میں اول میں ہوں۔ آپ بھی کہہ دیجئے اگر (بالفرضِ محال) میں اپنے رب کا کہنا نہ مانوں تو میں ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ رکھتا ہوں۔ آپ کہہ دیجئے کہ میں اللہ ہی کی عبادت اس طرح کرتا ہوں کہ اپنی عبادت کو اسی کے لئے خاص رکھتا ہوں۔ سو اللہ کو چھوڑ کر تمہارا دل جس چیز کو چاہے اس کی عبادت کرو۔ آپ کہہ دیجئے کہ پورے زیاں کار وہی لوگ ہیں جو اپنی جانوں سے اور اپنے متعلقین سے قیامت کے روز خسارہ میں پڑے ہیں۔ یاد رکھو کہ صریح خسارہ یہ ہے۔ ان کے لئے ان کے اوپر سے بھی آگ کے محیط شعلے ہوں گے اور ان کے نیچے بھی آگ کے شعلے ہوں گے۔ یہ وہی (عذاب) ہے جس سے اللہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے اے میرے بندو! مجھ سے (یعنی میرے عذاب سے) ڈرو۔ اور جو لوگ شیطان کی عبادت سے بچتے ہیں (مراد غیر اللہ کی عبادت ہے) اور ہمہ تن اللہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں وہ مستحق خوشخبری سنانے کے ہیں۔ سو آپ میرے ان بندوں کو خوشخبری سنا دیجئے جو اس کلام (الٰہی) کو کان لگا کر سنتے ہیں اور پھر اس کی اچھی اچھی باتوں پر چلتے ہیں۔ یہی ہیں جن کو اللہ نے ہدایت کی اور یہی ہیں جو اہلِ عقل ہیں۔ بھلا جس شخص پر عذاب کی (ازلی تقدیری) بات محقق ہو چکی تو آپ ایسے شخص کو جو کہ (علم الٰہی میں) دوزخ میں ہے چھڑا سکتے ہیں لیکن جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے رہے ان کے لئے (جنت کے) بالا خانے ہیں (اور) جن کے اوپر بالا خانے ہیں جو بنے بنائے تیار ہیں ان کے نیچے نہریں چل رہی ہیں۔ یہ اللہ نے وعدہ کیا ہے (اور) اللہ وعدہ خلاف نہیں کرتا۔

تفسیر ربط: اوپر کفر و شرک کا غیر مرضی اور موجب وعید شدید اور ایمان واخلاص کا مرضی و موجب وعدۂ مزید ہونا مذکور تھا آگے ایمان واخلاص کا صراحۃً مامور بہ ہونا جو مقتضا ہے اُسکے مرضی ہونے کا اور کفر و شرک کا اخاف ان عصیت میں اشارۃً منہی عنہ ہونا جو مقتضا ہے اُسکے نامرضی ہونے کا اور وعدہ و وعید مذکورین کی تکمیل و تفصیل مذکور ہے۔

امر بایمان ونہی از عصیان وثمرات آنہا از نیران وجنان: قُلْ اِنِّیْٓ اُمِرْتُ (الی قولہ تعالٰی) لَا یُخْلِفُ اللّٰہُ الْمِیْعَادَ۝ آپ کہہ دیجئے کہ مجھ کو (منجانب اللہ) حکم ہوا ہے کہ میں اللہ کی اس طرح عبادت کروں کہ عبادت کو اسی کے لئے خالص رکھوں (یعنی اس میں شائبہ شرک کا نہ ہو) اور مجھ کو یہ (بھی) حکم ہوا ہے کہ (اس امت کے لوگوں میں) سب مسلمانوں میں اول (اسلام کو حق ماننے والا) میں ہوں (اور ظاہر ہے کہ نبی کا قبول احکام میں اول ہونا ضرور ہے اور) آپ (یہ بھی) کہہ دیجئے کہ اگر (بفرض محال) میں اپنے رب کا کہنا نہ مانوں (جس کے ماننے کا اوپر حکم ہوا ہے) تو میں ایک بڑے دن کے عذاب کا (کہ وہ یوم قیامت ہے) اندیشہ رکھتا ہوں (مطلب یہ کہ توحید خالص کا وجوب اور اس کے ترک پر عذاب کا استحقاق ایسا عام ہے کہ معصوم جس میں احتمال معصیت کا ہے ہی نہیں وہ بھی اس قاعدہ سے مستثنیٰ نہیں تو غیر معصوم تو کس شمار میں ہے اور) آپ (یہ بھی) کہہ دیجئے کہ (جس بات کا مجھ کو حکم ہوا ہے جس کا ابھی ذکر ہوا ہے میں تو اسی پر کاربند بھی ہوں چنانچہ) میں تو اللہ ہی کی عبادت اس طرح کرتا ہوں کہ اپنی عبادت کو اسی کیلئے خالص رکھتا ہوں (کہ اُس میں اصلاً شائبہ شرک نہیں ہے) سو (چاہئے تو تم کو بھی ایسی ہی عبادت خالیہ عن الشرک کا اختیار کرنا لیکن اگر تم نہیں مانتے تو تم جانو اور) خدا کو چھوڑ کر تمہارا دل جس چیز (کی عبادت) کو چاہے اس کی عبادت کرو (قیامت کے دن اس کا زیاں دیکھو گے اور) آپ (ان سے یہ بھی) کہہ دیجئے کہ پورے زیاں کار وہی لوگ ہیں جو اپنی جانوں سے اور اپنے متعلقین سے قیامت کے روز خسارہ میں پڑے (یعنی نہ اپنی جان سے ان کو نفع اور تمتع ہوا کہ راحت اور نجات نصیب ہوتی اور نہ متعلقین سے تمتع ونفع ہوا کیونکہ اگر وہ اہل ناجی ہوئے تو بعد ظاہر ہے اور اگر وہ بھی اُن کے اضلال سے محروم عن النجات رہے تب بھی دوزخ کا اجتماع موجب انتفاع نہیں ہو سکتا) یاد رکھو کہ صریح خسارہ یہ ہے (کہ قیامت کے روز کہ آخری فیصلہ کا روز ہے خسارہ میں واقع ہو۔ آگے اس خسارہ کی کیفیت ہے کہ) ان کیلئے ان کے اوپر سے بھی آگ کے محیط شعلے ہونگے اور ان کے نیچے سے بھی آگ کے محیط شعلے ہونگے یہ وہی (عذاب) ہے جس سے اللہ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے (اور اس سے بچنے کی تدبیریں بتلاتا ہے کہ وہ دین حق پر عمل کرنا ہے سو) اے میرے بندو مجھ سے (یعنی میرے عذاب سے) ڈرو (اور دین حق پر عمل کرو۔ یہ حال تو کفار ومشرکین کا ہوا) اور جو لوگ شیطان کی عبادت سے بچتے ہیں (مراد غیر اللہ کی عبادت ہے جو مبنی ہے اطاعت مطلقہ شیطان پر جو حقیقت ہے عبادت کی) اور (ہمہ تن) اللہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں وہ مستحق[1] خوشخبری سنانے کے ہیں سو آپ میرے ان بندوں کو (جو مجتنب اور منیب ہیں) خوشخبری سنا دیجئے جو (اس صفت[2] کے ساتھ بھی موصوف ہیں کہ) اس کلام (الٰہی) کو کان لگا کر سنتے ہیں پھر اس کی اچھی اچھی[3] باتوں پر (کہ تمام احکام ایسے ہی کما سیاتی من قولہ تعالٰی: اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ) چلتے ہیں یہی ہیں جن کو اللہ نے ہدایت کی اور یہی ہیں جو اہل عقل ہیں (سو ان لوگوں کو بشارت دیدیجئے اور ما بہ البشارت آگے آتا ہے: لٰکِنِ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اور درمیان میں بطور تسلیہ کے کفار ومشرکین مذکورین بالا کے ایمان کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار سے خارج ہونا بیان فرماتے ہیں کہ) بھلا جس شخص پر عذاب کی (ازلی تقدیری) بات محقق ہو چکی تو کیا آپ ایسے شخص کو جو کہ (علم الٰہی میں) دوزخ میں ہے (موجبات نار سے) چھڑا سکتے ہیں (یعنی دوزخ میں جانیوالے ہیں وہ کوشش سے بھی ضلالت سے نہ نکلیں گے تو تاسف وغم بے سود ہے) لیکن جو لوگ (ایسے ہیں کہ انکے حق میں کَلِمَۃُ الْعَذَابِ محقق نہیں ہوا اور اس وجہ سے وہ آپ سے احکام سن کر) اپنے رب سے ڈرتے رہے (جنکی صفات اوپر آ چکی ہیں اِجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ...... سو) انکے لئے (جنت کے) بالا خانے ہیں جن کے اوپر اور بالا خانے ہیں جو بنے بنائے تیار ہیں (اور) اُنکے نیچے نہریں چل رہی ہیں یہ اللہ نے وعدہ کیا ہے (اور) اللہ وعدہ میں خلاف نہیں کرتا (پس ضرور ان کو یہ سب کچھ ملے گا)۔

ملحقات الترجمۃ: [1] **قولہ فی لهم البشرى** مستحق **اشارة الى كون اللام للاستحقاق ۱۲۔** [2] **قولہ فی فبشر عباد الذين** صفت کے ساتھ بھی **اشارة الى ان فيه وضع المظهر موضع المضمر ايذانا باتصافهم بصفة الاستماع والاتباع ايضا ۱۲۔** [3] **قولہ فی احسنه** اچھی اچھی **اشارة الى كون احسن بمعنى حسن وكون المراد به كل القرآن ۱۲۔**

البلاغۃ: قوله افمن حق لعل توسيط التسلية بين البشرى وما به البشرى لحرصه صلى الله عليه وسلم بذكر البشرى في اول الوهلة على ان يفوز هؤلاء ايضا بهذه البشرى وبه ظهر وجه تفريع الانقاذ على ذكر البشرى فافهم فانه من المواهب وكذا تقرير الاستدراك بلكن كما ظهر بالترجمة قوله مبنيه فائدة زيادته كما يظهر بالترجمة الايذان بكونها قد فرغ من امرها لانها مبتنى يوم القيامة وفيه من ادخال السرور ما لا يخفى ولم يوصف الغرف الاول به لان وصف الغرف الثاني به يستلزم وصف الاول به لتوقف العلو على السفل ۱۲۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَکَہٗ یَنَابِیْعَ فِی الْاَرْضِ ثُمَّ یُخْرِجُ بِہٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُہٗ ثُمَّ یَھِیْجُ فَتَرٰىہُ

مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهٗ حُطَامًا ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِی الْاَلْبَابِ ﴿۲۱﴾ اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ

فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۲﴾ اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِیَ ۖۗ

تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِیْ

بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۲۳﴾ اَفَمَنْ يَّتَّقِیْ بِوَجْهِهٖ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ

وَقِيْلَ لِلظّٰلِمِيْنَ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۲۴﴾ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا

يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۵﴾ فَاَذَاقَهُمُ اللّٰهُ الْخِزْیَ فِی الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَلَقَدْ

ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۷﴾ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِیْ عِوَجٍ

لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۲۸﴾

کیا تو نے اس پر نظر نہیں کی کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی برسایا پھر اُس کو زمین کے سوتوں میں داخل کر دیتا ہے پھر اُس کے ذریعہ سے کھیتیاں پیدا کرتا ہے جس کی مختلف قسمیں ہیں پھر وہ کھیتی بالکل خشک ہو جاتی ہے سو اس کو تو زرد دیکھتا ہے پھر اس کو چورا چورا کر دیتا ہے۔ اس میں اہل عقل کے لئے بڑی عبرت ہے۔ سو جس شخص کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام (کے قبول کرنے) کے لئے کھول دیا اور وہ اپنے پروردگار کے (عطا کئے ہوئے) نور پر ہے (کیا وہ شخص اور قساوت برابر ہیں) سو جن لوگوں کے دل ذکر سے متاثر نہیں ہوتے اُن کے لئے بڑی خرابی ہے۔ یہ لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بڑا عمدہ کلام نازل فرمایا ہے جو ایسی کتاب ہے کہ باہم ملتی جلتی ہے بار بار دہرائی گئی ہے جس سے ان لوگوں کے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں بدن کانپ اٹھتے ہیں پھر ان کے بدن اور دل نرم (اور منقاد) ہو کر اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں یہ قرآن اللہ کی ہدایت ہے جس کو وہ چاہتا ہے اس کے ذریعہ سے ہدایت کرتا ہے اور اللہ جس کو گمراہ کرتا ہے اس کا کوئی ہادی نہیں۔ بھلا وہ شخص جو اپنے منہ کو قیامت کے روز سخت کی بنا دے گا اور ایسے ظالموں کو حکم ہوگا کہ جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔ اس کا مزہ چکھو تو کیا یہ (معذب) اور جو ایسا نہ ہو برابر ہو سکتے ہیں۔ جو لوگ ان سے پہلے ہو چکے انہوں نے بھی (حق کو) جھٹلایا تھا ان پر (اللہ کا) عذاب ایسے طور پر آیا کہ ان کو خیال بھی نہ تھا۔ سو اللہ تعالیٰ نے ان کو اسی دینوی زندگی میں بھی رسوائی کا مزہ چکھایا اور آخرت کا عذاب اور بھی بڑا (سخت) ہے۔ کاش یہ لوگ نہیں جانتے۔ اور ہم نے لوگوں کی (ہدایت) کیلئے اس قرآن میں ہر قسم کے (ضروری) عمدہ مضامین بیان کئے ہیں تا کہ یہ لوگ نصیحت پکڑیں۔ جس کی کیفیت یہ ہے کہ وہ عربی قرآن ہے جس میں ذرا کجی نہیں (اور) تا کہ یہ لوگ ڈریں۔

تفسیر ربط: اوپر ایمان کے مقتضی اور باعث کا اثبات تھا کہ بیان ہے آخرت کی نعمت و نقمت لا زوال کا آگے ایمان کے منع کا کہ انہماک فی الدنیا ہے رفع ہے کہ بیان ہے اسکی سرعت فنا و اضمحلال کا و ھکذا کقوله تعالیٰ فی الحدید: اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ (الیٰ قوله تعالیٰ) سَابِقُوْٓا ...... [۲۰، ۲۱]

سرعت فنائے دُنیا: اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ (الیٰ قوله تعالیٰ) اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِی الْاَلْبَابِ ﴿۲۱﴾ (اے مخاطب) کیا تو نے اس (بات) پر نظر نہیں کی کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی برسایا پھر اس کو زمین کے سوتوں میں (یعنی اُن قطعات میں جہاں سے پانی ابل کر کنوؤں اور چشموں کے ذریعہ سے نکلتا ہے) داخل کر دیتا ہے پھر (جب وہ ابلتا ہے تو) اس کے ذریعہ سے کھیتیاں پیدا کرتا ہے جس کی مختلف قسمیں ہیں پھر وہ کھیتی بالکل خشک ہو جاتی ہے سو اس کو تو زرد دیکھتا ہے پھر (اللہ تعالیٰ) اس کو چورا چورا کر دیتا ہے اس (نمونہ) میں اہل عقل کے لئے بڑی عبرت ہے (کہ یہی حالت بعینہٖ انسان کی دُنیوی حیات کی ہے آخر فنا آخر فنا تو اس میں منہمک ہو کر ابدی راحت سے محروم رہنا اور ابدی مصیبت کو سر پر لینا نہایت حماقت ہے) **ف:** چشموں اور کنوؤں میں پانی کا تکون دو سبب سے ثابت ہوا ہے بخارات کا انقلاب برودت ارض سے اور پیوست ہو جانا آب باراں ارض کا اعماق ارض میں پھر ان کا سمٹ کر جمع ہو جانا اس آیت میں ایک کا ذکر ہے اور دوسرے کی نفی نہیں پس آیت کو مسئلہ فلسفیہ سے تعارض نہیں۔ **ربط:** اوپر حق کا اثبات اور ایجاب اور باطل کی نفی اور نہی نہایت شافی کافی بلیغ وجوہ سے مذکور ہے آگے ان بیانات سے بعض کا تاثر اور بعض کا عدم تاثر مذکور ہوتا ہے۔

تاثر بعضے و عدم تاثر بعضے از کتاب اللہ: اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ (الیٰ قوله تعالیٰ) وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۲۳﴾ (گو ہمارا بیان نہایت بلیغ ہے مگر پھر بھی سب سننے والے باہم متفاوت ہیں) سو جس شخص کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام (کے قبول کرنے) کے لئے کھول دیا (یعنی اسلام کی حقیت کا اس کو یقین آ

گیا) اور وہ اپنے پروردگار کے (عطا کئے ہوئے) نور (یعنی ہدایت کے مقتضا) پر (چل رہا) ہے (یعنی یقین لا کر اُسی کے موافق عمل کرنے لگا) کیا وہ شخص اور اہل قساوت برابر ہیں۔ جن کا ذکر آگے آتا ہے) سو جن لوگوں کے دل خدا کے ذکر سے (اس میں احکام و مواعید سب آ گئے) متاثر نہیں ہوتے (یعنی ایمان نہیں لاتے) ان کیلئے (قیامت میں) بڑی خرابی ہے (اور دنیا میں) یہ لوگ کھلی گمراہی میں (گرفتار) ہیں آگے اس نور اور ذکر کا بیان ہے یعنی) اللہ تعالیٰ نے بڑا عمدہ کلام (یعنی قرآن) نازل فرمایا ہے جو ایسی کتاب ہے کہ (باعتبار اعجاز نظم و صحت معانی کے) باہم ملتی جلتی ہے (جو دلیل ہے معجز ہونے کی اما بالنظم فظاهر واما بالمعنی فلما مرفی قوله تعالی: وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا [النساء: ۸۲] اور جس میں سمجھانے کے لئے بعضی بعضی بہت ضروری بات) بار بار دہرائی گئی ہے (وہذا کقولہ تعالیٰ: وَلَقَدْ صَرَّفْنَا ...... جس میں باوجود فائدہ تاکید و رسوخ مدعا کے قلب مخاطب میں ہر جگہ خاص خاص لطائف بھی مرعی ہوتے ہیں جس سے تکرار محض نہیں رہتا اور مثانی ہونا دلیل ہے کما قال ہدایت پر مشتمل ہونیکی) جس سے ان لوگوں کے جو کہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں بدن کانپ اُٹھتے ہیں (یہ کنایہ ہے خوف سے گو قلب ہی میں رہے بدن پر اثر نہ آوے اور گو وہ خوف عقلی و ایمانی ہو طبعی و حالی نہ ہو) پھر اُن کے بدن اور دل نرم (اور منقاد) ہو کر اللہ کے ذکر (یعنی کتاب اللہ پر عمل کرنے) کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں (یعنی ڈر کر اعمال جوارح و اعمال قلب کو انقیاد و توجہ سے بجا لاتے ہیں اور) یہ (قرآن) اللہ کی ہدایت ہے جس کو وہ چاہتا ہے اُس کے ذریعہ سے ہدایت کرتا ہے (جیسا خائفین کا حال ابھی سنا گیا) اور خدا جس کو گمراہ کرتا ہے اسکا کوئی ہادی نہیں (جیسا قاسین کا حال ابھی سنا گیا) **ف**: اور سورۂ آل عمران میں جو بعض قرآن کو متشابہ فرمایا ہے وہاں اس سے اور مراد ہے جیسا وہاں ترجمہ سے ظاہر ہے۔ **ربط**: اوپر خاشی مہتدی اور قاسی ضال کا تفاوت حالی باعتبار تاثر و عدم تاثر عن الحق کے مذکور تھا آگے دونوں کا تفاوت مآلی باعتبار استحقاق ثواب و عقاب کے مذکور ہے آخرت میں بالیقین اور دنیا میں فی بعض الحین۔

عذاب ضال وثواب مہتدی: اَفَمَنْ يَّتَّقِيْ بِوَجْهِهٖ (الی قوله تعالی) لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ بھلا جو شخص اپنے منہ کو قیامت کے روز سخت عذاب کی سپر بنادے گا اور ایسے ظالموں کو حکم ہوگا کہ جو کچھ تم کیا کرتے تھے (اب) اس کا مزہ چکھو تو کیا یہ (معذب) اور جو ایسا نہ ہو برابر ہو سکتے ہیں (اور کفار ان عذابوں کو سنکر انکار نہ کریں کیونکہ) جو لوگ ان سے پہلے ہو چکے ہیں انہوں نے بھی (حق کو) جھٹلایا تھا سو ان پر (خدا کا) عذاب ایسے طور پر آیا کہ ان کو خیال بھی نہ تھا سو (اس عذاب کے نازل کرنے سے) اللہ تعالیٰ نے انکو اسی دنیوی زندگی میں (بھی) رسوائی کا مزہ چکھایا (کہ خسف و مسخ وقذف وغیرہ سے بدنام عالم ہوئے) اور آخرت کا عذاب اور بھی بڑا (اور سخت) ہے کاش یہ لوگ سمجھ جاتے۔

ف: سپر بنانے کا مطلب یہ کہ آدمی کی عادت ہے کہ جو کوئی اس پر حربہ ضرب کرتا ہے ہاتھ پر روکتا ہے مگر وہاں ہاتھ پاؤں جکڑے ہونگے اسلئے سب منہ ہی پر لیگا نعوذ باللہ من غضب اللہ۔ **ربط**: اوپر اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ ...... میں قرآن سے بعض کا تاثر اور بعض کا عدم تاثر بیان فرمایا تھا آگے قرآن کا فی نفسہٖ مقتضی تاثر ہونا ارشاد فرماتے ہیں جسکا حاصل یہ ہوا کہ یہ تفاوت باعتبار قابل کے ہے ورنہ فاعل میں نقص نہیں۔

فضل وکمال قرآن: وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ (الی قوله تعالی) لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ۝ اور ہم نے لوگوں (کی ہدایت کے لئے اس قرآن میں ہر قسم کے (ضروری) عمدہ مضامین بیان کئے ہیں تاکہ یہ لوگ نصیحت پکڑیں جس کی کیفیت یہ ہے کہ وہ عربی قرآن ہے جس میں ذرا کجی نہیں (اور اس لئے یہ مضامین اس میں لائے گئے) تاکہ یہ لوگ (ان مضامین صادقہ بلیغہ کو سنکر) ڈریں (پس کتاب الہدایت ہونے کیلئے جن صفات کمال کی ضرورت تھی قرآن ان پر حاوی چنانچہ عمدہ مضامین ہونا پھر عربی ہونا جس کو اہل عرب جو مخاطب اول ہیں بلا واسطہ سمجھ سکتے تھے پھر اوروں کا سمجھ لینا ان کے واسطے سے سہل ہے پھر کسی مضمون میں کوئی خلل نہیں لیکن اگر ان ہی کی استعداد فاسد ہو تو کیا کیا جاوے)

ف: کجی کے معنی سورۂ کہف کی اول آیت میں گزر چکے ہیں۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: اَفَمَنْ شَرَحَ اللّٰهُ ...... حدیث میں اس نور و شرح صدر کی علامت یہ آئی ہے کہ دار الخلود کی طرف توجہ اور دار الغرور سے بے تعلقی اور موت کے لئے تیاری۔ كذا فی الروح عن مستدرك الحاكم وشعب الايمان للبيهقي وابن مردويه۔ قولہ تعالیٰ: فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ شرح صدر کے مقابلہ میں قساوت کا آنا اس کی حقیقت کو بتلاتا ہے یعنی شرح صدر کے آثار سے خالی ہونا جو اوپر کی آیت میں مذکور ہیں پس اس سے اس توہم کا فساد معلوم ہوتا ہے جو بعض سالکین کو ہو جاتا ہے کہ رقت طبعیہ کے نہ ہونے کو قساوت سمجھتے ہیں۔ قولہ تعالیٰ: اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ ...... اس آیت میں ایک وجد لطیف مذکور ہے اور اس سے صعقہ وغیرہ کا ابطال لازم نہیں آتا اور بعض سلف سے جو اس پر انکار منقول ہے وہ مرائین وغیر متقین پر محمول ہے۔

اللغات: ینبوع بمعنی المنبع سلك ادخل كذا فی القاموس یهیج ییبس كذا فی القاموس وفی النیسابوری ای یتم جفافه قال الاصمعی لانه اذ اتم جفافه جاز له ان یثور عن منابته ویذهب آه الحدیث ما یتحدث به لا الحادث قشعریرة فی القاموس رعدة۱۲۔

النحو: فی الارض صفة ینابیع من شرح الله مبتدأ محذوف الخبر كما اظهرته بالترجمة قوله من ذكر الله عدی القساوة بمن لتاویله بعدم التاثر المعدی بمن كما عدی قوله تعالیٰ بمسبوقین بعلی لتاویله بمعنی غیر قادرین المتعدی بعلی۔ قوله كتاباً بدل من احسن قوله متشابها مثانی صفتان لكتاب وجمع مثانی باعتبار تفاصیل الكتاب ای كتابا فصولا مثانی والنكتة فی الجمع المبالغة۱۲۔ قرآنا عربیا حال من هذا والاعتماد فیها علی الصفة والا فقرآنا عین ذی الحال فلا یظهر حاله فالحال فی الحقیقة عربیا وقرآنا للتمهید لعلهم یتقون علة اخری مترتبة علی الاولیٰ۱۲۔

البلاغة: یجعله اسنده الی الله تعالیٰ لغرابته كالاخراج قوله ثم تلین فی الروح ولعله لم یذكر هناك ای فی قوله تقشعر علی طرز ذكرها ههنا لانها لا توصف بالاقشعرار وتوصف باللین وعدی بالی لتضمنه معنی الاخبات والرجوع۱۲۔ قوله من حیث لا یشعرون زاده لان ذلك اشدّ علی النفس۱۲۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ ؕ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۚ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۹﴾ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ﴿۳۰﴾ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ﴿۳۱﴾ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ ؕ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۳۳﴾ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۴﴾ لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ عَمِلُوْا وَيَجْزِيَهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۳۵﴾

اللہ تعالیٰ نے (موحد جومشرک کے بارے میں) ایک مثال فرمائی کہ ایک شخص (غلام ہے) جس میں کئی ساجھی ہیں۔ جن میں باہم وضدی (بھی) ہے اور ایک شخص ہے کہ پورا ایک ہی شخص کا (غلام) ہے تو کیا ان دونوں کی حالت یکساں ہو سکتی ہے الحمد للہ بلکہ (قبول تو کیا) ان میں اکثر سمجھتے بھی نہیں۔ آپ کو بھی مرنا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے۔ پھر قیامت کے روز تم مقدمات اپنے رب کے سامنے پیش کرو گے (اس وقت عملی فیصلہ ہو جائے گا)۔ سو اس شخص سے زیادہ بے انصاف کون ہو گا جو اللہ پر جھوٹ باندھے اور سچی بات کو (یعنی قرآن کو) جبکہ وہ اس کے پاس (رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے پہنچی) جھٹلا دے کیا (قیامت کے دن) جہنم میں ایسے کافروں کا ٹھکانہ ہوگا؟ اور جو لوگ سچی بات لے کر آئے اور (خود بھی) اس کو سچ جانا تو یہ لوگ پرہیزگار ہیں (ان کا فیصلہ یہ ہوگا کہ) وہ کچھ چاہیں گے ان کے لئے ان کے پروردگار کے پاس سب کچھ ہے۔ یہ صلہ ہے نیک کاروں کا تاکہ اللہ تعالیٰ ان سے ان کے برے عملوں کو دور کرے اور ان کے نیک کاموں کے عوض ان کو ان کا ثواب دے۔

تفسیر ربط: اوپر یَهْدِیْ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ...... میں تفاوت مؤمن ومشرک کا ضلال واہتداء میں معلوم ہوا تھا آگے ایک مثال سے اس تفاوت کی تنویر اور توحید کی تقریر اور شرک سے تعییر ہے جو کہ مابہ التفاوت ہیں۔

تنظیر موحد ومشرک: ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ (الی قوله تعالیٰ) بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ نے (موحد ومشرک کے بارہ میں) ایک مثال بیان فرمائی کہ ایک شخص (غلام) ہے جس میں کئی ساجھی ہیں جن میں باہم ضد اضدی (بھی) ہے اور ایک اور شخص ہے کہ پورا ایک ہی شخص کا (غلام) ہے (تو) کیا ان دونوں کی حالت یکساں (ہو سکتی) ہے (اور ظاہر ہے کہ دونوں برابر نہیں بلکہ پہلا شخص تکلیف میں کہ ہمیشہ متحیر رہتا ہے کہ کس کا کہنا مانوں کس کا نہ مانوں دوسرا آرام میں ہے کہ ایک ہی شخص سے تعلق ہے پس پہلی مثال مشرک کی ہے کہ ہمیشہ ڈانواں ڈول رہتا ہے کبھی غیر اللہ کی طرف دوڑتا ہے کبھی خدا کی طرف پھر کبھی غیر اللہ میں بھی ایک پر اطمینان نہیں ہوتا کبھی کسی کی طرف رجوع کرتا ہے کبھی کسی کی طرف اور چونکہ یہ لوگ بھی اس کے سوا اور کچھ جواب نہیں دے سکتے جس سے لازم ہونا حجت کا ثابت ہے اس پر ارشاد ہے کہ) الحمد للہ (حق ثابت ہو گیا لیکن پھر بھی یہ لوگ قبول نہیں کرتے) بلکہ (قبول تو کیا) ان میں اکثر سمجھتے بھی نہیں (کیونکہ اس کا قصد نہیں کرتے)۔

ربط: اوپر جب ہر پہلو سے بحث کا فیصلہ ہو گیا اور معاندین نے اس فیصلہ کو قبول نہ کیا آگے فیصلہ قیامت کا جو کہ آخری فیصلہ ہوگا اور جس سے کوئی سرتابی کر ہی نہیں سکتا بیان فرماتے ہیں اور تمہید کیلئے موت کی خبر دیتے ہیں کہ مقدمہ ہے قیامت کا۔

مخاصمہ ومحاکمہ یوم قیامت: اِنَّكَ مَيِّتٌ (الی قوله تعالی) عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ۔ (اے پیغمبر ﷺ یہ اس عقلی وسمعی فیصلہ کو جو دنیا میں نہیں مانتے تو آپ غم نہ کریں کیونکہ دنیا سے) آپ کو بھی مر (کر جا) نا ہے (اسی طرح آپ کے اتباع اس حکم میں آ گئے) اور ان کو بھی مر (کر جا) نا ہے پھر قیامت کے روز تم (دونوں فریق اپنے اپنے) مقدمات اپنے رب کے سامنے پیش کرو گے (اس وقت عملی فیصلہ ہو جاویگا جسکے ظہور کا آگے بیان آتا ہے۔ فَمَنْ اَظْلَمُ ......۔

ربط: اوپر وقوع اختصام فریق اپنے اپنے) مقدمات اپنے رب کے سامنے پیش کرو گے (اس وقت عملی فیصلہ ہو جاوے گا جس کے ظہور کا آگے بیان آتا ہے)

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ (الی قوله تعالی) وَيَجْزِيَهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ سو (اس اختصام کے وقت فیصلہ یہ ہوگا کہ ناحق پرستوں کو عذاب جحیم نصیب ہوگا اور حق پرستوں کو اجر عظیم اور ظاہر ہے کہ) اس شخص سے زیادہ بے انصاف (اور ناحق پرست) کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے (یعنی خدا کی نسبت یوں کہے کہ وہ صاحب شریک ہے) اور سچی بات کو (یعنی قرآن کو) جبکہ وہ اس کے پاس (رسول کے ذریعہ سے) پہنچی جھٹلائے (سو ایسے شخص کا اظلم ہونا بھی ظاہر ہے اور اظلم کا مستحق عقوبت اعظم ہونا بھی ظاہر ہے اور عقوبت اعظم جہنم ہے تو) کیا (قیامت کے دن) جہنم میں ایسے کافروں کا ٹھکانا نہ ہوگا (پس ناحق پرستوں کا تو یہ فیصلہ ہوا) اور (برخلاف ان کے) جو لوگ سچی بات لیکر (خدا کی طرف سے یا رسول کی طرف سے لوگوں کے پاس) آئے (اس مفہوم عام میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ جمیع انبیاء بھی کہ خدا کی طرف سے حق لیکر آئے اور دوسرے داعی الی الحق بھی کہ رسول کی طرف سے حق لیکر آئے سب داخل ہیں) اور (خود بھی) اس کو سچ جانا (یعنی صادق بھی ہیں اور مصدق بھی جیسے پہلے لوگ یعنی اظلم کاذب بھی تھے اور مکذب بھی) تو یہ لوگ پرہیزگار ہیں (ان کا فیصلہ یہ ہوگا کہ) وہ جو کچھ چاہیں گے ان کے لئے ان کے پروردگار کے پاس سب کچھ ہے یہ صلہ ہے نیک کاروں کا (اور یہ صلہ ان کے واسطے اس لئے تجویز کیا) تاکہ اللہ تعالیٰ ان سے ان کے برے[2] عملوں کو دور کر دے اور ان کے نیک کاموں کے عوض ان کو ان کا ثواب دے (چونکہ یہ تکفیر اور اعطائے اجر مقصود تھا اسلئے ان سے وعدہ کیا گیا لَهُمْ مَا يَشَآءُوْنَ تاکہ یہ لوگ اس تکفیر و اجر کی خواہش کریں تو حسب وعدہ ان کی یہ خواہش پوری کر دی جاوے اور اس کی خواہش ہونا ظاہر ہی ہے)

ف: یہاں یہ مقصود نہیں کہ جہنم میں جانے کیلئے مجموعہ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ موقوف علیہ ہے یا اسی طرح نجات کے لئے مجموعہ دعوت الی الصدق اور تصدیق موقوف علیہ ہے بلکہ اس مقام میں جن اہل اختصام کا ذکر ہے ان میں دونوں طرف مجموعہ متحقق تھا و نیز زیادت مدح و زیادت قدح مقصود ہے پس تخصیص باعتبار وقوع یا زیادت مدح وقدح کے ہے نہ باعتبار قصد توقف کے۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله فی الذی جولوگ اشارة الی ما فی الروح حمل بعضهم الموصول علی الجنس الخ ۱۲۔ ۲ قوله فی اسوء واحسن برے ونیک اشارة الی ان الاسوء والاحسن ههنا لیس للتفضیل ونظیره قوله تعالٰی وبعولتهن احق بردهن ۱۲۔

النحو: قوله لیکفر متعلق بمقدر یدل علیه فحوی الکلام ای وعدهم ما یشاء ون من زوال المضار وحصول المسار لیکفر الخ ۱۲۔

البلاغۃ: قوله ضرب الله وجه التمثیل التحیر وتوزع القلب والراحة عنه قوله انك میت ومن معه ﷺ فی الدین هو معه فی هذا الحکم وکذا یراد بقوله انکم هو ﷺ ومن معه ۱۲۔

الحواشی: (۱) اور اس آیت میں اسوء اور احسن کو محل تکفیر و محل جزا قرار دینا حالانکہ حکم مطلق سیئی اور مطلق حسن کو بھی عام ہے اس لئے ہے کہ اسوء میں تو مبالغہ ہے یعنی اسوء کا بھی کفارہ ہو جائے گا چہ جائیکہ سیئی اور احسن میں اظہار رحمت ہے کہ ہم ان کے حسن کو بھی احسن قرار دیکر اس پر جزا دینگے ۱۲ منہ۔

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ؕ وَيُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ۚ﴿۳۶﴾ وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّضِلٍّ ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِعَزِيْزٍ ذِي انْتِقَامٍ ﴿۳۷﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖۤ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ

رَحْمَتِهٖ ؕ قُلْ حَسْبِیَ اللّٰهُ ؕ عَلَیْهِ یَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۳۸﴾ قُلْ یٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّیْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ مَنْ یَّاْتِیْهِ عَذَابٌ یُّخْزِیْهِ وَ یَحِلُّ عَلَیْهِ عَذَابٌ مُّقِیْمٌ ﴿۴۰﴾ اِنَّاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیْهَا ۚ وَ مَاۤ اَنْتَ عَلَیْهِمْ بِوَكِیْلٍ ﴿۴۱﴾ ع

کیا اللہ اپنے بندۂ خاص محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی حفاظت کے لئے کافی نہیں اور یہ لوگ آپ کو (ان جھوٹے معبودوں) سے ڈراتے ہیں۔ جو اللہ کے سوا تجویز کر رکھے ہیں اور جس کو اللہ گمراہ کرے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور جس کو وہ ہدایت دے اس کو کوئی گمراہ کرنے والا نہیں کیا اللہ تعالیٰ زبردست انتقام لینے والا نہیں اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمان اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو یہی کہیں گے کہ اللہ نے آپ (ان سے) کہئے کہ بھلا پھر یہ تو بتلاؤ کہ اللہ کے سوا تم جن معبودوں کو پوجتے ہو اگر اللہ تعالیٰ مجھ کو کوئی تکلیف پہنچانا چاہے کیا یہ معبود اس کی دی ہوئی تکلیف دور کر سکتے ہیں یا اللہ تعالیٰ مجھ پر اپنی عنایت کرنا چاہے کیا یہ معبود اس کی عنایت روک سکتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ (اس سے ثابت ہوگیا کہ) میرے لئے اللہ کافی ہے توکل کرنے والے اسی پر توکل کرتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ تم اپنی حالت پر عمل کئے جاؤ میں بھی عمل کر رہا ہوں سو اب جلدی تم کو معلوم ہوا جاتا ہے کہ وہ کون شخص ہے۔ جس پر (دنیا میں) ایسا عذاب آیا چاہتا ہے جو اس کو رسوا کر دے گا اور (بعد مرگ) اس پر دائمی عذاب نازل ہوگا۔ ہم نے آپ پر یہ کتاب لوگوں کے (نفع کے) لئے اتاری جو حق کو لئے ہوئے ہے پس جو شخص راہ راست پر آئے گا تو اپنے نفع کے واسطے اور جو شخص بے راہ رہے گا تو اس کا بے راہ ہونا (یعنی اس کا وبال) اس پر پڑے گا اور آپ ان پر (کچھ بطور ذمہ داری کے) مسلط نہیں کئے گئے۔

تفسیر ربط: اوپر کی کئی آیتوں میں احقاق توحید وابطال شرک ہے ایسے مضامین سن کر کفار مشرکین آپ سے کہتے کہ ہمارے معبودوں سے گستاخی نہ کیجئے ورنہ ہم ان سے درخواست کر کے آپ کو مجنون کرا دینگے چنانچہ اس پر آیت وَ یُخَوِّفُوْنَكَ ...... نازل ہوئی کذا فی اللباب اسی طرح اور بھی خلاف وعناد کی باتیں کیا کرتے تھے آپ مغموم ومہموم ہوتے آگے آپ کے تسلیہ کے مضامین میں جن میں سے بعض میں آپ کو مخاطب اور بعض میں مجیب بنانا مقصود ہے۔

تسلیۂ سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم در مقاولات ومعاملات مشرکین: اَلَیْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ؕ (الی قوله تعالی) وَمَاۤ اَنْتَ عَلَیْهِمْ بِوَكِیْلٍ ﴿۴۱﴾ کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندہ (خاص محمد ﷺ کی حفاظت) کے لئے کافی نہیں یعنی وہ تو سب ہی کی حفاظت کے لئے کافی ہے خصوص اپنے محبوب خاص بندہ کے لئے کیوں نہ کافی ہوگا) اور یہ لوگ (ایسے احمق ہیں کہ حفاظت خداوندی سے تجاہل کر کے) آپ کو ان (جھوٹے معبودوں) سے ڈراتے ہیں جو خدا کے سوا (تجویز کر رکھے) ہیں (حالانکہ وہ خود ہی جماد عاجز ہیں اور قادر بھی ہوتے تو خدا کی حفاظت ہوتے ہوئے عاجز ہی ہوتے) اور (اصل بات یہ ہے کہ) جس کو خدا گمراہ کرے اس کا کوئی ہدایت دینے والا نہیں اور جس کو وہ ہدایت دے اس کا کوئی گمراہ کرنے والا نہیں (چونکہ یہ لوگ گمراہ ازلی ہیں ہدایت کے اتنے شعبہ سے بھی بے بہرہ ہیں کہ خدا کے قادر اور اصنام کے عاجز ہونے پر نظر کر کے حماقت تخویف کے مرتکب نہ ہوتے چنانچہ خدا کے کافی ہونے کا مبنیٰ کہ قدرت کاملہ ہے آگے تصریحاً ارشاد ہے کہ) کیا (ان کے نزدیک) خدا تعالیٰ زبردست (اور) انتقام لینے (پر قدرت رکھنے) والا نہیں ہے (یعنی اللہ تعالیٰ صفت ناصریت میں کامل اور عبد خاص منصوریت کے قابل اور آلہۂ باطلہ قدرت اور نصرت سے عاطل پھر یہ تخویف عین ضلالت ومحض جہالت نہیں تو کیا ہے) اور (لطف یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے نصرت میں کافی اور قدرت میں وافی ہونے کے مقدمات کو یہ بھی تسلیم کرتے ہیں چنانچہ) اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمان اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو یہی کہیں گے کہ اللہ نے (اور ایسے اجرام عظیمہ کا عدم محض سے وجود میں لانا ظاہر ہے کہ مستلزم ہے کمال قدرت کو پس جب لازم کو مان لیا تو ملزوم کو مان لینا لازم ہوگا چنانچہ آگے آپ کو جواب میں اسی تقریر کے پیش کرنے کا حکم ہے یعنی اس پر) آپ (ان سے) کہئے کہ بھلا (جب تم اللہ کو خالق متفرد مانتے ہو تو) پھر یہ تو بتلاؤ کہ خدا کے سوا تم جن معبودوں کو پوجتے ہو اگر اللہ تعالیٰ مجھ کو کوئی تکلیف پہنچانا چاہے کیا یہ معبود اس کی دی ہوئی تکلیف کو دور کر سکتے ہیں یا اللہ تعالیٰ مجھ پر اپنی عنایت کرنا چاہے کیا یہ معبود اس کی عنایت کو روک سکتے ہیں (یعنی اللہ کے متفرد فی الخالقیۃ کے تسلیم کے بعد کہ مستلزم ہے کمال قدرت کو کیا غیر اللہ کے مقاوم ومزاحم فی القدرت ہونے کے قائل ہو سکتے ہو جس سے اس لازم کا انتفاء لازم آتا ہے اور اس کے واسطے ملزوم یعنی تفرد فی الخالقیۃ کا انتفاء جس کو پہلے تسلیم کر لیا ہذا خلف اور ان کے تخویف کے مضمون کے جواب میں: هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ کافی تھا کیونکہ[1] اس میں برتقدیر شتم کے ایصال ضرر ہی سے تعرض تھا اور برتقدیر عدم شتم کے حفظ عن الضرر سے تعرض نہ تھا تاکہ جواب میں: هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖۤ کی ضرورت ہوتی لیکن چونکہ وہ تخویف قرینہ سے اس کو بھی مستلزم ہے کہ اگر آپ ان آلہہ کو کچھ نہ کہیں گے تو وہ آپ کو مضرت نہ پہنچنے دیں گے اس لئے هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖۤ بڑھا دیا گیا آگے ارشاد ہے کہ جب اس تقریر سے وافی فی

القدرت ہونا ثابت ہو جاوے تو) آپ (کافی فی النصرت ہونے کا جو کہ بطور نتیجہ کے ہے اس پر ترتب ظاہر کر دیجئے اور) کہہ دیجئے کہ (اس سے ثابت ہو گیا کہ) میرے لئے خدا کافی ہے (اور یہی مدعا تھا جیسا اول میں ارشاد ہوا ہے اَلَیۡسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبۡدَہٗ ؕ اور چونکہ وہ ایسا قادر و ناصر ہے اس لئے) توکل کرنے والے اسی پر توکل کرتے ہیں (پس میں بھی اسی پر توکل رکھتا ہوں اور تمہارے خلاف وعناد کی کچھ پرواہ نہیں کرتا اور چونکہ وہ لوگ ان حجج ساطعہ و براہین قاطعہ پر بھی اسی اپنی جہالت اور ضلالت پر مصر تھے اس لئے آگے آخری جواب کی تعلیم ہے کہ) آپ (ان سے) کہہ دیجئے کہ (اگر اس پر بھی تم نہیں مانتے تم جانو بہتر ہے تم اپنی حالت پر عمل کئے جاؤ میں بھی (اپنے طور پر) عمل کر رہا ہوں (یعنی جیسے تم اپنا طریقہ نہیں چھوڑتے میں اپنا طریقہ نہیں چھوڑتا) سو اب جلدی تم کو معلوم ہوا جاتا ہے کہ وہ کون شخص ہے جس پر (دنیا میں) ایسا عذاب آیا چاہتا ہے جو اس کو رسوا کر دے گا اور (بعد مرگ اس پر دائمی عذاب نازل ہوگا (چنانچہ دنیا میں بدر میں سزا ہوئی اور وہاں کا بعد مرگ بھگتنا ہوگا جو دائما رہے گا یہاں تک تو ازالۂ بیم وخوف مخالفین سے تسلیہ ہے آگے ازالۂ غم وحزن سے تسلیہ ہے کہ) ہم نے آپ پر یہ کتاب لوگوں کے (نفع کے) لئے اتاری جو حق کو لئے ہوئے ہے سو (آپ کا کام اس کا پہنچا دینا ہے پھر) جو شخص راہ راست پر آوے گا تو اپنے نفع کے واسطے (راہ راست پر آوے گا) اور جو شخص بے راہ رہے گا تو اس کا بے راہ ہونا (یعنی اس کا وبال) اسی پر پڑے گا اور آپ ان پر (کچھ بطور ذمہ داری کے) مسلط نہیں کئے گئے (کہ ان کی بے راہی کی باز پرس آپ سے ہونے لگے آپ پھر ان کے ضلال سے کیوں محزون ہوتے ہیں)

ترجمہ مسائل السلوک :ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا رَّجُلًا فِیۡہِ شُرَکَآءُ مُتَشٰکِسُوۡنَ یہی حالت ہے اس شخص کی جو اشغال دنیا کی کشاکشی میں ہے وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ یہ حالت مؤمن خالص کی ہے جس کو مولیٰ سے کوئی چیز غافل نہیں کرتی۔ قولہ تعالیٰ: فَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنۡ کَذَبَ عَلَی اللّٰہِ ...... اپنے عموم لفظ سے ان کو بھی شامل ہے جو دعوے ولایت میں کاذب ہیں اور شریعت کو پس پشت ڈال کر اس کو قشر بتلاتے ہیں۔

الحواشی : (۱) یعنی اس تخویف عن الاصنام کے مضمون میں صرف اس دعوے سے تعرض تھا کہ اگر آپ شتم کریں گے تو یہ اصنام ایصال ضرر کرینگے اور اس کے جواب کیلئے هَلۡ هُنَّ مُمۡسِکٰتُ رَحۡمَتِہٖ کافی تھا اور ان کی تخویف میں اس دعوے سے تعرض نہ تھا کہ اگر آپ شتم نہ کرینگے تو وہ آپ کو ضرر سے محفوظ رکھیں گے اگر اس میں اس سے بھی تعرض ہوتا تو هَلۡ هُنَّ کٰشِفٰتُ ضُرِّہٖۤ کا مناسب ہونا ظاہر ہوتا۔

اختلاف القراءۃ : قولہ بکاف عبدہ قرأ الکسائی وحمزۃ عبادہ بالجمع وفسرہ بالانبیاء والمؤمنین کذا فی الروح ۱۲۔

البلاغۃ : قولہ کشفت ضرہ قیل کاشفات وممسکات علی ما یصفونها بہ من الانوثۃ تنبیها علی کمال ضعفها ۱۲۔

اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الۡاَنۡفُسَ حِیۡنَ مَوۡتِہَا وَالَّتِیۡ لَمۡ تَمُتۡ فِیۡ مَنَامِہَا ۚ فَیُمۡسِکُ الَّتِیۡ قَضٰی عَلَیۡہَا الۡمَوۡتَ وَیُرۡسِلُ الۡاُخۡرٰۤی اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّتَفَکَّرُوۡنَ ﴿۴۲﴾ اَمِ اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ شُفَعَآءَ ؕ قُلۡ اَوَلَوۡ کَانُوۡا لَا یَمۡلِکُوۡنَ شَیۡئًا وَّلَا یَعۡقِلُوۡنَ ﴿۴۳﴾ قُلۡ لِّلّٰہِ الشَّفَاعَۃُ جَمِیۡعًا ؕ لَہٗ مُلۡکُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ ثُمَّ اِلَیۡہِ تُرۡجَعُوۡنَ ﴿۴۴﴾ وَاِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَحۡدَہُ اشۡمَاَزَّتۡ قُلُوۡبُ الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡاٰخِرَۃِ ۚ وَاِذَا ذُکِرَ الَّذِیۡنَ مِنۡ دُوۡنِہٖۤ اِذَا ہُمۡ یَسۡتَبۡشِرُوۡنَ ﴿۴۵﴾

اللہ ہی قبض (یعنی معطل) کرتا ہے (ان) جانوں کو ان کی موت کے وقت اور ان جانوں کو بھی جن کی موت نہیں آئی اور ان کے سونے کے وقت پھر ان جانوں کو تو روک لیتا ہے جن پر موت کا حکم فرما چکا ہے اور باقی جانوں کو ایک میعاد معین تک کے لئے رہا کر دیتا ہے اس میں ان لوگوں کے لئے جو کہ سوچنے کے عادی ہیں دلائل ہیں۔ ہاں کیا ان (مشرک) لوگوں نے اللہ کے سوا دوسروں کو (معبود) قرار دے رکھا ہے جو ان کی سفارش کریں گے۔ آپ کہہ دیجئے اگر چہ یہ کچھ بھی قدرت نہ رکھتے ہوں اور کچھ بھی علم نہ رکھتے ہوں۔ آپ کہہ دیجئے کہ سفارش تو تمام تر اللہ کے اختیار میں ہے۔ تمام انسانوں اور زمین کی سلطنت اسی کی ہے پھر تم اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے اور جب فقط اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان لوگوں کے دل منقبض ہوتے ہیں جو کہ آخرت کا یقین نہیں رکھتے اور جب اسکے سوا اوروں کا ذکر آتا ہے تو اسی وقت وہ لوگ خوش ہو جاتے ہیں۔

تفسیر ربط :اور پر جیسے چند جا توحید تھی آگے پھر اسی طرف عود ہے۔

عود بسوئے توحید: اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الۡاَنۡفُسَ حِیۡنَ مَوۡتِہَا (الی قولہ تعالی) وَاِذَا ذُکِرَ الَّذِیۡنَ مِنۡ دُوۡنِہٖۤ اِذَا ہُمۡ یَسۡتَبۡشِرُوۡنَ ﴿۴۵﴾ اللہ ہی قبض (یعنی معطل) کرتا ہے (ان) جانوں کو (جن کا وقت موت کا آ گیا ہے) ان کی موت کے وقت (من کل الوجوہ) اور ان جانوں کو بھی کہ جنکی موت نہیں آئی ان کے

سونے کے وقت (من بعض الوجوہ کہ حیات رہتی ہے ادراک نہیں رہتا اور موت میں دونوں چیزیں بدن میں نہیں رہتیں) پھر (اس معطل کرنے کے بعد) ان جانوں کو تو (تصرف فی الابدان کی طرف عود کرنے سے) روک لیتا ہے جن پر موت کا حکم فرما چکا ہے اور باقی جانوں کو (جو کہ نوم میں معطل ہو گئیں تھیں اور ابھی ان کی موت کا وقت نہیں آیا) ایک میعاد معین (یعنی مدت عمر) تک کے لئے رہا کر دیتا ہے (کہ جاگ کر پھر بدستور ابدان میں تصرف کرنے لگتی ہیں) اس (مجموعہ تصرف ۲ مذکور میں ان لوگوں کے لئے جو کہ سوچنے کے عادی ہیں (خدا تعالیٰ کی قدرت وانفراد فی التصرف پر) دلائل ہیں (جن سے توحید پر استدلال کرتے ہیں) ہاں ۳ کیا (باوجود قیام دلائل توحید کے) ان (مشرک) لوگوں نے خدا کے سوا دوسروں کو) معبود قرار دے رکھا ہے جو (ان کی) سفارش کریں گے (جیسا وہ کہا کرتے تھے: ﴿ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ﴾ [یونس: ۱۸]) آپ کہہ دیجئے کہ اگر چہ یہ (شفعائے مزعومہ) کچھ بھی قدرت نہ رکھتے ہوں اور کچھ بھی علم نہ رکھتے ہوں (کیا پھر بھی ان کو شفیع ہی سمجھے جاؤ گے یعنی شفاعت کیلئے کم از کم علم وقدرت تو درکار ہے جو ان میں بوجہ جماد ہونے کے محض مفقود ہے اور چونکہ یہاں مظنہ اس امر کا ہے کہ کوئی مشرک کہے کہ یہ جمادات فی نفسہ شفیع نہیں بلکہ یہ جن کے تماثیل ہیں اور وہ ذی ارواح ہیں جن میں علم وقدرت دونوں ہیں اس لئے آگے اس کا جواب تعلیم فرماتے ہیں کہ) آپ (یہ بھی) کہہ دیجئے کہ سفارش تو تمام تر خدا ہی کے اختیار میں ہے (کہ بدوں اس کے اذن کے کسی کی مجال نہیں کہ سفارش کر سکے اور اذن کیلئے دو شرطیں ہیں شفیع کا مقبول ہونا اور مشفوع لہ کا قابل مغفرت ہونا پس جن ارواح کو یہ معبود قرار دیتے ہیں اگر وہ شیاطین ہیں تو دونوں شرطیں مفقود اور اگر وہ ملائکہ وغیرہم ہیں تو شرط ثانی مفقود بہر حال اذن مفقود ہے پس ان کی شفاعت بھی منفی ہے اور یہی بنا تھا ان کے معبود قرار دینے کا پس ان کی معبودیت باطل ٹھہری اور حق تعالیٰ کی توحید ثابت ہوگئی۔ اور خدا تعالیٰ کی یہ شان ہے کہ) تمام آسمان وزمین کی سلطنت اسی کی ہے پھر (بعد انقضاء اس عالم کے) تم اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے (پس سب کو چھوڑ کر اسی سے ڈرو اسی کی عبادت کرو) اور (باوجود قیام دلائل توحید کے کفار ومشرکین کا یہ حال ہے کہ) جب فقط اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے (کہ وہی متصرف ہے وہی معبود ہے) تو ان لوگوں کے دل منقبض ہوتے ہیں جو کہ آخرت کا یقین نہیں رکھتے (کیونکہ ان کو توحید سے تنفر ہے) اور جب اس کے سوا اوروں کا ذکر آتا ہے (خواہ انفراداً خواہ اشتراکاً اللہ کے ذکر کے ساتھ) تو اسی وقت وہ لوگ خوش ہو جاتے ہیں (کیونکہ شرک ان کو محبوب ہے)۔ **ف**: سورۂ انعام کے رکوع ہشتم کی پہلی آیت میں اس توفی کی تفسیر گزری ہے ملاحظہ کر لیا جاوے اور اعتقاد سفارش کا حوائج دنیویہ میں تو تھا ہی اور آخرت میں بنا برفرض آخرت کے ساتھ کقولھم: ﴿ وَّلَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّيْٓ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى ﴾ [حم السجدۃ: ۵۰]

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ ...... اسی کے مشابہ بعض جہلاء مدعیہ طریق کی حالت ہے کہ توحید خالص کے ذکر سے منقبض ہوتے ہیں اور اولیاء کے ساتھ استغاثہ کرنے والوں کی حکایات سے خوش ہوتے ہیں۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله فى الله يتوفى الله هٰ اشارة الى ان التقديم للحصر واعتباره اوفق بالمقام من التقوىٰ۔ ۲ قوله فى ذلك مجموعہ تصرف مذکور اشارة الى توجيه افراد اسم الاشارة ۱۲۔ ۳ قوله فى ام اتخذوا ہاں اشارة الى كون ام منقطعة ۱۲۔

اللغات: اشمازت انقبضت ونفرت ۱۲۔

النحو: الى اجل مسمى غاية لجنس الارسال لا لفرد منه فانه آنى لا امتداد له ولئلا يرد لزوم ان لا يقع نوم بعد اليقظة الاولى ۱۲۔

البلاغۃ: قوله يرسل وعبر بالارسال رعاية للتقابل۔ قوله اشمازت ويستبشرون وقد بولغ فى بيان حالهم القبيحة حيث بين الغاية فيهما فان الاستبشار ان يمتلى القلب سرورا حتى ينبسط له بشرة الوجه والاشمزاز ان يمتلئ غيظا وغما ينقبض عنه اديم الوجه كما يشاهد فى وجه العابس المحزون ۱۲۔

قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝۴۶ وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ ۝۴۷ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۴۸ فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا ۙ قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ ؕ بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۴۹ قَدْ قَالَهَا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝۵۰

فَأَصَابَهُمْ سَيِّئَاتُ مَا كَسَبُوا ۚ وَالَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْ هَٰؤُلَاءِ سَيُصِيبُهُمْ سَيِّئَاتُ مَا كَسَبُوا وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِينَ ﴿٥١﴾ أَوَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٥٢﴾ ع ۲

آپ کہئے کہ اللہ آسمان اور زمین کے پیدا کرنے والے باطن اور ظاہر کے جاننے والے آپ ہی (قیامت کے روز) اپنے بندوں کے درمیان ان امور میں فیصلہ فرمادیں گے جن میں وہ باہم اختلاف کرتے تھے اور اگر ظلم (یعنی شرک وکفر) کرنے والوں کے پاس دنیا بھر کی تمام چیزیں ہوں اور ان چیزوں کے ساتھ اتنی چیزیں اور بھی ہوں تو وہ لوگ قیامت کے دن سخت عذاب سے چھوٹ جانے کے لئے (بے تامل) ان کو دینے لگیں اور اللہ کی طرف سے ان کو وہ معاملہ پیش آئے گا جس کا ان کو گمان بھی نہ تھا اور (اس وقت) ان کو تمام اپنے برے اعمال ظاہر ہو جائیں گے اور جس عذاب کے ساتھ وہ استہزاء کیا کرتے تھے وہ ان کو آگھیرے گا۔ پھر جس وقت (اس مشرک) آدمی کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہم کو پکارتا ہے پھر جب ہم اس کو اپنی طرف سے کوئی نعمت عطا فرمادیتے ہیں تو کہتا ہے کہ یہ تو مجھ کو (میری) تدبیر سے ملی ہے بلکہ وہ ایک آزمائش ہے لیکن اکثر لوگ سمجھتے نہیں۔ یہ بات (بعض) ان لوگوں نے بھی کہی تھی جو ان سے پہلے ہو گزرے ہیں۔ (جیسے قارون نے کہا تھا) سو ان کی کارروائی ان کے کچھ کام نہ آئی۔ پھر ان کی تمام بداعمالیاں اُن پر آپڑیں (اور سزایاب ہوئے) اور ان میں بھی جو ظالم ہیں ان پر بھی انکی بداعمالیاں ابھی پڑنے والی ہیں اور یہ (اللہ تعالیٰ کو) ہرا نہیں سکتے کیا ان لوگوں کو (احوال) میں غور کرنے سے یہ معلوم نہیں ہوا کہ اللہ ہی جس کو چاہتا ہے زیادہ رزق دے دیتا ہے اور وہی (جس کے لئے چاہتا ہے) تنگی بھی کر دیتا ہے اسی (بسط وقدر) میں ایمان لانے والوں کے واسطے نشانیاں ہیں۔

تفسیر ربط: اوپر توحید کے ضمن میں مشرکین کے مکابرہ وعناد کا بیان ہے جیسا تقریر ترجمہ اَمِ اتَّخَذُوا الخ وَإِذَا ذُكِرَ اللَّهُ...... سے معلوم ہوا چونکہ مکابرہ وعناد موجب حزن مبلغ ہوتا ہے آگے آپ کے تسلیہ کیلئے ایک دعاء کی تعلیم اور بیان جزا سے تسلیہ اور مضمون دعا کی تتمیم فرماتے ہیں۔

تسلیہ بضمن تعلیم دعا بسید ابرار وتتمیم مضمون بیان جزائے کفار: قُلِ اللَّهُمَّ فَاطِرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ (الی قوله تعالى) وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ﴿٤٨﴾۔ آپ (ان کی شدت عناد سے محزون ہوجیئے اور اللہ سے دعا میں یہ) کہئے کہ اے اللہ آسمان اور زمین کے پیدا کرنیوالے باطن اور ظاہر کے جاننے والے آپ ہی (قیامت کے روز) اپنے بندوں کے درمیان ان امور میں فیصلہ فرماویں گے جن میں وہ باہم اختلاف کرتے تھے (یعنی آپ ان مکابرین کی فکر میں نہ پڑیئے بلکہ ان کا معاملہ اللہ کے سپرد کیجئے وہ خود عملی فیصلہ کر دینگے) اور (اس فیصلہ کے وقت یہ حالت ہوگی کہ) اگر ظلم (یعنی شرک وکفر) کرنے والوں کے پاس دنیا بھر کی تمام چیزیں ہوں اور ان چیزوں کے ساتھ اتنی چیزیں اور بھی ہوں تو وہ لوگ قیامت کے دن سخت عذاب سے چھوٹ جانے کے لئے (بے تامل) ان کو دینے لگیں (گو مقبول نہ ہو کما فی المائدۃ: مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ [المائدۃ: ٣٦]) اور خدا کی طرف سے ان کو وہ معاملہ پیش آوے گا جس کا ان کو گمان بھی نہ تھا (کیونکہ اول تو آخرت کے منکر تھے پھر اس میں بھی حسنیٰ کے مدعی تھے) اور (اس وقت) ان کو تمام اپنے برے اعمال ظاہر ہو جاویں گے اور جس (عذاب) کے ساتھ وہ استہزاء کیا کرتے تھے وہ ان کو آگھیرے گا۔

ربط: اوپر اَمِ اتَّخَذُوا...... اور وَإِذَا ذُكِرَ اللَّهُ...... میں جیسا مشرکین کا عناد ومکابرہ مفہوم ہوتا ہے جس کی مناسبت سے مضمون تسلیہ مع متمم مذکور ہوا ہے اسی طرح ان کا ذکر غیر اللہ سے استبشار اور ذکر اللہ سے استنکار خود مدلول صریح عبارت کا ہے آگے اس کی مناسبت سے اس پر بطور تعکیس وتنکیس کے مشرکین کی ایک حالت کی کلمۂ فاء سے تفریع اور اس کی تتمیم کے لئے ان کی ایک دوسری حالت کا ذکر اور پھر اس پر تشنیع وتفریع فرماتے ہیں۔

تجہیل وتنکیل مشرک: فَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا (الی قوله تعالى) إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ (یوں تو مشرک غیر اللہ کے ذکر سے مسرور اور صرف اللہ کے ذکر سے نفور رہتا ہے) پھر جس وقت (اس مشرک) آدمی کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو (جن کے ذکر سے مسرور ہوا کرتا تھا ان سب کو چھوڑ کر صرف) ہم کو پکارتا ہے (جس سے پہلے نفور تھا اور یہ صریح تناقض اقوال وتعارض احوال ہے جس سے مشرک کی صاف حماقت وجہالت ظاہر ہونے کے علاوہ اس کا مسلک بھی باطل قرار پاتا ہے کیونکہ ان میں سی ایک نقیض تو یقیناً صحیح ہے یعنی توحید پس دوسری نقیض یعنی شرک باطل ہے مگر) پھر جب ہم اس کو اپنی طرف سے کوئی نعمت عطا فرمادیتے ہیں تو (اس توحید پر جس کا حق ہونا خود اس کے اقرار سے ثابت ہو چکا تھا قائم نہیں رہتا چنانچہ اس نعمت کو حق تعالیٰ کی طرف منسوب نہیں کرتا بلکہ یوں) کہتا ہے کہ یہ تو مجھ کو (میری) تدبیر سے ملی ہے (اور چونکہ نسبت حق تعالیٰ کی طرف نہیں کرتا بلکہ اپنی تدبیر کا نتیجہ سمجھتا ہے اس لئے توحید پر ثابت نہیں رہتا بلکہ اپنے قدیم طریقہ شرک کی طرف عود کر کے غیر اللہ کی عبادت میں لگ جاتا ہے آگے حق تعالیٰ اس کے قَالَ إِنَّمَا أُوتِيتُهُ کا رد فرماتے ہیں کہ وہ اس کی تدبیر کا نتیجہ نہیں ہے) بلکہ وہ (نعمت خدا ہی کی دی ہوئی ہے اور اس کی طرف سے انسان کی) ایک آزمائش ہے (کہ دیکھیں اس کے ملنے پر ہم کو بھول جاتا ہے اور کفر کرتا ہے یا یاد رکھتا ہے اور شکر کرتا ہے اور اسی آزمائش کیلئے بعض نعمتوں میں اسباب وکسب کا واسطہ بھی رکھ دیا ہے اس سے اور زیادہ آزمائش ہوگئی

کہ دیکھیں اس علت صوریہ پر نظر کرتا ہے یا علت حقیقیہ پر) لیکن اکثر لوگ (اس بات کو) سمجھتے نہیں (اس لئے اس کو اپنی تدبیر کا نتیجہ بتلاتے ہیں اور مبتلائے شرک رہتے ہیں آگے تفریع ہے کہ) یہ بات (بعض) ان لوگوں نے بھی کہی تھی جو ان سے پہلے ہوگزرے ہیں (جیسے قارون نے کہا تھا: اِنَّمَآ اُوۡتِيۡتُهٗ عَلٰى عِلۡمٍ ؕ یا جو لوگ منکر صانع کے ہوگزرے ہیں جیسے نمرود وفرعون ظاہر ہے کہ وہ بھی کسی نعمت کی نسبت خدا کی طرف نہ کرتے تھے بلکہ غیر مکتسب میں بخت واتفاق اور مکتسب میں ہنر اور تدبیر کی طرف نسبت کرتے تھے) سوان کی کارروائی انکے کچھ کام نہ آئی (اور مانع عن العذاب نہ ہوئی) پھر (مانع نہ ہوسکنے کے بعد دافع للعذاب بھی نہ ہوئی بلکہ) ان کی تمام بداعمالیاں ان پر آپڑیں (اور سزایاب ہوئے) اور (یہ زمانہ حال کے لوگ یہ خیال نہ کریں کہ جو کچھ ہونا تھا اگلوں کے ساتھ ہو چکا بلکہ) ان میں بھی جو ظالم ہیں ان پر بھی ان کی بداعمالیاں ابھی پڑنے والی ہیں اور یہ (خدا تعالیٰ کو) ہرا نہیں سکتی (چنانچہ بدر میں خوب سزا ہوئی اور اوپر بَلۡ هِىَ فِتۡنَةٌ سے اِنَّمَآ اُوۡتِيۡتُهٗ عَلٰى عِلۡمٍ ؕ کا مجرد اظہار بطلان تھا آگے اس بطلان پر اشارۃً اقامت برہان ہے یعنی بعضے احمق جو نعمت ورزق کو اپنی تدبیر کی طرف منسوب کرتے ہیں تو) کیا ان لوگوں کو (احوال میں غور کرنے سے) یہ معلوم نہیں ہوا کہ اللہ ہی جس کو چاہتا ہے زیادہ رزق دیدیتا ہے اور وہی (جس کیلئے چاہتا ہے) تنگی بھی کردیتا ہے اس (بسط وقدر) میں (غور کرنے سے) ایمان والوں کے واسطے (کہ اہل فہم ہوتے ہیں اس بات پر) نشانیاں (یعنی دلائل قائم) ہیں (کہ باسط وقابض وہی ہے تدبیر وسوء تدبیر اس میں علت حقیقیہ نہیں پس ان دلائل کو جو شخص سمجھ لے گا وہ اپنی تدبیر کی طرف نسبت نہ کریگا بلکہ خدا کے منعم ہونے سے ذہول نہ کریگا جو سبب ہوگیا تھا ابتلاء بالشرک کا بلکہ وہ موحد رہیگا اور ضراء وسراء میں اس کا حال وقال متناقض ومتعارض نہ ہوگا) **ف**: اولم یروا الخ میں جس استدلال کی طرف اشارہ قریب بصراحت ہے اسکی تقریر یہ ہے کہ ہم بسا اوقات دیکھتے ہیں کہ دو شخصوں کے پاس ایک سا سرمایہ ایک سا سلیقہ ہے ایک سی تدبیر وتجربہ پھر ایک پر فراخی ایک پر تنگی اگر کہا جاوے کہ ایک کی تدبیر بن آئی ایک کی نہ بن پڑی اس کا بطلان یہ ہے کہ بن پڑنا اگر اختیار میں تھا تو دوسرے نے کیوں نہ بنالیا اگر اختیار میں نہیں ہے تو ہمارا مطلوب ثابت ہوگیا کیونکہ جب موقوف علیہ اختیاری نہیں تو موقوف بھی پورا اختیاری نہیں پس ثابت ہوا کہ مؤثر بسط وقدر میں کسی فاعل مختار کی مشیت ہے کہ جس طرح چاہے اس کو متعلق کردے۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَبَدَا لَهُمۡ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمۡ يَكُوۡنُوۡا يَحۡتَسِبُوۡنَ اس سے اس شخص کی غلطی معلوم ہوتی ہے جو اپنے اعمال ومجاہدات سے کشف کو مقصود سمجھتا ہے کیونکہ اگر کشف کوئی کمال ہوتا تو کفار کو حاصل نہ ہوتا۔ قولہ تعالیٰ: ثُمَّ اِذَا خَوَّلۡنٰهُ نِعۡمَةً (الی قوله تعالى) عَلٰى عِلۡمٍ ؕ اس میں اس شخص کی شناعت بھی معلوم ہوگئی جو ثمرات طریق کو کہ نعم الٰہیہ ہیں اپنے عمل ومجاہدہ کی طرف منسوب کرتا ہے۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ **قوله** قبل فاذا مس یوں تواتخ اشار به الى توجيه الفار على طريق الاستعارة التبعية التهكمية وهذا كما تقول فلان يسئ الى فلان فاذا احتاج سأله فاحسن اليه كذا فى الروح۱۲۔ ۲؎ **قوله** فى علم میری اشارة الى تقدير الكلام هكذا على علم عندى۱۲۔ ۳؎ **قوله** فى توضيح علم اور چونکہ نسبت الخ اشارة الى التطبيق بين ما ههنا وبين ما فى الآيات الاخر من قوله تعالىٰ اذا فريق منهم بربهم يشركون ونحوه وقد جمع بينهما فى قوله تعالىٰ فى اول الزمر نسى ما كان يدعو اليه من قبل وجعل لله اندادا فافهم واغتنم لعلك لا تجده فى غير هذا الموضع۱۲۔

اللغات: حاق فى القاموس احاط۱۲۔

النحو: قوله اوتيته اى النعمة والتذكير باعتبار المعنى قوله بل هى اى النعمة والتانيث باعتبار اللفظ ويجوز ان يكون باعتبار الخبر۱۲۔ قد قالها اى الكلمة والمقالة المذكورة من قوله اِنَّمَآ اُوۡتِيۡتُهٗ عَلٰى عِلۡمٍ ؕ ۱۲۔

البلاغۃ: قوله لا فتدوا وليس المراد اثبات الشرطية بل التمثيل لحالهم بحال من يجادل التخلص والفداء مما هو فيه بما ذكر فلا يتقبل منه وحاصله ان العذاب لازم لهم لا يخلصون منه ولو فرض هذا المحال ففيه من الوعيد والاقناط ما لا يخفى۱۲۔

قُلۡ يٰعِبَادِىَ الَّذِيۡنَ اَسۡرَفُوۡا عَلٰٓى اَنۡفُسِهِمۡ لَا تَقۡنَطُوۡا مِنۡ رَّحۡمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ جَمِيۡعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِيۡمُ ﴿۵۳﴾ وَاَنِيۡبُوۡۤا اِلٰى رَبِّكُمۡ وَاَسۡلِمُوۡا لَهٗ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ يَّاۡتِيَكُمُ الۡعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنۡصَرُوۡنَ ﴿۵۴﴾ وَاتَّبِعُوۡۤا اَحۡسَنَ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكُمۡ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ يَّاۡتِيَكُمُ الۡعَذَابُ بَغۡتَةً وَّاَنۡتُمۡ لَا تَشۡعُرُوۡنَ ﴿۵۵﴾ اَنۡ تَقُوۡلَ نَفۡسٌ يّٰحَسۡرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِىۡ جَنۡۢبِ اللّٰهِ وَاِنۡ كُنۡتُ لَمِنَ السّٰخِرِيۡنَ ﴿۵۶﴾ اَوۡ تَقُوۡلَ لَوۡ اَنَّ اللّٰهَ

هَدٰىنِیْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ ﴿۵۷﴾ اَوْ تَقُوْلَ حِیْنَ تَرَى الْعَذَابَ لَوْ اَنَّ لِیْ كَرَّةً فَاَكُوْنَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۵۸﴾ بَلٰى قَدْ جَآءَتْكَ اٰیٰتِیْ فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۵۹﴾ وَیَوْمَ الْقِیٰمَةِ تَرَى الَّذِیْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ اَلَیْسَ فِیْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِیْنَ ﴿۶۰﴾ وَیُنَجِّی اللّٰهُ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ لَا یَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۶۱﴾

آپ کہہ دیجئے کہ اے میرے بندو! جنہوں نے (کفروشرک کر کے) اپنے اوپر زیادتیاں کی ہیں کہ تم اللہ کی رحمت سے ناامید مت ہو بالیقین اللہ تعالیٰ تمام (گزشتہ) گناہوں کو معاف فرمائے گا واقع وہ بڑا بخشنے والا بڑی رحمت ہے اور تم اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور اسلام قبول کرنے میں اس کی فرمانبرداری کرو قبل اس کے کہ تم پر عذاب (الٰہی) واقع ہونے لگے (اور) پھر اس وقت کسی کی طرف سے تمہاری کوئی مدد نہ کی جائے اور تم کو چاہئے کہ اپنے رب کے پاس سے آئے ہوئے اچھے اچھے حکموں پر چلو قبل اس کے کہ تم پر اچانک عذاب آ پڑے اور تم کو (اس کا) خیال بھی نہ ہو۔ کبھی (کل قیامت کو) کوئی شخص کہنے لگے کہ افسوس میری اس کوتاہی پر جو میں نے اللہ کی جناب میں کی اور میں تو (احکام خداوندی پر) ہنستا ہی رہا۔ یا کوئی یہ کہنے لگے کہ اگر اللہ تعالیٰ (دنیا میں) مجھ کو ہدایت کرتا تو میں بھی پرہیزگاروں سے ہوتا یا کوئی عذاب کو دیکھ کر یوں کہنے لگے کہ کاش میرا (دنیا میں) پھر جانا ہو جائے پھر میں نیک بندوں میں ہو جاؤں۔ ہاں بے شک تیرے پاس میری آیتیں پہنچی تھیں۔ سو تو نے ان کو جھٹلایا ور (جھٹلانا کسی شبہ سے نہ تھا بلکہ) تو نے تکبر کیا اور کافروں میں (ہمیشہ) شامل رہا۔ اور آپ قیامت کے دن ان لوگوں کے چہرے سیاہ دیکھیں گے جنہوں نے اللہ پر جھوٹ بولا تھا کیا ان متکبرین کا ٹھکانا جہنم میں نہیں ہے اور جو لوگ (شرک و کفر سے) بچتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو کامیابی کے ساتھ (جہنم سے) نجات دے گا ان کو (ذرا) تکلیف نہ پہنچے گی اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

تفسیر ربط: اوپر شرک کی مذمت اور اس پر وعید ہے جس سے مقصود دعوت الی التوحید ہے ایسے مضامین سن کر بعض کو شبہ ہوا کہ جب ایسی وعید شدید کے مستحق ہیں تو اگر آئندہ کیلئے ایمان و توحید بھی اختیار کر لیا تب بھی گزشتہ شرک کا وبال تو بھگتنا پڑے گا پھر اسلام لانے سے کیا فائدہ ہوا اس کا جواب اگلی آیتوں میں یہ دیا گیا کہ یہ سب معاف ہو جاویگا اس پر مطلق عذاب نہ ہوگا اور اس معافی کا طریقہ بھی کہ توبہ عن الشرک ورجوع الی الاسلام ہے بتلایا گیا اور اس کے ساتھ یہ بھی سنا دیا کہ جیسے اسلام پر عفو و نجات کا وعدہ مرتب ہے اس کی ضد یعنی اصرار علی الکفر پر وعید مرتب ہے۔

ترتب عفو و نجات مطلقہ بر اسلام وضد او برضد او: قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ (الی قولہ تعالی) لَا یَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ آپ (ان سوال کرنیوالوں کے جواب میں میری طرف سے) کہہ دیجئے کہ اے میرے بندو جنہوں نے (کفروشرک کر کے) اپنے اوپر زیادتیاں کی ہیں کہ تم خدا کی رحمت سے ناامید مت ہو (اور یہ خیال نہ کرو کہ ایمان لانے کے بعد گزشتہ کفروشرک پر مواخذہ ہوگا سو یہ بات نہیں بلکہ) بالیقین اللہ تعالیٰ (اسلام کی برکت سے) تمام (گزشتہ) گناہوں کو (گو کفروشرک ہی کیوں نہ ہو) معاف فرما دیگا واقعی وہ بڑا بخشنے والا بڑی رحمت کرنیوالا ہے اور (چونکہ اس معافی کی شرط اور طریق کفر سے توبہ کرنا اور اسلام لانا ہے اس لئے) تم (کفر سے توبہ کرنے کیلئے) اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور (اسلام قبول کرنے میں) اس کی فرمانبرداری کرو قبل اس کے کہ (اسلام نہ لانے کی صورت میں) تم پر عذاب (الٰہی) واقع ہونے لگے (اور) پھر (اس وقت کسی کی طرف سے) تمہاری کوئی مدد نہ کی جاوے (یعنی جیسا اسلام لانے کی صورت میں سب کفروشرک معاف ہو جاوے گا اسی طرح اسلام نہ لانے کی صورت میں اس کفروشرک پر عذاب ہوگا جس کا کوئی دفعیہ نہیں) اور (جب یہ بات ہے کہ اسلام نہ لانے کا یہ انجام ہے تو) تم (کو چاہئے کہ) اپنے رب کے پاس سے آئے ہوئے اچھے حکموں پر چلو قبل اس کے کہ تم پر اچانک عذاب آ پڑے اور تم کو (اس کا) خیال بھی نہ ہو (مراد اس سے عذاب آخرت ہے بقرینہ مابعدہ اور اچانک یا تو اس لئے کہا کہ نفخۂ اولیٰ میں سب ارواح مدہوش ہو جاوینگی پھر نفخۂ ثانیہ کے بعد ادراک عذاب کا ہونے لگے گا۔ اور یا اس لئے کہ جیسا عذاب واقع ہوگا قبل وقوع اس کی حقیقت کا ادراک نہ تھا اور ویسا گمان نہ تھا اور یہ انابت و اسلام واتباع کا حکم اس لئے دیا جاتا ہے کہ) کبھی (کل قیامت کے روز) کوئی شخص کہنے لگے کہ افسوس میری اس کوتاہی پر جو مین نے خدا کی جناب میں کی (یعنی اس کی اطاعت میں جو مجھ سے تقصیر ہوئی) اور میں تو (احکام خدا وندی پر) ہنستا ہی رہا یا کوئی یوں کہنے لگے کہ اگر اللہ تعالیٰ (دنیا میں) مجھ کو ہدایت کرتا تو میں بھی پرہیزگاروں میں سے ہوتا (مگر ہدایت ہی سے محروم رہا اس لئے یہ تمام تر تقصیر و کوتاہی ہوئی) یا کوئی عذاب کو دیکھ کر یوں کہنے لگے کہ کاش میرا (دنیا میں) پھر جانا ہو جاوے پھر میں نیک بندوں میں ہو جاؤں (یہاں حِیْنَ تَرَى الْعَذَابَ کی قید لگانے سے مفہوم ہوتا ہے کہ پہلے دو قول قبل رؤیت عذاب ہونگے غالباً اول ہی موقف میں جب اطلاع ہوگی اپنے تقصیر فی الاعمال کی اس وقت قول اول کا صدور ہوگا پھر بطور عذر و تعلل کے کہ شاید

تمسک مسئلۂ جبر سے جان بچ جاوے قول ثانی سے تقصیر کو عدم ہدایت حق کا سبب بتاوینگے پھر جب اس عذر کو نافع نہ پاوینگے اور عذاب ہی کا معاینہ ہو جاویگا اس وقت تمنائے رجعت کرینگے پس تینوں قول یکے بعد دیگرے مرتب ہیں خواہ ہر کافر سے تینوں قول کا صدور ہو یا بعض سے بعض کا پس او منع الخلو کیلئے ہے اور چونکہ قول ثانی ظاہراً موجب تلبیس ہے اسلئے اس کا جو رد فرمایا جاویگا اسکو نقل فرماتے ہیں کہ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِیْ کے جواب میں اس سے کہا جاویگا کہ) ہاں بیشک تیرے پاس میری آیتیں پہنچی تھیں سو تو نے ان کو جھٹلایا اور (جھٹلانا کسی شبہ سے نہ تھا بلکہ) تو نے تکبر کیا اور (یہ بھی نہ ہوا کہ دوسرے وقت دماغ درست ہو جاتا بلکہ) کافروں میں (ہمیشہ) شامل رہا (حاصل جواب یہ کہ ہدایت جبریہ تو خلاف ابتلاء ہے اس کی نفی تو محل اشکال نہیں اور ہدایت غیر جبریہ کی نفی غلط ہے کیونکہ مجئ آیات بھی ہدایت ہے پس هَدٰىنِیْ کا تو تحقق تھا لیکن تقویٰ کا تحقق تیرے سوء اختیار و سوء اکتساب سے نہیں ہوا پس یہ تیرا عذر محض باطل ہے) اور (آگے مصر علی الکفر و تائب عن الکفر کی سزا و جزا کا مختصراً ذکر فرماتے ہیں کہ اے پیغمبر) آپ قیامت کے روز ان لوگوں کے چہرے سیاہ دیکھیں گے جنہوں نے خدا پر جھوٹ بولا تھا (اس میں دو امر آگئے جو بات خدا نے نہیں کہی مثل شرک وغیرہ اس کو کہنا کہ خدا نے کہی ہے اور جو بات خدا نے کہی جیسے قرآن اس کو کہنا کہ خدا نے نہیں کہی ہے) کیا ان متکبرین کا ٹھکانا جہنم میں نہیں ہے (جو کہ عناداً و استکباراً تکذیب کریں) اور جو لوگ (شرک و کفر سے) بچتے تھے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو کامیابی کے ساتھ (جہنم سے) نجات دیگا ان کو (ذرا) تکلیف نہ پہنچے گی اور نہ وہ غمگین ہونگے (کیونکہ جنت میں غم نہیں)۔

ترجمہ مسائل السلوک : وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ ...... روح میں ہے کہ ان کے قلوب کی سیاہی ان کے چہروں میں منعکس ہو جاویگی اھ اور راز اس میں یہ ہے کہ عالم معاد کشف حقائق کا عالم ہے۔

الروایات : في الروح اخرج ابن جرير وابن مردويه عن ابن عباس انه قال ان اهل مكة قالوا يزعم محمد ﷺ انه من عبد الاوثان ودعا مع الله الٰها آخر وقتل النفس التى حرم الله لم يغفر له فكيف نهاجر ونسلم وقد عبدنا الألهة وقتلنا النفس ونحن اهل شرك فانزل الله تعالىٰ قل يٰعبادى الذين الخ۔ وفى اللباب عن ابن عمر قال كنا نقول ما لمفتتن توبة اذا ترك دينه بعد اسلامه ومعرفته فلما قدم رسول الله ﷺ لمدينة انزل فيهم يا عبادى الذين اسرفوا الآية ۱۲۔

النحو : قوله ان تقول اى لئلا تقول۔ قوله بمفازتهم حال من الذين اتقوا والباء للملابسة والمعنى ظاهر ۱۲۔

البلاغة : قوله عبادى الاصافة للعهد۔ قوله اسرفوا على انفسهم عدى الاسراف بعلى لتضمنه معنى الجناية قوله نفس التنوين للتنكير بقرينة المقام او للتبعيض ويكفى ذلك فى الوعيد لان كل نفس يحتمل ان تكون تلك قوله على ما فرطت على تعليلة وما مصدرية قوله جنب الله اصل الجنب الجارحة ثم يستعار للناحية والجهة التى تليها والمراد بالجهة ههنا الطاعة مجازًا لاشتراكهما فى التعلق بالشىء قوله بلىٰ جواب لقوله لو ان الله هدانى المفهوم منه نفى الهداية ولا يشترط فى الجواب ببلى تقدم النفى صريحا وقد اخر عن القرينة الثالثة لتناسب القرائن الثلاثة وتناسقها والتناسب بينهن اتم من التناسب بين القرينة الثانية وجوابها ۱۲۔

اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۡ وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ۝٦٢ لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝٦٣ قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْۗنِّىْٓ اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ ۝٦٤ وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَىِٕنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝٦٥ بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝٦٦ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ڰ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝٦٧

کیونکہ جنت میں غم نہیں۔ اللہ ہی پیدا کرنے والا ہے ہر چیز کا اور وہی ہر چیز کا نگہبان ہے اور اسی کے اختیار میں ہیں کنجیاں آسمانوں کی اور زمین کی اور جو لوگ (اس پر بھی) اللہ کی آیتوں کو نہیں مانتے وہ بڑے خسارے میں رہیں گے آپ (ان کے جواب میں) کہہ دیجئے کہ اے جاہلو! کیا پھر بھی تم مجھ کو غیر اللہ کی عبادت کرنے کی فرمائش کرتے ہو اور آپ کی طرف بھی اور پیغمبر آپ سے پہلے ہو گزرے ہیں ان کی طرف بھی یہ (بات) وحی میں بھیجی جا چکی ہے کہ اے عام مخاطب اگر تو شرک کرے گا تو تیرا کیا کرایا کام (سب) غارت ہو جائے گا اور تو خسارہ میں پڑے گا (تو اے مخاطب کبھی شرک مت کرنا) بلکہ (ہمیشہ) اللہ ہی کی عبادت کرنا اور (اللہ تعالیٰ کا) شکر گزار رہنا اور (افسوس

ہے کہ) ان لوگوں نے اللہ کی عظمت نہ کی ۔ جیسی عظمت کرنی چاہئے تھی حالانکہ (اس کی وہ شان ہے کہ) ساری زمین اس کی مٹھی میں ہوگی قیامت کے دن اور تمام آسمان لپٹے ہوں گے اس کے داہنے ہاتھ وہ پاک اور برتر ہے ان کے شرک سے ۔

تفسیر ربط : اوپر امر بالتوحید اور اس پر ترتب لطف مزید اور منع عن الشرک والتندید اور اس پر ترتب وعید شدید مذکور تھا آگے آیات اَللّٰهُ خَالِقُ))الخ اور لَهٗ مَقَالِيْدُ ...... اور وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا ...... میں بعض صفات الٰہیہ سے توحید وتحقق وعد ووعید کی تائید اور درمیان میں ذم شرک سے نہی عن الشرک کی تاکید و نیز وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا ...... سے تفصیل آئندہ احوال یوم الوعید کی تمہید کے مضامین ہیں ۔

تائید امر بتوحید تحقق وعد ووعید وتاکید ذم تندید : اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ (الی قوله تعالی) سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ اللہ ہی پیدا کرنیوالا ہے ہر چیز کا اور وہی ہر چیز کا نگہبان ہے (اور) اسی کے اختیار میں ہیں کنجیاں آسمان اور زمین کی (یعنی موجد بھی وہی وھو قولہ خالق ۔ مبقی اور حافظ بھی وہی وھو قولہ وکیل اور متصرف بھی وہی وھو **قوله له مقاليد لان المتصرف في الخزائن عادة هو صاحب المقاليد** پس ایسے اوصاف کمال رکھنے والا شریک سے بھی منزہ ہوگا اور جزا و سزا کا بھی مالک ہوگا اس سے اوپر کے دونوں مضمون توحید و وعدہ و وعید کی تائید ہوگئی) اور (چونکہ خالق و حافظ و مالک مقالید ہونا مخالفین کے نزدیک بھی مسلّم تھا پس مقدمات کے تسلیم سے مقاصد یعنی ثبوت توحید وصحت مجازات کا تسلیم کرنا زیادہ ترمؤکد ہوگیا پس) جو لوگ (اس پر بھی) اللہ کی آیتوں کو (جو کہ مشتمل ہیں توحید و مجازات پر اور مؤید ہیں مقدمات مسلمہ سے) نہیں مانتے وہ بڑے خسارہ میں رہیں گے (اور اے پیغمبر یہ لوگ خود تو کفر و شرک میں مبتلا تھے ہی مگر ان کا یہاں تک حوصلہ بڑھا ہے کہ نعوذ باللہ آپ کو اپنے طریقہ پر لانے کی فرمائش کرتے ہیں سو) آپ (ان کے جواب میں) کہہ دیجئے کہ اے جاہلو کیا (بعد اس[1] کے کہ توحید ثابت ہو چکی اور شرک باطل ہو چکا) پھر بھی تم مجھ کو غیر اللہ کی عبادت کرنے کی فرمائش کرتے ہو اور (اے پیغمبر بھلا آپ میں نعوذ باللہ صدور شرک کا کب احتمال ہے جس پر وہ احمق توقع کرتے ہیں کیونکہ) آپ کی طرف بھی اور جو پیغمبر آپ سے پہلے ہو گزرے ہیں ان کی طرف بھی یہ (بات) وحی (میں) بھیجی جا چکی ہے (کہ اپنے ہر امتی کو پہنچا دیں) کہ اے عام مخاطب اگر تو شرک کریگا تو تیرا کیا کرایا کام (سب) غارت ہو جاویگا اور تو خسارہ میں پڑیگا (تو اے[2] مخاطب کبھی شرک مت کرنا) بلکہ (ہمیشہ) اللہ ہی کی عبادت کرنا اور (اللہ کا) شکر گزار رہنا (یہ دلیل ہے قبح شرک کی کہ وہ اشد (درجہ کی ناشکری ہے پس جب انبیاء کو قبح شرک وحی سے معلوم ہے اور دوسروں تک اسکے پہنچانے کا حکم ہے تو ان سے کہ ان میں سے آپ بھی ہیں صدور شرک کب ممکن ہے تو ایسی ہوس رکھنا انکا خلل دماغ ہے) اور (افسوس ہے کہ) ان لوگوں نے خدا تعالیٰ کی کچھ عظمت نہ کی جیسے عظمت کرنی چاہئے تھی (حق عظمت سے مراد توحید ہے اور اس کی نفی سے مراد شرک) حالانکہ (اس کی وہ شان ہے کہ) ساری زمین اس کی مٹھی میں ہوگی قیامت کے دن اور تمام آسمان لپٹے ہونگے اس کے داہنے ہاتھ میں (اور کوئی دوسرا ایسا ہے نہیں پس) وہ پاک اور برتر ہے ان کے شرک سے (اور اس آیت میں تقریر توحید کے ساتھ آئندہ مضمون کی تمہید بھی ہوگئی) **ف** : وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا کی تقریر ترجمہ سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ یہاں اس کا لانا بطور تفریع علی السابق کے ہے پس نہ یہ وسوسہ رہا کہ یہاں سزا کے ساتھ جزا کیوں نہ مذکور ہوئی اور نہ اس وسوسہ کے دفع کیلئے اس کہنے کی ضرورت رہی کہ اس کا عطف وَيُنَجِّي پر ہے کہ اس میں دوسرا وسوسہ ہوگا کہ اسکا مقابلہ تو تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا سے پورا ہو چکا تھا پھر اسکی کیا ضرورت رہی اور وَ السَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌ کی تفسیر کیلئے سورۂ انبیاء کی آیت : يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ ...... [الأنبياء : ١٠٤] کی تفسیر ملاحظہ کر لی جاوے اور یمین وغیرہ کا ثبوت متشابہات میں سے ہے بلا کیف ایمان واجب ہے تو توحید کو حق تعظیم باعتبار عقائد کے کہا اور نہ حق تعظیم اسمیں منحصر نہیں اور کسی شئے کا حق ہونا باعتبار وسع عبد کے ہے ورنہ اسکی ذات کاملہ کا حق کون ادا کرسکتا ہے ۔

ملحقات الترجمۃ : [1] **قوله في افغير الله** بعد اس کے **اشارة الى وجه التفريع بالفاء** ۱۲ ۔ [2] **قوله في بل الله فاعبد** تو اے مخاطب الخ **اشار به الى معنى الفاء وبل** ۱۲ ۔

الروایات : **في الدر اخرج البيهقي في الدلائل عن الحسنؒ قال قال المشركون للنبي ﷺ اتضلل آبائك واجدادك يا محمد فانزل الله قل افغير الله الى الشاكرين** ۱۲ ۔

اللغات : **قبضته مصدر بمعنى المقبوض** ۱۲ ۔

البلاغۃ : **لهٗ مقاليد في المدارك هو من باب الكناية لان حافظ الخزائن ومدبر امرها هو الذى يملك مقاليدها ومنه قولهم فلان يملك مقاليد الملك وهي المفاتيح واحدها اقليد وقيل لا واحد لها من لفظها والكلمة اصلها فارسية ۔ قوله قبضته الخ اختار في الارض القبضة وفي السموات اليمين رعايةً لصغر الارض ۔ وكبر السمٰوات فان العادة انه يقبض على الشئ اذا كان صغيرا ويوضع في اليد من غير قبض اذا كان كبيرا وان كانت الاشياء كلها صغيرة بالنسبة الى يد الله تعالىٰ كذا اجرى الله تعالىٰ على**

لسان اهلي وقت بلوغها هذه الآية في درسها ترجمة القرآن فلا تنظروا الى منْ قال وانظروا الى ما قال فالله تعالى يلقى ما يشاء على من يشاء وادعوا الله لها واسأل الناظرين ان يدعوا لها ان يرزقها علما وعملا ويغفر لها ويرحمها ۱۲۔

وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ ۖ ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرٰى فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُونَ ﴿۶۸﴾ وَأَشْرَقَتِ الْأَرْضُ بِنُورِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَاءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿۶۹﴾ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَا عَمِلَتْ وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُونَ ﴿۷۰﴾ وَسِيقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ۖ حَتّٰى إِذَا جَاءُوهَا فُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِنْكُمْ يَتْلُونَ عَلَيْكُمْ آيٰتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُونَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۚ قَالُوا بَلٰى وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِينَ ﴿۷۱﴾ قِيلَ ادْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِينَ فِيهَا ۖ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِينَ ﴿۷۲﴾ وَسِيقَ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ۖ حَتّٰى إِذَا جَاءُوهَا وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا خٰلِدِينَ ﴿۷۳﴾ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي صَدَقَنَا وَعْدَهُ وَأَوْرَثَنَا الْأَرْضَ نَتَبَوَّأُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ ۖ فَنِعْمَ أَجْرُ الْعٰمِلِينَ ﴿۷۴﴾ وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَافِّينَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۖ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ ﴿۷۵﴾

اور (قیامت کے روز) صور میں پھونک ماری جائے گی سو تمام آسمان اور زمین والوں کے ہوش اڑ جائیں گے مگر جس کو اللہ چاہے پھر اس (صور) میں دوبارہ پھونک ماری جائے گی تو دفعۃً سب کے سب کھڑے ہو جائیں گے (اور چاروں طرف) دیکھنے لگیں گے اور زمین اپنے رب کی نور (بے کیف) سے روشن ہو جائے گی اور (سب کا) نامۂ اعمال (ہر ایک کے سامنے) رکھ دیا جائے گا اور پیغمبر اور گواہ حاضر کئے جائیں گے اور سب میں ٹھیک ٹھیک فیصلہ کیا جائے گا اور ان پر ذرا ظلم نہ ہوگا اور ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور وہ سب کاموں کو خوب جانتا ہے اور جو کافر ہیں وہ جہنم کی طرف گروہ گروہ بنا کر ہانکے جائیں گے۔ یہاں تک کہ جب دوزخ کے پاس پہنچے گے تو اس وقت اس کے دروازے کھول دیئے جائیں گے ان سے دوزخ کے محافظ (فرشتے بطور ملامت) کہیں گے کیا تمہارے پاس تم ہی لوگوں میں سے پیغمبر نہ آئے تھے۔ جو تم کو تمہارے رب کی آیتیں پڑھ کر سنایا کرتے تھے اور تم کو تمہارے اس دن کے پیش آنے سے ڈرایا کرتے تھے۔ کافر کہیں گے کہ ہاں لیکن عذاب کا وعدہ کافروں پر پورا کر رہا۔ پھر ان سے کہا جائے گا (یعنی وہ فرشتے کہیں گے) کہ جہنم کے دروازوں میں داخل ہو اور ہمیشہ اس میں رہا کرو غرض (خدا کے احکام سے) تکبر کرنے والوں کا برا ٹھکانا ہے اور جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے تھے وہ گروہ گروہ کر کے جنت کی طرف روانہ کئے جائیں گے۔ یہاں تک کہ جب اس جنت کے پاس پہنچیں گے اور اس کے دروازے پہلے سے کھلے ہوئے ہوں گے تاکہ ذرا بھی دیر نہ لگے اور وہاں کے محافظ فرشتے ان سے کہیں گے السلام علیکم تم مزہ میں رہے سو اس جنت میں ہمیشہ رہنے کے لئے داخل ہو جاؤ۔ اور داخل ہو کر کہیں گے کہ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے ہم سے اپنا وعدہ سچا کیا۔ اور ہم کو اس سرزمین کا مالک بنا دیا۔ کہ ہم جنت میں جہاں چاہیں مقام کریں۔ غرض نیک عمل کرنے والوں کا اچھا بدلہ ہے اور آپ فرشتوں کو دیکھیں گے کہ (حساب کے اجلاس کے وقت) عرش کے گرداگرد حلقہ باندھے ہوں گے اور اپنے رب کی تسبیح وتحمید کرتے ہوں گے اور تمام بندوں میں ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ ساری خوبیاں خدا کو زیبا ہیں جو تمام عالم کا پروردگار ہے۔

تفسیر ربط: اوپر: وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ [الأنعام: ۹۱] میں بضمن اثبات توحید وابطال شرک مضمون مجازات کی تمہید تھی اور اس سے اوپر بھی بعض آیات میں اجمالاً اس کا ذکر ہوا ہے آگے مقصوداً ومفصلاً ختم سورت تک یہی مضمون ہے۔

خاتمہ در تفصیل مجازات: وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ (الی قوله تعالی) وَقِيلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ ﴿۷۵﴾ اور (قیامت کے روز جس کا اوپر ذکر آیا ہے) صور میں پھونک ماری جاویگی سو تمام آسمان اور زمین والوں کے ہوش اڑ جاوینگے (پھر زندہ تو مر جاوینگے اور مردوں کی روحیں بیہوش ہو جاویں گی) مگر جس کو خدا چاہے (وہ اس بیہوشی اور موت سے محفوظ رہیگا) پھر اس (صور) میں دوبارہ پھونک ماری جاویگی تو دفعۃً سب کے سب (ہوش میں آکر اور ارواح

کا تعلق ابدان سے ہو کر قبروں سے نکل) کھڑے ہو جاوینگے (اور چاروں طرف) دیکھنے لگیں گے (جیسا کہ حادثہ غریبہ کے وقوع کے وقت عادت طبعی ہے) اور (پھر حق تعالیٰ حساب کے لئے زمین پر اپنی شان کے مناسب نزول و تجلی فرماوینگے اور) زمین اپنے رب کے نور (بے کیف) سے روشن ہو جاویگی اور (ہر ایک کا) نامۂ اعمال (ہر ایک کے سامنے) رکھ دیا جاویگا اور پیغمبر اور گواہ حاضر کئے جاوینگے (گواہ مفہوم عام سے شامل ہے پیغمبروں کو کما قال : جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ [النساء : ٤١] اور فرشتوں کو کما قال تعالیٰ : مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ [ق : ٢١] جس کی تفسیر ملک کے ساتھ مرفوعاً وموقوفاً وارد ہے کذا فی سورہ ق من الدر المنثور اور امت محمدیہ کو کما قال تعالیٰ : لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ [النساء : ١٤٣] اور اعضا وجوارح کو کما قال تعالیٰ : وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ [يٰس : ٦٥]) اور سب (مکلفین) میں (حسب اعمال) ٹھیک ٹھیک فیصلہ کیا جاویگا اور ان پر ذرا ظلم نہ ہوگا (کہ کوئی نیک عمل جو بشرائطہ واقع ہوا ہو چھپا لیا جاوے یا کوئی بدعمل بڑھا دیا جاوے) اور ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جاویگا (اعمال نیک میں بدلہ کے پورا ہونے سے مقصود نفی کمی کی ہے اور اعمال میں بدلہ کے پورا ہونے سے مقصود زیادتی کی نفی ہے) اور وہ سب کے کاموں کو خوب جانتا ہے (پس اس کو ہر ایک کے موافق جزا دیدینا کچھ مشکل نہیں) اور (بیان اس کا بدلہ جو نتیجہ فیصلہ کا ہے یہ ہے کہ) جو کافر ہیں وہ جہنم کی طرف گروہ گروہ بنا کر دھکّے دے کر ذلت وخواری کے ساتھ) ہانکے جاوینگے (گروہ گروہ اس لئے کہ اقسام ومراتب کفر کے جدا جدا ہیں پس ایک ایک طرح کے کفار کا ایک ایک گروہ ہوگا) یہاں تک کہ جب دوزخ کے پاس پہنچیں گے تو (اس وقت) اس کے دروازے کھول دیئے جاوینگے اور ان سے دوزخ کے محافظ (فرشتے بطور ملامت کے) کہیں گے کیا تمہارے پاس تم ہی لوگوں میں سے (کہ اس صورت میں فیض لینا بھی آسان تھا) پیغمبر نہ آئے تھے جو تم کو تمہارے رب کی آیتیں پڑھ کر سنایا کرتے تھے اور تم کو تمہارے اس دن کے پیش آنے سے ڈرایا کرتے تھے وہ کافر کہیں گے کہ ہاں (رسول بھی آئے تھے اور انہوں نے ڈرایا بھی) لیکن عذاب کا وعدہ کافروں پر (جن میں ہم بھی داخل ہیں) پورا ہو کر رہا (یہ اعتذار نہیں بلکہ اعتراف ہے کہ باوجود ابلاغ کے ہم نے کفر کیا اور کافروں کیلئے جو عذاب موعود تھا وہ ہمارے سامنے آیا واقعی ہماری نالائقی ہے۔ پھر ان سے) کہا جاویگا (یعنی وہ فرشتے کہیں گے) کہ جہنم کے دروازوں میں داخل ہو (اور) ہمیشہ اس میں رہا کرو غرض (خدا کے احکام سے) تکبر کرنے والوں کا بُرا ٹھکانا ہے (پھر اس حکم کے بعد وہ جہنم میں داخل کئے جاوینگے اور دروازے بند کر دیئے جاوینگے کما قال تعالیٰ : عَلَيْهِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ [البلد : ٢٠] یہ تو کفار کا حال ہوا) اور جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے تھے (جس کا ابتدائی مرتبہ ایمان ہے پھر آگے مراتب مختلفہ ہیں) وہ گروہ گروہ ہو کر (کہ جس مرتبہ کا تقویٰ ہوگا اس مرتبہ کے متقی ایک جگہ کر دیئے جاوینگے اور) جنت کی طرف (شوق دلا کر جلدی) روانہ کئے جاوینگے یہاں تک کہ جب اس (جنت) کے پاس پہنچیں گے اور اس کے دروازے (پہلے سے) کھلے ہوئے ہونگے (تاکہ ذرا بھی دیر نہ لگے اور نیز اہل اکرام کے لئے ایسا ہی ہوتا ہے جیسا مہمان کے لئے عادت ہے کہ پہلے سے دروازہ کھول دیا جاتا ہے کما قال تعالیٰ : مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ [صٓ : ٥٠]) اور وہاں کے محافظ (فرشتے) ان سے (بطور اکرام وثناء کے) کہیں گے کہ السلام علیکم تم مزہ میں رہو سو اس (جنت) میں ہمیشہ رہنے کیلئے داخل ہو جاؤ (اس وقت اس میں داخل ہو جاویں گے اور داخل ہو کر) کہیں گے کہ اللہ کا (لاکھ لاکھ) شکر ہے جس نے ہم سے اپنا وعدہ سچا کیا اور ہم کو اس سرزمین کا مالک بنا دیا کہ ہم جنت میں جہاں چاہیں مقام کریں (یعنی ہر شخص کو خوب فراغت کی جگہ ملی ہے کہ خوب کُھل کھیل کر چلیں پھریں بیٹھیں اُٹھیں قیام کے طور پر تو اپنی ہی جگہ میں اور سیر کے طور پر دوسرے جنتی کے درجہ میں بھی) غرض (نیک) عمل کرنیوالوں کا اچھا بدلا ہے (یا تو ان ہی کا کلام ہو یا اللہ تعالیٰ کا ہو) اور (آگے اجلاس سے اخیر فیصلہ تک کے اسی مضمون کو مختصر اور پرشوکت الفاظ میں بطور تلخیص کے فرماتے ہیں کہ) آپ فرشتوں کو دیکھیں گے کہ (نزول اجلاس للحساب کے وقت) عرش کے گرداگرد حلقہ باندھے ہونگے (اور) اپنے رب کی تسبیح وتحمید کرتے ہونگے اور تمام بندوں میں ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دیا جاویگا اور (اس فیصلہ کے ٹھیک ہونے پر ہر طرف سے جوش کے ساتھ یہی خروش ہوگا اور) کہا جاویگا کہ ساری خوبیاں خدا کو زیبا ہیں جو تمام عالم کا پروردگار ہے (جس نے ایسا عمدہ فیصلہ کیا پھر اس نعرۂ تحسین پر دربار برخاست ہو جاویگا) **ف** : یہاں قیام فرمایا اور یٰسین میں ینسلون وجہ تطبیق سورۂ یٰسین میں مذکور ہوئی ہے۔ اور اِلَّا مَنْ شَآءَ کی تفسیر سورۂ نمل کے اخیر رکوع میں گزر چکی ہے اور اَشْرَقَتِ الْاَرْضُ اور وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ کی تفسیر میں جو لکھا گیا ہے درمنثور کی حدیث مرفوع سے ماخوذ ہے اور جنت کے موضع مشی کو ارض کہنے میں حقیقت اور مجاز دونوں محتمل ہیں۔

ترجمہ مسائل السلوک : قولہ تعالیٰ : وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ بعض نے کہا ہے کہ میدان محشر میں ان کو ایک بار رویت حق ہو چکی ہوگی کما

فی صحیح مسلم اوران کو یہ معلوم نہ ہوگا کہ جنت میں بھی رویت ہوگی اس لئے جنت میں جاتے ہوئے متردد ہونگے پس فرشتوں کے سوق کی نوبت آوے گی اوربعض نے کہا ہے کہ اس سوق کا فاعل شوق ہے جب ان کو معلوم ہوگا کہ جنت میں رؤیت ہوگی اس شوق میں دوڑے ہوئے چلے جائیں گے اوردونوں قولوں میں امر مشترک انکار رؤیت الٰہیہ کو مقصود بالذات سمجھنا ہے۔ سورۂ زمر تمام ہوئی۔

اللغات: حافین من حول العرش فی القاموس محدقین باحفته ای جوانبه ۱۲۔

النحو: حتی اذا جاء وھا وفتحت الخ الواو للحال وجواب اذا محذوف مقدر علی ختم الآیة ای دخلوھا وعطف علیه وقالوا ۱۲۔

وقدتم بعونه تعالٰی وصونه تفسیر سورة الزمر للثانی والعشرین من ربیع الاول شهر مولد الشفیع الاول

یوم الثنین ۱۳۲۵ھ من الهجرة۔

سُوْرَةُ الْمُؤْمِنِ

سُوْرَةُ الْمُؤْمِنِ مَكِّيَّةٌ ۶۰ ۴۰ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ۸۵ | رُكُوْعَاتُهَا ۹

سورۃ المؤمن مکہ میں نازل ہوئی — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اس میں ۸۵ آیات اور ۹ رکوع ہیں

حٰمٓ ۝۱ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝۲ غَافِرِ الذَّنْۢبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝۳ مَا يُجَادِلُ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَلَا يَغْرُرْكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ ۝۴ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّالْاَحْزَابُ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۪ وَهَمَّتْ كُلُّ اُمَّةٍۭ بِرَسُوْلِهِمْ لِيَاْخُذُوْهُ وَجٰدَلُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ فَاَخَذْتُهُمْ ۣ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ۝۵ وَكَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ۝۶ اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۝۷ رَبَّنَا وَاَدْخِلْهُمْ جَنّٰتِ عَدْنِ ۣ الَّتِيْ وَعَدْتَّهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۸ وَقِهِمُ السَّيِّاٰتِ ؕ وَمَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝۹ ع

وقف لازم — وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

حٰمٓ ۔(اس کے معنی اللہ ہی کو معلوم ہیں) یہ کتاب اتاری گئی ہے اللہ کی طرف سے جو زبردست ہے ہر چیز کا جاننے والا۔ گناہ بخشنے والا ہے اور توبہ کا قبول کرنے والا سخت سزا دینے والا ہے۔ قدرت والا ہے۔ اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔ اسی کے پاس سب کو جانا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ان آیتوں میں یعنی قرآن میں (لوگ ناحق کے) جھگڑے نکالتے ہیں جو اس کے منکر ہیں سو ان لوگوں کا شہروں میں امن وامان سے چلنا پھرنا آپ کو اشتباہ میں نہ ڈالے۔ ان سے پہلے نوح کی قوم نے اور دوسرے گروہوں نے بھی جو ان کے بعد ہوئے (جیسے عاد وثمود وغیرہ ہم دین حق کو) جھٹلایا تھا اور ہر امت میں سے جو لوگ ایمان نہ لائے تھے۔ انہوں نے اپنے پیغمبر کے گرفتار کرنے کا ارادہ کیا اور ناحق کے جھگڑے نکالے تاکہ اس ناحق سے حق کو باطل کردیں۔ سو میں نے آخر ان پر دار و گیر کی سو (دیکھو) میری میری طرف سے ان کو کیسی سزا ہوئی اور اسی طرح تمام کافروں پر آپ کے پروردگار کا یہ قول ثابت ہو چکا ہے کہ وہ لوگ (آخرت میں) دوزخی ہوں گے۔ ہر چیز کو شامل ہے سو ان لوگوں کو بخش دیجئے جنہوں نے (شرک وکفر سے) توبہ کرلی ہے اور آپ کے رستہ پر چلتے ہیں اور ان کو جہنم کے عذاب سے بچا لیجئے اے ہمارے پروردگار ان کو ہمیشہ رہنے کی بہشتوں میں جن کا آپ نے ان سے وعدہ کیا ہے داخل کردیجئے اور ان کے ماں باپ اور بیبیوں اور اولاد میں جو جنت کے لائق یعنی مؤمن ہوں ان کو بھی داخل کردیجئے بلاشک آپ زبردست حکمت والے ہیں اور ان کو قیامت کے دن ہر طرح کی تکالیف سے بچائیے اور آپ جس کو اس دن کی تکالیف سے بچالیں تو اس پر آپ نے بہت مہربانی فرمائی اور یہ بڑی کامیابی ہے۔

تفسیر: سوۃ المؤمن مکیۃ وآیہا خمس او ست او ثمان و ثمانون و کذا فی الروح۔

ربط: اس تمام تر سورت کا حاصل تین مضمون ہیں ایک توحید کہیں اس پر استدلال ہے کہیں اس کا امر اور اسکے ضد سے نہی ہے اور کہیں اس کے اعتقاد رکھنے والوں کی مدح اور بشارت ہے۔ دوسرا مضمون مجادلین فی الحق کی کہ عموم حق میں رسالت وغیرہ بھی داخل ہے تہدید ہے کہیں عقوبت دنیویہ سے کہیں عذاب اخروی سے۔ تیسرا مضمون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تسلیہ ہے اور تہدید وتسلیہ کی تاکید وتائید کے لئے فرعون اور موسیٰ علیہ السلام کا قصہ کسی قدر مفصل اور انبیائے سابقین کا ارسال بعنوان مجمل بیان فرمایا ہے اور سورت سابقہ کے ختم پر مؤمنین وکفار کا تفاوت حال آخرت میں کہ ایک ناجی ایک مبتلائے نکال ہے اور اس سورت میں فریقین کا تفاوت حال دنیا میں کہ ایک مؤمن منقاد دوسرا گرفتار جدال وضلال ہے مذکور ہونے سے دونوں کے خاتمہ وفاتحہ میں بھی تناسب ظاہر ہو گیا اور اس بیان حال فی الدنیا سے پہلے جو منزل بالفتح کی حقیت اور منزل بالکسر کی بعض صفات مع توحید وارد ہیں وہ بطور تمہید وتعیین محل اختلاف مجادلین اور انکے مقابلین کے سمجھنا چاہئے پس خاتمہ وفاتحہ کے مضمون میں تخلل اجنبی کا شبہ نہ کرنا چاہئے۔

تہدید مجادل عنید وتعدید مدائح اہل توحید بعد بیانِ حقیت قرآن مجید وبعضے صفات عزیز حمید بطور تمہید

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ حٰمٓ ۝ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝ (الی قوله تعالٰی) وَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ ۔ حٰمٓ۔ (اس کے معنی اللہ ہی کو معلوم ہیں) یہ کتاب اتاری گئی ہے اللہ کی طرف سے جو زبردست ہے ہر چیز کا جاننے والا ہے گناہ کا بخشنے والا ہے اور توبہ کا قبول کرنیوالا ہے سخت سزا دینے والا ہے قدرت والا ہے اسکے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اسی کے پاس (سب کو) جانا ہے (پس قرآن اور توحید کی حقیت کا مقتضا یہ ہے کہ اس میں انکار وجدال نہ کیا جاوے مگر پھر بھی) اللہ تعالیٰ کی ان آیتوں میں (یعنی قرآن میں جو کہ مشتمل توحید پر بھی ہے) وہی لوگ (ناحق کے) جھگڑے نکالتے ہیں جو (اسکے) منکر ہیں (اور انکار کا مقتضا یہ ہے کہ ان کو سزا ہو جاتی لیکن عاجلاً سزا نہ ہونا استدراج ہے) (سو ان لوگوں کا شہروں میں (امن وامان سے حظوظ دنیویہ کے لئے) چلنا پھرنا آپ کو اشتباہ میں نہ ڈالے (کہ اس سے ان کا سزا سے ہمیشہ کے لئے بچا رہنا سمجھ لیا جاوے اور آپ کے اس خطاب سے دوسروں کو سنانا مقصود ہے غرض ان پر کسی نہ کسی وقت دار وگیر ضرور ہو گی چنانچہ) ان سے پہلے نوح (علیہ السلام) کی قوم نے اور دوسرے گروہوں نے بھی جو کہ ان کے بعد ہوئے (جیسے عاد وثمود وغیرہم دین حق کو) جھٹلایا تھا اور ہر امت (میں سے جو لوگ ایمان نہ لائے تھے انہوں) نے اپنے پیغمبر کے گرفتار کرنے کا ارادہ کیا (کہ پکڑ کر قتل کر دیا جاوے) اور ناحق کے جھگڑے نکالے تاکہ اس ناحق سے حق کو باطل کر دیں سو میں نے (آخر) ان پر دار وگیر کی سو (دیکھو) میری طرف سے (انکو کیسی سزا ہوئی اور (جس طرح ان کو دنیا میں سزا ہوئی) اسی طرح تمام کافروں پر آپ کے پروردگار کا یہ قول ثابت ہو چکا ہے کہ وہ لوگ (آخرت میں) دوزخی ہونگے (یعنی یہاں بھی سزا ہوئی اور وہاں بھی ہو گی۔ اسی طرح کفر کے سبب ان کفار حاضرین کو بھی دار وگیر اور سزا ہونے والی ہے خواہ دونوں عالم میں یا آخرت میں۔ یہ تو حال منکرین کا ہوا کہ مستحق اہانت وعقوبت ہیں اور جو لوگ موحد اور مومن ہیں وہ ایسے مکرم ہیں کہ ملائکہ مقربین مثل ایمان وتسبیح کے ان کیلئے دعا واستغفار کرنے میں مشغول رہتے ہیں جو کہ حسب قاعدہ یفعلون ما یؤمرون علامت ہے ان کے مامور بالاستغفار ہونے کی جس سے مؤمنین کا محبوب عنداللہ ہونا ثابت ہوتا ہے چنانچہ ارشاد ہے کہ) جو فرشتے کہ عرش (الٰہی) کو اُٹھائے ہوئے ہیں اور جو فرشتے اس کے گرداگرد ہیں وہ اپنے رب کی تسبیح وتحمید کرتے رہتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ایمان والوں کے لئے (اس طرح دعاء و) استغفار کیا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار آپ کی رحمت (عامہ) اور علم ہر چیز کو شامل ہے (پس اہل ایمان پر بدرجہ اولیٰ رحمت ہو گی اور ان کے ایمان کا آپ کو علم بھی ہے) سو ان لوگوں کو بخشد یجئے جنہوں نے (شرک وکفر سے) توبہ کر لی ہے اور آپ کے راستہ پر چلتے ہیں اور ان کو جہنم کے عذاب سے بچالیجئے (جو کہ مقتضا ہے مغفرت کا کیونکہ سبب عذاب کا ذنوب ہیں ان کے ارتفاع سے وہ بھی مرتفع ہو جاویگا) اے ہمارے پروردگار اور (دوزخ سے بچا کر) ان کو ہمیشہ رہنے کی بہشتوں میں جس کا آپ نے ان سے وعدہ کیا ہے داخل کر دیجئے اور ان کے ماں باپ اور بیبیوں اور اولاد میں جو (جنت کے) لائق (یعنی مؤمن) ہوں (گو ان موصوفین کے درجہ کے نہ ہوں) ان کو بھی داخل کر دیجئے بلاشک آپ زبردست حکمت والے ہیں (کہ مغفرت پر قادر ہیں اور ہر ایک کے مناسب اس کو درجہ عطا فرماتے ہیں) اور (جیسا) ان کو دوزخ سے جو کہ عذاب اعظم ہے بچانے کیلئے آپ سے دعاء ہے اسی طرح یہ بھی دعاء ہے کہ) ان کو (قیامت کے دن ہر طرح کی) تکالیف سے بچایئے (گو وہ جہنم سے خفیف ہوں جیسے میدان قیامت کی پریشانیاں) اور آپ جس کو اس دن کی تکالیف سے بچالیں تو اس پر آپ نے (بہت) مہربانی فرمائی اور یہ (جو مذکور ہوا مغفرت وحفاظت عذاب اکبر واصغر سے اور دخول جنت) بڑی کامیابی ہے (پس اپنے مؤمن بندوں کو اس سے محروم نہ رکھئے)۔ **ف**: یہاں سے سورۂ احقاف تک متصل سات سورتیں حم سے شروع ہوئی ہیں اور عجیب لطیفہ ہے کہ ساتوں قرآن مجید کے منزل وموحی من اللہ ہونے کے مضمون سے شروع ہوئی ہیں اور ایک آیت میں جو: وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ [الشوریٰ: ۵] آیا ہے اس میں یا تو مَنْ فِي الْاَرْضِ سے مراد مؤمنین ہیں یا استغفار سے مراد دعائے ترک معاجلت عقوبت ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: (سورۂ مؤمن) قوله تعالیٰ: مَا يُجَادِلُ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ اِلَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اس آیت میں جدال بالباطل کی مذمت ہے چنانچہ اس کے

بعد متصل ہی ارشاد ہے: وَجٰدَلُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ اور جو جدال بالحق وللحق ہے وہ مامور بہ ہے قال تعالی: وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ [النحل: ۱۲۵] اوران میں فرق کی رعایت کرنا اہل اللہ کے خواص سے ہے۔ قولہ تعالی: اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ ...... اس میں اشارہ ہے شرف ایمان واہل ایمان کی طرف کہ ملائکہ ان کیلئے استغفار کرتے ہیں۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله في يجادل ناحق للقرينة العقلية والنقلية من قوله وجادلوا بالباطل ۱۲۔ ۲ قوله قبل فاغفر پس اہل ایمان اہل علم بھی ہے اشار به الى توجيه مدخلية الرحمة والعلم فى الدعاء بالمغفرة كما هو مدلول الفاء ۱۲۔

اللغات: الطول في القاموس القدرة والغنى والسعة والفضل قوله ليدحضوا دحضت الحجة بطلت كذا فى القاموس ۱۲۔

البلاغۃ: قوله العزيز الى ذى الطول فى بعض الصفات ترهيب وفى بعضها ترغيب قوله وقابل التوب توسيط الواو بين الغافر والقابل لافادة الجمع للمذنب التائب بين رحمتين الغفران وقبول التوبة ولا ينافى ذلك انه عز وجل قد يغفر لمن لم يتب كذا فى الروح مختصر ۱۲۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللّٰهِ اَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ اِذْ تُدْعَوْنَ اِلَى الْاِيْمَانِ فَتَكْفُرُوْنَ ۞۱۰ قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ ۞۱۱ ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗۤ اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ ۚ وَاِنْ يُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا ؕ فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ ۞۱۲

جولوگ کافر ہوئے (اس وقت) ان کو پکارا جائے گا کہ جیسی تم کو (اس وقت) اپنے سے نفرت ہے اس سے بڑھ کر اللہ کو (تم سے) نفرت تھی جب کہ تم (دنیا میں) ایمان کی طرف بلائے جاتے تھے پھر تم نہیں مانا کرتے تھے۔ وہ لوگ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار آپ ہم کو دوبارہ مردہ رکھا اور دوبارہ زندگی دی سو ہم اپنی خطاؤں کا اقرار کرتے ہیں تو کہاں (یہاں سے) نکلنے کی کوئی صورت ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ جب صرف اللہ کا نام لیا جاتا تھا تو تم انکار کرتے تھے اور اگر اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جاتا تھا تو تم مان لیتے تھے سو (اس پر) یہ فیصلہ اللہ کا ہے جو عالیشان (اور) بڑے رتبے والا ہے۔

تفسیر ربط: اوپر تہدید میں اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ سے کفار کا دوزخ میں داخل ہونا مذکور تھا آگے دخول نار کے بعد کا حال مذکور ہوتا ہے۔

بعضے از احوال کفار بعد دخول نار: اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (الى قوله تعالى) فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ ۞ جولوگ کافر ہوئے (وہ جب دوزخ میں جا کر اپنے کفر وشرک کے اختیار کرنے پر حسرت وافسوس کرینگے اور خود ان کو اپنے سے سخت نفرت ہوگی حتی کہ غصہ کے مارے اپنی انگلیاں کاٹ کاٹ کھاوینگے کما فى الدر عن الحسن (اسوقت) ان کو پکارا جاویگا کہ جیسی تم کو (اس وقت) اپنے سے نفرت ہے اس سے بڑھ کر خدا کو (تم سے) نفرت تھی جبکہ تم (دنیا میں) ایمان کی طرف بلائے جاتے تھے پھر (بلانے کے بعد) تم نہیں مانا کرتے تھے (اس کہنے سے مقصود زیادت تحسیر وتندیم ہے) وہ لوگ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار (ہم جو حیات ثانیہ کا انکار کیا کرتے تھے اور اسی کے انکار سے کفر وشرک وجمیع معاصی پر دلیر تھے اب ہم کو اپنی غلطی معلوم ہوگئی چنانچہ ہم نے دیکھ لیا کہ آپ نے ہم کو دوبار مردہ رکھا (ایک بار قبل تولد جبکہ حالت جمادیت میں تھے جس میں جان متعارف نہیں ہوتی اور دوسری بار جس کو سب موت کہتے ہیں) اور دوبار زندگی دی (ایک دنیا کی زندگی دوسری آخرت کی وہذا کقولہ تعالی: وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا [البقرة: ۲۸] یہ سب چار حالتیں ہوئیں گو ان میں انکار ایک ہی کا تھا اور اسی کا اقرار اس وقت مقصود ہے لیکن بقیہ تین حالتیں اس لئے ذکر کردیں کہ وہ یقینی تھیں پس مقصود یہ ہوگا کہ یہ رابعہ بھی مثل ان ہی ثلثہ کے متیقن ومتحقق ہے۔) سو ہم اپنی خطاؤں کا (جس میں اصل انکار بعث ہے اور باقی اس کے فروع) اقرار کرتے ہیں تو کیا (یہاں سے) نکلنے کی کوئی صورت ہے (کہ دنیا میں پھر جا کر ان سب خطاؤں کا تدارک کرلیں کقولہ تعالی: هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ [الشورى: ۴۴] وقولہ فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا [السجدة: ۱۲] جواب ارشاد ہوگا کہ تمہارے نکلنے کی کوئی صورت نہیں بلکہ ہمیشہ یہیں رہنا ہوگا اور) وجہ اس کی یہ ہے کہ جب صرف اللہ کا نام لیا جاتا تھا (یعنی توحید کا ذکر ہوتا تھا) تو تم انکار کیا کرتے تھے اور اگر اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جاتا تھا تو تم مان لیتے تھے (کقولہ تعالی وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ ...... [الزمر: ۴۵]) سو (اس پر) یہ فیصلہ اللہ کا (کیا ہوا) ہے جو عالیشان (اور) بڑے رتبہ والا ہے (یعنی چونکہ حق تعالی کے علو وکبریاء کے اعتبار سے یہ جرم عظیم تھا اسلئے فیصلہ میں عقوبت بھی عظیم تجویز ہوئی یعنی خلود)۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله قبل ذلكم کوئی صورت نہیں اشارة الى ان الجواب هو لا سبيل الى الخروج وقوله ذلكم الخ دال عليه قائم مقامه ۱۲۔

الکلام: قوله امتنا الخ فيه دليل على بطلان التناسخ لان القائلين به يقولون بكون كل من الاحياء والاماتة فائتا للحصر فضلا

عن اثنتین ۱۲۔

النحو: قوله لمقت الله الخ الروح هذا معمول للنداء لتضمنه معنى القول كانه قيل ينادون مقولا لهم لمقت الله الخ واللام للابتداء وللقسم آه لمقتصرا قوله اذ تدعون اذ ظرفية وهي ظرف لمقت الاول والمعنى لمقت الله تعالى انفسكم في الدنيا اذ تدعون الى الايمان فتكفرون اشد من مقتكم اياها اليوم وانتم في النار فزمان المقتين مختلف وكون زمان الاول الدنيا والثاني الآخرة مروی عن الحسن اخرجه عبد بن حميد وابن المنذر عن مجاهد واعترض عليه بلزوم الفصل بين المصدر وما في صلته باجنبي هو الخبر وفي امالي ابن الحاجب لا باس بذلك لان الظروف متسع فيها كذا في الروح قلت ويظهر هذا التركيب من ترجمتي۔

البلاغۃ: قوله امتنا في الروح والاماتة وان كانت حقيقة في تصيير الحيوة معدومة بعد ان كانت موجودة فهو من باب المجاز كما قرأوه في ضيق فم الركية وفي الآية يقال بعموم المجاز لئلا يلزم الجمع بين الحقيقة والمجاز ۱۲۔

هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ وَيُنَزِّلُ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ رِزْقًا ۭ وَمَا يَتَذَكَّرُ اِلَّا مَنْ يُّنِيْبُ ۝ فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۝ رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ ۚ يُلْقِي الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰي مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ ۝ يَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ ڬ لَا يَخْفٰى عَلَي اللّٰهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ ۭ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۭ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۝ اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ ۭ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْاٰزِفَةِ اِذِ الْقُلُوْبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كٰظِمِيْنَ ڛ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ حَمِيْمٍ وَّلَا شَفِيْعٍ يُّطَاعُ ۝ۭ يَعْلَمُ خَاۗىِٕنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ ۝ وَاللّٰهُ يَقْضِيْ بِالْحَقِّ ۭ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَقْضُوْنَ بِشَيْءٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ۝ۧ اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ كَانُوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَانُوْا هُمْ اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِي الْاَرْضِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ۭ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَكَفَرُوْا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ ۭ اِنَّهٗ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝

وہی ہے جو تم کو اپنی نشانیاں دکھلاتا ہے اور (وہی ہے جو) آسمان سے تمہارے لئے رزق پہنچاتا ہے اور صرف وہی شخص نصیحت قبول کرتا ہے جو (اللہ کی طرف) رجوع (کرنے کا ارادہ) کرتا ہے سو تم لوگ اللہ کو خالص اعتقاد کر کے پکارو۔ گو کافروں کو ناگوار (ہی) کیوں نہ ہو۔ وہ رفیع الدرجات ہے وہ عرش کا مالک ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے وحی یعنی اپنا حکم بھیجتا ہے تاکہ وہ صاحب وحی لوگوں کی اجتماع کے دن (یعنی قیامت کے دن) سے ڈرائے جس دن سب لوگ (اللہ کے) سامنے آموجود ہوں گے (کہ) ان کی بات اللہ سے مخفی نہ رہے گی۔ آج کے روز کسی کی حکومت ہوگی بس اللہ ہی کی ہوگی جو یکتا (اور) غالب ہے آج ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ دیا جائے گا آج (کسی پر) کچھ ظلم نہ ہوگا اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے اور آپ ان لوگوں کو ایک قریب آنے والے مصیبت کے دن سے (کہ روز قیامت ہے) ڈرایئے جس وقت کلیجے منہ کو آجائیں گے (اور غم سے) گھٹ گھٹ جائیں گے (اس روز) ظالموں کا کوئی ولی نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی سفارشی ہوگا جس کا کہنا مانا جائے وہ (ایسا ہے کہ) آنکھوں کی چوری کو جانتا ہے اور ان باتوں کو بھی جو سینوں میں پوشیدہ ہیں اور اللہ تعالیٰ ٹھیک فیصلہ کر دے گا اور اللہ کے سوا جن لوگوں کو یہ لوگ پکارا کرتے ہیں وہ کسی طرح کا بھی فیصلہ کر سکتے (کیونکہ) اللہ ہی سب کچھ سننے والا سب کچھ دیکھنے والا ہے۔ کیا ان لوگوں نے ملک میں چل پھر کر نہیں دیکھا کہ جو (کافر) لوگ ان سے پہلے ہو گذرے ہیں ان کا کیسا انجام ہوا وہ لوگ قوت اور ان نشانوں میں جو کہ زمین پر چھوڑ گئے ہیں۔ ان سے بہت زیادہ تھے سو ان کے گناہوں کی وجہ سے اللہ نے ان پر دارو گیر فرمائی اور ان کا کوئی اللہ (کے عذاب) سے بچانے والا نہ ہوا یہ (مواخذہ) اس سبب سے ہوا کہ ان کے پاس ان کے رسول واضح دلیلیں لے کر آتے رہے۔ پھر انہوں نے نہ مانا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر مواخذہ فرمایا۔ وہ بڑی قوت والا سخت سزا دینے والا ہے۔

تفسیر ربط: اوپر شروع کی آیتوں میں جو توحید و تہدید کا مضمون ہے آگے پھر اسی طرف عود ہے و نیز متصلاً اوپر اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ ...... میں تسبب عقاب کا شرک

سے مذکور ہے اگلے مضمون سے اس کی بھی تقریر ہو گئی۔

توحید مع التہدید: هُوَ الَّذِیْ یُرِیْكُمْ اٰیٰتِهٖ (الی قولہ تعالی) اِنَّهٗ قَوِیٌّ شَدِیْدُ الْعِقَابِ۲۲ وہی ہے جو تم کو اپنی نشانیاں (قدرت کی) دکھلاتا ہے (تاکہ ان سے توحید پر استدلال کرو) اور (وہی ہے جو) آسمان سے تمہارے لئے رزق بھیجتا ہے (یعنی بارش کرتا ہے جس سے رزق پیدا ہوتا ہے یہ بھی منجملہ مذکورہ نشانیوں کے ہے) اور (ان نشانیوں سے) صرف وہی شخص نصیحت قبول کرتا ہے جو (خدا کی طرف) رجوع (کرنے کا ارادہ) کرتا ہے (کیونکہ قصد رجوع سے غور و تامل کرتا ہے اور تامل سے حق تک پہنچ جاتا ہے) سو (جب توحید پر دلائل قائم ہیں تو) تم لوگ (کفر و شرک کو چھوڑ کر) خدا کو خالص اعتقاد کر کے (یعنی توحید کے ساتھ) پکارو (اور مسلمان[۱] ہو جاؤ) گو کافروں کو ناگوار (ہی کیوں نہ) ہو وہ رفیع الدرجات ہے وہ عرش کا مالک ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے وحی یعنی اپنا حکم بھیجتا ہے تاکہ وہ (صاحب وحی لوگوں کو) اجتماع کے دن سے (یعنی قیامت کے دن سے) ڈرائے جس دن سب لوگ خدا کے) سامنے آ موجود ہوں گے (کہ) انکی بات خدا سے مخفی نہ رہے گی آج کے روز کس کی حکومت ہوگی بس اللہ ہی کی ہوگی جو یکتا (اور) غالب ہے آج ہر شخص کو اس کے کئے (ہوئے کاموں) کا بدلا دیا جاوے گا آج (کسی پر) کچھ ظلم نہ ہوگا اللہ تعالی بہت جلد حساب لینے والا ہے اور (جیسا سب پیغمبروں کو اس دن سے ڈرانے کا حکم ہوا ہے کما مر من قولہ تعالی الخ اسی طرح آپ بھی اس کے مامور ہیں پس) آپ (بھی) ان لوگوں کو ایک قریب آنے والی مصیبت کے دن سے (کہ روز قیامت ہے) ڈرائیے جس وقت کلیجے منہ کو آ جاویں گے (غم سے) گھٹ گھٹ جاویں گے (اس روز) ظالموں (یعنی کافروں) کا نہ کوئی دلی دوست ہوگا اور نہ کوئی سفارشی ہوگا جس کا کہا مانا جاوے (اور) وہ (ایسا ہے کہ) آنکھوں کی چوری کو جانتا ہے اور ان (باتوں) کو بھی جو سینوں میں پوشیدہ ہیں (جن کو دوسرا نہیں جانتا۔ مطلب یہ کہ اس کو تمام اعمال عباد کا احاطہ علمیہ ہے جس پر مجازات موقوف ہے) اور (چونکہ) اللہ تعالی (کامل علم اور جمیع صفات کامل ہیں اس لئے وہ) ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دے گا اور خدا کے سوا جن کو یہ لوگ پکارا کرتے ہیں وہ کسی طرح کا بھی فیصلہ نہیں کر سکتے (کیونکہ) اللہ ہی سب کچھ سننے والا سب کچھ دیکھنے والا ہے (اسی طرح اس میں اور بھی صفات کمال ہیں اور دوسرے معبودان صفات کمال سے عاری ہیں اس لئے اس کے سوا کوئی فیصلہ بھی نہیں کر سکتا اس سے دو باتیں ثابت ہوئیں ایک عجز انداد کا نصرت سے دوسرے نفی شرکت کی اور یہ لوگ جو ایسے مضامین مجازات و مکافات کی سن کر کفر و شرک کے موجب سزا ہونے سے انکار کرتے ہیں تو) کیا ان لوگوں نے ملک میں چل پھر کر نہیں دیکھا کہ جو (کافر) لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں (اس کفر کی بدولت) انکا کیسا انجام ہوا وہ لوگ قوت اور ان نشانیوں میں جو کہ زمین پر چھوڑ گئے ہیں (مثل عمارات وغیرہ) ان (موجودین) سے بہت زیادہ تھے سو ان کے گناہوں کی وجہ سے (کہ اشد درجہ ان میں کفر تھا) خدا نے ان پر دارو گیر فرمائی (یعنی عذاب نازل کیا) اور انکا کوئی خدا (کے عذاب) سے بچانے والا نہ ہوا (آگے ان ذنوب کی تفصیل ہے کہ) یہ (مواخذہ) اس سبب سے ہوا کہ ان کے پاس ان کے رسول واضح دلیلیں (یعنی معجزات کہ دلائل نبوت ہیں) لیکر آتے رہے پھر انہوں نے نہ مانا تو اللہ تعالی نے ان پر مواخذہ فرمایا بیشک وہ بڑی قوت والا سخت سزا دینے والا ہے (پس جب علت مواخذہ کی کفر و شرک ہے جو ان میں بھی مشترک ہے پھر یہ مواخذہ سے کیسے مامون ہیں خواہ دارین میں خواہ دار آخرت میں) **ف**: رَفِیْعُ الدَّرَجٰتِ کے حسب قول خازن وغیرہ دو معنی ہو سکتے ہیں ایک رافع الدرجات اس صورت میں رسالت اور بعث کے مضمون سے اسکو مناسبت ہوگی کہ وہ کسی کا درجہ رسالت تک بڑھا دیتا ہے جیسا آگے ہے: یُلْقِی الرُّوْحَ ...... اور اسی طرح قیامت میں اہل عمل کو مختلف درجات عطا فرماوے گا جیسا دوسری جگہ ارشاد ہے: هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ ...... [ال عمران: ۱۶۳] اور دوسرے معنی مرتفع الدرجات یعنی عظیم الصفات پس درجات کا بالمعنی المجازی صفات پر اطلاق ہوگا کیونکہ معنی حقیقی اس کے مصاعد و معارج کے ہیں اور قیامت کو یوم الاجتماع کہنا ظاہر ہے کہ سب خلائق اس میں مجتمع ہوں گے۔ اور درمنثور میں لمن الملک فرمانا دو بار مروی ہے ایک بعد نفخۂ اولی کے بعد سب کے فنا کے۔ دوسرا بعد نفخۂ ثانیہ کے قبل شروع حساب کے روی الاول فی قولہ تعالی: وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَصَعِقَ ...... [الزمر: ۶۸] وروی الثانی فی ہذہ الایات لیکن قرآن مجید کی تفسیر ان روایات پر موقوف ہیں ظاہر متبادر مدلول قرآنی یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اس ندا کی حکایت نہیں بلکہ تکلم کے وقت مبالغۃً اس یوم کو حاضر فرض کر کے بطور استفہام تقریری کے سوال کر کے جواب ارشاد فرماتے ہیں اور اس فرض کی وجہ سے یومئذ کی جگہ الیوم فرمایا کما فی قولہ تعالی: فَالْیَوْمَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ یَضْحَكُوْنَ [المطففین: ۳۴] پس آیت نہ اس روایت کو مقتضی ہے نہ اس کی نافی ہے اس لئے نہ باہم تلازم ہے نہ باہم تنافی و تزاحم۔ اور الآزفۃ میں قیامت کو قریب اسلئے کہا کہ روزانہ قریب ہوتی جاتی ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالی: یَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْیُنِ وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ اطلاق لفظ سے اس کو بھی شامل ہے کہ غیر محبوب حقیقی پر استحسان واستلذاذ سے نظر کی جاوے یا دل سے اس کی تمنا کی جاوے۔

ملحقات الترجمۃ: [۱] **قولہ قبل ولو کرہ** مسلمان ہو جاؤ اشار بہ الی ان قولہ تعالی ولو کرہ الکافرون لیست قرینۃ قویۃ علی ان الخطاب

فی فادعوا اللّٰہ للمؤمنین خاصۃ بل یتجہ ان الخطاب للکفار وامروا بالاسلام فیتسی بہ علیہ قولہ ولو کرہ الکافرون ۱۲

اللغات: الأزفة بمعنی القریبة موصوفها مقدر ای الخطة۔ خائنة صفة للنظرة وجعل النظرة خائنة اسناد مجازی او هو مصدر کالکاذبة والعافیة ای خیانة الاعین ۱۲۔

النحو: کاظمین حال من اصحاب القلوب علی المعنی فان ذکر القلوب یدل علی ذکر اصحابها ۱۲ رفیع الدرجت وکذا لا یخفی وکذا یعلم هی اخبار هو المقدر او هو فی هو الذی یریکم فالمقصود بهذا کله تعدید صفات الکمال لله تعالیٰ فلا حاجة الی التکلف فی ربط قوله تعالیٰ یعلم بقوله ما للظلمین الخ کما فعل بعضهم ۱۲ منه۔

البلاغة: اذ القلوب الخ کنایة عن شدة الخوف او فرط التالم قوله یطاع المراد نفی الصفة والموصوف ۱۲۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَا وَ سُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ﴿۲۳﴾ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَ هَامٰنَ وَ قَارُوْنَ فَقَالُوْا سٰحِرٌ كَذَّابٌ ﴿۲۴﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا اقْتُلُوْۤا اَبْنَآءَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ وَ اسْتَحْیُوْا نِسَآءَهُمْ ؕ وَ مَا كَیْدُ الْكٰفِرِیْنَ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ ﴿۲۵﴾ وَ قَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِیْۤ اَقْتُلْ مُوْسٰی وَ لْیَدْعُ رَبَّهٗ ۚ اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ یُّبَدِّلَ دِیْنَكُمْ اَوْ اَنْ یُّظْهِرَ فِی الْاَرْضِ الْفَسَادَ ﴿۲۶﴾ وَ قَالَ مُوْسٰۤی اِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ وَ رَبِّكُمْ مِّنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَّا یُؤْمِنُ بِیَوْمِ الْحِسَابِ ﴿۲۷﴾ وَ قَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ ۖۗ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَكْتُمُ اِیْمَانَهٗۤ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰهُ وَ قَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَیِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَ اِنْ یَّكُ كَاذِبًا فَعَلَیْهِ كَذِبُهٗ ۚ وَ اِنْ یَّكُ صَادِقًا یُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِیْ یَعِدُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ﴿۲۸﴾ یٰقَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْیَوْمَ ظٰهِرِیْنَ فِی الْاَرْضِ ؗ فَمَنْ یَّنْصُرُنَا مِنْۢ بَاْسِ اللّٰهِ اِنْ جَآءَنَا ؕ قَالَ فِرْعَوْنُ مَاۤ اُرِیْكُمْ اِلَّا مَاۤ اَرٰی وَ مَاۤ اَهْدِیْكُمْ اِلَّا سَبِیْلَ الرَّشَادِ ﴿۲۹﴾ وَ قَالَ الَّذِیْۤ اٰمَنَ یٰقَوْمِ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ مِّثْلَ یَوْمِ الْاَحْزَابِ ﴿۳۰﴾ مِثْلَ دَاْبِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ وَ الَّذِیْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ وَ مَا اللّٰهُ یُرِیْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ ﴿۳۱﴾ وَ یٰقَوْمِ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ یَوْمَ التَّنَادِ ﴿۳۲﴾ یَوْمَ تُوَلُّوْنَ مُدْبِرِیْنَ ۚ مَا لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ وَ مَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۳۳﴾ وَ لَقَدْ جَآءَكُمْ یُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَیِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِیْ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ ؕ حَتّٰۤی اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ یَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا ؕ كَذٰلِكَ یُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابُ ﴿۳۴﴾ الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِ اللّٰهِ بِغَیْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ؕ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَ عِنْدَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ؕ كَذٰلِكَ یَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰی كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ﴿۳۵﴾ وَ قَالَ فِرْعَوْنُ یٰهَامٰنُ ابْنِ لِیْ صَرْحًا لَّعَلِّیْۤ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ﴿۳۶﴾ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰۤی اِلٰهِ مُوْسٰی وَ اِنِّیْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا ؕ وَ كَذٰلِكَ زُیِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَ صُدَّ عَنِ السَّبِیْلِ ؕ وَ مَا كَیْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِیْ تَبَابٍ ﴿۳۷﴾ وَ قَالَ الَّذِیْۤ اٰمَنَ یٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَهْدِكُمْ سَبِیْلَ الرَّشَادِ ﴿۳۸﴾ یٰقَوْمِ اِنَّمَا هٰذِهِ

الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ ۫ وَّاِنَّ الْاٰخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ ﴿۳۹﴾ مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا

مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۴۰﴾ وَيٰقَوْمِ مَا لِيْٓ اَدْعُوْكُمْ اِلَى

النَّجٰوةِ وَتَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَى النَّارِ ﴿۴۱﴾ تَدْعُوْنَنِيْ لِاَكْفُرَ بِاللّٰهِ وَاُشْرِكَ بِهٖ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ۫ وَّاَنَا

النصف

اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ ﴿۴۲﴾ لَا جَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ لَيْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي

الْاٰخِرَةِ وَاَنَّ مَرَدَّنَآ اِلَى اللّٰهِ وَاَنَّ الْمُسْرِفِيْنَ هُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ ﴿۴۳﴾ فَسَتَذْكُرُوْنَ مَآ اَقُوْلُ لَكُمْ ۭ

اُفَوِّضُ اَمْرِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۴۴﴾ فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَحَاقَ بِاٰلِ

فِرْعَوْنَ سُوْۗءُ الْعَذَابِ ﴿۴۵﴾ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ۚ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۣ اَدْخِلُوْٓا

اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ ﴿۴۶﴾

اور ہم نے موسیٰ کو اپنے احکام اور کھلی دلیل کے ساتھ فرعون اور ہامان اور قارون کے پاس بھیجا تو ان لوگوں نے کہا کہ یہ جادوگر (اور) جھوٹا ہے پھر (اس کے بعد) جب وہ (عام) لوگوں کے پاس دین حق جو ہماری طرف سے تھا' لے کر آ گئے تو ان (مذکورہ) لوگوں نے (بطور مشورہ کے) کہا کہ جو لوگ ان کے ساتھ ایمان لے آئے ہیں' ان کے بیٹوں کو قتل کر ڈالو اور ان کی لڑکیوں کو زندہ رہنے دو اور کافروں کی تدبیر محض بے اثر رہی اور فرعون نے (اہل دربار سے) کہا کہ مجھ کو چھوڑ دو میں موسیٰ کو قتل کر ڈالوں اور اس کو چاہئے کہ اپنے رب کو مدد کے لئے پکارے۔ مجھ کو (اندیشہ) ہے کہ وہ (کہیں) تمہارا دین (نہ) بدل ڈالے یا ملک میں کوئی خرابی (نہ) پھیلا دے اور موسیٰ نے (جب یہ بات سنی تو) کہا کہ میں اپنے اور تمہارے (یعنی سب کے) پروردگار کی پناہ لیتا ہوں ہر خر دماغ شخص (کے شر) سے جو روزِ حساب پر یقین نہیں رکھتا۔ اور (اس مجلس مشورہ میں) ایک مؤمن شخص نے جو کہ فرعون کے خاندان سے تھے (اور) اب تک ایمان پوشیدہ رکھتے تھے کہا کیا تم ایک شخص کو (محض) اس بات پر قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا پروردگار اللہ ہے حالانکہ وہ تمہارے رب کی طرف سے (اس دعویٰ پر) دلیلیں بھی لے کر آیا ہے اور اگر (بالفرض) وہ جھوٹا ہے تو اس کا جھوٹ اسی پر پڑے گا اور گر وہ سچا ہے تو وہ جو کچھ پیش کر رہا ہے اس میں سے کچھ تو تم پر (ضرور ہی) پڑے گا اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو مقصود تک نہیں پہنچاتا جو (اپنی) حد سے گذر جانے والا بہت جھوٹ بولنے والا ہو۔ اے میرے بھائیو! آج تو تمہاری سلطنت ہے کہ اس سرزمین میں تم حاکم ہو سو اللہ کے عذاب میں ہماری کون مدد کرے گا اگر (ان کے قتل کرنے سے) وہ ہم پر آ پڑا فرعون نے (یہ تقریر سن کر جواب میں) کہا کہ میں تو تم کو وہی رائے دوں گا جو جو دیکھ رہا ہوں (کہ ان کا قتل ہی مناسب ہے) اور میں تم کو عین طریق مصلحت بتاتا ہوں۔ اور اس مؤمن نے کہا: صاحبو مجھ کو تمہاری نسبت اور امتوں کے سے روزِ بد کا اندیشہ ہے جیسا قوم نوح اور عاد اور ثمود اور ان کے بعد والوں (یعنی قوم لوط) وغیرہ کا حال ہوا تھا اور اللہ تعالیٰ تو بندوں پر کسی طرح کا ظلم کرنا نہیں چاہتا اور صاحبو مجھ کو تمہاری نسبت اس دن کا اندیشہ ہے جس میں کثرت سے ندائیں ہوں گی۔ جس روز (موقوف حساب سے) پشت پھیر کر (دوزخ کی طرف) لوٹو گے اور اس وقت تم کو اللہ سے بچانے والا کوئی نہ ہوگا اور جس کو اللہ ہی گمراہ کرے اس کا کوئی ہدایت کرنے والا نہیں اور اس سے قبل تم لوگوں کے پاس یوسف علیہ السلام دلائل (توحید نبوت کے) لے کر آ چکے ہیں سو تم ان امور میں بھی برابر شک ہی میں رہے ہیں جو وہ تمہارے پاس لے کر آئے تھے۔ حتیٰ کہ جب ان کی وفات ہو گئی تو تم لوگ کہنے لگے کہ بس اب اللہ کسی رسول کو نہ بھیجے گا اسی طرح اللہ تعالیٰ آپے سے باہر ہو جانے والوں (اور) شہادت میں گرفتار رہنے والوں کو غلطی میں ڈالے رکھتا ہے جو بلا کسی سند کے ان کے پاس موجود ہو اللہ کی آیتوں میں جھگڑے نکالا کرتے ہیں اس سے اللہ تعالیٰ کو بھی بڑی نفرت ہے اور مؤمنین کو بھی اور اسی طرح اللہ تعالیٰ ہر مغرور جابر کے پورے قلب پر مہر کر دیتا ہے اور فرعون نے کہا: اے ہامان میرے واسطے ایک بلند عمارت بناؤ شاید میں آسمان پر جانے کی رہوں تک پہنچ جاؤں پھر (وہاں جا کر) موسیٰ کے اللہ کو دیکھوں بھالوں اور میں تو موسیٰ کو جھوٹا ہی سمجھتا ہوں اور اسی طرح فرعون کی (اور) بدکرداریاں (بھی) اسے مستحسن معلوم ہوتی تھیں اور (سیدھے) راستہ سے رُک گیا اور فرعون کی ہر تدبیر غارت ہی گئی اور اس مؤمن نے کہا اے بھائیو! تم میری راہ پر چلو میں تم کو ٹھیک ٹھیک راہ بتلاتا ہوں اے بھائیو یہ دینوی زندگانی محض حظ چند روز ہے اور (اصل) ٹھہرنے کا مقام تو آخرت ہے (جہاں جزاء کا یہ قانون ہے کہ) جو شخص گناہ کرتا ہے اس کو تو برابر سرا پر ہی بدلہ ملتا ہے اور جو نیک کام کرتا ہے خوہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ مؤمن ہو ایسے لوگ جنت میں جائیں گے (اور) وہاں بے حساب ان کو رزق ملے گا اور اے میرے بھائیو! یہ کیا بات ہے کہ میں تو تم کو (طریق) نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھ کو دوزخ کی طرف بلاتے ہو (یعنی) تم مجھ کو اس بات کی طرف بلاتے ہو کہ میں اللہ کے ساتھ کفر کروں اور اس کا

ساتھی بناؤں جس (کے ساجھی ہونے) کی میرے پاس کوئی دلیل نہیں اور میں تم کو اللہ زبردست خطا بخش کی طرف بلاتا ہوں۔ یقینی بات ہے کہ تم جس چیز (کی عبادت) کی طرف مجھ کو بلاتے ہو وہ نہ تو دنیا ہی میں پکارے جانے کے لائق ہے اور نہ آخرت ہی میں اور (یقینی بات ہے کہ) ہم سب کو اللہ کے پاس جانا ہے اور جو لوگ دائرہ (عبودیت) سے نکل رہے ہیں وہ سب دوزخی ہوں گے۔ سو آگے چل کر تم میری بات کو یاد کرو گے اور میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ سب بندوں کا نگران ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے (اس مؤمن) کو ان لوگوں کی مضر تدبیروں سے محفوظ رکھا اور فرعون والوں پر (مع فرعون کے) موذی عذاب نازل ہوا (جس کا آگے بیان ہے کہ) ہو لوگ (برزخ میں) صبح اور شام آگ کے سامنے لائے جاتے ہیں اور جس روز قیامت قائم ہوگی (حکم ہوگا) فرعون والوں کو (مع فرعون کے) نہایت سخت آگ میں داخل کرو۔

تفسیر ربط: اوپر جا بجا منکرین توحید و رسالت کی تہدید کے ضمن میں کفار کا خلاف و عناد مذکور ہے جو مظنہ ہے حزن رسول اللہ ﷺ کا آگے تسلیہ رسول کے لئے و نیز تائید تہدید منکرین توحید و رسالت کے لئے قصۂ موسیٰ علیہ السلام اور فرعون اور دونوں کے اتباع کا مذکور ہوتا ہے۔

قصۂ موسیٰ علیہ السلام با فرعون و اتباع ہر دو: وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى (الی قولہ تعالی) اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو اپنے احکام اور کھلی دلیل (یعنی معجزہ جو دلیل ہے صدق دعوئے نبوت کی) دیکر فرعون اور ہامان اور قارون کے پاس بھیجا تو ان لوگوں (میں سے بعض نے یا کل) نے کہا کہ (نعوذ باللہ یہ جادوگر (اور) جھوٹا ہے (جادوگر معجزہ میں کہا اور کذاب دعویٰ نبوت و احکام میں کہا اور قارون چونکہ بنی اسرائیل میں سے تھا اس لئے اس کا ساحر کہنا اور نہ کہنا دونوں محتمل ہیں اگر اس نے نہ کہا ہو تو قَالُوْا میں تغلیب ہو جاوے گی) پھر (اس کے بعد) جب وہ (عام) لوگوں کے پاس دین حق (ثابت بالدلیل) جو ہماری طرف سے تھا لے کر آئے (جس پر بعض لوگ مسلمان بھی ہو گئے) تو ان (مذکور) لوگوں نے (بطور مشورہ کے) کہا کہ جو لوگ ان کے ساتھ (ہو کر) ایمان لے آئے ہیں ان کے بیٹوں کو قتل کر ڈالو (تاکہ ان کی جمعیت اور قوت نہ بڑھ جاوے جس سے اندیشہ زوال سلطنت کا ہے) اور (چونکہ عورتوں سے ایسا اندیشہ نہیں و نیز ہمارے گھروں میں کار و خدمت کے لئے ان کی ضرورت ہے اس لئے) ان کی لڑکیوں کو زندہ رہنے دو (غرض انہوں نے غلبۂ موسویہ کے انسداد کی یہ تدبیر کی) اور ان کافروں کی تدبیر محض بے اثر رہی (چنانچہ آخر میں موسیٰ علیہ السلام غالب آئے خواہ یہ تدبیر عمل میں لائی گئی ہو یا نہ لائی گئی ہو کوئی روایت اس کے متعلق نہیں دیکھی اور یہ قتل مغایر ہے۔ قتل اوّل قبل ولادت موسویہ کے پھر اس کے بعد خود موسیٰ علیہ السلام کے قتل کے بارہ میں گفتگو ہوئی) اور فرعون نے (اہل دربار سے) کہا کہ مجھ کو چھوڑو میں موسیٰ کو قتل کر ڈالوں اور اس کو چاہئے کہ اپنے رب کو (مدد کے لئے) پکارے مجھ کو اندیشہ ہے کہ وہ (کہیں) تمہارا دین (نہ) بدل ڈالے یا ملک میں کوئی خرابی (نہ) پھیلا دے (کہ ایک ضرر دین ہے دوسرا ضرر دنیا۔ اور فرعون کا ذرونی کہنا یا تو اس وجہ سے ہے کہ اہل دربار نے شاید اس لئے قتل کی رائے نہ دی ہوگی کہ اس کو مصلحت ملکی کے خلاف سمجھا ہوگا کہ عام چرچا ہوگا کہ ایک بے سر و سامان شخص سے ڈر گئے یا یہ کہنا بطور تمویہ کے ہے کہ عام سننے والے سمجھیں کہ اب تک توقف قتل میں مشیروں کے روکنے کے سبب ہے گو واقع میں قتل پر جرأت نہ ہونے کا سبب نزول بلائے آسمانی کا خوف ہو کیونکہ دل میں تو معجزات سے یقین ہو ہی گیا تھا کما قال تعالیٰ: وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ [النمل : ۱۴] اور اسی طرح وَلْيَدْعُ رَبَّهٗ کہنا اظہار جلادت کے لئے ہو گو دل اندر سے تھرا رہا ہو) اور موسیٰ (علیہ السلام نے جو یہ بات سنی خواہ بالمشافہ سنا ہو یا بواسطہ تو انہوں نے) کہا میں اپنے اور تمہارے (یعنی سب کے) پروردگار کی پناہ لیتا ہوں ہر خر دماغ شخص (کے شر) سے جو روز حساب پر یقین نہیں رکھتا (اور اسلئے حق کا مقابلہ کرتا ہے پہلی صورت یعنی بالمشافہ سننے میں رَبِّكُمْ کا خطاب فرعون وغیرہ کو ہوگا اور مِنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ میں وضع مظہر موضع مضمر ہوگا اور اس کا ایسا مضمون ہوگا جیسا دوسری آیت میں ہے: اِنِّىْ عُذْتُ بِرَبِّىْ وَرَبِّكُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنِ [الدخان : ۲۰] اور دوسری صورت میں رَبِّكُمْ کا خطاب مبلغین خبر کو ہوگا اور ایسا مضمون ہوگا جیسا اور آیت میں ہے: قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا [الأعراف : ۱۲۸]) اور (اس مجلس مشورہ میں) ایک مؤمن شخص نے جو کہ فرعون کے خاندان سے تھے (اور اب تک) اپنا ایمان پوشیدہ رکھتے تھے (یہ مشورہ سن کر لوگوں سے) کہا کیا تم ایک شخص کو (محض) اس بات پر قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے میرا پروردگار اللہ ہے حالانکہ وہ تمہارے رب کی طرف سے (اس دعوے پر) دلیلیں (بھی) لیکر آیا ہے (یعنی معجزات بھی دکھلاتا ہے جو دلیل ہے صدق دعویٰ نبوت اور ماموریت من اللہ بتبلیغ التوحید ہونے کی اور دلیل موجود ہوتے ہوئے صاحب دلیل کی مخالفت کرنا اور مخالفت بھی اس درجہ کی کہ قتل کا قصد کیا جاوے نہایت نازیبا ہے) اور اگر (بالفرض) وہ جھوٹا ہی ہو تو اس کا جھوٹ اسی پر پڑیگا (اور آپ ہی مخذول من اللہ ہوگا قتل کرنے کی کیا ضرورت) اور اگر وہ سچا ہوا تو وہ جو کچھ پیشینگوئی کر رہا ہے (کہ ایمان نہ لانے کی) صورت میں ایسا ایسا عذاب ہوگا کما قال تعالیٰ: اِنَّا قَدْ اُوْحِىَ اِلَيْنَآ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰى مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى [طه : ۴۸] اس میں سے کچھ تو تم پر (ضرور ہی) پڑیگا (تو اس صورت میں قتل کرنے سے اور زیادہ بلا اپنے سر پر لینا ہے غرض اس کے کذب کی صورت میں قتل فضول اور صدق کی صورت میں مضر پھر ایسا فعل کیوں کیا جاوے اور قاعدۂ کلیہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو مقصود تک نہیں پہنچاتا جو (اپنی) حد سے گذر جانیوالا (اور) بہت جھوٹ بولنے والا ہو (یعنی

برائے چندے اس کی بات چل جاوے مگر انجام اس اسراف اور کذابیت کا خذلان اور حرمان و ناکامی ہے پس اس قاعدۂ کلیہ کے اعتبار سے اگر موسیٰ علیہ السلام بالفرض کاذب ہوں تو بوجہ اس کے کہ جھوٹا دعویٰ نبوت کا حد درجہ کا اسراف اور کذب ہے ایسے کاذب کو اگر مقہور و ہلاک نہ کیا جاوے تو تلبیس علی الخلق لازم آتی ہے اور یہ عقلاً حق تعالیٰ سے منفی ہے لامحالہ یہ مغلوب و مخذول ہونگے پھر حاجت قتل کیا اور اگر صادق ہیں تو تم لوگ بالیقین کاذب ہو اور کذب میں مسرف بھی ہو کہ مدعی الوہیت فرعونیہ ہو اور مسرف کذاب کو کامیابی ہوتی نہیں پس تم لوگ قتل میں کامیاب نہ ہو گے یا تو قدرت نہ ہو گی یا اس کا اخیر نتیجہ برا ہو گا بہر حال دونوں شقوں کا مقتضا یہی ہوا کہ ان کو قتل نہ کیا جاوے اور اس پر یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ پھر اس تقریر سے تو کسی مفسد کو قتل نہ کیا جایا کرے جواب یہ ہے کہ یہ تقریر اس صورت میں ہے جہاں کاذب یا صادق ہونے میں شبہ ہو اور معجزات سے اقل درجہ احتمال صدق کا ضرور تھا اور جہاں دلائل قطعیہ سے کذب متیقن ہو وہاں یہ تردید نہیں ہے اور گو اس مؤمن کو موسیٰ علیہ السلام کے صدق کا پورا یقین تھا مگر اس طرز سے گفتگو کرنا تلطیف فی الدعوت اور تدریج فی الھدایۃ ہے آگے بھی اسی قتل سے روکنے کے متعلق مضمون ہے کہ) اے میرے بھائیو آج تو تمہاری سلطنت ہے کہ اس سرزمین میں تم حاکم ہو سو خدا کے عذاب میں ہماری کون مدد کریگا اگر (انکے قتل کرنے سے) وہ ہم پر آ پڑا (جیسا کہ احتمال صدق میں اس کا احتمال ہے) فرعون نے (یہ تقریر سن کر جواب میں) کہا کہ میں تو تم کو وہی رائے دونگا جو خود سمجھ رہا ہوں (کہ ان کا قتل ہی مناسب ہے) اور میں تم کو عین طریق مصلحت بتلاتا ہوں اور اس مؤمن نے (جب دیکھا کہ نصیحت میں نرمی اور رعایت خیال مخاطب یعنی تلطیف سے کام نہیں چلتا تو اب تہدید و تخویف سے کام لیا اور) کہا صاحبو مجھ کو تمہاری نسبت اور امتوں کے سے روز بد کا اندیشہ ہے جیسا قوم نوح اور عاد اور ثمود اور ان کے بعد والوں (یعنی قوم لوط وغیرہ) کا حال ہوا تھا اور خدا تعالیٰ تو بندوں پر کسی طرح کا ظلم کرنا نہیں چاہتا (لیکن جب تم حرکتیں ہی ایسی کرو گے تو ضرور ہی اپنی سزا کو پہنچو گے) اور یہ تہدید تھی عذاب دنیا سے آگے تہدید ہے عذاب آخرت سے کہ) صاحبو مجھ کو تمہاری نسبت اس دن کا اندیشہ جس میں کثرت سے ندائیں ہونگی (یعنی وہ دن مشتمل ہے واقعات عظیمہ پر کیونکہ نداؤں کی کثرت واقعات کے عظیم ہونے میں ہوتی ہیں چنانچہ سب سے اول نداء نافخ صور کی ہو گی جس سے مردے زندہ ہونگے قال تعالیٰ: يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيبٍ يَوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ [ق : ۴۱ - ۴۲] ایک حساب کے لئے ندا ہو گی قال تعالیٰ: يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ [الأسراء : ۷۱] ایک تنادی باہم اہل جنت واہل نار میں ہو گی قال تعالیٰ فی الاعراف: وَنَادٰۤى اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ...... [۴۴] وَنَادٰۤى اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ الخ وَنَادٰۤى اَصْحٰبُ النَّارِ ...... ایک ندا اخیر میں وقت ذبح موت کے ہو گی جیسا حدیث میں ہے: ((یا اھل الجنۃ خلود ولا موت ویا اھل النار خلود ولا موت)) اور آگے اس دن کی ایک اور حالت بیان کی گئی ہے کہ) جس روز (موقف حساب سے) پشت پھیر کر (دوزخ کی طرف) لوٹو گے (کذا فسر البغوی اور اس وقت) تم کو خدا (کے عذاب) سے کوئی بچانے والا نہ ہو گا اور یہ (مضمون بدرجہ غایت مقتضی ہدایت ہے لیکن) جس کو خدا ہی گمراہ کرے اس کا کوئی ہدایت کرنے والا نہیں اور (آگے توبیخ ہے اس پر کہ موسیٰ علیہ السلام سے پہلے اور پیغمبر کی بھی تکذیب کر چکے ہیں یعنی) اس کے قبل تم لوگوں کے پاس یوسف (علیہ السلام) دلائل (توحید و نبوت کے) لے کر آ چکے ہیں (یعنی اسی قوم قبط میں جن میں سے تم بھی ہو اور آبائے سابقین سے تم تک بھی انکی خبر متواتر آ پہنچی ہے) سو تم ان امور میں بھی برابر شک (وانکار) ہی میں رہے جو وہ تمہارے پاس لیکر آئے تھے حتیٰ کہ جب ان کی وفات ہو گئی تو تم لوگ کہنے لگے کہ بس اب اللہ تعالیٰ کسی رسول کو نہ بھیجے گا (یہ قول بطور شرارت کے تھا مطلب یہ کہ اول تو یوسف بھی رسول نہ تھے اور اگر بالفرض تھے بھی تو جب ایک کو نہ مانا تو اللہ میاں کہیں گے کہ دوسرے کو بھیجنا کیا ضرور تو ہمیشہ کے لئے یہ جھگڑا پاک ہو گیا مقصود اصلی اس سے نفی مسئلہ رسالت کی ہے جیسا کہ اگلے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح اس مسئلہ میں تم غلط کار ہو) اسی طرح اللہ تعالیٰ آپے سے باہر ہو جانے والوں (اور) شبہات میں گرفتار رہنے والوں کو غلطی میں ڈالے رکھتا ہے جو بلا کسی سند کے کہ ان کے پاس موجود ہو خدا کی آیتوں میں جھگڑے نکالا کرتے ہیں اس (کج بحثی) سے خدا تعالیٰ کو بھی بڑی نفرت ہے اور مؤمنین کو بھی اور (جس طرح تمہارے دلوں پر مہر لگا رکھی ہے) اس طرح اللہ تعالیٰ ہر مغرور جابر کے پورے قلب پر مہر کر دیتا ہے (کہ اس میں اصلاً گنجائش حق فہمی کی نہیں رہتی۔ یہ تقریر تھی ان مؤمن بزرگ کی اور اس تقریر سے ان بزرگ کا کتمان ایمان جاتا رہا خواہ اول تقریر سے خواہ بعد کی تقریر سے: يٰقَوْمِ اِنِّىْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ اور ظاہر شق اول ہے لقولہ تعالیٰ وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ...... اور وَاِنْ يَّكُ كَاذِبًا ...... وغیرہ سے شق ثانی کا شبہ نہ کیا جاوے کیونکہ مقصود اس سے تلطیف ہے نہ کہ کتمان) اور فرعون نے (جو یہ تقریر لا جواب سنی تو اس مؤمن کو تو کچھ جواب دے نہ سکا اپنی جہالت قدیمہ پر بزعم خود حجت قائم کرنے کے لئے ہامان سے) کہا اے ہامان میرے واسطے ایک بلند عمارت بنواؤ (میں اس پر چڑھ کر دیکھوں گا) شاید میں آسمان پر جانے کی راہوں تک پہنچ جاؤں پھر (وہاں جا کر) موسیٰ کے خدا کو دیکھوں بھالوں اور میں تو موسیٰ کو (اس دعوے میں کہ اور خدا ہے) جھوٹا ہی سمجھتا ہوں (پھر خدا کو معلوم محل بنایا نہیں بنا) اور (آگے بطور تلخیص کے فرعون کی مجموعی حالت کی مذمت ارشاد ہے کہ اسی جہالت پر کیا منحصر ہے) اسی طرح فرعون کی (اور) بدکرداریاں (بھی) اس کو مستحسن معلوم ہوئی تھیں اور (سیدھے) راستہ سے رک گیا اور (موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں بڑی بڑی تدبیریں کیں مگر) فرعون کی (ہر) تدبیر غارت ہی گئی (اور کسی

میں کامیاب نہ ہوا) اور اس مؤمن نے (جب دیکھا کہ فرعون سے کوئی معقول جواب نہیں بن پڑا تو پھر مکرر) کہا کہ اے بھائیو تم میری راہ پر چلو میں تم کو ٹھیک ٹھیک راستہ بتلاتا ہوں (یعنی سَبِيْلَ الرَّشَادِ میرا بتلایا ہوا راستہ ہے نہ کہ فرعون کا جیسا اس نے کہا تھا: مَآ اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ) اے بھائیو یہ دنیوی زندگانی محض چندروزہ ہے اور (اصل ٹھہرنے کا مقام تو آخرت ہے (جہاں جزاء کا یہ قانون ہے کہ) جو شخص گناہ کرتا ہے اس کو تو برابر سرابر ہی بدلہ ملتا ہے اور جو نیک کام کرتا ہے خواہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ مؤمن ہو ایسے لوگ جنت میں جاوینگے (اور) وہاں بے حساب ان کو رزق ملے گا اور (قوم کے حال یا قال سے اس مؤمن کو معلوم ہوا کہ میری باتوں پر متعجب ہیں اور خود مجھ ہی کو اپنے طریقۂ کفریہ کی طرف بلانا چاہتے ہیں اس لئے یہ بھی کہا کہ) اے میرے بھائیو یہ کیا بات ہے کہ میں تو تم کو (طریق) نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھ کو (طریق) دوزخ کی طرف بلاتے ہو (یعنی) تم مجھ کو اس بات کی طرف بُلاتے ہو کہ (توبہ توبہ) میں خدا تعالیٰ کے ساتھ کفر کروں اور ایسی چیز کو اس کا ساجھی بناؤں جس (کے ساجھی ہونے) کی میرے پاس کوئی بھی دلیل نہیں (بلکہ واقع میں بھی کوئی دلیل نہیں بلکہ اس کے خلاف پر دلیلیں قائم ہیں) اور میں تم کو خدائے زبردست خطا بخش کی طرف بلاتا ہوں یقینی بات ہے کہ تم جس چیز (کی عبادت) کی طرف مجھ کو بلاتے ہو وہ نہ تو دنیا ہی میں (کسی حاجت دنیویہ کے لئے) پکارے جانے کے لائق ہے اور نہ (دفع عذاب کے لئے) آخرت ہی میں (کیونکہ حق دعوت کے لئے علم وقدرت علی الکمال شرط ہے اور شرط مفقود ہے) اور (یقینی بات ہے کہ) ہم سب کو خدا کے پاس جانا ہے اور (یقینی بات ہے کہ) جو لوگ دائرہ (عبودیت) سے نکل رہے ہیں (جیسے عابدین غیر اللہ) وہ سب (وہاں جاکر) دوزخی ہوں گے سو (اب میرا کہنا تمہارے جی کو نہیں لگتا مگر) آگے چل کر تم میری بات کو یاد کروگے اور (آثار یا کلمات سے قوم کی طرف سے کچھ دھمکی معلوم ہوئی ہوگی **كذا في المعالم** اور کم از کم شبہ تو ضرور ہی تھا اس لئے اس مؤمن نے یہ بھی کہا کہ) میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد (اور حوالہ) کرتا ہوں خدا تعالیٰ سب بندوں کا (خود) نگران ہے (میں تم سے اصلاً نہیں ڈرتا) پھر خدا تعالیٰ نے اس (مؤمن) کو ان لوگوں کی مضر تدبیروں سے محفوظ رکھا (تفصیل نظر سے نہیں گذری کہ فرعونیوں نے اس کے واسطے کیا تدبیر سوچی ہوگی بہر حال وہ محفوظ رہا چنانچہ حسب قول قتادہ اس کو بھی موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ غرق سے نجات ہوئی **كذا في الدر**) اور فرعون والوں پر (مع فرعون کے) موذی عذاب نازل ہوا (جس کا آگے بیان ہے کہ) وہ لوگ (برزخ میں) صبح وشام آگ کے سامنے لائے جاتے ہیں (اور ان کو بتلایا جاتا ہے کہ تم قیامت کے روز اس میں داخل ہوگے) اور جس روز قیامت قائم ہوگی (حکم ہوگا کہ) فرعون والوں کو (مع فرعون کے) نہایت سخت عذاب میں داخل کرو (چنانچہ وہ داخل ہونگے اور مراد اس سے دوزخ ہے اور پھر دوزخ کا بھی سخت طبقہ اور برزخ میں اس آگ کا صرف معاینہ وقرب ووصول اثر ہے اور جس آگ سے برزخی عذاب ہے وہ برزخی آگ ہے خواہ اس کی حقیقت کچھ جدا ہو یا وہ نار جہنم کا ہی اثر ہو) **ف**: تحقیق صرح بننے نہ بننے کی سورۂ قصص میں گذر چکی ہے اور اخیر کی آیتوں سے عذاب برزخ ثابت ہوتا ہے اس پر ابن کثیر نے ایک سوال وجواب لکھا ہے۔ سوال یہ کہ یہ آیت مکیہ ہے اور حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ میں حضرت عائشہؓ نے کسی یہودیہ کو کچھ دیا تو اس نے دعا دی کہ تم کو خدا تعالیٰ عذاب قبر سے بچاوے حضرت عائشہؓ نے جناب سرور کائنات ﷺ سے پوچھا آپ نے نفی فرمائی اس کے بعد فرمایا کہ ہاں مجھ کو وحی سے معلوم ہوا کہ قبر میں عذاب ہوتا ہے پس جب آیت مکیہ اس پر دال تھی تو آپ نے نفی کیسے فرمائی اس کے کئی جواب دیئے ہیں سب سے اچھا جواب یہ ہے کہ آپ نے مطلقاً نفی نہیں فرمائی تھی بلکہ مؤمنین سے نفی فرمائی تھی چنانچہ احمد کی روایت میں ہے **انما يفتن يهود** پھر وحی کے بعد بعض مؤمنین کے لئے بھی ہونا معلوم ہوا چنانچہ اسی روایت میں ہے **فلبثنا ليالي ثم قال رسول الله ﷺ الا انكم تفتنون في القبور** اھ اور احقر کے نزدیک سہل جواب یہ ہے کہ آیت سے صرف آل فرعون کے لئے عذاب برزخی ثابت ہے دوسروں کے لئے نفی فرمادی تھی پھر وحی سے معلوم ہوگیا۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَقَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ اِيْمَانَهٗٓ اس میں دلالت ہے کہ اہل باطل سے حق کا کتمان جبکہ خوف کے سبب ہو خصوص جب اس میں سہولت ارشاد کی بھی مصلحت ہو قبیح نہیں۔ قولہ تعالیٰ: وَاِنْ يَّكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهٗ اس میں دلالت ہے کہ کلام بقدر عقول مخاطبین کے مناسب ہے ورنہ یہ شق واقع میں بھی اور اس کا تم کے نزدیک بھی غیر محتمل ہے۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ **قوله في فلما جاء هم عام الخ اشارة الى ان الضمير المفعول عام للمذكورين وغيرهم توجيها للفاء لان المجئ الى المذكورين لم يكن متعقبا لقولهم ساحر كذاب بل كان متقدما عليه** ۱۲۔ ۲؎ **قوله في متكبر** ہر مغرور **لان النكرة تعم في الاثبات بقرينة المقام كما في قوله علمت نفس** ۱۲۔

اختلاف القراءۃ: **قوله على كل قلب بتنوين قلب ودونه ومتى تكبر القلب تكبر صاحبه وبالعكس وكل على القراء تين لعموم الضلال جميع القلب لا لعموم القلب كذا في الجلالين ويجوز ان يكون كل لعموم افراد قلب موصوف بالمتكبر الجبار على قراءة او مضاف الى المتكبر الجبار على اخرى فان هذين مفهومان كليان لهما افراد افاد كل عمومها** ۱۲۔

اللغات: تباب خسار وهلاك قوله لا جرم حقا ابن كثير عن اسدى وابن جرير۔ قوله له دعوة اللام للاستحقاق اى لا يليق له دعوة لا فى الدنيا فى الحوائج ولا فى الآخرة بالنصرة ودفع العذاب ۱۲۔

النحو: ان يقول بتقدير اللام اى لان يقول كبر راجع الى الجدال ۱۲۔

البلاغة: قوله وان يك الخ فيه مبالغة فى التحذير فانه اذا حذرهم من اصابة البعض افاد انه مهلك مخوف فما بال الكل واظهار للانصاف وعدم التعصب ولذا قدم احتمال كونه كاذبا قوله ان جاء نا نظم نفسه فى سلكهم فيما يسوء هم من مجئ باس الله تعالىٰ تطييبا لقلوبهم وايذانا بانه مناصح لهم ساع فى تحصيل ما يجديهم ودفع ما يرديهم سعيه فى حق نفسه ليتاثر وابنصحه ۱۲۔ قوله ويقوم ما لى ادعوكم كر رنداء هم ايقاظاً لهم عن سنته الغفلة واهتماما بالمنادىٰ له ومبالغة فى توبيخهم على ما يقابلون دعوته وترك العطف فى النداء الثانى وهو يا قوم انما هذه الحيٰوة الدنيا الخ لانه تفسير لما اجمل فى النداء قبله من الهداية اى سبيل الرشاد ولم يترك فى هذا النداء لانه ليس بتلك المثابة لانه لتحقيق انه هاد وانهم مضلون وليس ذلك من تفسير الهداية فى شئ۔ قوله العزيز الغفار فى الصفتين تخويف وترجية ۱۲۔

وَاِذْ يَتَحَآجُّوْنَ فِى النَّارِ فَيَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا نَصِيْبًا مِّنَ النَّارِ ﴿۴۷﴾ قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُلٌّ فِيْهَآ ۙ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ﴿۴۸﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ فِى النَّارِ لِخَزَنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوْا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ﴿۴۹﴾ قَالُوْٓا اَوَلَمْ تَكُ تَاْتِيْكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ؕ قَالُوْا بَلٰى ؕ قَالُوْا فَادْعُوْا ۚ وَمَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِىْ ضَلٰلٍ ﴿۵۰﴾ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ﴿۵۱﴾ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿۵۲﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْهُدٰى وَاَوْرَثْنَا بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ ﴿۵۳﴾ هُدًى وَّذِكْرٰى لِاُولِى الْاَلْبَابِ ﴿۵۴﴾ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِىِّ وَالْاِبْكَارِ ﴿۵۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِىْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ۙ اِنْ فِىْ صُدُوْرِهِمْ اِلَّا كِبْرٌ مَّا هُمْ بِبَالِغِيْهِ ۚ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ﴿۵۶﴾ لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَمَا يَسْتَوِى الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَلَا الْمُسِىْٓءُ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۸﴾ اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِىْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِىْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ﴿۶۰﴾

ع ۵ ۱۴ ۱۰

ع ۶ ۱۰ ۱۱

اور جب کہ کفار دوزخ میں ایک دوسرے سے جھگڑیں گے تو ادنیٰ درجہ کے لوگ بڑے درجہ کے لوگوں سے کہیں گے کہ ہم (دنیا میں) تمہارے تابع تھے سو کیا تم ہم سے آگ کا کوئی جزو ہٹا سکتے ہو وہ بڑے لوگ کہیں گے کہ ہم سب ہی دوزخ میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ بندوں کے درمیان فیصلہ کر چکا اور (اس کے بعد) جتنے لوگ دوزخ میں ہوں گے جہنم کے موکل فرشتوں سے (درخواست کے طور پر) کہیں گے کہ تم ہی اپنے پروردگار سے دُعا کرو کہ کسی دن تو ہم سے عذاب ہلکا کر دے۔ فرشتے کہیں گے کہ (یہ بتلاؤ) کیا تمہارے پاس تمہارے پیغمبر معجزات لے کر نہیں آتے رہے دوزخی کہیں گے کہ ہاں آتے تو رہے تھے۔ فرشتے کہیں گے پھر تم ہی دُعا کرو اور کافروں کی دعا محض بے اثر

ہے۔ہم اپنے پیغمبروں کی اور ایمان والوں کی دینوی زندگانی میں بھی مدد کرتے ہیں اور اس روز بھی جس میں گواہی دینے والے (یعنی) فرشتے جو کہ اعمال نامے لکھتے تھے کھڑے ہوں گے جس دن کہ ظالموں (یعنی کافروں) کو ان کی معذرت کچھ نفع نہ دے گی اور ان کے لئے اس عالم میں خرابی ہوگی اور (آپ کے قبل) ہم موسیٰ کی ہدایت نامہ (یعنی توریت) دے چکے ہیں اور (پھر) ہم نے وہ کتاب بنی اسرائیل کو پہنچائی تھی۔ کہ وہ ہدایت اور نصیحت (کی کتاب) تھی اہل عقل کے لئے سو آپ صبر کیجئے بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے اور اپنے (اس) گناہ کی جس کو مجازاً گناہ کہہ دیا معافی مانگئے اور شام وصبح اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرتے رہئے (اور) جو لوگ بلا کسی سند کے ان کے پاس موجود ہو خدائی آیتوں میں جھگڑے نکالا کرتے ہیں اور ان کے دلوں میں نری بڑائی (ہی بڑائی) ہے کہ وہ اس تک پہنچنے والے نہیں۔ سو آپ اللہ کی پناہ مانگتے رہئے بے شک وہی ہے سب کچھ دیکھنے والا۔ بالیقین آسمانوں اور زمین کا (ابتداءً) پیدا کرنا آدمیوں کے (دوبارہ) پیدا کرنے کی نسبت بڑا کام ہے۔لیکن اکثر آدمی (اتنی بات) نہیں سمجھتے اور بینا نابینا اور (ایک) وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے اور (دوسرے) بدکار برابر نہیں ہوتے تم لوگ بہت ہی کم سمجھتے ہو۔ قیامت تو ضرور آ کر ہی رہے گی اس کے آنے میں کسی طرح شک ہے ہی نہیں مگر اکثر لوگ نہیں مانتے۔اور تمہارے پروردگار نے فرما دیا ہے کہ مجھ کو پکارو میں تمہاری درخواست قبول کروں گا جو لوگ (صرف) میری عبادت سے سرتابی کرتے ہیں وہ عنقریب (مرتے ہی) ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔

تفسیر ربط: اوپر کفار کو چند جا وعید سنائی گئی ہے شروع سورت میں فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ اور أَنَّهُمْ أَصْحٰبُ النَّارِ دوسرے رکوع میں وَأَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْآزِفَةِ...... اوپر قصہ میں أَنَّ الْمُسْرِفِيْنَ هُمْ أَصْحٰبُ النَّارِ آگے اہل نار کا بعد دخول نار کے بعض حال مذکور ہوتا ہے جیسا: إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنَادَوْنَ ...... میں یہی مضمون تھا اور ان اہل نار کے عموم میں آل فرعون بھی داخل ہیں جن کا قصہ ابھی مذکور ہوا تھا۔

بعضے از احوال کفار بعد دخول نار: وَإِذْ يَتَحَاجُّوْنَ فِي النَّارِ (الی قولہ تعالی) وَمَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ اور (وہ وقت بھی پیش نظر کرنے کے قابل ہے) جبکہ کفار (مکہ) دوزخ میں ایک دوسرے سے جھگڑیں گے تو ادنیٰ درجہ کے لوگ (یعنی تابعین) بڑے درجہ کے لوگوں سے (یعنی متبوعین سے) کہیں گے کہ ہم (دنیا میں) تمہارے تابع تھے سو کیا تم ہم سے آگ کا کوئی جز وہٹا سکتے ہو (یعنی جب تم ہم سے اپنا اتباع کراتے تھے تو اب تم کو ہماری مدد کرنا چاہئے) وہ بڑے لوگ کہیں گے کہ ہم سب ہی دوزخ میں (پڑے) ہیں (یعنی جیسے تم دوزخ میں ہو ہم بھی دوزخ میں ہیں سو اگر ہم کو کچھ قدرت مدد کرنے کی ہوتی تو اول اپنی ہی فکر کرتے جب اپنے ہی سے عذاب دفع نہیں کر سکتے تو تم سے کیا دفع کریں گے) اللہ تعالیٰ (اپنے) بندوں کے درمیان (قطعی) فیصلہ کر چکا (اب اس کے خلاف محتمل نہیں اس فیصلہ میں ہم سب ناری ٹھہرے اب کیا ہوتا ہے) اور (اس کے بعد) جتنے لوگ دوزخ میں ہونگے (یعنی متبوعین و تابعین سب ملکر) جہنم کے مؤکل فرشتوں سے (درخواست کے طور پر) کہیں گے کہ تم ہی اپنے پروردگار سے دعا کرو کہ کسی دن تو ہم سے عذاب ہلکا کر دے (یعنی اس کی تو کیا امید کریں کہ عذاب بالکل ہٹ جاوے یا ہمیشہ کے لئے ہلکا ہو جاوے مگر خیر ایک ہی دن کے لئے ہلکا ہو جاوے) فرشتے کہیں گے کہ (یہ بتلاؤ) کیا تمہارے پاس تمہارے پیغمبر معجزات لے کر نہیں آتے رہے تھے (اور دوزخ سے بچنے کا طریقہ نہیں بتلاتے رہے تھے) دوزخی کہیں گے کہ ہاں آتے تو رہے تھے (مگر ہم نے ان کا کہنا نہ مانا کما قال تعالیٰ: قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِيْرٌ فَكَذَّبْنَا [الملك : ۹]) فرشتے کہیں گے تو پھر (ہم تمہارے لئے دعا نہیں کر سکتے کیونکہ مکذبین کے لئے دعا کرنے کا ہم کو اذن نہیں ہے) تم ہی (اگر جی چاہے) دعا کر لو اور (تمہاری دعا کا بھی کوئی نتیجہ نہ ہوگا کیونکہ) کافروں کی دعاء (گو حق تعالیٰ ہی سے ہو آخرت میں) محض بے اثر ہے (کیونکہ اس دعاء کا اور اسکی شرط اجابت کا کہ ایمان ہے موقع دنیا ہی میں تھا کہ دار العمل ہے یہاں کہ دار الجزاء ہے عمل بیکار ہے)

ف: وَمَا دُعٰٓؤُا الْكٰفِرِيْنَ کی تقریر میں جو کہا گیا ہے گو حق تعالیٰ سے ہو یہ اس لئے کہ غیر حق سے تو دنیا میں بھی بے اثر ہے چنانچہ سورۂ رعد کے دوسرے رکوع میں ایسا ہی جملہ آیا ہے وہاں یہی معنی ہیں۔اور یہ جو کہا کہ آخرت میں اس سے یہ فائدہ ہوا کہ دُنیا میں کافر کی دعاء قبول ہو سکتی ہے جیسا ابلیس نے عمر طویل مانگی اور منظور کی گئی۔

ربط: اوپر جا بجا بضمن تہدید منکرین حق ان کا خلاف وجدال مذکور ہے جس سے رسول اللہ ﷺ کو حزن بھی ہوتا تھا جیسا تمہید قصہ موسویہ میں تقریر کی گئی ہے آگے آپ کا تسلیہ اخبار عن النصرۃ سے کہ اس پر قصۂ موسویہ مذکورہ سے استشہاد اور اس میں وقوع عذاب مذکور متصلاً کی تعلیل بھی ہے اور اخبار عن بنی اسرائیل سے جس میں مسئلہ رسالت کی تائید بھی ہے۔اور امر بالصبر والتسبیح والاستعاذہ سے اور آپ کے تسلیہ کے ساتھ مجادلین منکرین کو توبیخ اور ان کے بعض ما فیہ الجدال کے متعلق کچھ کلام ہے۔

تسلیہ رسول و توبیخ اہل ضلال ورد بعض جدال: إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا (الی قولہ تعالی) سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ہم اپنے پیغمبروں کی اور ایمان والوں کی دینوی زندگانی میں بھی مدد کرتے ہیں (جیسا اوپر موسیٰ علیہ السلام کے قصہ سے معلوم ہوا) اور اس روز بھی جس میں کہ گواہی دینے والے (فرشتے جو کہ نامۂ اعمال لکھتے تھے اور قیامت کے روز اس بات کی گواہی دینگے کہ رسولوں نے عمل تبلیغ کیا اور کفار نے عمل تکذیب غرض وہ فرشتے گواہی کے لئے) کھڑے

ہوں گے (مراد اس سے قیامت کا دن ہے چنانچہ وہاں کی مدد کا حال ابھی کفار کے معذب بالنار ہونے سے معلوم ہوا آگے اس دن کا بیان ہے یعنی) جس دن کہ ظالموں (یعنی کافروں) کو انکی معذرت کچھ نفع نہ دے گی (یعنی اول تو کوئی معتد بہ معذرت نہ ہوگی اور اگر کچھ حرکت مذبوحی کی طرح ہوئی تو وہ نافع نہ ہوگی) اور ان کے لئے لعنت ہوگی اور ان کے لئے اس عالم میں خرابی ہوگی (پس اسی طرح آپ اور آپ کے اتباع بھی منصور ہوں گے اور مخالفین مخذول ومقہور ہوں گے تو آپ تسلی رکھئے) اور (آپ کے قبل) ہم موسیٰ (علیہ السلام) کو ہدایت نامہ (یعنی توریت) دے چکے ہیں اور (پھر) ہم نے وہ کتاب بنی اسرائیل کو پہنچائی تھی کہ وہ ہدایت اور نصیحت (کی کتاب) تھی اہل عقل (سلیم) کے لئے (بخلاف بےعقلوں کے کہ وہ اس سے منتفع نہ ہوئے اسی طرح مثل موسیٰ علیہ السلام کے آپ بھی صاحب رسالت وصاحب وحی ہیں اور اسی طرح مثل بنی اسرائیل کے آپ کے اتباع آپ کی کتاب کی خدمت کریں گے اور جیسے ان میں اُولِی الْاَلْبَاب۔ مصدق ومتبع تھے اور غیر اُولِی الْاَلْبَاب۔ منکر ومخالف اسی طرح آپ کی امت میں بھی دونوں طرح کے لوگ ہیں سو (اس سے بھی) آپ (تسلی حاصل کیجئے اور کفار کی ایذاؤں پر) صبر کیجئے بیشک اللہ کا وعدہ (جس کا اوپر لَنَنْصُرُ ...... میں ذکر ہوا ہے بالکل) سچا ہے اور (اگر احیاناً کمال صبر میں کچھ کمی ہوگئی ہو جو حسب قواعد شرعیہ واقع میں تو گناہ نہیں مگر آپ کے رتبۂ عالی کے اعتبار سے وجوب تدارک میں مثل گناہ ہی کے ہے اس کا تدارک کیجئے وہ تدارک یہ ہے کہ) اپنے (اس) گناہ کی (جس کو مجازاً گناہ کہہ دیا) معافی مانگئے اور (ایسے شغل میں رہیے کہ امور موجبہ حزن کی طرف التفات ہی نہ ہو وہ شغل یہ ہے کہ) شام اور صبح (یعنی علی الدوام) اپنے رب کی تسبیح وتحمید کرتے رہیے (یہ مضمون تو تسلیہ کے متعلق ہو گیا آگے منکرین مجادلین پر توبیخ ورد ہے یعنی) جو لوگ بلا کسی سند کے کہ ان کے پاس موجود ہو خدا کی آیتوں میں جھگڑے نکالا کرتے ہیں (ان کو کوئی وجہ اشتباہ کی نہیں ہے کہ وہ جدال کا سبب ہو بلکہ) ان کے دلوں میں نری بڑائی (ہی بڑائی) ہے کہ وہ اس تک کبھی پہنچنے والے نہیں (اور وہی بڑائی سبب جدال کا ہے کیونکہ اپنے کو بڑا سمجھتے ہیں اتباع سے عار آتا ہے وہ خود اوروں ہی کو اپنا تابع بنانے کی ہوس رکھتے ہیں لیکن ان کو یہ بڑائی نصیب نہ ہوگی بلکہ جلدی ہی ذلیل وخوار ہونگے چنانچہ مشاہد ووقائع میں مسلمانوں سے مغلوب ہوئے) سو (جب یہ خود بڑائی چاہتے ہیں تو آپ سے حسد وعداوت سب کچھ کریں گے لیکن) آپ (اندیشہ نہ کیجئے بلکہ ان کے شر سے) اللہ کی پناہ مانگتے رہئے بیشک وہی ہے سب کچھ سننے والا سب کچھ دیکھنے والا (تو وہ اپنی صفات کمال سے اپنی پناہ میں آئے ہوئے کو محفوظ رکھے گا یہ جدال تو ان کا رسول ماننے میں تھا چنانچہ کبر کا سبب ہونا اس پر دال ہے کہ آگے ان کا جدال فی البعث مع رد مذکور ہے یعنی وہ لوگ جو آدمیوں کے (دوبارہ) پیدا ہونے کے منکر ہیں بڑے کم عقل ہیں اس واسطے کہ) بالیقین آسمانوں اور زمین کا (ابتداءً) پیدا کرنا آدمیوں کے (دوبارہ) پیدا کرنے کی نسبت بڑا کام ہے (جب بڑے پر قدرت ثابت ہوگئی تو چھوٹے پر بدرجۂ اولیٰ ثابت ہے اور یہ دلیل ثبوت کے لئے کافی وشافی ہے) لیکن اکثر آدمی (اتنی بات) نہیں سمجھتے (بوجہ اس کے کہ غور نہیں کرتے اور بعضے جو غور کرتے ہیں وہ سمجھتے بھی ہیں اور مانتے بھی ہیں اور اس سمجھنے اور ماننے میں تفاوت کی وجہ سے دو طرح کے مختلف لوگ ہو گئے ایک موصوف بصیرت وایمان کے ساتھ کہ اول صفت حاصل ہے سمجھنے کی دوسری صفت حاصل ہے ماننے کی دوسری قسم موصوف عمی اور مسیئیت کے ساتھ کہ اول صفت حاصل ہے نہ سمجھنے کی دوسری صفت حاصل ہے نہ ماننے کی) اور ان دونوں قسموں کے آدمی یعنی ایک) بینا (دوسرا) نابینا اور (ایک) وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے اور (دوسرے) بدکار باہم برابر نہیں ہوتے (اس میں آپ کا تسلیہ بھی ہے کہ ہر قسم کے لوگ ہوا کرتے ہیں سب کیسے سمجھنے لگیں اور منکرین پر عذاب قیامت کی وعید بھی ہے کہ ہم سب کو برابر نہ رکھیں گے۔ آگے منکرین کو جو اعمٰی اور مسیئ کے مصداق ہیں بطور التفات کے توبیخاً فرماتے ہیں کہ) تم لوگ بہت ہی کم سمجھتے ہو (ورنہ اعمٰی اور مسیئ نہ رہتے۔ اوپر قیامت کے متعلق جدال کا جواب دیکر آگے اس کے ایقاع کی خبر دیتے ہیں کہ) قیامت تو ضرور ہی آکر رہے گی اس (کے آنے) میں کسی طرح کا شک ہے ہی نہیں مگر اکثر لوگ (بوجہ عدم تدبر فی الدلائل کے اس کو) نہیں مانتے اور (ایک جدال ان کا توحید میں تھا کہ خدا کے ساتھ شریک کرتے تھے آگے اس کے متعلق کلام ہے یعنی) تمہارے پروردگار نے فرما دیا ہے کہ (غیروں کو حوائج کے لئے مت پکارو بلکہ) مجھ کو پکارو میں (باستثناء نامناسب معروض کے) تمہاری (ہر) درخواست قبول کرلوں گا (اور یہی معنی ہیں اس قید کے فَیَکْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَیْہِ اِنْ شَآءَ [الأنعام : ٤١]) جو لوگ (صرف) میری عبادت سے (جس میں مجھ سے دعاء مانگنا بھی داخل ہے) سرتابی کرتے ہیں (اور غیروں کو پکارتے اور ان کی عبادت کرتے ہیں حاصل یہ ہوا کہ جو لوگ توحید سے اعراض کر کے شرک کرتے ہیں) وہ عنقریب (مرتے ہی) ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہونگے۔ **ف:** اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا کے متعلق تحقیق سورۂ مائدہ کے رکوع ہشتم کی اخیر آیت میں گزر چکی ہے یہاں اس سے زائد اتنی بات اور تفسیر ابن کثیر میں نظر سے گذری کہ نصرت کی صورت کبھی بدلہ لینا ہوتا ہے تو مطلب یہ ہوا کہ ہم رسولوں کا اور ایمان والوں کا بدلہ کفار سے لیا کرتے ہیں چنانچہ جب کبھی کفار نے رسل اور مؤمنین پر غلبہ پا کر ان کو قتل وہلاک کیا گو اس وقت اہلِ حق مغلوب ہو گئے مگر منجانب اللہ کسی وقت ان سے بدلہ ضرور لیا گیا چنانچہ قرآن وحدیث وتواریخ سب شاہد ہیں اور یہ جواب احقر کو بہت پسند آیا۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ یعنی آپ کی شان کے اعتبار سے۔ اور اس میں اصل ہے اس قول کی **حسنات الابرار سیئات**

المقربین۔قولہ تعالیٰ ادْعُونِيْٓ (الی قولہ تعالی) عَنْ عِبَادَتِيْ اس میں عبدیت کی فضیلت اور دعاء کا منافی توکل ورضا نہ ہونا مذکور ہے۔

النحو: فهل انتم نصيبا مفعول لما دل عليه الغناء من الدفع ومن النار بيان النصيب قوله يوما من العذاب يوما مفعول فيه ومفعول يخفف مقدر اى شيئا ومن العذاب بيان له ۱۲۔

البلاغۃ: قوله ولا المسئ عدل فيه عن التقابل الظاهر كما فى الاعمى والبصير اى ما فى النظم الجليل اشارة الى ان المؤمنين علم فى الاحسان وقدم الاعمى لمناسبة العمى ما قبله من نفى العلم وقدم الذين آمنوا بعد لمجاورة البصير وشرفهم واعيدت لا فى المسئ تذكيرا لنفى السابق لما بينهما من الفصل بطول الصلة كذا فى الروح ۱۲۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ۝۶۱ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۝۶۲ كَذٰلِكَ يُؤْفَكُ الَّذِيْنَ كَانُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۝۶۳ اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّصَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚۖ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۶۴ هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۶۵ قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَمَّا جَآءَنِيَ الْبَيِّنٰتُ مِنْ رَّبِّيْ ؗ وَاُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۶۶ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُيُوْخًا ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى مِنْ قَبْلُ وَلِتَبْلُغُوْٓا اَجَلًا مُّسَمًّى وَّلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝۶۷ هُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۚ فَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝۶۸ ع ۸ ۱۲

اللہ ہی ہے جس نے تمہارے (نفع کے) لئے رات بنائی تا کہ تم اس میں آرام کرو اور اسی نے دن کو (دیکھنے کے لئے) روشن بنایا۔ بے شک اللہ تعالیٰ کا لوگوں پر بڑا ہی فضل ہے۔لیکن اکثر آدمی (ان نعمتوں) کا شکر نہیں کرتے۔ یہ اللہ ہے تمہارا رب وہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں سو (بعد اثبات توحید کے) تم لوگ شرک کر کے کہاں الٹے چلے جا رہے ہو۔اسی طرح وہ (پہلے) لوگ بھی الٹے چلا کرتے تھے جو اللہ کی نشانیوں کا انکار کیا کرتے تھے۔اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے زمین کو (مخلوق کا) قرارگاہ بنایا اور آسمان کو (مثل) چھت (کے) بنایا اور تمہارا نقشہ بنایا سو عمدہ نقشہ بنایا اور تم کو عمدہ عمدہ چیزیں کھانے کو دیں۔ (پس) یہ اللہ ہے تمہارا رب سو بڑا عالیشان ہے۔اللہ جو سارے جہاں کا پروردگار ہے۔وہی (ازلی ابدی) زندہ (رہنے والا) ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔سو تم (سب) خالص اعتقاد کر کے اس پکارا کرو۔تمام خوبیاں اس اللہ کے لئے ہیں جو پروردگار ہے تمام جہان کا۔آپ (ان مشرکوں کو منانے کے لئے) کہہ دیجئے کہ مجھ کو اس سے ممانعت کر دی گئی ہے کہ میں ان شرکاء کی عبادت کروں جن کو اللہ کے علاوہ تم کو پکارتے ہو جب کہ میرے پاس میرے رب کی نشانیاں آ چکیں اور مجھ کو حکم ہوا ہے کہ میں (صرف) رب العالمین کے سامنے گردن جھکا لوں۔وہی ہے جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا۔پھر نطفہ سے پھر خون کے لوتھڑے سے پھر تم کو بچہ کر کے (ماں کے پیٹ سے) نکالتا ہے پھر (تم کو زندہ رکھتا ہے) تا کہ تم اپنی جوانی کو پہنچو پھر تا کہ تم بوڑھے ہو جاؤ اور کوئی کوئی تم میں سے پہلے ہی مر جاتا ہے اور تا کہ تم سب (اپنے اپنے) وقت مقرر (مقدر) تک پہنچ جاؤ اور (یہ سب کچھ اس لئے کیا گیا) تا کہ تم لوگ سمجھو۔وہی ہے جو جِلاتا ہے اور مارتا ہے۔پھر جب وہ کسی کام کو (دفعۃً پورا کرنا چاہتا ہے سو بس اس کی نسبت (اتنا) فرما دیتا ہے کہ ہو جا سو وہ ہو جاتا ہے۔

تفسیر ربط: اوپر کی آیتوں میں منجملہ مافیہ الجدال کے آخر میں توحید کا ذکر تھا آگے بھی یہی مضمون ہے و نیز توحید حسب تقریر تمہید اصل مقاصد سورت سے ہے۔

توحید: اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا (الی قولہ تعالی) فَاِذَا قَضٰۤی اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ
اللہ ہی ہے جس نے تمہارے (نفع کے) لئے رات بنائی تا کہ تم اس میں آرام کرو اور اسی نے دن کو (دیکھنے کے لئے) روشن بنایا (تا کہ بے تکلف معاش حاصل کرو) بے شک اللہ تعالیٰ کا لوگوں پر بڑا ہی فضل ہے (کہ ان کی مصلحتوں کی کیسی کیسی رعایت فرمائی) لیکن اکثر آدمی (ان نعمتوں کا) شکر نہیں کرتے (بلکہ الٹا شرک کرتے ہیں) یہ اللہ ہے تمہارا رب (جس کا ذکر ہوا نہ وہ جن کو تم نے تراش رکھا ہے) وہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں سو (بعد اثبات توحید کے) تم لوگ کہاں (شرک کر کے) الٹے چلے جا رہے ہو (اور مخاطبین کی کیا تخصیص ہے جس طرح تعصب وعناد سے یہ الٹے چلے جا رہے ہیں) اسی طرح وہ (پہلے) لوگ بھی الٹے چلا کرتے تھے جو اللہ کی (تکوینی وتنزیلی) نشانیوں کا انکار کیا کرتے تھے (کذا کقولہ تعالیٰ: تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ [البقرۃ: ۱۱۸] اس میں ایک گونہ آپ کی تسلی بھی ہے) اللہ ہی ہے جس نے زمین کو (مخلوق کا) قرارگاہ بنایا اور آسمان کو (اوپر سے مثل) چھت (کے) بنایا اور تمہارا نقشہ بنایا سو عمدہ نقشہ بنایا (چنانچہ انسان کے اعضاء کے برابر کسی حیوان کے اعضاء میں تناسب نہیں اور یہ مشاہد ومسلم ہے) اور تم کو عمدہ عمدہ چیزیں کھانے کو دیں (پس) یہ اللہ ہے تمہارا رب سو بڑا عالیشان ہے اللہ جو سارے جہان کا پروردگار ہے وہی (ازلی ابدی) زندہ (رہنے والا) ہے اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں سو تم (سب) خالص اعتقاد کر کے اس کو پکارا کرو (اور شرک نہ کیا کرو) تمام خوبیاں اسی اللہ کے لئے ہیں جو پروردگار ہے تمام جہان کا آپ (ان مشرکوں کو سنانے کے لئے) کہہ دیجئے کہ مجھ کو اس سے ممانعت کر دی گئی ہے کہ میں ان (شرکاء) کی عبادت کروں جن کو خدا کے علاوہ تم پکارتے ہو جبکہ میرے پاس میرے رب کی نشانیاں آ چکیں (مراد دلائل عقلیہ ونقلیہ ہیں مطلب یہ کہ شرک سے مجھ کو ممانعت ہوئی ہے) اور مجھ کو یہ حکم ہوا ہے کہ میں (صرف) رب العالمین کے سامنے (عبادت میں) گردن جھکالوں (مطلب یہ کہ مجھ کو توحید کا حکم ہوا ہے) وہی ہے جس نے تم کو (یعنی تمہارے باپ کو) مٹی سے پیدا کیا پھر (آگے ان کی نسل کو) نطفہ سے پھر خون کے لوتھڑے سے (جیسا سورۂ حج میں بیان ہوا ہے) پھر تم کو بچہ کر کے (ماں کے پیٹ سے) نکالتا ہے پھر (تم کو زندہ رکھتا ہے) تا کہ تم اپنی جوانی کو پہنچو پھر (تم کو اور زندہ رکھتا ہے) تا کہ تم بوڑھے ہو جاؤ اور کوئی کوئی تم میں سے (ان عمروں سے یعنی جوانی اور بڑھاپے سے) پہلے ہی مر جاتا ہے (یہ تو سب کا الگ الگ حال ہوا کہ کوئی جوان ہوا کوئی نہ ہوا کوئی بوڑھا ہوا کوئی نہ ہوا) اور (امر آئندہ سب میں مشترک ہے وہ یہ کہ تم ہر ایک کو ایک خاص عمر دیتا ہے) تا کہ تم سب (اپنے اپنے) وقت مقرر (مقدر) تک پہنچ جاؤ (پس یہ امر کلی ہے اور جزئیات مختلفہ سب اسی کلی کے جزئی ہیں) اور (یہ سب کچھ اس لئے کیا) تا کہ تم لوگ (ان امور میں غور کر کے خدا تعالیٰ کی توحید کو) سمجھو وہی ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے پھر جب وہ کسی کام کا (دفعۃً) پورا کرنا چاہتا ہے تو بس اس کی نسبت (اتنا) فرما دیتا ہے کہ ہو جا سو وہ ہو جاتا ہے۔ **ف**: كُنْ فَیَكُوْنُ کی تحقیق اخیر پارہ الٓمّٓ میں گذر چکی ہے اور اس سے تخلیق تدریجی کی نفی نہ سمجھ لی جاوے بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ ایسا قادر ہے کہ اگر کسی چیز کو دفعۃً پیدا کرنا چاہے تو کر سکتا ہے تو تدریجاً تو بدرجۂ اولیٰ اور تقریر ترجمہ سے اس جواب کی طرف اشارہ ہو گیا ہے اور ایک جواب اس کا آخر سورۂ یٰسین میں گزر چکا ہے۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ روح میں ہے کہ شب کے وقت ہر شخص کا سکون جدا ہوتا ہے۔ عوام کا راحت نفوس وابدان کے ساتھ اور اہلِ طاعت کا حلاوت اعمال کے ساتھ اور اہلِ محبت کا شوق قلوب کے ساتھ۔ قولہ تعالیٰ: فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ روح میں ہے کہ تم کو اپنے جمال وجلال کا مرآۃ بنایا۔

النحو: قوله لتبلغوا عامله مقدر ای ويبقيكم وكذا قوله ولتكونوا شيوخا عامله ويبقيكم بقاء زائدا وكذا قوله لتبلغوا اجلا عامله فعل ما فعل من بلوغ بعض الاشد وكون بعض شيوخا وتوفى بعض من قبل فالمخاطب فى هذا جميع من ذكر كما فى الخازن من قوله لتبلغوا ای جميعا وهو احسن ما فسروا به ۱۲۔

البلاغة: قوله فاذا قضى الفاء للدلالة على ان ما بعدها من نتائج ما قبلها من حيث انه يقتضى قدرة ذاتية غير متوقفة على العدد والمواد وجوز كونها تفصيلية وتعليلية ايضاً كذا فى الروح ۱۲۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ یُجَادِلُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِ اللّٰهِ ؕ اَنّٰى یُصْرَفُوْنَ ﴿٦٩﴾ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِالْكِتٰبِ وَبِمَاۤ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا ۛ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ ﴿٧٠﴾ اِذِ الْاَغْلٰلُ فِیْۤ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ ؕ یُسْحَبُوْنَ ﴿٧١﴾ فِی الْحَمِیْمِ ۙ ثُمَّ فِی النَّارِ یُسْجَرُوْنَ ﴿٧٢﴾ ثُمَّ قِیْلَ لَهُمْ اَیْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴿٧٣﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَیْـًٔا ؕ كَذٰلِكَ

يُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٧٤﴾ ذٰلِكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَفْرَحُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَمْرَحُوْنَ ﴿٧٥﴾ اُدْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿٧٦﴾ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚ فَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ﴿٧٧﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ۭ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ فَاِذَا جَاۗءَ اَمْرُ اللّٰهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿٧٨﴾

ع ۸ ۱۳

کیا آپ نے ان لوگوں (کی حالت) کونہیں دیکھا جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں جھگڑے نکالتے ہیں (حق سے) کہاں پھرے چلے جارہے ہیں۔جن لوگوں نے اس کتاب (یعنی قرآن) کو جھٹلایا اور اس چیز کو بھی جو ہم نے اپنے پیغمبروں کو دے کر بھیجا تھا۔سوان کو ابھی (یعنی قیامت میں جو قریب ہے) معلوم ہوا جاتا ہے۔ جب کہ طوق ان کی گردنوں میں ہوں گے اور زنجیریں ان کو گھسیٹتے ہوئے کھولتے پانی میں لے جائیں گی پھر یہ آگ میں جھونک دیئے جائیں گے پھر ان سے پوچھا جائے گا کہ وہ (معبود) غیر اللہ کہاں گئے جن کو تم شریک (اللہ) ٹھہراتے تھے وہ کہیں گے کہ وہ تو سب ہم سے غائب ہو گئے بلکہ ہم اس کے قبل کسی کو بھی نہیں پوجتے تھے۔اللہ تعالیٰ اسی طرح کافروں کو غلطی میں پھنسائے رکھتا ہے یہ (سزا) اس کے بدلہ میں ہے کہ تم دنیا میں ناحق خوشیاں مناتے تھے اور اس کے بدلہ میں ہے کہ تم اتراتے تھے۔جہنم کے دروازوں میں گھسو (اور) ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہو سو متکبرین کا وہ برا ٹھکانہ ہے۔ (اور جب ان سے اس طرح انتقام لیا جائے گا) تو آپ (چندے) صبر کیجئے بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ پھر جس (عذاب) کا ہم ان سے وعدہ کر رہے ہیں اس میں سے کچھ تھوڑا سا (عذاب) اگر ہم آپ کو دکھلائیں یا (اس کے نزول کے قبل ہی) ہم آپ کو وفات دے دیں سو ہمارے ہی پاس ان کو آنا ہوگا اور ہم نے آپ سے پہلے بہت سے پیغمبر بھیجے جن میں بعض تو وہ ہیں کہ ان کا قصہ ہم نے آپ سے بیان کیا ہے اور بعض وہ ہیں جن کا ہم نے آپ سے قصہ بیان نہیں کیا اور اتنا امر سب میں مشترک ہے کہ کسی رسول سے یہ نہ ہو سکا کہ کوئی معجزہ بدوں اذن الٰہی کے ظاہر کر سکے۔ پھر جس وقت اللہ تعالیٰ کا حکم (نزول عذاب کے لئے) آئے گا ٹھیک ٹھیک فیصلہ ہو جائے گا اور اس وقت اہل باطل خسارہ میں رہ جائیں گے۔

تفسیر ربط: اوپر آیات اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا...... میں جس طرح کفار پر توبیخ اور آپ کا تسلیہ تھا اسی طرح آگے بھی ہے لیکن وہاں جزائے کفر اجمالاً مذکور تھی لهم اللعنة ولهم سوء الدار یہاں کسی قدر تفصیلاً ہے اور وہاں تسلیہ میں صرف موسیٰ علیہ السلام کا جزئیاً ذکر تھا یہاں جمیع رسل کا کلیاً ذکر ہے۔

تہدید مجادلین وتسلیۂ سید المرسلین ﷺ: اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ (الی قوله تعالیٰ) وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿٨٥﴾ کیا آپ نے ان لوگوں (کی حالت) کونہیں دیکھا جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں جھگڑے نکالتے ہیں (حق سے) کہاں پھرے چلے جارہے ہیں جن لوگوں نے اس کتاب (یعنی قرآن) کو جھٹلایا اور اس چیز کو بھی (جھٹلایا) جو ہم نے اپنے پیغمبروں کو دیکر بھیجا تھا (اس میں کتب واحکام و معجزات سب داخل ہو گئے کیونکہ مشرکین عرب اور کسی پیغمبر کو بھی نہیں مانتے تھے) سوان کو ابھی (یعنی قیامت میں کہ قریب ہے) معلوم ہوا جاتا ہے جبکہ طوق ان کی گردنوں میں ہونگے اور (ان طوقوں میں) زنجیریں (پروئی ہوئی ہوں گی جن کا دوسرا سرا فرشتوں کے ہاتھ میں ہوگا اور ان زنجیروں سے) ان کو گھسیٹتے ہوئے کھولتے پانی میں لیجائیں گے پھر یہ آگ میں جھونک دیئے جائیں گے پھر ان سے پوچھا جاوے گا کہ وہ (معبود) غیر اللہ کہاں گئے جن کو تم شریک (خدائی) ٹھہراتے تھے (یعنی تمہاری مدد کیوں نہیں کرتے) وہ کہیں گے کہ وہ تو سب ہم سے غائب ہو گئے بلکہ (سچ بات تو یہ ہے کہ) ہم اس کے قبل (دنیا میں جو بتوں کو پوجتے تھے تو اب معلوم ہوا کہ) کسی کو بھی نہیں پوجتے تھے (یعنی معلوم ہوا کہ وہ لاشئ محض تھے ایسی بات غلط ظاہر ہونے کے وقت کہی جاتی ہے جیسے کوئی شخص تجارت میں خسارہ اٹھاوے اور اس سے پوچھا جاوے کہ تم فلاں مال کی تجارت کیا کرتے ہو اور وہ کہے کہ میں تو کہیں کی بھی تجارت نہیں کرتا یعنی جب اس کا ثمرہ حاصل نہ ہوا تو یوں سمجھنا چاہیے کہ گویا وہ عمل ہی نہیں ہوا آگے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ) اللہ تعالیٰ اسی طرح کافروں کو غلطی میں پھنسائے رکھتا ہے (کہ جس چیز کے لاشئ وغیرہ نافع ہونے کا وہاں وہ خود اقرار کریں گے آج یہاں ان کی عبادت میں مشغول ہیں ارشاد ہوگا کہ (یہ سزا) اس کے بدلہ میں ہے کہ تم دنیا میں ناحق خوشیاں مناتے تھے اور اس کے بدلہ میں ہے کہ تم اتراتے تھے (فرح متعلق قلب کے اور مرح متعلق بدن کے خواہ لغۃً یا مقابلۃً یعنی متاع دنیا کو اصل مقصود سمجھ کر اس کے حصول پر دل میں ایسے خوش ہوتے تھے کہ اس کے آثار ظاہر پر نمودار ہوتے تھے جیسے چال وغیرہ میں جس کی ممانعت آئی ہے: وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا [الأسراء : ۳۷] اور اس کے قبل ان کو حکم ہوگا کہ) جہنم کے دروازوں میں گھسو (اور) ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہو سو متکبرین (عَنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ [القصص : ۸۸]) کا وہ برا ٹھکانا ہے (اور جب ان سے اس طرح

انتقام لیا جاویگا) تو آپ (چندے) صبر کیجئے بیشک اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے پھر جس (عذاب) کا (مطلقاً) ہم ان سے وعدہ کر رہے ہیں (کہ کفر موجب تعذیب ہے) اس میں سے کچھ تھوڑا سا (عذاب) اگر ہم آپ کو دکھلا دیں (یعنی آپ کی حیات میں ان پر اس کا نزول ہو جاوے) یا (اس کے نزول کے قبل ہی) ہم آپ کو وفات دیدیں (پھر خواہ بعد میں نزول ہو یا نہ ہو) سو (دونوں احتمال ہیں کوئی شق ضروری نہیں لیکن ہر حال اور ہر احتمال پر) ہمارے ہی پاس ان کو آنا ہوگا (اور اس وقت بالیقین ان پر عذاب واقع ہوگا) اور (اس بات کو یاد کر کے بھی تسلی حاصل کیجئے کہ) ہم نے آپ سے پہلے بہت سے پیغمبر بھیجے جن میں بعضے تو وہ ہیں کہ ان کا قصہ ہم نے آپ سے (اجمالاً یا تفصیلاً) بیان کیا ہے اور بعضے وہ ہیں جن کا ہم نے آپ سے بیان نہیں کیا اور (اتنا امر سب میں مشترک ہے کہ) کسی رسول سے یہ نہ ہوسکا کہ کوئی معجزہ بدوں اذن الٰہی کے ظاہر کر سکے (اور امت کی ہر فرمائش پوری کر سکے سو بعضے اس لئے بھی اُن کی تکذیب کرتے رہے اسی طرح یہ لوگ آپ کی تکذیب کرتے ہیں تو آپ تسلی رکھئے اور صبر کیجئے) پھر جس وقت اللہ کا حکم (نزول عذاب کیلئے) آویگا (خواہ دنیا میں یا آخرت میں لقولہ تعالیٰ: وَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ ...... [یونس: ۴۶]) ٹھیک ٹھیک (عملی) فیصلہ ہو جاوے گا اور اس وقت اہل باطل خسارہ میں رہ جاویں گے۔

ف: كَذَّبُوْا بِالْكِتٰبِ وَبِمَآ اَرْسَلْنَا ...... سے یہ مقصود نہیں کہ مجموعہ تکذیبین مدار تعذیب کا ہے کیونکہ یقیناً ہر واحد بھی سبب عذاب مخلد کا ہے بلکہ مقصود بیان کرنا حال مشرکین کا ہے کہ وہ دونوں کی تکذیب کیا کرتے تھے اور یہ جو ارشاد فرمایا: يُسْحَبُوْنَ ۝ فِي الْحَمِيْمِ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُوْنَ ۝ اس سے ظاہر تقدم حمیم کا دخول نار سے معلوم ہوتا ہے چنانچہ بعض علماء اسی کے قائل ہیں کہ حمیم خارج جہنم ہے اور انہوں نے سورۂ صافات کی آیت: ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاِلَى الْجَحِيْمِ [۶۸] کو اسی پر محمول کیا ہے کہ حمیم بلانے کے وقت ان کو جہنم سے باہر لاوینگے اور حمیم پلا کر پھر جہنم میں لیجاوینگے جیسا لفظ مرجع اس پر دال ہے اور بعض اس کے قائل نہیں ہوئے اور ان آیتوں پر نظر کی قولہ تعالیٰ: خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيْمِ [الدخان: ۴۷ - ۴۸]) قولہ تعالیٰ: وَمَاهُمْ بِخَارِجِيْنَ مِنَ النَّارِ [البقرۃ: ۱۶۷] کہ آیت اول سے تقدیم جحیم کا حمیم پر معلوم ہوتا ہے اور آیت ثانیہ سے جہنم سے باہر آنے کی نفی ہوتی ہے اور ہر فریق نے دوسرے کے دلائل میں مناسب تاویل کی ہے احقر کو آیات میں غور کرنے سے ظناً یہ معلوم ہوتا ہے کہ دوزخ میں انواع انواع عذاب ہونگے کبھی کچھ کبھی کچھ ان میں سے حمیم و جحیم بھی ہے پس دونوں کا سلسلہ برابر جاری رہیگا پس ہر نوع باعتبار ایک فرد کے دوسری نوع سے مقدم بھی ہے اور باعتبار دوسری فرد کے اس سے مؤخر بھی اور دوزخ کا اطلاق کبھی حمیم کے مقابل پڑتا ہے کبھی حمیم سے عام مفہوم پر کیونکہ حمیم کا حمیم ہونا خود اُسی نار کا اثر ہے پس اُس سے ملابستہ عین ملابستہ بالنار ہے پس معنی اول کے اعتبار سے حمیم کو خارج از جحیم کہہ سکتے ہیں اور معنی ثانی کے اعتبار سے عدم خروج من النار کا حکم صحیح رہتا ہے اس تقریر پر تمام آیتیں جمع ہوگئیں اور تائید اس تقریر کی اس آیت سے ہوتی ہے: هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ [الرحمن: ۴۳ - ۴۴] اور ابن کثیر مفسر نے اس مقام پر کہا ہے: يسحبونهم على وجوههم تارة الى الحميم وتارة الى الجحيم والله اعلم بحقيقة الحال اور ضلوا عنا پر ایک شبہ ہوتا ہے کہ دوسری آیات سے خود اصنام وشیاطین کا بھی دوزخ میں ہونا معلوم ہوتا ہے قال تعالیٰ: وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ [الأنبیاء: ۹۹] وقال تعالیٰ: قَرِيْنُهٗ رَبَّنَا مَآ اَطْغَيْتُهٗ ...... [ق: ۲۷] پھر ضلوا کے کیا معنی۔ جواب یہ ہے کہ یا تو اس وقت وہ ان کی نظر سے مخفی ہوں یا سہل تر یہ معنی کہ ضلوا عن نصرتنا اور فاصبر کی علت میں وقوع عذاب کے وعدہ کا سچا ہونا جو بیان فرمایا اس سے شبہ ہوتا ہے کہ آپ باوجود ایسے رحیم وشفیق ہونے کے ان کے لئے عذاب چاہتے تھے۔ جواب یہ ہے کہ ان کے ایمان سے مایوس ہونے کے بعد اہل حق کے ساتھ (کہ جن کو وہ ظالم ستاتے تھے) ہمدردی کرنا سبب اس عذاب چاہنے کا ہو تو رحمت وشفقت کے خلاف نہیں کیا جب ظالم کو مظلوم کی نصرت میں سزا دی جاوے تو اس کو کوئی رحمت وشفقت کے منافی کہہ سکتا ہے آخر اسی حکمت کے لئے جہاد بھی ہوتا تھا۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ اس میں اولیاء کا تصرفات مستقلہ سے عاجز ہونا بالاولیٰ مذکور ہے۔

ملحقات الترجمۃ: لـ قوله فى قيل ادخلوا اس کے قبل كذا فى الروح عن ابن عطية يقال لهم قبل هذه المحاورة فى اول الامر ادخلوا ۱۲۔

اللغات: يسجرون يحرقون ظاهرا وباطنا من سجر التنور اذا ملأه ايقادا كذا فى الروح ۱۲۔

النحو: الذين كذبوا بدل من الموصول الاول او بيان له او صفة له۔ قوله من دون الله هو عندى حال من مفعول يشركون قوله كذلك معناه مثل ذلك الاضلال الذى ضلوا به واعترفوا به يضل الله الكافرين فى الدنيا حتى انهم يدعون فيها ما يتبين لهم انه ليس بشئ ۱۲۔

البديع والبلاغة: قوله تفرحون وتمرحون فيه تجنيس حسن۔ قوله مثوى لم يقل مدخل المتكبرين ليتجاوب الصدر والعجز لان

الدخول المقید بالخلود سبب الثواء والتجاوب صح معنی ۱۲۔ قوله لیتجاوب الخ علة لیقل لالم یقل وقوله لان الدخول الخ علة لقوله لم یقل ۱۲منه۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَلَكُمْ فِیْهَا مَنَافِعُ وَلِتَبْلُغُوْا عَلَیْهَا حَاجَةً فِیْ صُدُوْرِكُمْ وَعَلَیْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَیُرِیْكُمْ اٰیٰتِهٖ ۖ فَاَیَّ اٰیٰتِ اللّٰهِ تُنْكِرُوْنَ ﴿۸۱﴾ اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْۤا اَكْثَرَ مِنْهُمْ وَاَشَدَّ قُوَّةً وَّاٰثَارًا فِی الْاَرْضِ فَمَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۸۳﴾ فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِیْنَ ﴿۸۴﴾ فَلَمْ یَكُ یَنْفَعُهُمْ اِیْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ؕ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِیْ قَدْ خَلَتْ فِیْ عِبَادِهٖ ۚ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۵﴾

ع ۹ / ۷ / ۱۴

اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لئے مواشی بنائے تا کہ ان میں سے سواری لو اور ان میں سے بعض (ایسے ہیں کہ ان) کو کھاتے بھی ہو اور تمہارے لئے ان میں اور بھی بہت فائدے ہیں اور اس لئے بنائے تا کہ تو ان پر اپنے مطلب تک پہنچو جو تمہارے دلوں میں ہے اور ان پر (بھی) اور کشتی پر (بھی) لدے لدے پھرتے ہو اور (ان کے علاوہ) تم کو اپنی اور بھی نشانیاں دکھلاتا رہتا ہے۔ پھر تم اللہ تعالیٰ کی کون سی نشانیوں کا انکار کرو گے۔ کیا ان لوگوں نے ملک میں چل پھر کر نہیں دیکھا کہ جو (مشرک) لوگ ان سے پہلے ہو گذرے ہیں ان کا کیا انجام ہوا (حالانکہ) وہ لوگ ان سے زیادہ تھے اور قوت اور نشانیوں میں (بھی) جو کہ زمین پر چھوڑ گئے ہیں بڑھے ہوئے سو ان کی (یہ تمام تر) کمائی ان کے کچھ بھی کام نہ آئی غرض جب ان کے پیغمبر ان کے پاس کھلی دلیلیں لے کر آئے تو وہ لوگ اپنے (اس) علم (معاش) پر بڑے نازاں ہوئے جو ان کو حاصل تھا اور ان پر وہ عذاب آ پڑا جس کے ساتھ تمسخر کرتے تھے۔ پھر جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو کہنے لگے (اب) ہم خدائے واحد پر ایمان لائے اور ان سب چیزوں سے ہم منکر ہوئے جن کو ہم اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے تھے سو ان کو ان کا ایمان لانا نافع نہ ہوا جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا اللہ تعالیٰ نے اپنا یہ معمول مقرر کیا ہے جو اس کے بندوں میں پہلے سے ہوتا چلا آیا ہے اور اس وقت کافر خسارہ میں رہ گئے۔

تفسیر ربط: اوپر آیات اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ ...... میں توحید کا مضمون تھا آگے اسی پر سورت ختم ہے جس میں اول توحید کی دلیل پھر اس کے انکار پر توبیخ پھر مشرکین امم سابقہ کا حال یاد دلا کر تہدید اور اسی سلسلہ میں معائنہ عذاب کے وقت شرک سے توبہ مقبول نہ ہونا ارشاد ہے۔

خاتمہ در توحید رب العالمین وتہدید منکرین مشرکین: اَللّٰهُ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ (الی قولہ تعالی) وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لئے مواشی بنائے تا کہ ان میں بعض سے سواری لو اور ان میں بعض (ایسے ہیں کہ ان کو) کھاتے بھی ہو اور تمہارے لئے ان میں اور بھی بہت سے فائدے ہیں (کہ ان کے بال اور اون کام آتی ہے) اور (اس لئے بنائے) تا کہ تم ان پر سوار ہو کر) اپنے مطلب تک پہنچو جو تمہارے دلوں میں ہے (جیسے کسی سے ملنے کے لئے جانا تجارت کے لئے جانا وغیرہ وغیرہ اوپر رکوب غایت تھی یہاں اس رکوب کی غایت ہے) اور (سوار ہونے میں کچھ ان ہی کی تخصیص نہیں بلکہ) ان پر (بھی) اور کشتی پر (بھی) لدے لدے پھرتے ہو اور (ان کے علاوہ) تم کو اپنی (قدرت کی) اور بھی نشانیاں دکھلاتا رہتا ہے (چنانچہ ہر مصنوع اس کی صنعت پر ایک نشان ہے) سو تم اللہ کی کون کون سے نشانیوں کا انکار کرو گے (اور یہ لوگ جو بعد قیام دلائل بھی توحید کے منکر ہیں تو کیا ان کو شرک کے وبال کی خبر نہیں اور) کیا ان لوگوں نے ملک میں چل پھر کر نہیں دیکھا کہ جو (مشرک) لوگ ان سے پہلے ہو گذرے ہیں (اس شرک کی بدولت) ان کا کیسا انجام ہوا (حالانکہ) وہ لوگ ان سے (عدد میں بھی) زیادہ تھے اور قوت اور ان نشانوں میں (بھی) جو کہ زمین پر چھوڑ گئے ہیں (مثل عمارات وغیرہ) بڑھے ہوئے تھے سو ان کی (یہ تمام تر) کمائی ان کے کچھ کام نہ آئی (اور عذاب الٰہی سے نہ بچ سکے) غرض جب ان کے پیغمبر ان کے پاس کھلی دلیلیں لے کر آئے تو وہ لوگ اپنے (اس) علم (معاش) پر بڑے نازاں ہوئے جو ان کو حاصل تھا (یعنی معاش کو مقصود سمجھ کر اور اس میں جو ان کو لیاقت حاصل تھی اس پر خوش ہوئے اور معاد کا انکار

کر کے اس کی طلب کو دیوانگی اور اس کے انکار پر وعید عذابی کو مایہ تمسخر ٹھہرایا کقولہ تعالیٰ: یَعْلَمُوْنَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ...... (الروم ۱۲) اور (اس کے وبال میں) ان پر وہ عذاب آ پڑا جس کے ساتھ تمسخر کرتے تھے پھر جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھا تو کہنے لگے (اب) ہم خدائے واحد پر ایمان لائے اور ان سب چیزوں سے ہم منکر ہوئے جن کو ہم اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے تھے سو ان کو ان کا یہ ایمان لانا نافع نہ ہوا جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا (کیونکہ وہ ایمان اضطراری ہے اور عبد مکلف ہے ایمان اختیاری کا) اللہ تعالیٰ نے اپنا یہی معمول مقرر کیا ہے جو اس کے بندوں میں پہلے سے ہوتا چلا آیا ہے اور اس وقت (یعنی جبکہ ایمان نافع نہ ہوا) کافر خسارہ میں رہ گئے (پس ان مشرکین کو بھی یہ سب مضامین سمجھ کر ڈرنا چاہئے ان کیلئے بھی یہی ہوگا پھر کچھ تلافی نہ ہو سکے گی) ف:

مسئلہ: جب عذاب آخرت وملائکہ عذاب نظر آ جاوینگے پھر اس وقت کا ایمان مقبول نہیں اور اس کو ایمان یاس کہتے ہیں اور اس کی تحقیق سورۂ نساء کے تیسرے رکوع میں گذری ہے ملاحظہ فرمائیے۔ **تم بحمد الله تعالیٰ تفسیر سورة المؤمن للسابع والعشرين من ربيع الاول يوم السبت ۱۳۲۵ من الهجرة ويتلوه ان شاء الله تعالیٰ تفسير حم السجدة۔**

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ (الی قولہ تعالیٰ) تُحْمَلُوْنَ۔ اس میں دلالت ہے کہ اسباب معیشت سے منتفع ہونا طریق میں نقص نہیں جیسا بعض متقشفین کا زعم ہے۔ قولہ تعالیٰ فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ (الی قولہ تعالیٰ) مِّنَ الْعِلْمِ اس میں ایسے علم پر فرحت کرنے کی مذمت ہے جو شریعت کے مبائن ہو اور اس میں تصوف باطل بھی آ گیا۔ سورۂ مؤمن تمام ہوئی۔

النحو: **قوله ولتبلغوا عطف على لتركبوا ۱۲۔**

البلاغة: **قوله فما اغنى الى قوله فلم يك ينفعهم فى الروح عنها اربعة فاء ات فاء فما اغنى وفاء فلما جاء تهم وفاء فلما راوا و فاء فلم يك فالفاء الاولى للنتيجة والثانية تفسيرية والثالثة للتعقيب ومثلها الفاء الرابعة آه مختصر ۱۲۔**

سُورَةُ حٰمٓ السَّجْدَة

سُوْرَةُ حٰمٓ السَّجْدَة ۴۱ مَكِّيَّةٌ ۶۱ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ۵۴ رُكُوْعَاتُهَا ۶

سورۃ حم السجدۃ مکہ میں نازل ہوئی — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اس میں ۵۴ آیات اور ۶ رکوع ہیں

حٰمٓ ۝۱ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝۲ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝۳ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۚ فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۝۴ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ ۝۵ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِيْمُوْٓا اِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوْهُ ۗ وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ۝۶ الَّذِيْنَ لَا يُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝۷ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝۸

حٰمٓ ۔ یہ کلام رحمٰن رحیم کی طرف سے نازل کیا جاتا ہے یہ ایک کتاب ہے جس کی آیتیں صاف صاف بیان کی گئی ہیں ۔یعنی ایسا قرآن ہے جو عربی (زبان میں) ہے ایسے لوگوں کے لئے (نافع) ہے جو دانشمند ہیں ۔ بشارت دینے والا ہے (اور نہ ماننے والوں کے لئے) ڈرانے والا ہے سو اکثر لوگوں نے (اس سے) روگردانی کی پھر وہ (بوجہ اعراض کے) سنتے ہی نہیں اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ جس بات کی طرف آپ ہم کو بلاتے ہیں ہمارے دل اس سے پردوں میں ہیں اور ہمارے کانوں میں ڈاٹ لگ رہی ہے اور ہمارے آپ کے درمیان میں ایک حجاب ہے سو آپ اپنا کام کئے جایئے ہم اپنا کام کر رہے ہیں ۔آپ فرما دیجئے کہ میں بھی تم ہی جیسا بشر ہوں مجھ پر یہ وحی نازل ہوتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے سو اس (معبود برحق) کی طرف سیدھ باندھ لو اور اس سے معافی مانگو اور ایسے مشرکوں کیلئے بڑی خرابی ہے جو زکوٰۃ نہیں دیتے جو آخرت کے منکر ہی رہتے ہیں (اور برخلاف ان کے) جو لوگ ایمان لے آئے اور انہوں نے نیک کام کئے ان کیلئے (آخرت میں) ایسا اجر ہے جو کبھی موقوف ہونے والا نہیں ۔

تفسیر: سورۃ حمٓ السجدہ مکیۃ وھی اربع وخمسون اٰیۃ وست رکوعات کذا فی البیضاوی۔

ربط: اس سورت کا حاصل یہ مضامین ہیں ۔توحید جس سے تمہید کے بعد سورت شروع ہوتی ہے اور سورت گزشتہ اسی پر ختم ہوئی تھی جس کا صریح بیان رکوع دوم سے چلا ہے پھر ان آیات میں عود ہوا ہے: وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ ...... پھر ختم کے قریب عود ہوا ہے: مَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٰتٍ ...... دوسرا مضمون رسالت جو توحید سے پہلے بطور تمہید کے اولاً مذکور ہوا ہے پھر ثانیاً ان آیات میں: وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا اور اسی سلسلہ میں بطور تسلیہ کے آپ کو ترغیب صبر وعفو وصفح کی دی گئی ہے اس آیت میں: وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ ...... پھر ثالثاً مع تسلیہ ان آیات میں: اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ ...... تیسرا مضمون انکار توحید و رسالت پر زجر وانکار وعید عذاب سے اولاً وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ ...... میں ثانیاً: فَاِنْ اَعْرَضُوْا ...... میں ثالثاً: اِنَّ الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ ...... میں اور چونکہ اس میں عذاب قیامت مذکور ہے اس مناسبت سے وقوع قیامت کی تحقیق ہے اور اولاً اِنَّ الَّذِيْٓ اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ؕ میں ثانیاً: اِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ؕ میں ثالثاً: اَلَآ اِنَّهُمْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَاۗءِ رَبِّهِمْ ؕ میں اور اسی مضمون کے مقابلہ اور تمیم کے لئے چند جا اہل ایمان کے بشارات بھی مذکور ہیں اور بقیہ مضامین درمیان ان ہی مضامین کی تبعیت میں مذکور ہیں ۔

حقیت قرآن مبین ورسالت سید المرسلین وتشنیع منکرین بطور توطیہ توحید رب العالمین وتتمیمش بیان عقوبت مشرکین واجر موحدین مومنین:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ حٰمٓ ۝ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ (الی قولہ تعالی) لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝ ۔ حٰمٓ ۔ (اس کے معنی اللہ کو معلوم ہیں)

یہ کلام رحمن رحیم کی طرف سے نازل کیا جاتا ہے یہ (کلام) ایک کتاب ہے جس کی آیتیں صاف صاف بیان کی گئی ہیں یعنی ایسا قرآن ہے جو عربی (زبان میں) ہے (تا کہ جن لوگوں میں اس کا نزول ہوا ہے وہ آسانی سے سمجھ لیں اور) ایسے لوگوں کیلئے (نافع) ہے جو دانشمند ہیں (یعنی گو مکلف سب ہی ہیں مگر منتفع صرف اہل دانش ہی ہوتے ہیں اور ماننے والوں کیلئے) بشارت دینے والا ہے (اور نہ ماننے والوں کیلئے) ڈرانے والا ہے سو (مقتضی ان صفات کمال کا یہ تھا کہ اس پر سب ایمان لاتے مگر) اکثر لوگوں نے (اس سے) روگردانی کی پھر (بوجہ اعراض کے) وہ سنتے ہی نہیں اور (جب آپ ان کو سناتے ہیں تو وہ لوگ کہتے ہیں کہ جس بات کی طرف آپ ہم کو بلاتے ہیں ہمارے دل اس سے پردوں میں ہیں (یعنی ہماری سمجھ میں نہیں آتی) اور ہمارے کانوں میں ڈاٹ (لگ رہی) ہے اور ہمارے اور آپ کے درمیان میں ایک حجاب ہے سو آپ اپنا کام کئے جایئے ہم اپنا کام کر رہے ہیں (یعنی ہم سے کچھ امید قبول کی نہ رکھئے اور پھر بھی کہنے کو جی چاہے کہے جایئے آپ جانیں اور آپ کا کام ہم اپنے طریقہ کو نہ چھوڑیں گے) آپ فرما دیجئے کہ (بھائی تم کو ایمان پر مجبور کرنے کی تو میں قدرت رکھتا نہیں جو زبردستی قبول کرا سکوں کیونکہ) میں بھی تم ہی جیسا بشر ہوں (لیکن خدا تعالیٰ نے مجھ کو یہ امتیاز دیا ہے کہ) مجھ پر (وحی نازل ہوتی ہے اور وحی بھی ایسے مضمون کی جو عقلاً قابل قبول ہے یعنی) یہ وحی نازل ہوتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے (یعنی میں صاحب وحی ونبوت ہوں جس کی تصدیق معجزات سے ہو چکی ہے جن میں اعظم قرآن ہے جس کا اوپر بیان ہے اور نبی ہونا اس کو مقتضی ہے کہ اگر اس کی کوئی بات ثابت بالعقل نہ ہو تب بھی ماننا چاہئے چہ جائیکہ وہ بات بھی ثابت بالعقل ہو) سو (اس حالت میں تمہارے قبول نہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں ضرور قبول کرو اور) اس (معبود برحق) کی طرف سیدھ باندھ لو (یعنی اور کسی کی عبادت کی طرف توجہ مت کرو) اور (جواب تک غیر اللہ کی عبادت کی ہے اس عبادت کی) اس سے معافی مانگو (یعنی توحید اختیار کرو اور شرک سابق سے توبہ کرو) اور (آگے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ) ایسے مشرکوں کیلئے بڑی خرابی ہے جو (اس مضمون ثبوت نبوت و وجوب اتباع کو سن کر بھی اپنے طریقہ کو نہیں چھوڑتے اور) زکوٰۃ نہیں دیتے اور وہ آخرت کے منکر ہی رہتے ہیں (اور برخلاف ان کے) جو لوگ (حقانیت رسالت کا اعتقاد کر کے) ایمان لے آئے اور انہوں نے نیک کام کئے ان کیلئے (آخرت میں) ایسا اجر ہے جو (کبھی) موقوف ہونیوالا نہیں **ف**: یہاں ایک سوال ہے وہ یہ کہ یہاں اللہ تعالیٰ نے کفار کا یہ قول قُلُوْبُنَا فِیْٓ اَكِنَّةٍ ..... معرض ذم میں نقل کیا ہے جس سے اس کا کاذب اور باطل ہونا معلوم ہوتا ہے اور بعض آیات میں خود ان چیزوں کا اثبات فرمایا ہے جیسے: وَجَعَلْنَا عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً [الأنعام: ۲۵] وَفِیْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا کما فی سورة الانعام وبنی اسرائیل والکهف پس ان میں وجہ جمع کیا ہے۔ جواب یہ ہے کہ مقصود کفار کا ان اقوال سے فقدان مطلق استعداد کا تھا اور یہ باطل ہے اور مقصود حق تعالیٰ کا فقدان استعداد قریب من الفعل کا ہے اور یہ حق ہے۔ دوسرے غرض ان کی اس کلام سے اخبار تھا اپنے عزم اصرار علی الکفر سے اور یہ مذموم اور شنیع ہے اور رد اسی اعتبار سے ہے کیونکہ کلام کا رد کرنا گاہے مدلول کے اعتبار سے نہیں ہوتا بلکہ غرض کے اعتبار سے ہوتا ہے۔ اور یہاں لَا یُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ کے متعلق دو سوال ہیں ایک یہ کہ کفار پر ترک زکوٰۃ سے وعید کے کیا معنی۔ دوسرے زکوٰۃ مدینہ میں فرض ہوئی تھی اور یہ سورت مکیہ ہے جواب سوال اول کا یہ ہے کہ ترک پر من حیث الذات مذمت مقصود نہیں بلکہ اس حیثیت سے کہ یہ ترک کفار میں بوجہ ایمان نہ لانے کے علامت عدم ایمان کی ہے پس اصل مقصود ذم علی الکفر ہے اور منجملہ دوسری علامات کے اس کی تخصیص شاید اس لئے ہے کہ ایمان نہ لانے کے اسباب میں سے ایک حب مال بھی ہے جو سبب ہے ترک زکوٰۃ کا۔ اور دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ یہ لغت معنی انفاق فی الخیر میں اہل عرب میں پہلے سے بھی معروف تھا چنانچہ شعر امیه الفاعلون للزکوٰة منقول ہے اور مطلق انفاق فی الخیر بعض مواقع میں مکہ میں بھی واجب تھا اور بالمعنی المخصوص و بالشرط المخصوص فرض ہونا مختص ہے مدینہ کے ساتھ۔

ترجمۂ مسائل السلوک: (سورۂ حم السجدہ) قولہ تعالیٰ: ..... اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا روح میں سدی سے منقول ہے کہ یہ آیت مریضوں اور بوڑھوں کے حق میں نازل ہوئی جو مرض یا ضعف پیری کے سبب اکمال طاعات سے عاجز ہو جاویں تو ان کیلئے ویسا ہی ثواب ملتا ہے جو حالت صحت وقوت میں عمل کرنے سے لکھا جاتا تھا اھ اور اسی سے مشائخ سالکین کو تسلی دیتے ہیں جب ان کو کوئی عذر پیش آ جاتا ہے جس سے وہ پورا عمل نہیں کر سکتے۔

النحو: قوله قرآنا نصب علی الاختصاص والمدح۔ قوله لقوم الا جود ان یکون صفة مثل ما قبله وما بعده ای قرآنا عربیا کائنا لقوم الخ كذا فی الكشاف قوله اكثرهم المرجع هو الناس بقرينة المقام ۱۲۔

البلاغۃ: قوله قالوا قلوبنا جمعت الآية الحجب الثلاثة علی القلب وعلی الآذان وعلی الابصار کما یتبادر من قوله حجاب ۱۲۔

قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِیْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِیْ یَوْمَیْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ۝۹ وَجَعَلَ فِیْهَا رَوَاسِیَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِیْهَا وَقَدَّرَ فِیْهَآ اَقْوَاتَهَا فِیْٓ اَرْبَعَةِ اَیَّامٍ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِیْنَ ۝۱۰ ثُمَّ اسْتَوٰٓی

اِلَى السَّمَآءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ۭ قَالَتَآ اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ ﴿۱۱﴾ فَقَضٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ وَاَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا ۭ وَزَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ڰ وَحِفْظًا ۭ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۱۲﴾

آپ فرمائیے کہ کیا تم لوگ ایسے اللہ (کی توحید) کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو (باوجود اتنی بڑی وسعت کے) دوروز میں پیدا کیا اور تم اس کے شریک ٹھہراتے ہو یہی سارے جہان کا رب ہے اور اس نے زمین اس کے اوپر پہاڑ بنا دیئے ہیں اور اس (زمین) میں فائدہ کی چیزیں اور اس (کے رہنے والوں) کی غذائیں تجویز کر دی چار دن میں (ہوا جو شمار میں) پورے ہیں پوچھنے والوں کے لئے پھر آسمان (کے بنانے) کی طرف توجہ فرمائی اور وہ (اس وقت) دھواں سا تھا سو اس سے اور زمین سے فرمایا کہ تم دونوں خوشی سے آؤ یا زبردستی سے دونوں نے عرض کیا کہ ہم خوشی سے حاضر ہیں۔ سو دوروز میں اس کے سات آسمان بنا دیئے اور ہر آسمان میں اس کے مناسب اپنا حکم (فرشتوں کو) بھیج دیا اور ہم نے اس قریب والے آسمان کو ستاروں سے زینت دی اور (استراق شیاطین سے) اس کی حفاظت کی۔ یہ تجویز ہے (خدائے) زبردست واقف الکل کی۔

تفسیر ربط: اوپر تمہید توحید کے طور پر رسالت کا مضمون تھا آگے توحید کا مضمون ہے۔

توحید: قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ (الی قولہ تعالی) ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۱۲﴾۔ آپ (ان لوگوں سے) فرمائیے کہ کیا تم لوگ ایسے خدا (کی توحید) کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو (باوجود اتنی بڑی وسعت کے) دوروز (کی مقدار کے وقت) میں پیدا کر دیا اور تم اس کے شریک ٹھہراتے ہو یہی (خدا جس کی قدرت معلوم ہوئی) سارے جہان کا رب ہے (پس الٰہ بھی وہی ہے) اور اس نے زمین میں اس کے اوپر پہاڑ بنا دیئے اور اس (زمین) میں فائدہ کی چیزیں رکھ دیں (جیسے نباتات وحیوانات وغیرہ) اور اس (زمین) میں اس (کے رہنے والوں) کی غذائیں تجویز کر دیں (چنانچہ مشاہد ہے کہ ہر حصۂ ارض کے رہنے والوں کے مناسب الگ الگ غذائیں ہیں یعنی زمین میں ہر قسم کے غلے میوے پیدا کر دیئے کہیں کچھ کہیں کچھ جن کا سلسلہ اب تک چلا آتا ہے یہ سب) چار دن میں (ہوا دو میں زمین دو میں جبال وغیرہ جو شمار میں) پورے ہیں (کمیت وکیفیت خلق کی) پوچھنے والوں کیلئے (جیسے یہود نے آپ سے خلق السمٰوٰت والارض کو پوچھا کذافی الدر المنثور) پھر (یہ سب کچھ پیدا کر کے) آسمان (کے بنانے) کی طرف توجہ فرمائی اور وہ (اسوقت) دھواں سا تھا (یعنی اس کا مادہ جو کہ مادۂ ارض کے بعد اور صورت موجودۂ ارض کے قبل بن چکا تھا اس شکل میں تھا) سو اس سے اور زمین سے فرمایا کہ تم دونوں (کو ہمارے حکم کی طرف آنا تو ضرور پڑیگا اب تم کو اختیار ہے خواہ) خوشی سے آؤ یا زبردستی سے (آؤ مطلب یہ کہ ہمارے احکام تکوینیہ جو تم دونوں میں جاری ہوا کرینگے مثلاً آسمان میں اس کے بعد ہی تغیر ہونے والا تھا کہ اس کا مادۂ وحدانیہ سمٰوات متعددہ بننے والے تھے اور زمین میں بے انتہا تغیرات قیامت تک چلے جاوینگے تو ان کا جاری ہونا تو تمہارے اختیار سے خارج ہے لیکن جو ادراک وشعور تم کو عطا ہوا ہے اس سے تمہاری حالت کے مناسب رضا وعدم رضا دونوں کا تحقق ہو سکتا ہے جیسے مرض یا موت انسان کے لئے کہ باوجود غیر اختیاری ہونے کے کوئی اس پر راضی ہے کوئی ناراض سو تم دیکھ لو کہ ہمارے ان احکام پر راضی رہا کرو گے یا کراہت رکھو گے) دونوں نے عرض کیا کہ ہم خوشی سے (ان احکام کے لئے) حاضر ہیں سو دوروز میں اس کے سات آسمان بنا دیئے اور (چونکہ سمٰوات ملائکہ سے معمور کر دیئے تھے اس لئے) ہر آسمان میں اس کے مناسب اپنا حکم (فرشتوں کو) بھیج دیا (یعنی جن فرشتوں سے جو کام لینا تھا وہ ان کو بتلا دیا جیسا کہ مدتوں بعد زمین پر وحی آتی تھی) اور ہم نے اس قریب والے آسمان کو ستاروں سے زینت دی اور (استراق شیاطین سے) اس کی حفاظت کی یہ تجویز ہے (خدائے) زبردست واقف الکل کی (پس عبادت کے لائق یہ ذات کامل الصفات ہے یا دوسری اشیاء ناقص الذات والصفات)۔ ف: زمین وآسمان کی ترتیب تخلیق کے متعلق سورۂ بقرہ رکوع سوم کے اخیر میں اور ادراک جمادات کے متعلق سورۂ بنی اسرائیل رکوع پنجم کی ابتداء آیت وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ میں اور تزئین سماء دنیا کے متعلق سورۂ صافات کے پہلے رکوع میں اور حفظ سمٰوات کے متعلق سورۂ حجر کے دوسرے رکوع کی شروع میں کلام ہو چکا ہے۔ البتہ حفظ سمٰوات کے متعلق اتنی بات رہ گئی تھی کہ جب سماء دنیا شیاطین سے محفوظ ہے تو دوسرے سمٰوات بدرجۂ اولیٰ محفوظ ہیں اب چند فوائد اس مقام کے متعلق لکھتا ہوں۔ اول یہ کہ فِيْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ جو جَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ وتقدیر اقوات کے ساتھ فرمایا یہ صرف اسی کا ظرف نہیں ورنہ مجموعہ آٹھ روز ہو جاویں گے حالانکہ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ چند جا مصرح ہے بلکہ اس کا مع ما قبل کے ظرف ہے جیسا محاورات میں بولا جاتا ہے کہ دو سال میں تو اس لڑکے کا دودھ چھڑایا اور چار سال میں مکتب میں بٹھلایا ظاہر ہے کہ یہ مطلب نہیں ہوتا کہ ان دو سال کے علاوہ چار سال ثانی ان چار یوم میں سواء کیوں فرمایا وجہ یہ ہے کہ جن دو یوم میں آسمان بنایا ہے وہ دوروز پورے نہ تھے بلکہ اس کی ساعت اخیرہ یعنی بعد عصر میں آدم علیہ السلام بنائے گئے رواہ مسلم اس لئے وہاں سواء فرمایا تاکہ سامع مجاز پر محمول نہ کرلے جیسا محاورات میں کسر کو پورا کر لیا کرتے ہیں ثالث للسائلین کی تخصیص خلق ارضیات میں کیوں کی۔ جواب یہ ہے کہ شاید اس میں اشارہ ہو کہ عام سائلین کے ذہن سے ارضیات کا چار روز میں بننا اقرب

ہے بہ نسبت سموات کے دو روز میں بننے کے کہ مدت کم اور مجعول اعظم پس سوال کا جواب ارضیات میں سہل الفہم ہے۔ رابع ائْتِيَا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا کا خطاب زمین سے بعد تسویہ ہونا اور آسمان سے قبل تسویہ ہونا کیا وجہ۔ جواب یہ ہے کہ زمین میں بعد تسویہ بھی تغیرات کثیرہ ہونے والے تھے بخلاف آسمان کے اس لئے ارض کی حالت بعد تسویہ اور آسمان کی حالت قبل تسویہ گویا متساوی ہیں۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: قَالَتَا أَتَيْنَا طَائِعِينَ اس میں جمادات کیلئے ادراک کا اثبات ہے کیونکہ طوع ادراک پر موقوف ہے۔

الروایات: فی الدر المنثور اخرج ابن جرير والنحاس فی ناسخه وابو الشيخ فی العظمة والحاكم وصححه وابن مردويه والبيهقی فی الاسماء والصفات عن ابن عباسؓ ان اليهود اتت النبی ﷺ فسألته عن خلق السموٰات والارض فقال خلق الله الارض يوم الاحد والاثنين وخلق الجبال وما فيهن من المنافع يوم الثلاثاء وخلق يوم الاربعاء الشجر والماء وخلق يوم الخميس السماء وخلق يوم الجمعة النجوم والشمس والملٰئكة وفيه برواية ابی الشيخ من وجه آخر عن عكرمة عن ابن عباس عن النبی ﷺ خلق يوم الثلاثاء دواب البحر ودواب الارض الخ قلت ولا يلزم من سوال اليهود كون الآية مدنية وما ورد فيه من الروايات المختلفة فيمكن الجمع بينها بحمل البعض على الاكثر والبعض على الاقل بان وقع خلق شئ فی يومين مختلفين بعضه فی جزء من يوم واحد وبعضه فی جزء من الآخر ۱۲۔

اللغات: استوى قصد وتوجه اليها دون ارادة تاثير فی غيرها من قولهم استوى الی مكان كذا اذا توجه اليه لا يلوى على غيره ۱۲۔

النحو: اقواتها بتقدير المضاف ای اقوات اهلها او الاضافة لادنى ملابسة ای الاقوات لتی برزت وخرجت منها قوله فی اربعة ايام متعلق بحصول الامور المذكورة۔ قوله سواء ای استوت سواء۔ قوله للسائلين متعلق بمحذوف وقع خبر المبتدأ محذوف ای هذا الحصر فی اربعة كائن للسائلين۔ قوله فقضٰهن ضمير هن اما للسماء على المعنى لانه بمعنى السموٰات واما مبهم يفسره ما بعده ۱۲۔

فَإِنْ أَعْرَضُوا فَقُلْ أَنذَرْتُكُمْ صَاعِقَةً مِّثْلَ صَاعِقَةِ عَادٍ وَثَمُودَ ﴿۱۳﴾ إِذْ جَاءَتْهُمُ الرُّسُلُ مِن بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ ۖ قَالُوا لَوْ شَاءَ رَبُّنَا لَأَنزَلَ مَلَائِكَةً فَإِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُم بِهِ كَافِرُونَ ﴿۱۴﴾ فَأَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوا فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوا مَنْ أَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ۖ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَهُمْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۖ وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يَجْحَدُونَ ﴿۱۵﴾ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا فِي أَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ لِّنُذِيقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَخْزَىٰ ۖ وَهُمْ لَا يُنصَرُونَ ﴿۱۶﴾ وَأَمَّا ثَمُودُ فَهَدَيْنَاهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمَىٰ عَلَى الْهُدَىٰ فَأَخَذَتْهُمْ صَاعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُونِ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿۱۷﴾ وَنَجَّيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ﴿۱۸﴾ وَيَوْمَ يُحْشَرُ أَعْدَاءُ اللَّهِ إِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوزَعُونَ ﴿۱۹﴾ حَتَّىٰ إِذَا مَا جَاءُوهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَأَبْصَارُهُمْ وَجُلُودُهُم بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۲۰﴾ وَقَالُوا لِجُلُودِهِمْ لِمَ شَهِدتُّمْ عَلَيْنَا ۖ قَالُوا أَنطَقَنَا اللَّهُ الَّذِي أَنطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ خَلَقَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿۲۱﴾ وَمَا كُنتُمْ تَسْتَتِرُونَ أَن يَشْهَدَ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَا أَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُودُكُمْ وَلَٰكِن ظَنَنتُمْ أَنَّ اللَّهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيرًا مِّمَّا تَعْمَلُونَ ﴿۲۲﴾ وَذَٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِي ظَنَنتُم بِرَبِّكُمْ أَرْدَاكُمْ فَأَصْبَحْتُم مِّنَ الْخَاسِرِينَ ﴿۲۳﴾ فَإِن يَصْبِرُوا فَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ۖ وَإِن يَسْتَعْتِبُوا فَمَا هُم

ع ۲ / ۱۶

مِّنَ الْمُعْتَبِيْنَ ﴿٢٤﴾ وَقَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَيَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِیْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿٢٥﴾ ع ٣/١٧

پھر اگر (دلائل توحید سن کر بھی) یہ لوگ (توحید سے) اعراض کریں تو آپ کہہ دیجئے کہ تم کو ایسی آفت سے ڈراتا ہوں جیسی عاد وثمود پر (شرک وکفر کی بدولت) آفت آئی تھی جب کہ ان کے پاس ان کے آگے سے بھی اور ان کے پیچھے سے بھی پیغمبر آئے کہ اللہ کے اور کسی کو مت پوجو انہوں نے جواب دیا کہ اگر ہمارے پروردگار کو (یہ منظور ہوتا (کہ کسی کو پیغمبر بنا کے بھیجے) تو فرشتوں کو بھیجتا سو ہم اس توحید سے) منکر ہیں جس کو دے کر بزعم خود تم بھیجے گئے ہو پھر وہ عاد کے لوگ تھے وہ دنیا میں ناحق کا تکبر کرنے لگے اور کہنے لگے وہ کون ہے جو قوت میں ہم سے زیادہ ہے۔ (آگے جواب ہے کہ) کیا ان کو یہ نظر نہ آیا کہ جس اللہ نے ان کو پیدا کیا وہ ان سے قوت سے بہت زیادہ ہے اور ہماری آیتوں کا انکار کرتے رہے تو ہم نے ان پر ایک ہوائے تند ایسے دنوں میں بھیجی جو منحوس تھے تاکہ ہم ان کو اس دینوی حیات میں رسوائی کے عذاب کا مزہ چکھادیں اور آخرت کا عذاب اور زیادہ رسوائی کا سبب ہے اور ان کو مدد نہ پہنچے گی اور وہ جو ثمود تھے تو ہم نے ان کو پیغمبر کے ذریعے سے رستہ بتلایا سو انہوں نے گمراہی کو بمقابلہ ہدایت کے پسند کیا پس ان کو عذاب سراپا ذلت کی آفت نے پکڑ لیا ان کی بدکاریوں کی وجہ سے اور ہم نے (اس عذاب سے) ان لوگوں کو نجات دی جو ایمان لائے اور (ہم سے) ڈرتے تھے اور (ان کو وہ دن بھی یاد دلایئے) جس دن اللہ کے دشمن (یعنی کفار) دوزخ کی طرف جمع کرانے کے لئے موقف حساب میں لائے جائیں گے پھر وہ روکے جائیں گے (تاکہ بقیہ بھی آجائیں گے) یہاں تک کہ جب وہ ان کے قریب آئیں گے تو ان کے کان اور آنکھیں اور ان کی کھالیں ان پر ان کے اعمال کی گواہی دیں گے اور اس وقت وہ لوگ (متعجب ہو کر اپنے اعضا سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف میں کیوں گواہی دی۔ وہ اعضا کہیں گے کہ ہم کو اس اللہ نے گویائی دی جس نے ہر (گویا) چیز کو گویائی دی اور اسی نے تم کو اوّل بار پیدا کیا تھا اور اسی کے پاس پھر لائے گئے ہو اور تم (دنیا میں) اس بات سے تو اپنے آپ کو چھپا ہی نہ سکتے تھے کہ تمہارے اوپر تمہارے کان اور آنکھیں اور کھالیں تمہارے خلاف گواہی دیں۔ لیکن تم گمان میں رہے کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے بہت سے اعمال کی خبر بھی نہیں اور تمہارے اس گمان نے جو کہ تم سے اپنے رب کے ساتھ کیا تم کو برباد کیا پھر تم ابدی خسارہ میں پڑ گئے۔ سو اور ہم نے (دنیا میں) ان کے لئے کچھ ساتھ رہنے والے (شیاطین) مقرر کر رکھے تھے سو انہوں نے ان کے اگلے پچھلے اعمال ان کی نظر میں مستحسن کر رکھے تھے اور ان کے حق میں بھی ان لوگوں کے ساتھ اللہ کا قول (یعنی وعدۂ عذاب) پورا ہو کر رہا جو ان سے پہلے جن وانسان (کفار) ہو گزرے ہیں بے شک وہ سب بھی خسارہ میں رہے۔

تفسیر ربط: اوپر منکرین توحید کے مقابلہ میں شرک پر انکار اور توحید کا اثبات تھا آگے منکرین توحید کو عذاب عاجل سے تہدید اور عذاب آجل کی وعید سناتے ہیں اور ضمن قصہ میں انکار رسالت پر بھی تقبیح فرماتے ہیں حیث قال اذا جاءتھم الرسل الخ۔

تہدید و وعید منکرین توحید و رسالت: فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً (الی قولہ تعالی) اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿٢٥﴾ پھر (دلائل توحید سن کر بھی) اگر یہ لوگ (توحید سے) اعراض کریں تو آپ (ان سے) کہہ دیجئے کہ میں تم کو ایسی آفت سے ڈراتا ہوں جیسی عاد وثمود پر (شرک وکفر کی بدولت) آفت آئی تھی (مراد عذاب اہلاک ہے چنانچہ اہل مکہ بھی بدر میں ہلاک کئے گئے اور یہ قصہ عاد وثمود کا اس وقت واقع ہوا تھا) جبکہ ان (عاد وثمود) کے پاس انکے آگے سے بھی اور ان کے پیچھے سے بھی پیغمبر آئے (یعنی جو پیغمبر انکی طرف مبعوث ہوئے تھے انہوں نے بڑی کوشش سے بکثرت سمجھایا جیسے کوئی شخص کسی کو کبھی سامنے سے آکر سمجھاوے اور کبھی پیچھے سے آکر سمجھاوے وہذا کقولہ تعالیٰ حکایۃ عن ابلیس: لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ ......[الأعراف: ١٧] اور ان پیغمبروں نے یہی کہا) کہ بجز اللہ کے اور کسی کو مت پوجو انہوں نے جواب دیا کہ (تم جو کہتے ہو کہ خدا نے ہم کو پیغمبر بنا کر اسلئے بھیجا ہے کہ دعوت الی التوحید کریں خود یہی غلط ہے کیونکہ) اگر ہمارے پروردگار کو (یہ) منظور ہوتا (کہ کسی کو پیغمبر بنا کر بھیجے) تو (اس کام کے لئے) فرشتوں کو بھیجتا سو (جب یہ نہیں ہوا تو) ہم اس (توحید) سے بھی منکر ہیں جس کو دیکر (بزعم خود) تم (پیغمبری کے طور پر) بھیجے گئے ہو پھر (اس قال مشترک کے بعد ہر ایک کے حال خاص کی یہ تفصیل ہے کہ) وہ جو عاد کے لوگ تھے وہ دنیا میں ناحق کا تکبر کرنے لگے اور (جب عذاب کی وعید سنی کما قال تعالیٰ عن ھود افلا تتقون: قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ [الأعراف: ٧١] الی اَلْمُنْتَظِرِيْنَ تو) کہنے لگے وہ کون ہے جو قوت میں ہم سے زیادہ ہے (جو ہم پر کوئی حادثہ واقع کرے جس کو ہم دفع نہ کر سکیں آگے جواب ہے کہ) کیا ان کو یہ نظر نہ آیا کہ جس خدا نے ان کو پیدا کیا وہ ان سے قوت میں بہت زیادہ ہے (اور وہ عذاب واقع کر سکتا ہے مگر باوجود اس کے بھی ایمان نہ لائے) اور ہماری آیتوں کا انکار کرتے رہے تو ہم نے ان پر ایک ہوائے تند ایسے دنوں میں بھیجی جو (بوجہ نزول عذاب الٰہی کے ان کے حق میں) منحوس تھے تاکہ ہم ان کو اس دینوی حیات میں رسوائی کے عذاب کا مزہ چکھادیں اور آخرت کا عذاب اور زیادہ رسوائی کا سبب ہے اور (اس رسوائی کے وقت کسی طرف سے بھی) ان کو مدد نہ پہنچے گی اور وہ جو ثمود تھے و (ان کی کیفیت یہ ہوئی کہ) ہم نے ان کو (پیغمبر کے ذریعہ سے) راستہ بتلایا سو انہوں نے گمراہی کو بمقابلہ ہدایت کے

پسند کیا پس ان کو عذاب سراپا ذلت کی آفت نے پکڑ لیا ان کی بدکرداریوں کی وجہ سے اور ہم نے (اس عذاب سے) ان لوگوں کو نجات دی جو ایمان لائے اور ہم سے ڈرتے تھے (یہاں تک عذاب دنیوی کا ذکر تھا) اور (آگے عذاب آخرت کا ذکر ہے یعنی ان کو وہ دن بھی یاد دلائیے) جس دن اللہ کے دشمن (یعنی کفار) دوزخ کی طرف جمع کرنے کے (لئے موقف حساب میں) لائے جاویں گے پھر (راہ میں غایت کثرت کی وجہ سے مجتمع رہنے کے لئے) وہ روکے جائیں گے (تاکہ بقیہ بھی آجاویں کما مر فی قولہ تعالیٰ: وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ [النمل: ۱۷] یہاں تک کہ جب وہ (سب جمع ہو کر) اس (دوزخ) کے قریب آجاویں گے (مراد موقف ہے کیونکہ دوزخ قریب ہی نظر آویگا جیسا حدیث میں ہے کہ دوزخ کو موقف میں حاضر کریں گے اور آیا ہے کہ کافر اپنے چاروں طرف نار ہی دیکھے گا غرض یہ کہ جب موقف میں آجاویں گے اور حساب شروع ہوگا) تو ان کے کان اور آنکھیں اور ان کی کھالیں ان پر ان کے اعمال کی گواہی دینگے اور (اسوقت) وہ لوگ (متعجب ہو کر) اپنے اعضاء[1] سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف میں کیوں گواہی دی (ہم تو دنیا میں تمہارے ہی لئے سب کچھ کرتے تھے کما فی الحدیث عن انس مرفوعا فعنکن کنت انا ضل رواہ مسلم) وہ (اعضاء) جواب دینگے کہ ہم کو اس (قادر مطلق) نے گویائی دی جس نے ہر (گویا[2]) چیز کو گویائی دی (جس سے ہم نے خود اپنے اندر اس کی قدرت کا مشاہدہ[3] کر لیا) اور اسی نے تم کو اول بار پیدا کیا تھا اور اسی کے پاس پھر (دوبارہ زندہ کر کے) لائے[4] گئے ہو (گو تم اس کے منکر تھے پس جو خدا ایسا قادر اور عظیم الشان ہو اس کے سامنے اس کے پوچھنے پر ہم حق کو کیسے چھپا سکتے تھے کہ اس کی عظمت اس سے مانع تھی اس لئے ہم نے گواہی دیدی) اور (آگے حق تعالیٰ ان منکروں کو خطاب فرماویں گے کہ) تم (دنیا میں) اس بات سے تو اپنے کو (کسی طرح) چھپا (اور بچا) ہی نہ سکتے[5] تھے کہ تمہارے کان اور آنکھیں اور کھالیں تمہارے خلاف میں گواہی دیں (کیونکہ حق تعالیٰ کی قدرت علی الاطلاق اور علم بالاعمال واقع میں ثابت ہے اور اس کا مقتضا یہ تھا کہ اعمال نامرضیہ سے بچتے) لیکن تم (اس لئے نہ بچے کہ) اس گمان میں رہے کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے بہت سے اعمال کی خبر بھی نہیں (یہاں علم وخبر بالمعنی[6] الاعم ہے کیونکہ بعض جہلاء تو خود علم ہی کے معتقد نہ تھے جیسا اس کی شان نزول میں روایت ہے اور بعض علم بمعنی التفات کے نافی تھے یعنی خدا کے نزدیک قابل سزا نہیں کیونکہ سزا ہوتی ہے قبیح پر اور وہ ان اعمال کفریہ کو قبیح نہ سمجھتے تھے اور علم کا جو مآل ہے جزا بوجہ انکار بعثت کے اس کے سب نافی تھے پس یہاں علم بطور عموم مجاز کے اطلاع والتفات وجزاء سب کو شامل ہے) اور تمہارے اسی گمان نے جو کہ تم نے اپنے رب کے ساتھ کیا تھا تم کو برباد کیا (کیونکہ اس گمان سے اعمال کفریہ کے مرتکب ہوئے اور وہ موجب بربادی ہوئے) پھر تم (ابدی[7]) خسارہ میں پڑ گئے سو (اس حالت میں) اگر یہ لوگ (اس بربادی وخسارہ پر) صبر کریں (اور تن بتقدیر رہ کر عذر وغیرہ کچھ نہ کریں) تب بھی دوزخ ہی ان کا ٹھکانا ہے (یہ نہیں کہ ان کی صبر وخاموشی موجب رحم ہو جاوے جیسا احیاناً دنیا میں ایسا ہو جاتا ہے) اور اگر وہ عذر کرنا چاہیں گے تو بھی مقبول نہ ہوگا اور ہم نے (دنیا میں) ان (کفار) کے لئے کچھ ساتھ رہنے والے (شیاطین) مقرر کر رکھے تھے سو انہوں نے ان کے اگلے پچھلے اعمال ان کی نظر میں مستحسن کر رکھے تھے اس لئے ان پر مصر تھے) اور (اصرار علی الکفر کی وجہ سے) ان کے حق میں بھی ان لوگوں کے ساتھ اللہ کا قول (یعنی وعدۂ عذاب) پورا ہو کر رہا جو ان سے پہلے جن اور انسان (کفار) ہو گزرے ہیں بیشک وہ (سب) بھی خسارہ میں رہے۔ **ف**: عاد وثمود کی تخصیص ذکر میں اس لئے ہے کہ سفر یمن وشام میں عرب کو ان کے مساکن وآثار نظر آتے تھے اور ان قوموں کو یہ جانتے بھی خوب تھے۔ اور رُسل جو جمع کے صیغہ میں سے فرمایا حالانکہ مشہور عاد میں ہود علیہ السلام کا اور ثمود میں صالح علیہ السلام کا آنا ہے یا تو یہ وجہ ہے کہ اور کوئی رسول بھی آئے ہوں اور وہ: مَنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ [المؤمن: ۷۸] میں داخل ہوں یا دو ہی کو تعظیماً یا اس لئے کہ ہر ایک نے گویا کئی کئی رسولوں کا کام کیا جمع فرما دیا یا ہود وصالح علیہم السلام کے ذریعہ سے اور رسل متقدمین کی خبر اور اتفاق فی اصل التوحید پہنچا ہو پس مجئ رُسل عام ہوگا مجئ ذات ومجئ خبر کو جیسا: كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ ِۨالْمُرْسَلِيْنَ [الشعراء: ۱۰۵] میں کہا جاتا ہے کہ ایک کی تکذیب سے سب کی تکذیب ہوگئی۔ اور اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ کے متعلق ضروری تحقیق سورۂ صافات قصہ ابراہیم علیہ السلام آیت: فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ (۸۸) کی تفسیر میں گزر چکی ہے۔ اور كَثِيْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ اس لئے فرمایا کہ نفی علم جس معنی کی ہو ہر عمل کے لئے اس کا اعتقاد عام نہ تھا چنانچہ جو اعمال علانیہ کئے جاتے ہیں اس میں اطلاع کے سب معتقد تھے اور بعض اعمال کو قبیح بھی سمجھتے تھے اور ان پر دنیوی جزاء کے قائل تھے چنانچہ قیامت میں جھوٹی قسم کھانے سے تباہ ہو جانے سے ڈرتے تھے اور بعض تفاسیر میں لکھا ہے اور اچھا لکھا ہے کہ وَيَوْمَ يُحْشَرُ اَعْدَآءُ اللّٰهِ ...... میں اَعْدَآءُ معبودین یعنی کفار مکہ مراد ہیں سب مراد نہیں کیونکہ سب کی صفت میں فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ ...... صادق نہیں آتا۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا صَرْصَرًا فِيْٓ اَيَّامٍ نَّحِسَاتٍ اور یہ ایام سات راتیں اور آٹھ دن تھے جیسا سورۂ حاقہ میں منصوص ہے اس سے سعد ونحس عرفی کا اعتقاد باطل ہو گیا ورنہ کوئی دن بھی سعد نہ رہیگا یہاں نحس خاص ان کے حق میں بھی بوجہ عذاب کے اور دوسری آیت میں جو نحس مستمر فرمایا گیا ہے تو یہ بھی انہیں کے حق میں بوجہ استمرار ان کے عذاب کی ہے۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ **قوله** فی لجلودهم اعضاء اشارة الی عموم المراد مجازا فان الجلد محیط لجمیع الاعضاء وح لا یرد السوال عن تخصیص الجلود من بین الاسماع والابصار ۱۲۔ ۲؎ **قوله** فی کل شیٔ گویا اشارة الی دفع السوال وهو ان کل شیٔ لا ینطق ۱۲۔ ۳؎ **قوله** هناك مشاہدہ اشارة الی تخصیص ذکر الانطاق من بین سائر دلائل القدرة ۱۲۔ ۴؎ **قوله** فی ترجعون لائے گئے ہو اشارة الی کون المضارع بمعنی الماضی استحضارًا للصورة فلا یحتاج ح الی التکلف فی توجیه المستقبل ۱۲۔ ۵؎ **قوله** فی تستترون نہ کہہ سکتے تھے اشارة الی ان المراد بالاستتار هو الامتناع المقصود بالاستتار عادة بمعنی القدرة علی الامتناع بعلاقة القوة والفعل لان القدرة علی الامتناع هو الامتناع بالقوة ۱۲۔ ۶؎ **قوله** فی لا یعلم بالمعنی الاعم اشارة الی حمله علی عموم المجاز لان ظن عدم العلم بالمعنی المتبادر لم یکن عاما لهم ولما کان السخط والجزاء لا زمین للعلم عادةً وجد بین المعنی الحقیقی والمجازی علاقة الملزوم واللازم ولك ان تقول بالتجوز فی ظننتم ای عاملتم معاملة من یظن ان الله لا یعلم الخ من الجرأة وعدم الخشیة کما یقال فی قوله تعالٰی لو کانوا یعلمون مع قوله تعالٰی ولقد علموا ۱۲۔ ۷؎ **قوله** فی فاصبحتم ابدی اشارة الی اندفاع التکرار وما ذکرته فی الملحقات کله موهوب نعم ما ذکر فی قوله کل شیٔ فمنقول ۱۲۔

الروایات: فی الباب عن الشیخین والترمذی وغیرهم عن ابن مسعودؓ قال اختصم عند البیت ثلٰثة نفر قرشیان وثقفی او ثقفیان وقرشی فقال احدهم اترون ان الله یسمع ما نقول فقال الآخر یسمع ان جهرنا ولا یسمع ان اخفینا وقال الآخر ان کان یسمع اذا جهرنا فهو یسمع اذا اخفینا فانزل الله وما کنتم تستترون الآیة ۱۲۔

اللغات: صٰعقة بمعنی مطلق العذاب مجازا ۲۱۔ قوله یستعتبوا انظر فی آخر سورة الروم ۱۲۔

النحو: قوله صٰعقة العذاب الهون هو صفة للعذاب ووصف به مصدرا للمبالغة وکذا اضافة صاعقة الی العذاب فیفید ذلك ان عذابهم عین الهون وان له صاعقة کذا فی الروح ۱۲۔

البلاغۃ: قوله من بین ایدیهم کنایة عن غایة الاجتهاد کما فی الکبیر ان المعنی ان الرسل المبعوثین الیهم اتوهم من کل جانب واجتهدوا بهم واتوا بجمیع وجوه الخیل ۱۲۔ قوله فهم یوزعون الفاء للتفصیل قوله شهدتم صیغة العقلاء لوقوع ذلك موقع السوال والجواب المختصین بالعقلاء ۱۲۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ ﴿٢٦﴾ فَلَنُذِيْقَنَّ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَسْوَاَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٢٧﴾ ذٰلِكَ جَزَآءُ اَعْدَآءِ اللّٰهِ النَّارُ ۚ
لَهُمْ فِيْهَا دَارُ الْخُلْدِ ۭ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿٢٨﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا رَبَّنَآ اَرِنَا الَّذَيْنِ
اَضَلّٰنَا مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ اَقْدَامِنَا لِيَكُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِيْنَ ﴿٢٩﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ
اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿٣٠﴾ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ
فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ﴿٣١﴾ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ﴿٣٢﴾ ع ۱۸
وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿٣٣﴾ وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا
السَّيِّئَةُ ۭ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ﴿٣٤﴾ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ
وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴿٣٥﴾ وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٣٦﴾

اور یہ کافر (باہم) یہ کہتے تھے کہ اس قرآن کو سنو ہی مت اور (اگر پیغمبر سنانے لگیں تو) اس کے بیچ میں غل مچا دیا کرو۔ شاید (اس تدبیر سے) تم ہی غالب رہو۔ سو ہم ان

کافروں کو سخت عذاب کا مزہ چکھادیں گے اوران کوان کے اپنے برے کاموں کی سزادیں گے یہی سزا ہے اللہ کے دشمنوں کی یعنی دوزخ ان کے لئے وہ ہمیشگی کا مقام ہوگا۔ اس بات کے بدلہ میں کہ وہ ہماری آیتوں کا انکار کیا کرتے تھے اور (جب بتلائے عذاب ہوں گے تو) وہ کفار کہیں گے کہ ہمارے پروردگار ہم کو وہ دونوں شیطان اور انسان دکھادے جنہوں نے ہم کو گمراہ کیا تھا۔ہم ان کو اپنے پیروں کے تلے روندڈالیں تا کہ وہ خوب ذلیل ہوں۔جن لوگوں نے (دل سے) اقرار کرلیا کہ ہمارا رب اللہ ہے۔ پھر اس پر مستقیم رہے ان پر فرشتے اتریں گے کہ نہ اندیشہ کرو اور نہ رنج کرو اور تم جنت (کے ملنے) پرخوش رہو جس کا تم سے (پیغمبروں کی معرفت) وعدہ کیا جاتا تھا اور ہم تمہارے رفیق تھے دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت کی زندگی میں بھی رہیں گے اور تمہارے لئے اس جنت میں جس چیز کو تمہارا جی چاہے گا موجود ہے اور نیز تمہارے لئے اس میں جو مانگو گے موجود ہے یہ بطور مہمانی کے ہوگا غفور رحیم کی طرف سے اور اس سے بہتر کس کی بات ہوسکتی ہے جولوگوں کو اللہ کی طرف بلائے اور (خود بھی) نیک عمل کرے اور کہے کہ میں فرماں برداروں میں سے ہوں اور نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتی (ہر ایک کا اثر جدا ہے تو آپ (مع اتباع) نیک برتاؤ سے (بدی کو) ٹال دیا کیجئے۔ پھر یکا یک آپ میں اور جس شخص میں عداوت تھی وہ ایسا ہو جائے گا جیسا کوئی ولی دوست ہوتا ہے اور یہ بات انہی لوگوں کو نصیب ہوتی ہے جو بڑے مستقل (مزاج) ہیں اور یہ بات اسی کو نصیب ہوتی ہے جو بڑا صاحب نصیب ہے اور اگر (ایسے وقت میں) آپ کو شیطان کی طرف سے کچھ وسوسہ آنے لگے (تو فوراً) اللہ کی پناہ مانگ لیا کیجئے بلاشبہ وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے۔

تفسیر ربط: اوپر شروع سورت میں قرآن ورسالت کے متعلق مضمون تھا آگے اس کے منکرین پر تفریع وتشنیع ہے۔

مذمت وعقوبت منکرین قرآن ورسالت: وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (الی قولہ تعالی) نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ اَقْدَامِنَا لِيَكُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِيْنَ۝ اور یہ کافر (باہم) یہ کہتے ہیں کہ اس قرآن کو سنو ہی مت اور (اگر پیغمبر سنانے لگیں تو) اس کے بیچ میں غل مچادیا کرو شاید (اس تدبیر سے) تم ہی غالب رہو (اور پیغمبر ہار کر چپ ہو جاویں) سو (اس نالائق حرکت اور اس کے عزم کے بدلہ میں) ہم ان کافروں کو سخت عذاب کا مزہ دکھادینگے اور ان کو ان کے (ایسے) برے برے کاموں کی سزا دیں گے یہی سزا ہے اللہ کے دشمنوں کی یعنی دوزخ اُن کے لئے وہاں ہمیشگی کا مقام ہوگا اس بات کے بدلہ میں کہ وہ ہماری آیتوں کا انکار کیا کرتے تھا اور (جب بتلائے عذاب ہونگے تو) وہ کفار کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو وہ دونوں شیطان اور انسان دکھلا دیجئے جنہوں نے ہم کو گمراہ کیا تھا ہم ان کو اپنے پیروں کے تلے مل ڈالیں تا کہ وہ خوب ذلیل ہوں (یعنی اس وقت اُن لوگوں پر غصہ آویگا جنہوں نے بہکایا تھا آدمی بھی اور شیطان بھی خواہ ایک ایک ہو یا متعدد ہوں اور اس درخواست کا منظور ہونا ضرور نہیں اور یوں تو مضلین بھی نار میں ہوں گے مگر شاید درخواست کے وقت نظر نہ آویں)۔

ربط: اوپر کفار کی بدحالی اور بد مآلی مذکور تھی آگے مؤمنین کا حسن حال وحسن مآل مذکور ہے اور ساتھ ہی ان کو اخلاق واعمال حسنہ کا امر وترغیب بھی ہے جس سے ان کی خوش حالی ونیک مآلی میں ترقی ہو اور جس کی ضرورت ایسے لوگوں کے مقابلہ میں واقع ہوگی جن کا اوپر قول آیا ہے: لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ......

حسن حال ومآل وتحسین اخلاق واعمال مؤمنین: اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ (الی قولہ تعالی) اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ۝ جن لوگوں نے (دل سے) اقرار کرلیا کہ ہمارا رب (حقیقی صرف) اللہ ہے (مطلب یہ کہ شرک سے تبری کر کے توحید اختیار کرلی) پھر (اس پر) مستقیم رہے (یعنی اُس کو چھوڑا نہیں) ان (لوگوں) پر (اللہ کی طرف سے رحمت وبشارت کے) فرشتے اتریں گے (اول مرتے وقت پھر قبر میں پھر بعث کے وقت كذا في الدر المنثور عن زيد ابن اسلم اور کہیں گے) کہ تم (آخرت کی آنے والی ہواؤں سے) نہ اندیشہ کرو اور نہ (دنیا کے چھوڑنے پر) رنج کرو (کیونکہ آگے تمہارے لئے امن اور نعم البدل ہے) اور تم جنت (کے ملنے) پر خوش رہو جس کا تم سے (پیغمبر کی معرفت) وعدہ کیا جایا کرتا تھا (اور) ہم تمہارے رفیق تھے دنیوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی رہیں گے (چنانچہ دنیا میں نیکیوں کا الہام۔ حوادث میں صبر وسکینہ ملائکہ ہی کا فیض ہے پس وہ حسب حدیث قرین رہتے ہیں اور آخرت میں تتلقاهم الملائكة اور يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ [الرعد: ۲۳]۔ ونحو ذلك خود آیات میں وارد ہے) اور تمہارے لئے اس (جنت) میں جس چیز کو تمہارا جی چاہے گا موجود ہے اور نیز تمہارے لئے اس میں جو مانگو گے موجود ہے (یعنی طلب اضطراری ہو یا اختیاری دونوں علی السواء پوری ہوں گی) یہ بطور مہمانی کے ہوگا غفور رحیم کی طرف سے (یعنی یہ نعمتیں اکرام کے ساتھ ملیں گی جس طرح مہمان کو ملتی ہیں) اور (حسن حال کے بعد ان کا حسن اعمال بتلاتے ہیں کہ) اس سے بہتر کس کی بات ہوسکتی ہے جو (لوگوں کو) خدا کی طرف بلائے اور (خود بھی) نیک عمل کرے اور (اظہار اطاعت کے لئے) کہے کہ میں فرمانبرداروں میں سے ہوں (یعنی بندگی کو فخر سمجھے متکبرین کی طرح عار نہ کرے) اور (چونکہ دعوت الی اللہ میں جس کا اوپر ذکر ہے اکثر جہلاء کی طرف سے اضرار اور ایذاء کا سامنا ہوتا ہے اس کے متعلق خصوصاً اور دوسرے حالات میں بھی عموماً معاملۂ جمیل کی تعلیم فرماتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خصوصاً اور آپ کے اتباع کو عموماً یعنی اول بطور مقدمہ کے سمجھنا چاہئے کہ) نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتی (بلکہ ہر ایک کا اثر جدا ہے جب یہ بات محقق ہوگئی تو اب) آپ (مع اتباع) نیک برتاؤ سے (بدی کو) ٹال دیا کیجئے پھر یکا یک (دیکھ لینا کہ) آپ میں اور جس شخص میں عداوت تھی وہ ایسا ہو جاوے گا جیسا کوئی دلی دوست ہوتا ہے (یعنی بدی

کی مکافات بدی سے کرنے میں تو عداوت بڑھتی ہے اور نیکی کرنے سے بشرط سلامت طبع عدو کی عداوت گھٹتی ہے حتی کہ اکثر بالکل عداوت جاتی رہتی ہے اور اس امر میں مشابہ دوست کے ہو جاتا ہے گو دل سے دوست نہ ہو) اور یہ بات ان ہی لوگوں کو نصیب ہوتی ہے جو (اخلاق کے اعتبار سے) بڑے مستقل (مزاج) ہیں اور یہ بات اسی کو نصیب ہوتی ہے جو (ثواب کے اعتبار سے) بڑا صاحب نصیب ہے اور اگر (ایسے وقت میں) آپ کو شیطان کی طرف سے (غصہ کا) کچھ وسوسہ آنے لگے تو (فوراً) اللہ کی پناہ مانگ لیا کیجئے بلاشبہ وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے۔

ف: بشرط سلامت کی قید دلیل عقل سے ہے اب یہ خدشہ نہ رہا کہ احیاناً اس کے خلاف مشاہدہ ہوتا ہے۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله فی الذین اضلنا** یا متعدد فیکون المراد بالاثنین الفریقان ۱۲۔ ۲ **قوله فی لکم فیها ما تشتهی علی السواء** اشارة الی فائدة زیادة قوله تدعون مع صحة الاكتفاء بقوله تشتهی لان حصول المشتهی یستلزم بالاولی حصول المدعی وحاصل الفائدة القصد الی التسویة بینهما تاکید المفهوم قوله لکم فیها ما تشتهی الخ فافهم فانه من المواهب ۱۲۔ ۳ **قوله فی اننی من المسلمین** عار نہ کرے اشار به الی فائدة زیادته مع الاستغناء عنه بقوله دعاء وقوله عمل لان الدعوة والعمل من شرط اعتبارهما الاسلام فافهم فانه ایضاً من المواهب ۱۲۔

اللغات: اللغو لغط القطا كذا فی القاموس ویراد به اللغط مطلقا مجازا ۱۲۔ یلقی یعطی ۱۲۔

النحو: ما یلقها ای هذه الخصلة الشریفة المفهومة من السیاق ۱۲۔

البلاغة: قوله ثم استقاموا ثم للتراخی الرتبی فان الاستقامة فوق القول واما للتراخی الزمانی لان الدوام متاخر عن الحدوث قوله لا السیئة لا زائدة للتاکید قوله کانه زاد حرف التشبیه لانه ربما لا یکون حمیما من صمیم القلب واشرت الی هذا المعنی فی تقریر الترجمة ۱۲۔

وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۭ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۳۷﴾ فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْـَٔمُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاۗءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ ۭ اِنَّ الَّذِيْٓ اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۭ اِنَّهٗ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۳۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا ۭ اَفَمَنْ يُّلْقٰى فِي النَّارِ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ يَّاْتِيْٓ اٰمِنًا يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ ۙ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۴۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَاۗءَهُمْ ۚ وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ ﴿۴۱﴾ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ۭ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ﴿۴۲﴾ مَا يُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا قَدْ قِيْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ ۭ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ وَّذُوْ عِقَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۴۳﴾ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ ۭ ءَاَعْجَمِيٌّ وَّعَرَبِيٌّ ۭ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَاۗءٌ ۭ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ۭ اُولٰۗىِٕكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ﴿۴۴﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿۴۵﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَاۗءَ فَعَلَيْهَا ۭ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۴۶﴾

اور منجملہ اس کی (قدرت وتوحید) کی نشانیوں کے رات اور دن ہے اور سورج ہے اور چاند ہے (پس) تم لوگ نہ سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو اور (صرف) اس اللہ کو سجدہ کرو جس نے ان سب نشانیوں کو پیدا کیا اگر تم کو خدا کی عبادت کرنا ہے پھر اگر یہ لوگ تکبر کریں تو جو فرشتے آپ کے رب کے مقرب ہیں وہ شب وروز اس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور وہ (اس سے) ذرا نہیں اکتاتے اور منجملہ اس کی (قدرت وتوحید کی) نشانیوں کے ایک یہ ہے کہ اے مخاطب تو زمین کو دیکھتا ہے کہ دبی دبائی آپڑی ہے پھر جب ہم

اس پر پانی برساتے ہیں تو وہ ابھرتی ہے اور پھولتی ہے اس سے ثابت ہوا کہ جس نے اس زمین کو زندہ کر دیا وہی مردوں کو زندہ کر دے گا بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ بلاشبہ ہماری آیتوں میں کج روی کرتے ہیں جو وہ لوگ ہم پر مخفی نہیں ہیں سو بھلا جو شخص نار میں ڈالا جائے گا وہ اچھا ہے یا وہ شخص جو قیامت کے دن امن وامان کے ساتھ (جنت) میں آئے۔ جو جی چاہے کرلو وہ تمہارا سب کیا ہوا دیکھ رہا ہے جو لوگ اس قرآن کا جب کہ وہ ان کے پاس پہنچتا ہے انکار کرتے ہیں (ان میں خود تدبیر کی کمی ہے) اور یہ قرآن بڑی باوقعت کتاب ہے۔ جس میں غیر واقعی نہ اس کے آگے کی طرف سے آ سکتی ہے اور نہ اس کے پیچھے کی طرف سے یہ خدائے حکیم ومحمود کی طرف سے نازل کیا گیا ہے آپ کو وہی باتیں (تکذیب وایذا کی) کہی جاتی ہیں جو آپ سے پہلے رسولوں کو کہی گئی ہیں۔ آپ کا رب بڑی مغفرت والا ہے اور دردناک سزا دینے والا ہے۔ اور اگر ہم اس کو عجمی (زبان) کا قرآن بناتے تو یوں کہتے کہ اس کی آیتیں صاف صاف کیوں نہیں بیان کی گئیں۔ یہ کیا بات ہے کہ عجمی کتاب اور عربی رسول۔ آپ کہہ دیجئے کہ یہ قرآن ایمان والوں کے لئے تو رہنما اور شفا ہے اور جو ایمان نہیں لائے ان کے کانوں میں ڈاٹ ہے اور وہ قرآن ان کے حق میں نابینائی ہے۔ یہ لوگ (بوجہ عدم انتفاع کے ایسے ہیں کہ گویا) کسی بڑی دور جگہ سے پکارے جارہے ہیں کہ آواز سے سنتے ہوں مگر پہچانتے نہ ہوں اور ہم نے موسیٰ کو بھی کتاب دی تھی سو اس میں بھی اختلاف ہوا اور اگر ایک بات نہ ہوتی جو آپ کے رب کی طرف سے پہلے ٹھہر چکی ہے (کہ پورا عذاب آخرت میں ملے گا) ان کا فیصلہ (دنیا ہی میں) ہو چکا ہوتا اور یہ لوگ اس کی طرف سے ایسے شک میں ہیں جس نے ان کو تردد میں ڈال رکھا ہے۔ جو شخص نیک عمل کرتا ہے وہ اپنے نفع کیلئے اور جو برا عمل کرتا ہے اس کا وبال اسی پر پڑے گا اور آپ کا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔

تفسیر ربط: اوپر رکوع دوم میں توحید کا مضمون تھا آگے پھر اسی کی طرف عود ہے اور اس کے ختم پر بمناسبت احیائے ارض کے احیائے موتیٰ کا ذکر فرما دیا ہے جس سے عقوبت قیامت کی جو کہ منکرین کیلئے سورت میں جابجا مذکور ہے تاکید بھی ہوگئی اور اس کے بعد متصل ہی جو وعید نار کی مذکور ہے اس کی تمہید بھی ہوگئی۔

عود بسوئے توحید مع تاکید وتمہید وعید عنید باثبات خلق جدید: وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ (الی قوله تعالی) اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اور منجملہ اس کی (قدرت وتوحید کی) نشانیوں کے رات ہے اور دن ہے اور سورج ہے اور چاند ہے (پس) تم لوگ نہ سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو (سجدہ کرو جیسے صائبین وغیرہم کواکب کی عبادت کرتے تھے **کذا فی الکشاف والمدارك والخازن**) اور (صرف) اس خدا کو سجدہ کرو جس نے ان (سب) نشانیوں کو پیدا کیا اگر تم کو خدا کی عبادت کرنا ہے (یعنی مشرکین جو عبادت خداوندی کے بھی مدعی ہیں تو جس عبادت میں شرک ہو وہ حقیقۃً خدا کی عبادت نہیں ہے اور وہ دعویٰ غلط ہے اگر خدا کی عبادت کرنا ہے تو شرک کو چھوڑ کر عبادت کرو) پھر اگر یہ لوگ (عبادت توحید یہ سے جس میں طریقہ آبائیہ کو چھوڑنا اور نبی کا اتباع کرنا پڑتا ہے اور عار اور تکبر کریں تو (ان کی حماقت ہے کیونکہ) جو فرشتے آپ کے رب کے مقرب ہیں (اور شان وعظمت میں ان سے ہزاروں درجے زیادہ ہیں) وہ شب وروز اس کی پاکی کرتے ہیں اور وہ (اس سے ذرا) نہیں اکتاتے (تو ان ہی کو کیا عار پڑی ہے وہذا کقولہ تعالیٰ **فی اخر الاعراف**: اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ [۲۰۶] **بعد قوله واذكر ربك الخ**) اور منجملہ اس کی (قدرت وتوحید کی) نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ (اے مخاطب) تو زمین کو دیکھتا ہے کہ دبی دبائی (پڑی) ہے پھر جب ہم اس پر پانی برساتے ہیں تو وہ ابھرتی ہے اور پھولتی ہے (اور اس سے علاوہ دلالت علی التوحید کے دلالت علی امکان البعث بھی حاصل ہوئی اور ثابت ہوا کہ) جس نے زمین کو (اس کے مناسب) زندہ کر دیا وہی مردوں کو (ان کے مناسب) زندہ کر دے گا بیشک وہ ہر چیز پر قادر ہے (اور دونوں امر مذکور امکان میں متساوی پس دونوں پر قدرت یکساں ہوگی اور ایک کا سہل عند القدرۃ ہونا مشاہد ہے پس دوسرا بھی سہل ہوگا پھر اس کو مستبعد جاننا جہل محض ہے)۔

ربط: اوپر وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ اور فَاِنْ اَعْرَضُوْا...... میں منکرین توحید ورسالت پر زجر ووعید ہے آگے پھر اسی طرف عود ہے اور اوپر کی متصل آیت میں اس کی تمہید بھی آ چکی ہے۔ **کما ذکر فی وجه الربط هنالك۔**

زجر ووعید برانکار توحید ورسالت: اِنَّ الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ (الی قوله تعالی) اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ۔ بلاشبہ جو لوگ ہماری آیتوں میں (جو دال علی التوحید اور نازل علی النبی الوحید ہیں) کجروی کرتے ہیں (یعنی اس کے متعلق جو استقامت ہے کہ اس پر ایمان لاویں اس کو چھوڑ کر اس کی تکذیب کرتے ہیں **کما فی الدر المنثور عن قتادۃ**) وہ لوگ ہم پر مخفی نہیں (ہم کو ان کا سب حال معلوم ہے اور ان کو ہم سزائے نار دیں گے) سو بھلا جو شخص نار میں ڈالا جاوے (جیسا یہ مکذب ڈالا جاوے گا) وہ اچھا ہے یا وہ شخص جو قیامت کے روز امن وامان کے ساتھ (جنت میں) آئے (آگے خطاب تہدید ہے کہ) جو (جو) جی چاہے (خوب) کرلو وہ تمہارا سب کیا ہوا دیکھ رہا ہے (ایک دفعہ ہی سزا دے دے گا)

ربط: اوپر شروع سورت میں پھر وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ (۲۶) کے ضمن میں رسالت وقرآن کے متعلق گفتگو ہوئی تھی آگے پھر یہی گفتگو ہے اور اسی سلسلہ میں منکرین کے بعض اقوال کا جواب اور بعض مضامین سے تسلیہ جناب رسالت مآب بھی ارشاد ہوا ہے۔

احقاق قرآن وتسلیۂ سید الانس والجان وذم ورد اہل طغیان: اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِالذِّکْرِ (الی قولہ تعالی) وَمَا رَبُّکَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ۔ جو لوگ اس قرآن کا جبکہ وہ انکے پاس پہنچتا ہے انکار کرتے ہیں (ان میں خود تدبر کی کمی ہے) اور (اس قرآن میں کوئی کمی نہیں کیونکہ) یہ (قرآن) بڑی باوقعت کتاب ہے جس میں غیر واقعی بات نہ اس کے آگے کی طرف سے آسکتی ہے اور نہ اس کے پیچھے کی طرف سے (یعنی اس میں کسی پہلو اور کسی جہت سے اس کا احتمال نہیں کہ یہ قرآن منزل من اللہ نہ ہو اور پھر خلاف واقع اس کو منزل من اللہ کہہ دیا جاوے جیسا کفار آپ پر یہی شبہ کرتے تھے حق تعالیٰ نے ایک قاعدۂ کلیہ سے اس شبہ خاص کی بھی نفی کر دی وجہ اس احتمال کے انتفاء کی اس کا معجز ہونا ہے پس ثابت ہو گیا کہ) یہ خدائے حکیم محمود (الذات والصفات) کی طرف سے نازل کیا گیا ہے (اور باوجود اس کے جو یہ لوگ آپ کی تکذیب کرتے ہیں تو یہ معلوم کر کے تسلی کر لیجئے کہ) آپ کو وہی باتیں (تکذیب وایذا کی) کہی جاتی ہیں جو آپ سے پہلے رسولوں کو کہی گئی ہیں (انہوں نے بھی صبر کیا تھا آپ بھی صبر کیجئے اور اس سے بھی تسلی حاصل کیجئے کہ) آپ کا رب بڑی مغفرت والا اور دردناک سزا دینے والا ہے (پس اگر یہ مخالفین خلاف سے باز آکر مستحق مغفرت نہ ہو گئے تو ان کو سزا بھی دوں گا پھر آپ کاہے کے لئے پریشان ہوں) اور (یہ لوگ ایک شبہ یہ کرتے ہیں کہ قرآن کا کچھ حصہ عجمی بھی ہونا چاہئے تھا کذا فی الدر المنثور عن سعید بن جبیر حاکیا عن قریش جس سے اس کا اعجاز خوب ظاہر ہوتا کہ جو نبی عجمی نہیں جانتے وہ عجمی میں تکلم کریں سو بات یہ ہے کہ) اگر ہم اس کو (کلا یا بعضاً) عجمی (زبان کا) قرآن بناتے (تو یہ ہرگز نہ ہوتا کہ اس کو مان لیتے بلکہ اس میں ایک اور حجت نکالتے کیونکہ جب ماننے اور سمجھنے کا ارادہ نہیں ہوتا تو ہر تقدیر پر کچھ نہ کچھ شاخ نکال لی جاتی ہے چنانچہ اگر ایسا ہوتا) تو یوں کہتے کہ اس کی آیتیں (اس طرح) صاف صاف کیوں نہیں بیان کی گئیں (کہ ہم سمجھ لیتے یعنی عربی میں کیوں نہیں۔ آیا اگر بعض عجمی ہوتا تو کہتے یہ بعض بھی عربی کیوں نہیں ہے اور یوں کہتے کہ) یہ کیا بات ہے کہ عجمی کتاب اور عربی رسول (خلاصہ یہ کہ اب جو قرآن عربی ہے تو کہتے ہیں عجمی کیوں نہیں اور اگر عجمی ہوتا تو کہتے عربی کیوں نہیں کسی حال پر ان کو قرار نہیں پھر عجمی ہونے سے کیا فائدہ ہوتا۔ رہا اعجاز سو عربیت کی حالت میں بھی معجز ہے بلکہ اس وقت کا اعجاز زیادہ حجت ہے کیونکہ بوجہ اپنی مہارت فن عربی اور باوجود اس کے عجز عن الاتیان بمثلہ کے اس وقت اس کا اعجاز مفصلاً سمجھ سکتے ہیں اور اس وقت اجمالاً سمجھتے گو اجمالاً سمجھ لینا بھی اعجاز کا حجۃ کافیہ ہے جیسا اہل عجم قرآن کے اعجاز کو اسی طرح سمجھ سکتے ہیں مگر حجت وافیہ اور بھی ابلغ ہے حجت کافیہ سے غرض یہ شبہات محض لغو ہیں اصل مدار اعجاز پر ہے جس کا اوپر ذکر آچکا ہے لا یاتیہ الباطل پس معلوم ہوا کہ اس کے حق ہونے میں تو کوئی کمی اور شبہ نہیں اگر کوئی شخص نہ مانے اسی میں کچھ کمی ہے آگے اس مضمون سے جواب دینے کا حکم ہے کہ اے پیغمبر) آپ کہہ دیجئے کہ یہ قرآن ایمان والوں کے لئے تو (نیک کاموں کے بتلانے میں) رہنما ہے اور (برے کاموں سے جو روگ دلوں میں پیدا ہو جاتے ہیں جب اس قرآن کی رہنمائی پر عمل کیا جاوے تو یہ ان روگوں سے) شفا ہے (پس چونکہ ان لوگوں میں تدبر وطلب حق کی کمی نہ تھی ان کے حق میں قرآن اپنی حقانیت سے ان کو نافع ہوا) اور جو (باوجود وضوح حق کے عناداً) ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں ڈاٹ ہے (جس سے حق کو انصاف اور تدبر سے نہیں سنتے اور وہ کمی یہی ہے) اور (اسی کمی کی وجہ سے) وہ قرآن اُن کے حق میں نابینائی ہے (کیونکہ قلت تدبر وقلت انصاف سے تعصب میں قوت رہتی ہے اور تعصب مانع ہدی بلکہ باعث زیادت ضلالت ہو جاتا ہے نابینائی کا سبب ہونے کی یہ وجہ ہے جیسے آفتاب عالم کو روشنی دیتا ہے خفاش کو کور کرتا ہے اور) یہ لوگ (بوجہ عدم انتفاع بسماع الحق کے ایسے ہیں کہ گویا) کسی بڑی دور جگہ سے پکارے جا رہے ہیں (کہ آواز سنتے ہوں مگر سمجھتے نہ ہوں) اور (آپ کی تسلی کیلئے جیسا اوپر مجملاً رسولوں کا ذکر ہوا ہے اب خاص موسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہوتا ہے کہ) ہم نے موسیٰ کو بھی کتاب دی تھی سو اس میں بھی اختلاف ہوا (کسی نے مانا کسی نے نہ مانا یہ کوئی نئی بات آپ کیلئے نہیں ہوئی پس آپ مغموم نہ ہوں) اور (یہ منکرین ایسے مستحق عذاب ہیں کہ) اگر ایک بات نہ ہوتی جو آپ کے رب کی طرف سے پہلے ٹھہر چکی ہے (کہ پورا عذاب ان کو آخرت میں دوں گا) تو ان کا (قطعی) فیصلہ (دنیا ہی میں) ہو چکا ہوتا اور یہ لوگ (باوجود قیام براہین کے) ابھی تک اس (فیصلہ یعنی عذاب موعود) کی طرف سے ایسے شک میں (پڑے) ہیں جس نے ان کو تردد میں ڈال رکھا ہے (کہ ان کو عذاب کا یقین ہی نہیں آتا حالانکہ فیصلہ ضرور واقع ہوگا اور اس فیصلہ کا حاصل یہ ہے کہ) جو شخص نیک عمل کرتا ہے وہ اپنے نفع کے لئے (یعنی ضرر وعذاب) اسی پر پڑے گا اور آپ کا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں (کہ کوئی نیکی جو بشرطہا عمل میں لائی گئی ہو اس کو شمار نہ کرے یا کسی بدی کو زائد شمار کر لے)۔

ف: احقر نے اِنَّ رَبَّکَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ وَّذُوْ عِقَابٍ اَلِیْمٍ کا محمل جو تسلیہ ٹھہرایا ہے اس سے اگر کسی کو وسوسہ ہو کہ ذکر عقاب سے تسلی ہونا موہم ہے کہ آپ ان کا عقاب چاہتے تھے جواب اُسکا سورۂ مؤمن کے ساتویں رکوع کی تفسیر میں بذیل ف: گزر چکا ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ (الی قولہ تعالی) فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ۔ اطلاق الفاظ سے آیت اس کو بھی شامل ہے کہ اوقات امتحان ظاہری یا باطنی میں ملائکہ ان پر سکینہ وبرکات فائض کرتے ہیں اور قول کا اطلاق کلام بالمشافہ کو بھی شامل ہے اور اس تقدیر پر ملائکہ کا کلام غیر نبی سے بھی ثابت ہوتا ہے اور استقامت اپنے اطلاق سے تمام مراتب استقامت کو شامل ہے۔ قولہ تعالیٰ: وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَی اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا

جملہ عَمِلَ صَالِحًا میں اس طرف اشارہ ہے کہ داعی الی اللہ وشیخ کو خود بھی عامل ہونا چاہئے ورنہ اس کی تعلیم میں برکت نہیں ہوتی۔ قولہ تعالیٰ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ وقولہ تعالیٰ: وَمَا یُلَقّٰهَاۤ اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا وقولہ تعالیٰ: وَاِمَّا یَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ۔ اس مجموعہ میں تین مسئلے ہیں اول اخلاق کی تعلیم دوسرے اخلاق میں مجاہدہ کی ضرورت تیسرے کاملین کے لئے وسوسہ کا امکان اور التجا الی اللہ میں اس کا مضر نہ ہونا اور فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ میں اس طرف اشارہ ہے کہ کسی وقت بے فکر نہ ہونا چاہئے۔ قولہ تعالیٰ: اِنَّ الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْۤ اٰیٰتِنَا ...... اس میں غلات صوفیہ بھی داخل ہو گئے جو آیات کی غلط تفسیریں کرتی ہیں۔

اللغات: قوله خاشعة يابسة متطامنة مستعار من الخشوع بمعنى التذلل ۱۲۔

النحو: قوله ان الذين كفروا خبر ان مخدوف وهو عندى لم يتدبروا قوله ء اعجمى وعربى تقديره اكلام عجمى ورسول عربى وزيدت الياء فى اعجمى للمبالغة ۱۲۔

البلاغة: قوله ياتى فى الروح كان الظاهر ان يقابل الالقاء فى النار بدخول الجنة لكنه عدل عنه الى ما فى النظم الجليل اعتناءً بشان المؤمنين لان الامن من العذاب اعم ولهم ولذا عبر فى الاول بالالقاء الدال على القسر والقهر وفيه بالاتيان الدال على انه بالاختيار والرضا مع الامن آه قوله من بين يديه كناية عن جميع الجهات وفيه تمثيل لتشبيهه بشخص عمى من جميع جهاته فلا يمكن اعداء ه الوصول اليه كذا فى الروح۔ قوله ينادون تمثيل لهم فى عدم فهمهم وانتفاعهم بما دعوا له بمن ينادى من مسافة نائية فهو يسمع الصوت ولا يفهم اولا يسمع ولا يفهم فقد حكى اهل اللغة انه يقال للذى لايفهم انت تنادى من بعيد وارادة هذا المعنى مروية عن علىؓ ومجاهد كذا فى الروح ۱۲۔

اِلَیْهِ یُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ؕ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٰتٍ مِّنْ اَكْمَامِهَا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰی وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ؕ وَیَوْمَ یُنَادِیْهِمْ اَیْنَ شُرَكَآءِیْ ۙ قَالُوْۤا اٰذَنّٰكَ ۙ مَا مِنَّا مِنْ شَهِیْدٍ ﴿۴۷﴾ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَدْعُوْنَ مِنْ قَبْلُ وَظَنُّوْا مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِیْصٍ ﴿۴۸﴾ لَا یَسْـَٔمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَیْرِ ۫ وَاِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ فَیَــُٔوْسٌ قَنُوْطٌ ﴿۴۹﴾ وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَیَقُوْلَنَّ هٰذَا لِیْ ۙ وَمَاۤ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰی رَبِّیْۤ اِنَّ لِیْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰی ۚ فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِمَا عَمِلُوْا ۫ وَلَنُذِیْقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِیْظٍ ﴿۵۰﴾ وَاِذَاۤ اَنْعَمْنَا عَلَی الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِیْضٍ ﴿۵۱﴾ قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِیْ شِقَاقٍۭ بَعِیْدٍ ﴿۵۲﴾ سَنُرِیْهِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْۤ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ؕ اَوَلَمْ یَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ ﴿۵۳﴾ اَلَاۤ اِنَّهُمْ فِیْ مِرْیَةٍ مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ ؕ اَلَاۤ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطٌ ﴿۵۴﴾

قیامت کے علم کا حوالہ اللہ ہی کی طرف دیا جا سکتا ہے اور کوئی پھل اپنے خول میں سے نہیں نکلتا اور نہ کسی عورت کو حمل رہتا ہے اور وہ بچہ جنتی ہے مگر یہ سب اس کی اطلاع سے ہوتا ہے اور جس روز اللہ تعالیٰ ان (مشرکین) کو پکارے گا (اور کہے گا) کہ میرے شریک (اب) کہاں ہیں وہ کہیں گے کہ (اب تو) ہم آپ سے یہی عرض کرتے ہیں کہ ہم میں (اس عقیدہ کا) کوئی مدعی نہیں اور جن جن کو یہ لوگ پہلے سے (یعنی دنیا میں) پوجا کرتے تھے وہ سب غائب ہو جائیں گے اور یہ لوگ سمجھ لیں گے کہ ان کے لئے کہیں بچاؤ کی صورت نہیں۔ ترقی کی خواہش سے آدمی کا جی نہیں بھرتا اور اگر اس کو کچھ تکلیف پہنچتی ہے تو ناامید ہراساں ہو جاتا ہے اور اگر ہم اس کو کسی تکلیف کے بعد جو کہ اس پر واقع ہوئی تھی اپنی مہربانی کا مزہ چکھا دیتے ہیں۔ تو کہتا ہے یہ تو میرے لئے ہونا ہی چاہئے تھا اور میں قیامت کو آنے والا نہیں خیال کرتا اور اگر میں اپنے رب کے پاس پہنچایا بھی گیا تو میرے لئے اس کے پاس بھی بہتری ہی ہے۔ سو ہم ان منکروں کو ان کے (یہ) سب کردار ضرور بتلا دیں گے اور ان کو سخت عذاب کا مزہ چکھا دیں گے اور جب ہم آدمی کو نعمت عطا کرتے ہیں تو (ہم سے اور احکام سے) منہ موڑ لیتا ہے اور کروٹ پھیر لیتا ہے اور جب اس کو تکلیف پہنچتی ہے تو خوب لمبی چوڑی دعائیں کرتا ہے۔ آپ

کہئے کہ بھلا یہ تو بتلاؤ کہ اگر یہ قرآن اللہ کے یہاں سے آیا ہو (اور) پھر تم اس کا کروانکار' تو ایسے شخص سے زیادہ کون غلطی میں ہوگا جو (حق سے) ایسی دور دراز مخالفت میں پڑا ہو ہم عنقریب ان کو اپنی (قدرت کی) نشانیاں ان کے گردونواح میں بھی دکھادیں گے اور خود ان کی ذات میں بھی اور یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے گا کہ قرآن حق ہے (تو) کیا آپ کے رب کی یہ بات (آپ کی حقیقت کی شہادت کے لئے) کافی نہیں کہ وہ ہر چیز پر شاہد ہے۔ یاد رکھو کہ وہ لوگ اپنے رب کے روبرو جانے کی طرف سے شک میں پڑے ہیں یاد رکھو کہ وہ ہر چیز کو (اپنے علم کے) احاطہ میں لئے ہوئے ہے۔

تفسیر ربط: اوپر منکرین توحید و دلیل رسالت یعنی کلام مجید کو عقوبت یوم الوعید سے تہدید کی گئی ہے آگے ان تینوں کے بارہ میں مخلوط کلام ہے۔

تحقیق قیامت و توحید و رسالت مع تضلیل اہل جہالت:

اِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ (الی قولہ تعالی) اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ (اوپر جس قیامت کا ذکر ہے اس میں ان کو جزا ملے گی اس) قیامت کے علم کا حوالہ خدا ہی کی طرف دیا جاسکتا ہے (یعنی اس سوال کے جواب میں کہ قیامت کب آوے گی جیسا کہ کفار بغرض انکار اس کا سوال کیا کرتے تھے یہی کہا جاوے گا کہ اس کا علم خدا ہی کو ہے مخلوق کو اس کا علم نہ ہونے سے اس کا عدم وقوع لازم نہیں آتا) اور (قیامت ہی کی کیا تخصیص ہے اس کا علم ہر شئی کو محیط ہے حتیٰ کہ) کوئی پھل اپنے خول میں سے نہیں نکلتا اور نہ کسی عورت کو حمل رہتا ہے اور نہ وہ بچہ جنتی ہے مگر یہ سب اس کی اطلاع سے ہوتا ہے (اور اس اطلاع کی وجہ اس کی صفت علم کا ذاتی ہونا ہے جو بوجہ اعلیٰ درجہ کے کمال ہونے کے دلیل توحید بھی ہے اور بوجہ تساوی نسبت صفت ذاتیہ کے جمیع متعلقات کے ساتھ دلیل علم قیامت کی بھی ہے پس اس سے دونوں مضمون کی تائید ہوگئی) اور (آگے اس قیامت کے ایک واقعہ کا ذکر ہے جس سے اثبات توحید و ابطال شرک بھی ہوتا ہے یعنی) جس روز اللہ تعالیٰ ان (مشرکین) کو پکارے گا (اور کہے گا) کہ (جن کو تم نے میرا شریک قرار دے رکھا تھا وہ) میرے شریک (اب) کہاں ہیں (ان کو بلاؤ کہ تم کو اس مصیبت سے بچاویں) وہ کہیں گے کہ (اب تو) ہم آپ سے یہی عرض کرتے ہیں کہ ہم میں کوئی (اس عقیدہ کا) مدعی نہیں (یعنی اپنی غلطی کے مقر ہیں چونکہ وہاں حقائق عقائد کے منکشف ہو جاویں گے پس یہ اقرار یا تو اضطراری ہے یا اس سے کچھ توقع نجات کی ہو) اور جن جن کو یہ لوگ پہلے سے (یعنی دنیا میں) پوجا کرتے تھے وہ سب غائب ہو جاویں گے (یا تو یہ مراد ہے کہ ان کی شرکت کا اعتقاد وضوح حق کے سبب ذہن سے سب زائل ہو جاوے گا یا یہ کہ وہ نصرت نہ کر سکیں گے اور بعض آیات میں جو آیا ہے: وَقِيْلَ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ وہ مَا مِنَّا مِنْ شَهِيْدٍ کے منافی نہیں کیونکہ وہ پکارنا فرط حیرت و بدحواسی سے ہو گا نہ کہ اعتقاد سے) اور (جب یہ احوال دیکھیں گے تو) یہ لوگ سمجھ لیں گے کہ ان کے لئے کہیں بچاؤ کی صورت نہیں (اس وقت شرکاء کا بطلان اور الٰہ واحد کا حق ہونا معلوم ہو جاوے گا آگے شرک و کفر کا ایک بڑا اثر طبیعت انسانی پر بیان فرماتے ہیں کہ جو شخص توحید و ایمان سے بے بہرہ ہے اس) آدمی (کے اخلاق و اعمال وعقائد ایسے بُرے ہوتے ہیں کہ ایک تو کسی حالت میں یعنی آرام و تنگی دونوں میں) ترقی کی خواہش سے اس کا جی نہیں بھرتا (اور یہ کمال حرص ہے) اور (خاص حالت تنگی وغیرہ میں یہ کیفیت ہے کہ) اگر اس کو کچھ تکلیف پہنچتی ہے تو ناامید ہراساں ہو جاتا ہے (اور یہ غایت ناشکری و سوءظن باللہ وکراہت لامر اللہ ہے) اور (خاص زوال تنگی کی حالت میں یہ کیفیت ہے کہ) اگر ہم اس کو کسی تکلیف کے بعد جو کہ اس پر واقع ہوئی تھی اپنی مہربانی کا مزہ چکھا دیتے ہیں تو کہتا ہے کہ یہ تو میرے لئے ہونا ہی چاہئے تھا (کیونکہ میری تدبیر ولیاقت وفضیلت اسی کو مقتضی تھی اور یہ بھی غایت ناشکری وکبر ہے) اور (اس نعمت میں یہاں تک پھولتا ہے اور بھولتا ہے کہ یوں بھی کہتا ہے کہ) میں قیامت کو آنے والا نہیں خیال کرتا اور اگر (بفرض محال آئی بھی اور) میں اپنے رب کے پاس پہنچایا بھی گیا (جیسا نبی کہتے ہیں) تو میرے لئے اس کے پاس بھی بہتری ہی ہے (کیونکہ میں حق پر ہوں اور اس کا مستحق ہوں اور قیامت کا انکار غایت درجہ کا کفر اور فرض وقوع پر دعوی حسنی کا غایت درجہ کا اغترار باللہ ہے غرض کفر و شرک سے یہ مفاسد پیدا ہوئے وہ ایسی بُری چیز ہے) سو (یہ لوگ یہاں جو چاہیں دعویٰ احقاق واستحقاق کا کر لیں اب عنقریب) ہم ان منکروں کو ان کے (یہ) سب کردار ضرور بتلا دیں گے اور ان کو سخت عذاب کا مزہ چکھا دینگے اور (نیز تتمہ آثار کفر و شرک میں سے حالت نعمت میں خواہ پہلے سے وہ نعمت ہو یا بعد زوال نقمت ملی ہو ایک یہ ہے کہ) جب ہم (ایسے) آدمی کو نعمت عطا کرتے ہیں تو (ہم سے اور ہمارے احکام سے) منہ موڑ لیتا ہے اور کروٹ پھیر لیتا ہے (اور غایت درجہ کا اشر وبطر ہے اور نعمت کا اوپر جو اثر مذکور ہوا وہ متعلق عقیدہ کے تھا اور یہ متعلق اعمال کے اور مقصود مجموعہ کا اثبات ہے) اور (حالت تنگی وضرر میں تتمۂ آثار کفر و شرک میں سے ایک یہ ہے کہ) جب اس کو تکلیف پہنچتی ہے تو (فقدان نعمت پر جزع وفزع کی راہ سے نہ کہ منعم کی طرف توجہ والتجا کے طور پر) خوب لمبی چوڑی دعائیں کرتا ہے (اور یہ غایت درجہ کی بے صبری اور حب دنیا میں انہماک ہے اور اوپر جو نقمت کا اثر مذکور ہوا وہ کیفیات اور احوال میں سے تھا اور یہ اقوال وافعال میں سے ہے غرض یہ اور جو اوپر مذکور ہوئے سب مفاسد کفر و شرک سے ہیں بخلاف ایمان کے کہ اس کے آثار ہیں۔ حریض نہ ہونا حالت[1] ضرر میں یاس وجزع وفزع نہ کرنا حالت امن وعیش میں کفر اور کفران نہ کرنا۔ اب توحید اور قیامت کی تحقیق کے ساتھ رسالت اور قرآن کی جو کہ توحید اور قیامت سے بھی مشعر اور مخبر ہے تحقیق بطور تلطیف دعوت کی فرماتے ہیں یعنی اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) آپ (ان منکرین سے) کہئے کہ (اے

منکر و قرآن کے حق ہونے پر جو دلائل قائم ہیں مثل اعجاز و اخبار عن الغیوب اگر تم عدم تدبر کی وجہ سے ان کو مورث یقین نہیں سمجھتے تو اقل درجہ مورث احتمال تو ضرور ہوں گے کیونکہ نفی پر تمہارے پاس کوئی دلیل تو قائم نہیں سو) بھلا یہ بتلاؤ کہ اگر (بناء علی الاحتمال المذکور) یہ قرآن خدا کے یہاں سے آیا ہو اور پھر تم اس کا کرو انکار تو ایسے شخص سے زیادہ کون غلطی میں ہوگا جو (حق سے) ایسے دور دراز مخالفت میں پڑا ہو (اور اس تقدیر کون من عنداللہ پر تم اس مفہوم کے مصداق ہو گئے اور اس تالی کا ترتب اس مقدم پر ضروری ہے گو وجود تالی بوجہ محتمل ہونے مقدم کے محتمل ہو لیکن عقلاً احتمال ضلال سے بھی بچنا واجب ہے اور وہ موقوف ہے تدبر فی القرآن پر پس مقدمہ واجب ہونے کی وجہ سے وہ بھی واجب ہوا پس انکار میں مبادرت مت کرو بلکہ سوچ سمجھ سے کام لو تا کہ حق واضح و متعین ہو جاوے اور ان لوگوں سے تو کیا امید ہے کہ یہ تدبر کریں مگر خیر) ہم (خود ہی) عنقریب ان کو اپنی (قدرت کی) نشانیاں (جو کہ دال ہوں صدق قرآن پر) ان کے گرد و نواح میں بھی دکھائیں گے (کہ اقطار عرب پیشین گوئی کے موافق فتح ہو جاویں گے) اور خود ان کی ذات (خاص) میں بھی (دکھلائیں گے کہ یہ بدر میں مارے جائیں گے اور ان کا مسکن مکہ بھی فتح ہو جاوے گا) یہاں تک کہ (بالاضطرار ان پیشین گوئیوں کے وقوع و مطابقت واقع سے) ان پر ظاہر ہو جاوے گا کہ وہ قرآن حق ہے (کہ اس کی پیشینگوئیاں کس طرح صادق ہو رہی ہیں گو یہ علم اضطراری بدون تصدیق اختیاری کے معتد بہ نہیں لیکن اتمام حجت میں تو قوت زیادہ ہو جاوے گی غرض اس کی حقیت ایک روز اس طرح ظاہر ہوگی باقی فی الحال جو یہ لوگ آپ کی وحی و رسالت کا انکار کر رہے ہیں آپ مغموم نہ ہوں کیونکہ اگر یہ لوگ اس پر شہادت نہ دیں تو) کیا آپ کے رب کی یہ بات (آپ کی حقیت کی شہادت اور تسلی کے لئے) کافی نہیں کہ وہ ہر (واقعی) چیز کا شاہد ہے (اور اس نے جا بجا آپ کی رسالت کی شہادت دی ہے قولاً بھی اور عملاً بھی اظہار معجزات سے پس وہ شہادت کافی ہے کقولہ تعالیٰ: قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ آگے اصل وجہ اس انکار اور نیز دوسرے امور حقہ کے انکار کی بتلاتے ہیں اور اس سے تسلی زیادہ بھی ہو سکتی ہے کہ) یاد رکھو کہ وہ لوگ اپنے رب کے روبرو جانے کی طرف سے شک میں پڑے ہیں (پس دل میں ڈر نہیں جس سے حق کو طلب کریں مگر) یاد رکھو کہ وہ ہر چیز کو (اپنے علم کے) احاطہ میں لئے ہوئے ہے۔ پس ان کے شک و شبہ کو بھی جانتا ہے اور اس پر سزا دے گا) **ف**: آیت لَا يَسْئَمُ (الی قولہ تعالی) عَرِيْضٍ کے متعلق سورۂ یونس کے دوسرے رکوع آیت: وَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ...... کی تفسیر میں ایک تحقیق گزر چکی ہے اس کا ملاحظہ معین حل مقام ہذا ہوگا۔ اور یاس و دعاء میں تعارض وہاں دو طور پر دفع کیا گیا تھا یہاں ایک تیسری بات اور زیادہ بعض تفاسیر سے معلوم ہوئی وہ یہ کہ یہ دعا التجاء الی اللہ کے طور پر نہیں بلکہ جس طرح عاشقان دُنیا ذرا ذرا واقعات ناگوار نفس پر شور و غل ہائے واویلا مچایا کرتے ہیں کہ ہائے اللہ کیا کروں ہائے اللہ کیا ہوگا و مثل ذلک تقریر ترجمہ: وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ میں احقر نے اس طرف اشارہ کر دیا ہے۔

الحواشی: (۱) یہ حریص نہ ہونے کے متعلق نہیں ہے بلکہ مابعد کے متعلق ہے یعنی یاس و جزع و فزع نہ کرنا و کذا مابعدہ ۱۲ منہ۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ **قوله فی دعاء الخیر** ترقی اشارة الی الخیر الدنیوی من السعة فی العیش ونحوه ۱۲۔ ۲؎ **قوله فی الأفاق** ان کے اشارة الی ان الالف واللام عوض عن المضاف الیه وهو من المواهب ۱۲۔

اللغات: قوله اکمامها جمع کم بالکسر فی القاموس وعاء الطلع وعظاء النور شهید فعیل من الشهادة محیص مهرب یؤس قنوط فی الروح الیاس صفة القلب وهو ان یقطع رجاء الخیر والقنوط ان یظهر علیه اثر الیاس فیتضاء ل وینکسر ۱۲۔

النحو: قوله انه علی کل شئ بدل من ربك والمعنی او لم یکف شهادة بك علی کل شئ ۱۲۔

البلاغۃ: ثمرات جمع باعتبار الانواع اٰذنٰك فی الروح ای اعلمناك والمراد بالاعلام الاخبار لانه تعالٰی عالم فلا یصح اعلامه بما هو سبحانه عالم به بخلاف الاخبار فانه یکون للعالم واستظهر ابو حیان ان المراد احداث ایذان لا اخبار عن ایذان سابق علی نحو طلقت وامثاله ۱۲۵۔

قد تم بحمد الله تعالٰی تفسیر سورة حم السجدة للثانی او الثالث من ربیع الأخر یوم الخمیس ۱۳۲۴ھ من الهجرة وصلی الله تعالٰی علٰی خیر خلقه محمد واٰله واصحابه اجمعین۔

سُوْرَةُ الشُّوْرٰى

سُوْرَةُ الشُّوْرٰى ۴۲ مَكِّيَّةٌ ۶۲ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ۵۳ رُكُوْعَاتُهَا ۵

سورۃ الشوریٰ مکہ میں نازل ہوئی — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اس میں ۵۳ آیات اور ۵ رکوع ہیں

حٰمٓ ۝۱ عٓسٓقٓ ۝۲ كَذٰلِكَ يُوْحِيْٓ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۙ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۳ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ۝۴ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ ۭ اَلَآ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝۵ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ اللّٰهُ حَفِيْظٌ عَلَيْهِمْ ڮ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ۝۶ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا وَتُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۭ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ ۝۷ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَاۗءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۭ وَالظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝۸ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ ۚ فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ وَهُوَ يُحْيِ الْمَوْتٰى ۡ وَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۹ ع ۲

حٰمٓ ۝ عٓسٓقٓ ۝ اسی طرح آپ پر اور جو (پیغمبر) آپ سے پہلے ہو چکے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ جو زبردست حکمت والا ہے (دوسری سورتوں اور کتابوں کی) وحی بھیجتا رہا ہے۔ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور وہی سب سے برتر اور عظیم الشان ہے کچھ بعید نہیں کہ آسمان اپنے اوپر سے (کہ ادھر ہی بوجھ پڑتا ہے) پھٹ پڑیں اور (وہ) فرشتے اپنے رب کی تسبیح وتحمید کرتے ہیں اور اہل زمین کے لئے معافی مانگتے ہیں خوب سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ ہی معاف کرنے والا رحمت کرنے والا ہے اور جن لوگوں نے اللہ کے سوا دوسرے کارساز قرار دے رکھے ہیں اللہ ان کو دیکھ بھال رہا ہے اور آپ کو ان پر کوئی اختیار نہیں دیا گیا اور ہم نے اس طرح آپ پر (یہ) قرآن عربی وحی کے ذریعے سے نازل کیا تاکہ آپ (سب سے پہلے) مکہ کے رہنے والوں کو اور جو اس کے آس پاس ہیں ان کو ڈرائیں اور جمع ہونے کے دن سے ڈرائیں جس کے آنے میں ذرا شک نہیں۔ ایک گروہ جنت میں (داخل) ہوگا اور ایک دوزخ میں ہوگا اور اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو ان سب کو ایک ہی طریق کا بنا دیتا۔ لیکن وہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کر لیتا ہے اور ان ظالموں کا (قیامت کے روز) کوئی حامی مددگار نہیں۔ کیا ان لوگوں نے اللہ کے سوا دوسرے کارساز قرار دے رکھے ہیں سو اللہ تعالیٰ ہی کارساز ہے اور وہی مردوں کو زندہ کرے گا اور وہی ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

تفسیر: سورة الشوریٰ مكية وهي ثلث وخمسون اٰية كذا في البيضاوی۔

ربط: اس سورت میں یہ مضامین ایک دوسرے میں متداخل ہیں ایک توحید وابطال شرک اور اس سلسلہ میں صفات کمال وافعال حکمت ونعمت اشتمال کا بیان ہے۔ دوسرے رسالت اور اس سلسلہ میں تسلیہ کے مضامین بھی ہیں تیسرے بعث وجزاء اور اس سلسلہ میں شبہ استعجال کا بھی جواب دیا ہے چوتھے مذمت انہماک فی الدنیا کی اور ترغیب طلب آخرت کی۔ پانچویں اہل ایمان کا حسن اعمال وحسن مآل اور کفار کا قبح اعمال وقبح مآل چنانچہ آیت میں نظر کرنے سے سب کا انطباق واضح ہو جاوے گا اور سورت سابقہ کا اختتام اور اس کا افتتاح توحید ورسالت وبعث میں مشترک ہے۔

توحید ورسالت وبعث وجزا: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ حٰمٓ ۝ عٓسٓقٓ ۝ (الی قوله تعالی) وَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ ۔ حٰمٓ ۝ عٓسٓقٓ ۝ (اس

کے معنی اللہ کو معلوم ہیں جس طرح فوائد عظیمہ واصول دینیہ کی تحقیق کے لئے یہ سورت آپ پر نازل ہو رہی ہے) اسی طرح (اصول دینیہ کی تحقیق کے لئے) آپ پر اور جو پیغمبر آپ سے پہلے ہو چکے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ جو زبردست حکمت والا ہے (دوسری سورتوں اور کتابوں کی) وحی بھیجتا رہا ہے (اور اس کی یہ شان ہے کہ) اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور وہی سب سے برتر اور عظیم الشان ہے (اور اس کی عظمت شان کو گو بعض اہل ارض نہ جانیں اور نہ مانیں مگر سمٰوات میں اس کے جاننے والے یعنی فرشتے اس کثرت سے ہیں کہ) کچھ بعید نہیں کہ آسمان (ان کے بوجھ کی وجہ سے) اپنے اوپر سے (کہ ادھر ہی سے بوجھ پڑتا ہے) پھٹ پڑیں (جیسا حدیث میں ہے: ((اطت السماء وحق لها ان تئط ما فيها موضع اربعة اصابع الا وملك واضع جبهته ساجدًا لله)) رواه الترمذي وابن ماجة وفسر به في المدارك) اور (وہ) فرشتے اپنے رب کی تسبیح وتحمید کرتے ہیں اور اہل زمین (میں جو لوگ اس عظمت کا حق نہیں ادا کرتے مثلاً شرک کرتے ہیں اور اس وجہ سے وہ مستحق عقوبت ہیں وہ فرشتے ان) کے لئے (ایک وقت خاص تک کے لئے) معافی مانگتے ہیں (محدود معافی سے مراد دنیا میں عذاب استیصال سے بچا رہنا اور ویسے معمولی واقعات سے سزائیں ہونا یا آخرت میں عذاب اصلی ہونا اس استغفار کے مفہوم سے خارج ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کی اس درخواست کو منظور فرما لیتا ہے اور اس سے عذاب عاجل مشرکین پر نازل نہیں فرماتا) خوب سمجھ لو کہ اللہ ہی معاف کرنے والا (ہے گو کفار کے لئے وہ معافی محدود سہی اور وہی) رحمت کرنے والا ہے (گو وہ رحمت کفار پر دنیا ہی میں ہوتی ہے) اور (آپ ان مشرکین کے عدم نزول عذاب عاجل سے محزون نہ ہوں کیونکہ) جن لوگوں نے خدا کے سوا دوسرے کارساز قرار دے رکھے ہیں اللہ ان (کے اعمال قبیحہ) کو دیکھ بھال رہا ہے (وہ آپ ہی مناسب وقت پر سزا دے گا) اور آپ کو ان پر کوئی اختیار نہیں دیا گیا (کہ آپ جب چاہیں ان پر عذاب نازل کرا دیں) اور (اسی طرح آپ ان کے عدم ایمان پر بھی مخرون نہ ہوں کیونکہ آپ کا کام صرف تبلیغ ہے اس سے زیادہ آپ کیوں فکر کرتے ہیں چنانچہ) ہم نے اسی طرح (جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں) آپ پر (یہ) قرآن عربی وحی کے ذریعہ سے (محض اس لئے) نازل کیا ہے تا کہ آپ (سب سے پہلے) مکہ کے رہنے والوں کو اور جو لوگ اس کے آس پاس (بستے) ہیں ان کو ڈرائیں اور (ڈرائیں بھی ایک بڑی چیز سے یعنی) جمع ہونے کے دن سے ڈرائیں (مراد اس سے قیامت کا دن ہے کہ اس میں اولین وآخرین سب جمع ہو جائیں گے لقولہ تعالیٰ: يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ [التغابن : ٨]) جس (کے آنے) میں ذرا شک نہیں (جس میں یہ فیصلہ ٹھہرے گا کہ) ایک گروہ جنت میں (داخل ہوگا اور ایک گروہ دوزخ میں (داخل) ہوگا (بس آپ کا کام محض ایسے دن سے ڈرا دینا ہے) اور (باقی ان کے ایمان وعدم ایمان سے آپ کو کیا بحث وہ مشیت الٰہی پر ہے چنانچہ) اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو ان سب کو ایک ہی طریقہ کا بنا دیتا (یعنی سب کو ایمان نصیب کر دیتا کقولہ تعالیٰ: وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰهَا ...... [حٰمٓ السجدة : ١٣]) لیکن (بہت سی حکمتوں سے اس کو یہ منظور نہیں ہوا بلکہ) وہ جس کو چاہتا ہے (ایمان دے کر) اپنی رحمت میں داخل کر لیتا ہے (اور جس کو چاہتا ہے مبتلائے شرک وکفر رکھ کر رحمت سے خارج کر دیتا ہے) اور (ان) ظالموں کا (جو کہ شرک وکفر میں مبتلا ہیں قیامت کے روز) کوئی حامی مددگار نہیں (ہوگا اور اوپر يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ [التغابن : ٨] میں اشراک پر تہدید تھی آگے اشراک کا ابطال ہے یعنی) کیا ان لوگوں نے خدا کے سوا دوسرے کارساز قرار دے رکھے ہیں سو (اگر کارساز بناتا ہے تو) اللہ ہی کارساز (بنائے جانے کا مستحق) ہے اور وہی مردوں کو زندہ کرے گا اور وہی ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے (تو کارساز بنانے کے لائق وہی ہوا جس کی قدرت ہر چیز پر عموماً اور احیائے موتیٰ پر خصوصاً ثابت ہے اس قدرت خاصہ کا اس لئے بیان کیا کہ اس وقت اوروں کی قدرت جواب برائے نام ہے وہ بھی بے نام ونشان ہو جاوے گی تو ظہور قدرت کا اتم ہوگا۔ ف: لِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى ...... میں جو شبہ عموم بعثت پر واقع ہوسکتا تھا قید اولیت سے جو کہ ترجمہ میں لکھی گئی ہے رفع ہو گیا۔ اور يَتَفَطَّرْنَ کی تفسیر میں جو حدیث لکھی ہے اس سے متبادراً معلوم ہوتا ہے کہ ملائکہ میں ثقل بھی ہے اور اس میں کچھ استبعاد نہیں کیونکہ اجسام ہونا تو ان کا نصوص قطعیہ سے ثابت ہے لاثبات خواص الاجسام لها اور اجسام میں ثقل ہونا جائے عجب نہیں اگر یہ شبہ ہو کہ ثقل کی علت میلان الی المرکز ہے اور اجسام لطیفہ مائل الی المحیط ہوتے ہیں۔ جواب اس کا یہ ہے کہ اول تو یہ دونوں قضیے مسلّم نہیں خدا تعالیٰ کسی جسم کو اگر اس کے خلاف پیدا کر دے نفی کی کیا دلیل ہے۔ دوسرے اجسام لطیفہ کا میلان الی المحیط اس لئے ہے کہ اس طرف ان کا حیز ہے پس اصل میلان الی الحیز ہے چونکہ ہر آسمان کے فرشتوں کا حیز وہی آسمان ہے تو قاعدۂ طبعیہ مذکورہ کے موافق ان کا میلان اسی آسمان کی طرف ہوگا اور چونکہ وہ فرشتے اس آسمان کی سطح فوقانی پر رہتے ہیں پس اس میلان کا وزن اور اثر اس آسمان کے اوپر ہوگا اسی کو لغۃً ثقل کہا جا سکتا ہے گو اصطلاحاً بمعنی میلان الی المرکز اس کو ثقل نہ کہیں خوب سمجھ لو۔

الروایات: في الدر المنثور عن ابن عباسؓ تكاد السمٰوات يتفطرن من فوقهن قال من الثقل ١٢۔

النحو: قوله فريق في الروح ساغ الابتداء بالنكرة لانها في سياق التفصيل والتقسيم كما في قوله فثوب لبست وثوب اجر قوله فالله هو الولي جواب شرط مخذوف اي ان اراد واوليا الخ ١٢۔

وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ ۚ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبِّي عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۖ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ ﴿١٠﴾
فَاطِرُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا وَمِنَ الْأَنْعَامِ أَزْوَاجًا ۖ يَذْرَؤُكُمْ فِيهِ ۚ لَيْسَ كَمِثْلِهِ
شَيْءٌ ۖ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ﴿١١﴾ لَهُ مَقَالِيدُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ إِنَّهُ
بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿١٢﴾ شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا
بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ ۖ أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ ۚ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ مَا تَدْعُوهُمْ
إِلَيْهِ ۚ اللَّهُ يَجْتَبِي إِلَيْهِ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ يُنِيبُ ﴿١٣﴾ وَمَا تَفَرَّقُوا إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ
الْعِلْمُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۚ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ إِلَىٰ أَجَلٍ مُسَمًّى لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۚ وَإِنَّ الَّذِينَ أُورِثُوا
الْكِتَابَ مِنْ بَعْدِهِمْ لَفِي شَكٍّ مِنْهُ مُرِيبٍ ﴿١٤﴾ فَلِذَٰلِكَ فَادْعُ ۖ وَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ ۖ وَلَا تَتَّبِعْ
أَهْوَاءَهُمْ ۖ وَقُلْ آمَنْتُ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنْ كِتَابٍ ۖ وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمُ ۖ اللَّهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۖ
لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ ۖ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ ۖ اللَّهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۖ وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ ﴿١٥﴾

اور جس جس بات میں تم (اہل حق کے ساتھ) اختلاف کرتے ہو اس کا فیصلہ اللہ ہی کے سپرد ہے۔ اللہ تعالیٰ میرا رب ہے میں اسی پر توکل کرتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں وہ آسمان اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے اس نے تمہارے لئے تمہاری جنس کے جوڑے بنائے اور (اسی طرح) چار پایوں کے جوڑے بنائے (اور) اس کے جوڑے ملانے کے ذریعہ سے تمہاری نسل چلاتا رہتا ہے۔ کوئی چیز اس کی مثل نہیں اور وہی بات کا سننے والا دیکھنے والا ہے اس کے اختیار میں ہیں کنجیاں آسمان کی اور زمین کی جس کو چاہے زیادہ روزی دیتا ہے اور (جس کو چاہے) کم دیتا ہے بے شک وہ ہر چیز کا پورا جاننے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کے واسطے وہی دین مقرر کیا ہے جس کا اس نے نوح کو حکم دیا تھا اور جس کو ہم نے آپ کے پاس وحی کے ذریعہ سے بھیجا ہے اور جس کا ہم نے ابراہیم اور موسیٰ عیسیٰ کو (مع ان سب کے اتباع کا) حکم دیا تھا اور ان کی امم کو یہ کہا تھا کہ اسی دین کو قائم رکھنا اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا۔ مشرکین کو وہ بات بڑی گراں گزرتی ہے جس کی طرف آپ کو بلا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی طرف جس کو چاہے کھینچ لیتا ہے اور جو شخص (اللہ کی طرف) رجوع کرے اس کو اپنے تک رسائی دے دیتا ہے اور وہ لوگ بعد اس کے کہ ان کے پاس علم پہنچ چکا تھا، محض آپس کی ضدمندی سے باہم متفرق ہو گئے اور اگر آپ کے پروردگار کی طرف سے ایک وقت معین تک (کے لئے مہلت دینے کی) ایک بات پہلے قرار نہ پا چکتی تو (دنیا ہی میں) ان کا فیصلہ ہو چکا ہوتا اور جن لوگوں کو ان کے بعد کتاب دی گئی ہے (مراد اس سے مشرکین عہد نبوی کے ہیں) وہ اس کی طرف سے ایسے (قوی) شک میں پڑے ہیں۔ جس نے (ان کو) تردد میں ڈال رکھا ہے سو آپ اسی طرف (ان کو برابر) بلاتے جایئے اور جس طرح آپ کو حکم ہوا ہے (اس پر مستقیم رہئے اور ان کی رفاسد) خواہشوں پر نہ چلئے اور کہہ دیجئے کہ اللہ نے جتنی کتابیں نازل فرمائی ہیں۔ میں سب پر ایمان لاتا ہوں اور مجھ کو یہ بھی حکم ہوا ہے کہ اپنے اور تمہارے درمیان میں عدل رکھوں۔ اللہ ہمارا بھی مالک ہے اور تمہارا بھی مالک ہے ہمارے اعمال ہمارے لئے اور تمہارے عمل تمہارے لئے ہماری تمہاری کچھ بحث نہیں اللہ ہم سب کو جمع کرے گا اور (اس میں شک نہیں کہ) اسی کے پاس جانا ہے۔

تفسیر ربط: اوپر مضامین ثلثہ میں جو توحید کا مضمون تھا آگے بھی اسی کی تقویت وتاکید ہے۔

تاکید وتوحید: وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ (الی قولہ تعالیٰ) إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿١٢﴾ اور (آپ ان لوگوں سے جو کہ توحید میں آپ سے اختلاف کرتے ہیں کہئے کہ) جس جس بات میں تم (اہل حق کے ساتھ) اختلاف کرتے ہو (مثل توحید وغیرہ) اس (سب) کا فیصلہ اللہ ہی کے سپرد ہے (دنیا میں دلیل صحیح سے اور آخرت میں: فَرِيقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ ﴿٧﴾ سے) یہ اللہ (جس کی یہ شان ہے) میرا رب ہے میں (ان اختلافات کے آثار یعنی تمہارے قصد اضرار وغیرہ کے بارہ میں) اسی پر توکل رکھتا ہوں اور (تمام امور دنیا و دین میں) اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں (پس نہ ان مضرتوں سے ڈرتا ہوں اور نہ توحید میں جس کو

کہ اس نے حق کہہ دیا ہے کوئی شبہ کرتا ہوں اس سے مضمون توحید خوب مؤکد ہو گیا آگے اور صفات کمال کے بیان سے اس کی تاکید کی جاتی ہے یعنی) وہ آسمانوں کا اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے (اور تمہارا بھی پیدا کرنے والا ہے چنانچہ) اس نے تمہارے لئے تمہاری جنس کے جوڑے بنائے اور (اسی طرح) مواشی کے جوڑے بنائے (اور) اس (جوڑے ملانے) کے ذریعے سے تمہاری نسل چلاتا رہتا ہے (وہ ایسا کامل الذات والصفات ہے کہ) کوئی چیز اس کے مثل نہیں اور وہی ہر بات کا سننے والا دیکھنے والا ہے (بخلاف دوسروں کے کہ کسی بات کو سن دیکھ لیا اور کسی کو نہ دیکھا سنا پس اس میں بھی کوئی اس کے مثل نہیں) اسی کے اختیار میں ہیں کنجیاں آسمانوں کی اور زمین کی (یعنی متصرف وہی ہے جس میں ایک تصرف یہ ہے کہ) جس کو چاہے زیادہ روزی دیتا ہے اور (جس کو چاہے) کم دیتا ہے بیشک وہ ہر چیز کا پورا جاننے والا ہے (کہ کس کے لئے کیا مصلحت ہے)۔

ربط: اوپر فَحُكْمُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ سے جو کہ حکم فی الدنیا وحکم فی الآخرۃ کو عام ہے توحید کی تاکید تھی آگے اس عام کی ایک فرد یعنی حکم فی الدنیا کی تفصیل وتاکید ہے اور اس سے تاکید مضمون رسالت کی بھی ہوگئی جس کا مضامین ثلثہ میں اوپر ذکر تھا۔

تاکید دلیل توحید وتائید رسالت: شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ (الی قولہ تعالی) وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۞ اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کے واسطے وہی دین مقرر کیا جس کا اس نے نوح (علیہ السلام) کو حکم دیا تھا اور جس کو ہم نے آپ کے پاس وحی کے ذریعہ سے بھیجا ہے اور جس کا ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ (علیہم السلام) کو (مع ان سب کے اتباع کے) حکم دیا تھا (اور ان کی امم کو یہ کہا تھا) کہ اس دین کو قائم رکھنا اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا (مراد اس دین سے اصول دین ہیں جو مشترک ہیں تمام شرائع میں مثل توحید ورسالت وبعث ونحوہ اور قائم رکھنا یہ کہ اس کو تبدیل مت کرنا اس کو ترک مت کرنا اور تفرق یہ کہ کسی بات پر ایمان لاویں کسی پر ایمان نہ لاویں یا کوئی ایمان لاوے کوئی نہ لاوے حاصل یہ کہ توحید وغیرہ دین قدیم ہے کہ اول سے اس وقت تک تمام شرائع اس میں متفق رہی ہیں اور اسی کے ضمن میں نبوت کی بھی تائید ہوگئی پس چاہئے تھا کہ اس کے قبول کرنے میں لوگوں کو ذرا پس وپیش نہ ہوتا مگر پھر بھی) مشرکین کو وہ بات (یعنی توحید) بڑی گراں گزرتی ہے جس کی طرف آپ ان کو بلا رہے ہیں (اور اسی کے ساتھ یہ بھی ہے کہ) اللہ اپنی طرف جس کو چاہے کھینچ لیتا ہے (یعنی دین حق قبول کرنے کی توفیق دے دیتا ہے اور جو شخص (خدا کی طرف) رجوع کرے اس کو اپنے تک رسائی دے دیتا ہے (مشیت کے بعد اجتباء ہوتا ہے اور اجتباء یعنی توفیق ایمان کے بعد اگر انابت واطاعت ہو تو اس پر قرب الٰہی وثواب غیر متناہی مرتب ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ مشرکین متصف بالاباء ہیں اور مؤمنین متصف بالاجتباء والاہتداء ہیں) اور (ہمارا جو امم سابقہ کو حکم تھا کہ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ؕ تو بہت لوگ اس پر قائم نہ رہے اور متفرق ہو گئے لیکن اس کا سبب کوئی التباس واشتباہ نہ تھا کہ احتمال معذوری کا ہو بلکہ) وہ لوگ بعد اس کے کہ ان کے پاس (یعنی ان کے اسماع واذہان تک) علم (صحیح) پہنچ چکا تھا محض آپس کی ضدا ضدی سے باہم متفرق ہو گئے (اس طرح کہ اول طلب مال ودولت اور طلب جاہ وریاست سے اغراض مختلف ہوئیں پھر فرقے بن گئے ایسے وقت میں دین کو بھی آڑ دوسرے کی تنقیص وتعییب کی بنایا کرتے ہیں شدہ شدہ مسلک ومذہب مختلف ہو جاتا ہے پھر فروع سے اصول میں جا پہنچتے ہیں) اور (یہ لوگ اس جرم عظیم میں کہ حق کو سمجھ کر مختلف ہوئے ایسے عذاب شدید کے مستحق ہو گئے تھے کہ) اگر آپ کے پروردگار کی طرف سے ایک وقت معین تک (کے لئے مہلت دینے کی) ایک بات پہلے قرار نہ پا چکتی (کہ ان کا عذاب موعود آخرت میں ہوگا) تو (دنیا ہی میں) ان (کے اختلافات) کا فیصلہ ہو چکا ہوتا (یعنی عذاب سے استیصال کر دیا جاتا اور گو امم سابقہ پر عذاب آیا لیکن غیر مؤمنین پر آیا مؤمنین میں سے جنہوں نے تفرق کیا ببرکت التزام ایمان کے ان پر نہیں آیا یا اگر کسی پر ثابت ہو جاوے تو سب پر نہیں آیا اس تقدیر پر یہ معنی ہوں گے کہ جن بعض پر نہیں آیا اس کی وجہ عدم مقتضی کا نہیں بلکہ اس کی وجہ مانع یعنی امہال الی اجل مسمی کا وجود ہے یہ تو قصہ امم سابقہ کا ہوا) اور جن لوگوں کو ان (امم سابقہ) کے بعد کتاب دی گئی ہے (مراد اس سے مشرکین عہد نبوی کے ہیں کہ آپ کے ذریعہ سے ان کو قرآن پہنچا) وہ (لوگ) اس (کتاب) کی طرف سے ایسے (قوی) شک میں پڑے ہیں جس نے (ان کو) تردد میں ڈال رکھا ہے (مطلب یہ کہ جیسے امم سابقہ میں سے بعض نے جیسے انکار کیا تھا اسی طرح اب ان کی نوبت آئی) سو آپ (کسی کے انکار سے دل شکستہ نہ ہوجئے بلکہ جس طرف آپ ان کو پہلے سے بلا رہے ہیں جس کا ذکر اس آیت میں ہے: كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ؕ یعنی توحید) اسی طرف (ان کو برابر) بلائے جایئے اور جس طرح آپ کو حکم ہوا ہے (کہ فَلِذٰلِكَ فَادْعُ ۚ اس پر) مستقیم رہئے اور ان کی (فاسد) خواہشوں پر نہ چلئے (یعنی وہ مخالفت کر کے یہ چاہتے ہیں کہ ہم کو کہنا چھوڑ دیں تو آپ چھوڑیئے نہیں) اور آپ کہہ دیجئے کہ (میں جس بات کی طرف تم کو بلاتا ہوں میں خود بھی اس پر عامل ہوں چنانچہ) اللہ نے جتنی کتابیں نازل فرمائی ہیں (جن میں قرآن بھی داخل ہے) میں سب پر ایمان لاتا ہوں (جن کے مضامین متفق علیہا میں سے توحید بھی ہے) اور مجھ کو یہ (بھی) حکم ہوا ہے کہ (اپنے اور) تمہارے درمیان میں عدل (وانصاف) رکھوں (یعنی جس چیز کو تم پر واجب ولازم کہوں اپنے اوپر بھی اس کو لازم رکھوں یہ نہیں کہ تم کو کلفت میں ڈالوں اور خود آزاد رہوں ایسے مضامین ومعاملہ سے سلیم الطبع کو رغبت اتباع کی ہوتی ہے اور اس پر بھی اگر نرم نہ ہوں تو اخیر بات یہ ہے کہ) اللہ ہمارا بھی مالک ہے اور تمہارا بھی مالک ہے (یعنی وہ سب

کا حاکم ہے اور) ہمارے عمل ہمارے لئے اور تمہارے عمل تمہارے لئے ہماری تمہاری کچھ بحث نہیں اللہ (جو سب کا مالک ہے قیامت میں) ہم سب کو جمع کرے گا اور (اس میں شک ہی نہیں کہ) اسی کے پاس جانا ہے (وہ سب کا فیصلہ اعمال کے موافق کر دے گا اس وقت تم سے سب بحث فضول ہے ہاں تبلیغ کئے جاویں گے)۔

ترجمہ مسائل السلوک: (سورۃ الشوریٰ) قولہ تعالیٰ: اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ ...... روح میں ہے کہ اس میں اشارہ ہے جذب وسلوک کی طرف اھ وجہ یہ کہ جبا کے معنی جذب کے ہیں اور ہدایت کے معنی سالک کو اراءۃ طریق۔ قولہ تعالیٰ: لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ (الی قولہ تعالیٰ) يَجْمَعُ بَيْنَنَا اس میں ایسے وقت کے خطاب کی تعلیم ہے جب مناظرہ کے ختم ہونے پر بھی قبول حق سے مایوسی ہو۔

ملحقات الترجمۃ: ① **قوله** قبل ما اختلفتم آپ کہئے الخ اشارة الى تقدير قل بقرينة ذلكم الله ربى ۱۲۔ ② **قوله** فى فيه جوڑے ملانے کے ذریعہ سے اشارة الى ان فى بمعنى الباء كما فى الخازن وانما عبر بفى ايذاناً بان الجعل كالمنبع المذرء والضمير المجرور الى جعل الازواج المذكور اولا لان الثانى تبع للاول ۱۲۔ ③ **قوله** قبل ان اقيموا ان کی امم الخ اشارة الى امرين الاول ان الخطاب لامم لينا سب ما بعده من قوله تفرقوا والثانى الى التركيب بتقدير العامل اى وصينا قائلين لاممهم ان اقيموا ويدل على اعتبار ذكر الامم لذكر الرسل المتبوعين ۱۲۔ ④ **قوله** فى لا عدل اپنے كذا فى الروح ففى الضمير تغليب او اكتفاء ۱۲۔

الروايات: قوله يذرؤكم فى الدر عن مجاهد نسلا من بعد نسل ۱۲۔

اللغات: ذرأ خلق وكثر كذا فى القاموس ۱۲۔ يجتبى من الجبى كما فى قوله تعالىٰ يجبى اليه ثمرات ۱۲۔

النحو: قوله ومن الانعام ازواجا فى الروح اى وخلق للانعام من جنسها ازواجا ففيه جملة مقدرة لدلالة القرينة او وخلق لكم من الانعام اصنافا ذكورا واناثا ۱۲

البلاغة: كمثله الكاف زائدة للتاكيد او غير زائدة ويكون المراد من المثل ذاته كناية ومبالغة وهى ان المماثلة منفية عمن يكون مثله فرضا فكيف عن نفسه كقولهم مثلك لا يبخل وكقول اوس بن حجر ليس كمثل الفتى زهير خلق يوازيه فى الفضائل ۱۲۔ قوله شرع الخ تخصيص المذكورين بالذكر لعلو شانهم وعظم شهرتهم ولاستمالة قلوب الكفرة الى الاتباع لانفاق كل على نبوة بعضهم حتى ان المشركين وان لم يكونوا يقولون بالنبوة لكنهم كانوا يعظمون ابراهيم عليه السلام وآثر التوصية لا عرابها عن تاكيد الامر وايثار الايحاء على ما قبله وما بعده من التوصية لما فيه من التصريح برسالته عليه الصلوٰة والسلام القامع لا نكار الكفرة والالتفات الى نون العظمة لا ظهار كمال الاعتناء بايحائه ولذا عبر فيها بالذى التى هى اصل الموصولات وذلك هو السر فى تقديم الذى اوحى اليه عليه الصلوٰة والسلام على ما بعده مع تقدمه عليه زمانا وتقديم توصية نوح عليه السلام للمسارعة الى بيان كون المشروع لهم دينا قديما كذا فى الروح بتغيير واختصار ما قوله فلذلك فادع تكرار الفاء للتاكيد واللام تكون صلة الدعاء كالى كما فى قوله دعوت لما نا بنى مسور او معنى الفاء تعقيب الاستمرار على الدعاء بكونهم فى شك والمعنى ان لا يمنعك كونهم فى شك عن الدعاء ۱۲۔

وَالَّذِيْنَ يُحَآجُّوْنَ فِى اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ﴿۱۶﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ وَالْمِيْزَانَ ؕ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيْبٌ ﴿۱۷﴾ يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا ۚ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا ۙ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ ؕ اَلَآ اِنَّ الَّذِيْنَ يُمَارُوْنَ فِى السَّاعَةِ لَفِىْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ ﴿۱۸﴾ اَللّٰهُ لَطِيْفٌۢ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ الْقَوِىُّ الْعَزِيْزُ ﴿۱۹﴾ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِىْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِى الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ ﴿۲۰﴾ ع ۲

اور جولوگ اللہ تعالیٰ (کے دین) کے بارہ میں (مسلمانوں سے) جھگڑے نکالتے ہیں بعد اس کے کہ وہ مان لیا گیا ان لوگوں کی حجت ان کے رب کے نزدیک باطل ہے اور ان پر غضب (واقع ہونے والا) ہے اور ان کے لئے (قیامت) کو سخت عذاب (ہونے والی) ہے اللہ ہی ہے جس نے (اس) کتاب (یعنی قرآن) کو اور انصاف کو نازل فرمایا اور آپ کو (اس کی) کیا خبر عجب نہیں کہ قیامت قریب ہو۔ (مگر) جولوگ اس کا یقین نہیں رکھتے اس کا تقاضا کرتے ہیں اور جولوگ یقین رکھنے والے ہیں وہ اس سے ڈرتے ہیں اور اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ برحق ہے۔ یادرکھو کہ جولوگ قیامت کے بارے میں جھگڑتے ہیں بڑی دور کی گمراہی میں (مبتلا) ہیں۔ اللہ تعالیٰ دنیا میں اپنے بندوں پر مہربان ہے جس کو (جس قدر) چاہتا ہے روزی دیتا ہے اور وہ قوت والا اور زبردست ہے جو شخص آخرت کی کھیتی کا طالب ہو اور ہم اس کو اس کی کھیتی میں ترقی دیں گے اور جو دنیا کی کھیتی کا طالب ہو تو ہم اس کو کچھ دنیا (اگر چاہیں) دے دیں گے اور آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں۔

تفسیر ربط: اوپر: اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝ میں اور نیز اس سے اوپر مضامین ثلثہ میں بعث و جزا کا ذکر تھا آگے اسی کے متعلق مضمون ہے جس میں منکرین توحید کی تعذیب کی بھی خبر دی گئی ہے پس اس کو مضمون توحید سے بھی تعلق ہوا اور جس میں بضمن: اَنْزَلَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ کے ذکر رسالت سے بھی ارتباط ہو گیا۔

تحقیق وقوع قیامت و جزا: وَالَّذِيْنَ يُحَآجُّوْنَ فِي اللّٰهِ (الی قولہ تعالی) لَفِيْ ضَلٰلٍۭ بَعِيْدٍ ۝ اور جولوگ اللہ تعالیٰ (کے دین) کے بارہ میں (مسلمانوں سے) جھگڑے نکالتے ہیں بعد اس کے کہ وہ مان لیا گیا (یعنی بعد اس کے کہ بہت سے آدمی عقیل وفہیم مسلمان ہو کر اس کو مان چکے جس سے حجت اور زیادہ ظاہر ہو گئی اور ظاہر ہے کہ بعد زیادت ظہور حجت کے انکار و مجادلہ اور زیادہ مذموم ہے سو) ان لوگوں کی حجت ان کے رب کے نزدیک (پہنچ کر ظاہر ہو جاوے گا کہ) باطل ہے اور ان پر (خدا کی طرف سے) غضب (واقع ہونے والا) ہے اور ان کے لئے (قیامت کو) سخت عذاب (ہونے والا) ہے اور (اس سے بچنے کا طریقہ یہی ہے کہ اللہ کو اور اس کے دین کو مانو اور اس کا ماننا یہ ہے کہ کتاب اللہ کو جو کہ جامع و مشتمل ہے حقوق اللہ و حقوق العباد کو سچ اور واجب العمل جانو کیونکہ) اللہ ہی ہے جس نے (اس) کتاب (یعنی قرآن) کو اور (اس میں جو بالخصوص حکم ہے) انصاف (کا اس) کو نازل فرمایا (جب وہ کتاب اللہ کی ہے تو اللہ کو ماننا بدوں اس کے ماننے ہوئے معتبر نہیں اور بدوں اللہ کے مانے ہوئے عذاب و غضب سے نجات نہیں پس نجات موقوف ہوئی قرآن کے ماننے پر پس جیسا غیر اہل اسلام خدا کو بزعم خود مانتے تھے وہ نجات کیلئے کافی نہیں) اور (یہ لوگ جو ان واقعات قیامت کو سن کر آپ سے قیامت کی تعیین وقت پوچھتے ہیں تو) آپ کو (اس کی) کیا خبر (لیکن خبر نہ ہونے سے اور خبر نہ دینے سے اس کی نفی لازم نہیں آتی بلکہ اس کا وقوع بدلائل ثابت ہے اور تعیین وقت کی نسبت اتنا اجمالاً سب کو سمجھ لینا کافی ہے کہ) عجب نہیں کہ قیامت قریب ہو (مگر) جولوگ اس کا یقین نہیں رکھتے (وہ باوجود تحقق وقوع و احتمال قرب کے بھی نہیں ڈرتے بلکہ بطور استہزاء و انکار کے) اس کا تقاضا کرتے ہیں اور جولوگ یقین رکھنے والے ہیں وہ اس سے (کانپتے اور) ڈرتے ہیں اور اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ برحق ہے یادرکھو کہ (ان دونوں قسم کے لوگوں میں سے قسم اول کے لوگ یعنی) جولوگ قیامت کے (منکر ہیں اور اس کے) بارہ میں جھگڑتے ہیں بڑی دور (ودراز) کی گمراہی میں (مبتلا) ہیں۔ ف: مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا میں جس خوف کا اثبات ہے وہ خوف اعتقادی ہے کہ دو امر کے اعتقاد سے پیدا ہوا ہے ایک اعتقاد وقوع قیامت کا دوسرا اعتقاد اپنے اعمال کے محتمل الرد ہونے کا پس اگر کسی کو بوجہ غلبۂ حال کے اشتیاق موت یا قیامت کا عارض ہو جاوے تو وہ شوق طبعی و اضطراری اس خوف اعتقادی و اختیاری کے منافی نہیں اسی طرح قبر میں بعض مردہ کا یہ کہنا رب اقم الساعۃ محل اشکال نہیں کیونکہ وہاں یقینی بشارتیں زوال خوف کی سن کر احتمال رد اعمال کا نہیں رہتا پس یہ اشفاق دنیا میں ہے اور ہیبت اس کی امر عقلی ہے خوب سمجھ لو اور: لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيْبٌ ۝ کی تقریر سورۂ احزاب کے ختم سے ذرا پہلے آیت یسئلک الناس الخ کی تفسیر میں گزری ہے اور کتاب اللہ میں ہر چند کہ حقوق العباد معبر بالمیزان بھی داخل ہیں مگر جداً لا نا اہتمام شان کے لئے و نیز شاید اس لئے ہے کہ اس کی تصدیق کی زیادہ رغبت ہو کہ اس کتاب کے ماننے سے تو ہمارے مصالح دنیویہ کی بھی حفاظت رہے گی۔ ربط: اوپر مجادلین فی الساعۃ کے ضلال کا ذکر تھا آگے ان کے اس جدال و انکار کی علت یعنی اغترار بالدنیا اور اس اغترار کا جواب اور رد اور اس اغترار کی مذمت اور اس کے مقابل یعنی طلب آخرت کی ترغیب ارشاد فرماتے ہیں۔

نہی انکار بر اغترار بالعاجلہ و ترغیب بر آجلہ: اَللّٰهُ لَطِيْفٌۢ بِعِبَادِهٖ (الی قولہ تعالی) وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ ۝ (اور یہ منکر لوگ جو دنیا کی ناز و نعمت پر پھولے ہیں اور اس میں منہمک ہو کر آخرت کو بھولے ہیں اور اپنی اس ناز و نعمت سے استدلال کرتے ہیں کہ ہمارا مسلک اگر خلاف رضائے حق ہوتا تو ہم کو یہ عیش و کامرانی کیوں دیتے سو یہ ان کی حماقت ہے کیونکہ یہ دلیل رضا نہیں بلکہ اس کی وجہ تو یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ (دنیا میں) اپنے بندوں پر (عام طور سے) مہربان ہے (اور اسی رحمت عامہ دنیویہ سے سب کو روزی دیتا ہے گو حسب مصلحت اس میں کمی بیشی بھی ہوتی ہے کہ) جس کو (جس قدر) چاہتا ہے روزی دیتا ہے (کقولہ تعالیٰ: عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ [الأسراء: ۱۸] مگر نفس روزی مرزوقین میں مشترک ہے) اور (اس لطف فی الدنیا سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کا

مسلک حق ہو اور آخرت میں بھی ان پر لطف ہو اور عذاب نہ ہو بلکہ وہاں بوجہ تمسک بالباطل کے معذب ہوں گے اور ان کو عذاب دینا کوئی امر مستبعد نہیں کیونکہ) وہ قوت والا اور زبردست ہے (اس کو سب قدرت ہے وہ اکیلا ان سب کو سزا دے سکتا ہے غرض ان کی تمام تر خرابی کی وجہ اغترار بالدنیا ہے سو لوگوں کو اس پر مغرور نہ ہونا چاہئے بلکہ آخرت کو طلب کریں اور سن لیں کہ) جو شخص آخرت کی کھیتی کا طالب ہو (یعنی ثواب آخرت کا طالب ہو جو ثمرہ ہے اعمال کا اسی لئے اس کو کھیتی کہد یا کہ وہ ثمرہ ہوتا ہے تخم کا مطلب یہ کہ آخرت کیلئے بامید ثواب عمل کرے) ہم اس کو اس کی کھیتی میں ترقی دیں گے (یعنی اعمال پر اس کو ثواب دیں گے اور اس ثواب کو مضاعف کریں گے لقولہ تعالیٰ: مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا [الأنعام: ۱۶۰]) اور جو دنیا کی کھیتی کا طالب ہو (یعنی تدبیر و سعی سے غرض اس کی متاع دنیا ہو اور آخرت کے لئے کچھ سعی نہ کرے حتی کہ ایمان بھی نہ لاوے) تو ہم اس کو کچھ دنیا (اگر چاہیں) دے دیں گے (لقولہ تعالیٰ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ [الأسراء: ۱۸]) اور آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں (کیونکہ وہ مشروط ہے ایمان کے ساتھ اور وہ مفقود ہے پس اس حالت میں طلب کے قابل آخرت ہی ہے نہ کہ دنیا کہ حسب تمنا نصیب نہیں ہوتی اور اس میں پڑ کر آخرت سے بے بہرہ رہ جاتا ہے اور لطیف کے معنی اگر باریک بین کے لئے جاویں تو تقریر یہ ہوگی کہ کامرانی دلیل (رضا نہیں بلکہ اس کی یہ وجہ ہے) کہ حق تعالیٰ اپنے بندوں کے خفیات امور اور دقائق مصالح سے خوب آگاہ ہیں حسب مصلحت جس کو چاہتے ہیں (زیادہ) روزی دے دیتے ہیں (پس اس روزی دینے سے ان کا حق پر ہونا لازم نہیں آتا بلکہ یہ باطل پر ہیں اور بوجہ تمسک بالباطل کے معذب ہوں گے الخ)۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله فی المیزان حکم ہے الخ هكذا فی المدارك ۱۲۔

اللغات: فی القاموس اللطیف البر المحسن الی خلقه بایصال المنافع الیهم برفق ولطف او العالم بخفایا الامور و دقائقها ۱۲۔

النحو: قریب وجه تذکیره اما تقدیر المضاف المذکر فی جانب اسم لعل ای اتیان الساعة او تاویل الساعة بالبعث او کون قریب من باب تامرو لابن ای ذات قرب من الروح ۱۲۔

البلاغة: المیزان العدل وفیه استعارة ۱۲۔ الحرث فی الاصل القاء البذر فی الارض ویطق علی الزرع الحاصل منه ویستعمل فی ثمرات الاعمال بطریقة الاستعارة ۱۲۔

اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْ بِهِ اللّٰهُ ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۱﴾ تَرَى الظّٰلِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا كَسَبُوْا وَهُوَ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ ۚ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ ﴿۲۲﴾ ذٰلِكَ الَّذِيْ يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ؕ وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ﴿۲۳﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۚ فَاِنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يَخْتِمْ عَلٰى قَلْبِكَ ؕ وَيَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۲۴﴾

کیا ان کے کچھ شریک (خدائی) ہیں جنھوں نے ان کے لئے ایسا دین مقرر کر دیا ہے جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی اور اگر (اللہ کی طرف سے) ایک قول فیصل (ٹھہرا ہوا) نہ ہوتا تو (دنیا ہی میں) ان کا فیصلہ ہو چکا ہوتا اور (آخرت میں) ان ظالموں کو ضرور دردناک عذاب ہوگا (اس روز) آپ ان ظالموں کو دیکھیں گے کہ اپنے اعمال (کے وبال) سے ڈر رہے ہوں گے اور وہ (وبال) ان پر ضرور پڑ کر رہے گا اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے وہ بہشتوں کے باغوں میں (داخل) ہوں گے وہ جس چیز کو چاہیں ان کے رب کے پاس ان کو ملے گی یہی بڑا انعام ہے۔ یہی ہے جس کی بشارت اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دے رہا ہے جو ایمان لائے اور اچھے عمل کئے۔ آپ (ان سے) یوں کہئے کہ میں تم سے کچھ مطلب نہیں چاہتا رشتہ داری کی محبت کے اور جو شخص کوئی نیکی کرے گا ہم اس میں اور خوبی زیادہ کر دیں گے۔ بے شک اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا قدردان ہے کیا یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ انہوں نے اللہ پر جھوٹ بہتان باندھ رکھا ہے سو اللہ اگر چاہے تو آپ کے دل پر بند لگا دے اور اللہ تعالیٰ باطل کو مٹایا کرتا ہے اور حق کو اپنے احکام سے ثابت کرتا ہے وہ دلوں کی باتیں جانتا ہے۔

تفسیر ربط: اوپر شَرَعَ لَكُمْ ...... میں دین حق کا مشروع من اللہ ہونا جو توحید وغیرہ امور حقہ کو شامل ہے بیان فرمایا تھا آگے دین باطل اہل شرک و کفر وغیرہ

کا غیر مشروع بالدلیل الصحیح ہونا بیان فرماتے ہیں و نیز اوپر وَالَّذِيْنَ يُحَاجُّوْنَ...... میں منکرین کا مستحق عذاب ہونا اور مؤمنین کا صراحۃً اشفاق اور اشارۃً موعود بالرضا والثواب ہونا اور اس کے بعد مَنْ كَانَ يُرِيْدُ...... میں مؤمنین کا صراحۃً موعود بالثواب المعلوم ہونا اور منکرین مفترین بالدنیا کا ثواب سے محروم ہونا مذکور ہوا تھا آگے بھی اس کی کسی قدر توضیح اور تفصیل ہے اور اس مجموعی مضمون کے درمیان میں اس مضمون اور نیز دوسرے جمیع مضامین وحی کی حقیت کے اثبات کے لئے قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ بطور جملہ معترضہ کے واقع ہے۔

ابطال اختراع فی الدین واکمال بیان عقاب منکرین وثواب مؤمنین: اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا (الی قولہ تعالی) اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ (دین حق کو تو خدا نے مشروع و مقرر فرمایا ہے مگر یہ لوگ جو اس کو نہیں مانتے تو) کیا ان کے (تجویز کئے ہوئے) کچھ شریک (خدائی) ہیں جنہوں نے ان کے لئے ایسا دین مقرر کر دیا ہے جس کی خدا نے اجازت نہیں دی (مقصود استفہام انکاری سے یہ ہے کہ کوئی اس قابل نہیں کہ خدا کے خلاف اس کا مقرر کیا ہوا دین معتبر ہو سکے) اور اگر (خدا کی طرف سے) ایک قول فیصل (ٹھہرا ہوا) نہ ہوتا (وہ یہ کہ اصل عذاب ان پر بعد مرگ ہوگا) تو (دنیا ہی میں) ان کا (عملی) فیصلہ ہو چکا ہوتا اور (آخرت میں) ان ظالموں کو ضرور دردناک عذاب ہوگا) اس (روز) آپ ان ظالموں کو دیکھیں گے کہ اپنے اعمال (کے وبال) سے ڈر رہے ہوں گے اور وہ (وبال) ان پر (ضرور) پڑ کر رہے گا (یہ تو منکرین کا حال ہوگا) اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے (ہوں گے) وہ بہشتوں کے باغوں میں (داخل) ہوں گے (بہشت کو جمع اس لئے لائے کہ بہشت کے مختلف طبقات اور درجات ہیں ہر طبقہ ایک بہشت ہے اور ہر طبقہ میں متعدد باغات ہیں اپنے اپنے رتبہ کے موافق کوئی کہیں ہوگا کوئی کہیں ہوگا) وہ جس چیز کو چاہیں ان کے رب کے پاس ان کو ملے گی یہی بڑا انعام ہے (نہ وہ جو دنیا میں عیش و عشرت موجود ہے) یہی ہے جس کی بشارت اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دے رہا ہے جو ایمان لائے اور اچھے عمل کئے (اور چونکہ کفار پورا مضمون سننے سے پہلے ہی تکذیب کرنے کے خوگر تھے اس لئے اس مضمون بشارت کی تتمیم سے پہلے ہی ایک جملہ معترضہ میں منکرین کی مبادرت الی التکذیب کے روکنے کے لئے ان کو ایک دل گداز مضمون سنانے کا آپ کو حکم فرماتے ہیں یعنی) آپ (ان سے) یوں کہئے کہ میں (تمہارے مخاطبات میں) تم سے اور کچھ مطلب نہیں چاہتا بجز رشتہ داری کی محبت کے (یعنی اتنا چاہتا ہوں کہ میرے تمہارے جو تعلقات رشتہ داری کے ہیں جو کہ تمام قریش میں بلکہ تمام عرب میں پھیلے ہوئے تھے دور یا نزدیک جیسا برادری میں ہوا کرتا ہے ان کے حقوق کا تو خیال رکھو کیا رشتہ داری کا یہی حق ہے کہ ؎ منہ نہ کھولا تھا کہ پر باندھنے صیاد آیا۔ کیا اس کا یہ حق نہیں کہ مجھ سے عداوت میں جلدی نہ کرو بلکہ سادہ دل سے سہولت و اطمینان کے ساتھ میری پوری بات سن لو اور اس کو میزان عقل و دلیل صحیح سے جانچو اور اگر معقول ہو تو قبول کر لو اور کچھ شبہ ہو صاف کر لو اور بفرض محال باطل ہو تو مجھ کو سمجھا دو راہ پر لے آؤ غرض جو بات ہو خیر خواہی سے ہو یہ نہیں کہ فوراً ہی بھڑک اٹھو بلکہ سمجھ جانے پر بھی خلاف سے باز نہ آؤ اور اس سے یہ نہ سمجھا جاوے کہ الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى کے بعد ایمان مطلوب نہیں اصل یہ ہے کہ یہ ایمان ہی کا تدریج ولطافت کے ساتھ طریقہ موصلہ بتلایا ہے) اور (آگے تتمہ آتا ہے بشارت مذکورہ کا یعنی) جو شخص کوئی نیکی کرے گا ہم اس (نیکی) میں اور خوبی زیادہ کر دیں گے (یعنی اس خوبی کا مقتضائی نفسہ جس قدر ثواب ہے ہم اس سے زیادہ ثواب دیں گے) بیشک اللہ (مطیعین کے گناہوں کا) بڑا بخشنے والا (اور ان کی نیکیوں کا) بڑا قدر دان (اور ثواب عطا کرنے والا) ہے۔

ربط: اوپر شروع سورت میں منجملہ مضامین ثلثہ کے وحی و رسالت کی حقانیت مذکور ہوئی تھی پھر شرع لکم میں توحید کے ساتھ اس کی بھی تائید ہوئی تھی پھر انزل الکتب میں ضمناً پھر اس طرف تلویح تھی آگے پھر اس کی طرف عود ہے۔

عود بتحقیق رسالت: اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا (الی قولہ تعالی) اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ کیا یہ لوگ (آپ کی نسبت نعوذ باللہ) یوں کہتے ہیں کہ انہوں نے خدا پر جھوٹ بہتان باندھ رکھا ہے (کہ نبوت اور وحی کا خلاف واقع دعویٰ کیا ہے) سو (ان کا یہ قول خود افتراء ہے جس کی تقریر یہ ہے۔ مقدمہ اوّل کسی کے ہاتھ پر خارق کا صدور یا عدم صدور فی نفسہ دونوں امکان اور دخول تحت القدرۃ الالٰہیہ میں بداہۃً مساوی ہیں۔ مقدمہ دوم خلق کو التباس سے بچانے کے لئے عادت الٰہیہ دائمہ ثابت بالعقل یہ ہے کہ نبوت کے مدعی صادق کے ہاتھ پر صدور خوارق کو ترجیح دی جاتی ہے اور کاذب کے ہاتھ پر عدم صدور کو ترجیح دی جاتی ہے پس کذب مستلزم عدم صدور کو ہے۔ مقدمہ سوم انتفائے لازم دلیل ہے انتفائے ملزوم کی۔ مقدمہ چہارم آپ کی زبان فیض ترجمان سے کلام خارق معجز نظام کا صدور ہو رہا ہے تو لازم منتفی ہوا پس ملزوم یعنی کذب بھی منتفی ہوا اور اس سے آپ کا صدق اور ان لوگوں کا کذب ثابت ہو گیا وھو المطلوب چنانچہ ارشاد ہے کہ) خدا (کو یہ قدرت حاصل ہے کہ) اگر (وہ) چاہے تو آپ کے دل پر بند لگا دے (اور یہ کلام آپ کے قلب میں نہ حادث ہو نہ باقی رہے بلکہ سلب ہو جائے اور آپ بالکل بھول جاویں کقولہ تعالیٰ: وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ [الأسراء: ٨٦] اور اس صورت میں ظاہر ہے کہ زبان سے صدور ہو ہی نہیں سکتا۔ حاصل یہ کہ خدا کو قدرت پہلے بھی حاصل تھی اور اب بھی حاصل ہے کہ اس خارق کا صدور نہ ہونے دیں بحکم مقدمہ اول) اور اللہ تعالیٰ (کی یہ عادت ہے کہ وہ نبوت کے) باطل (دعوے) کو مٹایا کرتا ہے (چلنے نہیں دیتا یعنی اس کے ہاتھ سے صدور خوارق نہیں ہوتا) اور (نبوت کے) حق (دعویٰ) کو اپنے

(احکام تنزیلیہ یا تکوینیہ) سے ثابت (اور غالب) کیا کرتا ہے (بحکم مقدمہ دوم اور مقدمہ سوم بدیہی اور چہارم مشاہد ہے پس آپ صادق اور وہ کاذب ہیں اور چونکہ) وہ (یعنی اللہ تعالیٰ) دلوں (تک) کی باتیں جانتا ہے (چہ جائیکہ زبان کے اقوال اور جوارح کے افعال پس اللہ تعالیٰ کو ان لوگوں کے عقائد و اقوال واعمال سب کی اطلاع ہے ان سب پر خوب سزا دے گا)۔ ف: احکام تکوینیہ سے مراد عادت ہے اور احکام تنزیلیہ سے مراد ایسے ہی مضمون کی آیتیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ باطل مٹتا ہے اور حق ثابت رہتا ہے کھذہ الآیۃ و کقولہ تعالٰی: وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ..... [الحاقۃ: ٤٤] اور پہلی تفسیر پر جمع لانا یا باعتبار معنی جنسی کے ہے یا یہ کہ یہ عادت مجموعہ عادات متعددہ کا ہے مثلاً ایک یہ کہ صادق کے ہاتھ پر صدور خوارق کا ہوا ایک یہ کہ کاذب کے ہاتھ پر نہ ہو پھر دونوں کا وقوع بار ہا ہو چکا پس تعدد ظاہر ہو گیا۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا..... اس میں شرک وبدعت کا ابطال ہے۔ قولہ تعالیٰ: قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى روح میں ابن جبیر اور سدی اور عمرو بن شعیب سے یہ تفسیر منقول ہے کہ میں تم سے صرف یہ درخواست کرتا ہوں کہ میرے اہل بیت اور اہل قرابت سے محبت کرو اھ تو اس میں دلالت ہوئی اس پر منجملہ حقوق شیخ کے اس کے خاندان اور اقارب سے محبت کرنا بھی ہے اور جب شیخ سے محبت ہوگی عادۃً لازم ہے کہ اس کے اقارب سے بھی ہوگی ترمذی کی حدیث مرفوع اس کی مؤید ہے۔ احبوا اھل بیتی لحبی۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ **قولہ** فی مما کسبوا وبال اشارۃ الی تقدیر المضاف ای من وبال ما کسبوا ۱۲۔ ۲؎ **قولہ** فی روضٰت الجنٰت بہشتوں کے باغوں اشارۃ الی حمل الروضات علی المعنی اللغوی والجنات علی المعنی الشرعی فلا یحتاج الی تکلف ما فی الاضافۃ ۱۲۔ ۳؎ **قولہ** فی اجراء مطلب اشارۃ الی ان اجراء بمعنی مطلق النفع لا النفع المالی بخصوصہ ویصح الاستثناء متصلاً ان ارید بالنفع ما یعم صورتہ ومنفصلاً ان ارید بہ حقیقۃ فافھم ۱۲۔

الروایات: فی الدر عن الشیخین وغیرھما عن ابن عباسؓ قال ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن بطن من قریش الا کان لہ فیھم قرابۃ فقال الا ان تصلوا ما بینی وبینکم من القرابۃ ۱۵ ۱۲۔ قولہ تعالٰی فان یشاء اللہ یختم فی الدر المنثور عن قتادۃ قال ان یشاء اللہ انساک ما قد آتاک آہ ۱۲۔

النحو: ویمح مستانف لا معطوف علی یختم واسقاط الواو من الکتابۃ اتباع للرسم کما فی قولہ تعالٰی ویدع الانسان بالشر دعائہ بالخیر ۱۲۔

وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَعْفُوْا عَنِ السَّيِّاٰتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۲۵﴾ وَيَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۭ وَالْكٰفِرُوْنَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ﴿۲۶﴾ وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ۭ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۲۷﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ ۭ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۲۸﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيْهِمَا مِنْ دَاۗبَّةٍ ۭ وَهُوَ عَلٰي جَمْعِهِمْ اِذَا يَشَاۗءُ قَدِيْرٌ ﴿۲۹﴾ ع وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ﴿۳۰﴾ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ښ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۳۱﴾ وَمِنْ اٰيٰتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ﴿۳۲﴾ اِنْ يَّشَاْ يُسْكِنِ الرِّيْحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰي ظَهْرِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ﴿۳۳﴾ اَوْ يُوْبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوْا وَيَعْفُ عَنْ كَثِيْرٍ ﴿۳۴﴾ وَّيَعْلَمَ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا ۭ مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ﴿۳۵﴾

اور ایسا (الرحیم) ہے کہ اپنے بندوں کو توبہ قبول کرتا ہے اور وہ تمام گناہ (گزشتہ) معاف کر دیتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اس (سب) کا جانتا ہے اور ان لوگوں کی عبادت

قبول کرتا ہے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے اور ان کو اپنے فضل سے اور زیادہ (ثواب) دیتا ہے اور جو لوگ کفر کر رہے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے سب پر بندوں کے لئے روزی فراخ کر دیتا تو وہ دنیا میں شرارت کرنے لگتے لیکن جتنا رزق چاہتا ہے انداز مناسب (ہر ایک کے لئے) اتارتا ہے وہ اپنے بندوں (کے مصالح) کو جاننے والا اور ان کا حال دیکھنے والا ہے اور وہ ایسا ہے جو لوگوں کے نا اُمید ہو جانے کے بعد منہ برساتا ہے اور اپنی رحمت پھیلاتا ہے اور (سب کا) کارساز قابل حمد ہے اور منجملہ اس (قدرت) کی نشانیوں کے پیدا کرتا ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور ان جانداروں کا جو اس نے آسمانوں اور زمین پر پھیلا رکھے ہیں اور وہ ان (خلائق) کے جمع کر لینے پر بھی جب ہو (جمع کرنا چاہے) قادر ہے اور تم (اے گنہگارو) جو کچھ مصیبت پہنچتی ہے تو وہ تمہارے ہی ہاتھوں کے کئے ہوئے کاموں سے (پہنچتی ہے) اور بہت سے تو درگزر ہی کر دیتا ہے تم زمین میں پناہ لے کر اس کو ہرا نہیں سکتے اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی بھی حامی و مددگار نہیں اور منجملہ ان نشانیوں کے جہاز ہیں سمندر میں ایسے اونچے جیسے پہاڑ اگر وہ چاہے ہوا کو ٹھہرا دے تو وہ (بادبانی جہاز) سمندر کی سطح پر کھڑے کے کھڑے رہ جائیں بے شک اس میں نشانیاں ہیں صابر شاکر (یعنی مؤمن) کے لئے یا ان جہازوں کو ان کے اعمال (بدکفر وغیرہ) کے سبب تباہ کر دے اور (ان میں) بہت سے آدمیوں سے درگزر کر جائے اور اس تباہی کے وقت ان لوگوں کو جو ہماری آیتوں میں جھگڑے نکالتے ہیں معلوم ہو جائے کہ (اب) ان کا کہیں بچاؤ نہیں۔

تفسیر ربط: اوپر کئی جگہ کہیں ضمناً کہیں قصداً منکرین پر تشنیع و تقریع کی گئی ہے چونکہ مقصود اس تقریع سے یہی ہے کہ کفر و شرک سے توبہ کر لیں اور ایمان لے آویں اس لئے آگے توبہ کی برکت اور ایمان کی فضیلت مذکور ہے اور ختم پر ان لوگوں کے لئے وعید بھی فرما دی جو توبہ نہ کریں کفر و شرک پر مصر رہیں۔

ابشار تائبین و انذار مصرین: وَهُوَ الَّذِيْ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ (الی قولہ تعالی) وَالْكٰفِرُوْنَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۞ اور وہ ایسا (رحیم) ہے کہ اپنے بندوں کی توبہ (بشرائطہا) قبول کرتا ہے (پس اگر کوئی کافر کفر سے توبہ کر لے اور اسلام لے آوے تو ہم اس کا ایمان قبول کر لیں گے) اور وہ (اس توبہ کی برکت سے) تمام گناہ (گزشتہ) معاف فرما دیتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو وہ اس (سب) کو جانتا ہے (پس اس کو یہ بھی خبر ہے کہ توبہ خالص کی ہے یا غیر خالص کی ہے تو تم کو خالص توبہ کرنی چاہئے) اور (جب کفر سے توبہ کر کے مسلمان ہو گیا تو اس کی عبادتیں جو پہلے مقبول نہ ہوتی تھیں اب مقبول ہونے لگیں گی کیونکہ اللہ تعالیٰ) ان لوگوں کی عبادت[1] (بشرط عدم ریاء) قبول کرتا ہے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے (وہ عبادتیں یہی نیک عمل ہیں قبول کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کو ثواب دیتا ہے) اور (علاوہ اس ثواب کے جو بدلیل شرعی فی نفسہ مقتضا اس عمل کا ہے) ان کو اپنے فضل سے اور زیادہ (ثواب) دیتا ہے (یہ تو ایمان والوں کے لئے ہوا) اور جو لوگ کفر (پر اصرار) کر رہے ہیں (اور ایمان نہیں لائے) ان کے لئے سخت عذاب (مقرر) ہے۔ ربط: اوپر شروع سورت میں توحید کا مضمون تھا پھر آیات متعددہ میں اس کی تاکید اور اس کی دلیل کی تائید تھی آگے اپنے صفات و افعال کے بیان سے پھر اسی کی زیادہ تفصیل ہے۔

تفصیل بعضے از افعال و صفات دالہ علی التوحید: وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ (الی قولہ تعالی) مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ۞ اور (اللہ تعالیٰ کی صفت حکمت کے آثار میں سے یہ ہے کہ اس نے سب آدمیوں کو زیادہ مال نہیں دیا کیونکہ) اگر اللہ تعالیٰ اپنے سب بندوں کے لئے (حالت موجودہ میں جیسے کہ عام طور پر ان کے طبائع ہیں) روزی فراخ کر دیتا تو وہ دُنیا میں (بالعموم) شرارت کرنے لگتے (کیونکہ عام طبائع کے اعتبار سے زیادہ وجہ دبے رہنے کی احتیاج ہے اغنیاء[1] کو فقراء سے کام میں مدد لینے کی احتیاج اسی لئے جب مزدور اتفاق کر لیتے ہیں تو آخر بڑے بڑے کارخانہ والوں کو ان سے مغلوب ہونا پڑتا ہے۔ اور فقراء کو اغنیاء سے پیسہ لینے کی احتیاج اور ظاہر ہے کہ اگر غناء عام ہو جاوے تو مال کی احتیاج تو کسی کو کسی سے باقی نہ رہے اور کام کسی کا کوئی کرے نہیں تو جانبین سے احتیاج جاتی رہے پھر کون کسی سے دبے اور اغراض میں اشتراک پھر بھی اس لئے باقی رہے کہ ہر چیز ہر ایک کے پاس نہیں ہوا کرتی اور رغبت ہر چیز میں محتمل ہے مثلاً اس حالت میں کسی کا گھوڑا کسی کو پسند آ گیا کسی کی عورت کسی کو پسند آ گئی اور وہ ایک ہی ہے اور طالب دو ہیں ضرور ان میں تزاحم ہوگا ایک دوسرے سے غصب پر آمادہ ہوگا اور بوجہ عدم فقر کے کوئی کسی کی اعانت و حفاظت نہ کرے گا وہ خود ہی آپس میں لڑیں مریں گے اسی طرح ہر شخص کے پاس بلزوم عادی کوئی نہ کوئی چیز ایسی ضرور ہوگی جس میں دوسرے کو رغبت ہو اور یہی قصہ ہر ہر شخص میں پیدا ہوگا تو بغی کا عام ہونا ظاہر ہے اور یہ علت بسط عام کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ اگر فقر عام ہو جاوے تو چونکہ کسی کے پاس کوئی چیز نہ ہوگی اس لئے دوسرے کی رغبت کا احتمال ہی نہیں جو علت تھی بغی کی اور اگر شاذ و نادر کوئی چیز کسی کے پاس دوسرے کی رغبت کے لائق ہوئی بھی تو بہت کم ہوگی پس بغی بھی کم ہوگا بہر حال یا تو نفس بغی نہ ہوگا گو دوسری مضرتیں لاحق ہو جاویں مثلاً سب بجائے خود ہلاک ہو جاویں اور یہی حکمت ہے فقر کے عام نہ ہونے میں لیکن جس ضرر کا یہاں بیان ہے وہ مخصوص ہے بسط عام کے ساتھ اور ہر چند کہ انجام بغی عام کا بھی ہلاکت ہی معلوم ہوتا ہے لیکن مر جانا مارے جانے سے اسلم ہے اس لئے یہ ضرر اس ضرر سے اشد ہے اور عجب نہیں کہ اسی واسطے یہاں بسط عام نہ ہونے کی حکمت بالخصوص بیان فرمائی گئی ہو اور فقر عام نہ ہونے کی حکمت سے تعرض نہ کیا گیا ہو غرض مضرت مذکورہ بالا کی وجہ سے غناء کو عام نہیں کیا) لیکن (یہ بھی نہیں کیا کہ بالکل ہی کسی کو کچھ نہ دیا ہو بلکہ) جتنا رزق چاہتا ہے انداز (مناسب) سے (ہر ایک کے لئے) اتارتا ہے (کیونکہ) وہ اپنے بندوں (کے مصالح) کو جاننے والا (اور ان کا حال) دیکھنے

والا ہے (اس سے علاوہ حکیم ہونے کے خبیر بصیر دو صفتیں اور ثابت ہوئیں) اور وہ ایسا (رحیم) ہے جو (بسا اوقات) لوگوں کے ناامید ہو جانے کے بعد مینہ برساتا ہے اور اپنی رحمت (کے آثار عالم میں) پھیلاتا ہے (مراد آثار سے نباتات اور ثمرات ہیں) اور وہ (سب کا) کارساز (اور اس کارسازی پر) قابل حمد (وثنا) ہے (پس اوپر کی تین صفات کے ساتھ تین صفتیں اور ثابت ہوئیں۔ رحیم۔ ولی۔ حمید) اور منجملہ اس کی (قدرت کی) نشانیوں کے پیدا کرنا ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور ان جانداروں کا جو اس نے زمین و آسمان میں پھیلا رکھے ہیں (اس سے اوپر کی چھ صفات کے ساتھ خالق ہونا بھی ثابت ہوا) اور وہ (قیامت کے دن دوبارہ زندہ کر کے) ان (خلائق) کے جمع کر لینے پر بھی جب وہ (جمع کرنا) چاہے قادر ہے (اس سے اوپر کی سات صفات کے ساتھ قدیر ہونا بھی ثابت ہوا) اور (وہ منتقم اور منتقم کے ساتھ صاحب عفو بھی ہے چنانچہ) تم کو (اے گناہ گارو) جو کچھ مصیبت (حقیقۃً) پہنچتی ہے تو وہ تمہارے ہی ہاتھوں کے کئے ہوئے کاموں سے (پہنچتی ہے اور پھر بھی ہر گناہ پر نہیں بلکہ بعض بعض گناہوں پر) اور بہت (سے گناہوں) سے تو درگزر ہی کر دیتا ہے (خواہ دونوں جہان میں یا صرف دنیا میں) اور (اگر وہ سب پر مواخذہ کرنے لگے تو) تم زمین (کے کسی حصہ) میں (پناہ لے کر اس کو) ہرا نہیں سکتے اور (ایسے وقت میں) خدا کے سوا تمہارا کوئی حامی مددگار نہیں (ہو سکتا اس سے اوپر کی آٹھ صفات کے ساتھ منتقم اور عفو اور عزیز ہونا بھی ثابت ہوا) اور منجملہ اس کی (قدرت کی) نشانیوں کے جہاز ہیں سمندر میں (ایسے اونچے) جیسے پہاڑ (مراد یہ کہ ان کا سمندر میں چلنا دلیل ہے حق تعالیٰ کی صنع عجیب کی ورنہ) اگر وہ چاہے تو ہوا کو ٹھہرا دے تو وہ (ہوائی جہاز) سمندر کی سطح پر کھڑے کے کھڑے رہ جائیں (یہ اسی کا کام ہے کہ ہوا کو چلاتا ہے اور اس سے وہ جہاز چلتے ہیں) بے شک اس میں (قدرت پر دلالت کرنے والی) نشانیاں ہیں ہر صابر شاکر (یعنی مؤمن) کے لئے (تقریر اس کی سورۂ لقمان کے اخیر رکوع کے اس قسم کے جملہ کی تفسیر میں گزر چکی غرض اگر وہ چاہے ہوا کو ساکن کر کے جہازوں کو کھڑا کر دے) یا (اگر وہ چاہے تو زور کی ہوا چلا کر) ان جہازوں (کے سواروں) کو ان کے اعمال (بد کفر وغیرہ) کے سبب تباہ کر دے (کقولہ تعالیٰ فی یٰسٓ: وَاِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ) اور (ان میں) بہت سے آدمیوں سے درگزر کر جاوے (یعنی اس وقت غرق نہ ہوں گو آخرت میں سزا یاب ہوں) اور (اس تباہی کے وقت) ان لوگوں کو جو کہ ہماری آیتوں میں جھگڑے نکالتے ہیں معلوم ہو جاوے کہ (اب) ان کے لئے کہیں بچاؤ (کی صورت) نہیں (کیونکہ شرکاء مزعومہ کو ایسے وقت وہ بھی عاجز جانتے تھے پس اس سے اوپر کی گیارہ صفات کے ساتھ افعال و اشیاء میں متصرف مستقل ہونا بھی ثابت ہو گیا)۔

ف: آیت: لَوْ بَسَطَ ...... کی تقریر میں حالت موجودہ کی قید اس لئے لگائی کہ اگر اللہ تعالیٰ طبائع کو بدل دیں تو پھر بغی مرتب نہ ہو جیسا جنت میں طبائع سلیم ہوں گے یا زمان برکت اقتران مہدی علیہ السلام کے بارہ میں حدیث میں آیا ہے کہ کوئی کسی کا صدقہ قبول نہ کرے گا اور اس کے بعد ایک قید اور لگائی ہے یعنی عام طور پر وہ اس لئے کہ عباد سے مراد عوام عباد ہیں نہ کہ خواص و مقبولین مثل انبیاء و اکثر اولیاء کے کہ وہاں بغی سے ایک امر مانع موجود ہے اور گو بسط مقتضی ہو مگر محض مقتضی کا وجود بدوں رفع مانع ترتب مقتضا کے لئے کافی نہیں۔ اور: یُنَزِّلُ الْغَیْثَ میں بسا اوقات اس لئے کہا کہ بسا اوقات قبل قنوط بھی بارش ہوتی ہے اور بعض اوقات قنوط کے بعد بھی نہیں ہوتی اور کلام میں کوئی قرینہ کلیت پر دال نہیں۔ اور بَثَّ فِیْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍ میں اگر دابہ مجازاً بمعنی مطلق ذی روح لیا جاوے تب آسمان پر ملائکہ ذی روح کا ہونا ظاہر ہے اور اگر دابہ سے مراد خاص جانور لیا جاوے تو اس صورت میں دو توجیہیں ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ فیہما کے معنی فی مجموعہما ہوں اور اس کے تحقق کے لئے وجود فی الارض کافی ہے وجود فی السمٰوات کی ضرورت نہیں اور یا یوں کہا جاوے کہ آسمان پر بھی جانور ہیں جیسا حدیثوں سے جنت میں جو کہ سمٰوات کی طرف ہیں اور فی الحال موجود ہیں یاقوتی گھوڑوں کا اور پرندوں کا ہونا ثابت ہے رواہ الترمذی پس سمٰوات سے مراد مطلق عالم علوی ہوگا اور دابہ کے معنی میں جو دبیب علی الارض ماخوذ ہے اس ارض سے مراد مطلق مستقر ہوگا کما فی قولہ تعالیٰ: وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ [الزمر: ۷۴] اور وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِیْبَةٍ میں جو مخاطب میں تخصیص کی اور پھر حقیقۃً کی قید لگائی اس سے مقصود ایک سوال کے دو جواب دینا ہیں۔ سوال یہ ہے کہ لفظ ما کے عموم سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ ہر مصیبت ذنوب ہی سے آتی ہے حالانکہ انبیاء علیہم السلام پر بڑی بڑی بلائیں آئی ہیں اور ان کا ذنوب سے پاک ہونا معلوم ہے۔ اول جواب یہ ہے کہ یہاں خطاب عام نہیں بلکہ صرف اہلِ ذنوب مخاطب ہیں دوسرا جواب یہ ہے کہ انبیاء پر جو بلائیں آئیں وہ گو صورتاً مصیبت ہیں مگر معنیً و حقیقتاً مصیبت نہیں بلکہ وہ نعمتیں ہیں کہ وہ ان سے پریشان نہیں ہوتے بلکہ وہ اپنے علوم و احوال و مدارج قرب میں اس سے ترقی کا مشاہدہ کر کے اس پر راضی رہتے ہیں۔ اور یَظْلَلْنَ کے ترجمہ میں ہوائی کی قید اس لئے لگائی کہ یہاں ذکر ان ہی جہازوں کا ہے اس زمانہ میں وہی تھے۔ اور کسی کو دخانی جہازوں کے ہوا کا محتاج نہ ہونے سے ان کے استغناء عن الصنعۃ الالٰہیہ کا شبہ نہ ہو کیونکہ وہاں اگر ہوا کے واسطے سے احتیاج نہ ہو تو دخان و بخار کے واسطہ سے احتیاج ہے کیونکہ دخان و بخار بھی مسخر قدرت ہیں اگر ریح کے مفہوم کو عام کر لیا جاوے کیونکہ بخار میں اجزاء مائیہ کے ساتھ اجزاء ہوائیہ بھی ہوتے ہیں اور اسی طرح اسکان کو بخارات کے صعود نہ کرنے کے لئے عام کر لیا جاوے تو دخانی جہازوں کے احتیاج کا واسطہ بھی ریح ہو جاوے گی۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِی الْاَرْضِ اسی طرح بسط باطنی بھی بعض کے لئے مضر ہوتا ہے تو اس کے نہ ہونے سے

مغموم نہ ہو۔ قولہ تعالیٰ: وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ اسی طرح مصیبت باطنی بھی مثل قبض کے کبھی گناہ کی سبب ہوتی ہے اور روح میں ہے کہ یہ اہل ذنوب کی ہے اور غیر اہل ذنوب پر مصیبت رفع درجات کیلئے یا کسی اور حکمت کے لئے بھی آتی ہے اھ اسی طرح قبض بھی بعض مصالح باطنیہ کیلئے ہوتا ہے۔

الحواشی: (۱) یہ مع اپنے مابعد کے یعنی قولہ اور فقراء کوالخ کی تفصیل ہے لفظ احتیاج کی جو او پر اس قول میں مذکور ہے وجہ (دبے رہنے کی احتیاج ہے ۱۲ منہ۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله فی یستجیب عبادت کما فی الروح یجوز ان یکون المراد یثیبهم علی طاعتهم فان الطاعة لكونها طلب ما یترتب علیها من الثواب شابهت الدعاء وشابهت الاثابة علیها الاجابة ومن هذا یسمی الثناء دعاءً آه ۱۲۔ ۲ قوله فی رحمته آثار اشارة الی تقدیر المضاف ۱۲۔ ۳ قوله فی جمعهم خلائق اشارة الی ان المرجع لیس اهل السمٰوات والارض جمیعا بل هو مطلق الخلق المتحقق فی ضمن المقید الخاص ای اهل الارض وضمیر العقلاء للتغلیب لان المقصود الاهم بالجمع هم العقلاء ۱۲۔ ۴ قوله فی یوبقهن سواروں اشارة الی تقدیر المضاف ای اهلهن ۱۲۔ ۵ قوله فی ویعلم الذین ان لوگوں کو معلوم ہو جاوے اشارة الی ان الموصول فاعل یعلم وهو احسن التوجیهات رجحه فی الروح وغیرها ۱۲۔

اختلاف القراءۃ: فی قراء ة یعلم الذین بالرفع عطف علی المضمون السابق ای ویعلم المجادلون حینئذ الخ ۱۲۔

اللغات: الغیث هو المطر النافع المغیث الجوار جمع جاریة یوبق یهلك ۱۲۔

النحو: قوله اذا یشاء متعلق بجمعهم لان القدرة لا یتقید بالمشیة۔ قوله ویعلم عطف علی المجزوم کما فی قوله تعالٰی ولما یعلم الله الذین جاهدوا منکم ویعلم الصابرین ۱۲۔

فَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝۳۶ وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ۝۳۷ وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۠ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ۠ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝۳۸ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ۝۳۹ وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۝۴۰ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ۝۴۱ ۭ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۴۲ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝۴۳ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْ بَعْدِهٖ ۭ وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ ۝۴۴ وَتَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا خٰشِعِيْنَ مِنَ الذُّلِّ يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ ۭ وَقَالَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اَلَآ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ ۝۴۵ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَآءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ ۝۴۶ ۭ

سو جو کچھ تم کو یاد دلایا گیا ہے وہ محض (چند روزہ) دینوی زندگی کے برتنے کے لئے ہے اور (اجر و ثواب آخرت میں) جو اللہ کے یہاں ہے وہ بدر جہا اس سے بہتر ہے اور زیادہ پائیدار وہ ان لوگوں کے لئے ہے جو ایمان لے آئے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں اور جو کبیرہ گناہوں سے اور (ان میں) بے حیائی کی باتوں سے بچتے ہیں اور جب ان کو غصہ آتا ہے تو معاف کر دیتے ہیں اور جن لوگوں نے کہ اپنے رب کا حکم مانا اور وہ نماز کے پابند ہیں اور ان کا ہر کام (جن میں بالیقین نص نہ ہو) آپس کے مشورہ سے ہوتا ہے اور جو کچھ ان کو دیا ہے اس میں خرچ کرتے ہیں اور جو ایسے ہیں کہ جب ان پر ظلم واقع ہوتا ہے تو وہ برابر کا بدلہ لیتے ہیں اور برائی کا بدلہ برائی ہے ویسی ہی پھر (بعد اجازت انتقام کے) جو شخص معاف کرے اور اصلاح کرے تو اسی کا ثواب اللہ کے ذمہ ہے واقعی اللہ تعالیٰ ظالموں کو پسند نہیں کرتا اور جو اپنے اوپر ظلم ہو چکنے کے بعد

برابر کا بدلہ لے لے سوایسے لوگوں پر کوئی الزام نہیں الزام صرف ان لوگوں پر ہے جوظلم کرتے ہیں لوگوں پر اور ناحق دنیا میں سرکشی (اور تکبر) کرتے ہیں ایسوں کے لئے دردناک عذاب (مقرر) ہے اور جو شخص صبر کرے اور معاف کر دے یہ البتہ بڑی ہمت کے کاموں سے ہے۔ وقت کہ ان کو عذاب کا معائنہ ہوگا۔ کہتے ہوں گے کیا (دنیا میں) واپس جانے کی کوئی صورت ہے؟ اور (نیز) ان کو اس حالت میں دیکھیں گے کہ وہ دوزخ کے روبرو لائے جائیں گے مارے ذلت کے جھکے ہوئے ہوں گے پست نگاہ سے دیکھتے ہوں گے اور (اس وقت) ایمان والے کہیں گے کہ پورے خسارہ والے وہ لوگ ہیں جو اپنی جانوں سے اور اپنے متعلقین سے (آج) قیامت کے روز خسارہ میں پڑے۔ یاد رکھو کہ ظالم (یعنی مشرک وکافر) لوگ عذاب (دائمی) میں رہیں گے اور (وہاں) ان کے کوئی مددگار نہ ہوں گے جو اللہ سے الگ (ہوکر) ان کی مدد کریں اور جس کو اللہ گمراہ کر دے اس کی نجات کے لئے کوئی راستہ ہی نہیں۔

تفسیر ربط: اوپر مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ...... میں اغترار بالدنیا کی مذمت اور طلب آخرت کی ترغیب فرمائی تھی آگے مذمت مذکورہ کی تاکید کے لئے دنیا کی تحقیر اور ترغیب مذکور کی تاکید کے لئے آخرت کی خیریت اور اعمال فاضلہ کے ذکر سے اس کی طلب کا طریق ارشاد فرماتے ہیں ونیز اوپر وَلَوْ بَسَطَ میں تقلیل رزق کی حکمت اور منفعت اور مَاۤ اَصَابَكُمْ اور يَعْلَمَ الَّذِيْنَ میں ذنوب کی شامت او مضرت کا بیان ہوا تھا آگے دنیا کا متاع فانی ہونا کہ معادل تقلیل کے ہے اور اعمال وطاعات کی فضیلت اور برکت کہ مقابل شامت ذنوب کے ہے بیان فرمانا نہایت ہی مناسب ہوا۔

خساست دُنیا و نفاست عقبیٰ وطریق حصولش از اعمالِ حسنیٰ: فَمَاۤ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (الی قولہ تعالیٰ) اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ (اور تم او پر سن چکے ہو کہ طالب دنیا کی دنیوی تمنا پوری نہیں ہوتی اور آخرت سے محروم رہتا ہے اور طالب آخرت کو ترقی ہوتی ہے ونیز سن چکے ہو کہ زیادہ دنیا کا انجام اچھا نہیں اکثر اس سے اعمال مضرہ پیدا ہوتے ہیں) سو (اس سے ثابت ہوا کہ مطلوب بنانے کے قابل دنیا نہیں بلکہ آخرت ہے اور باقی دنیا کی چیزوں میں سے) جو کچھ تم کو دیا دلایا گیا ہے وہ محض (چند روزہ) دنیوی زندگی کے برتنے کے لئے (کہ خاتمہ عمر کے ساتھ اس کا بھی خاتمہ ہو جاوے گا) اور جو (اجر وثواب آخرت میں) اللہ کے ہاں ہے وہ بدر جہا اس سے (کیفیۃً بھی) بہتر ہے اور (کمیۃً بھی) زیادہ پائیدار (یعنی ہمیشہ کا رہنے والا پس دنیا کی طلب چھوڑ کر آخرت کی طلب کرو مگر اس کے مطلق حصول کے لئے اعظم طاعات یعنی ایمان کا اختیار کرنا اور اعظم ذنوب یعنی کفر کا ترک کرنا شرط ضروری ہے اور اس کے حصول اولیٰ کے لئے جمیع طاعات ضروریہ کا اختیار کرنا اور تمام ذنوب کا چھوڑنا شرط غالبی ہے اور نوافل طاعات کا اختیار کرنا اور مباحات غیر اولیٰ کا ترک کرنا اولیت کے ساتھ اولویت واقربیت کا بھی سبب ہے چنانچہ) وہ (ثواب مذکور بالتفصیل المزبور) ان لوگوں کے لئے ہے جو ایمان لے آئے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں اور جو کہ کبیرہ گناہوں سے اور (ان میں) بے حیائی کی باتوں سے (بالخصوص زیادہ) بچتے ہیں اور جب ان کو غصہ آتا ہے تو معاف کر دیتے ہیں اور جن لوگوں نے کہ اپنے رب کا حکم مانا اور وہ نماز کے پابند ہیں اور ان کا ہر (مہتم بالشان) کام (جس میں بالتعیین نص نہ ہو) آپس کے مشورہ سے ہوتا ہے اور ہم نے جو کچھ ان کو دیا ہے وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں اور جو ایسے (منصف) ہیں کہ جب ان پر (کسی کی طرف سے کچھ) ظلم واقع ہوتا ہے تو وہ (اگر بدلہ لیتے ہیں تو) برابر کا بدلہ لیتے ہیں (زیادتی نہیں کرتے اور یہ مطلب نہیں کہ معاف نہیں کرتے) اور (برابر کا بدلہ لینے کے لئے ہم نے یہ اجازت دے رکھی ہے) برائی کا بدلہ برائی ہے ویسی ہی (بشرطیکہ وہ فعل فی نفسہ معصیت نہ ہو) پھر (بعد اجازت انتقام کے) جو شخص معاف کر دے اور (باہمی معاملہ کی) اصلاح کر لے (جس سے عداوت جاتی رہے اور دوستی ہو جاوے کہ یہ معافی سے بھی بڑھ کر ہے) تو اس کا ثواب (حسب وعدہ) اللہ کے ذمہ ہے (اور جو بدلہ لینے میں زیادتی کرنے لگے تو یہ سن رکھے کہ) واقعی اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا اور جو (زیادتی نہ کرے بلکہ) اپنے اوپر ظلم ہو چکنے کے بعد برابر کا بدلہ لے لے سوایسے لوگوں پر کوئی الزام نہیں الزام صرف ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں (خواہ ابتداءً یا انتقام کے وقت) اور ناحق دُنیا میں سرکشی (اور تکبر) کرتے (پھرتے) ہیں (اور یہی کبر سبب ظلم کا ہو جاتا) ہے اور ناحق قید واقعی ہے کیونکہ تکبر کرنے کا حق کسی کو بھی حاصل نہیں آگے اس الزام کا بیان ہے کہ) ایسوں کے لئے دردناک عذاب (مقرر) ہے اور جو شخص دوسرے کے ظلم پر) صبر کرے اور معاف کر دے یہ البتہ بڑے ہمت کے کاموں میں سے ہے (یعنی ایسا کرنا بہتر ہے اور اولوا العزمی ہے)۔

ف: اس میں مختلف اعمال مذکور ہوئے ہیں۔ عقائد وفرائض وغیر فرائض اور سب پر ثواب باختلاف درجات ثواب مرتب ہے جیسا خود تقریر ترجمہ میں مذکور ہوا ہے اور شوریٰ میں مہتم بالشان کی قید اسلئے ہے کہ معمولی کاموں میں مشورہ منقول نہیں جیسے دو وقت کا کھانا کھانا وغیرہ اور نص نہ ہونے کی قید اسلئے کہ منصوصات متعینہ میں بھی مشورہ نہیں جیسے یہ مشورہ کہ پانچ وقت کی نماز پڑھا کروں یا نہ پڑھا کروں اور انتقام میں یہ قید کہ فی نفسہ معصیت نہ ہو اس لئے ہے کہ ایسے امور میں انتصار بالمثل الصوری جائز نہیں مثلاً کسی نے اس سے حرام شہوت رانی کی تو اس سے حرام شہوت رانی جائز نہ ہوگی۔ اور يَنْتَصِرُوْنَ ۝ میں تو مختصرین کی من حیث الانصاف مدح ہے اور جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ میں اس کا جواز اور لَمَنِ انْتَصَرَ میں اس میں حرمت کی نفی ہے اور گو ہر متقدم ہر متاخر کو مستلزم ہے لیکن قصد تصریح

سے اس میں بلاغت آ گئی اور تکرار بھی نہ رہا اور اسی طرح هُمۡ يَغۡفِرُوۡنَ میں اس عامل کی مدح اس صفت سے کرنا اور من عفا میں اہل کے اجر کا اثبات اور من صبر سے عمل کی مدح کرنا دافع تکرار ہے۔ اور کبائر کی تحقیق پارہ ۵ کے شروع میں آ چکی ہے۔

ربط: اوپر مؤمنین طالبان عقبیٰ کا حسن مآل بیان فرمایا ہے آگے کفار طالبان دنیا کے قبح مآل کا بیان ہے۔

قبح حال کفار در قیامت: وَمَنۡ يُّضۡلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنۡ وَّلِيٍّ مِّنۡۢ بَعۡدِهٖ (الی قوله تعالی) وَمَنۡ يُّضۡلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنۡ سَبِيۡلٍ (یہ حال مذکور تو مہتدین کا تھا کہ ہدایت من اللہ فی الدنیا وثواب فی العقبیٰ سے مشرف ہوئے) اور (آگے اہل ضلالت کا حال سنو وہ یہ کہ) جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے تو اس کے بعد اس شخص کا (دنیا میں بھی) کوئی چارہ ساز نہیں (کہ اس کو راہ پر لے آوے) اور قیامت میں بھی برا حال ہوگا چنانچہ اس روز) آپ (ان) ظالموں کو دیکھیں گے جس وقت کہ ان کو عذاب ہوگا کہ (نہایت حسرت سے) کہتے ہوں گے کیا (دنیا میں) واپس جانے کی کوئی صورت (ہو سکتی) ہے (تا کہ پھر اچھے عمل کر کے آویں کقولہ تعالیٰ: فَارۡجِعۡنَا نَعۡمَلۡ صَالِحًا [السجدة: ۱۲]) اور (نیز) آپ ان کو اس حالت میں دیکھیں گے کہ وہ دوزخ کے روبرو لائے جاویں گے مارے ذلت کے جھکے ہوئے ہوں گے (اور وہ اس کو) سست (سُست) نگاہ سے دیکھتے ہوں گے (جیسا خوف زدہ آدمی اسی طرح دیکھا کرتا ہے اور دوسری آیت میں جو اعمیٰ ہونے کی خبر دی ہے وہ حشر کے وقت ہے اور یہ اس کے بعد ہے چنانچہ وہاں نحشرہ مصرح ہے) اور (اس وقت) ایمان والے (اپنے بچنے پر شکر کرنے کے لئے اور ان پر ملامت کرنے کے لئے) کہیں گے کہ پورے خسارہ والے وہ لوگ ہیں جو اپنی جانوں سے اور اپنے متعلقین سے (آج) قیامت کے روز خسارہ میں پڑے (مر تفسیرہ فی الرکوع الثانی من الزمر) یاد رکھو کہ ظالم (یعنی مشرک وکافر) لوگ عذاب دائمی میں (گرفتار) رہیں گے اور (وہاں) ان کے کوئی مددگار نہ ہوں گے جو خدا سے الگ (ہو کر) ان کی مدد کریں اور جس کو خدا گمراہ کر دے اس (کی نجات) کے لئے کوئی راستہ ہی نہیں (یعنی نہ معذرت نہ نصرت نہ اور کچھ)۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَ اِذَا مَا غَضِبُوۡا هُمۡ يَغۡفِرُوۡنَ مع قولہ تعالیٰ: وَالَّذِيۡنَ اِذَاۤ اَصَابَهُمُ الۡبَغۡىُ هُمۡ يَنۡتَصِرُوۡنَ روح میں ہے کہ دونوں اپنے اپنے موقع پر محمود ہیں اور اہل اللہ کے نزدیک یہ موقع جانی کی مصلحت سے بدلتا ہے وہ اپنی مصلحت پر دوسرے کی مصلحت کو مقدم رکھتے ہیں۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله قبل انما اوتيتم** سواس سے الخ اشارة الى توجيه الفاء ۱۲۔ ۲ **قوله فى الذين اذا اصابتهم** منصف الخ **اشارة الى ان المقصود بالمدح هو عدم الاعتداء لا عدم الصلح واما كون الانتصار افضل فى بعض الواقع فلا ينافى مدلول الآية لان المقصود ههنا بيان حكم الافعال فى انفسها من غير نظر الى العوارض ۱۲۔**

اللغات: **طرف خفى فى الروح مصدر طرف اذا حرك عينه والمراد بالخفى الضعيف وهكذا نظر الناظر الى المكاره لا يقدر ان يفتح اجفانه عليها ۱۲۔**

النحو: **قوله للذين خبر ثان۔ قوله شورىٰ بتقدير المضاف اى ذو ۱۲۔ من بعده اى من بعد الاضلال او المعنى من غير الله۔ قوله عليها الضمير راجع الى النار المدلول عليها بالعذاب ۱۲۔**

البلاغۃ: **قال الذين آمنوا اسند الى المؤمنين دلالة على الابتهاج والا فالقول والرؤية لكل من يتاتى منه القول والرؤية كذا فى الروح ۱۲۔**

اِسۡتَجِيۡبُوۡا لِرَبِّكُمۡ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ يَّاۡتِىَ يَوۡمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ مَا لَكُمۡ مِّنۡ مَّلۡجَاٍ يَّوۡمَئِذٍ وَّمَا لَكُمۡ مِّنۡ نَّكِيۡرٍ ۝ فَاِنۡ اَعۡرَضُوۡا فَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ عَلَيۡهِمۡ حَفِيۡظًا ؕ اِنۡ عَلَيۡكَ اِلَّا الۡبَلٰغُ ؕ وَاِنَّاۤ اِذَاۤ اَذَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنَّا رَحۡمَةً فَرِحَ بِهَا ۚ وَاِنۡ تُصِبۡهُمۡ سَيِّئَةٌ ۢ بِمَا قَدَّمَتۡ اَيۡدِيۡهِمۡ فَاِنَّ الۡاِنۡسَانَ كَفُوۡرٌ ۝ لِلّٰهِ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ يَخۡلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ يَهَبُ لِمَنۡ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنۡ يَّشَآءُ الذُّكُوۡرَ ۝ اَوۡ يُزَوِّجُهُمۡ ذُكۡرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجۡعَلُ مَنۡ يَّشَآءُ عَقِيۡمًا ؕ اِنَّهٗ عَلِيۡمٌ قَدِيۡرٌ ۝ وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنۡ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحۡيًا اَوۡ مِنۡ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوۡ يُرۡسِلَ رَسُوۡلًا فَيُوۡحِىَ بِاِذۡنِهٖ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ عَلِىٌّ حَكِيۡمٌ ۝ وَكَذٰلِكَ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ رُوۡحًا مِّنۡ اَمۡرِنَا ؕ مَا كُنۡتَ تَدۡرِىۡ مَا الۡكِتٰبُ وَلَا الۡاِيۡمَانُ وَلٰكِنۡ جَعَلۡنٰهُ نُوۡرًا نَّهۡدِىۡ بِهٖ مَنۡ نَّشَآءُ مِنۡ عِبَادِنَا ؕ وَاِنَّكَ

لَتَهْدِیْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍۙ۝۵۲ صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ؕ اَلَاۤ اِلَى اللّٰهِ تَصِیْرُ الْاُمُوْرُ۠۝۵۳

تمہارے بارے میں کوئی (اللہ سے) روک ٹوک کرنے والا ہے۔ پھر اگر یہ لوگ (یہ سن کر بھی) اعراض کریں تو ہم نے آپ کو ان پر نگران کر کے نہیں بھیجا (جس سے آپ کو اپنی باز پرس کا احتمال ہو) آپ کے ذمہ تو صرف (حکم کا) پہنچا دینا ہے اور جب ہم اس قسم کے آدمی کو کچھ اپنی عنایت کا مزہ چکھا دیتے ہیں وہ اس پر خوش ہو جاتا ہے اور اگر ایسے لوگوں پر ان کے ان اعمال کے بدلے میں جو پہلے اپنے ہاتھوں کر چکے ہیں کوئی مصیبت آ پڑتی ہے تو آدمی ناشکری کرنے لگتا ہے۔ اللہ کی ہی ہے سلطنت آسمان اور زمین کی وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے جس کو چاہتا ہے بیٹیاں عطا فرماتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بیٹے عطا فرماتا ہے یا ان کو جمع کر دیتا ہے بیٹے بھی اور بیٹیاں بھی اور جس کو چاہے بے اولاد رکھتا ہے بے شک وہ بڑا جاننے والا بڑی قدرت والا ہے اور کسی بشر کی (حالت موجودہ میں) یہ شان نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے کلام فرمادے مگر (تین طریق سے) یا تو الہام سے یا حجاب کے باہر سے یا کسی فرشتے کو بھیج کر کہ وہ اللہ کے حکم سے جو اللہ کو منظور ہوتا ہے پیغام پہنچا دیتا ہے۔ وہ بڑا اعالی شان ہے بڑی حکمت والا بھی ہے اور اسی طرح ہم نے آپ کے پاس بھی وحی بھیجی یعنی اپنا حکم بھیجا ہے آپ کو یہ خبر نہ تھی کہ کتاب (اللہ) کیا چیز ہے اور نہ یہ خبر تھی کہ ایمان کا انتہائی کمال کیا چیز ہے لیکن ہم نے اس قرآن کو ایک نور بنایا جس کے ذریعے ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ ایک سیدھے رستہ کی ہدایت کر رہے ہیں یعنی اس اللہ کے رستہ کی کہ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے یاد رکھو سب امور اسی کی طرف رجوع ہوں گے۔

تفسیر ربط: اوپر عدم ایمان پر عذاب قیامت کی وعید سنا کر آگے بطور تفریع کے قبل تحقق اس وعید کے کفار کو ایمان لانے کا حکم اور ان کے ایمان نہ لانے کی صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی کا مضمون فرماتے ہیں۔

ایجاب ایمان بر کفار و خطاب تسلیہ بسید الابرار صلی اللہ علیہ وسلم: اِسْتَجِیْبُوْا لِرَبِّكُمْ (الی قولہ تعالیٰ) فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ۝ (اے لوگو جب تم نے یہ وعید سن لی تو) تم اپنے رب کا حکم (ایمان وغیرہ کا) مان لو قبل اس کے کہ ایسا دن آ پہنچے جس کے لئے خدا کی طرف سے ہٹنا نہ ہوگا (یعنی دنیا میں جس طرح عذاب ہٹتا جاتا ہے وہاں توقف و امہال نہ ہوگا اور) نہ تم کو اس روز کوئی (اور) پناہ ملے گی اور نہ تمہارے بارہ میں کوئی (خدا سے) روک ٹوک کرنے والا ہے (کہ اتنا ہی پوچھ لے کہ ان کا یہ حال کیوں بنایا گیا اور اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کو یہ سنا دیجئے) پھر اگر یہ لوگ (یہ سن کر بھی) اعراض کریں (اور ایمان نہ لاویں) تو (آپ فکر اور غم میں نہ پڑیں کیونکہ) ہم نے آپ کو ان پر نگران کر کے نہیں بھیجا (جس سے باز پرس کا احتمال ہو کہ آپ کی نگرانی میں ان سے یہ امور کیوں صادر ہوئے بلکہ) آپ کے ذمہ تو صرف (حکم کا) پہنچا دینا ہے (جس کو آپ کر رہے ہیں پھر آپ اس سے زیادہ کیوں فکر کریں) اور (سبب ان کے اعراض عن الحق کا ضعف تعلق مع اللہ ہے جو اس حالت کے مشاہدہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ) ہم جب (اس قسم کے) آدمی کو کچھ اپنی عنایت کا مزہ چکھا دیتے ہیں تو وہ اس پر (بطور بطر اور اشر یعنی اترانے کے) خوش ہو جاتا ہے (منعم پر نظر کر کے شکر نہیں کرتا) اور اگر (ایسے) لوگوں پر ان کے (ان) اعمال (بد) کے بدلہ میں جو پہلے اپنے ہاتھوں کر چکے ہیں کوئی مصیبت آ پڑتی ہے تو (ایسا) آدمی ناشکری کرنے لگتا ہے (اور حق تعالیٰ کی طرف بطریق توبہ عن المعاصی والتجاء و دعاء و توکل و رضا بالقضاء کے رجوع نہیں کرتا اور یہ دونوں حالتیں دلیل ہیں حظوظ نفسانیہ سے شدت تعلق اور حق تعالیٰ سے بے تعلقی کی اور اسی سے کفر ناشی ہوا ہے اور یہ حالت ان لوگوں کی طبیعت ثانیہ ہوگئی ہے پس ان سے آپ ایمان کی توقع کیوں رکھیں جو موجب غم ہو پس تسلیہ دو طور پر ہوا ایک آپ کی حالت کے اعتبار سے: اِنْ عَلَیْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ اور ایک ان لوگوں کی حالت کے اعتبار سے اِنَّاۤ اِذَاۤ اَذَقْنَا...... ۔ **ربط:** اوپر چند جا توحید کا ذکر ہوا ہے اور متصل کی آیتوں میں بھی عذاب کے وقت غیر اللہ کا مشرکین کے کام نہ آنا جس سے شرک کا ابطال ہوتا ہے مذکور ہوا ہے آگے بھی توحید کا بیان ہے ایسے عنوان سے کہ متصل کے مضمون کی علت پر بھی دال ہے چنانچہ لِلّٰهِ مُلْكُ میں تقدیم للہ کی مفید ہے اللہ تعالیٰ کے استقلال تصرف کو جو مستلزم ہے بطلان تصرف غیر کو۔

توحید: لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ (الی قولہ تعالیٰ) اِنَّهٗ عَلِیْمٌ قَدِیْرٌ۝ اللہ ہی کی ہے (سب) سلطنت آسمانوں کی اور زمین کی وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے (چنانچہ) جس کو چاہتا ہے بیٹیاں عطا فرماتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بیٹے عطا فرماتا ہے یا ان کو (جس کے لئے چاہے) جمع کر دیتا ہے (کہ) بیٹے بھی (دیتا ہے) اور بیٹیاں بھی اور جس کو چاہے بے اولاد رکھتا ہے بے شک وہ بڑا جاننے والا بڑی قدرت والا ہے۔ **ف:** لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ...... عام ہے جمیع تصرفات کو اس میں سے تخصیص اس تصرف متعلق خلق ذکور و اناث کے شاید اس لئے ہو کہ یہ ہر وقت مشاہد ہے اور انسان کے اقرب والزم احوال سے ہے اس سے استدلال سہل ہے اور اولاد دینے نہ دینے کے اعتبار سے جو تقسیم کی گئی ان اقسام میں حصر عقلی ہے اور سقط سے حصر پر شبہ نہ کیا جاوے کیونکہ اگر اس کو ولد نہ کہو جیسا قبل نفخ روح مناسب ہے تب تو مَنْ یَّشَآءُ عَقِیْمًا میں آ گیا اور اگر ولد ہے جیسا بعد نفخ روح مناسب ہے تو اعضائے مصورہ کے تابع ہے اور اگر بعض اعضائے مصورہ نہ ہوں یا دونوں طرح کے مصور ہو جاویں تو واقع میں وہ مذکر ہے یا مؤنث گو حساً تعیین نہ ہو۔

ربط: اوپر رسالت کا چند جا ذکر ہوا ہے اور متصل کی آیتوں میں بھی اِنْ عَلَیْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ ارشاد ہے چونکہ منجملہ شبہات متعلقہ بالنبوۃ کے کفار کا ایک شبہ یہ بھی تھا

کہ ہم سے اللہ تعالیٰ یا فرشتے بالمشافہ کیوں نہیں کہہ دیتے کہ یہ رسول ہیں۔ کما مر ذکرہ عن ابن جریج فی تفسیر قولہ تعالٰی : وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا [الفرقان : ۲۱] اس کا ایک مشترک جواب تو اسی آیت میں دیا گیا ہے لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا [الفرقان : ۲۱] اور خاص کلام رب کے متعلق آئندہ آیات میں اس کا جواب ہے اور اسی سلسلہ میں آپ کی نبوت اور اس پر امتنان اور قرآن کی عظمت شان اور اس کا خالص اور عام ہدایت اور فیضان اور اس فیضان وہدایت کے وجوب اتباع کی تاکید کے لئے صراحۃً عظمت الٰہیہ اور اشارۃً مجازات کا بیان ارشاد فرما کر سورت کو ختم کرتے ہیں۔

تحقیق رسالت مع توحید ومجازات: وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ (الی قولہ تعالی) اَلَآ اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ اور کسی بشر کی (حالت موجودہ میں یہ شان نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے کلام فرماوے مگر (تین طریق سے) یا تو الہام سے (کہ قلب میں کوئی اچھی بات بلا واسطہ مدرکات طبعیہ کے ڈال دے یقظہ میں یا منام میں خواہ وہ الہام قطعی ہو جیسا انبیاء کا الہام یا غیر قطعی ہو جیسا غیر انبیاء کا الہام پس ایک طریق تو یہ ہے) یا حجاب کے باہر سے (کچھ کلام سنا دے جیسے موسیٰ علیہ السلام نے سنا تھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تجلی صفائی کے حجاب سے ارشاد بلا واسطہ ہوا تھا۔ فیم یختصم الملأ الاعلی رواہ الترمذی۔ اور حجاب کوئی جسم حائل نہیں اور نہ یہ حجاب حق تعالیٰ کی ذات ونور کو مخفی کر سکتا ہے بلکہ حقیقت اس حجاب کی بشر کا ضعف ادراک ہے جس سے باوجود کمال ظہور نور ذات کے ادراک سے عاجز ہے بقول شاعر ؎ شد ہفت پردہ برچشم ایں ہفت پردۂ چشم ☆ بے پردہ ورنہ ماہے چوں آفتاب دارم

اور یہی حجاب تھا جو موسیٰ علیہ السلام کو رویت سے مانع ہوا تھا اور یہ مانع جنت میں مرتفع ہو جاوے گا یعنی رویت کی قوت اور تحمل دے دیا جاوے گا اور یہ مسموع بھی خواہ قطعی ہو جیسا انبیاء علیہم السلام کے لئے ہو یا غیر قطعی ہو جیسا اگر اولیاء کے لئے یہ ثابت ہو جاوے وقد نقل فی الروح اثباتہ لعمرؓ عن عبدالوھاب الشعر انی واللہ اعلم ولم ینفہ نص یہ دوسرا طریق ہوا) یا کسی فرشتہ کو بھیج دے کہ وہ خدا کے حکم سے جو خدا کو منظور ہوتا ہے پیغام پہنچا دیتا ہے (اگر غیر انبیاء کے لئے اس کا وقوع ثابت ہو جاوے کما رایتہ فی بعض الکتب منقولا عن الشیخ الاکبر۔ اور تکلیم ملائکہ مع مریمؑ سے اس کی تائید ہوتی ہے تو اس میں بھی دو قسمیں قطعی ظنی نکلیں گی گو ظنی کو وحی کہنا ایہام کے سبب منہی عنہ ہے اور گو آیت میں ایک ہی قسم مراد ہو اور دوسری قسم ظنی کا وجود ناقص حصر نہ ہوگا کیونکہ مقسم میں تخصیص قطعی کی ممکن ہے اور اقسام ظنیہ مستقل دلائل سے ثابت ہو جاویں گے پس یہ تیسرا طریق کلام کا ہوا اور تینوں کو کلام کہنا عموم مجاز پر مبنی ہے غرض کلام مع البشر کے یہ تین طریق ہیں اور مشافہۃً معائنۃً کلام کرنا اس لئے عادۃ اللہ کے خلاف ہے کہ خود معائنہ کا تحمل حالت موجودہ میں بشر کو حاصل نہیں پھر ان معترضین کو کیسے حوصلہ ہوتا ہے کہ معائنۃً حق تعالیٰ سے ہم کلام ہوں حالانکہ ان میں خود ان طرق ثلثہ میں سے ظنیات کی بھی قابلیت بوجہ کفر کے نہیں ہے اور اس سے یہ وسوسہ بھی دفع ہو گیا کہ وہ یوں کہہ سکتے تھے کہ اچھا جو طریق کلام کا معتاد ہے اسی طریق سے ہم سے کلام ہونا چاہئے وجۂ جواب ظاہر ہے کہ وہ اس قابل بھی نہ تھے جیسا دوسری آیت میں ہے: قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِىَ رُسُلُ اللّٰهِ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسٰلَتَهٗ [الأنعام : ۱۲۴] پس دونوں آیتوں سے دونوں کا جواب ہو گیا۔ آگے مجموعہ مضمون مذکور کی علت ارشاد فرماتے ہیں کہ) وہ بڑا عالی شان ہے (اس سے جب تک وہ خود تحمل نہ دے کوئی ہم کلام نہیں ہو سکتا یہ علت مستثنیٰ منہ کی ہوئی مگر اس کے ساتھ) بڑی حکمت والا (بھی) ہے (اس لئے مصالح عباد رعایت سے تین طریق کلام کے مقرر فرما دیئے ہیں۔ یہ علت مستثنیٰ کی ہوئی) اور (جس طرح بشر کے ساتھ ہمارے ہم کلام ہونے کا طریقہ بیان کیا گیا ہے) اسی طرح (یعنی اسی قاعدہ کے موافق) ہم نے آپ کے پاس (بھی) وحی یعنی اپنے حکم بھیجا ہے (اور آپ کو نبی بنایا ہے اور اس وحی کے وحی ہونے پر دلائل خارقہ قائم ہیں جو آپ کی اثبات نبوت کے لئے کافی ہیں اور اثبات نبوت اس پر کہیں موقوف نہیں کہ ہم لوگوں سے بالمشافہ والمعائنہ کہیں اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے جب آپ سے باوجود صلاحیت رسالت کے معائنۃً ومشافہۃً کلام نہیں ہوتا ہے بلکہ بطریق مذکورہ کلام ہوتا ہے تو یہ کس شمار میں ہیں آگے اتباع وحی مذکور کے عموم وجوب کی تاکید ونیز آپ کی مسرت وامتنان کے لئے اس وحی کا ہدایت کبریٰ ہونا بیان فرماتے ہیں کہ یہ ایسا ہدایت نامہ ہے کہ آپ کے ان بے مثل علوم میں اسی کی بدولت ترقی ہوئی چنانچہ اس کے قبل) آپ کو نہ یہ خبر تھی کہ کتاب (اللہ) کیا چیز ہے اور نہ یہ خبر تھی کہ ایمان (کا کمال اقصی جو کہ اب حاصل ہے) کیا چیز ہے (گو نفس ایمان ہر نبی کو ہر وقت قبل نبوت بھی حاصل ہوتا ہے) ولیکن ہم نے (آپ کو نبوت اور قرآن دیا اور) اس قرآن کو (آپ کے لئے اولاً اور دوسرے کے لئے ثانیاً) ایک نور (یعنی ہادی الی العلوم والاعمال) بنایا (جس سے آپ کو یہ علوم عظیمہ واحوال رفیعہ حاصل ہوئے جس سے اس کا ہدایت کبریٰ ہونا صاف ثابت ہوتا ہے کیونکہ یہ نسبت اس کتاب کے جس کو پڑھ کر ایک ادنیٰ سا طالب علم بن جاوے وہ کتاب جس کو پڑھ کر بڑے درجہ کا عالم بن جاوے ظاہر ہے کہ عالی اور رفیع اور انفع ہوگی اور) جس کے ذریعہ سے (آپ سے پہنچنے کے بعد) ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں (پس اس کے نور عظیم ہونے میں کوئی شبہ نہیں اب جو اندھا ہی ہو وہ اس نور کے نفع سے محروم بلکہ اس کا منکر ہے جیسے یہ معترضین) اور ہم نے نَّهْدِيْ بِهٖ میں ہدایت کو خاص اپنا فعل بتایا ہے اور اس کے ساتھ مَنْ نَّشَآءُ کہا ہے یہ ہدایت

بالمعنی الخاص کے اعتبار سے ہے ورنہ ہدایت بالمعنی العام یعنی دلالت علی الطریق کے اعتبار سے وہ آپ کا منصبی فعل ہے اور وہ سب کے لئے عام بھی ہے گو کسی عارض سے کسی تک خبر نہ پہنچے چنانچہ) اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ (اس قرآن اور وحی کے ذریعہ سے عام لوگوں کو) ایک سیدھے راستہ کی ہدایت کر رہے ہیں (آگے اس راستہ کا بیان جس کی طرف آپ ہدایت فرماتے ہیں) یعنی اس خدا کے راستہ کی (ہدایت کرتے ہیں) کہ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے (یہ تو توحید و تعظیم صاحب احکام کی ہو گئی آگے ان احکام کے ماننے نہ ماننے والوں کی مجازات کی طرف اشارہ ہے کہ) یاد رکھو سب امور اسی کی طرف رجوع ہوں گے (پس وہ سب پر جزا و سزا دے گا)۔ ف: بشر کی تخصیص یا تو اس وجہ سے ہے کہ ملائکہ سے بالمشافہ کلام ہوتا ہو مگر یہ امر میری نظر سے نفیاً یا اثباتاً نہیں گزرا بلکہ ظاہر النصوص سے نفی مترشح ہوتی ہے جیسے جبرئیل علیہ السلام نے کہا تھا کہ میں بہت قریب ہو گیا تھا اور پھر بھی ستر (۷۰) ہزار حجاب رہ گئے رواہ الترمذی تو اس صورت میں تخصیص محض ذکر میں اس لئے ہو گی کہ کلام بشر ہی میں تھا۔ اور حالت موجودہ کی قید سے احتراز ہو گیا ان صورتوں سے جس میں مشافہۃً و معاینۃً کلام ثابت ہے جیسا بعض اکابر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے معراج میں قائل ہیں یا ترمذی میں حضرت جابرؓ کی حدیث ہے کہ ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فکلمہ کفاحا یا جنت میں معاینہ و مشافہہ ثابت ہے پس ان سب میں کہا جاوے گا کہ حالت موجودہ ضعف تحمل کو قوت تحمل سے مبدل فرما دیا۔ رہا حدیث مذکور میں جو آیا ہے کہ اور کسی سے کفاحاً کلام نہیں فرمایا مطلب یہ کہ ایسے درجہ کے کسی شخص سے بجز ان کے کفاحاً کلام نہیں ہوا پس ان سے بڑے درجہ والوں کو نفی مشتمل نہیں اور مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ کی تقریر میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حق تعالیٰ کا ہم کلام ہونا لکھا گیا ہے اس پر یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ قرآن میں وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا [النساء: ١٦٤] اور حدیث مشکوٰۃ میں :((قسم الله رؤيته و كلامه بين موسى و محمد عليهما السلام او نحوه)) آیا ہے جس سے تخصیص کلام کی موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ معلوم ہوتی ہے بات یہ ہے کہ اس آیت اور حدیث میں کلام سے مراد کلام بانہج المخصوص بموسیٰ ہے جیسا کہ تکلیماً کا بڑھانا اس کا قرینہ بھی ہے واللہ اعلم۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ : وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ (الی قولہ تعالی) مَا يَشَآءُ اس میں غیر انبیاء کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے کلام کے بعض اقسام کا اثبات ہے اس کی مبسوط تقریر میری تفسیر بیان القرآن میں ہے۔ قولہ تعالیٰ : مَا كُنْتَ تَدْرِيْ (الی قولہ تعالی) نُوْرًا اس میں دلالت ہے کہ ہر کامل اپنی ذات میں کمالات سے عاری ہے اور کمالات سب موہوب ہیں اور جس کو ہبہ کی قدرت ہے سلب کی بھی قدرت ہے تو کسی کو اپنے کمال پر ناز نہ چاہئے۔ سورۂ شوریٰ تمام ہوئی۔

اللغات: نكير اى من ينكر حالكم كذا فى الخازن وكذا فى الكبير من قوله ممن ينكر ذلك حتى يتغير حالكم بسبب ذلك المنكر وقد شهد به ذوقى من قبل ۱۲۔ التزويج جعل الشئ زوجا فالمعنى كما فى الخازن يجمع بينهما فيولد له الذكور والاناث ولا يلزم كونهما توأمين لان الجمع فى نفس الولادة لا فى الزمان وكذا فى المدارك من قوله يقرنهم ۱۲۔

النحو: يزوجهم الضمير راجع الى الذكور والاناث المذكورين وذكرا واناثا حال منه ۱۲۔ قوله ما كان فى المدارك عن الخليل الا بان يوحى او ان يسمع من وراء حجاب او ان يرسل آه وقد تفطنت منه ما اشار اليه من التقديرات ۱۲۔

البلاغة: قوله اذقنا الانسان المراد الجمع للجنس لا المفرد وباعتباره رجع اليه ضمير الجمع فى قوله تصبهم وضع المظهر موضع المضمر فى قوله فان الانسان للاهتمام واورد فى الرحمة اذا وفى السيئة ان اشارة الى ان الغالب هو الرحمة والنعمة والغالب كالمتيقن واما السيئة والمصيبة فانها قليلة الوقوع ۱۲۔ قوله يهب لمن يشاء اناثا فى المدارك قدم الاناث لان سياق الكلام انه فاعل ما يشاءه لا ما يشاءه الانسان فكان ذكر الاناث اللاتى هى من جملة ما لا يشاءه الانسان اهم والاهم واجب التقديم ولما اخر الذكور وهم احقاء بالتقديم تدارك تاخيرهم بتعريفهم لان التعريف تنويه وتشهير ثم اعطى بعد ذلك كلا الجنسين حقه من التقديم والتاخير وعرف ان تقديمهن لم يكن لتقدمهن ولكن لمقتض آخر فقال ذكرانا واناثا آه قلت وهو من الحسن بمكان واما عدم ذكر المشية فى التزويج ففى الروح لتركبه منها لم يكرر فيه حديث المشية آه اى لان توقف الاجزاء على شئ يستلزم توقف المجموع عليه فلو ذكر لكان مكررا ولذلك اورد او فى التزويج دون الواو ليدل بتعين العنوانين على ان هذا القسم ليس كالاقسام الأُخر لانها مستقلة وهو غير مستقل بل هو مركب من القسمين ۱۲۔

قدتم بحمد الله تفسير سورة الشورىٰ ثامن ربيع الثانى ۱۳۲۵ھ من الهجرة يوم الثلاثاء

وصلى الله تعالىٰ على خير خلقه محمد وآله واصحابه اجمعين۔

سُوْرَۃُ الزُّخْرُفِ

سُوْرَۃُ الزُّخْرُفِ مَکِّیَّۃٌ ۴۳ — ۶۳ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰیَاتُھَا ۸۹ | رُکُوْعَاتُھَا ۷

سورۃ الزخرف مکہ میں نازل ہوئی — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اس میں ۸۹ آیات اور ۷ رکوع ہیں

حٰمٓ ۝ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝ۙ اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ۚ وَاِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ ۝ۭ اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا اَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ ۝ وَكَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِيٍّ فِي الْاَوَّلِيْنَ ۝ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ فَاَهْلَكْنَآ اَشَدَّ مِنْهُمْ بَطْشًا وَّمَضٰى مَثَلُ الْاَوَّلِيْنَ ۝

حٰمٓ ۔قسم ہے اس کتاب واضح کی کہ ہم نے اس کو عربی زبان کا قرآن بنایا ہے تاکہ (اے عرب) تم (آسانی سے) سمجھ لو اور وہ ہمارے پاس لوح محفوظ میں بڑے رتبہ کی اور حکمت بھری کتاب ہے کیا ہم تم سے اس نصیحت (نامہ) کو اس بات پر ہٹالیں گے کہ تم حد (اطاعت) سے گزرنے والے ہو اور ہم پہلے لوگوں میں بہت سے نبی بھیجتے رہے ہیں اور ان لوگوں کے پاس کوئی ایسا نبی نہیں آیا جس کے ساتھ انہوں نے استہزا نہ کیا ہو۔ پھر ہم نے ان لوگوں کو جوان سے زیادہ زور آور تھے غارت کر ڈالا اور پہلے لوگوں کی یہ حالت (ہلاک و غارت کی) ہو چکی ہے۔

تفسیر ربط: سورۃ الزخرف مکیۃ وقیل الا قولہ وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا ...... وایاتھا تسع وثمانون کذا فی البیضاوی۔

ربط: اس سورت میں یہ مضامین ہیں۔ اثبات توحید۔ ابطال شرک۔ الغاء اعتراض مشرکین بر مضمون دخول اصنام در نار۔ اثبات وحی و رسالت۔ جواب بعض شبہات متعلقہ رسالت و تسلیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وامر بصفح تحقیر دنیا و عدم مدخلیت مالِ دنیا در اہلیت نبوت۔ تہدید منکرین۔ قصص ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام بتائید توحید و رسالت و تہدید وعد و وعید قیامت برائے مصدقین و مکذبین۔ اور اس سورت کے شروع میں اور سورت کے گزشتہ کے ختم میں مضمون رسالت مابہ الاشتراک ہے۔

حقیت قرآن و رسالت مع تسلیہ رسول و تزئیف انکار کفار جہول: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ حٰمٓ ۝ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝ۙ (الی قولہ تعالی) وَمَضٰى مَثَلُ الْاَوَّلِيْنَ ۝۔ حٰمٓ ۔(اس کے معنی اللہ کو معلوم ہیں) قسم (ہے) اس کتاب واضح (المعنی) کی کہ ہم نے اس کو عربی زبان کا قرآن بنایا ہے تاکہ (اے عرب) تم (آسانی سے) سمجھ لو اور وہ ہمارے پاس لوح محفوظ میں بڑے رتبہ کی اور حکمت بھری کتاب ہے (پس جب وہ سمجھنے میں آسان اور خاص ہماری زیر حفاظت اور بوجہ اعجاز کے عظیم الرتبہ اور اپنی حقیت پر دال پھر مضامین منافع و مصالح پر مشتمل تو ایسی کتاب کو ضرور ماننا چاہئے لیکن اگر تم نہ بھی مانو تب بھی ہم بوجہ اقتضائے حکمت کے اس کا بھیجنا اور تم کو اس کا مخاطب بنانا نہ چھوڑیں گے جیسا ارشاد ہے کہ) کیا ہم تم سے اس نصیحت (نامہ) کو (محض) اس بات پر ہٹالیں گے کہ تم حد (اطاعت) سے گزرنے والے ہو (اور اس کو نہیں مانتے یعنی خواہ تم مانو یا نہ مانو مگر نصیحت تو برابر کی جاوے گی اور یہ فیض کامل ہو کر رہے گا کہ مؤمنین کو نفع ہونا اور تم پر حجت قائم ہونا وغیر ذلک اس میں حکمتیں ہیں) اور ہم پہلے لوگوں میں (باوجود ان کی تکذیب کے) بہت سے نبی بھیجتے رہے ہیں (یہ نہیں ہوا کہ تکذیب سے سلسلہ بند ہو جاتا) اور (اے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم جیسے ہم نے ان کی تکذیب کی پرواہ نہیں کی اسی طرح آپ بھی کچھ پرواہ اور غم نہ کیجئے کیونکہ) ان (پہلے) لوگوں (کا بھی یہی حال تھا کہ ان) کے پاس کوئی نبی ایسا نہیں آیا جس کے ساتھ انہوں نے استہزاء نہ کیا ہو پھر ہم نے ان لوگوں کو جو کہ ان (اہل مکہ) سے زیادہ زور آور تھے (سزائے تکذیب و استہزاء میں) غارت کر ڈالا اور پہلے لوگوں کی یہ حالت (اہلاک و غارت کی) ہو چکی ہے (پس نہ آپ غم کریں کہ ان کا بھی ایسا ہی حال ہونا ہے چنانچہ بدر وغیرہ میں ہوا اور نہ یہ بے فکر ہوں کہ نمونہ موجود ہے)۔ **ف**: واضح ہونا قرآن کا باعتبار معانی اولیہ و مضامین متعلقہ اصول مہمہ دین

وترغیب وترہیب کے مستلزم اس کو نہیں کہ معانی مستنبطہ اس کے ایسے سہل ہوں کہ ہر شخص کو اجازت اجتہاد کی ہو جاوے۔اور یہاں جو قسم واقع ہوئی وہ علاوہ تاکید کلام حسب عادت عرب کے خود جواب قسم کی دلیل بھی ہے کیونکہ قرآن کی حالت میں غور کرنے سے اس کا اعجاز ظاہر ہوتا ہے اور وہ دلیل ہے منزل من اللہ ہونے کی پس ایک ذات کی ایک صفت اس کی دوسری صفت کی دلیل ہے۔ آفتاب آمد دلیل آفتاب...... گردلیلت باید از وے رومتاب۔اور عربی ہونے سے اشکال اس کے خطاب عام ہونے پر نہ کیا جاوے کیونکہ حکمت اس تخصیص کی عرب کا مخاطب اول ہونا ہے اور لدینا باعتبار اختصاص وشرف کے فرمایا پس یہ قرب رتبہ ہے قرب مکان نہیں۔

الکلام: استدل المعتزلة بقوله جعلناه على حدوث القرآن والجواب ان الجعل ليس بمعنى الخلق بل بمعنى التصيير لان الكلام لم يسق لتاكيد كونه مخلوقا وما كان انكارهم متوجها عليه بل هو مسوق لاثبات كونه قرآنا عربيا مفصلا واردا على اساليبهم لا يعسر عليهم فهم مافيه ودرك كونه معجزا كما يوذن به قوله تعالى لعلكم تعقلون وان دل على المخلوقية فلا يدل على اكثر من مخلوقية الكلام اللفظى ولا نزاع فيها الا من الحنابلة كذا فى الروح مختصراً۔ قلت ولو فسر ام الكتاب بالعلم الا لٰهى كانت الآية دالة على قدم الكلام النفسى ويفسر قوله لدينا بكونه فى مرتبة الصفات التى هى اقرب الى الذات ويفسر قوله لعلى بكونه عاليا عن الحدوث وقوله حكيم بمحكم لان القديم لا يتغير والمسئلتان عقليتان وانما ذكرت ما ذكرتُ تبرعاً وتقوية للعقل بالنقل ۱۲۔

اختلاف القراءة: قوله ان كنتم قراءة بالفتح مصدرية اى لان كنتم وفى قراءة بالكسر شرطية ۱۲۔

اللغات: قوله افنضرب من قولهم ضرب الغرائب عن الحوض استعير للتنحية صفحا اعراضا وهو مفعول مطلق لان تنحية الذكر اعراض قوله مثل الاولين اى حالة الاولين من العقوبة وهذا كقوله تعالىٰ وقد خلت من قبلهم المثلات ۱۲۔

النحو: فى ام الكتب حال من على لانه صفة نكرة تقدمتها ولدينابدل من الظرف الاول ولعلى حكيم خبران لان ۱۲۔

البلاغة: قوله افنضرب الفاء لبيان ان ما قبلها وهو جعل القرآن عربيا سبب لما بعدها وهو انكار الضرب ۱۲۔

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ﴿۹﴾ الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّجَعَلَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰﴾ وَالَّذِىْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَالَّذِىْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ وَالْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ ﴿۱۲﴾ لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِىْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَاِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ﴿۱۴﴾ وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵﴾ اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ بَنٰتٍ وَّاَصْفٰكُمْ بِالْبَنِيْنَ ﴿۱۶﴾ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ﴿۱۷﴾ اَوَمَنْ يُّنَشَّؤُا فِى الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِى الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ ﴿۱۸﴾ وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْئَلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَقَالُوْا لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿۲۰﴾ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا مِّنْ قَبْلِهٖ فَهُمْ بِهٖ مُسْتَمْسِكُوْنَ ﴿۲۱﴾ بَلْ قَالُوْآ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۲۲﴾ وَكَذٰلِكَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِىْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ ﴿۲۳﴾ قٰلَ اَوَلَوْ جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰى مِمَّا وَجَدْتُّمْ

عَلَيْهِ اٰبَآءَكُمْ ؕ قَالُوْۤا اِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۲۴﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۲۵﴾ ع ۸

اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمان وزمین کس نے پیدا کیا ہے تو وہ ضرور یہی کہیں گے کہ ان کو زبردست جاننے والے (اللہ) نے پیدا کیا ہے جس نے تمہارے (آرام) کے لئے زمین کو (مثل) فرش (کے) بنایا (کہ اس پر آرام کرتے رہو) اور اس میں اس نے تمہارے لئے رستے بنائے تا کہ تم منزل مقصود تک پہنچ سکو اور جس نے آسمان سے پانی ایک انداز سے برسایا پھر ہم نے اس سے خشک زمین کو (اس کے مناسب) زندہ کیا اسی طرح تم بھی (اپنی قبروں سے) نکالے جاؤ گے اور جس نے تمام اقسام بنائیں اور تمہاری وہ کشتیاں اور چوپائے بنائے جن پر تم سوار ہوتے ہو تا کہ تم ان کی پیٹھ پر جم کر بیٹھو۔ پھر (جب اس پر بیٹھ چکو تو) اپنے رب کی نعمت کو دل سے یاد کرو اور زبان سے (مستحباً) یوں کہو کہ اس کی ذات پاک ہے جس نے ان چیزوں کو ہمارے بس میں کر دیا اور ہم تو ایسے نہ تھے جو ان کو قابو میں کر لیتے اور ہم کو اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے اور ان لوگوں نے اللہ کے بندوں میں (جو مخلوق ہوتے ہیں) اللہ کا جز ٹھہرایا واقعی انسان صریح ناشکرا ہے کیا اللہ نے اپنی مخلوقات میں سے بیٹیاں پسند کیں اور تم کو بیٹوں کے ساتھ مخصوص کیا۔ حالانکہ جب ان میں سے کسی کو ایک چیز کے ہونے کی خبر دی جاتی ہے جس کو اللہ رحمٰن کا نمونہ (یعنی اولاد) بنا رکھا ہے (مراد بیٹی ہے) تو اس قدر ناراض ہو کہ سارے دن اس کا چہرہ بے رونق رہے اور وہ دل ہی دل میں گھٹتا رہے کیا جو کہ (عادتاً) آرائش میں نشوونما پائے اور وہ مباحثہ میں قوت بیانیہ (بھی) نہ رکھے اور انہوں نے فرشتوں کو جو کہ اللہ کے بندے ہیں عورت قرار دے رکھا ہے کیا یہ ان کی پیدائش کے وقت موجود تھے۔ ان کا یہ دعویٰ لکھ لیا جاتا ہے اور (قیامت میں) ان سے باز پرس ہوگی اور وہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہم ان کی عبادت نہ کرتے ان کو اس کی کچھ تحقیق نہیں محض بے تحقیق بات کر رہے ہیں۔ کیا ہم نے ان کو اس قرآن سے پہلے کوئی کتاب دے رکھی ہے کہ یہ اس سے استدلال کرتے ہیں۔ بلکہ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقہ پر پایا ہے اور ہم بھی ان کے پیچھے پیچھے رستہ چل رہے ہیں اور اس طرح ہم نے آپ سے پہلے کسی بستی میں کوئی پیغمبر نہیں بھیجا۔ مگر وہاں کے خوش حال لوگوں نے یہی کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقہ پر پایا ہے اور ہم بھی ان ہی کے پیچھے پیچھے چلے جا رہے ہیں۔ (اس پر) ان کے پیغمبر نے کہا (رسم آبائی کا ہی اتباع کئے جاؤ گے) اگرچہ میں اس سے اچھا مقصود پہنچا دینے والا طریقہ تمہارے پاس لایا ہوں کہ جس پر تم نے اپنے باپ دادوں کو پایا ہے۔ وہ کہنے لگے کہ ہم تو اس دین کو ماننے نہیں جس کو دے کر تم کو بھیجا گیا ہے سو ہم نے ان سے انتقام لیا سو دیکھئے تکذیب کرنے والوں کا کیسا (برا) انجام ہوا۔

تفسیر ربط: اوپر رسالت کا مضمون تھا جس کی اعظم دعوت توحید ہے آگے توحید کا اثبات ایسے دلائل سے جو متضمن انعام بھی ہیں و نیز آخر میں حَتّٰى جَآءَهُمُ الْحَقُّ سے اس پر تنبیہ کرنا دلیل نقلی ثابت بالدلیل العقلی سے اور احیائے ارض کے مناسبت سے احیائے موتیٰ کا بھی ذکر ایک جملۂ معترضہ میں اور درمیان میں شرک کا ابطال ارشاد ہے۔

اثبات توحید وابطال اشراک: وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (الی قولہ تعالی) فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۲۵﴾ اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمان اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو وہ ضرور یہی کہیں گے کہ ان کو زبردست جاننے والے (خدا) نے پیدا کیا ہے (اور انفراد فی الخلق مستلزم انفراد فی الالوہیۃ کو ہے پس توحید ان کے اعتراف سے ثابت ہوگئی آگے اللہ تعالیٰ تقویت توحید کے لئے اپنے دوسرے افعال دالہ علی التوحید بیان فرماتے ہیں تا کہ توحید کی رغبت ہو کہ شکر نعمت ہے وہذا کقولہ تعالیٰ فی طٰہٰ: فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ...... یعنی یہ زمین وآسمان اس نے پیدا کیا ہے) جس نے تمہارے (آرام کے) لئے زمین کو (مثل) فرش (کے) بنایا (کہ اس پر آرام کرتے ہو) اور اس (زمین) میں اس نے تمہارے (منازل مقصود تک پہنچنے کے) لئے رستے بنائے تا کہ (ان رستوں میں چل کر) تم منزل مقصود تک پہنچ سکو اور جس نے آسمان سے پانی ایک انداز (خاص) سے (حسب مشیت وحکمت کے) برسایا پھر ہم نے اس (پانی) سے خشک زمین کو (اس کے مناسب) زندہ کیا (اور اس سے علاوہ دلالت علی التوحید کے یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ) اسی طرح تم (بھی اپنی قبروں سے) نکالے جاؤ گے (کہ توحید کے ساتھ اس کا بھی انکار کیا جاتا تھا) اور جس نے (مختلف اجناس وانواع میں) تمام (مختلف) اقسام (یعنی اصناف) بنائیں اور تمہاری وہ کشتیاں اور چوپائے بنائے جن پر تم سوار ہوتے ہو تا کہ تم ان (کشتیوں اور چارپایوں) کی (سطح اور) پیٹھ پر جم کر (اطمینان سے) بیٹھو پھر جب اس پر بیٹھ چکو تو اپنے رب کی (اس) نعمت کو (دل سے) یاد کرو اور (زبان سے استحباباً) یوں کہو کہ اس کی ذات پاک ہے جس نے ان چیزوں کو ہمارے بس میں کر دیا اور ہم تو ایسے (طاقتور اور ہنرور) نہ تھے جو ان کو قابو میں کر لیتے (کیونکہ جانور سے زیادہ زور نہیں اور بے الہام حق کشتی چلانے کی تدبیر سے واقف نہیں دونوں کے متعلق حق تعالیٰ نے تدبیر تعلیم فرما دی) اور ہم کو اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے (اس لئے ہم اس پر سوار ہو کر غفلت عن الشکر یا تفاخر وتعاظم نہیں کرتے کہ شکر اور ناشکری دونوں کا بدلہ وہاں ملے گا یہ اس لئے بڑھا دیا کہ تذکر انقلاب الی الرب حامل ہوتا ہے شکر کا جس کی تقریر ابھی ہوئی جیسا کہ حامل صبر پر بھی ہوتا ہے جیسا اِنَّا لِلّٰهِ کے ساتھ اِنَّاۤ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ بڑھا دیا ہے) اور (باوجود قائم ہونے دلائل توحید کے) ان لوگوں نے (شرک اختیار کر رکھا ہے اور وہ بھی کیسا قبیح کہ فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے ہیں اور ان کی عبادت کرتے ہیں پس ایک خرابی تو یہ ہوئی کہ انہوں نے) خدا کے بندوں میں سے

(جو مخلوق ہوتے ہیں) خدا کا جزو ٹھہرا دیا (اور جزو ہونا عقلاً محال اور قبیح ہے) واقعی (ایسا) انسان صریح ناشکر ہے (کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ اتنا بڑا کفر کرتا ہے کہ اس کو صاحب جزو قرار دیتا ہے جو مستلزم حدوث کو ہے غرض ایک خرابی تو یہ ہوئی اور دوسری خرابی یہ کہ یہ لوگ لڑکی کو ناقص سمجھتے ہیں اور پھر خدا کے لئے بیٹیاں مانتے ہیں تو) کیا خدا نے اپنی مخلوق میں سے (تمہارے زعم میں اپنے لئے تو) بیٹیاں پسند کیں اور تم کو بیٹوں کے ساتھ مخصوص کیا حالانکہ (تم بیٹیوں کو اتنا بُرا سمجھتے ہو کہ) جب تم میں کسی کو اس چیز کے ہونے کی خبر دی جاتی ہے جس کو خدائے رحمان کا نمونہ (یعنی اولاد) بنا رکھا ہے (مراد بیٹی ہے) تو (اس قدر ناراض ہو کہ) سارے دن اس کا چہرہ بے رونق رہے اور وہ دل ہی دل میں گھٹتا رہے (تو حیرت ہے کہ خدا کی طرف نسبت نقص کی کرتے ہو اور اس کی پوری تقریر سورۂ صفت کے اخیر رکوع میں گزری ہے اور یہ تقریر مذکور رد الزامی تھا آگے اسی کے متعلق ایک رد تحقیقی ہے یعنی گو لڑکی ہونا فی نفسہ موجب عار و ذلت نہیں جیسا تم سمجھ رہے ہو لیکن اس میں تو کوئی شک نہیں کہ وہ باعتبار اپنی اصل وضع کے قطع نظر عوارض سے ناقص العقل ضعیف الرائے ضرور ہے جب یہ بات ہے تو) کیا (خدا نے اولاد بنانے کے لئے لڑکی کو پسند کیا ہے) جو کہ (عادۃً) آرائش و زیبائش میں نشو و نما پائے (جو کہ علامت اور نیز سبب ہے رغبت الی الحلیہ کا جس کے لوازم عادیہ سے ہے ضعف رائے و عقل) اور وہ (بوجہ ضعف قوت فکریہ کے) مباحثہ میں قوت بیانیہ (بھی) نہ رکھے (چنانچہ ان کی تقریرات میں ذرا غور کرنے سے مشاہدہ ہوتا ہے کہ نہ اپنے دعوے کو کافی بیان سے ثابت کر سکیں اور نہ دوسرے کے دعوے کو ہدم کر سکیں ہمیشہ ادھوری بات کہیں گی یا فضول باتیں اس میں ملا دیں گی جن کو مطلوب کچھ دخل نہ ہو کہ اس سے بھی تبیین مقصود میں خلل پڑ جاتا ہے اور مباحثہ کی تخصیص اس حیثیت سے ہے کہ اس میں بوجہ زیادتی احتیاج بیان کے ان کا عجز زیادہ ظاہر ہو جاتا ہے پس ہر کلام مطول اسی کے حکم میں ہے اور معمولی جملوں کا ادا ہو جانا قوت بیانیہ کی دلیل نہیں جیسے میں آئی تھی وہ گئی تھی یہ دو تقریریں دوسری خرابی کی ہوئیں) اور (تیسری خرابی قطع نظر لزوم شرک کے یہ ہے کہ) انہوں نے فرشتوں کو جو کہ خدا کے (مخلوق) بندے ہیں (اور اس لئے اللہ تعالیٰ کو ان کی پوری حالت اور صفت معلوم ہے اور بوجہ ان کے غیر محسوس ہونے کے جب تک وہ کسی کو ان کی حالت نہ بتلا دے معلوم ہو نہیں سکتی اور ان کو ان کا عورت ہونا کہیں نہ بتلایا باوجود اس کے انہوں نے ان کو بلا دلیل) عورت قرار دے رکھا ہے (اور دلیل عقلی[1] و نقلی کا انتفاء یقینی ہے پس مشاہدہ ہونا چاہئے تو کیا یہ ان کی پیدائش کے وقت موجود تھے (اور دیکھ رہے تھے اور ہر چند کہ مشاہدہ کا انتفاء بھی یقینی ہے مگر اس میں ان کی تحمیق کی تصریح زیادہ ہے) ان کا یہ دعویٰ (بلا دلیل انوثت ملائکہ کے بارہ میں دفتر اعمال میں) لکھ لیا جاتا ہے اور (قیامت میں) ان سے باز پرس ہوگی کیونکہ دعویٰ بلا دلیل کذب ہے بالخصوص عقائد میں پھر بالخصوص جب کہ اس کے ساتھ اور مفاسد بھی منضم ہوں۔ یہ گفتگو ان کی بنوت اور انوثت کے متعلق تھی اور (آگے ان کی معبودیت کے متعلق ہے کہ) وہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ (اس بات کو خوشی سے) چاہتا (کہ ملائکہ کی عبادت نہ ہو یعنی اس عبادت سے وہ ناخوش ہوتا) تو ہم (کبھی) ان کی عبادت نہ کرتے (کیونکہ وہ کرنے ہی نہ دیتا بلکہ جبراً روک دیتا جب نہیں روکا تو معلوم ہوا کہ وہ ان کی عبادت نہ کرنے سے خوش نہیں بلکہ عبادت کرنے سے خوش ہے آگے ان کا رد ہے کہ) ان کو اس (بات) کی کچھ تحقیق نہیں (ہے) محض بے تحقیق بات کر رہے ہیں (کیونکہ قادر کر دینا دلیل رضا کی نہیں جیسا پارۂ ہشتم کے نصف سے پہلے آیت: سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ...... میں اس کی تقریر ہوئی ہے پس استدلال بالمشیۃ جو کہ استدلال عقلی ہے لغو و مہمل ٹھہرا تو اب یہ بتلا دیں کہ) کیا ہم نے ان کو اس (قرآن) سے پہلے کوئی کتاب دے رکھی ہے کہ یہ (اس دعوے میں) اس سے استدلال کرتے ہیں (حقیقت یہ ہے کہ نہ دلیل عقلی ہے نہ دلیل نقلی) بلکہ (محض اتباع رسم پیشینیاں ہے چنانچہ) وہ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقہ پر پایا ہے اور ہم بھی ان کے پیچھے پیچھے راستہ چل رہے ہیں اور (جس طرح یہ لوگ بلا دلیل بلکہ خلاف دلیل اپنی رسم قدیم کو سند لاتے ہیں) اسی طرح ہم نے آپ سے پہلے کسی بستی میں کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر وہاں کے خوش حال لوگوں نے (اولاً اور تابعین نے ثانیاً) یہی کہا ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقہ پر پایا ہے اور ہم بھی ان ہی کے پیچھے پیچھے چلے جا رہے ہیں (اس پر) ان کے (اس) پیغمبر نے (ان سے) کہا کہ کیا (رسم آبائی ہی کا اتباع کئے جاؤ گے) اگرچہ میں اس سے اچھا (منزل) مقصود پر پہنچا دینے والا طریقہ تمہارے پاس لایا ہوں وہ (براہِ عناد) کہنے لگے کہ ہم تو اس (دین) کو مانتے ہی نہیں جس کو دے کر (بزعم تمہارے) تم کو بھیجا گیا ہے سو (جب عناد حد سے بڑھ گیا اس وقت) ہم نے ان سے انتقام لیا سو دیکھئے تکذیب کرنے والوں کا کیسا (برا) انجام ہوا۔

ف: تَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِيْ ...... کے سیاق وسباق سے متبادر ہوتا ہے کہ یہ کلمات کشتی میں سوار ہو کر بھی پڑھے اور گو حدیث میں صرف دابہ کی سواری میں منقول ہے مگر فلک کے لئے نفی نہیں اور منقول نہ ہونا شاید اس لئے ہو کہ اس وقت اس کا کم اتفاق ہوا۔ اور اعتقاد جزئیت گو ان سے تصریحاً کہیں منقول نہ ہو مگر بنوت کے معتقد تھے اور وہ بالمعنی الحقیقی مستلزم جزئیت ہے۔ اور اگر فی الخصام[2] کے جواب میں وہ کہیں کہ وہ عارض ملکیت ہے جو جابر نقصان ہے تو اس عارض کا مؤثر ہونا اُن کو ثابت کرنا ہوگا کیوں کہ مطلق عارض کافی نہیں۔

الحواشی: (۱) معطوف ہے جملہ سابقہ ان کو ان کا عورت ہونا نہیں بتلایا اھ پر یعنی نہ تو اللہ تعالیٰ نے بتلایا اور نہ دلیل عقلی و نقلی ہے پس اس صورت میں بناء

دعویٰ مشاہدہ ہونا چاہئے الخ ۱۲منہ۔ (۲) مطلب یہ کہ وهو فی الخصام غير مبين سے استدلال کرنے کی تقریر میں جو کہا گیا تھا کہ وہ لڑکی باعتبار اپنی اصلی وضع کے قطع نظر عوارض سے ناقص العقل ہے جو آیت او من ينشؤ کے ترجمہ کی تمہید میں لکھا گیا ہے وہ اس کے جواب میں اگر یہ کہیں کہ قید (قطع نظر عوارض سے) میں تم اس کے مقر ہو کہ عارض کے سبب یہ نقصان مرتفع ہوسکتا ہے سو یہاں وہ عارض ملکیت ہو پس جب نقصان نہ رہا بنائے استدلال نہ رہی تو استدلال بھی نہ رہا ۱۲منہ۔

اللغات: مقرنين مطيقين قوله مثلا بمعنى الشبه ويراد به الولد لكونه شبها للوالد۱۲۔

النحو: قوله او من ينشؤا مبتدأ خبره محذوف ای ولد له او هو مفعول عامله محذوف ای ام اتخذ ولدا من ينشؤ كما هو صنيعی فی الترجمة۱۲۔

البلاغة: قوله انشرنا فيه التفات قوله من الفلك بيان مقدم قوله لتستووا اللام للغاية ولا يقصد به الحصر لان الغايات متعددة الانتفاع الدنيوی والانتفاع الاخروی المذكور فی المقام قوله علی ظهوره فيه تغليب لذی الظهر من الدابة علی غير ذی الظهر من الفلك قوله سخرلنا هذا هو للتصوير او للتحقير قوله وجعلوا اريد بالجعل الاعتقاد والتقول قوله ستكتب السين للتاكيد۱۲۔

وَإِذْ قَالَ إِبْرٰهِيمُ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِۦٓ إِنَّنِى بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُونَ ﴿٢٦﴾ إِلَّا ٱلَّذِى فَطَرَنِى فَإِنَّهُۥ سَيَهْدِينِ ﴿٢٧﴾ وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِى عَقِبِهِۦ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿٢٨﴾ بَلْ مَتَّعْتُ هٰٓؤُلَآءِ وَءَابَآءَهُمْ حَتّٰى جَآءَهُمُ ٱلْحَقُّ وَرَسُولٌ مُّبِينٌ ﴿٢٩﴾ وَلَمَّا جَآءَهُمُ ٱلْحَقُّ قَالُوا۟ هٰذَا سِحْرٌ وَإِنَّا بِهِۦ كٰفِرُونَ ﴿٣٠﴾ وَقَالُوا۟ لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا ٱلْقُرْءَانُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ ٱلْقَرْيَتَيْنِ عَظِيمٍ ﴿٣١﴾ أَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ۚ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُم مَّعِيشَتَهُمْ فِى ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا ۚ وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُم بَعْضًا سُخْرِيًّا ۗ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ ﴿٣٢﴾ وَلَوْلَآ أَن يَكُونَ ٱلنَّاسُ أُمَّةً وٰحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَن يَكْفُرُ بِٱلرَّحْمٰنِ لِبُيُوتِهِمْ سُقُفًا مِّن فِضَّةٍ وَمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُونَ ﴿٣٣﴾ وَلِبُيُوتِهِمْ أَبْوٰبًا وَسُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِـُٔونَ ﴿٣٤﴾ وَزُخْرُفًا ۚ وَإِن كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتٰعُ ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا ۚ وَٱلْءَاخِرَةُ عِندَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِينَ ﴿٣٥﴾ ع ۹

اور (وہ وقت بھی قابل ذکر ہے) جبکہ ابراہیم نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے فرمایا کہ میں ان چیزوں (کی عبادت) سے بیزار ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو مگر ہاں جس نے مجھ کو پیدا کیا پھر وہی مجھ کو رہنمائی کرتا ہے اور وہ اس (عقیدہ) کو اپنی اولاد میں بھی ایک قائم رہنے والی بات کر گئے تا کہ (ہر زمانہ میں مشرک) لوگ (شرک سے) باز آتے رہیں۔ بلکہ میں نے ان کو اور ان کے باپ دادوں کو (دنیا کا) خوب سامان دیا ہے۔ یہاں تک کہ ان کے پاس سچا قرآن اور صاف بتانے والا رسول آیا اور جب ان کے پاس یہ سچا قرآن پہنچا تو کہنے لگے کہ یہ تو جادو ہے اور ہم اس کو نہیں مانتے اور کہنے لگے کہ یہ قرآن (اگر کلام الٰہی ہے تو) ان دونوں بستیوں (مکہ اور طائف کے رہنے والوں) میں سے کسی بڑے آدمی جو کیوں نہیں کیا گیا۔ کیا یہ لوگ آپ کے رب کی رحمت (خاصہ یعنی نبوت) کی تقسیم کرنا چاہتے ہیں۔ دینوی زندگی میں (تو) ان کی روزی ہم (ہی) نے تقسیم کر رکھی ہے اور ہم نے ایک کو دوسرے پر رفعت دے رکھی ہے تا کہ ایک دوسرے سے کام لیتا رہے (اور عالم کا انتظام برقائم ہے) اور آپ کے رب کی رحمت بدرجہا اس (دینوی مال و متاع) سے بہتر ہے۔ جس کو یہ لوگ سمیٹتے پھرتے ہیں اور اگر یہ بات (متوقع نہ ہوتی کہ تمام آدمی ایک ہی طریقے کے ہو جائیں گے تو جو لوگ اللہ کے ساتھ کفر کرتے ہیں ان کے لئے ان کے گھروں کی چھتیں ہم چاندی کی کر دیتے اور (نیز) زینے بھی جن پر سے چڑھا (اترا) کرتے ہیں اور انکے گھروں کے کواڑ بھی اور تخت بھی جن پر تکیہ لگا کر بیٹھتے اور (یہی چیزیں) سونے کی بھی اور یہ سب (ساز و سامان) کچھ بھی نہیں صرف دینوی زندگی کی چند روزہ کامرانی ہے اور آخرت کے پروردگار کے ہاں خدا ترسوں کیلئے ہے۔

تفسیر: ربط: اوپر توحید کا مضمون تھا آگے اسی کی تاکید و تائید کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جو کہ مسلم و معظم عند العرب تھے اس کا منقول ہونا (جس سے ان کے دعوے اتباع آباء پر بھی تعریض ہوگئی کہ اور آباء واجداد سے یہ جد اعظم احق الاتباع ہیں) اور انکے بعد پھر انکی اولاد میں اسکا منقول چلا آنا اور اب آخر میں پیغمبر آخر الزماں کی معرفت اُسکی تجدید فرمانا اور اسکے ساتھ پیغمبر آخر الزماں ﷺ کی نبوت کے متعلق ان لوگوں کے ایک اعتراض کا جواب مذکور ہے۔

توارث توحید از ابراہیم علیہ السلام ودفع شبہ متعلقہ نبوت حضرت سید الانام صلی اللہ علیہ وسلم: وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖٓ (الی قولہ تعالیٰ) وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ اور (وہ وقت قابل ذکر ہے) جب کہ ابراہیم (علیہ السلام) نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے فرمایا کہ میں ان چیزوں (کی عبادت) سے بیزار (اور بے تعلق) ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو مگر ہاں (اس خدا سے تعلق رکھتا ہوں) جس نے مجھ کو پیدا کیا پھر وہی مجھ کو (میرے دین ودنیا کی مصلحتوں تک) رہنمائی کرتا ہے (مطلب یہ کہ ان لوگوں کو ابراہیم علیہ السلام کا حال یاد کرنا چاہئے کہ وہ خود بھی توحید کے معتقد تھے) اور (بذریعہ وصیت کے) وہ اس (عقیدہ) کو اپنی اولاد میں (بھی) ایک قائم رہنے والی بات کر گئے (یعنی اپنی اولاد کو بھی وصیت کی لقولہ تعالیٰ: وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ [البقرۃ: ۱۳۲] جس کا اثر کچھ کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تک بھی برابر رہا یہاں تک کہ زمانۂ جاہلیت میں بھی عرب میں بعض لوگ شرک سے نفور تھے کما یظھر من التواریخ اور یہ وصیت انہوں نے اس لئے کی تھی) تا کہ (ہر زمانہ میں مشرک) لوگ (موحدین سے توحید سن سن کر شرک سے) باز آتے رہیں (مگر یہ لوگ پھر بھی باز نہیں آتے اور اس طرف توجہ نہیں کرتے) بلکہ میں نے (جو) ان کو اور ان کے باپ دادوں کو (دنیا کا) خوب سا سامان دیا ہے (اس میں منہمک ومشتغل وغافل ہو رہے ہیں) یہاں تک کہ (اسی اشتغال وانہماک وخواب غفلت سے بیدار کرنے کے لئے) ان کے پاس سچا قرآن (جو بوجہ معجز ہونے کے اپنے سچا ہونے کی آپ ہی دلیل ہے) اور صاف صاف بتلانے والا رسول (اللہ کی طرف سے) آیا ہے اور جب ان کے پاس یہ سچا قرآن پہنچا (اور اس کا اعجاز ظاہر ہوا) تو کہنے لگے کہ یہ جادو ہے اور ہم اس کو نہیں مانتے (یہ تو قرآن کی نسبت کہا) اور (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت) کہنے لگے کہ یہ قرآن (اگر کلام الٰہی ہے اور من حیث الرسالۃ آیا ہے تو) ان دونوں بستیوں (یعنی مکہ اور طائف کے رہنے والوں) میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہیں نازل کیا گیا (یعنی رسول کے لئے عظیم الشان ہونا ضروری ہے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم مال اور ریاست نہیں رکھتے تو یہ پیغمبر نہیں ہو سکتے مقصود انکار تھا پیغمبری کا اس شبہ سے تمسک کر کے آگے اس شبہ کا رد فرماتے ہیں کہ) کیا یہ لوگ آپ کے رب کی رحمت (خاصہ یعنی نبوت) کو (خود) تقسیم کرنا چاہتے ہیں (یعنی یہ چاہنا کہ ہماری رائے کے موافق ملے گی گویا خود تقسیم کنندہ ہونے کی ہوس کرنا ہے کہ یہ تقسیم ہمارے سپرد ہو سو یہ ہوس نری نادانی ہے کیونکہ) دنیوی زندگی میں (تو) ان کی روزی ہم (ہی) نے تقسیم کر رکھی ہے اور (اس تقسیم میں) ہم نے ایک کو دوسرے پر رفعت دے رکھی ہے تا کہ (اس سے یہ مصلحت حاصل ہو کہ) ایک دوسرے سے کام لیتا رہے (اور عالم کا انتظام قائم رہے) اور (ظاہر اور یقینی بات ہے کہ) آپ کے رب کی رحمت (خاصہ یعنی نبوت) بدرجہا اس (دنیوی مال ومتاع اور اس کے توابع ریاست وجاہ) سے بہتر ہے جس کو یہ لوگ سمیٹتے پھرتے ہیں (پس جب دنیوی معیشت کی کہ ادنیٰ درجہ کی چیز ہے تقسیم ان کی رائے پر نہیں رکھی بلکہ رعایت مصالح کے لئے کہ وہ بھی عظیم نہیں ہیں خود ہی اپنی حکمت ومشیت پر رکھی ہے تو نبوت جو خود بھی اعلیٰ درجہ کی چیز ہے اور اس کے مصالح بھی اعظم درجہ کے ہیں وہ کیونکر ان کی رائے پر تقسیم کی جاتی رہا یہ کہ صلاحیت ہونا تو ضروری ہے اور بناء صلاحیت کی مال وریاست ہے سو اس کا جواب یہ ہے کہ امر عظیم کی صلاحیت کی بناء پر امر عظیم ہونا چاہئے) اور (دنیا کی دولت وجاہ ہمارے نزدیک اس قدر صغیر وحقیر ہے کہ) اگر یہ بات (متوقع) نہ ہوتی کہ (قریب قریب) تمام آدمی ایک ہی طریقہ کے ہو جاویں گے (یعنی کافر ہو جاویں گے) تو جو لوگ خدا کے ساتھ کفر کرتے ہیں (اور خدا کے نزدیک سخت مبغوض ہیں) ہم ان (سب) کے لئے ان کے گھروں کی چھتیں چاندی کی کر دیتے اور (نیز) زینے بھی (چاندی کے کر دیتے) جن پر چڑھا (اترا) کرتے اور ان کے گھروں کے کواڑ بھی (چاندی کے کر دیتے) اور تخت بھی (چاندی کے کر دیتے) جن پر تکیہ لگا کر بیٹھتے ہیں اور (یہی چیزیں) سونے کی بھی (کر دیتے یعنی کچھ چاندی کی کچھ سونے کی مگر یہ سامان سب کفار کو اس لئے نہیں دیا کہ اکثر طبائع میں حرص مال ومتاع کی غالب ہے اور اس صورت مفروضہ میں کفر سبب یقینی ہوتا حصول مال ومتاع کا پس باستثناء بعض قلیل کے قریب قریب کل کے کفر اختیار کر لیتے یہ مصلحت ہے عدم تعمیم الدنیا للکفار میں اور بعض کفار کو سامان نہ دینے میں اور بعض کو کم دینے میں ورنہ اگر یہ مصلحت نہ ہوتی تو ہم ایسا ہی کرتے اور ظاہر ہے کہ دشمن کو قدر ووسعت کی چیز نہیں دیا کرتے اس سے معلوم ہوا کہ دنیا واقع میں امر عظیم نہیں ہے پس وہ منصب عظیم یعنی نبوت کی صلاحیت کی بناء بھی نہ ہوگی بلکہ بناء اس کی صلاحیت کی ملکات فاضلہ موہوبہ من اللہ ہیں جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں بدرجۂ اکمل مجتمع ہیں پس نبوت ان ہی کے لئے زیبا تھی نہ کہ مکہ وطائف کے رئیسوں کے لئے) اور (آگے منجملہ وجوہ حقارت دنیا کے ایک وجہ جو نہایت ظاہر ہے ارشاد فرماتے ہیں وہ یہ کہ) یہ سب (ساز وسامان جو مذکور ہوا) کچھ بھی نہیں صرف دنیوی زندگی کی چند روزہ کامرانی ہے (پھر فناء آخر فناء) اور آخرت (جو اس کے مقابلہ میں ہے اور باقی وابدی ہے اور اس لئے اس سے بہتر ہے وہ) آپ کے پروردگار کے ہاں خدا ترسوں کے لئے ہے (پس جو چیز فانی ہو وہ نہ قابل قدر ہے نہ قابل طلب البتہ آخرت جو کہ باقی ہے وہ اور اس کے تحصیل کے ذرائع کہ اعمال وطاعات ہیں وہ بے شک قابل اعتبار ہیں۔ اس میں بھی جواب مذکور کے دوسرے جزو کی طرف کہ وہ ملکات فاضلہ مبنیٰ ہیں صلاحیت للامر العظیم کے اشارہ ہو گیا کہ وہ اس لئے قابل وقعت ہیں کہ وہ اسباب فوز بالآخرۃ میں سے ہیں اور سبب عظیم کا عظیم ہے پس وہ ملکات اور فواضل امر عظیم ہیں جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متصف ہیں)۔

ف: مِمَّا تَعْبُدُوْنَ میں مَا تَعْبُدُوْنَ سے مراد اصنام ہیں اور اگر وہ اللہ کی بھی عبادت کرتے ہوں جیسا اکثر مشرکین کا مسلک ہے تب بھی بوجہ اس کے کہ وہ عبادت کالعدم ہے مَا تَعْبُدُوْنَ کا عموم اس کو شامل نہ ہوگا پس استثناء منقطع ہوگا اور ان کا لَوْلَا نُزِّلَ...... پر ان کے اس کہنے[1] سے شبہ نہ کیا جاوے کہ بشر اور نبوت میں منافات ہے۔ اصل یہ ہے کہ ایک قول ان کا اصلی عقیدہ تھا اور ایک علی سبیل التنزل و التسلیم اور تخصیص قریتین کی اس لئے کہ قرب و جوار میں اور کوئی شہر نہ تھا اور دیہات کے لوگوں کو خود اس قابل نہیں سمجھا کرتے علاوہ کمی سلیقہ کے اکثر مال و جاہ میں بھی اہل شہر سے کم ہوتے ہیں اور اس جواب مذکور فی الآیۃ سے یہ نہ سمجھا جاوے کہ انبیاء میں وقعت دنیوی کا لحاظ اصلاً نہیں ہوتا حدیث بخاری قصۂ ہرقل میں خود ہے۔ کذا الرسل تبعث فی نسب قومها بلکہ مقصود یہ ہے کہ وقعت بقدر ضرورت کافی ہے کہ وہ عام نظروں میں حقیر نہ سمجھا جاوے جو سبب ہو جاوے عار عن الاتباع کا اس سے زیادہ ترفع محض ہے اور جاہ کی جو مذمت آئی ہے اس سے بھی دوسرا مرتبہ مراد ہے نہ کہ مرتبۂ اولیٰ کہ ضروریات مقصودہ بالتحصیل سے ہے اور یَكُوْنُ النَّاسُ کی تقریر ترجمہ میں جو میں نے قریب قریب بڑھادیا اس سے ایک شبہ کا جواب ہوگیا جو کہ اس ملازمت پر کیا گیا ہے تقریر اس کی یہ ہے کہ اب بھی بہت سے آدمی ایسے ہیں کہ کسی ذریعہ سے وہ بالیقین جانتے ہیں کہ کافر ہو جانے سے دنیا خوب مل سکتی ہے لیکن اگر ان کو کوئی قتل بھی کردے تب بھی ہرگز کافر نہ ہوں۔ جواب کی تقریر یہ ہے کہ الناس سے مراد کل ناس نہیں ہیں بلکہ اکثر ناس ہیں اور گو کفار باعتبار عدد کے اب بھی اکثر ہیں مگر مطلق اکثر مراد نہیں بلکہ قریب قریب کل کے اس طرح کہ مسلمان فی نفسہٖ بھی قلیل ہوتے سو بحمد اللہ یہ بات نہیں ہے پس اس پر کوئی شبہ نہیں رہا۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَ قَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ اسی طرح منکرین اولیاء بھی جاہ و شرف نسبی نہ ہونے کے سبب ان کی ولایت سے انکار کرتے ہیں۔ قولہ تعالیٰ: وَ لَوْلَآ اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً (الی قولہ تعالی) وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ...... اس میں دلالت ہے دنیا و زینت دنیا سے زہد اور تقویٰ کی ترغیب پر۔

الحواشی: (۱) اور اس کہنے کا بیان آگے ہے کہ بشر اور نبوت میں منافات ہے مطلب یہ کہ ان کا یہ قول تھا منافات کا تو اس قول سے یہاں کے قول موجود یعنی لو لا نزل الخ پر شبہ نہ کیا جاوے الخ ۱۲ منہ۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله فی ابواب کواڑ اشارة الى ان المراد بالباب ليس الفضاء بين المصرا عين بل نفس المصر اعين وعليه قوله تعالى فتحت ابوابها وقوله تعالى فتحت لهم ابواب السماء ۱۲۔

الروایات: قوله القريتين فى الدر المنثور عن ابن عباس وغيره مكة وطائف ۱۲۔

اللغات: براء مصدر نعت به قوله سيهدين للتاكيد ليطابق قوله فى الشعراء خلقنى فهو يهدين قوله سخرى نسبة الى السخرة وهى التذليل۔ قوله يظهرون فى الخازن يصعدون ويرتقون ۱۲۔

النحو: قوله معارج عطف على سقفا فهو شريك فى قيده اى من فضة كما هو الشائع فى الاكثر قوله زخرفا معطوف على محل فضة اى ومن زخرف ۱۲۔

البلاغۃ: هذا القرآن قالوه قاتلهم الله على وجه الاستحقار لانهم لم يقولوه تسليما بل انكارا قوله ولبيوتهم كرر التكرير لزيادة التقرير ولانه ابتداء آية كذا فى الروح قلت ويمكن ان يقال ان السقف والابواب لما كانت من اجزاء البيت عرفا صرح فيهما بالبيوت بخلاف المعارج والسرر ۱۲۔

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ﴿۳۶﴾ وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۳۷﴾ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَنَا قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ ﴿۳۸﴾ وَلَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ فِى الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ﴿۳۹﴾ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ تَهْدِى الْعُمْىَ وَمَنْ كَانَ فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۰﴾ فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ مُّنْتَقِمُوْنَ ﴿۴۱﴾ اَوْ نُرِيَنَّكَ الَّذِىْ وَعَدْنٰهُمْ فَاِنَّا عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ ﴿۴۲﴾ فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِىْٓ اُوْحِىَ اِلَيْكَ ۚ اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۴۳﴾ وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۚ وَسَوْفَ تُسْـَٔلُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَسْـَٔلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ ﴿۴۵﴾

ع ۴ / ۱۰

اور جو شخص اللہ کی نصیحت سے اندھا بن جاوے ہم اُس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں سو وہ اُس کے ساتھ رہتا ہے اور وہ ان کو راہ (حق) سے روکتے رہتے ہیں اور یہ لوگ یہ خیال کرتے رہتے ہیں کہ راہ (راست) پر ہیں یہاں تک کہ جب ایسا شخص ہمارے پاس آئے گا (تو اس شیطان سے) کہے گا کہ کاش میرے اور تیرے درمیان میں (دنیا میں) مشرق و مغرب کے برابر فاصلہ ہوتا کہ (تو تو) بُرا ساتھی تھا۔ اور (ان سے کہا جائے گا) جبکہ تم (دنیا میں) کفر کر چکے تھے تو آج یہ بات تمہارے کام نہ آئے گی کہ تم (اور شیاطین) سب عذاب میں شریک ہوں سو کیا آپ (ایسے) بہروں کو سنا سکتے ہیں (ایسے) اندھوں کو اور میں لوگوں کو جو کہ صریح گمراہی میں ہیں راہ پر لا سکتے ہیں۔ پس اگر ہم (دنیا سے) آپ کو اٹھا لیں تو بھی ہم ان سے بدلہ لینے والے ہیں۔ یا اگر ان سے جو ہم نے عذاب کا وعدہ کر رکھا ہے وہ آپ کو (بھی) دکھلا دیں تب بھی (کچھ بعید نہیں کیونکہ) ہم کو ان پر ہر طرح کی قدرت ہے۔ تو آپ اس قرآن پر قائم رہئے جو آپ پر وحی کے ذریعے سے نازل کیا گیا ہے آپ بیشک سیدھے راستے پر ہیں اور قرآن آپ کے لئے اور آپ کی قوم کے لئے بے شک بڑے شرف کی چیز ہے اور عنقریب تم سب پوچھے جاؤ گے اور آپ ان سب پیغمبروں سے جن کو ہم نے آپ سے پہلے بھیجا ہے پوچھ لیجئے کیا ہم نے خدائے رحمٰن کے سوا دوسرے معبود ٹھہرا دیئے تھے کہ ان کی عبادت کی جائے۔

تفسیر ربط: اوپر منکرین توحید و رسالت کے کفر و ضلالت کا بیان تھا آگے اس کفر و ضلالت پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حزن کے ازالہ اور تسلیہ کے لئے اس ضلالت کی علت اور پھر قیامت میں ان کی ندامت اور خسارت اور ان کی ہدایت کا آپ کے اختیار سے خارج ہونا اور ان کا عقوبت سے نہ بچ سکنا اور قرآن اور اسلام اور توحید کا نعمت اور حق ہونا کہ اس کو بھی تسلیہ میں دخل ہوتا ہے مذکور ہے۔

اعتناء بتسلیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ (الی قوله تعالی) اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ اور جو شخص اللہ کی نصیحت (یعنی قرآن اور وحی سے) (جان بوجھ کر) اندھا بن جاوے (جیسے یہ کفار ہیں کہ دلائل شافیہ موجبہ للعلم بالضرورۃ کے ہوتے ہوئے تجاہل و تغافل کرتے ہیں جیسا فرعونیوں کا حال آیا ہے: جَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَاۤ اَنْفُسُهُمْ [النمل: ۱۴]) ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں سو وہ (ہر وقت) اس کے ساتھ رہتا ہے اور وہ (ساتھ رہنے والے شیاطین) ان (معرضین عن القرآن) کو (برابر) راہ (حق) سے روکتے رہتے ہیں (اور تسلط کا یہی اثر ہے) اور یہ لوگ (باوجود راہ حق سے دور ہونے کے) یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ (یعنی ہم) راہ (راست) پر ہیں (سو جس کی گمراہی کی یہ صورت اور یہ حالت ہو اس کے راہ پر آنے کی کیا امید ہے سو غم کیوں کیا جاوے اور اس سے بھی تسلی رکھئے کہ ان کا یہ تغافل جلدی ہی ختم ہوگا اور جلدی ہی ان کو اپنی غلطی ظاہر ہو جاوے گی کیونکہ یہ تغافل محض دنیا ہی دنیا تک ہے) یہاں تک کہ جب ایسا شخص ہمارے پس آوے گا (اور اس کی غلطی ظاہر ہوگی) تو (اس شیطان قرین سے) کہے گا کہ کاش میرے اور تیرے درمیان میں (دنیا میں) مشرق و مغرب کے برابر فاصلہ ہوتا (کیوں) کہ (تو تو) برا ساتھی تھا (تو نے مجھ کو گمراہ کیا مگر یہ حسرت اس وقت کام نہ آوے گی) اور (نیز ان سے کہا جاوے گا کہ) جب کہ تم (دنیا میں) کفر کر چکے تھے تو (جس طرح آج حسرت تمہارے کام نہیں آئی اسی طرح) آج یہ بات (بھی) تمہارے کام نہ آوے گی کہ تم (اور شیاطین) سب عذاب میں شریک ہو (جیسے دنیا میں بعض اوقات دوسرے کو شریک مصیبت دیکھ کر ایک گونہ تسلی ہو جاتی ہے وہاں چونکہ عذاب بہت زیادہ شدید ہوگا اس لئے دوسرے کی طرف التفات بھی نہ ہوگا ہر شخص اپنے حال میں مبتلا ہوگا اور اپنے ہی کو سب سے زیادہ مبتلا سمجھے گا) سو (آپ کو جب ان کی یہ حالت معلوم ہوگئی کہ ان کی ہدایت کی کوئی امید نہیں تو) کیا آپ (ایسے) بہروں کو سنا سکتے ہیں یا (ایسے) اندھوں کو اور ان لوگوں کو جو کہ صریح گمراہی میں (مبتلا) ہیں راہ پر لا سکتے ہیں (یعنی ان کی ہدایت آپ کے اختیار سے خارج ہے آپ درپے نہ ہوں) پھر (ان کا یہ عصیان اور یہ طغیان خالی جانے والا نہیں بلکہ اس پر ضرور عقوبت مرتب ہونے والی ہے خواہ آپ کی حیات میں ہو خواہ آپ کی وفات کے بعد ہو پس) اگر ہم (دنیا سے) آپ کو اٹھا لیں تو بھی ہم ان (کافروں) سے بدلہ لینے والے ہیں یا اگر ان سے جو ہم نے عذاب کا وعدہ کر رکھا ہے وہ (آپ کی حیات میں ان پر نازل کر کے) آپ کو (بھی) دکھلا دیں تب بھی (کچھ بعید نہیں کیونکہ) ہم کو ان پر ہر طرح کی قدرت ہے (مطلب یہ ہے کہ عذاب ضرور ہوگا خواہ کب ہی ہو اور جب یہ بات ہے) تو آپ (تسلی رکھئے اور اطمینان سے) اس قرآن پر قائم رہئے جو آپ پر وحی کے ذریعہ سے نازل کیا گیا ہے (کیونکہ) آپ بے شک سیدھے رستہ پر ہیں (اور استمساک میں تبلیغ بھی داخل ہے مطلب یہ کہ اپنا کام کئے جایئے دوسروں کے کام کا غم نہ کیجئے) اور یہ قرآن (جس کے ساتھ تمسک کرنے کو ہم کہتے ہیں) آپ کے لئے اور آپ کی قوم کے لئے بڑے شرف کی چیز ہے (آپ کے لئے تو اس لئے کہ آپ مخاطب بلا واسطہ ہیں اور قوم کے لئے اس واسطے کہ مخاطب بواسطہ ہیں ملوک کا مخاطب ہونا ظاہر ہے کہ موجب شرف ہے چہ جائے ملک الملوک کا مخاطب بننا خواہ قوم سے مراد قریش ہوں یا عرب ہوں یا تمام امت ہو کہ تدریجاً و تعاقباً قرآنی خطاب سب کو ہے غرض یہ کہ موجب شرف ہونے کی وجہ سے یہ بڑی نعمت ہے) اور عنقریب (قیامت کے روز) تم سب (اپنے ذمہ کے واجب حقوق سے) پوچھے جاؤ گے (پس آپ سے صرف تبلیغ کے متعلق سوال ہوگا جس کو آپ خوب ادا کر چکے ہیں اور عمل کے متعلق ان سے سوال ہوگا جس میں انہوں نے اخلال کیا کقولہ تعالیٰ: فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ [الأعراف: ٦] پس جب آپ سے ان کے اعمال کے بارہ میں باز پرس نہ ہوگی تو پھر آپ کیوں

غم کرتے ہیں) اور (ہم نے جو اوپر فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيْٓ اُوْحِيَ اِلَيْكَ ۚ اِنَّكَ عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ میں تعلیم قرآنی کو حق فرمایا ہے اس میں بڑا اول مابہ النزاع ان کفار سے توحید ہے جس کے حق ہونے میں ان کو بڑا کلام ہے سو وہ ایسا امر حق ہے کہ اس پر تمام انبیاء علیہم السلام کا جو کہ جامع بین العقل والنقل ہیں اجماع ہے اور اس حیثیت سے گویا اس پر ہزاروں عقلی ونقلی ادلہ قائم ہیں چنانچہ اگر آپ کا جی چاہے تو) آپ ان سب پیغمبروں سے جن کو ہم نے آپ سے پہلے بھیجا ہے پوچھ لیجئے (یعنی ان کی کتب وصحف سے جن کا کچھ بقیہ موجود ہے تحقیق کر لیجئے) کہ کیا ہم نے خدائے رحمان کے سوا (کبھی بھی) دوسرے معبود ٹھہرا دیئے تھے کہ ان کی عبادت کی جاوے (یہ اوروں کو سنانا منظور ہے کہ جس کا جی چاہے تحقیق کر لے اور کتابوں میں دیکھنے کو رسولوں سے پوچھنا مجازاً کہہ دیا کذا فی المدارک جیسے ہمارا بھی محاورہ ہے کہ کسی مسئلۂ طبیہ مختلف فیہا کو مختلف کتابوں میں دیکھا ہو پھر کہتے ہیں کہ آؤ بھئی شیخ بوعلی سینا سے پوچھیں وہ کیا کہتا ہے اور یہ کہہ کر قانون شیخ کو دیکھنے لگیں)۔

ف: نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا پر اگر شبہ ہو کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر شخص پر ایک ایک شیطان مقرر ہے پھر مَنْ يَّعْشُ کی کیا تخصیص ہے جواب یہ ہے یہاں مطلق تقییض مراد نہیں ہے بلکہ تقییض خاص یعنی جس پر ضلالت ضرور مرتب ہو جاوے اور حدیث میں مطلق مراد ہے و نیز قرین سے مراد ہر وقت کا قرین ہے سو یہ بھی خاص ہے کفار کے ساتھ کیونکہ مؤمن جب ذکر اللہ کرتا ہے شیطان اس سے ہٹ جاتا ہے اور اگر شبہ ہو کہ یعش کے ترجمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حق اور باطل کو جانتے تھے اور يَحْسَبُوْنَ ...... سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ باطل کو حق جانتے تھے جواب یہ ہے کہ اضطراراً تو حق کو حق اور باطل کو باطل سمجھتے تھے مگر اختیاراً باطل کو حق سمجھتے تھے اور باطل پر جمنے میں کچھ مصلحتیں تراش رکھی تھیں اور ان مصلحتوں کی تحصیل کو ضروری اور ان کی ضرورت کو حق سمجھتے تھے اور حق واقعی کو ذہن سے نکالنے کی کوشش کرتے تھے جیسا اہل عناد کا طریقہ ہوتا ہے اور حَتّٰٓي اِذَا جَآءَنَا میں اگر شبہ ہو کہ یہ مجئ تو قیامت کے روز ہوگی اور ظاہر ہے کہ اس وقت سے پہلے ہی یعنی مرنے کے بعد ہی حق و باطل منکشف ہو جاوے گا۔ جواب یہ ہے کہ قیامت مع المقدمات مراد ہے اور موت مقدمہ قیامت کا ہے پس دونوں کو کالمتحد قرار دے کر ایک کا حکم دوسرے پر جاری کیا جا سکتا ہے پس وضوح بعد الموت کو وضوح فی القیامۃ کہا جا سکتا ہے۔

اللغات: يعش في المدارك اذا حصلت الآفة في بصره قيل عشي يعشى واذا نظر نظر العشي ولا آفة به قيل عشا يعشو قوله اذ ظلمتم في الروح قال سيبويه اذ بمعنى التعليل حرف بمنزلة لام العلة وانكره الجمهور لكن اثبات سيبويه يكفي حجة وقال ابو البقاء التقدير بعد اذ ظلمتم۔ لذكر اى شرف كذا في القاموس وغيره ۱۲۔

البلاغة: قوله بعد المشرقين اى بعد كل منهما عن الآخر وفيه تغليب المشرق على المغرب واضيف البعد اليهما والاصل بعد المشرق من المغرب واختصر هذا المبسوط لعدم الالباس اذ لا خفاء انه لا يراد بعدهما من شئ واحد لان البعد من احدهم قرب من الآخر كذا في الروح ۱۲۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰي بِاٰيٰتِنَآ اِلٰي فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَقَالَ اِنِّيْ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۴۶ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِاٰيٰتِنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَضْحَكُوْنَ ۝۴۷ وَمَا نُرِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ اِلَّا هِيَ اَكْبَرُ مِنْ اُخْتِهَا ۡ وَاَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝۴۸ وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَ السّٰحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ اِنَّنَا لَمُهْتَدُوْنَ ۝۴۹ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ۝۵۰ وَنَادٰي فِرْعَوْنُ فِيْ قَوْمِهٖ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَيْسَ لِيْ مُلْكُ مِصْرَ وَهٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِيْ ۚ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝۵۱ اَمْ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ مَهِيْنٌ ڏ وَّلَا يَكَادُ يُبِيْنُ ۝۵۲ فَلَوْلَآ اُلْقِيَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰۗئِكَةُ مُقْتَرِنِيْنَ ۝۵۳ فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۝۵۴ فَلَمَّآ اٰسَفُوْنَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝۵۵ فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ ۝۵۶

ع ۵ / ۱۱

ان پر لگے ہنسنے اور ان کی جو نشانی دکھاتے تھے وہ دوسری نشانی سے بڑھ کر ہوتی تھی اور ہم نے ان کو عذاب میں پکڑا تھا تاکہ وہ (اپنے) کفر سے باز آ جائیں اور انہوں نے کہا کہ اے جادوگر! ہمارے لئے اپنے رب سے اس بات کی دعا کر دیجئے جس کا اس نے آپ سے عہد کر رکھا ہے ہم ضرور راہ پر آ جائیں گے پھر جب ہم نے وہ عذاب ان سے ہٹا

دیا تب ہی انہوں نے (اپنا) عہد توڑ دیا اور فرعون نے اپنی قوم میں منادی کرائی یہ بات کہی کہ اے میری قوم! کیا مصر کی سلطنت میری نہیں ہے اور یہ نہریں میرے محل کے پائیں میں بہہ رہی ہیں کیا تم دیکھتے نہیں ہو۔ بلکہ میں (ہی) افضل ہوں اس شخص سے جو کہ کم قدر ہے اور قوت بیانیہ بھی نہیں رکھتا تو اس کے سونے کے کنگن کیوں نہیں ڈالے گئے یا فرشتے اس کے جلو میں پر باندھے آئے ہوتے غرض اس نے (ایسی باتیں کر کر کے) اپنی قوم کو مغلوب کر دیا اور وہ اس کے کہنے میں آ گئے وہ لوگ (کچھ پہلے سے بھی) شرارت کے بھرے تھے پھر جب ان لوگوں نے ہم کو غصہ دلایا تو ہم نے ان سے بدلہ لیا اور ان سب کو ڈبو دیا اور ہم نے ان کو آئندہ آنے والوں کے لئے خاص طور پر متقدمین اور نمونہ (عبرت) بنا دیا۔

تفسیر ربط: اوپر مضمون تسلیہ کا ہے آگے قصۂ موسویہ سے اسکی تائید فرماتے ہیں و نیز اس سے مضامین توحید و رسالت و تہدید منکرین کی بھی تائید ہوتی ہے جو کہ اوپر مذکور تھے اور نیز اس میں اشارہ ہے کہ کفار کا لَوْلَا نُزِّلَ ...... کہنا اقتدائے فرعونی ہے کہ اس نے ان چیزوں کو عظیم سمجھ کر کہا تھا اَلَیْسَ لِیْ مُلْکُ مِصْرَ ......۔

قصۂ موسویہ بتائید مضامین سابقہ: وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَآ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ (الی قولہ تعالی) فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِیْنَ اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو اپنے دلائل (یعنی معجزات عصا اور ید بیضا) دے کر فرعون کے اور اس کے امراء کے پاس بھیجا تھا سو انہوں نے ان لوگوں کے پاس آ کر فرمایا کہ میں رب العالمین کی طرف سے (تم لوگوں کی ہدایت کے واسطے) پیغمبر (ہو کر آیا) ہوں (مگر فرعون و اہل فرعون نے نہیں مانا) پھر (ہم نے دوسرے دلائل برنگ عقوبت ان کے اثبات نبوت کے لئے ظاہر کئے جن کا ذکر اس آیت میں ہے: وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِیْنَ وَنَقْصٍ ...... [الأعراف: ۱۳۰] مگر ان لوگوں کی پھر بھی یہ حالت رہی کہ) جب موسیٰ (علیہ السلام) ان کے پاس ہماری (وہ) نشانیاں لے کر آئے (جو آیات تسعہ کہلاتی ہیں) تو وہ یکایک ان (معجزات) پر لگے ہنسنے (کہ یہ کیا اچھے معجزے ہیں محض معمولی واقعات و حوادث ہیں کیونکہ قحط وغیرہ ویسے بھی ہو جاتا ہے مگر یہ ان کی حماقت تھی کیونکہ انضمام قرائن مقامیہ سے ان واقعات کا عجیب اور خارق عادت ہونا معلوم تھا چنانچہ سورۂ اعراف میں ان لوگوں کا لِّتَسْحَرَنَا بِهَا [الأعراف: ۱۳۲] کہنا اس کی دلیل ہے) اور (ان نشانیوں کی کیفیت یہ تھی کہ) ہم ان کو جو نشانی دکھلاتے تھے وہ دوسری نشانی سے بڑھ کر ہوتی تھی (مطلب یہ کہ سب نشانیاں بڑی ہی تھیں اور یہ مطلب نہیں کہ ہر نشانی ہر نشانی سے بڑی تھی یہ ایک محاورہ ہے جب کئی چیزوں کا کمال بیان کرنا چاہتے ہیں تو یوں ہی بولتے ہیں کہ ایک سے ایک بڑھ کر یہ تو صحت عرفیہ ہے اور تفاضل جزئی سے اس حکم کی صحت عقلی بھی ہو سکتی ہے) اور ہم نے (ان نشانیوں کے واقع کرنے سے) ان لوگوں کو عذاب میں پکڑا تھا کہ وہ (اپنے کفر سے) باز آ جاویں (یعنی وہ نشانیاں دلالات نبوت بھی تھیں اور ان کے لئے عقوبات بھی تھیں۔ کذا فی الخازن۔ مگر وہ لوگ باز نہ آئے باوجودیکہ ہر نشانی کے وقوع پر اس کا چند بار عہد بھی کیا) اور انہوں نے (موسیٰ علیہ السلام سے ہر نشانی پر یہ) کہا کہ اے جادوگر (یہ لفظ حسب عادت سابقہ فرط بدحواسی سے ان کے منہ سے نکل جاتا ہوگا ورنہ تضرع کے وقت ظاہری شرارت ایک گونہ مستبعد ہے مطلب یہ تھا کہ اے موسیٰ کما فی الاعراف) ہمارے لئے اپنے رب سے اس بات کی دعاء کر دیجئے جس کا اس نے آپ سے عہد کر رکھا ہے (وہ بات ہے قہر کا دور کر دینا ہمارے باز آ جانے پر، ہم وعدہ کرتے ہیں کہ اگر آپ اس عذاب کو دور کرا دیں تو) ہم ضرور راہ پر آ جاویں گے پھر جب (جب) ہم نے وہ عذاب ان سے ہٹا دیا تب ہی انہوں نے (اپنا) عہد توڑ دیا (ان آیات تسعہ کا بیان سورۂ اعراف میں آ چکا ہے جن میں بعض واقعات صورۃً بھی معمولی نہیں سو یا تو ان پر ضحک نہ کیا ہو اور جو ضحک اوپر مذکور ہوا ہے بعض پر ہوا ہو مثلاً سنین و نقص ثمرات پر جس کے بعد سورۂ اعراف میں ان لوگوں کا لَنَا هٰذِهٖ ...... کہنا مذکور ہوا ہے اور مابعد کے واقعات پر محض تضرع ہوا ہو جس کے بعد اعراف میں ہے: وَقَعَ عَلَیْهِمُ الرِّجْزُ ...... [۱۳٤] جیسا کہ ان دونوں قولوں کا تفاوت آیات مذکورہ اعراف کے فائدہ میں مذکور ہے۔ اور یا سب پر ضحک کیا ہو تو یہ ہو سکتا ہے کہ ابتداء میں ضحک کیا ہو پھر وہ واقعہ مشتد اور ممتد ہوا ہو تب تملق شروع کیا ہو واللہ اعلم) اور فرعون نے (غالباً اس خیال سے کہ کہیں معجزات قاہرہ دیکھ کر عام لوگ مسلمان نہ ہو جاویں) اپنی قوم میں منادی کرائی (اور اس منادی میں) یہ بات کہی (یعنی کہلوائی) کہ اے میری قوم کیا مصر (مع توابع) کی سلطنت میری نہیں ہے اور (دیکھو) یہ نہریں میرے (محل کے) پائیں میں بہہ رہی ہیں کیا تم (یہ چیزیں) دیکھتے نہیں ہو (اور موسیٰ علیہ السلام کے پاس کچھ بھی سامان نہیں تو بتلاؤ میں افضل اور قابل اتباع ہوں یا موسیٰ علیہ السلام ہیں) بلکہ میں (ہی) افضل ہوں اس شخص سے (یعنی موسیٰ علیہ السلام سے) جو کہ (باعتبار مال و ترفع کے) کم قدر (آدمی) ہے اور قوت بیانیہ بھی نہیں رکھتا (اور اگر یہ شخص اپنے کو فرستادۂ خدا بتلاتا ہے) تو اس کے (ہاتھوں میں) سونے کے کنگن کیوں نہیں ڈالے گئے (جیسا شاہان دنیا کی عادت ہے کہ جب کسی پر خاص عنایت کرتے ہیں تو اس کو عام دربار میں سونے کے کنگن پہناتے ہیں چنانچہ راجاؤں میں اب بھی دستور ہے۔ مطلب یہ کہ اگر اس شخص کو نبوت عطاء ہوتی خدا کی طرف سے اس کے ہاتھ میں سونے کے کنگن ہوتے) یا فرشتے اس کے جلو میں پرا باندھ کر آئے ہوتے (جیسا کہ خاص امرائے شاہی کا جلوس اسی طرح نکلتا ہے یعنی یہ علامات اختصاص کی ظاہر ہوتیں حالانکہ یہ حماقت محضہ ہے کیونکہ نبوت جس قسم کا کمال اور اختصاص ہے اسی قسم کے علامات و دلائل اس کے ساتھ موجود ہیں) غرض اس نے (ایسی باتیں کر کے) اپنی قوم کو مغلوب (العقل) کر دیا اور وہ اس کے کہنے میں آ گئے (اور)

وہ لوگ (کچھ پہلے سے بھی) شرارت کے بھرے تھے (اس وجہ سے ان میں اس کا انفعال زیادہ تھا) پھر جب ان لوگوں نے (برابر کفر وعناد پر اصرار کر کے) ہم کو غصہ دلایا تو ہم نے ان سے بدلہ لیا اور ان سب کو ڈبو دیا اور ہم نے ان کو آئندہ آنے والوں کے لئے خاص طور کے متقدمین (کذا فی الخازن) اور نمونہ (عبرت) بنا دیا (یہ بطور تفسیر کے ہے سلفاً کے لئے یعنی خاص طور کے متقدمین بنانے کا مطلب یہ ہے کہ لوگ ان کا قصہ یاد کر کے عبرت دلاتے ہیں کہ دیکھو متقدمین میں ایسے ایسے ہوئے ہیں اور ان کا ایسا حال ہوا)۔

ف: فرعون کا کہنا: لَا يَكَادُ يُبِيْنُ ﴿۵۲﴾ یا تو کذب ہے یا کچھ بستگی آپ کی زبان میں رہ گئی ہو یا بستگی بالکل نہ ہو مگر بہت تیز اور روانی بھی نہ ہو جیسا کہ خود موسیٰ علیہ السلام کا قول ہے: وَاَخِيْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّيْ لِسَانًا [القصص: ۳۴] اور زیادہ تحقیق اس مضمون کی سورۂ طٰہٰ رکوع دوم میں گزر چکی ہے۔ واللہ اعلم۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ لَا يَكَادُ يُبِيْنُ ﴿۵۲﴾ اس میں دلالت ہے کہ زبان آوری یا دوسرے کمالات عرفیہ کا نہ ہونا کمال مطلوب کے منافی نہیں اور موسیٰ علیہ السلام میں یہ فقدان ایسا نہ تھا کہ مخل فصاحت ہوتا مگر ہارون علیہ السلام افصح تھے۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله فی قال یقوم کہلوائی کقولهم بنی الامیر المدینة ویمکن ان یقال ان القول الاول للذی امره بالنداء صدر عنه اولاً حقیقة ۱۲۔

الروایات: نادیٰ فی الدر عن ابن جریج لیس هو نفسه ولکن امر ان ینادی ۱۲۔

اللغات: مقترنین یقترن بعضهم بعضا 'اسفونا اغضبونا ۱۲۔

البلاغۃ: قوله ام انا بمعنی بل انتقال من الاستفهام الی الاخبار کقول الشاعر بدت مثل قرن الشمس فی رونق الضحی۔ وصورتها ام انت فی العین املح ۱۲۔

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّوْنَ ﴿۵۷﴾ وَقَالُوْٓا ءَاٰلِهَتُنَا خَيْرٌ اَمْ هُوَ ۭ مَا ضَرَبُوْهُ لَكَ اِلَّا جَدَلًا ۭ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ ﴿۵۸﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ ﴿۵۹﴾ وَلَوْ نَشَاۗءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَّلٰۗىِٕكَةً فِي الْاَرْضِ يَخْلُفُوْنَ ﴿۶۰﴾ وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوْنِ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۶۱﴾ وَلَا يَصُدَّنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۶۲﴾ وَلَمَّا جَاۗءَ عِيْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَلِاُبَيِّنَ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ تَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۶۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۶۴﴾ فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَيْنِهِمْ ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ عَذَابِ يَوْمٍ اَلِيْمٍ ﴿۶۵﴾

محض جھگڑنے کی وجہ سے بلکہ یہ لوگ ہیں ہی جھگڑالو عیسیٰ علیہ السلام تو محض ایک ایسے بندے ہیں جن پر ہم نے فضل کیا تھا اور ان کو بنی اسرائیل کے لئے ہم نے (اپنی قدرت کا) ایک نمونہ بنایا تھا اور اگر ہم چاہتے تو ہم تم سے فرشتوں کو پیدا کر دیتے ہیں کہ وہ زمین پر یکے بعد دیگرے رہا کرتے اور وہ (یعنی عیسیٰ علیہ السلام) قیامت کے یقین کا ذریعہ ہیں۔ تو تم لوگ اس (صحت) میں شک مت کرو اور تم لوگ میرا اتباع کرو یہ سیدھا رستہ ہے اور تم کو شیطان (اس راہ پر آنے سے) روکنے نہ پائے وہ بے شک تمہارا صریح دشمن ہے اور جب عیسیٰ معجزے لے کر آئے تو انہوں نے (لوگوں سے) کہا کہ میں تمہارے پاس سمجھ کی باتیں لے کر آیا ہوں اور تاکہ بعض باتیں جن میں تم اختلاف کر رہے ہو تم سے بیان کر دوں تو تم اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو بے شک اللہ تعالیٰ ہی میرا رب ہے سو اسی کی عبادت کرو۔ یہی (توحید کا) سیدھا رستہ ہے۔ سو مختلف گروہوں نے (اس بارے میں) باہم اختلاف ڈال لیا سو ان ظالموں کے لئے ایک پُر درد دن کے عذاب سے بڑی خرابی ہے۔

تفسیر ربط: اوپر آیت وَسْـَٔلْ مَنْ اَرْسَلْنَا ...... میں شرک کا ابطال کیا ہے اور اس سے پہلے بھی جابجا یہ مضمون اثبات توحید و ابطال شرک کا آیا ہے آگے اس مضمون کے متعلق کفار کے ایک معاندانہ اعتراض کا جواب جس کا منشاء نصاریٰ کا عیسیٰ علیہ السلام کو معبود بنانا تھا اور اس کے بعد عیسیٰ علیہ السلام کے عابد اور داعی الی المعبود الواحد ہونے کے قصہ سے اصل مقصود توحید کی تائید ہے حکایت اس اعتراض کی یہ ہے کہ ایک بار ابطال شرک کی غرض سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش سے فرمایا لیس احد یعبد من دون اللہ فیه خیر یعنی کسی معبود غیر اللہ میں کچھ خیر نہیں بعض نے کہا کہ اس عموم میں تو عیسیٰ علیہ السلام بھی داخل ہیں حالانکہ آپ ان کی نسبت کہتے ہیں کہ وہ نبی تھے اور عبد صالح تھے اور ظاہر ہے کہ نصاریٰ نے ان کی عبادت کی ہے پس اگر آپ صادق ہیں تو وہ بھی مثل آلہہ

مشرکین کے ہوئے اس پر یہ اگلی آیتیں نازل ہوئی اھ رواہ فی الدر المنثور بروایۃ احمد وابن ابی حاتم والطبرانی وابن مردویہ عن ابن عباسؓ مطلب یہ کہ اس بناء پر ہمارے آلہہ میں خیر نہ ہونا مستلزم ہے عیسیٰ علیہ السلام میں خیر نہ ہونے کو اور لازم منتفی ہے کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام میں خیر ہونے کے آپ خود قائل ہیں پس ملزوم یعنی ہمارے آلہہ سے نفی خیر کی کرنا بھی منتفی ہوا۔ اور مقصود ان کا اس معارضہ سے جیسا کہ جواب قرآنی میں تامل کرنے سے ظاہر ہوتا ہے دو امر معلوم ہوتے ہیں۔ ایک آپ کے مضمون ابطال اشراک کا جواب دینا۔ دوسرا عیسیٰ علیہ السلام کی معبودیت کے وقوع سے صحت اشراک کی ثابت کرنا ان آیتوں میں دونوں کا جواب ہے۔ حاصل امر اول کے جواب کا یہ ہے کہ نفی خیریت جس سے مقصود ابطال اشراک ہے مقتضا ہے معبودیت من غیر اللہ کا اور مانع کے وقت مقتضی مؤثر نہیں ہوتا اور عیسیٰ علیہ السلام میں مانع موجود ہے۔ اور حاصل امر ثانی کے جواب کا یہ ہے کہ یہ وقوع معبودیت کا اس لئے حجت نہیں کہ اس کا کوئی منشاء صحیح نہیں بلکہ یہ خود عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف ہے اور جو امور منشاء اشتباہ عابدین تھے ان کا بھی جواب دے دیا۔

ردِ خصومت مشرکین در توحید و بیان دعوت عیسویہ از پئے تائید: وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا (الی قولہ تعالی) فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْ عَذَابِ يَوْمٍ أَلِيمٍ ﴿٦٥﴾

اور جب (عیسیٰ) ابن مریم (علیہ السلام) کے متعلق (معترض کی طرف سے) ایک عجیب مضمون بیان کیا گیا (جس کی تقریر تمہید میں موجود ہے اور اس اعتراض کو عجیب اس لئے فرمایا کہ سرسری نظر سے اس کا بطلان خود ان کو معلوم ہو سکتا تھا پس عقل رکھ کر ایسا اعتراض کرنا بہت عجیب ہے غرض جب وہ اعتراض کیا گیا) تو یکا یک آپ کی قوم کے لوگ اس (اعتراض کے سننے) سے (مارے خوشی کے) چلانے لگے اور (اس معترض کے ساتھ متفق ہو کر) کہنے لگے کہ (بتلائیے آپ کے نزدیک ہمارے معبود زیادہ بہتر ہیں یا عیسیٰ (علیہ السلام بہتر ہیں مقصود اس استفہام سے اخبار ہے کہ آپ عیسیٰ علیہ السلام کو تو یقیناً خیر سمجھتے ہیں حالانکہ آپ کے اس قول کہ **لیس احد یعبد الخ** مقتضا یہ ہے کہ ان میں اصلاً خیریت نہ ہو اور جب وہ خیر ہیں تو معبود من غیر اللہ میں عدم خیریت ثابت نہ ہوئی پس عبادت غیر اللہ کا بطلان ثابت نہیں ہوا بلکہ چونکہ جن کو آپ خیر کہتے ہیں خود ان کی بھی عبادت ہوئی ہے اس لئے اشراک کی صحت ثابت ہوگئی۔ آگے اس اعتراض کا جواب ہے اول اجمالاً پھر تفصیلاً سو اجمالاً تو یہ کہ) ان لوگوں نے جو یہ (مضمون عجیب) آپ سے بیان کیا ہے تو محض جھگڑنے کی غرض سے (نہ کہ طلب حق کے لئے ورنہ خود ان پر اس مضمون کا بطلان مخفی نہ رہتا اور ان لوگوں کا جھگڑنا کچھ مخصوص اسی مضمون کے ساتھ نہیں) بلکہ یہ لوگ (اپنی عادت سے) ہیں ہی جھگڑالو (کہ اکثر امور حقہ میں جھگڑے نکالتے ہیں۔ آگے تفصیلاً جواب ہے یعنی) عیسیٰ (علیہ السلام) تو محض ایک ایسے بندے ہیں جن پر ہم نے (مقبولیت وکمالات نبوت سے اپنا) فضل کیا اور ان کو بنی اسرائیل کے لئے (اولاً اور دوسروں کے لئے بھی ثانیاً) ہم نے (اپنی قدرت کا) ایک نمونہ بنایا تھا (تا کہ لوگ استدلال کریں کہ خدا تعالیٰ کو اس طرح پیدا کرنا بھی کچھ مشکل نہیں اس سے دونوں امر کا جواب نکل آیا امر اول کا اس طرح کہ ان کا منعم علیہ ہونا مانع ہے خلو عن الخیریت کو پس اس مانع کی وجہ سے وہ مقتضی یعنی معبود من غیر اللہ ہونا مؤثر نہیں ہوا خلو عن الخیریت میں بخلاف اصنام کے وہاں مقتضی بلا مانع موجود ہے اور بخلاف شیاطین کے وہاں ایک دوسرا مقتضی بھی عدم خیریت کا یعنی ان کا کفر موجود ہے پس نفی خیریت آلہہ مزعومہ سے مستلزم نہ ہوئی نفی خیریت کو عیسیٰ علیہ السلام سے اور وجود خیریت کا عیسیٰ علیہ السلام میں مستلزم نہ ہوا حکم بنفی خیریت عن الآلہہ کی عدم صحت کو۔ اور امر ثانی کا جواب اس سے اس طرح ہوا کہ مطلق خیریت مستلزم الوہیت نہیں کیونکہ ان کی خیریت یہی تھی کہ وہ عبد منعم علیہ تھے پس وجود خیریت کے وہ عبد تھے اور بناء ان کی خیریت کی عبد منعم علیہ ہونا تھا۔ رہا وقوع ان کی معبودیت کا سو اس سے استدلال صحت اشراک پر اس لئے غلط ہے کہ اس کا کوئی منشا صحیح نہیں جہلاء کو محض ان کی ولادت من غیر الاب سے اشتباہ ہو گیا سو خود اس میں منشائیت کی صلاحیت نہیں جیسا کہ ظاہر ہے ایسی ولادت محض حکمتوں سے ہوئی تھی ایک حکمت تو یہ کہ ہماری قدرت مطلقہ پر استدلال ہو کہ خدا سب کچھ کر سکتا ہے سو اس سے ان کی الوہیت پر استدلال کرنا نہایت غباوت ہے) اور (ہم تو اس سے زیادہ عجیب غریب امور پر قادر ہیں چنانچہ) اگر ہم چاہتے تو ہم تم سے فرشتوں کو پیدا کر دیتے (جس طرح تم سے تمہارے بچے پیدا ہوتے ہیں کقولہ تعالیٰ[1]: **وجعل منها زوجها**) کہ وہ زمین پر (مثل انسان کے) یکے بعد دیگرے رہا کرتے (یعنی پیدائش بھی مثل آدمیوں کے ہوتی اور موت بھی مثل آدمیوں کے اور یہ ولادت عیسیٰ من غیر الاب سے زیادہ عجیب ہے کیونکہ ولادت من غیر الاب بلکہ من غیر الاب والام خود ان سے پہلے ایک انسان کے لئے متحقق بھی ہو چکی ہے یعنی آدم علیہ السلام کے لئے پس یہ صفت نوع انسان سے چنداں مستبعد نہیں بخلاف اس امر کے کہ ملائکہ کی ولادت و وفات اس طرح کبھی واقع نہیں ہوئی پس یہ ان کی نوع سے زیادہ مستبعد ہے مگر خدا اس پر بھی قادر ہے پس اس ولادت من غیر الاب سے عیسیٰ علیہ السلام مقدوریت و مصنوعیت سے خارج نہیں ہوئے اور مصنوعیت و مقدوریت منافی ہے الوہیت کے پس یہ امر منشا صحیح معبودیت عیسویہ کا نہیں ہو سکتا بلکہ اس طرح پیدا ہونے میں بعض حکمتیں تھیں جن میں سے ایک تو مذکور ہو چکی وَجَعَلْنٰهُ مَثَلًا ...... اور (دوسری حکمت یہ تھی کہ) وہ (یعنی عیسیٰ علیہ السلام اس طور سے پیدا ہونے میں امکان) قیامت کے یقین کا ذریعہ ہیں (اس طرح سے کہ قیامت میں دوبارہ زندہ ہونا بجز اس کے اور کیا استبعاد رکھتا ہے کہ خلاف عادت ہو گا سو اس واقعہ سے حق تعالیٰ کا قادر علی خلاف العادت ہونا ثابت ہو گیا پس صحت بعث کا علم ہو گیا اور چونکہ مشرکین توحید کی

طرح خود قیامت میں بھی کلام رکھتے تھے اس لئے بعد جواب شبہ مذکورہ کے بمناسبت مضمون حکمت دوم کے قیامت کی صحت کو بھی بطور تفریع کے جملہ معترضہ کے طریق پر فرماتے ہیں کہ جب تم نے عیسیٰ علیہ السلام کی تخلیق من الاب سے صحت بعث کی سن لی) تو تم لوگ اس (کی صحت) میں شک مت کرو اور (توحید اور بعث میں جن پر یہاں دلیلیں میں نے قائم کی ہیں) اور اسی طرح دوسرے عقائد میں بھی جن پر دوسری جگہ دلائل قائم کئے ہیں تم لوگ میرا اتباع کرو یہ (مجموعہ جس کی طرف میں تم کو بلاتا ہوں) سیدھا رستہ ہے اور تم کو شیطان (اس راہ پر آنے سے) روکنے نہ پاوے وہ بے شک تمہارا صریح دشمن ہے اور (یہاں تک معبودیت عیسویہ سے صحت اشراک پر استدلال کا جواب تھا آگے خود عیسیٰ علیہ السلام کے مضمون دعوت سے اثبات توحید وابطال اشراک کی تائید ہے یعنی) جب عیسیٰ (علیہ السلام کھلے کھلے) معجزے لے کر آئے تو انہوں نے (لوگوں سے) کہا کہ میں تمہارے پاس سمجھ کی باتیں لے کر آیا ہوں (تاکہ تمہارے عقائد کی اصلاح کروں) اور (نیز اس لئے آیا ہوں) تاکہ بعض باتیں (منجملہ عملیات وحلال وحرام کے) جن میں تم اختلاف کر رہے ہو تم سے بیان کردوں (جس سے اختلاف واشتباہ رفع ہو جاوے وہٰذا کقولہ تعالیٰ: وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِیْ حُرِّمَ [آل عمران: ۵۱] اور چونکہ بنی اسرائیل میں تعنت وعناد کا غلبہ تھا عجب نہیں کہ کسی نے حلال کو حرام اور کسی نے حرام کو حلال کر لیا ہو بیان عیسوی سے دونوں کی تحقیق ہوگئی اور چونکہ بعض امور اپنی اصلی حالت پر بھی ہوں گے اس لئے لفظ بعض فرمایا اور ابن کثیر نے یہ تفسیر کی ہے کہ امور مختلف فیہا مختلف تھے بعضے دنیوی بعضے دینی انبیاء کا کام امور دینیہ کا بیان کرنا ہے نہ کہ دنیویہ کا اس لئے لفظ بعض فرمایا آگے تفریع ہے دلائل وغایات مذکورہ کے ساتھ آنے پر یعنی جب میں اس طرح آیا ہوں) تو تم لوگ اللہ سے ڈرو (اور میری نبوت کا انکار نہ کرو کہ خدا کی مخالفت ہے) اور میرا کہنا مانو (کہ لازم ہے تصدیق نبوت کے لئے اور عیسیٰ علیہ السلام نے یہ بھی کہا کہ) بے شک اللہ ہی میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے سو (صرف) اسی کی عبادت کرو (اور) یہی (توحید) سیدھا رستہ ہے سو (باوجود عیسیٰ علیہ السلام کے اس واشگاف بیان توحید کے پھر بھی) مختلف گروہوں نے (اس بارہ میں) باہم اختلاف ڈال لیا (یعنی خلاف توحید طرح طرح کے مذاہب ایجاد کر لئے چنانچہ اختلاف نصاریٰ وغیر نصاریٰ کا بھی توحید میں معلوم ہے) سو ان ظالموں (یعنی مشرکین اہل کتاب وغیر اہل کتاب) کے لئے ایک پُر دردوں کے عذاب سے بڑی خرابی (ہونے والی) ہے (پس اس دعوت عیسویہ سے خود توحید کی تائید ہوگئی پھر عابدین عیسیٰ علیہ السلام سے صحت اشراک پر استدلال کرنا معترض کا مصداق اس مثل کے ہے مدعی سست گواہ چست)۔ **ف**: الحمد للہ کہ توقع سے زیادہ یہ آیتیں حل ہوگئیں اور بندہ نے اس کی شان نزول میں وہ مشہور تقریر نہیں لی کہ جب :اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ [الأنبياء: ۹۸] نازل ہوئی تو ابن الزبعری نے اعتراض کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے لئے بھی یہ حکم ثابت ہونا چاہئے اس پر یہ آیت اور وہاں کی آیت :اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ ...... [الأنبياء: ۱۰۱] نازل ہوئی وجہ اس کے نہ لینے کی یہ ہے کہ اس تقریر پر لازم آتا ہے کہ آیت : اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ [الأنبياء: ۹۹] کا نزول مقدم ہو اور وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْیَمَ ...... کا نزول مؤخر ہو حالانکہ اتقان میں سورۂ زخرف کو سورۂ انبیاء سے نزول میں مقدم کہا ہے اور بندہ کی تقریر پر یہ اشکال وارد نہیں ہوتا اور تقریر مشہور بھی چونکہ مبنی[۲] بر بعض روایات ہے اس لئے کہہ سکتے ہیں کہ تقدم سورۂ زخرف کا سورۂ انبیاء پر باعتبار اکثر آیات کے ہوگا۔ اور یہاں یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اعتراض کا کوئی جواب نہیں دیا کیونکہ روح المعانی تفسیر سورۂ انبیاء میں آپ کا جواب بسند نقل کیا ہے :**بل هم عبدوا الشياطين التي امرتهم بذلك** اھ جس کا حاصل تامل سے اسی تقریر کی طرف راجع ہے جو تفسیر میں لکھی گئی ہے اور اگر اس روایت سے قطع نظر کر لی جاوے تو یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ چونکہ اعتراض بدیہی الفساد اور محض مبنی علی العناد تھا اس لئے حاجت تصریح جواب نہ تھی گو جائز تھا اور اسی جواز کی بناء پر قرآن میں نازل ہوا اور اگر اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ [الأنبياء: ۹۸] کا نزول پہلے مان لیا جاوے تو ایک جواب یہ بھی بدیہی نکلے گا کہ ما کا استعمال زیادہ متعارف غیر ذوی العقل کے لئے ہے پس مخصوص ہوگا جمادات وغیرہ کے ساتھ واللہ اعلم اور سورۂ مریم میں آیات: اِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّیْ ...... کو بندہ نے باقتضائے اس مقام کے قول محمدی پر محمول کیا ہے سو چونکہ دعوت جمیع انبیاء کی متحد ہوتی ہے اس لئے یہاں اور وہاں میں تعارض نہیں۔

الحواشی: (۱) یعنی جو معنی کلمہ من کے اس آیت میں ہیں وہی معنی من کے یہاں ہیں :**لو نشاء لجعلنا منكم** ۱۲ منہ۔ (۲) یعنی بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ شان نزول یہ ہے ۱۲ منہ۔

اختلاف القراءۃ: **مع تفسيرها قوله تعالى اذا قومك منه يصدون قرأ ابن عامر ونافع والكسائى يصدون بضم الصاد من الصدود قال الكسائى والفراء يصدون بالكسر وبالضم لغتان بمعنى واحد مثل يعرشون ويعرشون ومعناهما يضجون وجوز ان يكون يعرضون (فالتفسير بالضجيج كما اخترته يستقيم على قول الكسائى) ولو فسر بالاعراض يكون المعنى اذا قومك من اجل ذلك يعرضون عن الحق بالجدل بحجة داحضة واهية وقيل المراد يثبتون على ما كانوا عليه من الاعراض (ولا تنافى بين المعنيين لان ضجيجهم كان منشأه الاعراض عن الحق) هذا محصل ما فى الروح الا ما زيد بين القوسين ويكون تقرير التفسير على معنى الاعراض**

بالهندیة هكذا یکا یک آپ کی قوم کے لوگ اس (اعتراض کو سن کر حق) سے اور زیادہ ہٹ گئے اور (اس معترض کے ساتھ متفق ہو کر) ہنسے لگے الخ۔

اللغات: المثل الشئ العجيب من جو هر او عرض يصدون يضجون كذا فى القاموس لعلم يراد به ما يعلم به يخلفون يخلف بعضهم بعضا كذا فى المدارك والخازن۱۲۔

النحو: مثلا تمييز اى ضرب وذكر المثل المتعلق بعيسىٰ ضربة المعترض قوله ما ضربوه اى المثل قوله جدلا مفعول له قوله و لابين معطوف على مفهوم ما قبله اى جئتكم لأبين لكم الحكمة فى العلميا ت وبعض الذى تختلفون فيه فى العمليات۱۲۔

هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ أَنْ تَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿٦٦﴾ الْأَخِلَّاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا الْمُتَّقِينَ ﴿٦٧﴾ يَا عِبَادِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ وَلَا أَنْتُمْ تَحْزَنُونَ ﴿٦٨﴾ الَّذِينَ آمَنُوا بِآيَاتِنَا وَكَانُوا مُسْلِمِينَ ﴿٦٩﴾ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ أَنْتُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُونَ ﴿٧٠﴾ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِنْ ذَهَبٍ وَأَكْوَابٍ ۖ وَفِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْأَعْيُنُ ۖ وَأَنْتُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٧١﴾ وَتِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي أُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٧٢﴾ لَكُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ كَثِيرَةٌ مِنْهَا تَأْكُلُونَ ﴿٧٣﴾ إِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي عَذَابِ جَهَنَّمَ خَالِدُونَ ﴿٧٤﴾ لَا يُفَتَّرُ عَنْهُمْ وَهُمْ فِيهِ مُبْلِسُونَ ﴿٧٥﴾ وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلَٰكِنْ كَانُوا هُمُ الظَّالِمِينَ ﴿٧٦﴾ وَنَادَوْا يَا مَالِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ ۖ قَالَ إِنَّكُمْ مَاكِثُونَ ﴿٧٧﴾

یہ لوگ بس قیامت کا انتظار کر رہے ہیں کہ وہ ان پر دفعۃً آ پڑے اور ان کو خبر بھی نہ ہو تمام (دنیوی) دوست اس روز ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے بجز اللہ سے ڈرنے والوں کے (اور مؤمنین کو حق تعالیٰ کی طرف سے ندا ہوگی کہ) اے میرے بندو! تم کو آج کوئی خوف نہیں اور نہ تم غمگین ہوگے۔ (یعنی وہ بندے) جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے تھے اور ہمارے فرمانبردار تھے تم اور تمہاری (ایماندار) بیبیاں خوش خوش جنت میں داخل ہو جاؤ ان کے پاس سونے کی رکابیاں اور گلاس لائے جائیں گے (یعنی غلمان لائیں گے) اور وہاں وہ چیزیں ملیں گی جن کو جی چاہے گا اور جن سے آنکھوں کو لذت ہوگی اور تم یہاں ہمیشہ رہو گے اور (ان سے کہا جائے گا کہ) یہ وہ جنت ہے کہ جس کے تم مالک بنا دیئے گئے اپنے نیک اعمال کے عوض میں اور تمہارے لئے اس میں بہت سے میوے ہیں جن میں سے کھا رہے ہو۔ بے شک نافرمان (یعنی کافر) لوگ عذاب دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے وہ (عذاب) ان سے ہلکا نہ کیا جائے گا اور وہ اسی میں مایوس پڑے رہیں گے اور ہم نے ان پر (ذرا) ظلم نہیں کیا لیکن یہ خود ہی ظالم تھے اور پکاریں گے کہ اے مالک تمہارا پروردگار (ہم کو موت دے کر) ہمارا کام ہی تمام کر دے وہ (فرشتہ) جواب دے گا کہ تم ہمیشہ اسی حال میں رہو گے۔

تفسیر ربط: اوپر متصل کی آیات فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ...... میں مشرکین کو تہدید تھی یوم قیامت سے و نیز اس کے اوپر وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِلسَّاعَةِ میں اور اس سے اوپر حَتَّىٰ إِذَا جَاءَنَا ...... میں اس کا ذکر تھا آگے اس یوم سے کفار کی تہدید اور فریقین کے لئے وعدہ و وعید مذکور ہے۔

تہدید کفار بساعت و جزائے اہل شقاوت و سعادت: هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ أَنْ تَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ (الیٰ قولہ تعالیٰ) قَالَ إِنَّكُمْ مَاكِثُونَ

یہ لوگ (جو باوجود وضوح حق کے باطل پر اصرار کر رہے ہیں تو) بس قیامت کا انتظام کر رہے ہیں کہ وہ ان پر دفعۃً آ پڑے اور ان کو خبر بھی نہ ہو (انتظار سے باوجود انکار کے مجازاً یہ مراد ہے کہ ان کا استدلال کو نہ ماننا مشابہ اس شخص کی حالت کے ہے جیسے کوئی مشاہدہ کا منتظر ہو کہ اس وقت مانوں گا۔ اور لَا يَشْعُرُونَ کے یہ معنی ہیں کہ گو برزخ میں قیامت کا یقین ہو جاوے گا لیکن زیادہ انکشاف بطور عین الیقین وحق الیقین قیامت ہی میں ہوگا جو پہلے حاصل نہ تھا اس لئے شعور کی نفی کر دی اور اس روز کے واقعات یہ ہیں کہ) تمام (دنیوی) دوست اس روز ایک دوسرے کے دشمن ہو جاویں گے بجز خدا سے ڈرنے والوں (یعنی اہل ایمان) کے (کیونکہ باطل کی دوستی کا اس روز ضرر محسوس ہوگا تو لامحالہ اس سے کراہت اور دوستوں سے نفرت ہوگی کہ یہ لوگ موجب ضرر ہوئے اور حق دوستی کا نفع و ثواب محسوس ہوگا اس لئے وہ باقی رہے گی۔ اور ان مؤمنین کو حق تعالیٰ کی طرف سے نداء ہوگی کہ) اے میرے بندو تم پر آج کوئی خوف (کی بات واقع ہونے والی) نہیں اور نہ تم غمگین ہوگے یعنی وہ بندے جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے تھے اور (علماً و عملاً ہمارے فرمانبردار تھے تم اور تمہاری (ایماندار) بیبیاں خوش بخوش جنت میں داخل ہو جاؤ (اور جنت میں جانے کے بعد ان کے لئے یہ ہوگا کہ) ان کے پاس سونے کی رکابیاں (ماکولات سے بھری ہوئی) اور گلاس (مشروبات سے بھرے ہوئے سونے کے یا اور کسی چیز کے) لائے جاویں گے (یعنی غلمان لاویں گے کقولہ تعالیٰ وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُخَلَّدُونَ الدھر ۱۹) اور وہاں وہ چیزیں ملیں گی جن کو جی چاہے گا اور جن سے آنکھوں کو لذت ہوگی اور (ان سے کہا جاوے گا کہ) تم یہاں ہمیشہ رہو گے اور یہ بھی کہا

جاوے گا کہ یہ وہ جنت ہے جس کے تم مالک بنا دئے گئے (تم سے کبھی نہ لی جاوے گی) اپنے (نیک اعمال کے عوض میں (اور) تمہارے لئے اس میں بہت سے میوے ہیں جن میں سے کھا رہے ہو (یہ تو اہل ایمان کا حال ہوا آگے کفار کا ذکر ہے کہ) بے شک نافرمان (یعنی کافر) لوگ عذاب دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے وہ (عذاب) ان (پر) سے ہلکا نہ کیا جاوے گا اور وہ اسی (عذاب) میں مایوس پڑے رہیں گے اور (آگے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ہم) نے ان پر (ذرا) ظلم نہیں کیا (کہ ناحق عذاب دیا ہو) لیکن یہ خود ہی ظالم تھے (کہ کفر و شرک کر کے اپنا نقصان کرلیا) اور (آگے ان کا بقیہ حال مذکور ہے کہ جب نجات سے بالکل مایوس ہو جاویں گے اس وقت موت کی تمنا کریں گے اور دوزخ کے داروغہ مالک نام فرشتہ کو) پکاریں گے کہ اے مالک (تم ہی دعاء کرو کہ) تمہارا پروردگار (ہم کو موت دے کر) ہمارا کام ہی تمام کر دے وہ (فرشتہ) جواب دے گا کہ تم ہمیشہ اسی حال میں رہو گے (نہ نکلو گے نہ مرو گے)۔ **ف**: اہل ایمان کے لئے جو عدم خوف حزن و دخول جنت وغیرہ فرمایا ہے یہ منافی نہیں عقوبت عصاۃ کے کیونکہ ایمان اور یہ امور کلیات مشککہ ہیں ایمان اکمل پر دخول اول مرتب ہے اور مطلق ایمان پر مطلق دخول فافهم اور ابلاس اور نداء کی تقریر سے وہ شبہ جاتا رہا جو بعض کو ہوا ہے کہ ناامیدی میں پکارنے سے کیا فائدہ سمجھا تھا۔

الحواشی: (۱) اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ بغتةً کا حکم باعتبار نفس وقوع کے نہ ہو جیسا اوپر کی توجیہ میں تھا بلکہ باعتبار وقت وقوع کے ہو کیونکہ برزخ میں تعیین وقت کا علم ہونا کسی دلیل سے ثابت نہیں ۱۲ محشی۔

اللغات: قوله بصحاف فی الروح اعظم او افی الاکل الجفنة ثم القصعة ثم الصحفة ثم الکیلة اکواب فی القاموس کوز لا عروة له او لا خرطوم له جمعه اکوب ۱ھ ۱۲۔

النحو: قوله واکواب معطوف علی صحاف فیحتمل التقیید بالذهب وعدمه قوله منها تاکلون من ابتدائیة قوله لیقض التقدیر ادع ربك لیقض الخ ۱۲۔

لَقَدْ جِئْنٰكُمْ بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ﴿۷۸﴾ اَمْ اَبْرَمُوْٓا اَمْرًا فَاِنَّا مُبْرِمُوْنَ ﴿۷۹﴾ اَمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ ۭ بَلٰى وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُوْنَ ﴿۸۰﴾ قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ڰ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ ﴿۸۱﴾ سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿۸۳﴾ وَهُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَاۗءِ اِلٰهٌ وَّفِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ ۭ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ﴿۸۴﴾ وَتَبٰرَكَ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۚ وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۵﴾ وَلَا يَمْلِكُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۸۶﴾ وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۸۷﴾ وَقِيْلِهٖ يٰرَبِّ اِنَّ هٰٓؤُلَاۗءِ قَوْمٌ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾ فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلٰمٌ ۭ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۸۹﴾

ہم نے سچا دین تمہارے پاس پہنچایا لیکن تم میں اکثر آدمی سچے دین سے نفرت رکھتے ہیں۔ ہاں کیوں انہوں نے کوئی انتظام درست کیا ہے سو ہم نے بھی ایک انتظام درست کیا ہے۔ ہاں کیا ان لوگوں کا یہ خیال ہے کہ ہم ان کی چپکی چپکی باتوں کو اور ان کے مشوروں کو نہیں سنتے ہم ضرور سنتے ہیں اور ہمارے فرشتے ان کے پاس ہیں وہ لکھتے ہیں۔ آپ کہئے کہ اگر خدائے رحمٰن کے اولاد ہو تو سب سے اول اس کی عبادت کرنے والا میں ہوں آسمان اور زمین کا ملک ہو کہ عرش کا بھی مالک ہے ان باتوں سے منزہ ہے جو یہ مشرک لوگ بیان کر رہے ہیں تو آپ ان کو اسی شغل اور تفریح میں رہنے دیجئے یہاں تک کہ ان کو اپنے اس دن سے سابقہ واقع ہو جس دن کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے اور وہی ذات ہے جو آسمان میں بھی قابل عبادت ہے اور زمین میں بھی قابل عبادت ہے اور وہی بڑا علم والا اور بڑی حکمت والا ہے اور وہ ذات بڑی عالی شان ہے جس کے لئے زمین اور آسمان کی اور جو مخلوق اس کے درمیان میں ہے اس کی سلطنت ثابت ہے اور اسی کو قیامت کی (بھی) خبر ہے اور تم سب اسی کے پاس لوٹ جاؤ گے اور اللہ کے سوا جن معبودوں کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ سفارش تک کا اختیار نہ رکھیں گے ہاں جن لوگوں نے حق بات (یعنی کلمہ ایمان) کا اقرار کیا تھا اور وہ تصدیق بھی کیا کرتے تھے اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ ان کو کس نے پیدا کیا ہے تو یہی کہیں گے کہ اللہ نے سو یہ لوگ کدھر الٹے چلے جاتے ہیں اور اس کو رسول کے اس کہنے کی بھی خبر ہے کہ اے رب یہ ایسے لوگ کہ ایمان نہیں لاتے تو آپ ان سے بے رخ رہئے اور یوں کہہ دیجئے کہ تم کو سلام کرتا ہوں سو ان کو ابھی معلوم ہو جائے گا۔

تفسیر ربط: اوپر کفار ومشرکین کی تعذیب کا تفصیلاً اور جرم کا اجمالاً ذکر تھا آگے خاتمہ میں جرم کا تفصیلاً اور تعذیب کا اجمالاً ذکر ہے چنانچہ اوپر اِنَّ الْمُجْرِمِيْنَ کا مجمل ہونا اور فِيْ عَذَابِ جَهَنَّمَ سے مَاكِثُوْنَ تک کا مفصل ہونا اور آگے يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ اور اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ اور فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ کا مجمل ہونا اور بقیہ آیات میں جرائم کا مفصل ہونا ظاہر ہے اور حاصل ان جرائم کا دو امر ہیں اشراک مع اللہ اور خلاف مع الرسول بلکہ دونوں امر کے تعلق سے صفح اور متارکت کا مضمون تسلیہ کے طور پر آ گیا ہے اور نفی شفاعت وغیرہ کا مضمون تاکید عذاب کے لئے آ گیا ہے۔

تعلیل عذاب نار بہ تفصیل جرائم کفار: لَقَدْ جِئْنٰكُمْ بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَكُمْ لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ۝ (الی قولہ تعالی) فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلٰمٌ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ۝ (اور علت ان عقوبات مذکورہ کی یہ ہے کہ) ہم نے سچا دین (جس میں رکن اعظم توحید ورسالت کا اعتقاد ہے) تمہارے پاس پہنچایا لیکن تم میں اکثر آدمی سچے دین سے نفرت رکھتے ہیں (اکثر یا تو اس لئے کہا کہ بعضے لوگ علم الٰہی میں آئندہ ایمان لانے والے تھے اور یا اس لئے کہ کراہت بعض کو تھی اور بعض محض بتقلید باطل تارک حق تھے پس کراہت سے مراد اس صورت میں طبعی کراہت ہوگی اور پہلی صورت میں کراہت اعتقادی اور کراہت حق میں اشراک مع اللہ اور خلاف مع الرسول دونوں آ گئے۔ آگے ان کی تفصیل ہے کہ) ہاں کیا انہوں نے (اضرار بالرسول کے بارہ میں) کوئی انتظام درست کیا ہے سو ہم نے بھی ایک انتظام درست کیا ہے (اور ظاہر ہے کہ خدائی انتظام کے سامنے ان کا انتظام نہیں چل سکتا چنانچہ آپ محفوظ رہے اور وہ لوگ ناکام اور آخر کو بدر میں ہلاک ہوئے اس کا مفصل ذکر سورۂ انفال رکوع چہارم آیت وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا میں ہے) ہاں (یہ لوگ جو آپ کے اضرار کے لئے خفیہ تدبیریں کرتے ہیں) کیا ان لوگوں کو یہ خیال ہے کہ ہم ان کی چپکی چپکی (کہی ہوئی) باتوں کو اور ان کے (خفیہ) مشوروں کو نہیں سنتے (ورنہ اگر ہم کو سننے والا سمجھتے ہیں پھر ایسی جرأت کیوں کرتے ہیں پس یہ حسبان مجازی ہوگا اور ممکن ہے کہ بعض اغبیاء حقیقۃً ایسا سمجھتے ہوں کہ اللہ تعالیٰ نہیں سنتا جیسا بعض اسباب نزول سے معلوم ہوتا ہے اور روح المعانی نے سورۂ مجادلہ میں ابن سراقہ سے نقل کیا ہے کہ دو میں گفتگو ہو نا سر ہے اور دو سے زیادہ میں نجوی ہے آگے ان کے اس خیال کو رد فرماتے ہیں کہ) ہم ضرور سنتے ہیں اور (علاوہ اس کے) ہمارے فرشتے (کاتبین اعمال) ان کے پاس ہیں وہ بھی لکھتے ہیں (گو اس کی حاجت نہ ہو مگر مصلحت ہے کہ موافق عادات عامہ ناس کے پولیس کی رپورٹ مجرم پر خود معائنہ حاکم سے اظہر فی الحجیۃ ہے یہ تو بیان ہوا اُن کے خلاف مع الرسول کا آگے اس اجمال کی تفصیل کا دوسرا جز مذکور ہے یعنی اشراک مع اللہ پس اس کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) آپ (ان مشرکین سے) کہئے کہ (تم جو اپنے بعض اقوال شرکیہ میں حق تعالیٰ کی طرف اولاد کی نسبت کرتے ہو لقولہ تعالیٰ: وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ [الانبیاء: ۲۶] تو) اگر (بفرض محال ایسا ہو یعنی) خدائے رحمٰن کے اولاد ہو تو سب سے اول اس کی عبادت کرنے والا میں ہوں (جیسا تم ملائکہ کو بنات اللہ سمجھ کر ان کی عبادت کرتے ہو اسی طرح در صورت ولدیت کے میں بھی عبادت کرتا مطلب یہ کہ مجھ کو تمہاری طرح حق بات کے ماننے سے اباء وانکار نہیں تم اگر ثابت کر دو تو سب سے اول اس کو میں مانوں اور جب اس کو ولد اللہ مان لوں تو چونکہ خدا کی اولاد بھی خدا ہی ہونا چاہئے اور خدا مستحق عبادت ہے اس لئے میں اس کی عبادت بھی کروں مگر چونکہ یہ امر باطل محض ہے اس لئے میں نہ مانوں اور نہ عبادت کروں اور اس میں ایک لطیف اشارہ ہے وجہ ابطال کی طرف تقریر اس کی یہ ہے کہ معبودیت خواص وجوب وجود سے ہے پس اگر کوئی ولد اللہ ہوگا تو وجوب وجود اس کے لوازم سے ہے اس لئے وہ مستحق معبودیت ہوگا اور بدوں وجوب وجود نہ ولد ہو سکتا ہے کیونکہ ولد کا غیر مجانس ہونا عیب ہے اور نہ مستحق معبودیت ہو سکتا ہے پس تمہارا اعتقاد ملائکہ کی نسبت استحقاق عبودیت اور ولدیت کا بدون وجوب وجود کے جہل محض ہے اس کی پوری تقریر پارہ الم آیت وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا [البقرۃ: ۱۱۶] کی تفسیر میں گزری ہے آگے تنزیہ ہے شرک سے یعنی) آسمانوں اور زمین کا مالک جو کہ عرش کا بھی مالک ہے ان باتوں سے منزہ ہے جو یہ (مشرک) لوگ (اس کی جناب میں) بیان کر رہے ہیں (یہ بیان ہو گیا ان کے دوسرے جرم عظیم کا آگے ان کے اصرار علی الجرائم مع ہذہ البراہین العظائم پر کلمۂ فاء سے تفریع فرماتے ہیں کہ جب یہ باوجود وضوح حق کے اپنے عناد سے باز نہیں آتے) تو آپ ان کو اسی شغل اور تفریح میں رہنے دیجئے یہاں تک کہ ان کو اپنے اس دن سے سابقہ واقع ہو جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے (اس وقت سب حقیقت معلوم ہو جاوے گی اور رہنے دینے کا یہ مطلب نہیں کہ تبلیغ نہ کیجئے یعنی ان کی مخالفت کی طرف التفات نہ کیجئے اور ان کے ایمان نہ لانے سے محزون نہ ہوجئے اور چند کہ غایت ذرہم کی ان کی موت کا وقت ہے مگر چونکہ یوم الموت مقدمہ یوم موعود کا ہے اس لئے حکماً دونوں کو ایک قرار دے کر یوم موعود کو غایت کہہ دیا گیا) اور (آگے تاکید جرم اشراک کے لئے تاکید توحید کی ہے کہ ایسے امر ثابت بالدلائل میں انہوں نے مخالفت کی اور تاکید جرم کے ساتھ تاکید عقوبت کو بھی مفید ہے اس طرح سے کہ حکومت وتصرف میں وہی مستقل ہے اس کے مجرم کو کوئی اوپر ہو کر نہیں چھڑا سکے گا چنانچہ مابعد میں تامل کرنے سے دونوں تاکید مفہوم ہوتی ہیں غرض ارشاد ہوتا ہے کہ) وہی ذات ہے جو آسمانوں میں بھی قابل عبادت (اہل سمٰوات) ہے اور زمین میں بھی قابل عبادت (اہل ارض) ہے اور وہی بڑی حکمت والا اور بڑے علم والا ہے

(اور کوئی علم وحکمت میں اس کا شریک نہیں پس الوہیت بھی اسی کے ساتھ خاص ہے یہ بمنزلہ دلیل ماسبق کے ہے) اور وہ ذات بڑی عالی شان ہے جس کے لئے آسمانوں کی اور زمین کی اور جو (مخلوق) ان کے درمیان میں ہے اس کی سلطنت ثابت ہے اور (علم ایسا کامل ہے کہ) اس کو قیامت کی خبر (بھی) ہے (جس پر کسی مخلوق کو اطلاع نہیں) اور (مالک جزاوسزا کا بھی وہی ہے چنانچہ) تم سب اسی کے پاس لوٹ کر جاؤ گے (اور اس کو حساب دو ہے) اور (اس وقت اللہ تعالیٰ کا تفرد بالمجازاۃ ایسا ظاہر وباہر ہوگا کہ خدا کے سوا جن معبودوں کو یہ پکارتے ہیں وہ سفارش (تک) کا اختیار نہ رکھیں گے ہاں جن لوگوں نے حق بات (یعنی کلمۂ ایمان) کا اقرار کیا تھا اور وہ (دل سے) تصدیق بھی کیا کرتے تھے (وہ البتہ باذن الٰہی اہل ایمان کی سفارش کرسکیں گے مگر اس سے کفار کو کیا فائدہ) اور (ہم نے جو اوپر توحید کا مضمون بیان کیا ہے جس میں یہ لوگ خلاف کرتے ہیں سو اس کے مقدمات کو یہ بھی تسلیم کرتے ہیں چنانچہ) اگر آپ ان سے پوچھیں کہ ان کو (یعنی تم کو) کس نے پیدا کیا ہے تو یہی کہیں گے کہ اللہ نے (پیدا کیا ہے) سو (ایک مقدمہ خود ان کی تسلیم سے ثابت اور دوسرا بدیہی عقلی کہ **لا یکون مستحقا للعبادۃ الا من قدر علی الخلق حقیقۃ لان العبادۃ غایۃ التعظیم فلا یستحقھا الامن کان عظیما غایۃ العظمۃ و لا فتقار الی الخالق ینا فی غایۃ العظمۃ** اور بدیہی بھی مثل مسلّم کے ہوتا ہے پس) یہ لوگ (مقدمات کو مانتے ہیں مگر پھر مطلوب کے ماننے کے وقت خدا جانے) کدھر اُلٹے چلے جاتے ہیں (اور اس سے اور بھی جرم کی تاکید ہوگئی کہ ان کا یہ خلاف محض عناد سے ہے اور ظاہر ہے کہ معاند زیادہ مجرم ہوتا ہے) اور ان مضامین مذکورہ سے توحید کی تاکید تو ظاہر ہے کہ وہ الوہیت میں بھی متفرد ہے اور علم وحکمت میں بھی اور سلطنت میں بھی اور اقامت ساعت میں بھی اور مرجع الخلق بننے میں بھی اور حاکم بلا مزاحم وبلا معارض ہونے میں بھی حتیٰ کہ ادنیٰ درجہ کا معارضہ یعنی شفاعت بلا اذن بھی منفی ہے اور خالق ہونے میں بھی۔ اور اس سے تاکید جرم کی اس طرح ہوگئی کہ ایسی ذات کامل الصفات کی توحید کا انکار ضرور جرم عظیم ہے اور تاکید عقوبت کی اس طرح ہوگئی کہ جرم تو ان کا انکار توحید اور حاکم ایسا کہ الوہیت وحکمت وعلم کے ساتھ سلطنت وحکومت خاص اسی کی اور حساب کے وقت کا یعنی ساعت کا موافق اس کے علم کے آنا اور اس کے پاس حاضر کیا جانا ضرور اس طرح سے اس سے بچ کر کہیں چلا جانا محال اور شفعاء مفقود اور یہ سب امور اجمالاً خود ان کے اقرار تفرد فی الخالقیۃ سے ثابت کیونکہ جو وجود میں کسی کا محتاج نہیں چونکہ وجود اصل جمیع کمالات کی ہے وہ اور کمالات میں بھی کسی کا محتاج نہیں اور جو وجود میں مستقل نہیں وہ کسی کمال میں مستقل نہیں پس اس جواب لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ سے ان تمام امور مذکورہ کا اجمالاً اقرار لازم آ گیا پس عقوبت کی تاکید اثبات بالدلیل واستدلال سے تفصیلاً اور اقرار سے اجمالاً ہوگئی آگے تاکید عقوبت کے لئے ایک اور امر کا بیان فرماتے ہیں کہ جس طرح خدا تعالیٰ کو قیامت کی کہ وقت حساب کا ہے خبر ہے اسی طرح) اس کو رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اس کہنے کی بھی خبر ہے کہ اے میرے رب یہ ایسے لوگ ہیں کہ (باوجود میری اس درجہ فہمائش کے) ایمان نہیں لاتے (اور اس سے تاکید عقوبت کی اور بڑھ گئی یعنی امور مذکورہ مؤکدہ للعقوبت کے ساتھ رسول کی نالش موجود پس ایسی حالت میں سمجھ لینا چاہئے کہ کیسا سخت عذاب ہوگا۔ آگے اس عذاب کے وقوع پر بطور تفریع کے فرماتے ہیں کہ جب آپ کو معلوم ہوگیا کہ انکا انجام یہ ہونے والا ہے) تو آپ ان سے بے رُخ رہئے (یعنی ان کے ایمان کا اہتمام اور اس کی امید نہ کیجئے کیونکہ جب ان کا یہ انجام مقدر ہے تو یہ کیا ایمان لاویں گے) اور (اگر وہ آپ سے مخالفت اور جہالت اور شر کی بات کریں تو آپ رفع شر کے لئے) یوں کہہ دیجئے کہ تم کو سلام کرتا ہوں (اور کچھ نہیں کہتا اور نہ کچھ واسطہ رکھتا ہوں آگے حق تعالیٰ تسلیہ وصفح متارکت کی تاکید کے لئے بطور علت کے فرماتے ہیں کہ آپ چندے صبر کیجئے) سو ان کو ابھی (مرتے ہی) معلوم ہو جاوے گا۔ **ف**: الحمدللہ کہ آج چودھویں ربیع الثانی روز دوشنبہ ۱۳۲۵ھ کو سورۂ زخرف کی تفسیر ختم ہوئی اور سورۂ دخان کی شروع ہوئی **وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و آلہ واصحابہ اجمعین آمین۔**

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ **قولہ فی ام ابرموا** ہاں کیا **اشارۃ الی ان ام منقطعۃ وبل للانتقال من الاجمال الی التفصیل ۱۲۔**

الروایات: **فی الدر بروایۃ ابن جریر عن محمد بن کعب القرظی قال بینا ثلثۃ بین الکعبۃ واستارھا قرشیان وثقفی او ثقفیان وقرشی فقال واحد منھم ترون ان اللہ یسمع کلامنا فقال واحد اذا جھرتم سمع واذا اسررتم لم یسمع فنزلت ام یحسبون انا لا نسمع سرھم ونجواھم الآیۃ ۱۲۔**

اللغات: **قولہ ابرموا فی القاموس ابرم الامر احکمہ قولہ سرھم و نجوٰھم الفرق بینھما ان الاول مع غیر الجماعۃ والثانی مع الجماعۃ ولو خفیۃ ۱۲۔**

النحو: **قولہ فی السماء متعلق باللّٰہ بمعنی معبود ۱۲۔ قولہ وقیلہ بالجر عطف علی الساعۃ وفی قراءۃ النصب اما عطف علی محل الساعۃ ای یعلم الساعۃ ویعلم قیلہ واما منصوب بالمصدریۃ من قال المقدر ای قال الرسول قیلہ والضمیر المجرور عائد الی**

الرسول المذكور فى قوله تعالىٰ لئن سالتهم۔ وما ذكر من عطف قيله على الساعة كما فى الروح نسب الى الزجاج والاعتراض عليه بالفصل هيّن وبضعف المعنى والتنافر غير مسلم ففى الكشف بعد ذكر تخريج الزجاج الجر ان الفاصل اعنى من قوله تعالىٰ واليه ترجعون الى يوفكون يصلح اعتراضا لان قوله سبحانه وعنده علم الساعة مرتبط بقوله تعالىٰ حتى يلاقوا يومهم الذى يوعدون على ما لا يخفى والكلام المسوق للوعيد البالغ بقوله تعالىٰ واليه ترجعون الى قوله عز وجل وهم يعلمون متصل بقوله عز وجل وعنده علم الساعة اتصال العصابلحاها وقوله تعالىٰ ولئن سألتهم خطاب لمن يتاتى منه السوال تتميم لذلك الكلام باستحقاقهم ما اوعدوه لعنادهم البالغ ومنه يظهر وقوع التعجب فى قوله تعالىٰ فانى يوفكون وعلى هذا ظهر ارتباط وعلم قيله بقوله تعالىٰ وعنده علم الساعة وان الفاصل متصل بهما اتصالا يجل موقعه آه قلت وقد بينت وجه الارتباط نحوا من هذا فى تقرير الترجمة باوضح بيان واكفاه فتدبر ١٢۔

البلاغۃ: قوله لقد جئناكم استيناف وكلام آخر مع قريش بعد خاتمة حال الفريقين قوله ام ابرموا فيه التفات قوله ان كان فى الروح جئ بان دون لو جعل ما فى حيزها بمنزلة ما لا قطع بعدمه على طريق المساهلة وارخاء العنان للتبكيت والافحام قوله فى السماء اله وفى الارض اله فى الروح وللاعتناء بكل من الٰهية تعالىٰ فى السماء والٰهية عزوجل فى الارض قيل وهو الذى فى السماء اله وفى الارض اله ولم يقل وهو الذى فى السماء والارض اله آه ١٢۔

سُورَةُ الدُّخَانِ

سُورَةُ الدُّخَانِ ۴۴ مَكِّيَّةٌ ۶۴ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اٰيَاتُهَا ۵۹ رُكُوعَاتُهَا ۳

سورۃ الدخان مکہ میں نازل ہوئی شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں اس میں ۵۹ آیات اور ۳ رکوع ہیں

حٰمٓ ﴿۱﴾ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿۲﴾ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ﴿۳﴾ فِيْهَا يُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِيْمٍ ﴿۴﴾ اَمْرًا مِّنْ عِنْدِنَا ۭ اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ﴿۵﴾ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۶﴾ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۘ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ﴿۷﴾ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۭ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَاۗىِٕكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۸﴾ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ يَّلْعَبُوْنَ ﴿۹﴾

حٰمٓ ۔ قسم ہے اس کتاب واضح کی کہ ہم نے اس کو (لوحِ محفوظ سے آسمان دنیا پر) ایک برکت والی رات (یعنی شب قدر) میں اتارا ہے ہم آگاہ کرنے والے تھے اس رات میں ہر حکمت والا معاملہ ہماری پیشی سے حکم ہو کر طے کیا جاتا ہے۔ ہم بوجہ رحمت کے جو آپ کے رب کی طرف سے ہوتی ہے آپ کو پیغمبر بنانے والے تھے۔ بے شک وہ بڑا سننے والا جاننے والا ہے جو کہ مالک ہے آسمانوں اور زمین کا اور جو (مخلوق) ان دونوں کے درمیان میں ہے۔ اسکا بھی اگر تم یقین لانا چاہو اسکے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہی جان ڈالتا ہے اور وہی جان نکالتا ہے اور وہ تمہارا بھی رب ہے اور تمہارے اگلوں باپ دادوں کا بھی پروردگار ہے بلکہ وہ شک میں ہیں کھیل میں مصروف ہیں۔

سورة الدخان مكية الا قوله اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ الاٰية وهى سبع او تسع وخمسون اٰية كذا فى البيضاوى

تفسیر ربط: یہ سورت شروع ہوئی ہے رسالت وتوحید سے اور اسی پر ختم ہوئی تھی سورت سابقہ اور بعد رسالت وتوحید کے وعید ہے منکرین توحید کی اور تاکید وعید کے لئے نظیر ہے بعض اقوام سابقہ کی پھر ان هؤلاء ليقولون میں نقل ہے انکار بعث کی پھر منکرین کو اس انکار پر بعض اقوام کے اہلاک سے دھمکا کر بعث کی صحت اور حکمت اور پھر اس کا وقوع اور پھر اس کے واقعات ذکر کئے گئے ہیں اور مثل افتتاح کے رسالت ہی کے مضمون پر سورت ختم ہوگئی ہے۔

تعظیم قرآن منزل وتعظیم رسول منزل علیہ وتعظیم رب منزل: بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ حٰمٓ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ (الی قوله تعالی) بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ يَّلْعَبُوْنَ

۔ حٰمٓ ۔ (اس کے معنی اللہ کو معلوم ہیں) قسم ہے اس کتاب واضح (المعنی) کی کہ ہم نے اس کو (لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر) ایک برکت والی رات (یعنی شب قدر) میں اتارا ہے (کیونکہ) ہم (بوجہ شفقت کے اپنے ارادہ میں اپنے بندوں کو) آگاہ کرنے والے تھے (یعنی ہم کو منظور ہوا کہ ان کو مضرتوں سے بچا لینے کے لئے خیر وشر کی اطلاع کر دیں یہ علت ہوئی تنزیل قرآن کی۔ آگے اس شب کی برکات ومنافع بیان فرماتے ہیں کہ) اس رات میں ہر حکمت والا معاملہ ہماری پیشی سے حکم (صادر) ہو کر طے کیا جاتا ہے (یعنی سال بھر کے معاملات میں کہ سب ہی باحکمت ہیں جس طور پر اللہ تعالیٰ کو کرنا منظور ہے اس طور کو متعین کر کے اور ان کی اطلاع کارکن ملائکہ کو کر کے ان کے سپرد کر دیئے جاتے ہیں چونکہ وہ رات ایسی ہے اور قرآن سب سے زیادہ امر حکیم تھا اس لئے اس کا نزول بھی اسی شب میں ہوا آگے بطور بدل کے تفسیر ہے۔ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ کی یعنی یہ قرآن اس لئے نازل کیا گیا کہ) ہم بوجہ رحمت کے جو آپ کے رب کی طرف سے (یعنی ہماری طرف سے بندوں پر) ہوتی ہے آپ کو پیغمبر بنانے والے تھے (تاکہ آپ کی معرفت اپنے بندوں کو آگاہ کر دیں) بے شک وہ بڑا سننے والا بڑا جاننے والا ہے (اس لئے مصالح عباد کی رعایت کرتا ہے اور وہ ایسا ہے) جو کہ مالک ہے آسمانوں اور زمین کا اور جو (مخلوق) ان دونوں کے درمیان میں ہے اس کا بھی اگر تم یقین لانا چاہو (تو یہ دلائل توحید کے یقین لانے کے لئے کافی موجود ہیں آگے توحید کی تصریح ہے کہ) اس کے سوا کوئی لائق عبادت کے نہیں وہی جان ڈالتا ہے اور وہی جان نکالتا ہے وہ تمہارا بھی پروردگار ہے اور تمہارے اگلے باپ دادوں کا بھی پروردگار ہے (اور اس تصریح وتوضیح کا مقتضا تو یہ تھا کہ وہ لوگ مان لیتے مگر یہ لوگ پھر بھی نہیں مانتے) بلکہ وہ (توحید وغیرہ امور حقہ کی طرف سے) شک میں (پڑے) ہیں (اور دنیا کے) کھیل (کود) میں مصروف ہیں

(آخرت کی فکر نہیں جو حق کو طلب کریں اس میں غور سے کام لیں یہ مذمت شرک کی بمناسبت مضمون توحید کے آ گئی اور تعظیم منزل کے لئے توحید بیان کی گئی)۔

ف: قرآن اور منزل قرآن کی تعظیم تو آیات میں مصرح ہے اور تعظیم رسول کی اِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ سے مفہوم ہے اور مرسلین کا مفعول یعنی رسولاً حذف کر دینا اور رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ میں وضع مظہر موضع مضمر اس تعظیم کا اور زیادہ مؤکد ہے اور قرآن کی قسم کھانے کی تحقیق شروع سورۂ زخرف میں آ چکی ہے۔ مگر یہ یاد رہے کہ قسم محض نفس تنزیل کے اعتبار سے ہے کہ تامل فی القرآن اسی کیلئے مثبت ہے قطع نظر تقیید بالظرف سے اور لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ کی تفسیر اکثر نے شب قدر سے کی ہے اور اس باب میں آثار بھی ہیں چنانچہ سعید بن جبیر نے فرمایا ہے کہ پورا قرآن سمائے علیا سے سمائے دنیا پر شب قدر میں آ گیا پھر تھوڑا تھوڑا کئی سال میں نازل ہوتا رہا۔ اور ابن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ سال بھر میں جو کچھ ہونے والا ہوتا ہے رزق و موت و حیات و بارش وغیرہ وہ سب شب قدر میں لوح محفوظ سے نقل کر لیا جاتا ہے۔ یہ دونوں روایتیں درمنثور میں ہیں اور پہلی روایت سے اس شبہ کا بھی جواب ہو گیا کہ قران تو نجماً نجماً تئیس (۲۳) سال میں آیا ہے پھر شب قدر میں آنے کے کیا معنی۔ جواب کی تقریر ظاہر ہے اور بعض نے لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ کی تفسیر لیلۃ البراءۃ سے کی ہے اس بناء پر کہ روایات میں اس کی نسبت بھی واقعات سالانہ کا فیصلہ ہونا آیا ہے لیکن چونکہ کسی روایت میں اس میں قرآن کا نزول وارد نہیں اور شب قدر میں نزول خود قرآن میں مذکور ہے: اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ [القدر: ۱] اسلئے یہ تفسیر صحیح نہیں معلوم ہوتی اور واقعات کا فیصل ہونا اس شب میں اس کو مستلزم نہیں کہ قرآن میں جو لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ آیا ہے اس سے یہی مراد ہو غایت مافی الباب اسکا قائل ہونا پڑے گا کہ دونوں شب میں واقعات فیصل ہوتے ہیں تو کچھ بعید نہیں بلکہ ممکن ہے کہ واقعات لکھ تو لئے جاتے ہوں شب براءت میں اور سپرد کئے جاتے ہوں شب قدر میں جیسا کہ روح المعانی میں ابن عباسؓ کا ایک قول بلا سند بعینہٖ یہی نقل کیا ہے اور احتمال کے لئے ثبوت کی حاجت نہیں۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله فی امر حکیم سب ہی باحکمت ہیں اشارة الی انه قید واقعی ۱۲۔

اللغات: يفرق يفصل ويلخص حكيم ذات حكمة كتامر ولابن ۱۲۔

النحو: قوله امرا مفعول مطلق ليفرق من غير لفظه ومن عندنا صفة امرا كما اظهرته اتم اظهار بترجمتی قوله رب السموات نعت من ربك ۱۲۔

فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ ۝۱۰ يَّغْشَى النَّاسَ ۭ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۱۱ رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ ۝۱۲ اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى وَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ۝۱۳ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ ۝۱۴ اِنَّا كَاشِفُوا الْعَذَابِ قَلِيْلًا اِنَّكُمْ عَآئِدُوْنَ ۝۱۵ يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى ۚ اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ ۝۱۶

وقف لازم وقف لازم

سو آپ (ان کے لئے) اس روز کا انتظار کیجئے کہ آسمان کی طرف سے ایک نظر آنے والا دھواں پیدا ہو جو ان سب لوگوں پر عام ہو جائے یہ بھی ایک دردناک سزا ہے۔ اے ہمارے رب ہم سے اس مصیبت کو دور کر دیجئے ہم ضرور ایمان لے آئیں گے ان کو اس سے کیا نصیحت ہوتی ہے حالانکہ (اس سے قبل) ان کے پاس ظاہر شان کا پیغمبر آیا پھر بھی یہ لوگ اس سے سرتابی کرتے رہے اور یہی کہتے رہے (کسی دوسرے بشر کا) سکھایا ہوا ہے دیوانہ ہے ہم چندے اس عذاب کو ہٹا دیں گے تم پھر اپنی اس حالت پر آ جاؤ گے جس روز ہم بڑی سخت پکڑ پکڑیں گے اور اس روز ہم (پورا) بدلہ لیں گے۔

تفسیر ربط: اوپر توحید اور قرآن و رسالت کا حق ہونا مذکور تھا آگے ان امور حقہ کے منکرین کی وعید ہے۔

وعید منکرین حق مبین: فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ (الی قوله تعالی) اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ (اور جب وضوح حق پر بھی یہ لوگ نہیں مانتے کما دل علیہ قولہ تعالیٰ: هُمْ فِيْ شَكٍّ يَّلْعَبُوْنَ) سو آپ (ان کے لئے) اس روز کا انتظار کیجئے کہ آسمان کی طرف ایک نظر آنے والے دھواں پیدا ہو جو ان سب لوگوں پر عام ہو جاوے یہ (بھی) ایک دردناک سزا ہے (جو ان کو ہوگی مراد اس سے غلہ کا قحط ہے جس میں اہل مکہ مبتلا ہوئے تھے جس کا حقیقی سبب بددعا تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جب یہ لوگ عناد میں زیادہ بڑھ گئے اور یہ بددعا ایک بار مکہ میں ہوئی تھی ایک بار مدینہ میں کذا فی روح المعانی تفسیر سورۃ المؤمنین آیۃ: حَتّٰٓى اِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِيْدٍ [۷۷] عن السيرة الحلبية اور ظاہری سبب اس کا جیسا روح میں ہے یہ تھا کہ جب ثمامہ رئیس یمامہ مدینہ میں مسلمان ہو گئے اور کفار مکہ نے ان پر ملامت کی انہوں نے غلہ آنا یمامہ سے بند کر دیا اور مکہ میں غلہ کی آمد وہاں ہی سے تھی اور بارش بھی بند ہو گئی کذا فی الدر عن البیہقی اہل مکہ بھوکے مرنے لگے اور قاعدہ ہے کہ شدت کی بھوک اور خشکی میں جو یعنی مابین ارض و سماء کے اندر دھواں سا آنکھوں کے سامنے نظر آیا کرتا ہے اس کو دخان فرمایا غرض اہل مکہ اپنی جانوں سے تنگ آ گئے اور لگے عاجزی کرنے چنانچہ پیشینگوئی کے طور پر فرماتے ہیں کہ اس وقت جناب باری میں عرض کریں گے کہ (اے ہمارے رب ہم سے اس مصیبت کو دور کر دیجئے ہم ضرور ایمان لے آویں گے) (چنانچہ یہ پیشینگوئی اس طرح پوری ہوئی کہ ابوسفیان اور دیگر قریش

نے آپ کو لکھا بھی اور آئے بھی کہ آپ دعاء کریں اور ثمامہ کو سمجھاویں کذا فی الدر والروح۔ اور صاحب روح نے تفسیر سورۂ دخان میں ابوسفیان کا وعدہ ایمان بھی نقل کیا ہے آگے ان کے اس وعدہ کا صدق دل سے نہ ہونا ارشاد فرماتے ہیں کہ) ان کو (اس سے) کب نصیحت ہوتی ہے (جس سے توقع ان کے ایمان کی کی جاوے) حالانکہ (اس کے قبل) ان کے پاس ظاہر شان کا پیغمبر آیا (یعنی جس کی شان نبوت ظاہر تھی) پھر بھی یہ لوگ اس سے سرتابی کرتے رہے اور یہ کہتے رہے کہ (کسی دوسرے بشر کا) سکھایا ہوا ہے (**کما مر فی سورة النحل** من قوله تعالیٰ: اِنَّمَا یُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ [۱۰۳] اور) دیوانہ ہے (پس جب اتنے بڑے رسول کے آنے پر کہ جس کے دلائل رسالت میں کوئی تاویل ہی نہیں ہو سکتی یہ لوگ ایمان نہیں لائے تو قحط کے ہونے پر جس میں بے انصاف آدمی یہ بھی احتمال نکال سکتا ہے کہ یہ ایک معمولی واقعہ اسباب طبعیہ سے ہے سزائے کفر نہیں ہے کب امید ایمان لانے کی ہے یہ ان کا کہنا محض دفع الوقتی ہے کہ کسی طرح کام نکل جائے اور مصیبت ٹل جائے مگر خیر) ہم (حجت تمام کرنے کے لئے) چندے اس عذاب کو ہٹا دیں گے (مگر) تم پھر اپنی اسی (پہلی) حالت (اصرار واستکبار وعدم استکانت وعدم تضرع) پر آ جاؤ گے (چنانچہ یہ پیشین گوئی اس طرح پوری ہوئی کہ آپ نے دعاء فرمائی بارش ہوئی اور ثمامہ کو بھی خط لکھا کہ غلہ آنے دیں اور اہل مکہ کو فارغ البالی میسر ہوئی مگر ایمان تو کیا لاتے وہ نرمی اور شکستگی بھی جاتی رہی پھر وہی زور اور وہی شور اور قَلِیْلًا اس لئے فرمایا کہ مَتَاعُ الدُّنْیَا قَلِیْلٌ [النساء: ۷۷] کیونکہ اس کشف عذاب کی حد محض مدت حیات دنیویہ تک ہے پھر مرنے کے بعد جو مصیبت آوے گی اس کا کہیں خاتمہ نہیں چنانچہ ارشاد ہے کہ) جس روز ہم بڑی سخت پکڑ پکڑیں گے (اس روز) ہم (پورا) بدلہ لیں گے (یعنی آخرت میں پوری سزا ہوگی)۔

ف: یہ روایتیں جو تقریر تفسیر میں لکھی گئی ہیں روح اور درمنثور اور بخاری سے لکھی گئی ہیں اور بعض روایات میں آیا ہے کہ ایک دخان قریب قیامت کے آوے گا مگر ابن مسعودؓ نے اس آیت کی تفسیر اس سے کرنا پسند نہیں کیا اور کسی سند صحیح سے یہ بھی ثابت نہیں کہ دخان قریب قیامت والے کا ذکر بطور تفسیر کے فرمایا گیا ہو۔ اور تفسیر مختار پر شبہ نہ کیا جاوے کہ یہ دخان تو خیالی ہوتا ہے اس کو مبین کیسے فرمایا اصل یہ ہے کہ وہ خیالی نہیں ہوتا واقعی ہوتا ہے کیونکہ حقیقت اس کی بخارات ہیں گو ضعیف القوام ہو اور روح میں بعض عرب سے نقل کیا ہے: **تسمی الشر الغالب دخانا** یعنی ہر شر غالب دخان کہلاتا ہے اور وجہ اس کی یہ بیان کی ہے کہ دخان سے تاذی ہوتی ہے تو ہر موذی کو تشبیہاً دخان کہہ دیتے ہیں اور مراد اس سے یہاں قحط ہوگا اور اس کا موجود واقعی ہونا ظاہر ہے اور اس کا سماء کی طرف ہونا بایں معنی ہے کہ سماء سے مراد مطلق جہت علو اور بخارات کا ارتفاع جہت علو میں ظاہر ہے ونیز مطر بھی اول اسی جہت میں آتا ہے اور اس سے زمین میں آتا ہے پس وہ امطار وعدم امطار دونوں کا محل اول ہے اور بندہ نے تقریر تفسیر میں جا بجا پیشین گوئی اس لئے کہا کہ فَارْتَقِبْ قرینہ ہے کہ یہ آیتیں قبل وقوع ان واقعات کے آئی ہیں: یَوْمَ تَاْتِی السَّمَآءُ...... تو قبل واقع دخان کے اور اِنَّا کَاشِفُوا الْعَذَابِ بعد واقعہ دخان قبل زوال دخان کے اور بعض روایات میں جو: فَارْتَقِبْ...... کا نزول بعد وقوع دخان کے آیا ہے غالباً اس وقت حضور ﷺ نے اس آیت کی تلاوت فرمادی ہوگی راوی کو اس وقت نزول مظنون ہوا یا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ میں تاویل کر لی جاوے کہ **فظهر** مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ...... **والله اعلم**۔ اور چونکہ کشف عذاب بعد ہجرت ہوا ہے اس لئے اِنَّا کَاشِفُوا الْعَذَابِ کا مدنی ہونا بھی صحیح ہو گیا جیسا کہ بیضاوی وغیرہ نے کہا ہے اور مکیت میں بھی فی نفسہ اشکال نہیں کیونکہ یہ بھی پیشین گوئی ہے خواہ کتنی ہی مقدم ہو جیسا کہ بعض نے کہا ہے لیکن درمنثور میں ایک روایت ہے کہ اِنَّا کَاشِفُوا الْعَذَابِ بعد زوال دخان کے نازل ہوئی اس سے مدنیت کو ترجیح ہوتی ہے گو اس صورت میں پیشین گوئی نہ ہوگی بلکہ اسم فاعل بمعنی ماضی کے ہوگا اور اگر اس آیت کو پیشین گوئی ہی پر محمول کیا جاوے تو روایت نزول بعد الدخان کی یہ توجیہ ہوگی کہ آپ نے بعد زوال دخان کے تلاوت فرمادی ہو اور راوی کو اس وقت نزول مظنون ہو گیا ہو جیسا اوپر فَارْتَقِبْ...... میں ایک جواب یہ بھی دیا گیا ہے **والله اعلم**۔

النحو: **قوله يوم نبطش معمول لما دل عله قوله تعالیٰ انا منتقمون اى انا منتقم يوم نبطش لانا منتقمون ١٢**۔

البلاغة: **قوله تاتي السماء لم يسند اليه عز وجل مع انه سبحانه الفاعل حقيقة ليكون الكلام مع سابقه المتضمن اسنادنا هو رحمة اليه تعالیٰ شانه علی وزان قوله تعالیٰ انعمت عليهم غير المغضوب عليهم ١٢**۔

وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَجَآءَهُمْ رَسُوْلٌ كَرِیْمٌ ﴿۱۷﴾ اَنْ اَدُّوْٓا اِلَیَّ عِبَادَ اللّٰهِ ؕ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ﴿۱۸﴾ وَّاَنْ لَّا تَعْلُوْا عَلَی اللّٰهِ ۚ اِنِّیْٓ اٰتِیْكُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ﴿۱۹﴾ وَاِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ وَرَبِّكُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنِ ﴿۲۰﴾ وَاِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِیْ فَاعْتَزِلُوْنِ ﴿۲۱﴾ فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ مُّجْرِمُوْنَ ﴿۲۲﴾ فَاَسْرِ بِعِبَادِیْ لَیْلًا اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَاتْرُكِ الْبَحْرَ رَهْوًا ؕ اِنَّهُمْ جُنْدٌ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۲۴﴾ كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ ﴿۲۵﴾ وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِیْمٍ ﴿۲۶﴾ وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِیْهَا فٰكِهِیْنَ ﴿۲۷﴾ كَذٰلِكَ ۫ وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِیْنَ ﴿۲۸﴾ فَمَا بَكَتْ

عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ ﴿٢٩﴾ وَلَقَدْ نَجَّيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مِنَ الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ ﴿٣٠﴾ مِنْ فِرْعَوْنَ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَالِيًا مِّنَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿٣١﴾ وَلَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ عَلٰي عِلْمٍ عَلَي الْعٰلَمِيْنَ ﴿٣٢﴾ وَاٰتَيْنٰهُمْ مِّنَ الْاٰيٰتِ مَا فِيْهِ بَلٰۗـــؤٌا مُّبِيْنٌ ﴿٣٣﴾

اور ہم نے ان سے پہلے قوم فرعون کو آزمایا تھا اور (وہ آزمائش یہ تھی کہ) ان کے پاس ایک معزز پیغمبر آئے تھے کہ ان اللہ کے بندوں (یعنی بنی اسرائیل) کو میرے حوالہ کر دو۔ میں تمہاری طرف (اللہ کا) فرشتہ (ہو کر آیا) ہوں دیانت دار ہوں اور یہ (بھی فرمایا) کہ تم اللہ سے سرکشی مت کرو میں تمہارے سامنے ایک واضح دلیل (اپنی نبوت کی) پیش کرتا ہوں اور میں اپنے پروردگار اور تمہارے پروردگار کی پناہ لیتا ہوں اس سے کہ تم لوگ مجھ کو پتھر (یا غیر پتھر) سے قتل کرو اور اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو تم مجھ سے الگ ہی رہو۔ تب موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے دعا کی کہ یہ بڑے سخت مجرم لوگ ہیں تو اب میرے بندوں کو تم رات ہی رات میں لے کر چلے جاؤ تم لوگوں کا تعاقب ہوگا اور تم اس دریا کو سکون کی حالت میں چھوڑ دینا ان کا سارا لشکر ڈبو یا جائے گا۔ وہ لوگ کتنے ہی باغ اور چشمے (یعنی نہریں) اور کھیتوں اور عمدہ عمدہ مکانات اور آرام کے سامان جس میں خوش رہا کرتے تھے چھوڑ گئے (یہ قصہ) اسی طرح ہوا اور ہم نے ایک دوسرے قوم کو ان کا مالک بنا دیا نہ تو ان پر آسمان اور زمین کو رونا آیا اور نہ ان کو مہلت دی گئی اور ہم نے بنی اسرائیل کو سخت ذلت کے عذاب یعنی فرعون (کے ظلم و ستم) سے نجات دی واقعی وہ بڑا سرکش (اور) حد (عبودیت) سے نکل جانے والوں میں سے تھا اور (اس کے علاوہ) ہم نے بنی اسرائیل کو اپنے علم کی رو سے (بعض امور میں) تمام دنیا جہان والوں پر فوقیت دی اور ہم نے ان کو ایسی نشانیاں دیں جن میں صریح انعام تھا۔

تفسیر ربط: اوپر منکرین کی وعید تھی آگے قصہ عقوبت فرعون سے اس وعید کی تاکید ہے۔

قصہ فرعون مشہور برائے تاکید وعید مذکور: وَلَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ (الی قولہ تعالیٰ) وَاٰتَيْنٰهُمْ مِّنَ الْاٰيٰتِ مَا فِيْهِ بَلٰۗـــؤٌا مُّبِيْنٌ اور ہم نے ان سے پہلے قوم فرعون کو آزمایا تھا اور (وہ آزمائش یہ تھی کہ) ان کے پاس ایک معزز پیغمبر (یعنی موسیٰ علیہ السلام) آئے تھے (پیغمبر کے آنے سے آزمائش یہ ہوتی ہے کہ کون ایمان لاتا ہے اور کون نہیں لاتا اور انہوں نے آ کر فرعون اور فرعون کی قوم سے فرمایا) کہ ان اللہ کے بندوں (یعنی بنی اسرائیل) کو جن کو تم نے طرح طرح کی تکالیف میں پھنسا رکھا ہے) میرے حوالے کر دو (اور ان سے دستبردار ہو جاؤ کہ میں جہاں اور جس طرح مناسب ہو ان کو آزاد کر کے رکھوں) میں تمہاری طرف (خدا کا) فرستادہ (ہو کر آیا) ہوں (اور) دیانت دار ہوں (کوئی بات وحی سے کمی بیشی نہیں کرتا ہوں جو حکم ہوتا ہے پہنچا تا ہوں پس تم کو ماننا چاہئے) اور یہ (بھی فرمایا) کہ تم خدا سے سرکشی مت کرو (اوپر حق العباد کا امر تھا اور یہاں حق اللہ کا) میں تمہارے سامنے ایک واضح دلیل (اپنی نبوت کی) پیش کرتا ہوں (مراد اس سے معجزہ عصا و ید بیضا ہے) اور (جب فرعون و اہل فرعون نے نہ مانا بلکہ باہم مشورہ آپ کے قتل کا ہوا لقولہ تعالیٰ: اَتَذَرُ مُوْسٰى وَقَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا ...... [الأعراف: ۱۲۷] وقولہ تعالیٰ: ذَرُوْنِيْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰى ...... [المؤمن: ۲۶] اس وقت آپ نے سن کر فرمایا کہ) میں اپنے پروردگار اور تمہارے پروردگار کی پناہ لیتا ہوں اس سے کہ تم لوگ مجھ کو پتھر (یا غیر پتھر) سے قتل کرو اور اگر تم مجھ پر ایمان نہیں لاتے تو تم مجھ سے الگ ہی رہو (یعنی میری ایذاء واضرار کے درپے مت ہو کیونکہ مجھ کو تو کوئی ضرر نہ ہوگا مجھ سے وعدہ ہے: فَلَا يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا ...... [القصص: ۳۵] لیکن تمہارا جرم اور زیادہ شدید ہو جاوے گا اس لئے خیر خواہی سے کہتا ہوں کہ ایسا مت کرو مگر وہ کب باز آتے تھے) تب موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنے رب سے دعا کی کہ یہ بڑے سخت مجرم لوگ ہیں (کہ جرائم سے باز نہیں آتے اب ان کا فیصلہ کر دیجئے ارشاد ہوا کہ ہم نے دعاء قبول کی اور ان کے فیصلہ کا وقت آ گیا) تو اب میرے بندوں (یعنی بنی اسرائیل) کو تم رات ہی رات میں لے کر چلے جاؤ (کیونکہ) تم لوگوں کا (فرعون کی طرف سے) تعاقب (بھی) ہوگا (اس لئے رات میں نکل جانے سے اتنی دور تو نکل جاؤ گے کہ یہ تعاقب کر کے تم کو پا نہ سکے) اور اثنائے سفر میں جو دریا حائل ہوگا) تم اس دریا کو (اول عصا مارنا کہ وہ خشک ہو کر راستہ دے دے گا پھر پار ہونے کے بعد جب اس کو اسی حالت پر دیکھو تو فکر نہ کرنا کہ اسی طرح فرعون بھی شاید پار ہو جاوے گا بلکہ تم اس کو اسی) سکون کی حالت میں (یعنی اس کی ہیئت پر جو کہ پانی کے ہٹ جانے سے اور رستہ کے خشک ہو جانے سے حاصل ہوئی ہے اس پر) چھوڑ دینا (اور بے فکر رہنا کیونکہ اس کے اس حالت میں رہنے کی یہ حکمت ہے کہ) ان (فرعونیوں) کا سارا لشکر (اس دریا میں) ڈبو یا جاوے گا (اس طرح کہ وہ اس میں گھسیں گے اور جب اس میں آ جاویں گے تو چہار طرف سے پانی آ ملے گا اور حالت مذکورہ کو سکون کہنے کی وجہ ظاہر ہے کہ ہیئت حاصلہ میں بھی تغیر نہ ہوا جو کہ ایک قسم کی حرکت فی الکیف ہے اور پانی بھی جہاں کا تہاں رہ گیا وہ بھی اس راستہ کے سطح پر نہ آوے گا جو کہ حرکت فی الاین ہے اسی کو روح میں کہا ہے ساكنا على هيئته قارا على حاله من انتصاب الماء و كون الطريق يبسا چنانچہ اسی طرح واقع ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام پار ہو گئے اور فرعونی غرق ہوئے اور) وہ لوگ کتنے ہی باغ اور (کتنے ہی) چشمے (یعنی نہریں) اور (کتنی ہی) کھیتیاں اور (کتنے ہی) عمدہ مکانات اور (کتنے ہی) آرام کے سامان جس میں وہ خوش رہا کرتے تھے چھوڑ گئے (یہ قصہ) اسی طرح ہوا (مقصود) اس سے

تجدید تہدید ہے)اور ہم نے ایک دوسری قوم کو ان کا مالک بنا دیا (مراد بنی اسرائیل ہیں جیسا دوسری آیت میں ہے: وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الشعراء : ۵۹) سو (بوجہ ان کی غایت مبغوضیت اور مغضوبیت کے) نہ تو ان پر آسمان و زمین کو رونا آیا (اور یہ اثر ہے مبغوضیت کا) اور ہم نے (اس طور پر) بنی اسرائیل کو سخت ذلت کے عذاب یعنی فرعون (کے ظلم وستم) سے نجات دی واقعی وہ (فرعون) بڑا سرکش (اور) حد (عبودیت) سے نکل جانے والوں میں سے تھا (ایک نعمت تو بنی اسرائیل پر یہ ہوئی) اور (اس کے علاوہ) ہم نے بنی اسرائیل کو (اور بھی نعمتیں دے کر) اپنے علم (اور حکمت) کی رو سے (بعض امور میں تمام) دنیا جہان والوں پر (یا کل امور میں ایک بڑے حصہ مخلوق پر مثلاً اس زمانہ کے لوگوں پر) فوقیت دی اور (ان نعمتوں میں علاوہ معنی انعام ہونے کے دلالت علی القدرۃ بھی تھی جس کا حاصل یہ ہے کہ) ہم نے ان کو (اپنی قدرت کی) ایسی (بڑی بڑی) نشانیاں دیں جن میں صریح انعام (پایا جاتا) تھا (یعنی وہ امور جامع تھے درمیان دونوں وصف کے نعمت ہونا دلیل قدرت ہونا پھر بعض ان میں حسی نعمت تھی جیسے :انجاء من فرعون جس کو غایت ظہور کی وجہ سے سب سے مقدم بیان فرمایا اور بعض ان میں معنوی نعمتیں تھیں جیسے علم و کتاب و مشاہدۂ معجزات)۔

ف: وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِیْنَ کے متعلق ضروری تحقیق سورۂ اعراف رکوع :وَلَقَدْ اَخَذْنَآ ...... ۱۳۰ میں اور سورۂ شعراء رکوع: وَاَوْحَیْنَآ ...... ۵۲ میں گزر چکی ہے اس مقام پر روح المعانی کا اتنا مضمون اس تحقیق کے بعض احتمالات کی ترجیح کے لئے اور لکھتا ہوں کہ بنی اسرائیل کے مصر میں واپس آنے کے حسن قائل ہوئے ہیں اور قتادہ اس لئے منکر ہوئے کہ مشہور تواریخ اس کے خلاف ہیں اور اَوْرَثْنٰهَا کے معنی تمکین من التصرف کے ہو سکتے ہیں جو واپسی پر موقوف نہیں اور بعض نے حسن کے قول کو بوجہ ظاہری موافقت کتاب اللہ کے ترجیح دی ہے اور کہا ہے کہ تواریخ کا اور کتب یہود کا کچھ اعتبار نہیں اور بکاء سماء وارض مؤمن کے واسطے حدیث میں آیا ہے چنانچہ ترمذی میں ہے کہ رسول مقبول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مؤمن جب مر جاتا ہے تو آسمان کا ایک وہ دروازہ جس میں سے اس کے عمل کا صعود ہوتا تھا اور ایک وہ دروازہ جس میں سے اس کے رزق کا نزول ہوتا تھا اس پر روتے ہیں اور آپ نے یہ آیت پڑھی اھ اور روح میں بیہقی سے ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ زمین مؤمن کے مرنے پر چالیس دن تک روتی ہے اور ابن المنذر سے ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ جب مؤمن مرتا ہے تو زمین میں اس کے نماز پڑھنے کی جگہ اور آسمان میں اس کے عمل صعود کرنے کی جگہ اس پر روتی ہیں اھ اور ابن جریر نے حضرت ابن عباسؓ سے بھی اس مضمون کو کئی سندوں کے ساتھ نقل کیا ہے پس آیت میں اس کے قائل ہونے کی ضرورت نہیں کہ یہ مجاز ہے ان کے وجود کے غیر معتد بہ ہونے سے اور یہ کہ بکاء استعارہ تمثیلیہ ہے کہ کسی کی شدت موت و عظمت موت کو اس شخص کے حال سے تشبیہ دی جاوے جس پر آسمان و زمین کا رونا فرض کر لیا جاوے وجہ یہ کہ جب حقیقی معنی بن سکیں مجاز لینا نہ چاہئے اور حقیقی معنی کے لئے کوئی امر مانع نہیں اور روایات مرجح ہیں اور شعور بقدر ضرورت ان اشیاء میں ثابت ہے جیسا سورۂ بنی اسرائیل آیت :وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ ...... ۴۴ میں لکھا گیا ہے اور عَلٰی عِلْمٍ کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے ہر کام میں حکمت ہوتی ہے پس ان کو فوقیت دینا چونکہ ہمارے علم میں متضمن بر مصالح و حکم تھا اس لئے ہم نے ان کو فوقیت دیدی۔

رَجُمَہ مَسَائِلُ السُّلُوک: قولہ تعالیٰ: وَاِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ وَرَبِّكُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنِ حق تعالیٰ کی طرف التجا کرنا اور اپنی قوت کا دعویٰ نہ کرنا جیسے مدعیان تصرف کیا کرتے ہیں اظہار ہے عبدیت کا۔ قولہ تعالیٰ: وَاِنْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا لِیْ اس میں دلالت ہے قطع تعلق پر ایسے شخص سے جس کی اصلاح کی امید نہ رہی ہو۔

مُلحقاتُ التَّرجَمة: ۱ قوله في العنوان مثبور اُخذ من قوله تعالٰى وانى لاظنك يا فرعون مثبورا ۱۲۔ ۲ قوله في ترجمون پتھر یا غیر اشارة الى صحة الاحتمالين الحقيقة والمجاز من قبيل اطلاق المقيد على المطلق وكذا قوله تعالٰى اقتل موسٰى يحتمل الامرين ۱۲۔

اللُّغَات: قوله نعمة بالفتح التنعم وفسرهها بالشئ المنعم به لانه انسب للترك وهى كثيرا ما تكون بهذا المعنى قوله فاكهين طيبى الانفس ۱۲۔

النَّحو: قوله فاسر مقدر قبله قال ۱۲۔

البَلَاغة: قوله رسول امين وقوله سلطن مبين في الروح ولا يخفى حسن ذكر الامين مع الاداء والسلطان مع العلاء ۱۲۔

اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَيَقُوْلُوْنَ ۝۳۴ اِنْ هِيَ اِلَّا مَوْتَتُنَا الْاُوْلٰى وَمَا نَحْنُ بِمُنْشَرِيْنَ ۝۳۵ فَاْتُوْا بِاٰبَآئِنَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۳۶ اَهُمْ خَيْرٌ اَمْ قَوْمُ تُبَّعٍ ۙ وَّالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ اَهْلَكْنٰهُمْ ۡ اِنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ۝۳۷ وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ۝۳۸ مَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۳۹ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ مِيْقَاتُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝۴۰ يَوْمَ لَا يُغْنِيْ مَوْلًى عَنْ

مَّوْلًى شَيْـًٔا وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿٤١﴾ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿٤٢﴾ ع ۲ ۱۳ ۱۵

یہ لوگ کہتے ہیں کہ اخیر حالت بس یہی ہمارا دنیا کا مرنا ہے اور ہم دوبارہ زندہ نہ ہوں گے۔ سو اے مسلمانو! اگر تم سچے ہو تو ہمارے باپ دادوں کو (زندہ کرا کے) لاموجود کرو۔ یہ لوگ (قوت و شوکت میں) زیادہ بڑھے ہوئے ہیں یا تبع (شاہ یمن) کی قوم اور جو قومیں ان سے پہلے ہوگزری ہیں ہم نے ان کو (بھی) ہلاک کر ڈالا وہ نافرمان تھے اور ہم نے آسمانوں اور زمینوں کو اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے اس کو اس طور پر نہیں بنایا کہ ہم فعل عبث کرنے والے ہوں ہم نے ان دونوں کو کسی حکمت ہی سے بنایا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔ بے شک فیصلہ کا دن (یعنی قیامت کا دن) ان سب کا وقت مقرر ہے۔ جس دن کسی علاقہ والا کسی علاقے والے کے ذرا کام نہ آئے گا اور ان کی کچھ حمایت کی جائے گی ہاں مگر جس پر اللہ رحم فرمادے وہ (اللہ) زبردست ہے مہربان ہے۔

تفسیر ربط: اوپر قصۂ فرعون سے پہلے کفار مکہ کو انتقام قیامت کی وعید فرمائی تھی اور اس کی تاکید کے لئے قصہ مذکورہ آ گیا تھا وہ لوگ انتقام قیامت کے مضامین سن کر قیامت کا انکار کرتے تھے اس لئے آگے اولاً ان کا انکار ثانیاً انکار حق کا جرم وموجب استحقاق عذاب ہونا بہ تنظیر قصۂ قوم تبع بادشاہ کے ثالثاً قیامت کی صحت وامکان وقوع۔ رابعاً اس کی حکمت ورجحان وقوع۔ خامساً! خود اس کا تحقق اور وقوع مع اجمال واقعات کے بیان فرماتے ہیں۔

تحقیق بعث ومتعلقات آں: اِنَّ هٰٓؤُلَاۗءِ لَيَقُوْلُوْنَ (الی قولہ تعالی) اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ یہ لوگ (قیامت کی وعید سن کی قیامت کا انکار کرتے ہیں اور) کہتے ہیں کہ اخیر حالت بس یہی ہمارا دنیا کا مرنا ہے اور ہم دوبارہ زندہ نہ ہوں گے (جس کو اس لئے اخیر حالت بتلایا جاتا ہے کہ پھر موت نہیں مطلب یہ کہ اخیر حالت وہ حیات اخرویہ نہیں بلکہ یہ موت دنیوی ہی اخیر حالت ہے) سو (اے مسلمانو) اگر تم (دعویٰ) بعث میں سچے ہو تو (انتظار کون کرے) ابھی ہمارے باپ دادوں کو (زندہ کرا کے) لاموجود کرو (**هذا هو المضمون الاول وجوابه ظاهر من ان عدم وقوع المقيد لا يستلزم عدم وقوع المطلق ولا عدم امكانه** آگے ان کے ایسے کفریات پر تہدید ہے کہ ان کو ذرا سوچنا چاہئے کہ) یہ لوگ (قوت وشوکت میں) زیادہ بڑے ہوئے ہیں یا تبع (بادشاہ یمن) کی قوم اور جو قومیں ان سے پہلے ہوگزری ہیں (مثل عاد ثمود وغیرہم یعنی یہ قومیں زیادہ بڑھی ہوئی تھیں مطلب یہ کہ وہ لوگ ان سے شدید اور مدید تھے مگر) ہم نے ان کو (بھی) ہلاک کر ڈالا (محض اس لئے کہ) وہ نافرمان تھے (سو یہ لوگ اگر نافرمانی سے باز نہ آویں گے تو یہ کیونکر اپنے کو بچالیں گے **هذا هو المضمون الثاني وقدم هذا الجواب الحكمي بضم الحاء على الجواب الحكمي بكسر الحاء اقتضاء لحالتهم العنادية ذلك**) اور (آگے قیامت کی صحت وحکمت کا بیان ہے کہ) ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے اس کو اس طور پر نہیں بنایا کہ ہم فعل عبث کرنے والے ہوں (بلکہ ہم نے ان دونوں کو (مع مافیہا) کسی حکمت ہی سے بنایا ہے) منجملہ اس کے دلالت علی القدرۃ الکاملۃ عقلاً اور دلالۃ علی المجازاۃ نقلاً ہے) لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے (**هذا هو المضمون الثالث والرابع** یعنی اکثر لوگ قدرت علی خلق الاجرام العظام سے استدلال نہیں کرتے قدرت علی العادت پر اور یہ قیامت کی صحت اور امکان ہے اور اسی طرح بانضمام دلائل نقلیہ مثل قولہ تعالی: وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَي الْمَاۗءِ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا [ھود: ۷] یہ نہیں سمجھتے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ اجرام اور ان کے منافع عظام اس لئے بنائے ہیں کہ ہم ان سے منتفع ہوں اور نعمت انتفاع کا شکر اور اس شکر میں طاعت بجالاویں اور اس شکر وطاعت پر حسب وعدہ پھر آخرت میں ثمرہ باقیہ ملے اور جو کفران کرے وہ وہاں خسران میں پڑے اور یہ قیامت کی حکمت اور رجحان ہے کیونکہ حکمت مقتضی رجحان وجود کو ہے گو درجہ وجوب عقلی میں نہ ہو کیونکہ اگر مشیت الٰہی میں عدم وقوع ہوتا تو اس میں حکمت ہوتی پس وجوب مجازات کا شبہ ساقط ہوگیا۔ آگے اس کا وقوع مع بیان اجمالی واقعات کے مذکور ہے یعنی) بے شک فیصلہ کا دن (یعنی قیامت کا دن) ان سب (کے دوبارہ زندہ ہونے اور جزاء سزا ملنے) کا وقت مقرر ہے (جس کا وقوع اپنے موقع پر ضرور ہوگا یہ مضمون وقوع کا ہوگیا آگے اجمالاً واقعات ہیں یعنی) جس دن کوئی علاقہ والا کسی علاقہ والے کے ذرا کام نہ آوے گا اور نہ (اور ہی کسی کی طرف سے مثلاً آلہہ مزعومہ کی طرف سے) ان کی کچھ حمایت کی جاوے گی ہاں مگر جس پر اللہ رحم فرماوے (کہ رحمت سے اس کے حق میں شفاعت بالاذن کام آوے گی کقولہ تعالیٰ: لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ ...... [النجم: ۲۶] اور اللہ اس کا ناصر ہوگا لقولہ تعالیٰ: اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ [المؤمن: ۵۱]) وہ (اللہ) زبردست ہے (کافروں سے انتقام لے گا) مہربان ہے (مسلمانوں پر رحمت فرمادے گا اس میں سب واقعات غضب اور رحمت کے آگئے **وهذا هو المضمون الخامس** جن کی آگے تفصیل ہے) **ف:** تبع لقب ہوتا ہے شاہ یمن کا اور اس لقب کے بہت سے گزرے ہیں جس تبع کا یہاں ذکر ہے اس کا نام اسعد لکھا ہے اور حدیث میں ہے کہ وہ اسلام لے آیا تھا اور اسلام لانے کے بعد اپنی قوم کو بھی ایمان کی طرف بلایا وہ لوگ بت پرست تھے مگر انہوں نے نہ مانا ان پر ایک آگ آئی جس سے بت اور ان کے خادم جل گئے پھر بعضے مسلمان ہوگئے بعضے بطور ذمی کے مطیع ہوگئے اور بعض نے کہا ہے کہ یہ تبع اول تھا بوجہ کثرت اتباع کے یہ لقب ہوا تھا پھر اس کے بعد سب ملوک یمن کا یہ لقب ہونے لگا اور اس تبع کا زمانہ عیسیٰ علیہ السلام کے قبل تھا یہ سب روح المعانی میں ہے اور اس مجموعہ کے بعض

اجزاء میں کچھ کچھ اختلاف بھی ہے مگر چونکہ قرآن نے اثباتاً یا نفیاً تفصیل سے تعرض نہیں کیا اس لئے قرآن میں کسی قول پر اشکال نہیں۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ قوله في التمهيد انتقام قیامت واما اذا اريد بالبطشة البدر يقال ان قوله انا منتقمون باطلاقه وعمومه دال على انتقام الساعة الذى هو اعظم الانتقام ۱۲۔ ۲؎ قوله في التمهيد بہ تنظیر الخ ولا يلزم كون كفر القومين على منهاج واحد وان كان الاغلب من كون قوم تبع عبدة اصنام كونهم منكرين للبعث ككفار مكة ۱۲۔

اللغات: مولى عام في كل من له شئ من الموالاة ۱۲۔

النحو: قوله ان هي اى العاقبة والحالة الاخيرة ونهاية الامر ۱۲۔

البلاغة: الاولى معناها عندى الدنيا مقابلا للاخرى بمعنى العقبى ووصفت الموتة الدنيوية بها لوقوعها فيها فاجرى وصف المحل على الحال مجازا وهو اسلم من جميع التكلفات التى ذكروها ويطرد هذا التوجيه فيما سياتى من قوله تعالى لا يذوقون فيها الموت الا الموتة الاولى والفضل بيد الله يؤتيه من يشاء ۱۲۔

اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ﴿۴۳﴾ طَعَامُ الْاَثِیْمِ ﴿۴۴﴾ کَالْمُهْلِ ۚ یَغْلِیْ فِی الْبُطُوْنِ ﴿۴۵﴾ کَغَلْیِ الْحَمِیْمِ ﴿۴۶﴾ خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰی سَوَآءِ الْجَحِیْمِ ﴿۴۷﴾ ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِیْمِ ﴿۴۸﴾ ذُقْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْكَرِیْمُ ﴿۴۹﴾ اِنَّ هٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ ﴿۵۰﴾ اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ مَقَامٍ اَمِیْنٍ ﴿۵۱﴾ فِیْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ ﴿۵۲﴾ یَّلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ ﴿۵۳﴾ كَذٰلِكَ ۟ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِیْنٍ ﴿۵۴﴾ یَدْعُوْنَ فِیْهَا بِكُلِّ فَاكِهَةٍ اٰمِنِیْنَ ﴿۵۵﴾ لَا یَذُوْقُوْنَ فِیْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰی ۚ وَوَقٰهُمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ ﴿۵۶﴾ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ ۚ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴿۵۷﴾ فَاِنَّمَا یَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۸﴾ فَارْتَقِبْ اِنَّهُمْ مُّرْتَقِبُوْنَ ﴿۵۹﴾

بے شک زقوم کا درخت بڑے مجرم (یعنی کافر) کا کھانا ہوگا۔ جو (کریہہ صورت ہونے میں) تیل کی تلچھٹ جیسا ہوگا اور وہ پیٹ میں ایسا کھولے گا جیسا تیز گرم پانی کھولتا ہے اور (فرشتوں کو حکم ہوگا کہ) اس کو پکڑو پھر گھسیٹتے ہوئے دوزخ کے بیچوں بیچ تک لے جاؤ پھر اسکے سر کے اوپر تکلیف دینے والا گرم پانی چھوڑ دو۔ لے چکھ تو بڑا اکرم و معزز ہے یہ وہی چیز ہے جس میں تم شک کیا کرتے تھے۔ بے شک اللہ سے ڈرنے والے امن (چین) کی جگہ میں ہوں گے۔ باغوں اور نہروں اور وہ لباس پہنیں گے باریک اور دبیز ریشم کا۔ آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے اور یہ بات اسی طرح ہے اور ہم ان کا گوری گوری بڑی بڑی آنکھوں والیوں سے بیاہ کریں گے (اور) وہاں اطمینان سے ہر قسم کے میوے کھاتے ہوں گے (اور) وہاں بجز اس موت کے جو دنیا میں آ چکی تھی اور موت کا ذائقہ بھی نہ چکھیں گے (یعنی مرنے کے نہیں) اور اللہ تعالیٰ ان کو دوزخ سے بچائے گا۔ یہ سب کچھ آپ کے رب کے فضل سے ہوگا بڑی کامیابی یہی ہے۔ سو ہم نے اس قرآن کو آپ کی زبان (عربی) میں آسان کر دیا ہے تاکہ یہ لوگ نصیحت قبول کریں۔ تو (اگر یہ لوگ نہ مانیں تو) آپ منتظر رہئے یہ لوگ بھی منتظر ہیں۔

تفسیر ربط: اوپر یَوْمَ لَا یُغْنِیْ مَوْلًی ...... میں واقعات قیامت کا اجمالی بیان تھا آگے ان کی کسی قدر تفصیل ہے۔

نبذے از تفصیل واقعات یوم ثقیل: اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ﴿۴۳﴾ طَعَامُ الْاَثِیْمِ (الی قوله تعالیٰ) ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴿۵۷﴾ بے شک زقوم کا درخت (جس کی تحقیق سورہ صٰفٰت کے دوسرے رکوع میں گزری) بڑے مجرم (یعنی کافر) کا کھانا ہوگا جو (کراہت صورۃ میں) تیل کی تلچھٹ جیسا ہوگا (اور وہ پیٹ میں ایسا کھولے گا جیسا تیز گرم پانی کھولتا ہے (اور فرشتوں کو حکم ہوگا کہ) اس کو پکڑو پھر گھسیٹتے ہوئے دوزخ کے بیچوں بیچ تک لے جاؤ پھر اس کے سر کے اوپر تکلیف دینے والا گرم پانی چھوڑو (اور اس سے استہزاء کیا جاوے گا کہ) لے چکھ تو بڑا معزز مکرم ہے (یہ تیری تعظیم ہو رہی ہے جیسا تو دنیا میں اپنے کو معظم مکرم سمجھ کر ہمارے احکام سے عار کیا کرتا تھا اور دوزخیوں سے کہا جاوے گا کہ) یہ وہی چیز ہے جس سے تم شک (وانکار) کیا کرتے تھے (یہ تو کافر دوزخیوں کا حال ہوا آگے اہل ایمان کا ذکر ہے کہ) بے شک خدا سے ڈرنے والے امن (چین) کی جگہ میں ہوں گے یعنی باغوں میں اور نہروں میں (اور) وہ لباس پہنیں گے باریک اور دبیز ریشم کا آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے (اور) یہ بات اسی طرح ہے (مقصود اس سے تحقیق وتقریر مضمون کی ہے) اور ہم ان کا گوری گوری بڑی بڑی

آنکھوں والیوں سے بیاہ کردیں گے (اور) وہاں اطمینان سے ہر قسم کے میوے منگاتے ہوں گے (اور) وہاں وہ بجز اس موت کے جو دنیا میں آ چکی تھی اور موت کا ذائقہ بھی نہ چکھیں گے (یعنی مریں گے نہیں) اور اللہ تعالیٰ ان کو دوزخ سے (بھی) بچالے گا (اور) یہ سب کچھ آپ کے رب کے فضل سے ہوگا بڑی کامیابی یہی ہے (جو مذکور ہوئی جنت اور وہاں کی نعمتیں) **ف**: یہ زقوم کا کھلانا یا تو دوزخ میں داخل ہونے سے پہلے ہو جیسا بعض نے سورۂ واقعہ کی آیت هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ ؁ میں لفظ نزل بمعنے ما یقدم للضیف قبل الضیافۃ سے سمجھا ہے اور فاعتلوہ میں کلمہ فاء سے بھی ظاہراً یہی مفہوم ہوتا ہے اور اگر بعد دخول دوزخ کے ہو تو تقدم باعتبار سواء الجحیم کے ہوگا یعنی اس زقوم کے کھانے کے وقت گو جحیم میں ہو مگر سواء الجحیم میں نہ ہوگا بعد اکل کے پھر سواء الجحیم میں ڈال دیا جاوے گا اور سورۂ صفت کی آیت میں جو ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاِلَى الْجَحِيْمِ ؁ آیا ہے اس میں بھی جحیم کو سواء الجحیم پر محمول کر سکتے ہیں تو اس کا قائل ہونا نہ پڑے گا کہ زقوم کھلانے کے وقت جہنم سے باہر لے آئے جاویں گے اور کچھ تحقیق اس کی سورۂ مومن کے رکوع ہفتم میں گزر چکی ہے۔ حکایت مفیدہ ایک مجلس میں احقر اور دو صاحب علم ہندی الاصل مکی المسکن مع مجمع کثیر کے موجود تھے صاحبین موصوفین سے ایک نے کہا کہ مکہ میں زقوم کا پھل کھایا جاتا ہے جس کو برشومی کہتے ہیں اور قرآن سے وہ طعام اہل نار کا معلوم ہوتا ہے سوایسی لذیذ چیز سے کیا وعید ہوئی میں نے کہا کہ قرآن شریف میں شجرت الزقوم آیا ہے ثمرۃ الزقوم نہیں آیا اور شجرہ ماکول نہیں ہے دونوں صاحبوں نے اور دوسرے اہل مجلس نے بھی اس کو بہت پسند کیا فقط اور اس جواب کی اس وقت ضرورت ہے جب برشومی اس زقوم کا ثمرہ ہو اور اگر کوئی دوسری نوع ہے تو سوال ہی ساقط ہے اور حوروں سے بیاہ ہونا کوئی بطریق متعارف ہو یا باعتبار لغت کے ہو یعنی جوڑ ملا دینا بطور ہمسراری کے اور تقدیر اول پر شبہ مکلف ہونے کا نہ کیا جاوے کیونکہ اگر ایسا ہوگا تو رغبت طبیعت کی اسی کی طرف ہو جاوے گی پس اس میں معنی ابتلاء و مکلفیت کے نہ ہوں گے۔

ربط: اوپر سورت میں مضامین مہمہ بیان فرما کر ختم سورت میں اجمالاً بطور فذلکہ وخلاصہ کے ان ہی کا اعادہ اور کفار کا ان مضامین کو نہ ماننا چونکہ موجب حزن نبوی تھا اس لئے اس کے ساتھ تسلیہ کا بھی افادہ ہے۔

تخییر از تیسیر کتاب التذکیر وتصبیر بشیر نذیر: فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝ فَارْتَقِبْ اِنَّهُمْ مُّرْتَقِبُوْنَ ۝ (آپ کا کام اتنا ہے کہ آپ ان کو کہتے رہنے) سو (اسی غرض سے) ہم نے اس قرآن کو آپ کی زبان (عربی) میں آسان کر دیا ہے تاکہ یہ (اس کو سمجھ کر اس سے) نصیحت قبول کریں تو (اگر یہ لوگ نہ مانیں تو) آپ (ان پر نزول ضرر کے) منتظر رہئے یہ لوگ بھی (آپ پر نزول ضرر کے) منتظر ہیں (پس آپ تبلیغ سے زیادہ فکر میں نہ پڑیئے نہ مخالفت پر رنج کیجئے ان کا معاملہ خدا کے سپرد کیجئے اور صبر کیجئے وہ خود سمجھ لے گا) بحمد اللہ ۱۵ ربیع الثانی روز سہ شنبہ ۱۳۲۵ھ کو تفسیر سورۂ دخان اتمام کو پہنچی وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ۝ ...... روح میں بعض کا قول نقل کیا ہے کہ یہ حب دنیا اور حرص ہے قیامت میں اس صورت میں ظاہر ہوگی اھ اور یہ فرع ہے مسئلہ تمثل کی۔ سورۃ الدخان تمام ہوئی۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قولہ فی زوجنھم بیاہ دیں گے ھذا احد القولین ۱۲۔

اللغات: قولہ فاعتلوہ فی القاموس عتلہ جرہ عنیفا ۱۲۔ قولہ امین من الامن لامن الامانۃ ۱۲۔

النحو: یغلی خبر ثان ۱۲۔ فضلا عاملہ مقدرا ای اعطوا ذلک کلہ فضلا ۱۲۔

البلاغۃ: کذلک فی الروح عن جار اللہ انہ قال والمعنی فیہ انہ لم یستوف الوصف وانہ بمثابۃ ما لا یحیط بہ الوصف فکانہ قیل الامر نحو ذلک وما اشبھہ واراد علی ما قال المدقق ان الکاف مقحم للمبالغۃ وذلک مطرد فی عرفی العرب والعجم آہ قولہ الا الموتۃ استثناء منقطع او بمعنی سوی وفائدۃ الوصف تذکیر حال الدنیا والافھو قد مضی لا یحتمل فی المستقبل ۱۲۔

سُوْرَۃُ الْجَاثِیَۃِ

سُوْرَۃُ الْجَاثِیَۃِ ۴۵ مَکِّیَّۃٌ ۶۵ — بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ — اٰیَاتُہَا ۳۷ رُکُوْعَاتُہَا ۴

سورۃ الجاثیہ مکہ میں نازل ہوئی — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اس میں ۳۷ آیات اور ۴ رکوع ہیں

حٰمٓ ﴿۱﴾ تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ ﴿۲﴾ اِنَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۳﴾ وَفِیْ خَلْقِکُمْ وَمَا یَبُثُّ مِنْ دَآبَّۃٍ اٰیٰتٌ لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ ﴿۴﴾ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّہَارِ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ رِّزْقٍ فَاَحْیَا بِہِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِہَا وَتَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ اٰیٰتٌ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴿۵﴾ تِلْکَ اٰیٰتُ اللّٰہِ نَتْلُوْہَا عَلَیْکَ بِالْحَقِّ فَبِاَیِّ حَدِیْثٍۭ بَعْدَ اللّٰہِ وَاٰیٰتِہٖ یُؤْمِنُوْنَ ﴿۶﴾ وَیْلٌ لِّکُلِّ اَفَّاکٍ اَثِیْمٍ ﴿۷﴾ یَّسْمَعُ اٰیٰتِ اللّٰہِ تُتْلٰی عَلَیْہِ ثُمَّ یُصِرُّ مُسْتَکْبِرًا کَاَنْ لَّمْ یَسْمَعْہَا فَبَشِّرْہُ بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ ﴿۸﴾ وَاِذَا عَلِمَ مِنْ اٰیٰتِنَا شَیْئَاۨ اتَّخَذَہَا ہُزُوًا اُولٰٓئِکَ لَہُمْ عَذَابٌ مُّہِیْنٌ ﴿۹﴾ مِنْ وَّرَآئِہِمْ جَہَنَّمُ وَلَا یُغْنِیْ عَنْہُمْ مَّا کَسَبُوْا شَیْئًا وَّلَا مَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اَوْلِیَآءَ وَلَہُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۰﴾ ہٰذَا ہُدًی وَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّہِمْ لَہُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِیْمٌ ﴿۱۱﴾

ع ۱ ‏۱۱ ‏۱۷

حٰمٓ ۔ یہ نازل کی ہوئی کتاب اللہ غالب حکمت والے کی طرف سے آسمانوں اور زمین میں اہل ایمان کے (استدلال کے) لئے بہت سے دلائل ہیں اور (اسی طرح) خود تمہارے اور ان حیوانات کے پیدا کرنے میں جن کو زمین میں بھی رکھا ہے دلائل ہیں ان لوگوں کیلئے جو یقین رکھتے ہیں اور (اسی طرح) یکے بعد دیگرے رات اور دن کے آنے جانے میں اور اس (مادہ) رزق میں جس اللہ تعالیٰ نے آسمان سے اتارا پھر اس (بارش) سے زمین کو تر و تازہ کیا اس کے خشک ہوئے پیچھے اور (اس طرح) ہواؤں کے بدلنے میں دلائل ہیں ان لوگوں کے لئے جو عقل سلیم رکھتے ہیں۔ یہ اللہ کی آیتیں ہیں جو صحیح طور پر ہم آپ کو پڑھ کر سناتے ہیں تو پھر اس کی آیتوں کے بعد اور کون سی بات پر یہ لوگ ایمان لائیں گے۔ بڑی خرابی ہوگی ایسے شخص کے لئے جو جھوٹا ہو نافرمان ہو۔ جو اللہ کی آیتوں کو سنتا ہے جب کہ وہ اس کے روبرو پڑھی جاتی ہیں اور پھر بھی وہ تکبر کرتا ہوا (اپنے کفر پر) اس طرح اڑا رہتا ہے جیسے اس نے ان کو سنا ہی نہیں سو ایسے شخص کو ایک دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجئے اور جب وہ ہماری آیتوں میں سے کسی آیت کی خبر پاتا ہے تو اس کی ہنسی اڑاتا ہے۔ ایسے لوگوں کے لئے (آخرت میں) ذلت کا عذاب ہے۔ ان کے آگے جہنم (آ رہا) ہے اور (اس وقت) نہ تو ان کے وہ چیزیں ذرا کام آئیں گی جو (دنیا میں) کی گئے تھے اور نہ وہ جن کو انہوں نے اللہ کے سوا کارساز اور معبود بنا رکھا تھا اور ان کے لئے بڑا عذاب ہوگا۔ یہ قرآن سر تا سر ہدایت ہے اور جو لوگ اپنے رب کی (ان) آیتوں کو نہیں مانتے ان کے لئے سختی کا دردناک عذاب ہوگا۔

سورۃ الجاثیۃ مکیۃ وھی سبع اوست وثلثون ایۃ کذا فی البیضاوی

تفسیر ربط: اس سورت کا خلاصہ تین مضمون ہیں: توحید و نبوت و معاد اور دوسرے بعض مضامین ان ہی کی مناسبت سے آ گئے ہیں اور سورۂ سابقہ کے ختم میں بطور رفذ لکہ کے اور اس سورت کے افتتاح میں بطور توطیہ کے قرآن کا ذکر ہونے کا باہمی تناسب بھی حاصل ہے۔

تمہید برائے تاکید مضامین سورت: بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ حٰمٓ ﴿۱﴾ تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ ﴿۲﴾

توحید: اِنَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ (الی قولہ تعالی) وَتَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ اٰیٰتٌ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ۔

نبوت: تِلْكَ اٰیٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَیْكَ بِالْحَقِّ ۚ فَبِاَیِّ حَدِیْثٍۭ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰیٰتِهٖ یُؤْمِنُوْنَ ۔

معاد واہل عناد: وَیْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِیْمٍ (الی قولہ تعالی) لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِیْمٌ ۔ حٰمٓ ۔ یہ نازل کی ہوئی کتاب ہے اللہ غالب حکمت والے کی طرف سے (اور جب یہ ایسی کتاب ہے تو اس کے مضامین کو خوب توجہ سے سننا چاہئے چنانچہ اس مقام پر ایک مضمون تو توحید کا ہے جس کا بیان یہ ہے کہ) آسمانوں اور زمین میں اہل ایمان کے (استدلال کے) لئے بہت سے دلائل (قدرت اور توحید کے) ہیں اور (اسی طرح) خود تمہارے اور ان حیوانات کے پیدا کرنے میں جن کو (زمین پر) پھیلا رکھا ہے (نیز) دلائل قدرت وتوحید ہیں اور ان لوگوں کے (سمجھنے کے) لئے جو یقین رکھتے ہیں اور (اسی طرح) یکے بعد دیگرے رات اور دن کے آنے جانے میں اور (اسی طرح) اس (مادہ[1]) رزق میں جس کو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے اتارا (مراد بارش ہے) پھر اس (بارش) سے زمین کو تر وتازہ کیا اس کے خشک ہوئے پیچھے اور (اسی طرح) ہواؤں کے بدلنے میں (باعتبار سمت اور کیفیت کے کہ کبھی پُروا ہے کبھی پچھوا کبھی گرم ہے کبھی سرد غرض ان سب چیزوں میں) دلائل (قدرت وتوحید موجود ہیں) ان لوگوں کے لئے جو عقل (سلیم) رکھتے ہیں (اور تقریر استدلال کی پارۂ دوم رکوع اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ...... میں گزر چکی ہے اور دوسرا مضمون نبوت کا ہے جس کا بیان یہ ہے کہ) یہ اللہ کی آتیں ہیں جو صحیح صحیح طور پر ہم آپ کو پڑھ کر سناتے ہیں (جس سے نبوت ثابت ہوتی ہے لیکن باوجود اتنی بڑی دلیل معجز کے بھی اگر یہ لوگ نہیں مانتے) تو پھر اللہ اور اس کی (ایسی) آیتوں کے بعد اور کونسی بات (اس سے بڑھ کر ہوگی جس) پر یہ لوگ ایمان لاویں گے۔ اور تیسرا مضمون معاد کا ہے جس میں ان مخالفین حق کو سزا بھی ہوگی جس کا بیان یہ ہے کہ) بڑی خرابی ہوگی ہر ایسے شخص کے لئے جو (اقوال متعلقہ عقائد میں) جھوٹا ہو (اور اعمال میں) نافرمان ہو جو (باوجودیکہ) خدا کی آیتوں کو سنتا (بھی) ہے جب[2] کہ وہ اس کے روبرو پڑھی جاتی ہیں (اور) پھر بھی وہ تکبر کرتا ہوا (اپنے کفر پر) اس طرح اڑا رہتا ہے جیسے اس نے ان آیتوں کو سنا ہی نہیں سو ایسے شخص کو ایک دردناک عذاب کی خبر سنا دیجئے اور (اس شخص کی شرارت کا یہ حال ہے کہ) جب وہ ہماری آیتوں میں سے کسی آیت کی خبر پاتا ہے تو اس کی ہنسی اُڑاتا ہے ایسے لوگوں کے لئے (آخرت میں ذلت کا عذاب (ہونے والا) ہے (مطلب یہ کہ جن آیتوں کو تلاوت میں سنتا ہے ان کی بھی تکذیب کرتا ہے اور جن آیتوں کی ویسی ہی خبر سن لیتا ہے ان کی بھی تکذیب کرتا ہے غرض تکذیب آیات میں بہت بڑھا ہوا ہے آگے اُس عذاب کی تعیین ہے یعنی) ان کے آگے جہنم (آ رہا) ہے اور (اس وقت) نہ تو ان کے وہ چیزیں ذرا کام آویں گی جو (دنیا میں) کما گئے تھے (اس میں اموال واعمال سب آ گئے) اور نہ وہ (کام آویں گے) جن کو انہوں نے اللہ کے سوا کارساز (اور معبود) بنا رکھا تھا اور ان کے لئے بڑا عذاب ہوگا (اور وجہ اس عذاب کی یہ ہے کہ) یہ قرآن سرتاسر ہدایت (اور واجب التسلیم) ہے اور (اس کا مقتضا یہی ہے کہ) جو لوگ اپنے رب کی (ان) آیتوں کو نہیں مانتے ان کے لئے سختی کا دردناک عذاب ہوگا (یہ تکریر علت اور حکم کی زیادت تشنیع وتفظیع کے لئے ہے کہ تکذیب آیات اور ترتیب عقوبات مکرر لائے)۔

ف: اہل ایمان واہل ایقان کے لئے جو ان دلائل کا ہونا فرمایا باوجودیکہ یہ دلائل عقلیہ ہیں جیسا لِقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ اس پر دال ہے تو ایمان وایقان سے مراد عام ہے بالقوۃ وبالطلب ہو یا بالفعل وبالحصول ہو اور عقلی دلیل میں بھی نظر اور طلب ضروری ہے اور فواصل کا اختلاف مُؤْمِنِیْنَ اور یُّوْقِنُوْنَ اور یَّعْقِلُوْنَ سے تفنن کلام ہے۔

ملحقات الترجمۃ: [1] **قوله فی رزق** مادہ اشارۃ الی وجہ اطلاق الرزق علی الماء لانہ سببہ ۱۲۔ [2] **قوله فی تتلی** جب افاد ھذا المعنی کونہ حالا ۱۲۔

النحو: واختلاف فیہ العطف علی معمولی عاملین مختلفین وھو جائز اجماعا فی نحو قولك فی الدار زید والحجرۃ عمرو ای فیما یلی المجرور فیہ العاطف ۱۲۔ قوله ما اتخذوا العائد محذوف ای الذی اتخذوہ واولیاء مفعول ثان قوله من رجز بیان لعذاب وانظر تحقیقہ فی حواشی اول سبا حیث وقعت فیہ مثل ھذا ۱۲۔

البلاغۃ: قوله فانما فذلکۃ ومعناھا ذکرھم فانما الخ کما اظھرتہ فی ترجمتی قوله فی السمٰوٰت والارض یجوز ان یکون بتقدیر مضاف ای خلق السمٰوٰت ویجوز ان یکون علی ظاھرہ وھذا اظھر وابلغ من ان یقال ان فی خلقھما او یقال ان فیھما وان کان المعنی املا الیہ قوله بعد اللہ واٰیتہ فی الروح ھو من باب قولھم اعجبنی زید وکرمہ یریدون اعجبنی کرم زید الا انھم عدلوا عنہ للمبالغۃ فی الاعجاب آہ ۱۲۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِیَ الْفُلْكُ فِیْهِ بِاَمْرِهٖ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْهُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۳﴾ قُلْ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَغْفِرُوْا لِلَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ اَیَّامَ اللّٰهِ لِیَجْزِیَ قَوْمًۢا بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ﴿۱۴﴾ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ اَسَآءَ فَعَلَیْهَا ۫ ثُمَّ اِلٰی رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۵﴾ وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ الْكِتٰبَ وَ الْحُكْمَ وَ النُّبُوَّةَ وَ رَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ وَ فَضَّلْنٰهُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۶﴾ وَ اٰتَیْنٰهُمْ بَیِّنٰتٍ مِّنَ الْاَمْرِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْۤا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ۙ بَغْیًۢا بَیْنَهُمْ ؕ اِنَّ رَبَّكَ یَقْضِیْ بَیْنَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فِیْمَا كَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۷﴾ ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰی شَرِیْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸﴾ اِنَّهُمْ لَنْ یُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَیْـًٔا ؕ وَ اِنَّ الظّٰلِمِیْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ۚ وَ اللّٰهُ وَلِیُّ الْمُتَّقِیْنَ ﴿۱۹﴾ هٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَ هُدًی وَّ رَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ ﴿۲۰﴾

اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لئے دریا کو مسخر بنایا ہے تا کہ اس کے حکم سے اس میں کشتیاں چلیں اور تا کہ تم اس کی روزی تلاش کرو اور کہ تم شکر کرو اور (اسی طرح) یقینی چیزیں آسمانوں میں ہیں اور جتنی چیزیں زمین میں ہیں ان سب کو اپنی طرف مسخر بنایا۔ بے شک ان باتوں میں ان لوگوں کے لئے دلائل میں جو غور کرتے ہیں۔ آپ ایمان والوں سے فرما دیجئے کہ ان لوگوں سے درگزر کریں جو اللہ کے معاملات کا یقین نہیں رکھتے۔ تا کہ اللہ تعالیٰ ایک قوم کو (یعنی مسلمانوں کو) ان کے عمل کا صلہ دے جو شخص نیک کام کرتا ہے سو اپنے ذاتی نفع کے لئے اور جو شخص برا کام کرتا ہے اس کا وبال اسی پر پڑتا ہے پھر تم کو اپنے پروردگار کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔ دی تھیں اور ہم نے ان کو جہان والوں پر فوقیت دی اور ہم نے ان کو دین کے بارے میں کھلی کھلی دلیلیں دیں سو انہوں نے علم ہی کے آنے کے بعد باہم اختلاف کیا بوجہ آپس کی ضدا مندی کے۔ آپ کا رب ان کے آپس میں قیامت کے روز ان امور میں (عمل) فیصلہ کرے گا جن میں یہ باہم اختلاف کیا کرتے تھے پھر ہم آپ کو دین کے ایک خاص طریقہ پر کر دیا۔ سو آپ اسی طریقہ پر چلے جایئے اور جہلا کی خواہشوں پر نہ چلئے یہ لوگ اللہ کے مقابلہ میں آپ کے ذرا کام نہیں آسکتے اور ظالم لوگ ایک دوسرے کے دوست ہوتے ہیں اور اللہ دوست ہے اہل تقویٰ یہ قرآن عام لوگوں کے لئے دانشمندیوں کا سبب اور ہدایت کا ذریعہ ہے اور یقین (یعنی ایمان) لانے والوں کے لئے بڑی رحمت (کا سبب) ہے۔

تفسیر ربط: اوپر مضامین ثلثہ میں توحید کا بھی مضمون تھا آگے پھر اسی کی طرف بتضمن ذکر نعمت عود ہے۔

عود بسوئے توحید متضمن نعمت مزید: اَللّٰهُ الَّذِیْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ (الی قولہ تعالی) اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۳﴾۔ اللہ ہی ہے جس نے تمہارے (نفع کے) لئے دریا کو مسخر (قدرت) بنایا تا کہ اس کے حکم سے اس میں کشتیاں چلیں اور تا کہ (ان کشتیوں میں سفر کر کے) تم اس کی روزی تلاش کرو اور تا کہ (وہ روزی حاصل کر کے) تم شکر کرو اور (اسی طرح) جتنی چیزیں آسمانوں میں ہیں اور جتنی چیزیں زمین میں ہیں ان سب کو اپنی طرف سے (یعنی اپنے حکم اور فضل سے) مسخر (قدرت) بنایا (تا کہ تمہارے منافع کا سبب ہو) بے شک ان باتوں میں ان لوگوں کے لئے دلائل (قدرت) ہیں جو غور کرتے رہتے ہیں۔

ربط: اوپر آیت وَیْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ ...... میں کفار کے افک واثم واصرار واستکبار واستہزاء کا ذکر تھا اور ان کی ان شرارتوں پر مسلمانوں کو غصہ آجایا کرتا تھا آگے ان کو درگزر کرنے کا امر ہے اور ان کے تسلیہ کے لئے یوم القیام میں ان سے انتقام لینے کا ذکر ہے۔

امر وترغیب حلم براذی مشرکین واشارہ بہ عقوبت آنہا برائے تسلیۂ مؤمنین: قُلْ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یَغْفِرُوْا ...... (الی قولہ تعالی) ثُمَّ اِلٰی رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۵﴾ آپ ایمان والوں سے فرما دیجئے کہ ان لوگوں سے درگزر کریں جو خدا تعالیٰ کے معاملات (اخرویہ نعمت علی الاولیاء ونقمت من العداء) کا یقین نہیں رکھتے (یعنی آخرت کے منکر ہیں) تا کہ اللہ تعالیٰ ایک قوم کو (یعنی مسلمانوں کو) ان کے (اس) عمل (نیک) کا (اچھا) صلہ دے (کیونکہ وہاں کا قاعدہ کلیہ ہے کہ) جو شخص نیک کام کرتا ہے سو اپنے ذاتی نفع (وثواب) کے لئے (کرتا ہے) اور جو شخص برا کام کرتا ہے اس کا وبال اسی پر پڑتا ہے پھر (سب نیک اور بد کام کرنے کے بعد) تم کو اپنے پروردگار کے پاس لوٹ کر جانا ہے (پس وہاں تم کو اخلاق واعمال حسنہ کا نعم البدل اور ان تمہارے مخالفین کو ان کے کفر ومعاصی پر بئس العوض دیا جاوے گا سو تم کو یہاں درگزر ہی مناسب ہے)۔

ف: اور اس سے جہاد کی نفی نہیں ہوتی کیونکہ یہاں اس انتقام سے روکا ہے جس سے اصل مقصود اعلائے کلمۃ اللہ نہ ہو بلکہ محض تسکین غیظ ہو اور جہاد میں اصل مقصود اعلائے کلمہ ہے گو تبعاً تسکین غیظ بھی حاصل ہو جاوے۔ **ربط**: اوپر مضامین ثلثہ میں نبوت کا بھی مضمون تھا آگے پھر اسی کی طرف بتضمن ذکر اس کے متعلقات مناسبہ کے عود ہے۔

عود بسوئے نبوت وما یتعلق بہا: وَلَقَدْ اٰتَیْنَا بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْکِتٰبَ (الی قولہ تعالی) ھٰذَا بَصَآئِرُ لِلنَّاسِ وَھُدًی وَّرَحْمَۃٌ لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ اور (نبوت کوئی انوکھی چیز نہیں جو اس کا انکار کیا جاوے چنانچہ اس کے قبل) ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب (آسمانی) اور حکمت (یعنی علم احکام) اور نبوت دی تھی (ان کو نبوت دینا یہ کہ ان میں انبیاء پیدا کئے) اور ہم نے ان کو نفیس نفیس چیزیں کھانے کو دی تھیں (اس طرح سے کہ تیہ میں من وسلوی دیا پھر ملک شام کا ان کو مالک بنایا جو معدن ہے برکات ارضیہ کا) اور ہم نے (بعض امور میں مثل فلق بحر وتظلیل غمام وغیرہ) ان کو دنیا جہان والوں پر فوقیت دی اور ہم نے ان کو دین کے بارے میں کھلی کھلی دلیلیں دیں (یعنی ان کو بڑے صریح معجزات دکھلائے غرض حسی اور معنوی اور علمی جس کے دو شعبے ہیں مسائل اور دلائل سب ہی طرح کی نعمتیں ان کو دیں) سو (چاہئے تو یہ تھا کہ خوب اطاعت کرتے مگر) انہوں نے علم ہی کے آنے کے بعد باہم اختلاف کیا بوجہ آپس کی ضد اضدی کے (جس کا بیان پارۂ دوم رکوع سل بنی اسرائیل میں ہوا ہے یعنی جو چیزیں مزیل اختلاف تھی اس کو موجب اختلاف کر لیا محض نفسانفسی سے یہ نہیں کہ دلائل یا احکام کچھ مشکوک تھے سو) آپ کا رب ان کے آپس میں قیامت کے روز ان امور میں (عملی) فیصلہ کردے گا جن میں یہ باہم اختلاف کیا کرتے تھے (اس مضمون سے دو امر مستفاد ہو گئے ایک آپ کی نبوت کی تائید بنی اسرائیل کو کتاب اور احکام اور نبوت ملنے سے۔ دوسرا آپ کا تسلیہ کہ بنی اسرائیل کو جو وجہ اختلاف کی پیش آئی تھی وہی آپ کی قوم کو آپ کے ساتھ خلاف کرنے میں پیش آئی ہے یعنی حب دنیا اور حسد ونفسانیت یہ نہیں کہ آپ کے دلائل یا احکام کے وضوح میں کچھ کمی ہو پس آپ غم نہ کریں یہ قصہ مذکورہ یاد کر لیا کریں کہ بنی اسرائیل کے کیا کیا معاملات ہوئے) پھر (بنی اسرائیل میں دورۂ نبوت ختم ہونے کے بعد) ہم نے آپ کو (نبوت دی اور آپ کو) دین کے ایک خاص طریقہ پر کر دیا سو آپ اسی طریقہ پر چلے جایئے (یعنی عمل میں بھی اور تبلیغ میں بھی) اور ان جہلاء کی خواہشوں پر نہ چلئے (یعنی ان کی خواہش تو یہ ہے کہ آپ تبلیغ ترک کر دیں اور اسی لئے یہ طرح طرح سے پریشان کرتے ہیں تاکہ آپ تنگ ہو کر تبلیغ چھوڑ دیں سو آپ سے گو یہ احتمال نہیں مگر اہتمام وتقویت امر تبلیغ کے لئے آپ کو پھر اس کا حکم ہوتا ہے آگے اسی طرز پر اس حکم کی علت فرماتے ہیں کہ) یہ لوگ خدا کے مقابلہ میں آپ کے ذرا کام نہیں آسکتے (پس ان کا اتباع نہ ہونے پاوے) اور ظالم لوگ ایک دوسرے کے دوست ہوتے ہیں (اور ایک دوسرے کا کہنا مانتے ہیں) اور اللہ دوست ہے اہل تقویٰ کا (اور اہل تقویٰ اس کا کہنا مانا کرتے ہیں سو جب آپ ظالم نہیں ہیں بلکہ رئیس المتقین ہیں تو آپ کو ان کی اتباع سے کیا نسبت البتہ متابعت حکم الٰہی سے خاص نسبت ہے غرض آپ صاحب نبوت وشریعت حقہ ہیں۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالی: قُلْ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا...... اس میں بعض اخلاق کی تعلیم ہے۔ قولہ تعالی: ثُمَّ جَعَلْنٰکَ عَلٰی شَرِیْعَۃٍ...... جب رسول اللہ ﷺ کو اتباع شریعت کا حکم ہے دوسرا تو کس شمار میں ہے تو شرع کی مخالفت کر کے دعوی کمال وقرب کا کرنا کس قدر دعویٰ باطل ہے۔

(اور) یہ قرآن (جو آپ کو ملا ہے یہ) عام لوگوں کے لئے دانشمندیوں کا سبب اور ہدایت کا ذریعہ ہے اور یقین (یعنی ایمان) لانے والوں کے لئے بڑی رحمت کا (سبب) ہے (اور ظاہر ہے کہ علم وہدایت بمعنی دلالت علی الطریق تو عام ہے اور رحمت یعنی ثمرۂ عمل صرف اہل ایمان کے ساتھ خاص ہے)۔

اللغات: ایام اللہ وقائعہ من المثوبات والعقوبات ۱۲۔ قولہ من الامر فی الروح من بمعنی فی والامر الدین شریعۃ سنۃ وطریقۃ واصلہ موضع الورود فی الانہار ۱۲۔

النحو: منہ فی المدارک حال ای سخر ہذہ الاشیا کائنۃ منہ حاصلۃ من عندہ او خبر مبتدأ محذوف ای ہذا النعم کلہا منہ او صفۃ للمصدر ای تسخیرا منہ آہ قلت وعلی کل فہو مشاکل لقولہ تعالیٰ وما بکم من نعمۃ فمن اللہ قولہ یغفروا بتقدیر اللام مقول قل ۱۲۔

البلاغۃ: قوما فی الکشاف فان قلت قولہ قوما ما وجہ تنکیرہ وانما اراد الذین امنوا وہم معارف قلت ہو مدح لہم وثناء علیہم کانہ قیل لیجزی ایما قوم وقوما مخصوصین لصبرہم آہ فی الروح التنکیر للتعظیم ولفظ القوم فی نفسہ اسم مدح علی ما یرشد الیہ الاشتقاق (یعنی انہ مشتق من قام بالامر) والاستعمال فی نحویا ابن القوم وفی ہذا التنکیر کمال التعریف والتنبیہ علی انہم لا یحفون نکروا او عرفوا مع العلم بان المجزی لا یکون الا العامل وہو الغافر ہہنا اہ ورد ارادۃ الکفار او الفریقین بالقوم ونصب علیہ دلائل ۱۲۔

أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ نَجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَوَاءً مَحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ۚ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ﴿٢١﴾ وَخَلَقَ اللَّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿٢٢﴾ أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ وَخَتَمَ عَلَىٰ سَمْعِهِ وَقَلْبِهِ وَجَعَلَ عَلَىٰ بَصَرِهِ غِشَاوَةً فَمَنْ يَهْدِيهِ مِنْ بَعْدِ اللَّهِ ۚ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿٢٣﴾

یہ لوگ جو برے برے کام کرتے ہیں کیا یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم ان کو ان لوگوں کے برابر رکھیں گے جنہوں نے ایمان اور عمل صالح اختیار کیا کہ ان سب کا جینا اور مرنا یکساں ہو جائے یہ برا حکم لگاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو حکمت کے ساتھ پیدا کیا اور تا کہ ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ دیا جائے اور ان پر ذرا ظلم نہ کیا جائے گا سو کیا آپ نے اس شخص کی حالت بھی دیکھی جس نے اپنا اللہ اپنی خواہش نفسانی کو بنا رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو باوجود سمجھ بوجھ کے گمراہ کر دیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسکے کان اور دل پر مہر لگا دی ہے اور اسکی آنکھ پر پردہ ڈال دیا ہے سوایسا شخص کو بعد اللہ کے (گمراہ کر دینے کے) کون ہدایت کرے کیا تم پھر بھی نہیں سمجھتے۔

تفسیر ربط: اوپر مضامین ثلثہ میں معاد کا بھی مضمون تھا نیز اوپر مَنْ عَمِلَ صَالِحًا ..... کی حکمت میں اور يَقْضِي بَيْنَهُمْ میں بھی اس کے متعلق مضمون تھا آگے پھر اسی کی طرف عود ہے۔

عود بسوئے معاد: اس میں اول معاد کی حکمت أَمْ حَسِبَ میں پھر اس کی صحت وَخَلَقَ اللَّهُ میں مع دوسری حکمت کے پھر اس کے منکرین کی شناعت مطلق انکار حق پر جس میں معاد بھی داخل ہے أَفَرَأَيْتَ ..... میں پھر ان کے قول کی نقل قَالُوا میں پھر اس کا جواب قُلِ اللَّهُ میں اور پھر اس جواب کی تائید وَلِلَّهِ مُلْكُ ..... میں پھر اس کے بعد واقعات: يَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ میں يَسْتَعْتِبُونَ ﴿٣٥﴾ تک علی الترتیب مذکور ہیں۔

حکمت معاد: أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ نَجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَوَاءً مَحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ۚ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ﴿٢١﴾ ۔ یہ (قیامت کا انکار کرنے والے) لوگ جو برے برے کام (کفر و شرک و ظلم و معصیت) کرتے (رہتے) ہیں کیا یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم ان کو ان لوگوں کے برابر رکھیں گے جنہوں نے ایمان اور عمل صالح اختیار کیا کہ ان سب کا جینا اور مرنا یکساں ہو جاوے (یعنی مؤمنین کا مرنا جینا بایں معنی باہم یکساں ہو جاوے کہ جس طرح حیات میں لذات سے متمتع نہ ہوئے اسی طرح بعد ممات بھی محروم رہیں اور اسی طرح کافروں کا مرنا جینا بائیں معنی باہم یکساں ہو جاوے کہ جیسے حیات میں عقوبت سے بچے رہے اسی طرح بعد ممات بھی اس سے مامون رہیں مطلب یہ کہ انکار معاد سے یہ لازم آتا ہے کہ مطیعین کو کہیں ثمرہ اطاعت کا نہ ملے اور مخالفین پر کبھی وبال مخالفت کا نہ پڑے اور گو یہ امر باعتبار اپنی ذات کے ممکن تھا مگر چونکہ دلائل صحیحہ شرعیہ سے ہر ایک کو ثمرات اعمال کے ملنے کا قرین حکمت ہونا ثابت ہے لہٰذا اس حکمت کا وقوع ضروری ہو گیا اور دنیا میں اس کا وقوع ہوا نہیں پس لامحالہ آخرت کا وجود ضروری ہو گیا پس انکار قیامت سے جو لوگ تساوی مذکور کا حکم کرتے ہیں سو) یہ برا حکم لگاتے ہیں (کیونکہ دلائل صحیحہ سے اس کا بطلان ثابت ہو چکا ہے پس یہ حکمت ہوئی وجود آخرت میں کہ ہر ایک کو اس کے اعمال کے ثمرات مل جاویں)۔ **ف**: یہ تقریر تفسیر کی مواہب سے ہے وللہ الحمد اور آیت آئندہ کی تفسیر کے فائدہ کو اس سے تعلق ہے دیکھ لیا جاوے۔

صحت و امکان معاد مع حکمت دیگر: وَخَلَقَ اللَّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿٢٢﴾ ۔ اور اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین کو حکمت کے ساتھ پیدا کیا (اس میں سے ایک حکمت یہ ہے کہ ان کی تخلیق پر قدرت ہونے سے استدلال کیا جاوے قدرت علی البعث پر) اور (دوسری حکمت یہ ہے کہ) تا کہ ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ دیا جاوے (جس کی تقریر سورۂ دخان کی آیت: وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ ..... (۸۳) کے ترجمہ میں گزر چکی ہے اور دنیا میں پورا بدلہ ہے نہیں پس ضرور آخرت ہونے والی ہے وہاں بدلہ ملے گا) اور (اس بدلہ میں) ان پر ذرا ظلم نہ کیا جاوے گا۔ **ف**: آیت بالا میں جو حکمت مذکور ہے اور جو اس میں مذکور ہے اصل حاصل دونوں کا متحد ہے یعنی مطیعین کو اطاعت کی جزا ملنا اور مخالفین کو مخالفت کی سزا ملنا لیکن اس دوسری آیت میں تو نفس عمل کا فی نفسہ مقتضی جزا ہونا اور دونوں عمل کا مساوی نہ ہونا مقصود ہے اور اس پہلی آیت میں نفس عمل کے مقتضی جزا ہونے کے علاوہ اس کا اس اعتبار خاص سے بھی مقتضی جزا ہونا مقصود ہے کہ عدم جزا میں عامل خیر اور عامل شر کی بھی تساوی لازم آتی ہے اور یہ طبعاً ایک محذور مستقل ہے چنانچہ عادۃً دیکھا جاتا ہے کہ اگر کسی کے پاس ایک ہی نوکر ہو اور وہ ہر طرح سے اطاعت کرتا ہو مگر اس کا کوئی انعام اکرام نہ دیا جاوے تو اس کو اس قدر شکایت نہیں ہوتی جیسا اس صورت میں ہوتی ہے کہ ایک دوسرا شریر نوکر آ جاوے اور وہ طرح طرح کی شرارتیں کرتا ہو اور اس کی شرارت پر بھی کوئی سزا نہ دی جاوے اس وقت اس مطیع نوکر کے دل میں یہ خیال ہوگا کہ میری اطاعت کرنے سے کیا فائدہ ہوا اور میری اطاعت کی کوئی قدر نہ ہوئی اگر اس شریر کو سزا ملتی تو میں سمجھتا کہ خیر اطاعت میں اگر انعام نہیں ہے تو یہی اثر سہی کہ سزا سے حفاظت رہتی ہے اور جب کہ اس کو سزا بھی نہیں ملی تو میری اطاعت بیکار ہی گئی۔ خوب سمجھ لو اور مشہور تفسیر اس آیت سابقہ کی اور ہے یعنی کیا ہم دونوں کی حیات اور دونوں کی ممات برابر کر دیں گے اور مراد مجموعہ پر انکار فرمانا ہے مطلب یہ کہ جس طرح حیات میں مؤمن و کافر اکثر امور میں مثل صحت

ورزق وعافیت وغیر ہا باعتبار نفس امور مذکورہ کے برابر رہتے ہیں گو کمیت وکیفیت میں تفاوت ہو نیز دونوں فریق میں امیر وغریب ومبتلا ومریض بھی ہوتے ہیں گو قلت وکثرت کا تفاوت ہو تو کیا بعد موت بھی ان کو برابر رکھیں گے اور ایک کی اطاعت اور دوسرے کی معصیت کا کوئی اثر مرتب نہ ہوگا۔ اھ۔ اب ناظرین اپنے مذاق کے موافق جس کو چاہیں اختیار کرلیں۔ اور بعض تفاسیر میں لکھا ہے کہ بعض کفار نے کہا تھا کہ اگر آخرت کوئی چیز ہے تب بھی ہم آخرت میں مسلمانوں سے افضل واجمل رہیں گے یہ آیت ان کے جواب میں آئی ہے کذا فی الخازن بلا سند تو اس وقت اول تقریر اس طرح جاری ہوگی کہ کیا ہم مسلمانوں کی حیات وممات کو برابر کردیں گے کہ یہاں بھی باعتبار اکثر کے سامان دنیوی میں کافروں سے کم رہے اور وہاں بھی کم رہیں اور اسی طرح کیا کافروں کی حیات اور موت کو برابر کردیں گے کہ یہاں بھی باعتبار اکثر کے مسلمانوں سے بڑھے رہے اور وہاں بھی بڑھے رہیں گے اور دوسری تقریر اس طرح ہوگی کہ بڑھا ہوا تو کیا معنی کرامت یا عدم مواخذہ میں برابری بھی نہیں ہوگی بلکہ دونوں کی حالت بعد الممات میں عقوبت کا تفاوت ہوگا گو دنیا میں عدم عقوبت کے اعتبار سے مساوی رہے۔

شناعت منکرین معاد: اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ (الی قولہ تعالی) اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ سو کیا (بعد ان بیانات بلیغہ توحید ومعاد کے) آپ نے اس شخص کی حالت بھی دیکھی جس نے اپنا خدا اپنی خواہش نفسانی کو بنا رکھا ہے (کہ جو جی میں آتا ہے علماً وعملاً اس کا اتباع کرتا ہے) اور خدا تعالیٰ نے اس کو باوجود سمجھ بوجھ کے گمراہ کردیا ہے (کہ حق کو سنا اور سمجھا بھی مگر اتباع ہوئی سے گمراہ ہوگیا) اور (خدا تعالیٰ نے) اس کے کان اور دل پر مہر لگا دی ہے اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا ہے (یعنی اتباع ہوا کی بدولت استعداد قبول حق کی نہایت مضمحل ہوگئی) سو ایسے شخص کو بعد خدا کے (گمراہ کردینے کے) کون ہدایت کرے (اس میں تسلیہ بھی ہے آگے ان منکرین کو زجر کے طور پر خطاب ہے کہ) کیا تم (ان بیانات کو سن کر) پھر بھی نہیں سمجھتے (یعنی وہ سمجھنا جو نافع ہو گو بالمعنی الاعم سمجھتے تھے)۔

ف: ہر چند کہ اتخاذ ہوئی پر شناعت کرنا انکار معاد کے ساتھ مخصوص نہیں لیکن بندہ نے اس پر اس لئے محمول کیا ہے کہ سیاق وسباق میں معاد ہی کا ذکر ہے خود کلمہ فاء بھی اس سے زیادہ چسپاں ہے اور ممکن ہے کہ عام کہا جاوے اور معاد کو اس عام کا فرد خاص اولیٰ کہا جاوے اور اگر یہ توحید کے باب میں ہو تو انکار توحید وانکار معاد میں چونکہ تلازم ہے اس واسطہ سے یہ شناعت انکار معاد پر متوجہ ہوسکتی ہے۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ (الی قولہ تعالی) عَلٰى عِلْمٍ اس میں اتباع ہوئی کی مذمت ظاہر ہے اور دوسرا جملہ اس شخص کی شناعت پر دال ہے جو باوجود وضوح حق کے پھر ہوئی کا اتباع کرتا ہے۔

النحو: قوله كالذين امنوا مفعول ثان لجعل وقوله سواء بمعنى مستويا بالنصب بدل من الكاف بمعنى مثل او حال ومحياهم ومماتهم فاعل سواء ويكون مثل قولهم مررت برجل سواء هو والعدم وبالرفع خبر لمحياهم ومماتهم والجملة بدل معنى من الكاف لبيان معنى المماثلة والله اعلم قوله ولتجزى عطف على معنى بالحق اى للحق بمعنى الحكمة التى هى الاستدلال على القدرة على البعث وللجزاء لان الفعل بمعنى المصدر ۱۲۔ قوله على علم حال من المفعول اى اضله عالما بطريق الهدى فهو كقوله تعالى فما اختلفوا الا من بعد ما جاء هم العلم قوله من بعد الله اى من بعد اضلاله تعالى اياه وقيل المعنى فمن يهديه غير الله سبحانه ۱۲۔

البلاغۃ: افلا تذكرون فيه التفات ۱۲۔

وَقَالُوْا مَا هِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا نَمُوْتُ وَنَحْیَا وَمَا یُهْلِكُنَاۤ اِلَّا الدَّهْرُ ۚ وَمَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۚ اِنْ هُمْ اِلَّا یَظُنُّوْنَ ۝۲۴ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَیْهِمْ اٰیٰتُنَا بَیِّنٰتٍ مَّا كَانَ حُجَّتَهُمْ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوا ائْتُوْا بِاٰبَآىِٕنَاۤ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝۲۵ قُلِ اللّٰهُ یُحْیِیْكُمْ ثُمَّ یُمِیْتُكُمْ ثُمَّ یَجْمَعُكُمْ اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ لَا رَیْبَ فِیْهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝۲۶ ع ۱۹ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَیَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ یَوْمَىِٕذٍ یَّخْسَرُ الْمُبْطِلُوْنَ ۝۲۷ وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِیَةً ۫ كُلُّ اُمَّةٍ تُدْعٰۤى اِلٰى كِتٰبِهَا ؕ اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۲۸ هٰذَا كِتٰبُنَا یَنْطِقُ عَلَیْكُمْ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۲۹ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَیُدْخِلُهُمْ رَبُّهُمْ فِیْ رَحْمَتِهٖ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِیْنُ ۝۳۰ وَاَمَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ۫ اَفَلَمْ

تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَاسْتَكْبَرْتُمْ وَكُنْتُمْ قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۱﴾ وَاِذَا قِيْلَ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّالسَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيْهَا قُلْتُمْ مَّا نَدْرِيْ مَا السَّاعَةُ اِنْ نَّظُنُّ اِلَّا ظَنًّا وَّمَا نَحْنُ بِمُسْتَيْقِنِيْنَ ﴿۳۲﴾ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَقِيْلَ الْيَوْمَ نَنْسٰىكُمْ كَمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا وَمَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۳۴﴾ ذٰلِكُمْ بِاَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّغَرَّتْكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُوْنَ مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۳۵﴾ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۶﴾ وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۳۷﴾ ع ۴ / ۱۱ / ۲۰

اور یہ (بعث کے منکر) لوگ یوں کہتے ہیں کہ بجز ہماری اس دینوی حیات کے اور کوئی حیات نہیں ہے کہ مرتے ہیں اور ہم کو صرف زمانہ (کی گردش) سے موت آ جاتی ہے اور ان لوگوں کے پاس اس پر کوئی دلیل نہیں محض انکلی سے ہانک رہے ہیں اور جس وقت (اس بارہ میں) ان کے سامنے ہماری کھلی کھلی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو ان کا (اس پر) اس کے اور کوئی جواب نہیں ہوتا کہ کہتے ہیں کہ ہمارے باپ دادوں کو زندہ کر کے سامنے لے آؤ کہ تم سچے ہو۔ آپ یوں کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ تم کو زندہ رکھتا ہے پھر جب چاہے گا تم کو موت دے گا پھر قیامت کے دن جس (کے وقوع) میں ذرا شک نہیں، تم کو جمع کرے گا۔ لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے اور اللہ ہی کو سلطنت ہے آسمانوں اور زمین میں اور جس روز قیامت قائم ہوگی اس روز اہل باطل خسارہ میں پڑیں گے اور (اس روز) آپ ہر فرقہ کو دیکھیں گے کہ (مارے خوف کے) زانو کے بل گر پڑیں گے (ہر فرقہ اپنے نامۂ اعمال کے حساب) کی طرف بلایا جائے گا۔ آج تم کو تمہارے کئے کا بدلہ ملے گا اور کہا جائے گا کہ یہ (نامۂ اعمال) ہمارا دفتر ہے جو تمہارے مقابلہ میں ٹھیک ٹھیک بول رہا ہے اور ہم دنیا میں تمہارے اعمال کو (فرشتوں سے) لکھواتے جاتے ہیں۔ سو جو لوگ ایمان لائے تھے اور انہوں نے اچھے کام کئے تھے تو ان کو ان کا رب اپنی رحمت میں داخل کرے گا اور یہ صریح کامیابی ہے اور جو لوگ کافر تھے (ان سے کہا جائے گا) کیا میری آیتیں تم کو پڑھ پڑھ کر نہیں سنائی جاتی تھیں۔ سو تم نے (قبول کرنے سے) تکبر کیا تھا اور تم (اس وجہ سے) بڑے مجرم تھے اور جب تم سے کہا جاتا تھا کہ اللہ کا وعدہ حق ہے اور قیامت میں کوئی شک نہیں ہے تو تم کہا کرتے تھے کہ ہم نہیں جانتے قیامت کیا چیز ہے محض ایک خیال سا تو ہم کو بھی ہوتا ہے اور ہم کو یقین نہیں اور (اس وقت) ان کو اپنے تمام برے اعمال ظاہر ہو جائیں گے اور جس (عذاب) کے ساتھ وہ استہزا کیا کرتے تھے وہ ان کو آ گھیرے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ آج ہم تم کو بھلائے دیتے ہیں جیسا کہ تم نے اپنے اس دن کے آنے کو بھلا رکھا تھا اور آج تمہارا ٹھکانا جہنم ہے اور کوئی تمہارا مددگار نہیں یہ (سزا) اس وجہ سے ہے کہ تم نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کی ہنسی اڑائی تھی اور تم کو دینوی زندگی نے دھوکہ میں ڈال رکھا تھا سو آج نہ تو یہ لوگ دوزخ سے نکالے جائیں گے اور نہ ان سے اللہ (کی خفگی) کا تدارک چاہا جائے گا سو تمام خوبیاں اللہ ہی کے لئے ہیں جو پروردگار ہے آسمانوں کو اور پروردگار ہے زمین کا پروردگار تمام عالم کا اور اسی کی بڑائی ہے آسمانوں اور زمین میں اور وہی زبردست حکمت والا ہے۔

تفسیر: **نقل اقوال منکرین معاد مع جواب:** وَقَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا (الی قولہ تعالی) وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۚ اور یہ (بعث کا انکار کرنے والے) لوگ یوں کہتے ہیں کہ بجز ہماری اس دینوی حیات کے اور کوئی حیات (آخرت میں) نہیں ہے ہم (یہی ایک مرنا) مرتے ہیں اور (یہی ایک جینا) جیتے ہیں (مقصود تو حصر کرنا حیات کا ہے حیات دنیویہ میں اور موت کا حصر تبعاً نظیر کے طور پر بیان کر دیا کہ دیکھو موت تو بالاتفاق ایک ہی ہے اسی طرح حیات بھی ایک ہی ہے) اور ہم کو صرف زمانہ (کی گردش) سے موت آ جاتی ہے (مطلب یہ کو مرور زماں سے قوی بدنیہ تحلیل ہوتے ہیں اور ان اسباب طبعیہ سے موت آ جاتی ہے اور اسی طرح حیات کا سبب بھی امور طبعیہ ہیں پس جب موت وحیات مقتضا اسباب طبعیہ کا ہے اور حیات ثانیہ کو اسباب طبعیہ مقتضی ہیں نہیں تو حیات ثانیہ نہ ہوگی تو یہ قول: وَمَا يُهْلِكُنَآ ...... بمنزلہ دلیل کے ہے قول مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا پر اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ خدا کے منکر ہوں لیکن فلاسفہ یونانیہ کی طرح سے باوجود واجب الوجود کے ماننے کے صور نوعیہ کو فاعل اور ہیولی کو قابل مانتے تھے) اور (آگے ان کی تجہیل ہے) ان لوگوں کے پاس اس پر کوئی دلیل نہیں ہے محض انکل سے ہانک رہے ہیں (یعنی نفی حیات اخرویہ پر کوئی دلیل نہیں اور جو دلیل ذکر کی ہے خود اس پر کوئی دلیل نہیں اور عدم بداہت ظاہر ہے بلکہ خلاف دلیل ہے جیسا کہ علم کلام میں ثابت ہوا ہے کہ حق تعالیٰ فاعل مختار ہے اور یہ نافی ہے اسباب طبعیہ پر کسی مسبب کے موقوف ہونے کو پس نہ تو ان کے پاس کوئی دلیل ہے) اور (نہ اہل حق کی دلیل کا وہ کچھ جواب دے سکتے ہیں چنانچہ) جس وقت (اس بارہ میں) ان کے سامنے ہماری کھلی کھلی آیتیں (جن کی صحت وقطعیت پر خود ان کی صفت ذاتیہ اعجاز دلیل ہے) پڑھی جاتی ہیں (جو اثبات مطلوب کے لئے کافی ہیں) تو ان کا (اس پر) بجز اس کے اور کوئی جواب نہیں ہوتا کہ کہتے ہیں کہ ہمارے باپ دادوں کو (زندہ کر کے) سامنے لے آؤ اگر تم (اس دعوے میں) سچے ہو (اور اس جواب کے سوا کوئی اور جواب نہیں

دے سکتے مثلاً کسی دلیل عقلی سے اس کا ممتنع عقلی ہونا ثابت کر دیتے تا کہ معارضہ کے وقت دلیل نقلی کو برتقدیر صحت کے مؤول اور برتقدیر عدم صحت کے متروک کیا جاوے یا قرآن کا مثل لے آتے تا کہ اعجاز کا جواب ہو جاتا مگر ان میں کوئی جواب نہ بن پڑا اور جو جواب دیا محض نامعقول کیونکہ احیائے خاص کی نفی سے مطلق احیاء کی نفی نہیں لازم آتی چنانچہ اسی جواب الجواب کے لئے ارشاد ہے کہ) آپ یوں کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ تم کو (جب تک چاہتا ہے) زندہ رکھتا ہے پھر (جب چاہے گا) تم کو موت دے گا پھر قیامت کے دن جس (کے وقوع) میں ذرا شک نہیں تم کو (زندہ کر کے) جمع کرے گا (پس دعویٰ اس روز کے احیاء کا ہے اور عدم احیائے موتیٰ فی الدنیا سے اس احیاء کی نفی لازم نہیں آتی) لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے (اور بلا دلیل خود و بلا ہدم دلیل مخالف انکار حق کا کرتے ہیں)۔

تائید جواب مذکور وبعض واقعات یوم النشور: وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (الی قولہ تعالیٰ) فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُوْنَ مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ اور (اوپر جو کہا گیا ہے يَجْمَعُكُمْ ...... تو اس میں کچھ استبعاد نہ سمجھا جاوے کیونکہ) اللہ ہی کی سلطنت ہے آسمانوں میں اور زمین میں (وہ جو چاہے تصرف کرے پس یہ تصرف بھی جو کہ فی نفسہ اور باعتبار اس کی قدرت کے ممکن ہے مستبعد نہیں یہ تائید ہوگئی جواب کی) اور (آگے واقعات کا ذکر ہے کہ) جس روز قیامت قائم ہوگی اس روز اہل باطل خسارہ میں پڑیں گے اور آپ (اس روز) ہر فرقہ کو دیکھیں گے کہ (مارے خوف کے) زانو کے بل گر پڑیں گے ہر فرقہ اپنے (اعمال مندرجہ) نامہ اعمال (کے حساب) کی طرف بلایا جاوے گا (یہ مطلب ہے نامۂ اعمال کی طرف بلانے کا ورنہ نامہ اعمال تو خود ان کے پاس ہوں گے اور ان کو مع نامہ اعمال کے بلایا جانا ثابت ہے قال تعالیٰ يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ [بنی اسرائیل : ۷۱] اور ان سے کہا جاوے گا کہ) آج تم کو تمہارے کئے کا بدلہ ملے گا (اور کہا جاوے گا کہ) یہ (نامہ اعمال) ہمارا (لکھایا ہوا) دفتر ہے جو تمہارے مقابلہ میں ٹھیک ٹھیک بول رہا ہے (یعنی تمہارے اعمال کو ظاہر کر رہا ہے اور ہم (دنیا میں) تمہارے (سب) اعمال کو (فرشتوں سے) لکھواتے جاتے تھے (اور یہ ان ہی کا مجموعہ ہے) سو (حساب کے بعد فیصلہ یہ ہوگا کہ) جو لوگ ایمان لائے تھے اور انہوں نے اچھے کام کئے تھے تو ان کو ان کا رب اپنی رحمت میں داخل کرے گا اور یہ صریح کامیابی ہے اور جو لوگ کافر تھے (ان سے کہا جاوے گا کہ) کیا میری آیتیں تم کو پڑھ کر نہیں سنائی جاتی تھیں سو تم نے (ان کے قبول کرنے سے) تکبر کیا تھا اور (اس وجہ سے) تم بڑے مجرم تھے اور (تمہارا یہ حال تھا کہ) جب (تم سے) کہا جاتا تھا کہ اللہ کا وعدہ (بعث ومجازات کا) حق ہے اور قیامت میں کوئی شک نہیں ہے تو تم (نہایت بے پروائی سے) کہا کرتے تھے کہ ہم نہیں جانتے قیامت کیا چیز ہے (صرف سننے سنانے سے) محض ایک خیال سا تو ہم کو بھی ہوتا ہے (جیسے قضایائے کاذبہ میں بھی تصور بالاصطلاح المنطقی ہوا کرتا ہے) اور (قضایائے یقینیہ یا مظنونہ کی تصدیق بالاصطلاح المنطقی کی طرح) ہم کو (اس کا) یقین (حاصل) نہیں (بلکہ ان کے اور اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو احتمال بھی نہیں یا یہ قول عوام اہل تردد کا ہو اور مَا نَدْرِیْ سے بھی تیقن کی نفی ہو اور نفی کا تیقن نہ ہو) اور (اس وقت) ان کو اپنے تمام برے اعمال ظاہر ہو جاویں گے اور جس (عذاب) کے ساتھ استہزاء کیا کرتے تھے وہ ان کو آ گھیرے گا اور (ان سے) کہا جاوے گا کہ آج ہم تم کو بھلائے دیتے ہیں (یعنی رحمت سے محروم کئے دیتے ہیں جس کو بھلانا مجازاً کہہ دیا) جیسا تم نے اپنے اس دن کے آنے کو بھلا رکھا تھا اور (آج) تمہارا ٹھکانا جہنم ہے اور کوئی تمہارا مددگار نہیں یہ (سزا) اس وجہ سے ہے کہ تم نے خدا تعالیٰ کی آیتوں کی ہنسی اڑائی تھی اور تم کو دنیوی زندگی نے دھوکہ میں ڈال رکھا تھا (کہ اس میں مشغول ہو کر آخرت سے بالکل غافل بلکہ منکر ہو گئے تھے) سو آج نہ تو یہ لوگ دوزخ سے نکالے جاویں گے اور نہ ان سے خدا کی خفگی کا تدارک چاہا جاوے گا (یعنی اس کا موقع نہ دیا جاوے گا کہ توبہ کر کے خدا کو راضی کر لیں)۔ **ف:** تَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً میں لفظ كُلَّ اگر عام ہو تو ظاہراً ہول کا ثبوت مقبولین کے لئے بھی لازم آتا ہے لیکن ممکن ہے کہ بہت تھوڑی دیر کے لئے ہونے سے وہ معتد بہ نہ ہو اس لئے نفی فزع کی نصوص سے اس کا تعارض نہ ہوگا اور اگر عام مخصوص البعض ہو تو سوال ہی متوجہ نہیں ہوتا اور اگر جاثیہ کے معنی مثل دوسرے مفسرین کے یہ کہے جاویں گے کہ حساب کے وقت ادب کی وجہ سے دوزانو بیٹھے ہوں گے تو پھر کچھ اشکال ہی نہیں اور ظن واستیقان کے ترجمہ میں مراد تصور وتصدیق سے معتبر عند المنطقیین ہے۔

ربط: اوپر مباحث سورت سے حق تعالیٰ کی رحمت وحکمت اور عظمت وعزت اور لطف وہیبت پر دلالت ہوتی ہے چنانچہ مسئلۂ نبوت سے رحمت اور حکمت اور مسئلۂ توحید سے عزت اور عظمت اور مسئلۂ معاد سے لطف اور ہیبت کا ہونا ظاہر ہے آگے خاتمہ میں بطور تفریع کے اسی مدلول لزومی کی تصریح قصدی ہے۔

بیان صفات کمال ذی الاکرام والجلال: فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ (الی قولہ تعالیٰ) وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (جب یہ تمام مضامین سن لئے) سو (ان سے یہ بھی سمجھ میں آ گیا کہ) تمام خوبیاں اللہ ہی کے لئے (ثابت) ہیں جو پروردگار (یعنی موجود ومبقی) ہے آسمانوں کا اور پروردگار ہے زمین کا (اور آسمان وزمین ہی کی کیا تخصیص ہے وہ تو) پروردگار ہے تمام عالم کا (اس سے رحمت معلوم ہوئی کیونکہ ایجاد وابقاء اصل رحمت ہے) اور اسی کو بڑائی ہے (جس کا ظہور آثار سے) آسمان وزمین میں (ہو رہا ہے) اور وہی زبردست ہے حکمت والا ہے (اس کی دلالت بقیہ صفات مذکورہ پر ظاہر ہے)۔ **ف:** الحمد للہ علی تمام تفسیر سورۃ الجاثیۃ وبہ ختم الجلد العاشر من التفسیر وبہا ختم خمس واربعون من سور القرآن المنیر۔ وایضا

بالاتفاق الحسن العجیب ختم اذ ذاک خمسة واربعون سنة مع زیادة قلیلة ما تبلغ نافیة۱۲ نصف شهر من سن هذا الفقیر۔ وکان هذا فی یوم الخمسین لسبعة عشر من ربیع الثانی ۱۳۲۵ھ من هجرة البشیر والنذیر۔ صلی الله علیه وسلم کثیر فی کثیر۔ ولما بقی فی التی من السور ما اکثره قصیر۔ رایت ان حذف التمهید من اولها والتاریخ من اخرها الا لعارض هو الجدیر۔ وادعوه تعالیٰ ان یوفقنی لاتمام البقیة وهو علی کل شئ قدیر۔

ملحقات الترجمة : ۱ قوله فی جاثیة گر پڑیں گے کذا نقل فی الخازن عن سلمان الفارسیؓ ان فی القیامة ساعة یخر الناس فیها جثاة علی الرکب۱۲۔

اللغات : الدهر فی الروح ای طول الزمان فالدهرا خص من الزمان ویقال دهر فلانا نائبة دهرا ای نزلت به فالدهر ههنا مصدر وان الدهر بالمعنی السابق منقول من المصدر۔ ویقال دهره دهرا ای غلبه آه مختصر۱۲۔ نستنسخ ای نامر بالنسخ والکتابة۔ قوله الا ظنا ای ضعیفا فالتنوین للتحقیر والمستثنیٰ منه مطلق الظن فالکلام هکذا ان نظن ظنا ما الا ظنا ضعیفا فلا اشکال والاحتیاج الی ان یزال وتقریر الاشکال وازالته ما فی النیسابوری قال ابو علی والاخفش هذا الکلام جار علی غیر الظاهر لان کل من یظن فانه لا یظن الا الظن فتاویله ان ینوی به التقدیم ای ما نحن الا نظن ظنا۱۲۔

النحو : قوله ما هی ای الحیوٰة مطلقا۱۲۔ قوله رب العالمین بدل من ما قبله۔ قوله فی السمٰوٰت فی موضع الحال او متعلق بالکبریاء ۱۲۔

البلاغة : قوله رب السمٰوٰت الخ فی تکریر لفظ الرب تاکید وایذان بان ربوبیته تعالیٰ لکل بطریق الاصالة قوله فی السمٰوٰت والتقیید بذلک لظهور آثار الکبریاء واحکامها فیها والاظهار فی مقام الاضمار لتفخیم شان الکبریاء فقط والله اعلم۱۲۔

وجوه المثانی

سورة ص : قوله تعالیٰ اصحاب ایکة۔ فیه ماتقدم فی الشعراء قوله تعالیٰ ما لها من فواق۔ فیه قراء تان الاولیٰ ضم الفاء لحمزة والکسائی والثانیة بفتحها وهما بمعنی واحد قوله تعالیٰ واذکر عبدنا ابراهیم۔ فیه قراء تان الاولیٰ عبدنا بالتوحید لابن کثیر والثانیة عبادنا علی الجمع للباقین قوله تعالیٰ بخالصة۔ فیه قراء تان الاولیٰ غیر تنوین علی الاضافة البیانیة لنافع وهشام والثانیة بتنوین علی البدل للباقین قوله تعالیٰ والیسع ذکر فی الانعام قوله تعالیٰ ما توعدون۔ فیه قراء تان الاولیٰ بالتحتیة لابن کثیر وابی عمرو والثانیة بالفوقیة للباقین قوله تعالیٰ غساق۔ فیه قراء تان الاولیٰ بتشدید السین لحمزة والکسائی وحفص والثانیة بالتخفیف للباقین وهما بمعنی واحد قوله تعالیٰ واخر۔ فیه قراء تان الاولیٰ بضم الهمزة لابی عمرو والثانیة بفتحها ممدودة للباقین قوله تعالیٰ اتخذناهم۔ فیه قراء تان الاولیٰ بهمزة الوصل لابی عمرو وحمزة والکسائی والثانیة بقطعها مفتوحة للباقین والهمزة علی الثانی همزة استفهام سقطت لجلها همزة الوصل قوله تعالیٰ سخریا۔ ذکر فی المؤمنین قوله تعالیٰ فالحق۔ فیه قراء تان الاولیٰ برفع القاف لعاصم وحمزة والثانیة النصب للباقین والرفع علی کونه مبتدأ محذوف الخبر وخبر محذوف المبتدأ والنصب علی انه مقسم به وحرف القسم مضمر۔

سورة الزمر : قوله تعالیٰ امهاتکم۔ ذکر فی النور قوله تعالیٰ یرضه۔ فیه ثلث قراء ات الاولیٰ بسکون الهاء للسوسی ووجه للدوری وهشام اجراء للوصل مجری للوقف وهو لغة لبنی کلاب وبنی عقیل والثانیة صلة الهاء بواو للدوری وابن کثیر وابن ذکوان والکسائی والثالثة بضم الهاء مقصورة للباقین قوله تعالیٰ لیضل عن۔ فیه قراء تان الاولیٰ بفتح الیاء لابن کثیر وابی عمرو والثانیة بالضم للباقین۔ قوله تعالیٰ امن هو۔ فیه قراء تان الاولیٰ بتخفیف المیم لنافع وابن کثیر وحمزة والثانیة بالتشدید للباقین وتوجیه الاول ادخال همزة الاستفهام علی من وتوجیه الثانی ادخال ام علی من قوله تعالیٰ رجلا سلما۔ فیه قراء تان الاولیٰ بالف بعد السین وکسر اللام بعدها لابن کثیر وابی عمرو والثانیة بغیر الف وفتح اللام للباقین قوله تعالیٰ بکاف عبده۔ فیه قراء تان الاولیٰ عباده بالجمع لحمزة والکسائی والثانیة بالافراد للباقین قوله تعالیٰ کاشفات ضره وممسکات رحمته۔ فیهما قراء تان

الاولیٰ بتنوین التاء ونصب الراء والتاء من ضره ورحمته لابی عمرو والثانیة بغیر تنوین فیهما وجر الراء والتاء للباقین قوله تعالیٰ علی مکانتکم۔ فیه قراء تان الاولیٰ بالف بعد النون جمعا لشعبة والثانیة بغیر الف افرادا للباقین قوله تعالیٰ قضی علیها الموت۔ فیه قراء تان الاولیٰ بضم القاف وکسر الضاد و فتح الیاء بعد الضاد و رفع التاء من الموت لحمزة والکسائی والثانیة بفتح القاف والضاد وسکون الیاء المنقلبة الفا ونصب الموت للباقین قوله تعالیٰ لا تقنطوا۔ فیه قراء تان الاولیٰ بکسر النون بعد القاف لابی عمرو والکسائی والثانیة بفتحها للباقین۔ قوله تعالیٰ بمفازتهم۔ فیه قراء تان الاولیٰ بالف بعد الزاء جمعا لحمزة والکسائی وشعبة والثانیة بغیر الف افرادا للباقین قوله تعالیٰ تامرونی۔ فیه اربع قراء ات الاولیٰ بتخفیف النون وفتح الیاء لنافع والثانیة بتشدید النون وفتح الیاء لابن کثیر والثالثة بنونین الاولیٰ مفتوحة والثانیة مکسورة وسکون الیاء لابن عامر والرابعة بتشدید النون وسکون الیاء للباقین قوله تعالیٰ فتحت فی الموضعین۔ فیه قراء تان الاولیٰ بتخفیف التاء فیهما للکوفین والثانیة بالتشدید للباقین۔

سُوْرَةُ الْمُؤْمِنِ (سورۃ غافر) قوله تعالیٰ حقت کلمت۔ فیه قراء تان الاولیٰ بالف بعد المیم علی الجمع لنافع وابن عامر والثانیة بغیر الف علی الافراد للباقین قوله تعالیٰ وینزل۔ فیه قراء تان الاولیٰ من الافعال لابن کثیر وابی عمرووالثانیة من التفعیل للباقین قوله تعالیٰ والذین یدعون۔ فیه قراء تان الاولیٰ بتاء الخطاب لنافع وهشام والثانیة بیاء الغیبة للباقین قوله تعالیٰ اشد منکم۔ فیه قراء تان الاولیٰ بکاف الخطاب لابن عامر والثانیة بهاء الغیبة للباقین قوله تعالیٰ رسلهم۔ فیه قراء تان الاولیٰ بسکون السین لابی عمرو والثانیة بالضم للباقین والاولیٰ تخفیف للثانیة قوله تعالیٰ اوان یظهر۔ فیه قراء تان الاولیٰ باوقبل ان للکوفیین والثانیة بوا وقبل ان للباقین قوله تعالیٰ یظهر فی الارض الفساد۔ فیه قراء تن الاولیٰ من الاظهار ونصب الدال لنافع وابی عمرو وحفص والثانیة من الظهور ورفع الدال قوله تعالیٰ علی کل قلب۔ فیه قراء تان الاولیٰ بتنوین الموحدة لابی عمرو وابن ذکوان والثانیة بغیر تنوین للباقین والاول علی کونه موصوفاً لما بعده والثانی علی اضافته الیه قوله تعالیٰ فاطلع فیه قراء تان الاولیٰ بنصب العین لحفص والثانیة بالرفع للباقین والنصب علی انه جواب للترجی والرفع علی انه معطوف علی ابلغ قوله تعالیٰ وصد۔ فیه قراء تان الاولیٰ بضم الصاد للکوفیین والثانیة بالفتح للباقین قوله تعالیٰ اتبعونی۔ فیه ثلث قراء ات الاولیٰ اثبات الیاء بعد النون وقفا ووصلا لابن کثیر والثانیة اثباتهاوصلا لا وقفا لقالون وابی عمرو والثالثة حذفها وقفا ووصلا للباقین قوله تعالیٰ یدخلون الجنة۔ فیه قراء تان الاولیٰ بالبناء للمفعول لابن کثیر وابی عمرو وشعبة والثانیة بالبناء للفاعل للباقین قوله تعالیٰ ادخلوا ال۔ فیه قراء تان الاولیٰ بقطع الهمزة فآل مفعوله لنافع وحفص وحمزة والکسائی والثانیة بوصلها فآل منادی قوله تعالیٰ رسلکم۔ فیه قراء تان الاولیٰ بکسر السین لابی عمرو والثانیة بالضم للباقین وکذا رسلنا ورسلهم قوله تعالیٰ یوم لا ینفع۔ فیه قراء تان الاولیٰ بالتحتیة لنافع والکوفیین والثانیة بتاء الخطاب للباقین قوله تعالیٰ قلیلا ما تتذکرون۔ فیه قراء تان الاولیٰ بالخطاب للکوفیین والثانیة بالغیبة للباقین قوله تعالیٰ سیدخلون فیه قراء تان الاولیٰ بالبناء للمفعول لابن کثیر وشعبة والثانیة بالبناء للفاعل للباقین قوله تعالیٰ شیوخا۔ فیه قراء تان الاولیٰ بضم الشین لنافع وابی عمرو وهشام وحفص والثانیة بالکسر للباقین قوله تعالیٰ فیکون۔ فیه قراء تان الاولیٰ بنصب النون لابن عامر والثانیة بالرفع للباقین والوجه قد مر فی البقرة۔

سُوْرَةُ حٰمٓ السَّجْدَة :قوله تعالیٰ نحسات۔ فیه قراء تان الاولیٰ بکسر الحاء لابن عامر والثانیة بسکونها للباقین والاول صفة مشبهة والثانی مصدر وصف به قوله تعالیٰ ویوم یحشر۔ فیه قراء تان الاولیٰ بالنون علی البناء للفاعل لنافع والثانیة بالیاء علی البناء للمفعول وفی الاول اعداء منصوب وفی الثانی مرفوع قوله تعالیٰ یلحدون۔ فیه قراء تان الاولیٰ بفتح الیاء والحاء لحمزة والثانیة بضم الیاء وکسر الهاء للباقین وهما لغتان قوله تعالیٰ اعجمی۔ فیه اربع قراء ات الاولیٰ بتحقیق الهمزة الاولیٰ وتسهیل الثانیة ودخال الف بینهما لقالون وابی عمرو والثانیة بتسهیل الثانیة و الادخال لورش وابن کثیر وابن ذکوان وحفص والثالثة باسقاط الاولیٰ لهشام والرابعة بتحقیقهما للباقین قوله تعالیٰ من ثمرات۔ فیه قراء تان الاولیٰ بالف بعد الراء جمعا لنافع وابن عامر وحفص والثانیة بغیر الف افرادا للباقین قوله تعالیٰ ونائ تقدم فی بنی اسرائیل۔

سُوْرَۃُ الشُّوْرٰی: قوله تعالٰی یوحی۔ فیه قراء تان الاولٰی بفتح الحاء لابن کثیر والثانیة کسرها للباقین قوله تعالٰی تکاد۔ فیه قراء تان الاولٰی بالتحتیة لنافع والکسائی والثانیة بالفوقیة للباقین قوله تعالٰی یتفطرن۔ فیه قراء تان الاولٰی من الانفعال لابی عمرو وشعبة والثانیة من التفعل للباقین۔ قوله تعالٰی به ابراهیم۔ فیه قراء تان الاولٰی ابراهام لهشام والثانیة ابراهیم للباقین قوله تعالٰی یبشر الله۔ فیه قراء تان الاولٰی من التفعیل لنافع وابن عامر وعاصم والثانیة من نصر للباقین قوله تعالٰی ما تفعلون۔ فیه قراء تان الاولٰی بالخطاب لحمزة والکسائی وحفص والثانیة بالغیبة للباقین قوله تعالٰی لکن ینزل فیه قراء تان الاولٰی من الافعال لابن کثیر وابی عمرو والثانیة من التفعیل للباقین قوله تعالٰی ینزل الغیث۔ فیه قراء تان الاولٰی من التفعیل لنافع وابن عامر وعاصم والثانیة من الافعال للباقین قوله تعالٰی بما کسبت۔ فیه قراء تان الاولٰی بما بغیر فاء لنافع وابن عامر والثانیة فیما بالفاء قوله تعالٰی یسکن الریح۔ فیه قراء تان الاولٰی بالجمع لنافع والثانیة بالافراد للباقین قوله تعالٰی ویعلم الذین۔ فیه قراء تان الاولٰی برفع المیم لنافع وابن عامر والثانیة بالنصب للباقین وتوجیه الرفع عطفه علی مجموع الجملة الشرطیة ووجه النصب عطفه علٰی علة مقدرة ای لیظهر عظیم قدرته تعالٰی ویعلم الذین یجادلون قوله تعالٰی کبیر الاثم۔ فیه قراء تان الاولٰی علی وزن فعیل بالتوحید لحمزة والکسائی والثانیة علی وزن فعائل بالجمع للباقین قوله تعالٰی او یرسل رسولا فیوحی۔ فیهما قراء تان الاولٰی برفع لام یرسل وسکون یاء یوحی لنافع والثانیة بنصبهما للباقین والاولٰی علی ان المعنی او هو یرسل الخ والثانیة علی ان التقدیر الا بان یوحی او ان یسمع من وراء حجاب او یرسل۔

سُوْرَۃُ الزُّخْرُفِ: قوله تعالٰی ان کنتم۔ فیه قراء تان الاولٰی بکسر الهمزة لنافع وحمزة والکسائی والثانیة بالفتح للباقین علی تقدیر اللام۔ قوله تعالٰی مهدا۔ فیه ما تقدم فی طٰهٰ قوله تعالٰی تخرجون۔ فیه قراء تان الاولٰی بصیغة المعروف لحمزة والکسائی وابن ذکوان والثانیة بصیغة المجهول للباقین قوله تعالٰی جزاء۔ فیه قراء تان الاولٰی بضم الزاء لشعبة والثانیة بالسکون للباقین قوله تعالٰی ینشؤ۔ فیه قراء تان الاولٰی بصیغة المجهول۔ من التفعیل لحمزة والکسائی وحفص والثانیة بصیغة المعلوم من فتح للباقین قوله تعالٰی هم عبٰد الرحمن۔ فیه قراء تان الاولٰی بکسر العین وبعدها نون ساکنة ونصب الدال لنافع وابن کثیر وابن عامر والثانیة بعد العین باء موحدة مفتوحة وبعدها الف ورفع الدال قوله تعالٰی قال اولو جئتکم۔ فیه قراء تان الاولٰی قال بصیغة الماضی لابن عامر وحفص والثانیة بصیغة الامر للباقین قوله تعالٰی لبیوتهم فی الموضعین فیه قراء تان کما تقدم فی النور قوله تعالٰی سقفا۔ فیه قراء تان الاولٰی بفتح السین وسکون القاف لابن کثیر وابی عمرو والثانیة بضمهما للباقین والاول مفرد والثانی جمع قوله تعالٰی لما متاع۔ فیه قراء تان الاولٰی بتشدید المیم بعد اللام لابن عامر بخلاف عن هشام وعاصم وحمزة والثانیة بالتخفیف للباقین ومعنی الاول ما کل ذلك الا متاع وعلی الثانی ان هی المخففة من الثقیلة واللام هی الفارقة بین المخفف والنافیة وما زائدة او موصولة بتقدیر لما هو متاع قوله تعالٰی ویحسبون۔ فیه قراء تان الاولٰی بفتح السین لابن عامر وعاصم والثانیة بکسرها للباقین قوله تعالٰی حتی اذا جاء نا۔ فیه قراء تان الاولٰی بمد الهمزة بعد الجیم علی التثنیة ای العاشی والقرین لنافع وابن کثیر وابن عامر وابی بکر والثانیة بغیر مد افرادا للباقین قوله تعالٰی رسل مر فی الانبیاء قوله تعالٰی من رسلنا ورسلنا۔ فیه قراء تان الاولٰی بسکون السین لابی عمرو والثانیة بضمها للباقین قوله تعالٰی اسورة فیه قراء تان الاولٰی بسکون السین ولا الف بعدهالحفص والثانیة بفتح السین والف بعدها للباقین والاول جمع سوار والثانی جمع اسوار بمعنی سوار قوله تعالٰی سلفا۔ فیه قراء تان الاولٰی بضم السین واللام جمع سلیف لحمزة والکسائی والثانیة بفتحهما للباقین قوله تعالٰی یصدون۔ فیه قراء تان الاولی بکسر الضاد لابن کثیر وابی عمرو وعاصم وحمزة والثانیة بالضم للباقین ومعنی الاول یضجون ومعنی الثانی یعرضون وقیل الاول بمعنی الثانی وقیل الثانی بمعنی الاول قوله تعالٰی تشتهیه الانفس۔ فیه قراء تان الاولٰی بهاء بعد الباء لنافع وابن عامر وحفص والثانیة بغیرهاء بعد الیاء للباقین قوله تعالٰی یحسبون تقدم وکذا رسلنا قوله تعالٰی ان کان للرحمٰن ولد۔ فیه قراء تان الاولٰی بضم الواو وسکون اللام لحمزة والکسائی والثانیة بفتحهما للباقین قوله تعالٰی والیه ترجعون۔ فیه قراء تان الاولٰی بالیاء التحتیة لابن کثیر وحمزة والکسائی والثانیة بالخطاب للباقین قوله تعالٰی وقیله یا رب فیه قراء تان الاوٰی بخفض اللام وکسر الهاء

لعاصم وحمزة والثانية بنصب اللام وضم الهاء للباقين وهو على الاول معطوف على لفظ الساعة فى قوله علم الساعة وعلى الثانى معطوف على محله لانها فى محل النصب كانه قيل يعلم الساعة قوله تعالٰى فسوف تعلمون۔ فيه قراء تان الاولٰى بالخطاب لنافع وابن عامر والثانية بالغيبة للباقين۔

سورة الدخان: قوله تعالٰى رب السمٰوٰت۔ فيه قراء تان الاولٰى بخفض الموحدة لعاصم وحمزة والكسائى والثانية بالرفع للباقين والخفض على البدل من ربك والرفع علٰى انه خبر اٰخر لان قوله تعالٰى فاسر تقدم فى طٰهٰ قوله تعالٰى وعيون تقدم فى الشعراء قوله تعالٰى يعلى فيه قراء تان الاولٰى بالتحتية لابن كثير وحفص والثانية بالفوقية للباقين والضمير على الاول عائد الى الطعام وعلى الثانى الى شجرة قوله تعالٰى فاعتلوه۔ فيه قراء تان الاولٰى بضم التاء لنافع وابن كثير وابن عامر والثانية بالكسر للباقين وهما لغتان قوله تعالٰى ذق اٰنك۔ فيه قراء تان الاولٰى بفتح همزة ان للكسائى والثانية بالكسر للباقين ومعنى الاول لانك قوله تعالٰى فى مقام۔ فيه قراء تان الاولٰى بضم الميم الاولٰى لنافع وابن عامر والثانية بالفتح للباقين قوله تعالٰى وعيون تقدم فى الشعراء۔

سورة الجاثية: قوله تعالٰى اٰيات لقوم يوقنون اٰيات لقوم يعقلون فيهما قراء تان الاولٰى كسر التاء نصبا لحمزة والكسائى والثانية رفعها للباقين والنصب على انها عطف على آيات السابق والرفع علٰى انه مبتدأ مؤخر قوله تعالٰى وتصريف الريح۔ فيه قراء تان الاولٰى بالتوحيد لحمزة والكسائى والثانية بالجمع للباقين قوله تعالٰى واٰياته يؤمنون۔ فيه قراء تان الاولى بتاء الخطاب لابن عامر وشعبة وحمزة والكسائى والثانية بياء الغيبة للباقين قوله تعالٰى من رجز اليم فيه ما تقدم فى سبأ قوله تعالٰى ليجزى۔ فيه قراء تان الاولٰى بالنون لابن عامر وحمزة والكسائى والثانية بالياء للباقين قوله تعالٰى سواء محياهم۔ فيه قراء تان الاولٰى بالنصب بدلا من الكاف لحمزة والكسائى وحفص والثانية بالرفع على ان سواء خبر مقدم وما بعده مبتدأ قوله تعالٰى غشوة۔ فيه قراء تان الاولٰى بفتح الغين وسكون السين لحمزة والكسائى والثانية بكسر الغين وفتح الشين والف بعد الشين للباقين وهما بمعنى قوله تعالٰى افلا تذكرون۔ فيه قراء تان الاولٰى بتخفيف الذال لحمزة والكسائى والثانية بالتشديد للباقين قوله تعالٰى والساعة لا ريب فيها۔ فيه قراء تان الاولٰى بنصب الساعة لحمزة والثانية بالرفع وفى الاولٰى عطف الجملة على الجملة وفى الثانية عطف الساعة على اسم ان۔ وجوہ المثانی ختم ہوئی۔ فقط۔

سُورَةُ الْاَحْقَافِ

سُوْرَةُ الْاَحْقَافِ ۴۶ مَكِّيَّةٌ ۶۶ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ۳۵ رُكُوْعَاتُهَا ۴

سورۃ الاحقاف مکہ میں نازل ہوئی — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اس میں ۳۵ آیات اور ۴ رکوع ہیں

حٰمٓ ① تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ② مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ۗ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَمَّآ اُنْذِرُوْا مُعْرِضُوْنَ ③ قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۭ اِيْتُوْنِيْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ④ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗٓ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَاۗىِٕهِمْ غٰفِلُوْنَ ⑤ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَاۗءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ⑥

حٰمٓ ۔ یہ کتاب اللہ زبردست حکمت والے کی طرف سے بھیجی گئی ہے ہم نے آسمان اور زمین اور ان چیزوں کو جوان کے درمیان میں ہیں' حکمت کے ساتھ ایک میعاد معین کے لئے پیدا کیا ہے اور جو لوگ کافر ہیں ان کو جس چیز سے ڈرایا جاتا ہے وہ اس سے بے رخی کرتے ہیں۔ آپ کہئے کہ یہ تو بتاؤ جن چیزوں کو تم اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو مجھ کو یہ دکھلاؤ کہ انہوں نے کون سی زمین پیدا کی ہے یا ان کا آسمان میں کچھ ساجھا ہے۔ میرے پاس کوئی کتاب جو اس سے پہلے کی ہو یا کوئی اور مضمون منقول لاؤ اگر تم سچے ہو اور اس شخص سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو اللہ کو چھوڑ کر ایسے معبود کو پکارے جو قیامت تک بھی اس کا کہنا نہ کرے اور ان کو ان کے پکارنے کی بھی خبر نہ ہو اور جب سب آدمی جمع کئے جائیں تو وہ ان کے دشمن ہو جائیں اور ان کی عبادت ہی کا انکار کر بیٹھیں۔

سورۃ الاحقاف مکیة وایها اربع او خمس و ثلثون کذا فی البیضاوی۔

تفسیر ربط: طرفین سورتیں یعنی آخر سابق واول لاحق میں ارتباط توحید و معاد میں دونوں کا اشتراک ہے مگر سابق میں معاد مفصل اور توحید مجمل ہے اور لاحق میں بالعکس۔

تمہید: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ حٰمٓ ① تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ②

توحید مفصل معاد مجمل: مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (الی قوله تعالی) وَكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ⑥ ۔ حٰمٓ ① (اس کے معنی اللہ تعالیٰ کو معلوم ہیں) یہ کتاب اللہ زبردست حکمت والے کی طرف سے بھیجی گئی ہے (پس اس کے مضامین قابل غور کے ہیں۔ آگے توحید اور معاد کا بیان ہے کہ) ہم نے آسمان اور زمین کو اور ان چیزوں کو جو ان کے درمیان میں ہیں حکمت کے ساتھ اور ایک میعاد معین (تک) کے لئے پیدا کیا ہے (وہ حکمت دلالت علی التوحید اور مجازات ہے کما مر تقریرہ غیر مرۃ اور وہ میعاد قیامت ہے) اور جو لوگ کافر ہیں ان کو جس چیز سے ڈرایا جاتا ہے (مثلاً یہ کہ توحید کے انکار پر تم کو قیامت میں عذاب ہوگا) وہ اس سے بے رخی (اور بے التفاتی) کرتے ہیں (اور توحید کو قبول نہیں کرتے) آپ (ان سے توحید کے بارہ میں احتجاجاً) کہئے کہ یہ تو بتلاؤ جن چیزوں کی تم خدا (کی توحید) کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو (ان کے مستحق الوہیت ہونے کی کیا دلیل ہے اگر دلیل عقلی ہے تو) مجھ کو یہ دکھلاؤ کہ انہوں نے کون سی زمین پیدا کی ہے یا ان کا آسمانوں (کے پیدا کرنے) میں کچھ ساجھا ہے (اور ظاہر ہے کہ تم بھی ان کو خالق نہیں مانتے جو کہ دلیل ہو سکتی ہے استحقاق الوہیت کی بلکہ مخلوق کہتے ہو جو کہ منافی ہے استحقاق الوہیت کی پس دلیل عقلی تو منفی ہوئی بلکہ خود نفی پر دلیل عقلی قائم ہوگئی اور اگر تمہارے پاس دلیل نقلی ہے تو) میرے پاس کوئی (صحیح) کتاب

(لاؤ جس میں شرک کا امر ہو اور) جو اس (قرآن) سے پہلے کی ہو (کیونکہ قرآن) میں نفی شرک کی تم بھی جانتے ہو پس اور ہی کتاب کی ضرورت ہوگی) یا (اگر کتاب نہ ہو تو) کوئی اور (معتبر) مضمون (جو زبانی) منقول (ہوتا چلا آتا ہو اور کتاب میں مدون نہ ہو) لاؤ اگر تم (دعویٰ شرک میں) سچے ہو (مطلب یہ کہ دلیل نقلی کے لئے) یہ ضرور ہے کہ اصل منقول عنہ کا قابل تصدیق ہونا ثابت ہو اور سند اس تک متواتر یا متصل موجود ہو خواہ وہ منقول عنہ کسی نبی کی کتاب ہو یا ان کا زبانی قول ہو) اور (ظاہر ہے کہ ایسی دلیل کوئی پیش نہیں کر سکتا مگر اپنے باطل سے پھر بھی باز نہ آئے ایسے شخص کی نسبت فرماتے ہیں کہ) اس شخص سے زیادہ کون گمراہ ہوگا جو (باوجود عجز عن الدلیل اور باوجود قیام دلیل علی النقیض پھر بھی وہ) خدا کو چھوڑ کر ایسے معبود کو پکارے جو قیامت تک بھی اس کا کہنا نہ کرے (بوجہ عدم سماع اصنام میں اور بوجہ عدم قدرت مستقلہ ذوات الارواح میں اور نیز بوجہ عدم رضا ملائکہ وغیرہم میں) اور ان کو ان کے پکارنے (تک) کی بھی خبر نہ ہو (جمادات تو بوجہ عدم قوت سامعہ کے اور ذوات الارواح میں بایں معنی کہ جیسی خبر کے کفار معتقد تھے کہ سماع لازم و دائم اور مفید ہے وہ منفی ہے) اور (پھر) جب قیامت میں سب آدمی (حساب کے لیے) جمع کئے جاویں تو وہ (معبود) ان (عابدین) کے دشمن ہو جاویں (کقولہ تعالیٰ: وَيَكُونُونَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا [مریم: ۸۲]) اور ان کی عبادت ہی کا انکار کر بیٹھیں (کقولہ تعالیٰ فی یونس: وَقَالَ شُرَكَاؤُهُمْ مَا كُنْتُمْ إِيَّانَا تَعْبُدُونَ [یونس: ۲۸]) پس ایسے معبودین کی عبادت کرنے سے بڑھ کر کیا غلطی ہے کہ مقتضی عبادت ایک نہیں اور عدم عبادت کے مقتضی بکثرت متحقق)۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: ائْتُونِي بِكِتَابٍ (الی قولہ تعالیٰ) مِّنْ عِلْمٍ اس میں اس پر دلالت ہے کہ دین کے باب میں بدون دلیل معتبر کے کوئی دعویٰ مسموع نہیں ہوتا اس باب میں الہام یا کشف کا دعویٰ بھی مسموع نہ ہوگا۔

النحو: قوله تعالى ارأيتم الخ بمعنى اخبروني الموصول اى ما تدعون مفعول اول لارايتم وقوله تعالى اروني تاكيد له والمفعول الثاني جملة ما ذا خلقوا ۱۲۔

البلاغة: قوله ام لهم الخ فى الروح وتخصيص الشركة وفى النظم الجليل بقوله سبحانه فى السمٰوٰت مع انه لا شركة فيها وفى الارض ايضا لان القصد الزمهم بما هو مسلم لهم ظاهر لكل احد والشركة فى الحوادث السفلية ليست لذلك لتملكهم وايجادهم لبعضها بحسب الصورة الظاهرة آه ۱۲۔

وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ هَٰذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ ⑦ أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ ۖ قُلْ إِنِ افْتَرَيْتُهُ فَلَا تَمْلِكُونَ لِي مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ۖ هُوَ أَعْلَمُ بِمَا تُفِيضُونَ فِيهِ ۖ كَفَىٰ بِهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ ۖ وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ⑧ قُلْ مَا كُنتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَا أَدْرِي مَا يُفْعَلُ بِي وَلَا بِكُمْ ۖ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ وَمَا أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ⑨ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِن كَانَ مِنْ عِندِ اللَّهِ وَكَفَرْتُم بِهِ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّن بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَىٰ مِثْلِهِ فَآمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ ۖ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ⑩ ع وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُونَا إِلَيْهِ ۚ وَإِذْ لَمْ يَهْتَدُوا بِهِ فَسَيَقُولُونَ هَٰذَا إِفْكٌ قَدِيمٌ ⑪ وَمِن قَبْلِهِ كِتَابُ مُوسَىٰ إِمَامًا وَرَحْمَةً ۚ وَهَٰذَا كِتَابٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِيًّا لِّيُنذِرَ الَّذِينَ ظَلَمُوا وَبُشْرَىٰ لِلْمُحْسِنِينَ ⑫

یوں کہتے ہیں کہ یہ صریح جادو ہے۔ کیا یہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس شخص نے اس کو اپنے طرف سے بنالیا ہے۔ آپ کہہ دیجیے کہ اگر میں نے اس کو اپنی طرف سے بنایا ہوگا تو پھر تم لوگ مجھ کو خدا سے ذرا بھی نہیں بچا سکتے۔ وہ خوب جانتا ہے تم قرآن میں جو جو باتیں بنا رہے ہو میرے اور تمہارے درمیان میں وہ کافی گواہ ہے اور وہ بڑی مغفرت والا ہے۔ آپ کہہ دیجیے میں کوئی انوکھا رسول تو نہیں ہوں اور میں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا۔ میں تو صرف اسی کا اتباع کرتا ہوں جو میری طرف وحی کے ذریعے آتا ہے اور میں تو صرف صاف صاف ڈرانے والا ہوں۔ آپ کہہ دیجیے کہ تم مجھ کو یہ بتاؤ کہ اگر یہ قرآن منجانب اللہ ہو اور تم اس کے منکر ہو اور بنی اسرائیل میں سے کوئی گواہ اس جیسی کتاب پر گواہی دے کہ ایمان لے آئے اور تم تکبر ہی میں رہو بے شک اللہ تعالیٰ بے انصاف لوگوں کو ہدایت نہیں کیا کرتا۔ اور یہ کافر ایمان والوں کی نسبت یوں کہتے

ہیں کہ اگر یہ قرآن کوئی اچھی چیز ہوتا تو یہ لوگ اس کی طرف ہم سے سبقت نہ کرتے اور جب ان لوگوں کو قرآن سے ہدایت نصیب نہ ہوئی تو یہ کہیں گے کہ یہ قدیمی جھوٹ ہے اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب ہے جو رہنما اور رحمت تھی اور یہ ایک کتاب ہے جو اس کو سچا کرتی ہے عربی زبان میں ظالموں کے ڈرانے کے لئے اور نیک لوگوں کو بشارت دینے کے لئے۔

تفسیر ربط: اوپر توحید و معاد کا اثبات تھا آگے نبوت کا مضمون ہے۔

تحقیق رسالت: وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا (الی قولہ تعالی) اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ۠ اور جب ہماری کھلی کھلی آیتیں (جو کہ اپنی صفت اعجاز سے رسالت کی دلیل ہیں) ان (منکر رسالت) لوگوں کے سامنے پڑھی جاتی ہیں تو یہ منکر لوگ اس سچی بات کی نسبت جب کہ وہ ان تک پہنچتی ہے یوں کہتے ہیں کہ یہ صریح جادو ہے (حالانکہ جادو کے معارضہ کا ممکن ہونا اور اس کے معارضہ کا ممتنع ہونا صریح دلیل ہے اس قول کے بطلان کی جیسا کہ لفظ بینات میں اس جواب کی طرف اشارہ بھی ہے اور اس سے بڑھ کر اور سنو) کیا یہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس شخص نے (یعنی آپ نے نعوذ باللہ) اس (قرآن) کو اپنی طرف سے بنا لیا ہے (اور خدا کی طرف منسوب کر دیا اور افتراء کا سحر سے بڑھ کر ہونا اس سے ظاہر ہے کہ سحر کا قبح متفق علیہ نہیں ہے چنانچہ بعضے اس کو کمال سمجھتے ہیں اور کذب کا اور خصوص کذب علی اللہ کا قبح متفق علیہ ہے آگے اس قول کا جواب ہے کہ) آپ کہہ دیجئے کہ اگر میں نے ان کو اپنی طرف سے بنا لیا ہوگا (اور خدا کے ذمہ لگا دیا ہوگا) تو (خدا تعالیٰ موافق اپنی عادت کے کہ اپنے بندوں کو مظنہ تلبیس میں تلبیس سے بالکل وجہ بچاتا ہے مجھ کو نبوت کے دعوے کاذبہ پر جلدی ہلاک کر دے گا کقولہ تعالیٰ: وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ [الحاقۃ: ۴۴ تا ۴۶]) پھر (جب وہ مجھ کو ہلاک کرنے لگے گا تو) تم (یا اور) لوگ مجھ کو خدا (کے عقاب) سے ذرا بھی نہیں بچا سکتے (مطلب یہ کہ عقاب کا ترتب دعویٰ کاذبہ نبوت پر ایسا لازم ہے کہ کوئی میرا حامی مددگار بھی اس کے تخلف پر قادر نہیں مگر لازم منتفی ہے پس ملزوم بھی منتفی ہے اور ان افتریتہ میں کلمہ ان سے خصوصیت استقبال کی مقصود نہیں بلکہ مطلق اتصال کا مقدم و تالی میں بیان کرنا ہے چنانچہ آیت وَلَوْ تَقَوَّلَ میں لو ماضی کے لئے آیا ہے پس یہ شبہ نہ رہا کہ تکلم کے وقت تو انتفاء لازم کا حکم نہیں ہو سکتا اور اگر مستقبل ہی کے لئے لیا جاوے تب بھی تھوڑا انتظار مضر نہیں بعد چندے انتفاء لازم کا مشاہدہ ہو جاوے گا اور اگر اتنے روز تک عقاب نازل نہ ہونے سے لزوم پر شبہ ہو تو اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ حدوث دعویٰ کو ملزوم نہ کہا جاوے بلکہ بقاء علی الدعویٰ کو ملزوم کہا جاوے اور اگر مدت تحقیق بقاء کے اعتبار سے تلبیس کا شبہ ہو تو اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ دعویٰ نبوت کے وقت معجزہ کا ظاہر کرنا یا نہ کرنا رفع تلبیس کے لئے کافی ہے اور درصورت کذب اور عدم ظہور معجزہ کے بھی عقاب ہونا اس رفع تلبیس کے تاکد کے لئے ہے پس مؤکد رفع کے عدم سے رفع کا عدم جو کہ موجب محذور ہے لازم نہیں آیا اور شروع تقریر میں اکمل وجوہ سے یہی تاکد مراد ہے یہ تمام تر تقریر تو بر تقدیر افتراء کی تھی آگے عدم افتراء کی تقدیر کے متعلق ارشاد ہے کہ اگر میں مفتری نہ ہوا تو یہ سمجھ رکھو کہ) وہ خوب جانتا ہے تم قرآن میں جو جو باتیں بنا رہے ہو (پس تم کو سزا ہوگی غرض یہ کہ) میرے اور تمہارے درمیان میں (بطریق مذکور فیصلہ کرنے کے لئے) وہ (صدق صادق و کذب کاذب کا) کافی گواہ (یعنی اس پر مطلع) ہے (پس اگر میں کاذب ہوں گا مجھ کو عقاب دے گا عاجلاً اور اگر تم کاذب ہو گے تو تم کو عقاب دے گا عاجلاً یا آجلاً اور یہ نہ سمجھا جاوے کہ مدار اثبات مسئلہ نبوت کا یہی مضمون ہے بلکہ اصل مدار تو اظہار معجزہ ہے جو کہ ہو چکا تھا یہ تو صرف ان کی ہٹ دھرمی کے آخری جواب کے طور پر ہے) اور (اگر کسی کو یہ شبہ ہو کہ جب اَعْلَمُ بِمَا تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ فرمایا ہے اور پھر بھی ہم پر عذاب نہیں آیا تو جیسے مدعی نبوت پر عقاب نہ آنا دلیل اس کے صدق کی ہے اسی طرح ہم منکروں پر عذاب نہ آنا دلیل ہمارے صدق کی ہو سکتی ہے اور حاصل اس شبہ کا معارضہ ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ) وہ بڑی مغفرت والا ہے (اسی لئے بعض اقسام مغفرت کے یعنی عدم نزول عذاب فی الدنیا کفار کے لئے بھی واقع کر دیتا ہے اور) بڑی رحمت والا ہے (اسی لئے بعض اقسام رحمت بھی جس کو رحمت عامہ کہتے ہیں کفار کے لئے واقع کر دیتا ہے پس انکار پر عذاب فی الدنیا نہ ہونا دلیل نہیں ہے ان کے صدق کی اور ایسا احتمال مدعی نبوت میں نہیں ہو سکتا کیونکہ وہاں دعویٰ کاذبہ و نزول عقاب میں لزوم عادی ثابت ہے اور یہاں انکار حق و نزول عقاب میں لزوم ثابت نہیں پس وہاں عدم عقاب کو انتفاء لازم کہا جاوے گا اور یہاں عدم عقاب کو انتفاء لازم نہ کہیں گے اور وہاں لزوم کا راز یہ معلوم ہوتا ہے کہ مرجع اخیر تحقیق حق و باطل کا نبوت ہے اور مرجع اخیر فکر و نظر کا بدیہی ہونا چاہئے جس قدر مہتم بالشان ہو اسی قدر اس بداہت کا اجلی ہونا چاہئے اور ایہام تلبیس بداہت یا اجلاء بداہت کا مفوت تھا اسی لئے نبوت میں ایہام تلبیس بھی گوارا نہیں کیا گیا بخلاف مادہ معارضہ کے کہ بعد رفع تلبیس عن النبوۃ کے پھر اس میں احتمال تلبیس کا نہیں ہو سکتا کیونکہ صدق احد النقیضین خود مستلزم ہے کذب نقیض آخر کو اور جب صدق میں التباس نہ ہوگا تو کذب میں بھی التباس نہ ہوگا اسی لئے وہاں انکار حق و نزول عقاب میں لزوم نہیں ہوا بلکہ اکثر استدراجاً عدم عقاب تجویز کیا گیا آگے اثبات نبوت بالدلیل المذکور کی تاکید ہے کہ) آپ کہہ دیجئے کہ میں کوئی انوکھا رسول تو ہوں نہیں (کہ تمہارے لئے موجب تعجب ہو گو انوکھا ہونا بھی فی نفسہ منافی رسالت کے نہیں ہے چنانچہ جو سب سے پہلے پیغمبر تھے باوجود انوکھے ہونے کے بھی پیغمبر تھے مگر انوکھا ہونا موجب تعجب ہو سکتا ہے گو وہ تعجب زائل کر دیا

جاوے لیکن یہاں تو تعجب بھی نہ ہونا چاہئے کیونکہ مجھ سے پہلے بہت سے پیغمبر آ چکے ہیں جن کی خبر تو اتر سے تم نے بھی سنی ہے) اور (اسی طرح کسی اور عجیب بات کا بھی میں دعویٰ نہیں کرتا جیسا مثلاً علم غیب ہے چنانچہ میں خود کہتا ہوں کہ مجھ کو غیبیات میں سے بجز معلومات بطریق الوحی کے اور کسی بات کی خبر نہیں حتیٰ کہ) میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جاوے گا اور نہ (یہ معلوم کہ) تمہارے ساتھ (کیا کیا جاوے گا پس جب اپنے اور تمہارے احوال آئندہ کے علم کا باوجود شدت تلبس ان احوال کے میں مدعی نہیں ہوں تو اور مغیبات بعیدہ کی نسبت تو میں کیا دعوے کرتا پس اس باب میں بھی کسی امر عجیب کا مدعی نہیں ہوں وہذا کقولہ تعالیٰ :قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآىِٕنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ ...... [الأنعام : ۵۰] فافهم فانه من المواهب البتہ جن احوال و امور کا وحی سے علم ہو گیا ہے خواہ وہ اپنے متعلق ہوں یا غیر کے اور خواہ دنیوی احوال ہوں یا اخروی ان کا علم بے شک کامل ہے چنانچہ آگے ارشاد ہے کہ) میں تو (علم و عمل میں) صرف اسی کا اتباع کرتا ہوں جو میرے پاس وحی کے ذریعہ سے آتا ہے اور (اسی کی تبلیغ بھی کرتا ہوں اور اگر تم اس کو نہیں مانتے تو میرا کوئی ضرر نہیں کیونکہ) میں تو صرف صاف صاف ڈرانے والا ہوں (جس کو میں اقامت دلائل و جواب شبہات سے ثابت کر چکا ہوں اور اوپر جو عدم افتراء کی تقدیر پر تقریر اجمالی تھی : هُوَ اَعْلَمُ بِمَا تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ ...... آگے اس کی تفصیل کے واسطے ارشاد ہے کہ) آپ کہہ دیجئے کہ تم مجھ کو یہ بتلاؤ کہ اگر یہ قرآن منجانب اللہ ہو (جیسا کہ عدم افتراء کی تقدیر پر لازم ہے) اور (پھر) تم اس کے منکر ہو اور (کسی دلیل سے اس احتمال عدم افتراء منجانب اللہ ہونے کی ترجیح اور تعیین بھی ہو جاوے مثلاً ایک اسی دلیل سے کہ) بنی اسرائیل (کے علماء) میں سے کوئی (معتبر) گواہ (جو باعتبار علم و دیانت مسلمہ کے معتبر ہو اور واحد ہو یا متعدد ماضی میں یا حال میں یا مستقبل میں) اس جیسی کتاب (یعنی اس کتاب کے منجانب اللہ ہونے) پر گواہی دے کر ایمان لے آوے اور تم (باوجود بے علم ہونے کے اس کتاب پر ایمان لانے سے) تکبر ہی میں رہو (تو اس صورت میں تم سے زیادہ بے انصاف کون ہوگا اور بے انصافوں کی یہ حالت ہے کہ) بے شک اللہ تعالیٰ بے انصاف لوگوں کو (ان کے عناد کے سبب) ہدیت نہیں کیا کرتا (بلکہ ہمیشہ ضلالت میں رہتے ہیں اور ضلالت کا انجام نار ہے)۔ **ف** : یہ ارشاد : وَشَهِدَ شَاهِدٌ ...... ایسا ہے جیسا سورۂ شعراء کے اخیر میں ارشاد ہوا ہے :اَوَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً اَنْ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ [الشعراء : ۱۹۷] جس کی تفسیر وہاں قابل ملاحظہ ہے اور مقصود حصر کرنا مرجح احتمال نبوت کا اس شہادت میں نہیں ہے اسی لئے احقر نے لفظ مثلاً لکھ دیا ہے اور شہد تنوین جنس و تفخیم سے شامل ہے بنی اسرائیل کے تمام علماء معتبرین مؤمنین کو خواہ قبل اس آیت کے ایمان لائے ہوں یا بعد میں اور ان علماء میں عبداللہ بن سلام بھی داخل ہیں پس ان کے بارہ میں اس آیت کا نازل ہونا بایں معنی ہے کہ جو کلی اس آیت کا مورد ہے وہ بھی اس کی ایک جزئی ہیں چنانچہ درمنثور میں سعید بن جبیرؒ کے قول سے میمون بن یامین رئیس علمائے یہود کے بارہ میں اس آیت کا نزول مروی ہے اس سے عدم تخصیص کی تائید ہوتی ہے اب خواہ یہ آیت عبداللہ بن سلام کے اسلام کے بعد آئی ہو جیسا بعض مفسرین نے اس کو مدنی کہا ہے اور خواہ قبل نازل ہوئی ہو جیسا بعض نے مثل تمام سورت کے اس کو بھی مکی کہا ہے اور مثلہ کو قرآن میں مثل القرآن سے تعبیر کرنے میں علاوہ مبالغہ کے یہ نکتہ ہو سکتا ہے کہ علماء بنی اسرائیل کو کتب سابقہ سے قرآن کا علم جو کہ سبب ہوا ایمان لانے کا درجہ اجمال میں تھا اور قرآن منزل مفصل ہے اور اجمال و تفصیل میں من وجہ اتحاد اور من وجہ تغایر ہوتا ہے تو اس کو مثل سے تعبیر کرنا نہایت احسن و ابلغ ہے اور : كَفَرْتُمْ وَ اسْتَكْبَرْتُمْ ؕ میں تکرار نہیں کیونکہ كَفَرْتُمْ کا تحقق قبل شہادت کے مقصود ہے اور وَ اسْتَكْبَرْتُمْ ؕ کا تحقق بعد شہادت کے اور هُوَ اَعْلَمُ بِمَا تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ مع اپنی تفصیل قُلْ اَرَءَيْتُمْ ...... کے ایک شق ہے اور دوسری شق ان افتریته ہے حاصل مقام کا یہ ہوا کہ تم جو مفتری کہتے ہو دو حال سے خالی نہیں یا تو میں مفتری ہوں یا مفتری نہیں شق اول منتفی ہے کیونکہ اس کے لوازم میں سے ہلاک عاجل ہے اور وہ منتفی ہے اور شق ثانی میں جو کہ واقع ہے تم کو اپنی فکر کرنا چاہئے۔ **ربط** : اوپر تحقیق نبوت میں جو مضامین مذکور تھے آگے ان میں سے بعض مفصل کا اجمال اور بعض مجمل کی تفصیل ہے جس سے تاکید مضامین سابقہ کی مستفاد ہوگی۔

تکریر و تاکید مضمون بالا باختلاف عنوان : وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (الی قولہ تعالیٰ) وَ بُشْرٰى لِلْمُحْسِنِيْنَ ۚ اور یہ کافر ایمان والوں (کے ایمان لانے) کی نسبت یوں کہتے ہیں کہ اگر یہ قرآن (جس پر یہ لوگ ایمان لائے ہیں) کوئی اچھی (یعنی سچی) چیز ہوتا تو یہ (کم درجہ کے) لوگ اس کی طرف ہم سے سبقت نہ کر تے (یعنی ہم لوگ بڑے عاقل ہیں اور یہ لوگ کم عقل ہیں اور حق بات کو عاقل پہلے قبول کرتا ہے تو اگر یہ حق ہوتا تو ہم پہلے مانتے جب ہم نے نہیں مانا تو یہ حق نہیں یہ لوگ بے عقلی سے ادھر دوڑنے لگے ہیں اور یہ قول ان کا دال ہے غایت استکبار پر جو کہ اسْتَكْبَرْتُمْ ؕ میں مذکور تھا حالانکہ اگر عقل سے مراد عقل معاش لی جاوے تو یہ مقدمہ کہ حق بات کو الخ علی الاطلاق غلط ہے اور اگر عقل سے مراد عقل معاد لی جاوے تو پہلا مقدمہ کہ ہم لوگ الخ غلط ہے پس یہ کہنا کہ اگر حق ہوتا الخ بناء الفاسد علی الفاسد ہے) اور جب (غایت استکبار و عناد کے سبب ان لوگوں کو قرآن سے ہدایت نصیب نہ ہوئی تو (بقاعدہ الناس اعداء ماجهلوا) یہی کہیں گے کہ یہ (بھی مثل) قدیمی (جھوٹے مضامین کے ایک) جھوٹ (مضمون) ہے (کقولہ تعالیٰ : اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ [الأنعام : ۲۵] اس سے ان کے اس قول مذکورہ بالا افتراہ کی وجہ پر دلالت ہوگئی کہ عناد و تعصب ہے جیسا کہ اوپر اس قول کا رد اور جواب تھا) اور اس (قرآن) سے پہلے موسیٰ

(علیہ السلام) کی کتاب نازل ہو چکی) ہے جو (امت موسویہ کے لئے بالعموم) رہنما (تھی) اور (اہل ایمان کے لئے بالخصوص) رحمت تھی (اس سے اوپر کے دو مضمونوں کی تقویت ہوگئی ایک تو اس کی کہ: مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ دوسرے اس کی وَشَهِدَ شَاهِدٌ...... کیونکہ شہادت مذکورہ بناء علی التورۃ تھی پس حاصل یہ ہوا کہ اس شاہد کا قول من حیث ہو ہو حجت نہیں ہے کہ اثبات النبوۃ بقول غیر صاحب النبوۃ کا شبہ کیا جاوے اور کہا جاوے کہ جو نبی کو نہ مانے گا وہ غیر نبی کو کیوں مانے گا بلکہ اس کا قول من حیث انه حكاية للتوراة حجت ہے پس اصل میں توریت سے احتجاج ہے اور توریت کی حقیقت پہلے سے ثابت ہے پس احتجاج میں کوئی اشکال نہیں رہا) اور جس طرح توریت میں اس کی پیشین گوئی ہے) یہ (اسی طرح کی) ایک کتاب ہے جو اس (کی پیشین گوئی) کو سچا کرتی ہے (اور) عربی زبان میں (ہے) ظالموں کے ڈرنے کے لئے اور نیک لوگوں کو بشارت دینے کے لئے (نازل ہوئی ہے) اس سے توضیح ہوگئی: اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ [المائدۃ: ۵۱] کی کیونکہ اس سے اشارۃً وعید مفہوم ہوتی ہے اس میں وعید مصرح ہوگئی گو کیفیت اب بھی مجمل ہے اور چونکہ موقع وعید میں مفہوم مخالف بالاتفاق معتبر ہے اس لئے اس وعید سے اس کے مقابلہ میں غیر ظالمین کے لئے وعدہ بھی اشارۃً مفہوم ہو گیا تھا وَبُشْرٰى لِلْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۲﴾ سے اس کی بھی تصریح ہوگئی)۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَمَآ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَلَا بِكُمْ ۚ یعنی جس کی وحی نازل نہ کی گئی ہو بقرینہ مابعد کے ارشاد کے: اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ اور آیت میں دو (۲) شخصوں پر رد ہے ایک جو اولیاء کی طرف ہر کلی و جزئی کے علم کو منسوب کرتا ہو دوسرا وہ جو اپنے اور اپنے تابعین کی نجات کا جزما حکم کرتا ہو۔

الحواشی: (۱) اور یہاں لفظ مثل اس لئے بڑھایا کہ کفار جو قرآن کو افك قديم کہتے تھے ظاہر ہے کہ خود ان کے نزدیک بھی یہ قدیم نہ تھا بلکہ قدیم کے ساتھ تشبیہ دینا مقصود تھا ۱۲ منہ۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله قبل ام يقولون اس سے بڑھ کر اشارة الى ان ام منقطعة ومعنى بل فيها الترقى كما قرر فى الترجمة ۱۲۔
۲ قوله فى افك مثل فى المدارك وقولهم افك قديم اى كذب متقادم كقولهم اساطير الاولين ۱۲۔

النحو: قوله ان افتريته جوابه مقدر اى عاجلنى بالعقوبة والمذكور مسبب عنه قوله ان كان من عند الله جوابه مقدر اى فمن اظلم منكم دل عليه قوله ان الله لا يهدى القوم الظلمين وهو قريب من قوله تعالىٰ قل ارأيتم ان كان من عند الله ثم كفرتم به من اضل ممن هو فى شقاق بعيد ۱۲۔ قوله اذ لم يهتدوا فى الروح قيل اذ تعليلية للقول وتعقب بانه معلل بكفرهم كما اذنت به الفاء آه قلت والتعقب بدفوع بان عدم الاهتداء والكفر هما شئ واحد۔

البلاغۃ: قوله وشهد الخ فى الروح الجمل المذكورات بعد الواو ليست متعاطفة على نسق واحد بل مجموع شهد فامن واستكبرتم معطوف على المجموع كان وما معه ومثله فى المفردات هو الاول والآخر والظاهر والباطن والمعنى ان اجتمع كونه من عند الله مع كفركم واجتمع شهادة الشاهد فايمانه مع استكباركم عن الايمان ۱۲۔ قوله عربيا وفائدة التقييد به مع انه معلوم لكل احد الاشعار بكونه ايسر ما يهتدىٰ به اول مخاطب والايذان بكونه معجز ۱۲۱۔

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۳﴾ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا ۭ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا ۭ وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ۭ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۙ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰي وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِيْ فِيْ ذُرِّيَّتِيْ ۚ اِنِّىْ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاِنِّىْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۵﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّاٰتِهِمْ فِيْٓ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ ۭ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿۱۶﴾ وَالَّذِيْ قَالَ لِوَالِدَيْهِ اُفٍّ لَّكُمَآ اَتَعِدٰنِنِيْٓ اَنْ اُخْرَجَ وَقَدْ

خَلَتِ الْقُرُوْنُ مِنْ قَبْلِيْ ۚ وَهُمَا يَسْتَغِيْثٰنِ اللّٰهَ وَيْلَكَ اٰمِنْ ۖ إِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚ فَيَقُوْلُ مَا هٰذَآ إِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۷﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۖ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۱۸﴾ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۚ وَلِيُوَفِّيَهُمْ اَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَى النَّارِ ۖ اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا ۚ فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ ﴿۲۰﴾ ع ۲

جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر صراط مستقیم رہے ان لوگوں پر کوئی خوف نہیں اور وہ نہ غمگین ہوں گے۔ یہ لوگ اہل جنت ہیں جو اس میں ہمیشہ رہیں گے بعوض ان کاموں کے جو وہ کرتے تھے اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے حکم دیا ہے۔ اس کی ماں نے اس کو بڑی مشقت کے ساتھ پیٹ میں رکھا اور بڑی مشقت کے ساتھ اس کو جنا اور اس کو پیٹ میں رکھنا اور اس کا دودھ چھڑانا تیس مہینے میں پورا ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ اپنی جوانی کو پہنچ جاتا ہے اور چالیس برس کو پہنچتا ہے تو کہتا ہے اے میرے پروردگار مجھ پر مداومت دیجیے کہ میں آپ کی ان نعمتوں کا شکر کیا کروں۔ جو آپ نے مجھ کو اور میرے ماں باپ کو عطا فرمائیں اور میں نیک کام کیا کروں جس سے آپ خوش ہوں اور میری اولاد میں بھی میرے لئے صلاحیت پیدا کر دیجیے میں آپ کی جناب میں تو بہ کرتا ہوں اور میں فرماں بردار ہوں۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ ہم ان کے کاموں کو قبول کر لیں گے اور ان کے گناہوں سے درگزر کریں گے اس طور پر کہ یہ اہل جنت میں سے ہوں گے اس وعدۂ صادق کی وجہ سے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا تھا اور جس نے اپنے ماں باپ سے کہا کہ تف ہے تم مجھ کو یہ وعدہ (یعنی خبر) دیتے ہو کہ میں قیامت میں دوبارہ زندہ ہو کہ قبر سے نکالا جاؤں گا۔ حالانکہ مجھ سے پہلے بہت سی امتیں گزر گئیں اور وہ دونوں اللہ سے فریاد کر رہے ہیں کہ ارے تیرا ناس ہو ایمان لا بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے تو یہ کہتا ہے کہ یہ بے سند باتیں اگلوں سے منقول چلی آ رہی ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کے حق میں بھی ان لوگوں کے ساتھ اللہ کا قول پورا ہو کر رہا۔ جو ان سے پہلے جن اور انسان ہو گزرے ہیں۔ بے شک یہ خسارے میں رہے اور ہر ایک کے لئے ان کے اعمال کی وجہ سے الگ الگ درجے ملیں گے اور تا کہ اللہ تعالیٰ سب کو ان کے اعمال پورے کر دے اور ان پر ظلم نہ ہو گا اور جس روز کفار آگ کے سامنے لائے جائیں گے کہ تم اپنی لذت کی چیزیں اپنی دنیوی زندگی میں حاصل کر چکے اور ان کو خوب برت چکے سو آج تم کو ذلت کی سزا دی جائے گی۔ اس وجہ سے کہ تم دنیا میں ناحق تکبر کیا کرتے تھے اور اس وجہ سے کہ تم نافرمانیاں کیا کرتے تھے۔

تفسیر ربط: اوپر متصلاً ظالمین کے حق میں وعید اور محسنین کے حق میں وعدہ مذکور ہوا ہے آگے اس ظلم واحسان کی اور اس وعدہ وعید کی کسی قدر تفصیل ہے۔

نبذے از اعمال ومآل متعلق اہل رشد واہل ضلال: اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ (الی قولہ تعالی) وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ ﴿۲۰﴾ جن لوگوں نے (صدق دل سے) کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے (یعنی توحید کو حسب تعلیم رسول کے قبول کیا) پھر (اس پر) مستقیم رہے (یعنی اس کو چھوڑا نہیں) سو (اس کا مقتضا یہ ہے کہ) ان لوگوں پر (آخرت میں) کوئی خوف (کی بات واقع ہونے والی) نہیں اور نہ وہ (وہاں) غمگین ہونگے (یہ تو ان کے مضرت سے بچنے کا بیان تھا اور آگے ان کے حصول منفعت کا ذکر ہے کہ) یہ لوگ اہل جنت ہیں جو اس میں ہمیشہ رہیں گے بعوض ان (نیک) کاموں کے جو کہ وہ کرتے تھے (جن میں سے ایمان واستقامت علی الایمان کا اوپر ذکر ہے) اور (جس طرح ہم نے حقوق اللہ کو واجب کیا ہے جس کا ذکر ہو چکا اسی طرح حقوق العباد کو بھی واجب کیا ہے چنانچہ ان میں سے ایک بہت بڑا حق والدین کا ہے اس لئے) ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ہے (اور بالخصوص ماں کے ساتھ اور زیادہ کیونکہ) اس کی ماں نے اس کو بڑی مشقت کے ساتھ پیٹ میں رکھا (گو وہ مشقت زیادہ بعد چندے ہوتی ہے) اور (پھر) بڑی مشقت کے ساتھ اس کو جنا اور اس کو پیٹ میں رکھنا اور اس کا دودھ چھڑانا (اکثر) تیس مہینہ (میں پورا ہوتا) ہے (اتنے دنوں طرح طرح کی مصیبت اُٹھاتی ہے اور کم وبیش ان مصیبتوں میں باپ کی بھی شرکت ہوتی ہے بلکہ اکثر امور کا انتظام عادۃً باپ ہی کو کرنا پڑتا ہے اور اپنے آرام میں خلل آ جانا یہ دونوں میں اکثر بدرجۂ مساوی ہوتا ہے اس لئے بھی ماں باپ کا حق انسان پر زیادہ واجب کیا گیا ہے۔ غرض اس کے بعد نشوونما پاتا ہے) یہاں تک کہ جب (نشوونما پاتے پاتے) اپنی جوانی کو (یعنی بلوغ کو) پہنچ جاتا ہے اور (پھر بلوغ کے بعد ایک زمانہ میں) چالیس برس (کی عمر) کو پہنچتا ہے تو (جو سعید ہوتا ہے وہ) کہتا ہے کہ اے میرے پروردگار مجھ کو اس پر مداومت دیجئے کہ میں آپ کی ان نعمتوں کا شکر کیا کروں جو آپ نے مجھ کو اور میرے ماں باپ کو عطا فرمائی ہیں (اگر ماں باپ مسلمان ہیں تب تو نعمت دینیہ بھی ورنہ نعمت دنیویہ تو ظاہر ہی ہے اور ماں باپ کی نعمت کا چونکہ اولاد پر بھی اثر پہنچتا ہے چنانچہ ان کی نعمت دنیویہ وجود وبقاء وغیرہ کی بدولت تو خود اولاد کا وجود ہی ہوتا

ہے اور نعمت دینیہ کا اثر یہ ہوتا ہے کہ ان کی تعلیم قولی و فعلی اس کے لئے واسطہ علم و عمل ہوتا ہے) اور (وہ یہ بھی کہتا ہے کہ مجھ کو اس پر بھی مداومت نصیب کیجئے کہ) میں نیک کام کیا کروں جس سے آپ خوش ہوں اور میری اولاد میں بھی میرے (نفع کے) لئے صلاحیت پیدا کر دیجئے (نفع دُنیوی یہ کہ دیکھ دیکھ کر راحت ہو اور نفع دینی یہ کہ اجر و ثواب ہو اور) میں آپ کی جناب میں (گناہوں سے بھی) توبہ کرتا ہوں اور میں (آپ کا) فرمانبردار ہوں (مقصود اس سے غلامی کا اقرار ہے نہ کہ دعویٰ فافہم ۔ حاصل مقام کا یہ ہوا کہ جو شخص سعید ہوتا ہے وہ اللہ کا حق بھی ادا کرتا ہے جیسا کہ ان معروضات [1] کا مضمون صریح اس پر دلالت کر رہا ہے اور حقوق والدین کے بھی جو کہ حقوق العباد میں سے ہیں ادا کرتا ہے جیسا : اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ ...... [النمل : ۱۹] سے مفہوم ہو رہا ہے کیونکہ منجملہ نعم الٰہیہ کے وہ نعمت بھی ہے جو والدین کے واسطہ سے ان پر ہوئی جیسا کہ علی والدی میں اس کا استحضار بھی ہو گیا اور اس کا شکر تام موقوف ہے بر بالوالدین پر کما قال تعالیٰ ان اشکر لی ولوالدیك اور اس پر مداومت کی دعا کرنا دال ہے اس پر کہ اس شخص کو اس کی رغبت ہے اور اس کا عزم ہے اور رغبت و عزم عادۃً مفضی ہو جاتے ہیں فعل کی طرف پس ان وسائط سے اس شخص سے صدور و ادائے حقوق والدین کا مفہوم ہو گیا آگے ان اعمال کا مآل فرماتے ہیں کہ) یہ وہ لوگ ہیں کہ ہم ان کے نیک کاموں کو قبول کر لیں گے اور ان کے گناہوں سے درگذر کر دیں گے اس طور پر کہ یہ اہل جنت میں سے ہوں گے (یہاں توبہ پر جو کہ تبت الیك میں مذکور ہے تجاوز کے مرتب فرمانے سے یہ نہ سمجھا جاوے کہ بدوں توبہ کے گناہ معاف نہیں ہوتے کیونکہ فضل محض سے بھی معاف ہو جاتے ہیں اصل یہ کہ یہاں توبہ پر تجاوز کا توقف مقصود نہیں بلکہ وعدہ تجاوز کا توقف مقصود ہے سو غایت مافی الباب بدوں توبہ کے وعدہ تجاوز نہ ہوگا لیکن تجاوز خود وعدہ ہی پر موقوف نہیں ہے بدون وعدہ کے بھی تجاوز ہو سکتا ہے اور یہ سب) اس وعدہ صادقہ کی وجہ سے (ہوا) جس کا ان سے (دنیا میں) وعدہ کیا جاتا تھا (یہاں تک تو اہل سعادت و محسنین کا بیان ہوا آگے اہل شقاوت و ظالمین کا ذکر ہے یعنی) اور جس نے (حقوق اللہ و حقوق العباد دونوں کو ضائع کیا جیسا اس کے اس حال سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے) اپنے ماں باپ سے کہا (جن کا حق حقوق العباد میں نہایت مؤکد ہے خصوص جب کہ وہ مسلمان بھی ہوں اور خصوص جب کہ وہ اس کو بھی اسلام کی تعلیم کرتے ہوں مگر اس شقی نے باوجود اتنے دواعی ادائے حقوق کے ان سے جب کہ وہ اس کو دعوت الی الدین کر رہے تھے یوں کہا) کہ تف ہے تم پر کیا تم مجھ کو یہ وعدہ (یعنی خبر) دیتے ہو کہ میں (قیامت میں دوبارہ زندہ ہو کر) قبر سے نکالا جاؤں گا مجھ سے پہلے حالانکہ بہت سی امتیں گزر گئیں (جن سے ہر زمانہ میں ان کے پیغمبر یوں ہی وعدے دیتے چلے آئے مگر آج تک کسی وعدہ کا ظہور نہ ہوا اس سے معلوم ہوا کہ یہ سب باتیں ہی باتیں ہیں) اور وہ دونوں (غریب ماں باپ اس کے اس انکار سے کہ کفر عظیم ہے گھبرا کر) اللہ سے فریاد کر رہے ہیں (اور غایت دردمندی سے اس سے کہہ رہے ہیں) کہ ارے تیرا ناس ہو ایمان لا (اور قیامت کو بھی برحق سمجھ) بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے تو یہ (اس پر بھی) کہتا ہے کہ یہ بے سند باتیں اگلوں سے منقول چلی آ رہی ہیں (مطلب یہ کہ ایسا شقی ہے کہ کفر اور عقوق دونوں کا مرتکب ہے اور عقوق بھی اس درجہ کا کہ ماں باپ کی مخالفت کے ساتھ ان سے کلام میں بھی بدتمیزی اور درشتی کرتا ہے آگے ان اعمال کا مآل فرماتے ہیں کہ) یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کے حق میں بھی ان لوگوں کے ساتھ اللہ کا قول (یعنی وعدۂ عذاب) پورا ہو کر رہا جو ان سے پہلے جن اور انسان (کفار) ہو گزرے ہیں بے شک یہ (سب) خسارہ میں رہے اور (آگے تفصیل مذکور کو بطور خلاصہ و اجمال کے فرماتے ہیں کہ فریقین مذکورین میں سے) ہر ایک (فریق) کے لئے ان کے اعمال (مختلفہ) کی وجہ سے الگ الگ درجے (کسی کو جنت کے کسی کو دوزخ کے) ملیں گے اور (مختلف درجے اس لئے ملیں گے) تا کہ اللہ تعالیٰ سب کو ان کے اعمال (کی جزا) پوری کر دے اور ان پر (کسی طرح کا) ظلم نہ ہوگا اور (اوپر ان ظالمین کے عذاب کی تعیین نہ آئی تھی مبہماً فرما دیا تھا حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ اور كَانُوْا خٰسِرِيْنَ اور محسنین کی جزاء میں جنت علی التعیین فرما دی تھی اس لئے آگے تعیین عذاب کی فرماتے ہیں کہ وہ دن یاد کرنے کے قابل ہے) جس روز کفار آگ کے سامنے لائے جاویں گے (اور ان سے کہا جاوے گا) کہ تم اپنی لذت کی چیزیں اپنی دنیوی زندگی میں حاصل کر چکے (یہاں کوئی لذت تم کو نصیب نہ ہو گی) اور ان کو خوب برت چکے (حتیٰ کہ اس میں پڑ کر ہم کو بھی بھول گئے) سو آج تم کو ذلت کی سزا دی جاوے گی (چنانچہ سزا کے لئے نار ہے اور ذلت میں سے یہ ملامت اور پھٹکار ہے) اس وجہ سے کہ تم دنیا میں ناحق تکبر کیا کرتے تھے ۔ فِي الْاَرْضِ کی قید اس اشارہ کے لئے ہے کہ ارض پر رہ کر تکبر کرنا اور بھی زیادہ مذموم ہے اور بغیر الحق قید واقعی ہے کیونکہ مخلوق سے صدور تکبر کا ہمیشہ بغیر الحق ہی ہوگا اور استکبار سے مراد استکبار عن الایمان ہے کہ عذاب خلود اسی کے خواص سے ہے) اور اس وجہ سے کہ تم نافرمانیاں کیا کرتے تھے (اس میں تمام کفریات و فسقیات و وجوہ ظلم داخل ہو گئے) ۔

ف : اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ...... کی تقریر میں بندہ نے جو کہا ہے کہ اس کا مقتضا یہ ہے اس سے مقصود ایک شبہ کا رفع کرنا ہے شبہ یہ ہے کہ مؤمن مستقیم بالمعنی المذکور کا بھی احیاناً بوجہ دوسرے معاصی کے مبتلائے خوف و حزن ہونا ثابت ہے ۔ جواب یہ ہے کہ اس سے ایمان و استقامت کے اقتضاء میں کوئی نقص نہیں ہوا کیونکہ اگر مقتضی پر مقتضا کا ترتب بوجہ کسی مانع کے نہ ہو تب بھی وہ مقتضی ہے اور حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا کے ترجمہ میں جو بالخصوص کہا ہے اس سے وجہ مکارہ ام کی تخصیص ذکری کے معلوم ہو گئی اور ماں کا حق زیادہ ہونا اشارۃً حدیث سے بھی مفہوم ہوتا ہے چنانچہ صحاح میں ہے کہ ایک شخص نے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم

سے عرض کیا کہ میں کس کی خدمت زیادہ کروں فرمایا ماں کی اس نے پوچھا پھر کس کی آپ نے فرمایا ماں کی اس نے پوچھا پھر کس کی آپ نے فرمایا ماں کی اس نے پوچھا پھر کس کی اس وقت آپ نے فرمایا کہ پھر باپ کی اور حتّٰی اذا بلغ سے پہلے ذکر حقوق والدین میں جو احقر نے کہا ہے) اس کے بھی یہ اس لئے کہ اگر ماں اتنی مشقتیں نہ اُٹھاوے یا باپ بالکل نہ اٹھاوے تب بھی والدین کا حق اولاد کے ذمہ ہے اور حمل و فصال کی مدت جو تیس مہینہ یعنی اڑھائی برس فرمائی سو جمہور کے نزدیک اس حساب پر مبنی ہے کہ اقل مدت حمل چھ ماہ اور اکثر مدت رضاعت دو سال مجموعہ اڑھائی سال ہو گیا اب یہ بات کہ ایک چیز کی اقل مدت فرمائی اور دوسری کی اکثر مدت سو اس کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ منضبط یہی مدتیں ہیں بخلاف اکثر مدت حمل کے کہ کسی دلیل قطعی سے منضبط نہیں اور اسی طرح اقل مدت رضاعت کی کہ وہ بھی منضبط نہیں اور اقل مدت حمل چھ مہینے ہونے کے متعلق روح المعانی میں جالینوس اور ابن سینا کا مشاہدہ لکھا ہے صرف جالینوس کے مشاہدہ کی ہوئی حکایت میں چھ ماہ سے چار دن زائد ہو گئے تھے۔ اور سہل تر یہ ہے کہ مجموعہ کو عادۃً غالبہ پر محمول کیا جاوے کہ حمل نو ماہ اور مدت رضاع پونے دو سال کہ اکثر عورتیں دو سال کے قبل دودھ چھڑا دیتی ہیں اور مدارک میں امام ابوحنیفہؒ سے اس کی تفسیر میں نقل کیا ہے حمله بالاكف یعنی گود میں اور ہاتھوں پر لئے لئے پھرنا جو کہ ایام شیر خواری میں غالب الوقوع ہے پس اس تفسیر میں یہ آیت دال ہوگی مدت رضاع کے اڑھائی سال ہونے پر جیسا امام صاحب کا مذہب ہے۔ اور امور مذکورہ فی المقام میں اس طرح ترتیب ہوگی اول حمل فی البطون پھر وضع پھر حمل بالاکف اور فصال۔ اور حولین کاملین کا یہ جواب ہوسکتا ہے کہ وہ مدت مطلق رضاع کی نہیں بلکہ رضاعت بالاجرت کی ہے یعنی کب تک باپ سے دودھ پلانے کی اُجرت لی جاوے گی۔ احقر کہتا ہے کہ گو فتویٰ جمہور ہی کے قول پر ہے مگر احتیاط یہ ہے کہ دودھ پلانے میں تو دو سال سے زائد نہ پلاویں اور اگر کسی نے دو سال کے بعد پیا ہو تو نکاح میں احتیاط رکھیں واللہ اعلم اور بلوغ اشد کا ذکر تو طیہ ذکر اربعین کا ہے اور بَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً سے تقیید حکم کی مقصود نہیں کہ اس سے کم میں ایسا نہ ہونا چاہئے بلکہ مقصود یہ ہے چالیس برس کے بعد پھر غفلت نہ ہونی چاہئے کیونکہ جوانی میں قوۃ عقلیہ مغلوب ہوتی ہے اور چالیس سال پر قوت عقلیہ کامل غالب ہوتی ہے تو اس وقت توجہ الی اللہ بہت ضرور ہے اور اگر آیت کا مورد کوئی خاص قصہ ہے جیسا درمنثور میں ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت صدیقؓ کی شان میں وارد ہے اور انہوں نے یہ بات چالیس سال کی عمر میں کہی تھی چنانچہ وہ اس طرح پوری ہوئی کہ یہ خود تو مع اپنی اولاد کے پہلے ہی اسلام لائے ہوئے تھے فتح مکہ کے بعد ان کے والد ابوقحافہ بھی مسلمان ہو گئے تھے اور ان کی والدہ ام الخیر بھی مسلمان تھیں کذافی الروح والخازن تو تخصیص اربعین کی وجہ سے ظاہر ہے مگر محققین عموم پر محمول کرتے ہیں اور روایات خصوص مورد کو اس پر محمول کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ بھی اس کے اول مصداق ہیں اور دوسری آیت وَالَّذِيْ قَالَ لِوَالِدَيْهِ ...... کو جو مروان نے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کی شان میں بتلایا ہے صحیح بخاری میں حضرت عائشہؓ سے اس کی تکذیب منقول ہے۔ مروان نے محض عداوت سے کہہ دیا تھا ویؤیدہ قولہ تعالیٰ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ لان ایمانہ یستلزم عدم دخوله فی الذین حق علیهم القول فافهم اور جتنے قیود دونوں مضمونوں میں ہیں وہ سب تمثیل ہے تخصیص نہیں چنانچہ جزا و سزا مجموعہ قیود پر موقوف نہیں اور استمتاع سے مراد مطلق استمتاع نہیں کہ وہ غیر مذموم ہے بلکہ استمتاع مؤدی الی الکفر جیسا تقریر ترجمہ میں اس طرف اشارہ ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا اس میں زہد پر دلالت ہے اس پر کہ دنیا میں توسع موجب خطر ہے مگر مطلقاً نہیں بلکہ جب معاصی کے ساتھ ہو چنانچہ آگے ارشاد ہے: وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ۔

الحواشی: (۱) ان معروضات الخ اقول ان جملوں کو لفظ معروضات سے اس لئے تعبیر کیا کہ یہ جملے دعاء کے صیغہ سے مذکور ہوئے ہیں ۱۲ منہ۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله قبل حتى نشونما اشارة الى المغيابحتى يعنى) حتّٰى عاش الخ۔ ۲ قوله فى اشده بلوغ نظير قوله تعالٰى فى الانعام وفى سورة بنى اسرائيل ولا تقربوا مال اليتيم الا بالتى هى احسن حتّٰى يبلغ اشده ۱۲۔ ۳ قوله قبل وليو فيهم مختلف درجے الخ اشارة الى متعلق لام کے ۱۲۔

اللغات: كرهًا مشقة و ثقلا قوله اورعنى انظر فى سورة النمل ۱۲

النحو: قوله مما عملوا من للتعليل ۱۲۔ اذا بلغ العامل فيه قال رب الخ ۱۲۔ قوله وعد الصدق مفعول به للمقدر اى انجز او مفعول له لنتقبل ونتجاوز قوله والذى قال مبتدأ خبره اولٰئك الذين الخ والمراد بالذى جنس القائل فلذلك اورد الخبر مجموعا ويجوز ان يكون الخبر عاما فى القائل وفى امثاله قوله يوم يعرض عامله يقال المقدر ولا مذكور من قوله اذهبتم مقول لهذا القول المقدر ۱۲۔

البلاغۃ: قوله كرها اى حملا ذات كره قوله وحمله اى مدة حمله ۱۲۔ قوله اصلح لى فى ذريتى بفى مع انه يعدى بلا واسطة حرف لتنزيله منزلة اللازم اى اجعل الصلاح ساريا فى ذريتى راسخا فيهم ۱۲۔ قوله اف لكما اللام للتبيين ومعنى التبيين انى اقول لكما قوله يستغيثٰن اى يقولان الغياث بالله تعالٰى منك والمراد انكار قوله واستعظامه كانهما لجاء الى الله سبحانه فى دفعه كما يقال العياذ

باللہ تعالٰی من کذا قوله ویلک اصله دعاء بالثبور یقام مقام الحث علی الفعل او ترکه اشعارا بان ما هو مرتکب له حقیق بان یهلک مرتکبه وان یطلب له الهلاک کذا فی الروح قوله اذهبتم کنایة عن عدم الایمان المسبب عنه حرمانهم عن طیبات الآخرة والا فمطلق الاستمتاع بالطیبات لا یترتب علیه عذاب الهون المشعر بترتبه الفاء ۱۲۔

وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ اِذْ اَنْذَرَ قَوْمَهٗ بِالْاَحْقَافِ وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖٓ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۲۱﴾ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَاْفِكَنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۲﴾ قَالَ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۖ وَاُبَلِّغُكُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ﴿۲۳﴾ فَلَمَّا رَاَوْهُ عَارِضًا مُّسْتَقْبِلَ اَوْدِيَتِهِمْ ۙ قَالُوْا هٰذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ؕ بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهٖ ؕ رِيْحٌ فِيْهَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۴﴾ تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍۭ بِاَمْرِ رَبِّهَا فَاَصْبَحُوْا لَا يُرٰٓى اِلَّا مَسٰكِنُهُمْ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۲۵﴾ وَلَقَدْ مَكَّنّٰهُمْ فِيْمَآ اِنْ مَّكَّنّٰكُمْ فِيْهِ وَجَعَلْنَا لَهُمْ سَمْعًا وَّاَبْصَارًا وَّاَفْـِٕدَةً ۖ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ سَمْعُهُمْ وَلَآ اَبْصَارُهُمْ وَلَآ اَفْـِٕدَتُهُمْ مِّنْ شَيْءٍ اِذْ كَانُوْا يَجْحَدُوْنَ ۙ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى وَصَرَّفْنَا الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً ؕ بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ ۚ وَذٰلِكَ اِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۸﴾

اور آپ قوم عاد کے بھائی کا ذکر کیجیے جب کہ انہوں نے اپنی قوم کو جو کہ ایسے مقام پر رہتے ہیں کہ وہاں ریگ کے مستطیل خم دار تودے تھے اس پر ڈرایا کہ تم خدا کے سوا کسی کی عبادت مت کرو اور ان سے پہلے اور ان پیچھے بہت ڈرانے والے پیغمبر اب تک گزر چکے ہیں۔ مجھ کو تم پر ایک دن کے عذاب کا اندیشہ ہے وہ کہنے لگے کیا تم ہمارے پاس اس ارادے سے آئے ہو کہ ہم کو ہمارے معبودوں سے پھیر دو۔ سو اگر تم سچے ہو تو جس کا تم ہم سے وعدہ کرتے ہو اس کو ہم پر واقع کردو۔ انہوں نے فرمایا کہ پورا علم تو خدا ہی کو ہے اور ان کو تو جو پیغام دے کر بھیجا گیا ہے میں تم کو وہ پہنچا دیتا ہوں لیکن میں تم کو دیکھتا ہوں کہ تم لوگ نری جہالت کی باتیں کرتے ہو۔ سو ان لوگوں نے جب اس بادل کو اپنی وادیوں کے مقابل آتے دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ تو بادل ہے جو ہم پر برسے گا نہیں نہیں بلکہ یہ وہی ہے جس کی تم جلدی مچاتے تھے۔ ایک آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے وہ ہر چیز کو اپنے رب کے حکم سے ہلاک کردے گی۔ چنانچہ وہ ایسے ہو گئے کہ بجز ان کے مکانات اور کچھ نہ دکھائی دیتا تھا۔ ہم مجرموں کو یونہی سزا دیا کرتے تھے۔ اور ہم نے ان لوگوں کو ان باتوں میں قدرت دی تھی کہ تم کو ان باتوں میں قدرت نہیں دی اور ہم نے ان کو کان اور آنکھ اور دل دیئے تھے۔ سو چونکہ وہ لوگ آیات الٰہی سے انکار کرتے تھے۔ اس لئے ان کے کان ان کے ذرا کام آئے اور نہ ان کی آنکھ اور نہ ان کے دل اور جس کی وہ ہنسی کرتے تھے اسی نے ان کو آ گھیرا اور ہم نے تمہارے آس پاس کی اور بستیاں بھی غارت کی ہیں اور ہم نے بار بار نشانیاں بتلا دی تھیں۔ تاکہ وہ باز آئیں سو اللہ تعالیٰ کے سوا جن جن چیزوں کو انھوں نے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کو اپنا معبود بنا رکھا ہے انہوں نے ان کی مدد کیوں نہ کی۔ بلکہ وہ سب ان سے غائب ہو گئے اور وہ محض ان کی تراشی ہوئی اور گھڑی ہوئی بات ہے۔

تفسیر ربط: اوپر آیات متصلہ میں اہل مکہ کو سنانے کے لئے کفر اور انہماک فی الدنیا کی قباحت اور مذمت مذکور ہے آگے قصہ عاد کی کہ وہ بھی عرب تھے تذکیر ہے جس سے مقصود مضمون بالا کی تاکید و تقریر ہے۔

قصہ عاد: وَاذْكُرْ اَخَا عَادٍ (الی قوله تعالٰی) وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۲۶﴾ اور آپ قوم عاد کے بھائی (یعنی ہود علیہ السلام) کا (ان سے) ذکر کیجئے جب کہ انہوں نے اپنی قوم کو جو کہ ایسے مقام پر رہتے تھے کہ وہاں ریگ کے مستطیل خم دار تودے تھے (یہ تقیید استحضار فی ذہن الناظرین کے لئے ہے) اس (بات) پر (عذاب الٰہی سے) ڈرایا کہ تم خدا کے سوا کسی کی عبادت مت کرو (ورنہ تم پر عذاب نازل ہوگا) اور (یہ ایسی ضروری اور صحیح بات ہے کہ) ان (ہود

علیہ السلام) سے پہلے اور ان سے پیچھے (اسی مضمون کے متعلق) بہت سے ڈرانے والے (پیغمبر اب تک) گزر چکے ہیں (اور عجب نہیں کہ ہود علیہ السلام نے ان سب کا متفق ہونا دعوت الی التوحید میں ان کے سامنے بیان کیا ہو پس جملہ وَقَدْ خَلَتِ النُّذُرُ کا بیچ میں بڑھا دینا اُن فوائد کے لئے ہے کہ مضمون دعوت کی تاکید ہو جاوے اور ہود علیہ السلام نے انذار میں یہ فرمایا کہ) مجھ کو تم پر ایک بڑے (سخت) دن کے عذاب کا اندیشہ ہے (ورنہ توحید قبول کرلو) وہ کہنے لگے کیا تم ہمارے پاس اس ارادہ سے آئے ہو کہ ہم کو ہمارے معبودوں سے پھیر دو سو (ہم تو پھرنے والے ہیں نہیں باقی) اگر تم سچے ہو تو جس (عذاب) کا تم ہم سے وعدہ کرتے ہو اس کو ہم پر واقع کردو انہوں نے فرمایا کہ پورا علم تو خدا ہی کو ہے (کہ عذاب کب تک آوے گا) اور مجھ کو تو جو پیغام دے کر بھیجا گیا ہے میں تم کو وہ پہنچا دیتا ہوں (چنانچہ اس میں مجھ سے یہ بھی کہا گیا ہے کہ تم پر عذاب آوے گا میں نے تم کو اطلاع کردی اس سے زیادہ نہ مجھ کو علم ہے اور نہ قدرت) لیکن میں تم کو دیکھتا ہوں کہ تم لوگ نری جہالت کی باتیں کرتے ہو (کہ ایک تو توحید کو نہیں قبول کرتے پھر اپنے منہ سے بلا مانگتے ہو پھر مجھ پر اس کی فرمائش کرتے ہو البتہ اپنے صدق کا میں مدعی ہوں جس پر دلیل قائم کر چکا ہوں اور جس واقعہ میں تم کو شبہ ہو اس کا وقت وقوع مجھ کو نہیں بتلایا گیا ہاں نفس وقوع کو جب اللہ چاہے دیکھ لینا غرض جب کسی طرح انہوں نے حق کو قبول نہ کیا اب عذاب کا اس طرح سامان شروع ہوا کہ اول ایک بادل اٹھا) سو ان لوگوں نے جب اس بادل کو اپنی وادیوں کے مقابل آتا دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ تو بادل ہے جو ہم پر برسے گا (ارشاد ہوا کہ) نہیں (برسنے والا بادل) نہیں بلکہ یہ وہی (عذاب) ہے جس کی تم جلدی مچاتے تھے (کہ وہ عذاب جلدی لاؤ اور اس بادل میں) ایک آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے وہ (آندھی) ہر چیز کو (جس کے ہلاک کرنے کا حکم ہوگا) اپنے رب کے حکم سے ہلاک کردے گی چنانچہ (وہ آندھی چھٹی اور آدمیوں کو اور مواشی کو اُٹھا اُٹھا کر پٹک دیتی تھی جس سے) وہ ایسے (تباہ) ہو گئے کہ بجز ان کے مکانات کے اور کچھ (آدمی اور حیوان) نہ دکھلائی دیتا تھا ہم مجرموں کو یوں ہی سزا دیا کرتے ہیں اور ہم نے ان (قوم عاد کے) لوگوں کو ان باتوں میں قدرت دی تھی کہ تم کو ان باتوں میں قدرت نہیں دی (مراد ان باتوں سے وہ تصرفات ہیں جو قوت جسمی و مالی پر موقوف ہیں) اور ہم نے ان کو کان اور آنکھ اور دل (سب ہی کچھ) دیئے تھے سو چونکہ وہ لوگ آیات الٰہیہ کا انکار کرتے تھے اسی لئے (جب ان پر عذاب آیا ہے تو) نہ ان کے کان ان کے ذرا کام آئے اور نہ ان کی آنکھیں اور نہ ان کے دل اور جس (عذاب) کی وہ ہنسی اُڑایا کرتے تھے اسی نے ان کو آ گھیرا (یعنی نہ ان کے حواس ان کو عذاب سے بچا سکے اور نہ ان کی تدبیر جس کا ادراک قلب سے ہوتا ہے اور نہ ان کی قوت پس تمہاری تو کیا حقیقت ہے) ۔ **ف**: ان لوگوں کا مسکن بقول اکثر بلاد یمن میں تھا اور وہاں ریگ کے تودے تھے عرب کے لوگ تجارت کے لئے اکثر سفر کیا کرتے تو ان مقامات پر گزرتے تھے اور آدمیوں کا اور مواشی کا اس ہوا میں اُڑے اُڑے پھرنا دُرمنثور میں ابن عباسؓ سے مروی ہے اور وادی کہتے ہیں نشیبی زمین کو جہاں پانی جمع ہو جاتا ہے اسی وجہ سے کبھی اس کا ترجمہ میدان سے کیا جاتا ہے اور کبھی ندی نالہ سے۔ **ربط**: اوپر عاد کا قصہ تفصیلاً مذکور تھا آگے اور اُمم مہلکہ کا قصہ کہ اہل مکہ ان کے مساکن پر بھی گزرتے تھے اجمالاً مذکور ہے۔

قصۂ اجمالیہ بعض دیگر امم مُہلکہ: وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا (الی قولہ تعالیٰ) وَمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝ اور ہم نے تمہارے آس پاس کی اور بستیاں بھی (اس کفر وشرک کے سبب) غارت کی ہیں (جیسے ثمود و قوم لوط کہ شام کو جاتے ہوئے ان کے مساکن سے گزرتے تھے اور چونکہ مکہ سے ایک طرف یمن ہے دوسری جہت میں شام ہے اس لئے مَا حَوْلَكُمْ فرمادیا اور ہم نے ہلاک کرنے سے پہلے (ان کی فہمائش کے لئے) بار بار اپنی نشانیاں (ان کو) بتلا دی تھیں تاکہ وہ (کفر وشرک سے) باز آئیں (مگر باز نہ آئے اور ہلاک ہوئے) سو خدا کے سوا جن جن چیزوں کو انہوں نے خدا تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کو اپنا معبود بنا رکھا تھا (کہ یہ مصیبت میں ہمارے کام آویں گے ہلاک وعذاب کے وقت) انہوں نے ان کی مدد کیوں نہ کی بلکہ وہ سب ان سے غائب ہو گئے اور وہ (معبود اور شفیع سمجھنا) محض ان کی تراشی ہوئی اور گھڑی ہوئی بات ہے اور کہیں واقع میں وہ شفیع یا معبود تھوڑا ہی تھے) ۔

ربط: اوپر تَسْتَكْبِرُوْنَ فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَفْسُقُوْنَ ۝ میں کفار مکہ کو سنانے کے لئے کفر واستکبار کی مذمت مذکور ہے آگے اسی کی تاکید کے لئے بطور تعبیر کے بعض جنات کے اسلام لانے کا قصہ بیان کیا جاتا ہے جس کا حاصل مقصود باعتبار مقام کے یہ ہے کہ جنات جو کہ تکبر میں انسان سے زیادہ ہوتے ہیں وہ تو تکبر چھوڑ کر کفر سے دست بردار ہو گئے مگر تم کہ انسان ہو تکبر اور کفر سے باز نہیں آتے اور جن جنات کے ایمان لانے کا اس آیت میں ذکر ہے ان کا قصہ حدیثوں میں اس طرح آیا ہے کہ جب بعثت نبویہؐ کے وقت جنات کو آسمانی خبریں سننے سے بذریعہ شہب روک دیا گیا تو جنات میں تذکرہ ہوا کہ اس کا سبب تحقیق کرنا چاہئے کہ کون سا نیا واقعہ دنیا میں ہوا ہے جس کے سبب یہ امر ہو گیا جنات مختلف اقطار میں تحقیق کے واسطے روانہ ہوئے بعضے جنات حجاز کی طرف بھی چلے اس روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم مع اپنے چند اصحاب کے بطن نخلہ میں کہ ایک مقام کا نام ہے تشریف رکھتے تھے اور سوق عکاظ کو تشریف لے جانے کا قصد تھا (غالباً بغرض دعوت اسلام وتبلیغ دین تشریف لے جاتے تھے) غرض آپؐ صبح کی نماز پڑھا رہے تھے جو وہ جنات یہاں پہنچے قرآن سن کر کہنے لگے کہ بس وہ نئی بات جو ہمارے اور خبر آسمانی کے درمیان حائل ہوگئی یہ ہے رواہ احمد وعبد بن حمید والشیخان والترمذی والنسائی وجماعة عن ابن عباسؓ

اور ایک روایت میں ہے کہ وہ جنات جب یہاں آئے باہم کہنے لگے کہ خاموش ہو کر قرآن سنو جب آپ نماز صبح سے فارغ ہوئے معتقد اور مؤمن ہو کر اپنی قوم کے پاس واپس گئے اور ان کو خبر اور ایمان کی ترغیب دی اور آپ کو ان کے آنے جانے کی خبر نہیں ہوئی یہاں تک کہ سورۂ جن کے نزول سے آپ کو خبر دی گئی ۔ رواہ ابن المنذر عن عبد الملک ۔ اور ایک روایت میں ہے کہ یہ جن اہل نصیبین سے تھے اور نو شخص تھے جب انہوں نے اپنی قوم کو خبر پہنچائی تو ان میں سے ستر اشخاص اسلام لانے کے لئے حاضر خدمت ہوئے ۔ رواہ ابو نعیم والواقدی عن کعب الاحبار والروایات کلھا فی الروح اور دوسری حدیثوں میں جنات کے آنے کی اور طور پر بھی روایتیں آتی ہیں مگر چونکہ یہ سب واقعات متعددہ ہیں اس لئے تعارض کا شبہ نہ کیا جاوے ۔ کذا قالوا ویؤیدہ ما اخرجه الطبرانی فی الاوسط وابن مردویه عن الحبرانه قال صرفت الجن الی رسول الله صلی الله علیه وسلم مرتین آه ای مرة بعد مرة لما قال الخفا جی انه قد دلت الاحادیث علی ان افادة الجن کانت ست مرات کذا فی الروح۔

اللغات: الاحقاف جمع حقف وهو المعوج من الرمل کذا فی القاموس وفی الروح رمل مستطیل فیه اعوجاج آه ۱۲۔ العارض السحاب ۱۲۔

النحو: وقد خلت الخ جملة معترضة کذا فی المدارك ۱۲۔ قوله رأوه الضمیر عائد الی الموعود او هو مبهم یوضحه قوله عارض ای سحاب عرض فی نواحی السماء والاضافة فی قوله مستقبل اودیتهم وممطرنا عقلیة ولهذا صح وقوعها صفة للنکرة ۱۲۔ قوله الذین اتخذوا الخ فی المدارك احد مفعولی اتخذوا محذوف ای اتخذوهم والثانی آلهة وقربانا حال وهو مصدر او اسم لما یتقرب الی الله عز وجل ۱۲۔

البلاغة: قوله قربانا صرح به تهکما بهم وتنبیها علی خطائهم۔ قوله ذلك افکهم وما کانوا یفترون کرر معنی لا قتضاء المقام التاکید ۱۲۔

وَإِذْ صَرَفْنَآ إِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُونَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوهُ قَالُوٓا أَنصِتُوا ۖ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا إِلَىٰ قَوْمِهِم مُّنذِرِينَ ﴿۲۹﴾ قَالُوا يَٰقَوْمَنَآ إِنَّا سَمِعْنَا كِتَٰبًا أُنزِلَ مِنۢ بَعْدِ مُوسَىٰ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيٓ إِلَى الْحَقِّ وَإِلَىٰ طَرِيقٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿۳۰﴾ يَٰقَوْمَنَآ أَجِيبُوا دَاعِيَ اللَّهِ وَاٰمِنُوا بِهِۦ يَغْفِرْ لَكُم مِّن ذُنُوبِكُمْ وَيُجِرْكُم مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿۳۱﴾ وَمَن لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللَّهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْأَرْضِ وَلَيْسَ لَهُۥ مِن دُونِهِۦٓ أَوْلِيَآءُ ۚ أُولَٰٓئِكَ فِي ضَلَٰلٍ مُّبِينٍ ﴿۳۲﴾ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَٰوَٰتِ وَالْأَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقَٰدِرٍ عَلَىٰٓ أَن يُحْـِۧيَ الْمَوْتَىٰ ۚ بَلَىٰٓ إِنَّهُۥ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۳۳﴾ وَيَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِينَ كَفَرُوا عَلَى النَّارِ أَلَيْسَ هَٰذَا بِالْحَقِّ ۖ قَالُوا بَلَىٰ وَرَبِّنَا ۚ قَالَ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿۳۴﴾ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا تَسْتَعْجِل لَّهُمْ ۚ كَأَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوعَدُونَ لَمْ يَلْبَثُوٓا إِلَّا سَاعَةً مِّن نَّهَارٍ ۚ بَلَٰغٌ ۚ فَهَلْ يُهْلَكُ إِلَّا الْقَوْمُ الْفَٰسِقُونَ ﴿۳۵﴾

اور جب کہ ہم جنات کی ایک جماعت کو آپ کی طرف لے آئے جو قرآن سننے لگے تھے ۔ جب وہ لوگ قرآن کے پاس پہنچے کہنے لگے کہ خاموش رہو پھر جب قرآن پڑھا جا چکا تو وہ لوگ اپنی قوم کے پاس خبر پہنچانے کے واسطے واپس گئے کہنے لگے اے بھائیو ہم ایک کتاب سن کر آئے ہیں ۔ جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی ہے جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے حق اور راہ راست کی طرف رہنمائی کرتی ہے اے بھائیو! اللہ کی طرف بلانے والے کا کہنا مانو اور اس پر ایمان لے آ وَ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف کر دے گا ۔ اور تم کو عذاب دردناک سے محفوظ رکھے گا اور جو شخص اللہ کی طرف بلانے والے کا کہنا نہ مانے گا تو وہ زمین میں ہرا نہیں سکتا اور خدا کے سوا کوئی اس کا حامی بھی نہ ہوگا ۔ ایسے لوگ صریح گمراہی میں ہیں ۔ کیا ان لوگوں نے یہ نہ جانا کہ جس خدا نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا اور ان کے پیدا کرنے میں ذرا تھکا نہیں وہ اس پر قدرت

رکھتا ہے کہ مردوں کو زندہ کر دے گا۔ کیوں نہ ہو بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے اور جس روز وہ کافر لوگ دوزخ کے سامنے لائے جائیں گے کیا یہ دوزخ امر واقعی نہیں ہے وہ کہیں گے کہ ہم کو اپنے پروردگار کی قسم یہ ضرور امر واقعی ہے۔ ارشاد ہوگا تو اپنے کفر کے بدلہ میں اس کا عذاب چکھو۔ تو آپ صبر کیجئے جیسے اور ہمت والے پیغمبروں نے صبر کیا تھا اور ان لوگوں کے لئے انتقام الٰہی کی جلدی نہ کیجئے اور جس روز یہ لوگ اس چیز کو دیکھیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے تو گویا یہ لوگ دن بھر میں ایک گھڑی رہے تھے یہ پہنچا دینا ہے سو وہی برباد ہوں گے جو نافرمانی کریں گے۔

تفسیر: قصہ ایمان آوردن جن ووعظ شان بقوم خود: وَاِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ (الی قولہ تعالٰی) اُولٰٓئِكَ فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ اور (ان سے اس وقت کا قصہ ذکر کیجئے) جبکہ ہم جنات کی ایک جماعت کو آپ کی طرف لے آئے جو (اخیر میں یہاں پہنچ کر) قرآن سننے لگے غرض جب وہ لوگ قرآن (کے پڑھے جانے کے موقع) کے پاس آ پہنچے تو (آپس میں) کہنے لگے کہ خاموش رہو (اور اس کلام کو سنو) پھر جب قرآن پڑھا جا چکا (یعنی جتنا اس وقت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں پڑھنا تھا ختم ہو چکا) تو وہ لوگ (اس پر ایمان لے آئے اور) اپنی قوم کے پاس (اس کی) خبر پہنچانے کے واسطے واپس گئے (اور جا کر ان سے) کہنے لگے کہ اے بھائیو ہم ایک (عجیب) کتاب سن کر آئے ہیں جو موسیٰ (علیہ السلام) کے بعد نازل کی گئی ہے جو اپنی پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے (اور دین) حق اور راہ راست کی طرف رہنمائی کرتی ہے (یہ تو اثبات واخبار واظہار ہے حقیقت دین اسلام کا آگے امر ہے اس کے قبول کرنے کا اول ترغیباً پھر ترہیباً یعنی) اے بھائیو! تم اللہ کی طرف بلانے والے کا کہنا مانو (مراد داعی سے قرآن یا نبی ذی شان ہیں) اور (کہنا ماننا یہ ہے کہ) اس پر ایمان لے آؤ (اس میں اشارہ ہو گیا کہ وہ ایمان لانے کی طرف داعی ہے نہ کہ اور کسی دنیوی غرض کی طرف پس اگر تم ایسا کرو گے تو) اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور تم کو عذاب دردناک سے محفوظ رکھے گا اور جو شخص اللہ کی طرف بلانے والے کا کہنا نہ مانے گا تو وہ زمین (کے کسی حصہ) میں (بھاگ کر خدا کو) ہرا نہیں سکتا (یعنی اس طرح کہ ہاتھ نہ آئے) اور (جیسا وہ خود نہیں بچ سکتا اسی طرح) خدا کے سوا اور کوئی اس کا حامی بھی نہ ہوگا (کہ وہ اس کو بچا سکے اور) ایسے لوگ صریح گمراہی میں (مبتلا) ہیں (کہ باوجود قیام دلائل کے داعی کے حق ہونے پر پھر اس کی اجابت نہ کریں)۔ **ف**: مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى کہنے سے بعض علماء نے یہ سمجھا ہے کہ وہ جن یہودی تھے لیکن اس کی کوئی دلیل نقلی نہیں اور استنباط مذکور نا کافی ہے اور اس کہنے کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ انجیل اکثر شرائع میں تورات کے تابع ہے اور قرآن مثل تورات کے مستقل ہے پس ممکن ہے کہ مقصود بیان کرنا تشابہ کا ہو کہ جیسی کتاب مستقل موسیٰ علیہ السلام پر آئی تھی اس شان کی کتاب موسیٰ علیہ السلام کے بعد یہ آئی ہے رہا یہ کہ انہوں نے تھوڑا سا قرآن سن کر یہ کیسے پہچان لیا جواب یہ ہے کہ کسی قرینہ مضمون یا طرز بیان وجلالت شان سے ظناً معلوم ہوا ہوگا اور وہ ظن واقع کے موافق نکل آیا اور مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ میں بعض نے من تبعیضہ اسی لئے لیا ہے کہ اسلام سے حقوق العباد معاف نہیں ہوتے اور بعض نے زائدہ لیا ہے اور اسلام سے کل ذنوب کے معاف ہونے میں حقوق العباد کا اشکال لازم نہیں آتا کیونکہ جو حقوق ذنوب ہیں مثل قتل وغیرہ ان کا معاف ہونا تو متفق علیہ ہے اور جو حقوق غیر ذنوب ہیں مثل قرض وغیرہ وہ ذُنُوْبِكُمْ میں داخل ہی نہیں پھر تبعیض کی کوئی حاجت نہیں اور جنات کو عقاب ہونا کفر ومعصیت پر متفق علیہ ہے اور ثواب وجنت ملنا ایمان وطاعت پر متکلم فیہ ہے جمہور تو اس کے قائل ہیں للعمومات الشرعیۃ وبخصوص قولہ تعالیٰ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ (الرحمن ۵۶) وقولہ تعالیٰ: فی سورۃ الانعام بعد ذکر الانس والجن ولکل درجت مما عملوا اور امام ابوحنیفہؒ نے غایت احتیاط سے بوجہ کسی خاص نص قطعی الثبوت وقطعی الدلالۃ کے نہ پائے جانے کے اس میں توقف فرمایا ہے کما فی الروح وقال النسفی فی التیسیر توقف ابو حنیفۃؒ فی ثواب الجن ونعیمھم لانہ لا استحقاق للعبد علی اللہ تعالیٰ ولم یقل بطریق الوعد فی حقھم الا المغفرۃ والاجارۃ من العذاب واما نعیم الجنۃ فموقوف علی الدلیل آہ۔ اور یہ جو امام صاحب کا قول مشہور ہو گیا ہے کہ وہ ان کے عدم دخول فی الجنۃ کے قائل ہیں غالباً توقف کی تقریر میں ناقلین کو غلطی ہوئی ہے واللہ اعلم اور حق اور طریق مستقیم میں یا تو اصول وفروع کا تغایر مانا جاوے یا عطف صفت علی اخری کے قبیل سے ہو۔ ربط: اوپر آیت يَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا میں مجازات قیامت کا ذکر تھا اور متصل کی آیتوں میں بھی یجرکم من عذاب الیم کے بعد لیس لہ من دونہ اولیاء کا آنا مشیر تھا عذاب قیامت کی طرف چونکہ بعضے خود امکان قیامت ہی کے منکر تھے اسی لئے آگے اولاً اس کا امکان پھر اس کا اور اس میں عذاب کا وقوع اور پھر اس پر امر تسلیہ رسول وتعلیم صبر کی تفریع اور اس کی تاکید کے لئے بعنوان کلی کفار کی تفریع ارشاد فرماتے ہیں۔

تقریر معاد وعقوبت اہل عناد وتسلیہ خیر العباد ﷺ الی یوم التناد: اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (الی قولہ تعالیٰ) فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ ؕ کیا ان لوگوں نے یہ نہ جانا کہ جس خدا نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا اور ان کے پیدا کرنے میں ذرا نہیں تھکا وہ اس پر (بدرجۂ اولیٰ) قدرت رکھتا ہے کہ مردوں کو (قیامت میں) زندہ کر دے (اور وہ اس پر قادر) کیوں نہ ہو بے شک وہ (تو) ہر چیز پر قادر ہے (یہ تو امکان ثابت ہوا) اور جس روز (اس کا وقوع ہوگا اور) کافر لوگ دوزخ کے سامنے لائے جاویں گے (اور ان سے پوچھا جاوے گا) کہ کیا یہ دوزخ امر واقعی نہیں ہے (جیسا دنیا

میں اس کی واقعیت کی نفی کیا کرتے تھے قال تعالیٰ :عنهم وما نحن بمعذبین) وہ کہیں گے کہ ہم کو اپنے پروردگار کی قسم ضرور امر واقعی ہے ارشاد ہوگا (اچھا) تو اپنے کفر کے بدلہ میں (جس میں انکار دوزخ بھی آ گیا) اس (دوزخ) کا عذاب چکھو (آ گے تسلیہ کی تفریع ہے کہ جب ان سے انتقام کفر کا لیا جائے گا معلوم ہو گیا) تو آپ (ویسا ہی) صبر کیجئے جیسا اور ہمت والے پیغمبروں نے صبر کیا تھا اور ان لوگوں کے لئے (انتقام الٰہی کی) جلدی نہ کیجئے (جس کو آپ انتصار للمسلمین کی حیثیت سے چاہتے تھے اور عجب تر یہ ہے کہ وہ مستحقین عذاب استعجال کرتے ہیں اور عجب تر ہونا ظاہر ہے کہ مدعی اگر مدعیٰ علیہ کی سزا جلدی چاہے تو بعید نہیں لیکن مدعیٰ علیہ اگر اپنی سزا جلدی چاہے نہایت امر غریب ہے سو گو حکمت الٰہیہ سے عذاب مستعجل نہیں ہوگا لیکن مشاہدہ کے وقت ان پر اس کا وہی اثر ہوگا جو عذاب مستعجل کا ہوتا ہے کیونکہ) جس روز یہ لوگ اس چیز کو (یعنی عذاب کو) دیکھیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے تو (اس وقت غایت شدت عذاب سے ایسا معلوم ہوگا کہ) گویا یہ لوگ (دنیا میں) دن بھر میں ایک گھڑی رہے ہیں (یعنی دنیا کی مدت طویلہ قصیر معلوم ہوگی اور یہی معلوم ہوگا کہ استعجالاً عذاب آ گیا آ گے کفار کو تفریع ہے کہ) یہ (خدا کی طرف سے اتمام حجت کے لئے) پہنچا دینا ہے (جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت ہو چکا) سو (اس کے بعد) وہی برباد ہوں گے جو نافرمانی کریں گے (کیونکہ بعد تبلیغ کے کوئی عذر نہیں رہا اور رسول کا اس میں کوئی ضرر نہیں اس سے تاکید تسلیہ کی بھی ہوگئی) **ف**: أُولُوا الْعَزْمِ سے محققین نے سب پیغمبر مراد لئے ہیں کیونکہ سب کا اہل عزم واہل ہمت ہونا ظاہر ہے اور مِنَ الرُّسُلِ میں کلمہ من بیانیہ ہے اور چونکہ حسب ارشاد: فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ [البقرة : ۲۵۳] اس صفت میں بعض رسل کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اوروں سے بڑے ہوئے ہیں اس بناء پر یہ لقب بعض خاص رسل کا بھی مشہور ہو گیا ہے جیسا اعلام غالبہ میں ہوتا ہے اور اس کی تعیین میں بھی اختلاف ہے اور اکثر کا قول یہ ہے کہ اولوالعزم بالمعنی الثانی وہ ہیں جن کا ذکر جزئیاً سورۂ احزاب کی اس آیت میں ہے :وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ...... [الأحزاب : ۷] واللہ اعلم۔ سورۂ احقاف ختم ہوئی آ گے سورۂ محمد آتی ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ : اٰمِنُوْا بِهٖ يَغْفِرْ لَكُمْ ...... شاید ثواب کا ذکر نہ فرمانا اس طرف اشارہ ہو کہ بندہ کا نجات پا جانا یہ بھی اس کے استحقاق سے زیادہ ہے اپنے کو درجات کا اہل کیوں سمجھے اور یہ عین مذاق ہے قلندر کا۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله في يستمعون** جواخیر میں یہاں الخ اشارة الى كون الحال مقدرة ۱۲۔ ۲ **قوله في منذرين** خبر اطلاقاً للمقيد على المطلق ۱۲۔

النحو: بلغ اى هذا تبليغ من الله ومن الرسول ۱۲۔

البلاغة: قوله اولياء جمع الاولياء باعتبار معنى من فيكون من باب مقابلة الجمع بالجمع لانقسام الآحاد على الآحاد ۱۲۔ قوله بقدر فى الكشاف محله الرفع لانه خبر ان يدل عليه قراء ة عبد الله قادر وانما دخلت الباء لاشتمال النفى فى اول الآية على ان وما فى حيزها وقال الزجاج او قلت ما ظننت ان زيدا بقائم جاز كانه قيل اليس الله بقادر الا ترى الى وقوع بلى مقررة للقدرة على كل شئ من البعث وغيره الا لرؤيتهم قوله وربنا فى الروح واكدوا بالقسم كانهم يطيعون فى الخلاص بالاعتراف بحقيقة ذلك كما فى الدنيا وانى لهم ۱۲۔

سُورَۃُ مُحَمَّدٍ

سورۃ محمد ۴۷ مدنیۃ ۹۵ — بسم اللہ الرحمن الرحیم — آیاتہا ۳۸ — رکوعاتہا ۴

سورۂ محمد مکہ میں نازل ہوئی — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اس میں ۳۸ آیات اور ۴ رکوع ہیں

اَلَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝۱ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۙ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ ۝۲ ذٰلِكَ بِاَنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَاَنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِنْ رَّبِّهِمْ ؕ كَذٰلِكَ یَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ ۝۳

جولوگ کافر ہوئے اور اللہ کے رستہ سے روکا خدا نے ان کے عمل کالعدم کردیئے اور جولوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے اور وہ اس پر ایمان لائے جو محمدؐ پر نازل کیا گیا ہے اور وہ ان کے رب کے پاس سے واقعی امر واقعی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے گناہ ان پر سے اتار دے گا اور ان کی حالت درست رکھے گا۔ یہ اسی وجہ سے ہے کہ کافر تو غلط رستہ پر چلے اور اہل ایمان صحیح رستہ پر چلے جو ان کے رب کی طرف سے ہے۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح لوگوں کے لئے ان کے حالات بیان فرماتا ہے۔

سورة محمد ﷺ مدنية وقيل مكية وايها تسع او ثمان وثلثون كذا في البيضاوي والا كثر على الاول وضعف الثاني۔

تفسیر ربط: سورت سابقہ کے ختم پر فاسقین یعنی کفار کی مذمت مذکور تھی اور اس سے اوپر وعظ جنات میں مؤمنین کی فضیلت اور کفار کی مذمت کا ذکر تھا اس سورت کے شروع میں بھی یہی مدح اور ذم مذکور ہے۔

تہجین کافرین وتحسین مؤمنین: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ اَلَّذِیْنَ كَفَرُوْا (الی قولہ تعالی) كَذٰلِكَ یَضْرِبُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ اَمْثَالَهُمْ ۝۳ جولوگ (خود بھی) کافر ہوئے اور (دوسروں کو بھی) اللہ کے راستہ سے روکا (جیسا رؤسائے کفار کی عادت تھی کہ جان اور مال ہر طرح سے اس میں کوشش کرتے تھے سو) خدا نے ان کے عمل کالعدم کردیئے (یعنی جن کاموں کو وہ نیک سمجھ رہے ہیں بوجہ عدم ایمان کے وہ مقبول نہیں بلکہ ان میں سے بعضے کام اور الٹے موجب عقاب ہیں جیسے انفاق بغرض :صد عن السبیل اللہ کما قال تعالیٰ :فَسَیُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَیْهِمْ حَسْرَةً ...... [الأنفال : ۳۶]) اور (برخلاف ان کے) جولوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے اور (ان کے ایمان کی کیفیت تصریحاً بیان کرتے ہیں کہ) وہ اس سب پر ایمان لائے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے اور وہ (جو نازل کیا گیا ہے وہ) ان کے رب کے پاس سے (آیا ہوا) امر واقعی (بھی) ہے (جس کا ماننا ہے بھی ضروری سو) اللہ تعالیٰ ان کے گناہ ان پر سے اتار دے گا (یعنی معاف کردے گا) اور (دونوں جہان میں) ان کی حالت درست رکھے گا (دنیا میں تو اس طرح کہ ان کو اعمال صالحہ کی توفیق بڑھتی جاوے گی اور آخرت میں اس طرح کہ ان کو نجات ہوگی اور) یہ (جو مؤمنین کی خوشحالی اور کفار کی بدحالی بیان کی گئی) اس وجہ سے ہے کہ کافر تو غلط راستہ پر چلے اور اہل ایمان صحیح راستہ پر چلے جو ان کے رب کی طرف سے (آیا) ہے (اور غلط راستہ کا موجب ناکامی ہونا اور صحیح راستہ کا سبب کامیابی ہونا ظاہر ہے اس لئے وہ ناکام ہوئے اور یہ کامیاب ہوئے اور اگر اسلام کے صحیح راستہ ہونے میں کوئی شبہ ہو تو من ربھم سے اس کا جواب ہوگیا کہ دلیل اس کے صحیح ہونے کی یہ ہے کہ وہ منجانب اللہ ہے اور منجانب اللہ ہونا معجزات نبویہ بالخصوص اعجاز قرآنی سے ثابت ہے اور) اللہ تعالیٰ اسی طرح (جیسے یہ حالت بیان فرمائی) لوگوں کے (نفع وہدایت کے) لئے ان (مذکورین) کے حالات بیان فرماتا ہے (تاکہ ترغیب وترہیب مفضی الی الہدایت ہو) **ف**: اضلال اعمال کے ترتب کے لئے مجموعۂ کفر وصد شرط نہیں صرف کفر پر بھی حبط اعمال مرتب ہوتا ہے لیکن ان لوگوں کی واقعی حالت بیان فرمادی اور اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝۱ میں آیت : فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ [الزلزال : ۷] کے تعارض کا شبہ نہ کیا جاوے کیونکہ اس حکم یرہ میں عمل مقرون بالایمان شرط ہے۔

اللغات: البال الحال كذا فى القاموس۔

البلاغۃ: قوله صدوا فى تقييد الكافر بالصد عن سبيل الله وعدم تقييد المؤمن بالهداية اليه اشارة الى ان الغضب الشديد يتوجه اذا انضم الاضلال الى الضلال بخلاف الرحمة الكاملة فانها يتوجه بمحض الاهتداء من غير توقف على هداية الغير ۱۲۔

فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتَّىٰ إِذَا أَثْخَنتُمُوهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً حَتَّىٰ تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا ۚ ذَٰلِكَ ۖ وَلَوْ يَشَاءُ اللَّهُ لَانتَصَرَ مِنْهُمْ وَلَٰكِن لِّيَبْلُوَ بَعْضَكُم بِبَعْضٍ ۗ وَالَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَلَن يُضِلَّ أَعْمَالَهُمْ ﴿٤﴾ سَيَهْدِيهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ ﴿٥﴾ وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ ﴿٦﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَنصُرُوا اللَّهَ يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ ﴿٧﴾ وَالَّذِينَ كَفَرُوا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَأَضَلَّ أَعْمَالَهُمْ ﴿٨﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَرِهُوا مَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ ﴿٩﴾ أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ دَمَّرَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ ۖ وَلِلْكَافِرِينَ أَمْثَالُهَا ﴿١٠﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ مَوْلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَأَنَّ الْكَافِرِينَ لَا مَوْلَىٰ لَهُمْ ﴿١١﴾

سوتمہارا جب کفار سے مقابلہ ہو جائے تو ان کی گردنیں مارو یہاں تک کہ جب تم ان کی خوب خون ریزی کر چکو تو خوب مضبوط باندھ لو پھر ان کے بعد یا تو بلا معاوضہ چھوڑ دینا اور یا معاوضہ لے کر چھوڑ دینا جب تک کہ لڑنے والے اپنے ہتھیار نہ رکھ دیں۔ یہ حکم (جہاد کا جو مذکور ہوا) بجالانا اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ان سے انتقام لے لیتا لیکن تاکہ تم میں ایک دوسرے ذریعہ امتحان کرے اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جاتے ہیں اللہ ان کے اعمال کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ ان کو مقصود تک پہنچا دے گا اور ان کی حالت درست رکھے گا اور ان کو جنت میں داخل کرے گا جس کی ان کو پہچان کرا دے گا۔ اے ایمان والو اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جما دے گا اور جو لوگ کافر ہیں ان کے لئے تباہی ہے اور ان کے اعمال خدا تعالیٰ کالعدم کر دے گا۔ یہ اس سبب سے ہوا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اتارے ہوئے احکام کرنا پسند کیا سو اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کو اکارت کر دیا۔ کیا یہ ملک میں چلتے پھرتے نہیں اور انہوں نے دیکھا نہیں کہ جو لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں، ان کا انجام کیسا ہوا کہ خدا تعالیٰ نے ان پر تباہی کیسی ڈالی اور ان کافروں کے لئے بھی اس قسم کے معاملات ہونے کو ہیں۔ یہ اس سبب سے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کا کارساز ہے اور کافروں کا کوئی کارساز نہیں۔

تفسیر ربط: اوپر سے اہل ایمان کا مصلح ہونا اور کفار کا مفسد ہونا بھی مفہوم ہوتا ہے کما دل علیہ قولہ تعالیٰ صدوا وقوله تعالى: وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ آگے بطور تفریع کے بعض احکام متعلق جہاد کے جس کا مبنیٰ مصلحین کے ہاتھ سے مفسدین کا فساد دبانا ہے ارشاد فرماتے ہیں۔

بعض احکام متعلقۂ جہاد: فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا (الى قوله تعالى) حَتَّىٰ تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا (جب کفار ایسے مفسد ہیں تو ہم تم کو ان کے فساد دفع کرنے کے لئے حکم دیتے ہیں) سوتمہارا جب کفار سے مقابلہ ہو جاوے تو ان کی گردنیں مارو (یعنی قتل کرو) یہاں تک کہ جب تم ان کی خوب خون ریزی کر چکو (جس کی حد یہ ہے کہ اب اگر قتل موقوف کر کے بجائے اس کے قید پر اکتفا کیا جاوے تو محتمل مضرت مسلمین و غلبۂ کفار نہ ہو) تو (اس وقت کفار کو قید کر کے) خوب مضبوط باندھ لو پھر اس کے بعد (علی سبیل منع الجمع تم کو دو باتوں کا اختیار ہے) یا تو بلا معاوضہ چھوڑ دینا اور یا معاوضہ لے کر چھوڑ دینا (اور یہ قید اور قتل جس کے بعد من وفداء جائز ہے اس وقت تک ہے) جب تک کہ لڑنے والے (دشمن) اپنے ہتھیار نہ رکھ دیں (مراد اس سے اسلام اور استسلام میں سے کسی امر کا قبول کرنا ہے پس اگر قتل اور قید سے پہلے اسلام لے آویں یا ذمی ہونا قبول کریں تو اب نہ قتل جائز اور نہ قید جائز ہے) ف: حنفیہ کے نزدیک یہ آیت سورۂ براءت سے منسوخ ہے کہ وہ اس سے نزول میں متاخر ہے تو اگر اما منا واما فداء منع الخلو پر بھی محمول ہو تو بھی مضر نہیں کیونکہ منسوخ ہے اور جو ائمہ منسوخ نہیں کہتے وہ منع الجمع پر محمول رکھیں گے بہر حال اس آیت سے بعض ہوا پرستوں کا استدلال کرنا نفی استرقاق پر محض باطل ہے۔ اور حکم قتل سے نساء و اطفال مستثنیٰ ہیں اور تحقیق اس مقام کی سورۂ انفال آیت: مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَن يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ [۶۷] کے تحت میں ملاحظہ فرمالی جاوے۔

ربط: اوپر فَضَرْبَ الرِّقَابِ میں مسلمانوں کو کفار سے قتال کرنے کا حکم تھا آگے ذَٰلِكَ سے اصل حکم کی تقریر اور لَوْ يَشَاءُ سے اس حکم کی حکمت اور

وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا ...... سے قتال میں مسلمانوں کے مقتول ہونے کے متعلق بشارت اور اِنْ تَنْصُرُوا ...... میں قتال کی ترغیب اور وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا میں کفار کی مذمت اور وعید اور ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ ...... میں اس مذمت اور وعید کی علت اور اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا ...... میں اس وعید کے وقوع کا دفع استبعاد اور ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ ...... میں احکام متعلقہ فریقین کی علت مذکور ہے۔

تقریر و حکمت و فضیلت و ترغیب جہاد و ذم و وعید اہل عناد مع بیان علت و دفع استبعاد:

ذٰلِكَ ۛ وَلَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ (الی قولہ تعالی) وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ ۝ یہ حکم (جہاد کا جو مذکور ہوا) بجا لانا اور (ہم نے جو بعض صورتوں میں کفار سے انتقام لینے کے لئے طریقۂ جہاد کا مقرر کیا ہے اس میں حکمت ہے ورنہ) اگر اللہ چاہتا تو ان (کفار) سے (خود ہی دوسرے حوادث خسف و غرق ورجفہ وغیرہ کے واسطہ سے انتقام لے لیتا (جیسے امم سابقہ سے اسی طرح انتقام لیا گیا اور تم کو جہاد وغیرہ نہ کرنا پڑتا) لیکن (تم کو جہاد کرنے کا حکم اس لئے دیا) تاکہ تم میں ایک دوسرے کے ذریعہ سے امتحان کرے (مسلمان کا امتحان یہ کہ کون حکم الٰہی پر جان کو ترجیح دیتا ہے اور کفار کا امتحان یہ کہ اس عقوبت سے متنبہ ہو کر کون حق کو قبول کرتا ہے۔ پس اس حکمت کے لئے بھی جہاد مشروع کیا گیا) اور (جہاد میں جیسے قاتل ہونا کامیابی ہے اسی طرح مقتول ہونا بھی ناکامی نہیں ہے چنانچہ) جو لوگ اللہ کی راہ (یعنی جہاد) میں مارے جاتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو (جن میں وہ عمل بھی آ گیا جس کی بدولت وہ مارے گئے) ہرگز ضائع نہ کرے گا (جیسا کہ ظاہراً متوہم ہو سکتا ہے کہ جب مارا گیا تو اس کے قتال پر کوئی نتیجہ مطلوبہ مرتب نہیں ہوا اور وہ ضائع گیا سو واقع میں ضائع نہیں ہوا کیونکہ اس پر دوسرا نتیجہ جو ظاہری نتیجہ سے بدرجہا فائق ہے مرتب ہوا وہ یہ کہ) اللہ تعالیٰ ان کو (منزل) مقصود تک (جس کا بیان آتا ہے) پہنچا دے گا اور ان کی حالت (قبر میں اور حشر میں اور صراط پر اور تمامی مواقع آخرت میں) درست رکھے گا (کہیں کوئی خرابی اور مضرت ان کو نہ پہنچے گی) اور (اس منزل مقصود تک پہنچنے کا بیان یہ ہے کہ) ان کو جنت میں داخل کرے گا جس کی ان کو پہچان کرا دے گا (خواہ علم ضروری کے طور پر یا کسی فرشتہ وغیرہ کے واسطہ سے جس سے باوجود پہلے سے نہ دیکھنے بھالنے کے ہر جنتی اپنے اپنے درجہ اور مکان میں بے تکلف جا پہنچے گا پس جہاد میں ہر حالت میں کامیابی ہی ہوتی ہے آگے جہاد کی دنیوی کامیابی کو جو کہ مجموعۂ مومنین کے متعلق ہے بیان کر کے جہاد کی ترغیب دیتے ہیں کہ) اے ایمان والو اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا (جس کا نتیجہ دنیا میں بھی مجموعۂ مومنین کا مجموعۂ کافرین پر غالب آنا ہے خواہ ابتداءً خواہ انتہاءً اور بعض مومنین کا مقتول ہو جانا یا جماعت مومنین کا کسی معرکہ میں مغلوب ہو جانا اس کے منافی نہیں) اور (اسی طرح دشمنوں کے مقابلہ میں) تمہارے قدم جما دے گا (اسی طرح کا مطلب یہ ہے کہ مجموع بمقابلہ مجموع کے خواہ ابتداء ہی سے خواہ انتہاء میں ثابت قدم رہ کر کفار پر غالب آ جاوے گا چنانچہ مشاہد ہے یہ تو مسلمانوں کا حال بیان کیا گیا) اور جو لوگ کافر ہیں ان کے لئے (دنیا میں جب کہ مومنین سے مقابلہ کریں) تباہی (اور مغلوبیت) ہے (اسی تفصیل مذکور فے غلبۃ المؤمنین سے) اور (آخرت میں) ان کے اعمال کو خدا تعالیٰ کالعدم کر دے گا (جیسے شروع سورت میں بیان ہوا غرض کفار دارین میں خاسر ہے اور اول مقام پر اضلال اعمال کا بیان مقصود بالذات ہے اور یہاں اس حیثیت سے بیان کرنا مقصود ہے کہ وہ خسران دارین کا ایک جز ہے اور) یہ (تعس واضلال مذکور ان کے لئے) اس سبب سے ہوا کہ انہوں نے اللہ کے اتارے ہوئے احکام کو ناپسند کیا (عقیدۃً بھی اور عملاً بھی حاصل یہ کہ کفر کیا) سو اللہ نے ان کے اعمال کو (اول ہی سے) اکارت کر دیا (کیونکہ کفر کا جو اعلیٰ درجہ کی بغاوت ہے یہی اثر ہے اور یہ لوگ جو ان وعیدوں کے وقوع کو اسی لئے مستبعد سمجھتے ہیں کہ مبنیٰ ان سب کا کفر کا مبغوض عند اللہ ہونا ہے اور یہ کفر کو مبغوض عند اللہ سمجھتے نہیں تو یہ ان کا امر بدیہی سے انکار ہے ورنہ) کیا یہ لوگ ملک میں چلے پھرے نہیں اور انہوں نے دیکھا نہیں کہ جو (کافر) لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں ان کا انجام کیسا ہوا کہ خدا تعالیٰ نے ان پر کیسی تباہی ڈالی (جو کہ ان کے آثار دیار سے نمایاں ہے پس یہ صاف دلیل ہے مبغوضیت کفر پر) اور (جب مبغوضیت ثابت ہو گئی تو ان کو بھی بے فکر رہنا اور وقوع وعید کو مستبعد سمجھنا نہ چاہئے کیونکہ) ان کافروں کے لئے بھی اسی قسم کے معاملات ہونے کو ہیں (کیونکہ اشتراک فی العلۃ اعنی الکفر مقتضی ہے اشتراک فی المعلول اعنی العقوبت کو خواہ دنیا میں بھی یا صرف آخرت میں چنانچہ کفار مکہ کو مسلمانوں کے ہاتھوں دنیا میں بھی سزا ہوئی کما قال تعالیٰ: قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ [التوبۃ: ۱۴] اور آخرت میں تو ظاہر ہی ہے یہ بیان ہوا کفار کے حال کا آگے اجمالاً اس مجموعۂ حال فریقین کی تعلیل فرماتے ہیں کہ) یہ (مجموعۂ مدد و وعید متعلق فریقین واقع فی الدارین) اس سبب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کا کارساز ہے (اسی لئے دارین میں ان کو کامیاب فرماتا ہے) اور کافروں کا کوئی (ایسا) کارساز نہیں (کہ خدا کے مقابلہ میں ان کے کام بنا سکے اسی لئے وہ دارین میں ناکام رہتے ہیں ہاں یہ ممکن ہے کہ دنیا میں کبھی مسلمانوں کو ظاہراً ناکامی ہو جاوے اور کفار کو ظاہراً کامیابی لیکن اعتبار حقیقت کا ہے سو اس کے اعتبار سے مسلمان ہمیشہ کامیاب اور کافر ہمیشہ ناکام رہتا ہے)۔

ف: کفار متاخرین کے لئے امثالہا فرمایا سو ان پر جو عقوبات نازل ہوں اگر وہ متعدد ہوں تب تو جمع لانا امثال کا ظاہر ہے اور اگر غیر متعدد ہوں تو جمع لانا باعتبار تعدد محل نزول عقوبات کے ہے اور مثلیت سے مراد مثلیت باعتبار جنس العقوبت ہے نہ باعتبار نوع العقوبت اور یہاں کفار کے لئے فرمایا: لَا مَوْلٰى لَهُمْ ۝ اور

ایک جگہ فرمایا : ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ [الأنعام : ٦٢] سو وہاں مولیٰ بمعنی مالک ہے اور مالکیت حق تعالیٰ کی سب کو شامل ہے اور فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ کی تفسیر میں اول ہی سے اسی لئے کہا کہ یہاں حبط سے مراد حبط بعد الصحۃ نہیں ہے کیونکہ جب وہ اول ہی سے کافر ہیں تو ان کے اعمال تو کسی وقت صحیح ہوئے ہی نہیں۔

فوائد مختلطة من كل فن من المدارك وغيره: لقيتم من اللقاء وهو الحرب۔ قوله فضرب الرقاب اصله فاضربوا الرقاب ضربا وضرب الرقاب عبارة عن القتل لا ان الواجب ان تضرب الرقاب خاصة لان قتل الانسان اكثرما يكون بضرب رقبة قوله اثخنتموهم اكثرتم فيهم القتل قوله فشدوا الوثاق فاسردهم والوثاق بالفتح والكسر اسم ما يوثق به والمعنى فشددوا الوثاق الاسارى حتى لا يفلتوا منكم قوله فاما منا واما فداء منصوبان بفعليهما مضمرين اى فاما تمنون منا او تفدون فداءً قوله بعد اى بعد ان تاسروهم قوله حتى تضع الحرب اوزارها اثقالها وآلاتها التى لا تقوم الا بها كالسلاح والكراع وقوله حتى تضع علق بالضرب والشد فالمعنى انهم يقتلون ويوسرون حتى تضع لحرب الاوزار انتهى ما فى المدارك قوله حتى تضع الحرب فيه اسناد مجازى والمسند اليه الحقيقى هو اهل الحرب وفى الخازن عن الكلبى فى تفسيره حتى يسلموا او يسالموا آه والله اعلم۱۲۔

ملحقات الترجمة : ۱ قوله فى ذلك بجالانا اشارة الى تقدير العامل اى افعلوا ذلك۱۲۔ ۲ قوله فى تنصر الله دین اشارة الى تقدير المضاف ۱۲۔

اللغات : تعسا فى القاموس الهلاك۔ والعشار۔ والسقوط۔ والشر والبعد والانحطاط وانتصابه على المصدر بفعل من لفظه يجب اضماره لانه للدعاء قوله دمر الله عليهم فى الخازن يقال دمره الله يعنى اهلكه ودمر عليه اذا اهلك ما يختص به آه قلت فالثانى ابلغ من الاول۱۲۔

النحو : قوله امثالها اى العاقبة المذكورة فى قوله عاقبة الذين۱۲۔

البلاغة : قوله تعسالهم فى الروح عن الكشف المراد من قول تعسالهم اهلكهم الله لا ان ثم دعاءً وذلك لانه لا يدعى على شخص الا وهو مستحق له فاذا اخبر تعالى انه يدعو عليه دل على تحقق الهلاك لا سيما وظاهر اللفظ ان الدعاء منه عز وجل۱۲۔

اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَيَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ ⑫ وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ هِيَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيْٓ اَخْرَجَتْكَ ۚ اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ⑬ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ كَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ ⑭ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ؕ وَلَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ؕ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ ⑮

بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور جو لوگ کافر ہیں وہ عیش کر رہے ہیں اور (یعنی انہیں فقط یہ میسر ہوگا کہ وہ) اس طرح کھاتے ہیں جس طرح چوپائے کھاتے ہیں اور جہنم ان لوگوں کا ٹھکانا ہے اور بہت سی بستیاں ایسی تھیں جو قوت میں آپ کی اس بستی سے بڑھی ہوئی تھیں اسکے رہنے والوں نے آپ کو گھر سے بے گھر کر دیا ہم نے انکو ہلاک کر دیا سو ان کا کوئی مددگار نہیں تو جو لوگ اپنے پروردگار کے واضح راستہ پر ہوں کیا وہ ان شخصوں کی طرح ہو سکتے ہیں جن کی بدعملی ان کو مستحسن معلوم ہوتی ہے اور جو اپنی نفسانی خواہشوں پر چلتے ہیں جس جنت کا متقیوں سے وعدہ کیا جاتا ہے اس کی کیفیت یہ ہے کہ اس میں بہت سی نہریں تو ایسے پانی کی ہیں جس میں تغیر نہ ہوا اور بہت سی نہریں دودھ کی ہیں جن کا ذائقہ ذرا بدلا ہوا نہ ہوگا اور بہت سی نہریں شراب کی ہیں جو پینے والوں کو بہت لذیذ معلوم ہوں گی اور بہت سی نہریں ہیں شہد کی جو بالکل صاف ہوگا اور ان کے لئے وہاں ہر قسم کے پھل ہوں گے اور ان کے رب کی طرف سے بخشش ہوگی۔ کیا ایسے لوگ ان جیسے ہو سکتے ہیں جو ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور کھولتا ہوا پانی پینے کو دیا جائے گا۔ سو وہ ان کی انتڑیوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔

تفسیر ربط: اوپر مؤمنین کی کامیابی اور کفار کی ناکامی آخرت کے متعلق مجملاً مذکور تھی آگے اس کی تفصیل اور کمن ھو میں بیان تفاوت باہم دگر سے اس تفصیل کی تکمیل ہے۔ اور درمیان میں بمناسبت ذکر کفار کے دنیوی تمتع کے ان کا دفع اغترار اور تسلیہ سید الابرار آیۂ: وَكَأَيِّنْ مِنْ قَرْيَةٍ میں مذکور ہے۔

تفصیل وتکمیل ثواب وعقاب ابرار واشرار و در اثنائش دفع اغترار کفار وتسلیۂ رسول مختار صلی اللہ علیہ وسلم:

اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (الی قولہ تعالی) فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ۝ بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے (جنت کے) ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی اور جو لوگ کافر ہیں وہ (دنیا میں) عیش کررہے ہیں اور اس طرح (آخرت سے بے فکر ہوکر) کھاتے (پیتے) ہیں جس طرح چوپائے (کھایا) کرتے ہیں (کہ وہ یہ نہیں سوچتے کہ ہم کو کیوں کھلایا پلایا جاتا ہے اور ہمارے ذمہ اس کا کیا حق واجب ہے) اور جہنم ان لوگوں کا ٹھکانا ہے اور (جس تمتع کا ذکر ہوا ہے اس پر آپ کے ان مخالفین کو مغرور نہ ہونا چاہئے اور نہ آپ کو ان کی اس غفلت پر کچھ افسوس وحزن ہونا چاہئے جو کہ سبب ہوگئی مخالفت کا حتیٰ کہ آپ کو تنگ کرکے مکہ میں بھی نہیں رہنے دیا کیونکہ) بہت سی بستیاں ایسی تھیں جو قوت (جسمی و مالی و حشمی) میں آپ کی اس بستی سے بڑھی ہوئی تھیں جس کے رہنے والوں نے آپ کو گھر سے بے گھر کردیا کہ ہم نے ان کو (عذاب سے) ہلاک کردیا سو ان کا کوئی مددگار نہ ہوا (تو یہ بیچارے تو کیا چیز ہیں ایسی حالت میں نہ ان کو مغرور ہونا چاہئے کیونکہ جب چاہیں ان کی بھی صفائی کرسکتے ہیں اور نہ آپ محزون ہوں کیونکہ ہم ان کو بھی اشتراک علت کفر ومخالفت کی وجہ سے کہ اخراج اس کا ایک شعبہ ہے وقت پر سزا دینے والے ہیں اور یہ لوگ کہ اہل باطل ہیں بمقابلہ آپ کے اور جمیع اہل حق کے کیونکر قابل سزا نہ ہوں جب کہ اہل باطل محض نفس کی راہ پر ہیں اور اہل حق خدا کی راہ پر ہیں جب یہ تفاوت ہے) تو جو لوگ اپنے پروردگار کی واضح (ثابت بالدلیل) رستہ پر ہوں کیا وہ ان شخصوں کی طرح ہوسکتے ہیں جن کی بدعملی ان کو مستحسن معلوم ہوتی ہو) اور جو اپنی نفسانی خواہشوں پر چلتے ہوں (یعنی جب اعمال میں تفاوت ہے تو مآل میں بھی تفاوت ہوگا پس جس طرح اہل حق مستحق ثواب ہیں اہل باطل مستحق عقاب ہیں چنانچہ اس ثواب وعقاب کا کچھ بیان کیا جاتا ہے کہ) جس جنت کا متقیوں سے وعدہ کیا جاتا ہے اس کی کیفیت یہ ہے کہ اس میں بہت سی نہریں تو ایسے پانی کی ہیں جس میں ذرا تغیر نہیں ہوگا (نہ بو میں نہ رنگ میں نہ مزہ میں) اور بہت سی نہریں دودھ کی ہیں جن کا ذائقہ ذرا بدلا ہوا نہ ہوگا اور بہت سی نہریں ہیں شراب کی جو پینے والوں کو بہت لذیذ معلوم ہوگی اور بہت سی نہریں ہیں شہد کی جو بالکل (میل کچیل سے پاک) صاف ہوگا اور ان کے لئے وہاں ہر قسم کے پھل ہوں گے اور (اس میں داخل ہونے سے پہلے) ان کے رب کی طرف سے (گناہوں کی) بخشش ہوگی کیا ایسے لوگ ان جیسے ہوسکتے ہیں جو ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور کھولتا ہوا پانی ان کو پینے کو دیا جاوے گا سو (پینے کے بعد جس کا سبب شدت تشنگی ہوگی) وہ ان کی انتڑیوں کو ٹکڑے ٹکڑے کرڈالے گا (غرض یہ کہ جب ان کے اعمال میں تفاوت ہے کما ذکر فی قولہ تعالیٰ: اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ...... تو ان کے مآل میں یہ تفاوت ہوگا جس کا بیان اب کیا گیا)

ف: چونکہ دنیا کا پانی کبھی رنگ میں کبھی مزہ میں کبھی بو میں متغیر ہوجاتا ہے اسی طرح دنیا کا دودھ بگڑ جاتا ہے اسی طرح دنیا کی شراب اکثر بدمزہ تلخ ہوتی ہے صرف بعض منافع مخصوصہ کے خیال سے پی جاتی ہے پھر عادت پڑ جاتی ہے اور دوسری مضرات خمر کی نفی خمر جنت سے سورۂ صافات کی آیت: لَا فِيْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُوْنَ [صافات: ٤٧] میں بیان ہوچکی ہے اسی طرح دنیا کے شہد میں میل کچیل موم وغیرہ مخلوط ہوتا ہے اسی لئے وہاں کے انہار میں ان امور کی نفی کے لئے قیود بڑھائی گئیں اور ایک آیت میں حمیم کی نسبت فرمایا گیا ہے یشوی الوجوہ سو خارج میں وہ اثر ہوگا پھر جب شدت عطش کی وجہ سے اضطراراً اس کو پئیں گے داخل جوف میں یہ اثر ہوگا اور چونکہ ماء اور لبن اور خمر اور عسل اپنے معانی حقیقیہ پر محمول ہوسکتے ہیں لہٰذا مجاز لینے کی کوئی ضرورت نہیں باقی یہ ضرور نہیں کہ وہ یہاں کی اشیائے اربعہ کے بالکل متماثل ہوں اور لبن میں طعم کے بدلنے کی نفی اور رائحہ سے تعرض نہیں کیا وجہ یہ کہ تغیر رائحہ مستلزم ہے تغیر طعم کو جب لازم کی نفی کردی ملزوم کی بھی نفی ہوگئی۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ فِيْهَآ اَنْهٰرٌ (الی قولہ تعالی) عَسَلٍ مُّصَفًّى اہل اشارہ نے پانی کو حیات روحانیہ کی اور دودھ کو علم حقانی کی اور شراب کو شوق ومحبت کی اور شہد کو وصل وقرب کی صورت فرمایا ہے اور ممکن ہے کہ یہ ان احوال کی صور مثالیہ ہوں۔

الروایات: فی الدر المنثور اخرج عبد بن حمید وابو یعلی وابن جریر وابن ابی حاتم وابن مردویہ عن ابن عباسؓ ان النبی ﷺ لما خرج من مکة الی الغار التفت الی مکة وقال انت احب بلاد اللہ الی اللہ وانت احب بلاد اللہ الی ولو لا ان اھلك اخرجونی منك لم اخرج منك الی قولہ وکاین من قریة الآیة آہ قلت تمام الروایة لم اخرج منك فاعتی الاعداء من عتا علی اللہ فی حربه او قتل غیر قاتله او قتل بدخول الجاھلیة فانزل اللہ تعالیٰ وکاین الآیة کذا فی تفسیر ابن جریر ۱۲۔

النحو: قولہ قریتك المراد اھل القریة ۱۲۔ قولہ مثل الجنة مبتدأ وخبرہ قولہ فیھا الخ قولہ کمن ھو خالد خبر مبتدأ محذوف ای

امن ذکر کمن ھو خالد۔

البلاغۃ: لذۃ مصدرۃ و صف بہ مبالغۃ ۱۲۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ حَتّٰۤى اِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ اٰنِفًا ۫ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ ﴿۱۶﴾ وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّاٰتٰىهُمْ تَقْوٰىهُمْ ﴿۱۷﴾ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً ۚ فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا ۚ فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ ﴿۱۸﴾ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۗ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ ﴿۱۹﴾

اور بعضے آدمی ایسے ہیں کہ وہ آپ کی طرف کان لگاتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب وہ لوگ آپ کے پاس باہر جاتے ہیں تو دوسرے اہل علم سے کہتے ہیں کہ حضرت نے ابھی کیا بات فرمائی ہے۔ یہ لوگ ہیں کہ حق تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے اور یہ اپنی نفسانی خواہش پر چلتے ہیں اور جو لوگ راہ پر ہیں اللہ تعالیٰ ان کو اور ہدایت دیتا ہے اور ان کو ان کے تقویٰ کی توفیق دیتا ہے۔ سو یہ لوگ بس قیامت کے منتظر ہیں کہ وہ ان پر دفعتہً آ پڑے سو اس کی علامتیں تو آ چکی ہیں۔ تو جب قیامت ان کے سامنے آ کھڑی ہوئی اس وقت ان کو سمجھنا کہاں میسر ہوگا۔ تو آپ اس کا یقین رکھئے کہ بجز اللہ کے اور کوئی قابل عبادت نہیں اور آپ اپنی خطا کی معافی مانگتے رہئے اور سب مسلمان مرد سب مسلمان عورتوں کے لئے بھی اور اللہ تمہارے چلنے پھرنے اور رہنے سہنے کی خبر رکھتا ہے۔

تفسیر: ربط: اوپر کفار و مؤمنین کے احوال و اعمال اور وعدے اور وعید مذکور تھے آگے منافقین کی حالت اور مذمت اور ان کی وعید اور درمیان میں زیادت معرفت کے لئے بطور مقابلہ کے اہل ایمان کی حالت جو مضاد ہے ان کی حالت کے بیان کی جاتی ہے۔

تفضیح و تقبیح منافقین: وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ (الی قولہ تعالیٰ) فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ ﴿﴾ اور (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) بعضے آدمی ایسے ہیں (مراد اس سے منافقین ہیں) کہ وہ (آپ کی تبلیغ کے وقت ظاہر میں تو) آپ کی طرف کان لگاتے ہیں (لیکن دل سے اصل متوجہ نہیں ہوتے) یہاں تک کہ جب وہ لوگ آپ کے پاس سے (اٹھ کر مجلس سے) باہر جاتے ہیں تو دوسرے اہل علم (صحابہ) سے کہتے ہیں کہ حضرت نے ابھی (جب ہم مجلس میں تھے) کیا بات فرمائی تھی (جس کی وجہ باقتضائے ان کی حالت خبیثہ کے یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ اس سے تعریض کرتے تھے کہ ہم آپ کی باتوں کو قابل توجہ کے نہیں جانتے اور بظاہر استعلام ظاہر کرتے تھے اور یہ بھی ان کے نفاق کا ایک شعبہ ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ) یہ وہ لوگ ہیں کہ حق تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر کر دی ہے (پس ہدایت سے بعید ہو گئے) اور اپنی نفسانی خواہشوں پر چلتے ہیں اور (ان ہی کی قوم میں سے) جو لوگ راہ پر ہیں (یعنی مسلمان ہو چکے ہیں) اللہ تعالیٰ ان کو (احکام سننے کے وقت) اور زیادہ ہدایت دیتا ہے (کہ وہ ان احکام جدیدہ پر بھی ایمان لاتے ہیں اور پہلے سے بھی اس وقت تک کے احکام پر ایمان لائے ہوئے تھے پس تصدیق کے افراد باعتبار متعلقات کے بڑھ گئے اور یہ مقابل ہے طبع اللہ الخ کے) اور ان کو ان کے تقویٰ کی توفیق دیتا ہے (یعنی ایمان لانے کے بعد ان احکام پر عمل بھی کرتے ہیں اور یہ مقابل ہے: اتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ ﴿﴾ کا آگے ان منافقین کی وعید ہے کہ یہ جو قرآن و احکام و دلائل سن کر بھی تذکر نہیں حاصل کرتے) سو (معلوم ہوتا ہے کہ) یہ لوگ بس قیامت کے منتظر ہیں کہ وہ ان پر دفعتہً آ پڑے (یہ مجاز ہے توبیخ سے یعنی کیا قیامت میں تذکر حاصل کریں گے) سو (یاد رکھو کہ قیامت بھی نزدیک ہے چنانچہ) اس کی (متعدد) علامتیں تو آ چکی ہیں (چنانچہ بروئے حدیث خود بعثت (۱) نبویہ علامات قیامت سے ہے اور شق القمر (۲) علاوہ معجزہ نبویہ ہونے کے علامات قیامت سے بھی ہے کما یشیر الیہ اقترانہ باقتراب الساعۃ اور لوگوں کا (۳) جھوٹا دعویٰ کرنا نبوت کا نیز علامت قیامت ہے کما فی الدر المنثور عن ابن ابی شیبۃ و احمد عن جابر مرفوعا و فیہ منھم صاحب الیمامۃ و صاحب صنعاء العنسی اور یہ سب علامات خود زمانہ نزول قرآن میں موجود ہو چکی تھیں خواہ نزول آیت کے وقت علامات مذکورہ سب واقع ہو چکی ہوں یا بعض کا نزول عنقریب ہونے والا ہو جیسے مسیلمہ کہ آخر زمان نبوت میں ہوا اور اگر ان میں سے بعض لی جاویں تب بھی اشراط کی جمعیت کو جنسیت پر محمول کرنے سے کلام صحیح ہو سکتا ہے اور یہاں اشراط سے مراد اشراط غیر مضیقہ ہیں یعنی جو قیامت سے بہت پہلے واقع ہوئیں اور علامات مضیقہ مثل نزول مسیح و خروج دجال و طلوع الشمس من المغرب یہاں مراد لینا اس لئے مناسب نہیں کہ اس سے تحریر زمانہ نزول آیت کے لوگوں کی خالی از تکلف نہیں اور فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا سے مقصود وعید ہے آگے توقف تذکر میں ان کی رائے کا فاسد ہونا اور قیامت میں تذکر کا نافع نہ ہونا جو ھل ینظرون سے اشارۃً معلوم ہو چکا تھا صراحۃً فرماتے ہیں کہ جب کہ اب وقت سمجھنے کا ہے نہیں سمجھتے) تو جب قیامت ان کے سامنے آ کھڑی ہوئی اس وقت ان کو سمجھنا کہاں میسر ہوگا (یعنی مفید نہ ہوگا)۔ ربط: اوپر شروع سورت سے یہاں تک

مؤمنین وکافرین ومنافقین کے احوال مع مآل مذکور ہیں آگے اوروں کے سنانے کے لئے آپ کو بطور تفریع کے استقامت علی الدین وتدارک اُمور منقصہ للدین کا خطاب مع اشارہ الی الجزاء وعداً ووعیداً فرماتے ہیں۔قرینہ اوروں کو سنانے کا ضمیر جمع کی ہے مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ میں اور حکمت آپ کو بظاہر مخاطب بنانے کی مبالغہ ہے حکم کے مہتم بالشان ہونے میں کہ جب معصوم بھی اس کا مامور ہے تو غیر معصوم کس شمار میں ہیں اور توجیہ تفریع کی یہ ہے کہ جب سامع نے دین وایمان کی جزاء اور کفر وعصیان کی سزا سن لی تو سامع کو چاہئے کہ دین وایمان پر قائم رہے اور جو چیز دین کی منقص بھی ہو گو مزیل نہ ہو جیسے ذنوب اولاً اُن سے بچے اور احیاناً اگر ان کا صدور ہو جاوے تو استغفار سے فی الفور اس کا تدارک کرے اور حق تعالیٰ کے حاضر وناظر ہونے کے استحضار کے ذریعہ سے جزاء وسزاء کو پیش نظر رکھے کہ اوامر مذکور کے بجالانے میں معین ہو۔

امر بہ ثبات علی الایمان وباستغفار من العصیان مع استحضار وعدہ ووعید حضرت دیان:

فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ (جب آپ مطیعین وعاصین کا حال اور مآل سن چکے) تو آپ (مثل ماضی کے مستقبل میں بھی) اس کا (باکمل وجوہ) یقین رکھئے کہ بجز اللہ کے اور کوئی قابل عبادت نہیں (اس میں دین کے تمام اصول وفروع آ گئے کیونکہ علم سے مراد علم کامل اکمل ہے اور علم کامل مستلزم ہے عمل بجمیع ما بہ التعبد کو فهو كقوله تعالىٰ: فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيْٓ اُوْحِيَ اِلَيْكَ [الزخرف: ۴۳] اور اس عنوان سے اس لئے تعبیر کر دیا گیا کہ یہ اساس ہے جمیع شرائع کا حاصل یہ کہ جمیع اوامر ونواہی کے امتثال پر مداومت رکھو) اور (اگر احیاناً کوئی خطا سرزد ہو جاوے جو کمال دین میں مخل ہے سو گو وہ آپ سے صادر ہونے کے وقت میں بوجہ آپ کے معصوم ہونے کے واقع میں خطا نہ ہوگی بلکہ مباح ہوگی بلکہ بعض اوقات من وجہ عبادت ہوگی ونیز بوجہ اس کے کہ اجتہاد سے اس کا صدور ہوا ہے وہ عبادت اور موجب اجر ہے لیکن چونکہ اس اعتبار سے کہ اس فعل کا اشتغال مخل ہو گیا اس سے افضل عمل میں اور عمل افضل کا ترک آپ کی شان ارفع کے اعتبار سے صورۃً خطا ہے اس لئے) آپ اپنی (اس) خطا (ئے صوری) کی معافی مانگتے رہئے اور (چونکہ ایسا امر مخل بکمال دین آپ کی امت کے کسی مسلمان مرد یا عورت سے صادر ہو سکتا ہے اور وہ واقع میں بھی گناہ ہو سکتا ہے اس لئے آپ) سب مسلمان مردوں اور سب مسلمان عورتوں کے لئے بھی (بخشش کی دعا مانگتے رہئے تا کہ آپ کی شان کے مُناسب جو کمال دین ہے اور اسی طرح آپ کی اُمت کی شان کے مناسب جو کمال دین ہے اس کی مخل چیزوں کا تدارک ہوتا رہے اور وہ محفوظ رہے) اور (یہ بھی یاد رہے کہ) اللہ تعالیٰ تمہارے چلنے پھرنے اور رہنے سہنے کی (یعنی سب احوال واعمال کی) خبر رکھتا ہے (پس اس کے وعدہ کے امیدوار اور اس کی وعید سے خائف رہنا چاہئے)۔

ف: اس تقریر سے معلوم ہوا کہ ذنب سے مراد ذنب مجازی ہے اور ایسے ذنب کی مثال یہ ہے کہ مثلاً آپ کی خدمت میں ایک بار ابن ام مکتوم صحابیؓ نابینا آئے آپ اس وقت کسی کافر کو سمجھا رہے تھے انہوں نے بیچ میں ٹوک دیا اور خود کچھ پوچھنے لگے اس وقت آپ کو ناگوار ہوا جس کا ذکر سورۂ عبس کے اول میں ہے اب ظاہر ہے کہ اگر ایک طرف مسلمان ہو اور ایک طرف کافر تو اس وقت مسلمان کے فرعی سوال کو ملتوی کر کے اس کافر کو اصل دین کی طرف مدعو کرنا کون نہیں جانتا کہ عبادت ہے اور آپؐ نے اجتہاد سے اس کو مقدم رکھا کہ تعلیم اصل کی اہم ہے تعلیم فرع سے لیکن چونکہ مُورد آیت میں مسلمان کو نفع ہونا متیقن تھا اور کافر کو متوہم اور متیقن مقدم ہے متوہم سے اس لئے آیات جو ظاہری عنوان سے عتاب پر مشتمل ہیں نازل ہوئیں اور وہ تقدیم تعلیم اصل کی وہاں ہے جہاں تیقن وتوہم میں دونوں ایک مرتبہ پر ہوں پس آپ کا فعل بھی عبادت تھا مگر جو فعل متروک ہو گیا وہ اس سے زیادہ عبادت تھی پس ایسے امور میں استغفار کا حکم ہے اور ایسے ہی امور شروع سورۂ اِنَّا فَتَحْنَا میں مراد ہیں جن کو ذنب سمجھ کر بشارت مغفرت دی گئی خوب سمجھ لو اور فاعلم میں مراد اثبات علی العلم ہے اور گو احتمال عدم ثبات کا آپ میں بوجہ معصوم ہونے کے نہیں ہے لیکن معصوم ہونا مامور اور منہی ہونے کے منافی نہیں جس سے مقصود کبھی اعلام ہوتا ہے اور اگر مامور بہ ومنہی عنہ اس کو معلوم ہو تو مقصود اوروں کو اس حکم کا سنانا بغرض اہتمام ہوتا ہے۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الی قولہ وَالْمُؤْمِنٰتِ اس میں اشارہ ہے کہ مشائخ کو زیبا ہے کہ اپنے ساتھ اپنے اتباع کے لئے بھی دعاء کیا کریں۔

الروایات: فی الدر المنثور عن ابن جریجؒ قال کان المؤمنون والمنافقون یجتمعون الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیستمع المؤمنون منہ ما یقول ویعونہ ویسمعہ المنافقون فلا یعونہ فاذا خرجوا سألوا المؤمنین ما ذا قال آنفا فنزلت ومنہم من یستمع الیک وعن عکرمۃ ان ناسا من اھل الکتاب آمنوا برسلھم وبمحمد صلی اللہ علیہ وسلم قبل ان یبعث فلما بعث آمنوا بہ فذلک قولہ والذین اھتدوا الخ قلت وبہ یتاید ما قلت فی ترجمۃ قولہ تعالیٰ والذین اھتدوا من قولی ان ہی کی قوم میں سے الخ وبہ حسن ذکر المؤمنین فی اثناء ذکر المنافقین واستحسن المقابلۃ ۱۲۔

اللغات: انفا اسم فاعل علی غیر قیاس او بتجرید فعله من الزوائد لانه لم یسمع له فعل ثلاثی بل استانف وأتنف ثم غلب علیه معنی الظرفیة فی الاستعمال ومعنی زمان الحال ۱۲۔

النحو: فانی لهم انی خبر مقدم وذکر اهم مبتدا او الجملة جواب الشرط کذا یفهم من الخازن حیث قال یعنی فمن این لهم التذکر والاتعاظ والتوبة اذا جاء تهم الساعة بغتة ۱۲۔

البلاغة: قوله فقد جاء دلیل علی ما یفهم من الکلام السابق وهو اتیان الساعة فافهم ۱۲۔ قوله للمؤمنین علی حذف مضاف بقرینة ما قبل ای ولذنوب المؤمنین واعید الجار لان ذنوبهم جنس آخر قیل وفی حذف المضاف وتعلیق الاستغفار بذواتهم اشعار بفرط احتیاجهم الیه فکان ذواتهم عین الذنوب وکذا فیه اشعار بکثرتها کذا فی الروح ۱۲۔

وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُورَةٌ ۖ فَإِذَا أُنزِلَتْ سُورَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَذُكِرَ فِيهَا الْقِتَالُ ۙ رَأَيْتَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ يَنظُرُونَ إِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۖ فَأَوْلَىٰ لَهُمْ ﴿٢٠﴾ طَاعَةٌ وَقَوْلٌ مَّعْرُوفٌ ۚ فَإِذَا عَزَمَ الْأَمْرُ فَلَوْ صَدَقُوا اللَّهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ﴿٢١﴾ فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِن تَوَلَّيْتُمْ أَن تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ ﴿٢٢﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰ أَبْصَارَهُمْ ﴿٢٣﴾ أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا ﴿٢٤﴾ إِنَّ الَّذِينَ ارْتَدُّوا عَلَىٰ أَدْبَارِهِم مِّن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى ۙ الشَّيْطَانُ سَوَّلَ لَهُمْ وَأَمْلَىٰ لَهُمْ ﴿٢٥﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لِلَّذِينَ كَرِهُوا مَا نَزَّلَ اللَّهُ سَنُطِيعُكُمْ فِي بَعْضِ الْأَمْرِ ۖ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِسْرَارَهُمْ ﴿٢٦﴾ فَكَيْفَ إِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ ﴿٢٧﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمُ اتَّبَعُوا مَا أَسْخَطَ اللَّهَ وَكَرِهُوا رِضْوَانَهُ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ ﴿٢٨﴾ أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ أَن لَّن يُخْرِجَ اللَّهُ أَضْغَانَهُمْ ﴿٢٩﴾ وَلَوْ نَشَاءُ لَأَرَيْنَاكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُم بِسِيمَاهُمْ ۚ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ أَعْمَالَكُمْ ﴿٣٠﴾ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتَّىٰ نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِينَ مِنكُمْ وَالصَّابِرِينَ وَنَبْلُوَ أَخْبَارَكُمْ ﴿٣١﴾

اور جولوگ ایمان والے ہیں وہ کہتے رہتے ہیں کہ کوئی (نئی) سورت کیوں نہ نازل ہوئی۔ سو جس وقت کوئی صاف صاف (مضمون کی) سورت نازل ہوتی ہے اور (اتفاق سے) اس میں جہاد کا بھی ذکر ہوتا ہے تو جن لوگوں کے دلوں میں بیماری (نفاق) ہے آپ ان لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ آپ کی طرف اس طرح دیکھتے ہیں جیسے کسی پر موت کی بے ہوشی طاری ہو۔ سو (اصل یہ ہے کہ) عنقریب ان کی کم بختی آنے والی ہے۔ ان کی اطاعت اور بات چیت معلوم ہے۔ پس جب سارا کام تیار ہی ہو جاتا ہے تو اگر یہ لوگ اللہ سے سچے رہتے تو ان کے لئے بہت بہتر ہوتا۔ سو اگر تم کنارہ کش رہو تو آیا تم کو یہ احتمال بھی ہے کہ دنیا میں فساد مچا دو اور آپس میں قطع قرابت کر دو۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو رب نے اپنی رحمت سے دور کر دیا۔ پھر ان کو بہرا کر دیا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا۔ تو کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا دلوں پر قفل لگ رہے ہیں۔ جولوگ پشت پھیر کر ہٹ گئے پھر اس کے کہ سیدھا راستہ ان کو صاف معلوم ہو گیا شیطان نے ان کو چکمہ دیا ہے اور ان کو دور دور کی سجھائی ہے یہ اس سبب سے ہوا کہ ان لوگوں نے ایسے لوگوں سے جو کہ خدا کے اتارے ہوئے احکام کو ناپسند کرتے ہیں۔ یہ کہا کہ بعض باتوں میں ہم تمہارا کہا مان لیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کی خفیہ باتیں کرنے کو خوب جانتا ہے۔ سو ان کا کیا حال ہوگا۔ جبکہ فرشتے ان کی جان قبض کرتے ہوں گے اور ان کے مونہوں اور پشتوں پر مارتے جاتے ہوں گے۔ یہ اس سبب سے کہ جو طریقہ خدا کی ناراضی کا موجب تھا یہ اسی پر چلے اور اس کی رضا سے نفرت کی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ ان کے سب اعمال کالعدم کرتا ہے۔ جن لوگوں کے دلوں میں مرض ہے کیا یہ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کبھی ان کی دلی عداوتوں کو ظاہر نہ کرے گا اور ہم اگر چاہتے تو آپ کو ان کا پورا پتہ بتا دیتے سو آپ ان کو حلیہ سے پہچان لیتے اور آپ ان کو طرز کلام سے ضرور پہچان لیں گے اور اللہ تعالیٰ تم سب کے اعمال کو جانتا ہے اور ہم ضرور تم سب کی آزمائش کریں گے تا کہ ہم ان لوگوں کو معلوم کر لیں جو تم میں جہاد کرنے والے ہیں

اور تاکہ تمہاری حالتوں کی جانچ کرلیں۔

تفسیر ربط: اوپر مؤمنین وکفار کے ذکر کے بعد منافقین کا ذکر تھا آگے بھی ان کے حال کی زیادہ تفصیل ہے جیسا شروع سورۂ بقرہ میں مؤمنین وکافرین کا حال کم ہے اور منافقین کا زیادہ کیونکہ ان کا کوشش کرنا اخفائے حال میں بغرض تلبیس کے مقتضی ہے اس کے زیادہ کشف کو بمصلحت دفع تلبیس کے اور اول میں مؤمنین کا قول تمہید کے لئے بیان کیا گیا ہے۔

تفصیل وتکمیل شنائع منفقین: وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُورَةٌ (الی قولہ تعالیٰ) وَنَبْلُوَا أَخْبَارَكُمْ ۝ اور جو لوگ ایمان والے ہیں وہ (تو ہمیشہ اس بات کے مشتاق رہتے ہیں کہ کلام الٰہی اور نازل ہوتا کہ ایمان تازہ ہوا اور احکام جدید آویں تو ان کا ثواب بھی حاصل کریں اور اگر احکام سابقہ کی تاکید ہو تو اور زیادہ ثبات حاصل ہو اور اس اشتیاق میں) کہتے رہتے ہیں کہ کوئی (نئی) سورت کیوں نہ نازل ہوئی (اگر نازل ہو تو تمنا پوری ہو) سو جس وقت کوئی صاف صاف (مضمون کی) سورت نازل ہوتی ہے اور (اتفاق سے) اس میں جہاد کا بھی صاف صاف) ذکر ہوتا ہے تو جن لوگوں کے دلوں میں (نفاق کی) بیماری ہے آپ ان لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ آپ کی طرف اس طرح بھیا تک نگاہوں سے) دیکھتے ہیں جیسے کسی پر موت کی بے ہوشی طاری ہو (اس طرح دیکھنے کا سبب خوف اور جبن ہے کہ اب حفظ وضع کے لئے جہاد میں جانا پڑا اور مصیبت آئی اور جو جو اس طرح خدا کے حکم سے جی چراتے ہیں) سو (اصل یہ ہے کہ) عنقریب ان کی کمبختی آنے والی ہے (خواہ دنیا میں بھی کسی وبال میں گرفتار ہوں ورنہ بعد موت کے تو ضروری ہی ہے اور گو فرصت میں یہ بہت باتیں اطاعت اور تملق کی بنایا کرتے ہیں لیکن) ان کی اطاعت اور بات چیت (کی حقیقت) معلوم ہے (جس کا اب نزول حکم قتال کے وقت ان کی حالت سے سب ہی پر ظہور ہو گیا) پھر (بعد نزول حکم جہاد کے) جب سارا کام (اور سامان لڑائی کا) تیار نہیں ہو جاتا ہے تو (اس وقت بھی) اگر یہ لوگ (دعویٰ ایمان باللہ میں) اللہ سے سچے رہتے (یعنی دعوے ایمان کے مقتضا پر کہ عمل بالا حکام عموماً وبحکم الجہاد خصوصاً ہے عمل کرتے اور صدق دل سے جہاد کرتے) تو ان کے لئے بہت ہی بہتر ہوتا (یعنی ابتداء میں اگر منافق تھے تو اخیر ہی میں نفاق سے تائب ہو جاتے تب بھی ایمان مقبول ہو جاتا اور انتہاء کو اس میں منحصر نہ سمجھا جاوے کیونکہ وقت موت تک صدق مقبول ہے۔ آگے تقویت امر جہاد و ذم متخلفین عن الجہاد کے لئے جہاد کے ترک پر ایک ظاہری محذور بھی منافقین کو بطور التفات کے خطاب کر کے بیان فرماتے ہیں کہ تم لوگ جو جہاد سے کراہت کرتے ہو) سو (اس میں دُنیوی مضرت بھی ہے چنانچہ) اگر تم (اور اسی طرح سب ففیہ تغلیب جہاد سے) کنارہ کش رہو تو آیا تم کو یہ احتمال بھی ہے (یعنی ہونا چاہئے) **فالاستفہام للتقریر** کہ تم (یعنی مجموعہ ناس) دنیا میں فساد مچادو اور آپس میں قطع قرابت کردو (یعنی جہاد سے بڑا فائدہ اقامت عدل واصلاح وامن کا ہے اگر اس کو چھوڑ دیا جاوے تو مفسدین کا غلبہ ہو جاوے اور کوئی انتظام جس میں جمیع مصالح مرعی ہوں نہ رہے اور ایسے انتظام نہ ہونے کے لئے فساد اور اضاعت حقوق لازم ہے گو جہل بالا حکام الصحیحہ سے کوئی شخص اس کو لڑائی بھڑائی نہ ہونے سے امن اور عدل سمجھ جائے جیسا قوانین مخالفہ شرع کے یہی آثار مشاہد ہیں کہ ظاہراً ائتلاف اور حقیقۃً حقوق کا اتلاف پس جہاد میں دُنیوی منفعت بھی ہوا اس سے تقاعد کرنا اور بھی عجیب ہے آگے بطور التفات الی الغیب کے ان منافقین مذکورین کی تقبیح ہے کہ) یہ وہ لوگ ہیں جن کو خدا نے اپنی رحمت سے دور کر دیا (اس لئے اس کے احکام پر عمل کی توفیق نہ رہی) پھر (رحمت سے بعید کرنے پر یہ امر مرتب ہوا کہ) ان کو (بگوش قبول احکام الٰہیہ سننے سے) بہرا کر دیا اور (راہ حق کے دیکھنے سے) ان کی (باطنی) آنکھوں کو اندھا کر دیا (آگے ان پر توبیخ ہے کہ باوجودیکہ قرآن میں جہاد اور دیگر احکام کا وجوب مع دلائل حقانیت قرآن کے اور ان احکام کے مصالح ومنافع اُخرویہ دائماً اور دُنیویہ بھی احیاناً اور ان احکام کی مخالفت پر وعیدیں مذکور ہیں پھر جو لوگ اس طرف التفات نہیں کرتے) تو کیا یہ لوگ قرآن (کے اعجاز اور مضامین) میں غور نہیں کرتے (اس لئے ان کو انکشاف نہیں ہوتا) یا (غور کرتے ہیں مگر) دلوں پر (غیبی) قفل لگ رہے ہیں (یہ منع الخلو ہے اور واقع میں دونوں امر مجتمع ہیں اول ان کا فعل ہوا یعنی عدم تدبر بوجہ انکار کے پھر اس کے وبال میں قفل لگ گیا جس کو طبع اور ختم بھی کہا گیا ہے اور دلیل اس ترتیب کی یہ آیت ہے ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ آمَنُوا ثُمَّ كَفَرُوا فَطُبِعَ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ ...... [المنافقون: ۳] اور اس مجموعہ پر فَهُمْ لَا يَفْقَهُونَ [ایضاً] مرتب ہے آگے اس عدم تدبر کی وجہ فرماتے ہیں کہ) جو لوگ (حق) سے پُشت پھیر کر ہٹ گئے بعد اس کے کہ سیدھا رستہ ان کو دلائل عقلیہ مثل اعجاز قرآن اور دلائل نقلیہ مثل پیشین گوئی کتب سابقہ سے **لان اکثر المنافقین کانوا اهل کتاب** صاف معلوم ہو گیا شیطان نے ان کو چکمہ دیا ہے اور ان کو دور کی سوجھائی ہے (کہ ایمان لانے سے فلاں مصلحتیں موجودہ اور جو آئندہ متوقع ہیں فوت ہو جاویں گی اور یہ املاء ہے اس لئے ایمان نہ لانا ہی بہتر ہے یہ تسویل ہے۔ حاصل یہ ہوا کہ اس عدم تدبر کی وجہ عناد ہے کہ بعد تبیین ہدی کے ارتداد علی الادبار ان سے صادر ہوا اور اس عناد کے بعد تسویل شیطانی ہوئی اور اس تسویل سے عدم تدبر ہوا اور عدم تدبر سے ختم اور طبع پھر) یہ (ارتداد علی الادبار بعد تبین الہدی) اس سبب سے ہوا کہ ان لوگوں نے ایسے لوگوں سے جو کہ خدا کے اُتارے ہوئے احکام کو (حسداً) ناپسند کرتے ہیں (مراد اس سے رؤساء یہود ہیں جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے حسد کرتے تھے اور باوجود معرفت حق کے اتباع سے عار کرتے تھے حاصل یہ کہ ان منافقین نے

رؤسائے یہود سے) یہ کہا کہ بعضی باتوں میں ہم تمہارا کہنا مان لیں گے (یعنی تم جو ہم کو اتباع محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے منع کرتے ہو اس کے دو جزو ہیں ایک عدم اتباع ظاہراً دوسرا عدم اتباع باطناً سو جزو اول میں تو ہم بمصلحت تمہارا کہنا نہیں مان سکتے لیکن جزو ثانی میں مان لیں گے کیونکہ عقائد میں ہم تمہارے ساتھ ہیں کما قال انا معکم مطلب یہ ہوا کہ حق سے پھرنے کا سبب قومی تعصب اور کورانہ تقلید ہے۔ غرض ابتداء سلسلہ کی اس سے ہے اور انتہاء ختم وطبع پر)اور (گو ان تمام کی باتیں یہ منافقین خفیہ کرتے ہیں مگر) اللہ تعالیٰ ان کی خفیہ باتیں کرنے کو (خوب) جانتا ہے (اور بعض امور پر وحی کے ذریعہ سے آپ کو مطلع کر دیتا ہے آگے وعید ہے جو کہ اولی لھم کی تفسیر کے طور پر ہو سکتی ہے یعنی جو ایسی حرکتیں کر رہے ہیں) سو ان کا کیا حال ہوگا جب کہ فرشتے ان کی جان قبض کرتے ہوں گے اور ان کے مونہوں پر اور پشتوں پر مارتے جاتے ہوں گے (اور) یہ (عقوبت) اس سبب سے (ہوگی) کہ جو طریقہ خدا کی ناراضی کا موجب تھا یہ اسی پر چلے اور اس کی رضا (یعنی اعمال موجبہ رضا سے نفرت کیا کئے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے سب اعمال (نیک ابتداء ہی سے) کالعدم کر دیئے (پس اس عقوبت کے مستحق ہو گئے اور اگر کسی کے پاس کوئی عمل مقبول ہو تو اس کی برکت سے عقوبت میں کچھ تو کمی ہو ہی جاتی ہے آگے واللہ یعلم اسرارھم کے مضمون کی شرح کے طور پر ہے کہ) جن لوگوں کے دلوں میں مرض (نفاق) ہے (اور وہ اس کے چھپانے کی کوشش کرتے ہیں) کیا یہ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کبھی ان کی دلی عداوتوں کو ظاہر نہ کرے گا (یعنی یہ ان کو کیسے اطمینان ہو گیا جب کہ حق تعالیٰ کا عالم الغیب ہونا ثابت اور مسلم ہے) اور ہم (تو) اگر چاہتے تو آپ کو ان کا پورا پتہ بتلا دیتے سو آپ اُن کو اُن کے حلیہ سے پہچان لیتے (پورے پتہ کا مطلب یہی ہے کہ ہر ایک کا پورا حلیہ بتا دیتے اور وہ حُلیہ گو مفہوم کلی ہوتا مگر جو کلی منحصر فی فرد واحد ہو اس کا انطباق اُسی جزئی معین پر ہوتا ہے اس لئے اس کلی کا بتلا دینا بمنزلہ اشارۂ جزئیہ کے ہے اس جزئی کی طرف) اور (گو بمصلحت ہم نے اس طرح نہیں بتلایا لیکن) آپ اُن کو طرز کلام سے (اب بھی) ضرور پہچان لیں گے (کیونکہ اُن کا کلام صدق سے ناشی نہیں اور آپ کو نور فراست سے اللہ تعالیٰ نے صدق وکذب کی پہچان دی تھی کہ صدق کا اثر قلب پر اور ہوتا تھا اور کذب کا اور کما فی الحدیث الصدق طمانیة والکذب ریبة) اور (آگے مؤمنین ومنافقین سب کو خطاب میں جمع کر کے بطور ترغیب وترہیب کے فرماتے ہیں کہ) اللہ تعالیٰ تم سب کے اعمال کو جانتا ہے (پس مسلمانوں کو ان کے اخلاص پر جزا اور منافقین کو اُن کے نفاق وخداع پر سزا دے گا) اور (آگے احکام شاقہ مثل جہاد وغیرہ کی ایک حاکمانہ حکمت ارشاد ہے جیسا اوپر فھل عسیتم الخ میں ایک حکیمانہ حکمت جوارشاد فرمائی تھی یعنی) ہم (ایسے امور شاقہ کا حکم دے کر) ضرور تمہاری سب کی آزمائش کریں گے تا کہ ہم (ظاہری طور پر بھی) ان لوگوں کو معلوم (اور متمیز) کر لیں جو تم میں جہاد کرنے والے ہیں اور جو (جہاد میں) ثابت قدم رہنے والے ہیں اور تا کہ تمہاری حالتوں کی جانچ کر لیں (یہ اس لئے بڑھا دیا کہ علاوہ حکم جہاد کے اور احکام بھی داخل ہو جاویں اور علاوہ حالت مجاہدہ صبر کے دوسرے حالات بھی داخل ہو جاویں)۔ ف: درمنثور میں ابن عباسؓ سے روایت ہے ثم دل اللہ النبی ﷺ بعد علی المنافقین فکان یدعو باسم الرجل من اھل النفاق اور روح المعانی میں حضرت انسؓ سے بلاسند ایک روایت ہے کان علیه الصلوٰة والسلام یعرفھم بسیماھم اور اسی مضمون کی روایت طبری نے ابن زید سے روایت کی ہے سو پہلی روایت میں آیت سے کوئی منافات ظاہری بھی نہیں کیونکہ یہ دلالت معرفت باللحن سے بھی ہو سکتی ہے البتہ روایت ثانیہ وثالثہ ظاہراً منافی ہے لیکن لو نشاء الخ میں لو ماضی کے لئے ہے اور انتفاء فی الماضی سے انتفاء فی المستقبل لازم نہیں آتا سو ممکن ہے کہ بعد نزول اس آیت کے معرفت بالسیما بھی عطا ہو گئی ہو اور حضرت حذیفہؓ کو منافقین کا بتلا دینا جو بعض روایات سے مفہوم ہوتا ہے اس میں آپ کی معرفت کے متعلق دونوں احتمال ہیں اور نعلم المجاھدین میں ظاہری طور کہا گیا ہے اس کی شرح پارۂ دوم کی شروع لنعلم من یتبع الرسول کی تفسیر میں گزری ہے اور سورت میں جو محکم کی قید ہے یہ محکم مقابل متشابہ کے ہے جیسا شروع آل عمران میں ہے اور فائدہ اس قید کا یہ ہے کہ اگر کوئی آیت خفی المعنی در بارۂ جہاد کے نازل ہوتی تو اُن کو بہانہ مل سکتا تھا کہ ہم اس کے معنی نہیں سمجھے اور محکم میں چونکہ اس کی گنجائش نہ تھی ان پر سخت شاق ہوتا تھا اور اگر شبہ ہو کہ جہاد کا حکم ایک بار نازل ہونا بھی ان کی ناگواری کے لئے کافی تھا تعدد نزول کو اس میں کیا دخل۔ جواب یہ ہے کہ اکثر آیتیں جہاد کی ایسی ہیں کہ جب کوئی نیا قصہ پیش آیا اور خاص کسی قوم سے جہاد کی ضرورت ہوئی خاص اس کے متعلق آیتیں آ گئیں پس اگر نئی آیتیں نہ آتیں تو وہ اس سے بے فکر رہتے کہ آیات سابقہ کا مورد تو ختم ہو چکا اب نئے قصہ میں تو جہاد کا حکم نہیں ہوا ہے مگر جب اس میں بھی نزول آیت جہاد کا ہوتا تو پھر ان کی جان کو بنتی۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَيْنٰكَهُمْ الی قولہ: فِىْ لَحْنِ الْقَوْلِ ؕ اس میں فراست کی اصل ہے لیکن احکام فراست کا جزم یا فراست کی بناء پر تجسس جائز نہیں البتہ مصلح کو تفتیش کرنا مباح ہے جیسے قصۂ افک میں حضور ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا اور دوسرے خدام سے بھی تحقیق فرمائی تھی۔

اللغات: لو لا للتحضیض اولی لھم فی الروح عن الصحاح عن الاصمعی اولی له قاربه ما یھلکه ای نزول به فھو فعل مستتر فیه

ضمير الهلاك بقرينة السياق واللام زائدة ۱۲۔ سوّل في القاموس سوله الشيطان اغواه قوله املى مدلهم الشيطان في الا ماني قوله اضغان جمع ضغن حقد وعداوة ۱۲۔ قوله لحن القول في الروح اسلوب من اساليبه او المائلة عن الطريق آه والاولى ان يراد به ههنا الاول قوله اخباركم اى احوالكم التي يخبر عنها ۱۲۔

النحو: طاعة وقوله معروف انظر في حواشي آية واقسموا بالله جهد ايمانهم من سورة النور ۱۲۔

البلاغة: قوله فاصمهم في الروح جاء التركيب فاصمهم ولم يات فاصم آذنهم كما جاء واعمٰى ابصارهم او واعماهم كما جاء فاصمهم قيل لان الاذن لو اصيبت بقطع او قلع يسمع الكلام فلم يحتج الى ذكر الاذن والبصر وهو العين لو اصيب لا متنع الابصار فالعين لها مدخل في الرؤية والاذن لا مدخل لها في السمع آه قوله ام على قلوب تنكره لتهويل حالها في القساوة ۱۲۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَشَاقُّوا الرَّسُولَ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَىٰ لَن يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا وَسَيُحْبِطُ أَعْمَالَهُمْ ﴿٣٢﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ ﴿٣٣﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ مَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَن يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ ﴿٣٤﴾ فَلَا تَهِنُوا وَتَدْعُوا إِلَى السَّلْمِ وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ وَاللَّهُ مَعَكُمْ وَلَن يَتِرَكُمْ أَعْمَالَكُمْ ﴿٣٥﴾ إِنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهْوٌ وَإِن تُؤْمِنُوا وَتَتَّقُوا يُؤْتِكُمْ أُجُورَكُمْ وَلَا يَسْأَلْكُمْ أَمْوَالَكُمْ ﴿٣٦﴾ إِن يَسْأَلْكُمُوهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوا وَيُخْرِجْ أَضْغَانَكُمْ ﴿٣٧﴾ هَا أَنتُمْ هَٰؤُلَاءِ تُدْعَوْنَ لِتُنفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَمِنكُم مَّن يَبْخَلُ وَمَن يَبْخَلْ فَإِنَّمَا يَبْخَلُ عَن نَّفْسِهِ وَاللَّهُ الْغَنِيُّ وَأَنتُمُ الْفُقَرَاءُ وَإِن تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُم ﴿٣٨﴾

ع ۴/۸

بے شک جو لوگ کافر ہوئے اور انہوں نے اللہ کے رستے سے روکا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی بعد اس کے کہ ان کو رستہ نظر آ چکا تھا۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو کچھ نقصان نہ پہنچا سکیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو مٹا دیں گے۔ اے ایمان لانے والو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور (کفار کی طرح اللہ اور رسول کی مخالفت کر کے) اپنے اعمال کو برباد مت کرو۔ بے شک جو لوگ کافر ہوئے اور انہوں نے اللہ کے رستے سے روکا پھر وہ کافر ہی رہ کر مر گئے خدا تعالیٰ ان کو کبھی نہ بخشے گا۔ سو تم ہمت مت ہارو اور صلح کی طرف مت بلاؤ اور تم ہی غالب رہو گے اور اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے اور تمہارے اعمال میں ہرگز کمی نہ کرے گا۔ دنیوی زندگی تو محض ایک لہو لعب ہے اور اگر ایمان اور تقویٰ اختیار کرو تو اللہ تم کو تمہارے اجر عطا کرے گا اور تم سے تمہارے مال طلب نہ کرے گا۔ اگر تم سے تمہارے مال طلب کرے پھر انتہا درجہ تک تم سے طلب کرتا رہے تو تم بخل کرنے لگو اور اللہ تمہارے ناگواری ظاہر کر دے۔ ہاں تم لوگ ایسے ہو کہ تم کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے بلایا جاتا ہے سو بعضے تم میں سے وہ ہیں جو بخل کرتے ہیں اور جو شخص کرتا ہے تو وہ خود اپنے سے بخل کرتا ہے اور اللہ تو کسی کا محتاج نہیں اور تم سب محتاج ہو اور اگر تم روگردانی کرو گے تو خدا تعالیٰ تمہاری جگہ دوسری قوم پیدا کر دے گا۔ پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے۔

تفسیر ربط: اوپر شروع سورت سے یہاں تک مسلمانوں کی تحسین اور کفار کی تہجین اور درمیان میں کفار سے جہاد کا حکم مذکور ہے آگے خاتمہ میں ان مضامین کی کچھ تلخیص کچھ تفریع کچھ تتمیم کچھ تاکید ہے چنانچہ کفار کی مذمت [1] تہجین کفار کی تلخیص ہے اور اللہ و رسول کی اطاعت کا حکم تحسین مؤمنین پر تفریع ہے اس طور پر کہ جب اہل ایمان کے لئے ایسی ایسی خوبیاں ثابت ہیں تو تم ان خوبیوں کی علت یعنی اطاعت کو مت چھوڑنا اور ان خوبیوں کے منافی یعنی ابطال عمل سے بچنا۔ پھر اس تحسین و تہجین کے مجموعہ پر فَلَا تَهِنُوا کی تفریع ہے کہ جب دونوں فریق میں یہ تفاوت ہے تو مقبولین کو مخذولین سے دبنا نہ چاہئے اور یہ مضمون تاکید ہے فضرب الرقاب کی اور انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب کا مضمون حکم جہاد کی تتمیم ہے اور بالکل ختم پر مضمون ترہیب کا ان مذکورہ وغیر مذکورہ جمیع اوامر و نواہی کی تاکید ہے۔

تحذیر مؤمنین در طرفین کلام و ترغیب شان در اطاعت احکام خصوص در جہاد بالنفس و بالمال با کفار لئام:

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا (الی قوله تعالیٰ) ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُم ﴿٣٨﴾ بے شک جو لوگ کافر ہوئے اور انہوں نے (اوروں کو بھی) اللہ کے راستہ (یعنی دین) سے

روکا اور رسول (ﷺ) کی مخالفت کی بعد اس کے کہ ان کو (دین کا) راستہ (دلائل عقلیہ سے مشرکین کے لئے اور نقلیہ سے بھی اہل کتاب کے لئے) نظر آ چکا تھا یہ لوگ اللہ (کے دین) کو کچھ نقصان نہ پہنچا سکیں گے (بلکہ یہ دین ہر حال میں پورا ہو کر رہے گا چنانچہ ہوا) اور اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو (جو دین حق کے مٹانے کے لئے عمل میں لا رہے ہیں) مٹا دے گا (یہ تمہید تھی مسلمانوں کے تحذیر کی آگے ترغیب اطاعت کے ساتھ اس تحذیر کی تصریح ہے کہ) اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور (چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ ہی کا حکم بتلاتے ہیں خواہ خاص جزئی کی وحی سے یا کلی وحی شدہ میں کسی جزئی کو داخل کرنے سے اس لئے) رسول (ﷺ) کی (بھی) اطاعت کرو اور (کفار کی طرح اللہ و رسول کی مخالفت کر کے) اپنے اعمال کو برباد مت کرو (اگر یہ مخالفت نفس ایمان میں ہے تب تو برباد ہونا اس لئے ہے کہ کفر اگر سابق ہے جیسے کافر اصلی کا کفر تو وہ منافی صحت عمل ہے اور اگر لاحق ہے جیسے مُرتد کا کُفر تو وہ حابط عمل ہے اور اگر مخالفت نفس ایمان میں نہیں بلکہ کسی عمل میں ہے جیسے عصاۃ مؤمنین کا عصیان تب برباد ہونے کی یہ صورت ہے کہ جو ایک عمل کسی دوسرے عمل کی صحت یا بقاء کی شرط ہے اس میں خلل ڈالا جائے جس کی تفصیل پارہ سوم آیت: يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ ...... [البقرة : ٢٦٤] کی تفسیر میں گزری ہے اور ہر چند کہ کفار جو مخالفت کرتے تھے وہ نفس ایمان ہی میں تھی جو کہ مرتبہ بشرط شئی میں ہے لیکن چونکہ اس میں لابشرط شئی کا مرتبہ بھی پایا جاتا ہے جو کہ تمام مراتب میں مشترک ہے اس لئے تحذیر میں اس مخالفت کو از قبیل مخالفت کفار قرار دینا جیسا مترجم نے بقرینہ مقام اس لفظ سے کہ کفار کی طرح اس کا اعتبار کیا ہے مضائقہ نہیں اور اوپر تو الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا کا خسران فی الدنیا مذکور تھا آگے اس کا خسران فی الاخریٰ کا ذکر فرماتے ہیں کہ) بے شک جو لوگ کافر ہوئے اور انہوں نے اللہ کے راستہ سے روکا پھر وہ کافر ہی رہ کر مر (بھی) گئے سو خدا تعالیٰ ان کو کبھی نہ بخشے گا (عدم مغفرت کے لئے کفر کے ساتھ صد عن سبیل اللہ شرط نہیں بلکہ صرف کفر و الی الموت تک کا یہی اثر ہے لیکن زیادت تشنیع کے لئے یہ قید واقعی بڑھا دی کہ اس وقت کے رؤسائے کفار میں یہ امر بھی متحقق تھا آگے مؤمنین کے مدائح اور کفار کے قبائح پر بطور تفریع کے فرماتے ہیں کہ جب معلوم ہو گیا کہ مسلمان خدا کے محبوب اور کفار مبغوض ہیں) تو (اے مسلمانو) تم (کفار کے مقابلہ میں) ہمت مت ہارو اور (ہمت ہار کر ان کو) صلح کی طرف مت بلاؤ اور تم ہی غالب رہو گے (اور وہ مغلوب ہوں گے کہ تم محبوب ہو اور وہ مبغوض ہیں) اور اللہ تمہارے ساتھ ہے (یہ تو تم کو دنیا کی کامیابی ہوئی) اور (آخرت میں یہ کامیابی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ) تمہارے اعمال (کے ثواب میں ہرگز کمی نہ کرے گا (یہ تو تشجیع سے جہاد کی ترغیب تھی آگے تزہید سے جہاد کی ترغیب اور انفاق فی سبیل اللہ کی تمہید ہے کہ) کہ یہ دنیوی زندگانی تو محض ایک لہو و لعب ہے (اگر اس میں جان اور مال کو تمتع کے لئے بچانا چاہے تو وہ تمتع ہی کتنے دن کا ہے اور کیا اس کا حاصل) اور اگر تم ایمان اور تقویٰ اختیار کرو (جس میں جہاد بالنفس والمال بھی آ گیا) تو (تم کو اپنے پاس سے نفع پہنچا دے گا اس طرح سے کہ) تم کو تمہارے اجر عطا کرے گا اور (تم سے کسی نفع کا طالب نہ ہو گا چنانچہ) تم سے تمہارے مال (تک بھی جو کہ جان سے اہون ہے اپنے نفع کے لئے) طلب نہیں کرے گا (جب تم سے ایسی چیز طلب نہیں کرتا جس کا دینا آسان ہے تو جان جس کا دینا مشکل ہے وہ تو کیوں طلب کرے گا چنانچہ ظاہر ہے کہ ہمارے جان و مال کے خرچ کرنے سے اللہ تعالیٰ کا کوئی نفع نہیں اور نہ یہ ممکن ہے وہذا کقولہ تعالیٰ: وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ ۗ [الأنعام : ١٤] اور لَا يَسْـَٔلْكُمْ کا ترتب اِنْ تُؤْمِنُوْا پر جیسا کہ اس کے جزاء ہونے کا مقتضا ہے بایں معنی نہیں ہے کہ اگر ایمان نہ لاؤ تو تمہارا مال لے لے گا بلکہ بایں معنی ہے کہ ایمان نہ لانے والے سے تو ہماری کوئی خصوصیت ہی نہیں اس میں تو سوال اموال کا احتمال ہی نہیں البتہ شاید ایمان لانے کی صورت میں ڈرتا کہ کہیں دوستی میں فرمائشیں نہ ہونے لگیں جیسا اکثر اہل دنیا میں مشاہدہ کیا جاتا ہے اس لئے بطور مبالغہ کے اس کو اس پر مرتب فرمایا کہ اگر تم ایمان بھی لے آؤ تب بھی ہم تم سے اپنے لئے مال طلب نہ کریں اور اپنے نفع کے لئے سوال کرنا تو سوال کی ایک فرد محال ہے اس کا تو احتمال ہی نہیں ہماری طرف سے تو سوال کی بعض فرد ممکن بھی کہ وہ سوال ہے جمیع مال کا واقع نہیں ہوتی کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ اکثر لوگوں کو تمام خرچ کرنا ناگوار ہے چنانچہ) اگر (امتحاناً) تم سے تمہارے مال طلب کرے پھر انتہاء درجہ تک تم سے طلب کرتا رہے (یعنی سب مال طلب کرنے لگے) تو تم (یعنی تم میں سے اکثر) بخل کرنے لگو (یعنی دینا گوارا نہ کرو) اور (اس وقت) اللہ تعالیٰ تمہاری ناگواری ظاہر کر دے (یعنی نہ دینے سے کہ فعل ظاہری ہے باطنی ناگواری کھل جاوے اس لئے یہ فرد ممکن بھی واقع نہیں کی گئی اور) ہاں (اس فرد ممکن پر ترتب بخل اور اخراج اضغان کی دلیل صاف ہے کہ) تم لوگ ایسے ہو کہ تم کو اللہ کی راہ میں (جس کا نفع تمہاری طرف عائد ہونا یقینی ہے تھوڑا سا حصہ مال کا) خرچ کرنے کے لئے بلایا جاتا ہے (اور بقیہ اکثر تمہارے قبضہ میں چھوڑ دیا جاتا ہے) سو (اس پر بھی) بعضے تم میں سے وہ ہیں جو بخل کرتے ہیں (گو ایسے لوگ قلیل سہی مگر یہ تو معلوم ہو گیا کہ اگر وہ فرد مذکور کہ اس سے بدرجہ اشق واشد ہے واقع ہوتی تو جیسے اب بعض قلیل بخل کرتے ہیں اس وقت بعض کثیر بلکہ اکثر بخل کرتے جیسا طبائع کے انداز سے صاف ظاہر ہے) اور (آگے اس فرد واقع پر بخل کی مذمت ہے کہ) جو شخص (ایسی جگہ خرچ کرنے سے) بخل کرتا ہے تو وہ (در

حقیقت) خود اپنے سے بخل کرتا ہے (یعنی اپنے ہی کو اس کے نفع دائمی سے محروم رکھتا ہے) اور (نہیں تو) اللہ تو کسی کا محتاج نہیں (تا کہ احتمال اس کے ضرر کا ہو) اور (بلکہ) تم سب (اس کے) محتاج ہو (اور تمہاری اسی احتیاج کی رعایت سے تم کو انفاق کا حکم کیا گیا کیونکہ آخرت میں تم کو ثواب کی حاجت ہوگی اور طریق اس کا یہی اعمال ہیں اب تم اپنے نفع نقصان دیکھ لو اور اول تو ہم کو کسی عامل کے نفس عمل ہی کی حاجت نہیں) اور اگر (بعض حکمتوں کی وجہ سے دنیا میں ایسے لوگوں کا جو کہ اعمال صالحہ کریں رکھنا ہی ہوگا اور) تم (ہمارے احکام سے) روگردانی کرو گے تو خدا تعالیٰ تمہاری جگہ دوسری قوم پیدا کردے گا (اور) پھر وہ تم جیسے (رو گردانی کرنے والے) نہ ہوں گے (بلکہ نہایت فرمانبردار ہوں گے اور یہ کام ان سے لے لیا جاوے گا اور اس طرح وہ حکمت پوری ہو جاوے گی)۔

ف: فَلَا تَهِنُوْا وَتَدْعُوْٓا میں جو صلح کی ممانعت ہے تو اس سے مراد مطلق صلح نہیں بلکہ صرف وہ صلح ہے جس کا منشا محض ضعف ہمت ہو جو کہ معصیت ہے اور ظاہر ہے کہ جب معصیت ناجائز ہے اس پر کسی عمل کا مرتب کرنا بھی جائز نہ ہوگا اور جو صلح کسی مصلحت سے ہو گو وہ مصلحت ضعف قوت جسمانی یا قلت عدد یا قلت سامان ہو ونحو ذلک وہ جائز ہے اور وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ میں جو غلبہ کی بشارت دی ہے اگر یہ خاص مخاطب کے اعتبار سے ہے تب تو کچھ اشکال ہی نہیں کیونکہ اسی طرح واقع ہوا اور اگر عام مؤمنین کے اعتبار سے ہے تو دوسری جگہ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ [ال عمران : ۱۳۹] کو اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ بمعنی کامل الایمان کے ساتھ مقید فرمایا ہے اور اس کی پوری تحقیق پارۂ ششم آیت وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ [المائدۃ : ۵۶] کی تفسیر کے ذیل میں گزری ہے اور اِنْ يَّسْـَٔلْكُمُوْهَا کی تقریر میں سوال کی جس فرد کو ممکن کہا گیا ہے اس پر اگر یہ شبہ ہو کہ سوال تو خود ہی محال ہے کیونکہ وہ موقوف ہے احتیاج پر جواب یہ ہے کہ سوال سے مراد مطلق طلب ہے گو بطور امر سہی چنانچہ آیت مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ [البقرۃ : ۲۴۵] میں حق تعالیٰ کی طرف استقراض یعنی سوال قرض کی اسناد اسی معنی کے اعتبار سے خود ثابت ہے اور تَبْخَلُوْا کے ترجمہ میں جو اکثر کہا گیا وجہ اس کی یہ ہے کہ اللہ کے بعضے بندے ایسے ہیں کہ وہ خوشی سے سب ہی دے دیتے ہیں اور اگر یہ شبہ ہو کہ پھر تبخلوا میں سب کی طرف کیوں اسناد کردی جواب یہ ہے کہ **اسناد ما للاكثر الى الكل مجازاً** جائز وشائع فی الکلام ہے اور اس فرد ممکن کا عدم وقوع ظاہر ہے کیونکہ جس قدر نفقات واجبہ ابتداءً ہیں ان میں سے کسی میں تمام مال دینا واجب نہیں اور یوں خود کوئی جمیع مال کی نذر کرے تو یہ اس نے خود التزام کیا ہے اور اس کے التزام کے بعد شرع کا ایجاب ہوا ہے اور اگر شبہ ہو کہ جان تو جمیع مال سے اعز ہے اس کے بذل کا کیوں حکم ہوا۔ جواب یہ ہے کہ اس کی ضرورت اصلاح میں انسان کو زیادہ ہے اور بذل جمیع مال اس قدر ضرورت نہیں اور چونکہ وہ منافع نہایت عظیم ہیں اس لئے مشقت عظیمہ کو گوارا کیا گیا اور چونکہ تھوڑی جانوں کے بچانے سے بعد شیوع فساد جو لازم ترک جہاد ہے بہت سی جانیں جاتیں اس لئے تھوڑی جانیں خرچ ہونا گوارا ہوا اور نفع آخرت علاوہ ہے اور تُنْفِقُوْا کے ترجمہ میں جو تھوڑا سا کہا ہے دلیل اس کی وقوع ہے اور کلام میں قرینہ اس کا حذف کرنا ہے مفعول تُنْفِقُوْا کا جس سے یہ بات مستفاد ہوتی ہے کہ نفس انفاق کا تحقق ہونا چاہئے اور وہ قلیل سے بھی ہو جاتا ہے البتہ تعیین وعدم تعیین اس قلیل کی مفوض الی الشرع ہے اور مِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ کو بعض نے منافقین کی شان میں کہا ہے اس خیال سے کہ مؤمنین سے بخل کا صدور مستبعد ہے لیکن آگے جو اِنْ تَتَوَلَّوْا آیا ہے اس کے متعلق ترمذی کی ایک حدیث میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا یہ سوال مروی ہے۔ **من هؤلاء الذين اذا تولينا استبدلوا بنا** جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ تتلوا کا خطاب مؤمنین کو ہے اور ظاہر ہے کہ سب ضمائر کا مخاطب واحد ہی ہونا مناسب ہے پس ضمیر اول کے مخاطب بھی مؤمنین ہی کو کہنا مناسب ہے رہا یہ کہ ان سے صدور بخل مستبعد ہے سو اول تو بجز انبیاء وملائکہ کے ہم کسی کو معصوم نہیں کہتے دوسری[۲] یہ کیا ضرور ہے کہ بخل مذموم واقع ہوا ہو یعنی محض انقباض عن الانفاق مذموم نہیں ہے جب کہ اس کے مقتضاء پر عمل نہ کیا جاوے رہا عتاب یہ اس لئے ہو سکتا ہے کہ احیاناً یہ **مفضی** ہو جاتا ہے عمل کی طرف بھی اسی لئے اس کا ازالہ ضرور ہے اور اِنْ تَتَوَلَّوْا [محمد : ۳۸] میں عدم تولی صحابہ کی یقینی ہے مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ قَوْمًا غَيْرَكُمْ [التوبۃ : ۳۹] پیدا نہ کی گئی ہو البتہ استبدال کی نفی متیقن ہے پس حدیث میں جو اس قوم کی تفسیر مؤمنین اہل فارس سے آئی ہے جو کہ پیدا کئے گئے اس میں کوئی اشکال نہیں۔ الحمد للہ کہ سورۂ محمدؐ کی تفسیر ختم ہوئی آگے سورۂ فتح آتی ہے انشاء اللہ تعالیٰ۔

ترجمۂ مسائل السلوک: وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ روح میں قتادہ کا قول ہے کہ گناہ کر کے عمل باطل مت کرو اھ اور مراد اس سے ذات عمل نہیں نور عمل ہے معصیت سے اس کے انوار وبرکات مضمحل ہو جاتے ہیں جب تک توبہ نہ کرے۔ قولہ تعالیٰ: وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ اس میں اُس گمان کا قطع کرنا ہے کہ کسی خدمت دینیہ کو اپنی ذات پر موقوف سمجھے جیسے بعض اہل عجب اپنے کو دین کا مدار سمجھتے ہیں۔

الحواشی: (۱) یہ مبتدا ہے اور اس کی خبر تہجین کفار کی تلخیص ہے اسی طرح بعد میں اطاعت کا حکم مبتدا اور تحسین مؤمنین پر لفظ تفریع خبر ہے ۱۲ منہ۔

(۲) مطلب یہ کہ اہل ایمان کو جو مخالفت سے تحذیر کی گئی ہے وہ مخالفت ظاہر ہے کہ از قبیل مخالفت کفار نہیں ہے کہ وہ ایمان میں تھی پھر وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ

میں یہ کیوں کہا کہ از قبیل مخالفت کفار کا جواب یہ ہے کہ کفار کی یہ مخالفت مرتبہ بشرط شئی میں ہے اور مرتبہ بشرط شئی مشتمل ہوتا ہے لا بشرط شئی کو بھی لکونہ جزءاً لہ اور یہ دونوں مخالفتوں میں مشترک ہے اس لئے ایک مخالفت کو دوسری مخالفت کے قبیل سے کہہ دینا مضائقہ نہیں بلکہ صحیح وموجہ ہے ۱۲ منہ۔

الفقه : قوله تعالٰى لا تبطلوا الخ استدل بها الحنفية فى ايجاب قضاء النفل بعد الافساد وجه الدلالة ظاهر من تقريرى لان اجزاء العبادة الواحدة بعضها شرط لصحة بعضها او بقاء ه وللشافعية ان يقولوا انا نسلم انه ابطال لكن نمنع ان يكون كل ابطال منهيا عنه لحديث ان المتطوع امير نفسه ونحوه وبالجملة فالمسئلة ظنية والآية ثابتة قطعا دالة عليها ظنا فافهم ۱۲۔

الروايات : فى لباب النقول اخرج ابن ابى حاتم ومحمد بن نصر المروزى فى كتاب الصلوٰة عن ابى العالية (التابعى من رجال الصحيح) قال كان اصحاب رسول الله ﷺ يرون انه لا يضر مع لا اله الا الله ذنب كما لا ينفع مع الشرك عمل فنزل اطيعوا الله واطيعوا الرسول ولا تبطلوا اعمالكم فخافوا ان يبطل الذنب العمل آه قلت حاصله ان الذنب يضر فدفع به زعمهم بان الذنب لا يضر ۱۲۔

اللغات : قوله لن يتركم من الوتر والترة النقص ۱۲ قوله فيحفكم الاحفاء المبالغة فى المسئلة والاستيصال كا حفى شار به اخذه اخذا متناهيا الاضغان العداوة والمراد بها ههنا مطلق الكراهة ولو لم تبلغ درجة العداوة ۱۲۔

البلاغة : قوله يبخل عن نفسه البخل فيه معنى المنع فناسب ان يعدى بعن ۱۲۔

سُوْرَةُ الْفَتْحِ

سُوْرَةُ الْفَتْحِ ۴۸ مَدَنِيَّةٌ ۱۱۱ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ۲۹ رُكُوْعَاتُهَا ۴

سورۃ الفتح مکہ میں نازل ہوئی — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اس میں ۲۹ آیات اور ۴ رکوع ہیں

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۝۱ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۝۲ وَّيَنْصُرَكَ اللّٰهُ نَصْرًا عَزِيْزًا ۝۳

بے شک ہم نے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی تا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف فرمادے اور آپ پر اپنے احسانات کی تکمیل فرمادے اور آپ کو سیدھے رستہ پر لے چلے اور اللہ تعالیٰ آپ کو ایسا غلبہ دے جس میں عزت ہی عزت ہے۔

سورۃ الفتح مدنیة وآیها تسع وعشرون کذ فی البیضاوی

تفسیر ربط: سورت سابقہ کے ختم میں بذل انفس واموال فی سبیل اللہ کی ترغیب تھی اور اس تمامی سورت میں اس بذل کے چند مواقع مذکور ہیں۔

افادہ: اس سورت کی مختلف آیتوں میں متعدد واقعات کی طرف اشارہ ہے سہولت فہم آیات کے لئے ان واقعات کو لکھ دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

واقعہ اوّل: حضور ﷺ نے مدینہ میں خواب دیکھا کہ ہم مکہ میں امن وامان کے ساتھ گئے اور عمرہ کر کے حلق وقصر کیا آپ نے یہ خواب صحابہؓ سے بیان فرمایا گو آپ نے تعیین مدت کی نہ فرمائی تھی مگر شدت اشتیاق سے اکثروں کا خیال اس طرف گیا کہ امسال عمرہ میسر ہوگا اور اتفاقاً آپ کا قصد بھی عمرہ کا ہو گیا۔

واقعہ دوم: آپ بقصد عمرہ بہمراہی تخمیناً ڈیڑھ ہزار آدمیوں کے مکہ کو چلے اور ہدی بھی آپ کے ساتھ تھی جب یہ خبر مکہ میں پہنچی قریش نے بہت سا مجمع کر کے اتفاق کرلیا کہ آپ کو مکہ میں نہ آنے دیں گے چنانچہ آپ نے حدیبیہ میں جو مکہ سے قریب ہے قیام فرمایا۔

واقعۂ سوم: آپ نے مکہ میں ایک قاصد بھیجا کہ ہم لڑنے نہیں آئے ہیں ہم کو آنے دو عمرہ کر کے چلے جائیں گے مگر اس کا کچھ جواب نہ ملا یہاں تک کہ آپ نے اس کام کے لئے حضرت عثمانؓ کو بھیجا اور ان کی زبانی بھی قریش کو یہ پیغام بھیجا اور بعضے مسلمان مرد اور عورت جو مکہ میں مغلوب ومظلوم تھے ان کو بشارت کہلا بھیجی کہ اب عنقریب مکہ میں اسلام غالب ہو جاوے گا حضرت عثمانؓ کو قریش نے روک لیا ان کی واپسی میں جو دیر لگی یہاں یہ خبر مشہور ہوگئی کہ حضرت عثمانؓ قتل کر دیئے گئے اس وقت آپ ﷺ نے اس خیال سے کہ شاید لڑائی کا موقع ہو جاوے سب صحابہؓ سے ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر جہاد کی بیعت لی جب قریش نے بیعت کی خبر سُنی ڈر گئے اور حضرت عثمانؓ کو واپس بھیج دیا۔

واقعۂ چہارم: پھر مکہ کے چند رؤساء بغرض صلح آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور صلح نامہ لکھنا قرار پایا جس پر اول بسم اللہ ہی میں قریش نے جھک جھک کی کہ ہم بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ نہیں لکھنے دیں گے وہاں پرانا کلمہ لکھوایئے **باسمك اللهم** اور پھر آپ کے نام کے ساتھ رسول اللہ لکھنے پر تکرار کی کہ صرف ابن عبداللہ لکھنا چاہئے اس پر گفتگو ہوتی رہی اور مسلمانوں کو غصہ بھی آیا اور جوش ہوا کہ تلوار سے معاملہ ایک طرف کر دیا جاوے لیکن آخر آپؐ نے ان دونوں باتوں کو منظور فرمایا اور مسلمانوں نے بھی ضبط کیا اور صلح نامہ لکھا گیا جس میں ایک شرط یہ تھی کہ آپ اس سال واپس چلے جایئے اور سال آئندہ آ کر عمرہ کر لیجئے اور ایک یہ مضمون تھا کہ دس سال تک لڑائی نہ ہوگی چنانچہ آپ نے حدیبیہ ہی میں ہدی کو ذبح کیا اور حلق وقصر کر کے احرام کھول دیا اور مدینہ کو تشریف لے چلے۔

واقعۂ پنجم: حدیبیہ میں قبل صلح واقعہ یہ ہوا کہ ایک جماعت مسلح اہل مکہ میں سے یہاں خفیہ اس ارادہ سے آئی کہ موقع پا کر نعوذ باللہ آپ ﷺ کا کام تمام کر دیں صحابہؓ نے ان کو دیکھ لیا اور پکڑ لیا مگر آپؐ نے ان کو رہا کر دیا۔

واقعۂ ششم: جب آپ مکہ کو چلے تھے تو آپ کو بھی قریش کی طرف سے لڑائی کا شبہ تھا اسلئے آپؐ نے زیادہ مجمع کے ساتھ جانا مصلحت سمجھا چنانچہ آپ نے اعراب یعنی اہل دیہات میں بھی اس کا اعلان کرا دیا کہ تم کو بھی چلنا چاہئے مگر یہ لوگ بوجہ نفاق کے نہیں گئے اور آپس میں کہنے لگے کہ مکہ میں بڑا مجمع ہوا ہے ہم تو انکے مقابلہ میں نہیں جاتے اور آپ کی اور مؤمنین کی نسبت کہا کہ یہ لوگ بچ کر نہیں آوینگے اور جب آپؐ واپس تشریف لائے تو حاضر ہو کر جھوٹے عذر کر دیئے۔
واقعۂ ہفتم: آپؐ حدیبیہ سے مدینہ کو واپس تشریف لاتے تھے کہ راہ میں یہ سورت نازل ہوئی کل یا اکثر علی الاختلاف القولین اور سب واقعات ذیقعدہ ۶ھ میں ہوئے۔
واقعۂ ہشتم: آپؐ حدیبیہ سے واپس تشریف لاکر محرم ۷ھ میں اہل حدیبیہ کو لے کر فتح خیبر کے لئے جو کہ مدینہ سے شمال میں چار منزل پر شام کی سمت میں یہود کا ایک شہر تھا تشریف لے چلے اور وہ فتح ہو گیا اس میں کوئی شخص متخلفین حدیبیہ سے شریک نہ تھا۔
واقعۂ نہم: سال آئندہ ذیقعدہ ۷ھ میں آپؐ حسب معاہدہ بجائے عمرہ فوت شدہ کے پھر عمرہ کے لئے تشریف لے چلے چنانچہ آپؐ نے مکہ پہنچ کر امن وامان سے عمرہ ادا فرمایا۔
واقعۂ دہم: صلح نامہ میں جو دس سال لڑائی موقوف رہنے کا معاہدہ لکھا تھا قریش نے نقض عہد کیا آپؐ نے مکہ پر چڑھائی کی اور رمضان ۸ھ میں اس کو فتح کر لیا جس کی تفصیل شروع تفسیر سورہ براءت فائدۂ سوم میں گزری ہے یہ سب روایات روح المعانی میں مع تصریح ماخذ موجود ہیں بعض آیات میں دوسرے واقعات کی طرف بھی اشارہ ہے مگر اولاً ان کی تفسیر مختلف فیہ ہے ثانیاً ان کی تفصیل پر تفسیر موقوف نہیں ہے اس لئے وہ اُن ہی آیات کے ساتھ لکھ دیئے جاویں گے اب تفسیر شروع ہوتی ہے اول فتح مُبین کے ساتھ امتنان حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر مع اس کی غایات عظیمۃ الشان کے ذکر فرماتے ہیں۔

تہنیت سید المرسلین بفتح مُبین مع غایات ملابست تقویت دین:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۔ اِنَّا فَتَحۡنَا لَکَ فَتۡحًا مُّبِیۡنًا ﴿۱﴾ (الی قولہ تعالی) وَّیَنۡصُرَکَ اللّٰہُ نَصۡرًا عَزِیۡزًا ﴿۳﴾ بے شک ہم نے (اس صلح حدیبیہ سے) آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی (یعنی اس صلح حدیبیہ سے یہ فائدہ ہوا کہ وہ سبب ہو گئی ایک فتح مطلوب یعنی فتح مکہ کا کماسیاتی پس گویا یہ صلح ہی فتح ہو گئی اور فتح مکہ کو فتح مبین اس لئے کہا گیا کہ غایت فتح کی غلبہ ہوتا ہے اسلام کا لوگوں کے اسلام سے یا استسلام سے اور یہی اس کا اثر مطلوب ہے اور فتح مکہ سے اسلام کو اس لئے نہایت غلبہ ہوا کہ تمام قبائل عرب اس بات کے منتظر تھے کہ اگر آپؐ اپنی قوم پر غالب ہو گئے تو ہم بھی اطاعت کر لیں گے چنانچہ جب مکہ فتح ہوا تو چاروں طرف سے قبائل اُمنڈ پڑے اور خود یا بواسطہ وفد کے حاضر ہو کر اسلام لانا شروع کیا کذا رواہ البخاری عن عمرو بن سلمۃ پس چونکہ آثار غلبۂ اسلام کے اس فتح پر زیادہ نمایاں ہوئے اس لئے اس کو فتح مبین فرمایا گیا اور صلح حدیبیہ اس کا سبب اس طرح ہو گئی کہ اہل مکہ سے آئے دن لڑائی رہا کرتی تھی اور اس وجہ سے مسلمانوں کو اپنی قوت اور سامان بڑھانے کی فرصت اور مہلت نہ ملتی تھی اب جو صلح ہو گئی تو فراغ خاطر سے مسلمانوں نے کوشش کی جس سے بہت سے نئے آدمی مسلمان ہو گئے اور مجمع بڑھ گیا اور فتح خیبر وغیرہ سے سامان بھی درست ہو گیا اور ایسے ہو گئے کہ دوسروں پر دباؤ پڑ سکے پھر قریش کی طرف سے بدعہدی ہوئی تو آپؐ دس ہزار آدمیوں کے ساتھ مقابلہ کے لئے چلے اہل مکہ اس قدر دبے کہ بہت زیادہ لڑائی بھی نہیں ہوئی اور اطاعت قبول کی اور لڑائی اس قدر معمولی اور خفیف ہوئی کہ اہل علم اس میں مختلف ہو گئے کہ مکہ صلحاً فتح ہوا یا عنوۃً غرض اسطور پر یہ صلح سبب فتح ہو گئی اس لئے مجازاً واطلاقاً للمسبب علی السبب اس صلح کو فتح فرما دیا جس میں پیشین گوئی بھی ہے فتح کی آگے اس فتح کے ثمرات دنیویہ واخرویہ فرماتے ہیں کہ یہ فتح اس لئے میسر ہوئی) تاکہ (اس کے بعد تبلیغ دین کے باب میں جو آپ کے مساعی جمیلہ ابتداء سے مبذول ہو رہی ہیں ان کا نتیجہ ظاہر ہو یعنی لوگ بکثرت مسلمان ہوں اور اس سبب سے کہ کسی کی کوشش سے کسی کا ایمان لانا موجب اجر مساعی ہوتا ہے گو نفس سعی سے بھی اجر ہوتا ہے لیکن مطابق حدیث :من سن سنۃ حسنۃ فلہ اجرھا واجر من عمل بھا مسلمان ہونے سے اور زیادہ ثواب ملتا ہے اسی لئے اس قبول اسلام خلق کثیر کے صلہ میں آپ کا اجر بہت بڑھ جاوے اور کثرت اجر وقرب کی برکت سے) اللہ تعالی آپ کے سب اگلے پچھلے (صوری) خطائیں معاف فرما دے اور آپ پر (جو اللہ تعالی) اپنے احسانات (کرتا آتا ہے مثلاً آپ کو نبوت دی، قرآن دیا بہت سے علوم دیئے بہت سے اعمال کا ثواب دیا ان احسانات) کی اور (زیادہ) تکمیل کر دے (یعنی ایک یہ نعمت دے کہ آپ کے ہاتھ پر بہت سے آدمی مسلمان ہوں جس سے آپ کا اجر اور قرب بڑھے یہ دو نعمتیں تو اخروی ہیں جن کا حاصل دفع مضرت اخروی وحصول منفعت اخروی ہے اور دفع مضرت کے اہم ہونے سے اس کو لِیَغۡفِرَ ...... میں مقدم فرمایا اور (دو نعمتیں دنیوی ہیں ایک یہ کہ) آپ کو (بے کسی کے روک ٹوک کے دین کے) سیدھے راستہ پر لے چلے (اور پہلے سے بھی صراط مستقیم پر چلنا یقینی ہے لیکن اس میں کفار مزاحم ومصادم ہوتے تھے) اور (دوسری دنیوی نعمت یہ کہ) اللہ آپ کو ایسا غلبہ دے جس میں عزت ہی عزت ہو (یعنی جس کے بعد پھر آپ کو کبھی دبنا ہی نہ پڑے جیسا اسکے قبل کبھی کبھی مسلمانوں کو بمصلحت دبنا پڑا ہے یھدیك کا حاصل نفی ہے مغلوبیت کی جو کہ دفع مضرت ہے اور

يَنْصُرَكَ کا حاصل اثبات ہے غالبیت کا جو کہ حصول منفعت ہے اور یہ مفہوم زائد ہے مفہوم اول سے چنانچہ ایسا ہی واقع ہوا اور شدہ شدہ تمام جزیرۂ عرب پر آپ کا تسلط ہو گیا)۔

ف: لِيَغْفِرَلَكَ اللّٰهُ...... میں لام کی یہ توجیہ سب سے اسہل ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ فتح سبب ہے اسلام خلق کا اور اسلام خلق سبب ہے کثرت اجر وقبول عند اللہ کا اور کثرت اجر وقبول عند اللہ سبب ہے غفران کا اور سبب کا سبب بھی سبب ہے پس فتح سببِ مغفرت ہو گیا اور بقیہ میں سببیت اور زیادہ ظاہر ہے اور اس مغفرت ذنوب کی حقیقت سورۂ محمدؐ کے رکوع اول کے ختم پر گزر چکی۔

اللغات: الفتح ازالة الاغلاق وفتح البلد الطفر به بحرب او غيره لانه منفلق ما لم يظفر به فاذا ظفر به وحصل في اليد فقد فتح كذا في الروح ۱۲۔

البلاغة: قوله انا التاكيد للاهتمام لا لدفع الانكار قوله فتحنا الاسناد الى ضمير جمع المتكلم لا ظهار عظمة الفتح وفائدة الخبر الامتنان قوله ليغفرلك الله فيه التفات الى الغيبة قوله ينصرك الله اظهار الاسم الجليل مكرر الكون النصر خاتمة الغايات ۱۲۔

هُوَ الَّذِيٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ ؕ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝ لِّيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَيُكَفِّرَ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عِنْدَ اللّٰهِ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝ وَّيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ الظَّآنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ ؕ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ۚ وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ۝

وہ خدا ایسا ہے جس نے مسلمانوں کے دلوں میں تحمل پیدا کیا ہے تاکہ ان کے پہلے ایمان کے ساتھ ان کا ایمان اور زیادہ ہو اور آسمان و زمین کا سب لشکر اللہ ہی کا ہے اور اللہ تعالیٰ (مصلحتوں کا) بڑا جاننے والا حکمت والا ہے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو ایسی بہشت میں داخل کرے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں ہمیشہ کو رہیں گے اور تاکہ ان کے گناہ دور کر دے اور یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی کامیابی ہے اور تاکہ اللہ تعالیٰ منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے۔ جو کہ اللہ کے ساتھ بڑے بڑے گمان رکھتے ہیں۔ ان پر برا وقت پڑنے والا ہے (اور آخرت میں) اللہ تعالیٰ ان پر غضب ناک ہوگا اور ان کو رحمت سے دور کر دے گا اور ان کے لئے اس نے دوزخ تیار کر رکھی ہے وہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے اور آسمان اور زمین کا سب لشکر اللہ ہی کا ہے اور اللہ تعالیٰ زبردست حکمت والا ہے۔

تفسیر ربط: اوپر ان نعمتوں کا ذکر تھا جو اس واقعہ میں آپ کے متعلق تھیں آگے ان نعمتوں کا ذکر ہے جو اس واقعہ میں آپ کے ہمراہی مؤمنین کے متعلق ہیں اور تتمیم ومقابلہ کے لئے کفار کی قسمت کا بھی اس کے ساتھ ذکر فرما دیا۔

ذکر نعم بر مؤمنین وقہر بر کافرین: هُوَ الَّذِيٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ (الی قولہ تعالی) وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝ وہ خدا ایسا ہے جس نے مسلمانوں کے دلوں میں تحمل پیدا کیا (جس کے دو اثر ہیں ایک بیعت جہاد کے وقت جہاد کی ہمت وعزم رکھنا جس کا ذکر آیت: لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ (الی قولہ تعالی) فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ ...... میں ہے اور دوسرا اثر کفار کی ضد بے جا کے وقت جوش کو ٹھنڈا کرنا جس کا ذکر واقعۂ چہارم میں ہوا ہے اور جس کا ذکر آگے فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ میں آتا ہے پس سَكِيْنَتَهٗ اس آیت میں عام ہے اور آگے دو موقعوں پر اس کی ایک ایک فرد خاص مذکور ہے اور یہ تحمل اس لئے پیدا کیا) تاکہ ان کے پہلے ایمان کے ساتھ ان کا ایمان اور زیادہ ہو (اس طرح سے کہ سکینۂ اول سے عزم علی القتال ہوا اور سکینہ ثانیہ سے کف عن القتال ہوا اور یہ دونوں امر چونکہ رسول اللہ ﷺ کے امر اور رضا کے موافق تھے پس دونوں میں اطاعت ہوئی رسول اللہ ﷺ کی اور آپ کی ہر اطاعت سے نور ایمان بڑھتا ہے) اور (تم عزم علی القتال میں کبھی کثرت جنود کفار پر نظر کر کے پس وپیش نہ کرنا اور اسی طرح کف عن القتال میں جب کہ وہی مامور بہ ہو جیسا حدیبیہ میں اس کا وقوع ہوا یہ مت خیال کرنا کہ افسوس صلح ہو گئی اور کفار بچ گئے ان کو سزا نہ ہوئی پس نہ اس میں تردد کرنا نہ اس میں خیال لانا کیونکہ) آسمان وزمین کا سب لشکر (جیسے ملائکہ ودیگر مخلوقات یہ سب) اللہ ہی کا (لشکر) ہے (پس امر بالقتال میں تمہاری قلت کا تدارک اپنے جنود سے کر سکتا ہے اور گو اس کی بھی ضرورت نہیں لیکن یہ

بھی ایک طریقہ تائید کا ہے چنانچہ اس کا وقوع بھی بار ہا ہوا ہجرت میں اَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا [التوبۃ : ۴۰] بدر میں يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلَافٍ [آل عمران : ۱۴۵] احزاب میں جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا [التوبۃ : ۲۶] حنین میں وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا اور اسی طرح امر بالکف میں یہ نہ خیال کرو کہ اگر ہم کو امر بالقتال ہو جاتا تو ان کو ہلاک کر دیتے کیونکہ ان کا ہلاک ہونا کچھ تم پر موقوف نہیں اگر ہم چاہیں اپنے اس دوسرے جنود سے ہلاک کر سکتے ہیں لیکن چونکہ اس وقت صلح میں حکمت تھی جس میں سے بعض کا بیان اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ ...... کی تقریر میں ہو چکا ہے) اور اللہ تعالیٰ (مصلحتوں کا) بڑا جاننے والا (اور) حکمت والا ہے (جب قتال میں مصلحت ہوتی ہے اس کا حکم دیتا ہے اس وقت اس میں پس و پیش نہ کرنا چاہئے اور جب ترکِ قتال میں مصلحت ہوتی ہے اس کا حکم دیتا ہے اس وقت اس میں کوئی رنج و افسوس نہ کرنا چاہئے آگے اسی غایت ازدیاد ایمان کو دوسری عنوان سے جو کہ ثمرہ ہے ازدیاد ایمان کا بیان فرماتے ہیں یعنی) تا کہ اللہ تعالیٰ اس اطاعت کی بدولت) مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو ایسی بہشتوں میں داخل کرے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں ہمیشہ کو رہیں گے اور تا کہ (اس اطاعت کی بدولت) ان کے گناہ دور کر دے (**لان الاطاعة يعم التوبة وسائر الحسنات ومجموعها مكفرة لمجموع السيئات**) اور یہ (جو کچھ مذکور ہوا) اللہ کے نزدیک بڑی کامیابی ہے (اور لِيُدْخِلَ ...... بھی مثل لِيَزْدَادُوْٓا متعلق اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ بواسطہ ازدیاد ایمان کے سبب اس يدخل ...... کا ہے اس طرح سے کہ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ سبب ہے اطاعت کا اور اطاعت سبب ہے يدخل ...... کا اور اس بشارت میں عورتوں کے شامل ہونے کی نسبت یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ وہ تو حدیبیہ میں شریک نہ تھیں بات یہ ہے کہ مدار فضیلت کا اطاعت ہے خواہ اس امر خاص میں ہو جیسا اہل حدیبیہ سے صدور ہوا یا دوسرے امور میں ہو اور اس میں مؤمنات بھی شریک ہیں نیز اس کے بڑھا دینے سے ایک گونہ عورتوں کی تسلی بھی ہے جو فضائل اہل حدیبیہ کو سن کر ممکن تھا کہ شکستہ دل ہوتیں کہ ہم محروم ہیں اس لئے بتلا دیا کہ مدار اطاعت ہے تو جو احکام تمہارے لئے ہیں تم ان میں اطاعت کرو کہ تم بھی ان بشارات کی مستحق ہوگی) اور (چونکہ آیت انزل السکینۃ الخ مقام مدح مؤمنین کا ہے اور مقام مدح اغلب محاورات میں مقتضی ہوتا ہے اختصاص ممدوح کو ممدوح بہ کے ساتھ اس لئے وہ آیت اس پر بھی دال ہے کہ یہ سکینہ غیر مؤمنین کے قلب میں نازل نہیں کیا گیا پس گویا مجموعۂ کلام اس طرح ہوا کہ : هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ **ولم ينزل السكينة فى قلوب غير المؤمنين** اور اول جزو کی علت غائیہ ليزدادوا الیٰ قولہ يدخل میں مذکور ہوئی اور جزو ثانی کی علت غائیہ آگے ارشاد فرماتے ہیں کہ کفار کو مطلق سکینہ سے کہ اس کا اول ثمرہ ایمان ہے اس لئے محروم رکھا کہ ان کو ایمان کی بھی توفیق نہ ہوئی) تا کہ اللہ تعالیٰ منافق مردوں اور منافق عورتوں کو اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو (بوجہ ان کے کفر کے) عذاب دے جو کہ اللہ کے ساتھ بُرے بُرے گمان رکھتے ہیں (اس بُرے گمان میں عقائد شرکیہ و کفریہ بھی سب داخل ہیں اور ان میں رسول کی تکذیب امر نبوت و وعدۂ غلبہ اسلام وغیرہ میں بھی داخل ہے اور اس میں تعریض ہے کفار مکہ کے ساتھ بھی جنہوں نے اس واقعہ میں آپ سے مزاحمت کی اور ضد باندھی اور منافقین مدینہ کے ساتھ بھی کہ اس واقعہ میں بوجہ عداوت کے اس کے متمنی تھے کہ مسلمان بچ کر نہ آویں اور غلبۂ اسلام کی نسبت جو اللہ تعالیٰ کے وعدے ہیں جن کے منجانب اللہ ہونے پر دلائل قطعیہ قائم ہیں ان کو غلط سمجھتے تھے **وهو المراد فيما سياتى من قوله** : بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ ...... اور چونکہ مدار اس تعذیب کا کفر ہے اس لئے منافقات و مشرکات کو بھی شامل کر لیا و نیز اس واقعہ میں بالخصوص بھی آپؐ کے ساتھ مخالفت ہونے میں کافر عورتیں بھی شریک ہیں گو دل ہی سے سہی جیسا کہ استحسان قتال یا استحسان صلح میں مسلمان عورتیں بھی شریک تھیں گو دل ہی سے سہی پس دونوں جگہ عورتوں کے ذکر کی یہ وجہ بھی ہو سکتی ہے۔ آگے ان سب کفار کے لئے وعید ہے کہ دنیا میں) ان پر برا وقت پڑنے والا ہے (چنانچہ مشرکین چند ہی روز بعد مقتول و ماخوذ ہوئے اور منافقین کی تمام عمر حسرت اور پریشانی میں کٹی کہ اسلام بڑھتا تھا اور وہ گھٹتے جاتے تھے یہ دنیا میں ہوگا) اور (آخرت میں) اللہ تعالیٰ ان پر غضبناک ہوگا اور ان کو رحمت سے دور کر دے گا اور ان کے لئے اس نے دوزخ تیار کر رکھی ہے اور وہ بہت بُرا ٹھکانا ہے اور (آگے اس وعید کی تاکید ہے کہ) آسمان اور زمین کا سب لشکر اللہ ہی کا ہے اور اللہ تعالیٰ زبردست (یعنی پوری قدرت والا ہے اگر چاہتا کسی لشکر سے ان سب کی ایک دم سے صفائی کر دیتا کہ یہ اس کے مستحق ہیں لیکن چونکہ وہ) حکمت والا ہے (اس لئے بمصلحت عقوبت میں توقف فرماتا ہے)۔

ف : اوپر بھی وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ ...... آیا ہے مگر وہاں اس سے مقصود تھا مؤمنین کے غالب کرنے پر قادر ہونا جس کا حاصل تسلیہ ہے اور یہاں مقصود ہے کفار کے مقہور کرنے پر قادر ہونا جس کا حاصل تہدید ہے جیسا ترجمہ کی تقریر سے دونوں جگہ ظاہر ہے اور اسی لئے یہاں حَكِيْمًا کے ساتھ عَظِيْمًا فرمایا جو دال علی القہر ہے بخلاف وہاں کے پس تکرار لازم نہیں آیا۔

ترجمۂ مسائل السلوک : قولہ تعالیٰ : هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ یہ ایک ایسی چیز ہے جس میں نور اور قوت اور روح ہوتی ہے جس سے سکون ہوتا ہے اور سہولت اعمال وضبط احوال پیدا ہوتا ہے۔ قولہ تعالیٰ : لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ یعنی ایمان استدلالی کے ساتھ ایمان عیانی بھی نصیب ہو جاوے۔

النحو: قوله ليدخل بدل اشتمال من قوله ليزدادوا قوله ظن السوء السوء مصدر بمعنى اسم الفاعل اضيف اليه الموصوف قوله عليهم دائرة السوء انظر ما علقت على مثل هذه الجملة في مفتتح الجزء الحادي عشرا عنى يعتذرون ۱۲۔

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ﴿٨﴾ لِتُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُعَزِّرُوهُ وَتُوَقِّرُوهُ وَتُسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ﴿٩﴾ إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ ۚ فَمَن نَّكَثَ فَإِنَّمَا يَنكُثُ عَلَىٰ نَفْسِهِ ۖ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهُ اللَّهَ فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿١٠﴾

ہم نے آپ کو گواہی دینے والا اور بشارت دینے والا اور ڈرانے والا کر کے بھیجا ہے تاکہ تم لوگ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس (کے دین) کی مدد کرو اور اس کی تعظیم کرو اور صبح شام اس کی تسبیح میں لگے رہو۔ جو آپ سے بیعت کر رہے ہے تو وہ (واقع میں) اللہ تعالیٰ سے بیعت کر رہے ہیں خدا کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔ پھر (بعد بیعت کے) جو شخص عہد توڑے گا سو اس کے عہد توڑنے کا وبال اسی پر پڑے گا اور جو شخص اس بات کو پورا کرے گا جس پر (بیعت میں) خدا سے عہد کیا ہے تو عنقریب خدا اس کو بڑا اجر دے گا۔

تفسیر ربط: اوپر جن نعمتوں کا مسلمانوں پر ذکر تھا چونکہ معطی حقیقی ان کا حق تعالیٰ ہے اور واسطہ عطا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں آگے اللہ و رسول کے حقوق کا اور ان حقوق کے بجالانے والوں کی فضیلت کا اور نہ بجالانے والوں کی مذمت کا بیان ہے۔

بیان حقوق اللہ و رسول مع وعد و وعید اہل امتثال و اہل اخلال:

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا (الی قوله تعالی) فَسَيُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے آپ کو (اعمال امت پر قیامت کے دن) گواہی دینے والا (عموماً) اور (دنیا میں خصوصاً مسلمانوں کے لئے) بشارت دینے والا اور (کافروں کے لئے) ڈرانے والا کر کے بھیجا ہے (اور اے مسلمانو ہم نے ان کو اس لئے رسول بنا کر بھیجا ہے) تاکہ تم لوگ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس (کے دین) کی مدد کرو اور اس کی تعظیم کرو (عقیدۃً بھی کہ اللہ تعالیٰ کو موصوف بالکمالات منزہ عن النقائص سمجھو اور عملاً بھی کہ اطاعت کرو) اور صبح و شام اس کی تسبیح (و تقدیس) میں لگے رہو (اگر نماز سے تفسیر کی جاوے تو صبح و شام کی فرض نمازیں مراد ہوں گی ورنہ مطلق ذکر گو مندوب ہو مراد ہوگا آگے بعض حقوق خاصہ کے متعلق ارشاد ہے کہ) جو لوگ آپ سے (حدیبیہ کے روز اس بات پر) بیعت کر رہے ہیں (یعنی بیعت کر چکے ہیں کہ جہاد سے بھاگیں گے نہیں) تو وہ (واقع میں) اللہ تعالیٰ سے بیعت کر رہے ہیں (کیونکہ مقصود آپ سے اس پر بیعت کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام بجالاویں گے اور جب یہ بات ہے تو گویا خدا کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے (یہ تاکید ہے ماقبل کی کیونکہ یہ بھی کنایہ ہے بیعت سے) پھر (بعد بیعت کے) جو شخص عہد توڑے گا (یعنی بجائے طاعت کے مخالفت کرے گا) سو اس کے عہد توڑنے کا وبال اسی پر پڑے گا اور جو شخص اس بات کو پورا کرے گا جس پر (بیعت میں) خدا سے عہد کیا ہے تو عنقریب خدا اس کو بڑا اجر دے گا۔ **ف**: اس بیعت کا ذکر واقعۂ سوم میں گزر چکا ہے اور چونکہ لفظ عام ہے اس لئے جس عہد واجب الایفاء کو توڑے گا اس کے لئے یہی وعید ہے اور بیعت متعارف کے ساتھ یہ مخصوص نہیں بلکہ مراد مطلق عہد ہے خواہ صراحۃً یا التزاماً مثلاً ایمان لانا تمام احکام کا التزام کر لینا ہے یا لزوماً جیسا ایمان لانا بنا بر عہد الست کے سب پر واجب ہے اور بیعت متعارف کے توڑنے کو یہ وعید شامل بھی نہیں کیونکہ اگر ایک پیر سے قطع تعلق کر دیا لیکن احکام الٰہیہ ضرور یہ اخلال اعتقادی یا عملی نہیں واقع کیا ذرہ برابر گناہ نہیں البتہ بلا ضرورت شرعیہ یہ امر موجب بے برکتی ہے اور ممکن ہے کہ بواسطہ مفضی الی المعصیت ہو جاوے اور شرعی ضرورت سے واجب ہے جیسے کسی غیر مشرع شخص سے بیعت ہو جاوے تو اس سے قطع تعلق واجب ہے اور يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ سے یہ نہ سمجھا جاوے کہ بیعت کے وقت ہاتھ میں ہاتھ لینا ضروری ہے یا یہ کہ شیخ بیعت لینے والے کا ہاتھ اوپر ہی ہونا ضرور ہے اصل یہ ہے کہ یہ عبارت مطلق بیعت بمعنی ضمان طاعت سے ہے اور يَدُ اللَّهِ میں حقیقی معنی متشابہات میں سے ہیں اس میں زیادہ تفتیش نہ کریں۔

ترجمہ مسائل السلوک: قوله تعالیٰ: إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ روح میں ہے کہ یہ اشارہ ہے آپ کے کمال فناء و بقا کی طرف۔

اختلاف القراءۃ: فی قراءۃ الا کثر من اوفی بما عاهد علیه بکسر الهاء کذا فی غیث النفع وهو الشایع واما ضمها فلان الاصل فی هذه الهاء الضم بعد الفتحة فالضمة والسکون نحو انه وله وغلامه ویسمعه ومنه وانما یجوز کسرها بعد الیاء نحو علیهم وایدیهم وبعد الکسرة نحو به وبداره وضمها جائز فی الموضعین لانه الاصل وانما کسرت لتجانس ما قبلها من الیاء والکسرة کذا فی اعراب القرآن قبیل سورة البقرة وفیه ایضا ومن ضم الهاء قال ان الیاء فی علیه حقها ان تکون الفا کما تثبت الالف مع المظهر

وليست الياء اصل الالف فكما ان الهاء تضم بعد الالف فكلك تضم بعد الياء المبدلة منها ومن كسر الهاء اعتبر اللفظ آه وقيل وجهه (وان لم يبق الاحتياج الى هذا الوجه) انها هاء هو وهي مضمومة فاستصحب ذلك كما في له وضربه وحسن الضم في الآية التوصل الى تفخيم لفظ الجلالة الملايم لتتفخيم امر العهد المشعر به الكلام وايضا ابقاء ما كان على ما كان ملائم للوفاء بالعهد وابقائه وعدم نقضه كما في الروح ۱۲۔

اللغات: التعزير النصر يبايعون مفاعلة من البيع يقال بايع السلطان مبايعة اذا ضمن بذل الطاعة بما رضخ له وكثيرا ما تقال على البيعة المعروفة للسلاطين ونحوهم وان لم يكن رضخ۔

النحو: قوله لتؤمنوا متعلق بمقدر دل عليه انا ارسلنٰك اى ارسلناه اليكم ايها الناس لتؤمنوا ۲۱۔

البلاغة: قوله يبايعونك البيعة وقعت قبل نزول الآية فالتعبير بالمضارع لاستحضار الحال الماضية ۱۲۔

سَيَقُولُ لَكَ الْمُخَلَّفُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ شَغَلَتْنَآ أَمْوَالُنَا وَأَهْلُونَا فَاسْتَغْفِرْ لَنَا ۚ يَقُولُونَ بِأَلْسِنَتِهِم مَّا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ ۚ قُلْ فَمَن يَمْلِكُ لَكُم مِّنَ اللَّهِ شَيْـًٔا إِنْ أَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ۚ بَلْ كَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ⑪ بَلْ ظَنَنتُمْ أَن لَّن يَنقَلِبَ الرَّسُولُ وَالْمُؤْمِنُونَ إِلَىٰٓ أَهْلِيهِمْ أَبَدًا وَزُيِّنَ ذَٰلِكَ فِي قُلُوبِكُمْ وَظَنَنتُمْ ظَنَّ السَّوْءِ وَكُنتُمْ قَوْمًۢا بُورًا ⑫ وَمَن لَّمْ يُؤْمِنۢ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِۦ فَإِنَّآ أَعْتَدْنَا لِلْكَٰفِرِينَ سَعِيرًا ⑬ وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَٰوَٰتِ وَالْأَرْضِ ۚ يَغْفِرُ لِمَن يَشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَن يَشَآءُ ۚ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ⑭

جو دیہاتی پیچھے رہ گئے وہ عنقریب آپ سے کہیں گے کہ ہم کو ہمارے مال اور عیال نے فرصت نہ لینے دی۔ سو ہمارے لئے (اس کوتاہی کی) معافی کی دعا کر دیجئے۔ یہ لوگ اپنی زبان سے وہ باتیں کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں ہیں۔ آپ کہہ دیجئے سو وہ کون ہے جو خدا کے سامنے تمہارے لئے کسی چیز کا (کچھ بھی) اختیار رکھتا ہو۔ اگر اللہ تعالیٰ تم کو کوئی نقصان یا کوئی نفع پہنچانا چاہے بلکہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال پر مطلع ہے۔ بلکہ تم نے یوں سمجھا کہ رسول اور (ہمراہی) مؤمنین اپنے گھر والوں میں کبھی لوٹ کر نہ آئیں گے اور یہ بات تمہارے دلوں میں اچھی بھی معلوم ہوتی تھی اور تم نے برے برے گمان کئے اور تم برباد ہونے والے لوگ ہو گئے اور جو شخص اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان نہ لائے گا سو ہم نے کافروں کے لئے دوزخ تیار کر رکھی ہے اور تمام آسمان و زمین کی سلطنت اللہ ہی کی ہے۔ وہ جس کو چاہے بخش دے اور جس کو چاہے سزا دے اور اللہ تعالیٰ بڑا غفور رحیم ہے۔

تفسیر ربط: اوپر شرکائے حدیبیہ کے مدائح تھے آگے متخلفین کے فضائح ہیں جس کا قصہ واقعہ ششم میں ذکر ہو چکا ہے۔

فضائح متخلفین منافقین: سَيَقُولُ لَكَ الْمُخَلَّفُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ (الی قولہ تعالی) وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ⑭ جو دیہاتی (اس سفر سے) پیچھے رہ گئے (اور شریک نہیں ہوئے) وہ عنقریب (جبکہ آپ مدینہ پہنچیں گے کیونکہ یہ سورت راستہ میں نازل ہوئی ہے جیسا واقعہ ہفتم میں مذکور ہے) آپ سے (سخن تراشی کے طور پر) کہیں گے کہ ہم جو آپ کے ساتھ شریک نہیں ہوئے اس کی وجہ یہ ہوئی کہ) ہم کو ہمارے مال و عیال نے فرصت نہ لینے دی (یعنی ان کی ضروریات میں مشغول رہے ورنہ ضرور شریک ہونے کا ارادہ تھا) سو ہمارے لئے (اس کوتاہی کی) معافی کی دعا کر دیجئے (باوجود عذر صحیح کے استغفار کی درخواست اگر غیر مخلص کی طرف سے ہو ریاء فی الاخلاص پر محمول ہو سکتا ہے اور اگر مخلص کی طرف سے ہو تو اس کی بناء یہ ہے کہ عذر کا عذر ہونا اکثر امر اجتہادی ہوتا ہے اور اجتہاد کا مدار تحری پر ہوتا ہے اس میں بعض اوقات تسویل نفسانی و شیطانی سے تامل یا عمل بمقتضائے تامل میں کوتاہی ہو جاتی ہے لہٰذا استغفار کی حاجت ہوتی ہے آگے حق تعالیٰ ان کی تکذیب فرماتے ہیں کہ) یہ لوگ اپنی زبان سے وہ باتیں کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں ہیں (مطلب یہ کہ ان کا یہ عذر متضمن کئی مضمونوں کو ہے ایک یہ کہ ہم کو فرصت نہ تھی دوسرے یہ کہ ہمارا ارادہ شریک ہونے کا تھا تیسرے یہ کہ ہم آپ کے استغفار کے مفید ہونے کے معتقد ہیں حالانکہ خود اپنے دل میں ان امور کو صحیح نہیں سمجھتے امرین اولین میں بوجہ عدم وقوع کے اور امر ثالث میں بوجہ عدم اعتقاد نبوت کے آگے آپ کو تلقین ہے رد کی کہ جب یہ لوگ آپ سے یہ عذر پیش کریں تو) آپ (ان سے جواب میں یہ) کہہ دیجئے کہ (اول تو یہ عذر مطابق واقع کے بھی ہوتا تب بھی حکم قطعی کے ہوتے ہوئے محض لغو ہے کیونکہ وہ عذر واقع میں تو قضا و قدر سے بچا نہیں سکتا چنانچہ جو عذر تم نے بیان کیا ہے) سو (ہم اسی کے متعلق پوچھتے ہیں کہ) وہ کون ہے جو خدا کے سامنے تمہارے لئے (از قبیل

نفع ضرر کے) کسی چیز کا (کچھ بھی اختیار رکھتا ہو اگر اللہ تعالیٰ تم کو کوئی نقصان یا کوئی نفع پہنچانا چاہے (تمہارے نفس میں یا مال میں یا اہل میں اور ظاہر ہے کہ کوئی ایسا نہیں پس ثابت ہوا کہ واقع میں کوئی عذر دافع قضا وقدر نہیں مگر جہاں شریعت نے مصلحت سمجھا حکمت تسلیہ نفس وغیرہ کے لئے بہت سے مواقع پر عذر واقعی کو رخصت کا مدار قرار بھی دے دیا ہے سو جہاں شریعت نے اس کا اعتبار نہیں کیا اور حکم قطعی کر دیا جیسا محل بحث میں ہے وہاں عذر واقعی بھی نا پذیرا ہو گا دوسرے یہ عذر واقعی بھی نہیں جیسا آگے آتا ہے اور تم یوں سمجھتے ہو گے کہ مجھ کو اس کی خبر نہیں ہوئی سو واقع میں ایسا نہیں ہے) بلکہ اللہ تعالیٰ (نے جو کہ) تمہارے سب اعمال پر مطلع ہے (مجھ کو بذریعہ وحی کے اطلاع کر دی ہے کہ تمہارے تخلف کی وجہ وہ نہیں ہے جو تم نے بیان کی ہے) بلکہ (اصل وجہ یہ ہے کہ) تم نے یہ سمجھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) اور (ہمراہی) مؤمنین اپنے گھر والوں میں کبھی لوٹ کر نہ آویں گے (بلکہ مشرکین سب کی صفائی کر دیں گے) اور یہ بات تمہارے دلوں میں اچھی بھی معلوم ہوتی تھی (یعنی بوجہ عداوت رسول و مؤمنین کے اسی خیال کے موافق تمنا بھی تھی) اور تم نے بُرے بُرے گمان کئے (جس کا بیان اوپر الظآنین باللہ الخ میں ہو چکا ہے) اور تم (ان برے گمانوں کی وجہ سے جو کہ خیالات کفریہ ہیں) برباد (یعنی مستحق عذاب) ہونے والے لوگ ہو گئے اور (اگر ان وعیدوں کو سن کر تم ایمان لے آؤ فبہا ورنہ) جو شخص اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان نہ لاوے گا سو ہم نے کافروں کے لئے دوزخ تیار کر رکھی ہے اور (مؤمن وغیر مؤمن کے لئے قانون مذکور مقرر کرنے سے تعجب نہ کیا جاوے کیونکہ) تمام آسمان و زمین کی سلطنت اللہ ہی کی ہے وہ جس کو چاہے بخش دے اور جس کو چاہے سزا دے (چنانچہ مؤمن کے لئے مغفرت اور کافر کیلئے عذاب چاہا اور اسی طرح ٹھہرا دیا) اور (گو کافر مستحق سزا ہوتا ہے لیکن) اللہ تعالیٰ (ایسا) بڑا غفور رحیم ہے (کہ وہ بھی اگر ایمان لے آوے اس کو بھی بخش دیتا ہے)۔ **ف**: بعض تفاسیر میں ہے کہ ان میں سے بہت سے تائب مخلص ہو گئے تھے۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله في بل كان الله** مجھ کو بذریعہ الخ **اشارة الى ان المقصود بالاضراب اطلاعه ﷺ واقيم المذكور مقامه لكونه سببا له فافهم** ۱۲۔

اللغات: **فمن يملك لكم في الروح الملك الامساك بقوة لانه بمعنى الضبط وهو حفظ عن حزم وحاصل الآية لا احد يدفع ضره ولا نفعه آه قلت فالملك ههنا عام للنفع والضر واكثر ما يستعمل في الضر والشر كما ورد في الآيات الكثيرة۔ قوله بورا اما مصدر بمعنى اسم الفاعل او جمع بائر بمعنى هالك** ۱۲۔

سَيَقُولُ الْمُخَلَّفُونَ إِذَا انْطَلَقْتُمْ إِلَىٰ مَغَانِمَ لِتَأْخُذُوهَا ذَرُونَا نَتَّبِعْكُمْ ۖ يُرِيدُونَ أَنْ يُبَدِّلُوا كَلَامَ اللَّهِ ۚ قُلْ لَنْ تَتَّبِعُونَا كَذَٰلِكُمْ قَالَ اللَّهُ مِنْ قَبْلُ ۖ فَسَيَقُولُونَ بَلْ تَحْسُدُونَنَا ۚ بَلْ كَانُوا لَا يَفْقَهُونَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿١٥﴾ قُلْ لِلْمُخَلَّفِينَ مِنَ الْأَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ إِلَىٰ قَوْمٍ أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ تُقَاتِلُونَهُمْ أَوْ يُسْلِمُونَ ۖ فَإِنْ تُطِيعُوا يُؤْتِكُمُ اللَّهُ أَجْرًا حَسَنًا ۖ وَإِنْ تَتَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِنْ قَبْلُ يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿١٦﴾ لَيْسَ عَلَى الْأَعْمَىٰ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْأَعْرَجِ حَرَجٌ وَلَا عَلَى الْمَرِيضِ حَرَجٌ ۗ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ وَمَنْ يَتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿١٧﴾

ع ۲ / النصف ۱۰

جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے وہ عنقریب جب تم (خیبر کی) غنائم لینے چلو گے، کہیں گے کہ ہم کو بھی اجازت دو کہ تمہارے ساتھ چلیں۔ وہ لوگ یوں چاہتے ہیں کہ خدا کے حکم کو بدل ڈالیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ تم ہرگز ہمارے ساتھ نہیں چل سکتے۔ خدا تعالیٰ نے پہلے سے یوں ہی فرما دیا ہے تو وہ لوگ کہیں گے بلکہ تم لوگ ہم سے حسد کرتے ہو بلکہ خود یہ لوگ بہت کم بات سمجھتے ہیں۔ آپ ان پیچھے رہنے والوں دیہاتیوں سے (یہ بھی) کہہ دیجئے کہ عنقریب تم لوگ ایسے لوگوں سے لڑنے کی طرف بلائے جاؤ گے جو سخت لڑنے والے ہوں گے کہ یا تو ان سے لڑتے رہو یا وہ مطیع (اسلام) ہو جائیں۔ سو اگر تم اطاعت کرو گے تو تم کو نیک عوض (یعنی جنت) دے گا اور اگر تم (اس وقت بھی) روگردانی کرو گے جیسا اس سے قبل روگردانی کر چکے ہو تو دردناک عذاب کی سزا دے گا۔ نہ اندھے پر کوئی گناہ ہے اور نہ لنگڑے پر کوئی گناہ ہے اور نہ بیمار پر کوئی گناہ ہے اور جو شخص اللہ و رسول کا کہنا مانے گا۔ اس کو ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور جو شخص (حکم سے) روگردانی کرے گا اس کو دردناک عذاب کی سزا دیگا۔

تفسیر ربط: اوپر قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ ...... میں متخلفین سے واقعۂ حدیبیہ کے متعلق گفتگو کا حکم تھا آگے اور دو واقعوں کے متعلق ان سے گفتگو کا حکم ہے۔

امر بخطاب مع المخلفین متعلق بعض واقعات دیگر: سَيَقُولُ الْمُخَلَّفُونَ إِذَا انطَلَقْتُمْ (الی قولہ تعالٰی) وَمَن يَتَوَلَّ يُعَذِّبْهُ عَذَابًا أَلِيمًا ۝ جو لوگ (سفر حدیبیہ سے) پیچھے رہ گئے تھے وہ عنقریب جب تم (خیبر کی) غنیمتیں لینے چلو گے (مطلب یہ کہ جب خیبر فتح کرنے چلو گے جہاں غنیمت ملنے والی ہے پس انطلاق الی خیبر گویا انطلاق الی مغانم ہے حاصل یہ کہ جب خیبر کو جانے لگو گے تو یہ لوگ تم سے) کہیں گے کہ ہم کو بھی اجازت دو کہ ہم تمہارے ساتھ (خیبر کو) چلیں (اور وجہ اس درخواست کی طمع تھی غنیمت کی جس کا حصول قرائن سے ان کو متوقع تھا بخلاف سفر حدیبیہ کے اس میں زحمت بلکہ ہلاکت زیادہ متوقع تھی آگے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ) وہ لوگ یوں چاہتے ہیں کہ خدا کے حکم کو (جو کہ اس واقعہ کے متعلق ہوا ہے کہ) بجز اہل حدیبیہ کے خیبر اور کوئی نہ جاوے بالخصوص متخلفین یہ لوگ اس حکم کو) بدل ڈالیں (یعنی مسلمانوں سے اس کی درخواست کرنا گویا یہ درخواست ہے کہ مسلمان خدا کے حکم کے خلاف کریں جوان کے لئے شرعاً ممتنع ہے اور بایں معنی تبدیل کا فاعل مسلمان ہوں گے لیکن چونکہ وہ لوگ بوجہ اس درخواست کے اس تبدیل کا سبب ہیں لہٰذا ان کی طرف اس کی نسبت کی گئی اور تبدیل بالمعنی المذکور کے وقوع سے افعال وصفات الٰہیہ میں کوئی نقص نہیں آتا کیونکہ وہ حکم تشریعی تھا لیکن مؤمنین کا آثم ہونا لازم آتا ہے حاصل مطلب یہ ہوا کہ وہ اس کی درخواست کرتے ہیں کہ تم گناہ کے مرتکب ہوسو) آپ کہہ دیجئے کہ تم ہرگز ہمارے ساتھ نہیں چل سکتے (یعنی ہم اس درخواست کو منظور نہ کریں گے اور تم کو ساتھ لے جا کر گناہ گار نہ ہوں گے کیونکہ ہم کو) خدا تعالیٰ نے پہلے سے یونہی فرما دیا ہے (یعنی یہی حکم دے دیا ہے کہ اوروں کو مت لے جانا اور پہلے[1] سے اس لئے کہا کہ حدیبیہ سے واپسی میں یہ حکم ہو گیا تھا یا تو وحی غیر متلو سے یا اس آیت سے : وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا ۝ وَمَغَانِمَ كَثِيرَةً يَأْخُذُونَهَا ۚ کہ ماضی کا صیغہ تیقن وعدہ کی وجہ سے ہے اور ضمیر ہم کا مرجع خاص اہل حدیبیہ ہیں جیسا اوپر ان ہی کا ذکر ہے اور حضور کو اس کا مطلب یہی سمجھایا گیا ہو آگے ان کے جواب کی اطلاع پیشین گوئی کے طور پر فرماتے ہیں کہ جب آپ ان کو یہ جواب دیں گے) تو وہ لوگ کہیں گے (اور ظاہر یہ ہے کہ آپ کے سامنے کہنا مراد نہیں بلکہ اوروں سے کہیں گے کہ ہمارے نہ چلنے کو جو خدا کا حکم بتلایا جاتا ہے یہ بات نہیں ہے) بلکہ تم لوگ ہم سے حسد کرتے ہو (اس لئے ہمارا شریک غنیمت ہونا گوارا نہیں حالانکہ ان مسلمانوں میں حسد کا نام ونشان نہیں) بلکہ خود یہ لوگ بہت کم بات سمجھتے ہیں (اس لئے مسلمانوں کے جواب کو حسن پر محمول کرتے ہیں اگر سمجھدار ہوتے تو وحی کی تو ضرور ہی تصدیق کرتے اور عجب نہیں کہ تخصیص خیبر باہل حدیبیہ کی وجہ اور اپنی حرمان کی وجہ یہ بھی سمجھ[2] لیتے چنانچہ اہل حدیبیہ کا ایک خطرہ عظیمہ میں اپنے کو واقع کر دینے اور پھر ظاہراً ناکامی کے ساتھ لوٹ آنے کا اس تخصیص کے لئے مقتضی ہونا اور منافقین کی خود غرضی کا اس حرمان کے لئے مقتضی ہونا کچھ زیادہ خفی نہیں ہے اور غزوۂ خیبر میں اسی حکم پر عمل بھی ہوا جیسا کہ واقعۂ ہشتم میں مذکور ہوا یہ مضمون خیبر کے متعلق ہوا آگے ایک دوسرے واقعہ کے متعلق گفتگو کے لئے ارشاد ہے کہ) آپ ان پیچھے رہ جانے والے دیہاتیوں سے (یہ بھی) کہہ دیجئے کہ (اگر ایک خیبر میں نہ گئے نہ سہی ثواب حاصل کرنے کے اور بھی مواقع آنے والے ہیں چنانچہ) عنقریب تم لوگ ایسے لوگوں (سے لڑنے) کی طرف بلائے جاؤ گے جو سخت لڑنے والے ہوں گے (مراد اس سے فارس وروم کے غزوات ہیں کذا فی الدر عن ابن عباسؓ کہ ان کی فوجیں قواعد داں وباسامان تھیں کہ) یا تو ان سے لڑتے رہو یا وہ مطیع (اسلام) ہو جاویں (خواہ اسلام سے یا جزیہ سے مطلب یہ کہ اس کام کے لئے بلائے جاؤ گے) سو (اس وقت) اگر تم اطاعت کرو گے (اور ان سے جہاد کرو گے) تو تم کو اللہ تعالیٰ نیک عوض دے گا (یعنی جنت) اور اگر تم (اس وقت بھی) روگردانی کرو گے جیسا اس کے قبل (حدیبیہ وغیرہ میں) روگردانی کر چکے ہو تو وہ دردناک عذاب کی سزا دے گا (مراد دوزخ ہے البتہ دعوت الی الجہاد سے بعضے معذور مستثنیٰ بھی ہیں چنانچہ) نہ اندھے پر کوئی گناہ ہے اور نہ لنگڑے پر کوئی گناہ ہے اور نہ بیمار پر کوئی گناہ ہے اور (فَإِن تُطِيعُوا ...... میں جو خاص مجاہد ومتخلف کے لئے وعدہ وعید مذکور ہے کچھ ان کی تخصیص نہیں بلکہ قاعدۂ کلیہ ہے کہ) جو شخص اللہ اور رسول کا کہنا مانے گا اس کو ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور جو شخص (حکم سے) روگردانی کرے گا اس کو دردناک عذاب کی سزا دے گا۔

ف: قُل لَّن تَتَّبِعُونَا میں جو کلمۂ لن ہے مطلق تابید کے لئے نہیں بلکہ خاص غزوۂ خیبر کے اعتبار سے ہے اور اس کے ختم تک تابید ہے پس صاحب روح نے صاحب بحر سے جو نقل کیا ہے کہ ان مخلفین میں سے مزینہ اور جہینہ قبائل بعد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بعض غزوات میں شریک ہوئے اس سے معارضہ نہ رہا اور فارس وغیرہ کے غزوات میں ان اعراب مذکورین کو حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت میں بلایا کذا فی الدر المنثور اور بعض تفاسیر میں ہے کہ یہ لوگ دل سے شریک بھی ہوئے اور مغانم خیبر کی تخصیص اہل حدیبیہ کے ساتھ جو مذکور ہوئی اس پر یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ حضور ﷺ نے بعض مہاجرین حبشہ کو جو اصحاب سفینہ کہلاتے ہیں اس میں سے دیا ہے کیونکہ یہ دینا یا تو برضا اہل حقوق تھا یا آپ نے خمس میں سے دیا جو خاص غانمین کا حق نہیں ہے علی اختلاف القولین۔

الحواشی: (۱) یہ جواب ہے سوال مقدر کا کہ قرآن مجید میں ہے: کذلکم قال اللہ من قبل حالانکہ یہ قول کہیں قرآن مجید میں مذکور نہیں کہ ان کو مت لے جانا جواب کی تقریر ظاہر ہے ۱۲ منہ۔ (۲) سمجھدار ہونے کا لازم ضروری تو تصدیق وحی تھا باقی سمجھدار ہونے پر وجہ سمجھ لینے کا ترتب گو ضروری نہیں لیکن غالب الوقوع ہوتا ۱۲ منہ۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قولہ سمجھایا گیا ہو قالہ قتادۃ کما فی الطبری ۱۲۔ ۲ قولہ قبل ومن یطع قاعدۃ کلیہ وعلیہ فلا تکرار فی قولہ ومن یتول کما لا یخفی ۱۲۔

النحو: قولہ تقاتلونھم فی الروح الجملۃ مستانفۃ للتعلیل کما فی قولک سیدعوک الامیر یکرمک او یکبت عدوک آہ ۱۲۔

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿١٨﴾ وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿١٩﴾ وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ ۚ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿٢٠﴾ وَّاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴿٢١﴾

بالتحقیق اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں سے خوش ہوا جب کہ یہ لوگ آپ سے درخت (سمرہ) کے نیچے بیعت کر رہے تھے اور ان کے دلوں میں جو کچھ تھا اللہ کو وہ بھی معلوم تھا اور (اس وقت) اللہ تعالیٰ نے ان میں اطمینان پیدا کر دیا اور ان کو ایک لگتے ہاتھ فتح دے دی اور (اس فتح میں) بہت سی غنائم بھی دیں۔ جن کو یہ لوگ لے رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ بڑا زبردست بڑا حکمت والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تم سے (اور بھی) بہت سی غنیمتوں کا وعدہ کر رکھا ہے جن کو تم لوگے سو سر دست تم کو یہ دے دی ہے اور لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیئے اور تا کہ یہ (واقعہ) اہل ایمان کے لئے ایک نمونہ ہو جائے اور تا کہ تم کو ایک سیدھی سڑک پر ڈال دے اور ایک فتح اور بھی ہے جو تمہارے قابو میں نہیں آئی خدا تعالیٰ اس کو احاطہ میں لئے ہوئے ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

تفسیر ربط: اوپر مخلفین کی شناعات تھیں آگے مخلصین کی بشارات ہیں۔

بشارات حسی و معنویہ مخلصین: لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ (الی قولہ تعالی) وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرًا ﴿٢١﴾ تحقیق اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں سے (جو آپ کے ہم سفر ہیں) خوش ہوا جب کہ یہ لوگ آپ سے درخت (سمرہ) کے نیچے جہاد میں ثابت قدم رہنے پر) بیعت کر رہے تھے اور ان کے دلوں میں جو کچھ (اخلاص و عزم علی الوفاء) تھا اللہ کو وہ بھی معلوم تھا اور (اس وقت) اللہ تعالیٰ نے ان کے (قلب) میں اطمینان پیدا کر دیا (جس سے ان کو خدا کا حکم ماننے میں ذرا پس و پیش نہیں ہوا یہ تو معنوی نعمتیں ہوئیں) اور (اس کے ساتھ ان کو حسی نعمتیں بھی دیں جو کہ معنوی نعمتوں کو بھی متضمن تھیں چنانچہ) ان کو ایک لگے ہاتھ فتح (بھی) دے دی (مراد اس سے فتح خیبر ہے) اور (اس فتح میں) بہت سی غنیمتیں بھی (دیں) جن کو یہ لوگ لے رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ بڑا زبردست (یعنی قادر اور) بڑا حکمت والا ہے (کہ اپنی قدرت اور حکمت سے جس کو چاہے اور جب مناسب ہو فتح دے دیتا ہے اور کچھ اسی خبر پر بس نہیں بلکہ) اللہ تعالیٰ نے تم سے (اور بھی) بہت سے غنیمتوں کا وعدہ کر رکھا ہے جن کو تم لوگے سو (ان میں سے) سر دست تم کو یہ دیدی ہے اور (اس کے دینے کے لئے خیبر اور حلفائے خیبر کے) لوگوں کے ہاتھ تم سے روک دیئے (یعنی سب کے قلب میں رعب پیدا کر دیا کہ ان کو زیادہ دراز دستی کی ہمت نہ ہوئی اور اس سے تمہارا نفع دنیوی بھی مقصود تھا تا کہ آرام و فراغت ہو) اور (نیز دینی نفع بھی مقصود تھا) تا کہ یہ (واقعہ) اہل ایمان کے لئے (دوسرے وعدوں کے سچے ہونے کا) ایک نمونہ ہو جائے (یعنی خدا کے وعدوں کے سچا ہونے پر اور زیادہ ایمان مؤکد ہو جاوے) اور تا کہ (اس نمونہ کے ذریعہ سے) تم کو (آئندہ کے لئے ہر امر میں) ایک سیدھی سڑک پر ڈال دے (مراد اس سڑک سے توکل و وثوق باللہ ہے یعنی ہمیشہ کے لئے اس واقعہ کو سوچ کر اللہ پر اعتماد سے کام لیا کرو پس دینی نفع دو ہوئے ایک علمی واعتقادی وَلِتَكُوْنَ ...... اور دوسرا عملی واخلاقی وَيَهْدِيَكُمْ ......) اور ایک فتح اور بھی (موعود) ہے جو (اس وقت تک) تمہارے قابو میں نہیں آئی (مراد اس سے فتح مکہ ہے جو اب تک واقع نہیں ہوا تھا مگر) خدا تعالیٰ اس کو احاطہ (قدرت) میں لئے ہوئے ہے (اور جب چاہے گا تم کو عطا فرماوے گا) اور (اسی کی کیا تخصیص ہے) اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے (چنانچہ جب مصلحت ہوئی مکہ بھی فتح ہو گیا جس کا ذکر واقعۂ دہم میں لکھا گیا)۔

ف: غزوۂ خیبر بعد واپسی حدیبیہ کے ہوا پس اگر یہ آیتیں بھی رستہ میں نازل ہوئی ہیں تو اس سورت کا واپسی میں نازل ہونا باعتبار اکثر اجزاء کے ہے واقعۂ ہفتم میں علی اختلاف القولین ان ہی دو قول کی طرف اشارہ ہے اور وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً میں جتنے غنائم بعد نزول اس آیت کے حاصل ہوئیں سب داخل ہیں اور یہاں جو اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ آیا ہے چونکہ یہ بیعت کے وقت کا مضمون ہے اس لئے اس کی تفسیر تحمل و علم و ضبط نفس وقت الصلح سے نہیں کی گئی جیسا اس صورت میں آئندہ موقع پر ہے اور وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً ...... میں گو فتح مکہ بھی داخل ہے مگر اس کی تخصیص ذکری اُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا ...... سے اعتنائے شان فتح مکہ کے لئے چونکہ وہ صحابہؓ کو خصوصیت کے ساتھ مطلوب تھی۔

النحو : ولتكون عطف على مقدر اى لتنفعوا ولتكون كما اشير اليه فى الترجمة قوله واخرى صفة لفتحة[1] مقدرة مرفوعة بالابتداء والخبر محذوف اى ثمه ولم تقدروا صفة لاخرى وكذا قد احاط الله بها۱۲۔

البلاغۃ : وعدكم فيه التفات ۱۲۔

الحواشی : (۱) مؤنث الفتح بمعنى الغلبة لا ما يقابل الضم والكسر ۱۲ منہ۔

وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوَلَّوُا الْاَدْبَارَ ثُمَّ لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۲۲﴾ سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ۚۖ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا ﴿۲۳﴾ وَهُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا ﴿۲۴﴾ هُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوْفًا اَنْ يَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ ۭ وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَنِسَاۗءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ تَطَــُٔـوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِّنْهُمْ مَّعَرَّةٌۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِيْ رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۚ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِـيْمًا ﴿۲۵﴾ اِذْ جَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰي رَسُوْلِهٖ وَعَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى وَكَانُوْٓا اَحَقَّ بِهَا وَاَهْلَهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِــيْمًا ﴿۲۶﴾ ع ۱۱/۳

اور اگر تم سے یہ کافر لڑتے تو ضرور پیٹھ پھیر کر بھاگتے پھر نہ ان کو کوئی یار ملتا اور نہ مددگار اللہ تعالیٰ نے (کفار کے لئے) یہی دستور کر رکھا ہے جو پہلے سے چلا آتا ہے اور آپ خدا کے دستور میں ردوبدل نہ پائیں گے اور وہ ایسا ہے کہ اس نے ان کے ہاتھ تم سے (یعنی تمہارے قتل سے) اور تمہارے ہاتھ ان (کے قتل) سے عین مکہ (کے قریب) روک دیئے بعد اس کے کہ تم کو ان پر قابو دے دیا تھا اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو دیکھ رہا تھا۔ وہ یہ لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تم کو مسجد حرام سے روکا اور (نیز) قربانی کے جانور کو جو رکا ہوا رہ گیا اس کے موقعہ پر پہنچنے سے روکا اور اگر (مکہ میں اس وقت) بہت سے مسلمان مرد اور بہت سی مسلمان عورتیں نہ ہوتیں جن کی تم کو خبر بھی نہ تھی۔ یعنی ان کے پاس جانے کا احتمال نہ ہوتا جس پر ان کی وجہ سے تم کو بھی بے خبری میں ضرر پہنچتا تو سب قصہ طے کر دیا جاتا لیکن ایسا اس لئے نہیں کیا گیا تا کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں جس کو چاہے داخل کر دے۔ اگر یہ ٹل گئے ہوتے تو ان میں جو کافر تھے ہم ان کو دردناک سزا دیتے جب ان کافروں نے اپنے دلوں میں عار کو جگہ دی اور عار بھی جاہلیت کی سو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور مؤمنین پر اپنی طرف سے تحمل عطا کیا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تقویٰ کی بات پر جمائے رکھا اور وہ اس کے زیادہ مستحق ہیں اور اس کے اہل ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔

تفسیر ربط : اوپر اُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا میں فتح مکہ کا فی الحال عدم وقوع اور استقبال میں وعدہ وقوع مذکور ہے آگے فی الحال وقوع کی بعض اور مقتضیات اور بتقدیر قتال ان مقتضیات پر لزوماً اس کا ترتب اور باوجود ان مقتضیات کے عدم وقوع کی بعض حکمتیں مذکور ہیں جیسا ابتدائے سورت میں بھی اس صلح کو کہ مرادف عدم وقوع فتح ہے فتح سے تعبیر کرنے میں اشارہ کیا گیا ہے اس کی بعض حکمتوں کی طرف جس کو مؤلف احقر نے وہاں بیان کیا ہے۔

بیان بعضے مقتضیات وبعضے موانع قتال مفضی الی الفتح:

وَلَوْ قٰتَلَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (الی قولہ تعالی) وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِــيْمًا ﴿۲۶﴾ اور (چونکہ ان کفار کے مغلوب ہونے کے مقتضیات موجود تھے جو آگے آتے ہیں اس لئے) اگر (تم میں یہ صلح نہ ہوتی بلکہ) تم سے یہ کافر لڑتے تو (ان مقتضیات کی وجہ سے) ضرور پیٹھ پھیر کر بھاگتے پھر نہ ان کو کوئی یار ملتا اور نہ مددگار (ملتا اور) اللہ تعالیٰ نے (کفار کے لئے) یہی دستور کر رکھا ہے جو پہلے سے چلا آتا ہے (کہ مقابل میں اہل حق غالب اور اہل باطل مغلوب رہے ہیں اور احیاناً کسی حکمت سے اس میں توقف ہونا منافی اس غلبہ کا نہیں) اور آپ کے خدا کے دستور میں (کسی شخص کی طرف سے) ردوبدل نہ پاویں گے (کہ خدا تعالیٰ کوئی کام کرنا چاہے اور کوئی اس کو نہ ہونے دے) اور وہ ایسا ہے کہ (باوجود اس کے کہ قتال میں تم کو ہی غلبہ ہوتا جیسا مذکور ہوا مگر بعض حکمتوں کی وجہ سے کہ وہ بھی آگے مذکور ہیں) اس نے ان کے ہاتھ تم سے (یعنی تمہارے قتل سے) اور تمہارے ہاتھ (ان کے قتل) سے عین مکہ (کے قریب) میں (یعنی حدیبیہ میں) روک دیئے بعد اس کے کہ تم کو ان پر قابو دے دیا تھا (یہ اشارہ ہے واقعہ پنجم کی طرف یعنی اس میں حق تعالیٰ کی منت اور حکمت تھی سو كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ میں منت ہونا

ظاہر ہے اور اَیْدِیَکُمْ عَنْھُمْ میں یہ ہے کہ اگر ایسا نہ ہوتا تو قتال میں امتداد ہو جاتا اور جو حکمتیں عدم قتال کی آگے مذکور ہیں فوت ہو جاتیں) اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو (اس وقت) دیکھ رہا تھا (ان کاموں کے اثر کو جانتا تھا اس لئے ایسا کام نہیں ہونے دیا جس سے قتال ہو جاوے اب آگے مقتضیات مغلوبیت کفار کا بیان فرماتے ہیں کہ) یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے (خدا کے ساتھ) کفر کیا اور تم کو (عمرہ کرنے کے لئے) مسجد حرام (سے جہاں طواف ہوتا اور اس کے توابع میں صفا و مروہ سے جہاں سعی ہوتی ان سب مقامات) سے روکا اور (نیز) قربانی کے جانور کو جو (حدیبیہ میں) رکا ہوا رہ گیا اس کے موقع (معہود یعنی منیٰ) میں (جو کہ توابع مسجد حرام سے ہے) پہنچنے سے روکا (یہ اشارہ ہے واقعۂ دوم کی طرف) اور (ان مقتضیات کا مقتضا یہ تھا کہ مسلمانوں سے ان کا قتال کرا کر ان کو مغلوب کر دیا جاتا لیکن بعض حکمتیں مانع تاثیر مقتضی مذکور ہو گئیں چنانچہ ایک حکمت یہ ہے کہ اس وقت وہاں بہت سے مسلمان تھے جو کفار کے ہاتھ میں محبوس و مظلوم تھے جیسا واقعۂ سوم سے معلوم ہوا سو بوجہ ان کے مختلط ہونے کے قتال کا اثر ان تک بھی ضرور پہنچتا جس سے ان کو ظاہری مضرت اور قاتل مسلمانوں کو باطنی مضرت پہنچتی اس لئے قتال نہیں ہوا اسی کو فرماتے ہیں کہ) اگر (مکہ میں اس وقت) بہت سے مسلمان مرد اور بہت سی مسلمان عورتیں نہ ہوتیں جن کی تم کو خبر بھی نہ تھی) یعنی ان کے پس جانے کا احتمال نہ ہوتا جس پر ان کی وجہ سے تم کو بھی بے خبری میں ضرر پہنچتا (جیسے گناہ اور جی برا ہونا پس اگر یہ بات نہ ہوتی) تو (بمقتضیات مذکورہ ابھی) سب قصہ طے کر دیا جاتا لیکن ایسا اس لئے نہیں کیا گیا تا کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں جس کو چاہے داخل کرے (چنانچہ ان مسلمانوں کی جان بچی اور تمہارا دین بچا البتہ) اگر یہ (مذکورہ مسلمان مکہ سے کہیں) ٹل گئے ہوتے تو ان (اہل مکہ) میں جو کافر تھے ہم ان کو (مسلمانوں کے ہاتھ سے) دردناک سزا دیتے (اور ان کو قتل کراتے نیز مقتضیات قتال میں سے ایک اور امر بھی قابل تذکرہ ہے جس کا وقوع اس وقت ہوا تھا) جب کہ ان کافروں نے اپنے دلوں میں عار کو جگہ دی اور عار بھی جاہلیت کی (اس عار سے وہ ضد مراد ہے جو بسم اللہ لفظ رسول اللہ لکھنے میں انہوں نے مسلمانوں سے کی تھی جو واقعۂ چہارم میں مذکور ہوئی اور اس لئے اس جاہلیت سے مقید فرمایا ورنہ مطلق حمیت و عار مذموم نہیں) سو (اس کا مقتضا یہ تھا کہ مسلمان جوش میں آ کر لڑ پڑتے مگر) اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو اور مومنین کو اپنی طرف سے تحمل عطا فرمایا (جس سے اپنے کو ضبط کر کے ان کلمات کے لکھنے پر اصرار نہیں کیا یہاں تک کہ صلح ہو گئی اور کفار قتال سے بچ گئے) اور (اس وقت) اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تقویٰ کی بات پر جمائے رکھا (تقویٰ کی بات سے مراد ہے کلمۂ طیبہ اقرار توحید و رسالت کا کہ اس کی بدولت کفر و شرک سے بچاؤ ہو جاتا ہے اور نیز وہ مقتضی ہے وجوب تقویٰ و اطاعت کو اور اس پر جمائے رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ مقتضا اعتقاد توحید و رسالت کا اطاعت ہے اللہ و رسول کی جیسا ابھی بیان ہوا اور مسلمانوں کا یہ ضبط صرف اس وجہ سے تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ضبط کا حکم فرمایا تھا پس یہ اطاعت کلمۂ تقویٰ پر جمنا ہے) اور وہ (مسلمان) اس (کلمہ تقویٰ) کے (دنیا میں بھی) زیادہ مستحق ہیں (کیونکہ ان کے قلوب میں طلب حق ہے اور طلب حق ہی مفضی الی الایمان ہوتی ہے) اور آخرت میں بھی) اس (کے ثواب) کے اہل ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتا ہے (اس لئے اس نے ان مذکورہ حکمتوں سے ان کے قلوب میں تحمل پیدا کر دیا اور باوجود مقتضیات کے ان موانع کو مؤثر بنا دیا)۔ ف: ظاہراً لَمْ تَعْلَمُوْھُمْ اور بِغَیْرِ عِلْمٍ میں اور لَوْلَا رِجَالٌ اور لَوْ تَزَیَّلُوْا میں تکرار معلوم ہوتا ہے لیکن اگر اولین کو تفصیل اور اخیرین کو اجمال اور تلخیص اس تفصیل کی کہا جاوے تو اس اجمال بعد التفصیل کو تکرار محترز منہ کوئی داخل نہیں کہہ سکتا۔ اور اگر یہ شبہ ہو کہ بے خبری میں گناہ کیوں ہو گا جواب یہ ہے کہ جہاں بے خبری کا رفع قدرت میں ہو اور رفع میں کوشش نہ کی جاوے اس کا گناہ ہو گا اور اگر کہا جاوے کہ صحابہ میں یہ احتمال کب ہے کہ وہ کوشش میں کوتاہی کرتے جواب یہ ہے کہ بعض اوقات اس طرف التفات نہیں ہوتا کہ ہم سے کوتاہی ہوئی اور صحابہ سے بے التفاتی کا صدور محل اشکال نہیں اور حدیبیہ کو بطن مکہ جو بمعنی عین مکہ ہے مبالغۃً بوجہ مجاورت و قرب کے فرمادیا جس سے ظاہراً تائید ہو سکتی ہے اس قول کی کہ حدیبیہ کا ایک حصہ حرم میں ہے جیسا حنفیہ قائل ہیں اور ان پر یہ شبہ ہو گا کہ مَعْکُوْفًا اَنْ یَّبْلُغَ مَحِلَّہٗ سے معلوم ہوتا ہے کہ ہدی حرم میں نہیں پہنچی کیونکہ محل اصلی اس کا حالت عدم احصار میں بالاتفاق حرم ہے اور حدیبیہ میں ہدی کا بلوغ متیقن ہے اس سے معلوم ہوا کہ حدیبیہ خارج از حرم ہے اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ محل سے مراد مطلق حرم نہیں بلکہ حرم کا موقع معہود اولیٰ مراد ہے جہاں قربانی کرنا غالباً معتاد ہے یعنی ایام نحر میں منیٰ اور غیر ایام نحر میں مکہ کہ شامی نے شرح اللباب سے اس کی اولویت نقل کی ہے اور روایت کا اطلاق حج اور عمرہ دونوں کی قربانی کو شامل ہے اور بندہ نے ترجمہ میں اس طرف اشارہ کر دیا ہے اور جمہور حدیبیہ کو خارج حرم کہتے ہیں ان کے نزدیک اس کو بطن مکہ کہنا غایت قرب کی وجہ سے نہ ہو گا بلکہ مطلق قرب کی وجہ سے ہو گا اور ان پر یہ شبہ ہو گا کہ تمہارے نزدیک محصر کے لئے محل ہدی خود محل احصار ہے تو ہدی یہاں تک پہنچ چکی تھی پھر مَعْکُوْفًا اَنْ یَّبْلُغَ مَحِلَّہٗ کے کیا معنی وہ بھی وہی جواب دیں گے کہ محل معہود مراد ہے اور احق کو صیغہ تفضیل سے لانا اور اہل کو بلا تفضیل لانا شاید اس نکتہ کی وجہ سے ہو کہ دنیا میں مکلف بالایمان سب ہیں تو تھوڑی تھوڑی قابلیت ایمان کی سب میں پائی جاتی ہے اور مسلمانوں میں زیادہ اور آخرت میں کفار کے لئے ثواب کی ذرا بھی قابلیت نہ ہوگی پس نفس اہلیت بھی مسلمانوں ہی میں منحصر ہوگی۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: فَتُصِیْبَکُمْ مِّنْھُمْ مَّعَرَّۃٌ بِغَیْرِ عِلْمٍ یہاں سوال یہ ہے کہ جب بے خبری میں ان کے ہاتھ سے اہل ایمان پامال ہو جاتے تو

اس میں کوئی معصیت نہ ہوتی پھر مَّعَرَّةٌ بِغَيْرِ عِلْمٍ کے کیا معنی اس میں کئی اقوال ہیں جن کا حاصل تاسف وتالم طبعی ہے تو معصیت مراد ہی نہیں اور میرے نزدیک اقرب یہ ہے کہ گو معصیت نہ ہو مگر خود عمل میں اگرچہ بلا علم ہو یہ خاصیت ہے کہ اگر بعد علم کے تدارک نہ کیا جاوے تو استعداد صالح ضعیف ہو جاتی ہے جس کا اثر اعمال میں بطالت ہے اور اس کا ضرر ہونا ظاہر ہے اور اہل قلوب اس کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

اَلنَّحو: قوله والهدى معطوف على الضمير المنصوب فی صدوكم قوله ان يبلغ منصوب بنزع الخافض ای عن ان ۱۲۔ قوله ان تطؤهم بدل من رجال بتقدير مضاف ای لو لا رجال ای كراهة وطأهم وجواب لو لا مقدر ای لقضى الامر ووقع القتال قوله ليدخل عامله مقدر مفهوم من جواب لو لا المقدر المذكور آنفا ای لكن لم يقع القتال ليدخل الخ قوله لعذبنا الذين كفروا منهم من البيان ان كان المرجع هم الكفار وتبعيضية ان كان المرجع اهل مكة مطلقا ۱۲۔

البلاغۃ: قوله ببطن مكة لعل التقييد للاستحضار ۱۲ قوله تعلموهم فيه تغليب المذكر على المؤنث ۱۲۔

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ ۚ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ۙ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ ۙ لَا تَخَافُوْنَ ؕ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۲۷﴾ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿۲۸﴾ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۫ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۛۚ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۛ۫ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۲۹﴾

منزل ۶ ۔ ع ۳ ۔ ۱۲

بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھلایا جو مطابق واقع کے ہے کہ تم مسجد حرام (یعنی مکہ) میں ان شاء اللہ ضرور جاؤ گے امن وامان کے ساتھ کہ تم میں کوئی سر منڈاتا ہوگا اور کوئی بال کترا تا ہوگا۔ تم کو کسی طرح کا اندیشہ نہ ہوگا۔ سو اللہ تعالیٰ کو وہ باتیں معلوم ہیں جو تم کو معلوم نہیں پھر اس سے پہلے لگتے ہاتھ ایک فتح دے دی وہ اللہ ایسا ہے کہ اس نے اپنے رسول کو ہدایت دی اور سچا دین (یعنی اسلام) دے کر (دنیا میں) بھیجا ہے تاکہ اس کو تمام دینوں پر غالب کرے اور اللہ کافی گواہ ہے۔ محمد اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے صحبت یافتہ ہیں وہ کافروں کے مقابلہ میں تیز ہیں اور آپس میں مہربان ہیں اے مخاطب تو ان کو دیکھے گا کہ کبھی رکوع کر رہے ہیں کبھی سجدہ کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضامندی کی جستجو میں لگے ہیں ان کے آثار بوجہ تاثیر سجدہ کے ان کے چہروں پر نمایاں ہیں یہ ان کے اوصاف توریت میں ہیں اور انجیل میں ان کا یہ وصف ہے کہ جیسے کھیتی کہ اس نے اپنی سوئی نکالی پھر اس نے اس کو قوی کیا پھر وہ اور موٹی ہوئی پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوگئی کہ کسانوں کو بھلی معلوم ہونے لگی تاکہ ان سے کافروں کو جلادے اور اللہ تعالیٰ نے ان صاحبوں سے جو کہ ایمان لائے اور نیک کام کر رہے ہیں مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے۔

تفسیر ربط: اوپر جس واقعہ کا ذکر ہے اس کے قبل مدینہ میں آپ نے ایک خواب دیکھا تھا جس کا ذکر واقعۂ اول میں ہوا جب حدیبیہ میں رک گئے تو بعض صحابہؓ نے تعبیر واقع نہ ہونے پر استکشافاً آپؐ سے سوال کیا اور آپؐ نے جواب میں ارشاد فرمادیا کہ میں نے یہ نہیں کہا کہ اسی سال اس کی تعبیر پوری ہوگی رواہ البخاری عن عمرؓ قال قلت او ليس كنت تحدثنا ان سناتى البيت ونطوف قال صلى الله عليه وسلم بلى افا خبرتك انك تاتيه العام قلت لا قال فانك اٰتيه ومطوف به اور خازن ومدارک میں بلا سند اور ابن جریر میں ابن زید سے بسند یہ بھی ہے کہ منافقین نے طعن واعتراض کیا کہ خواب غلط نکلا۔ اگلی آیتوں میں اس خواب کی تحقیق اور اس خواب کی تصدیق ارشاد ہے كما فی الدر المنثور عن مجاهد قال اصحابه این رؤیاك یا رسول الله فانزل الله: لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا الخ۔

تصدیق رؤیائے نبویہ:

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ (الی قولہ تعالیٰ) فَتْحًا قَرِيْبًا ﴿۲۷﴾ بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو سچا خواب دکھلایا ہے جو (بالکل) مطابق واقع کے ہے تم لوگ مسجد حرام (یعنی مکہ) میں ان شاء اللہ ضرور جاؤ گے امن وامان کے ساتھ کہ تم میں کوئی سر منڈاتا ہوگا کوئی بال کترا تا ہوگا (اس سے مراد عمرہ ہے کہ اس میں حلق وقصر ہوتا ہے۔ اور اول سے آخر تک تم کو کسی طرح کا اندیشہ نہ ہوگا (مطلب یہ کہ خواب کی تعبیر ضرور واقع ہوگی چنانچہ سال آئندہ اسی طرح وقوع ہوا جس کا ذکر واقعۂ

تم میں ہو چکا ہے رہی یہ بات کہ جس سال خواب دیکھا تھا اسی سال تعبیر ہو جاتی) سو (بات یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ کو وہ باتیں (اور حکمتیں) معلوم ہیں جو تم کو معلوم نہیں (چونکہ اس تاخیر میں حکمت تھی اس لئے مؤخر فرما دیا) پھر (اس تاخیر سے جو رنج ہوا تھا اس کی اشک شوئی کے واسطے) اس (وقوع تعبیر) سے پہلے لگتے ہاتھ ایک فتح دے دی (مراد فتح خیبر ہے)۔

ف: بِالْحَقِّ بتاویل متلبساً بِالْحَقِّ تاکید واہتمام کے لئے ہے جس کو رفع تردد صحابہ کا یا دفع طعن مخالفین کا مقتضی ہے اور اٰمِنِیْنَ میں امن وقت الدخول ہے اور لَا تَخَافُوْنَ میں امن بعد الدخول الی الخروج پس اس میں تکرار نہیں اور فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِکَ ...... میں یہ بھی احتمال ہے کہ بیان ہوا ایک حکمت کا تقریر یہ ہوگی کہ اگر اسی سال عمرہ ہوتا تو قتل وقتال ضرور ہوتا اور صلح نہ ہوتی اور اس میں بہت سی مصلحتیں فوت ہوتیں جن کا اوپر ذکر گزر چکا ہے ایک ان میں سے یہ بھی تھی کہ خیبر کے مغانم ہاتھ نہ آتے کیونکہ اول تو قتال اہل مکہ سے تعب ہو چکتا تو دو ہی مہینہ بعد دوسری معرکہ آرائی مشکل تھی دوسرے سفر کرنے میں اندیشہ اہل مکہ کی طرف لگا رہتا کہ کہیں وہ مدینہ پر نہ آ چڑھیں تو سفر واقع ہونا دشوار ہوتا پس اس تاخیر تعبیر وتکمیل صلح کے منافع میں سے ایک منفعت یہ فتح قریب بھی ہے واللہ اعلم۔ اور یہاں ان شاء اللہ تعلیق کے لئے نہیں بلکہ تحقیق وتاکید کے لئے ہے کذا فی تفسیر ابن کثیر۔

ربط: اوپر جو وعدے فتوحات کے اور بشارتیں اور فضائل اہل حدیبیہ کو خصوصاً اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو عموماً سنائے ہیں آگے خاتمہ میں ان مضامین کی تاکید اور تلخیص ہے اور چونکہ یہ سب نعمتیں بدولت اطاعت وتصدیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عطا ہوئی ہیں تاکید استمرار علی التصدیق والاطاعت کے لئے ونیز صلح نامہ میں لفظ رسول اللہ لکھنے پر کفار کے ضد کرنے سے جو ان کا انکار رسالت کرنا معلوم ہوتا ہے اس کے رد کے لئے رسالت محمدیہ کی تحقیق اور تنصیص ہے اور وعدوں کا عام ہونا اس سے ظاہر ہے کہ اوپر وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً ...... فرمایا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ مغانم جن غزوات میں ہاتھ آئے ہیں اس میں غیر اہل حدیبیہ بھی شریک تھے اسی طرح فتح مکہ میں اخری لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا فرمایا ہے اس میں بھی اہل حدیبیہ وغیر اہل حدیبیہ شریک تھے اور بشارت میں لِيُدْخِلَ الْمُؤْمِنِيْنَ عام عنوان سے فرمایا ہے اسی طرح آئندہ آیات میں وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ عام عنوان ہے جس میں اہل حدیبیہ بھی داخل ہیں اور بوجہ مورد نزول ہونے کے اس میں احق واسبق ہیں باقی عموم الفاظ سے داخل سب صحابہ ہیں کہ معہ سب پر صادق آتا ہے۔

اثبات رسالت سید المرسلین وبشارت فتوحات دنیا ودین بصحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین:

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى (الی قولہ تعالی) مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۝ وہ اللہ ایسا ہے کہ اس نے اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہدایت (کا سامان یعنی قرآن) اور سچا دین (یعنی اسلام) دے کر (دنیا میں) بھیجا ہے تاکہ اس (دین) کو تمام دینوں پر غالب کر دے (باعتبار حجت ودلیل کے تو ہمیشہ اور باعتبار شوکت وسلطنت اہل دین اسلام کے بشرط صلاح اہل دین کے اور چونکہ یہ شرط صحابہ میں پائی جاتی تھی کما یدل علیہ قولہ والذین معہ الخ اس لئے یہ آیت اثبات رسالت کے ساتھ بشارت بھی ہوگئی صحابہ کے لئے فتوحات عامہ کی چنانچہ ایسا ہی واقع ہوا کما یظھر بالتاریخ) اور یہ اہل حمیت جاہلیت جو آپ کی رسالت کے منکر ہیں آپ مغموم نہ ہوں کیونکہ آپ کی رسالت پر) اللہ کافی گواہ ہے (اور وہ آپ کی رسالت) کی تصدیق کرتا ہے اور کافی کا یہ مطلب نہیں کہ دلائل کی حاجت نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان کا انکار مضر نہیں اور گواہی اللہ تعالیٰ کی یہی ہے کہ اس نے رسالت پر دلائل قائم کئے من المعجزات واعجاز القراٰن پس دلائل سے یہ بات ثابت ہوگئی) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں (اس میں اثبات رسالت کے ساتھ آپ کا تسلیہ بھی ہے کہ اگر یہ لوگ صلح نامہ میں آپ کے نام کے ساتھ لفظ رسول اللہ نہیں لگانے دیتے تو ہم اپنے قرآن میں آپ کے نام کے ساتھ یہ لفظ قیامت تک کے لئے مقرون کئے دیتے ہیں) اور (آگے آپ کے متبعین صحابہ کے فضائل وبشارات ہیں کہ) جو لوگ آپ کے صحبت یافتہ ہیں (عموماً اور جو اس سفر حدیبیہ میں ہمراہ ہیں خصوصاً اور صحبت عام ہے قلیل وکثیر کو پس سب صحابہ اس میں آ گئے غرض وہ حضرات ان صفات وکمالات کے ساتھ موصوف ہیں کہ) وہ کافروں کے مقابلہ میں تیز ہیں (اور) آپس میں (یعنی مسلمانوں کے ساتھ) مہربان ہیں (اور) اے مخاطب تو ان کو دیکھے گا کہ کبھی رکوع کر رہے ہیں کبھی سجدہ کر رہے ہیں (اور) اللہ تعالیٰ کے فضل (یعنی ثواب) اور رضا مندی (یعنی قرب) کی جستجو میں لگے ہیں ان (کی عبدیت) کے آثار بوجہ تاثیر (ان کے) سجدہ (اور عبادت) کے ان کے چہروں پر نمایاں ہیں (وہ آثار خشوع وخضوع) کے انوار ہیں جو مومن متقی کے چہرہ میں مشاہدہ کئے جاتے ہیں) یہ (جو) ان کے اوصاف (مذکور ہوئے) توریت میں (موجود) ہیں اور انجیل میں ان کا یہ وصف (مذکور) ہے کہ جیسے کھیتی کہ اس نے (اول زمین سے) اپنی سوئی نکالی پھر اس کے (عناصر سے متغذی ہو کر اپنی) اس (سوئی) کو قوی کیا (مطلب یہ کہ وہ کھیتی قوی ہوئی) پھر وہ کھیتی اور موٹی ہوئی پھر اپنے تنہ پر سیدھی کھڑی ہوگئی کہ (اپنے نشوونما سے) کسانوں کو بھلی معلوم ہونے لگی (اسی طرح صحابہ میں اول ضعف تھا پھر روزانہ قوت بڑھتی گئی اس میں بھی بشارت ہے فتوحاتِ اسلامیہ کی۔ اور اللہ تعالیٰ نے صحابہ کو اس لئے نشوونما دیا) تاکہ ان (کی اس حالت) سے کافروں کو (حسد میں) جلاوے (اور آخرت میں) اللہ تعالیٰ نے ان صاحبوں سے جو کہ ایمان لائے ہیں اور نیک کام کر رہے ہیں (گناہوں کی)

مغفرت اور (طاعات پر) اجر عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے (اَشِدَّآءُ ...... الخ میں ان کے اخروی اعمال اور کَزَرْعٍ میں ان کے دنیوی احوال اور وَعَدَ اللّٰهُ ...... میں ان کا حسن مآل مذکور ہے)۔

ف: الزراع کی تخصیص اس لئے کہ وہ مبصر ہوتے ہیں جب ان کو وہ کھیتی خوش معلوم ہوتی ہے تو واقع ہی میں اچھی ہے اور اس میں صحابہؓ کی نہایت بلیغ مدح ہے اور منہم میں من بیانیہ ہے پس سب صحابہؓ اس میں داخل ہیں البتہ یہ مسلم ہے کہ ختم علی الایمان شرط ہے صحابیت اور برکات وفضائل صحابیت کی لیکن اس سے شاتمین صحابہؓ کی کار برآری نہیں ہوسکتی اس لئے کہ اگر علم الٰہی میں حقیقی صحابیؓ معدودے چند ہوتے جیسا کہ اس فرقہ کا زعم فاسد ہے تو اس عنوان سے جس سے محاورات فصیحہ کی رو سے کلیت اور برتقدیر تسلیم من کے تبعیضہ ہونے کے اکثریت مفہوم ہوتی ہے تعبیر نہ فرماتے کہ موہم سخت غلطی کو ہے اس سے صاف معلوم ہوا کہ کل یا قریب کل کے صحبت یافتہ ایسے ہی تھے اگر احیاناً کوئی فرد جس نے صحبت کم پائی ہو خارج ہو جاوے تب بھی فرقہ مذکورہ کو یہ آیت مضر ہے اور بعض نے اس آیت سے اُس فرقہ کی تکفیر پر استدلال کیا ہے کیونکہ وہ بھی غیظ رکھتے ہیں لیکن یہ استدلال مشکل ہے کیونکہ آیت سے کافر کا ذی غیظ ہونا ثابت ہوتا ہے کلیاً یا اکثر یا اور ذی غیظ کا کافر ہونا ثابت نہیں ہوتا اور ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۖ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۚ ...... میں چند احتمال ہیں اوّل: ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۖ پر کلام ختم ہو جاوے اور ذٰلِكَ سے اشارہ ہو اوپر کے اوصاف کی طرف اور وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۚ سے دوسرا کلام شروع ہو اور خبر اس کی كَزَرْعٍ ...... ہو اس بناء پر اوصاف بالا توریت میں مذکور ہوں گے اور تمثیل اخیر انجیل میں ہوگی دوسرا احتمال فی الانجیل پر کلام ختم ہو اور ذلک کا اشارہ اوصاف بالا کی طرف ہو تو اس بناء پر اوصاف سابقہ کا توریت وانجیل میں ہونا چاہئے اور كَزَرْعٍ یہ مستقل جملہ ہو جس کا مضمون کسی سے منقول نہ ہو تیسرا احتمال یہ توریت پر کلام ختم ہو نہ انجیل پر اور ذلک سے اشارہ تمثیل آئندہ کی طرف ہو تو اس بناء پر مضمون تمثیل توریت وانجیل دونوں میں ہونا چاہئے اگر توریت وانجیل اصلی ہوتیں تو ایک احتمال متعین اور متیقن ہو جاتا مگر جس حالت میں وہ پائی جاتی ہیں ان کے اعتبار سے احتمال اول راجح ہے چنانچہ تفسیر حقانی میں توریت سفر استثناء تینتیسویں باب کے شروع سے نقل کیا ہے خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا فاران کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا۔ پھر اسی باب سے آگے چل کر نقل کیا ہے۔ ہاں وہ اس قوم سے بڑی محبت رکھتا ہے اس کے سارے مقدس تیرے ہاتھ میں ہیں اور وہ تیرے قدموں کے نزدیک بیٹھے ہیں اور تیری باتوں کو مانیں گے اھ۔ فاران پہاڑ مکہ کے پاس ہے اور شعیر مدینہ کے پاس اور یہ مضمون اشداء علی الکفار الخ سے ملتا ہوا ہے کیونکہ یہ سب اطاعت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو اوپر مذکور ہوئی کہ تیری باتوں کو مانیں گے اور انجیل متی کی تیرھویں باب کے آٹھویں جملہ اور پھر ۳۱، ۳۲ جملہ سے نقل کیا ہے اور کچھ تخم اچھی زمین میں گرا اور پھل لایا کچھ سو گنا کچھ ساٹھ گنا کچھ تیس گنا اھ بندہ کتب سابقہ سے بالکل واقف نہیں اس لئے زیادہ تحقیق نہ کر سکا۔ اور اَشِدَّآءُ و رُحَمَآءُ سے مقصود بغض فی اللہ وحب فی اللہ ہے پس احیاناً حسب حکم شرعی مؤمن کے ساتھ عنف اور کافر کے ساتھ ترحم اس کے منافی نہیں۔ الحمد للہ کہ سورۂ فتح کی تفسیر ختم ہوئی اب سورۂ حجرات کی آتی ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ ...... یعنی صفت جلال وجمال کے جامع ہیں اور سِيْمَاهُمْ خلعت نور الٰہی ہے ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ **قوله في الذين معه خصوصاً وعليه يحمل ما في الروح عن ابن عباسؓ من شهد الحديبية آه ۱۲۔**

اللغات: **قوله لقد صدق في الروح ان المعنى لقد صدق الله رسوله في رؤياه على انه من باب الحذف والايصال كما في قولهم صدقني سن بكره وتحقيقه انه تعالىٰ اراه الرؤيا الصادقة وقال الراغب الصدق يكون بالقول وبالفعل وما في الآية صدق بالفعل وهو التحقيق اى حقق سبحانه رؤياه ۱۲۔ شطأه في القاموس فراخ النخل والزرع او ورقه ومن الشجر ما خرج حول اصله آه ۱۲۔**

النحو: **قوله فاستغلظ راجع الى الورع كذا في الخازن۔**

البلاغۃ: **قوله فآزره الاسناد مجازى ۱۲۔**

سُورَةُ الحُجُرَات

سُورَةُ الحُجُرٰتِ ۴۹ مَدَنِيَّة ۱۰۶ — بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ — اٰيَاتُهَا ۱۸ — رُكُوْعَاتُهَا ۲

سورۃ الحجرات مدینہ میں نازل ہوئی — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اس میں ۱۸ آیات اور ۲ رکوع ہیں

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُقَدِّمُوۡا بَيۡنَ يَدَىِ اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ‌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ ۝۱ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَرۡفَعُوۡۤا اَصۡوَاتَكُمۡ فَوۡقَ صَوۡتِ النَّبِىِّ وَلَا تَجۡهَرُوۡا لَهٗ بِالۡقَوۡلِ كَجَهۡرِ بَعۡضِكُمۡ لِبَعۡضٍ اَنۡ تَحۡبَطَ اَعۡمَالُكُمۡ وَاَنۡتُمۡ لَا تَشۡعُرُوۡنَ ۝۲ اِنَّ الَّذِيۡنَ يَغُضُّوۡنَ اَصۡوَاتَهُمۡ عِنۡدَ رَسُوۡلِ اللّٰهِ اُولٰٓـئِكَ الَّذِيۡنَ امۡتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوۡبَهُمۡ لِلتَّقۡوٰى‌ ؕ لَهُمۡ مَّغۡفِرَةٌ وَّاَجۡرٌ عَظِيۡمٌ ۝۳ اِنَّ الَّذِيۡنَ يُنَادُوۡنَكَ مِنۡ وَّرَآءِ الۡحُجُرٰتِ اَكۡثَرُهُمۡ لَا يَعۡقِلُوۡنَ ۝۴ وَلَوۡ اَنَّهُمۡ صَبَرُوۡا حَتّٰى تَخۡرُجَ اِلَيۡهِمۡ لَكَانَ خَيۡرًا لَّهُمۡ‌ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ۝۵

اے ایمان والو اللہ اور رسول (کی اجازت) سے پہلے تم سبقت مت کیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ تعالیٰ (تمہارے سب اقوال کو) سننے والا اور (تمہارے سب افعال کو) جاننے والا ہے۔ اے ایمان والو تم اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے بلند مت کیا کرو اور نہ ان سے ایسے کھل کر بولا کرو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے سے بولا کرتے ہو کبھی تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔ بے شک جو لوگ اپنی آوازوں کو رسول اللہ کے سامنے پست رکھتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کے قلوب کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لئے خالص کر دیا اور ان لوگوں کے لئے مغفرت اور اجر عظیم ہے۔ جو لوگ حجروں کے باہر سے آپ کو پکارتے ہیں ان میں اکثر کو عقل نہیں ہے اور اگر یہ لوگ (ذرا) صبر (اور انتظار) کرتے، یہاں تک کہ آپ خود باہر ان کے پاس آ جاتے تو یہ ان کے لئے بہتر ہوتا (کیونکہ ادب کی بات تھی) اور اللہ غفور رحیم ہے۔

سورة الحجرات مدنية وآيها ثماني عشر كذا في البيضاوي

تفسیر ربط: اوپر کی سورت میں اصلاح آفاق بالجہاد ہے اس میں اصلاح انفس بالارشاد ہے اور حاصل مجموعہ اجزائے سورت کا بیان حقوق حضرت سید المرسلینؐ وحقوق اخوان فی الدین ہے۔

احکام موجبہ اجلال وتعظیم رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم: بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُقَدِّمُوۡا بَيۡنَ يَدَىِ اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ (الی قولہ تعالیٰ) وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ۝۵ (قصہ ان آیتوں کے نزول کا یہ ہے کہ ایک بار بنی تمیم کے کچھ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت ابو بکر وحضرت عمر رضی اللہ عنہما میں باہم آپ کی مجلس میں اس امر میں گفتگو ہوگئی کہ ان لوگوں پر حاکم کس کو بنایا جاوے حضرت ابو بکرؓ نے قعقاع بن معبد کی نسبت رائے دی اور حضرت عمرؓ نے اقرع بن حابس کی نسبت رائے دی اور گفتگو بڑھ کر دونوں کی آوازیں بلند ہوگئیں اس پر یہ حکم نازل ہوا رواہ البخاری کہ) اے ایمان والو اللہ اور رسول (کی اجازت) سے پہلے تم (کسی قول یا فعل میں) سبقت مت کیا کرو (یعنی جب تک قرائن قویہ یا تصریح سے اذن گفتگو کا نہ ہو گفتگو مت کرو جیسا مورد آیت میں انتظار کرنا چاہئے تھا کہ یا تو آپ خود کچھ فرماتے یا آپ پوچھتے بدوں انتظار کے مبادرت میں احتمال تھا کہ شاید یہ مبادرت آپ کی مرضی کے خلاف ہو تو جائز نہ ہوگا کیونکہ جواز موقوف ہے اذن شرعی پر خواہ قطعی ہو یا ظنی اور جیسے غیبت رسول میں اول نص پھر تامل وفکر نص میں ضروری ہے اسی طرح حضور میں اول انتظار نص بھی تامل قرائن میں ضروری تھا پس غلطی یہ ہوئی کہ انتظار نہیں کیا اسی طرح ہر فعل میں یہی حکم ہے) اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ تعالیٰ

(تمہارے سب اقوال کو) سننے والا (اور تمہارے افعال کو) جاننے والا ہے (اور) اے ایمان والو تم اپنی آوازیں پیغمبر (ﷺ) کی آواز سے بلند مت کیا کرو اور نہ ان سے ایسے کھل کر بولا کرو جیسے آپس میں ایک دوسرے سے کھل کر بولا کرتے ہو (یعنی نہ بلند آواز سے بولو جب کہ آپ کے سامنے بات کرنا ہو گو باہم ہی مخاطبت ہو اور نہ برابر کی آواز سے بولو جب کہ خود آپ سے مخاطبت کرو) کبھی تمہارے اعمال برباد ہو جاویں اور تم کو خبر بھی نہ ہو (اس کا مطلب یہ ہے کہ بعض اوقات رفع صوت کہ صورۃ بے باکی ہے اور جهر كجهر ما بينهم کہ گستاخی ہے طبعاً بوجہ اس کے کہ تابع قالاً و حالاً مدعی التزام ادب متبوع ہوتا ہے اور اس میں اس التزام کا ترک ہے ناگوار اور موجب تاذی ہو سکتا ہے اور تاذی رسول کی موجب حبط عمل ہے اور گو اور معاصی موجب حبط نہیں ہوتے لیکن یہ اس عام میں سے مخصوص ہے البتہ بعض اوقات جب کہ طبعیت زیادہ منبسط ہو یہ امور ناگوار نہیں ہوتے اس وقت بوجہ عدم تحقق ایذاء موجب حبط نہیں ہوتے اور چونکہ تاذی سامع کا تحقق یا عدم تحقق بعض اوقات متکلم کو معلوم نہیں ہوتا اور اس بناء پر ممکن ہے کہ تاذی ہو جاوے اور اس سے حبط بھی ہو جاوے اور متکلم اسی گمان میں رہے کہ تاذی نہیں ہوئی پس حبط کی بھی خبر نہ ہو لَا تَشْعُرُوْنَ ۝ کے یہی معنی ہیں اور اسی وجہ سے مطلق رفع صوت و جہر بالقول کو منہی عنہ ٹھہرایا کہ گو اس کے بعض افراد موجب تاذی نہ ہوں گے لیکن اس کی تعیین کیسے ہوگی لہٰذا مطلقاً تمام افراد کو ترک کر دینا چاہئے یہ تو ترہیب تھی رفع صوت پر آگے ترغیب ہے خفض صوت کی کہ) بے شک جو لوگ اپنی آوازوں کو رسول (ﷺ) کے سامنے پست رکھتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کے قلوب کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لئے خالص کر دیا ہے (یعنی ان کے قلوب میں غیر تقویٰ نہیں ہے مطلب یہ کہ متقی کامل ہیں مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس باب خاص میں وہ کمال تقویٰ کے ساتھ موصوف ہیں کیونکہ کمال تقویٰ حسب حدیث مرفوع ترمذی یہ ہے :لا يبلغ العبد ان يكون من المتقين حتّٰى يدع ما لا باس به حذرا لمابه باس اور رفع صوت کی ایک فرد فی نفسه غير ذی باس ہے جس میں تاذی نہ ہو اور ایک فرد ذی باس ہے جس میں تاذی ہو جب انہوں نے مطلقاً رفع صوت کو ترک کر دیا تو ذی باس کے حذر سے غیر ذی باس کو ترک کر دیا پس کمال تقویٰ متحقق ہو گیا اور فی نفسہ کی قید اس لئے لگائی کہ بعد نہی کے پھر تو دونوں فردیں ذی باس ہیں آگے ان کے اس عمل کا ثمرۂ اخروی مذکور ہے کہ) ان لوگوں کے لئے مغفرت اور اجر عظیم ہے (اور اگلی آیتوں کا قصہ یہ ہے کہ وہی بنی تمیم جب آپ کے حضور میں آنے کے لئے آئے تو اس وقت آپ دولت خانہ میں تشریف رکھتے تھے ان لوگوں نے باہر سے بوجہ قلت تہذیب کے آپ کو نام لے لے کر پکارنا شروع کیا يا محمد اخرج الينا اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں كذا فی الدر المنثور برواية ابن اسحق عن ابن عباس کہ) جو لوگ حجروں کے باہر سے آپ کو پکارتے ہیں ان میں اکثروں کو عقل نہیں ہے (ورنہ آپ کا ادب کرتے اور ایسی جرأت نہ کرتے اور اكثرهم فرمانے کی وجہ یا تو یہ ہے کہ بعض پکارنے والے فی نفسہ جری نہ ہوں گے لیکن دیکھا دیکھی ان سے بھی غلطی ہو گئی اور یا سب ایک ہی طرح کے ہوں لیکن اس لفظ کے کہنے سے کسی کو اشتعال نہ ہوگا کیونکہ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ شاید مجھ کو کہنا مقصود نہ ہو اور یہ طریقہ آداب وعظ سے ہے) اور اگر یہ لوگ (ذرا) صبر (و انتظار) کرتے یہاں تک کہ آپ خود باہر ان کے پاس آ جاتے تو یہ ان کے لئے بہتر ہوتا (کیونکہ یہ ادب کی بات تھی) اور (یہ لوگ اگر اب بھی توبہ کر لیں تو معاف ہو جاوے کیونکہ) اللہ غفور رحیم ہے۔ **ف**: بعد نزول آیات سابقہ کے صحابہؓ کی یہ کیفیت ہو گئی کہ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ قسم ہے کہ اب مرتے دم تک آپ سے اس طرح بولوں گا جیسا کوئی کسی سے سرگوشی کرتا ہو كذا فی الدر عن البيهقی اور حضرت عمرؓ اس قدر آہستہ بولنے لگے کہ بعض اوقات دوبارہ پوچھنا پڑتا كذا فی الصحاح اور حضرت ثابت بن قیس کی باوجودیکہ خلقۃً آواز بلند تھی مگر یہ سن کر وہ بہت ڈرے اور روئے اور نہایت تکلف کر کے اپنی آواز کو گھٹایا كذا فی الدر اور علماء نے تصریح کی ہے کہ جو حضرات دین کی بزرگی رکھتے ہوں ان کے ساتھ بھی یہی آداب برتنا چاہئے گو سوئے ادب کا وبال اس درجہ کا نہ ہوگا لیکن تاذی بلا ضرورت میں حُرمت ضرور ہے اور حبط اعمال کی تقریر میں جو کہا گیا ہے کہ یہ اس عام میں سے مخصوص ہے احقر کے نزدیک سہل محمل یہی ہے اور اس سے معتزلہ و خوارج کے استدلال کی بھی گنجائش نہ رہی کہ گناہ کرنے سے خارج عن الایمان یا داخل فی الکفر ہو جاتا ہے اور نہ اہل حق کی طرف سے جواب دینے کے لئے اس امر کی ضرورت رہی کہ رفع صوت کا کفر ہونا بواسطہ تاذی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتکلف ثابت کیا جاوے کیونکہ کفر وہی رفع صوت وغیرہ ہو سکتا ہے جس سے خاص مقصود آپ کو ایذاء ہی پہنچانا ہو بخلاف معصیت کے کہ امر اس کا اہون ہے فعل محتمل ایذاء کا بھی معصیت قرار دینا بعید نہیں خوب سمجھ لو غایت ما فی اللباب ایک معصیت کو بھی حابط اعمال کہنا پڑے گا سو اس موجبہ جزئیہ کی نقیض کوئی سالبہ کلیہ منصوص نہیں ہے اس لئے اس کا قائل ہونا مضائقہ نہیں اور اس میں اجلال نبوی کی خاص رعایت ہے اسی لئے اس کا قائل ہونا ارجح ہے ایک تقریر تو حبط اعمال کی یہ ہے مگر اس کی تحریر کے بعد اس کا یہ جز و قلب میں کھٹکتا تھا کہ اہلسنت کے اس قاعدہ کو جو ظاہراً عام معلوم ہوتا ہے کہ معاصی حابط اعمال نہیں مخصوص کہنا پڑے گا جس پر بجز ضرورت توجیہ قریب آیت کے اور کوئی دلیل نہیں اور چونکہ دوسری توجیہات بھی محتمل ہیں اس لئے احتمال کے ہوتے ہوئے اس ظاہر کا دلیل بننا مشکل ہے اور بلا دلیل تخصیص کا دعویٰ مشکل اس لئے ایسی توجیہ کی تلاش ہوئی جس میں تخصیص کا بھی قائل ہونا نہ پڑے اور آیت میں بھی کسی بعید تاویل کا ارتکاب کرنا نہ پڑے پس متعدد تفاسیر میں بھی تلاش کیا گیا اور دوسرے احباب سے بھی مشورہ کیا گیا مگر میرے قلب کو کسی

توجیہ سے شفانہ ہوئی آخر حضرت مولانا رومیؒ کے کلام سے جناب باری تعالیٰ میں دعاء کر کے استمداد کی کہ ان کے کلام میں کوئی ایسا مضمون ظاہر فرما دیجئے جو اس آیت کی تفسیر میں معین ہو جاوے۔ یہ دعاء کر کے جو مثنوی کھولی تو دوسرے اشعار مناسبہ کے ساتھ یہ شعر نکلا

چوں دل آن شاہ زین سان خون بود ☆ عصمت او انت فہیم چون بود

جس میں بہت ہی تھوڑا تامل کرنے سے فوراً قلب میں تقریر ذیل وارد ہوئی وہ یہ کہ بے ادبی اور گستاخی سے جب کہ بقصد ایذائے رسول نہ ہو صرف گناہ ہی ہو گا مگر چونکہ یہ سبب ہو گا ایذائے رسول کا (وینطبق علی قول مولانا زین سان خون بود) اور ایذائے رسول حق تعالیٰ کے نزدیک اس قدر مبغوض ہے کہ بعض اوقات وہ سبب ہو جاتا ہے خذلان وعدم توفیق وعدم حفظ حق للعبد کا (وینطبق علی قول مولانا عصمت چون بود) اور یہ خذلان سبب قریب ہو جاتا ہے وقوع فی الکفر الاختیاری کا اور کفر کا حابط اعمال ہونا معلوم ہے پس معنی یہ ہوئے کہ تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رفع صوت وجہر بالقول مت کرو کبھی ایسا نہ ہو کہ آپ کو تکلیف پہنچے جس سے تم مخذول ہو جاؤ اور اس خذلان کے سبب خدانخواستہ تم قصداً کفر کے اعمال کرنے لگو اور جس وقت تم رفع صوت وجہر بالقول کے مرتکب ہوئے تھے اس وقت تم کو اس تسبب رفع وجہر للکفر بواسطۂ تاذی رسول وخذلان حق کی خبر اور اس کا احتمال بھی نہ تھا کیونکہ اس کے احتمال پر صحابہؓ سے اس کے ارتکاب کا کب احتمال ہو سکتا تھا پس میں نے جو کہا ہے کہ کبھی ایسا نہ ہو الخ یہ حاصل ہے ان تحبط بتاویل مخافة ان تحبط کا اور یہ جو کہا ہے اس وقت تم کو اس کی خبر اور اس کا احتمال بھی نہ تھا یہ حاصل ہے وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝ کا پس اس تقریر پر کسی معصیت کا حابط بلاواسطہ ہونا بھی لازم نہ آیا اور اسی حبط بلاواسطہ ہی کی اہل سنت نے نفی فرمائی ہے اور اس معصیت کا دوسرے معاصی سے اشد ہونا بھی جو کہ مفہوم عن المقام ہے ثابت ہو گیا کہ دوسرے معاصی میں اس شان کی وعید نہیں آئی۔ الحمد للہ کہ اس تقریر سے غبار صاف ہو گئے اور لفظاً بھی کسی تکلف کا ارتکاب کرنا نہیں پڑا ولہذا من فضل اللہ تعالیٰ ثم من برکات مولانا نیز اشرف علی عارض ہے کہ تقریر بالا میں جملۂ حالیہ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝ کی مقارنت حامل کے ساتھ حکمیہ ہو گی اس کے بعد ایک تقریر اس حال کی مقارنت حقیقیہ کی ذہن میں آئی جس کو ہنوز ضبط نہ کرنے پایا کہ مشفقی مولوی حبیب احمد صاحب نے مجھ کو لکھ کر دکھلائی چونکہ وہ بالکل وہی تقریر تھی جس کو میں لکھنا چاہتا تھا اس لئے میں اس میں بالکلیہ متفق ہوا اور ذیل میں اس کو نقل کیا جاتا ہے وہو ہذا چونکہ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝ حال ہے اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ سے اسی لئے مجھے اچھا معلوم ہوتا ہے کہ عنوان بیان یہ ہو پس یہ معنی ہوئے کہ تم رفع صورت وجہر بالقول مت کرو مبادا اس کی شامت سے تمہارے اعمال حبط ہو جائیں (اس طرح کہ رفع صورت وجہر بالقول موجب ایذائے رسول ہو کر مفضی الی الخذلان ہو اور خذلان منجر بکفر اختیاری موجب حبط اعمال ہو جاوے) اور تمہیں احساس بھی نہ ہو کہ اس کا اصلی سبب تمہارا رفع صوت وجہر بالقول ہی تھا اور تمہارے اس لاابالی پن نے تم کو یہ روز بد دکھلایا اس عنوان میں پورا مقصود بھی آ گیا اور وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝ کی حالیت بھی ظاہر رہی انتھی تقریر المشفق الموصوف اور الیہم اس لئے بڑھایا کہ اگر خروج ہو مگر قرائن سے معلوم ہوا کہ ان سے ملنے کو نہیں تشریف لائے مثلاً باہر آ کر اور کسی کام کی طرف متوجہ ہو گئے تو ان کو اس وقت اور صبر کرنا چاہئے یہاں تک کہ آپ ان کی طرف متوجہ ہوں کیونکہ یہ خروج الیہم نہیں ہے جو کہ غایت تھی صبر کی بلکہ توجہ الیہم جو کہ حاصل ہے خروج الیہم کا صبر کی غایت ہو گی۔

تَرْجِمۂ مَسائلُ السُّلوك: قولہ تعالیٰ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اس میں عمل بالشرع کا لزوم اور ادب کی رعایت اور مقتضیات طبع کا ترک مذکور ہے۔ قولہ تعالیٰ : يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ یہ آیات اصل ہیں شیخ کے آداب واحترام میں۔

اللُّغَات: قوله امتحن مجاز عن الاخلاص لان الذهب يمتحن و يذاب ليخلص ابريزه من خبثه وينقى وفى الروح ان تفسير امتحن باخلص رواه ابن جرير وجماعة عن مجاهد۔ قوله من وراء بمعنى خارج اعم من قدام وخلف ومن ابتدائية لان ابتداء النداء من المنادى وهو خارج من الحجرات ١٢۔

البَلاغَة: قوله لا تقدموا مفعوله محذوف لافادة التعميم اى امرا من القول او الفعل قوله بين يدى الله اى امر الله ورسوله ولما كان الاذنان متلازمين لا حاجة الى ان يقال ان ذكر الله للايذان بجلالة محله عليه السلام قوله يٰايها الذين اٰمنوا لا ترفعوا اعادة النداء مع قرب العهد به للمبالغة فى الايقاظ والتنبيه والاشعار باستقلال كل من الكلامين باستدعاء الاعتناء بشانه ١٢۔ قوله ينادونك عبر عن الماضى بالمضارع للاستحضار ١٢۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْۤا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ۝

وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ؕ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ

وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۙ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

اے ایمان والو اگر کوئی شریر آدمی تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو خوب تحقیق کرلیا کرو۔ کبھی کسی قوم کو نادانی سے کوئی ضرر نہ پہنچادو پھر اپنے کئے پر پچھتانا پڑے اور جان رکھو کہ تم میں رسول اللہ ہیں۔ بہت سی باتیں ایسی ہوئی ہیں اگر وہ اس میں تمہارا کہنا مانا کریں تو تم کو بڑی مضرت پہنچے لیکن اللہ تعالیٰ نے تم کو ایمان کی محبت دی اور اس کو تمہارے دلوں میں مرغوب کردیا اور کفر اور فسق اور عصیان سے تم کو نفرت دے دی ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کے فضل اور انعام سے راہ راست پر ہیں اور اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا ہے۔

تفسیر: ربط: اوپر آداب نبویہ میں ارشاد تھا: لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ یعنی اذن شرعی کے قبل کسی امر میں سبقت مت کرو آگے اس امر عام سے ایک خاص امر کا ذکر فرما کر اس حکم شرعی سے سبقت کرنے کی ممانعت فرماتے ہیں اور وہ امر خاص کسی شخص یا مجمع کی شکایت پہنچنا ہے اور سبقت قبل اذن الشرعی بلا تحقیق اس شکایت کے مقتضاء پر عمل کرنا ہے۔

نہی از عمل بالنمیمہ بلا تحقیق: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًاۢ بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ ۝ (اس کا قصۂ نزول اس طرح ہوا اور پھر حکم عام ہے کہ حضور ﷺ نے ولید بن عقبہ کو بنی مصطلق سے زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے بھیجا اور ایک روایت میں بنی وکیعہ آیا ہے ولید میں اور ان میں زمانۂ جاہلیت میں کچھ عداوت تھی ولید کو وہاں جاتے ہوئے اندیشہ ہوا ان لوگوں نے سن کر استقبال کیا ولید کو گمان ہوا کہ یہ لوگ بارادۂ قتل آئے ہیں واپس جاکر اپنے خیال کے موافق کہہ دیا کہ وہ تو مخالف اسلام ہوگئے آپ نے حضرت خالد کو تحقیق حال کے لئے بھیجا اور فرمادیا کہ خوب تحقیق کرنا اور جلدی مت کرنا چنانچہ انہوں نے وہاں بجز اطاعت اور خیر کے کچھ نہ دیکھا آکر آپ کا اطمینان کردیا اس پر یہ حکم نازل ہوا اخذته من عدة روايات في الدر اور بعض روایات میں آیا ہے کہ وہ لوگ حاضر خدمت ہوئے اور آپ کو اطمینان دلایا وجۂ تطبیق یہ ہوسکتی ہے کہ دونوں واقع ہوئے ہوں یعنی) اے ایمان والو (جس طرح ولید بن عقبہ کی خبر پر باوجودیکہ ولید محکوم علیہ بالفسق نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل کرنے میں جلدی نہیں کی بلکہ اس کی تحقیق فرمائی جس سے ایک حکم شرعی ثابت ہوگیا کہ بدوں تحقیق کے ایسی خبر پر عمل نہ کرنا چاہئے اور اوپر تم کو معلوم ہوچکا ہے کہ حکم شرعی سے سبقت کرنا منہی عنہ ہے پس لامحالہ اس حکم شرعی سے بھی سبقت منہی عنہ ہوگی اور جب غیر محکوم علیہ بالفسق میں یہ حکم ہے تو فاسق کے باب میں تو بدرجہ اولیٰ اس لئے ہم تم کو اہتمام کے لئے مکرر حکم دیتے ہیں کہ) اگر کوئی شریر آدمی تمہارے پاس کوئی خبر لاوے (جس میں کسی کی شکایت ہو) تو (بدوں تحقیق کے اس پر عمل نہ کیا کرو بلکہ اگر عمل کرنا ہو تو) خوب تحقیق کرلیا کرو کبھی کسی قوم کو نادانی سے کوئی ضرر نہ پہنچادو پھر اپنے کئے پر پچھتانا پڑے۔ **ف**: مطلب یہ کہ جیسا اس واقعہ میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے ایسا ہی تم کو کرنا چاہئے کہ اس کے خلاف وہی تقدیم يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ہے جس کی ممانعت ہوچکی ہے پس يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا میں مخاطب عام مومنین ہیں اور فاسق سے مراد عام فاسقین ہیں اور فاسق کا ذکر افادہ مبالغہ فی الحکم کے لئے ہے یہ نہیں کہ جس قصہ میں اس کا نزول ہوا ہے اس کو فاسق کہا گیا ہو پس اس آیت سے نہ ولید کا فاسق ہونا لازم آیا اور نہ اس کا شبہ رہا کہ یہ موہم ہے کہ آپ نے بے تحقیق کچھ کارروائی کرنا چاہا ہوگا وجہ دفع شبہ ظاہر ہے کہ آپ اس میں مخاطب نہیں بلکہ عام مومنین کو حکم ہے کہ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اقتدا کرو۔ اور اس خبر سے مراد مطلق خبر نہیں ہے بلکہ جس پر عمل کرنے سے کسی کا ضرر لازم آتا ہو بقرینۂ اَنْ تُصِيْبُوْا...... تو اس محتمل الفسق ومقطوع الفسق دونوں کی خبر غیر مقبول ہے پس اس مقام پر مطلقاً خبر واحد کے مقبول یا غیر مقبول ہونے کی تفصیل سے بحث کرنا امر زائد ہے اسی طرح صحابہؓ کے عدول وغیر عدول ہونے کی بحث کرنا امر زائد ہے کیونکہ ولید کا فاسق ہونا آیت سے لازم ہی نہیں آتا بلکہ نہ حدیث سے اس لئے کہ ممکن ہے کہ ولید کو خود گمان میں غلطی ہوئی اور فَتَبَيَّنُوْٓا سے یہ مقصود نہیں کہ ضرور اس خبر کی تحقیق کی جاوے کیونکہ اس پر اجماع ہے کہ اگر ہم کسی شخص کی برائی سن کر بالکل التفات نہ کریں جائز ہے بلکہ بعض جگہ تو تجسس حرام ہے بلکہ مقصود اس سے نہی ہے عمل بلا تحقیق سے جیسا کہ تقریر ترجمہ میں ظاہر کردیا ہے اور یہ مسئلہ مستقل ہے کہ تحقیق کہاں واجب ہے کہاں جائز ہے کہاں ممنوع ہے سو اس میں قول مجمل یہ ہے کہ جہاں تحقیق نہ کرنے سے کوئی واجب شرعی فوت ہوتا ہو وہاں واجب ہے مثلاً سلطان کسی کے ارتداد کی خبر سنے تو چونکہ ارتداد کی صورت میں اس پر واجب ہے کہ اس کو توبہ کرادے ورنہ قتل کرے اس لئے تحقیق واجب ہوگی یا سلطان نے سنا کہ فلاں شخص فلاں کو قتل کرنا چاہتا ہے تو چونکہ بوجہ سلطان ہونے کے حفاظت رعایا کی اس کے ذمہ واجب ہے اسی لئے اس کی تحقیق اور انتظام واجب ہے اور جہاں تحقیق نہ کرنے سے کوئی واجب فوت نہیں ہوتا اور تحقیق کرنے سے اس مبلغ عنہ کا بھی کوئی ضرر نہیں ہوتا تو وہاں تحقیق جائز ہے جیسے یہ سنا کہ فلاں شخص مجھ کو مارے گا اور اگر تحقیق کرنے سے اپنی کوئی دفع مضرت نہیں اور اس دوسرے کو ناگواری ہے تو تحقیق حرام ہے جیسے کسی نے سنا کہ فلاں شخص خفیہ شراب پیتا ہے تو تحقیق نہ کرنے سے اپنا کوئی ضرر نہیں اور تحقیق کرنے سے وہ فضیحت ہوتا ہے خوب سمجھ لیا جاوے۔

ربط : اوپر : لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ میں ایک ادب نبوی یہ بتلایا گیا ہے کہ کسی امر میں آپ کے حکم سے سبقت نہ کی جاوے اور اس امر کے بعض افراد وہ ہیں کہ وہ امور دینیہ نہیں بلکہ امور دنیویہ ہیں جیسے آپ نے حضرت زینب اور ان کے بھائی کو فرمایا تھا کہ زید بن حارثہ سے زینب کا نکاح کر دیا جاوے تو ایسے امور میں بوجہ دنیوی ہونے کے جواز سبقت اور عدم وجوب اطاعت کا شبہ ہوسکتا ہے بلکہ اس سے بڑھ کر ایسے امور میں بعض اوقات یہ بھی تخیل ہو سکتا ہے کہ یہ امور متعلق رائے اور تدبیر کے ہیں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری رائے کی موافقت مناسب اور مصلحت ہے آگے اس کے متعلق ارشاد ہے اور چونکہ ایسے امور حضور کی حیات ہی تک پیش آ سکتے ہیں اس لئے وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ فرما کر اس تخصیص کی تنصیص کر دی۔

ایجاب اطاعت مطلقہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم برامت و وخامت عکس : وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ (الی قولہ تعالی) وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ۝ اور جان رکھو کہ تم میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما) ہیں (جو خدا کی بڑی نعمت ہیں کما قال تعالی : لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ ...... [آل عمران : ۱٦٤] پس اس نعمت کا شکر یہ ہے کہ کسی بات میں تم آپ کے خلاف مت کرو گو دنیوی ہی کیوں نہ ہو اور اس فکر میں مت پڑو کہ امور دنیویہ میں خود حضور ہماری رائے کی موافقت فرمایا کریں کیونکہ) بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ اگر اس میں تمہارا کہنا مانا کریں تو تم کو بڑی مضرت پہنچے (کیونکہ وہ مصلحت کے خلاف ہو تو ضرور اس کے موافق عمل کرنے میں مضرت ہو بخلاف اس کے کہ آپ کی رائے پر عمل کیا جائے کیونکہ گو بر تقدیر اس کے دنیوی امر ہونے کے اس میں خلاف مصلحت ہونے کا احتمال فی نفسہ مستبعد اور خلاف شان نبوت نہیں لیکن اول تو ایسے امور جن میں ایسا احتمال ہو شاذ و نادر ہوں گے پھر علی سبیل الشذ وذ اگر ہوں بھی اور ان میں مصلحت بھی فوت ہو جاوے لیکن یہ کتنی بڑی بات ہے کہ اس مصلحت کا نعم البدل یعنی اجر و ثواب اطاعت رسول کا ضرور ہی میسر ہوگا بخلاف اس کے کہ تمہاری رائے پر عمل ہو کہ گو شاذ و نادر ایسے امور بھی نکلیں گے جن میں مصلحت ہو لیکن متعین تو ہیں نہیں اور پھر بہت ہی کم ہوں گے زیادہ احتمال مضرت ہی کا ہے پھر اس مضرت کا کوئی تدارک نہیں اور اس تقریر سے فائدہ کثیر کی قید کا بھی معلوم ہو گیا بہر حال اگر آپ تم لوگوں کی موافقت کرتے تو تم بڑی مصیبت میں پڑتے) لیکن اللہ تعالیٰ نے (تم کو مصیبت سے بچا لیا اس طرح سے کہ) تم کو ایمان (کامل) کی محبت دی اور اس (کی تحصیل) کو تمہارے دلوں میں مرغوب کر دیا اور کفر اور فسق (یعنی گناہ کبیرہ) اور مطلق) عصیان (یعنی گناہ صغیرہ) سے تم کو نفرت دے دی (جس سے تم کو ہر وقت رضائے رسول کی جستجو رہتی ہے اور جس سے تم احکام متضمنہ اعمال موجبہ رضائے رسول کو مان لیتے ہو چنانچہ جب تم کو یہ معلوم ہو گیا کہ امور دنیویہ میں بھی اطاعت رسول کی واجب ہے اور بدون اطاعت مطلقہ کے ایمان کامل نہیں ہوتا اور ایمان کامل کی تحصیل کی رغبت پہلے سے موجود ہے پس تم نے فوراً اس حکم کو بھی قبول کر لیا اور قبول کر کے ایمان کی اور تکمیل کر لی) ایسے لوگ (جو کہ تکمیل ایمان کے محب ہیں) خدا تعالیٰ کے فضل اور انعام سے راہ راست پر ہیں اور اللہ تعالیٰ (نے جو یہ احکام فرمائے ہیں تو وہ ان کی مصلحتوں کو) جاننے والا (ہے اور چونکہ) حکمت والا ہے (اسی لئے ان احکام کو واجب کر دیا ہے)۔

ف : وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ کے ظاہر الفاظ قرینہ ہے کہ اس میں کسی ایسے امر کا بیان ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات کے ساتھ مخصوص تھا اور وہ احقر کے نزدیک یہی امر ہے کہ دنیوی امور میں اطاعت کرنا اور فی کثیر کہنا بھی قرینہ ہے کہ ایسے ہی امور مراد ہیں کیونکہ امور دینیہ میں سے تو کسی ایک امر میں بھی اطاعت کی گنجائش نہیں اور وجہ تخصیص کی یہ نہیں کہ اگر آپ اپنے بعد کے لئے ایسے احکام فرما جاتے تو اطاعت واجب نہ ہوتی بلکہ وجہ تخصیص کی یہ ہے کہ آپ نے ایسے احکام فرمائے نہیں کیونکہ یہ احکام جزئی تھے اور حضور نے شریعت موبدہ جو چھوڑی ہے وہ احکام کلیہ ہیں اور تحقیق اس مسئلہ کی کہ دنیوی امور میں وجوب اطاعت کس شرط سے ہے شروع پارہ وَمَنْ يَّقْنُتْ آیت : وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ ...... [الأحزاب : ٣٦] میں گزر چکی ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک : قولہ تعالیٰ : لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ اسی طرح اس کی کوشش نہ کرے کہ شیخ کو اپنی رائے میں موافق بنا دے۔

النحو : ان تصيبوا ای لئلا تصيبوا او كراهة ان تصيبوا ١٢- فضلا تعليل للراشدين ١٢-

البلاغة : في قوله كره اليكم الكفر والفسوق والعصيان في مقابلة الايمان المحبب والمزين اشارة الى ان الايمان المحبب المزين اى الكامل ما لا يكون فيه كفر ولا فسق ولا عصيان اى ما يكون فيه التصديق بالجنان والعمل بالاركان والاقرار باللسان ١٢-

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝۹ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝۱۰ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ

مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ۭ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝۱۱

اور اگر مسلمانوں میں دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان اصلاح کردو۔ پھر اگر ان میں ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے۔ تو اس گروہ سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے یہاں تک کہ وہ خدا کے حکم کی طرف رجوع ہو جائے پھر اگر رجوع ہو جائے تو ان دونوں کے درمیان عدل کے ساتھ اصلاح کردو اور انصاف کا خیال رکھو۔ بے شک اللہ انصاف والوں کو پسند کرتا ہے مسلمان تو سب بھائی ہیں سو اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلاح کر دیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو تا کہ تم پر رحمت کی جائے۔ اے ایمان والو نہ تو مردوں کو مردوں پر ہنسنا چاہئے کہ کیا عجب ہے کہ جن پر ہنستے ہیں وہ ان (ہنسنے والوں) سے (خدا کے نزدیک) بہتر ہوں اور نہ عورتوں کو عورتوں پر ہنسنا چاہئے کیا عجب کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ ایک دوسرے کو طعنہ دو اور نہ ایک دوسرے کو برے لقب سے پکارو۔ ایمان لانے کے بعد گناہ کا نام لکھنا (ہی) برا ہے اور جو (ان حرکتوں سے) باز نہ آئیں گے تو وہ ظلم کرنے والے ہیں۔

تفسیر ربط: اوپر حقوق نبویہ کا ذکر تھا آگے بعضے باہمی حقوق و آداب معاشرت کا بیان ہے جس میں کئی حکم مذکور ہیں اور ما بہ الاشتراک سب میں نہی عن الایذاء ہے۔

حکم اول اصلاح بین المسلمین و دفع شر مفسدین: وَاِنْ طَآىِٕفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا (الی قولہ تعالی) وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ اور اگر مسلمانوں میں دو (۲) گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان اصلاح کردو (یعنی ما بہ النزاع رفع کر کے لڑائی موقوف کرا دو) پھر اگر (بعد کوشش اصلاح کے بھی) ان میں کا ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے (اور لڑنا موقوف نہ کرے) تو اس گروہ سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے یہاں تک کہ وہ خدا کے حکم کی طرف رجوع ہو جاوے (حکم خدا سے مراد ترک قتال ہے) پھر اگر (وہ) زیادتی کرنے والا (فرقہ حکم خدا کی طرف) رجوع ہو جاوے (یعنی قتال ترک کردے) تو ان دونوں کے درمیان عدل کے ساتھ اصلاح کردو یعنی حدود شرعیہ کے موافق اس معاملہ کو طے کردو محض ترک قتال پر اکتفا مت کرو ورنہ دوسرے وقت قتال محتمل رہے گا) اور انصاف کا خیال رکھو (یعنی غرض نفسانی کو غالب نہ ہونے دو) بے شک اللہ انصاف والوں کو پسند کرتا ہے (اور ہم نے جو اصلاح کا حکم کیا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ) مسلمان تو سب (اشتراک فی الدین کی وجہ سے جو کہ نسب معنوی ہے ایک دوسرے کے) بھائی ہیں سو اپنے دو (۲) بھائیوں کے درمیان اصلاح کر دیا کرو (تا کہ اخوت قائم رہے) اور (اصلاح کے وقت) اللہ سے ڈرتے رہا کرو (یعنی حدود شرعیہ کی رعایت رکھا کرو) تا کہ تم پر رحمت کی جاوے۔

ف: مقتتلین بالقوۃ یا بالفعل جو کہ مسلمان ہوں خواہ اخلاصاً یا نفاقاً خواہ واحد واحد خواہ متعدد ان کے احکام کی تفصیل یہ ہے کہ یا تو دونوں جماعتیں امام المسلمین کی تحت ولایت ہیں یا دونوں نہیں یا ایک ہے ایک نہیں۔ پہلی صورت میں اگر عام لوگوں کی فہمائش سے ان میں قتال موقوف نہ ہوا تو امام پر اصلاح واجب ہے پھر تین حالتیں ہیں یا تو کوئی اطاعت سے خارج نہ ہو یا دونوں خارج ہو جاویں یا ایک خارج ہو جاوے دوسرا خارج نہ ہو پہلی حالت میں قصاص و دیت کے احکام جاری ہوں گے اور یہ سب اَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ کے افراد میں داخل ہیں اور دوسری حالت میں ملحق ہے صورت دوم کے ساتھ جس کا حکم آگے آتا ہے اور تیسری حالت ملحق ہے صورت سوم کے ساتھ کہ اس کا حکم بھی ابھی آتا ہے اور دوسری صورت میں دونوں باغی ہیں جن کا حکم ابھی آتا ہے اور تیسری صورت میں جو تحت الولایت ہے عادل کہلاتا ہے اور جو خارج ہے باغی کہلاتا ہے کہ خود امام ہی سے مقاتلہ کرنے پر آمادہ ہے فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا ...... میں اسی کا حکم بیان فرماتے ہیں اس کی تفصیل یہ ہے کہ اول ان کا شبہ رفع کیا جاوے گا اصلاح کی یہ بھی ایک فرد ہے پھر اگر وہ بغاوت چھوڑ دیں تو اس صورت میں ان سے قتال نہیں ہے اور اگر باز نہ آویں تو ان سے قتال کیا جاوے گا پھر اگر ان کو قوت و شوکت حاصل ہے تو قتال کے وقت تو ان کے متعلق یہ احکام ہیں کہ ان کے مجروح کو قتل کیا جائے گا اور بھاگنے والے کا تعاقب کیا جائے گا اور بعد قتال کے یہ احکام ہیں کہ ان کے ہاتھ سے جو عادل مقتول ہوں ان کا قصاص نہ لیا جاوے گا جو مال تلف کیا اس کا ضمان نہ لیا جاوے گا عدل وقسط میں یہ سب احکام داخل ہیں اور اگر ان کو قوت و شوکت حاصل نہیں ہے تو قتال کے وقت ان کے متعلق یہ احکام ہیں کہ ان کے مجروح کو قتل نہ کیا جاوے گا اور بھاگنے والے کا تعاقب نہ کیا جاوے گا اور بعد قتال کے یہ احکام ہیں کہ ان کے ہاتھ سے عادل کا مال یا نفس جو تلف ہوا ہے اس کا ضمان وقصاص لیا جاوے گا یہ سب بھی عدل وقسط میں داخل ہیں اور احکام مشترکہ یعنی حالت قوت وعدم قوت دونوں میں یہ ہیں کہ قبل قتال ان کے ہتھیار چھین لئے جاویں گے اور ان کو گرفتار کر کے توبہ کرنے کے وقت تک قید رکھیں گے اور وقت قتال یا بعد قتال ان کی ذریت کو غلام یا لونڈی نہ بناویں گے ان کا مال غنیمت نہ ہوگا البتہ توبہ کرنے تک اموال کو محبوس رکھا جاوے گا بعد توبہ کے پھر واپس دے دیں گے یہ سب بھی عدل وقسط میں داخل ہے اور یہ سب احکام جب ہیں کہ مسلمانوں کا کوئی امام موجود ہو ورنہ لزوم بیت کا حکم اسی طرح عدم قدرت نصرت یا التباس حق و باطل کی صورت میں بھی لزوم بیت کا حکم ہے ان میں اکثر مسائل ہدایہ سے

ہیں اور بعضے شاذ و نادر دوسرے دلائل سے پس اصلحوا میں امام کو انتظام کا اور دوسروں کو نصرت امام کا بھی حکم داخل ہے۔

حکم دوم نہی از تمسخر وطعن تداعی بالقاب مکروہہ: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ (الی قوله تعالی) فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ اے ایمان والو نہ تو مردوں کو مردوں پر ہنسنا چاہئے کیا عجب ہے کہ (جن پر ہنستے ہیں) وہ ان (ہنسنے والوں) سے (خدا کے نزدیک) بہتر ہوں (پھر وہ تحقیر کیسے کرتے ہیں) اور نہ عورتوں کو عورتوں پر ہنسنا چاہئے کیا عجب ہے کہ (جن پر ہنستی ہیں) وہ ان (ہنسنے والیوں) سے (خدا کے نزدیک) بہتر ہوں (پھر وہ تحقیر کیسے کرتی ہیں) اور نہ ایک دوسرے کو طعنہ دو اور نہ ایک دوسرے کو برے لقب سے پکارو (کیونکہ یہ سب باتیں گناہ کی ہیں اور) ایمان لانے کے بعد (مسلمان پر) گناہ کا نام لگنا (ہی) برا ہے) یعنی یہ گناہ کر کے تمہاری شان میں یہ کہا جا سکتا کہ فلاں مسلمان جس سے تم مراد ہو گناہ یعنی خدا کی نافرمانی کرتا ہے نفرت کی بات ہے تو اس سے بچو) اور جو (ان حرکتوں سے) باز نہ آویں گے تو وہ ظلم کرنے والے (اور حقوق العباد کو تلف کرنے والے) ہیں (جو سزا ظالموں کو ملے گی وہی ان کو ملے گی)۔

ف: تمسخر وہ ہنسی ہے جس سے دوسرے کی تحقیر اور دل آزاری ہو اور جس سے دوسرے کا دل خوش ہو وہ مزاح کہلاتا ہے یعنی خوش طبعی اور وہ جائز ہے۔ اور قوم اور نساء فرمانے سے یہ مقصود نہیں کہ کئی مرد کئی مردوں سے اور کئی عورتیں کئی عورتوں سے تمسخر نہ کریں بلکہ مراد اس سے جنس رجال اور جنس نساء ہے خواہ واحد ہو یا متعدد۔ اور اگر مرد عورت سے یا عورت مرد سے تمسخر کرے اس کا بھی یہی حکم ہے اور شاید اس کی تخصیص اس لئے ہو کہ اکثر تمسخر ہم جنسوں ہی میں واقع ہوتا ہے اور یا اس لئے کہ جنس کے ساتھ تمسخر کرنے کی ممانعت خلاف جنس سے تمسخر کرنے کی ممانعت پر بدرجۂ اولیٰ دال ہے کیونکہ اس تمسخر کے علاوہ ایک بے غیرتی اور بے حیائی بھی ہے اور گو دوسرا شخص بالفعل کیسا ہی حقیر ہو مگر چونکہ خاتمہ دونوں کا محتمل ہے اسی لئے عَسٰٓی اَنْ یَّكُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْهُمْ کا ہر حال میں مصداق ہوگا اور برے لقب سے ذکر کرنا اگر بلا غرض صحیح ہو تو حرام ہے اور اگر کوئی غرض صحیح ہو جیسے کوئی شخص لنگڑا ہے اور اسی پتہ سے پہچانا جاتا ہے تو اس لقب کے ذکر میں حرمت نہیں۔

ترجمہ مسائل السلوک: قوله تعالی: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ...... ان آیات میں اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ تک تعلیم ہے مکارم اخلاق کی۔

الروایات: فی الدر عن الصحیحین وغیرهما عن انس قال قیل للنبی صلی الله علیه وسلم لواتیت عبد الله بن ابی فانطلق ورکب حماراً وانطلق المسلمون یمشون وهی ارض سبخة فلما انطلق الیهم قال الیك عنی فو الله لقد آذانی ریح حمارك فقال رجل من الانصار والله لحمار رسول الله صلی الله علیه وسلم اطیب ریحا منك فغضب لکل منهما اصحابه فکان بینهم ضرب بالجرید والایدی والنعال فانزل فیهم وان طائفتان من المؤمنین الخ قلت المراد بالمؤمنین مؤمنو قوم عبد الله وان غضبهم لیس لحمایة الکفر بل هو عرق تعصبی للقوم ولیس المراد هو لانه انما آمن ظاهرا بعده هذه الواقعة ولم یؤمن حقیقةً قط ۱۲۔

اللغات: القوم جماعة رجال خاصة اللمز التنبیه علی المعائب سواء کان بحضرته ام لا التنابز التغایر والنداعی من النبز بمعنی اللقب وخص عرفا بما یکرهه الشخص من الالقاب ۱۲۔

البلاغة: اقتتلوا وکان الظاهر اقتتلتا والعدول الی ضمیر الجمع لرعایة المعنی فان کل طائفة من الطائفتین جماعة فقد روعی فی الطائفتین معناهما اولا ولفظهما ثانیا علی عکس المشهور فی الاستعمال والنکتة فی ذلك ما قیل انهم اولا فی حال القتال مختلطون فلذا جمع اولا ضمیرهم وفی حال الصلح متمیزون متعارفون فلذا ثنی الضمیر قوله فاصلحوا بین اخویکم الفاء للایذان بان الاخوة الدینیة موجبة للصلاح ووضع الظاهر موضع المضمر مضافا للمامورین للمبالغة فی تاکید وجوب الاصلاح والتحضیض علیه التخصیص الاثنین بالذکر لاثبات وجوب الاصلاح فیما فوق ذلك بطریق الاولیة لتضاعف الفتنة والفساد ۱۲۔ قوله لا تلمزوا ولا تنابزوا او اثر التفاعل فی النبز دون اللمز لان الملموز قد لا یظفر فی الحال بعیب یلمز به لامزه فیحتاج الی تتبع احواله حتی یظفر ببعض عیوبه بخلاف النبز فان من لقب بما یکره قادر علی تلقیب الآخر بنظیره ذلك حالا فوقع التفاعل کذا فی الروح عن الزواجر ۱۲۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۫ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَیُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ یَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ ۝۱۲ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ۝۱۳

کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے اس کو تم ناگوار سمجھتے ہو۔ اللہ سے ڈرو بے شک بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔ اے لوگو ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو مختلف قومیں اور مختلف خاندان بنایا تا کہ ایک دوسرے کو شناخت کر سکو۔ اللہ کے نزدیک تم سب میں بڑا شریف وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہو۔ اللہ خوب جاننے والا پورا خبردار ہے۔

تفسیر: حکم سوم و چہارم و پنجم نہی از ظن سوء و تجسس و غیبت: يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ (الی قولہ تعالی) اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ اے ایمان والو بہت سے گمانوں سے بچا کرو کیونکہ بعضے گمان گناہ ہوتے ہیں (اس لئے سب اقسام ظن کے حکم کو تحقیق کر کے کہ کون سا جائز ہے کون سا ناجائز ہے حد جواز تک رہو) اور (کسی کے عیب کا) سراغ مت لگایا کرو اور کوئی کسی کی غیبت بھی نہ کیا کرے (آگے غیبت کی مذمت ہے کہ) کیا تم میں کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھا لے اس کو تو تم (ضرور) ناگوار سمجھتے ہو (پس غیبت بھی اسی کے مشابہ ہے اس سے بھی نفرت ہونا چاہئے مشابہت کی وجہ یہ ہے کہ جس طرح انسان کو اس کا گوشت جسمانی نوچ کر کھانے سے تالم جسمانی ہوتا ہے اسی طرح اس کی آبرو کہ گوشت سے زیادہ اعز و اشرف ہے ریختہ ہونے سے تالم قلبی ہوتا ہے گو بالفعل بوجہ اس کے کہ اس کو اس آبروریزی کی اطلاع نہیں عدم جس میں مشابہ مردہ کے ہے لیکن فی نفسہ تو مظنہ تالم ہے کذا فی الخازن) اور اللہ سے ڈرتے رہو (اور غیبت چھوڑ دو اور توبہ کر لو) بے شک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا (اور) مہربان ہے۔

ف: ظن میں کثیرا اور بعض جو کہ مقابل جمیع کا اور شامل کثیر کو ہے اسی لئے فرمایا کہ ظن کی کئی قسم ہیں ایک (۱) واجب جیسے ظن فقہی غیر منصوص میں اور حسن ظن مع اللہ۔ اور دوسرا (۲) مباح جیسے ظن امور معاش میں اور ایسے شخص کے ساتھ بدگمانی کرنا جس میں علانیہ علامات فسق کی پائے جاتی ہیں جیسے شراب خانوں میں اور فاحشہ عورتوں کی دکانوں مکانوں میں کسی کی آمد و رفت ہو اور اس پر فسق کا گمان ہو جائے جائز ہے مگر یقین نہ کرے اسی طرح جو سوئے ظن غیر اختیاری ہو مگر اس کے مقتضا پر عمل نہ ہو اس میں بھی گناہ نہیں بشرطیکہ حتی الامکان اس کو دفع کرے اور تیسرا (۳) حرام جیسے الہیات و نبوات میں بلا دلیل قاطع کلامیات وفقہیات میں خلاف دلیل قاطع ظن کرنا یا جس میں علامات فسق کی قوی نہ ہوں بلکہ ظاہراً اصلاح کے آثار نمودار ہوں اس کے ساتھ سوئے ظن کرنا یہ حرام ہے چونکہ سب افراد ظن کے حرام نہ تھے اسی لئے کثیراً فرمادیا گیا اور یہ کثرت فی نفسہ ہے یہ ضرور نہیں کہ اس کی فردیں دوسری قسم کی فردوں سے زیادہ ہوں اور گر باعتبار عادت عامۂ ناس کے دیکھا جاوے تو قسمیں باقیین کے اعتبار سے بھی کثرت صحیح ہو سکتی ہے کیونکہ زیادہ ابتلا لوگوں کا ظن حرام ہی میں ہے یہ ہے تفصیل ان اقسام کی جن کی طرف اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ کے ترجمہ میں اشارہ ہے اور سوئے ظن کے بارہ میں جو مشہور ہے الحزم سوء الظن اس کا مطلب یہ ہے کہ مشتبہ شخص سے اپنی احتیاط رکھے پس سوء ظن کے مقتضاء پر عمل کرنا مظنون بہ کے حق میں تو حرام ہے جیسے اس کی تحقیر و تنقیص کرنا اس کو ضرر پہنچانا اور خود ظان کو اپنے حق میں جائز ہے بایں معنی کہ اس کی مضرت سے خود بچے اور تجسس کا احکام اوپر آیت : اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا کی تفسیر میں بیان کئے گئے ہیں اور چھپ کر باتیں سننا یا اپنے کو سوتا ہوا بنا کر باتیں سن لینا یہ سب تجسس میں داخل ہے البتہ اگر کسی سے مضرت پہنچنے کا احتمال ہو اور اپنی یا کسی مسلمان کی حفاظت کی غرض سے اس مضرت رساں کی تدبیروں اور ارادوں کا تجسس کرے تو جائز ہے اور غیبت یہ ہے کہ کسی کے پیچھے اس کی ایسی برائی کرنا کہ اس کے سامنے کی جاوے تو اس کو رنج ہو گو وہ سچی ہی بات ہے ورنہ بہتان ہے اور پیٹھ پیچھے کی قید سے یہ نہ سمجھا جاوے کہ سامنے جائز ہے کیونکہ وہ لمز میں داخل ہے جس کی ممانعت اوپر آئی ہے لَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اور محقق یہ ہے کہ غیبت گناہ کبیرہ ہے البتہ جس سے بہت کم تاذی ہو وہ صغیرہ ہو سکتا ہے جیسے کسی کے مکان یا سواری کی مذمت کرنا اور جو سامع دفع پر قادر ہو اس کا سننا بھی حکم تکلم میں ہے اور اس میں حق اللہ وحق العبد دونوں ہیں اس لئے توبہ بھی واجب ہے اور معاف کرانا بھی ضروری ہے البتہ بعض علماء نے کہا ہے کہ جب تک اس شخص کو اس غیبت کی خبر نہ پہنچے تو حق العبد نہیں ہوتا نقلہ فی الروح عن الحسن والخیاطی وابن الصباغ والنووی وابن الصلاح والزرکشی وابن عبدالبرعن ابن المبارک لیکن اس صورت میں بھی جس شخص کے سامنے غیبت کی تھی اس کے سامنے اپنی تکذیب کرنا ضرور ہے اور اگر ممکن نہ ہو تو مجبوری۔ اور بعد موت وارثوں سے معاف کرانا کافی نہیں بلکہ غائب اور میت میں اپنے اور ان کے لئے کثرت استغفار کرتا رہے اور صبی اور مجنون اور کافر ذمی کی غیبت بھی حرام ہے کیونکہ اس کی ایذاء حرام ہے اور کافر حربی مباح الایذاء کی غیبت بعلت تضییع وقت کے مکروہ ہے اور غیبت کبھی فعل سے بھی ہوتی ہے مثلاً کسی لنگڑے کی نقل بنا کر چلنے لگے جس سے اس کی حقارت ہو اور جس سے معاف کرایا جاوے اس کے لئے مندوب ہے کہ معاف کردے ولا یلزمہ لان ذلک تبرع منہ اور بعض روایات سے ثابت ہے کہ یہ آیت محرم غیبت عام مخصوص البعض ہے یعنی اگر برائی ذکر کرنے کی کوئی ضرورت یا مصلحت ہو جو شرعاً معتبر ہو تو وہ غیبت حرام میں داخل نہیں جیسے ظالم کی شکایت ایسے شخص کے سامنے جو ظلم کو دفع کر سکے یا مستفتی صورت واقعہ بیان کرنے کی غرض سے کسی کا ذکر کرے یا مسلمانوں کو کسی کے شر دنیوی یا دینی سے بچانے کے لئے کسی کا حال بتلا دے یا کسی معاملہ کے متعلق اس سے مشورہ لینے کے وقت اس کا حال ظاہر کر دے ومثل ذلک یا جو شخص اپنے فسق کو خود آشکارا کرتا ہو اور بلا اضطرار غیبت سننا مثل غیبت کرنے کے ہے ھذا کلہ من الروح اور ایحب احدکم میں صرف غیبت کی مذمت

شائد کثرت ابتلاء کی وجہ سے ہو۔

حکم ششم نہی از تفاخر بالانساب: يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ (الی قولہ تعالی) إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ﴿١٣﴾ اے لوگو ہم نے تم (سب) کو ایک مرد اور ایک عورت (یعنی آدم وحوا) سے پیدا کیا ہے (پس اس میں تو سب برابر ہیں) اور (پھر جس بات میں فرق رکھا ہے کہ) تم کو مختلف قومیں اور (پھر ان قوموں میں) مختلف خاندان بنایا (سو محض اسی لئے) تا کہ ایک دوسرے کو شناخت کر سکو (جس میں بہت سی مصلحتیں ہیں نہ اس لئے کہ ایک دوسرے پر تفاخر کرو کیونکہ) اللہ کے نزدیک تم سب میں بڑا شریف وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو (اور پرہیزگاری ایسی چیز ہے کہ اس کا حال کسی کو معلوم نہیں بلکہ اس کے حال کو محض) اللہ خوب جاننے والا (اور وہی اس سے) پورا خبردار ہے (پس اس پر بھی شیخی مت کرنا کما قال تعالیٰ :فلا تذکوا انفسکم)

ف: شعب خاندان کی جڑ کو کہتے ہیں اور قبیلہ اس کی شاخ کو مثلاً سید ایک شعب ہے حسنی وحسینی قبائل ہیں وعلی ہذا اور تعارف کی مصلحتیں متعدد ہیں مثلاً ایک نام کے دو شخص ہیں خاندان کے تفاوت سے دونوں میں تمیز ہو سکتا ہے اور مثلاً یہ کہ اس سے دور کے اور نزدیک کے رشتوں کی پہچان ہوتی ہے اور بقدر قرب وبعد نسب کے ان کے حقوق شرعیہ ادا کئے جاتے ہیں اور مثلاً اس سے عصبات کا قرب وبعد معلوم ہوتا ہے تو حاجب ومحجوب متعین ہوتا ہے اور مثلاً یہ کہ اپنا خاندان معلوم ہوگا تو اپنے کو دوسرے خاندان کی طرف منسوب نہ کرے گا جس کی ممانعت حدیث میں آئی ہے اور شرف نسبی معتبر ہونے کی حد اور درجہ پارۂ الم کے ختم آیت تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ [البقرۃ: ۱۳۴] واقعہ موقع اول کی تفسیر میں لکھ چکا ہوں ملاحظہ کر لیجئے۔

اللغات: قوله شعوبا فی المدارك الشعب الطبقة الاولیٰ من الطبقات الست التی علیها العرب فالشعب یجمع القبائل وهی تجمع العمائر وهی تجمع البطون وهی تجمع الافخاذ وهی تجمع الفصائل فخزیمة شعب وكنانة قبیلة وقریش عمارة وقصی بطن و حاشم فخذ والعباس فصیلة وسمیت الشعوب لان القبائل تشعبت منها ۱ه مختصرا ۱۲۔

البلاغۃ: فی الروح وما احسن ما جاء الترتیب فی هذه الآیة جاء الامر ولا باجتناب الطریق التی لا تؤدی الی العلم وهو الظن ثم نهی ثانیا عن طلب تحقیق ذلك الظن لیصیر علما لقوله سبحانه ولا تجسسوا ثم نهی ثالثا عن ذكر ذلك اذا علم فهذه ثلثة امور مرتبة ظن فعلم بالتجسس فاغتیاب وقال ابن حجر علیه الرحمة انه تعالیٰ ختم كلا من الآیتین بذكر التوبة رحمة بعباده وتعطفا علیهم لكن لما بدئت الاولیٰ بالنهی ختمت بالنفی فی من ولم یتب لتقاربها ولما بدئت الثانیة بالامر فی اجتنبوا ختمت به فی فاتقوا وكان حكمة ذكر التهدید الشدید فی الاولیٰ فقط بقوله تعالیٰ ومن لم یتب ان ما فیها افحش لانه ایذاء فی الحضرة بالسخریة او اللمز والنبز بخلاف فی الآیة الثانیة فانه امر خفی اذ كل من الظن والتجسس والغیبة یقتضی الاخفاء وعدم العلم به غالبا ۱۲۵۱۔

قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا ۖ قُل لَّمْ تُؤْمِنُوا وَلَٰكِن قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ ۖ وَإِن تُطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَا يَلِتْكُم مِّنْ أَعْمَالِكُمْ شَيْئًا ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٤﴾ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ﴿١٥﴾ قُلْ أَتُعَلِّمُونَ اللَّهَ بِدِينِكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿١٦﴾ يَمُنُّونَ عَلَيْكَ أَنْ أَسْلَمُوا ۖ قُل لَّا تَمُنُّوا عَلَيَّ إِسْلَامَكُم ۖ بَلِ اللَّهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ أَنْ هَدَاكُمْ لِلْإِيمَانِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿١٧﴾ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿١٨﴾ ع

یہ گنوار کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے آپ فرما دیجئے کہ تم ایمان تو نہیں لائے لیکن یوں کہو کہ ہم (مخالفت چھوڑ کر) مطیع ہو گئے اور ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا اور اگر تم اللہ اور اس کی رسول کا کہنا مان لو تو اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال میں سے ذرا بھی کمی نہ کرے گا۔ بے شک اللہ غفور رحیم ہے مؤمن وہ ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لائے پھر شک نہ کیا اور اپنے مال وجان سے خدا کے رستہ میں محنت اُٹھائی یہ لوگ ہیں سچے آپ فرما دیجئے کہ کیا خدا تعالیٰ کو اپنے دین کی خبر دیتے ہو حالانکہ اللہ کو تو تمام آسمانوں اور زمین کی سب چیزوں کی خبر ہے اور اللہ سب چیزوں کا جاننے والا ہے یہ لوگ اپنے اسلام لانے کا آپ پر احسان رکھتے ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ مجھ پر اپنے اسلام لانے کا احسان نہ رکھو بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے کہ اس نے تم کو ایمان کی ہدایت دی۔ بشرطیکہ تم سچے ہو بے شک اللہ تعالیٰ آسمان اور زمین کی مخفی باتوں کو جانتا ہے اور

اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کو بھی جانتا ہے۔

تفسیر ربط: اوپر تفاخر بالانساب کے بعد : اِنَّ اَكْرَمَكُمْ ...... میں دعویٰ تقدس سے منع کی طرف بھی اشارہ ہے جیسا اوپر تفسیر کی تقریر سے معلوم ہو چکا ہے آگے ایک ایسی ہی خاص جماعت کی تقبیح ہے جنہوں نے بطور ریا کے اس کا اظہار اور دعویٰ کیا تھا اور چونکہ وہ کاذب تھے اسی لئے تقبیح اور زیادہ ہے اور شروع سورت میں جو مضمون تھا آداب نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کا یہ دعویٰ چونکہ بطور احسان جتلانے کے تھا تو قطع نظر کذب اور ریاء سے آپ کے ساتھ بھی گستاخی ہے پس یہ مضمون جیسا اپنے ماقبل متصل سے مرتبط ہے اسی طرح شروع سورت کے مضمون سے بھی مرتبط ہے اور سورت کا آداب نبویہ سے شروع اور اسی پر ختم ہونا مشیر ہے آپ کی عظمت شان کی طرف اور نیز اس طرف کہ اصل حقوق میں آپ ہی ہیں اور دوسرے اہل حق جن کا ذکر درمیان میں آ گیا وہ حقوق میں اس حیثیت سے تابع ہیں کہ اکثر حقوق مخصوص باہل اسلام یہاں مذکور ہیں اور شرکت فی الاسلام ان سب کو آپ ہی کی بدولت ہوئی اور ان آداب کو بندہ نے ایک ہی حکم قرار دے کر تمام مضامین کو اس کی تفصیل قرار دی ہے ورنہ اگر ان کو جدا کیا جاوے تو وہ بھی متعدد ہیں اول **لا تقدموا** ثانی **لا ترفعوا** ثالث **لا تجهروا** رابع **لو انهم صبروا** خامس **ان جاء كم** سادس **اعلموا** الخ سابع یہ جو آگے آتا ہے **نهى عن الرياء والامتنان بحضرة الرسول** اور چھ متعلق مؤمنین کے تھے۔ یہ کل تیرہ (۱۳) ہوئے اور اگر تمسخر اور لمز و تنابز کو تین قرار دیئے جاویں تو یہ سورت پندرہ حکموں پر مشتمل ہوگی۔

نہی عن الامتنان بالایمان:

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا (الی قوله تعالی) وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ یہ (بعضے) گنوار (بنی اسد وغیرہ کے آپ کے پاس آ کر جو ایمان لانے کے مدعی ہوتے ہیں یہ اس میں کئی امر قبیح کے مرتکب ہوتے ہیں ایک تو کذب کہ بلا تصدیق قلب محض زبان سے) کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے آپ فرما دیجئے کہ تم ایمان تو نہیں لائے (کیونکہ وہ موقوف ہے تصدیق قلبی پر اور وہ منفی ہے جیسا عنقریب آتا ہے : وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ) لیکن (ہاں) یوں کہو کہ (ہم مخالفت چھوڑ کر) مطیع ہو گئے (اور اطاعت بمعنی ترک مخالفت محض ظاہری موافقت سے بھی متحقق ہو جاتی ہے) اور (باقی) ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا (اس لئے ایمان کا دعویٰ مت کرو) اور (گو اب تک تم ایمان نہیں لائے لیکن اب بھی) اگر تم اللہ اور اس کے رسول کا (سب باتوں میں) کہنا مان لو) جس میں یہ بھی داخل ہے کہ دل سے ایمان لے آؤ) تو اللہ تمہارے اعمال میں سے (جو کہ بعد ایمان کے ہوں گے محض اس وقت کے کفر و کذب کی وجہ سے جو کہ اس وقت کے اعتبار سے گزشتہ ہوگا) ذرا بھی کم نہ کرے گا (بلکہ سب کا پورا پورا ثواب دے گا کیونکہ) بے شک اللہ غفور رحیم ہے (اب ہم سے سنو کہ کامل مؤمن کون ہیں تاکہ اگر تم کو مؤمن بننا ہے تو ویسے بنو سو) پورے مؤمن وہ ہیں جو اللہ پر اور اس کے رسولؐ پر ایمان لائے پھر (ایمان پر مستمر بھی رہے یعنی عمر بھر کبھی) شک نہیں کیا اور اپنے مال اور جان سے خدا کے رستہ میں (یعنی دین کے لئے) محنت اٹھائی (جس میں جہاد وغیرہ سب آ گیا سو) یہ لوگ ہیں سچے (یعنی پورے سچے اور یوں اگر نفس تصدیق ہو تب بھی نفس صدق ہو جاوے گا بخلاف تمہاری کہ ادنیٰ درجہ کا ایمان کہ تصدیق ہے وہ تک حاصل نہیں اور دعویٰ کرتے ہیں ایمان کامل کا پس ایک امر قبیح تو ان سے یہ صادر ہوا یعنی کذب کما قال تعالیٰ : وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا الی قوله : وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ [البقرة : ۸] اور دوسرا امر قبیح یہ ہے کہ یہ دھوکہ دیتے ہیں کما قال تعالیٰ : يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ [البقرة : ۹] سو) آپ (ان سے) فرما دیجئے کہ کیا خدا تعالیٰ کو اپنے دین (قبول کرنے) کی خبر دیتے ہو (یعنی اللہ تعالیٰ تو جانتے ہیں کہ تم نے ایمان نہیں قبول کیا باوجود اس کے جو تم دعویٰ قبول کا کرتے ہو لازم آتا ہے کہ خلاف علم خداوندی خدا تعالیٰ کو ایک بات بتلاتے ہو) حالانکہ (یہ محال ہے کیونکہ) اللہ کو تو سب آسمان اور زمین کی سب چیزوں کی (پوری) خبر ہے اور (علاوہ سمٰوٰت والارض کے اللہ (اور بھی) سب چیزوں کو جانتا ہے (تو اس کو کوئی کیا بتلاوے گا اس سے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ کو جو تمہارے متعلق علم ہے کہ تم ایمان نہیں لائے وہی صحیح ہے والا لاستلزم المحال وہذا کما قال تعالیٰ : قُلْ اَتُنَبِّئُوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ [یونس : ۱۸] اور تیسرا امر قبیح جس کے یہ مرتکب ہوتے ہیں یہ ہے کہ) یہ لوگ اپنے اسلام لانے کا آپ پر احسان رکھتے ہیں (جو نہایت درجہ گستاخی ہے کہ دیکھئے ہم نہ لڑے نہ بھڑے مسلمان ہو گئے اور لوگ بہت پریشان کر کر کے مسلمان ہوئے ہیں سو) آپ کہہ دیجئے کہ مجھ پر اپنے اسلام لانے کے احسان نہ رکھو (اسی لئے کہ قطع نظر گستاخی کے تمہارے اسلام سے میرا کیا نفع ہو گیا) اور (اسلام نہ لانے سے میرا کیا ضرر ہو گیا۔ اگر تم سچے ہوتے تو تمہارا ہی آخرت کا نفع تھا اور جھوٹے ہونے میں بھی تمہارا ہی دنیا کا نفع ہے کہ قتل و قید سے بچ گئے سو مجھ پر احسان رکھنا محض جہل ہے) بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے کہ اس نے تم کو ایمان کی ہدایت دی بشرطیکہ تم (اس دعوے ایمان میں) سچے ہو (کیونکہ ایمان بڑی نعمت ہے اور بدون تعلیم و توفیق حق تعالیٰ کے نصیب نہیں ہوتا تو اللہ کی عنایت ہے کہ ایسی بڑی نعمت عطا فرما دی پس کذب و خداع و امتنان سے باز آؤ اور یہ یاد رکھو کہ) اللہ تعالیٰ آسمان اور زمین کی سب مخفی باتوں کو جانتا ہے اور (اسی علم محیط کی وجہ سے) تمہارے سب اعمال کو بھی جانتا ہے (اور ان ہی کے موافق تم کو جزا دے گا پھر اس کے سامنے باتیں بنانے سے کیا فائدہ)۔ ف: ان آیات کی تفسیر میں روایت کے متعلق جس قدر مضمون ہے وہ سب در منثور سے ہے اور بعض مضامین میں

جو بظاہر تکرار معلوم ہوتا ہے وہ اختلاف غرض سے مندفع ہو گیا جیسا احقر نے بیان کیا ہے کہ تین چیزوں کا بیان مقصود ہے کذب وخداع ومنت وھذا من المواھب ولله الحمد اور يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا میں یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ انہوں نے تو آمنا کہا تھا اسلمنا نہیں کہا تھا جواب یہ ہے کہ اگر ان اسلمنا ہوتا تو اس کا شبہ ہوسکتا اور صیغۂ غائب تو ان کا کلام ہو ہی نہیں سکتا تھا بلکہ ان کے ایمان کو چونکہ اوپر اسلام فرمایا ہے اور وہ اس کے مدعی تھے اسی لئے اَسْلَمُوْا سے یہ مقصود ہے کہ وہ اپنی ظاہری اطاعت کا جس کو واقع میں اسلام کہنا زیادہ زیبا ہے اور وہ اس کو ایمان کہتے ہیں آپ پر احسان رکھتے ہیں اور آگے اِسْلَامَكُمْ میں تو کوئی شبہ ہی نہیں اور هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ میں لفظ ایمان فرمانے سے شبہ نہ کیا جاوے کہ اس کا ایمان ہونا تسلیم کرلیا گیا بات یہ ہے کہ یہاں بطور فرض کے گفتگو ہے جس میں ان کی طرف سے حکایت کی گئی ہے جیسا اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اس کا قرینہ ہے یعنی اگر بالفرض تمہارے دعوے کے موافق اس کو ایمان مان لیا جاوے تو بھی خدا ہی کا احسان ہے فتصبرو تشکر واللہ اعلم اور یہاں اسلام سے مراد اسلام لغوی ہے شرعی نہیں پس اس آیت سے ایمان واسلام کے تغایر پر استدلال کرنا غیر صحیح ہے **تم بحمد الله تفسير سورة الحجرات للثلاثين من شهر ربی الثانی وقت اذان الظهر يوم الاربعاء ويتلوه المنزل السابع المفتتح بسورة ق** ان شاء اللہ تعالیٰ۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ...... اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ اپنے اعمال پر نظر نہ کرے اور ہدایت میں منت حق تعالیٰ کی سمجھے۔

اللغات: قوله لا يلتكم لات يليت اجوف بمعنى النقص ۱۲۔

النحو: ان اسلموا بتقدير الباء ۱۲۔

سُوْرَةُ قٓ

سُوْرَةُ قٓ ۵۰ مَكِّيَّة ۳۴ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ۴۵ | رُكُوْعَاتُهَا ۳

سورۂ ق مکہ میں نازل ہوئی — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اس میں ۴۵ آیات اور ۳ رکوع ہیں

قٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ ۝۱ بَلْ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَيْءٌ عَجِيْبٌ ۝۲ ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ۚ ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِيْدٌ ۝۳ قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ ۚ وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ ۝۴ بَلْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ فَهُمْ فِيْٓ اَمْرٍ مَّرِيْجٍ ۝۵ اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَيْفَ بَنَيْنٰهَا وَزَيَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ ۝۶ وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ ۝۷ تَبْصِرَةً وَّذِكْرٰى لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ۝۸ وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِيْدِ ۝۹ وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ ۝۱۰ رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ ۙ وَاَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ۭ كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ ۝۱۱ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّاَصْحٰبُ الرَّسِّ وَثَمُوْدُ ۝۱۲ وَعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ وَاِخْوَانُ لُوْطٍ ۝۱۳ وَّاَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ وَقَوْمُ تُبَّعٍ ۭ كُلٌّ كَذَّبَ الرُّسُلَ فَحَقَّ وَعِيْدِ ۝۱۴ اَفَعَيِيْنَا بِالْخَلْقِ الْاَوَّلِ ۭ بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۝۱۵

منزل ۷ — ع ۱ / ۱۵

قٓ ۔ قسم ہے قرآن مجید کی بلکہ ان کو اس بات پر تعجب ہوا کہ ان کے پاس انہی (کی جنس) میں سے (کہ بشر ہیں) ایک ڈرانے والا (پیغمبر) آ گیا سو کافر لوگ کہنے لگے کہ یہ (ایک) عجیب بات ہے۔ جب ہم مر گئے اور مٹی ہو گئے تو دوبارہ زندہ ہونا (امکان سے) بہت ہی بعید کی بات ہے۔ ہم ان کے ان اجزاء کو جانتے ہیں جن کو مٹی (کھاتی اور) کم کرتی ہے اور ہمارے پاس (وہ) کتاب (یعنی لوح) محفوظ (موجود) ہے بلکہ سچی بات کو جب کہ وہ ان کو پہنچتی ہے جھٹلاتے ہیں۔ غرض یہ کہ وہ ایک متزلزل حالت میں ہیں۔ کیا ان لوگوں نے اپنے اوپر کی طرف آسمان کو نہیں دیکھا کہ ہم نے اس کو کیسا (اونچا اور بڑا) بنایا اور (ستاروں سے) اس کو آراستہ کیا اور اس میں کوئی رخنہ تک نہیں اور زمین کو ہم نے پھیلایا اور اس میں پہاڑوں کو جما دیا اور اس میں ہر قسم کی خوشنما چیزیں اگائیں جو ذریعہ ہے بینائی اور دانائی کا ہر رجوع ہونے والے بندے کے لئے اور ہم نے آسمان سے برکت (یعنی نفع) والا پانی برسایا۔ پھر اس سے بہت سے باغ اگائے اور کھیتی کا غلہ اور لمبی لمبی کھجور کے درخت، جن کے گچھے خوب گوندھے ہوئے ہوتے ہیں۔ بندوں کے رزق دینے کے لئے اور ہم نے اس (بارش) کے ذریعے سے مردہ زمین کو زندہ کیا۔ (بس) اسی طرح زمین سے نکلنا ہوگا۔ اس سے پہلے قوم نوح اور اصحاب الرس و ثمود اور عاد اور فرعون اور قوم لوط اور اصحاب ایکہ اور قوم تبع تکذیب کر چکے ہیں یعنی سب نے پیغمبروں کو جھٹلایا سو میری وعید (ان پر) محقق ہو گئی۔ کیا ہم پہلی بار کے پیدا کرنے میں تھک گئے بلکہ یہ لوگ از سر نو پیدا کرنے کی طرف سے (محض بے دلیل) شبہ میں ہیں۔

سورة ق مكية وهي خمس واربعون اٰية

تفسیر: ربط: سورت گذشتہ کے ختم پر وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝۱۸ میں اشارہ ہے وقوع مجازات کی طرف اور اس سورت میں تمام تر یہی بعث و جزا کا مضمون ہے اس کا امکان اور اس کا وقوع اور اس کے واقعات اور جو مضامین اس کے مناسب ہیں بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ قٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ ۝۱ (الی قولہ

تعالیٰ) بَلْ هُمْ فِيْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۔ (اس کے معنی اللہ کو معلوم ہیں) قسم ہے قرآن مجید کی (یعنی جس کو دوسری کتابوں پر مجد وشرف ہے کہ ہم نے آپ کو عذاب قیامت سے ڈرانے کے لئے بھیجا ہے مگر ان لوگوں نے نہ مانا) بلکہ ان کو اس بات پر تعجب ہوا کہ ان کے پاس ان ہی (کی جنس) میں سے (کہ بشر ہیں) ایک ڈرانے والا (پیغمبر) آ گیا (جس نے ان کو قیامت کے دن سے ڈرایا) سو (اس پر) کافر لوگ کہنے لگے کہ (اول تو خود) یہ (ایک) عجیب بات ہے (کہ بشر پیغمبر ہو دوسرے پھر دعویٰ بھی عجیب بات کا کرے کہ دوبارہ زندہ ہوں گے بھلا) جب ہم مر گئے اور مٹی ہو گئے تو کیا دوبارہ زندہ ہوں گے یہ دوبارہ زندہ ہونا (امکان سے) بہت ہی بعید ہے (اس دعویٰ محال سے اور بھی نفی پیغمبری کی ہوتی ہے حق تعالیٰ آگے امکان ثابت فرماتے ہیں کہ امکان سے بعید ہونا یا تو باعتبار قابل کے ہو کہ محل میں قابلیت حیات کی نہ ہو یہ تو بالمشاہدہ باطل ہے کیونکہ محل بالفعل خود حیات سے متصف ہے اور یا باعتبار فاعل کے ہو کہ اس کو علم ان اجزائے مستحیلہ کا نہ ہو یا ان میں تصرف کرنے کی قدرت نہ ہو تو ہمارے علم کی تو یہ شان ہے کہ) ہم ان کے ان اجزاء کو جانتے ہیں جن کو مٹی (کھاتی اور) کم کرتی ہے اور (یہ نہیں کہ آج سے جانتے ہیں بلکہ ہمارا علم قدیم ہے حتیٰ کہ ہم نے قبل وقوع ہی سب اشیاء کے سب حالات اپنے علم قدیم سے ایک کتاب میں کہ لوح محفوظ کہلاتی ہے لکھ دیئے تھے اور اب تک) ہمارے پاس (وہ) کتاب (یعنی لوح) محفوظ (موجود) ہے (جس میں ان اجزائے مستحیلہ کا مکان اور وضع اور مقدار اور وصف سب کچھ ہے سو اگر علم قدیم کسی کی سمجھ میں نہ آوے تو یوں ہی سمجھ لے کہ وہ دفتر جس میں سب کچھ ہے حق تعالیٰ کے سامنے حاضر ہے مگر یہ لوگ پھر بھی بلا وجہ تعجب ہی میں ہیں) بلکہ (تعجب سے بڑھ کر یہ کہ) سچی بات کو (جس میں مسئلہ نبوت وبعث بھی ہے) جب کہ وہ ان کو پہنچتی ہے جھٹلاتے ہیں غرض یہ کہ وہ ایک متزلزل حالت میں ہیں (کہ کبھی تعجب ہے کبھی تکذیب ہے۔ یہ درمیان میں بطور جملہ معترضہ کے تھا ان کی شناعت حال کے مؤکد کرنے کے لئے اور آگے بیان ہے قدرت کا یعنی) کیا ان لوگوں (کو ہماری قدرت کا علم نہیں ہے اور کیا انہوں) نے اپنے اوپر کی طرف آسمان کو نہیں دیکھا کہ ہم نے اس کو کیسا (اونچا اور بڑا) بنایا اور (ستاروں سے) اس کو آراستہ کیا اور اس میں (بوجہ غایت استحکام کے) کوئی رخنہ تک نہیں (جیسا اکثر تعمیرات میں زمانۂ دراز کے بعد رخنہ پڑ جاتا ہے اور دوسری آیت میں جو دروازے آسمان کے آئے ہیں وہ شقوق وفروج کے مغائر ہیں یہ تو آسمان میں ہماری قدرت نمایاں ہے) اور زمین (میں یہ قدرت ظاہر ہے کہ اس کو) ہم نے پھیلایا اور اس میں پہاڑوں کو جما دیا اور اس میں ہر قسم کی خوشنما چیزیں اُگائیں جو ذریعہ ہے بینائی اور دانائی کا (یعنی ہماری قدرت کی معرفت کا) ہر رجوع ہونے والے بندے کے لئے (یعنی ایسے شخص کے لئے جو اسی غرض سے مصنوعات میں فکر کرنے کی طرف متوجہ ہو کہ وہ عین توجہ الی الصانع ہے اور (ہماری قدرت اس سے ظاہر ہے کہ) ہم نے آسمان سے برکت (یعنی نفع) والا پانی برسایا پھر اس سے بہت سے باغ اُگائے اور کھیتی کا غلّہ اور لمبی لمبی کھجور کے درخت جن کے گچھے خوب گوندھے ہوئے ہوتے ہیں بندوں کے رزق دینے کے لئے اور (دوسری نباتات مثل گیاہ وغیرہ جمانے کے لئے بھی) ہم نے اس (بارش) کے ذریعہ سے مُردہ زمین کو زندہ کیا (پس) اسی طرح (سمجھ لو کہ مردوں کا) زمین سے نکلنا ہوگا (کیونکہ قدرت ذاتیہ کے اعتبار سے تمام مقدورات متساوی ہیں اور قدرت علی الاکبر کا قدرت علی الاصغر پر دال ہونا زیادہ اظہر ہے اس لئے آسمان وزمین کا ذکر اور زیادہ مناسب ہوا کما قال: لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ [المؤمن: ۵۷] جب ان امور پر قدرت ہماری ثابت ہوگئی تو احیائے موتی پر کیوں نہ ہوگی پس مقدور ممکن اور فاعل علم وقدرت سے متصف پھر تعجب یا تکذیب کیا معنی آگے وعید ہے مکذبین کی ان کی تخویف کے لئے یعنی جس طرح یہ لوگ انکار قیامت سے رسول کی تکذیب کرتے ہیں اسی طرح) ان سے پہلے قوم نوح اور اصحاب الرس اور ثمود اور عاد اور فرعون اور قوم لوط اور اصحاب ایکہ اور قوم تبع تکذیب کر چکے ہیں (یعنی) سب نے پیغمبروں کو (یعنی اپنے اپنے پیغمبر کو توحید اور رسالت اور بعث میں) جھٹلایا سو میری وعید (ان پر) محقق ہوگئی (کہ ان سب پر عذاب نازل ہوا اسی طرح ان مکذبین پر عذاب آوے گا خواہ دنیا میں بھی یا صرف آخرت میں۔ وعید کے بعد پھر مضمون اول کی طرف دوسرے طور پر عود ہے کہ) کیا ہم پہلی بار کے پیدا کرنے میں تھک گئے (کہ دوبارہ زندہ نہ کر سکیں یعنی ایک مانع یہ بھی ہو سکتا ہے کہ فی نفسہٖ محل بھی مقدور اور فاعل بھی عالم اور قادر مگر عارض تعب کی وجہ سے قدرت کی تنفیذ نہیں ہوتی اس لئے اس کی نفی بھی فرما دی یعنی اس کا احتمال نہیں کیونکہ تعب بوجہ نقص قدرت کے ہوتا ہے اور صفات غیر مستفاد من الغیر میں نقص محال ہے پس صحت بعث دلائل سے ثابت ہوگئی اور یہ جو انکار کر رہے ہیں سو ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے) بلکہ یہ لوگ از سر نو پیدا کرنے کی طرف سے (محض بے دلیل) شبہ میں (پڑے ہوئے) ہیں (جو دلائل کے سامنے کسی طرح قابل التفات نہیں)۔ **ف**: اَفَلَمْ يَنْظُرُوْٓا اِلَى السَّمَآءِ سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ آسمان نظر آتا ہے اور یہ جو مشہور ہے کہ یہ نیلگوں جو نظر آتا ہے کرۂ بخار ہے سو اس کی تطبیق دو طور سے ہو سکتی ہے ایک یہ کہ یہ نظر آنا عام ہے بلا حجاب ہو یا ورائے حجاب سے ہو پھر خواہ اس حجاب کا لون بھی اس کے لون میں مل جاوے یا نہ ملے پس یہ لون جو نظر آتا ہے اگر مسلم ہو کہ کرہ بخار کا ہے تو ممکن ہے کہ اس میں لون آسمان کا بھی ممزوج ہو اور دوسرے یہ کہ يَنْظُرُوْٓا سے مراد نظر فکری لی جاوے اور اس کو مجازاً نظر کہہ دیا جاوے اور چونکہ سمٰوات کا وجود مع اس کے اوصاف خاصہ کے دلائل صحیحہ سے ثابت ہے اس لئے وہ محل فکر ہو سکتا ہے اور اول صورت میں اس کی تزئین کے دونوں طرفین یعنی مزین ومزین بہ منظور بمعنی محسوس ہیں اور دوسری صورت میں مزین محل فکر اور مزین بہ

محسوس ہے اور اِلَى السَّمَآءِ کو بمعنے الی آثار السماء بھی کہہ سکتے ہیں مثل نجوم کے اور قوم نوح اور عاد اور ثمود اور فرعون اور قوم لوط کے قصے تو متعدد جگہ آ چکے ہیں اور اصحاب الرس کا قصہ پارۂ نوزدہم کے رکوع دوم میں اور اصحاب ایکہ کا اسی پارہ کے رکوع چہاردہم میں اور قوم تبع کا سورۂ دخان کے پہلے رکوع میں گزر چکا ہے اور اخوان لوط کی ایک ضروری تحقیق سورۂ شعراء قصہ لوط کے ختم پر گزری ہے۔

اللغات: قوله مريج مضطرب من مرج الخاتم فى اصبعه اذا قلق من الهزال والاسناد مجازى مبالغة لان المضطرب صاحبه فروج شقوق وفتوق۔ زوج صنف يبهج حسن يبهيج ويسر من نظر اليه حب الحصيد حب الزرع الذى من شانه ان يحصد من البر والشعير وامثالهما۔ باسقات طوالا قوله طلع انظر فى حواشى آخر الجزء السابع ١٢۔

النحو: قوله بل عجبوا اضراب عن محذوف قدر مع جواب القسم اى اقسم بالقرآن انا ارسلناك نذيرا لكنهم ما صدقوا به الخ قوله ء اذا متنا جوابه مقدر دل عليه المذكور ١٢۔ قوله بل كذبوا ترق عن التعجب لان التكذيب اشد منه ١٢۔ قوله بل هم اضراب عن مقدر اى ليسوا على برهان ١٢۔

البلاغة: قوله رزقا علة لقوله فانبتنا وفى تعليله بذلك بعد تعليل انبتنا الاول بالتبصير والتذكير تنبيه على ان اللائق بالعبد ان يكون انتفاعه بذلك من حيث التذكر والاستبصار اقدم واهم من تمتعه به من حيث الرزق كذا فى الروح۔ قوله احيينا وكذلك الخروج فى التعبير عن اخراج النبات من الارض بالاحياء وعن احياء الموتى بالخروج تفخيم لشان الانبات وتهوين امر البعث وتحقيق للمماثلة بين اخراج النبات واحياء الموتى لتوضيح منهاج القياس وتقريبه الى افهام الناس ١٢۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۚۖ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ﴿١٦﴾ اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيٰنِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ ﴿١٧﴾ مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ ﴿١٨﴾ وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ ﴿١٩﴾ وَنُفِخَ فِى الصُّوْرِ ؕ ذٰلِكَ يَوْمُ الْوَعِيْدِ ﴿٢٠﴾ وَجَآءَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّعَهَا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ ﴿٢١﴾ لَقَدْ كُنْتَ فِىْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيْدٌ ﴿٢٢﴾ وَقَالَ قَرِيْنُهٗ هٰذَا مَا لَدَیَّ عَتِيْدٌ ﴿٢٣﴾ اَلْقِيَا فِىْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿٢٤﴾ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ مُّرِيْبِ ﴿٢٥﴾ اۨلَّذِىْ جَعَلَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَاَلْقِيٰهُ فِى الْعَذَابِ الشَّدِيْدِ ﴿٢٦﴾ قَالَ قَرِيْنُهٗ رَبَّنَا مَآ اَطْغَيْتُهٗ وَلٰكِنْ كَانَ فِىْ ضَلٰلٍۭ بَعِيْدٍ ﴿٢٧﴾ قَالَ لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَیَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ اِلَيْكُمْ بِالْوَعِيْدِ ﴿٢٨﴾ مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿٢٩﴾

ع ٢ / ١٤ / ١٦

اور ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور اس کے جی میں جو خیالات آتے ہیں ہم ان کو جانتے ہیں اور ہم انسان کے اس قدر قریب ہیں کہ اس کی رگ گردن سے بھی زیادہ جب دو اخذ کرنے والے فرشتے اخذ کرتے رہتے ہیں جو کہ دائیں اور بائیں طرف بیٹھے رہتے ہیں۔ وہ کوئی لفظ منہ سے نہیں نکالنے پاتا مگر اس کے پاس ہی ایک تاک لگانے والا تیار ہے اور موت کی سختی (قریب) آ پہنچی یہ (موت) وہ چیز ہے جس سے تو بدکتا تھا اور (قیامت کے دن دوبارہ) صور پھونکا جائے گا۔ یہی دن ہوگا وعید کا اور ہر شخص اس طرح (میدان قیامت میں) آئے گا کہ اس کے ساتھ ایک اس کو اپنے ہمراہ لائے گا اور ایک (اس کے اعمال کا) گواہ ہوگا تو اس دن سے بے خبر تھا۔ سو اب ہم نے تجھ پر سے تیرا پردہ (غفلت کا) ہٹا دیا سو آج تو تیری نگاہ بڑی تیز ہے اور (اس کے بعد) فرشتہ جو اس کے ساتھ رہتا تھا' عرض کرے گا کہ یہ وہ روداد ہے جو میرے پاس تیار ہے ایسے شخص کو جہنم میں ڈال دو جو کفر کرنے والا ہو اور (حق سے) ضد رکھتا ہو اور نیک کام سے روکتا ہو اور حد عبودیت سے باہر جانے والا ہو (اور دین میں) شبہ پیدا کرنے والا ہو۔ جس نے خدا کے ساتھ دوسرا معبود تجویز کیا ہو سو ایسے شخص کو سخت عذاب میں ڈال دو۔ وہ شیطان جو اس کے ساتھ رہتا تھا کہے گا کہ اے ہمارے پروردگار میں نے اس کو (جبراً) گمراہ نہیں کیا تھا لیکن یہ خود دور دراز کی گمراہی میں تھا۔ ارشاد ہوگا کہ میرے سامنے جھگڑے کی باتیں مت کرو (کہ بے سود ہیں) اور میں تو پہلے ہی تمہارے پاس وعید بھیج چکا تھا۔ میرے ہاں (وہ) بات (وعید مذکور کی) نہیں بدلی جائے گی اور میں (اس تجویز میں) بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہوں۔

تفسیر: تتمہ سابق: وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ (الى قوله تعالى) وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ (اوپر امکان بعث ثابت ہو چکا) اور

(آ گے اس کے وقوع کا بیان کرنا ہے اور چونکہ وقوع کی غایت مجازات موقوف ہے اس پر کہ جزاء دینے والے کو اعمال کا علم اور عامل پر قدرت بھی ہو اس لئے اول اس کو بتلاتے ہیں کہ) ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے (جو اعلیٰ درجہ کی دلیل ہے قدرت پر) اور اس کے جی میں جو خیالات آتے ہیں ہم ان (تک) کو (بھی) جانتے ہیں (اور اس کی لسان اور جوارح سے جو صادر ہو اس کو تو بدرجہ اولیٰ جانتے ہیں) اور (بلکہ ہم کو اس کے احوال کا ایسا علم ہے کہ اس کو خود بھی اپنے احوال کا ویسا علم نہیں پس باعتبار علم کے) ہم انسان کے اس قدر قریب ہیں کہ اس کی رگ گردن سے بھی زیادہ (جس کے قطع ہونے سے انسان مر جاتا ہے اور چونکہ عادۃً ناس میں طریقہ از ہاق روح کا غالباً قطع گردن ہے اس لئے یہ تعبیر اختیار کی گئی اور یہ گردن کی رگیں ورید اور شریان دونوں کو محتمل ہیں مگر شریان مراد لینا زیادہ مناسب ہے کیونکہ ان میں روح غالب اور خون مغلوب رہتا ہے اور ورید میں بالعکس اور یہاں جس کو روح میں زیادہ دخل ہو اس کا مراد لینا مناسب ہے اور سورۂ حاقہ میں وتین بمعنی رگ دل سے تعبیر کرنا اس کا مؤید ہے کیونکہ جو رگیں قلب سے ثابت ہیں وہ شرائین ہیں اور گو قرآن میں لفظ ورید ہے مگر معنی لغوی اس کے عام ہیں پس مطلب یہ ہوا کہ ہم باعتبار علم کے اس کی روح اور نفس سے بھی نزدیک تر ہیں یعنی جیسا علم انسان کو اپنے احوال کا ہے ہم کو اس کا علم خود اس سے بھی زیادہ ہے چنانچہ علم حصولی میں انسان کو اپنی بہت سی حالتوں کا علم نہیں ہوتا اور جن کا علم ہوتا ہے بعض اوقات ان کا نسیان یا ان سے ذہول ہو جاتا ہے اور حق تعالیٰ میں یہ احتمالات گنجائش ہی نہیں رکھتے اور علم حضوری میں گو حضور معلوم کا لازم ہے مگر بوجہ حادث ہونے کے خود وہ وجود معلوم سے متاخر ہے اور حق تعالیٰ کا علم جو اس سے متعلق ہے وہ اس کے وجود سے متقدم ہے اور ظاہر ہے کہ جو علم ہر حالت میں ہو اس کا تعلق بہ نسبت اس کے کہ ایک حالت میں ہو زیادہ ہوگا غرض علم باری کا جمیع احوال انسانیہ کے ساتھ متعلق ہونا بھی ثابت ہو گیا اور علاوہ اس کے کہ وہ اعمال ہمارے علم میں محفوظ اور منضبط ہیں اس حفاظت اور انضباط کی ایک ظاہری صورت بھی تجویز فرما دی ہے جو بوجہ موافقت عادت کے اوضح والزم فی الحجیۃ ہے سو ان کو اس وقت کی بھی حالت بتلا دیجئے کہ) جب دو اخذ کرنے والے فرشتے (انسان کے اعمال کو جب وہ اس سے صادر ہوتے ہیں) اخذ کرتے رہتے ہیں جو کہ داہنی اور بائیں طرف بیٹھے رہتے ہیں (اور برابر ہر عمل کو لکھتے رہتے ہیں لقولہ تعالیٰ اِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُوْنَ مَا تَمْكُرُوْنَ [یونس: ۲۱] وقولہ تعالیٰ اِنَّا كُنَّا نَسْتَنْسِخُ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ [الجاثیۃ: ۲۹] یہاں تک کہ سب اعمال میں اہون واخف عرفاً تکلم ہے مگر ان کی یہ کیفیت ہے کہ) وہ کوئی لفظ منہ سے نہیں نکالنے پاتا مگر اس کے پاس ہی ایک تاک لگانے والا تیار (موجود ہوتا) ہے (اگر وہ نیکی کا کلام ہوا تو داہنے والا اس کو ضبط اور تحریر میں لاتا ہے اور اگر بدی کا کلام ہو تو بائیں والا پس اور اعمال معتد بہ تو کیوں نہیں ضبط کئے جاویں گے پس علم الٰہی کے ساتھ اعمال کا دفتر ملائکہ میں منضبط ہونا ثابت ہو گیا) اور (آ گے اصل مقصود تو قیامت وجزاء کے وقوع کو بتلانا ہے مگر اول اس کے مقدمہ کو کہ موت ہے بتلاتے ہیں اور گو اس کا کسی کو انکار نہیں مگر اکثر قیامت کا انکار موت ہی کے ذہول سے ہے پس موت کا نصب العین کر دینا انسان کو فکر اور طلب حق میں واقع کر سکتا ہے جس کے بعد دلائل صحیحہ میں غور کر کے اس کے وقوع کا قائل ہو سکتا ہے پس ارشاد ہے کہ لو ہوشیار ہو جاؤ) موت کی سختی حقیقۃً (قریب) آ پہنچی (یعنی ہر شخص کی موت قریب ہے چنانچہ ظاہر ہے آ گے بطور صنعت التفات کے انسان کو جس کا ذکر لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ میں تھا خطاب ہے کہ) یہ (موت) وہ چیز ہے جس سے تو بدکتا (اور بھاگتا) تھا (فاجر تو بوجہ حب دنیا کے اور غیر فاجر اقتضائے طبعی سے اور اس امر طبعی پر گاہے شوق کا غالب ہو جانا معارض اس کے نہیں کیونکہ مقصود بیان کرنا اثر فی نفسہ کا ہے نہ بالنظر الی العوارض) اور (بعد بیان مقدمہ کے اب وقوع کا بیان ہے جو کہ مقصود تھا یعنی قیامت کے دن دوبارہ) صور پھونکا جائے گا (جس سے سب زندہ ہو جاویں گے) یہی دن ہوگا وعید کا (جس سے لوگوں کو ڈرایا جاتا تھا) اور (وقوع یوم کے بعد اب واقعات کا بیان ہے یعنی اس روز) ہر شخص اس طرح (میدان قیامت میں) آوے گا کہ اس کے ساتھ (دو فرشتے ہوں گے جن میں) ایک (تو میدان قیامت کی طرف) اس کو اپنے ہمراہ لاوے گا اور ایک (اس کے اعمال کا) گواہ ہوگا (حدیث مرفوع میں ہے کہ یہ سائق اور شہید وہی دو فرشتے کاتب حسنات وسیئات ہیں رواہ فی الدر اور اگر حدیث موافق شرائط محدثین کے قوی نہ ہو تو احتمال ہے کہ اور دو فرشتے ہوں جیسا بعض قائل ہوئے ہیں گو اس صورت میں بھی بوجہ موافقت حدیث کے راجح احتمال اول ہی ہوگا اور جب وہ میدان قیامت میں حاضر ہوں گے تو ان میں جو کافر ہوں گے ان سے خطاب ہوگا کہ) تو اس دن سے بے خبر تھا (یعنی اس کا قائل نہ تھا) سو اب ہم نے تجھ پر سے تیرا پردہ (غفلت اور انکار کا) ہٹا دیا (اور قیامت کا معائنہ کرا دیا) سو آج (تو) تیری نگاہ بڑی تیز ہے (کہ کوئی امر مانع ادراک نہیں کاش دنیا میں بھی اس مانع غفلت کو رفع کر دیتا تو تیرے بھلے دن ہوتے) اور (اس کے) بعد فرشتہ (کاتب اعمال) جو اس کے ساتھ رہتا تھا (اور اب بھی ایک قول پر سائق یا شاہد بن کر آیا ہے نامۂ اعمال حاضر کر کے) عرض کرے گا کہ یہ وہ (روزنامچہ) ہے جو میرے پاس تیار ہے۔ **كذا فسر هذا القرين بالملك ابن جريج والقرين الذى يليه بالشيطان رواه فى الدر** چنانچہ اس روزنامچہ کے موافق کافروں کے بارہ میں دو فرشتوں کو خواہ وہ سائق وشہید مذکور ہوں کما قیل یا اور دو (۲) فرشتے ہوں حکم ہوگا کہ) ایسے شخص کو جہنم میں ڈال دو جو کفر کرنے والا ہو اور (حق) سے) ضد رکھتا ہو اور نیک کام سے روکتا ہو اور حد (عبدیت) سے باہر ہو جانے والا ہو اور (دین میں) شبہ پیدا کرنے والا ہو جس نے خدا کے ساتھ دوسرا معبود تجویز کیا ہو سو ایسے شخص کو سخت عذاب میں

ڈال دو (جب کفار کو معلوم ہوگا کہ اب خسارۂ ابدیہ میں پڑنے والے ہیں اس وقت اپنے بچاؤ کے واسطے گمراہ کرنے والوں کے ذمہ الزام رکھیں گے کما قال تعالیٰ: وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ مَوْقُوْفُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضِ ِۨالْقَوْلَ [سبا: ۳۱] چونکہ ان مضلین میں شیاطین بھی ہوں گے اس لئے) وہ شیطان جو اس کے ساتھ رہتا تھا کہے گا کہ اے ہمارے پروردگار میں نے اس کو (جبراً) گمراہ نہیں کیا تھا (جیسا اس کے الزام رکھنے سے مفہوم ہوتا ہے کہ اس کے فعل کو اصلاً دخل نہ ہو) لیکن (بات یہ ہے کہ) یہ خود ہی دور و دراز کی گمراہی میں (باختیار خود) تھا (گو اغواء غیر جبری مجھ سے بھی صادر ہوا اس لئے اس کی گمراہی کا اثر مجھ پر نہ ہونا چاہئے) ارشاد ہوگا کہ میرے سامنے جھگڑے کی باتیں مت کرو (کہ بے سود ہیں) اور میں تو پہلے ہی تمہارے پاس وعید (یں) بھیج چکا تھا (کہ جو کفر کرے گا از خود یا کسی کے اغواء سے اور جو امر بالکفر کرے گا خواہ قسراً یا بلاقسر سب کو جہنم کی سزا علی تفاوت المراتب دوں گا سو) میرے ہاں (وہ) بات (وعید مذکور کی) نہیں بدلی جاوے گی (بلکہ تم سب دوزخ میں جھونکے جاؤ گے) اور میں (اس تجویز میں بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہوں (بلکہ بندوں نے خود ایسے ناشائستہ کام کئے جس کی سزا آج بھگت رہے ہیں)۔ **ف**: کاتبین اعمال کو قَعِيْدٌ جو فرمایا تو ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ بعضے حالات کے اعتبار سے فرمایا کیونکہ اس روایت میں یہ ہے کہ جب یہ شخص بیٹھتا ہے تو وہ فرشتے بیٹھ جاتے ہیں اور جب چلتا ہے تو ایک فرشتہ آگے اور ایک پیچھے ہو جاتا ہے اور جب لیٹتا ہے ایک سرہانے ایک پیروں کی طرف ہوتا ہے کذا فی الدر عن ابن جریج اور پائخانہ وغیرہ کے وقت وہ جدا ہو جاتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو کوئی ایسی پہچان دی ہے جس سے وہ ایسے اعمال کو پہچان لیتے ہیں جو ایسے وقت میں آدمی نے کئے ہوں اور حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اعمال کے ارادہ کو بھی لکھتے ہیں اور کاتب حسنات وسیئات کا سَآئِقٌ وَّشَهِيْدٌ ۝ ہونا جس روایت میں آیا ہے اس میں یہ تفصیل نہیں کہ سائق کون ہوگا اور شہید کون ہوگا۔ عجب نہیں کہ اگر حسنات غالب ہوں تو کاتب حسنات کی شہادت چونکہ زیادہ مناسب ہے اس لئے وہ شہید ہو اور کاتب سیئات سائق اور عکس میں عکس واللہ اعلم۔ اور فرشتہ اور شیطان دونوں کو قرین کہنا باین معنی ہے کہ حدیث مسلم مصرح ہے کہ ہر شخص کے ساتھ دو (۲) قرین ہیں ایک فرشتہ دوسرا شیطان اور یہ بھی حدیث میں ہے کہ فرشتہ نیک باتیں بتلاتا ہے اور شیطان بُری باتیں، اور آیات مذکورہ میں اول کی آیتیں مشترک ہیں مؤمن وکافر کے درمیان میں اور اخیر کی خاص ہیں کافر کے ساتھ اس کے بعد بقیہ حال جہنم کا بیان کر کے ازلفت سے خاص ہیں مؤمن کے ساتھ۔ پس مجموعہ مضمون تفصیل بعد الاجمال ہوگیا۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ مقصود اس سے وسوسہ پر مواخذہ فرمانا نہیں بلکہ بیان ہے قرب علمی کا تو اس سے قرب ذاتی پر جو کہ رب اور عبد میں مشترک ہے استدلال صحیح نہیں۔ قولہ تعالیٰ: مَا يَلْفِظُ...... اس سے حفظ لسان کا امر ہے۔ قولہ تعالیٰ: فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ...... اس سے کفار کے لئے بھی بلا مجاہدہ کشف کا حصول معلوم ہوتا ہے تو ایسی چیز مؤمن کی مطلوب نہ ہونا چاہئے۔

اللغات: حبل الوريد في الصراح رگ گردن وهما وريدان واضافة الحبل اليه بيانية والحبل العرق لكونه شبيها به والوريد ان قالوا عرقان في صفحتي العنق وهما الود جان يقطعان في الذبح والاوردة عروق غير ضوارب كالشرائين للضوارب ويحتمل العموم ۱۲۔ قوله يتلقى من التلقي بمعنى الاخذ عتيد معدمتهياً۔ سكرة شدة۔ تحيد مال يميل ۱۲۔

النحو: قوله توسوس به الباء للصلة ۱۲۔ قوله قعيد اىٔ عن اليمين قعيد وعن الشمال قعيد فحذف من الاول لدلالة الثاني عليه ۱۲۔ قوله هذا في الروح اشارة الى الجنة والتذكير لما ان المشار اليه هو المسمى من غير قصد لفظ يدل عليه فضلا عن تذكيره وتانيثه فانها من احكام اللفظ العربي كما في قوله تعالىٰ فلما راى الشمس بازغة قال هذا ربي۔ قوله غير بعيد حال من الجنة قصد به التاكيد كما تقول عزيز غير ذليل لان العزة تنافي الدال ونفي مضاد الشئ تاكيد اثباته وفيه دفع توهم ان ثم تجوزا او شوبا من الضد ولم يقل غير بعيدة لتاويل الجنة بالبستان۔ قوله لكل اواب هو عندي خبر لمبتدأ مقدر اى هي لكل اواب والجملة تفسير للوعد اى توعدون بهذا الطريق انها لكل الخ۔ قوله ادخلوها مقول ليقال المقدر وهو خبر لمن خشى ۱۲۔

البلاغة: قوله اقرب اليه في الروح اى نعلم به وباحواله لا يخفى علينا شئ من خفياته على انه اطلق السبب واريد المسبب لان القرب من الشئ في العادة سبب العلم به وباحواله او الكلام من باب التمثيل وحبل الوريد مثل في فرط القرب قال ذو الرمة على ما في الكشاف والموت ادنى لي من حبل الوريد والحبل معروف والمراد به هنا العرق لشبهه به واضافته الى الوريد للبيان كشجر الاراك آه ۱۲۔ قوله توعدون صيغة المضارع لاستحضار الصورة الماضية ۱۲۔

يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ ۝۳۰ وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ ۝۳۱ هٰذَا مَا

تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ ﴿۳۲﴾ مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبِ ﴿۳۳﴾ ادْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ذٰلِكَ يَوْمُ
الْخُلُوْدِ ﴿۳۴﴾ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ ﴿۳۵﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَشَدُّ مِنْهُمْ بَطْشًا فَنَقَّبُوْا فِي
الْبِلَادِ هَلْ مِنْ مَّحِيْصٍ ﴿۳۶﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ ﴿۳۷﴾ وَلَقَدْ خَلَقْنَا
السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ﴿۳۸﴾ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ
طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ﴿۳۹﴾ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ ﴿۴۰﴾ وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ ﴿۴۱﴾
يَّوْمَ يَسْمَعُوْنَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوْجِ ﴿۴۲﴾ اِنَّا نَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَاِلَيْنَا الْمَصِيْرُ ﴿۴۳﴾ يَوْمَ تَشَقَّقُ الْاَرْضُ
عَنْهُمْ سِرَاعًا ذٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيْرٌ ﴿۴۴﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ
مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ﴿۴۵﴾

ع ۱۶ / ۱۷

جس دن کے ہم دوزخ سے کہیں گے کہ تو بھر بھی گئی اور وہ کہے گی کہ کچھ اور بھی ہے اور جنت متقیوں کے قریب لائی جائے گی کہ کچھ دُور نہ رہے گی۔ یہ وہ چیز ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا کہ وہ ہر ایسے شخص کے لئے ہے جو رجوع ہونے والا پابندی کرنے والا ہو۔ جو شخص خدا سے بے دیکھے ڈرتا ہوا اور رجوع ہونے والا دل لے کر آئے گا اس جنت میں سلامتی کے ساتھ (داخل ہو جا) یہ دن ہے ہمیشہ رہنے کا۔ ان کو بہشت میں سب کچھ ملے گا جو چاہیں گے اور ہمارے پاس بھی زیادہ نعمت ہے اور ہم ان (اہل مکہ) سے پہلے بہت سی امتوں کو ہلاک کر چکے ہیں جو قوت میں ان سے (کہیں) زیادہ تھے اور تمام شہروں کو چھانتے پھرتے تھے (لیکن جب ہمارا عذاب نازل ہوا تو ان کو) کہیں بھاگنے کی جگہ بھی نہ ملی۔ اس میں ایک شخص کے لئے بڑی عبرت ہے۔ جس کے پاس فہیم دل ہو۔ یا وہ کم از کم (دل سے) متوجہ ہو کر (بات کی طرف) کان ہی لگا دیتا ہو اور ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ ان کی درمیان میں ہے ان سب کو چھ دن میں پیدا کیا اور ہم کو تکان نے چھوا تک نہیں۔ سو ان کی باتوں پر صبر کیجئے اور اپنے رب کی تحمید و تسبیح کرتے رہئے (اس میں نماز بھی داخل ہے) آفتاب نکلنے سے پہلے (مثلاً صبح کی نماز) اور چھپنے سے پہلے (مثلاً ظہر و عصر) اور رات میں بھی اس کی تسبیح کیا کیجئے۔ (اس میں مغرب اور عشا آ گئی) اور (فرض) نمازوں کے بعد بھی اور سن رکھو کہ جس دن ایک پکارنے والا پاس ہی سے پکارے گا جس روز اس چیخنے کو بالیقین سب سن لیں گے یہ دن ہوگا (قبروں سے) نکلنے کا۔ ہم ہی (اب بھی) زندہ کرتے ہیں اور ہم ہی مارتے ہیں اور ہماری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے۔ جس دن زمین ان (مردوں) پر سے کھل جائے گی جبکہ وہ دوڑتے ہوں گے یہ ہمارے نزدیک ایک آسان (جمع کر لینا) ہے تو جو کچھ یہ لوگ کہہ رہے ہیں ہم خوب جانتے ہیں اور آپ ان پر (منجانب اللہ) جبر کرنے والے (کر کے) نہیں (بھیجے گئے) ہیں تو آپ قرآن کی ذریعے سے ایسے شخص کو نصیحت کرتے رہئے جو میرے وعید سے ڈرتا ہے۔

تفسیر تتمۂ سابق: يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ (الی قولہ تعالی) لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ ﴿۳۵﴾ (یہاں سے بقیہ واقعات کا بیان ہے کہ وہ دن لوگوں کو یاد دلایئے) جس دن کہ ہم دوزخ سے (بعد اس کے کہ کفار کو اس میں داخل کر چکیں گے) کہیں گے کہ تو بھر گئی اور وہ کہے گی کہ کچھ اور بھی ہے (یہ پوچھنا شاید تہویل کفار کے لئے ہو کہ جواب سن کر ان کے دل میں دوزخ کی اور ہول پیدا ہو جاوے کہ ہم کیسے غضب کے ٹھکانے پہنچے ہیں اور اس جواب کے بعد حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ اس پر اپنا قدم رکھ دیں گے اور وہ دب جائے گی اور سمٹ جاوے گی اور عرض کرے گی کہ بس بس بھر گئی۔ رواہ الشیخان وغیرھما اور یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے: لاملئن جهنم من الجنة والناس اور یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ پُر نہ ہوگی۔ جواب یہ ہے کہ لاملأن عام ہے ابتداء اور انتہاء کو پس انتہاءً بھر جانے پر بھی لاملأن صادق ہے اگر کہا جاوے کہ یہ پُر ہونا تو من القدم ہوا من الجنة والناس نہ ہوا۔ جواب یہ ہے کہ قدم کا محض تصرف ہو جاوے گا باقی پُر ہونا جن اور انس ہی سے ہوگا۔ محسوسات میں اس کی یہ مثال ہو سکتی ہے جیسے مثلاً کوئی ظرف گیلی مٹی کا بنایا جاوے اور اس میں کنکر وغیرہ اس طرح بھرے جاویں کہ وہ اوچھا رہے پھر کوئی شخص اس کو ہاتھ سے یا پاؤں سے دبا دیوے کہ وہ چاروں طرف سے دب دبا کر اندر سے اتنا رہ جاوے کہ وہ کنکر اس کے منہ تک آ جاویں اور قدم کے معنی متشابہات میں سے ہیں اور اس سوال و جواب ہونے میں کوئی استبعاد نہیں یہ تو جہنم کا بیان ہوا) اور (جنت کا بیان یہ ہے کہ وہ) جنت متقیوں کے قریب لائی جاوے گی کہ کچھ دور نہ رہے گی (اور متقیوں سے کہا جاوے گا کہ) یہ وہ چیز ہے جس کا تم سے (بایں عنوان وعدہ کیا جاتا تھا کہ وہ ہر ایسے شخص کے لئے ہے جو (خدا کی طرف دل سے) رجوع ہونے والا (اور رجوع ہو کر اعمال و طاعات کی) پابندی کرنے والا ہو

(غرض یہ کہ) جو شخص خدا سے بے دیکھے ڈرتا ہوگا اور (اللہ کے پاس) رجوع ہونے والا دل لے کر آوے گا (اُن کو حکم ہوگا کہ) اس جنت میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ یہ دن ہے ہمیشہ رہنے (کے لئے حکم ہونے) کا ان کو بہشت میں سب کچھ ملے گا جو جو چاہیں گے اور ہمارے پاس (اُن کی چاہی ہوئی چیزوں سے) اور بھی زیادہ (نعمت) ہے (کہ وہاں تک جنتی کا ذہن بھی نہ پہنچے گا کما قال تعالیٰ: فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ [السجدة: ١٧] وقال عليه السلام ما لا عين رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علي قلب بشر اُن میں سے ایک تجلی باری تعالیٰ ہے کذا فی الدر عن انس اور بعض حوریں ہوں گی کہ وہ کہیں گی انا من المريد رواہ فی الدر مرفوعا اور گو اجمالاً تجلی اور حور کا علم مؤمنین کو ہے مگر ان کی جو خواہش علم تفصیلی پر موقوف ہے علم تفصیلی نہ ہونے کی وجہ سے وہ مشیت بھی منفی ہوگی لہٰذا اس کا مزید علی ما یشاء ؤن ہونا صحیح ہوا)۔

ف: ازلاف جنت کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں یا تو اس کی جگہ منتقل کر کے میدان قیامت میں لے آویں اور اللہ کو سب قدرت ہے تو اس صورت میں ادخلوها فرمانا با ایں معنی نہیں کہ ابھی چلے جاؤ بلکہ بشارت اور وعدہ ہے کہ تم بعد حساب و کتاب وغیرہ کے اس میں جانا اور دوسری یہ صورت ہو سکتی ہے کہ بعد فراغ حساب وغیرہ کے ان لوگوں کو جنت کے قریب پہنچا کر باہر ہی سے کہا جاوے گا کہ هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ پھر اور قریب کر کے کہا جاوے گا: اُدْخُلُوْهَا......۔

ربط: اوپر قیامت کے وقوع اور واقعات کا ذکر تھا جس میں کفار کی عقوبت بھی مذکور تھی اور وقوع قیامت کا موقوف ہے اس کے امکان پر اور واقعہ عقوبت موقوف ہے مبغوضیت کفر پر۔ کفار دونوں کے منکر تھے اس لئے آگے اثبات مبغوضیت کے لئے کفار سابقین کا مہلک بالعذاب ہونا آیت وَكَمْ اَهْلَكْنَا...... میں اور قیامت کا امکان اور داخل تحت القدرت ہونا آیت: وَلَقَدْ خَلَقْنَا...... میں اور باوجود اس کے ان لوگوں کا انکار چونکہ مورث حزن تھا اس لئے آیت فَاصْبِرْ...... میں آپ کا تسلیہ ارشاد ہے اور ہر چند کہ امکان اوپر بھی افلم ينظروا الخ میں مذکور ہوا ہے مگر چونکہ اس میں شغب زیادہ تھا اس لئے اس کا مؤکد کرنا مناسب مقام ہوا۔

اثبات مبغوضیت کفر بذکر اہلاک کفار:

وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ (الى قوله تعالى) اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيْدٌ ۔

امکان بعث مکرر: وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ۖ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ۔

تسلیہ: فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ (الى قوله تعالى) وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ اور ہم ان (اہل مکہ) سے پہلے بہت سی اُمتوں کو (اُن کی کفر کی شامت سے) ہلاک کر چکے ہیں جو قوت میں ان سے (کہیں) زیادہ تھے اور (دنیا کا سامان بڑھانے کے لئے) تمام شہروں کو چھانتے پھرتے تھے (یعنی قوت کے ساتھ اسباب معیشت میں بھی بڑی ترقی کی تھی لیکن جب ہمارا عذاب نازل ہوا تو ان کو) کہیں بھاگنے کی جگہ بھی نہ ملی (یعنی کسی طرح بچ نہ سکے) اس (واقعہ اہلاک) میں اس شخص کے لئے بڑی عبرت ہے جس کے پاس (فہیم) دل ہو یا (اگر فہم زیادہ نہ ہو تو کم از کم یہی ہو کہ) وہ (دل سے) متوجہ ہو کر (بات کی طرف) کان ہی لگا دیتا ہو (اور سن کر (اجمالاً حقانیت کا معتقد ہو کر اتباعاً لاہل الفہم اس بات کو قبول کر لیتا ہو اور حاصل اس عبرت کا یہ ہے کہ اہلاک سے کفر کی مبغوضیت عنداللہ معلوم ہوگئی پس انکار مجازات بنا برعدم مبغوضیت کفر تو باطل ٹھہرا) اور (اگر انکار مجازات بنا برعدم مقدوریت بعث ہے تو وہ اس لئے باطل ہے کہ ہماری ایسی قدرت ہے کہ) ہم نے آسمانوں کو اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان میں ہے اس سب کو چھ دن (کے مقدار کے موافق زمانہ) میں پیدا کیا اور ہم کو تکان نے چھوا تک نہیں (پھر آدمی کا دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے وہذا کقولہ تعالیٰ فی الاحقاف: اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِيَ الْمَوْتٰى ۭ [الأحقاف: ٣٣] اور باوجود ان قاطع شبہات جوابوں کے یہ لوگ جو پھر انکار ہی پر اڑے ہیں) سو ان کی باتوں پر صبر کیجئے (یعنی رنج نہ کیجئے) اور (چونکہ بدوں اس کے کہ کسی طرف دل کو مشغول کیا جاوے وہ غم کی بات دل سے نہیں نکلتی اور بار بار یاد آ کر دل کو محزون کرتی ہے اس لئے ارشاد فرماتے ہیں کہ) اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرتے رہئے (اس میں نماز بھی داخل ہے) آفتاب نکلنے سے پہلے (مثلاً صبح کی نماز) اور (اس کے) چھپنے سے پہلے (مثلاً ظہر و عصر) اور رات میں بھی اس کی تسبیح (وتحمید) کیا کیجئے (اس میں مغرب اور عشاء آ گئی) اور (فرض) نمازوں کے بعد بھی (اس میں نوافل و اوراد آ گئے حاصل یہ ہوا کہ ذکر اللہ میں اور اس کی فکر میں لگے رہئے تاکہ ان کے اقوال کفریہ کی طرف توجہ نہ ہو)۔ **ربط:** اوپر امکان کا مکرر بیان تھا آگے قیامت کے وقوع کا تاکید کے لئے مکرر ذکر ہے کیونکہ اس سے پہلے و نفخ میں بیان ہو چکا تھا اور اس کے بعد پھر مکرر تسلیہ ہے اور تسلیہ پر سورت ختم ہے۔

وقوع قیامت مکرر: وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ (الى قوله تعالى) فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ۔

اور (اے مخاطب اس اگلی بات کو توجہ سے) سن رکھ کہ جس دن ایک پکارنے والا (فرشتہ یعنی اسرافیل علیہ السلام بذریعہ نفخ صور مُردوں کو قبروں سے نکلنے کے لئے) پاس ہی سے پکارے گا (پاس کا مطلب یہ ہے کہ وہ آواز سب کو بے تکلف پہنچے گی اور جیسے اکثر دور کی آواز کسی کو پہنچتی ہے کسی کو نہیں پہنچتی ایسا نہ ہوگا) جس

روز اس چیخنے کو بالیقین سب سن لیں گے یہ دن ہوگا (قبروں سے) نکلنے کا ہم ہی (اب بھی) جلاتے ہیں اور ہم ہی مارتے ہیں اور ہماری طرف پھر لوٹ کر آنا ہے (اس میں بھی اشارہ کر دیا قدرت علی الاحیاء کی طرف) جس روز زمین اُن (مردوں) پر سے کھل جاوے گی جب کہ وہ (نکل کر میدان قیامت کی طرف دوڑتے ہوں گے یہ (جمع کر لینا) ہمارے نزدیک ایک آسان جمع کر لینا ہے (غرض مکرر در مکرر قیامت کا امکان اور وقوع سب ثابت ہو چکا مگر اس پر بھی جو لوگ نہ مانیں تو آپ غم نہ کیجئے کیونکہ) جو کچھ یہ لوگ (قیامت وغیرہ کے بارہ میں) کہہ رہے ہیں ہم خوب جانتے ہیں (ہم خود سمجھ لیں گے) اور آپ ان پر (منجانب اللہ) جبر کرنے والے (کر کے) نہیں (بھیجے گئے) ہیں (بلکہ صرف منذر اور مبلغ ہیں جب یہ بات ہے) تو آپ قرآن کے ذریعہ سے (عام تذکیر سے سب کو اور خاص تذکیر نافع سے صرف) ایسے شخص کو نصیحت کرتے رہئے جو میری وعید سے ڈرتا ہو (اس مفعول کی تقیید سے اشارہ ہو گیا کہ آپ گو تذکیر عام کرتے ہیں جیسا مشاہدہ ہے لیکن پھر بھی من یخاف وعید کوئی کوئی ہوتا ہے پس ثابت ہوا کہ یہ آپ کے اختیار میں نہیں جب آپ کے اختیار میں نہیں پھر بے اختیار بات کی فکر کیا)۔ **ف**: الحمدللہ کہ سورۃ ق کی تفسیر ختم ہوئی آگے ان شاء اللہ تعالیٰ سورۃ ذاریات آتی ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: فِیْ ذٰلِكَ ...... اس میں کلام شیخ کے نافع ہونے کے شرائط ہیں۔ قولہ تعالیٰ: فَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ ...... اس میں صاف دلالت ہے کہ شدائد میں تسلیہ کا قوی ذریعہ توجہ الی اللہ ہے۔

الروایات: فی الدر نزول قوله تعالٰی وما مسنا من لغوب لرد علی الیهود القائلین فی شانه تعالٰی ثم استراح (ای بعد خلقه السمٰوٰت والارض واستوائه علی العرش) کما فی لباب النقول عن الحاکم مع تصحیحه اقول ولا بعد فی قصد امرین بواحد والمعنی ایها المشرکون ما مسنا من لغوب وان تغوه به جهلة اهل الکتاب ۱۲۔

اللغات: بطشا ای قوة او اخذًا شدیدا۔ قوله نقبوا التنقیب التنقیر والبحث عن احوال الشئ والمراد التعرف ۱۲۔ السجود الصلوٰة اطلاقا للجزء علی الکل ادبار جمع دبر بمعنی عقب ۱۲۔

النحو: من اللّیل مفعول لفعل المحذوف یفسره فسبحه باعتبار الاتحاد والعطف للتغایر الشخصی قوله واستمع ومفعوله محذوف ای لما ساخبرك عنه وبین ذلك بقوله تعالی یوم یناد قوله یوم یناد انتصب یوم بمادل علیه ذلك یوم الخروج ای یخرجون من القبور یوم ینادِ یوم یسمعون بدل من یوم ینادِ۔ ۱۲ ۱۲۔ یوم تشقق بدل بعد بدل من یوم ینادِ۔

سُوْرَةُ الذّٰرِيٰتِ

سُوْرَةُ الذّٰرِيٰتِ ۵۱ مَكِّيَّةٌ ۶۷ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ۶۰ — رُكُوْعَاتُهَا ۳

سورۃ الذاریات مکہ میں نازل ہوئی — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اس میں ۶۰ آیات اور ۳ رکوع ہیں

وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا ۙ﴿۱﴾ فَالْحٰمِلٰتِ وِقْرًا ۙ﴿۲﴾ فَالْجٰرِيٰتِ يُسْرًا ۙ﴿۳﴾ فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا ۙ﴿۴﴾ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ ۙ﴿۵﴾ وَّاِنَّ الدِّيْنَ لَوَاقِعٌ ؕ﴿۶﴾ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْحُبُكِ ۙ﴿۷﴾ اِنَّكُمْ لَفِيْ قَوْلٍ مُّخْتَلِفٍ ۙ﴿۸﴾ يُّؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اُفِكَ ؕ﴿۹﴾ قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ ۙ﴿۱۰﴾ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ غَمْرَةٍ سَاهُوْنَ ۙ﴿۱۱﴾ يَسْـَٔلُوْنَ اَيَّانَ يَوْمُ الدِّيْنِ ؕ﴿۱۲﴾ يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ ﴿۱۳﴾ ذُوْقُوْا فِتْنَتَكُمْ ؕ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۱۴﴾ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۙ﴿۱۵﴾ اٰخِذِيْنَ مَاۤ اٰتٰىهُمْ رَبُّهُمْ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ ؕ﴿۱۶﴾ كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَفِيْۤ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ﴿۱۹﴾ وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ۙ﴿۲۰﴾ وَفِيْۤ اَنْفُسِكُمْ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ ﴿۲۲﴾ فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَاۤ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ ﴿۲۳﴾

ع ۱ ۲۳ ۱۸

قسم ہے ان ہواؤں کی جو غبار وغیرہ کو اڑاتی ہوں پھر ان بادلوں کی جو بوجھ (یعنی بارش) کو اُٹھاتے ہیں پھر ان کشتیوں کی جو نرمی سے چلتی ہیں پھر ان فرشتوں کی جو حکم کے موافق اہل ارض میں چیزیں تقسیم کرتے ہیں۔ جس قیامت کا وعدہ کیا جاتا ہے وہ بالکل سچ ہے اور (اعمال کی) جزا (وسزا) ضرور ہونے والی ہے۔ قسم ہے آسمان کی جس میں (فرشتوں کے چلنے کے) راستے ہیں کہ تم (یعنی سب) لوگ (قیامت کے بارے میں) مختلف گفتگو میں ہو اس سے وہی پھرتا ہے جس کو پھرنا ہوتا ہے۔ غارت ہو جائیں بے سند باتیں کرنے والے۔ جو جہالت میں بھولے ہیں پوچھتے ہیں کہ روز جزا کب ہوگا جس دن وہ لوگ آگ پر رکھے جائیں گے (اور کہا جائے گا کہ) اپنی اس سزا کا مزہ چکھو یہی ہے جس کی تم جلدی مچایا کرتے تھے۔ بے شک متقی لوگ بہشتوں میں اور چشموں میں ہوں گے (اور) ان کے رب نے ان کو (جو ثواب) عطا کیا ہوگا وہ اس کو (خوشی خوشی) لے رہے ہوں گے (کیوں نہ ہو) وہ لوگ اس کے قبل دنیا میں نیکوکار تھے۔ وہ لوگ رات کو بہت کم سوتے تھے اور آخر شب میں استغفار کیا کرتے تھے اور ان کے مال میں سوالی اور غیر سوالی کا حق تھا اور یقین لانے والوں کے لئے زمین میں بہت سی نشانیاں ہیں اور خود تمہاری ذات میں اور کیا تم کو دکھائی نہیں دیتا اور تمہارا رزق اور جو تم سے (قیامت کے متعلق) وعدہ کیا جاتا ہے (ان) سب (کا معین وقت) آسمان میں ہے تو قسم ہے آسمان اور زمین کے پروردگار کی کہ وہ برحق ہے جیسا کہ تم باتیں کر رہے ہو۔

سورة والذّٰريٰت مكية وآيها ستون كذا فى البيضاوى

تفسیر لمط: اوپر کی سورت میں معاد کا ذکر تھا اس سورت کا زیادہ حصہ بھی اسی مضمون میں ہے چنانچہ شروع بھی اسی سے ہوئی ہے۔

تحقیق معاد و ذم منکرین و جزائے فریقین:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ وَالذّٰرِيٰتِ ذَرْوًا ﴿۱﴾ (الى قوله تعالى) اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَاۤ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ ﴿۲۳﴾ قسم ہے ان ہواؤں کی جو غبار وغیرہ کو اُڑاتی ہیں پھر ان

بادلوں کی جو بوجھ (یعنی بارش کو) اُٹھاتے ہیں پھران کشتیوں کی جو نرمی سے چلتی ہیں پھران فرشتوں کی جو (حکم کے موافق اہل ارض میں) چیزیں تقسیم کرتے ہیں (مثلاً جہاں جس قدر بارش کا حکم ہوتا ہے جو مادہ ہے رزق کا وہاں بادلوں کے ذریعہ سے اسی قدر پہنچاتے ہیں اسی طرح حسب حدیث رحم میں جنین کی صورت مذکر ومؤنث پوچھ کر بناتے ہیں اور سکینہ اور رعب بھی تقسیم کرتے ہیں آگے قسموں کا جواب ہے کہ) تم سے جس (قیامت) کا وعدہ کیا جاتا ہے وہ بالکل سچ ہے اور (اعمال کی) جزا (وسزا) ضرور ہونے والی ہے (ان قسموں میں اشارہ ہے استدلال کی طرف یعنی یہ سب تصرفات عجیبہ قدرت الٰہیہ سے ہونا دلیل ہے عظمت قدرت کی پھر ایسے عظیم القدرت کو قیامت کا واقع کرنا کیا مشکل ہے اور تفسیر ان کلمات مقسم بہا کی دُر منثور میں حدیث مرفوع سے اسی طرح نقل کی ہے اور تخصیص ان کی شاید اس لئے ہو کہ اس میں اشارہ ہوگیا مخلوق کی اصناف مختلفہ کی طرف چنانچہ ملائکہ سماویات میں سے ہیں اور ریاح وسفن ارضیات میں سے اور سحاب کائنات جو میں سے اور ارضیات میں دو چیزیں کہ ایک مبصر ہے ایک غیر مبصر شاید اس لئے آئی ہوں کہ ارضیات سے زیادہ تلبس رہتا ہے اور تو جیہ قسم بالخلوق کی شروع سورۂ صافات میں گزری ہے آگے اسی قیامت کے متعلق ایک مضمون پر خود سماء کی قسم ہے جیسے اوپر سماویات کی تھی یعنی) قسم ہے آسمان کی جس میں (فرشتوں کے چلنے کے) رستے ہیں (کقولہ تعالیٰ :وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ [المؤمنون : ١٧] آگے جواب قسم ہے) کہ تم (یعنی سب) لوگ (قیامت کے بارہ میں) مختلف گفتگو میں ہو (کوئی تصدیق کرتا ہے کوئی تکذیب کرتا ہے **وھذا کقولہ تعالیٰ** :عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ [النباء : ٢ ـ ٣] **الذی فسرہ قتادۃ کما فی الدر** بقولہ مصدق بہ ومکذب اور آسمان کی قسم سے شاید اس طرف اشارہ ہو کہ جنت آسمان میں ہے اور آسمان میں راستہ بھی ہے مگر جو حق میں اختلاف کرے گا اس کے لئے راہ بند ہو جاوے گی۔ اور ان اختلاف والوں میں) اس (وقوع قیامت وجزاء کے اعتقاد) سے وہی پھرتا ہے جس کو (بالکلیہ خیر وسعادت ہی سے) پھرنا ہوتا ہے (**ھذا کما فی الحدیث من حرمہ فقد حرم الخیر کلہ رواہ ابن ماجۃ** اور اختلاف والوں کے دوسرے فریق کا حال اسی کے مقابلہ سے معلوم ہوگیا کہ وہ خیر وسعادت سے پھرے ہوئے نہیں اب آگے ان پھرنے والوں کی مذمت ہے کہ) غارت ہو جائیں بے سند باتیں کرنے والے (یعنی جو قیامت کا انکار کرتے ہیں بلا اس کے کہ ان کے پاس کوئی اس کی دلیل ہو) جو کہ جہالت میں بھولے ہوئے ہیں (بھولنے سے مراد اختیاری غفلت ہے اور وہ لوگ بطور استہزاء واستعجال کے) پوچھتے ہیں کہ روز جزا کب ہوگا (آگے جواب ہے کہ وہ اس دن ہوگا) جس دن (کہ) وہ لوگ آگ پر تپائے جائیں گے (اور کہا جاوے گا کہ) اپنی اس سزا کا مزہ چکھو یہی ہے جس کی تم جلدی مچایا کرتے تھے (یہ جواب يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ اس طرز کا ہے جیسے کسی مجرم کے لئے پھانسی کا حکم ہو جاوے مگر وہ احمق باوجود قیام براہین کے محض اس وجہ سے کہ اس کو تاریخ نہیں بتلائی گئی تکذیب ہی کئے اور کہے جاوے کہ اچھا وہ دن کب آوے گا چونکہ یہ سوال محض تعنت کی راہ سے ہے اس لئے جواب میں بجائے تاریخ بتلانے کے یہ کہنا نہایت مناسب ہوگا کہ وہ دن اس وقت آئے گا جب تم پھانسی پر لٹکا دیئے جاؤ گے آگے دوسرے فریق یعنی غیر مافوک کے ثواب کا ذکر ہے کہ) بے شک متقی لوگ بہشتوں میں اور چشموں میں ہوں گے (اور) ان کے رب نے ان کو جو (ثواب) عطا کیا ہوگا وہ اس کو (خوشی خوشی) لے رہے ہوں گے (اور کیوں نہ ہو) وہ لوگ اس کے قبل (یعنی دنیا میں) نکوکار تھے (پس حسب وعدہ : هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ [الرحمن : ٦٠] کے ان کے ساتھ یہ معاملہ کیا گیا آگے ان کی نکو کاری کی قدرے تفصیل ہے کہ) وہ لوگ (فرائض وواجبات سے ترقی کر کے نوافل وتطوعات کے ایسے التزام کرنے والے تھے کہ) رات کو بہت کم سوتے تھے (یعنی زیادہ حصہ رات کا عبادت میں صرف کرتے تھے) اور (پھر باوجود اس کے اپنی عبادت پر نظر نہ کرتے تھے بلکہ) اخیر شب میں اپنے کو عبادت میں کوتاہی کرنے والا سمجھ کر) استغفار کیا کرتے تھے (یہ تو عبادت بدنیہ میں ان کی حالت تھی) اور (عبادت مالیہ کی یہ کیفیت تھی کہ) ان کے مال میں سوالی اور غیر سوالی (سب کا) حق تھا (یعنی ایسے التزام سے دیتے تھے جیسے ان کے ذمہ ان کا کچھ آتا ہو مراد اس سے غیر زکوٰۃ ہے **ھکذا فی الدر عن ابن عباس ومجاھد وابراھیم** اور یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ نوافل جنات وعیون کا موقوف علیہ ہیں بلکہ یہاں اہل درجات عالیہ کا ذکر فرمایا گیا ہے) اور (چونکہ کفار قیامت کی صحت کا انکار کرتے تھے اسی لئے آگے اس کی دلیل کی طرف اشارہ ہے کہ) یقین لانے (کی کوشش اور طلب کرنے) والوں کے لئے (قیامت کی مقدوریت پر) زمین (کی کائنات میں) بہت نشانیاں (اور دلیلیں) ہیں اور خود تمہاری ذات میں بھی (یعنی تمہارے ظاہری وباطنی احوال مختلفہ بھی دلائل امکان ہیں کیونکہ امور آفاقیہ وانفسیہ بالیقین داخل تحت القدرت ہیں اور قدرت ذاتیہ کی نسبت تمام ممکنات کے ساتھ یکساں ہے اور بوجہ انتفائے دلیل امتناع کے قیامت بھی ممکنات سے ہے پس وہ بھی مقدور ہے اور چونکہ ان دلائل کی دلالت بہت واضح تھی اس لئے توبیخاً فرماتے ہیں کہ جب ایسے دلائل موجود ہیں) تو کیا تم کو (مطلوب پھر بھی) دکھلائی نہیں دیتا اور (رہا تعین وقت وقوع جس کے عدم سے استدلال عدم وقوع پر کرتے تھے سو اس کی نسبت یہ ہے کہ) تمہارا رزق اور جو تم سے (قیامت کے متعلق) وعدہ کیا جاتا ہے (ان) سب (کا معین وقت) آسمان میں (جو لوح محفوظ ہے اس میں) درج ہے (زمین پر اس کا یقینی علم کسی مصلحت سے نازل نہیں کیا گیا چنانچہ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ [لقمن : ٣٤] میں بھی نہیں بتلایا گیا ہے اور مشاہد بھی ہے کہ یقینی تعیین کسی کو نہیں معلوم لیکن جب باوجود تعیین وقت کا علم نہ ہونے کے

رزق کا وجود یقینی ہے پھر اس عدم تعیین سے قیامت کا عدم کیسے لازم آ گیا اور اسی استدلال کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ما توعدون کے ساتھ کہ مقصود مقام ہے رزقکم کہ غیر مقصود ہے بڑھا دیا آگے اس پر تفریع فرماتے ہیں کہ جب نفی کی کوئی دلیل نہیں اور اثبات کی دلیل ہے) تو قسم ہے آسمان اور زمین کے پروردگار کی کہ وہ (روز جزا) برحق ہے (اور ایسا یقینی) جیسا تم باتیں کررہے ہو (اور کبھی اس میں شک نہیں ہوتا اسی طرح اس کو یقینی سمجھو)۔ **ف**: بعض روایات مذکورہ درمنثور میں كَانُوْا قَلِيْلًا ...... کی تفسیر آئی ہے :لا ینامون حتی یصلوا العتمة اور کانوا لا ینامون اللیل کلہ پس قلیل مقابل کثیر کے نہ ہوگا بلکہ بمعنی بعض کے مقابل جمیع کا ہوگا یعنی ساری رات نہیں سوتے جیسے اکثر کفار سوتے تھے بلکہ عشاء بھی پڑھتے ہیں پس اس تفسیر پر تہجد مراد نہ ہوگا واللہ اعلم۔ اور قیامت کے وقوع کو جو اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ کے ساتھ تشبیہ دی گئی اس میں علاوہ محاورہ کے ایک نکتہ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس میں اشارہ ہے قیامت کی ایک نظیر کی طرف کہ زبان مشابہ زمین کے ہے اس سے ایک حرف کا پیدا ہونا مشابہ آدمی کی خلقت ابتدائیہ کے ہے اور اس حرف کا منقضی ہونا مشابہ موت انسان کے ہے اور پھر اس حرف کا دوبارہ پیدا ہو جانا مشابہ اعادۂ قیامت کے ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ :كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ ...... اس میں اہل اللہ کے بعض اعمال کا ذکر ہے۔ قولہ تعالیٰ :وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ...... اس کا فی الارض پر عطف کرنا جو ظاہراً اس سے مغنی ہے کیونکہ یہ بھی فی الارض میں داخل ہے اس معطوف کے تمائز واستقلال فی ہذا الوصف پر دال ہے اور سبب اس کا انسان کا بوجہ جامعیت لمافی الارض کے عالم اصغر ہونا ہے اور اسی عطف سے معلوم ہوا کہ جہلا صوفیہ کا اس سے تجلی حق پر استدلال کرنا باطل ہے۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله** :في يوفك عنه بالكلية الخ دل عليه حذف المتعلق وهذا من المواهب ۱۲۔ ۲ **قوله** في اخذين خوشی خوشی في الروح واعتبار الرضا لان الاخذ قبول عن قصد ۱۲۔

اللغات: الحبك جمع حبيكة كالطريقة والطرق وزناً ومعنى قوله يفتنون اصل الفتن اذابة الجوهر ليظهر غشه ثم استعمل في الاحراق والتعذيب ونحو ذلك ويوم نصب على الظرفية لمحذوف دل عليه وقوع الكلام جوابا للسوال اى يقع يوم الخ۔ المحروم المتعفف الذى يحسبه الجاهل غنيا فيحرم الصدقة من اكثر الناس۔

النحو: ذروا مفعول مطلق ووقرا مفعول به ويسرا صفة بجريا المقدر بحذف المضاف اى جريا ذا يسر وامرا مفعول به والمراد الجنس الشامل للامور قوله يوفك عنه اى عن اعتقاد الدين ۱۲۔ قوله كانوا قليلا ما زائدة وقليلا ظرف منتصب بيهجعون اى كانوا يهجعون فى طائفة قليلة من الليل قوله فى السماء اى مقدر فى السماء قوله مثل ما انكم حال من المستكن فى الحق وهو لا يتعرف بالاضافة لتوغله فى التنكير او على الوصف لمصدر محذوف اى انه حق حقا مثل نطقكم۔

البلاغۃ: قوله ايان يوم الدين اى متى وقوع يوم لجزاء وقدر الوقوع ليكون السوال عن الحدث كما هو معروف فى ايان ولا ضير فى جعل الزمان زمانيا فان اليوم لما جعل موعودا ومنتظرا فى نحو قوله تعالىٰ فارتقب يوم تاتى السماء صار ملحقا بالزمانيات وكذلك كل يوم له شان مثل يوم العيد والنيروز وهذا جاء فى عرف العرب والعجم كذ فى الروح ۱۲۔ قوله مثل ما انكم فى الروح وهذا كقول الناس ان هذا لحق كما انك ترى وتسمع آه۔

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ ﴿۲۴﴾ اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ۭ قَالَ سَلٰمٌ ۚ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿۲۵﴾ فَرَاغَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ فَجَاۗءَ بِعِجْلٍ سَمِيْنٍ ﴿۲۶﴾ فَقَرَّبَهٗٓ اِلَيْهِمْ قَالَ اَلَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۲۷﴾ فَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ۭ قَالُوْا لَا تَخَفْ ۭ وَبَشَّرُوْهُ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ﴿۲۸﴾ فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِيْ صَرَّةٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَقَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِيْمٌ ﴿۲۹﴾ قَالُوْا كَذٰلِكِ ۙ قَالَ رَبُّكِ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۰﴾ قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۳۱﴾ قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ﴿۳۲﴾ لِنُرْسِلَ عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ طِيْنٍ ﴿۳۳﴾ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُسْرِفِيْنَ ﴿۳۴﴾ فَاَخْرَجْنَا مَنْ كَانَ فِيْهَا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۳۵﴾ فَمَا وَجَدْنَا فِيْهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۳۶﴾ وَتَرَكْنَا فِيْهَآ اٰيَةً لِّلَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۳۷﴾ وَفِيْ مُوْسٰٓى اِذْ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰى فِرْعَوْنَ

وقف لازم

الجزء ۲۷

بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۸﴾ فَتَوَلّٰى بِرُكْنِهٖ وَقَالَ سٰحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ﴿۳۹﴾ فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِى الْيَمِّ وَهُوَ مُلِيْمٌ ﴿۴۰﴾ وَفِىْ عَادٍ اِذْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الرِّيْحَ الْعَقِيْمَ ﴿۴۱﴾ مَا تَذَرُ مِنْ شَىْءٍ اَتَتْ عَلَيْهِ اِلَّا جَعَلَتْهُ كَالرَّمِيْمِ ﴿۴۲﴾ وَفِىْ ثَمُوْدَ اِذْ قِيْلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوْا حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۴۳﴾ فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ﴿۴۴﴾ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِيَامٍ وَّمَا كَانُوْا مُنْتَصِرِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۴۶﴾ ع ۲

کیا ابراہیم کے معزز مہمانوں کی حکایت آپ تک پہنچی ہے (اور یہ قصہ اس وقت میں) تھا جب کہ وہ (مہمان) ان کے پاس آئے پھر ان کو سلام کیا۔ ابراہیم نے بھی (جواب میں) کہا سلام (اور کہنے لگے کہ) انجان لوگ (معلوم ہوتے) ہیں۔ پھر اپنے گھر کی طرف چلے اور ایک فربہ بچھڑا (تلا ہوا) لائے اور اس کو ان کے پاس (یعنی سامنے لاکر) رکھا۔ کہنے لگے کہ آپ لوگ کھاتے کیوں نہیں۔ تو ان سے دل میں خوف زدہ ہوئے انہوں نے کہا کہ تم ڈرومت اور ان کو ایک فرزند کی بشارت دی جو بڑا عالم ہوگا۔ اتنے میں ان کی بی بی بولتی پکارتی آئیں پھر ماتھے پر ہاتھ مارا اور کہنے لگیں کہ (اول تو) بڑھیا (پھر) بانجھ فرشتے کہنے لگے کہ تمہارے پروردگار نے ایسا ہی فرمایا ہے۔ کچھ شک نہیں کہ وہ بڑا حکمت والا بڑا جاننے والا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کہنے لگے (کہ) اچھا تو (یہ بتلاؤ کہ) تم کو بڑی مہم کیا درپیش ہے اے فرشتو۔ فرشتوں نے کہا کہ ہم ایک مجرم قوم (یعنی قوم لوط) کی طرف بھیجے گئے ہیں تا کہ ان پر کنکر کے پتھر برسائیں جن پر آپ کے رب کے ہاں (یعنی عالم غیب میں) خاص نشانیاں بھی ہیں حد سے گزرنے والوں کے لئے اور ہم نے جتنے ایماندار تھے وہاں سے نکال کر ان کو علیحدہ کر دیا سو بجز مسلمانوں کے ایک گھر کے اور کوئی گھر (مسلمانوں کا) ہم نے نہیں پایا اور ہم نے اس واقعہ میں ہمیشہ کے واسطے ایسے لوگوں کے لئے ایک عبرت رہنے دی جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں اور موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں بھی عبرت ہے جب کہ ہم نے ان کو فرعون کے پاس ایک کھلی ہوئی دلیل (یعنی معجزہ) دے کر بھیجا۔ سو اس نے مع اپنے ارکان سلطنت کے سرتابی کی اور کہنے لگا یہ ساحر ہے یا مجنون۔ سو ہم نے اس کو اور اس کے لشکر کو پکڑ کر دریا میں پھینک دیا (یعنی غرق کر دیا) اور اس نے کام ہی ملامت کا کیا تھا اور عاد کے قصہ میں بھی عبرت ہے جبکہ ہم نے ان پر نامبارک آندھی بھیجی۔ جس چیز پر گزرتی تھی یعنی ان اشیاء میں سے کہ جن کے (ہلاک کا حکم تھا) اس کو ایسا کر دیتی جیسے کوئی چیز گل سڑ کر ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے اور ثمود کے قصہ میں بھی عبرت ہے جب کہ ان سے کہا گیا اور تھوڑے دنوں چین کرلو۔ سو (اس ڈرانے پر بھی) ان لوگوں نے اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی سو ان کو عذاب نے آلیا اور وہ (اس عذاب کے آثار کو) دیکھ رہے تھے۔ سو نہ تو کھڑے ہی ہو سکے اور نہ (ہم سے) بدلہ لے سکے اور ان سے پہلے قوم نوح کا یہی حال ہو چکا تھا (یعنی اس سبب سے کہ) وہ بڑے نافرمان لوگ تھے۔

تفسیر ربط: اوپر کئی جگہ مکذبین کی مذمت اور عقوبت فرمائی ہے قولہ تعالیٰ: يُؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ اُفِكَ ﴿﴾ قولہ تعالیٰ: قُتِلَ الْخَرّٰصُوْنَ ﴿﴾ قولہ تعالیٰ: يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ ﴿﴾ قولہ تعالیٰ: اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ﴿﴾ آگے اس کی تاکید کے لئے چند قصے مکذبین کی عقوبت فی الدنیا کے مذکور ہیں جیسے قصہ ثانیہ قوم لوط علیہ السلام کا کہ باقتضائے مقام حسب تقریر مذکور کہا جاوے گا کہ مقصود اعظم یہی ہے اور اس کے ساتھ ابراہیم علیہ السلام کا قصہ جس میں کسی کی عقوبت مذکور نہیں بعض وجوہ خاصہ سے آ گیا ہے جن کا بیان سورۂ ہود تمہید آیات: وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ ...... [ہود: ۶۹] میں گزر چکا ہے یا یوں کہا جاوے کہ اوپر مکذبین کی مذمت کے ساتھ مصدقین کی مدح بھی تھی ابراہیم علیہ السلام کے قصہ سے کہ اول قصہ ہے اس طرف اشارہ ہوا کہ مصدقین کو فلاح آخرت کے ساتھ فلاح دنیوی بھی عطا ہوتی ہے خواہ حساً خواہ معنیً جیسا سورۂ حجر میں قصہ ابراہیمیہ بعد: نَبِّئْ عِبَادِيْٓ اَنِّيْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ [حجر: ۴۹] کے اسی بناء پر آیا ہے اور پھر تقریر عقوبت کے متعلق قصۂ ثالثہ فرعون کا پھر قصۂ رابعہ عاد کا پھر قصۂ خامسہ ثمود کا پھر قصۂ سادسہ قوم نوح علیہ السلام کا مذکور ہے۔

قصہ ابراہیم مشعرہ مثوبہ مصدقین و دیگر قصص مخبرہ عقوبت مکذبین: هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ ﴿﴾ (الی قولہ تعالیٰ) وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿﴾ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کیا ابراہیم (علیہ السلام) کے معزز مہمانوں کی حکایت آپ تک پہنچی ہے (معزز یا تو اس لئے کہا ہے کہ وہ ملائکہ تھے جن کی شان میں ہے بل عباد مکرمون اور یا اس لئے کہا کہ ابرہیم علیہ السلام نے اپنی عادت کے موافق ان کا اکرام کیا تھا اور مہمان کہنا بنا بر ظاہری حالت کے ہے کہ بشکل انسان آئے تھے اور یہ قصہ اس وقت ہوا تھا) جب کہ وہ (مہمان) ان کے پاس آئے پھر ان کو سلام کیا ابراہیم (علیہ السلام) نے بھی (جواب میں) کہا سلام (اور کہنے لگے کہ) انجان لوگ (معلوم ہوتے) ہیں (ظاہر تو یہی ہے کہ دل میں فرمایا قرینہ اس کا یہ ہے کہ آگے جواب فرشتوں کا مذکور نہیں اور احتمال بعید یہ بھی ہے کہ بطور پوچھنے کے اُن ہی سے کہہ دیا ہو کہ آپ لوگوں کو پہچانا نہیں اور انہوں نے جواب نہ دیا ہو اور ابراہیم علیہ السلام نے جواب کا انتظار نہ کیا ہو غرض یہ سلام و کلام ہو کر) پھر اپنے گھر کی طرف چلے اور ایک فربہ بچھڑا (تلا ہوا لقولہ تعالیٰ: بعجل حنيذ) لائے اور اُس کو اُن کے پاس (یعنی سامنے) لا کر رکھا (چونکہ وہ فرشتے تھے کیوں کھاتے اس وقت ابراہیم علیہ السلام کو شبہ ہوا اور کہنے لگے کہ آپ لوگ کھاتے کیوں نہیں (جب پھر بھی نہ کھایا)

تو ان سے دل میں خوف زدہ ہوئے (کہ یہ لوگ کہیں مخالفین اور اعداء میں سے نہ ہوں ومر فی سورة هود) انہوں نے کہا کہ تم ڈرومت (ہم آدمی نہیں ہیں فرشتے ہیں)اور (یہ کہہ کر)ان کو ایک فرزند کی بشارت دی جو بڑا عالم (یعنی نبی) ہوگا (کیونکہ مخلوق میں سب سے زیادہ علم انبیاء کو ہوتا ہے اور مراد اس سے اسحق علیہ السلام ہیں یہ گفتگو ان سے ہو ہی رہی تھی)اتنے میں اُن کی بی بی (حضرت سارہ جو کہیں کھڑی سن رہی تھیں لقولہ تعالیٰ :وامراته قائمة اولاد کی خبر سن کر)بولتی پکارتی آئیں پھر (جب فرشتوں نے ان کو بھی یہ ہی خبر سنائی لقولہ تعالیٰ : فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ [هود : ۷۱] تو تعجب سے) ماتھے پر ہاتھ مارا اور کہنے لگیں کہ (اول تو) بڑھیا (پھر) بانجھ (اس وقت بچہ پیدا ہونا بھی عجیب بات ہے) فرشتے کہنے لگے کہ (تعجب مت کرو لقولہ تعالیٰ اتعجبين) تمہارے پروردگار نے ایسا ہی فرمایا ہے (اور) کچھ شک نہیں کہ وہ بڑا حکمت والا بڑا جاننے والا ہے (یعنی گو فی نفسہ یہ بات تعجب کی ہے مگر تم کہ خاندان نبوت میں رہتی ہو اور علم وفہم سے مشرف ہو یہ معلوم کر کے کہ خدا کا ارشاد ہے اور اس کا علم وحکمت بمعنی اتقان صنعت کہ اس میں قدرت بھی آ گئی مسلم ہی ہے تعجب نہ رہنا چاہئے اور ہر چند کہ ان کے فرشتہ ہونے سے ہی یہ بات معلوم تھی کہ خدا کی طرف سے کہہ رہے ہیں مگر نکتہ تنبیہ کے لئے عالم کو بمنزلہ غیر عالم کے ٹھہرا کر پھر کہا كذلك قال ربك اور) ابراہیم (علیہ السلام کو فراست نبوت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ علاوہ بشارت کے ان کے آنے سے اور بھی کچھ مقصود ہے تو ان سے) کہنے لگے (کہ) اچھا تو (یہ بتلاؤ کہ) تم کو بڑی مہم کیا درپیش ہے اے فرشتو! فرشتوں نے کہا کہ ہم ایک مجرم قوم (یعنی قوم لوط) کی طرف بھیجے گئے ہیں تا کہ ہم ان پر کھنگر کے پتھر برسائیں جن پر آپ کے رب کے پاس (یعنی عالم غیب میں) خاص نشان بھی ہے (جس کا بیان سورۂ ہود میں ہوا ہے اور وہ) حد سے گزرنے والوں کے لئے (ہیں آگے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جب ان بستیوں پر عذاب کا وقت قریب آیا) تو ہم نے جتنے ایمان دار تھے سب کو وہاں سے علیحدہ کر دیا سو بجز مسلمانوں کے ایک گھر کے اور کوئی گھر (مسلمانوں کا) ہم نے نہیں پایا (یہ کنایہ ہے کہ وہاں تھا ہی نہیں کیونکہ وجود کو وجدان بمعنی علم الٰہی لازم ہے اور انتفائے لازم دلیل ہے انتفاء ملزوم کی)اور ہم نے اس واقعہ میں (ہمیشہ کے واسطے) ایسے لوگوں کے لئے ایک عبرت رہنے دی جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں اور (آگے موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ سنو کہ) موسیٰ (علیہ السلام) کے قصہ میں بھی عبرت ہے جب کہ ہم نے ان کو فرعون کے پاس ایک کھلی ہوئی دلیل (یعنی معجزہ) دے کر بھیجا سو اس نے مع ارکان سلطنت کے سرتابی کی اور کہنے لگا کہ یہ ساحر یا مجنون ہیں سو ہم نے اس کو اور اس کے لشکر کو پکڑ کر دریا میں پھینک دیا (یعنی غرق کر دیا)اور اس نے کام ہی ملامت (یعنی نکوہش) کا کیا تھا اور (آگے عاد کا قصہ سنو کہ) عاد کے قصہ میں بھی عبرت ہے جب کہ ہم نے ان پر نامبارک آندھی بھیجی جس چیز پر گزرتی تھی (یعنی ان اشیاء میں سے کہ جن کے اہلاک کا حکم تھا جس پر گزرتی تھی) اس کو ایسا کر چھوڑتی تھی جیسے کوئی چیز گل کر ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے اور (آگے ثمود کا قصہ سنو) ثمود کے قصہ میں بھی عبرت ہے جب کہ ان سے کہا گیا (یعنی صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ) اور تھوڑے دنوں چین کر لو (یعنی کفر سے باز نہیں آؤ گے تو بعد چندے ہلاک ہو گے) سو (اس ڈرانے پر بھی) ان لوگوں نے اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی سو ان کو عذاب نے آ لیا اور وہ (اس عذاب کے آثار کو) دیکھ رہے تھے (یعنی مجاہرۃً ومعاینۃً آیا) سو نہ تو کھڑے ہی ہو سکے (بلکہ اوندھے منہ گر کر مر گئے لقولہ تعالیٰ جثمين)اور نہ (ہم سے) بدلہ لے سکے اور ان سے پہلے قوم نوح کا یہی حال ہو چکا تھا (یعنی اس سبب سے کہ) وہ بڑے نافرمان لوگ تھے (ان کو بھی ہلاک کیا تھا)۔

ف : قصہ ابراہیم علیہ السلام کے متعلق بعض مضامین سورۂ ہود میں گزرے ہیں اور سورۂ ہود میں فرشتوں کا یہ کہنا کہ ہم قوم لوط علیہ السلام کی طرف آئے ہیں قبل مکالمہ حضرت سارہ کے مذکور ہے اور یہاں بعد مکالمہ مذکورہ کے مذکور ہے سو ظاہر یہ ہے کہ یہ قبل مکالمہ سارہ کے واقع ہوا ہے اور یہاں چونکہ کوئی حرف ترتیب کا نہیں ہے اس لئے ترتیب ذکری کو ترتیب وقوعی کی دلیل نہ کہا جاوے گا اب کچھ تعارض نہ رہا اور قصہ ثمود میں جو یہاں تَمَتَّعُوْا آیا ہے یہ وہ تمتع نہیں ہے جس کو دوسری آیت میں ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ [البقرة : ۱۹۶] سے مقید کیا ہے کیونکہ اس کے بعد فعتوا پر کلمہ فا آیا ہے حالانکہ عتو ان کا اس تمتع سے یقیناً مقدم تھا یہاں جو مقصود ہے وہ تقریر ترجمہ سے ظاہر ہے۔

ملحقات الترجمۃ : ۱ قوله فراغ چلے فيه تجريد واصل الروغ الذهاب خفية ۱۲۔

اللغات : راغ مال اوجس اضمر صرة صيحة من الصرير صكت وجهها قال مجاهد ضربت جبهتها طين اى متحجر وهو السجيل وفى تقييده دفع توهم كونها بردا فان بعض الناس يسمى البرد حجارة تركنا ابقينا بابقاء الذكر قوله باركنه كما فى قوله تعالىٰ او اوى الى ركن شديد اى عشيرة مليم آت بما يلام عليه من الكفر والطغيان وهو الكلى المشكك يختلف باعتبار من وصف به فلا يتوهم انه كيف ورد فى قصة ذى النون عليه السلام العقيم ما لا منفعة فيه الرميم الشئ البالى من عظم او نبات او غير ذلك ۱۲۔ الصاعقة كل عذاب مهلك كذا فى المدارك والخازن۔

النحو : قوله تركنا فيها اى فى الواقعة المذكورة فى المقام۔ قوله وفى موسىٰ عطف على فيها اى تركنا وجعلنا فى قصة موسى

آیۃ ۴۲۔ قوله وقوم نوح عطف علی محل وفی عاد بقرینۃ قراءۃ جر قوم او معمول کمقدر ای اھلکنا ۱۲۔

البلاغۃ: قوله نبذنهم طرحناهم غیر معتدین به ۱۲۔

وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ۝ وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ ۝ وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۭ اِنِّىْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ ۭ اِنِّىْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ كَذٰلِكَ مَآ اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ ۝ اَتَوَاصَوْا بِهٖ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ۝ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ فَمَآ اَنْتَ بِمَلُوْمٍ ۝ وَّذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝ مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ۝ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ۝ فَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذَنُوْبًا مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحٰبِهِمْ فَلَا يَسْتَعْجِلُوْنِ ۝ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ يَّوْمِهِمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ۝

اور ہم نے آسمانوں کو (اپنی) قدرت سے بنایا اور ہم وسیع القدرت ہیں اور ہم نے زمین کو فرش (کے طور پر) بنایا سو ہم کیسے اچھے بچھانے والے ہیں اور ہم نے ہر چیز کو دو دو قسم بنایا تاکہ تم (ان مصنوعات سے توحید کو) سمجھو۔ تو تم اللہ ہی کی (توحید کی) طرف دوڑو اور خدا کے ساتھ کوئی اور معبود مت قرار دو۔ میں تمہارے واسطے اللہ کی طرف کھلا ڈرانے والا ہوں۔ اس بات کی ایک دوسرے کو وصیت کرتے آئے ہیں بلکہ (وجہ اس اجماع کی یہ ہوئی کہ) یہ سب کے سب سرکش لوگ ہیں۔ سو آپ ان کی طرف التفات نہ کیجئے آپ پر کسی طرح کا الزام نہیں اور سمجھاتے رہئے کیونکہ سمجھانا ایمان لانے والوں کو (بھی) نفع دے گا اور میں نے جن اور انسان کو اسی واسطے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کیا کریں۔ میں ان سے (مخلوق کی) رزق رسانی کی درخواست نہیں کرتا اور نہ یہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ مجھ کو کھلایا کریں۔ اللہ خود ہی سب کو رزق پہنچانے والا قوت والا نہایت قوت والا ہے۔ تو ان ظالموں کی (سزا کی) بھی باری (علم الٰہی میں) مقرر ہے۔ جیسے ان کے (گزشتہ) ہم مشربوں کی باری (مقرر) تھی۔ سو مجھ سے (عذاب) جلدی طلب نہ کریں۔ غرض ان کافروں کے لئے اس دن کے آنے سے بڑی خرابی ہوگی۔ جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے۔

تفسیر ربط: اوپر آغاز سورت میں معاد کی تحقیق مع جزائے مصدقین و مکذبین کے ارشاد فرمائی تھی اور مطلق تکذیب کی مناسبت سے امم سابقہ کا ذکر آ گیا تھا آگے توحید و رسالت کی تحقیق ہے اور رسالت کے ساتھ تسلیہ کا مضمون ہے۔

تحقیق توحید و رسالت مع تسلیہ: وَالسَّمَآءَ بَنَيْنٰهَا بِاَيْىدٍ وَّاِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ۝ (الی قوله تعالی) وَّذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ اور ہم نے آسمان کو (اپنی) قدرت سے بنایا اور ہم وسیع القدرت ہیں اور ہم نے زمین کو فرش (کے طور پر) بنایا سو ہم (کیسے) اچھے بچھانے والے ہیں (یعنی اس میں کیسے کیسے منافع رکھے ہیں) اور ہم نے ہر چیز کو دو دو قسم کا بنایا (اس قسم سے مراد مقابل ہے سو ظاہر ہے کہ ہر شئے میں کوئی نہ کوئی صفت ذاتیہ یا غرضیہ ایسی معتبر ہوتی ہے جس سے دوسری چیز جس میں اس صفت کی نقیض یا ضد ملحوظ ہو اس کے مقابل شمار کی جاتی ہے جیسے آسمان و زمین۔ جوہر و عرض۔ گرمی سردی۔ شیریں تلخ۔ چھوٹی بڑی۔ خوشنما بدنما۔ سفیدی سیاہی۔ روشنی تاریکی وعلی ہذا) تاکہ تم (ان مصنوعات سے توحید کو) سمجھو (اور اے پیغمبر ﷺ ان سے فرما دیجئے کہ جب یہ مصنوعات وحدت صانع پر دلالت کر رہی ہیں) تو تم (کو چاہئے کہ ان سے استدلال کر کے) اللہ ہی کی (توحید کی) طرف دوڑو (اور اول تو بوجہ دلائل مذکورہ کے خود عقل ہی اعتقاد توحید کو ضروری بتلا رہی ہے پھر اوپر سے) میں (بھی) تمہارے (سمجھانے کے) واسطے اللہ کی طرف سے کھلا ڈرانے والا (ہو کر آیا) ہوں (کہ منکر توحید کو عذاب ہوگا پس خوف لحوق ضرر کے اعتبار سے اعتقاد توحید اور بھی ضروری ہو گیا) اور (پھر اور زیادہ توضیح سے کہتا ہوں کہ) خدا کے ساتھ کوئی اور معبود مت قرار دو (اس میں زیادہ توضیح اس لئے ہوئی کہ فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ جو کہ امر بالتوحید ہے مستلزم ہے نہی عن الشرک کو اور لَا تَجْعَلُوْا عین نہی عن الشرک ہے اور عین کی دلالت کا بہ نسبت ملزوم کے اوضح ہونا ظاہر ہے آگے تغییر عنوان مضمون توحید کی وجہ سے انذار کی پھر تاکید ہے کہ) میں تمہارے (سمجھانے کے) واسطے اللہ کی طرف سے کھلا ڈرانے والا (ہو کر آیا) ہوں (آگے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ آپ واقع میں بلاشبہ نذیر مبین ہیں جیسا ابھی مذکور ہوا لیکن یہ آپ کے مخالفین ایسے جاہل ہیں کہ نعوذ باللہ آپ کو کبھی ساحر کبھی مجنون بتلاتے ہیں سو آپ صبر کیجئے کیونکہ جس طرح یہ آپ کو کہہ رہے ہیں) اسی طرح جو (کافر) لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں ان کے پاس کوئی پیغمبر ایسا نہیں آیا جس کو انہوں نے (یعنی کل نے یا بعض نے) ساحر یا مجنون نہ کہا ہو (آگے کفار کے اس قول ساحر او مجنون پر متفق ہونے سے تعجب دلاتے ہیں کہ) کیا اس بات کی ایک دوسرے کو وصیت کرتے چلے آئے تھے (یعنی یہ اجماع تو ایسا ہو گیا جیسے ایک دوسرے کو کہتے چلے آئے ہوں کہ دیکھو جو

رسول آوے تم بھی ہماری طرح کہنا آگے اس سے اضراب فرماتے ہیں کہ تواصی واقع نہ ہوئی تھی کیونکہ بعض قومیں بعض قوموں سے ملیں بھی نہیں) بلکہ (وجہ اس اجماع کی یہ ہوئی کہ) یہ سب کے سب سرکش لوگ ہیں (یعنی سبب اس قول کا طغیان ہے چونکہ وہ مشترک ہے اس لئے قول بھی مشترک ہوگیا) سو (جب پہلے لوگ بھی ایسے گزرے ہیں اور سبب اس کا معلوم ہوگیا کہ ان ہی کا طغیان ہے تو) آپ ان کی طرف التفات نہ کیجئے (یعنی ان کی تکذیب کی پرواہ اور غم نہ کیجئے) کیونکہ آپ پر کسی طرح کا الزام نہیں کقولہ تعالیٰ :وَلَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِیْمِ [البقرۃ : ۱۱۹]) اور (اطمینان کے ساتھ اپنے منصبی کام میں لگے رہئے یعنی فقط) سمجھاتے رہئے کیونکہ سمجھانا (جن کی قسمت میں ایمان نہیں ان پر تو اتمام حجت ہوگا اور جن کی قسمت میں ایمان ہے ان) ایمان (لانے) والوں کو (بھی اور جو پہلے سے مؤمن ہیں ان کو بھی) نفع دے گا (بہرحال تذکیر میں عام فوائد اور حکمتیں سب کے اعتبار سے ہیں اس کو کئے جائیے اور کسی کے ایمان نہ لانے کا غم نہ کیجئے)۔

ف : آیت : کَذٰلِکَ مَآ اَتَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِہِمْ ...... کے ظاہر ترجمہ پر دو (۲) اشکال ہیں ایک یہ کہ بعض انبیاء و رسل کی کسی نے تکذیب نہیں کی جیسے آدم علیہ السلام یا جو رسل محض تقریر شرائع کے لئے آئے تھے جیسے یوشع علیہ السلام کہ جن بنی اسرائیل کے لئے وہ مقرر کئے گئے وہ پہلے سے مؤمن تھے اور مؤمن رہے دوسرا اشکال یہ کہ جن رسل کی تکذیب لوگوں نے کی ہے بعض نے ان کی تصدیق بھی کی ہے پھر قَالُوْا میں سب کی طرف نسبت کیسے کی گئی جواب دونوں اشکالوں کا احقر کی تقریر ترجمہ سے ظاہر ہوگیا کہ الَّذِیْنَ میں کافر کی قید لگادی گئی اور قَالُوْا میں کل یا بعض کی تامل کرنے سے اندفاع ظاہر ہوجاوے گا اور اس آیت میں قَالُوْا کے ترجمہ میں جو کل اور بعض کی تعمیم ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ حسب حدیث بخاری **یمر النبی لیس معہ احد** ...... بعض انبیاء پر ایک شخص بھی ایمان نہیں لایا بلکہ کل نے تکذیب کی۔ **ربط** : اوپر معظم سورت میں اصول ثلاثہ یعنی اعتقاد بعث و توحید و رسالت کا اور آیت **ان المتقین الی والمحروم** میں بعض فروع کا بیان تھا اور یہ سب عبادات ہیں اعتقادیہ و اصلیہ یا عملیہ و فرعیہ آگے خاتمہ میں بعنوان جامع عبادات کا مطلوب ہونا اور ترغیب و ترہیب سے اس کی مطلوبیت کی تاکید فرماتے ہیں پھر جو عبادت فرض ہے اس کا تاکد تو ظاہر ہے اور جو تطوع ہے اس کا تاکد باعتبار اعتقاد کے ہے یعنی اس کی مشروعیت کی تصدیق واجب ہے۔

مطلوبیت عبادت و تاکید آن بہ ترغیب و ترہیب : وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ﴿۵۶﴾ (الی قولہ تعالی) فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ یَّوْمِہِمُ الَّذِیْ یُوْعَدُوْنَ ﴿۶۰﴾ اور میں نے جن اور انسان کو (دراصل) اسی واسطے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کیا کریں (اور تبعاً و تکمیلاً للعبادۃ خلقت جن و انس پر دوسرے منافع کا مرتب ہونا اس کے منافی نہیں اور اسی طرح بعض جن و انس سے عبادت کا صادر نہ ہونا بھی اس مضمون کے منافی نہیں کیونکہ حاصل اس لِیَعْبُدُوْنِ کا ارادہ تشریعیہ ہے نہ کہ ارادۂ تکوینیہ اور تخصیص جن و انس کی اس لئے کہ عبادت سے مراد عبادت بالاختیار و ابتلاء ہے اور ملائکہ میں ابتلا نہیں اور دوسری مخلوقات میں اختیار نہیں حاصل ارشاد کا یہ ہے کہ مجھ کو مطلوب شرعی ان سے عبادت ہے باقی) میں ان سے (مخلوق کی) رزق رسانی کی درخواست نہیں کرتا اور نہ یہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ مجھ کو کھلایا کریں اللہ خود ہی سب کو رزق پہنچانے والا ہے (تم ہم کو اس کی ضرورت ہی کیا تھی کہ ہم مخلوقات کی روزی رسانی ان کے متعلق کرتے اور وہ) قوت والا نہایت قوت والا ہے (کہ اس میں عجز و ضعف اور کسی قسم کی احتیاج کا عقلی احتمال بھی نہیں تو درخواست اطعام خود کا امکان ہی منفی ہے حاصل یہ کہ جب اس عبادت کے مشروع کرنے سے ہماری کوئی غرض نہیں نہ بواسطہ جیسے ترزیق خلق خود نہ بلاواسطہ جیسے اطعام خود بلکہ صرف بندوں ہی کا نفع ہے تو ان کو اس میں پس و پیش نہ چاہئے۔ یہ ترغیب ہوگئی آگے ترہیب ہے کہ جب عبادت کا کہ اعظم و اہم اس کا ایمان ہے وجوب ثابت ہوگیا تو اگر یہ لوگ اب بھی شرک و کفر پر مصر رہیں گے) تو (سن رکھیں کہ) ان ظالموں کی (سزا کی) بھی باری (علم الٰہی میں مقرر ہے) جیسے ان کے (گزشتہ) ہم مشربوں کی باری (مقرر) تھی (یعنی وقت مقرر پر ان پر بھی عقوبت آنے والی ہے خواہ دنیا میں بھی یا صرف آخرت میں) سو مجھ سے (عذاب) جلدی طلب نہ کریں (جیسا ان کی عادت ہے کہ وعیدیں سن کر تکذیب کے طور پر استعجال کرنے لگتے ہیں) غرض (جب وہ باری کے دن آویں گے جن میں سب سے اشد یوم موعود یعنی قیامت ہے تو) ان کافروں کے لئے اس دن کے آنے سے بڑی خرابی ہوگی جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے (چنانچہ خود سورت بھی اسی وعدہ سے شروع ہوئی : **انما توعدون لصادق۔ وان الدین لواقع** اور اس سے سورت کے آغاز و انجام کا حسن ظاہر ہے)۔ **ف** : مَآ اُرِیْدُ مِنْہُمْ مِّنْ رِّزْقٍ پر اگر یہ شبہ ہو کہ اہل و عیال کو رزق پہنچانا تو واجب کیا گیا ہے پھر نفی ارادہ کے کیا معنی اس کا دفع یہ ہے کہ وہ انفاق ہے ترزیق نہیں پھر اس کا نفع عائد الی اللہ نہیں یعنی نعوذ باللہ اس سے خدا کو سہارا نہیں لگتا کہ اس نے اپنے ذمہ جو مخلوق کو رزق پہنچانا رکھا ہے اس انفاق سے کچھ مدد مل گئی ہو سبکدوشی ہوگئی ہو مَآ اُرِیْدُ مِنْہُمْ مِّنْ رِّزْقٍ میں اسی عود نفع الی اللہ کی نفی ہے بلکہ اس کا نفع خود منفق کی طرف عائد ہے کہ اجر ملتا ہے اور رازق پھر بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے کیونکہ اگر اکتساب پر حصول رزق نہ ہو تو کیا کرسکتا ہے یا حصول کے بعد اگر ایصال پر قادر نہ ہو تو کیا کرسکتا ہے یا ایصال کے بعد غذا کا حلق سے اترنا پھر اس سے تغذی ہونا کہ اصل ترزیق ہے یہ کسی کی قدرت میں نہیں ہے پس

حقیقۃ بندہ کسی طرح رزاق نہیں ہے واللہ اعلم۔ اور مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ کے ایک معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ ہم ان سے ایسا رزق کموانا نہیں چاہتے جو مانع عبادت ہو جیسا سورۂ طٰہٰ کے اخیر میں لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا [طه : ۱۳۲] کی بندہ نے یہی تفسیر کی ہے تو اب کوئی شبہ ہی متوجہ نہیں ہوتا الحمد للہ کہ سورۂ والذاریات کی تفسیر ختم ہوئی آگے ان شاء اللہ تعالیٰ سورۂ والطور کی تفسیر آتی ہے وللہ الحمد۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ : فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ ...... تعبیر بالفرار میں دلالت ہے کہ توجہ الی اللہ خوب شوق کے ساتھ ہونا چاہئے۔ قولہ تعالیٰ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ مجاہد سے اس کی تفسیر لیعرفون کے ساتھ منقول ہے وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ عبادت بدوں معرفت کے معتد بہا نہیں ہوتی اور نہ معرفت بدوں عبادت اب اہل ظاہر نے صرف صورت عبادت کو لے لیا ہے اور جاہل صوفیہ نے صرف معرفت کو۔ سورۂ ذاریات تمام ہوئی۔

اللغات: الايد القوة ۱۲۔ المتين شديد القوة وقوله ذنوبا نصيبا من العذاب واصله الدلوا لعظيمة الممتلئة ماء او القريبة من الامتلاء ولا يقال لها ذنوب وهى فارغة وهى تذكر وتؤنث وجمعها اذنبة وذنائب فاستعيرت للنصيب مطلقا شرا كان كالنصيب من العذاب او خيرا كالعطاء وفى الكشاف هذا تمثيل اصله فى السقاة يقتسمون الماء فيكون لهٰذا ذنوب ولهٰذا ذنوب كذا فى الروح ۱۲۔

النحو : قوله ففروا يقدر قبله قل كما اشرت قوله كذلك يقدر قبله كما كذبك قومك وقالوا ساحرا ومجنون كما فى الخازن واشرت اليه ايضا۔

البلاغة : او مجنون او من الحكاية اى الا قالوا ساحر او قالوا مجنون وهى المنع الخلو وليست من المحكى ليكون مقول كل مجموع ساحر او مجنون۔ قوله ان الله التفت الى الغيبة مع التعبير بالاسم الجليل لتخرج الآية مخرج المثل وللايذان باعتناء الحكم باسناد الى الجليل ۱۲۔

سُوْرَۃُ الطُّوْرِ

سُوْرَۃُ الطُّوْرِ ٥٢ مَکِّیَّۃٌ ٧٦ | بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ | اٰیَاتُھَا ٤٩ | رُکُوْعَاتُھَا ٢

سورۃ الطور مکہ میں نازل ہوئی — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اس میں ۴۹ آیات اور ۲ رکوع ہیں

وَالطُّوْرِ ۙ ① وَکِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ۙ ② فِیْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ۙ ③ وَّالْبَیْتِ الْمَعْمُوْرِ ۙ ④ وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ ۙ ⑤ وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ ۙ ⑥ اِنَّ عَذَابَ رَبِّکَ لَوَاقِعٌ ۙ ⑦ مَّا لَہٗ مِنْ دَافِعٍ ۙ ⑧ یَّوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا ۙ ⑨ وَّتَسِیْرُ الْجِبَالُ سَیْرًا ؕ ⑩ فَوَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُکَذِّبِیْنَ ۙ ⑪ الَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ خَوْضٍ یَّلْعَبُوْنَ ۘ ⑫ یَوْمَ یُدَعُّوْنَ اِلٰی نَارِ جَھَنَّمَ دَعًّا ؕ ⑬ ھٰذِہِ النَّارُ الَّتِیْ کُنْتُمْ بِھَا تُکَذِّبُوْنَ ⑭ اَفَسِحْرٌ ھٰذَآ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ۚ ⑮ اِصْلَوْھَا فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا ۚ سَوَآءٌ عَلَیْکُمْ ؕ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ⑯ اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّنَعِیْمٍ ۙ ⑰ فٰکِھِیْنَ بِمَآ اٰتٰھُمْ رَبُّھُمْ ۚ وَوَقٰھُمْ رَبُّھُمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ ⑱ کُلُوْا وَاشْرَبُوْا ھَنِیْٓئًا بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۙ ⑲ مُتَّکِئِیْنَ عَلٰی سُرُرٍ مَّصْفُوْفَۃٍ ۚ وَزَوَّجْنٰھُمْ بِحُوْرٍ عِیْنٍ ⑳ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْھُمْ ذُرِّیَّتُھُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِھِمْ ذُرِّیَّتَھُمْ وَمَآ اَلَتْنٰھُمْ مِّنْ عَمَلِھِمْ مِّنْ شَیْءٍ ؕ کُلُّ امْرِیٍٔ بِمَا کَسَبَ رَھِیْنٌ ㉑ وَاَمْدَدْنٰھُمْ بِفَاکِھَۃٍ وَّلَحْمٍ مِّمَّا یَشْتَھُوْنَ ㉒ یَتَنَازَعُوْنَ فِیْھَا کَاْسًا لَّا لَغْوٌ فِیْھَا وَلَا تَاْثِیْمٌ ㉓ وَیَطُوْفُ عَلَیْھِمْ غِلْمَانٌ لَّھُمْ کَاَنَّھُمْ لُؤْلُؤٌ مَّکْنُوْنٌ ㉔ وَاَقْبَلَ بَعْضُھُمْ عَلٰی بَعْضٍ یَّتَسَآءَلُوْنَ ㉕ قَالُوْٓا اِنَّا کُنَّا قَبْلُ فِیْٓ اَھْلِنَا مُشْفِقِیْنَ ㉖ فَمَنَّ اللّٰہُ عَلَیْنَا وَوَقٰنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ ㉗ اِنَّا کُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوْہُ ؕ اِنَّہٗ ھُوَ الْبَرُّ الرَّحِیْمُ ㉘ ع

وقف لازم

قسم ہے طور پہاڑ کی اور اس کتاب کی جو کھلے ہوئے کاغذ پر لکھی ہے اور (قسم ہے) بیت المعمور کی اور (قسم ہے) اونچی چھت کی (مراد آسمان ہے) اور (قسم ہے) دریائے شور کی جو (پانی سے) پُر ہے کہ بے شک آپ کے رب کا عذاب ضرور ہو کر رہے گا کوئی اس کو ٹال نہیں سکتا (اور) یہ اس روز واقع ہوگا جس روز آسمان تھرتھرانے لگے گا اور یہ پہاڑ (اپنی جگہ سے) ہٹ جائیں گے۔ تو جو لوگ جھٹلانے والے ہیں (اور) جو (تکذیب کے) مشغلہ میں بیہودگی کے ساتھ لگ رہے ہیں ان کی اس روز کم بختی آئے گی جس روز کہ ان کو آتش دوزخ کی طرف دھکے دے کے لادیں گے یہ وہی دوزخ ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے تو کیا یہ بھی سحر ہے (دیکھ کر بتلاؤ) یا یہ کہ تم کو (اب بھی) نظر نہیں آتا۔ اس میں داخل ہو پھر خواہ (اس کی) سہار کرنا یا سہار نہ کرنا تمہارے حق میں برابر ہیں۔ جیسا تم کرتے ہو ویسا ہی بدلہ تم کو دیا جائے گا۔ متقی لوگ بلاشبہ (بہشت کے) باغوں میں اور سامان عیش میں ہوں گے (اور) ان کو جو چیزیں ان کے پروردگار نے دی ہوں گی اس سے خوش دل ہوں گے اور ان کا پروردگار ان کو عذاب دوزخ سے محفوظ رکھے گا۔ خوب کھاؤ اور پیو مزہ کے ساتھ اپنے عملوں کے بدلہ میں تکیہ لگائے ہوئے تختوں پر جو برابر بچھائے ہوئے ہیں اور ہم ان کا گوری گوری بڑی آنکھوں والیوں (یعنی حوروں) سے بیاہ کر دیں گے اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ایمان میں ان کا ساتھ دیا۔ ہم ان کی اولاد کو بھی (درجہ میں) ان کے ساتھ شامل کر دیں

گے اوران کے عمل میں سے کوئی چیز کم نہیں کریں گے۔ ہر شخص اپنے اعمال کو (کفریہ) میں محبوس (فی النار) رہے گا اور ہم ان کو میوے اور گوشت جس قسم کا ان کا مرغوب ہو روزافزوں دیتے رہیں گے (اور) وہاں آپس میں (بطور خوش طبعی کے) جام شراب میں چھینا جھپٹی بھی کریں گے۔ اس میں نہ بک بک لگے گی (کیونکہ نشہ نہ ہوگا) اور نہ کوئی بیہودہ بات ہوگی اور ان کے پاس ایسے لڑکے آئیں جائیں گے۔ جو خالص ان ہی کے لئے ہوں گے۔ گویا وہ حفاظت سے رکھے ہوئے موتی ہیں اور وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر بات چیت کریں گے۔ یہ بھی کہیں گے کہ (بھائی) ہم تو اس سے پہلے اپنے گھر یعنی دنیا میں انجام کار سے بہت ڈرا کرتے۔ سو خدا نے ہم پر احسان کیا اور ہم کو عذاب دوزخ سے بچالیا۔ ہم اس سے پہلے (یعنی دنیا میں) اس سے دعا مانگا کرتے تھے۔ واقعی وہ بڑا محسن مہربان ہے۔

سورۃ الطور مکیۃ وّایھا ثمان او تسع واربعون کذا فی البیضاوی

تفسیر ربط: سورت سابقہ یوم موعود کی وعید پر ختم ہوئی ہے اور یہ سورت یوم موعود کی وعید سے شروع ہوئی ہے پھر وعید کے بعد حسب عادۃ قرآنیہ مؤمنین کے لئے وعدہ مذکور ہے۔

خبر معاد و وعید اہل عناد و وعدۂ اہل انقیاد: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ وَالطُّوْرِۙ (الی قولہ تعالی) اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ۔ قسم ہے طور (پہاڑ) کی اور اس کتاب کی جو کھلے ہوئے کاغذ میں لکھی ہے (مراد اس سے نامۂ اعمال ہے جس کی نسبت دوسری آیت میں آیا ہے کتبا یلقه منشورا اور جس چیز میں وہ لکھا ہوا ہے اس کو تشبیہاً کاغذ کہہ دیا) اور (قسم ہے) بیت المعمور کی (کہ ساتویں آسمان میں عبادت خانہ ہے فرشتوں کا کما فی الدر مرفوعاً) اور (قسم ہے) اونچی چھت کی (مراد آسمان ہے قال تعالیٰ: وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا [الأنبیاء: ۳۲] وقال تعالیٰ: اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ [الرعد: ۲] وصرح بهذا التفسير علی بسند صحيح كما فی کنز العمال عن مستدرک الحاکم) اور (قسم ہے) دریائے شور کی جو (پانی سے) پر ہے (آگے جواب قسم ہے) کہ بے شک آپ کے رب کا عذاب ضرور ہو کر رہے گا کوئی اس کو ٹال نہیں سکتا (اور یہ اس روز واقع ہوگا) جس روز آسمان تھرتھرانے لگے گا اور پہاڑ (اپنی جگہ سے) ہٹ جاویں گے (مراد قیامت کا دن ہے اور تھرانا یا تو باعتبار معنی متبادر کے ہو یا مراد اس سے انشقاق ہو جو دوسری آیت میں مذکور ہے: فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ [الرحمن: ۳۷] جیسا روح المعانی میں ابن عباسؓ سے دونوں تفسیریں نقل کی ہیں اور دونوں میں کوئی تعارض نہیں علی سبیل التعاقب دونوں کا تحقق ہو سکتا ہے اور یہاں پہاڑوں کا ہٹنا مذکور ہے اور دوسری آیتوں میں ریزہ ریزہ ہونا پھر اڑ جانا مذکور ہے قولہ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ [طٰه: ۱۰۵] قولہ: وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا [الواقعة: ۵-۶] اور ان قسموں میں تقریب ہے مطلوب کی اس طور پر کہ قیامت کے وقوع کی اصل وجہ مجازات ہے اور مجازات میں اصل ہیں احکام شرعیہ پس طور کی قسم کھانے میں اشارہ ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ صاحب کلام و احکام ہے۔ پھر ان احکام کی مخالفت یا موافقت مبنی ہے مجازات کا نامہ اعمال کی قسم کھانے میں اشارہ ہو گیا اس مخالفت یا موافقت کے محفوظ و منضبط ہونے کی طرف پس مجازات اس پر بھی موقوف ہے کہ عبادت و اطاعت احکام ضروری ہو بیت المعمور کی قسم میں اشارہ ہو گیا کہ عبادت ایسا ضروری امر ہے کہ فرشتوں کو بھی باوجود اس کے کہ ان کے لئے مجازات نہیں اُس سے نہیں چھوڑا گیا پھر نتیجہ مجازات دو چیزیں ہیں جنت اور دوزخ سماء کی قسم میں اشارہ ہو گیا کہ جنت ایسی ہی رفعت کا مکان ہے جیسے آسمان اور بحر مسجور کی قسم میں اشارہ ہو گیا کہ دوزخ بھی ایسی ہی خوفناک چیز ہے جیسے سمندر یہ وجہ تخصیص اقسام کی ہو سکتی ہے اور نفس قسم کی توجیہ سورۂ حجر آیت: لعمرك کے ذیل میں اور غایت وغرض قسم کی شروع سورۂ صافات میں گزر چکی ہے آگے اس یوم کے بعض واقعات ارشاد فرماتے ہیں کہ جب یہ ثابت ہوا کہ مستحقین عذاب کے لئے عذاب ضرور واقع ہوگا) تو جو لوگ (قیامت کے اور دیگر امور حقہ توحید و رسالت کے) جھٹلانے والے ہیں (اور) جو (تکذیب کے) مشغلہ میں بے ہودگی کے ساتھ لگ رہے ہیں (جس سے وہ مستحق عذاب ہو گئے ہیں) اُن کی اُس روز بڑی کمبختی آوے گی جس روز کہ ان کو آتش دوزخ کی طرف دھکے دے دے کر لاویں گے (کیونکہ خوشی سے ایسی جگہ کون آتا ہے پھر جب ان کے ڈالنے کا وقت ہوگا تو اس حالت سے کر کے ڈال دئے جاویں گے: فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ [الرحمن ۴۱] اور ان کو دوزخ دکھلا کر توبیخاً کہا جاوے گا کہ) یہ وہی دوزخ ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے (یعنی جن آیتوں میں اس کی خبر تھی اُن کو جھٹلاتے تھے اور نیز اُن آیات کو سحر کہا کرتے تھے خیر وہ تو تمہارے نزدیک سحر تھا) تو کیا یہ (بھی) سحر ہے (دیکھ کر بتلاؤ) یا یہ کہ تم کو (اب بھی) نظر نہیں آتا (جیسا دنیا میں نظر نہ آنے کی وجہ سے منکر ہو گئے تھے اچھا تو اب) اس میں داخل ہو پھر خواہ (اس کی) سہار کرنا یا سہار نہ کرنا تمہارے حق میں دونوں برابر ہیں (نہ یہی ہوگا کہ تمہاری ہائے واویلا سے نجات ہو جاوے اور نہ یہی ہوگا کہ تمہاری تسلیم وانقیاد و سکوت پر ترحم کر کے نکال دیا جاوے بلکہ ہمیشہ اسی میں رہنا ہوگا اور) جیسا تم کرتے تھے ویسا ہی بدلہ تم کو دیا جاوے گا (پس تم کفر کیا کرتے تھے جو کہ اشد عصیان اور عقوق و کمالات غیر متناہیہ الٰہیہ کا کفران ہے پس بدلہ میں دوزخ کا خلود نصیب ہوگا جو کہ عذاب اشد و غیر متناہی ہے آگے ان کے اضداد کا بیان ہے یعنی) متقی لوگ بلاشبہ (بہشت کے) باغوں اور سامان عیش میں ہوں گے (اور) ان کو جو چیزیں (عیش و آرام کی) ان کے پروردگار نے دی ہوں گی اس سے خوش دل ہوں گے اور ان کا پروردگار ان کو عذاب دوزخ سے محفوظ رکھے گا (اور جنت میں داخل کر کے فرماوے گا کہ) خوب کھاؤ اور پیؤ مزہ کے ساتھ

اپنے (ان نیک) عملوں کے بدلہ میں (جو دنیا میں کیا کرتے تھے) تکیہ لگائے ہوئے تختوں پر جو برابر بچھائے ہوئے ہیں اور ہم ان کا گوری گوری بڑی بڑی آنکھوں والیوں سے (یعنی حوروں سے) بیاہ کر دیں گے (یہ حال تو سب اہل ایمان کا ہوا) اور (آگے ان خاص مؤمنین کا ذکر ہے جن کی اولاس بھی موصوف بالا یمان تھی پس ارشاد ہے کہ) جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ایمان میں ان کا ساتھ دیا (یعنی وہ بھی ایمان لائے گو اعمال میں وہ اپنے آباء کے رتبہ کو نہیں پہنچے جیسا کہ عدم ذکر اعمال اس کا قرینہ ہے و نیز احادیث میں مصرح ہے کانوا دونه فی العمل ولم یبلغوا درجتك وعملك وكانت منازل آبائهم ارفع رواها فی الدر المنثور تو گو مقتضا اُن کے انحطاط عمل کا انحطاط درجہ تھا لیکن ان آباء مؤمنین کے اکرام و سرور کے لئے) ہم ان کی اولاد کو بھی (درجہ میں) ان کے ساتھ شامل کر دیں گے اور (اس شامل کرنے کے لئے) ہم ان (اہل جنت متبوعین کے عمل میں سے کوئی چیز کم نہیں کریں گے (یعنی یہ نہ کریں گے کہ ان متبوعین کے بعض اعمال لے کر ان کی ذریت کو دے کر دونوں کو برابر کر دیں جیسے مثلاً ایک شخص کے پاس چھ سو روپے ہوں اور ایک کے پاس چار سو اور دونوں کا برابر کرنا مقصود ہو تو اس کی ایک صورت تو یہ ہوسکتی ہے کہ چھ سو والے سے سو روپے لے کر اس چار سو والے کو دے دیئے جاویں کہ دونوں کے پاس پانچ پانچ سو ہو گئے اور دوسری صورت جو کریموں کی شان کے لائق ہے یہ ہے کہ چھ سو والے سے کچھ نہ لیا جاوے بلکہ اس چار سو والے کو دو سو روپے اپنے پاس سے دے دیں اور دونوں کو برابر کر دیں پس مطلب یہ ہے کہ وہاں پہلی صورت واقع نہ ہوگی کہ اس کا اثر یہ ہوتا کہ متبوع کو بوجہ کم ہو جانے اعمال کے اس کے درجہ سے کچھ نیچے لاتے اور تابع کو کچھ اوپر لے جائے اور دونوں ایک متوسط درجے میں رہتے یہ نہ ہوگا بلکہ دوسری صورت واقع ہوگی اور متبوع اپنے درجۂ عالیہ میں بدستور رہے گا اور تابع کو وہاں پہنچا دیا جاوے گا اور متبوع اور ذریت میں ایمان کی شرط اس لئے ہے کہ اگر وہ ذریت مؤمن نہیں تو آبائے مؤمنین کے ساتھ الحاق نہیں ہوسکتا کیونکہ کافروں میں سے) ہر شخص اپنے اعمال (کفریہ) میں محبوس (فی النار و ماخوذ) رہے گا (کقولہ تعالیٰ: كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ اِلَّآ اَصْحٰبَ الْيَمِيْنِ [المدثر: ۳۸ - ۳۹] فسرہ بہ ابن عباسؓ کما فی الدر یعنی کفر سے نجات کی کوئی صورت نہیں لہٰذا الحاق با باء مؤمنین متصور نہیں اس لئے الحاق میں ایمان ذریت شرط ہے) اور (آگے پھر مطلق اہل ایمان و اہل جنت کا بیان ہے کہ (ہم ان کو میوے اور گوشت جس قسم کا ان کو مرغوب ہو روز افزوں دیتے رہیں گے (اور) وہاں آپس میں (بطور خوش طبعی کے) جام شراب میں چھینا جھپٹی بھی کریں گے کہ اس (شراب) میں نہ بک بک لگے گی (کیونکہ نشہ نہ ہوگا) اور نہ اور کوئی بے ہودہ بات (عقل و متانت کے خلاف) ہوگی اور اُن کے پاس (فواکہ وغیرہ لانے کے لئے) ایسے لڑکے آویں جاویں گے (اور تحقیق ان کی ماہیت کی تفسیر سورۂ واقعہ میں آوے گی) جو خاص ان ہی (کی خدمت) کے لئے ہوں گے (اور غایت حسن و جمال سے ایسے ہوں گے کہ) گویا وہ حفاظت سے رکھے ہوئے موتی ہیں (کہ اُن پر ذرا گرد و غبار نہیں ہوتا اور آب و تاب اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے) اور (اُن کو روحانی مسرت بھی ہوگی چنانچہ اس میں سے ایک کا بیان یہ ہے کہ) وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر بات چیت کریں گے (اور اثنائے گفتگو میں) یہ بھی کہیں گے کہ (بھائی) ہم تو اس سے پہلے اپنے گھر (یعنی دنیا میں انجام کار سے) بہت ڈرا کرتے تھے سو خدا نے ہم پر بڑا احسان کیا اور ہم کو عذاب دوزخ سے بچا لیا (اور) ہم اس سے پہلے یعنی دنیا میں) اس سے دعائیں مانگا کرتے تھے (کہ ہم کو دوزخ سے بچا کر جنت میں لے جاوے سو اللہ نے دعاء قبول کر لی) واقعی وہ بڑا محسن مہربان ہے (اور اس مضمون سے مسرت ہونا ظاہر ہے اور چونکہ یہ امر دو حیثیت سے نعمت تھا ایک فی نفسہ مضرت سے بچانا دوسرے ہم ناکاروں کی ناچیز عرض قبول کر لینا اس لئے دو عنوانوں سے تعبیر کیا گیا)۔ **ف**:

ذُریت کے بارہ میں جس عنوان سے فرمایا گیا ہے ظاہراً وہ اولاد کبار کے حق میں ہے چنانچہ بایمان کی قید خود اس کا کافی قرینہ ہے اور صغار کا حکم احادیث میں ہے جس میں کلام طویل ہے اور اس آیت میں ذریات کا بیان ہے اور حدیث میں اسی آیت کی تفسیر میں آباء کا حکم بھی یہی آیا ہے کذا فی الدر اور اُس حدیث میں ذریت پر لفظ ولد معطوف ہوا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ذریت سے مراد مطلق توابع ہیں زوجات و احباب و تلامذہ و مُریدین و محبین تو اس صورت میں آیت کا مفہوم بہت وسیع ہو جاوے گا اور اگر شبہ ہو کہ جب مؤمن کے ساتھ اُس کے ابناء و آباء ملحق ہوں گے تو وہ آباء و ابناء بھی مؤمن ہیں ان کے ابناء و آباء اُن کے ساتھ ملحق ہوں گے و علیٰ ہذا تو لازم آتا ہے کہ سب جنتی ایک ہی درجہ میں ہو جاویں جواب یہ ہے کہ الحاق بوجہ اصالت اعمال متبوع کے ہے اور تابع میں یہ اصالت نہیں ہے پس اس کے ساتھ دوسروں کا ملحق ہونا لازم نہیں آتا۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (الی قولہ تعالیٰ) اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ اس سے نسب شریف کا آخرت میں نافع ہونا ثابت ہوتا ہے لیکن شریف دینی کا نہ کہ شریف دنیوی عرفی کا۔ قولہ تعالیٰ: يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا كَاْسًا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مزاح و انبساط دوستوں میں مذموم نہیں جیسا زاہدان خشک اس کو خلاف وقار سمجھتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جب طیب قلب کا یقین ہو تو غیر کے مال میں تصرف جائز ہے۔

ملحقات الترجمۃ: لے **قوله** فی رهین محبوس یتاید بما فی الخازن كل امرئ ای كافر بما كسب ای عمل من الشرك رهين ای مرتهن بعمله فی النار والمؤمن لا يكون مرتهنا بعمله لقوله تعالىٰ كل نفس بما كسبت رهينة الا اصحاب اليمين آه قلت فالباء فی

بما كسبت ليست صلة للرهن بل للسبب وما قلته في وجه ارتباط الآية بما قبلها هو من المواهب ولله الحمد۱۲۔

اللغات: قوله رق هو الجلد الرقيق ويراد به مطلق ما يكتب فيه مجازا عبر به لكون عادة اكثر العرب الكتابة على الجلد الرقيق مسجور مملّو۔ قوله التنٰهم نقصناهم تاثيم يراد به فعل لو صدر في الدنيا كان مؤثما قوله سموم عذاب النار كذا في الخازن وهي الريح الحارة التي تدخل المسام فسميت بها نار جهنم لانها بهذه الصفة كذا في المدارك۱۲۔

النحو: يوم تمور منصوب بواقع۱۲۔

البلاغة: قوله كتب مسطور في التنكير كمال التعريف والتنبيه على ان ذلك الكتاب لا يخفى عرف او نكر كذا في الروح ووصف الكتاب بمسطور ايذانا بكونه معتنى بشانه فان السطر ترتيب الحروف المكتوبة فمعنى المسطور مكتوب على وجه الانتظام قوله ان عذاب ربك لواقع في الروح اى لكائن على شدة كانه مهيا في مكان مرتفع فيقع على من يحل به من الكفار وفي اضافة الى الرب مع اضافة الرب الى ضميره عليه الصلوٰة والسلام امان له ﷺ واشارة الى ان العذاب واقع بمن كذبه قوله مورا وسيرا في الروح الاتيان بالمصدرين للايذان بغرابتهما وخروجهما عن الحدود المعهودة اى مورا عجيبا وسيرا بديعا لا يدرك منهما۱۲۔ قوله غلمان لهم اللام للاختصاص اى مماليك مختصة بهم ولم يقل غلمانهم بالاضافة لئلا يتوهم انهم هم الذين كانوا يخدمونهم في الدنيا فيشفق كل من خدم احدا في الدنيا ان يكون له خادما في الجنة فيحزن بكونه لا يزال تابعا۱۲۔

فَذَكِّرْ فَمَآ أَنتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَلَا مَجْنُونٍ ﴿٢٩﴾ أَمْ يَقُولُونَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهِۦ رَيْبَ ٱلْمَنُونِ ﴿٣٠﴾ قُلْ تَرَبَّصُوا۟ فَإِنِّى مَعَكُم مِّنَ ٱلْمُتَرَبِّصِينَ ﴿٣١﴾ أَمْ تَأْمُرُهُمْ أَحْلَٰمُهُم بِهَٰذَآ ۚ أَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُونَ ﴿٣٢﴾ أَمْ يَقُولُونَ تَقَوَّلَهُۥ ۚ بَل لَّا يُؤْمِنُونَ ﴿٣٣﴾ فَلْيَأْتُوا۟ بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِۦٓ إِن كَانُوا۟ صَٰدِقِينَ ﴿٣٤﴾ أَمْ خُلِقُوا۟ مِنْ غَيْرِ شَىْءٍ أَمْ هُمُ ٱلْخَٰلِقُونَ ﴿٣٥﴾ أَمْ خَلَقُوا۟ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ ۚ بَل لَّا يُوقِنُونَ ﴿٣٦﴾ أَمْ عِندَهُمْ خَزَآئِنُ رَبِّكَ أَمْ هُمُ ٱلْمُصَۜيْطِرُونَ ﴿٣٧﴾ أَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ يَسْتَمِعُونَ فِيهِ ۖ فَلْيَأْتِ مُسْتَمِعُهُم بِسُلْطَٰنٍ مُّبِينٍ ﴿٣٨﴾ أَمْ لَهُ ٱلْبَنَٰتُ وَلَكُمُ ٱلْبَنُونَ ﴿٣٩﴾ أَمْ تَسْـَٔلُهُمْ أَجْرًا فَهُم مِّن مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُونَ ﴿٤٠﴾ أَمْ عِندَهُمُ ٱلْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُونَ ﴿٤١﴾ أَمْ يُرِيدُونَ كَيْدًا ۖ فَٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ هُمُ ٱلْمَكِيدُونَ ﴿٤٢﴾ أَمْ لَهُمْ إِلَٰهٌ غَيْرُ ٱللَّهِ ۚ سُبْحَٰنَ ٱللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿٤٣﴾ وَإِن يَرَوْا۟ كِسْفًا مِّنَ ٱلسَّمَآءِ سَاقِطًا يَقُولُوا۟ سَحَابٌ مَّرْكُومٌ ﴿٤٤﴾ فَذَرْهُمْ حَتَّىٰ يُلَٰقُوا۟ يَوْمَهُمُ ٱلَّذِى فِيهِ يُصْعَقُونَ ﴿٤٥﴾ يَوْمَ لَا يُغْنِى عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ﴿٤٦﴾ وَإِنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا۟ عَذَابًا دُونَ ذَٰلِكَ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٤٧﴾ وَٱصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا ۖ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِينَ تَقُومُ ﴿٤٨﴾ وَمِنَ ٱلَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَإِدْبَٰرَ ٱلنُّجُومِ ﴿٤٩﴾

تو آپ سمجھاتے رہیے کیونکہ آپ بفضلہ تعالیٰ نہ تو کاہن ہیں اور نہ مجنون ہیں (جیسا کہ مشرکین کہتے ہیں) ہاں کیا یہ لوگ یوں (بھی) کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہیں (اور) ہم ان کے بارے میں حادثہ موت کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ (بہتر) تم منتظر رہو سو میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں۔ کیا ان کی عقلیں ان کو ان باتوں کی تعلیم کرتی ہیں یا یہ ہے کہ یہ شریر لوگ ہیں۔ ہاں کیا یہ (بھی) کہتے ہیں کہ انہوں نے اس قرآن کو خود گھڑ لیا ہے بلکہ یہ لوگ تصدیق نہیں کرتے تو یہ لوگ اس طرح کا کوئی کلام (بنا کر) لے آئیں اگر (اس دعویٰ میں) یہ سچے ہیں۔ کیا یہ لوگ بدوں کسی خالق کے خود بخود پیدا ہو گئے ہیں یا یہ خود اپنے خالق ہیں۔ یا انہوں نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے۔ بلکہ یہ لوگ (بوجہ جہل کے توحید کا) یقین نہیں لاتے۔ کیا ان لوگوں کے پاس تمہارے رب کے خزانے ہیں یا یہ لوگ اس محکمہ (نبوت کے حاکم) ہیں۔ کیا ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے کہ اس پر وہ چڑھ کر آسمان کی) باتیں سن لیا کرتے ہیں تو ان میں جو (وہاں کی) باتیں سن آتا ہے وہ (اس پر) کوئی صاف دلیل پیش کرے کہ خدا کے لئے بیٹیاں

اور تمہارے لئے بیٹے (تجویز ہوں) کیا آپ ان سے کچھ معاوضہ تبلیغ احکام کا مانگتے ہیں کہ وہ تاوان ان کو گراں معلوم ہوتا ہے۔ کیا ان کے پاس غیب (کا علم) ہے کہ یہ لکھ لیا کرتے ہیں۔ کیا یہ لوگ کچھ برائی کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ سو یہ کافر خود ہی (اس) برائی میں گرفتار ہوں گے۔ کیا ان کا اللہ کے سوا کوئی معبود ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے شرک سے پاک ہے اور اگر وہ آسمان کے ٹکڑے کو دیکھ لیں کہ گرتا ہوا آ رہا ہے تو یوں کہہ دیں کہ یہ تو تہ بہ تہ جما ہوا بادل ہے تو ان کو رہنے دیجئے یہاں تک کہ ان کو اپنے اس دن سے سابقہ ہو جس میں ان کے ہوش اُڑ جائیں گے۔ جس دن ان کی تدبیریں ان کے کچھ بھی کام نہ آئیں گی اور نہ (کہیں سے) ان کو مدد ملے گی اور ان ظالموں کے لئے قبل اس (عذاب) کے بھی عذاب ہونے والا ہے (جیسے قتل بدر) لیکن ان میں اکثر کو علم نہیں اور آپ اپنے رب کی (اس) تجویز پر صبر سے بیٹھے رہئے کہ آپ ہماری حفاظت میں ہیں اور اُٹھتے وقت (مجلس سے یا سونے سے) اپنے رب کی تسبیح وتحمید کیا کیجئے اور رات میں بھی اس کی تسبیح کیا کیجئے (مثلاً عشا) اور ستاروں سے پیچھے بھی۔

تفسیر ربط: اوپر فَوَيْلٌ يَّوْمَىِٕذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ...... میں تکذیب کی عقوبت مذکور تھی آگے ان کی تکذیب کا رد ہے اور جن اُمور کی وہ تکذیب کرتے تھے ان میں اصل چیزیں تین تھیں توحید و رسالت و بعث ان آیات میں تینوں باب میں ان کے مزعومات مقالات وخیالات کا مخلط طور پر رد ہے اور شاید مخلط لانے میں یہ نکتہ ہو کہ تینوں عقیدوں کے تلازم کی طرف اشارہ ہو کہ ایک کی تکذیب بمنزلہ دوسرے کی تکذیب کے ہے اور ختم سورت میں ان تکذیبات پر آپ کا تسلیہ وازالہ حزن ہے اور ان آیات میں لفظ ام پندرہ جگہ ہے کہیں متصلہ ہے کہیں منقطعہ کہیں بمعنی ہمزۂ استفہام علی حسب اقتضاء المقام اور چونکہ اوپر جو کچھ ذکر ہوا وہ بھی مثل دیگر مضامین قرآنیہ کے موجب تذکیر ہے اس لئے اس پر امر بالتذکیر کی تفریع کلمۂ فاء سے فذکر میں فرمائی گئی واللہ اعلم۔

ردمزعومات مکذبین توحید ورسالت وبعث مع امر بالتذکیر دراول وتسلیہ درآخر فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ (الی قولہ تعالی) وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ (جب آپ پر مضامین واجب التبلیغ وحی کئے جاتے ہیں جیسے اوپر ہی جنت دوزخ کے مستحقین کی تفصیل کی گئی ہے) تو آپ (ان مضامین سے لوگوں کو) سمجھاتے رہئے کیونکہ آپ بفضلہ تعالیٰ نہ تو کاہن ہیں اور نہ مجنون ہیں (جیسا یہ مشرکین کہتے ہیں چنانچہ والضحیٰ کی شان نزول میں یہ قول منقول ہے قد ترکك شیطانك رواہ البخاری جس کا حاصل نسبت الی الکہانت ہے اور ایک آیت میں ہے وَيَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ [القلم: ۵۱] مطلب یہ کہ آپ نبی ہیں اور نبی کا کام دوام علی التذکیر ہے گو لوگ کچھ ہی بکیں) ہاں کیا یہ لوگ (علاوہ کاہن اور مجنون کہنے کے آپ کی نسبت) یوں (بھی) کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہیں (اور) ہم ان کے بارہ میں حادثہ موت کا انتظار کر رہے ہیں) جیسا درمنثور میں ہے کہ قریش دارالندوہ میں مجتمع ہوئے اور آپ کے بارہ میں یہ مشورہ قرار پایا کہ جیسے اور شعراء مرمر گئے آپ بھی ان ہی میں کے ایک ہیں اسی طرح آپ بھی ہلاک ہو جاویں گے) آپ فرما دیجئے کہ (بہتر) تم منتظر رہو میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں (یعنی تم میرا انجام دیکھو میں تمہارا انجام دیکھتا ہوں اس میں اشارۂ پیشین گوئی ہے کہ میرا انجام فلاح وکامیابی ہے اور تمہارا انجام خسارہ اور ناکامی ہے اور یہ مقصود نہیں کہ تم مرو گے میں نہ مروں گا بلکہ ان لوگوں کا جو اس سے مقصود تھا کہ ان کا دین چلے گا نہیں یہ مر جاویں گے اور دین مٹ جاوے گا جواب میں اس کا رد مقصود ہے چنانچہ یوں ہی ہوا اور یہ لوگ جو ایسی ایسی باتیں کرتے ہیں تو) کیا ان کی عقلیں (جس کے یہ بڑے مدعی ہیں) ان کو ان باتوں کی تعلیم کرتی ہیں یا یہ ہے کہ یہ شریر لوگ ہیں (ان کے مدعی عقل ہونے پر اُن کا یہ قول دال ہے: لَوْ كَانَ خَيْرًا مَّا سَبَقُوْنَآ اِلَيْهِ [الأحقاف: ۱۱] کما مر تفسیرہ فی سورۃ الاحقاف فی الرکوع الثانی اور معالم کی نقل سے اور تائید ہوتی ہے کہ عظمائے قریش لوگوں میں احلام وعقول کے ساتھ موصوف ومشہور تھے پس اس آیت میں ان کی عقل کی حالت دکھلائی گئی ہے کہ کیوں صاحب بس یہی عقل ہے جو ایسی تعلیم دے رہی ہے اور اگر یہ عقل کی تعلیم نہیں ہے تو نری شرارت اور ضد ہے یہ مضمون اَمْ تَاْمُرُهُمْ ...... ظاہر یہ ہے کہ ان کے تینوں قول یعنی کاہن اور مجنون اور شاعر کہنے کے متعلق ہے پس ہر قول کا دو دو طور پر رد ہو گیا ایک خاص ایک مشترک) ہاں کیا وہ یہ (بھی) کہتے ہیں کہ اُنہوں نے اس (قرآن) کو خود گھڑ لیا ہے (سو تحقیقی جواب تو اس کا یہ ہے کہ یہ بات نہیں ہے) بلکہ (یہ بات صرف اس وجہ سے کہتے ہیں کہ) یہ لوگ (بوجہ عناد کے اس کی) تصدیق نہیں کرتے (اور قاعدہ ہے کہ جس چیز کی آدمی تصدیق نہیں کرتا ہزار وہ حق ہو مگر اس کی ہمیشہ نفی ہی کیا کرتا ہے۔ اور دوسرا الزامی جواب یہ ہے کہ اچھا اگر یہ ان کا بنایا ہوا ہے) تو یہ لوگ (بھی عربی اور بڑے فصیح وبلیغ قادر الکلام ہیں) اس طرح کا کوئی کلام (بنا کر) لے آئیں اگر یہ (اس دعویٰ تقول میں) سچے ہیں (اور اس زعم تقول کے بھی مثل مزعومات سابقہ دو جواب ہو گئے ایک تحقیقی ایک الزامی اور یہ سب مضامین رسالت کے متعلق ہیں آگے توحید کے متعلق گفتگو ہے کہ یہ لوگ جو توحید کے منکر ہیں تو) کیا یہ لوگ بدون کسی خالق کے خود بخود پیدا ہو گئے ہیں یا یہ خود اپنے خالق ہیں یا (یہ کہ نہ اپنے خالق ہیں اور نہ بلا خالق مخلوق ہوئے ہیں لیکن) انہوں نے آسمان وزمین کو پیدا کیا ہے (اور صفت خالقیت مختصہ بالباری تعالیٰ میں شریک ہیں حاصل یہ کہ خدا تعالیٰ کو متفرد بالخالقیۃ اور اپنے کو محتاج الی الخالق اعتقاد کرنے کے لوازم میں سے ہے وجوب

اعتقاد توحید فی الالوہیۃ اور توحید فی الالوہیۃ کا انکار وہ شخص کرسکتا ہے جو حق تعالیٰ کے تفرد بالخالقیۃ یا اپنی مخلوقیت کا منکر ہو اور اس میں تین شقیں نکلیں گی ایک یہ کہ اپنے کو کسی خالق کا محتاج نہ جانے وہو المذکور فی قولہ تعالیٰ : اَمۡ خُلِقُوۡا مِنۡ غَيۡرِ شَىۡءٍ دوم یہ کہ اپنے کو محتاج الی الخالق سمجھے مگر خالق اپنے ہی کو مانے وہو المدلول بقولہ تعالیٰ: اَمۡ هُمُ الۡخٰلِقُوۡنَؕ سوم یہ کہ اپنے کو محتاج الی الخالق سمجھے مگر حق تعالیٰ کو متفرد فی الخالقیۃ نہ سمجھے بلکہ کسی دوسرے کو بھی شریک فی الخالقیت جانے خواہ اپنے کو وہو المعنی بقولہ تعالیٰ : اَمۡ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ یا کسی دوسرے کو اور وہ دوسری آیتوں میں مذکور ہے۔

اَرُوۡنِىۡ مَاذَا خَلَقُوۡا مِنَ الۡاَرۡضِ اَمۡ لَهُمۡ شِرۡكٌ فِى السَّمٰوٰتِ [فاطر : ۴۰] چونکہ دونوں کی نفی کی دلیل واحد تھی اس لئے ایک کا رد دوسرے کے او پر دال ہے اور شاید تخصیص ذکری نفی خالقیت کی ان کی ذات سے بایں وجہ ہو کہ اس کے بطلان کو وہ جلدی مان لیں گے پھر آگے اشتراک دلیل سے دوسرے شرکاء سے نفی خالقیت کا تعدیہ کرلیے جاوے گا غرض اصل تین شقیں ہوئیں اور تینوں کا بطلان چونکہ ظاہر تھا اس لئے رد میں صرف استفہام انکاری پر اکتفا کیا چنانچہ شق اول تو اس طرح باطل ہے کہ ممکن ترجیح وجود میں محتاج مرجح کا ضرور ہوگا شق ثانی اس لئے کہ شئے واحد علت اور معلول ایک ہی جہت سے نہیں ہوسکتی شق ثالث اس لئے کہ دلائل عقلیہ سے تعدد صانع عالم کا استحالہ ثابت ہے کما اشیر الیہ فی قولہ تعالیٰ :اِنَّ فِىۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ الی قولہ لِّقَوۡمٍ يَّعۡقِلُوۡنَ [البقرۃ : ۱۶۴] پارہ سیقول۔ اور علاوہ ان دلائل کے اہل عرب تفرد فی الخالقیۃ یا احتیاج فی المخلوقیۃ کے معترف بھی تھے اس لئے بھی ابطال مفصل کی ضرورت نہ ہوئی لیکن اس اعتقاد کا مستلزم اعتقاد توحید ہونا بوجہ عدم تدبر کے نہ جانتے تھے اسی لئے آگے ان کے اس جہل کی طرف اشارہ ہے کہ واقع میں ایسا نہیں کہ ملزوم مذکور ملزوم نہ ہو یا ملزوم واقع نہ ہوتا کہ وجود ملزوم سے وجود لازم پر استدلال کرنے میں شبہ کی گنجائش ہو) بلکہ (ملزوم واقع بھی ہے اور ملزوم بھی ہے لیکن) یہ لوگ (بوجہ جہل کے توحید کا) یقین نہیں لاتے (وہ جہل یہی ہے کہ ملزومیت اور لازمیت میں غور نہیں کرتے پس علاقہ ملازمت ان کے ذہن سے مخفی ہے یہ گفتگو توحید کے متعلق ہوئی آگے رسالت کے متعلق اُن کے دوسرے مزعومات کا رد ہے چنانچہ وہ یہ بھی کہا کرتے کہ اگر نبوت ہی ملنا تھا تو فلاں فلاں رؤسائے مکہ وطائف کو ملتی حق تعالیٰ اس کا جواب دیتے ہیں کہ) کیا ان لوگوں کے پاس تمہارے رب (کی نعمتوں اور رحمتوں) کے (جن میں نبوت بھی داخل ہے) خزانے ہیں (کہ جس کو چاہیں نبوت دے دیں کقولہ تعالیٰ : اَهُمۡ يَقۡسِمُوۡنَ رَحۡمَتَ رَبِّكَ [الزخرف : ۳۲] یا یہ لوگ (اس محکمۂ نبوت کے) حاکم ہیں (کہ جسے چاہیں نبوت دلوا دیں یعنی دینے دلانے کی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ مثلاً خزانہ اپنے قبضہ میں ہو دوسرے یہ کہ قبضہ میں نہ ہو مگر قابضان خزانہ اس کے محکوم ہوں کہ اس کے دستخط دیکھ کر دے دیتے ہیں یہاں دونوں کی نفی فرمادی اور اس نفی کا حاصل تو یہ ہے کہ ان کی ادعائے نفی رسالت محمدیہ واستحقاق دیگر رؤساء پر کوئی دلیل عقلی تو ہے نہیں بلکہ خود اس کے عکس پر دلائل عقلیہ قائم ہیں چنانچہ بدیہی ہے اور اسی لئے محض استفہام انکاری پر اکتفا فرمایا اب آگے دلیل نقلی کی نفی فرماتے ہیں یعنی) کیا ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے کہ اس پر (چڑھ کر آسمان کی) باتیں سن لیا کرتے ہیں (یعنی دلیل نقلی وحی آسمانی ہے اور اُس کے علم کے دو طریقے ہیں یا تو وحی نزول کرے یا صاحب وحی صعود کرے اور دونوں کا منتفی ہونا ان لوگوں سے ظاہر ہے ایک کو تو یہاں بیان بھی فرمادیا دوسرے کی نفی دوسری آیت میں ہے: وَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنِ افۡتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوۡ قَالَ اُوۡحِىَ اِلَىَّ وَلَمۡ يُوۡحَ اِلَيۡهِ شَىۡءٌ وَّمَنۡ قَالَ سَاُنۡزِلُ مِثۡلَ مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ ؕ [الأنعام : ۹۳] اور یہاں نزول کی نفی کا شاید اس لئے ذکر نہ کیا ہو کہ نزول کے دعوے کی تو اس لئے گنجائش ہی نہیں رہتی کہ نزول علی الرسول اور نزول علیہم میں کوئی معتد بہ تفاوت نہیں اور جس تفاوت پر ان کی نظر تھی اور اس کی بناء پر کہا کرتے تھے :لو لا نزل هذا القرآن على رجل من القريتين عظيم اُس کا جواب ان ہی آیات میں مذکور ہے جس کی تقریر آیات مذکورہ کی تفسیر میں ہو چکی ہے غرض جب وہ تفاوت معتبر نہیں تو نزول علی الرسول کے انکار کے بعد نزول علیہم کا احتمال ہی نہ رہا اس لئے اس کا ذکر کلام میں متروک کردیا گیا اور صرف شق صعود سے استفہام کیا گیا کہ کیا وہاں سے علم وحی جو کہ دلیل نقلی ہے لایا کرتے ہیں جس سے یہ ثابت ہو جاوے کہ نعوذ باللہ آپ مستحق نبوت نہیں آگے اس کے متعلق ایک احتمال عقلی کا ابطال فرماتے ہیں کہ اگر فرضاً یہ لوگ اس صعود واستماع کے مُدعی ہوں) تو ان میں جو (وہاں کی) باتیں سن آتا ہو وہ (اس دعوے پر) کوئی صاف دلیل (یعنی جو قواعد استدلال کو جامع ہو) پیش کرے (جس سے ثابت ہو کہ یہ شخص مشرف بہ وحی ہوا ہے جیسا ہمارے نبی اپنی وحی پر دلائل خارقہ رکھتے ہیں۔ آگے پھر توحید کے بارہ میں ایک خاص مضمون کے متعلق کلام ہے یعنی یہ منکرین توحید جو فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں قرار دے کر شرک کرتے ہیں تو ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ) کیا خدا کے لئے بیٹیاں (تجویز کی جاویں) اور تمہارے لئے بیٹے (تجویز ہوں یعنی اپنے لئے تو وہ چیز پسند کرتے ہو جس کو اعلیٰ درجہ کا سمجھتے ہو اور خدا کے لئے وہ چیز تجویز کرتے ہو جس کو ادنیٰ درجہ کا سمجھتے ہو جس کا بیان سورۂ صافات کے اخیر میں مفصل مدلل گزرا ہے آگے پھر رسالت کے متعلق

کلام ہے کہ ان کو جو باوجود آپ کی حقانیت ثابت ہو جانے کے آپ کا اتباع اس قدر ناگوار ہے تو) کیا آپ ان سے کچھ معاوضہ (تبلیغ احکام کا) مانگتے ہیں کہ وہ تاوان ان کو گراں معلوم ہوتا ہے (وہذا کقولہ تعالیٰ :اَمْ تَسْئَلُهُمْ خَرْجًا ...... [المؤمنون : ۷۲] آگے بعث ومجازات کے متعلق کلام ہے کہ وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ اول تو قیامت نہیں اور اگر بالفرض ہوگی تو ہم وہاں بھی اچھے رہیں گے کما فی قولہ تعالیٰ: وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً وَّلَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّىْٓ اِنَّ لِىْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى [حٰمٓ السجدۃ : ۵۰] تو ہم اس کے متعلق ان سے پوچھتے ہیں کہ) کیا ان کے پاس غیب (کا علم) ہے کہ یہ (اس کو محفوظ رکھنے کے واسطے) لکھ لیا کرتے ہیں (یہ احقر کے نزدیک کنایہ ہے یحفظون سے کیونکہ کتابت طریقہ ہے حفظ کا پس حاصل یہ ہوا کہ جس امر پر اثباتاً یا نفیاً کوئی دلیل عقلی قائم نہ ہو وہ غیب محض ہے اس کا دعویٰ اثباتاً یا نفیاً وہ کرے جس کو کسی واسطہ سے اُس غیب پر مطلع کیا جاوے اور پھر مطلع ہونے کے بعد وہ اس کو محفوظ بھی رکھے اس لئے کہ اگر مدرک ہونے کے بعد مخزول نہ ہو تب بھی حکم اور دعویٰ بلاعلم ہوگا پس تم جو قیامت کی نفی اور اپنے لئے حسنیٰ کے قائل ہو تو کیا تم کو غیب پر کسی واسطہ سے اطلاع دی گئی ہے جیسا ہمارے نبی کو اثبات قیامت اور تم سے نفی حسنیٰ کی خبر غیبی بواسطہ وحی کے دی گئی ہے اور وہ اس کو محفوظ رکھ کر اوروں کو پہنچا رہے ہیں آگے رسالت کے متعلق ایک اور کلام ہے وہ یہ کہ) کیا یہ لوگ (صاحب رسالت کے ساتھ) کچھ برائی کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں (جس کا بیان دوسری آیت میں ہے: وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ [الأنفال : ۳۰] سو یہ کافر خود ہی (اس) برائی (کے وبال) میں گرفتار ہوں گے (چنانچہ) اس قصد میں ناکام ہوئے اور بدر میں مقتول ہوئے آگے پھر توحید کے متعلق کلام ہے کہ) کیا ان کا اللہ کے سوا کوئی اور معبود ہے اللہ تعالیٰ ان کے شرک سے پاک ہے اور (آگے پھر رسالت کے متعلق ایک کلام ہے وہ یہ کہ یہ لوگ نفی رسالت کے لئے ایک بات یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ ہم تو آپ کو اس وقت رسول جانیں جب ہم پر ایک آسمان کا ٹکڑا گرادو کما قال تعالیٰ :وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ الی قولہ اور اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا [بنی اسرائیل : ۹۰ تا ۹۲] سو اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو دعویٰ پر خواہ وہ دعویٰ رسالت ہو یا اور کچھ ہو مطلق دلیل کا بشرطیکہ صحیح ہو قائم کر دینا کافی ہے جو کہ دعویٰ رسالت ہی کے وقت سے بلا کسی قدح وجرح کے قائم ہے اور کسی خاص دلیل کا قائم ہونا ضروری نہیں اور نہ اس سے دعویٰ نبوت میں قدح لازم آتا ہے اور اگر تبرعاً کوئی فرمائشی دلیل قائم کی جاوے تو یہ اس وقت ہے جب اس میں کوئی مصلحت ہو مثلاً درخواست کنندہ طالب حق ہو تو یہ ہی سمجھا جاوے کہ خیر اسی ذریعہ سے اس کو ہدایت ہو جاوے گی یا اور کوئی معتد بہ حکمت ہو اور یہاں یہ مصلحت بھی نہیں کیونکہ ان کی یہ فرمائش طلب حق کے لئے نہیں بلکہ محض تعنت وعناد کی راہ سے ہے اور وہ ایسے ضدی ہیں کہ) اگر (ان کا یہ فرمائشی معجزہ واقع بھی ہو جاوے اور) وہ آسمان کے ٹکڑے کو دیکھ (بھی) لیں کہ گرتا ہوا آ رہا ہے تو (اس کو بھی) یوں کہہ دیں کہ یہ تو تہ بتہ جما ہوا بادل ہے (کقولہ تعالیٰ :وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ [الحجر : ۱۴] پس جب مصلحت بھی اس میں نہیں ہے اور دوسری مصلحتوں کی نفی کا بھی ہم کو علم ہے بلکہ ان مقترحات کا وقوع خلاف حکمت ہے پس جب ضرورت نہیں مصلحت نہیں بلکہ خلاف مصلحت ہے پھر کیوں واقع کیا جاوے اور نہ اس کے عدم وقوع سے نبوت کا انتفاء ہوتا ہے آگے اُن کے غلو فی الکفر پر جو اوپر کی آیتوں سے اور شدت عناد پر جو کہ آخر کی آیت سے معلوم ہوتا ہے بطور تفریع کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تسلیہ فرماتے ہیں کہ جب یہ لوگ ایسے طاغی اور باغی اور غالی ہیں) تو (ان سے توقع ایمان کر کے رنج میں نہ پڑیئے بلکہ) ان کو (ان ہی کی حالت پر) رہنے دیجئے یہاں تک کہ ان کو اپنے اس دن سے سابقہ (واقع) ہو جس میں ان کے ہوش اڑ جاویں گے (مراد قیامت کا دن ہے اور اس صعق کی تفصیل سورۂ زمر کی آخر آیت :ونفخ ...... کی تفسیر میں گزری ہے اور معنی حتی کی تحقیق سورۂ زخرف کے اخیر میں جہاں حَتّٰى يُلٰقُوْا [زخرف : ۸۳] آیا ہے گزری ہے آگے اس دن کا بیان ہے یعنی) جس دن ان کی تدبیریں (جو دنیا میں اسلام کی مخالفت اور اپنی کامیابی کے بارہ میں کیا کرتے تھے) ان کے کچھ کام بھی نہ آویں گی اور نہ (کہیں سے) ان کو مدد ملے گی (نہ تو مخلوق کی طرف سے کہ اس کا امکان ہی نہیں اور نہ خالق کی طرف سے کہ اس کا وقوع نہیں یعنی اس روز ان کو حقیقت معلوم ہو جاوے گی باقی اس سے ادھر ایمان لانے والے نہیں) اور (آخرت میں تو یہ مصیبت اُن پر آوے ہی گی لیکن) ان ظالموں کے لئے قبل اس (عذاب) کے (جس پر يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ دال ہے یعنی دنیا میں) بھی عذاب ہونے والا ہے (جیسے قحط وقتل بدر) میں لیکن ان میں اکثر کو معلوم نہیں (اکثر شاید اس لئے فرمایا ہو کہ بعضوں کے لئے ایمان مقدر تھا اور ان کا عدم علم بوجہ اس کے کہ علم سے مبدل ہونے والا تھا اس لئے وہ عدم علم نہیں قرار دیا گیا) اور (جب آپ کو معلوم ہو گیا کہ ہم ان کی سزا کے لئے ایک وقت معین کر چکے ہیں تو) آپ اپنے رب کی (اس) تجویز پر صبر سے بیٹھے رہئے (اور ان لوگوں کے لئے انتقام الٰہی کی جلدی نہ کیجئے جس کو آپ انتصار للمسلمین کی حیثیت سے چاہتے تھے اور نہ اس خیال سے انتقام کا استعجال کیجئے کہ یہ لوگ مدت اُمہال میں آپ کو کوئی ضرر پہنچا

سکیں گے سو اس کا بھی اندیشہ نہ کیجئے کیوں) کہ آپ ہماری حفاظت میں ہیں (پھر کاہے کا ڈر چنانچہ یونہی واقع ہوا) اور (اگر ان کے کفر کا غم دل پر آوے تو اس کا علاج یہ ہے کہ توجہ الی اللہ رکھا کیجئے مثلاً یہ کہ) اُٹھتے وقت (یعنی مجلس سے یا سونے سے اُٹھتے وقت مثلاً تہجد) اپنے رب کی تسبیح وتحمید کیا کیجئے اور رات (کے کسی حصہ) میں بھی اس کی تسبیح کیا کیجئے (مثلاً عشاء) اور ستاروں (کے غروب ہونے) سے پیچھے بھی (مثلاً نماز صبح اور مطلق ذکر بھی اس میں آ گیا اور تخصیص ان اوقات کی بوجوہ خاصہ اہتمام کے لئے ہے حاصل یہ کہ اپنے دل کو اُدھر مشغول رکھیے پھر فکر وغم کا غلبہ نہ ہوگا) **ف**: فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِ میں اگر مطلق کلام مراد ہے تو اس کی تفسیر فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ [البقرۃ: ۲۳] میں ہوگئی اور اگر ایک مضمون مراد ہے تو کہا جاوے گا کہ جیسے دوسری آیات میں زیادہ سے تحدی ہوئی ہے یہاں اقل سے ہوئی ہے اور فَلْيَأْتِ مُسْتَمِعُهُم ...... میں استماع پر دلیل کا مطالبہ من حیث کہ نہ طریق الوحی ہے نہ بخصوصیت استماع مع الصعود کے کیونکہ اس خصوصیت کو اصلی مقصود میں دخل نہیں واللہ اعلم۔ بحمد اللہ تفسیر سورۂ طور کی ختم ہوئی آگے والنجم کی تفسیر آتی ہے ان شاء اللہ تعالیٰ فقط **وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه محمد و آله اجمعین۔**

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا اس سے معلوم ہوا کہ مراقبہ حضور کو حصول صبر وسکینہ میں اثر قوی ہے ۱۲ سورۂ طور تمام ہوئی۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله فی من غیر شیٔ** بدوں کسی خالق کے **کما فی قوله تعالیٰ قل ای شیٔ اکبر شهادة قل الله ۱۲۔** ۲ **قوله فی هم المکیدون** ناکام ومقتول **اشار الی معنیین له کما فی المدارك هم الذین یعود علیهم وبال کیدهم ویحیق بهم مکرهم وذلك انهم قتلوا یوم بدر او المغلوبون فی الکید من کایدته فکدته ۱۲۔**

اللغات: ریب المنون فی الخازن یعنی حوادث الدهر والمنون اسم للموت وللدهر واصله القطع سمیا بذلك لانهما یقطعان الاجل آه ۱۲۔

سُوْرَةُ النَّجْمِ

سُوْرَةُ النَّجْمِ ۵۳ مَكِّيَّةٌ ۲۳ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ۶۲ رُكُوْعَاتُهَا ۳

سورۃ النجم مکہ میں نازل ہوئی — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اس میں ۶۲ آیات اور ۳ رکوع ہیں

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ﴿۱﴾ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ﴿۲﴾ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ﴿۳﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ﴿۴﴾ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ﴿۵﴾ ذُوْ مِرَّةٍ ؕ فَاسْتَوٰى ﴿۶﴾ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ﴿۷﴾ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ﴿۸﴾ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ﴿۹﴾ فَاَوْحٰۤى اِلٰى عَبْدِهٖ مَاۤ اَوْحٰى ﴿۱۰﴾ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ﴿۱۱﴾ اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ﴿۱۲﴾ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ﴿۱۳﴾ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ﴿۱۴﴾ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ﴿۱۵﴾ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ﴿۱۶﴾ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ﴿۱۷﴾ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ﴿۱۸﴾

قسم ہے (مطلق) ستارہ کی جب وہ غروب ہونے لگے۔ یہ تمہارے ساتھ کے رہنے والے نہ راہ (حق) سے بھٹکے اور نہ غلط راستہ ہو لئے اور نہ آپ اپنی خواہش نفسانی سے باتیں بناتے ہیں۔ ان کا ارشاد نری وحی ہے جو ان پر بھیجی جاتی ہے۔ ان کو ایک فرشتہ تعلیم کرتا ہے جو بڑا طاقتور ہے۔ پیدائشی طاقتور ہے پھر وہ فرشتہ (اپنی) اصلی صورت پر (آپ کے روبرو) نمودار ہوا ایسی حالت میں کہ وہ (آسمان کے) بلند کنارہ پر تھا۔ پھر وہ فرشتہ آپ کے نزدیک آیا پھر اور نزدیک آیا۔ سو دو کمانوں کے برابر فاصلہ رہ گیا بلکہ اور بھی کم۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے پر وحی نازل فرمائی جو کچھ نازل فرمائی تھی قلب نے دیکھی ہوئی چیز میں کوئی غلطی نہیں کی تو کیا ان (پیغمبر) سے ان کی دیکھی ہوئی چیز میں نزاع کرتے ہو اور انہوں نے (یعنی پیغمبر نے) اس فرشتے کو ایک اور دفعہ (صورت اصلیہ میں) دیکھا ہے سدرۃ المنتہیٰ کے پاس اس کے قریب جنت الماویٰ ہے۔ جب اس سدرۃ المنتہیٰ کو لپٹ رہی تھیں جو چیزیں لپٹ رہی تھیں نگاہ نہ تو ہٹی اور نہ بڑھی انہوں نے اپنے پروردگار (کی قدرت) کے بڑے بڑے عجائبات دیکھے۔

سورة النجم مكية وآيها احدى او اثنتان وستون آية كذا فى البيضاوى

تفسیر ربط: اوپر کی سورت میں توحید و رسالت و بعث و مجازات کا مضمون تھا اس سورت میں بھی یہی مضامین ہیں۔

تحقیق نبوت: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ﴿۱﴾ (الی قولہ تعالی) لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ﴿۱۸﴾ قسم ہے (مطلق[1]) ستارہ کی جب وہ غروب ہونے لگے (یعنی کوئی ستارہ ہو اور اس قسم میں نظیر ہے مضمون جواب قسم ما ضل صاحبكم وما غوى کی یعنی جس طرح ستارہ طلوع سے غروب تک اس تمام تر مسافت میں اپنی باقاعدہ رفتار سے اِدھر اُدھر نہیں ہوا اسی طرح آپ اپنی عمر بھر ضلال و غوایت سے محفوظ ہیں اور اس سے اذا هوى کے ساتھ مقید کرنے کی وجہ بھی معلوم ہوگئی اور گو غروب سے طلوع تک بھی نجم کے لئے یہی حکم ثابت ہے لیکن وہ مرئی نہیں اور طلوع سے غروب تک محسوس ہے اور نیز اشارہ ہے اس طرف کہ جیسے نجم سے اہتداء ہوتا ہے اسی طرح آپ سے بھی بوجہ عدم ضلال و عدم غوایت کے اہتداء ہوتا ہے اور چونکہ وسط سماء میں ہونے کے وقت سمت کا اندازہ نہیں ہوتا اور اس وجہ سے اس سے اہتداء نہیں ہوتا اس لئے اس میں قید لگائی قرب من الافق کی اور گو قرب من الافق طلوع کے وقت بھی ہوتا ہے لیکن غروب میں یہ بات زیادہ ہے کہ اس وقت طالبان اہتداء اس کو غنیمت سمجھتے ہیں اس خیال سے کہ اگر استدلال میں ذرا توقف کیا پھر غائب ہو جاوے گا بخلاف طلوع کے کہ اس میں بے فکری رہتی ہے پس اس میں اس طرف بھی اشارہ ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہدایت حاصل کر لینے کو غنیمت سمجھو اور شوق سے دوڑ دآگے جواب قسم ہے کہ) یہ تمہارے (ہمہ وقت) ساتھ (اور سامنے) کے رہنے والے (پیغمبر جن کے تمام احوال و افعال تم کو معلوم ہیں جن سے بشرط انصاف ان کی راستی پر استدلال کر سکتے ہو یہ پیغمبر) نہ راہ (حق) سے بھٹکے اور نہ غلط راستے ہو لئے (ضلال یہ کہ بالکل راستہ بھول کر کھڑا رہ جاوے اور غوایت یہ

کہ غیر راہ کو راہ سمجھ کر چلتا رہے کذا فی الخازن یعنی جیسے تم اُن کو دعویٰ نبوت و دعوت الی الاسلام میں بے راہ سمجھتے ہو یہ بات نہیں ہے بلکہ آپ نبی برحق ہیں) اور نہ آپ اپنی نفسانی خواہش سے باتیں بناتے ہیں (جیسا تم لوگ کہتے ہو کہ افتراہ بلکہ) ان کا ارشاد نری وحی ہے جو ان پر بھیجی جاتی ہے (خواہ الفاظ کی بھی وحی ہو جو قرآن کہلاتا ہے خواہ صرف معانی کی ہو جو سنت کہلاتی ہے اور خواہ وحی ہو یا کسی قاعدہ کلیہ کی وحی ہو جس سے اجتہاد فرماتے ہوں پس اس سے نفی اجتہاد کی نہیں ہوتی اور اصل مقصود مقام کا نفی ہے زعم کفار کی یعنی خدا کی طرف غلط بات کی نسبت نہیں فرماتے آگے وحی آنے کا واسطہ بتلاتے ہیں کہ) ان کو ایک فرشتہ (اس وحی کی منجانب اللہ) تعلیم کرتا ہے جو بڑا طاقتور ہے (اور اکتساب سے طاقتور نہیں بلکہ پیدائشی طاقتور ہے (جیسا ایک روایت میں خود جبریل علیہ السلام نے اپنی طاقت کا بیان فرمایا کہ میں نے قوم لوط علیہ السلام کی بستیوں کو جڑ سے اُکھاڑ کر آسمان کے قریب اس کو لے جا کر چھوڑ دیا رواہ فی تفسیر التکویر من الدر المنثور مطلب یہ کہ یہ کلام کسی شیطان کے ذریعہ سے آپ تک نہیں پہنچا کہ کاہن ہونے کا احتمال ہو بلکہ فرشتہ کے ذریعہ سے آیا ہے اور شاید شدید القوی کے ساتھ موصوف فرمانے میں یہ مقصود ہو کہ اس کا احتمال بھی نہ کیا جاوے کہ شاید اصل میں فرشتہ ہی لے کر چلا ہو مگر درمیان میں کوئی شیطانی تصرف ہو گیا ہو پس اس میں اشارہ ہو گیا جواب کی طرف کہ وہ نہایت شدید القوی ہیں شیطان کی مجال نہیں کہ ان کے پاس پھٹک سکے پھر ختم وحی کے بعد خود حق تعالیٰ نے اس کے بعینہ ادا کرا دینے کا وعدہ فرمایا ہے: اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ [القيامة : ١٧] آگے اس شبہ کا جواب ہے کہ اس وحی لانے والے کا فرشتہ اور جبریل ہونا تو اس وقت معلوم ہو سکتا ہے جب آپ ان کو پہچانتے ہوں اور پوری صحیح پہچان موقوف ہے اصلی صورت دیکھنے پر تو کیا آپ نے جبریل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت پر دیکھا ہے اس کی نسبت فرماتے ہیں کہ ہاں یہ بھی ہوا ہے جس کی کیفیت یہ ہے کہ چند بار تو دوسری صورت میں دیکھا گو یہ دوسری صورت بھی ایسی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اس صورت میں جو مشخصات اصلیہ تھے اور جو عارضہ تھے علم ضروری سے ان میں آپ کو تمایز عنایت فرما دیا جس پر یہ دلیل عقلی دال ہے کہ اللہ تعالیٰ مکلفین کو تلبیس سے محفوظ رکھتا ہے اور اس تمایز نہ ہونے پر یہ تلبیس جماہیر امت کی مرتب ہوتی اس لئے تمایز عطا فرما دیا گو صورت اصلی نہ تھی) پھر (ایک بار ایسا بھی ہوا کہ) وہ فرشتہ (اپنی) اصلی صورت پر (آپ کے روبرو) نمودار ہوا ایسی حالت میں کہ وہ (آسمان کے) بلند کنارہ پر تھا (ایک روایت میں اُفق شرقی سے تفسیر آئی ہے کما فی الدر المنثور ۔ اور افق میں دکھلائی دینے کی غالباً یہ حکمت ہے کہ وسط سماء میں دیکھنا خالی از مشقت و تکلف نہیں اور اعلیٰ میں غالباً یہ حکمت تھی کہ بالکل اُفق پر بھی پوری چیز نظر نہیں آتی اس لئے ذرا اونچے پر نظر آئے اور اس دیکھنے کا قصہ یہ ہوا تھا کہ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جبریل علیہ السلام سے خواہش کی کہ مجھ کو اپنی اصلی صورت دکھلا دو انہوں نے حراء کے پاس وحسب روایت ترمذی جیاد میں وعدہ ٹھہرایا آپ وہاں تشریف لے گئے تو ان کو اُفق مشرق میں دیکھا کہ ان کے چھ سو بازو ہیں اور اس قدر پھیلے ہوئے ہیں کہ اُفق غربی تک گھیر رکھا ہے آپ بیہوش ہو کر گر پڑے اس وقت جبرئیل علیہ السلام بصورت بشریہ ہو کر آپ کے پاس تسکین کے لئے اتر آئے جس کا آگے ذکر ہے کذا فی الجلالین حاصل یہ کہ وہ فرشتہ اول صورت اصلیہ میں افق اعلیٰ پر نمودار ہوا) پھر (جب آپ بیہوش ہو گئے تو) وہ فرشتہ (آپ کے) نزدیک آیا پھر اور نزدیک آیا سو (قرب کی وجہ سے کہ مدلول دنی کا ہے) دو کمانوں کے برابر فاصلہ رہ گیا بلکہ (غایت قرب کی وجہ سے کہ مدلول تدلی کا ہے) اور بھی کم (فاصلہ رہ گیا ۔ مطلب دو کمانوں کا یہ ہے کہ عرب کی عادت تھی کہ جب دو شخص باہم غایت درجہ کا اتفاق و اتحاد کرنا چاہتے تھے تو دونوں اپنی اپنی کمانیں لے کر ان کے چلّے یعنی تانت کو باہم ملاصق کر دیتے اور ملاصقت میں بھی بعض اجزاء کے اعتبار سے کچھ فصل ضرور ہی رہتا ہے پس اس محاورہ کی وجہ سے یہ کنایہ ہو گیا قرب و اتحاد سے اور چونکہ یہ محض اتفاق صوری کی علامت تھی تو اگر روحانی و قلبی اتفاق بھی ہو تو وہاں او ادنیٰ بھی صادق آ سکتا ہے پس او ادنیٰ کے بڑھا دینے میں اشارہ ہو گیا کہ مجاورت صوریہ کے علاوہ آپ میں اور جبریل علیہ السلام میں روحانی مناسبت بھی تھی جو مدار اعظم ہے معرفت تامہ اور حفظ صورت مدرکہ اور تمایز بین المشخصات الاصلیہ والعارضیہ کا غرض یہ کہ ان کی تسکین سے آپ کو تسکین ہوئی اور افاقہ ہوا) پھر (افاقہ کے بعد) اللہ تعالیٰ نے (اس فرشتہ کے ذریعہ سے) اپنے بندہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر وحی نازل فرمائی جو کچھ نازل فرمانا تھی (جس کی تعیین بالتخصیص معلوم نہیں اور نہ معلوم ہونے کی حاجت اور کیا عجب ہے کہ معرفت جبرئیلیہ کے متعلق کچھ وحی ہو یا اور کچھ ہو اور شاید اس وقت بھی وحی نازل فرمانا باوجودیکہ اصل مقصود اس وقت زیادت معرفت کے لئے صورتِ اصلیہ جبرئیلیہ کا دکھانا ہے اس لئے ہو کہ یہ معرفت میں اور زیادہ معین ہو کیونکہ جب حضور اس وقت کی وحی کو جو بوجہ ظہور بصورت اصلیہ کے بالقطع تبوسط جبریل علیہ السلام ہے اور دوسرے اوقات کی وحی کو جو بواسطہ صورت بشریہ ہے ایک شان پر دیکھیں گے تو مزید علیٰ مزید یقین میں قوت ہو گی کہ دونوں حالتوں میں واسطہ وحی حقیقت واحدہ ہے جیسا کہ کسی شخص کے نغمہ اور طرزِ کلام سے خوب آگاہ ہوں تو اگر کبھی وہ بہ تبدل صوت بھی بولتا ہے تو صاف پہچانا جاتا ہے آگے اس دیکھنے کے متعلق ایک شبہ کا جواب ہے وہ شبہ یہ ہے کہ رویت صورتِ اصلیہ جو مدار ہے معرفت تامہ کا اور جس کا اوپر اثبات کیا گیا ہے وہ مطلق رویت نہیں بلکہ رویت صحیحہ ہے اور اس کا مدار ہے اصل مدرک یعنی قلب کے خطا فی الادراک سے محفوظ ہونے پر ورنہ اگر اُسی کے ادراک میں خطا ہے تو حواس جو کہ جواسیس قلب ہیں ان میں بھی خطا ہو گی چنانچہ اسی بناء پر احساسات میں غلطی ہونا مشاہدہ کیا جاتا ہے مجنون باوجود سلامت حس کے بعض اوقات

پہچانے ہوئے لوگوں کو دوسرا شخص بتلانے لگتا ہے پس آیا یہ رویت رویت صحیحہ تھی یا نہیں آگے اس شبہ کا جواب ہے یعنی وہ رویت صحیحہ تھی کہ اس دیکھنے کے وقت) قلب نے دیکھی ہوئی چیز میں غلطی نہیں کی (رہا یہ کہ اس کی کیا دلیل ہے کہ قلب نے غلطی نہیں کی سو بات یہ ہے کہ اگر مطلقاً ایسے احتمالات قابل التفات ہوا کریں تو حس سے بالکل امان ہی مرتفع ہو جاوے وہو باطل بلکہ ان احتمالات کے لئے کوئی منشاء معتد بہ ہونا ضرور ہے چنانچہ احتمال خطائے قلبی کا منشاء یہ ہونا چاہئے کہ وہ ادراک کرنے والا مختل العقل ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح العقل فطین ذکی صاحب فراست ہونا مشاہد اور ظاہر تھا چونکہ باوجود اس اثبات بلیغ کے پھر بھی معاندین جدال وخلاف سے باز نہ آتے تھے اس لئے آگے بطور توبیخ وتعجیب کے ارشاد فرماتے ہیں کہ جب تم نے ایسے شافی کافی بیان سے معرفت ورویت کا ثبوت سن لیا) تو کیا ان (پیغمبر سے ان کی دیکھی (بھالی) ہوئی چیز میں نزاع کرتے ہو (یعنی مدرکات میں اسلم عن الخطا حسیات ہیں تو غضب کی بات ہے کہ حسیات میں اختلاف کرتے ہو کہ جن میں احتمالات خطا بھی مرتفع ہو گئے پھر یوں تو تمہارے حسیات میں بھی ہزاروں خدشے نکل سکتے ہیں) اور (اگر یہ مہمل خدشہ ہو کہ جس چیز کو ایک ہی بار دیکھا ہو تو اس کی پہچان کیسے ہو سکتی ہے البتہ مکرر دیکھنے میں جب ہر بار ایک ہی سی چیز دیکھی جاوے اس وقت شناخت ہو سکتی ہے کہ یہ وہی چیز ہے جو پہلی بار دیکھی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو یہ بات غلط ہے کیونکہ بعض اوقات کسی چیز کا ایسا پورا پتہ معلوم ہوتا ہے کہ دیکھتے ہی فوراً پہچان ہو جاتی ہے۔ دوسرے اول[1] بار میں بایں معنی پہچاننا ضروری نہیں کہ کسی کے اعلام یا کسی امارت واعلام کی احتیاج نہ ہو جیسا دوسری تیسری بار میں ہوتا ہے بلکہ بایں معنی معرفت حاصل ہو جاتی ہے کہ کسی صادق کے بتلانے سے یا قرائن وعلامات کے مجتمع ہونے سے اُس کا علم ہو جائے اور پھر اس کی صورت ذہن میں محفوظ ومخزون رہے کہ بار دگر محض انطباق صورت سے پہچان لیں پس ممکن ہے کہ آپ کو علم ضروری یا استدلالی کے طور پر جس کے مقدمات کی تعیین ہم نہیں کر سکتے یا اس وجہ سے کہ کئی بار آپ کو معاینہ صورت غیر اصلیہ کا ہو چکا تھا اور مشخصات اصلیہ کا آپ کے ذہن نے اخذ کر لیا تھا غرض کسی طرح سے جبریل علیہ السلام کا پورا پتہ معلوم ہوا اور اس سے پہچان ہو گئی ہو یا اس وقت اعلام الٰہی سے آپ کو یقین ہو گیا ہو پس دو وجہ سے یہ خدشہ باطل ہے تیسرے علی سبیل التنزل اگر شناخت کے لئے تکرار مشاہدہ ہی کی ضرورت ہے تو) انہوں نے (یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے) اس فرشتہ کو ایک اور دفعہ بھی (صورت اصلیہ میں) دیکھا ہے (پس اب تو وہ تو ہم بھی مدفوع ہو گیا کیونکہ تطابق صورتین سے پوری تعیین ہو گئی کہ ہاں جبریل یہی ہیں آگے اس دیکھنے کی جگہ بتلاتے ہیں کہ کہاں دیکھا یعنی شب معراج میں دیکھا ہے) سدرۃ المنتہٰی کے پاس (سدرۃ کہتے ہیں بیری کے درخت کو اور منتہٰی کے معنی ہیں انتہا کی جگہ حدیثوں میں آیا ہے کہ یہ ایک درخت ہے بیری کا ساتویں آسمان میں عالم بالا سے جو احکام وارزاق وغیرہ آتے ہیں وہ اول سدرۃ المنتہٰی تک پہنچتے ہیں پھر وہاں سے ملائکہ زمین پر لاتے ہیں اسی طرح یہاں سے جو اعمال صعود کرتے ہیں وہ بھی سدرۃ المنتہٰی تک پہنچتے ہیں پھر وہاں سے اوپر اٹھا لئے جاتے ہیں دنیا میں اس کی مثال ڈاک خانہ کی سی سمجھئے کہ آمد وبرآمد خطوط کی وہاں سے ہوتی ہے اور شاید اس تقیید میں اشارہ ہو تقویت اصالت صورت مرئیہ کی طرف کیونکہ فرشتوں کا اصل مسکن آسمان ہے اور عادت متعارفہ ہے کہ مسکن سے دور ہو کر تو کبھی اصلی صورت تبدیل وضع وغیرہ سے کسی قدر بدل بھی جاتی ہے لیکن اپنے اصل مسکن میں بالکل اصلی ہیئت پر استقرار ہوتا ہے پس اصالت صورت کی زیادہ تقویت ہو گئی اور عند سدرۃ المنتہٰی میں تو مکان رویت بتلایا تھا آگے اس مکان کا شرف بتلاتے ہیں کہ) اس (سدرۃ المنتہٰی) کے قریب جنت الماویٰ ہے (ماویٰ کے معنی) رہنے کی جگہ چونکہ جنت نیک بندوں کے رہنے کی جگہ ہے اس لئے جنت الماویٰ کہتے ہیں حاصل یہ کہ وہ سدرۃ المنتہٰی ایسے ممتاز موقع پر ہے اس میں اشارہ ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسے بلند مقام پر پہنچنا دلیل ہے آپؐ کے معزز ومکرم ہونے پر اور قاعدہ ہے کہ ایسے مہمان عزیز سے سامان اکرام کا اخفاء نہیں کیا جاتا اور جبریلؑ کی معیت آپ کے ساتھ اکرام کے لئے تھی پس ان کی صورت اصلیہ میں احتجاب کا اصلاً احتمال نہیں پس اس سے بھی تاکید ہو گئی مرئی کے انکشاف وانجلائے تام کی طرف جس سے رویت کا تعلق زیادہ تام ہو گا۔ اب بعد تعیین مکان رویت کے رویت کا زمانہ بتلاتے ہیں کہ رویت کب ہوئی پس فرماتے ہیں کہ) جب اس سدرۃ المنتہٰی کو لپٹ رہی تھیں جو چیزیں لپٹ رہی تھیں (ایک روایت میں ہے کہ سونے کے پروانے تھے یعنی صورت ایسی تھی اور ایک روایت میں ہے کہ وہ فرشتے تھے یعنی حقیقت اُن کی یہ تھی اور ایک روایت میں ہے کہ ملائکہ نے حق تعالیٰ سے اجازت چاہی تھی کہ ہم بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کریں ان کو اجازت ہو گئی وہ اس سدرہ پر جمع ہو گئے تھے الروایات کلھا فی الدر المنثور اس میں بھی اشارہ ہو سکتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معزز ومکرم ہونے کی طرف اور باقی وہی تقریر ہے جو تقیید سابق میں بیان کی گئی اب ایک احتمال یہ ہو سکتا ہے کہ ایسی حیرت انگیز چیزیں دیکھ کر نگاہ چکرا جاتی ہے پورے ادراک پر قدرت نہیں رہتی پس ایسی حالت میں جبریل علیہ السلام کی صورت کا کیا ادراک ہوا ہو گا جب یہ ادراک ثانی معتبر نہ ہوا تو پھر اُس خدشہ مذکورہ کا جو جواب ولقد راٰہ نزلۃ اخریٰ سے دیا گیا ہے وہ کافی نہ ہوا اس احتمال کے دفع کے لئے فرماتے ہیں کہ آپ ان عجائب کو دیکھ کر ذرا نہیں چکرائے اور اصلاً متحیر نہیں ہوئے چنانچہ جن چیزوں کی رویت کا حکم تھا ان کی طرف نظر کرنے سے آپ کی) نگاہ نہ تو ہٹی (بلکہ ان چیزوں کو خوب دیکھا) اور (جن چیزوں کے دیکھنے کا حکم جب تک نہ ہوا) نہ (ان کی طرف دیکھنے کو آپ کی نگاہ) بڑھی (یعنی قبل اذن نہیں دیکھا کذا فی المدارک فی الفرق بین

زاغ وطغی یہ دلیل ہے آپ کے غایت استقلال کی کیونکہ عجیب چیزوں سے حیرت میں آ کر آدمی یہی دو حرکتیں کیا کرتا ہے جن چیزوں کے دیکھنے کو کہا جاتا ہے ان کو تو دیکھتا نہیں اور جن کے لئے نہیں کہا گیا ان کو تکتا ہے غرض اُس میں انضباط نہیں ہوتا۔ آگے آپ کے استقلال کی قوت بیان کرنے کے لئے فرماتے ہیں کہ) انہوں نے (یعنی پیغمبر نے) اپنے پروردگار (کی قدرت) کے بڑے بڑے عجائبات دیکھے (مگر ہر چیز کے دیکھنے میں آپ کی یہی شان رہی مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَاطَغٰی﴿۱۷﴾ وہ عجائبات احادیث معراج میں آئے ہیں انبیاء علیہم السلام کو دیکھنا ارواح کو دیکھنا جنت وغیرہ کو دیکھنا پس ثابت ہوا کہ آپ میں غایت استقلال ہے پس حیرت کا احتمال نہیں پس خدشہ کا جو جواب وَ لَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى﴿۱۳﴾ میں مذکور تھا وہ سالم رہا۔ غرض تمام تر تقریر سے رویت و معرفت جبرئیلیہ کے متعلق شبہات مندفع ہو کر امر رسالت مقرر و محقق ہو گیا جو کہ مقصود مقام تھا رہا یہ کہ یہ سب اُس وقت کافی ہے کہ جب کوئی شخص دعویٰ رویت کو مان لے پس اس کی کیا دلیل ہے جواب یہ ہے کہ اس کی دلیل آپ کے خوارق ہیں جن میں اعظم قرآن ہے جن سے آپ کا صدق متیقن ہے ورنہ ایسا خدشہ تو ہر مدعی رویت شئے من الاشیاء پر ہو سکتا ہے۔ رہا یہ کہ جب جبرئیل علیہ السلام غیر اصلی صورت میں آتے تھے اس وقت کیسے پہچان لیتے تھے تو جواب اس کا یہ ہے کہ اول تو قبل رویت صورت اصلیہ کے بھی آپ کو خاص طریقہ سے اس کی معرفت حاصل تھی جس کی تقریر فَاسْتَوٰى کی تفسیر سے پہلے گزر چکی ہے اور بعد صورت اصلیہ دیکھنے کے تو اور زیادہ معرفت ہو گئی اور راز اس کا یہ ہے کہ فرشتے کا صورت بدل لینا ایسا ہے جیسا انسان لباس بدل لیتا ہے تو جو شخص حقیقت کا ادراک کر لیتا ہے تبدل لباس اُس کے لئے مانع ادراک و معرفت نہیں ہوتا رہا یہ کہ جب اول بار آپ بیہوش ہو گئے تھے تو اس وقت تو حیرت ہو گئی اور جس شبہ کے جواب میں ما زاغ فرمایا ہے وہ شبہ اس رویت اولیٰ میں ہو جاوے گا جواب یہ ہے کہ مطلق مغلوبیت مانع ادراک نہیں بلکہ جو مغلوبیت قبل ادراک ہو وہ مانع ہے اور جو مغلوبیت بعد الادراک ہو وہ مانع نہیں چنانچہ کوئی قوی البصر آفتاب پر خوب نظر جما کر دیر تک دیکھے تو گو اخیر میں اس کی آنکھیں کام نہ دیں گی لیکن اس کام نہ دینے سے پہلے وہ اس کے قرص اور اشعہ کا خوب ادراک کر چکا ہے پس ممکن ہے کہ آپ کی بے ہوشی ادراک سے زماناً متاخر ہو پس ادراک کا وقوع ہو جاوے گا بخلاف تجلی ربانی سے موسیٰ علیہ السلام کا بے ہوش ہو جانا کہ وہاں غشی موسوی تجلی ربانی سے صرف ذاتاً متاخر تھی اور زماناً دونوں مقترن تھے پس ادراک تجلی کا لازم نہیں آتا یہ شبہ تجلی موسوی کا ایک فاضل نے کلمہ لما کی وجہ سے مجھ پر کیا تھا کہ وہ موضوع ہے ترتب کے لئے کہ مستلزم ہے تاخر کو۔ اور یہ تفاوت بے ہوشی و ہوش کا بوجہ اس کے ہے کہ بشر ناسوت میں تحمل کم رکھتا ہے اور ملکوت میں زیادہ)۔ ف: اور ان آیات کی تفسیر بعض مفسرین نے رویت الٰہیہ کے ساتھ کی ہے مگر مسلم میں حضرت عائشہؓ کی روایت سے رویت جبرئیلیہ کے ساتھ تفسیر ان آیات کی خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے :واذا جاء نهر الله بطل نهر معقل اور حدیث شریکؓ مروی بخاری سے جو شبہ پڑتا ہے کہ یہ آیات محمول ہوں قرب و تدلی حق تعالیٰ پر سو نووی نے نقل کیا ہے کہ شریک حافظ نہیں ہیں۔

الحواشی: (۱) مطلب یہ ہے کہ ہم جو کہتے ہیں کہ حضورؐ نے اول ہی بار میں پہچان لیا تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ کسی کے اعلام بالکسر یا اعلام بالفتح کی حاجت نہ ہوا گر یہ مراد ہوتی تو بے شک یہ شبہ صحیح تھا کہ ایسی شناخت تو دوسری تیسری بار میں ہوتی ہے اول بار میں نہیں ہوتی الخ ۱۲ منہ۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله فی وَالنَّجْمِ مطلق اشارة الى ان المراد الجنس ۱۲۔ ۲ قوله فی ما كذب الفؤاد ما راى چیز میں لما فی الخازن فیما رأى ۱۲۔

اللغات: هوى سقط وغاب قوله مُرة فی القاموس قوة الخلق وشدته فاستوى فاستقام على صورة نفسه الحقيقية كذا فی المدارك الافق الطرف وفی اصطلاح اهل الهيئة دائرة خاصة ۱۲۔ فتدلى فزاد فی القرب والتدلی هو النزول بقرب الشئ كذا فی المدارك قوله قاب قوسين فی المدارك مقدار قوسين فی الانتصاف قال بعضهم انه كناية لان الحليفين فی عرف العرب اذا تحالفا على الوفاء والصفاء الصقاد ترى قوسيها قوله نزلة مرة كذا فی الروح ۱۲۔

النحو: قوله ان هو ای منطوقه المدلول عليه بقوله تعالىٰ وما ينطق قوله شديد القوى صفة الموصوف مقدر۔ قوله فكان قاب الخ اسم كان الضمير الراجع بقرينة المقام الى البعد الذى بينهما۔ قوله الكبرىٰ صفة للآيات المقدرة ای لقدر ای من آيات ربه الآيات الكبرىٰ ۱۲۔

البلاغة: قوله صاحبكم ايراده عليه الصلوٰة والسلام بهذا العنوان للايذان بوقوفهم على تفاصيل احواله الشريفة ۱۲۔ قوله قاب قوسين قال بعضهم فيه قلب ای قابى قوس واحدة فالقاب كما فی القاموس بين المقبض والسة والسة بالكسر مخففة ما عطف من طرفيها آه ۱۲۔

اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّیْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْاَنْفُسُ ۚ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰىؕ ﴿۲۳﴾ اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَا تَمَنّٰى ۖ﴿۲۴﴾ فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَالْاُوْلٰى ﴿۲۵﴾ وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِی السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِیْ شَفَاعَتُهُمْ شَیْـًٔا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ یَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَرْضٰى ﴿۲۶﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ لَیُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ تَسْمِیَةَ الْاُنْثٰى ﴿۲۷﴾ وَمَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ ؕ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ ۚ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْـًٔا ۚ﴿۲۸﴾

بھلاتم نے لات وعزیٰ اور تیسرے منات کے حال میں غور بھی کیا ہے۔کیا تمہارے لئے تو بیٹے (تجویز) ہوں اور خدا کے لئے بیٹیاں اس حالت تو یہ بہت بے ڈھنگی تقسیم ہوئی یہ (معبودات مذکورہ) نرے نام ہی نام ہیں۔جن کو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے ٹھہرالیا ہے۔خدا تعالیٰ نے تو ان (کے معبود ہونے) کی کوئی دلیل بھیجی نہیں (بلکہ) یہ لوگ صرف بے اصل خیالات پر اور اپنے نفس کی خواہش پر چل رہے ہیں۔حالانکہ ان کے پاس ان کے رب کی جانب سے (بواسطہ رسولؐ) ہدایت آ چکی ہے۔کیا انسان کو اس کی ہر تمنا مل جاتی ہے۔سو خدا کے ہی اختیار میں ہے آخرت اور دُنیا (کی بھی) اور بہت سے فرشتے آسمان میں موجود ہیں ان کی سفارش ذرا بھی کام نہیں آ سکتی۔مگر بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہیں اجازت دے دیں اور اس کے لئے شفاعت کرنے سے راضی ہوں اور (اس کے لئے شفاعت کرنے سے) راضی ہوں۔جولوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ فرشتوں کو (خدا کی) بیٹی کے نام سے نامزد کرتے ہیں۔حالانکہ ان کے پاس اس پر کوئی دلیل نہیں۔صرف بے اصل خیالات پر چل رہے ہیں اور یقیناً بے اصل خیالات امر حق (کے اثبات) میں ذرا بھی مفید نہیں ہوتے۔

تفسیر ربط: اوپر تحقیق رسالت کا مضمون تھا آگے توحید کا مضمون ہے۔

توحید: اَفَرَءَیْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى ﴿۱۹﴾ (الی قولہ تعالی) وَاِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْـًٔا ﴿۲۸﴾ (اے مشرکو! بعد اس کے کہ رسول اللہ ﷺ کا ناطق بالحق ومتبع للوحی ہونا ثابت ہوگیا اور آپ اس وحی سے توحید کا حکم فرماتے ہیں جو کہ دلائل عقلیہ سے بھی ثابت ہے اور تم پھر بھی بتوں کی پرستش کرتے ہو تو) بھلاتم نے (کبھی ان بتوں کے مثلاً) لات وعزیٰ اور ایک تیسرے منات کے حال میں غور بھی کیا ہے (تا کہ تم کو معلوم ہوتا کہ وہ قابل پرستش ہیں یا نہیں پس کلمۂ فا سے یہ فائدہ ہوا کہ آپ کی تنبیہ کے بعد تو متنبہ ہونا چاہئے تھا اور توحید کے متعلق ایک اور بات قابل غور کے ہے کہ تم جو ملائکہ کو خدا کی بیٹیاں قرار دے کر معبود کہتے ہو تو) کیا تمہارے لئے تو بیٹے (تجویز) ہوں اور خدا کے لئے بیٹیاں (تجویز ہوں یعنی جن لڑکیوں کو مکروہ وقابل نفرت سمجھتے ہو وہ خدا کی طرف نسبت کی جاویں) اس حالت میں تو یہ بہت بے ڈھنگی تقسیم ہوئی (کہ اچھی چیز تمہارے حصے میں اور بُری چیز خدا تعالیٰ کے حصہ میں نعوذ باللہ منہ یہ بناء علی العرف فرمایا ورنہ خدا تعالیٰ کے لئے بیٹا تجویز کرنا بھی بے ڈھنگی بات ہے) یہ (معبودات مذکورہ اصنام ملائکہ بعقیدہ مذکورہ) نرے نام ہی نام ہیں (یعنی یہ مسمات بحیثیت مزعومہ موجودات واقعیہ میں سے نہ ہونے میں بمنزلہ اُن اسماء کے ہیں جن کا کہیں مصداق نہ ہو) جن کو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے (آپ ہی) ٹھہرالیا ہے خدا تعالیٰ نے تو اُن) (کے معبود ہونے) کی کوئی دلیل (عقلی یا نقلی) بھیجی نہیں (بلکہ) یہ لوگ (اس اعتقاد الوہیت غیر اللہ میں) صرف بے اصل خیالات پر اور اپنے نفس کی خواہش پر جو کہ اُن بے اصل خیالات سے پیدا ہوتی ہے) چل رہے ہیں (دونوں میں فرق یہ ہوا کہ ہر عمل سے پہلے ایک عقیدہ ہوتا ہے اور ایک عزم محرک پس دونوں سے دونوں کی طرف اشارہ ہے) حالانکہ اُنکے پاس اُنکے رب کی جانب سے (بواسطہ رسولؐ ناطق بالحق ومتبع للوحی کے) ہدایت (امر واقعی کی) آ چکی ہے (یعنی خود اپنے دعویٰ پر تو کوئی دلیل نہیں رکھتے اور اس دعوے کی نقیض پر رسول کے ذریعہ سے دلیل سنتے ہیں اور پھر نہیں مانتے یہ تو گفتگو تھی بطلان الوہیت غیر اللہ میں آگے کلام اس کی غایت کے بطلان میں ہے یعنی یہ لوگ جب بامید شفاعت ان کی عبادت کرتے ہیں تو) کیا انسان کو اس کی ہر تمنا مل جاتی ہے سو ایسا (نہیں ہے کیونکہ ہر تمنا) خدا ہی کے اختیار میں ہے آخرت (کی بھی) اور دُنیا (کی بھی پس وہ جس کو چاہیں پورا فرما دیں اور نص قطعی میں یہ بتلا دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس تمنائے باطل کو پورا کرنا نہیں چاہیں گے نہ دُنیا میں کہ حاجات میں شفاعت کریں نہ آخرت میں کہ نجات میں شفاعت کریں پس یقیناً وہ پوری نہ ہوگی) اور (بے چارے بت تو کیا شفاعت کرتے کہ ان میں خود اہلیت ہی شفاعت کی نہیں اس دربار میں تو جو لوگ اہل ہیں ان کی بھی بے اذن کچھ نہیں چلتی چنانچہ) بہت سے فرشتے آسمانوں میں موجود ہیں (شاید اس میں اشارہ ہو علوشان کی طرف مگر باوجود اس علوشان کے) ان کی سفارش ذرا بھی کام نہیں آ سکتی (بلکہ خود شفاعت ہی نہیں پائی جا سکتی فنفی المقید بنفی المطلق) مگر بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہیں اجازت دے دیں اور (اس کیلئے شفاعت کرنے سے) راضی ہوں (یَرْضٰی اسلئے بڑھا دیا کہ کبھی مخلوق کا اذن بلا رضا بھی کسی دباؤ یا مصلحت سے ہو جاتا ہے آگے اس عقیدۂ ولدیت ملائکہ اللہ تعالیٰ کے کفر ہونے کی تصریح ہے کہ) جولوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے (بلکہ اسکے انکار کی وجہ سے کافر ہیں) وہ فرشتوں کو (خدا کی) بیٹی کے نام سے نامزد کرتے ہیں (انکی تعبیر بالکفر

میں آخرت کی تخصیص میں شاید اس طرف اشارہ ہو کہ یہ سب ضلالتیں آخرت کی بے فکری سے پیدا ہوئی ہیں ورنہ معتقد آخرت کو اپنی نجات کی ضرور فکر ہوتی ہے اور یہاں انثٰی بمعنی بنت کے ہے کمافی قولہ تعالیٰ : وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى [النحل : ۵۸] اور جب ملائکہ کو خدا کے ساتھ شریک ٹھہرانے کے کفر ہونے کی تصریح فرمادی تو اصنام کے شریک ٹھہرانے کا کفر ہونا بدرجہ اولیٰ ثابت ہو گیا اس لئے صرف اسی پر اکتفا کیا گیا آگے اس عقیدہ کا بے دلیل ہونا بیان فرماتے ہیں یعنی ملائکہ کے بنات اللہ ہونے کے مدعی ہیں) حالانکہ اُنکے پاس اس پر کوئی دلیل نہیں صرف بے اصل خیالات پر چل رہے ہیں اور یقیناً بے اصل خیالات امر حق (کے اثبات) میں ذرا بھی مفید نہیں ہوتے (نفی علم اور اثبات ظن اوپر بھی آچکا ہے پھر یہاں بھی آیا ہے مگر دونوں جگہ میں دو فرق ہیں ایک یہ کہ اوپر دلیل نقلی کی نفی ہے کما یدل علیہ قولہ تعالیٰ :مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ [الأعراف : ۷۱] اور یہاں یا تو عام ہے یا بقرینہ مقابلہ خاص ہے دلیل عقلی کے ساتھ دوسرا فرق یہ کہ وہاں اصنام وملائکہ دونوں کے بارہ میں نفی دلیل کی تھی کما یظہر من ترجمۃ قولہ تعالیٰ :اِنْ هِیَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ اور یہاں خاص ملائکہ کے بارہ میں ہے کما ہو ظاہر فاندفع التکرار اور شاید ملائکہ کا مکرر ذکر کرنا بطور تخصیص بعد تعمیم کے اسلئے ہو کہ بوجہ مقبول ہونے کے ان میں شریک مع اللہ اور شفیع ہو سکنے کا احتمال زیادہ گنجائش رکھتا ہے)۔

ف: وَاِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ ...... کے ترجمہ کی جو تقریر کی گئی ہے اس سے مبطلین قیاس واجتہاد کے استدلال کو اصلاً مس نہ رہا اور عرب میں بت تو بہت تھے مگر تخصیص ان تین کی بوجہ اشہر واکبر ہونے کے ہے تو اوروں کی الوہیت کا بطلان بدرجہ اولیٰ ہو گیا اور ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ لات ایک منقش پتھر تھا اور اس پر ایک عمارت بنا رکھی تھی اور طائف میں تھا اور عزیٰ ایک درخت تھا اس پر بھی ایک عمارت بنا رکھی تھی یہ نخلہ میں درمیان مکہ اور طائف کے تھا اور منات کو در منثور میں حجر لکھا ہے اور مقام اس کا ابن کثیر نے مشلل جو قدید کے پاس مکہ مدینہ کے درمیان ہے بتلایا ہے اور بعض نے اور مقامات بھی بتلائے ہیں لیکن ممکن ہے کہ ہندوؤں کی طرح کہ ہر جگہ دیوی اور مہادیو کی شکلیں بنا لیتے ہیں اُنہوں نے بھی کئی جگہ بنا رکھے ہوں۔ واللہ اعلم۔

اللغات: ضیزی جائزۃ ۱۲۔

النحو: **قوله افریتم حذف لدلالة المقام مفعوله الثانی ای هل لها شئ مما یوجب الالوهیة۔ قوله ما انزل الله بها الباء للملابسة ۱۲۔ قوله تسمیة مفعول مطلق لیسمون ۱۲۔**

البلاغة: **الثالثة الاخری صفتان لمناة وصفت بالثالثة للتصریح بالتعدد والتکثر لیدل علی سخافة عقولهم ووصفت بالاخری لان کون الشئ ثالثا قد یکون باعتبار الترتیب فی المعنی الخاص کالدرجات المتصاعدة او المتنازلة وقد یکون باعتبار محض التعدد ولما کان المقصود ههنا المعنی الثانی فسرها بالاخری ومع ذاك النکتة المعنویة روعی فیه النکتة اللفظیة من موافقة رؤس الآی ۱۲۔**

فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰی ۙ عَنْ ذِکْرِنَا وَلَمْ یُرِدْ اِلَّا الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا ﴿۲۹﴾ ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ ۙ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰی ﴿۳۰﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۙ لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰی ﴿۳۱﴾ اَلَّذِیْنَ یَجْتَنِبُوْنَ کَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِکُمْ اِذْ اَنْشَاَکُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِیْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِکُمْ ۚ فَلَا تُزَکُّوْٓا اَنْفُسَکُمْ ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰی ﴿۳۲﴾ ع ۲

تو آپ ایسے شخص سے اپنا خیال ہٹا لیجئے جو ہماری نصیحت کا خیال نہ کرے اور بجز دنیوی زندگی کے اس کو کوئی (اخروی مطالبہ) مقصود نہ ہو۔ ان لوگوں کی فہم کی رسائی کی حد بس (یہی دنیوی زندگی) ہے۔ تمہارا پروردگار خوب جانتا ہے کہ کون اس کے رستہ سے بھٹکا ہوا ہے اور وہی اس کو بھی خوب جانتا ہے جو راہ راست پر ہے اور جو کچھ زمین اور آسمانوں میں ہے وہ اللہ ہی کے اختیار میں ہے انجام کار یہ ہے کہ برا کام کرنے والوں کو ان کے (برے) کام کے عوض میں (خاص طور کی) جزا دے گا اور نیک کام کرنے والوں کو ان کے نیک کاموں کے عوض میں جزا دے گا۔ وہ لوگ ایسے ہیں کہ کبیرہ گناہوں سے اور (ان میں) بے حیائی کی باتوں سے (بالخصوص زیادہ) وہ بچتے ہیں۔ مگر ہلکے ہلکے گناہ۔ بلاشبہ آپ کے رب کی مغفرت بڑی وسیع ہے وہ تم کو (اور تمہارے احوال کو اس وقت سے) خوب جانتا ہے جب تم کو زمین سے پیدا کیا تھا اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں بچے تھے۔ تو تم اپنے کو مقدس مت سمجھا کرو (بس) تقویٰ والوں کو وہ ہی خوب جانتا ہے۔

تفسیر ربط: اوپر توحید ورسالت کا مع عدم قبول کفار کے ذکر تھا آگے اس عدم قبول پر اور اس کے مقابلہ میں قبول پر سزا وجزا کا ذکر ہے اور چونکہ اس عدم قبول سے آپ کو حزن بھی ہوتا تھا اس لئے اس مضمون کو تسلیہ سے شروع فرمایا ہے۔

تسلیہ سید ابرار ومجازات اشرار واخیار: فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰی (الی قوله تعالی) هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰی ﴿۳۲﴾ (جب اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ [الأنعام : ۱۱۶] اور

جاء ھم من ربھم الھدی سے ان کا معاند ہونا معلوم ہوگیا کہ باوجود آنے قرآن اور ہدیٰ کے یہ اپنے گمان اور ہویٰ پر چلتے ہیں اور معاند سے قبول حق کی اُمید نہیں ہوتی) تو آپ ایسے شخص سے اپنا خیال ہٹا لیجئے جو ہماری نصیحت کا خیال نہ کرے اور بجز دنیوی زندگی کے اس کو کوئی (اُخروی مطلب) مقصود نہ ہو (جس کی وجہ عدم ایمان بالآخرۃ ہے جو لا یؤمنون بالآخرۃ سے اوپر مفہوم ہوا ہے اور) ان لوگوں کے فہم کی رسائی کی حد بس یہی (دنیوی زندگی) ہے (جب ان کی بدفہمی اور بے فکری کی نوبت یہاں تک پہنچی ہے تو اُن کی فکر نہ کیجئے اُن کا معاملہ اللہ کے حوالہ کیجئے بس) تمہارا پروردگار خوب جانتا ہے کہ کون اُس کے راستہ سے بھٹکا ہوا ہے اور وہی اس کو بھی خوب جانتا ہے جو راہ راست پر ہے (اس سے تو اس کا علم ثابت ہوا) اور (اس سے قدرت ثابت ہے کہ) جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب اللہ ہی کے اختیار میں ہے (جب وہ علم اور قدرت دونوں میں کامل ہے اور اس کے سبیل ماموربہ کے اعتبار سے مکلفین دو قسم کے ہیں ضال اور مہتدی تو) انجام کار یہ ہے کہ بُرا کام کرنے والوں کو اُن کے (بُرے) کام کے عوض میں (خاص طور کی) جزا دے گا اور نیک کام کرنے والوں کو ان کے نیک کاموں کے عوض میں (خاص طور کی) جزا دے گا (پس اس کا مقتضا یہ ہے کہ اسی کے حوالہ کیجئے آگے نیک کاروں کی تفسیر ہے یعنی) وہ لوگ ایسے ہیں کہ کبیرہ گناہوں سے اور (ان میں) بے حیائی کی باتوں سے (بالخصوص زیادہ) بچتے ہیں مگر ہلکے ہلکے گناہ (کبھی کبھار ہو جائیں تو جس نکوکاری کا یہاں ذکر ہے اس میں ان سے خلل نہیں آتا مطلب استثناء کا یہ ہے کہ اَلَّذِیۡنَ اَحۡسَنُوۡا کی جو محبوبیت یہاں بقرینۂ مقام مدح مذکور ہے اس کا مصداق بننے کے لئے کبائر سے بچنا تو شرط ہے لیکن صغائر کا احیاناً صدور اس کے لئے موقوف علیہ نہیں البتہ عدم اصرار شرط ہے اور استثناء کا یہ مطلب نہیں کہ صغائر کی اجازت ہے اور نہ اشتراط کا یہ مطلب ہے کہ اَلَّذِیۡنَ اَحۡسَنُوۡا کا مجزی بالحسنٰی ہونا موقوف ہے اجتناب عن الکبائر پر کیونکہ مرتکب کبائر بھی جو حسنہ کرے گا اس کی جزاء پاوے گا لقولہ تعالیٰ: فَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ خَیۡرًا یَّرَہٗ [الزلزال: ۷] پس اشتراط معنی مجزی کے اعتبار سے نہیں بلکہ تلقیب بالحسن اور محبوبیت خاصہ کے اعتبار سے ہے جس پر عنوان اَحۡسَنُوۡا دال ہے خوب سمجھ لو اور اوپر لِیَجۡزِیَ الَّذِیۡنَ اَسَآءُوۡا بِمَا عَمِلُوۡا سے مسیئین کو ایہام یاس ہو سکتا ہے جس سے ایمان و توبہ سے ہمت ہار دیں اور وَیَجۡزِیَ الَّذِیۡنَ اَحۡسَنُوۡا بِالۡحُسۡنٰی ﴿۳۱﴾ سے محسنین کو ایہام عجب ہو سکتا ہے آگے دونوں ایہاموں کا رفع ہے یعنی) بلاشبہ آپ کے رب کی مغفرت بڑی وسیع ہے (مسیئین کو تدارک اسائت سے ہمت نہ ہارنا چاہئے وہ اگر چاہے تو بجز کفر و شرک کے اور سیئات کو محض فضل سے معاف کر دیتا ہے تو تدارک سے تو کیوں نہ معاف کرے گا اور اسی طرح محسنین کو عجب نہ کرنا چاہئے کیونکہ حسنات میں بعض اوقات ایسے شوائب خفیہ مل جاتے ہیں کہ قابل قبول نہیں رہتے اور عامل کو اس طرف التفات نہ ہونے سے ان کی اطلاع بھی نہیں ہوتی اور حق تعالیٰ کو تو علم ہوتا ہے جب وہ حسنہ مقبول نہیں تو مدار محسنیت کا نہیں ہو سکتی پھر عجب کیسا اور یہ بات کہ تمہاری کسی حالت کی خود تم کو اطلاع نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کو اطلاع ہو کچھ امر غریب نہیں ہے بلکہ ابتداء ہی سے اس کا وقوع ہو رہا ہے چنانچہ) وہ تم کو (اور تمہارے احوال کو اس وقت سے) خوب جانتا ہے جب تم کو (یعنی تمہارے جد امجد آدم علیہ السلام کو) زمین (کی خاک) سے پیدا کیا تھا (جن کے ضمن میں بواسطہ تم بھی طین سے مخلوق ہوئے) اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں بچے تھے (اور ان دونوں حالتوں میں تم کو اپنا اصلاً علم نہ تھا اور ہم کو تھا پس اب بھی تمہارا عدم علم اور ہمارا علم تمہاری کسی حالت کے متعلق امر مستغرب نہیں جب یہ بات ہے) تو تم اپنے کو مقدس مت سمجھا کرو (بس) تقویٰ والوں کو وہی خوب جانتا ہے (کہ فلاں متقی ہے فلاں نہیں گو صورۃً افعال تقویٰ کے دونوں سے صادر ہوتے ہوں)۔ ف: اور اگر ھُوَ اَعۡلَمُ بِکُمۡ ...... کے مضمون پر یہ شبہ ہو کہ اس حالت پر قیاس مع الفارق ہے کیونکہ اس وقت تو ہم میں شعور نہ تھا اور اب شعور ہے۔ جواب یہ ہے کہ محض انکشاف کے لئے قوت شعور کافی نہیں بلکہ اس کا تعلق معلومات کے ساتھ انکشاف کی شرط ہے اور عدم تعلق ممکن ہے چنانچہ بہت احوال میں مشاہد ہے پس عدم انکشاف بھی ممکن ہے اور یہ قیاس مدار نہیں بلکہ اس میں تنبیہ ہے اس پر کہ حق تعالیٰ کا علم بوجہ ذاتی ہونے کے کامل اور سب احوال میں برابر ہے اور تمہارا علم بوجہ حادث ہونے کے کہ مسبوق بالعدم ہے چنانچہ ان شاء من الارض واستقرار فی البطن میں معدوم تھا ناقص اور متحقق فی حال دون حال ہے پس شوائب خفیہ کا مخفی رہ جانا جائے تعجب نہیں وبہٰذا الوجہ من ارتباط قولہ تعالیٰ: ھُوَ اَعۡلَمُ ...... بالسباق والیساق ہو من المواہب وللہ الحمد۔ اور ایک تقریر اس مقام کی اور ہو سکتی ہے یعنی محسنین کو عجب نہ چاہئے کیونکہ مدار محسنیت کا خاتمہ پر ہے اور اپنے خاتمہ کا حال تم کو معلوم نہیں صرف اللہ کو معلوم ہے جس طرح اپنی ابتداء کی حالت تم کو معلوم نہیں اور اللہ کو معلوم ہے پھر عجب کیوں کیا جاوے لباب میں ایک شان نزول نقل کیا ہے اس سے اس تقریر کی تائید بھی ہوتی ہے وہ یہ کہ حضور ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کو ماں کے پیٹ ہی میں شقی وسعید پیدا کر دیا ہے اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: ھُوَ اَعۡلَمُ بِکُمۡ ...... ۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: فَلَا تُزَکُّوۡۤا اَنۡفُسَکُمۡ ...... اس میں دعویٰ تقدس سے صریح ممانعت ہے۔ قولہ تعالیٰ: وَاَنۡ لَّیۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ﴿۳۹﴾ اقرب التفاسیر یہ ہے کہ اصل مقصود عمل سے قرب ہے حق تعالیٰ کا اور وہ غیر کے عمل سے یا کسی کی برکت سے نہیں ہوتا اور موہوب ہونا اور بات ہے تو یہ حصر اضافی ہے۔

اللغات: اللمم فی القاموس صغار الذنوب آہ واصلہ القرب فکان فی صغار الذنوب قربا من کبار الذنوب ۱۲۔

النحو: قولہ الحسنی صفۃ للاعمال المقدر قولہ الذین یجتنبون خبر لمبتدأ محذوف ای ھم قولہ الا اللمم استثناء منقطع ۱۲۔

البلاغۃ: قوله عمن تولي فيه وضع الظاهر موضع المضمر ۱۲۔

أَفَرَءَيْتَ ٱلَّذِى تَوَلَّىٰ ﴿٣٣﴾ وَأَعْطَىٰ قَلِيلًا وَأَكْدَىٰٓ ﴿٣٤﴾ أَعِندَهُۥ عِلْمُ ٱلْغَيْبِ فَهُوَ يَرَىٰٓ ﴿٣٥﴾ أَمْ لَمْ يُنَبَّأْ بِمَا فِى صُحُفِ مُوسَىٰ ﴿٣٦﴾ وَإِبْرَٰهِيمَ ٱلَّذِى وَفَّىٰٓ ﴿٣٧﴾ أَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ﴿٣٨﴾ وَأَن لَّيْسَ لِلْإِنسَٰنِ إِلَّا مَا سَعَىٰ ﴿٣٩﴾ وَأَنَّ سَعْيَهُۥ سَوْفَ يُرَىٰ ﴿٤٠﴾ ثُمَّ يُجْزَىٰهُ ٱلْجَزَآءَ ٱلْأَوْفَىٰ ﴿٤١﴾ وَأَنَّ إِلَىٰ رَبِّكَ ٱلْمُنتَهَىٰ ﴿٤٢﴾ وَأَنَّهُۥ هُوَ أَضْحَكَ وَأَبْكَىٰ ﴿٤٣﴾ وَأَنَّهُۥ هُوَ أَمَاتَ وَأَحْيَا ﴿٤٤﴾ وَأَنَّهُۥ خَلَقَ ٱلزَّوْجَيْنِ ٱلذَّكَرَ وَٱلْأُنثَىٰ ﴿٤٥﴾ مِن نُّطْفَةٍ إِذَا تُمْنَىٰ ﴿٤٦﴾ وَأَنَّ عَلَيْهِ ٱلنَّشْأَةَ ٱلْأُخْرَىٰ ﴿٤٧﴾ وَأَنَّهُۥ هُوَ أَغْنَىٰ وَأَقْنَىٰ ﴿٤٨﴾ وَأَنَّهُۥ هُوَ رَبُّ ٱلشِّعْرَىٰ ﴿٤٩﴾ وَأَنَّهُۥٓ أَهْلَكَ عَادًا ٱلْأُولَىٰ ﴿٥٠﴾ وَثَمُودَا۟ فَمَآ أَبْقَىٰ ﴿٥١﴾ وَقَوْمَ نُوحٍ مِّن قَبْلُ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا۟ هُمْ أَظْلَمَ وَأَطْغَىٰ ﴿٥٢﴾ وَٱلْمُؤْتَفِكَةَ أَهْوَىٰ ﴿٥٣﴾ فَغَشَّىٰهَا مَا غَشَّىٰ ﴿٥٤﴾ فَبِأَىِّ ءَالَآءِ رَبِّكَ تَتَمَارَىٰ ﴿٥٥﴾ هَٰذَا نَذِيرٌ مِّنَ ٱلنُّذُرِ ٱلْأُولَىٰٓ ﴿٥٦﴾ أَزِفَتِ ٱلْءَازِفَةُ ﴿٥٧﴾ لَيْسَ لَهَا مِن دُونِ ٱللَّهِ كَاشِفَةٌ ﴿٥٨﴾ أَفَمِنْ هَٰذَا ٱلْحَدِيثِ تَعْجَبُونَ ﴿٥٩﴾ وَتَضْحَكُونَ وَلَا تَبْكُونَ ﴿٦٠﴾ وَأَنتُمْ سَٰمِدُونَ ﴿٦١﴾ فَٱسْجُدُوا۟ لِلَّهِ وَٱعْبُدُوا۟ ۩ ﴿٦٢﴾

تو بھلا آپ نے ایسے شخص کو بھی دیکھا جس نے (دین حق سے) روگردانی کی اور تھوڑا مال دیا اور (پھر) بند کر دیا کیا اس شخص کے پاس (کسی صحیح ذریعہ سے) علم غیب ہے کہ اس کو دیکھ رہا ہے کیا اس کو اس مضمون کی خبر نہیں پہنچی جو موسیٰ کے صحیفوں میں ہے اور نیز ابراہیم کے جنہوں نے احکام کی پوری بجا آوری کی (اور وہ مضمون) یہ ہے کہ کوئی شخص کسی کا گناہ اپنے اوپر نہیں لے سکتا اور یہ کہ انسان کو (ایمان کے بارے میں) صرف اپنی ہی کمائی ملے گی اور یہ کہ انسان کی سعی بہت جلد دیکھی جائے گی پھر اس کو پورا بدلہ دیا جائے گا اور یہ کہ (سب کو) آپ کے پروردگار ہی کے پاس پہنچنا ہے اور یہ کہ وہی ہنساتا ہے اور رلاتا ہے اور یہ کہ وہی مارتا ہے اور زندہ کرتا ہے اور یہ کہ وہی دونوں قسم یعنی نر و مادہ کو نطفہ سے بناتا ہے جب (رحم میں) ڈالا جاتا ہے اور یہ کہ دوبارہ پیدا کرنا (حسب وعدہ) اس کے ذمہ ہے اور یہ کہ وہی غنی کرتا ہے اور سرمایہ (دے کر محفوظ اور) باقی رکھتا ہے اور یہ کہ وہی مالک ہے ستارہ شعریٰ کا بھی اور یہ کہ اس نے قدیم قوم عاد کو بھی (اس کے کفر کی وجہ سے) ہلاک کیا اور ثمود کو بھی کہ (ان میں سے) کسی کو باقی نہ چھوڑا اور ان سے پہلے قوم نوح کو (ہلاک کیا) بے شک وہ سب سے بڑھ کر ظالم اور شریر تھے اور الٹی ہوئی بستیوں کو بھی پھینک مارا تھا ان بستیوں کو گھیر لیا جس چیز نے کہ گھیر لیا سو تو اپنے رب کی کون کون سی نعمت میں شک (وانکار) کرتا رہے گا۔ یہ (پیغمبر) بھی پہلے پیغمبروں کی طرح ایک پیغمبر ہیں (ان کو مان لو کیونکہ) وہ جلدی آنے والی چیز قریب آ پہنچی ہے کوئی غیر اللہ اس کا ہٹانے والا نہیں۔ سو کیا (ایسے خوف کی باتیں سن کر بھی) تم لوگ اس کلام (الٰہی) سے تعجب کرتے ہو اور ہنستے ہو اور (خوف عذاب سے) روتے نہیں ہو اور تم تکبر کرتے ہو سو اللہ کی اطاعت کرو اور (اس کی بلا شرکت) عبادت کرو۔

تفسیر ربط: اوپر الَّذِينَ اَسَاءُوْا الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مجملاً فرمایا تھا پھر الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا کے احسان کی کچھ توضیح تھی آگے الَّذِيْنَ اَسَاءُوْا کی اساءت کی کچھ توضیح اور توضیح کے ساتھ اس طریقہ کی تقبیح اور اس قبیح کے منی کی تصریح ارشاد ہے اور سبب نزول اس کا در منثور میں بروایت ابن جریرؒ کے ابن زید سے یہ نقل کیا ہے کہ کوئی شخص اسلام لے آیا تھا کسی نے اس کو ملامت کی اس نے کہا کہ میں عذاب سے ڈرتا ہوں وہ بولا تو مجھ کو کچھ دے میں تیری طرف سے عذاب اپنے سر رکھوں گا چنانچہ کچھ دیا اس نے اور مانگا نہایت کشاکشی سے اس نے اور بھی کچھ دیا اور بقیہ کی دستاویز مع گواہوں کے لکھ دی اور روح المعانی وغیرہ میں اس شخص کی تعیین بھی کی ہے کہ یہ ولید بن مغیرہ تھا کہ کچھ میلان الی الاسلام کی طرف ہو چلا تھا الخ اور ظاہر ہے کہ جس شخص کی ایسی حالت ہو آیت سب کو شامل ہے۔

تقبیح اہل اساءت: اَفَرَءَيْتَ الَّذِىْ تَوَلّٰى (الی قوله تعالی) فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰى (آپ نے نیکوں کی صفت تو سن لی) تو بھلا آپ نے ایسے شخص کو بھی دیکھا جس نے (دین حق سے) روگردانی کی (یعنی اسلام سے ہٹ گیا) اور تھوڑا مال دیا اور (پھر) بند کر دیا (یعنی جس شخص نے مال دینے کا وعدہ اپنے مطلب کے واسطے کیا تھا اور بھی پورا نہ دیا اور اسی سے مفہوم ہوا کہ ایسا شخص دوسروں کی نفع رسانی کے لئے کیا خرچ کرے گا جب اپنے ہی مطلب کے لئے پورا خرچ نہ کر سکا پس ذم علی البخل اس کا مدلول ہے) کیا اس شخص کے پاس (کسی صحیح ذریعہ سے) علم غیب ہے کہ اس کو دیکھ رہا ہے (جس کے ذریعہ سے معلوم ہو گیا

کہ فلاں شخص میری طرف سے عذاب کا متحمل ہو جاوے گا) کیا اس کو اس مضمون کی خبر نہیں پہنچی جو موسیٰ (علیہ السلام) کے صحیفوں میں ہے (اور حسب روایت در منثور مذکور سورۂ اعلیٰ یہ دس صحیفے علاوہ توریت کے ہیں) اور نیز ابراہیم (علیہ السلام) کے (صحیفوں میں ہے وسیاتی فی سورۃ الاعلیٰ جنہوں نے احکام کی پوری بجا آوری کی اور وہ مضمون) یہ (ہے) کہ کوئی شخص کسی کا گناہ اپنے اوپر (ایسے طور سے) نہیں لے سکتا (کہ گناہ کرنے والا بری ہو جاوے پھر یہ شخص کیسے سمجھ گیا کہ میرا سارا گناہ یہ ملامت گر اپنے سر رکھ لے گا) اور یہ (مضمون ہے) کہ انسان کو (ایمان کے بارہ میں) صرف اپنی ہی کمائی ملے گی (یعنی کسی دوسرے کا ایمان اس کے کام نہ آوے گا پس اگر اس ملامت گر کے پاس ایمان ہوتا بھی تب بھی اس شخص کے کام نہ آتا چہ جائیکہ وہاں بھی ندارد) اور یہ (مضمون ہے) کہ انسان کی سعی بہت جلد دیکھی جاوے گی پھر اس کو پورا بدلہ دیا جاوے گا (باوجود اس کے یہ شخص اپنی فلاح کی سعی سے کیسے غافل ہو گیا) اور یہ (مضمون ہے) کہ (سب کو) آپ کے پروردگار کے پاس پہنچنا ہے (پھر وہ شخص کیسے نڈر ہو گیا) اور یہ (مضمون ہے) کہ وہی ہنساتا اور رلاتا ہے اور یہ کہ وہی مارتا ہے اور جلاتا ہے اور یہ کہ وہی دونوں قسم یعنی نر اور مادہ کو نطفہ سے بناتا ہے جب (رحم میں) ڈالا جاتا ہے (یعنی مالک جمیع تصرفات کا خدا ہی ہے دوسرا نہیں پھر وہ شخص کیسے سمجھ گیا کہ قیامت کے روز یہ تصرف کہ مجھ کو عذاب سے بچالے کسی دوسرے کے قبضہ میں ہو جاوے گا) اور یہ (مضمون ہے) کہ دوبارہ پیدا کرنا (حسب وعدہ) اس کے ذمہ ہے (یعنی ایسا ضروری ہونے والا ہے جیسے کسی کے ذمہ ہو تو اس شخص کے نڈر ہونے کی وجہ یہ بھی نہ ہونا چاہئے کہ قیامت نہ آوے گی) اور یہ (مضمون ہے) کہ وہی غنی کرتا ہے (یعنی سرمایہ دیتا ہے) اور سرمایہ (دے کر محفوظ اور) باقی رکھتا ہے اور یہ کہ وہی مالک ہے ستارہ شعریٰ کا بھی (جس کی عبادت جاہلیت میں بعض لوگ کرتے تھے یعنی ان تصرفات واشیاء کا مالک بھی وہی ہے جیسے پہلے تصرفات کا مالک وہی ہے اور اوپر کے تصرفات خود انسان میں ہیں اور بعد کے تصرفات متعلقات انسان میں ہیں۔ چنانچہ مال اور ستارہ دونوں خارج ہیں اور شاید ان دو کے ذکر میں اشارہ ہو کہ جس کو اپنا معین سمجھتے ہو خواہ بواسطہ انفاق کے خواہ بواسطہ عبادت کے اس کے رب بھی ہم ہی ہیں پھر دوسرے کو قیامت میں اس شخص کے زعم کے موافق کیا تصرف پہنچ سکتا ہے) اور یہ (مضمون ہے) کہ اس نے قدیم قوم عاد کو (اس کے کفر کی وجہ سے) ہلاک کیا اور ثمود کو بھی کہ (ان میں سے) کسی کو باقی نہ چھوڑا اور ان سے پہلے قوم نوح (علیہ السلام) کو (ہلاک کیا) بیشک وہ سب سے بڑھ کر ظالم اور شریر تھے (کہ ساڑھے نوسو برس کی دعوت میں بھی راہ پر نہ آئے) اور (قوم لوط علیہ السلام کی) الٹی ہوئی بستیوں کو بھی پھینک مارا تھا پھر ان بستیوں کو گھیر لیا جس چیز نے کہ گھیر لیا (یعنی اوپر سے پتھر برسنا شروع ہوئے پس یہ شخص اگر ان قصوں میں غور کرتا تو دخامت کفر سے ڈرتا اور بے فکر نہ ہوتا۔ آگے ان سب مضامین پر تفریع فرماتے ہیں کہ اے انسان جب ایسے ایسے مضامین سے تجھ کو آگاہ کیا جاتا ہے جو بوجہ ذریعہ ہدایت ہونے کے ہر مضمون بجائے خود ایک نعمت ربانی ہے) سو تو اپنے رب کی کون کون سی نعمت میں شک (وانکار) کرتا رہے گا (اور ان مضامین کی تصدیق کر کے منتفع نہ ہوگا)۔

ف: ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب مضامین صحف ابراہیم وموسیٰ میں ہیں خواہ ہر واحد میں یا مجموعہ میں خواہ تفصیلاً وجزئیاً خواہ اجمالاً وکلیاً اور اگر یہ ثابت نہ ہو تو جہاں سے خارج صحف مضمون ہوگا وہاں انه سے پہلے الامر مقدر کریں گے یعنی والامر انه الخ اور مشرک پر ان صحف کا حجت ہونا بایں معنی ہے کہ مضمون ان کا عقلی بھی ہے اور تخصیص ابراہیم اور موسیٰ کی بایں وجہ ہے کہ قبل ابراہیم علیہ السلام کے لوگوں میں دستور خلاف مضمون اَلَّا تَزِرُ...... کے جو اصل مقصود مقام ہے جاری تھا ابراہیم علیہ السلام نے اس کو مٹانے کی کوشش کی اور موسیٰ علیہ السلام نے بھی اس میں ان کا اتباع کیا اور اضلال سے گناہ ہونا اور ثواب پہنچانے سے ثواب پہنچنا جو بظاہر آیت: اَلَّا تَزِرُ اور لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ کے معارض معلوم ہوتا ہے تقریر ترجمہ سے وہ مندفع ہو گیا اور عاد کی تحقیق مع تحقیق عاد اولیٰ کی سورۂ اعراف قصۂ عاد میں گزری ہے اور اولیٰ کی ایک توجیہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ بمعنی قدیم کے حقیقت واقعی ہو پس اس کے مقابلہ میں عاد اخری کا ہونا ضروری نہ ہوگا اور فَمَآ اَبْقٰی یا تو عام ہے کل ثمود کو یا خاص ہے کفار کبار کے ساتھ۔

ربط: اوپر سورت میں توحید ورسالت ومجازات کی تفصیل تھی آگے خاتمہ میں بھی تینوں مضامین مجملاً ومختلطاً ارشاد فرمائے گئے ہیں۔

تلخیص مضامین ثلثہ توحید ورسالت وبعض: هٰذَا نَذِیْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰی (الی قوله تعالی) فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا یہ (پیغمبر) بھی پہلے پیغمبروں کی طرح ایک پیغمبر ہیں (ان کو مان لو کیونکہ) وہ جلدی آنے والی چیز قریب آ پہنچی ہے (مراد قیامت ہے۔ اور جب وہ آوے گی تو) کوئی غیر اللہ اس کا ہٹانے والا نہیں (پس کسی کے بھروسہ بے فکری کی گنجائش ہی نہیں) سو کیا (ایسی خوف کی باتیں سن کر بھی) تم لوگ اس کلام (الٰہی) سے تعجب کرتے اور (استہزاء) ہنستے ہو

اور (خوف عذاب سے) روتے نہیں ہو اور تم (اطاعت سے) تکبر کرتے ہو سو (اس کبر و غفلت سے باز آؤ اور حسب تعلیم ان پیغمبر کے) اللہ کی اطاعت کرو اور (اس کی بلا شرکت) عبادت کرو (تاکہ تم کو نجات ہو)۔ **ف**: مضامین ثلثہ کا ہونا ان آیات میں ترجمہ سے ظاہر ہے۔ بحمد اللہ تفسیر سورۃ والنجم ختم ہوئی آگے ان شاء اللہ تعالیٰ سورۃ قمر آتی ہے۔ **وصلی اللہ علی خیر خلقہ سیدنا محمد و آلہ وصحبہ اجمعین۔**

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَاَنَّ اِلٰی رَبِّکَ الْمُنْتَهٰی بعض نے یہ معنی کہے ہیں کہ مراد منتہیٰ افکار ہے یعنی رب سے اس طرف تو فکر کی سیر ہے جب رب کی طرف اس کی توجہ ہوئی اس کی سیر بند ہوگئی اصل عربی میں اس کے دلائل نقلیہ ہیں۔ سورۃ والنجم تمام ہوئی۔

اللغات: كاشفة نفس قادرة على كشفها اى ازالتها قوله سامدون رفع الراس تكبرا وعلاء كذا فى القاموس ۱۲۔

النحو: قوله الا تذر هى مخففة من الثقيلة ولهذا لم ينصب الفعل وضمير الشان محذوف ۱۲۔

سُوْرَةُ الْقَمَرِ

سُوْرَةُ الْقَمَرِ مَكِّيَّةٌ ۳۷ ۵۴ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ۵۵ رُكُوْعَاتُهَا ۳

سورۃ القمر مکہ میں نازل ہوئی — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اس میں ۶۲ آیات اور ۳ رکوع ہیں

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ① وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ② وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ③ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنْۢبَآءِ مَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ ④ حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ⑤ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ ۘ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ اِلٰى شَيْءٍ نُّكُرٍ ⑥ خُشَّعًا اَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ ⑦ مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ ۭ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ⑧

وقف لازم

قیامت نزدیک آ پہنچی اور چاند شق ہوگیا اور یہ لوگ اگر کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو ٹال دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ جادو ہے جو ابھی ختم ہوا جاتا ہے۔ ان لوگوں نے جھٹلایا اور اپنی نفسانی خواہشوں کی پیروی کی اور ہر بات کو قرار آ جاتا ہے اور ان لوگوں کے پاس (تو امم ماضیہ کی بھی) خبریں اتنی پہنچ چکی ہیں کہ ان میں (کافی) عبرت ہے یعنی اعلیٰ درجہ کی دانشمندی (حاصل ہوسکتی ہے سو ان کی کیفیت یہ ہے کہ) خوف دلانے والی چیزیں ان کو کچھ فائدہ نہیں دیتیں۔ تو آپ ان کی طرف سے کچھ خیال نہ کیجئے جس روز ایک بلانے والا فرشتہ ان کو ایک ناگوار چیز کی طرف بلائے گا۔ ان کی آنکھیں (مارے ذلت کے) جھکی ہوئی ہوں گی اور قبروں سے اس طرح نکل رہے ہوں گے۔ جیسے ٹڈی پھیل جاتی ہے اور پھر نکل کر بلانے والے کی طرف دوڑے چلے جا رہے ہوں گے کافر کہتے ہوں گے کہ یہ دن بڑا سخت ہے۔

سورۃ القمر مکیۃ وآیہا خمس وخمسون کذا فی البیضاوی

تفسیر ربط: سورت سابقہ کے ختم پر اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ ۝ میں انزجار کے واسطے قرب ساعت کا مضمون تھا اور اسی مضمون سے اسی غرض انزجار کے لئے اس سورت کا افتتاح ہوا ہے اور اس کے بعد واقعہ شق القمر کا کہ قرب ساعت کے زاجر ہونے کا مثبت ومؤکد ہے اور اس کے ساتھ مکذبین کا عدم انزجار اور عدم انزجار پر آپ کا تسلیہ اور ان کی تہدید اہوال قیامت سے مذکور ہے۔

وعید غیر منزجرین باعظم اسباب انزجار: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝ (الی قولہ تعالی) يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ۝ (ان کفار کے لئے زاجر تو اعلیٰ درجہ کا محقق ہے چنانچہ) قیامت نزدیک آ پہنچی (جس میں تکذیب پر بڑی مصیبت آوے گی) اور (اس اخبار قرب ساعت کا مصدق بھی واقع ہوگیا چنانچہ) چاند شق ہوگیا (اور اس کا مصدق ہونا اس طرح ہے کہ شق قمر معجزہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جس سے نبوت ثابت ہوتی ہے اور نبی کا ہر قول صادق ہے پس آپ کا خبر دینا قرب وقوع قیامت کی نیز صادق ہے اس سے تحقق زاجر کا متیقن ہوگیا) اور (اس کا مقتضا یہ تھا کہ) یہ لوگ (اس سے منزجر ہوتے لیکن ان کی یہ حالت ہے کہ) اگر کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو ٹال دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ جادو ہے جو ابھی ختم ہوا جاتا ہے (یہ کنایہ ہے باطل سے کہ اس کا اثر اور بقاء معتد بہ نہیں ہوتا قال تعالیٰ: وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ [سباء: ۴۹] ومر تفسیرہ فانظر۔ مطلب یہ کہ قیامت سے منزجر ہونا جس امر پر موقوف ہے یعنی اعتقاد نبوت محمدیہ یہ لوگ خود اس کی دلیل ہی کو نظر تامل سے نہیں دیکھتے اور باطل سمجھتے ہیں پھر کیا انزجار ہوتا) اور (اس اعراض اور بطلان دعویٰ معجزہ میں خود) ان لوگوں نے (باطل پر مصر ہو کر حق کو) جھٹلایا اور اپنی نفسانی خواہشوں کی پیروی کی (یعنی ان کا اعراض بوجہ کسی دلیل صحیح سے تمسک کرنے کے نہیں ہے بلکہ سبب اس اعراض کا اتباع ہوا اور عناداً تکذیب حق ہے) اور (یہ جو معجزات کو سحر ذاہب الاثر کہتے ہیں سو قاعدہ ہے کہ) ہر بات کو (بعد چندے اپنی

اصلی حالت پر آ کر) قرار آ جاتا ہے (یعنی حق کا حق ہونا اور باطل کا باطل ہونا اسباب و آثار سے عام طور پر متعین ہو جاتا ہے مطلب یہ کہ گو تعیین واقع میں تو فی الحال ہی ہے مگر کم فہموں کی سمجھ میں اگر اب نہیں آتا تو بعد چندے تو ان کو بھی ظاہر ہو سکتا ہے بشرطیکہ غور سے کام لیں تو چند روز کے بعد تم کو معلوم ہو جاوے گا کہ یہ سحر فانی ہے یا حق باقی ہے) اور (علاوہ اس زاجر مذکور کے جو حاکی ہے عقوبت آجلہ سے) ان لوگوں کے پاس (توام ماضیہ کی بھی) خبریں (جو حاکی ہیں عقوبت عاجلہ سے) اتنی پہنچ چکی ہیں کہ ان میں (کافی) عبرت یعنی اعلیٰ درجہ کی دانشمندی (حاصل ہو سکتی) ہے سو (ان کی یہ کیفیت ہے کہ) خوف دلانے والی چیزیں ان کو کچھ فائدہ ہی نہیں دیتیں (اور جب یہ حال ہے) تو آپ اُن کی طرف سے کچھ خیال نہ کیجئے (یہ تسلیہ ہے جب وہ وقت ساعت اور عقوبت کا جس سے ان کو انذار کیا جاتا ہے آوے گا خود معلوم ہو جاوے گا۔ آگے اس روز کا بیان ہے یعنی) جس روز ایک بلانے والا فرشتہ (ان کو) ایک ناگوار چیز کی طرف بلاوے گا ان کی آنکھیں (مارے ذلت اور ہیبت کے) جھکی ہوئی ہوں گی (اور) قبروں سے اس طرح نکل رہے ہوں گے جیسے ٹڈی پھیل جاتی ہے (اور پھر نکل کر) بلانے والے کی طرف یعنی موقف حساب کی طرف جہاں جمع ہونے کے لئے بلانے والے نے پکارا ہے) دوڑے چلے جا رہے ہوں گے (اور وہاں کی سختیاں دیکھ کر) کافر کہتے ہوں گے کہ یہ دن بڑا سخت ہے۔ **ف**: اور ایک آیت میں ہے: مُقْنِعِي رُءُوسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ إِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ [ابراھیم: ۴۳] سو تطبیق یہ ہے کہ وہاں مختلف حالتیں ہوں گی کبھی حیرت اور اس کے آثار کا غلبہ ہو گا کبھی ہیبت و ذلت اور اُن کے آثار کا غلبہ ہو گا اور شق قمر کا معجزہ ہونا اور واقع ہو چکنا صحیحین و غیر صحیحین میں طرق مختلفہ کثیرہ سے بروایت علی و ابن مسعود و انس و ابن عباس و حذیفہ و جبیر بن مطعم و ابن عمر وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم آیا ہے اور ابن مسعودؓ سے تصریحاً ان کا اُس واقعہ کے وقت حاضر ہونا بھی بخاری میں ہے۔ کُنا مع رسول اللہ ﷺ بمنی یعنی ہم آپ کے ساتھ منیٰ میں تھے اور بعض روایات میں جو بمکۃ آیا ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ واقعہ آپ کے قیام بمکہ کے زمانہ میں یعنی قبل ہجرت واقع ہوا اور صحیح روایات سے اس کا ایک ہی بار وقوع ثابت ہے اور بعض روایات میں مرتین آیا ہے اس کے معنی قطعتین ہیں یا وہ قید رویت کی ہے یعنی اول بار دیکھنے کے بعد نظر ہٹا کر پھر دیکھا تو اسی حالت میں پایا اور صحیحین کی ایک روایت میں ہے کہ ایک ٹکڑا پہاڑ پر تھا اور ایک ٹکڑا اُس سے ہٹا ہوا تھا۔ اور آپؐ نے یہ بھی فرمایا اشھدوا اور نعیم کی روایت میں ہے کہ اس روز چاند بدر تھا احقر کے نزدیک معنی یہ ہیں کہ قریب بدر کے تھا کیونکہ غالباً منیٰ میں اجتماع بتقریب حج ہوا ہو گا۔ اور وہ وقت بدر سے پہلے ہوتا ہے اور بیہقی کی روایت میں ہے کہ چہار اطراف کے سفر سے آنے والوں سے پوچھا اُنہوں نے بھی اپنا دیکھنا بیان کیا الروایات کلھا من الروح اور بعض نے بلا دلیل محض استبعاد وہمی اور عدم نقل تواریخ کی بناء پر اس کو مؤول کیا ہے کہ قیامت میں ایسا ہو گا لیکن استبعاد منافی امکان نہیں اور عدم نقل اس لئے ہے کہ بعض جگہ تو قمر بوجہ اختلاف مطالع کے غائب ہو گا اور تھوڑی دیر کا قصہ تھا کوئی شخص ہر وقت چاند کو تکا نہیں کرتا اور اُس وقت تاریخ کا اس قدر اہتمام بھی نہ تھا پھر استبعاد تو قیامت میں بھی مشترک ہے ایک کو ماننا دوسرے کو نہ ماننا تحکم ہے اور صیغہ ماضی اور وَاِنْ یَّرَوْا...... مرجح وقوع ہے۔ کیونکہ شق قیامت کے بعد اس کو کوئی سحر نہ کہے گا مگر اس مؤول کی تکفیر نہ چاہئے۔

اللغات: مستمر فی الروح ای مار ذاهب زائل عنقریب عللوا بذلك انفسهم ومنوهابا لا مانی الفارغة والی ذلك المعنی ذهب انس ویمان ومجاهد والکسائی والفراء واختاره النحاس قوله نکر ای قطیع تنکره النفوس لعدم العهد بمثله ۱۲۔

النحو: قوله حکمة بالغة بدل من مزدجر ۱۲۔

البلاغة: قوله ان یروا اٰیة عام لو قوعه فی حیز الشرط ۱۲۔

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ فَكَذَّبُوا عَبْدَنَا وَقَالُوا مَجْنُونٌ وَازْدُجِرَ ﴿۹﴾ فَدَعَا رَبَّهُ أَنِّي مَغْلُوبٌ فَانْتَصِرْ ﴿۱۰﴾ فَفَتَحْنَا أَبْوَابَ السَّمَاءِ بِمَاءٍ مُنْهَمِرٍ ﴿۱۱﴾ وَفَجَّرْنَا الْأَرْضَ عُيُونًا فَالْتَقَى الْمَاءُ عَلَىٰ أَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ﴿۱۲﴾ وَحَمَلْنَاهُ عَلَىٰ ذَاتِ أَلْوَاحٍ وَدُسُرٍ ﴿۱۳﴾ تَجْرِي بِأَعْيُنِنَا جَزَاءً لِمَنْ كَانَ كُفِرَ ﴿۱۴﴾ وَلَقَدْ تَرَكْنَاهَا آيَةً فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ ﴿۱۵﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿۱۶﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ ﴿۱۷﴾

ان لوگوں سے پہلے قوم نوح نے تکذیب کی یعنی ہمارے بندے (خاص نوحؑ) کی اور کہا کہ یہ مجنون ہے اور نوحؑ کو دھمکی دی گئی تو نوحؑ نے اپنے رب سے دعا کی کہ میں درماندہ ہوں سو آپ (ان سے) انتقام لے لیجئے۔ پس ہم نے کثرت سے برسنے والے پانی سے آسمان کے دروازے کھول دیئے اور زمین سے چشمے جاری کر دیئے پھر (آسمان اور زمین کا) پانی اس کام کے (پورا ہونے کے) لئے مل گیا جو (حکم الٰہی میں) تجویز ہو چکا تھا اور ہم نے نوحؑ کو تختوں اور میخوں والی کشتی پر جو کہ ہماری نگرانی میں رواں تھی (مع مؤمنین کے) سوار کیا۔ یہ سب اس شخص کا بدلہ لینے کے لئے کیا جس کی بے قدری کی گئی تھی اور ہم نے اس واقعہ کو عبرت کے واسطے رہنے دیا کیا کوئی نصیحت

کرنے والا ہے پھر (دیکھو) میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا ہوا اور ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان کردیا ہے سو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے۔

تفسیر ربط : اوپر وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنْۢبَآءِ مَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ میں اخبار زاجرہ کا آنا ارشاد ہوا تھا آگے بعض اخبار زاجرہ کا بیان ہے۔

قصہ قوم نوح علیہ السلام : كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ (الی قولہ تعالی) وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ان لوگوں سے پہلے قوم نوح نے تکذیب کی یعنی ہمارے بندہ (خاص نوح علیہ السلام) کی تکذیب کی اور (ان کی نسبت) کہا کہ یہ مجنون ہیں اور (محض اس قول بیہودہ ہی پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ ان سے ایک بیہودہ فعل بھی سرزد ہوا یعنی) نوح (علیہ السلام) کو (ان کی طرف سے) دھمکی (بھی) دی گئی (جس کا ذکر سورۂ شعراء میں ہے : لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰنُوْحُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ [الشعراء: ۱۱۶] تو نوح (علیہ السلام) نے اپنے رب سے دعاء کی کہ میں (محض) درماندہ ہوں (ان لوگوں کا مقابلہ نہیں کرسکتا) سو آپ (ان سے) انتقام لے لیجئے (یعنی ان کو ہلاک کردیجئے کقولہ تعالی : رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا [نوح: ۲۶]) پس ہم نے کثرت سے برسنے والے پانی سے آسمان کے دروازے کھول دیئے اور زمین سے چشمے جاری کردیئے پھر (آسمان اور زمین کا) پانی اُس کام کے (پورا ہونے کے) لئے مل گیا جو (علم الٰہی میں) تجویز ہوچکا تھا (مراد اس کام سے ہلاکت ہے کفار کی یعنی دونوں پانی مل کر طوفان بڑھا جس میں سب غرق ہوگئے) اور ہم نے نوح (علیہ السلام) کو (طوفان سے محفوظ رکھنے کے لئے) تختوں اور میخوں والی کشتی پر جو کہ ہماری نگرانی میں (پانی کی سطح پر) رواں تھی (مع مؤمنین کے) سوار کیا یہ سب کچھ اس شخص کا بدلہ لینے کے لئے کیا جس کی بے قدری کی گئی تھی (مراد نوح علیہ السلام ہیں اور چونکہ رسول اور اللہ تعالیٰ کے حقوق میں تلازم ہے اس میں کفر باللہ بھی آگیا پس یہ شبہ نہ رہا یہ غرق کفر باللہ کے عوض میں نہ ہوا تھا) اور ہم نے اس واقعہ کو عبرت کے واسطے (حکایات و تذکروں میں) رہنے دیا سو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے (مقصود اس سے ترغیب ہے تذکر کی) پھر (دیکھو) میرا عذاب اور میرا ڈرانا کیسا ہوا (یعنی جس چیز سے ڈرانا واقع ہوا تھا وہ کیسا پورا پورا ہو کر رہا پس اس سے مراد بھی عذاب ہی ہے لیکن دو عنوانوں سے ایک عنوان عذاب ہونا دوسرا عنوان اس کا مصداق وعدہ ہونا) اور ہم نے قرآن کو (جو کہ مشتمل ہے ایسے قصص مذکورہ پر) نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان کردیا (سب کے لئے عموماً بوجہ وضوح بیان کے اور عرب کے لئے خصوصاً بوجہ عربیت لسان کے) سو کیا (اس قرآن میں ایسے مضامین نصیحت کے دیکھ کر) کوئی نصیحت حاصل کرنیوالا ہے (یعنی کفار مکہ کو بالخصوص ان قصص سے انزجار چاہئے)۔

ف : بعض لوگوں کو وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ پر سرسری نظر کرنے سے مجتہد بننے کی ہوس ہوئی ہے لیکن یتیسر للذکر سے یتیسر للاستنباط لازم نہیں اس کا تو سیدھا مطلب یہ ہے کہ ترغیب و ترہیب کے متعلق قرآن میں جو مضامین ہیں وہ نہایت جلی ہیں اور وجوہ استنباط کا دقیق ہونا تو خود ظاہر ہے۔

قصہ عاد : كَذَّبَتْ عَادٌ (الی قولہ تعالی) فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ عاد نے (بھی اپنے پیغمبر کی) تکذیب کی سو (اس کا قصہ سنو کہ) میرا عذاب اور ڈرانا کیسا ہوا (اور وہ قصہ یہ ہے کہ) ہم نے اُن پر ایک تند ہوا بھیجی ایک دوامی نحوست کے دن میں (یعنی وہ زمانہ اُن کے حق میں ہمیشہ کے لئے اس لئے منحوس رہا کہ اُس روز جو عذاب آیا وہ عذاب برزخ سے متصل ہوگیا پھر عذاب کفار کے لئے کبھی منقطع نہ ہوگا) اور وہ ہوا لوگوں کو اس طرح (ان کی جگہ سے) اُکھاڑ اُکھاڑ کر پھینکتی تھی کہ گویا وہ اُکھڑی ہوئی کھجوروں کے تنے ہیں (اس تشبیہ میں علاوہ ان کے پھینکے جانے کے اشارہ اُن کے طول و عظم قامت کی طرف بھی ہے) سو (دیکھو) میرا عذاب اور ڈرانا کیسا (ہولناک) ہوا اور ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان کردیا ہے سو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے۔ **ف** : یوم سے مراد مطلق زمانہ پس دوسری جگہ جو ایام آیا ہے اُس سے معارض نہیں اور تحقیق نحوست کی سورۂ صافات قصہ ابراہیم علیہ السلام میں گزری ہے اور جملہ فَكَيْفَ كَانَ اور لَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ کئی قصوں میں آیا ہے جس میں تنبیہ ہے کہ ہر قصہ مستقلاً قابل تدبر و تذکر کے ہے اور قصہ عاد میں جو دو جگہ فَكَيْفَ كَانَ ...... آیا ہے اول سے مقصود توطیۂ قصہ کا اور متوجہ کرنا سامعین کا ہے اور ثانی سے تہویل عذاب کی مقصود ہے جیسا ترجمہ سے ظاہر ہے پس تکرار نہ رہا۔

ترجمہ مسائل السلوک : قولہ تعالیٰ : جَزَآءً لِّمَنْ كَانَ كُفِرَ یعنی کفر بہ اور وہ نوح علیہ السلام ہیں تو اس میں دلالت ہے کہ حق تعالیٰ اپنے مقبولین کے لئے انتقام لیتے ہیں تو ان کو ایذاء نہ پہنچانا چاہئے۔

اللغات : منهمر منصب قوله على امر على للتعليل قوله دسر مسامير ۱۲۔ نحس مصدر مستمر دائم اعجاز نخل اصولها بلا فروع منقعر منقطع عن مغارسه ساقط على الارض السعر الجنون كذا فى القاموس القى انزل والتعبير بذلك قيل لانه يتضمن العجلة فى الفعل كذا فى الروح قلت وبه يتايد ما ترجمت به قوله تعالىٰ والقى الالواح فى الاعراف فانظر وطبق قوله مرسلوا الناقة المراد مخرجوا الناقة ۱۲۔

النحو : قوله وازدجر عطف على قوله قالوا قوله انى بانى قوله بماء الباء للآلة مثلها فى فتحت الباب بالمفتاح وفيه تشبيه تدفق المطر من السحاب بانصباب انهار انفتحت بها ...... ابواب السماء وانشق اديم الخضراء قوله عيونا تميز من المفعول واصله وفجرنا

عیون الارض فغیر الی التمیز للمبالغة بجعل الارض کلها متفجرة مع الابهام والتفسیر ۱۲ قوله جزاء عامله فعلنا تلك الفعلة ۱۲۔

البلاغة: الماء ای ماء السماء وماء الارض والافراد لتحقیق ان التقاء المائین لم یکن بطریق المجاورة بل بطریق الاختلاط والاتحاد ۱۲۔

كَذَّبَتْ عَادٌ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿١٨﴾ إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا فِي يَوْمِ نَحْسٍ مُسْتَمِرٍّ ﴿١٩﴾ تَنْزِعُ النَّاسَ كَأَنَّهُمْ

أَعْجَازُ نَخْلٍ مُنْقَعِرٍ ﴿٢٠﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿٢١﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ ﴿٢٢﴾ كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِالنُّذُرِ ﴿٢٣﴾

فَقَالُوا أَبَشَرًا مِنَّا وَاحِدًا نَتَّبِعُهُ إِنَّا إِذًا لَفِي ضَلَالٍ وَسُعُرٍ ﴿٢٤﴾ أَأُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ أَشِرٌ ﴿٢٥﴾

سَيَعْلَمُونَ غَدًا مَنِ الْكَذَّابُ الْأَشِرُ ﴿٢٦﴾ إِنَّا مُرْسِلُو النَّاقَةِ فِتْنَةً لَهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ وَاصْطَبِرْ ﴿٢٧﴾ وَنَبِّئْهُمْ أَنَّ الْمَاءَ

قِسْمَةٌ بَيْنَهُمْ كُلُّ شِرْبٍ مُحْتَضَرٌ ﴿٢٨﴾ فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطَى فَعَقَرَ ﴿٢٩﴾ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿٣٠﴾ إِنَّا أَرْسَلْنَا

عَلَيْهِمْ صَيْحَةً وَاحِدَةً فَكَانُوا كَهَشِيمِ الْمُحْتَظِرِ ﴿٣١﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ ﴿٣٢﴾ كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ

بِالنُّذُرِ ﴿٣٣﴾ إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا إِلَّا آلَ لُوطٍ نَجَّيْنَاهُمْ بِسَحَرٍ ﴿٣٤﴾ نِعْمَةً مِنْ عِنْدِنَا كَذَلِكَ نَجْزِي مَنْ شَكَرَ ﴿٣٥﴾

وَلَقَدْ أَنْذَرَهُمْ بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ ﴿٣٦﴾ وَلَقَدْ رَاوَدُوهُ عَنْ ضَيْفِهِ فَطَمَسْنَا أَعْيُنَهُمْ فَذُوقُوا عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿٣٧﴾ وَلَقَدْ صَبَّحَهُمْ

بُكْرَةً عَذَابٌ مُسْتَقِرٌّ ﴿٣٨﴾ فَذُوقُوا عَذَابِي وَنُذُرِ ﴿٣٩﴾ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ ﴿٤٠﴾ وَلَقَدْ جَاءَ آلَ

فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ﴿٤١﴾ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كُلِّهَا فَأَخَذْنَاهُمْ أَخْذَ عَزِيزٍ مُقْتَدِرٍ ﴿٤٢﴾ أَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِنْ أُولَئِكُمْ أَمْ لَكُمْ

بَرَاءَةٌ فِي الزُّبُرِ ﴿٤٣﴾ أَمْ يَقُولُونَ نَحْنُ جَمِيعٌ مُنْتَصِرٌ ﴿٤٤﴾ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ ﴿٤٥﴾ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ

وَالسَّاعَةُ أَدْهَى وَأَمَرُّ ﴿٤٦﴾ إِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي ضَلَالٍ وَسُعُرٍ ﴿٤٧﴾ يَوْمَ يُسْحَبُونَ فِي النَّارِ عَلَى وُجُوهِهِمْ ذُوقُوا مَسَّ سَقَرَ ﴿٤٨﴾ إِنَّا كُلَّ

شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ ﴿٤٩﴾ وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ ﴿٥٠﴾ وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا أَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ مِنْ

مُدَّكِرٍ ﴿٥١﴾ وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوهُ فِي الزُّبُرِ ﴿٥٢﴾ وَكُلُّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ مُسْتَطَرٌ ﴿٥٣﴾ إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَنَهَرٍ ﴿٥٤﴾ فِي مَقْعَدِ

صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيكٍ مُقْتَدِرٍ ﴿٥٥﴾

عادنے (بھی اپنے پیغمبر کی) تکذیب کی سو (اس کا قصہ سنو کہ) میرا عذاب اور ڈرانا کیسا ہوا ہم نے ان پر ایک تیز ہوا بھیجی ایک دوامی نحوست کے دن میں وہ ہوا لوگوں کو اس طرح اکھاڑ اکھاڑ کر پھینکتی تھی کہ گویا وہ اکھڑی ہوئی کھجوروں کے تنے ہیں۔ سو دیکھو میرا ڈرانا اور میرا عذاب کیسا (ہولناک) ہوا اور ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان کر دیا ہے۔ سو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے۔ ثمود نے بھی پیغمبروں کی تکذیب کی اور کہنے لگے کیا ہم ایسے شخص کا اتباع کریں گے جو ہماری جنس کا آدمی ہے اور اکیلا ہے تو اس صورت میں ہم بڑی غلطی اور (بلکہ) جنون میں پڑ جائیں۔ کیا ہم سب میں (منتخب ہو کر) اسی پر وحی نازل ہوئی ہے (ہرگز ایسا نہیں) بلکہ بڑا جھوٹا اور شیخی باز ہے۔ ان کو عنقریب (مرتے ہی) معلوم ہو جائے گا کہ جھوٹا شیخی باز کون تھا۔ ہم اونٹنی کو نکالنے والے ہیں۔ ان کی آزمائش کے لئے سو ان کو دیکھتے بھالتے رہنا اور ان لوگوں کو یہ بتلا دینا کہ پانی (کنوئیں کا) ان میں بانٹ دیا گیا ہے ہر ایک باری پر باری والا حاضر ہوا کرے گا۔ سو انہوں نے اپنے رفیق (حقدار) کو بلایا سو اس نے (اونٹنی پر) وار کیا اور مار ڈالا سو دیکھو میرا عذاب اور ڈرانا کیسا ہوا۔ ہم نے ان پر ایک ہی نعرہ (فرشتہ کا) مسلط کیا سو وہ (اس سے) ایسے ہو گئے جیسے کانٹوں کی باڑ لگانے والے (کی باڑ) کا چورا اور ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان کر دیا ہے سو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے۔ قوم لوط نے (بھی) پیغمبروں کی تکذیب کی ہم نے

ان پتھروں کا مینہ برسایا بجز متعلقین لوط کے (یعنی بجز مومنین کے) کہ ان کو اخیر شب میں بچالیا۔ اپنی جانب سے فضل کر کے جو شکر کرتا ہے ہم اسے ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں اور (قبل عذاب آنے کے) لوط علیہ السلام نے ان کے ہمارے دار وگیر سے ڈرایا تھا انہوں نے اس ڈرانے میں جھگڑے پیدا کئے اور ان لوگوں نے لوط سے ان کے مہمانوں کو بارادہ بدلینا چاہا سو ہم نے ان کی آنکھیں چوپٹ کر دیں کہ لو میرے عذاب اور ڈرانے کا مزہ چکھو (یہ تو اس وقت واقعہ ہوا) اور (پھر) صبح سویرے ان پر دائمی عذاب آ پہنچا (اور ارشاد ہوا) کہ لو میرے عذاب اور ڈرانے کا مزہ چکھو اور ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان کر دیا ہے۔ سو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے اور (فرعون اور) فرعون والوں کے پاس بھی ڈرانے والوں کی بہت سی چیزیں پہنچیں۔ ان لوگوں نے ہماری (ان) تمام نشانیوں کو جھٹلایا۔ سو ہم نے ان کو زبردست قدرت کا بگڑنا پکڑا کیا تم میں جو کافر ہیں ان میں ان (مذکور) لوگوں سے کچھ فضیلت ہے یا تمہارے لئے (آسمانی) کتابوں میں کوئی معافی ہے۔ یا یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہماری ایسی جماعت ہے جو غالب ہی رہیں گے عنقریب (ان کی) یہ جماعت شکست کھائے گی اور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے بلکہ قیامت ان کا (اصل) وعدہ ہے اور قیامت بڑی سخت ناگوار چیز ہے۔ یہ مجرمین (یعنی کفار) بڑی غلطی اور بے عقلی میں ہیں۔ جس روز یہ لوگ اپنے منہ کے بل جہنم میں گھسیٹے جائیں گے تو ان سے کہا جائے گا کہ دوزخ (کی) آگ کے لگنے کا مزہ چکھو ہم نے ہر چیز کو اندازہ سے پیدا کیا ہے اور ہمارا حکم یکبارگی ایسا ہو جائے گا جیسے آنکھوں کا جھپکانا اور ہم تمہارے ہم طریقہ لوگوں کو ہلاک کر چکے ہیں سو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے اور جو کچھ بھی یہ لوگ کرتے ہیں سب اعمالناموں میں (بھی مندرج) ہے اور ہر چھوٹی بڑی بات (اس میں) لکھی ہوئی ہے۔ پرہیزگار لوگ باغوں میں اور نہروں میں ہوں گے ایک عمدہ مقام میں قدرت والے بادشاہ کے پاس۔

تفسیر: قصہ ثمود: كَذَّبَتْ ثَمُودُ بِالنُّذُرِ (الی قولہ تعالی) وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ثمود نے (بھی) پیغمبروں کی تکذیب کی (کیونکہ ایک پیغمبر کی تکذیب مستلزم ہے سب پیغمبروں کی تکذیب کو) اور کہنے لگے کیا ہم ایسے شخص کا اتباع کریں گے جو ہماری جنس کا آدمی ہے اور (حشم وخدم سے) اکیلا ہے (یعنی یا تو فرشتہ ہوتا تو ہم دین میں اتباع کرتے یا صاحب خدم وحشم ہوتا تو دُنیوی اُمور میں اتباع کرتے جبکہ بشر ہے اور واحد ہے تو نہ اتباع فی الدنیا کو کوئی امر مقتضی ہے نہ اتباع فی الدین کو اور اگر ہم اس حالت میں اتباع کریں) تو اس صورت میں ہم بڑی غلطی اور (بلکہ) جنون میں پڑ جاویں کیا ہم سب میں سے (منتخب ہو کر) اسی (شخص) پر وحی نازل ہوئی ہے (ہرگز ایسا نہیں) بلکہ یہ بڑا جھوٹا اور شیخی باز ہے (شیخی کے مارے ایسی باتیں بڑائی کی کرتا ہے کہ لوگ مجھ کو سردار قرار دے لیں۔ حق تعالیٰ نے صالح علیہ السلام سے فرمایا کہ تم ان کو بکنے دو رنج مت کرو) ان کو عنقریب (مرتے ہی) معلوم ہو جاوے گا کہ جھوٹا شیخی باز کون تھا (یعنی یہی لوگ تھے کہ انکار نبوت میں کاذب تھے اور اتباع نبی سے بوجہ شیخی کے عار کرتے تھے اور یہ لوگ جو اونٹنی کا معجزہ طلب کرتے تھے تو) ہم (ان کی درخواست کے موافق پتھر میں سے) اونٹنی کو نکالنے والے ہیں اُن کی آزمائش (ایمان) کے لئے سو ان (کی حرکتوں) کو دیکھتے بھالتے رہنا اور صبر سے بیٹھے رہنا اور ان لوگوں کو (جب اونٹنی پیدا ہو تو) یہ بتلا دینا کہ پانی (کنویں کا) بانٹ دیا گیا ہے (یعنی تمہارے مواشی اور اونٹنی کی باری مقرر ہو گئی ہے) ہر ایک باری پر باری والا حاضر ہوا کرے۔ (یعنی اونٹنی اپنی باری میں پانی پیوے اور مواشی اپنی باری میں چنانچہ اونٹنی پیدا ہوئی اور صالح علیہ السلام نے اسی طرح فرما دیا) سو (اس باری سے وہ لوگ تنگ آ گئے اور) انہوں نے (اُس کے قتل کرنے کی) غرض سے) اپنے رفیق (قدار) کو بلایا سو اس نے (اونٹنی پر) وار کیا اور (اُس کو) مار ڈالا سو (دیکھو) میرا عذاب اور ڈرانا کیسا ہوا (جس کا آگے بیان آتا ہے وہ یہ کہ) ہم نے اُن پر ایک ہی نعرہ (فرشتہ کا) مسلط کیا سو وہ (اس سے) ایسے ہو گئے جیسے کانٹوں کی باڑ لگانے والے (کی باڑ) کا چورا (یعنی کھیت یا مواشی وغیرہ کی حفاظت کے لئے جیسے کانٹوں وغیرہ کی باڑ لگا دیتے ہیں اور چند روز بعد سب چورا چورا ہو جاتا ہے اسی طرح وہ ہلاک وتباہ ہو گئے۔ عرب کے لوگ اس مشبہ بہ کو شب وروز دیکھتے تھے تو وہ اس تشبیہ کو خوب سمجھتے تھے) اور ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان کر دیا ہے سو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے۔

ف: سورۂ اعراف قصہ ثمود میں پورا قصہ گزر را ہے۔

قصہ قوم لوط علیہ السلام: كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ بِالنُّذُرِ (الی قولہ تعالی) فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ قوم لوط نے (بھی) پیغمبروں کی تکذیب کی (کیونکہ ایک نبی کی تکذیب مستلزم ہے سب کی تکذیب کو) ہم نے اُن پر پتھروں کا مینہ برسایا بجز متعلقین لوط (علیہ السلام) کے (یعنی بجز مومنین کے) کہ ان کو اخیر شب میں (بستی سے باہر کر کے عذاب سے بچالیا اپنی جانب سے فضل کر کے جو شکر کرتا ہے (یعنی ایمان لاتا ہے) ہم اس کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں (کہ قہر سے بچالیتے ہیں) اور (قبل عذاب آنے کے) لوط (علیہ السلام) نے اُن کو ہماری دار وگیر سے ڈرایا تھا سو انہوں نے اس ڈرانے میں جھگڑے پیدا کئے (یعنی یقین نہ لائے) اور (جب لوط علیہ السلام کے پاس ہمارے فرشتے بشکل مہمان آئے اور اُن لوگوں کو حسین لڑکوں کا آنا معلوم ہوا تو یہاں آ کر) ان لوگوں نے لوط (علیہ السلام) سے ان کے مہمانوں کو بارادۂ بدلہ لینا چاہا (جس سے لوط علیہ السلام اول گھبرائے مگر وہ فرشتے تھے) سو ہم نے (ان فرشتوں کو حکم دے کر) اُن کی آنکھیں چوپٹ کر دیں (یعنی جبرئیل علیہ السلام نے اپنا پر اُن کی آنکھوں پر پھیر دیا جس سے اندھے بھٹ ہو گئے کذا فی الدر عن قتادة اور بزبان قال یا حال اُن سے کہا گیا

کہ) لو میرے عذاب اور ڈرانے کا مزہ چکھو (یہ تو اس وقت واقعہ ہوا) اور (پھر) صبح سویرے ہی اُن پر عذاب دائمی آ پہنچا (اور ارشاد ہوا) کہ لو میرے عذاب اور ڈرانے کا مزہ چکھو پہلے عذاب طمس پر یہ کہا گیا ہے اور یہ عذاب اہلاک پر پس تکرار نہیں) اور ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان کر دیا ہے سو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے۔

قصہ فرعون وقوم او: وَلَقَدْ جَآءَ اٰلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ۞ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كُلِّهَا فَاَخَذْنٰهُمْ اَخْذَ عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ ۞ اور (فرعون اور) فرعون والوں کے پاس بھی ڈرانے کی بہت سے چیزیں پہنچیں (مراد موسیٰ علیہ السلام کے ارشادات اور معجزات ہیں کہ اول منذر تشریعی اور ثانی منذرات تکوینی ہیں مگر) ان لوگوں نے ہماری تمام (اُن نشانیوں کو (جو ان کے پاس آئی تھیں جو آیات تسعہ مشہور ہیں) جھٹلایا (یعنی اُن کے مدلول ومقتضا کو کہ نبوت موسویہ وتوحید الٰہی ہے جھٹلایا ورنہ واقعات کے وقوع کی تکذیب تو ہو نہیں سکتی) سو ہم نے ان کو زبردست صاحب قدرت کا پکڑنا پکڑا (یعنی جب ہم نے ان کو قہر اور غلبہ سے پکڑا اُس پکڑ کو کوئی دفع نہیں کر سکا پس عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ ۞ سے مراد اللہ تعالیٰ ہے۔ ربط: اوپر معاقبین کے قصص مذکور ہیں آگے خاتمہ میں اشتراک علت سے کفار مکہ کا استحقاق عقوبت دُنیویہ واُخرویہ مع مقدمات ومتممات اس مضمون کے بیان فرمایا جاتا ہے اور اخیر میں بطریق مقابلہ متقین کی تبشیر بھی مختصراً ارشاد ہے۔

تہدید کفار بعقوبت وتبشیر ابرار بمثوبت: اَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِكُمْ (الی قوله تعالی) عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ۞ (یہ قصص کفار کے اور بسبب کفر کے اُن کے معاقب ہونے کے تو تم نے سن لئے اب جب کہ تم بھی اسی جرم کفر کے مرتکب ہو تو تمہارے معاقب نہ ہونے کی کیا وجہ) کیا تم میں جو کافر ہیں (اور چونکہ مخاطب کفار ہیں تو سب ہی کافر ہیں) ان میں اُن (مذکور) لوگوں سے کچھ فضیلت ہے (جس کی وجہ سے یہ باوجود ارتکاب جرم کے سزا یاب نہ ہوں) یا تمہارے لئے (آسمانی) کتابوں میں کوئی معافی (لکھی) ہے (گو کوئی فضیلت نہ ہو) یا (اُن میں کوئی قوت دافعہ للعذاب ہے جیسا) یہ لوگ (باوجود اجتماع دلائل تیقن مغلوبیت کے) کہتے ہیں کہ ہماری ایسی جماعت ہے جو غالب ہی رہیں گے (اور دلائل مغلوبیت کے بعد ایسی بات کہنا اس کو مستلزم ہے کہ ان میں کوئی قوت دافعہ للعذاب ہے پس ان تینوں امروں سے کون سا امر واقع اور عذاب سے مانع ہے سو امرین اولین کا بطلان تو ظاہر و باہر ہی رہا تیسرا امر سو اسباب عادیہ کے اعتبار سے قطع نظر دلائل خارجیہ کے گو فی نفسہ ممکن ہے مگر بدلالت دلائل وقوع اس کا نہ ہوگا بلکہ عکس کا وقوع ہوگا جس سے ان کا کذب ظاہر ہو جاوے گا اور وہ عکس کا وقوع اس طرح ہوگا کہ) عنقریب (اُن کی) یہ جماعت شکست کھاوے گی اور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے (اور یہ پیشین گوئی بدر واحزاب وغیرہ میں واقع ہوئی اور یہی نہیں کہ اس عقوبت دُنیویہ پر بس ہو کر رہ جاوے گا) بلکہ (عذاب اکبر) قیامت (میں ہوگا کہ) اُن کا (اصل) وعدہ (وہی) ہے اور قیامت (کو کوئی ہلکی چیز نہ سمجھو بلکہ وہ) بڑی سخت اور ناگوار چیز ہے (اور یہ موعود ادھی وامر ضرور واقع ہونے والا ہے اور اُس کے وقوع کے انکار میں) یہ مجرمین (یعنی کفار) بڑی غلطی اور بے عقلی میں (پڑے) ہیں (اور وہ غلطی اُن کو عنقریب جب علم الیقین مبدل بہ عین الیقین ہوگا ظاہر ہو جاوے گی اور وہ اس طرح ہوگا کہ) جس روز یہ لوگ اپنے مُونہوں کے بل جہنم میں گھسیٹے جاویں گے تو اُن سے کہا جاوے گا کہ دوزخ (کی آگ) کے لگنے کا مزہ چکھو (اور اگر اُن کو اس سے شبہ ہو کہ ابھی کیوں نہیں واقع ہوتی تو وجہ اس کی یہ ہے کہ) ہم نے ہر چیز کو (باعتبار زمان وغیرہ کے ایک خاص) انداز سے پیدا کیا ہے (جو ہمارے علم میں ہے یعنی زمانہ وغیرہ اُس کا اپنے علم میں معین ومقدر کیا ہے اسی طرح قیامت کے وقوع کے لئے بھی ایک وقت معین ہے پس اس کا عدم وقوع فی الحال بوجہ اُس کے وقت نہ آنے کے ہے اس سے مطلقاً عدم وقوع لازم نہیں آیا) اور (جب اُس کا وقت آ جاوے گا تو اُس وقت) ہمارا حکم (اس کے وقوع کے متعلق) بس ایسا یکبارگی جیسے آنکھ کا جھپکانا (غرض وقوع کی نفی تو باطل ٹھہری) اور (اگر تم کو یہ شبہ ہو کہ ہمارا طریقہ مبغوض الی اللہ نہیں ہے تو اگر قیامت کا وقوع بھی ہو تب بھی ہم کو ضرر نہیں اور وہ وقوع وقوع علینا نہیں تو اس باب میں سُن رکھو کہ) ہم تمہارے ہم طریقہ لوگوں کو (اپنے عذاب سے) ہلاک کر چکے ہیں (جو دلیل ہے اس طریقہ کے مبغوض ہونے کی اور وہی تمہارا طریقہ ہے پس لامحالہ مبغوض ہے اور یہ دلیل نہایت واضح ہے) سو کیا (اس دلیل سے) کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے (یعنی اس دلیل سے استدلال کرو مبغوضیت طریقہ کفریہ پر) اور (یہ بھی نہیں ہے کہ اُن کے اعمال علم الٰہی سے غائب رہ جاویں تاکہ باوجود مبغوضیت طریقہ کفر کے پھر بھی سزا سے بچنا محتمل ہو بلکہ) جو کچھ بھی یہ لوگ کرتے ہیں سب (حق تعالیٰ کو معلوم اور اکملیت حجیت کے لئے) اعمال ناموں میں (بھی مندرج) ہے اور (یہ نہیں کہ کچھ لکھ لیا گیا ہو کچھ رہ گیا ہو بلکہ) ہر چھوٹی اور بڑی بات (اُس میں) لکھی ہوئی ہے (پس وقوع عذاب میں کوئی شبہ نہ رہا یہ تو کفار کا حال ہوا اور جو) پرہیزگار لوگ (ہیں وہ بہشت کے) باغوں میں اور نہروں میں ہوں گے ایک عمدہ مقام میں قدرت والے بادشاہ کے پاس (یعنی جنت کے ساتھ قرب بھی ہوگا) بحمد اللہ تفسیر سورۂ قمر کی ختم ہوئی اب عروس القرآن یعنی سورۂ رحمٰن کی تفسیر آتی ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: سَيَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ ۞ جب اصلاح سے مایوسی ہو جاوے بجائے مجادلہ کے اس طرز سے جواب دیا جاوے اور اہل طریق کی معاندین کے ساتھ یہی عادت ہے سورۃ القمر تمام ہوئی۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله فی آل فرعون اورفرعون اشارة الی ان الاکتفاء بذکر الآل للعلم بان نفسه اولیٰ بذلك فانه رأس الطغیان ۱۲۔ ۲ قوله فی کلمح بالبصر جھپکانا اشارة الی معنی الباء اخذا من المدارك علی قدر ما یلمح احدکم ببصره ۱۲۔

اللغات: فتعاطی فی الطبری عن ابن عباسؓ تناولها بیده ۱۲ المحتظر صانع الحظیرة ۱۲ حاصب الریح التی ترمی بالحجارة والمراد به ههنا الحجارة التی رموا به فان عذابهم المذکور فی القرآن ذلك تماروا تشککوا قوله بالنذر مصدر بمعنی الانذار راودوه صرفوه عن رأیة فیهم وطلبوا الفجور بهم بکرة اخص من الصباح فلیس فی ذکرها زیادة ۱۲۔ مستقر یدوم ۱۲ جمیع جماعة ۱۲۔ اشیاعکم اشباهکم مقعد صدق مکان مرضی علی ان الصدق مجاز مرسل فی لازمه او استعارة وافراد المقعد علی ارادة الجنس ۱۲۔

النحو: قوله اخذ عزیز منصوب علی المصدریة وفیه وضع المظهر موضع المضمر ای اخذناهم اخذنا ونحن ذو عزة اقتدار ۱۲۔ قوله انا کل شئ خلقناه علی شریطة التفسیر والکل مجمعون علی القراءة بالنصب قوله وکل شئ فعلوه مبتدأ مع الصفة خبره فی الزبر واجمعوا علی القرأة بالرفع ۱۲۔

البلاغة: قوله واحد تاخیره عن الصفة الاولیٰ یعنی مناللتنبیه علی ان کلا من الجنسیة والواحدة مما یمنع الاتباع ولو قدم علیها لفات هذا التنبیه ۱۲۔ قوله ولقد جاء فی الروح صدرت قصتهم بالتوکید القسمی لابر از کمال الاعتناء بشانها لغایة عظم ما فیها من الآیات وکثرتها قوله ام یقولون فیه التفات والنکتة الخاصة فیه الایذان بافضاء حالهم الی الاعراض عنهم واسقاطهم عن رتبة الخطاب وحکایة قبائحم لغیرهم والخطاب فی قوله اکفارکم للکفار ووجه هذه الاضافة انها مثلها فی الدر اهم کلها وطور سیناء ویوم الاحد ولم یقل اانتم للتنصیص علی کفرهم المقتضی لهلاکهم ۱۲۔

سُوْرَةُ الرَّحْمٰنِ

سُورَةُ الرَّحْمٰنِ ۵۵ مَدَنِيَّةٌ ۹۷ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ۷۸ رُكُوْعَاتُهَا ۳

سورۃ الرحمٰن مدینہ میں نازل ہوئی — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اس میں ۷۸ آیات اور ۳ رکوع ہیں

اَلرَّحْمٰنُ ۝۱ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝۲ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝۳ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝۴ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۝۵ وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ ۝۶ وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ۝۷ اَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيْزَانِ ۝۸ وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ۝۹ وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ۝۱۰ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ۝۱۱ وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ ۝۱۲ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۱۳ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ۝۱۴ وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ۝۱۵ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۱۶ رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ۝۱۷ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۱۸ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ۝۱۹ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ۝۲۰ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۲۱ يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ۝۲۲ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۲۳ وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ۝۲۴ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝۲۵

النصف ع ۱

رحمٰن نے قرآن کی تعلیم دی اس نے انسان کو پیدا کیا پھر اس کو گویائی سکھائی۔ سورج اور چاند حساب کے ساتھ (چلتے) ہیں اور بے تنے کے درخت اور تنے دار درخت (اللہ کے) مطیع ہیں اور اسی نے آسمان کو اونچا کیا اور اسی نے (دنیا میں) ترازو رکھ دی تا کہ تم تولنے میں کمی بیشی نہ کرو اور انصاف (اور حق رسانی) کے ساتھ وزن کو ٹھیک رکھو اور تول کو گھٹاؤ مت اور اسی نے خلقت کے واسطے زمین کو (اس کی جگہ) رکھ دیا کہ اس میں میوے ہیں اور کھجور کے درخت ہیں۔ جن (کے پھل) پر غلاف ہوتا ہے اور (اس میں) غلہ ہے جن میں بھوسا (بھی) ہوتا ہے اور (اس میں) غذا کی چیز (بھی) ہے سوائے جن وانس! تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ اس نے انسان (کی اصل اول یعنی آدمؑ) کو ایسی مٹی سے جو ٹھیکرے کی طرح بجتی تھی پیدا کیا اور جنات کو خالص آگ سے پیدا کیا۔ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے وہ دونوں مشرق اور دونوں مغرب کا مالک ہے۔ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ اسی نے دو دریاؤں کو (صورۃ) ملایا کہ (ظاہر میں باہم ملے ہوئے ہیں اور ان دونوں کے درمیان ایک حجاب ہے کہ دونوں بڑھ نہیں سکتے۔ سوائے جن وانس تم اپنی رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ ان دونوں سے موتی اور مونگا برآمد ہوتا ہے۔ سوائے جن وانس تم اپنی رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ اسی کے (اختیار اور ملک میں) ہیں جہاز جو پہاڑوں کی طرح اونچے کھڑے نظر آتے ہیں سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔

سورة الرحمن مكية او مدنية او متبعضة وآيها ست وسبعون كذا في البيضاوي

تفسیر ربط: سورت سابقہ میں زیادہ مضمون نقم کا تھا گو بحیثیت ان کے اسباب ہدایت ہونے کے وہ معنیً وحکماً نعم بھی ہوں اور کچھ اول وآخر میں مضمون نعم کا بھی تھا اور اس سورت میں زیادہ مضمون نعم کا ہے کچھ دنیویہ کچھ اخرویہ اور کچھ درمیان میں مضمون نقم کا بھی ہے گو بحیثیت مذکورہ وہ بھی نعم ہیں اور اسی بنا پر مثل نعم کے ان نقم کے بعد بھی فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ کو تقریر مضمون کے لئے متفرع فرمایا ہے اور یہ آیت تفریعیہ اس سورت میں اکتیس (۳۱) جگہ آئی ہے اور چونکہ ہر جگہ

آلاء کا مصداق جدا ہے اس لئے یہ تکرار محض نہیں ہے محض لفظی تشارک ہے اور ایسے تکرار کا نام اصطلاح میں جہاں مکرر ثانی کا متعلق مغایر ہو متعلق اول کے اتقان میں تردید بتلایا ہے اور تکرار ظاہری کی وجہ سے اس میں افادۂ تاکید بھی ہے اور اس قسم کا تکرار جو کہ قند مکرر سے شیریں تر ہے عرب وغیر عرب کے کلام منثور ومنظوم میں بکثرت بلانکیر مستعمل ہے چنانچہ نمونہ کے لئے ایک نثر ایک نظم منقول ہے۔

نثر مشترک فی الالسنہ: ایک شخص دوسرے سے کہتا ہے: الم احسن اليك بان خولتك في الاموال الم احسن اليك بان فعلت بك كذا و كذا۔

نظم عربی: مہلہل شاعر کلیب کے مرثیہ میں کہتا ہے ؎

على ان ليس عدلا من كليب ☆ اذا ما ضيم جبيران المجيز
على ان ليس عدلا من كليب ☆ اذا رجف العضاه من الدبور
على ان ليس عدلا من كليب ☆ اذا خرجت مخبأة الحذور
على ان ليس عدلا من كليب ☆ اذا ما اعلنت نجوى الامور
على ان ليس عدلا من كليب ☆ اذا خيف المخوف من الثغور
على ان ليس عدلا من كليب ☆ غداة تأثل الامر الكبير
على ان ليس عدلا من كليب ☆ اذا ما خار جاش المستجير

اور فارسی و اردو کے منظومات میں اس کی کثرت کسی پر مخفی نہیں پس اول نعم فائضہ فی الدنیا کو کہ ان میں کچھ ظاہری اور جسمانی اور کچھ باطنی اور روحانی ہیں بیان فرماتے ہیں رکوع اول اسی مضمون میں ہے پھر نعم اخروی کہ بحیثیت مذکورہ فی التمہید معنیٰ نعم ہیں ذکر کی جاویں گی رکوع دوم اسی مضمون میں ہے پھر نعم اخروی کہ صورۃً اور معنیً دونوں طرح نعم ہیں مذکور ہوں گی اور رکوع سوم میں ختم تک یہی مضمون ہے۔

نعم جسمیہ وروحیہ فائضہ فی الدنیا: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ اَلرَّحْمٰنُ ۙ (الی قولہ تعالی) وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ۚ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ (رحمٰن کی بے شمار نعمتیں ہیں اُن میں سے ایک روحانی نعمت یہ ہے کہ اس) نے (اپنے بندوں کو احکام) قرآن کی تعلیم دی (یعنی قرآن نازل کیا کہ اُس کے بندے اُس سے اُس پر ایمان لا کر اس کا علم حاصل کر کے اُس پر عمل کر کے متنفع ہوں اور اُس کی ایک نعمت جسمانی کہ موقوف علیہ روحانی کا ہے یہ ہے کہ) اسی نے انسان کو پیدا کیا (پھر) اس کو گویائی سکھلائی (جس پر ہزاروں منافع مرتب ہوتے ہیں منجملہ اُن کے قرآن کا دوسرے کی زبان سے پہنچنا اور دوسروں کو پہنچانا ہے اور ایک نعمت جسمانی آفاقی یہ ہے کہ اس کے حکم سے) سورج اور چاند حساب کے ساتھ (چلتے) ہیں اور بے تنہ کے درخت اور تنہ دار درخت دونوں (اللہ) کے مطیع ہیں (سورج چاند کا چلنا تو اس لئے نعمت ہے کہ اس پر لیل ونہار وزمستان وتابستان اور عدد ایام وشہور مرتب ہوتا ہے اور اُن کے منافع ظاہر ہیں اور سجدہ نجم وشجر اس لئے نعمت ہے کہ اللہ تعالیٰ ان میں تکوین منافع کی فرماتا ہے اور سجدۂ تکوینی یعنی اطاعت تسخیری سے اُن منافع کے تکون کو قبول کرتے ہیں پھر وہ منافع استعمال میں آتے ہیں) اور (ایک نعمت یہ ہے کہ) اسی نے آسمان کو اونچا کیا (جس سے علاوہ دوسرے منافع متعلقہ بالسماء کے بڑی منفعت استدلال علی الصانع ہے کما قال تعالیٰ: يَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ ...... [آل عمران: ۱۹۱]) اور (ایک نعمت یہ ہے کہ) اُسی نے (دُنیا میں) ترازو رکھ دی تاکہ تم تولنے میں کمی بیشی نہ کرو اور (جب یہ ایسی بڑی منفعت کے لئے موضوع ہے کہ یہ آلہ ہے ایفاء واستیفائے حقوق کا جس سے ہزاروں مفاسد ظاہری وباطنی کا اندفاع ہوتا ہے تو تم اس نعمت کا خصوصیت کے ساتھ شکر کرو اور اُس شکر یہ میں سے یہ بھی ہے کہ) انصاف (اور حق رسانی) کے ساتھ وزن کو ٹھیک رکھو اور تول کو گھٹاؤ مت اور (ایک نعمت یہ ہے کہ) اُسی نے خلقت کے (فائدہ کے) واسطے زمین کو (اُس کی جگہ) رکھ دیا کہ اُس میں میوے ہیں اور کھجور کے درخت ہیں جن (کے پھل) پر غلاف (چڑھا) ہوتا ہے اور (اُس میں) غلہ ہے جس میں بھوسہ (بھی) ہوتا ہے (اُس میں) اور غذا کی چیز (بھی) ہے (جیسے بہت سی ترکاریاں وغیرہ) سوائے جن وانس (باوجود اس کثرت وعظمت نعم کے جن میں سے نعم مذکورہ بھی ہیں) تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے (یعنی منکر ہونا بڑی ہٹ دھرمی اور بدیہات بلکہ حسیات کا انکار ہے۔ اور ایک نعمت یہ ہے کہ) اُسی نے انسان (کی اصل اول یعنی آدم علیہ السلام کو ایسی مٹی سے جو ٹھیکری کی طرح (کھن کھن) بجتی تھی پیدا کیا (جس کا اجمالاً چند آیات میں اوپر ذکر آیا ہے) اور جنات (کی اصل اول) کو خالص آگ سے (جس میں دھواں نہ تھا) پیدا کیا (اور پھر دونوں نوع میں توالد وتناسل کے ذریعہ سے نسل چلی شرح اس کی سورۂ حجر کے رکوع دوم میں آ چکی ہے) سوائے جن وانس (باوجود اس کثرت وعظمت نعم کے) تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے (مراد اس کی اوپر گزری ہے اور) وہ دونوں مشرق اور دونوں مغرب کا مالک (حقیقی) ہے (مراد اس سے سورج اور چاند کے طلوع وغروب کا اُفق ہے اس میں بھی وجہ نعمت ظاہر ہے کہ لیل ونہار کے افتتاح

واختتام کے ساتھ بہت سے اغراض متعلق ہیں) سوائے جن وانس (باوجود اس کثرت وعظمت نعم کے) تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے (اور ایک نعمت یہ ہے کہ) اُسی نے دو دریاؤں کو (صورۃً) ملایا کہ (ظاہر میں) باہم ملے ہوئے ہیں (اور حقیقۃً) ان دونوں کے درمیان میں ایک حجاب (قدرتی) ہے کہ (اُس کی وجہ سے) دونوں (اپنے اپنے) موقع سے بڑھ نہیں سکتے جس کی شرح سورۂ فرقان کے ختم سے ڈیڑھ رکوع قبل گزری ہے اور آب شور وآب شیریں کے منافع بھی ظاہر ہیں اور دونوں کی تلاقی میں نعمت استدلال بھی ہے) سوائے جن وانس (باوجود اس کثرت وعظمت نعم کے) تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے اور (بحرین کے متعلق ایک یہ نعمت ہے کہ) اُن دونوں سے موتی اور مونگا برآمد ہوتا ہے (موتی مونگے کے منافع اور وجوہ نعمت ہونا ظاہر ہے اور جو لوگ ان کے خروج کو دریائے شور کے ساتھ خاص کہتے ہیں ان کے نزدیک منہما کے معنی من مجموعہما ہوں گے ۔ ونظیرہ علی ما فی النیسابوری قولك خرجت من البلاد ولم تخرج الا من محلة بل من دار اور نکتہ اس تعبیر میں یہ ہوگا کہ التقاء کی وجہ سے دونوں مثل واحد ہو گئے اور پھر بھی حصر مقصود نہ ہوگا کیونکہ التقائے شرط خروج نہیں ہے بلکہ لؤلؤ ومرجان کے مخارج میں سے ایک مخرج کا بتلانا ہے جس میں ایک صفت عجیبہ التقاء کی بھی پائی جاتی ہے وہذا کقولہ تعالیٰ: وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا [نوح: ۱۶] مع قولہ تعالیٰ: وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِيْرًا [الفرقان: ۶۱]) سوائے جن وانس (باوجود اس کثرت وعظمت نعم کے) تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے (اور ایک نعمت یہ ہے کہ) اسی کے (اختیار اور ملک میں) ہیں جہاز جو سمندر میں پہاڑوں کی طرح اونچے کھڑے (نظر آتے) ہیں (ان کی منفعت بھی ظاہر بلکہ اظہر ہے) سوائے جن وانس (باوجود اس کثرت وعظمت نعم کے) تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے ۔ **ف**: تُكَذِّبٰنِ میں خطاب جن وانس کو ہونا ان دلائل سے ہے قولہ تعالیٰ: خَلَقَ الْاِنْسَانَ وَخَلَقَ الْجَآنَّ قولہ تعالیٰ: اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ قولہ تعالیٰ: اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ اور اگر فلسفہ مروجہ حال کا یہ دعویٰ ثابت ہو جاوے کہ شمس کے گرد زمین کو حرکت ہے اور ارض کے گرد قمر کو تو بِحُسْبَانٍ کا انطباق اس پر اس طرح ممکن ہے کہ شمس کا مدار ہونا اور قمر کا دائرہ ہونا حساب سے ہے۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ اس آیت کا مختلف الانواع مضامین کے پیچھے آنا جن میں بعض کا نعمت ہونا ظاہر بھی نہیں اس پر دال ہے کہ نعمت کی قسمیں مختلف ہیں کوئی حسی ہے کوئی معنوی اس کو اہل بصیرت اپنے اوقات وحالات میں سمجھتے ہیں اور اس سے یہی معلوم ہوا کہ انتفاع جمیع انواع نعم سے مطلوب ہے منافی زہد یا مانع عن التعلق مع اللہ تعالیٰ نہیں۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قولہ فی اَلَّا تَطْغَوْا کمی بیشی لان الطغیان خروج عن الاعتدال وهو اعم ۱۲۔

اللغات: وضع الميزان خلقه موضوعا مخفوضاً على الارض فما ترجمت به هو اخذ بالاحاصل الحب هو ما يتخذى به كالحنطة والشعير ذو العصف قيل هو ورق الزرع وقيده بعضهم باليابس الريحان قال ابن عباس كل ريحان فى القرآن هو الرزق كذا فى الدر ويتايد بالقاموس ۱۲۔ الفخار الخزف اعنى ما احرق من الطين حتى تحجر من مارج من لهب خالص لا دخان فيه لا يبغيان احدهما على الآخر بالممازجة المرجان الخرز الاحمر اعنى السبد كذا فى الروح عن ابن مسعودؓ المنشأت اى المرفوعات من انشأه اذا رفعه ۱۲۔

النحو: قوله ان لا تطغوا بتقدير اللام اى لئلا تطغوا قوله والنخل والحب والريحان كلها معطوف علىٰ فاكهة فدل على كون كلها فى الارض۔ قوله من نار بيان لمارج ۱۲۔

البلاغة: قوله علم القراٰن قدمه لانه اعظم ثم قدم الخلق على تعليم البيان لانه اصله وفى الروح عن الكشف اخلى الجمل اى التى قبل الشمس والقمر بحسبان عن العاطف لان الغرض تعديد النعم وتبكيت المنكر كما يقال زيد اغناك بعد فقر اغرك بعد ذل۔ كثرك بعد قلة فعل بك ما لم يفعل احد باحد فما تنكر من احسانه كانه لماعد نعمة حرك منه حتىٰ يتامل هل شكرها حق شكرها ام لاثم ياخذ فى الاخرىٰ ولو جئ بالعاطف صارت كو احدة ولم يكن من التحريك فى شئ ولما قضى الوطر من التعديد المحرك والتبكيت بذكر ما هو اصل النعم على نمط رد الكلام على منهاجه الاصلى من تعداد النعم واحدة بعد اخرىٰ على التناسب والتقارب بحرف النسق قوله والنخل فى الخازن اقتصر على ذكر النخل من بين سائر الاشجار لانه اعظمها واكثرها بركة قوله والحب فيه انما اخر ذكر الحب على سبيل الارتقاء الى الاعلىٰ لان الحب انفع من النخل قوله والريحان قلت ذكره تماما لاستيعاب الاقسام لان المستعمل اما للتلذذ وهو الفاكهة او له وللتغذى ايضا وهو ثمر النخل او للتغذى وحده وهو الحب وجميع اقسام الرزق المفسر به الريحان والله أعلم باسرار كلامه قوله وضع الميزان وقوله والارض وضعها روعى معنى الخفض فى

كليهما كما اشير اليه في الترجمة ۱۲۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿۲۶﴾ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿۲۷﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۲۸﴾ يَسْـَٔلُهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ ﴿۲۹﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۰﴾ سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ ﴿۳۱﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۲﴾ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ؕ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ﴿۳۳﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۴﴾ يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ مِّنْ نَّارٍ ۙ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ﴿۳۵﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۶﴾ فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ﴿۳۷﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۳۸﴾ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْـَٔلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖۤ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ ﴿۳۹﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۰﴾ يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِيْ وَالْاَقْدَامِ ﴿۴۱﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۲﴾ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۴۳﴾ يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ ﴿۴۴﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۵﴾

جتنے (جن وانس) روئے زمین پر موجود ہیں سب فنا ہو جائیں گے اور آپ کے پروردگار کی ذات جو کہ عظمت والی اور احسان والی ہے باقی رہ جائے گی۔ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ اسی سے (اپنی اپنی حاجتیں) سب آسمان اور زمین والے مانگتے ہیں۔ وہ ہر وقت کسی نہ کسی کام میں رہتا ہے۔ سوائے جن وانس اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے اے جن وانس ہم عنقریب تمہارے (حساب کتاب کے) لئے خالی ہو جاتے ہیں۔ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ اے گروہ جن وانس کے اگر تم کو یہ قدرت ہے کہ آسمان کی حدود سے اور زمین کی حدود سے کہیں باہر نکل جاؤ تو (ہم بھی دیکھیں) نکلو (مگر) بدوں زور کے نہیں نکل سکتے (اور زور ہے نہیں پس نکلنے کا وقوع بھی محتمل نہیں) سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ تم دونوں پر (قیامت کے روز) آگ کا شعلہ اور دھواں چھوڑا جائیگا۔ پھر تم (اس کو) ہٹا نہ سکو گے۔ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ غرض جب (قیامت آئے گی جس میں) آسمان پھٹ جائے گا اور ایسا سرخ ہو جائے گا جیسے سرخ نری (یعنی چمڑا) سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ تو اس روز (اللہ تعالیٰ کے معلوم کرنے کے لئے) کسی انسان اور جن سے اس کے جرم کے متعلق نہ پوچھا جائے گا۔ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ مجرم لوگ اپنے حلیہ سے (کہ سیاہی چہرہ و نیلگوں چشم ہے) پہچانے جائیں گے۔ سو (ان کے) سر کے بال اور پاؤں پکڑ لئے جائیں گے۔ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ یہ ہے وہ جہنم جس کو مجرم لوگ جھٹلاتے تھے۔ وہ لوگ دوزخ کے ارد گرد کھولتے ہوئے پانی کے درمیان دورہ کرتے ہوں گے۔ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔

تفسیر ربط: اوپر نعم دنیویہ صوریہ کا ذکر تھا آگے نعم صوریہ کا کہ بحسب حیثیت مذکورہ فی التمہید نعم اخرویہ معنویہ ہیں ذکر ہے اور وہ سب اہوال قیامت کے ہیں اور فناء کا مضمون اول میں بطور تمہید کے اور سوال وشان کا مضمون تابع مضمون جلال واکرام کے بطور تاکید کے ہے اور اس کو ماقبل سے خاص ارتباط یہ بھی ہے کہ اوپر نعم دنیویہ کا ذکر تھا جن کا مقتضاء وجوب شکر واطاعت وایمان اور حرمت کفر ومعصیت وطغیان ہے اور بعضے اس مقتضا پر حامل ہیں اور بعضے غیر حامل اس لئے دونوں فریق کا مآل کہ نیران وجنان ہے بیان فرماتے ہیں چنانچہ ولمن خاف الخ تک عقوبات کا اور وہاں سے آخر تک مثوبات کا ذکر ہے۔

انذار باہوال قیامت: كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ﴿۲۶﴾ (الی قوله تعالی) يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ ﴿۴۴﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۵﴾ (جتنی نعمتیں تم لوگوں نے سنی ہیں تم کو توحید واطاعت سے ان کا شکر ادا کرنا چاہئے اور کفر ومعصیت سے ان کا کفران نہ چاہئے کیونکہ اس عالم کے فناء کے بعد ایک دوسرا عالم آنے والا ہے جہاں ایمان وکفر پر مجازات واقع ہوگی جس کا بیان آیات آئندہ کے ضمن میں ہے پس ارشاد ہے کہ) جتنے (جن وانس) روئے زمین پر موجود ہیں سب فناء ہو جاویں گے اور (صرف) آپ کے پروردگار کی ذات جو کہ عظمت (والی) اور (باوجود عظمت کے) احسان والی ہے باقی رہ جاوے گی (چونکہ مقصود تنبیہ کرنا ثقلین کو ہے اور وہ سب اہل ارض ہیں اس لئے فنا میں اہل ارض کا ذکر کیا گیا اس تخصیص ذکری سے نفی فنا کی غیر اہل ارض سے لازم نہیں آتی اور دو صفتیں اس لئے لائے کہ ایک صفت ذاتی دوسری اضافی ہے حاصل اس کا یہ ہے کہ اکثر اہل عظمت دوسروں کے حال پر توجہ نہیں کرتے ہیں مگر حق تعالیٰ باوجود اس عظمت

کے وہ اپنے بندوں پر رحمت وفضل فرماتے ہیں اور چونکہ اس مضمون سے خبر دینا موجب ہدایت ہے جو کہ نعمت اُخرویہ ہے اس لئے اس پر بھی مثل دوسری نعمتوں کے امتنان فرماتے ہیں کہ دیکھو منجملہ نعم کثیرہ الٰہیہ کے ایک نعمت یہ ہے) سوائے جن وانس (باوجود اس کثرت وعظمت نعم کے) تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے (آگے ایک خاص طور پر اُس کی عظمت واکرام کے متعلق مضمون ہے یعنی وہ ایسا باعظمت ہے کہ) اُسی سے (اپنی اپنی حاجتیں) سب آسمان و زمین والے مانگتے ہیں (زمین والوں کی حاجتیں تو ظاہر ہیں اور آسمان والے گو اکل وشرب کے محتاج نہ ہوں لیکن رحمت وعنایت کے تو محتاج ہیں اور اس کا دال ہونا عظمت پر ظاہر ہے کیونکہ یہ دلیل ہے محتاج الیہ ہونے کی اور محتاج الیہ ہونا موقوف ہے عظمت پر اور صاحب اکرام ہونا اس سے ظاہر ہے کہ) وہ ہر وقت کسی نہ کسی کام میں رہتا ہے (یہ مطلب نہیں کہ صدور افعال کا اُس کے لوازم ذات سے ہے ورنہ قدم حادث لازم آوے گا بلکہ مطلب یہ ہے کہ جتنے تصرفات عالم میں واقع ہو رہے ہیں وہ اُسی کے تصرفات ہیں پس ان تصرفات میں وہ تصرفات بھی آ گئے جو دال ہیں اکرام واحسان وفضل پر جیسے ایجاد وابقاء کہ رحمت عامہ ہے اور اعطائے رزق وعافیت واولاد کہ سب دُنیوی رحمتیں ہیں اور ہدایت واعطائے علم وتوفیق عمل کہ دینی رحمتیں ہیں پس باوجود عظمت کے ایسا اکرام واحسان فرمانا یہ بھی ایک نعمت عظیمہ ہے) سوائے جن وانس (باوجود اس کثرت وعظمت نعم کے) تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے (یہ مضمون جلال واکرام کا بقائے خالق کے متعلق بیان فرما کر آگے پھر فنائے خلق کے متعلق ارشاد ہے کہ تم لوگ یہ نہ سمجھنا کہ فنا ہو کر پھر وہ فنا مستمر رہے گا اور عذاب وثواب نہ ہوگا بلکہ ہم تم کو دوبارہ زندہ کریں گے اور جزاء وسزا دیں گے اسی کو اس طرح ارشاد فرماتے ہیں کہ) اے جن وانس ہم عنقریب تمہارے (حساب وکتاب کے لئے) لئے خالی ہوئے جاتے ہیں (یعنی حساب وکتاب لینے والے ہیں مجازاً ومبالغۃً اس کو خالی ہونے سے تعبیر فرما دیا اور مبالغہ اس طرح ہے کہ سب کاموں سے خالی ہو کر کسی طرف متوجہ ہونا یہ توجہ تام ہے پس یہ عبارت ہے قصد وتوجہ تام سے اور اللہ تعالیٰ کا ہر قصد تام ہی ہوتا ہے اور حقیقی معنی اس لئے نہیں ہو سکتے کہ وہ مستلزم ہے اُس کو کہ اس کے قبل ایسی مشغولی ہو جو مانع ہو دوسری طرف متوجہ ہونے سے اور یہ ذات باری میں محال ہے۔ اور مثل سابق آگے ارشاد ہے کہ حساب کتاب کی خبر دینا بھی ایک نعمت عظمیٰ ہے) سوائے جن وانس (باوجود اس کثرت وعظمت نعم کے) تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے (آگے تاکید وقوع حساب کے لئے یہ بتلاتے ہیں کہ اس وقت یہ بھی احتمال نہیں کہ کوئی کہیں بچ کر نکل جائے چنانچہ ارشاد ہے کہ) اے گروہ جن اور انسانوں کے اگر تم کو یہ قدرت ہے کہ آسمان اور زمین کی حدود سے کہیں باہر نکل جاؤ تو (ہم بھی دیکھیں) نکلو (مگر) بدوں زور کے نہیں نکل سکتے (اور زور ہے نہیں پس نکلنے کا وقوع بھی محتمل نہیں اور یہی حالت بعینہٖ قیامت میں ہوگی بلکہ وہاں تو یہاں سے بھی زیادہ عجز ہوگا غرض وہ احتمال مرتفع ہو گیا اور یہ بات بتلا دینا بھی موجب ہدایت ونعمت عظمیٰ ہے) سوائے جن وانس (باوجود اس کثرت وعظمت نعم کے) تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے (آگے عجز عند العقاب کا ذکر فرماتے ہیں جیسا اوپر عجز عند الحساب کا ذکر تھا یعنی اے جن وانس کے مجرمو) تم دونوں پر (قیامت کے روز) آگ کا شعلہ اور دھواں چھوڑا جاوے گا پھر تم (اس کو) ہٹا نہ سکو گے (یہ شعلہ اور دُھواں غالباً وہ ہے جس کا ذکر سورۂ والمرسلات میں ہے : اِنْطَلِقُوْۤا اِلٰى ظِلٍّ ذِیْ ثَلٰثِ شُعَبٍ الی قوله : اِنَّهَا تَرْمِیْ بِشَرَرٍ [المرسلات : ۳۰ تا ۳۲] فالظل هو الدخان والشرر هو الشواظ واللہ اعلم۔ اور اس کا بتلانا بھی بوجہ ذریعہ ہدایت ہونے کے ایک نعمت عظمیٰ ہے) سوائے جن وانس (باوجود اس کثرت وعظمت نعم کے) تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے غرض (جب ہمارا حساب لینا اور تمہارا حساب وعقاب کے وقت عاجز ہو جانا معلوم ہو گیا تو اس سے قیامت کے روز حساب وعقاب کا وقوع ثابت ہو گیا جس کا بیان یہ ہے کہ) جب (قیامت آوے گی جس میں) آسمان پھٹ جاوے گا (کہ تغیر فی الذات ہے) اور ایسا سُرخ ہو جاوے گا جیسے سُرخ نری (یعنی چمڑا اور یہ تغیر فی الوصف ہے شاید یہ رنگ اس لئے ہو کہ علامت غضب کی ہے کہ غضب میں چہرہ سُرخ ہو جاتا ہے اور یہ وہ تشقق ہے جو شروع پارہ وَقَالَ الَّذِیْنَ لَا یَرْجُوْنَ میں آیا ہے فی قولہ تعالیٰ وَیَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ [الفرقان : ۲۵] جس کی تفسیر وہاں گزر چکی ہے غرض اُس وقت ملائکہ کا نزول اور غمام میں تجلی حق ہوگی اور حساب کتاب شروع ہو جاوے گا کما مر فی قولہ تعالیٰ: وَیَوْمَ تَشَقَّقُ ...... اور یہ خبر دینا بھی نعمت ہے) سوائے جن وانس (باوجود اس کثرت وعظمت نعم کے) تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے (یہ تو حساب کا وقوع اور اُس کا وقت بتلایا گیا ہے آگے کیفیت حساب وطریق فیصلہ ارشاد فرماتے ہیں یعنی جس روز یہ واقعات ارسال شواظ ونحاس وانشقاق سماء وغیرہ ہوں گے) تو اُس روز (اللہ تعالیٰ[1] کے معلوم کرنے کے لئے) کسی انسان اور جن سے اُس کے جرم کے متعلق نہ پوچھا جاوے گا (کیونکہ اللہ تعالیٰ کو سب معلوم ہے یعنی حساب اس غرض سے نہ ہوگا بلکہ خود اُن کو معلوم کرانے اور جتلانے کے لئے سوال اور حساب ہوگا لقولہ تعالیٰ : فَوَرَبِّكَ لَنَسْئَلَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ [الحجر : ۹۲] اور یہ خبر دینا بھی ایک نعمت ہے) سوائے جن وانس (باوجود اس کثرت وعظمت نعم کے) تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے (یہ تو حساب کی کیفیت ہوئی کہ بطور تحقیق نہ ہوگا بلکہ بطور توبیخ ہوگا آگے یہ بتلاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو تو تعیین جرائم ومجرمین معلوم ہے اس لئے تحقیق کی ضرورت نہ ہوگی لیکن فرشتوں کو مجرمین کی تعیین کیسے ہوگی پس ارشاد فرماتے ہیں کہ) مجرم لوگ اپنے حلیہ سے (کہ سیاہی چہرہ ونیلگونی چشم ہے لقولہ تعالیٰ: تَسْوَدُّ وُجُوْهٌ [آل عمران : ۱۰۶] وَنَحْشُرُ

الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ زُرْقًا [طه : ۱۰۲]) پہچانے جاویں گے سو(اُن کے) سر کے بال اور پاؤں پکڑ لئے جاویں گے (اوراُن کو گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جاوے گا یعنی کسی کا سر کسی کی ٹانگ حسب اعمال یا کبھی سر کبھی ٹانگ بغرض اجتماع انواع نکال اور گو یہ پہچان موقوف علیہ تعیین مُجرمین کی نہیں لیکن اللہ تعالیٰ کسی حکمت سے اس طرح واقع کر دیں گے اور یہ خبر دینا بھی ایک نعمت ہے) سواے جن وانس (باوجود اس کثرت وعظمت نعم کے) تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے (آگے اصلی عقاب بتلاتے ہیں گوارسال شواظ بھی عقاب تھا یعنی مُجرموں سے اُس وقت کہا جاوے گا کہ) یہ ہے وہ جہنم جس کو مجرم لوگ (یعنی تم) جھٹلاتے تھے وہ لوگ دوزخ کے اور گرم کھولتے ہوئے پانی کے درمیان دورہ کرتے ہوں گے (یعنی کبھی اس سے معذب ہوں گے کبھی اُس سے جس کی تحقیق سورۂ مؤمن رکوع ہشتم میں گزر چکی ہے اور یہ خبر دینا بھی نعمت ہے) سواے جن وانس (باوجود اس کثرت وعظمت نعم کے) تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔

الحواشی: (۱) یعنی یہاں جو سوال کی نفی کی گئی ہے اُس کا مطلب یہ ہے کہ وہ سوال اس غرض سے نہ ہوگا کہ جواب سے اللہ تعالیٰ کو معلوم ہو جاوے باقی سوال ہونا ظاہر ہے جس کی وجہ احتجاج علی المجرمین ہے ۱۲ منہ۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله في فَإِذَا انْشَقَّتِ ...... غرض فيه توجيه معنى الفاء الذى اوضحه بقوله جب ہمارا حساب لینا الخ ۱۲۔ ۲ قوله هنالك قیامت کے روز فيه اشارة ان قوله فاذا انشقت قام مقام قوله فاذا وقعت القيامة وجوابه محذوف اى يقع الحساب دل عليه الانشقاق ايضاً لان هذا التشقق مقدمة الحساب كما هو مذكور فى قوله تعالىٰ ويوم تشقق السماء بالغمام ۱۲۔

اللغات: كل يوم اى وقت الثقلان الجن والانس لانهما مثقلان بالتكليف اقطار الاطراف والجوانب ۱۲۔ الشواظ اللهب الذى لا دخان له النحاس الدخان الذى لا لهب فيه كذا فى الدر عن ابن عباسؓ مستشهدا بالشعر واختاره الزمخشرى قوله كالدهان الاديم الاحمر كذا فى الدر عن ابن عباسؓ وكذا فى القاموس النواصى جمع ناصية وهى مقاص الشعر قوله ان بالغ فى الحرارة ۱۲۔

البلاغۃ: قوله لكم لم يثن مع كون الخطاب للاثنين لان فى كليهما جماعات كثيرة ۱۲۔ قوله يكذب بها المجرمون فيه وضع المظهر موضع المضمر لان الاصل تكذبون بها انتم ۱۲۔

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ﴿۴۶﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۷﴾ ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ ﴿۴۸﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۴۹﴾ فِيْهِمَا عَيْنٰنِ تَجْرِيٰنِ ﴿۵۰﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۱﴾ فِيْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ ﴿۵۲﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۳﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى فُرُشٍۭ بَطَآئِنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ ؕ وَجَنَا الْجَنَّتَيْنِ دَانٍ ﴿۵۴﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۵﴾ فِيْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ ۙ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ﴿۵۶﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۷﴾ كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ ﴿۵۸﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۵۹﴾ هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ﴿۶۰﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۱﴾ وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ ﴿۶۲﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۳﴾ مُدْهَآمَّتٰنِ ﴿۶۴﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۵﴾ فِيْهِمَا عَيْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ﴿۶۶﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۷﴾ فِيْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ ﴿۶۸﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۶۹﴾ فِيْهِنَّ خَيْرٰتٌ حِسَانٌ ﴿۷۰﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۱﴾ حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِى الْخِيَامِ ﴿۷۲﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۳﴾ لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ﴿۷۴﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۵﴾ مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ ﴿۷۶﴾ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴿۷۷﴾ تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِى الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ﴿۷۸﴾

ع ۳ ۱۴

اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ہر وقت ڈرتا رہتا ہے اس کے لئے (جنت میں دو باغ ہوں گے۔ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے کثیر شاخوں والے ہوں گے۔ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ ان دونوں باغوں میں دو چشمے ہوں گے کہ بہتے چلے جائیں گے۔ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ ان دونوں باغوں میں ہر میوے کی دو قسمیں ہوں گی۔ سوائے جن وانس تم اپنی رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ وہ لوگ تکیہ لگائے ایسے فرشوں پر بیٹھے ہوں گے جن کے استر دبیز ریشم کے ہوں گے اور ان دونوں باغوں کا پھل بہت نزدیک ہو گا۔ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ ان میں نیچی نگاہ والیاں (یعنی حوریں) ہوں گی کہ ان جنتی لوگوں سے پہلے ان پر نہ کسی آدمی نے تصرف کیا ہو گا اور نہ کسی جن نے سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ گویا وہ یاقوت اور مرجان ہیں۔ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ بھلا غایت اطاعت کا بدلہ بجز عنایت کے اور بھی کچھ ہو سکتا ہے۔ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے اور ان دونوں باغوں سے کم درجہ دو باغ اور ہیں۔ سوائے جن وانس تم اپنی رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ وہ دونوں باغ گہرے سرسبز ہوں گے۔ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے۔ ان دونوں باغوں میں دو چشمے ہوں گے کہ جوش مارتے ہوں گے۔ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ ان دونوں باغوں میں میوے اور کھجور اور انار ہوں گے۔ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ ان میں خوب سیرت خوبصورت عورتیں ہوں گی (یعنی حوریں) سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ وہ عورتیں گوری رنگت کی ہوں گی (اور خیموں میں محفوظ ہوں گی) سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے (اور) ان جنتی لوگوں سے پہلے ان پر نہ تو کسی آدمی نے تصرف کیا ہو گا نہ کسی جن نے۔ سوائے جن وانس تم اپنی رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ وہ لوگ سبز شجر اور عجیب خوبصورت کپڑوں (کے فرشوں) پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔ سوائے جن وانس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے۔ بڑا برکت والا نام ہے آپ کے رب کا جو عظمت والا اور احسان والا ہے۔

تفسیر ربط: تمہید سورت وتمہید رکوع دوم میں لکھ چکا ہوں۔

ابشار مؤمنین بالآء جنت: وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ (الی قولہ تعالی) تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِی الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ (ان آیتوں میں دو باغوں کا ذکر وَلِمَنْ خَافَ سے شروع ہوا ہے اور دو باغوں کا ذکر وَمِنْ دُوْنِهِمَا سے اور پہلے دو باغ خواص مقربین کے لئے ہیں اور پچھلے دو باغ عامہ مؤمنین کے لئے دلائل اس تعیین وتقسیم کے آگے لکھ دیئے جاویں گے اب مجرد تفسیر لکھی جاتی ہے یعنی حال مذکور تو باستثنائے مضمون شروع رکوع دوم کے مجرمین کا تھا) اور (اہل جنت کا حال یہ ہے کہ اُن میں دو قسم ہیں خواص اور عوام پس) جو شخص (خواص میں سے ہو اور) اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے (ہر وقت) ڈرتا رہتا ہو (اور ڈر کر شہوات ومعاصی سے مجتنب رہتا ہو اور یہ شان خواص ہی کی ہے کیونکہ عوام پر تو گاہ گاہ خوف طاری ہو جاتا ہے اور اُن سے معاصی بھی سرزد ہو جاتے ہیں گو توبہ کر لیں غرض جو شخص ایسا متقی ہو) اُس کے لئے (جنت میں) دو باغ ہوں گے (یعنی ہر متقی کے لئے دو باغ اور غالباً اس تعدد میں حکمت اُن کے تکرم اور تنعم کا اظہار ہو گا جس طرح دُنیا میں اہل تنعم کے پاس اکثر چیزیں منقولات وغیر منقولات میں سے متعدد ہوتی ہیں) سوائے جن وانس (باوجود اس کثرت وعظمت نعم کے) تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے مُنکر ہو جاؤ گے (اور وہ) دونوں باغ کثیر شاخوں والے ہوں گے (اس میں سایہ کی گنجائی اور ثمرات کی ریز روانی کی طرف اشارہ ہے) سوائے جن وانس (باوجود اس کثرت وعظمت نعم کے) تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے مُنکر ہو جاؤ گے (اور) اُن دونوں باغوں میں دو چشمے ہوں گے کہ (دور تک) بہتے چلے جاویں گے سوائے جن وانس (باوجود اس کثرت وعظمت نعم کے) تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے (اور) ان دو باغوں میں ہر میوہ کی دو قسمیں ہوں گی (کہ اس میں زیادہ تلذذ ہے کبھی ایک قسم کا مزہ لے لیا کبھی دوسری قسم کا) سوائے جن وانس (باوجود اس کثرت وعظمت نعم کے) تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے مُنکر ہو جاؤ گے (اور) وہ لوگ تکیہ لگائے ایسے فرشوں پر بیٹھے ہوں گے جن کے استر دبیز ریشم کے ہوں گے (اور قاعدہ ہے کہ ابرہ بہ نسبت استر کے زیادہ نفیس ہوتا ہے پس جب استر استبرق ہو گا تو ابرہ کیسا کچھ ہو گا) اور اُن دونوں باغوں کا پھل بہت نزدیک ہو گا کہ (کھڑے بیٹھے لیٹے ہر طرح بلا مشقت ہاتھ آ سکتا ہے) سوائے جن وانس (باوجود اس کثرت وعظمت نعم کے) تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے (اور) اُن باغوں کے مکانات اور قصروں میں نیچی نگاہ والیاں (یعنی حُوریں) ہوں گی کہ ان (جنتی) لوگوں سے پہلے ان پر نہ تو کسی آدمی نے تصرف کیا ہو گا اور نہ کسی جن نے (یعنی بالکل محفوظ وغیر مستعمل ہوں گی) سوائے جن وانس (باوجود اس کثرت وعظمت نعم کے) تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے (اور رنگت ان کی اس قدر صاف وشفاف ہو گی کہ) گویا وہ یاقوت اور مرجان ہیں (اور ممکن ہے کہ تشبیہ سرخی میں بھی ہو اور تعدد مشبہ بہ کا غالباً اہتمام کے لئے ہے) سوائے جن وانس (باوجود اس کثرت وعظمت نعم کے) تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے (آگے

مضمون مذکور کی تقریر و تاکید ہے کہ) بھلا غایت اطاعت کا بدلہ بجز عنایت کے کچھ اور بھی ہو سکتا ہے (انہوں نے غایت اطاعت کی صلہ میں غایت عنایت کے مورد ہوئے اور اس کو بدلہ فرمانا اور بصورت استفہام اس کے وجوب کی طرف اشارہ کرنا یہ سب بطور تفضل کے ہے نہ بمقتضائے حکم عقلی کے) سوائے جن وانس (باوجود اس کثرت وعظمت نعم کے) تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے (یہ تو خواص کے باغوں کی صفت مذکور ہوئی) اور (آگے عامۂ مؤمنین کے باغوں کا ذکر ہے یعنی) ان (مذکورہ) دونوں باغوں سے کم درجہ میں دو باغ اور ہیں (جو عامۂ مومنین کے لئے ہیں اور ہر ایک کو دو دو ملیں گے سوائے جن وانس (باوجود اس کثرت وعظمت نعم کے) تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے) (اور آگے ان باغوں کی صفت ہے کہ) وہ دونوں باغ گہرے سبز ہوں گے سوائے جن وانس (باوجود اس کثرت وعظمت نعم کے) تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے (اور یہاں ذَوَاتَآ اَفْنَانٍ ﴿۴۸﴾ کی تصریح نہ فرمانا اشارہ ہے کہ یہ دونوں باغ اس صفت میں ان مذکورہ باغوں سے کم ہیں یعنی ان کا سایہ اور بار ور ہونا اتنا نہ ہوگا اور وہاں مُدْهَآمَّتٰنِ ﴿۶۴﴾ کی صفت کا ذکر نہ ہونا موہم عکس نہ ہونا چاہئے کہ وہ صفت بقرینۂ مقام مشترک ہے نیز وہاں من له الجنة کو من خاف کے عنوان سے ذکر فرمانا اور یہاں من له الجنة کو ذکر نہ فرمانا بھی قرینہ ہے کہ یہ عام مؤمنین کے لئے ہے اس لئے کسی خاص صفت کی تقیید کی ضرورت نہیں اور وہاں خوف بمعنی تقویٰ کے کامل کی قید ہے نیز وہاں اس کو جزائے احسان بمعنی اخلاص فرمانا اور یہاں نہ فرمانا نیز اس کا قرینہ ہے اور) ان دونوں باغوں میں دو ۲ چشمے ہوں گے کہ جوش مارتے ہوں گے سوائے جن وانس (باوجود اس کثرت وعظمت نعم کے) تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے (جوش مارنا بوجہ اس کے کہ چشمہ کے لوازم میں سے ہے اوپر کے چشموں میں بھی صفت مشترک ہے اور وہاں تجریان بھی ہے اور یہاں نہیں پس یہ قرینہ ہے اس کا کہ یہ چشمہ صفت جریان میں اولین سے کم ہیں اور یہ باغ ان باغوں سے کم ہیں اور) ان دونوں باغوں میں میوے اور کھجوریں اور انار ہوں گے سوائے جن وانس (باوجود اس کثرت وعظمت نعم کے) تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں سے منکر ہو جاؤ گے (یہاں مطلق فا کہہ اور پھر تفصیل میں نخل ورمان پر اکتفا فرمانا اور وہاں لفظ کل سے تصریح تعمیم فا کہہ اور پھر لفظ زوجان سے تصریح تعدد جو اور زیادہ دال علی الکثرت ہے نیز قرینہ ہے اس کا کہ جنتین اولیین ان اخریین سے افضل واعلیٰ ہیں اور) ان (باغوں کے مساکن) میں خوب سیرت خوبصورت عورتیں ہوں گی (یعنی حوریں) سوائے جن وانس (باوجود کثرت وعظمت نعم کے) تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے وہ عورتیں گوری رنگت کی ہوں گی (اور) خیموں میں محفوظ ہوں گی سوائے جن وانس (باوجود اس کثرت وعظمت نعم کے) تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے (اور) ان (جنتی) لوگوں سے پہلے ان پر نہ تو کسی آدمی نے تصرف کیا ہوگا اور نہ کسی جن نے (یعنی غیر مستعمل ہوں گی) سوائے جن وانس (باوجود اس کثرت وعظمت نعم کے) تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے (وہاں یاقوت ومرجان سے تشبیہ دینا جو کہ مفید مبالغہ ہے اور یہاں صرف حسان پر اکتفا فرمانا نیز قرینہ ہے کہ اولیین افضل ہیں اخریین سے اور یہاں کی سب صفات وہاں صراحۃً اشارۃً مذکور ہیں مثلاً خوش سیرت ہونا قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ سے مفہوم ہوتا ہے حور ہونا قرینہ مقام سے معلوم ہے مقصورات سے زیادہ صیانت وعفت پر قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ دال ہے کہ جو ایسی ہوگی وہ ضروری ہی گھر میں رہے گی اور) وہ لوگ سبز مشجر اور عجیب خوبصورت کپڑوں (کے فرشوں) پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے سوائے جن وانس (باوجود اس کثرت وعظمت نعم کے) تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے (یہ بھی عند التامل اولیین کے فرش سے مفضول معلوم ہوتا ہے کیونکہ وہاں تصریح ہے ریشمی ہونے کی اور پھر دوہرے ہونے کی اور یہاں نہیں ہے آگے خاتمہ میں حق تعالیٰ کی ثنا وصفت ہے جس میں ان تمام مضامین مفصلہ سورت کی تقریر یا بطور استدلال انی کے ان پر تفریع ہے یعنی اے پیغمبر یہ بے شمار نعمتیں فرع یا دلیل اس کی ہیں کہ) بڑا بابرکت نام ہے آپ کے رب کا جو عظمت والا اور احسان والا ہے (نام سے مراد صفات جو کہ ذات کے غیر نہیں پس حاصل جملہ کا ثناء ہوئی کمال ذات وصفات کے ساتھ اور شاید لفظ اسم بڑھانے سے مقصود مبالغہ ہو کہ مسمیٰ تو کیسا کچھ کامل اور بابرکت ہوگا اس کا تو اسم بھی مبارک اور کامل ہے۔ **ف** ۱: ظاہراً آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ جن اور انس دونوں جنتی ہیں اور حوریں بھی دونوں کو ملیں گی اور لَمْ يَطْمِثْهُنَّ کی تقریر باعتبار مجموعہ کے یہ ہوگی کہ جو حوریں انسان کے لئے خاص ہیں ان کو کسی انسان نے قبل سے مس نہیں کیا اور جن کے مس کا تو بوجہ اختصاص انسان کے احتمال ہی نہیں اور جو حوریں جن کے لئے خاص ہیں ان کو کسی جن نے مس نہیں کیا اور اسی طرح انسان کے مس کا بوجہ اختصاص احتمال نہیں۔

ف ۲: جَنَّتٰنِ ﴿۴۶﴾ اولیین کے افضل ہونے کے قرائن تو اثنائے تقریر ترجمہ میں ساتھ ساتھ مذکور ہوئے ہیں اب حسب وعدہ دلائل لکھتا ہوں فی الدر المنثو ر مرفوعاً فی **قوله ولمن خاف وقوله ومن دونهما قال صلى الله عليه وسلم جنتان من ذهب للمقربين وجنتان من ورق لاصحاب اليمين وعن البراء بن عازب وموقوفا قال العينان اللتان تجريان خير من النضاختين آه قلت ومعنى كونهما من ذهب او ورق كون بنائهما و**

اوانيهما وما فيهما من ذهب او ورق باعتبار الغالب والله اعلم۔ الحمد للہ کہ تفسیر سورۃ الرحمٰن کی ختم ہوئی اب سورۃ واقعہ کی تفسیر آتی ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

ملحقات الترجمة : ۱؎ قوله في فِيْهِنَّ مكانات اشارة الى ان ضمير الجمع للبيوت والقصور المفهومة من الجنتين او للجنتين باعتبار ما فيها مما ذكر ۱۲۔

اللغات : الطمث اصله خروج الدم ولذلك يقال للحيض طمث ثم اطلق على جماع الابكار لما فيه من خروج الدم ثم عمم لكل جماع مدهامتٰن سودا وان في كثرة الرى النضخ فور ان الماء ۱۲۔ مقصورات مخدرات ملازمة لبيتها لا تطوف في الطرق رفرف ما يطرح على ظهر الفرش للنوم وقال الراغب ضرب من الثياب مشبهة بالرياض كذا في الروح قلت ومن ثم ترجمته بالمشجر عبقرى منسوب الى عبقر تزعم العرب انه اسم بلد الجن فينسون اليه كل عجيب من الفرش وغيرها ۱۲۔

النحو : قوله ذواتا افنان صفة جنتان وكذا قوله مدهامتان وما بينهما اعتراض وسط بينهما تنبيها على ان تكذيب كل من الموصوف والصفة موجب للانكار والتوبيخ وفي الوصف به تذكير انهما ذواتا ثمار وظلال قوله متكئين حال من قوله تعالىٰ لمن خاف ۱۲۔ قوله خضر صفة لرفرف على انه للجنس وكذا قوله حسان صفة لعبقرى باعتبار معنى الجنسية ۱۲۔

سُوْرَةُ الْوَاقِعَةِ

سُوْرَةُ الْوَاقِعَةِ ۵۶ مَكِّيَّةٌ ۴۶ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ۹۶ | رُكُوْعَاتُهَا ۳

سورۃ الواقعہ مدینہ میں نازل ہوئی ۔ شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں ۔ اس میں ۹۶ آیات اور ۳ رکوع ہیں

إِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۝١ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ۝٢ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ۝٣ إِذَا رُجَّتِ الْأَرْضُ رَجًّا ۝٤ وَبُسَّتِ
الْجِبَالُ بَسًّا ۝٥ فَكَانَتْ هَبَاءً مُّنْبَثًّا ۝٦ وَكُنْتُمْ أَزْوَاجًا ثَلٰثَةً ۝٧ فَأَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۙ مَا أَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ۝٨
وَأَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۙ مَا أَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۝٩ وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۝١٠ أُولٰئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ۝١١ فِيْ جَنّٰتِ
النَّعِيْمِ ۝١٢ ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِيْنَ ۝١٣ وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ۝١٤ عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ ۝١٥ مُّتَّكِئِيْنَ عَلَيْهَا
مُتَقٰبِلِيْنَ ۝١٦ يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۝١٧ بِأَكْوَابٍ وَّأَبَارِيْقَ ۙ وَكَأْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ۝١٨ لَّا يُصَدَّعُوْنَ
عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ ۝١٩ وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ ۝٢٠ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ۝٢١ وَحُوْرٌ عِيْنٌ ۝٢٢ كَأَمْثَالِ
اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ ۝٢٣ جَزَاءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝٢٤ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَأْثِيْمًا ۝٢٥ إِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ۝٢٦
وَأَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ۙ مَا أَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ۝٢٧ فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ۝٢٨ وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ ۝٢٩ وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ۝٣٠ وَّمَاءٍ
مَّسْكُوْبٍ ۝٣١ وَّفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ ۝٣٢ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ ۝٣٣ وَّفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ ۝٣٤ إِنَّا أَنْشَأْنٰهُنَّ إِنْشَاءً ۝٣٥
فَجَعَلْنٰهُنَّ أَبْكَارًا ۝٣٦ عُرُبًا أَتْرَابًا ۝٣٧ لِّأَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ۝٣٨ ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِيْنَ ۝٣٩ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ۝٤٠ وَأَصْحٰبُ
الشِّمَالِ ۙ مَا أَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۝٤١ فِيْ سَمُوْمٍ وَّحَمِيْمٍ ۝٤٢ وَّظِلٍّ مِّنْ يَّحْمُوْمٍ ۝٤٣ لَّا بَارِدٍ وَّلَا كَرِيْمٍ ۝٤٤
إِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُتْرَفِيْنَ ۝٤٥ وَكَانُوْا يُصِرُّوْنَ عَلَى الْحِنْثِ الْعَظِيْمِ ۝٤٦ وَكَانُوْا يَقُوْلُوْنَ ۙ أَئِذَا مِتْنَا وَكُنَّا
تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَإِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ۝٤٧ أَوَاٰبَاؤُنَا الْأَوَّلُوْنَ ۝٤٨ قُلْ إِنَّ الْأَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ ۝٤٩ لَمَجْمُوْعُوْنَ ۙ
إِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ۝٥٠ ثُمَّ إِنَّكُمْ أَيُّهَا الضَّالُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ ۝٥١ لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ۝٥٢ فَمَالِئُوْنَ مِنْهَا
الْبُطُوْنَ ۝٥٣ فَشٰرِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ ۝٥٤ فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ ۝٥٥ هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ ۝٥٦

وقف لازم

ع ۳۸ / ۱۴

جب قیامت واقع ہوگی جس کے واقع ہونے میں کوئی خلاف نہیں ہے تو وہ (بعض کو) پست کر دے گی (اور بعض کو) بلند کر دے گی۔ جبکہ زمین کو سخت زلزلہ آئے گا اور پہاڑ بالکل ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔ پھر وہ پراگندہ غبار ہو جائیں گے اور تم تین قسم کے ہو جاؤ گے سو جو داہنے والے ہیں وہ داہنے والے کیسے اچھے ہیں اور جو بائیں والے ہیں وہ بائیں والے کیسے برے ہیں اور جو اعلیٰ درجہ کے ہیں وہ تو اعلیٰ ہی درجے کے ہیں اور وہ (خدا کے ساتھ) خاص قرب رکھنے والے ہیں۔ (یہ مقرب) لوگ آرام کے باغوں میں ہوں گے۔ ان کا بڑا گروہ تو اگلے لوگوں میں سے ہوگا اور تھوڑے پچھلے لوگوں میں سے ہوں گے وہ لوگ سونے کے تاروں سے بنے ہوئے تختوں پر تکیہ لگائے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ ان کے اردگرد ایسے لڑکے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے یہ چیزیں لے کر آمد و رفت کیا کریں گے۔ آبخورے اور آفتابی اور ایسا جام شراب جو بہتی ہوئی شراب سے بھرا جائے گا نہ اس سے ان کو دردسر ہوگا اور نہ اس سے عقل میں فتور آئے گا اور میوے جن کو وہ پسند کریں گے اور پرندوں کا گوشت جو ان کو مرغوب ہوگا اور ان کی لئے گوری گوری بڑی بڑی آنکھوں والی عورتیں ہوں گی (مراد حوریں ہیں) جیسے (حفاظت سے) پوشیدہ رکھا ہوا موتی۔ یہ ان کے اعمال کے صلے میں ملے گا (اور) وہاں نہ بک بک سنیں گے اور نہ اور کوئی بات بیہودہ۔ پس (ہر طرف سے) سلام ہی سلام کی آواز آئے گی اور جو داہنے والے ہیں وہ داہنے کیسے اچھے ہیں وہ ان باغوں میں ہوں گے جہاں بے خار بیریاں ہوں گی اور تہ بہ تہ کیلے ہوں گے اور لمبا لمبا سایہ ہوگا اور چلتا ہوا پانی ہوگا اور کثرت سے میوے ہوں گے جو نہ ختم ہوں گے اور نہ ان کی روک ٹوک ہوگی اور اونچے اونچے فرش ہوں گے ہم نے (وہاں کی) ان عورتوں کو خاص طور پر بنایا ہے یعنی ہم نے ان کو ایسا بنایا کہ وہ کنواریاں ہیں محبوبہ ہیں ہم عصر ہیں یہ سب چیزیں داہنے والوں کے لئے ہیں ان (اصحاب الیمین) کا ایک گروہ اگلے لوگوں میں ہوگا اور ایک بڑا گروہ پچھلے لوگوں میں ہوگا۔ اور جو بائیں والے ہیں وہ بائیں والے کیسے برے ہیں وہ لوگ آگ میں ہوں گے اور کھولتے ہوئے پانی میں اور سیاہ دھوئیں کے سایہ میں جو نہ ٹھنڈا ہوگا نہ فرحت بخش ہوگا وہ لوگ اس کے قبل (یعنی دنیا میں) بڑی خوشحالی میں رہتے تھے اور بڑے بھاری گناہ (یعنی شرک وکفر) پر اصرار کیا کرتے تھے اور یوں کہا کرتے تھے کہ جب ہم مر گئے اور مٹی اور ہڈیاں ہو کر رہ گئے تو کیا اس کے بعد ہم دوبارہ زندہ کئے جائیں گے اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی زندہ کئے جاویں گے آپ کہہ دیجئے کہ سب اگلے اور پچھلے جمع کئے جاویں گے ایک تاریخ کے وقت پر پھر جمع ہونے کے بعد تم کو اے گمراہو جھٹلانے والو درخت زقوم سے کھانا ہوگا پھر اس سے پیٹ بھرنا ہوگا پھر اس پر کھولتا ہوا پانی پینا ہوگا پھر پینا بھی پیاسے اونٹوں کا سا (غرض) ان لوگوں کی قیامت کے روز یہ دعوت ہوگی۔

سورة الواقعة مكية وآيها ستة وتسعون كذا في البيضاوى

تفسیر ربط: یہ سورت باعتبار مضامین کے سورت سابقہ کے ساتھ قریباً متماثل ہے اور باعتبار ترتیب کے بطور رد العجز علی الصدر کے اس کے ساتھ قریباً متقابل ہے چنانچہ وہاں قرآن کا ذکر اول میں آیا ہے یہاں اخیر کے قریب۔ وہاں نعم دنیویہ کے جو دلائل قدرت بھی ہیں ذکر بعد قرآن کے آیا ہے یہاں ایسے امور کا ذکر قبل قرآن کے آیا ہے وہاں نعم دنیویہ کے بعد قیامت و نار وجنت کا ذکر آیا ہے یہاں نعم دنیویہ کے قبل ان امور کا ذکر آیا ہے اور بالکل ختم کے قریب معاد کی تفصیل کو اجمالاً لایا گیا ہے سو اجمال وتفصیل متغائر نہیں اس میں جداگانہ تقریر ربط کی حاجت نہیں۔

قیامت وتفصیل ثواب وعقاب: بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۔ اِذَا وَقَعَتِ الۡوَاقِعَۃُ ۙ (الی قوله تعالى) ھٰذَا نُزُلُھُمۡ یَوۡمَ الدِّیۡنِ ؕ جب قیامت واقع ہوگی جس کے واقع ہونے میں کوئی خلاف نہیں (بلکہ اس کا واقع ہونا بالکل صحیح اور حق ہے) تو وہ (بعض کو) پست کر دے گی (اور بعض کو) بلند کر دے گی (یعنی کفار کی ذلت کا اور مؤمنین کی رفعت کا اس روز ظہور ہوگا) جب کہ زمین کو سخت زلزلہ آوے گا اور پہاڑ بالکل ریزہ ریزہ ہو جاویں گے پھر وہ پراگندہ غبار (کی طرح) ہو جاویں گے اور تم (یعنی مجموعہ مکلفین ماضیین وموجودین ومستقبلین) تین قسم ہو جاؤ گے (جن کی تفصیل آگے آتی ہے خواص مؤمنین اور عوام مؤمنین اور کفار کہ سورۂ رحمٰن میں بھی یہی تین قسمیں مذکور ہیں اور آئندہ آیات میں خواص کو مقربین اور سابقین کہا ہے اور عوام مؤمنین کو لِّاَصۡحٰبِ الۡیَمِیۡنِ ؕ اور کفار کو اَصۡحٰبُ الشِّمَالِ ۬ؕ اور ان آیات اِذَا وَقَعَتِ سے ثُلَّۃٌ ۙ تک میں بعض واقعات نفخہ اولیٰ کے وقت کے بیان فرماتے ہیں جیسے رجت۔ جیسا شروع سورۂ حجر میں آیا ہے اور بست۔ اور بعض واقعات نفخہ ثانیہ کے وقت کے جیسے خَافِضَۃٌ رَّافِعَۃٌ ۙ اور کُنۡتُمۡ اَزۡوَاجًا اور بعض مشترک جیسے اور لَیۡسَ لِوَقۡعَتِہَا کَاذِبَۃٌ ۘ سو چونکہ نفخہ اولیٰ سے نفخہ ثانیہ تک تمام وقت ممتد حکم میں وقت واحد کے ہے اسی لئے ہر جزو وقت کو ہر واقعہ کا وقت کہا جا سکتا ہے۔ آگے بعد تقسیم ان تینوں قسم کے احکام کی تفریق ہے اول اجمالاً پھر تفصیلاً کہ تین (۳) قسمیں جو مذکور ہوئیں) سو (ان میں ایک قسم یعنی) جو داہنے والے ہیں وہ داہنے والے کیسے اچھے ہیں (مراد اس سے جن کے نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں دیئے جاویں گے اور گو یہ مفہوم مقربین میں بھی مشترک ہے لیکن صرف اسی صفت پر اکتفا کرنا مشیر اس طرف ہے کہ ان میں اصحاب الیمین سے زائد کوئی اور صفت قرب خاص کی نہیں پائی جاتی اس طرح مراد اس سے عوام مؤمنین ہو گئے اور اس میں اجمالاً ان کی حالت کا اچھا ہونا بتلا دیا آگے فِیۡ سِدۡرٍ مَّخۡضُوۡدٍ ۙ...... سے اس اجمال کی تفصیل کی گئی ہے) اور (دوسری قسم یعنی) جو بائیں والے ہیں وہ بائیں والے کیسے برے ہیں (مراد اس سے جن کے نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں دیئے جاویں گے یعنی کفار اور اس میں اجمالاً ان کی حالت کا برا ہونا بتلا دیا آگے فِیۡ سَمُوۡمٍ ......

سے اس اجمال کی تفصیل کی گئی ہے)اور(تیسری قسم یعنی) جو اعلیٰ درجہ کے ہیں وہ تو اعلیٰ ہی درجہ کے ہیں (اور) وہ (خدا تعالیٰ کے) ساتھ) خاص قرب رکھنے والے ہیں (اس میں تمام اعلیٰ درجہ کے بندے داخل ہیں انبیاء اور اولیاء وصدیقین اور کامل متقی اور اس میں اجمالاً ان کی حالت کا عالی ہونا بتلا دیا آگے فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ...... سے اس اجمال کی تفصیل کی جاتی ہے یعنی) یہ (مقرب) لوگ آرام کے باغوں میں ہوں گے جس کی مزید تفصیل علی سرر سے آتی ہے اور درمیان میں اس مفہوم کے مصداق کا تعدد بتلاتے ہیں کہ) ان (مقربین) کا ایک بڑا گروہ تو اگلے لوگوں میں سے ہوگا اور تھوڑے پچھلے لوگوں میں سے ہوں گے (اگلوں سے مراد متقدمین ہیں آدم علیہ السلام سے لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قبل تک اور پچھلوں سے مراد حضور کے وقت سے لے کر قیامت تک کذا فی الدر عن جابر مرفوعاً اور متقدمین میں کثرت سابقین اور متاخرین میں قلت سابقین کی وجہ یہ ہے کہ خواص ہر زمانہ میں کم ہوتے ہیں اور متقدمین کا زمانہ بہ نسبت زمانہ امت محمدیہؐ کے کہ قرب ساعت میں پیدا ہوئے ہیں اطول ہے پس جس قدر خواص اس زمانہ طویل میں ہوئے ہیں جن میں لاکھ یا دو (۲) لاکھ یا کم وبیش انبیاء بھی ہیں باقتضائے عادت زمانہ قصیر میں ان سے کم ہی ہوں گے۔ آگے اس نعیم کی تفصیل ہے کہ) وہ (مقرب) لوگ سونے کے تاروں سے بنے ہوئے تختوں پر تکیہ لگائے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے (**کذا فی الدر فی تفسیر موضونة عن ابن عباس** اور) ان کے پاس ایسے لڑکے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے یہ چیزیں لے کر آمد و رفت کیا کریں گے آبخورے اور آفتابے اور ایسا جام شراب جو بہتی ہوئی شراب سے بھرا جاوے گا (ومر تحقیقہ فی الصافات) نہ اس سے ان کو درد سر ہوگا اور نہ اس سے عقل میں فتور آوے گا (ومر ایضاً فی الصافات) اور میوے جن کو وہ پسند کریں اور پرندوں کا گوشت جو ان کو مرغوب ہو اور ان کے لئے گوری گوری بڑی بڑی آنکھوں والی عورتیں ہوں گی (مراد حوریں ہیں جن کی رنگت ایسی صاف شفاف ہوگی) جیسے (حفاظت سے) پوشیدہ رکھا ہوا موتی یہ ان کے اعمال کے صلہ میں ملے گا (اور) وہاں نہ بک بک سنیں گے اور نہ اور کوئی بیہودہ بات (سنیں گے یعنی شراب پی کر یا ویسے بھی یہ امور مکدرہ للعیش نہ پائے جاویں گے) بس (ہر طرف سے) سلام ہی سلام کی آواز آوے گی (کقولہ تعالیٰ : وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ [الرعد: ۲۳، ۲۴] وقولہ تعالیٰ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ جو کہ دلیل اکرام ہے غرض روحانی جسمانی ہر طرح کی لذت ومسرت اعلیٰ درجہ کی ہوگی یہ جزائے سابقین کا بیان کیا گیا) اور (آگے اصحاب الیمین کی جزاء کی تفصیل ہے یعنی) جو داہنے والے ہیں وہ داہنے والے کیسے اچھے ہیں (اس اجمال کا اعادہ تفصیل کے قبل اس لئے کیا گیا کہ اس اجمال کو فصل ہو گیا تھا آگے ان کے اچھے ہونے کا بیان ہے کہ) وہ ان باغوں میں ہوں گے جہاں بے خار بیریاں ہوں گی اور تہ بتہ کیلے ہوں گے اور لمبا لمبا سایہ ہوگا اور چلتا ہوا پانی ہوگا اور کثرت سے میوے ہوں گے جو نہ ختم ہوں گے (جیسے دنیا کے میوے کہ فصل تمام ہونے سے تمام ہو جاتے ہیں) اور نہ ان کی روک ٹوک ہوگی (جیسے دنیا میں باغ والے اس کی روک تھام کرتے ہیں) اور اونچے اونچے فرش (کیونکہ جن درجوں میں وہ بچھے ہیں وہ درجے بلند ہوں گے اور چونکہ مقام خوش عیشی کے ذکر کا ہے اور خوش عیشی بدوں عورتوں کے کامل نہیں ہوتی اس طور پر ان اسباب عیش کا ذکر دال ہو گیا عورتوں کے ہونے پر بھی لہٰذا آگے بہشتی عورتوں کی طرف اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ کی ضمیر راجع کر کے اُن کا ذکر فرمایا جاتا ہے کہ) ہم نے (وہاں کی) ان عورتوں کو (یہ عام ہے حوروں[1] اور نسائے دنیا کو **كما فی الروح عن الترمذی وغيره مرفوعاً انّ المنشآت اللاتی كن فی الدنيا عجائز عمشا رمصا** غرض ہم نے اُن عورتوں کو) خاص طور پر بنایا ہے (جن کی تفصیل آگے ہے) یعنی ہم نے ان کو ایسا بنایا کہ وہ کنواریاں ہیں (یعنی بعد مقاربت کے پھر کنواری ہو جاویں گی **كذا فی الدر عن ابی سعيد مرفوعاً** اور) محبوبہ ہیں (یعنی حرکات وشمائل وناز وانداز وحسن وجمال سب چیزیں اُن کی دلکش ہیں اور اہل جنت کی) ہم عمر ہیں (مر تحقیقہ فی سورۂ ص) یہ سب چیزیں داہنے والوں کے لئے ہیں (آگے اس مفہوم کے مصداق کا تعدد بتلاتے ہیں یعنی) ان (اصحاب الیمین) کا ایک بڑا گروہ اگلے لوگوں میں سے ہوگا اور ایک بڑا گروہ پچھلے لوگوں میں سے ہوگا (بلکہ متاخرین میں اصحاب الیمین متقدمین سے عدد میں اکثر ہوں گے چنانچہ احادیث میں مصرح ہے کہ مجموعہ مؤمنین اس اُمت کا اُمم سابقہ کے مجموع مؤمنین سے اکثر ہوں گے اور اُس کی یہی صورت ہے کہ اصحاب الیمین زیادہ ہوں کیونکہ خواص مقربین کی اکثریت متقدمین میں خود آیت بالا سے ثابت ہے اور جب اصحاب الیمین مرتبہ میں مقربین سے کم ہیں تو اُن کی جزا بھی کم ہوگی سو اُس کی توجیہ یہ ہے کہ مقربین کی جزاء میں وہ سامان عیش زیادہ مذکور ہے جو اہل شہر کو زیادہ مرغوب ہے اور اصحاب الیمین کی جزاء میں وہ سامان عیش زیادہ مذکور ہے جو اہل قریہ کو زیادہ مرغوب ہے پس اشارہ اس طرف ہو گیا کہ اُن میں ایسا تفاوت ہوگا جیسا اہل شہر و اہل قریہ میں **كذا فی الروح**) اور (آگے کفار کا اور اُن کے عقاب کا ذکر ہے یعنی) جو بائیں والے ہیں وہ بائیں والے کیسے بُرے ہیں (اور اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ) وہ لوگ آگ میں ہوں گے اور کھولتے ہوئے پانی میں اور سیاہ دھوئیں کے سایہ میں جو نہ ٹھنڈا ہوگا اور نہ فرحت بخش ہوگا (یعنی سایہ سے ایک جسمانی نفع ہوتا ہے راحت برودت اور ایک روحانی نفع ہوتا ہے لذت وفرحت وہاں دونوں منفی ہوں گے یہ وہی دھواں ہے جس کا ذکر اوپر سورۂ رحمان میں آیا ہے ونحاس آگے اس عقاب کی وجہ ارشاد ہے کہ) وہ لوگ اس کے قبل (یعنی دُنیا میں) بڑی خوشحالی میں رہتے تھے اور (اُس خوشحالی کے غرہ میں) بڑے بھاری گناہ (یعنی شرک وکفر) پر اصرار کیا کرتے تھے (مطلب یہ کہ ایمان نہیں لائے تھے) اور (آگے اُن

کے کفر کا بیان ہے جس کو زیادہ دخل ہے عدم طلب حق میں یعنی وہ) یوں کہا کرتے تھے کہ جب ہم مر گئے اور مٹی اور ہڈیاں (ہوکر) رہ گئے تو کیا (اس کے بعد) ہم دوبارہ زندہ کئے جاویں گے اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی (زندہ ہوں گے چونکہ منکرین قیامت میں بعض کفار پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی تھے اس لئے اس کے متعلق ارشاد ہے کہ) آپ کہہ دیجئے کہ سب اگلے اور پچھلے جمع کئے جاویں گے ایک معین تاریخ کے وقت پر پھر (جمع ہونے کے بعد) تم کو اے گمراہو جھٹلانے والو درخت زقوم سے کھانا ہوگا پھر اُس سے پیٹ بھرنا ہوگا پھر اُس پر کھولتا ہوا پانی پینا ہوگا پھر پینا بھی پیاسے اونٹوں کا سا (غرض) ان لوگوں کی قیامت کے روز یہ دعوت ہوگی۔ ف: ولدان یعنی غلمان کے بارہ میں قول راجح جس کو خازن نے صحیح اور حق کو اُس میں ظنا منحصر کہا ہے یہ ہے کہ وہ ایک مستقل مخلوق ہیں مثل حور کے اور ولدان میں معنی ولادت کے ماخوذ نہیں اور حکمت اُن کے خادم بنانے میں محض فرحت ہے بلا شہوت۔ اور مقربین واصحاب الیمین کے باب میں جو اولین و آخرین آیا ہے اُس کی تفسیر منصور وہی ہے جو تقریر ترجمہ میں مع دلیل اختیار کی گئی اور بعض روایات میں جو آیا ہے هما جميعا من هذه الامة یہ اس طور پر مؤول ہے کہ مقصود تفسیر آیت کی نہ ہو بلکہ مطلب یہ ہو کہ جس طرح قرآن میں مذکور ہے کہ اولین میں مقربین زیادہ ہیں اور آخرین میں کم اسی طرح خود اس اُمت میں بھی یہی نسبت ہوگی کہ قرون اولیٰ میں مقربین زیادہ ہوں گے اور متاخرین میں کم گو یہ قرآن کا مدلول نہ ہو خوب سمجھ لو۔ اور اسی طرح قَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ کا مقربین کے بارہ میں ہونا اور ثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ کا اصحاب الیمین کی شان میں ہونا بھی صاف مدلول قرآنی ہے پس بعض روایات میں جو آیا ہے کہ جب قَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ نازل ہوا تو صحابہ کو شاق ہوا کہ اُمت محمدیہ میں سے قلیل ہی ہوں گے اُس پر ثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ نازل ہوا اھ اور اس روایت سے شبہ ہوتا ہے کہ قلیل اور ثلة کا مصداق ایک ہی ہے تو یہ بھی اس طرح مؤول ہے کہ صحابہ نے اول مقربین کے بارہ میں جو قَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ سنا تو یہ گمان ہوا کہ شاید یہی نسبت امم سابقہ اور اس اُمت کے عوام مؤمنین میں بھی ہو کہ اُن میں سے زیادہ ہوں اور اس اُمت میں کم اس لئے دوسری آیت میں بتلا دیا گیا کہ وہ نسبت مقربین میں ہے اور اصحاب الیمین میں دوسری نسبت ہے اور اس روایت میں جو آیا ہے فنسخت قَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ تو نسخ جیسا کہ آخر بقرہ تفسیر آیت لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ ...... [البقرة : ۲۸۴] میں گزرا ہے سلف کی اصطلاح میں اصطلاح متاخرین سے عام معنی میں استعمال ہوتا تھا یعنی توضیح مراد و رفع اشتباہ کو بھی نسخ کہتے تھے اور حمیم و جحیم کے متعلق ایک تحقیق سورۂ مؤمن کے اخیر میں گزری ہے اور اتراب کی تحقیق سورۂ ص میں گزری ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ اس سے معلوم ہوا کہ مقربین کا رتبہ صلحائے مؤمنین سے فوق ہے اور اہل تصوف کا یہی مقصود ہے۔

الحواشی: (۱) اس مقام کی مبسوط تحقیق تتمہ خامسہ ترجیح الراجح کے ص ۸۵ و ص ۸۶ و ص ۹۸ و ص ۱۰۲ ذیل فصل ہفتم باب ۶ ۲۸ھ میں مذکور ہے ملاحظہ ہو ۱۲ منہ۔

اختلاف القراءة: وحور عين في قراءة بالجر عطف على جنّٰت النعيم واما قراءة الرفع فوجهه لهم حور ۱۲۔

اللغات: الواقعة جعلت كالعلم للقيامة كاذبة مصدر بمعنى الكذب كالعافية والمخائنة۔ رجت زلزلت بست فتت ثلثة الجماعة قلت او كثرت وحمل على الكثرة بقرينة التقابل بقوله وقليل موضونة من الوضن وهو نسج الدرع المكنون المستور بما يحفظ ۱۲۔ العروب المتحببة الى زوجها والعاشقة له كذا في القاموس ۱۲۔ سموم النار وانظر في حواشي سورة الطور يحموم الدخان ولا سود من كل شئ كذا في القاموس كريم نافع لمن ياوى اليه من اذى الحرو ذلك كرمه فهناك استعارة كذا في الروح قوله الى ميقات بمعنى في او عدى بالى لتضمن الجمع معنى السوق ۱۲۔ الهيم جمع اهيم الجمل الذى به الهيام بضم الهاء داء يصيب الابل ويشبه الاستسقاء ۱۲۔

النحو: قوله ليس لوقعتها اعتراض وخافضة رافعة في الروح قدر ابو على المبتدأ مقرونا بالفاء اى فهى خافضة وجعل الجملة جواب اذا فكانه قيل اذا وقعت الواقعة خفضت قوما ورفعت قوما ۱۲۔ قوله اذا رجت بدل من اذا وقعت قوله ما اصحٰب الميمنة مبتدأ وخبر والجملة خبر اصحاب الميمنة المبتدأ قوله والسابقون السابقون مبتدأ وخبر قوله ثلة اى هم قوله جزاء اى جوزوا جزاء قوله فمالئون منها وقوله فشاربون عليه في الكشاف انث ضمير الشجر على المعنى وذكره على اللفظ في قوله منها وعليه ۱۲۔

البلاغة: قوله كنتم فيه تغليب للامة الحاضرة على الامم الخالية قوله في جنّٰت النعيم قدم جزاء من تاخر في الذكر لشرفه وللاتصال في الكلام ۱۲۔

نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ ۝ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ ۝ نَحْنُ

قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوقِينَ ﴿۶۰﴾ عَلَىٰ أَن نُّبَدِّلَ أَمْثَالَكُمْ وَنُنشِئَكُمْ فِي مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿۶۱﴾
وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْأَةَ الْأُولَىٰ فَلَوْلَا تَذَكَّرُونَ ﴿۶۲﴾ أَفَرَأَيْتُم مَّا تَحْرُثُونَ ﴿۶۳﴾ أَأَنتُمْ تَزْرَعُونَهُ أَمْ نَحْنُ
الزَّارِعُونَ ﴿۶۴﴾ لَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَاهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُونَ ﴿۶۵﴾ إِنَّا لَمُغْرَمُونَ ﴿۶۶﴾ بَلْ نَحْنُ مَحْرُومُونَ ﴿۶۷﴾ أَفَرَأَيْتُمُ
الْمَاءَ الَّذِي تَشْرَبُونَ ﴿۶۸﴾ أَأَنتُمْ أَنزَلْتُمُوهُ مِنَ الْمُزْنِ أَمْ نَحْنُ الْمُنزِلُونَ ﴿۶۹﴾ لَوْ نَشَاءُ جَعَلْنَاهُ أُجَاجًا فَلَوْلَا
تَشْكُرُونَ ﴿۷۰﴾ أَفَرَأَيْتُمُ النَّارَ الَّتِي تُورُونَ ﴿۷۱﴾ أَأَنتُمْ أَنشَأْتُمْ شَجَرَتَهَا أَمْ نَحْنُ الْمُنشِئُونَ ﴿۷۲﴾ نَحْنُ جَعَلْنَاهَا
تَذْكِرَةً وَمَتَاعًا لِّلْمُقْوِينَ ﴿۷۳﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ﴿۷۴﴾ ع ۲

ہم نے تم کو (اول بار) پیدا کیا ہے (جس کو تم بھی تسلیم کرتے ہو) پھر تم تصدیق کیوں نہیں کرتے اچھا تم پھر بتلاؤ تم جو (عورتوں کے رحم میں) منی پہنچاتے ہو اس کو تم آدمی بناتے ہو یا ہم بنانے والے ہیں ہم ہی نے تمہارے درمیان موت کو (معین وقت پر) ٹھہرا رکھا ہے اور ہم اس سے عاجز نہیں ہیں کہ تمہاری جگہ تو اور تم جیسے (آدمی) پیدا کر دیں اور تم کو ایسی صورت میں بنا دیں جن کو تم جانتے بھی نہیں اور تم کو اول پیدائش کا علم حاصل ہے پھر تم کیوں نہیں سمجھتے۔ اچھا پھر یہ بتلاؤ کہ تم جو کچھ (تخم وغیرہ) بوتے ہو اس کو تم اگاتے ہو یا ہم اگانے والے ہیں اگر ہم چاہیں تو اس (پیداوار) کو چورا چورا کر دیں پھر تم متعجب ہو کر رہ جاؤ گے کہ (اب کے تو) ہم پر تاوان ہی پڑ گیا بلکہ بالکل ہی محروم رہ گئے (یعنی سارا ہی سرمایہ گیا گزرا) اچھا پھر یہ بتلاؤ کہ جس پانی کو تم پیتے ہو اس کو بادل سے تم برساتے ہو یا ہم برسانے والے ہیں اگر ہم چاہیں اس کو کڑوا کر ڈالیں سو تم کیوں نہیں شکر کرتے اچھا پھر یہ بتلاؤ جس آگ کو تم سلگاتے ہو اس کے درخت کو تم نے پیدا کیا ہے یا ہم پیدا کرنے والے ہیں ہم نے اس کو یاد دہانی کی چیز اور مسافروں کے فائدہ کی چیز بنایا ہے سو آپ عظیم الشان پروردگار کے نام کی تسبیح کیجئے۔

تفسیر ربط: اوپر علت عقاب میں کفار کا شرک و کفر و انکار بعث نقل فرمایا ہے آگے بعض تصرفات وجوہ نعمت بھی ہیں پھر کفر و شرک کیسے کرتے ہو اور یہ تصرفات دلائل قدرت بھی ہیں پھر امکان بعث کے کیسے منکر ہوتے ہو۔

تزییف انکار توحید و بعث ببیان بعض تصرفات الٰہیہ: نَحْنُ خَلَقْنَاكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُونَ ﴿۵۷﴾ (الی قولہ تعالی) فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ﴿۷۴﴾ ہم نے تم کو (اول بار) پیدا کیا ہے (جس کو تم بھی تسلیم کرتے ہو) تو پھر تم (باعتبار اس کے نعمت ہونے کے توحید کی اور باعتبار اس کے دلیل قدرت علی الاعادہ ہونے کے بعث کی تصدیق کیوں نہیں کرتے (آگے اس خلق کی پھر اسباب بقاء کی تفصیل و تذکیر ہے یعنی) اچھا پھر یہ بتلاؤ تم جو (عورتوں کے رحم میں) منی پہنچاتے ہو اس کو تم آدمی بناتے ہو یا ہم بنانے والے ہیں (اور ظاہر ہے کہ ہم ہی بناتے ہیں اور) ہم ہی نے تمہارے درمیان میں موت کو (معین وقت پر) ٹھہرا رکھا (مطلب یہ کہ بنانا اور اُس بنائے ہوئے کو ایک وقت خاص تک باقی رکھنا یہ سب ہمارا ہی کام ہے آگے یہ بتلاتے ہیں کہ جیسا احداث و ابقائے ذات ہمارا فعل ہے اسی طرح ابقاء تمہاری صورت کا جو کہ مدار ہے تمہارے انتفاع کا اپنی ذات سے نیز ہمارا ہی فعل ہے اور) ہم اس سے عاجز نہیں ہیں کہ تمہاری جگہ تو اور تم جیسے (آدمی) پیدا کر دیں اور تم کو ایسی صورت بنا دیں جن کو تم جانتے بھی نہیں (یعنی مثلاً آدمی سے جانور کی صورت میں مسخ کر دیں جس کا گمان بھی نہ ہو) اور (آگے تنبیہ ہے امر مذکور سے استدلال پر یعنی) تم کو اول پیدائش کا علم حاصل ہے (کہ وہ ہماری قدرت سے ہے) پھر تم کیوں نہیں سمجھتے (کہ سمجھ کر اس نعمت کا شکر یعنی توحید بجالاؤ اور بعث پر بھی استدلال کرو۔ آگے ایک دوسری تنبیہ ہے یعنی) اچھا پھر یہ بتلاؤ تم جو کچھ (تخم وغیرہ) بوتے ہو اُس کو تم اُگاتے ہو یا ہم اُگانے والے ہیں (یعنی زمین میں ڈالنے میں تو تم کو کچھ دخل ہے بھی لیکن اُس کو زمین سے نکالنا یہ کس کا فعل ہے آگے اس ایجاد کے موقوف علی القدرۃ ہونے کے بعد اُس سے منتفع ہونے کا موقوف علی القدرۃ ہونا بتلاتے ہیں جیسا اوپر بھی فرمایا تھا یعنی) اگر ہم چاہیں تو اس (پیداوار کو چُورا چُورا کر دیں (یعنی دانہ کچھ نہ پڑے پتی خشک ہو کر ریزہ ریزہ ہو جاوے) پھر تم متعجب ہو کر رہ جاؤ کہ (اب کے تو) ہم پر تاوان ہی پڑ گیا (یعنی سرمایہ میں نقصان آ گیا اور نقصان کیا) بلکہ بالکل ہی محروم رہ گئے (یعنی سارا ہی سرمایہ گیا گزرا۔ آگے تیسری تنبیہ ہے یعنی) اچھا پھر یہ بتلاؤ کہ جس پانی کو تم پیتے ہو اُس کو بادل سے تم برساتے ہو یا ہم برسانے والے ہیں (آگے پھر اسی انتفاع کا موقوف علی القدرۃ ہونا ارشاد ہے کہ) اگر ہم چاہیں اُس کو کڑوا کر ڈالیں تو تم شکر کیوں نہیں کرتے (جس کی فرد اعظم توحید و ترک کفر ہے آگے چوتھی تنبیہ ہے یعنی) اچھا پھر یہ بتلاؤ جس آگ کو تم سلگاتے ہو اُس کے درخت کو (جس میں سے یہ جھڑتی ہے جس کا بیان آخر سورۂ یٰسین میں آ چکا ہے اور اسی طرح جس ذرائع سے یہ پیدا ہوتی ہے اُن ذرائع کو) تم نے پیدا کیا ہے یا ہم پیدا کرنے والے ہیں ہم نے اُس کو (آتش دوزخ کی یا اپنی قدرت عجیبہ کی)

یاددہانی کی چیز اور مسافروں کے لئے فائدہ کی چیز بنایا ہے (کہ اول دینی فائدہ اور دوسرا دنیوی اور تخصیص مسافرین حصر کے لئے نہیں بلکہ سفر میں آگ کمیاب ہونے سے ایک شئی عجیب ہوتی ہے اور متاعاً میں اشارہ ہو گیا اسی توقف انتفاع علی القدرۃ کی طرف) سو (جس کی ایسی قدرت ہے) اپنے (اس) عظیم الشان پروردگار کے نام کی تسبیح (وتحمید) کیجئے (کہ کمال ذات وصفات مقتضی استحقاق حمد وثناء ہیں اور نام کی تسبیح وغیرہ کی تحقیق آیۂ اخیر سورۂ رحمن میں گزر چکی)۔ ف یہ سب امور نعم موجبہ للتوحید بھی ہیں اور دلائل موجبہ لاعتقاد القدرۃ علی البعث بھی ہیں۔

اللغات: بمسبوقين عاجزين ولما استلزم عدم المسبوقية الغلبة والقدرة عدى بعلى فتقدير الكلام هكذا نحن بمسبوقين بل نحن قادرون على ان نبدل الخ الحرث العمل فى الارض الزرع الانبات تفكهون تعجبون تورون فى القاموس وريت النار وريا اتقدت ۱۲۔ قوله للمقوين الداخلين فى القواء وهى القفر اى الارض الخالية۱۲۔

البلاغة: قوله افرأيتم فى مواضع الفاء للتعقيب فى السوال التقريرى الناشى من قوله خلقنا كم قوله افرأيتم ما تمنون الخ قدم امر خلق الانسان من نطفه لان النعمة فى ذلك قبل النعمة فى الثلثة بعد ثم ذكر بعده ما به قوام الانسان من فائدة الحرث وهو الطعام الذى لا يستغنى عنه الجسد الحى وذلك الحب الذى يختبر فيحتاج بعد حصوله الى حصول الماء ليعجن به فلذا ذكر بعده ثم الى النار لتصيره خبزًا فلذا ذكرت بعد الماء وقال بعضهم ان تقديم امر الماء على امر النار لان الاحتياج اليه اشد واكثر والانتفاع به اعم واو فروتا خير منفعة كون النار متاعا عن كونها تذكرة للتنبيه على ان الاهم هو النفع الاخروى كذا فى الروح بتغيير ترتيب ۱۲قوله لو نشاء جعلنٰه اجاجا حذفت اللام من جواب لو ههنا لان اللام لمجرد التاكيد فادخلت فى آية المطعوم دون المشروب للدلالة على ان امره مقدم على امره وان الوعيد بفقده اشد واصعب من قبل ان المشروب تبع له هكذا فى روح المعانى نقلا عن الزمخشرى ۱۲۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ﴿۷۵﴾ وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ ﴿۷۶﴾ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ﴿۷۷﴾ فِىْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ﴿۷۸﴾ لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ﴿۷۹﴾ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۰﴾ اَفَبِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَنْتُمْ مُّدْهِنُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ ﴿۸۳﴾ وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ ﴿۸۵﴾ فَلَوْلَآ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ ﴿۸۶﴾ تَرْجِعُوْنَهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۸۷﴾ فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۸۸﴾ فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ ۙ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ ﴿۸۹﴾ وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿۹۰﴾ فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ﴿۹۱﴾ وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۹۲﴾ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ ﴿۹۳﴾ وَّتَصْلِيَةُ جَحِيْمٍ ﴿۹۴﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِيْنِ ﴿۹۵﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿۹۶﴾

ع ۳ ۱۶

میں قسم کھاتا ہوں ستاروں کے چھپنے کی اور اگر تم غور کرو تو یہ ایک بڑی قسم ہے کہ یہ ایک مکرم کتاب ہے جو ایک محفوظ کتاب (یعنی لوح محفوظ) میں درج ہے کہ اس کو بجز پاک فرشتوں کے کوئی ہاتھ نہیں لگانے پاتا یہ رب العالمین کی طرف سے بھیجا ہوا ہے سو کیا تم اس کلام کو سرسری بات سمجھتے ہو اور تکذیب کو اپنی غذا بنا رہے ہو۔ سو جس وقت روح حلق تک آ پہنچتی ہے اور تم اس وقت تکا کرتے ہو اور ہم (اس وقت) اس (مرنے والے) شخص کے تم سے بھی زیادہ نزدیک ہوتے ہیں لیکن تم سمجھتے نہیں ہو تو (فی الواقع) اگر تمہارا حساب کتاب ہونے والا نہیں ہے تو تم اس روح کو (بدن کی طرف) پھر کیوں نہیں لوٹا لاتے ہو اگر تم سچے ہو۔ پھر (جب قیامت واقع ہوگی تو) جو شخص مقربین میں سے ہوگا اس کے لئے تو راحت ہے اور فراغت کی غذائیں ہیں اور آرام کی جنت ہے اور جو شخص داہنے والوں میں سے ہوگا تو اس سے کہا جائے گا کہ تیرے لئے امن وامان ہے کہ تو داہنے والوں میں سے ہے اور جو شخص جھٹلانے والوں (اور) گمراہوں میں سے ہوگا تو کھولتے ہوئے پانی سے اس کی دعوت ہوگی اور دوزخ میں داخل ہونا ہوگا بے شک یہ (جو کچھ مذکور ہوا) تحقیق یقینی بات ہے سو اپنے (اس) عظیم الشان پروردگار کے نام کی تسبیح کیجئے۔

تفسیر ربط: اوپر توحید وبعث پر دلائل عقلیہ بیان کئے گئے جن سے توحید کا وجوب اور بعث کا امکان ثابت ہو گیا چونکہ بعد امکان کے اصل مطلوب بعث کا

وقوع ہے اور اُس میں دلیل عقلی کے ساتھ دلیل نقلی دال علی الوقوع کے انضمام کی ضرورت ہے اور جن مضامین میں تنبیہ اُس کا امکان عقلی پر کی گئی ہے جس طرح قرآن اُن کو مشتمل ہے اسی طرح نصوص علی الوقوع کو بھی مشتمل ہے کہ ان کا انضمام دلالت علی الوقوع کے لئے کافی ہے مگر اُن کو قرآن میں بھی کلام تھا اس لئے آگے قرآن کی حقانیت اور پھر بعث ومجازات کا وقوع اور کسی قدر تفصیل مختصر جس پر سورت مبسوطاً مشتمل تھی ارشاد فرماتے ہیں اور دلالت علی البعث کے ساتھ یہ مضمون دال علی التوحید بھی ہے۔

حقانیت قرآن کریم وتحقیق وقوع یوم عظیم: فَلَآ اُقۡسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوۡمِ (الی قولہ تعالی) لَهُوَ حَقُّ الۡيَقِيۡنِ فَسَبِّحۡ بِاسۡمِ رَبِّكَ الۡعَظِيۡمِ (اور دلائل عقلیہ سے امکان بعث کے ثابت ہونے کے بعد قرآن سے جو اُس کا وقوع ثابت ہے اور تم اُس قرآن کو نہیں مانتے) سو میں قسم کھاتا ہوں ستاروں کے چھپنے کی اور اگر تم غور کرو تو یہ ایک بڑی قسم ہے (اور قسم اس بات پر کھاتا ہوں) کہ یہ (قرآن جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتا ہے بوجہ منزل من اللہ ہونے کے) ایک مکرم قرآن ہے جو ایک محفوظ کتاب (یعنی لوح محفوظ) میں (پہلے سے) درج ہے (اور وہ لوح محفوظ ایسی ہے) کہ اُس کو بجز پاک فرشتوں کے (کہ گناہوں سے بالکلیہ پاک ہیں) کوئی (شیطان وغیرہ) ہاتھ نہیں لگانے پاتا (اس کے مضامین پر مطلع ہونا چہ معنی پس وہاں سے یہاں خاص طور پر آنا فرشتے ہی کے ذریعہ سے ہے اور یہی نبوت ہے اور شیاطین اُس کو نہیں لاسکتے کہ احتمال کہانت وغیرہ قادح نبوت ہو کقولہ تعالیٰ نَزَلَ بِهِ الرُّوۡحُ الۡاَمِيۡنُ [الشعراء: ۱۹۳] وقولہ تعالیٰ: وَمَا تَنَزَّلَتۡ بِهِ الشَّيٰطِيۡنُ [الشعراء: ۲۱۰] اس سے ثابت ہوا کہ) یہ رب العالمین کی طرف سے بھیجا ہوا ہے (جو کہ اشارۃً کریم کا مدلول تھا۔ یہاں ستاروں کے چھپنے کی قسم مفہوماً اور توجیہاً ایسی ہے جیسے شروع سورۂ والنجم میں جس کا وہاں بیان ہو چکا ہے جس میں ستاروں کا باعتبار غروب کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے موصوف بالنبوۃ اور منار الہدیٰ ہونے کا نظیر ہونا بھی بیان ہوا ہے جو کہ مقصود مقام ہے اور قسمیں جتنی قرآن میں ہیں بوجہ دلالت علی المطلوب کے سب ہی عظیم ہیں لیکن کہیں کہیں مطلوب کے خاص اہتمام اور اُس پر زیادہ متنبہ کرنے کے لئے عظیم ہونے کی تصریح بھی فرمادی ہے **کما ھھنا وفی الفجر** حاصل مقام کا اجمالاً وہ ہے جو تفصیلاً اخیر رکوع سورۂ شعراء میں ارشاد ہوا ہے) سو (جب اس کا منزل من اللہ ہونا ثابت ہے تو) کیا تم لوگ اس کلام کو سرسری بات سمجھتے ہو (یعنی) اس کو واجب التصدیق نہیں جانتے) اور (اس مداہنت سے بڑھ کر یہ کہ) تکذیب کو اپنی غذا بنا رہے ہو (اور اس لئے توحید و وقوع قیامت کا بھی انکار کرتے ہو سو اگر (یہ انکار حق ہے تو) جس وقت (مرنے کے قریب کسی شخص کی) روح حلق تک آ پہنچتی ہے اور تم اُس وقت (بیٹھے حسرت آلود نگاہ سے) تکا کرتے ہو اور ہم (اُس وقت) اُس (مرنے والے) شخص کے تم سے بھی زیادہ نزدیک ہوتے ہیں (یعنی تم سے بھی زیادہ اس شخص کے حال سے واقف ہوتے ہیں کیونکہ تم تو صرف ظاہری حالت دیکھتے ہو اور ہم اس کی باطنی حالت پر بھی مطلع ہوتے ہیں) لیکن (ہمارے اس قرب علمی کو بوجہ شوب جہل وکفر کے) تم سمجھتے نہیں ہو تو) فی الواقع) اگر تمہارا حساب کتاب ہونے والا نہیں ہے (جیسا تمہارا زعم ہے) تو تم اس روح کو (بدن کی طرف) پھر کیوں نہیں لوٹا تے ہو (جس کی اُس وقت تم کو تمنا بھی ہوا کرتی ہے) اگر (اس نفی بعث وحساب میں) تم سچے ہو (مطلب یہ کہ قرآن صادق ہے اور وقوع بعث کا ناطق ہے پس مقتضی وقوع متحقق ہوا اور مانع کوئی امر ہے نہیں پس وقوع ثابت ہو گیا اور اس پر بھی تمہارا انکار اور نفی کئے چلا جانا بدلالت حال اس کو مستلزم ہے کہ گویا تم روح کو اپنے بس میں سمجھتے ہو کہ گو قیامت میں خدا دوبارہ روح ڈالنا چاہے جیسا مقتضی قرآن کا ہے مگر ہم نہ ڈالنے دیں گے اور بعث نہ ہونے دیں گے جب ہی تم ایسی زور سے نفی کرتے ہو ورنہ جو اپنے کو عاجز جانے وہ دلائل وقوع کے بعد ایسے زور کی بات کیوں کہے سو اگر تم اپنے بس میں سمجھتے ہو تو ذرا اپنا زور اُسی وقت دکھلا دو جب کہ قریب الموت کے بقائے حیات کے متمنی بھی ہوتے ہو اور دیکھ دیکھ کر رحم بھی آتا ہے دلگیر بھی ہوتے ہو اور وہ زور دکھلانا یہ کہ اس روح کو نکلنے نہ دو بدن میں لوٹا دو جب اس پر بس نہیں تو منع بعث پر بھی بس نہ ہوگا کیونکہ حق تعالیٰ کے ان دونوں تصرف میں امر مشترک واحد ہے نقل روح ایک میں من الداخل الی الخارج دوسرے میں من الخارج الی الداخل پس ایک میں تمہارا عاجز ہونا بعینہٖ دوسرے میں عاجز ہونا ہے پھر ایسے لاطائل دعوے کیوں کرتے ہو اور چونکہ مقام ہے نفی قدرت کا اور نفی علم مستلزم ہے نفی تعلق قدرت کو اس لئے **ونحن اقرب** جملہ معترضہ میں اُن کے علم تام کی نفی فرمادی اور چونکہ یہ دلیل کافی اُن کے لئے شافی نہ ہوئی اس لئے **لا تبصرون** میں توبیخ بھی فرمادی اور چونکہ اس تقریر سے اثبات قدرت بھی ہوا اس لئے بعث کے ساتھ یہ توحید پر بھی دال ہے آگے کیفیت مجازات کی ارشاد ہے یعنی یہ تو ثابت ہو چکا کہ قیامت اپنے وقت پر ضرور آئے گی) پھر (جب قیامت واقع ہو گی تو) جو شخص مقربین میں سے ہوگا (جن کا ذکر اوپر آیا ہے السابقون......) اس کے لئے تو راحت ہے اور (فراغت کی) غذائیں ہیں اور آرام کی جنت ہے اور جو شخص داہنے والوں میں سے ہوگا (جن کا ذکر اوپر آیا ہے **واصحٰب الیمین الخ**) تو اس سے کہا جاوے گا کہ تیرے لئے (ہر آفت اور خطرہ سے) امن وامان ہے کہ تو داہنے والوں میں سے ہے (اور یہ کہنا خواہ ابتداءً ہو اگر فضل یا توبہ کے سبب اول ہی مغفرت ہو جاوے یا انتہاءً ہو اگر بعد سزا کے مغفرت ہو اور یہاں روح وریحان کا ذکر نہ فرمانا نفی کے لئے نہیں بلکہ اشارہ اس طرف ہے کہ یہ سابقین سے ان امور میں کم ہوگا) اور جو شخص جھٹلانے والوں (اور) گمراہوں میں سے ہوگا تو کھولتے ہوئے پانی سے اس کی دعوت ہوگی اور

دوزخ میں داخل ہونا ہوگا بے شک یہ (جو کچھ مذکور ہوا) تحقیقی یقینی بات ہے سو (جس کے یہ تصرفات ہیں) اپنے (اُس) عظیم الشان پروردگار کے نام کی تسبیح (وتحمید) کیجئے (وقدمر آنفا)۔

ف: لَّا يَمَسُّهُ کی تقریر میں خاص طور پر کی قید اس لئے ہے کہ مطلق اطلاع لوح محفوظ پر بواسطہ کشف یا اخبار ملک کے مستلزم نبوت نہیں اگر یہ مسلم ہو کہ غیر نبی کے لئے ایسا ہو سکتا ہے ورنہ اس قید ہی کی حاجت نہیں الحمدللہ کہ تفسیر سورۂ واقعہ کی ختم ہوئی آگے سورۂ حدید کی تفسیر آتی ہے، ان شاءاللہ تعالیٰ۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ یہ دلیل ہے اس کی کہ اللہ تعالیٰ کا مقرب وہی ہوتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ مقرب بنالے۔

ملحقات الترجمة: ۱؎ قوله فی انه لقرآن جو پیغمبر الی منزل من اللہ اشار به الی تغاير اسم ان وخبره بالحيثيتين ليفيد الحكم ۱۲۔

الروايات: ذكر فی روايات عديدة نزول آية فلا اقسم الى تكذبون فی القائلين مطرنا بنوء كذا لكنه يشكل ظاهر العدم ملائمته بما قبله وتوجيهه ان الآية كما هی دالة على البعث والتوبيخ على انكاره كذلك هی دالة على التوحيد والتوبيخ على انكاره فكان ملائما لكلا الامرين المقام وسبب النزول ۱۲۔ لطيفة عجيبة فی المدارك ليس فی هذه السور الثلاث ذكر لفظ الله اقريت الرحمٰن الواقعة آه والله اعلم باسراره اقول ومن اللطائف ان سورة المجادلة لا تخلو آية من آياتها عن لفظ الله والله اعلم باسراره ۱۲۔

اللغات: مواقع من الوقوع بمعنى السقوط مصدر ميمی وجمع باعتبار كثرة النجوم قوله مدهنون متهاونون به كمن يدهن فی الامر ای يلين جانبه ولا يتصلب فيه تهاونا به واصل الاوهان كما قيل جعل الاديم ونحوه مدهونا بشیء من الدهن ويراد به اللين المعنوی على التجوز ۱۲۔

النحو: انه لقرآن راجع الى القرآن بقرينة المقام لا يمسه وصف لكتاب مكنون قوله رزقكم يقدر قبله مضاف ای شكر رزقكم وما حملته هو معنى حسن قوله بلغت ای الرّوح او النفس دل عليه المقام قوله فلو لا ان كنتم فی الجلالين فلو لا الثانية تاكيد للاولىٰ واذا ظرف لترجعون المتعلق به الشرطان والمعنى هلا ترجعونها ان لقيتم البعث صادقين فی نفيه قوله فروح ای غله روح قوله فسلام لك بتقدير القول ومن اصحب اليمين خبر لمقدر فتقدير الكلام هكذا فيقال له سلام لك لانك من اصحب اليمين قوله فنزل ای فله نزل قوله حق اليقين الاضافة بمعنى من كما فی المدارك ای الحق الثابت من اليقين ۱۲۔

البلاغة: قوله نحن اقرب هو من اطلاق السبب وارادة المسبب فان القرب أقوى سبب للاطلاع والعلم كذا فی الروح قوله كان من اصحاب اليمين عبر عنهم بالعنوان السابق اذ لم يذكر لهم فيما سبق وصف ينبئ عن شانهم كما ذكر للفريقين الآخرين ولذا عبر عن السابقين بالمقربين وعن اصحاب الشمال بالمكذبين الضالين جسما وصفوا به عند بيان احوالهم لقوله تعالىٰ ثم انكم ايها الضالون المكذبون ولما وقع هذا الكلام بعد تحقيق تكذيبهم ورده على اتم وجه ولم يقع الكلام السابق كذلك قدم وصف التكذيب هنا على عكس ما تقدم ۱۲۔

سُوْرَةُ الْحَدِيْدِ

سُوْرَةُ الْحَدِيْدِ ۵۷ مَدَنِيَّةٌ ۹۴ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ۲۹ — رُكُوْعَاتُهَا ۴

سورۃ الحدید مدینہ میں نازل ہوئی — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اس میں ۲۹ آیات اور ۴ رکوع ہیں

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۞ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ۞ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمٌ ۞ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ؕ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ؕ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۞ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۞ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِی النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّيْلِ ؕ وَهُوَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۞

اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں سب جو کچھ کہ آسمانوں اور زمین میں ہیں اور وہ زبردست اور حکمت والا ہے اسی کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین کی وہی حیات دیتا ہے اور (وہی) موت دیتا ہے اور وہی ہر چیز پر قادر ہے (سب مخلوق سے) وہی پہلے ہے اور وہی پیچھے اور وہی ظاہر ہے اور وہی مخفی ہے اور وہ ہر چیز کا خوب جاننے والا ہے۔ وہ ایسا ہے کہ اس نے آسمان اور زمین چھ روز (کی مقدار) میں پیدا کیا پھر تخت پر قائم ہوا وہ سب کچھ جانتا ہے جو چیز زمین کے اندر داخل ہوتی ہے (مثلاً بارش) اور جو چیز اس میں سے نکلتی ہے (مثلاً نباتات) اور جو چیز آسمان سے اترتی ہے اور جو چیز اس میں چڑھتی ہے اور وہ تمہارے ساتھ رہتا ہے خواہ تم لوگ کہیں بھی ہو اور وہ تمہارے سب اعمال کو بھی دیکھتا ہے اسی کی سلطنت ہے آسمان اور زمین کی اور اللہ ہی کی طرف سب امور لوٹ جاویں گے وہی رات کو دن میں داخل کرتا ہے (جس سے دن بڑا ہو جاتا ہے) اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے (جس رات بڑی ہو جاتی ہے) اور وہ دل کی باتوں تک کو جانتا ہے۔

سورة الحديد مدنية الا صدرها الٰى قوله مستخلفين الأية فانه مكى كما يتحصل من الروح وهى تسع وعشرون اٰية

تفسیر ربط: سورت سابقہ کا خاتمہ اور اس سورت کا فاتحہ دونوں تسبیح پر مشتمل ہیں وہاں امر تھا یہاں خبر ہے اور مقصود اس خبر سے مع خبر دوسرے افعال وصفات کے اثبات توحید ہے۔

اثباتِ توحید: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ (الٰى قوله تعالٰى) وَهُوَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۞ اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں سب جو کچھ آسمانوں اور زمین میں (مخلوقات) ہیں (خواہ قالاً خواہ حالاً) اور وہ زبردست (اور) حکمت والا ہے اُسی کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین کی وہی حیات دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے اور (وہی) ہر چیز پر قادر ہے وہی (سب مخلوق سے) پہلے ہے اور وہی (سب کے فنائے ذاتی یا صفاتی سے) پیچھے (بھی رہے گا یعنی اس پر نہ عدم سابق طاری ہوا ہے جیسا سب مخلوق پر وقوعاً ہوا ہے اور نہ عدم لاحق طاری ہوگا خواہ وقوعاً جیسا فنائے عالم کے وقت مخلوق پر ہوگا خواہ مرتبۂ ذات میں جو باوجود خلود اہل جنت واہل نار کے بھی سب پر ہوگا کیونکہ مخلوق ابدی بھی ممکن ہی ہے اور ممکن مرتبۂ ذات میں عاری ہے وجود سے اُس عری کے وقت بھی حق تعالٰی کے لئے وجوب ثابت ہے پس بایں معنی سب سے آخر وہی ہے وقد مر بعض من هذا فى قوله تعالٰى: كُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ [القصص: ۸۸]) اور وہی مطلق وجود کے اعتبار سے دلائل سے نہایت) ظاہر ہے اور وہی (کنہ ذات کے اعتبار سے نہایت) مخفی ہے (یعنی کوئی اُس کی ذات کا

ادراک نہیں کرسکتا) اور (گو وہ خود تو ایسا ہے کہ مخلوق کو من وجہ معلوم ہے اور من وجہ غیر معلوم لیکن مخلوق سب من کل الوجوہ اُس کو معلوم ہے اور) وہ ہر چیز کا خوب جاننے والا ہے (اور) ایسا (قادر) ہے کہ اُس نے آسمان اور زمین کو چھ روز (کی مقدار زمانہ) میں پیدا کیا پھر عرش پر (جو کہ مشابہ ہے تخت سلطنت کے اس طرح) قائم (اور جلوہ فرما) ہوا (جو کہ اُس کی شان کے لائق ہے اور) وہ سب کچھ جانتا ہے جو چیز زمین کے اندر داخل ہوتی ہے (مثلاً بارش) اور جو چیز اس میں سے نکلتی ہے (مثلاً نباتات) اور جو چیز آسمان سے اترتی ہے اور جو چیز اُس میں چڑھتی ہے (مثلاً ملائکہ کہ نزول وعروج کرتے ہیں اور مثلاً احکام جن کا نزول ہوتا ہے اور اعمال جن کا صعود ہوتا ہے) اور (جس طرح اُن چیزوں کا اس کو علم ہے اسی طرح تمہارے تمام احوال کا بھی اُس کو علم ہے چنانچہ) وہ (علم واطلاع کے اعتبار سے) تمہارے ساتھ رہتا ہے خواہ تم لوگ کہیں بھی ہو (یعنی تم کسی جگہ اُس سے مخفی نہیں رہ سکتے) اور وہ تمہارے سب اعمال کو بھی دیکھتا ہے اُسی کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین کی اور اللہ ہی کی طرف سب اُمور (جو ہر یہ وعرضیہ) لوٹ جاویں گے (یعنی قیامت میں سب پیش ہو جاویں گے) اس میں توحید کے ساتھ ضمناً بعث کا اثبات ہو گیا اور اوپر لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ...... فرمانا تقریر احیاء واماتت کے لئے ہے اور یہاں تحقیق بعث واعادہ کے لئے پس تکرار نہیں ہے) وہی رات کے (اجزاء) کو دن میں داخل کرتا ہے (جس سے دن بڑا ہو جاتا ہے) اور وہی دن (کے اجزاء) کو رات میں داخل کرتا ہے (جس سے رات بڑی ہو جاتی ہے) اور (اس قدرت کے ساتھ اُس کا علم ایسا ہے کہ) وہ دل کی باتوں (تک) کو جانتا ہے۔

الروایات: روی مسلم قال ﷺ انت الظاهر فليس فوقك شئ وانت الباطن فليس دونك شئ الحديث والمراد ليس فوقك شئ فى الظهور اى انت اظهر من كل شئ وانت الباطن فليس دونك اى ورائك وابعد منك فى البطون شئ اى انت البطن من كل شئ لانه لا يمكن اصلا معرفة حقيقتك آه ۱۲۔

اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاَنْفِقُوْا مِمَّا جَعَلَكُمْ مُّسْتَخْلَفِيْنَ فِيْهِ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَاَنْفَقُوْا لَهُمْ اَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝ وَمَا لَكُمْ لَا تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۚ وَالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ لِتُؤْمِنُوْا بِرَبِّكُمْ وَقَدْ اَخَذَ مِيْثَاقَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖٓ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَقٰتَلُوْا ۭ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝ مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗ وَلَهٗٓ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ۝

تم لوگ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور ایمان لا کر جس مال میں تم کو اس نے قائم مقام بنایا ہے اس میں سے (اس کی راہ میں) خرچ کرو سو جو لوگ تم میں سے ایمان لے آئیں اور خرچ کریں ان کو بڑا ثواب ہوگا اور تمہارے لئے اس کا کون سبب ہے کہ تم اللہ پر ایمان نہیں لاتے حالانکہ رسول تم کو اس بات کی طرف بلا رہے ہیں کہ تم اپنے رب پر ایمان لاؤ اور خود خدا تعالیٰ نے تم سے عہد لیا تھا اگر تم کو ایمان لانا ہو وہ (رحیم) ایسا ہے کہ اپنے بندے (خاص محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر صاف صاف آیتیں بھیجتا ہے تاکہ وہ تم کو (کفر وجہل کی تاریکیوں سے روشنی کی طرف لائے اور بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے حال پر بڑا شفیق مہربان ہے اور تمہارے لئے اس کا کون سبب ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے حالانکہ سب آسمان وزمین اخیر میں اللہ ہی کا رہ جائیگا جو لوگ فتح مکہ سے پہلے (فی سبیل اللہ) خرچ کر چکے اور لڑ چکے برابر نہیں وہ لوگ درجہ میں ان لوگوں سے بڑے ہیں جنہوں نے (فتح مکہ کے) بعد خرچ کیا اور لڑے اور یوں اللہ تعالیٰ نے بھلائی (یعنی ثواب) کا وعدہ سب سے کر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب اعمال کی پوری خبر ہے کوئی شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کو قرض کے طور پر دے پھر خدا تعالیٰ اس (دیئے ہوئے کے ثواب) کو اس شخص کیلئے بڑھاتا چلا جائے اور اس کیلئے اجر پسندیدہ۔

تفسیر ربط: اوپر توحید کا اثبات تھا آگے اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ میں اس توحید کے قبول کرنے کا امر اور اُس کے ساتھ رسول پر ایمان لانے کا امر کہ بدوں اُس کے رسول کی خبر سننے والوں کے لئے توحید منجی نہیں اور اس حکم اصلی کے ساتھ ایک حکم فرعی یعنی انفاق فی سبیل اللہ کا امر کہ علامت ہے کمال ایمان باللہ وبالرسول کی نیز معین ہے اشاعت اسلام میں جو اعظم مقصود ہے انفاق فی سبیل اللہ بمعنی الجہاد کا جیسا انفق کے ساتھ قاتل کا لانا اس کا قرینہ ہے جس سے حاصل مقام کا یہ ہوگا کہ خود بھی ایمان لاؤ اور دوسروں کے ایمان لانے کے واسطے بھی کوشش کرو اور اوامر کے ساتھ اُن کے فعل پر اجر وکرامت اور ترک پر ملامت ارشاد ہے۔

ایجاب ایمان باللہ والرسول وانفاق فی سبیل اللہ: اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (الی قولہ تعالی) وَلَهٗٓ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ۝ تم لوگ اللہ پر اور اُس کے رسول پر ایمان

لاؤ اور (ایمان لا کر) جس مال میں تم کو اُس نے دوسروں کا قائم مقام بنایا ہے اُس میں سے (اُس کو راہ میں) خرچ کرو (اس عنوان استخلاف میں اس طرف اشارہ ہے کہ یہ مال تم سے پہلے اور کسی کے پاس تھا اور اسی طرح تمہارے بعد کسی اور کے ہاتھ میں چلا جاوے گا بس جب یہ سدا رہنے والی چیز نہیں تو اس کو اس طرح جوڑ جوڑ کر رکھنا کہ ضروری مصرف میں بھی خرچ نہ کیا جاوے حماقت محضہ ہے) سو (اس حکم کے موافق) جو لوگ تم میں سے ایمان لے آویں اور (ایمان لا کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں) خرچ کریں اُن کو بڑا ثواب ہوگا اور (جو لوگ ایمان نہ لاویں اُن سے ہم پوچھتے ہیں کہ) تمہارے لئے اس کا کون سبب ہے کہ تم اللہ پر ایمان نہیں لاتے (اسی میں ایمان بالرسول آ گیا) حالانکہ (دواعی قویہ ایمان لانے کے موجود ہیں وہ یہ کہ) رسول (صلی اللہ علیہ وسلم جن کی رسالت دلائل سے ثابت ہے) تم کو اس بات کی طرف بُلا رہے ہیں کہ تم اپنے رب پر (حسب تعلیم اُس رب کے) ایمان لاؤ (ایک داعی تو یہ ہوا) اور (دوسرا داعی یہ کہ) خود خدا نے تم سے (ایمان لانے کا یثاق الست میں) عہد لیا تھا (جس کا اجمالی اثر تمہاری فطرت میں بھی موجود ہے اور رسل مؤیدین بالبراہین نے بھی اُس کی یاد دہانی کی سو) اگر تم کو ایمان لانا ہو (تو یہ دو داعی کافی ہیں ورنہ پھر ایمان لانے کے لئے کس داعی کا انتظار ہے کقولہ تعالیٰ: فَبِاَیِّ حَدِیْثٍۢ بَعْدَ اللّٰهِ وَ اٰیٰتِهٖ یُؤْمِنُوْنَ [الجاثیۃ:٦] آگے اس مضمون والرسول الخ کی اور شرح ہے کہ) وہ ایسا (رحیم) ہے کہ اپنے بندۂ (خاص محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر صاف صاف آیتیں بھیجتا ہے (جو دلالت علی المقصود میں بوجہ حسن عبارت و وصف حقیت میں بوجہ اعجاز نہایت واضح ہیں) تاکہ وہ (بندۂ خاص) تم کو (کفر و جہل کی) تاریکیوں سے (ایمان اور علم حقائق کی) روشنی کی طرف لاوے (کقولہ تعالیٰ: لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ [ابراھیم:١]) اور بے شک اللہ تمہارے حال پر بڑا شفیق مہربان ہے (کہ اس نے ایسا رسول مخرج من الظلمات تمہاری طرف بھیجا) اور (اس مضمون میں تو ایمان نہ لانے پر سوال تھا اب عدم انفاق پر ہم پوچھتے ہیں کہ) تمہارے لئے اس کا کون سبب ہے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے حالانکہ (اس کا بھی ایک قوی داعی متحقق ہے وہ یہ کہ) سب آسمان اور زمین اخیر میں اللہ ہی کا رہ جاوے گا (جب سب مالک مر جاویں گے اور وہی رہ جاوے گا پس جب سب مال ایک روز چھوڑنا ہے تو خوشی سے کیوں نہ دیا جاوے کہ ثواب بھی ہو اور آسمان کا ذکر کرنا باوجودیکہ کوئی مخلوق اُس کی مالک نہیں شاید اس نکتہ کے لئے ہو کہ جیسے آسمان بلا شرکت اُس کی ملک ہے اسی طرح زمین بھی حقیقۃً تو فی الحال بھی اور مآل میں ظاہراً بھی یہ مضمون مستخلفین کی شرح کے طور پر ہو گیا آگے منافقین کے درجات کا تفاضل بتلاتے ہیں کہ گو خرچ کرنا بوجہ مامور بہ ہونے کے ہر ایک کے لئے جو ایمان لا کر خرچ کرے موجب اجر ہے لیکن پھر بھی تفاوت ہے وہ یہ کہ) جو لوگ فتح مکہ سے پہلے (فی سبیل اللہ) خرچ کر چکے ہیں اور (فی سبیل اللہ) لڑ چکے (اور جو کہ بعد فتح مکہ کے لڑے اور خرچ کیا دونوں) برابر نہیں (بلکہ) وہ لوگ درجہ میں اُن لوگوں سے بڑے ہیں جنہوں نے (فتح مکہ کے) بعد میں خرچ کیا اور لڑے اور (یوں) اللہ تعالیٰ نے بھلائی (یعنی ثواب) کا وعدہ سب سے کر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب اعمال کی پوری خبر ہے (اس لئے ثواب دونوں وقت کے عمل پر دیں گے اس لئے جن لوگوں کو موقع فتح کے قبل خرچ کا نہیں ملا ہم اُن کو بھی ترغیباً کہتے ہیں کہ) کوئی شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کو اچھی طرح (یعنی خلوص کے ساتھ) قرض کے طور پر دے پھر خدا تعالیٰ اس (دیئے ہوئے ثواب) کو اُس شخص کے لئے بڑھاتا چلا جاوے اور (مضاعفۃ کے ساتھ) اُس کے لئے اجر پسندیدہ (تجویز کیا گیا) ہے (مضاعفۃ سے زیادہ فی الکم اور کریم سے زیادہ فی الکیف کی طرف اشارہ ہے)۔

ف: اور اس تفاوت قبل الفتح وبعد الفتح کی وجہ روح المعانی میں یہ لکھی ہے کہ قبل فتح نصرت بالنفس والمال کی احتیاج زیادہ تھی کیونکہ مسلمان کم تھے اور اعداء زیادہ تھے اور غنائم وغیرہ کی بھی اُمید نہ تھی اس لئے انفاق وقتال انفع واشد علی النفس تھا اور بعد میں ان اُمور میں تفاوت ہو گیا۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله** اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ ایمان لانا ہوالخ اخذته من المدارك والخازن فلا يشكل كون الآية خطابا للكفار كما دل عليه قوله تعالى 'امنوا الخ فافهم ١٢۔

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ بِاَيْمَانِهِمْ بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝۱۲ يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ؕ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ؕ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَ ظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ۝۱۳ يُنَادُوْنَهُمْ اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى وَ لٰكِنَّكُمْ فَتَنْتُمْ اَنْفُسَكُمْ وَ تَرَبَّصْتُمْ وَ ارْتَبْتُمْ وَ غَرَّتْكُمُ الْاَمَانِيُّ حَتّٰى جَآءَ اَمْرُ

اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿۱۴﴾ فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَّلَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مَاْوٰىكُمُ

النَّارُ هِيَ مَوْلٰىكُمْ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۵﴾ اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ

مِنَ الْحَقِّ وَلَا يَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْاَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوْبُهُمْ

وَكَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۱۶﴾ اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ

تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۷﴾ اِنَّ الْمُصَّدِّقِيْنَ وَالْمُصَّدِّقٰتِ وَاَقْرَضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعَفُ لَهُمْ وَلَهُمْ اَجْرٌ كَرِيْمٌ ﴿۱۸﴾

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ ۖ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ

اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۱۹﴾ ع ۲ ۹ ۱۸

جس دن آپ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو دیکھیں گے کہ ان کا نور ان کے آگے اور ان کی داھنی طرف دوڑتا ہوگا آج تم کو بشارت ہے ایسے باغوں کی جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے (اور یہ وہ دن ہوگا) جس روز منافق مرد اور منافق عورتیں مسلمانوں سے (پل صراط پر) کہیں گے کہ ذرا ہمارا انتظار کرلو کہ ہم بھی تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کرلیں ان کو جواب دیا جائے گا کہ تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ پھر وہاں سے روشنی تلاش کرو پھر ان (فریقین) کے درمیان ایک دیوار قائم کردی جائے گی جس میں ایک دروازہ بھی ہوگا (جس کی کیفیت یہ ہے کہ) اس کے اندرونی جانب میں رحمت ہوگی اور بیرونی جانب کی طرف عذاب یہ (منافق) ان کو پکارے گا کہ کیا (دنیا میں) تمہارے ساتھ نہ تھے وہ (مسلمان) کہیں گے کہ (ہاں) تھے تو سہی لیکن تم نے اپنے کو گمراہی میں پھنسا رکھا تھا اور تم منتظر رہا کرتے تھے اور (اسلام کے حق ہونے میں) تم شک رکھتے تھے اور تم کو تمہاری بیہودہ تمناؤں نے دھوکہ میں ڈال رکھا یہاں تک کہ تم پر خدا کا حکم پہنچا اور تم کو دھوکہ دینے والے یعنی شیطان نے اللہ کے ساتھ دھوکہ میں ڈال رکھا تھا غرض آج نہ تم سے کوئی معاوضہ لیا جائے گا اور نہ کافروں سے تم سب کا ٹھکانہ دوزخ ہے وہی تمہارا رفیق ہے اور وہ (واقعی) برا ٹھکانہ ہے۔ کیا ایمان والوں کے لئے اس بات کا وقت نہیں آیا کہ ان کے دل خدا کی نصیحت کے اور جو دین حق (منجانب اللہ) نازل ہوا ہے اس کے سامنے جھک جائیں اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جن کو ان کے قبل کتاب (آسمانی) ملی تھی (یعنی یہود و نصاریٰ) پھر (اسی حالت میں) ان پر زمانہ دراز گزر گیا (اور توبہ نہ کی) پھر ان کے دل (خوب ہی) سخت ہو گئے اور بہت سے آدمی ان میں کے (آج) کافر ہیں یہ بات جان لو کہ اللہ تعالیٰ زمین کو اس کے خشک ہوئے پیچھے زندہ کردیتا ہے ہم نے تم سے اس کے نظائر بیان کردیئے ہیں تاکہ تم سمجھو۔ صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں اور یہ (صدقہ دینے والے) اللہ کو خلوص کے ساتھ قرض دے رہے ہیں وہ صدقہ باعتبار ثواب کے ان کے لئے بلاشبہ بڑھا دیا جائے گا اور ان کے لئے اجر پسندیدہ ہے اور جو لوگ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں ایسے ہی لوگ اپنے رب کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں ان کے لئے (جنت میں ان کا اجر خاص) اور (صراط پر) ان کا نور (خاص) ہوگا اور جو لوگ کافر ہوئے اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا یہی لوگ دوزخی ہیں۔

تفسیر ربط: اوپر ایمان و انفاق فی سبیل اللہ کا امر تھا آگے دو باتیں بتلاتے ہیں ایک یہ کہ ایمان مطلوب و مامور بہ وہ ہے جو کامل ہو یعنی اُس میں اقرار کے ساتھ تصدیق بھی ہو اور اعمال صالحہ بھی ہوں اس لئے ذکر مؤمنین کے بعد مُنافقین کا حرمان و خسران جن کو تصدیق حاصل نہ تھی اور اُس کے بعد ترک خشوع پر کہ محصل ہے اخلال بالاعمال کا معاتبہ و تحذیر ارشاد ہے اور دوسرا امر اس ایمان کامل کی اور بمقتضائے مقام اُس ایمان کے فروع میں سے انفاق فی سبیل اللہ کی فضیلت اور اُس پر بشارت ذکر کرنا مقصود ہے چنانچہ آیات آئندہ کے اول و آخر میں یہی مضمون ہے اور ہر چند کہ اوپر بھی اجمالاً فضیلت اُس کی مذکور ہے لیکن وہاں تبعاً تقویۃ للامر ہے اور یہاں مقصوداً و مستقلاً ہے پھر عنوان بھی مختلف ہے پس تکرار بھی نہ رہا اور تمیم مقابلہ کے لئے درمیان میں منافقین کے ساتھ اور آخر میں مؤمنین کے بعد کفار غیر مقرین و غیر مصدقین کی مذمت و عقوبت کا بیان ہے۔

بشارت مؤمنین و مصدقین و خسارت و مذمت منافقین و کافرین و مذمت غیر خاشعین:

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ (الی قولہ تعالیٰ) اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۱۹﴾ (وہ دن بھی قابل یاد کرنے کے ہے) جس دن آپ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو دیکھیں گے کہ اُن کا نور اُن کے آگے اور اُن کی داہنی طرف دوڑتا ہوگا (یہ نور پل صراط پر سے گزرنے کے لئے ان کے ہمراہ

ہوگا اور ایک روایت میں ہے کہ بائیں طرف بھی ہوگا کذا فی الدر المنثور تو تخصیص داہنی طرف کی شاید اس لئے ہو کہ اس طرف نور زیادہ قوی ہو اور نکتہ اس تخصیص میں شاید یہ ہو کہ شعار ہو اُن کے نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں دیئے جانے کا اور سامنے نور ہونا ایسے موقع پر عادت شائعہ ہے اور اُن سے کہا جاوے گا کہ) آج تم کو بشارت ہے ایسے باغوں کی جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے (اور) یہ بڑی کامیابی ہے (یا تو یہ بات بھی اسی وقت کہی جاوے گی یا وقت اخبار کے کہی جا رہی ہے اور بُشْرٰىكُمُ کہنے والے غالباً فرشتے ہیں لقولہ تعالیٰ :تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا...... [حم السجدة : ۳۰] یا حق تعالیٰ اس خطاب سے مشرف فرما دیں" اور یہ وہ دن ہوگا) جس روز منافق مرد اور منافق عورتیں مسلمانوں سے (پل صراط پر) کہیں گے کہ (ذرا) ہمارا انتظار کرلو کہ ہم بھی تمہارے نُور سے کچھ روشنی حاصل کرلیں (یہ اُس وقت ہوگا جب کہ مسلمان اپنے اعمال وایمان کی برکت سے بہت آگے بڑھ جاویں گے اور منافقین جو کہ پُل صراط پر مسلمانوں کے ساتھ چڑھائے جاویں گے پیچھے اندھیرے میں رہ جاویں گے خواہ ان کے پاس پہلے ہی سے نُور نہ ہو یا جیسا کہ دُرمنثور کی ایک روایت میں ہے کہ اُن کے پاس بھی قدرے نُور ہو اور پھر وہ گل ہو جاوے اور حکمت عطائے نُور میں یہ ہو کہ دُنیا میں ظاہر میں باعتبار اعمال کے وہ مسلمانوں کے ساتھ رہا کرتے تھے مگر باعتبار اعتقاد کے دل سے جُدا تھے اور اس لئے ان کو اولاً بمقتضائے اُن اعمال ظاہری کے نُور مل جاوے مگر بمقتضائے فقدان تصدیق پھر وہ مفقود ہو جاوے و نیز ان کے خداع کی جزا بھی ہے کہ اول اُن کو نُور مل گیا پھر خلاف گمان مفقود ہو گیا غرض وہ مسلمانوں سے ٹھہرنے کو کہیں گے) اُن کو جواب دیا جاوے گا (یہ جواب دینے والے خواہ فرشتے ہوں یا مؤمنین ہوں) کہ تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ پھر (وہاں سے) روشنی تلاش کرو (حسب روایت درمنثور اس پیچھے سے مراد وہ جگہ ہے جہاں بعد ظلمت شدید پُل صراط پر چڑھنے کے وقت نور تقسیم ہوا تھا یعنی نُور تقسیم ہونے کی جگہ وہ ہے وہاں جا کرلو چنانچہ وہ اُدھر جاویں گے جب وہاں بھی کچھ نہ ملے گا پھر (ادھر ہی آویں گے) (پھر مسلمانوں کے پاس نہ پہنچ سکیں گے بلکہ) اُن (فریقین) کے درمیان میں ایک دیوار قائم کر دی جاوے گی جس میں ایک دروازہ (بھی) ہوگا (جس کی کیفیت یہ ہے کہ) اُس کے اندرونی جانب رحمت ہوگی اور بیرونی جانب کی طرف عذاب ہوگا (حسب روایت درمنثور یہ دیوار اعراف ہے اور اندرونی جانب سے مراد مؤمنین کی طرف والی جانب اور بیرونی جانب سے مراد کافروں کی طرف والی جانب اور رحمت سے مراد جنت اور عذاب سے مراد دوزخ اور شاید یہ دروازہ بات چیت کے لئے ہو یا اسی دروازہ میں سے جنت میں جانے کا راستہ ہو اور زیادہ تحقیق اعراف کے رکوع پنجم میں گزری ہے غرض جب ان میں اور مسلمانوں میں دیوار حائل ہو جاوے گی اور یہ خود تاریکی میں رہ جاویں گے تو اس وقت) یہ (منافق) اُن (مسلمانوں) کو پکاریں گے کہ کیا (دُنیا میں) ہم تمہارے ساتھ نہ تھے (یعنی اعمال وطاعات میں تمہارے شریک رہا کرتے تھے تو آج بھی رفاقت کرنا چاہئے) وہ (مسلمان) کہیں گے کہ (ہاں) تھے تو سہی لیکن (ایسا ہونا کس کام کا کیونکہ محض ظاہر میں ساتھ تھے اور باطنی حالت تمہاری یہ تھی کہ) تم نے اپنے کو گمراہی میں پھنسا رکھا تھا اور (وہ گمراہی یہ تھی کہ تم پیغمبر اور مسلمانوں سے عداوت رکھتے تھے اور اُن پر حوادث واقع ہونے کے) تم منتظر (اور متمنی) رہا کرتے تھے اور (اسلام کے حق ہونے میں) تم شک رکھتے تھے اور تم کو تمہاری بیہودہ تمناؤں نے دھوکہ میں ڈال رکھا تھا یہاں تک کہ تم پر خدا کا حکم آ پہنچا (مراد بیہودہ تمناؤں سے یہ کہ اسلام مٹ جاوے گا اور یہ کہ ہمارا مذہب حق اور موجب نجات ہے۔ اور مراد حکم خدا سے موت ہے یعنی عمر بھر ان ہی کفریات پر مصر رہے تو بہ بھی نہ کی) اور تم کو دھوکہ دینے والے (یعنی شیطان) نے اللہ کے ساتھ دھوکہ میں ڈال رکھا تھا (وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ ہم پر مواخذہ نہ کرے گا حاصل مجموعہ کا یہ ہے کہ ان کفریات کی وجہ سے تمہاری معیت ظاہر یہ نجات کے لئے کافی نہیں) غرض آج نہ تم سے کوئی معاوضہ لیا جاوے گا اور نہ کافروں سے (یعنی اول تو معاوضہ دینے کے واسطے تمہارے پاس کوئی چیز ہے نہیں لیکن بالفرض اگر ہوتی بھی تب بھی مقبول نہ ہوتی کیونکہ یہ دار الجزاء ہے دار العمل نہیں اور) تم سب کا ٹھکانا دوزخ ہے وہی تمہاری (ہمیشہ کے لئے) رفیق ہے اور وہ (واقعی) بُرا ٹھکانا ہے (یہ قول فالیوم الخ یا تو مؤمنین کا ہو یا حق تعالیٰ کا اس تمام تر بیان سے ثابت ہو گیا کہ جس ایمان میں تصدیق نہ ہو وہ کالعدم ہے آگے بتلاتے ہیں کہ جس ایمان میں طاعات ضروریہ کی کمی ہو وہ گو کالعدم نہیں لیکن کامل بھی نہیں اس لئے اُس کی تکمیل کے لئے بصورت عتاب کے مسلمانوں کو حکم فرماتے ہیں پس ارشاد ہے کہ) کیا ایمان والوں (میں سے جو لوگ طاعات ضروریہ میں اخلال کرتے ہیں جیسے عصاۃ (مؤمنین کی حالت ہوتی ہے تو کیا اُن) کے لئے (ابھی) اس بات کا وقت نہیں آیا کہ اُن کے دل خدا کی نصیحت کے اور جو دین حق (منجانب اللہ) نازل ہوا ہے (کہ وہی نصیحت خداوندی ہے) اُس کے سامنے جُھک جاویں (یعنی دل سے عزم پابندی طاعات ضروریہ و ترک معاصی کا کرلیں اور اس کو خشوع بمعنی سکون اس لئے کہا کہ دل کا حالت مطلوبہ پر کہ مشابہ حالت اصلیہ کے ہے رہنا سکون ہے اور معصیت کی طرف جانا مشابہ حرکت کے ہے) اور خشوع بالمعنی المذکور میں دیر کرنے سے جس کا حاصل تاخیر فی التوبہ ہے وہ) اُن لوگوں کی طرح نہ ہو جاویں جن کو ان کے قبل کتاب (آسمانی) ملی تھی (یعنی یہود و نصاریٰ کہ اُنہوں نے بھی برخلاف مقتضائے اپنی کتابوں کے شہوات و معاصی میں انہماک شروع کیا) پھر (اسی حالت میں) ان پر ایک زمانہ دراز گزر گیا (اور توبہ نہ کی) پھر (اس توبہ نہ کرنے سے) اُن کے دل (خوب ہی) سخت ہو گئے (کہ ندامت و ملامت اضطراری بھی نہ

ہوتی تھی) اور (اس کی نوبت یہاں تک پہنچی کہ اُسی قساوت کی بدولت) بہت سے آدمی اُن میں کے (آج) کافر ہیں (کیونکہ معصیت احیاناً انقیاد و اصرار واستحسان و عار قبول حق وعداوت نبی ناصح کی وجہ سے مفضی الی الکفر ہو جاتی ہے مطلب یہ کہ مسلمان کو جلدی توبہ کر لینا چاہئے کیونکہ بعض اوقات پھر توبہ کی توفیق نہیں رہتی اور بعض اوقات کفر تک نوبت پہنچ جاتی ہے آگے فرماتے ہیں کہ اگر تم لوگوں کے دلوں میں معاصی سے کوئی خرابی کم وبیش پیدا ہوگئی ہو تو اُس کو اس وہم سے مانع توبہ نہ سمجھو کہ اب توبہ سے کیا اصلاح ہوگی بلکہ) یہ بات جان لو کہ اللہ تعالیٰ (کی ایسی شان ہے کہ وہ) زمین کو اُس کے خشک ہوئے پیچھے زندہ کر دیتا ہے (بس اسی طرح توبہ کرنے پر اپنی رحمت سے قلب مُردہ کو زندہ اور درست کر دیتا ہے پس مایوس نہ ہونا چاہئے کیونکہ) ہم نے تم سے (اس کے) نظائر بیان کر دیئے ہیں تاکہ تم سمجھو (نمونہ سے مراد جیسا مدارک میں ہے احیائے ارض ہے اور شاید جمع لانا بوجہ تکرار وقوع کے ہو یا جنسیت میں جمعیت ملحوظ نہ ہو۔ آگے فضیلت انفاق مذکورۂ بالا کی ارشاد ہے یعنی) بلاشبہ صدقہ دینے والے مرد اور صدقہ دینے والی عورتیں اور یہ (صدقہ دینے والے) اللہ کو خلوص کے ساتھ قرض دے رہے ہیں وہ صدقہ (باعتبار ثواب کے) ان کے لئے بڑھا دیا جاوے گا اور (مضاعفۃ کے ساتھ) ان کے لئے اجر پسندیدہ (تجویز کیا گیا) ہے (تفسیر اس کی ابھی گزر چکی ہے) اور (آگے فضیلت ایمان مذکورۂ بالا کی ارشاد ہے کہ) جو لوگ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر (پورا) ایمان رکھتے ہیں (جس کا مطلوب ہونا اوپر معلوم ہوا ہے کہ اس میں تصدیق اور پابندی طاعات علی وجہ الکمال ہو) ایسے ہی لوگ اپنے رب کے نزدیک صدیق اور شہید ہیں (جس کا بیان سورۂ نساء کے رکوع نہم میں آ چکا ہے یعنی یہ مراتب کمال ایمان کامل ہی کی بدولت نصیب ہوتے ہیں اور شہید کا حاصل باذل نفس فی اللہ گو قتل ہونا اختیار سے خارج ہے) اُن کے لئے (جنت میں) اُن کا اجر (خاص) اور (صراط پر) اُن کا نور (خاص) ہوگا اور (آگے کفار کا مقابلہ کے لئے ذکر فرماتے ہیں کہ) جو لوگ کافر ہوئے اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا یہی لوگ دوزخی ہیں۔ **ف**: پل صراط پر کافروں کا حال اس لئے نہیں بیان کیا کہ وہ موافق ظاہر آیت :فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ ...... صراط پر نہ چڑھیں گے بلکہ دروازوں سے داخل ہوں گے وصرح به الشاه عبد القادر الدهلوى رحمه الله تعالىٰ ويؤيده بعض ما فى الدر ههنا۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ اس میں صریح دلالت ہے خشوع کے لزوم پر اور اس پر کہ قسوت طول غفلت سے پیدا ہوتی ہے اور اس پر کہ قسوت کا علاج کثرت ذکر اللہ ہے قولہ تعالیٰ: وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ (الى قوله تعالى) عِنْدَ رَبِّهِمْ مؤمنین کو مطلقاً صدیق وشہداء فرمانا دلیل ہے اس پر کہ ان میں مراتب ہیں ادنیٰ مرتبہ ہر مؤمن کو عام ہے جیسے ولایت عامہ ہر مؤمن کو عام ہے۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله فى الذين امنوا اخلال کرتے ہیں الخ اشارة الى ان المراد غير الخاشعين بقرينة الم يأن ونقله فى الروح عن الزجاج فما فسرت به الخشوع متايد بما فى الروح من تفسيره بالانقياد التام لا وامره ونواهيه والعكوف على العمل بما فيه من الاحكام من غير توان ولا فتور ويؤيده الرواية التى فى الدر عن الاعمش قال لما قدم اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم المدينة فاصابوا من لين العيش ما اصابوا بعد ما كان لهم من الجهد فكانهم فتروا عن بعض ما كانوا عليه فعوتبوا فنزلت الم يان اه وايضا تعاضده القواعد الشرعية حيث لا يلام على ترك المستحب والالزم الامر بالتزام المستحب والاصرار عليه اعتقادا و هو من الرهبانية التى ذكرت فى آخر السورة بصفة انها ابتدعت وما كتبت عليهم واما ذكر فى لباب النقول من نزولها فى اصحاب ظهر فيهم المزاح والضحك فعلى تقدير صحة السند وثبوت النزول فيهم بدليل محمول على ضحك نشأ من الغفلة القبيحة او نشأت فيه الغفلة القبيحة ۱۲۔

اللغات: انظرونا انتظرونا فتنتم من الفتنة بمعنى الاضلال الامد الغاية ۱۲۔

النحو: جنت خبر للبشرى بمعنى المبشر به ۱۲۔ قوله يوم يقول بدل يوم السابق قوله اقرضوا الله جملة معترضة لبيان علة الحكم ۱۲۔

اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِيْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌۢ بَيْنَكُمْ وَتَكَاثُرٌ فِى الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ ۭ كَمَثَلِ غَيْثٍ اَعْجَبَ الْكُفَّارَ نَبَاتُهٗ ثُمَّ يَهِيْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَكُوْنُ حُطٰمًا ۭ وَفِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۙ وَّمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٌ ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۝۲۰ سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ ۙ

اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۱﴾ مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿۲۲﴾ لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرِ ۙ ﴿۲۳﴾ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۲۴﴾

تم خوب جان لو کہ (آخرت کے مقابلہ میں) دنیوی حیات محض لہو ولعب اور ایک ظاہری زینت اور باہم ایک دوسرے پر فخر کرنا اور اموال میں اور اولاد میں ایک دوسرے سے زیادہ بتلانا ہے جیسے مینہ برستا ہے کہ اس کی پیداوار (کھیتی) کاشت کاروں کو اچھی معلوم ہوتی ہے پھر وہ خشک ہو جاتی ہے سو اس کو دیکھتا ہے پھر وہ چورا چورا ہو جاتی ہے اور آخرت کی کیفیت یہ ہے کہ اس میں عذاب شدید ہے اور خدا کی طرف سے مغفرت اور رضامندی ہے اور دنیوی زندگی محض دھوکے کا اسباب ہے تم اپنے پروردگار کی مغفرت کی طرف دوڑا اور (نیز) ایسی جنت کی طرف جس کی وسعت آسمان اور زمین کی وسعت کے برابر ہے وہ ان لوگوں کے واسطے تیار کی گئی ہے جو اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں یہ اللہ کا فضل ہے وہ اپنا فضل جس کو چاہیں عنایت کریں اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ کوئی مصیبت نہ دُنیا میں آتی ہے اور نہ خاص تمہاری جانوں میں مگر وہ ایک کتاب میں (یعنی لوح محفوظ میں) لکھی ہے قبل اس کے کہ ہم ان جانوں کو پیدا کریں یہ اللہ کے نزدیک آسان کام ہے (یہ بات بتلا اس لئے دی ہے) تا کہ جو چیز تم سے جاتی رہے تم اس پر اتنا رنج نہ کرو اور جو چیز تم کو عطا فرمائی ہے اس پر اتراؤ نہیں اور اللہ تعالیٰ کسی اترانے والے شیخی باز کو پسند نہیں کرتا جو ایسے ہیں کہ (جب دنیا کی وجہ سے) خود بھی بخل کرتے ہیں اور دوسرے لوگوں کو بھی بخل کی تعلیم کرتے ہیں اور جو شخص اعراض کرے گا دین حق سے تو اللہ تعالیٰ بے نیاز ہیں سزاوار حمد ہیں۔

تفسیر ربط: اوپر آخرت کے مثوبات وعقوبات کا ذکر تھا آگے آخرت کا واجب الاہتمام اور باقی ہونا اور دنیا کا کہ جس کا اشتغال مانع ہوتا ہے اہتمام آخرت سے نا قابل التفات وفانی ہونا مذکور ہے یدل علی ہذا الغرض قولہ تعالیٰ سابقوا الخ۔

تزہید فی الدنیا وترغیب فی العقبیٰ: اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ (الی قولہ تعالی) وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۱﴾۔ تم خوب جان لو کہ (آخرت کے مقابلہ میں) دُنیوی حیات (ہرگز قابل اشتغال مقصود نہیں کیونکہ) وہ محض لہو ولعب اور (ایک ظاہری) زینت اور باہم ایک دوسرے پر فخر کرنا (قوت وجمال دُنیوی ہنر وکمال میں) اور اموال اور اولاد میں ایک کا دوسرے سے اپنے کو زیادہ بتلانا ہے (یعنی مقاصدِ دُنیا کے یہ ہیں کہ بچپن میں لہو ولعب کا غلبہ رہتا ہے اور جوانی میں زینت وتفاخر کا اور بڑھاپے میں مال دولت آل اولاد کو گنوانا اور یہ سب مقاصد فانی اور خواب وخیال محض ہیں جس کی مثال ایسی ہے) جیسے مینہ (برستا) ہے کہ اُس کی پیداوار (کھیتی) کاشتکاروں کو اچھی معلوم ہوتی ہے پھر وہ (کھیتی) خشک ہو جاتی ہے سو اُس کو تو زرد دیکھتا ہے پھر وہ چورا چورا ہو جاتی ہے (اسی طرح دُنیا چند روزہ بہار ہے پھر زوال واضمحلال یہ تو دُنیا کی حالت ہوئی) اور آخرت (کی کیفیت یہ ہے کہ اُس) میں دو چیزیں ہیں ایک تو کفار کے لئے) عذاب شدید ہے اور (دوسرے اہل ایمان کے لئے) خدا کی طرف سے مغفرت اور رضامندی ہے (اور یہ دونوں باقی ہیں پس آخرت تو باقی ہے) اور دُنیوی زندگانی محض (فانی ہے جیسے فرض کرو کہ ایک) دھوکہ کا اسباب ہے (ومر تفسیرہ فی آل عمران قریباً من الاخیر پس جب متاع دُنیا فانی اور دولت آخرت باقی ہے جو ایمان کی بدولت نصیب ہوتی ہے تو تم کو چاہئے کہ) تم اپنے پروردگار کی مغفرت کی طرف دوڑو اور (نیز) ایسی جنت کی طرف جس کی وسعت آسمان اور زمین کی وسعت کے برابر ہے (یعنی اس کے کم کی نفی ہے زیادہ کی نفی نہیں اور) وہ اُن لوگوں کے واسطے تیار کی گئی ہے جو اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں (اور) یہ (مغفرت ورضوان) اللہ کا فضل ہے وہ اپنا فضل جس کو چاہیں عنایت کریں اور اللہ بڑے فضل والا ہے (اس میں اشارہ ہے کہ اپنے اعمال پر کوئی مغرور نہ ہو اور اپنے اعمال پر استحقاق جنت کا مدعی نہ ہو یہ محض فضل ہے جس کا مدار مشیت پر ہے مگر ہم نے اپنی رحمت سے ان عملوں کے کرنے والوں کے ساتھ مشیت متعلق کر لی اگر ہم چاہتے تو مشیت نہ کرتے کہ القدرۃ تتعلق بالضدین) **ربط:** دُنیا کی دو حالتیں ہیں مسرت اور مضرت اور یہ دونوں مختلف حیثیتوں سے اشتغال بالآخرت سے مانع ہو جاتی ہیں اوپر سراء ونعمت کا ذکر تھا کہ اس کے فناء کو پیش نظر رکھ کر مانع نہ ہونے دیا جاوے آگے ضراء ومصیبت کا ذکر ہے کہ اس کے مقدر ہونے کو پیش نظر رکھ کر مانع نہ ہونے دیا جاوے اور چونکہ سراء کا مانع ہونا اکثر ہے اس لئے مقدر ہونے کی صفت میں اُس کو بھی شریک کر کے اُس کی عدم مانعیت عن الآخرۃ کو مکرر فرما دیا اور چونکہ نعمت سے فخر وبخل وغیرہ صفات ذمیمہ پیدا ہو جاتے ہیں اور احیاناً اعراض عن الحق تک مفضی ہو جاتے ہیں

اس لئے ان ذمائم پر وعید فرماتے ہیں۔

ذم جزع برقم وفرح برنعم ودیگر ذمائم مانعہ عن الآخرۃ مَآ اَصَابَ مِنۡ مُّصِیۡبَۃٍ (الی قولہ تعالی) فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الۡغَنِیُّ الۡحَمِیۡدُ کوئی مصیبت نہ دُنیا میں آتی ہے اور نہ خاص تمہاری جانوں میں مگر وہ (سب) ایک کتاب میں (یعنی لوح محفوظ میں) لکھی ہیں قبل اس کے کہ ہم اُن جانوں کو پیدا کریں (یعنی تمام مصیبتیں خارجی ہوں یا داخلی وہ سب مقدر ہیں اور) یہ اللہ کے نزدیک آسان کام ہے (کہ قبل وقوع لکھ دیا کیونکہ اُس کو علم غیب حاصل ہے اور ہم نے یہ بات بتلا اس واسطے دی ہے) تا کہ جو چیز تم سے جاتی رہے (عافیت یا اولاد یا مال) تم اس پر پر (اتنا) رنج نہ کرو (کہ مانع ہو جاوے اشتغال بالآخرۃ وابتغاء مرضاۃ حق سے اور رنج طبعی کا مضائقہ نہیں) اور تا کہ جو چیز تم کو عطا فرمائی ہے (اُس کی نسبت بھی یہی سمجھ کر کہ خدا تعالی نے اپنی رحمت وفضل سے ہمارے لئے عطا فرمانا تجویز کر دیا تھا اور اُسی نے ہم کو دی ہے) اُس پر اتراؤ نہیں کیونکہ اتراوے تو وہ جس کا استحقاق ذاتی ہو اور جب دوسرے کی مشیت وحکم سے ایک چیز ملی اُس پر اترانے کا کیا استحقاق ہے) اور آگے اس اترانے پر وعید ہے کہ) اللہ تعالی کسی اترانے والے شیخی باز کو پسند نہیں کرتا (اختیال اکثر فضائل داخلیہ پر اترانے میں فخر اکثر اشیائے خارجہ مال وجاہ وغیرہ پر اترانے میں مستعمل ہوتا ہے آگے بخل کی مذمت ہے کہ) جو ایسے ہیں کہ (حب دُنیا کی وجہ سے) خود بھی (حقوق مرضیہ عند اللہ میں صرف کرنے سے) بخل کرتے ہیں (گو اپنی شہوات ومعاصی میں کتنا ہی اسراف کریں) اور (معصیت لازمہ کے ساتھ معصیت متعدیہ کے بھی مُرتکب ہوتے ہیں کہ) دوسرے لوگوں کو بھی بخل کی تعلیم کرتے ہیں (اَلَّذِیۡنَ ...... سے جو کہ ترکیب میں بدل ہے یہ مقصود نہیں کہ وعید مجموعہ افعال کے ساتھ متعلق ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ ہر ذمیمہ پر وعید ہے بلکہ اشارہ اس طرف ہے کہ حُب دُنیا ایسی چیز ہے جس سے اکثر صفات ذمیمہ پیدا ہو جاتے ہیں اختیال اور افتخار بھی اور بخل بھی وغیر ذلک) اور یہی حب دُنیا گاہے مفضی الی الاعراض عن الحق ہو جاتی ہے جس کے حق میں یہ وعید ہے کہ) جو شخص (دین حق سے جس کی ایک فرع انفاق فی سبیل اللہ بھی ہے) اعراض کرے گا تو اللہ تعالی (کا کوئی ضرر نہیں کیونکہ وہ سب کی عبادت اور اموال سے) بے نیاز ہیں (اور اپنی ذات وصفات میں کامل اور) سزاوار حمد ہیں (اس لئے استکمال بالغیر وہاں محال ہے)۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالی: اِعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَا الۡحَیٰوۃُ الدُّنۡیَا لَعِبٌ وَّ لَہۡوٌ ...... اس میں تزہید فی الدنیا صریح مذکور ہے۔ قولہ تعالی: لِّکَیۡلَا تَاۡسَوۡا عَلٰی مَا فَاتَکُمۡ وَ لَا تَفۡرَحُوۡا بِمَاۤ اٰتٰىکُمۡ ای اخبرناکم بذلك لئلا تحزنوا اس کا عامل اخبرناکم مقدر ہے اور اس میں علاج ہے حزن کا تقدیر کے یاد کر لینے سے اور یہ کہ اس میں ضرور ہماری مصلحت ہے گو مفصلاً ہم کو معلوم نہ ہو۔

اللغات: قوله تكاثرا دعاء الاستكثار كذا فى المدارك ۱۲۔

النحو: قوله ولا تفرحوا علة لما دل عليه كون المصيبة مكتوبة وهو كون النعمة مكتوبة والاخبار عنه ۱۲۔

لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا رُسُلَنَا بِالۡبَیِّنٰتِ وَ اَنۡزَلۡنَا مَعَہُمُ الۡکِتٰبَ وَ الۡمِیۡزَانَ لِیَقُوۡمَ النَّاسُ بِالۡقِسۡطِ ۚ وَ اَنۡزَلۡنَا الۡحَدِیۡدَ فِیۡہِ بَاۡسٌ شَدِیۡدٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَ لِیَعۡلَمَ اللّٰہُ مَنۡ یَّنۡصُرُہٗ وَ رُسُلَہٗ بِالۡغَیۡبِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ قَوِیٌّ عَزِیۡزٌ ﴿۲۵﴾ وَ لَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا وَّ اِبۡرٰہِیۡمَ وَ جَعَلۡنَا فِیۡ ذُرِّیَّتِہِمَا النُّبُوَّۃَ وَ الۡکِتٰبَ فَمِنۡہُمۡ مُّہۡتَدٍ ۚ وَ کَثِیۡرٌ مِّنۡہُمۡ فٰسِقُوۡنَ ﴿۲۶﴾ ثُمَّ قَفَّیۡنَا عَلٰۤی اٰثَارِہِمۡ بِرُسُلِنَا وَ قَفَّیۡنَا بِعِیۡسَی ابۡنِ مَرۡیَمَ وَ اٰتَیۡنٰہُ الۡاِنۡجِیۡلَ ۬ۙ وَ جَعَلۡنَا فِیۡ قُلُوۡبِ الَّذِیۡنَ اتَّبَعُوۡہُ رَاۡفَۃً وَّ رَحۡمَۃً ؕ وَ رَہۡبَانِیَّۃَ ابۡتَدَعُوۡہَا مَا کَتَبۡنٰہَا عَلَیۡہِمۡ اِلَّا ابۡتِغَآءَ رِضۡوَانِ اللّٰہِ فَمَا رَعَوۡہَا حَقَّ رِعَایَتِہَا ۚ فَاٰتَیۡنَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡہُمۡ اَجۡرَہُمۡ ۚ وَ کَثِیۡرٌ مِّنۡہُمۡ فٰسِقُوۡنَ ﴿۲۷﴾ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ اٰمِنُوۡا بِرَسُوۡلِہٖ یُؤۡتِکُمۡ کِفۡلَیۡنِ مِنۡ رَّحۡمَتِہٖ وَ یَجۡعَلۡ لَّکُمۡ نُوۡرًا تَمۡشُوۡنَ بِہٖ وَ یَغۡفِرۡ لَکُمۡ ؕ وَ اللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۲۸﴾ لِّئَلَّا یَعۡلَمَ اَہۡلُ الۡکِتٰبِ اَلَّا یَقۡدِرُوۡنَ عَلٰی شَیۡءٍ مِّنۡ فَضۡلِ اللّٰہِ وَ اَنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰہُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ ﴿۲۹﴾

ہم نے اسی اصلاح آخرت کے لئے اپنے پیغمبروں کو کھلے احکام دے کر بھیجا اور ہم نے ان کے ساتھ کتاب کو اور انصاف کرنے (کے حکم) کو نازل کیا تا کہ لوگ (حقوق اللہ اور حقوق العباد میں) اعتدال پر قائم رہیں اور ہم نے لوہے کو پیدا کیا جس میں شدید ہیبت ہے اور (اسی کے علاوہ) لوگوں کے اور بھی طرح طرح کے فائدے ہیں اور (اس

لئے لوہا پیدا کیا) تا کہ اللہ جان لے کہ بے دیکھے اس کی اور اس کے رسول کی (یعنی دین کی) کون مدد کرتا ہے اللہ قوی اور زبردست ہے اور ہم نے نوح علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا اور ہم نے ان کی اولاد میں پیغمبری اور کتاب جاری رکھی سو ان لوگوں میں بعض تو ہدایت یافتہ ہوئے اور بہت سے ان میں نافرمان تھے پھر ان کے بعد اور رسولوں کو (جو کہ صاحب شریعت مستقلہ نہ تھے) یکے بعد دیگرے بھیجتے رہے اور ان کے بعد عیسیٰ بن مریم کو بھیجا اور ہم نے ان کو انجیل دی اور جن لوگوں نے ان کا اتباع کیا تھا ہم نے ان کے دلوں میں شفقت اور ترحم پیدا کر دیا اور انہوں نے رہبانیت کو خود ایجاد کر لیا ہم نے ان پر اس کو واجب نہ کیا تھا لیکن انہوں نے حق تعالیٰ کی رضا کے واسطے اس کو اختیار کیا تھا سو انہوں نے اس (رہبانیت) کی پوری رعایت نہ کی سو ان میں سے جو لوگ ایمان لائے ہم نے ان کو ان کا اجر (موعود) دیا اور زیادہ ان میں نافرمان ہیں۔ اے (عیسیٰ علیہ السلام پر) ایمان رکھنے والو تم اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ تم کو اپنی رحمت سے (ثواب کے) دو حصے دے گا اور تم کو ایسا نور عنایت کرے گا کہ تم اس کو لئے ہوئے چلتے پھرتے ہو گے اور تم کو بخش دے گا اور اللہ غفور رحیم ہے (اور یہ دولتیں تم کو اس لئے عنایت کرے گا) تا کہ اہل کتاب کو یہ بات معلوم ہو جائے کہ ان لوگوں کو اللہ کے فضل کے کسی جزو پر دسترس نہیں اور یہ کہ فضل اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ جس کو چاہے دے دے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

تفسیر ربط: اوپر اِعْلَمُوْٓا سے اَلْحَمِیْدُ تک دُنیا کا غیر مہتم بالشان ہونا اور اس کے درمیان میں وَفِی الْاٰخِرَۃِ سے آخرت کا مہتم بالشان ہونا ارشاد ہوا ہے آگے بھی اُس کے اہتمام شان کو اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ اصل میں ہم نے اسی آخرت کے دُرست کرنے کے لئے رسولوں کو بھیجا اور احکام مقرر کئے اور نصرت دین کے لئے بالخصوص حدید پیدا کیا اور تبعاً ان چیزوں میں تمہارے دُنیوی منافع بھی رکھ دیئے پس دُنیا مقصود بالعرض اور آخرت مقصود بالذات ہوئی۔

مقصودیت اصلاح آخرت بالذات و اصلاح دُنیا بالعرض: لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ (الی قولہ تعالی) اِنَّ اللّٰہَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ ہم نے (اسی اصلاح آخرت کے لئے) اپنے پیغمبروں کو کھلے کھلے احکام دے کر بھیجا اور ہم نے اُن کے ساتھ کتاب کو اور (اُس کتاب میں بالخصوص) انصاف کرنے (کے حکم) کو (جس کا تعلق حقوق العباد سے ہے) نازل کیا تا کہ لوگ (حقوق اللہ وحقوق العباد میں) اعتدال پر قائم رہیں (اس میں ساری شریعت آ گئی کہ بین الافراط والتفریط ہے) اور ہم نے لوہے کو پیدا کیا جس میں شدید ہیبت ہے (تا کہ اس کے ذریعہ سے عالم کا انتظام رہے کہ ڈر سے بہت سی بے انتظامیاں بند ہو جاتی ہیں) اور (اس کے علاوہ) لوگوں کے اور بھی طرح طرح کے فائدے ہیں (چنانچہ اکثر آلات میں لوہے کا خرچ ہے) اور (اس لئے لوہا پیدا کیا) تا کہ اللہ تعالیٰ (ظاہری طور پر جان لے کہ بے (اس کے کہ خدا کو) دیکھے اُس کی اور اُس کے رسولوں کی (یعنی دین کی) کون مدد کرتا ہے (کیونکہ لوہا جہاد میں بھی کام آتا ہے تو یہ بھی اُخروی نفع ہوا اور حکم جہاد اللہ تعالیٰ کی احتیاج کی وجہ سے نہیں کیونکہ) اللہ تعالیٰ (خود) قوی زبردست ہے (بلکہ تمہارے ثواب کے لئے ہے)۔

ربط: اوپر ارسال رسل بغرض اصلاح خلق کے اجمالاً مذکور تھا آگے بعض خاص رسل کا ارسال بغرض اصلاح اُمم اور ان اُمم میں بعض کا اصلاح پذیر ہونا اور بعض کا نہ ہونا اور موجودین کو قبول اصلاح کا امر ارشاد ہے۔

احوال بعضے از رسل و اُمم سابقین وایجاب ایمان بر لاحقین: وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا وَّ اِبْرٰھِیْمَ (الی قولہ تعالی) وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ اور ہم نے (اسی اصلاح آخرت خلق کے لئے) نوح (علیہ السلام) اور ابراہیم (علیہ السلام) کو پیغمبر بنا کر بھیجا اور ہم نے اُن کی اولاد میں پیغمبری اور کتاب جاری رکھی (یعنی اُن کی اولاد میں بھی بعضے پیغمبر اور اُن میں بعضے صاحب کتاب بنائے) سو (جن جن لوگوں کے پاس یہ پیغمبر آئے) ان لوگوں میں بعضے تو ہدایت یافتہ ہوئے اور بہت سے ان میں نافرمان تھے (اور یہ مذکور پیغمبر تو صاحب شریعت مستقلہ تھے کہ اُن میں بعضے خواہ صاحب کتاب ہوں جیسے موسیٰ علیہ السلام جو حضرت نوح اور ابراہیم دونوں کی اولاد میں تھے علیہم السلام خواہ صاحب کتاب نہ ہوں جیسے ہود اور صالح علیہما السلام کہ شریعت اُن کی مستقل تھی مگر صاحب کتاب ہونا اُن کا منقول نہیں اور اگر ہوں تب بھی آیت کے خلاف نہیں بہر حال بہت سے نبی تو صاحب شریعت مستقلہ بھیجے) پھر اُن کے بعد اور رسولوں کو (جو کہ صاحبِ شریعتِ مستقلہ نہ تھے) یکے بعد دیگرے بھیجتے رہے (جیسے موسیٰ علیہ السلام کے بعد تابع تورات بہت سے پیغمبر آئے) اور اُن کے بعد (پھر ایک صاحبِ شریعتِ مستقلہ کو یعنی) عیسیٰ ابن مریم کو بھیجا اور ہم نے اُن کو انجیل دی اور (اُن کی اُمت میں دو قسم کے لوگ ہوئے ایک اُن کا اتباع کرنے والے یعنی اُن پر ایمان لانے والے اور دوسرے انکار کرنے والے) اور جن لوگوں نے ان کا اتباع کیا تھا (یعنی قسم اول) ہم نے اُن کے دلوں میں شفقت اور ترحم (باہم دیگر جو کہ اخلاق حمیدہ میں سے ہے) پیدا کر دیا (کقولہ تعالیٰ فی الصحابۃ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ [الفتح : ۲۹] اور شاید بوجہ اس کے کہ اُن کی شریعت میں جہاد نہ تھا اِس کی مقابل کی صفت اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ [ایضاً] ذکر نہیں فرمائی غرض غالب اُن پر ترحم تھا) اور (ہماری طرف سے تو اُن لوگوں کو صرف اتباع فی الاحکام کا امر ہوا تھا لیکن ان متبعین میں بعضے وہ ہوئے کہ) اُنہوں نے رہبانیت کو خود ایجاد کر لیا (حاصل رہبانیت کا ترک اختلاط و ترک نکاح و ترک لذات ہے اور سبب اس ایجاد کا یہ ہوا تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بعد جب لوگوں نے احکام کو چھوڑنا شروع کیا تو بعضے اہل حق بھی تھے کہ وہ اظہار حق بھی کرتے رہتے تھے یہ بات اہل ہوا کو گراں گزری اور اُنہوں نے اپنے ملوک سے درخواست کی کہ ان لوگوں کو مجبور کیا جاوے کہ ہمارے ہم مشرب بن کر رہیں جب اُن کو مجبور کیا گیا تو اُنہوں نے درخواست کی کہ ہم کو اجازت

دی جاوے کہ تم لوگوں سے کوئی تعلق و غرض نہ رکھیں اور آزادانہ زندگی بسر کریں خواہ گوشہ میں بیٹھ کر یا سفر و سیاحت میں عمر گزار کر چنانچہ اسی پر وہ چھوڑ دیئے گئے کذا فی الدر المنثور اس مقام پر ان ہی کا ذکر ہے کہ انہوں نے اس کو ایجاد کرلیا) ہم نے اُن پر اس کو واجب نہ کیا تھا لیکن اُنہوں نے حق تعالیٰ کی رضا کے واسطے (کہ اپنے دین کو محفوظ رکھیں) اس کو اختیار کرلیا تھا سو (ان راہبوں میں زیادہ وہ ہوئے کہ) اُنہوں نے اُس (رہبانیت) کی پوری رعایت نہ کی (یعنی جس غرض سے اُس کو اختیار کیا تھا اور وہ غرض طلب رضائے حق تھی اس کا اہتمام نہیں کیا یعنی احکام کی بجا آوری نہ کی گو صورۃً رہبان رہے اور بعضے بجا آوری احکام میں سرگرم رہے پس ان رہبانوں میں دو قسم کے ہو گئے مراعی اور غیر مراعی اور اُن میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاصر تھے اُن کے لئے حق کی رعایت کی شرط یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاویں سو رعایت کی اس فرد خاص کے اعتبار سے مراعی وہ ہوئے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور غیر مراعی وہ ہوئے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لائے) سو اُن میں سے جو لوگ (حضور ﷺ پر) ایمان لائے ہم نے اُن کو اُن کا اجر (موعود) دیا (مگر ایسے کم تھے) اور زیادہ اُن میں نافرمان ہیں (کہ آپ پر ایمان نہیں لائے اور بوجہ للاکثر حکم الکل کے کثیر کی عدم رعایت کو فَمَا رَعَوْهَا سے تعبیر فرما دیا گیا پس یہ نفی باعتبار اکثر کے ہے اور باعتبار نفی عن الاکثر کے یہی ما رعوها دال ہے رعایت بعض پر اس لئے فَاٰتَيْنَا ...... سے ان دونوں قسموں کی تفصیل صحیح ہو گئی اور رہبانیت بالمعنی المذکور گو بدعت لغویہ تھی مگر بدعت شرعیہ نہ تھی کیونکہ اہل حق کسی شریعت کے اہل بدعت نہیں ہوئے پھر آیت میں اس ابتداع پر ملامت نہ ہونا بلکہ اس کی عدم رعایت پر ملامت فرمانا خود اس کی دلیل ہے اور ایسی رہبانیت سے نہی اس شریعت محکمہ میں بھی نہیں ہے جیسا کہ پارۂ ہفتم آیت: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ ...... [المائدۃ: ۸۷] کی تفسیر میں بعض اکابر کے ترک لذات کی توجیہ میں گزر چکا ہے اور جو رہبانیت ممنوع ہے اس کی حقیقت بھی اُسی آیت کی تفسیر میں گزر چکی ہے یعنی ترک حلال باعتقاد قربت اور اکثر مطلق رہبانیت کا اطلاق اسی پر آتا ہے اور اسی اصطلاح پر بعض روایات سے مطلق رہبانیت کی نہی معلوم ہوتی ہے اور بعض روایات سے جو نفی رہبانیت کی خاص اسلام سے معلوم ہوتی ہے سو با ایں معنی نہیں کہ پہلی شرائع میں وہ جائز تھی بلکہ بایں معنی کہ غیر ملت اسلام والوں میں وہ زیادہ پائی جاتی تھی خوب سمجھ لیا جاوے پس اُمت عیسویہ میں اول دو قسم ہوئیں متبع یعنی مومن اور غیر متبع اور متبعین میں دو قسم ہوئیں مترہب و غیر مترہب اور مترہب میں دو قسم ہوئیں مراعی یعنی مومن بالرسول و غیر مراعی آیت میں متبعین کا اور اُن میں سے مترہبین کا اور ان میں سے مراعین کا ذکر فرمایا گیا ہے اور دوسرے اقسام کا حکم ان ہی مذکورین کے احکام کی علل سے معلوم ہو سکتا ہے چنانچہ غیر متبعین کا کافر ہونا اور اسی طرح غیر مراعین بالمعنی المذکور کا کافر ہونا خواہ مترہب ہوں یا غیر مترہب اسی طرح مراعین کا گو وہ مترہب نہ ہوں مؤمن ہونا معلوم ہے یہاں تک تو ان عیسائیوں میں سے آپ پر ایمان لانے والوں اور ایمان نہ لانے والوں کی خبر دی گئی ہے آگے ایمان لانے کا امر ہے کہ) اے (عیسیٰ علیہ السلام پر) ایمان رکھنے والو تم اللہ سے ڈر کے مقتضاء پر عمل کرو یعنی) اُس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ تم کو اپنی رحمت سے (ثواب) کے دو حصے دے گا (کما فی القصص: اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ ...... [القصص: ۵۴]) اور تم کو ایسا نور عنایت کرے گا کہ تم اُس کو لئے ہوئے چلتے پھرتے ہو گے (یعنی ایسا ایمان دے گا جو ہر وقت رفیق رہے گا یہاں سے صراط تک اور تم کو بخش دے گا (لان الاسلام يهدم ما كان قبله) اور اللہ غفور رحیم ہے (اور یہ دولتیں تم کو اس لئے عنایت کرے گا) تا کہ (جس وقت ان عطایا کا ظہور ہو یعنی قیامت کے روز اس وقت) اہل کتاب کو (یعنی جو ایمان نہیں لائے ان کو) یہ بات معلوم ہو جاوے کہ اُن لوگوں کو اللہ کے فضل کے کسی جزو پر بھی (حالتِ موجودہ عدم ایمان میں) دسترس نہیں (اور یہ بھی معلوم ہو جاوے) کہ فضل اللہ کے ہاتھ میں ہے وہ جس کو چاہے دے دے (چنانچہ اُس کی مشیت اس فضل کے ساتھ مسلمانوں سے متعلق ہوئی تو اُن ہی کو عنایت فرما دیا) اور اللہ بڑے فضل والا ہے (مطلب یہ کہ اُن کا غرہ اور زعم ٹوٹ جاوے کہ وہ حالت موجودہ میں اپنے کو مورد فضل و محل مغفرت سمجھتے ہیں)۔

ف: اہل کتاب کے لئے ایمان لانے پر دو اجر کا وعدہ باعتبار بعض صورتوں کے محل اشکال ہے وہ صورت یہ ہے کہ آپ کی خبر سُن کر اُس نے انکار کیا ہو اور پھر ایمان لے آیا ہو اور اشکال یہ ہے کہ انکار کرنے پر وہ کافر ہو گیا اور حالت کفر کے اعمال بوجہ اشتراط ایمان کے قابل ثواب نہیں جواب یہ ہے کہ سورۂ بقرہ کے رکوع: يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ [البقرۃ: ۲۱۷] جملہ: مَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ [ایضا] کی تفسیر میں گزر چکا ہے کہ جب کافر مسلمان ہو جاتا ہے تو اُس کے سب حسنات سابقہ پر ثواب ملتا ہے پس حالت انکار بالرسول ﷺ میں وہ شخص اپنے پہلے پیغمبر پر جو ایمان رکھتا تھا اس وقت تو وہ مقبول نہ تھا لیکن اسلام کے بعد وہ مقبول ہو گیا۔ دوسرا اشکال یہ ہے کہ اس میں اہل کتاب کی کیا تخصیص ہے غیر کتابی بھی جب ایمان لاتا ہے تو آپ کے ساتھ پہلے انبیاء پر بھی ایمان لاتا ہے تو اُس کو بھی مضاعف ملے گا۔ جواب یہ ہے کہ اس طرح کے ایمان بالانبیاء میں تو وہ کتابی بھی شریک ہے لیکن اس ایمان لانے سے پہلے دونوں میں جو فرق ہے کہ غیر کتابی تو کسی نبی پر ایمان نہ رکھتا تھا اور کتابی پہلے نبی پر ایمان رکھتا تھا اُس فرق کے اعتبار سے اس کتابی کا ثواب مضاعف رہے گا گو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے کسی غیر کتابی کا ایک اجر کتابی کے دوہرے اجر سے کیفیۃً زیادہ فرمائے اور اس آیت میں جو اہل کتاب کو: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سے تعبیر فرمایا ہے باوجودیکہ عادتِ قرآنیہ اس

لفظ سے صرف مسلمانوں کو خطاب کرنے کی ہے اُس میں نکتہ غالباً یہ ہے کہ چونکہ یہ ایمان اُن کا بعد ایمان بالرسول کے ایمان مقبول ہو جاوے گا اس لئے اس کو ایمان معتد بہ سے تعبیر فرمادیا اور لِئَلَّا يَعْلَمَ أَهْلُ الْكِتٰبِ میں چونکہ یہ لوگ ایمان نہ لائے اس لئے اہل کتاب سے تعبیر کرنے میں اس طرف اشارہ کردیا کہ یہ صرف اہل کتاب ہیں اُن کا ایمان معتد بہ نہیں واللہ اعلم الحمد للہ کہ بتاریخ ۷ اجمادی الاولی ۱۳۲۵ھ کو تفسیر سورۂ حدید کی ختم ہوئی اب آگے ان شاء اللہ سورۂ مجادلہ کی تفسیر آتی ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَرَهْبَانِيَّةً ابْتَدَعُوهَا (الی قولہ تعالی) حَقَّ رِعَايَتِهَا جس رہبانیت کو انہوں نے طلب رضا حق کے لئے اختیار کیا تھا اُس پر ان کی مذمت نہیں کی گئی بلکہ اس کی رعایت نہ کرنے پر مذمت فرمائی اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی ورد تطوع کا معتاد ہو جاوے تو اُس کا ترک کرنا پسندیدہ ہے اور اس رعایت میں سب اعمال واحوال محمودہ کی رعایت آ گئی تو ان اُمور میں خلل نہ ڈالے۔

اللغات: رهبانية الفعلة المنسوبة الى الرهبان وهو الخائف فعلان من رهب كخشيان من خشى (هكذا فى الروح) وهو منصوب بفعل مضمر يفسره الظاهر قوله الابتغاء بمعنى لكن فعلوها لابتغاء الخ۔ انزلنا الحديد المراد خلقنا مجازا كانه لكون كل شئ مقدر فى اللوح لما خلق فكانه نزل۔

النحو: قوله فيه باس صفة للحديد لانه فى حكم المنكر قوله وليعلم عامله مقدر اى وانزله ليعلم قوله فمنهم اى الذرية او من ارسلنا اليهم ۱۲۔ قوله لئلا يعلم لا زائدة۔

سُوْرَةُ الْمُجَادَلَةِ

سُوْرَةُ الْمُجَادَلَةِ ۵۸ مَدَنِيَّةٌ ۱۰۵ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ۲۲ — رُكُوْعَاتُهَا ۳

سورۃ المجادلۃ مدینہ میں نازل ہوئی — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اس میں ۲۲ اور ۳ رکوع ہیں

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۖ وَاللّٰهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ۝۱ اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَاۗىِٕهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ ۭ اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰۗئِ وَلَدْنَهُمْ ۭ وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ۝۲ وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَاۗىِٕهِمْ ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَاۗسَّا ۭ ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝۳ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَاۗسَّا ۚ فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ۭ ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۭ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝۴ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَاۗدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ كُبِتُوْا كَمَا كُبِتَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝۵ۚ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ۭ اَحْصٰىهُ اللّٰهُ وَنَسُوْهُ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝۶ۧ

بے شک اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی بات سن لی جو آپ سے اپنے شوہر کے معاملہ میں جھگڑتی تھی اور اپنے رنج و غم کی اللہ تعالیٰ سے شکایت کرتی تھی اور اللہ تعالیٰ تم دونوں کی گفتگو سن رہا تھا (اور) اللہ تعالیٰ (تو) سب کچھ سننے والا سب کچھ جاننے والا ہے۔ صرف وہی ہیں جنہوں نے ان کو جنا ہے اور وہ لوگ بلاشبہ ایک نامعقول اور (چونکہ) جھوٹ بات کہتے ہیں (اس لئے گناہ ضرور ہوگا) اور یقیناً اللہ تعالیٰ معاف کرنے والے بخش دینے والے ہیں اور جو لوگ اپنی بیبیوں سے ظہار کرتے ہیں پھر اپنی کہی ہوئی بات کی تلافی کرنی چاہتے ہیں تو ان کے ذمہ ایک غلام یا لونڈی کا آزاد کرنا ہے قبل اس کے کہ دونوں (میاں بیوی) باہم اختلاط کریں اس سے تم کو نصیحت کی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب اعمال کی پوری خبر ہے پھر جس کو (غلام ولونڈی) میسر نہ ہو تو اس کے ذمے پیاپے (یعنی لگاتار) دو مہینے کے روزے ہیں قبل اس کے کہ دونوں باہم اختلاط کریں پھر جس سے یہ بھی نہ ہو سکے تو اس کے ذمے ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے یہ حکم اس لئے (بیان کیا گیا) ہے کہ اللہ اور رسول پر ایمان لے آؤ اور یہ اللہ کی حدیں (باندھی ہوئی) ہیں اور کافروں کے لئے سخت دردناک عذاب ہوگا۔ جو لوگ اللہ اور رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ دنیا میں بھی ایسے ذلیل ہوں گے جیسے ان سے پہلے لوگ ذلیل ہوئے اور ہم نے کھلے کھلے احکام نازل کئے ہیں اور کافروں کو ذلت کا عذاب نازل ہوگا جس روز ان سب کو اللہ دوبارہ زندہ کرے گا پھر ان سب کا کیا ہوا ان کو بتلا دے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے وہ محفوظ کر رکھا ہے اور یہ لوگ اس کو بھول گئے اور اللہ ہر چیز پر مطلع ہے۔

سورة المجادلة مدنية وعن عطاء العشر الاول مدني وباقيها مكي وقد انعكس ذٰلك على البيضاوى وكذا فى الروح وهى ثنتان وعشرون اٰية كذا فى الجلالين۔

تفسیر ربط: سورت سابقہ کا خاتمہ مضمون رسالت پر اور اس سورت کا مفتح احاطہ سمع حق پر کہ مسائل توحید سے ہے مشتمل ہے اور دونوں کا تناسب ظاہر ہے ونیز خاتمہ مذکورہ میں اہل ایمان پر فضل اُخروی کا بیان تھا اور اس کے فاتحہ میں اہل ایمان پر فضل دُنیوی کا بیان ہے کہ مسئلۂ ظہار میں شدت سابقہ کو رفع فرما دیا پس

توجہ فضل دونوں میں مشترک ہے اور سبب نزول آیات ابتدائیہ کا یہ ہے کہ اوس بن الصامت نے غصہ میں ایک بار اپنی بی بی خولہ کو یوں کہہ دیا کہ: **انت علی کظھر امی**۔ یعنی تو میرے حق میں ایسی ہے جیسے میری ماں کی پشت کہ مجھ پر حرام ہے اور بعثت نبویہ کے قبل اس لفظ سے تحریم ابدی طلاق سے بڑھ کر سمجھی جاتی تھی خولہ تحقیق حکم کے لئے حضور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئیں آپ نے اس بنا پر کہ ابھی تک اُس قول مشہور کے خلاف وحی نازل نہیں ہوئی اس قول مشہور کو قابل عمل خیال کر کے فرمادیا کہ **ما اراك الاقد حرمت علیه** یعنی میری رائے میں تو حرام ہوگئی وہ یہ سن کر واویلا کرنے لگیں کہ پھر میرا اور میرے بچوں کا کیسے گزر ہوگا اور ایک روایت میں ہے کہ خولہ نے کہا کہ: **ما ذکر طلاقا** یعنی میرے شوہر نے صیغۂ طلاق تو کہا نہیں پھر طلاق کیسے ہوگئی اور ایک روایت میں ہے کہ خولہ نے کہا **اللھم انی اشکو الیك** اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا **ما امرت فی شانك بشیٔ حتی الآن** یعنی ابھی تک اس بارہ میں مجھ پر کوئی حکم نازل نہیں ہوا اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں **کذا فی الدر المنثور**۔ پس ان آیات میں ظہار کا حکم مذکور ہے اور اُس کے بعد مطلقاً احکام الٰہیہ کا واجب التصدیق والعمل ہونا اور تصدیق پر بالخصوص وعید شدید کا مرتب ہونا ارشاد فرماتے ہیں۔

تحقیق حکم ظہار و وعید کفار بعذاب نار: بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ۔ قَدۡ سَمِعَ اللّٰهُ قَوۡلَ الَّتِىۡ تُجَادِلُكَ (الی قوله تعالی) وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ شَهِيۡدٌ ۞۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے اُس عورت کی بات سُن لی جو آپ سے اپنے شوہر کے معاملہ میں جھگڑتی تھی (مثلاً یہ کہتی تھی کہ **ما ذکر طلاقا** یعنی اُس نے طلاق کا صیغہ تو ذکر کیا نہیں پھر حرمت کیسے ہوگئی) اور (اپنے رنج و غم کی) اللہ تعالیٰ سے شکایت کرتی تھی (مثلاً یہ کہا تھا **اللّٰھم انی اشکو الیك**) اور اللہ تعالیٰ تم دونوں کی گفتگو سن رہا تھا (اور) اللہ تعالیٰ (تو) سب کچھ سُننے والا سب کچھ دیکھنے والا ہے (تو اُس کی بات کو کیسے نہ سُنتا اور مقصود جملہ **قد سمع الله** سے اثبات سمع بلکہ مقصود تفریح کربت و قبول تضرع ہے اور مقصود جملہ **یسمع تحاورکما** سے تعلیل ہے حکم سابق تفریح کربت کی۔ آگے بیان ہے حکم ظہار کا جس میں تحقیق ہے قبول تضرع مشتکیہ کی یعنی) تم میں جو لوگ اپنی بیبیوں سے ظہار کرتے ہیں (مثلاً یوں کہہ دیتے ہیں **انت علی کظھر اُمی**) وہ (بیبیاں) اُن کی مائیں نہیں ہیں اُن کی مائیں تو بس وہی) ہیں جنہوں نے اُن کو جنا ہے (اور اُن عورتوں کا اُن کو نہ جننا ظاہر ہے پس یہ اُن کی مائیں نہ ہوئیں تاکہ حُرمت مؤبدہ مثل ماں کے ثابت ہو جائے اور کوئی دوسرا سبب بھی اسباب حرمت مؤبدہ سے کسی دلیل سے متحقق نہیں مثل تحریم نسبت یا رضاع یا مصاہرت وغیرہ کے پس حُرمت مؤبدہ منفی ہوئی) اور وہ لوگ (جو کہ بیبیوں کو ماں کہتے ہیں) بلاشبہ ایک نامعقول جھوٹ بات کہتے ہیں (اس لئے گناہ ضرور ہوگا) اور (اگر اُس گناہ کا تدارک کر دیا جاوے تو وہ گناہ معاف بھی ہو جاوے گا کیونکہ) یقیناً اللہ تعالیٰ معاف کرنے والے بخش دینے والے ہیں اور (آگے اُس تدارک کا بعض صورتوں کے اعتبار سے بیان ہے کہ) جو لوگ اپنی بیبیوں سے ظہار کرتے ہیں پھر اپنی کہی ہوئی بات (کے مقتضا) کی (کہ تحریم زوجہ ہے) تلافی کرنا چاہتے ہیں (یعنی بیبیوں سے متمتع ہونا چاہتے ہیں) تو اُن کے ذمہ ایک غلام یا لونڈی کا آزاد کرنا ہے قبل اس کے کہ دونوں (میاں بی بی) باہم اختلاط کریں (صحبت سے یا دواعی صحبت سے) اس (کفارہ کے حکم کرنے) سے تم کو نصیحت کی جاتی ہے (یعنی کفارہ سے علاوہ تکفیر سیئات کے یہ بھی نفع ہے کہ وہ تمہارے لئے آئندہ کو زاجر بن جاوے) اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب اعمال کی پوری خبر ہے (کہ کفارہ کے متعلق پوری بجا آوری احکام کی کرتے ہو یا نہیں پس کفارہ میں دو حکمتیں ہوگئیں ایک تکفیر سیئہ جس کی طرف اشارہ ہے لَعَفُوٌّ غَفُوۡرٌ ۞ میں دوسری زجر جس کا تُوۡعَظُوۡنَ میں بیان ہے اور یہ دوسری حکمت بھی مطلق کفارہ میں ہے لیکن تحریر رقبہ چونکہ انواع کفارہ میں ذکراً مقدم ہے اس لئے اس کو اُس کے ساتھ ذکر کر دیا گیا) پھر جس کو (غلام لونڈی) میسر نہ ہو تو اُس کے ذمہ پیا پے (یعنی لگاتار) دو مہینے کے روزے ہیں قبل اس کے کہ دونوں (میاں بی بی) باہم اختلاط کریں پھر جس سے یہ بھی نہ ہو سکیں تو اُس کے ذمہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے (آگے اس حکم کا مثل دیگر احکام کے واجب التصدیق ہونا اس لئے بیان فرماتے ہیں کہ اس حکم میں نقض ہے حکم جاہلیت و رسم قدیم کا اس لئے اہتمام مناسب ہوا (پس ارشاد ہے کہ) یہ حکم اس لئے (بیان کیا گیا) ہے تاکہ (تحصیل مصالح متعلقہ بالعمل کے علاوہ) اللہ اور رسول پر ایمان (بھی) لے آؤ (یعنی ان احکام میں اُن کی تصدیق بھی کرو کہ مصالح متعلقہ بالایمان بھی حاصل ہوں) اور (آگے مزید تاکید کے لئے ارشاد ہے کہ) یہ اللہ تعالیٰ کی حدیں (باندھی ہوئی) ہیں (یعنی خداوندی ضابطے ہیں) اور کافروں کے لئے (جو کہ ان احکام کی تصدیق نہیں کرتے بالخصوص) سخت دردناک عذاب ہوگا (اور مطلق عذاب مخل بالعمل کو بھی ہو سکتا ہے اور کچھ اسی حکم کی تخصیص نہیں بلکہ) جو لوگ اللہ اور رسول کی مخالفت کرتے ہیں (خواہ کسی حکم میں کریں جیسے کفار مکہ) وہ (دُنیا میں بھی) ایسے ذلیل ہوں گے جیسے ان سے پہلے لوگ ذلیل ہوئے (چنانچہ کئی غزوات میں اس کا وقوع ہوا) اور (سزا کیسے نہ ہو کیونکہ) ہم نے کھلے کھلے احکام جن کی صحت اعجاز آیات سے ثابت ہے) نازل کئے ہیں (تو اُن کا انکار لامحالہ موجب سزا ہوگا اور یہ سزا تو دُنیا میں ہوگی) اور کافروں کو (آخرت میں بھی) ذلت کا عذاب ہوگا (اور آگے اُس عذاب کا وقت بتلاتے ہیں کہ یہ اُس روز ہوگا) جس روز ان سب کو اللہ تعالیٰ دوبارہ زندہ کرے گا پھر ان کا سب کیا ہوا اُن کو بتلا دے گا (کیونکہ) اللہ تعالیٰ نے وہ محفوظ کر رکھا ہے اور یہ لوگ اس کو بھول گئے ہیں (خواہ حقیقۃً یا باعتبار بے فکری و بے التفاتی کے) اور اللہ ہر چیز پر مُطلع ہے (خواہ اُن کے اعمال ہوں یا اور کچھ)۔

ف مسائل: مسئلہ: ظہار کے معنی ہیں اپنی بی بی کو کسی ایسی عورت کے جو اُس شخص پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو (جیسے ماں بہن بیٹی وغیرہا) کسی ایسے عضو سے تشبیہ دینا جس کی طرف بلاضرورت نظر کرنا حرام ہے جیسے ظہر اور بطن اور فخذ وغیرہا اور ظہار کہنا اس کو باعتبار اس کے ہے کہ اکثر عادت تھی اس طرح کہنے کی **انت علی کظہر امی** اور شاید اس کہنے کی زیادہ عادت اس لئے ہوگئی ہوگی کہ اکثر صحبت کے وقت عورت کمر پر لیٹی ہوتی ہے پس حاصل اس تشبیہ کا یہ ہوا کہ جیسے محرمہ کو کمر پر لٹانا بغرض ہم بستری کے حرام ہے اسی طرح تجھ کو بھی حرام سمجھتا ہوں **وقالوا اقوالا غیر ذٰلک۔**

مسئلہ: **منکم** میں خطاب اہل ایمان بالغین کو ہے احرار ہوں یا غیر احرار پس کافر کا ظہار معتبر نہیں اور اسی طرح نابالغ کا بھی۔

مسئلہ: **نسائھم** سے مراد منکوحہ بیبیاں ہیں پس اپنی مملوکہ سے ظہار معتبر نہیں۔

مسئلہ: ظہار کرنے سے گناہگار ہوگا بلکہ بعض نے اس کو گناہ کبیرہ کہا ہے لقولہ تعالیٰ: مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا ۔

مسئلہ: بدوں کفارہ ادا کئے ہوئے صحبت اور دواعی صحبت حرام ہے لقولہ تعالیٰ: ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ...... ولقولہ علیہ السلام **للمظاھر فلا تقربھا حتی تفعل مما امرک اللّٰہ رواہ ابو داؤد والنسائی والترمذی وابن ماجۃ۔**

مسئلہ: اگر صحبت یا دواعی صحبت کسی وجہ سے ارادہ نہ ہوا اُس بی بی کو طلاق دے دی یا وہ مرگئی تو اُس گناہ کی معافی کے لئے صرف توبہ کافی ہے لاشتراط وجوب الکفارۃ بالعود۔

مسئلہ: اگر بدوں ارادہ وطی کے کفارہ ادا کر دیا تو صحبت حلال ہو جاوے گی کیونکہ سبب نفس وجوب کفارہ کا ظہار ہے اور عزم علی الوطی جو حاصل ہے عود لما قالوا کا وہ سبب وجوب ادائے کفارہ کا ہے پس سبب نفس وجوب کے پائے جانے کے بعد کفارہ ادا ہو جاوے گا البتہ واجب بدوں عود نہ ہوگا بلکہ صرف توبہ بھی کافی ہو جاوے گی جیسا اس سے اوپر کے مسئلہ میں لکھا گیا پس قرآن میں تقیید بالعود کے معنی یہ ہیں کہ بدوں کفارہ کے صحبت جائز نہیں نہ یہ کہ بدوں عزم صحبت کے کفارہ جائز نہیں اور احقر نے: اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ کے شروع ترجمہ میں جو کہا ہے کہ بعض صورتوں کے اعتبار سے وہ اسی طرف اشارہ ہے کہ عود کے وقت توجہ تدارک ہے اور بدوں عود کے توبہ تدارک ہے۔

مسئلہ: اگر درمیان تحریر رقبہ یا صیام کے صحبت کر لی تو از سرنو کفارہ ادا کرنا ہوگا لقولہ تعالیٰ: مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا اور اگر اطعام کے درمیان صحبت کر لی تو صرف گناہ ہوگا تجدید کفارہ نہ ہوگی لعدم تقیید الاطعام بکونہ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا اور اعتاق کے درمیان صحبت واقع ہونے کے معنی یہ ہیں کہ نصف کو اول آزاد کیا پھر صحبت کر لی پھر نصف باقی کو بعد میں آزاد کر دیا یہ سب مسائل دُر مختار اور ہدایہ اور کفایہ اور روح المعانی سے نقل کئے گئے ہیں اور کچھ ضروری مسائل اعتاق اور صیام اور اطعام کے متعلق سورۂ نساء کفارۂ قتل میں اور سورۂ مائدہ کفارۂ یمین میں گزرے ہیں۔ اور مَا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ کے مضمون کی کچھ تقریر شروع سورۂ احزاب جملہ **ما جعل ازواجکم الخ** کی تفسیر میں گزری ہے۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖ کفارۂ مالیہ کو موجب وعظ و زجر فرمانا دلیل ہے اس کی کہ غرامت مالیہ کو ردع نفس میں خاص اثر ہے مشائخ بھی اس تدبیر کا استعمال کرتے ہیں کہ مرید اپنے نفس پر جرمانہ کرے یہ نہیں کہ پیر اس سے وصول کرے۔

اللغات: **قولہ یعودون المراد التدارک لان التدارک من اسباب العود الی الشئ ومنہ المثل عاد غیث علی ما افسد ای لتدارکہ بالاصلاح فالمعنی یقولون ذلک القول المنکر ثم یتدارکونہ بنقضہ وھو العزم علی الوطی ۱۲۔**

البلاغۃ: **قولہ من نسائھم عدی الظھار بمن لتضمنہ معنی التبعید کذا فی الروح قولہ لیقولون المقصود التاکید لکونہ زورا لا للقول فانہ مشاھد قولہ وزورًا عطف للتاکید قولہ عفو غفور زید للتاکید ۱۲۔ قولہ فمن لم یجد اختار الوجدان فی الرقبۃ والاستطاعۃ فی الصیام لان الاول وظیفۃ مالیۃ والثانی بدنیۃ والوجدان انسب بالمال والاستطاعۃ انسب بالبدن ۱۲۔**

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا ۚ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَيَتَنٰجَوْنَ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ ۡ وَاِذَا جَاۗءُوْكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ ۙ وَيَقُوْلُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ ۭ

حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿٨﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ

وَمَعْصِيَتِ الرَّسُولِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿٩﴾ إِنَّمَا النَّجْوَىٰ مِنَ الشَّيْطَانِ

لِيَحْزُنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَيْسَ بِضَارِّهِمْ شَيْئًا إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿١٠﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قِيلَ

لَكُمْ تَفَسَّحُوا فِي الْمَجْلِسِ فَافْسَحُوا يَفْسَحِ اللَّهُ لَكُمْ ۖ وَإِذَا قِيلَ انْشُزُوا فَانْشُزُوا يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ

أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ ۚ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿١١﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُولَ فَقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ

صَدَقَةً ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ لَكُمْ وَأَطْهَرُ ۚ فَإِنْ لَمْ تَجِدُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿١٢﴾ أَأَشْفَقْتُمْ أَنْ تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَاتٍ ۚ

فَإِذْ لَمْ تَفْعَلُوا وَتَابَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿١٣﴾ ع ۲

کیا آپ نے اس پر نظر نہیں فرمائی کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے جو آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے کوئی سرگوشی تین آدمیوں کی ایسی نہیں ہوتی جس میں چوتھا وہ یعنی اللہ نہ ہو اور نہ پانچ کی سرگوشی ایسی ہوتی ہے جس میں چھٹا وہ نہ ہو اور نہ (اس عدد) سے کم (میں) ہوتی ہے (جیسے دو یا چار میں) اور نہ اس سے زیادہ مگر وہ (ہر حالت میں) ان لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے خواہ وہ لوگ کہیں بھی ہوں پھر ان (سب) کو قیامت کے روز ان کے کئے ہوئے کام بتلا دے گا بے شک اللہ تعالیٰ کو ہر بات کی پوری خبر ہے۔ کیا آپ نے ان لوگوں پر نظر نہیں فرمائی جن کو سرگوشی سے منع کر دیا گیا تھا (مگر) پھر (بھی) وہ وہی کام کرتے ہیں جس سے ان کو منع کیا گیا تھا اور گناہ اور زیادتی اور رسول کی نافرمانی کی سرگوشیاں کرتے ہیں اور وہ جب لوگ آپ کے پاس آتے ہیں آپ کو ایسے لفظ سے سلام کہتے ہیں جس سے اللہ نے آپ کو سلام نہیں فرمایا، اور اپنے جی میں (یا اپنے آپس میں) کہتے ہیں کہ اگر یہ پیغمبر ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کو ہمارے کہنے پر سزا فوراً کیوں نہیں دیتا ان کے لئے جہنم کافی ہے اس میں یہ لوگ ضرور داخل ہوں گے سو وہ برا ٹھکانہ ہے اے ایمان لانے والو جب تم کسی ضرورت سے نہ سرگوشی کرو تو گناہ اور زیادتی اور رسول کی نافرمانی کی سرگوشیاں مت کرو اور نفع رسانی اور پرہیزگاری کی باتوں کی سرگوشیاں کرو اور اللہ سے ڈرو جس کے پاس تم سب جمع کئے جاؤ گے ایسی سرگوشی محض شیطان کی طرف سے (یعنی اس کے بہکانے سے) ہے تاکہ مسلمانوں کو رنج میں ڈالے اور وہ شیطان بدوں خدا کے ارادے کے ان کو کچھ ضرر نہیں پہنچا سکتا اور مسلمان کو تو ہر امر میں اللہ ہی پر توکل کرنا چاہئے۔ اے ایمان والو جب تم سے کہا جائے کہ مجلس میں جگہ کھول دو تم تو جگہ کھول دیا کرو اللہ تم کو جنت میں کھلی جگہ دے گا اور جب (کسی ضرورت سے) یہ کہا جائے کہ (مجلس سے) اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہوا کرو اللہ تعالیٰ (اس حکم کی اطاعت سے) تم میں ایمان والوں کے اور ایمان والوں میں ان لوگوں کے جن کو علم دین عطا ہوا ہے (اخروی) درجے بلند کر دے اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب اعمال کی پوری خبر ہے۔ اے ایمان والو جب تم رسول سے سرگوشی (کرنے کا ارادہ) کیا کرو تو اپنی اس سرگوشی سے پہلے (مساکین کو) کچھ خیرات دے دیا کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اور گناہوں سے پاک ہونے کا اچھا ذریعہ ہے پھر اگر تم کو صدقہ دینے کی مقدور نہ ہو تو اللہ غفور رحیم ہے کیا تم اپنی سرگوشی کے قبل خیرات دینے سے ڈر گئے سو (اخیر) جب تم (اس کو) نہ کر سکے اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے حال پر عنایت فرمائی تو تم نماز کے پابند رہو اور زکوٰۃ دیا کرو اور اللہ اور رسول کا کہنا مانا کرو اور اللہ کو تمہارے سب اعمال کی پوری خبر ہے۔

تفسیر ربط: اوپر اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ ...... میں مع اس کے سیاق وسباق کے اللہ ورسول کے خلاف کرنے والوں کے لئے وعید ہے اور یہ خلاف کرنے والے دو قسم کے ہیں مجاہر اور منافق اوپر بقرینہ عنوان کافر کے مجاہرین کا بیان تھا آگے منافقین اور مجاہرین میں سے بالخصوص یہود کے کہ منافقین بھی اُن ہی میں سے تھے شنائع مذکور ہیں اول اَلَمْ تَرَ سے ختم رکوع تک شنائع متعلقہ بالمجلس جن میں زیادہ مضمون تناجی کا ہے اور تھوڑا مضمون دوسرے باب کا اور پھر دوسرے اَلَمْ تَرَ سے ختم سورت تک اُن کے دوسرے شنائع کا ہے۔

احکام تناجی و دیگر بعض احکام متعلقہ مجالس متضمنہ ذم و وعید یہود منافقین: اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ (الی قولہ تعالیٰ) وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ﴿١١﴾ اسباب نزول ان آیات کے یہ واقعات ہیں اول یہود اور مسلمانوں میں صلح تھی لیکن یہود جب کسی مسلمان کو دیکھتے تو اُس کے خیالات پریشان کرنے کے لئے آپس میں سرگوشی کرنے لگتے وہ مسلمان سمجھتا کہ میری ضرر رسانی کے لئے یہ سرگوشی ہو رہی تھی حضور ﷺ نے یہود کو اس سے منع فرمایا مگر وہ باز نہیں آئے اس پر یہ آیت: اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى ...... نازل ہوئی دوم اسی طرح منافقین بھی باہم سرگوشی کیا کرتے اس پر آیت: اِذَا

تناجیتم فلا تتناجوا بالاثم ...... اور آیت : اِنَّمَا النَّجْوٰی ...... نازل ہوئی سوم یہود آپ کے حضور میں آتے تو براہ شرارت بجائے السلام علیکم السام علیکم کہتے جو بمعنی موت کے ہے چہارم منافقین بھی اسی طرح کہتے ان دونوں واقعوں پر جملہ: وَاِذَا جَآءُوْكَ ...... نازل ہوا اور ابن کثیر نے امام احمد کی روایت سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ یہود اس طرح سلام کر کے خفیہ کہتے لو لا یعذبنا الله بما نقول پنجم ایک بار آپ صفۂ مسجد میں تشریف رکھتے تھے اور مجلس میں مجمع زیادہ تھا کچھ اہل بدر آئے تو ان کو کہیں جگہ نہ ملی اور نہ اہل مجلس مل مل کر بیٹھ گئے کہ جگہ کھل جاتی آپ نے جب دیکھا تو بعضے آدمیوں کو مجلس سے اٹھنے کے لئے فرمادیا منافقین نے طعن کیا کہ یہ کونسی انصاف کی بات ہے اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جو اپنے بھائی کے لئے جگہ کھول دے سو لوگوں نے جگہ کھول دی اس پر آیت: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قِیْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا ...... نازل ہوئی رواہ ابن کثیر عن ابی حاتم۔ مجموعہ اجزائے روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اول آپ نے جگہ کھولنے کے لئے فرمایا ہوگا سو بعضوں نے تو جگہ کھول دی جو کافی نہ ہوئی ہوگی اور بعضوں نے جگہ نہیں کھولی آپ نے تادیباً یا بقاعدۂ تناوب فی اخذ العلم کے جیسا مدارس کے طلبہ میں ہوتا ہے ان کو اٹھ جانے کے لئے فرمایا جو کہ منافقین کو ناگوار ہوا۔

واقعۂ ششم: بعض اغنیاء حضور میں حاضر ہو کر بڑی دیر تک آپ سے سرگوشی کیا کرتے اور فقراء کو استفادہ کا وقت کم ملتا آپ کو ان لوگوں کا طول جلوس وطول تناجی ناگوار گزرتا اس پر آیت :اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ ...... نازل ہوئی فتح البیان میں زید بن اسلم سے بلا سند نقل کیا ہے کہ یہود و منافقین بلا ضرورت آپ سے سرگوشیاں کرتے مسلمانوں کو اس خیال سے کہ شاید کسی مضرت رساں بات کی سرگوشی ہو ناگوار گزرتا اس پر ان کو اس سے منع کیا گیا جس کا ذکر آیت : نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰی میں ہے مگر وہ جب باز نہ آئے تو یہ حکم نازل ہوا : اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ ...... اس سے اہل باطل بوجہ حب مال وعدم حب دین کے اس سے رک گئے۔ فقیر کہتا ہے کہ یا تو وہ اغنیاء بھی منافقین ہوں گے جیسا ان کے طول جلوس کی ناگواری سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے اور یا مسلمان بھی خلو ذہن کے ساتھ ایسا کرتے ہوں اور یہود و منافقین تحزین مؤمنین اور اپنے ترفع وغیرہ کے لئے ایسا کرتے ہوں۔

واقعۂ ہفتم: جب یہ حکم تقدیم صدقہ کا ہوا تو بہت سے آدمی ضروری بات کرنے سے بھی رک گئے اس پر آیت :ءَاَشْفَقْتُمْ ...... نازل ہوئی فقیر کہتا ہے کہ ہر چند کہ تقدیم صدقہ کے حکم سے ساتھ : فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا ...... میں ناداروں کو رخصت تھی لیکن بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ نہ تو بالکل نادار ہوتے ہیں اور نہ پورے باوسعت وصاحب ثروت ہوتے ہیں گو صاحب نصاب ہوں غالباً ایسوں کو تنگی پیش آئی ہوگی کہ کم وسعتی کی وجہ سے تو خرچ کرنا شاق ہوا اور اپنی ناداری میں بھی شبہ ہوا اسی لئے نہ صدقہ دینے کے نہ اپنے کو محل رخصت سمجھا اور تناجی کوئی عبادت نہ تھی کہ اس کا ترک موجب ملامت ہو سکے **الروایات کلها فی الدر المنثور الا ما صرح فیه بالمنقول عنه** ان اسباب نزول سے فہم تفسیر میں اعانت وسہولت ہوگی اب تفسیر لکھی جاتی ہے ارشاد ہے کہ) کیا آپ نے اس پر نظر نہیں فرمائی (مطلب اوروں کو سنانا ہے جو تناجی منہی عنہ سے باز نہ آتے تھے) کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے (اور اسی میں ان کی تناجی یعنی سرگوشی بھی داخل ہے پس) کوئی سرگوشی تین آدمیوں کی ایسی نہیں ہوتی جس میں چوتھا وہ (یعنی اللہ تعالیٰ) نہ ہو اور نہ پانچ کی (سرگوشی) ہوتی ہے جس میں چھٹا وہ نہ ہو اور نہ اس (عدد) سے کم (میں ہوتی ہے جیسے دو یا چار آدمیوں میں) اور نہ اس سے زیادہ (میں ہوتی ہے جیسے چھ سات آدمیوں میں) مگر وہ (ہر حالت میں) ان لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے (خواہ) وہ لوگ کہیں بھی ہوں پھر ان (سب) کو قیامت کے روز ان کے کئے ہوئے کام بتلا دے گا بے شک اللہ تعالیٰ کو ہر بات کی پوری خبر ہے (اس آیت کا مضمون بعنوان کلی اگلے مضامین جزئیہ کی تمہید ہے یعنی یہ بالباطل سرگوشی کرنے والے خدا سے ڈرتے نہیں کہ خدا کو سب خبر ہے اور ان کو سزا دے گا آگے وہ جزئی مضامین ہیں یعنی) کیا آپ نے ان لوگوں پر نظر نہیں فرمائی جن کو سرگوشی سے منع کر دیا گیا تھا (مگر پھر (بھی) وہ وہی کام کرتے ہیں۔ جس سے ان کو منع کر دیا گیا تھا اور گناہ اور زیادتی اور رسول کی نافرمانی کی سرگوشیاں کرتے ہیں (یعنی ایسی سرگوشی کرتے ہیں) جس میں بوجہ منہی عنہ ہونے کے گناہ لازمی بھی ہے اور بوجہ تحزین مسلمین کے عدوان یعنی ضرر متعدی بھی ہے اور بوجہ اس کے کہ حضور ﷺ منع فرما چکے تھے معصیت رسول بھی ہے جیسا واقعۂ اول و دوم میں بیان ہوا) اور وہ لوگ (ایسے ہیں کہ) جب آپ کے پاس آتے ہیں تو آپ کو ایسے لفظ سے سلام کرتے ہیں جس سے اللہ نے آپ کو سلام نہیں فرمایا (یعنی اللہ تعالیٰ کے الفاظ تو یہ ہیں **وسلم علی المرسلین۔ وسلم علی عبادہ الذین اصطفی۔ صلوا علیه وسلموا تسلیما** اور وہ کہتے ہیں السام علیک) اور اپنے جی میں (یا اپنے آپس میں) کہتے ہیں کہ (اگر یہ پیغمبر ہیں تو) اللہ تعالیٰ ہم کو ہمارے اس کہنے پر (جس میں سراسر آپ کے ساتھ بے ادبی ہے) سزا (فوراً) کیوں نہیں دیتا (جیسا واقعۂ سوم و چہارم میں گزرا آگے ان کے اس فعل کی وعید اور اس قول کا جواب ہے کہ عذاب عاجل بعض حکمتوں کے سبب نہ آنے سے مطلقاً عدم تعذیب لازم نہیں آتی) ان (کی سزا) کے لئے جہنم کافی ہے اس میں یہ لوگ (ضرور) داخل ہوں گے سو وہ برا ٹھکانا ہے (آگے ایمان والوں کو خطاب ہے جس سے منافقین کے ساتھ تشبہ سے ان کو بھی ممانعت ہے اور منافقین کو بھی سنانا منظور ہے کہ تم تو مدعی ایمان ہو تو مقتضائے ایمان پر عمل کرو پس ارشاد ہے کہ) اے ایمان والو جب تم (کسی ضرورت سے) سرگوشی کرو تو گناہ اور زیادتی اور رسول کی نافرمانی کی سرگوشیاں مت

کرو (تفسیر ان الفاظ کی ابھی گزری ہے) اور نفع رسانی اور پرہیزگاری کی باتوں کی سرگوشیاں کرو (بر سے مراد نفع متعدی مقابل عدوان کے اور تقویٰ مقابل اثم معصیت الرسول کے) اور اللہ سے ڈرو جس کے پاس تم سب جمع کئے جاؤ گے ایسی سرگوشی محض شیطان کی طرف سے (یعنی اس کے بہکانے سے) ہے تا کہ مسلمانوں کو رنج میں ڈالے (جیسا واقعۂ اول میں بیان ہوا) اور (آگے ان مسلمانوں کی تسلی ہے کہ رنجیدہ نہ ہوا کریں کیونکہ) وہ (شیطان) بدوں خدا کے ارادہ ان (مسلمانوں) کو ضرر نہیں پہنچا سکتا (مطلب یہ کہ اگر بالفرض وہ باغوائے شیطان تمہارے ضرر ہی کی تدبیریں کر رہے ہوں تب بھی وہ ضرر بدوں مشیت ازلیہ کے تم کو نہیں پہنچ سکتا پھر کیوں فکر میں پڑتے ہو) اور مسلمانوں کو (ہر امر میں) اللہ ہی پر توکل کرنا چاہئے (آگے واقعۂ پنجم کے متعلق حکم ہے اور سابق ولاحق میں مابہ الاشتراک ذم افعال منافقین ونہی مؤمنین عن التشبہ بہم ہے یا سابق ادب تھا خلوت کا اور یہ ادب ہے جلوت کا یا جس طرح نجوی مذکور موجب تکلیف ہے اسی طرح عدم تفسح اور عدم نشوز بھی تکلیف دہ ہے پس ارشاد ہوتا ہے کہ) اے ایمان والو جب تم سے کہا جاوے (یعنی رسول ﷺ فرماویں یا اولی الامر یا واجب الاطاعت لوگوں میں سے کوئی کہے کہ مجلس میں جگہ کھول دو (جس میں آنے والے کو بھی جگہ مل جاوے) تو تم جگہ کھول دیا کرو (اور آنے والے کو جگہ دے دیا کرو) اللہ تعالیٰ تم کو (جنت میں) کھلی جگہ دے گا اور جب (کسی ضرورت سے) یہ کہا جاوے کہ (مجلس سے) اٹھ کھڑے ہو تو اٹھ کھڑے ہوا کرو (خواہ اٹھنے کے لئے اس غرض سے کہا جاوے کہ آنے والے کے لئے جگہ کھل جاوے پھر چاہے بالکل اٹھ جانے سے ہو یا ایک جگہ سے اٹھ کر دوسری جگہ جا بیٹھنے سے ہو اور خواہ اس وجہ سے کہا جاوے کہ صدر مجلس کو اس وقت کسی مصلحت مشورت خاصہ یا کسی ضرورت آرام یا عبادت وغیرہ سے انفراد اور تخلیہ کی حاجت ہو جو بدوں خلوت کے مطلقاً حاصل نہ ہو سکیں یا کامل نہ ہو سکیں پس صدر مجلس کے امر بالقیام سے اٹھ جانا چاہئے اور یہ حکم غیر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی عام ہے کذا فی الروح ودل علیہ قیل پس صاحب مجلس کو حاجت کے وقت اس کی اجازت ہے البتہ آنے والے کو نہ چاہئے کہ کسی کو اٹھا کر اس کی جگہ بیٹھے۔ رواہ الشیخان غرض صدر کے کہنے سے اٹھ بھی کھڑے ہوا کرو) اللہ تعالیٰ (اس حکم کی اطاعت سے) تم میں ایمان والوں کے اور (ایمان والوں میں) ان لوگوں کے (اور زیادہ) جن کو علم (دین) عطا ہوا ہے (اخروی) درجے بلند کر دے گا (یعنی اس امر کے امتثال کرنے والوں کی تین قسمیں ہیں ایک غیر اہل ایمان جو کسی مصلحت دنیویہ سے مان لیں جیسے منافقین وہ تو بقید منکم کے اس وعدہ سے خارج ہیں۔ دوسرے اہل ایمان غیر اہل علم اُن کے لئے نفس رفع درجات سے تیسرے کے اہل ایمان اہل علم چونکہ بوجہ علم ومعرفت کے اُن کے امتثال کا منشاء زیادہ خشیت وزیادہ خلوص ہے جس سے عمل کا ثواب بڑھ جاتا ہے اُن کے لئے مزید رفع درجات ہے کما یدل علیہ التخصیص بعد التعمیم) اور اللہ تعالیٰ کو تمہارے سب اعمال کی پوری خبر ہے (کہ کس کا عمل غیر مقرون بالایمان ہے اور کس کا مقرون بالایمان پھر اس میں کس کے عمل میں کم خلوص ہے اور کس کے عمل میں زیادہ خلوص اس لئے ہر ایک کی جزاوثمرہ میں تفاوت رکھا۔ آگے واقعۂ ششم کے متعلق حکم ہے جو واقعۂ اول ودوم سے مربوط ہے یعنی) اے ایمان والو جب تم رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے سرگوشی (کرنے کا ارادہ) کیا کرو تو اپنی اُس سرگوشی سے پہلے کچھ خیرات (مساکین کو) دے دیا کرو (جس کی مقدار آیت میں منصوص نہیں اور روایت میں مختلف مقداریں آئی ہیں ظاہراً غیر مقدر معلوم ہوتا ہے لیکن معتد بہ ہونا ضرور ہے) یہ تمہارے لئے (ثواب حاصل کرنے کے واسطے) بہتر ہے اور (گناہوں سے) پاک ہونے کا اچھا ذریعہ ہے (کیونکہ طاعت سے تکفیر سیئات ہوتی ہے یہ مصلحت تو باعتبار اغنیاء مؤمنین کے ہے اور فقراء مؤمنین کے اعتبار سے یہ ہے کہ اُن کو نفع مالی پہنچے گا جیسا صدقہ دال ہے کہ اس کے مصارف وہی ہیں اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتبار سے یہ ہے کہ اس میں آپ کی اجلال شان ہے اور منافقین ومترفین کی تناجی سے جو آپ کو اذیت ہوتی تھی اس سے نجات اور استراحت ہے کیونکہ اُن کو ضرورت تو تناجی کی تھی نہیں اور بے ضرورت محض محبت سے خرچ کرنا اُن کو ازحد شاق تھا اور وہ غالباً یہ صدقہ علانیہ ہو گا ورنہ ہر شخص دعویٰ تقدیم صدقہ کا کر سکتا آگے فرماتے ہیں کہ یہ حکم تو مقدور کی حالت میں ہے) پھر اگر تم کو (صدقہ دینے کی) مقدور نہ ہو (اور ضرورت پڑے تناجی کی) تو اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے (اس صورت میں اُس نے تم کو معاف کر دیا اس سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم صدقہ کا واجب تھا اور ناداری کی صورت میں باوجود عدم وجوب کے لفظ مغفرت فرمانا جو موہم ہے گناہ کو غالباً اس وجہ سے ہے کہ عدم وجدان مال بمعنی عدم وجدان اکثر من الحوائج امر اجتہادی ہے اس کے اندازہ کرنے میں غلطی ہو سکتی ہے لہٰذا مغفرت سے تسلی کر دی اور ہر چند کہ یہ حکم عام تھا لیکن خطاب میں یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اس لئے فرمایا کہ منافقین بھی مدعی ایمان تھے آگے واقعۂ ہفتم کے متعلق جو کہ واقعۂ ششم سے مربوط ہے ارشاد ہے کہ) کیا تم (یعنی تم میں کے بعض جن کا بیان واقعۂ ہفتم کے ذیل میں ہوا ہے) اپنی سرگوشی کے قبل خیرات دینے سے ڈر گئے سو (خیر) جب تم (اس کو) نہ کر سکے اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے حال پر عنایت فرمائی (کہ بالکل اُس کو منسوخ کر کے معاف فرما دیا جس کی حکمت ظاہر ہے کہ جس مصلحت کے واسطے یہ حکم واجب ہوا تھا وہ مصلحت حاصل ہو گئی کیونکہ مصلحت سد باب تھی جو بعد نسخ بھی باقی رہے گی کیونکہ پھر عود الی التناجی میں منافقین ومترفین پر اعتراض وشبہ تطاول کا صریح لازم آتا ہے غرض ارشاد ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اس کو منسوخ فرما دیا) تو تم (دوسری عبادات مامور بہا کے پابند رہو یعنی) نماز کے پابند رہو اور زکوٰۃ دیا کرو اور اللہ ورسول کا کہنا مانا کرو (مطلب یہ کہ اس کے نسخ کے بعد تمہارے قرب وقبول ونجات کے لئے

احکام باقیہ پر استقامت و استدامت ہی کافی ہے) اور اللہ کو تمہارے سب اعمال کی (اور ان کی حالت ظاہری و باطنی کی) پوری خبر ہے۔

ف: یہ جو ارشاد فرمایا کہ: إِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْإِثْمِ ...... اگر اس پر یہ شبہ ہو کہ منافقین بھی دعویٰ کر سکتے کہ ہم بھی بر و تقویٰ کی تناجی کیا کرتے ہیں کیونکہ دونوں تناجی کی صورت میں کوئی امتیاز نہیں جواب یہ ہے کہ بر اور تقویٰ کے متعلق مضامین قابل تناجی و اخفاء کے بہت کم ہیں پس ایسی تناجی اقل قلیل واقع ہوگی بخلاف ضرر رسانی کے کہ اس میں تناجی بکثرت ہوتی ہے۔ پس یہی ایک امتیاز کافی ہے اس لئے وہ دعویٰ مذکورہ نہیں کر سکتے و نیز دوسرے قرائن خارجیہ بھی ممیز ہوتے ہیں مثل خصوصیات احوال اہل تناجی وغیرہ۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ دلیل ہے تخلیہ میں گفتگو کے جواز کی کسی مصلحت سے صوفیہ کے تناجی فی التعلیم کی بھی اس میں اصل ہے۔ قولہ تعالیٰ: إِذَا قِيلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوا فِي الْمَجَالِسِ اپنے عموم سے بعض آداب مجلس افادہ شخص پر بھی دال ہے قولہ تعالیٰ: يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا (الی قولہ تعالی) دَرَجَاتٍ اس میں دلالت ہے اصحاب شیخ کے عوام و خواص کے تفاوت درجات کی رعایت پر مگر اس کا مدار رائے شیخ پر ہے نہ کہ رائے اصحاب پر قولہ تعالیٰ: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ...... اپنی علت سے اس پر دال ہے کہ شیخ سے سرگوشی کرنا امر عظیم ہے بلا حاجت اس کی درخواست و جرأت نہ کرے قولہ تعالیٰ: أَأَشْفَقْتُمْ أَنْ تُقَدِّمُوا اس میں اس شخص کی تسلی ہے جو انفاق پر قادر نہ ہو اور اس کے عموم میں وہ بھی داخل ہے جو شیخ کو ہدیہ نہ دے سکے شیخ کو اس کی تسلی کر دینا زیبا ہے۔

فائدہ: فی الروح قال معظم السلف فی قوله عزوجل رابعهم و سادسهم ومعهم ان المراد به كونه تعالیٰ كذلك بحسب العلم مع انهم الذين لا يؤولون وكانهم لم يعدوا ذلك تاويلا لغاية ظهوره واحتفافه بما يدل عليه دلالة لاخفاء فيها۔ ويعلم من هذان ما شاع من ان السلف لا يؤولون ليس علىٰ اطلاقه ۱۲۔

اللغات: النجوى ان خصص النجوى بما كان اكثر من اثنين كما قاله ابن سراقة فتسمية ما بين الاثنين نجوى كما يقتضيه العطف بقوله ولا ادنىٰ توسع وتجوز ۱۲۔

النحو: ما يكون من كان التامة ومن زائدة له وفاعله نجوىٰ والاستثناء مفرغ من اعم الاحوال ۱۲۔

البلاغة: قوله ثلثة الا هو رابعهم الخ تخصيص الثلاثة والخمسة بالذكر لانه قصد ان يذكر ما جرت به العادة من اعداد اهل النجوى والجالسين فی خلوة للشورى والمنتديون لذلك انما هم طائفة مجتباة من اولی الاحلام والنهی واول عددهم الاثنان فصاعد الیٰ خمسة الی ستة الیٰ ما اقتضته الحال وحكم به الاستصواب فذكر عزوجل الثلاثة والخمسة وقال سبحانهٗ ولا ادنیٰ من ذلك فدل على الاثنين والاربعة وقال تعالیٰ ولا اكثر فدل على ما يلی هذا العدد ويقارب به ولما او ثرت الثلاثة جئ بالخمسة لتناسب الوترين ملخصًا من الروح قوله تتناجون بمالاثم والعدوان ومعصية الرسول ذكره عليه السلام بعنوان الرسالة بين الخطابين المتوجهين اليه صلى الله عليه وسلم لزيادة تشنيعهم واستعظام معصيتهم ۱۲۔ قوله فی المجالس فی قراء ة فی المجلس على ارادة الجنس لقراء ة الجمع اولا رادة العهد والمراد به مجلسه ﷺ والجمع لقراء لتعدده باعتبار من يجلس معه ﷺ فان لكل احد منهم مجلسا او على ارادة تعميم المجلس قوله صدقة جی بالمفرد اولاد الجمع ثانيا لان الاول مقام الامر بها فناسب التع التعبير بما يهون على النفس والثانی مقام الاشفاق فناسب التعبير بما يشق على النفس و يصح الافراد بارادة الجنس والجمع بارادة تعدد الفاعل وانما كان الذی ذكر اولا هو النكتة ۱۲۔

فائدہ: فی الروح قال معظم السلف فی قوله عزوجل رابعهم و سادسهم و معهم ان المراد به كونه تعالیٰ كذلك بحسب العلم مع انهم الذين لا يؤولون و كانهم لم يعدوا ذلك تاويلا لغاية ظهوره واحتفافه بما يدل عليه دلالة لاخفاء فيها و يعلم من هذان ما شاع من ان السلف لا يؤولون ليس علىٰ اطلاقه ۱۲۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مَا هُمْ مِنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ وَيَحْلِفُونَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿۱۴﴾ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا إِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۵﴾ اتَّخَذُوا أَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ فَلَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ ﴿۱۶﴾ لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿۱۷﴾

يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ ۭ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ۞ اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰىهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ۭ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۞ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَاۗدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اُولٰۗىِٕكَ فِي الْاَذَلِّيْنَ ۞ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۞ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَاۗدُّوْنَ مَنْ حَاۗدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَاۗءَهُمْ اَوْ اَبْنَاۗءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ۭ اُولٰۗىِٕكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ۭ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۭ اُولٰۗىِٕكَ حِزْبُ اللّٰهِ ۭ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۞

کیا ان لوگوں پر آپ نے نظر نہیں فرمائی جو ایسے لوگوں سے دوستی کرتے ہیں جن پر اللہ نے غضب کیا ہے یہ (منافق) لوگ نہ تو (پورے پورے) تم میں ہیں اور نہ ان ہی میں ہیں اور جھوٹی بات پر قسمیں کھا جاتے ہیں اور وہ خود (بھی) جانتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لئے سخت عذاب مہیا کر رکھا ہے (کیونکہ) بے شک وہ برے برے کام کیا کرتے تھے انہوں نے اپنی قسموں کو (اپنے بچاؤ کے لئے) سپر بنا رکھا ہے پھر خدا کی راہ سے روکتے رہتے ہیں سو (اس وجہ سے) ان کے لئے ذلت کا عذاب ہونے والا ہے ان کے اموال اور اولاد اللہ کے عذاب سے ان کو ذرا نہ بچا سکیں گے اور یہ لوگ دوزخی ہیں وہ لوگ اس میں ہمیشہ رہیں گے جس روز اللہ ان سب کو دوبارہ زندہ کرے گا سو یہ اس کے سامنے بھی (جھوٹی) قسمیں کھاویں گے جس طرح تمہارے سامنے قسمیں کھا جاتے ہیں اور یوں خیال کریں گے کہ ہم کسی اچھی حالت میں ہیں خوب سن لو یہ لوگ بڑے ہی جھوٹے ہیں ان پر شیطان نے پورا تسلط کر لیا ہے سو اس نے ان کو خدا کی یاد بھلا دی یہ لوگ شیطان کا گروہ ہیں خوب سن لو کہ شیطان کا گروہ ضرور برباد ہونے والا ہے۔ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں یہ لوگ سخت ذلیل لوگوں میں ہیں اور اللہ تعالیٰ نے یہ بات (اپنے حکم ازلی میں) لکھ دی ہے کہ میں اور میرے پیغمبر غالب رہیں گے بے شک اللہ تعالیٰ قوت والا غلبہ والا ہے جو لوگ اللہ پر اور قیامت کے دن پر (پورا پورا) ایمان رکھتے ہیں آپ ان کو نہ دیکھیں گے کہ وہ ایسے شخصوں سے دوستی رکھتے ہیں جو اللہ اور رسول کے برخلاف ہیں گو وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبہ ہی کیوں نہ ہوں ان لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان ثبت کر دیا ہے اور ان (قلوب) کو اپنے فیض سے قوت دی ہے (فیض سے مراد نور ہے) اور ان کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگا اور وہ اللہ سے راضی ہوں گے یہ لوگ اللہ تعالیٰ کا گروہ ہے خوب سن لو کہ اللہ تعالیٰ ہی کا گروہ فلاح پانے والا ہے۔

تفسیر ربط: تقریر اُس کی اُس سے اوپر کی آیات کی تمہید گزر چکی ہے۔

تتمۂ ذم و وعید منافقین و اتمامش بر مدح و وعد مؤمنین: اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ۭ (الی قولہ تعالی) اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۞ کیا آپ نے لوگوں پر نظر نہیں فرمائی جو ایسے لوگوں سے دوستی کرتے ہیں جن پر اللہ نے غضب کیا ہے (پہلے لوگوں سے مراد منافقین ہیں اور دوسرے ان لوگوں سے مراد یہود و جمیع کفار مجاہرین اور منافقین چونکہ یہودی تھے اس لئے ان کی دوستی یہود سے اور اسی طرح اور کفار سے بھی مشہور اور معلوم ہے) یہ (منافق) لوگ نہ تو (پُورے پُورے) تم میں ہیں اور نہ (پُورے پُورے) اُن ہی میں ہیں (بلکہ ظاہر میں تو تم سے ملے ہوئے ہیں اور باطناً و عقیدۃً کفار کے ساتھ ہیں) اور جھوٹی بات پر قسمیں کھا جاتے ہیں (وہ جھوٹی بات یہی ہے کہ ہم مسلمانوں میں شامل ہیں کقولہ تعالیٰ: وَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ ۭ وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ [التوبۃ: ۵۶]) اور وہ (خود بھی) جانتے ہیں (کہ ہم جھوٹے ہیں آگے اُن کے لئے وعید ہے) اللہ تعالیٰ نے اُن کے لئے سخت عذاب مہیا کر رکھا ہے (کیونکہ) بے شک وہ بُرے بُرے کام کیا کرتے تھے (چنانچہ کفر و نفاق سے بدتر کون سا کام ہوگا اور ان ہی بُرے کاموں میں سے ایک بُرا کام یہ ہے کہ اُنہوں نے اپنی (ان جھوٹی) قسموں کو (اپنے بچاؤ کے لئے) سپر بنا رکھا ہے (جس میں مسلمان ہم کو مسلمان سمجھ کر ہماری جان و مال سے تعرض نہ کریں) پھر (اوروں کو بھی) خدا کی راہ (یعنی دین) سے روکتے رہتے ہیں (یعنی بہکاتے رہتے ہیں) سو (اس وجہ سے) اُن کے لئے ذلت کا عذاب ہونے والا ہے (یعنی وہ عذاب جیسا شدید ہوگا کما مر ایسا ہی مہین بھی ہوگا اور جب وہ عذاب ہونے لگے گا تو) اُن کے اموال اور اولاد اللہ (کے عذاب) سے اُن کو ذرا نہ بچا سکیں گے (اور) یہ دوزخی لوگ ہیں (اس میں تعیین فرما دی اُس عذاب شدید و مہین کی کہ دوزخ ہے اور) وہ لوگ اُس (دوزخ) میں ہمیشہ رہنے والے ہیں (آگے وقت عذاب کا بتلاتے ہیں کہ وہ عذاب اُس روز ہوگا) جس روز اللہ تعالیٰ ان سب کو (مع) دیگر مخلوقات کے) دوبارہ زندہ کرے گا سو یہ اُس کے روبرو بھی (جھوٹی) قسمیں کھاویں گے جس طرح تمہارے سامنے قسمیں کھا جاتے ہیں (جیسا مشرکین کی جھوٹی قسم قیامت کے دن اس آیت میں مذکور ہے: وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا

مُشْرِكِيْنَ [الأنعام : ٢٣])اور یوں خیال کریں گے کہ ہم کسی اچھی حالت میں ہیں (کہ اس جھوٹی قسم کی بدولت بچ جاویں گے) خوب سُن لو یہ لوگ بڑے ہی جھوٹے ہیں (کہ خدا کے سامنے بھی جھوٹ بولنے سے نہ چوکے اور اُن کی جو حرکات اوپر مذکور ہیں وجہ اُس کی یہ ہے کہ)ان پر شیطان نے پُورا تسلط کرلیا ہے (کہ اُس کے اضلال پرعمل کررہے ہیں) سو اُس نے اُن کو خدا کی یاد بھلا دی (یعنی اس کے احکام کو چھوڑ بیٹھے واقعی) یہ لوگ شیطان کا گروہ ہے خوب سُن لو کہ شیطان کا گروہ ضرور برباد ہونے والا ہے (آخرت میں تو ضرور اور گاہے دُنیا میں بھی اور اُن کی یہ حالت کیوں نہ ہو کہ یہ اللہ اور رسول کے مخالف ہیں اور قاعدۂ کُلیہ ہے کہ) جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں یہ لوگ (اللہ کے نزدیک) سخت ذلیل لوگوں میں ہیں (جب اللہ کے نزدیک ذلیل ہیں تو آثار مذکورہ کا ترتب کیا مستبعد ہے اور جس طرح خدا تعالیٰ نے اُن کے لئے ذلت تجویز فرما رکھی ہے اسی طرح مطیعین کے لئے عزت کیونکہ وہ لوگ اللہ اور رسولوں کے متبع ہیں اور) اللہ تعالیٰ نے یہ بات اپنے (حکم ازلی میں) لکھ دی ہے کہ میں اور میرے پیغمبر غالب رہیں گے (جو کہ حقیقت ہے عزت کی مقصود یہاں غلبہ بیان کرنا انبیاء کا ہے اپنا ذکر تشریف انبیاء کے لئے فرمادیا پس جب رُسل ذی عزت ہیں تو اُن کے متبعین بھی اور معنی غلبہ کے سورۂ مائدہ آیت :فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ [المائدة : ٥٦] اور سورۂ مؤمن آیت :لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا ...... [المؤمن : ٥١] کے ذیل میں گزر چکے ہیں) بے شک اللہ تعالیٰ قوت والا غلبہ والا ہے (اس لئے وہ جس کو چاہے غالب کردے آگے دوستی کفار میں منافقین کے حال کے خلاف اہل ایمان کا حال بیان فرماتے ہیں کہ) جو لوگ اللہ پر اور قیامت کے دن پر (پورا پورا) ایمان رکھتے ہیں آپ اُن کو نہ دیکھیں گے کہ وہ ایسے شخصوں سے دوستی رکھیں جو اللہ اور رسول کے برخلاف ہیں گو اُن کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبہ ہی کیوں نہ ہو اُن لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان ثبت کردیا ہے اور اُن کے (قلوب) کو اپنے فیض سے قوت دی ہے (فیض سے مراد نُور یعنی مقتضائے ہدایت پر ظاہراً عمل و باطناً سکون وہو المذکور فی قولہ تعالیٰ :فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ [الزمر : ٢٢] چونکہ یہ سبب ہے زیادۃ حیات معنویہ کا اس لئے اُس کو روح سے تعبیر فرمایا یہ دولت اُن کو دنیا میں ملی کقولہ تعالیٰ :اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ [البقرة : ٥]) اور (آخرت میں ان کو یہ نعمت ملے گی کہ) اُن کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہوگا اور وہ اللہ سے راضی ہوں گے یہ لوگ اللہ کا گروہ ہے خوب سن لو کہ اللہ ہی کا گروہ فلاح پانے والا ہے (کقولہ تعالیٰ : وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ [ایضا] بعد قولہ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ [ایضا])۔

ف: کفار سے دوستی رکھنے کی تحقیق سورۂ آل عمران آیت :لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ [آل عمران : ٢٨] کے ذیل میں گزر چکی ہے الحمد للہ کہ تفسیر سورۂ مجادلہ کی ختم ہوئی آگے تفسیر سورۂ حشر کی آتی ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ میں کہتا ہوں کہ جب تم کو نسیان محسوس ہو شیطان کے غلبہ کا اثر سمجھ کر ذکر سے تدارک کرو۔ قولہ تعالیٰ :لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ اس میں دلالت ہے کہ محبت الٰہیہ کے لوازم میں سے ہے کہ اُس کے ساتھ مخالفت کرنے والے سے اس کو نفرت ہوگی۔ قولہ تعالیٰ :وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ یہ روح نُور قلب ہے جس کو سکینہ اور نسبت بھی کہتے ہیں چونکہ اس سے قلب کی حیات ہے اس لئے روح فرمایا گیا ۱۲۔ سورۂ مجادلہ تمام ہوئی۔

اللغات: استحوذ الحوذ فی الاصل السوق والجمع وقید بعضهم بالسریع ثم اطلق علی الاستیلاء ومنه الا حوذی للمشمر فی الامور القاهر لها الذی لا یشذ عنه منها شئ وهو مما جاء علی الاصل فی عدم اعلاله علی القیاس ۱۲۔

سُورَةُ الحَشْر

سُورَةُ الحَشْرِ ۵۹ مَدَنِيَّةٌ ۱۰۱ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ۲۴ رُكُوْعَاتُهَا ۳

سورۃ الحشر مدینہ میں نازل ہوئی — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اس میں ۲۴ اور ۳ رکوع ہیں

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۱ هُوَ الَّذِيْٓ اَخْرَجَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مِنْ دِيَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ ؕ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ يَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا ۖ وَقَذَفَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ يُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَاَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۗ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ ۝۲ وَلَوْلَآ اَنْ كَتَبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمُ الْجَلَآءَ لَعَذَّبَهُمْ فِي الدُّنْيَا ؕ وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ۝۳ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَآقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝۴ مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِيَ الْفٰسِقِيْنَ ۝۵

وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں سب جو کچھ کہ آسمانوں اور زمین میں (مخلوقات) ہیں (خواہ زبان حال سے یا قال سے) اور وہ زبردست (اور) حکمت والا ہے وہی ہے جس نے (ان) کفار اہل کتاب (یعنی بنونضیر) ان کے گھروں سے پہلی بار اکٹھا کر کے نکال دیا تمہارا گمان بھی نہ تھا کہ وہ (کبھی اپنے گھروں سے) نکلیں گے اور (خود) انہوں نے یہ گمان کر رکھا تھا کہ ان کے قلعے ان کو اللہ سے بچالیں گے سو ان پر خدا (کا عتاب) ایسی جگہ سے پہنچا کہ ان کو خیال بھی نہ تھا اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا کہ اپنے گھروں کو خود اپنے ہاتھوں سے اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے بھی اجاڑ رہے تھے سو اے دانش مندو (اس حالت کو دیکھ کر) عبرت حاصل کرو اور اگر اللہ تعالیٰ ان کی قسمت میں جلاوطن ہونا نہ لکھ چکتا تو ان کو دنیا ہی میں قتل کی سزا دیتا اور ان کے لئے آخرت میں دوزخ کا عذاب (تیار) ہے یہ اس سبب سے ہے کہ ان لوگوں نے اللہ کی اور اس کے رسولوں کی مخالفت کی ہے اور وہ جو شخص اللہ کی مخالفت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو سخت سزا دینے والا ہے جو کھجوروں کے درخت تم نے کاٹ ڈالے یا ان کو ان کی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا سو (دونوں باتیں) خدا ہی کے حکم (اور رضا) کے موافق ہیں اور تاکہ کافروں کو ذلیل کرے۔

سورة الحشر مدنية وآيها اربع وعشرون كذا في البيضاوي۔

تفسیر ربط: اوپر کی سورت کے اکثر حصہ اخیرہ میں منافقین کی مذمت اور اُن کا یہود سے دوستی رکھنا مذکور تھا اس سورت کے اکثر حصہ اولیہ میں یہود کی بعض عقوبت اور منافقین کی دوستی اُن کے کام نہ آنا مذکور ہے اور بمناسبت خصوصیت عقوبت مذکورہ کے کہ جلاء وطنی ہے درمیان میں بعض احکام فئی کے بیان کر دیئے گئے اور اخیر حصہ میں مسلمانوں کو امثال افعال کفار مذکورین سے تنفیر و تحذیر کی غرض سے تہیۂ آخرت اور مخالفت احکام الٰہیہ سے بچنے کا امر اور اس امر کی تقویت و تاکید کے لئے اپنی صفات جلال و جمال بیان فرمائیں پس اخیر کے حصہ میں من وجہ تفصیل بھی ہوگئی اجمال فَاعْتَبِرُوْا...... کی اور قصہ ان یہود کا اس طرح ہوا کہ جب حضور ﷺ مدینہ طیبہ میں تشریف لائے تو یہود سے معاہدہ صلح کا ہو گیا منجملہ اُن کے ایک قبیلہ بنی نضیر تھا اور اُن سے بھی صلح تھی اور یہ لوگ مدینہ سے دو میل پر رہتے تھے ایک بار آپ وہاں خون بہا کی اعانت میں اُن کو شریک کرنے کے لئے تشریف لے گئے جس کا واقعہ یہ ہوا تھا کہ عمر بن امیہ ضمری کے ہاتھ سے دو خون ہو گئے تھے اُس میں خون بہا ادا کرنا تھا آپ اس لئے تشریف لے گئے کہ اگر یہ لوگ بھی چندہ میں شریک ہونا چاہیں تو ہو جاویں اُنہوں نے آپ کو ایک

جگہ بتلا دیا کہ ہم اس کا انتظام کئے دیتے ہیں اور باہم خفیہ مشورہ کیا کہ کوئی شخص اونچے ٹیلے پر چڑھ کر یہ پتھر چکی کا آپ پر چھوڑ دے کہ آپ (ﷺ) کا کام تمام ہو جاوے فوراً وحی سے آپ کو معلوم ہو گیا آپ وہاں سے اُٹھ آئے اور کہلا بھیجا کہ تم نے نقض عہد کیا ہے دس روز کی تم کو مہلت ہے اس مدت کے اندر اندر جہاں چاہو چلے جاؤ ورنہ جو شخص اس مدت کے بعد نظر آوے گا اُس کی گردن ماری جاوے گی اُنہوں نے چلے جانے کا ارادہ کیا تو عبداللہ بن ابی منافق نے ان کے پاس کہلا بھیجا کہ تم کہیں مت جاؤ میرے ساتھ دو ہزار آدمیوں کی جمعیت ہے اپنی جان دے دیں گے اور تم پر آنچ نہ آنے دیں گے اور روح میں ابن اسحٰق وغیرہ سے عبداللہ کے ساتھ ودیعہ بن مالک وسوید وداعس کا نام بھی نقل کیا ہے، وہ لوگ ان کے کہنے میں آ گئے اور آپ کے پاس کہلا بھیجا کہ ہم کہیں نہیں جاتے جو آپ سے ہو سکے کر لیجئے آپ صحابہؓ کے ساتھ چلے وہ لوگ قلعہ بند ہو گئے اور منافقین مُونہہ چھپا کر بیٹھ رہے آپ نے ان کا محاصرہ کر لیا اور اُن باغوں کے درخت جلوا دیئے کٹوا دیئے آخر تنگ ہو کر اُنہوں نے نکل جانا منظور کیا آپ نے فرمایا کہ جتنا اسباب لے جاسکو لے جانے کی اجازت ہے بجز ہتھیار کے غرض وہ لوگ کچھ شام کو کچھ خیبر کو نکل گئے اور مارے حسد وحرص کے اپنے گھروں کی چوکھٹ بازو کڑیاں تختے تک لادلا کر لے گئے اور یہ قصہ بعد بدر کے ربیع الاول ۴ھ میں ہوا پھر حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت میں اُن کو مع دیگر یہود کے ملک شام کی طرف نکال دیا یہ دونوں جلاء وطنی حشر اول وحشر ثانی کہلاتی ہیں کذا فی زاد المعاد وغیرہ اور تمہید کے طور پر تسبیح سے افتتاح مضمون کیا گیا۔

افتتاح بتسبیح رب قدیر و قصۂ اخراج بنی النضیر : بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ (الی قولہ تعالٰی) وَلِیُخْزِیَ الْفٰسِقِیْنَ۝۵ ۔ اللہ کی پاکی بیان کرتے ہیں سب جو کچھ آسمانوں اور زمین میں (مخلوقات) ہیں (خواہ قالاً خواہ حالاً) اور وہ زبردست (اور) حکمت والا ہے (چنانچہ اُس کی علوشان اور قدرت اور حکمت کا ایک اثر یہ ہے کہ) وہی ہے جس نے (ان) کفار اہل کتاب (یعنی بنی نضیر) کو اُن کے گھروں سے پہلی ہی بار اکٹھا کر کے نکال دیا (یعنی بقول زہری اس کے قبل اُن پر یہ مصیبت واقع نہ ہوئی تھی یہ مصیبت ان پر اول ہی بار آئی ہے جو ان کی حرکات شنیعہ کا ثمرہ ہے اور اس میں ایک لطیف اشارہ ہے ایک پیشین گوئی کی طرف کہ ان کے لئے پھر بھی ایسا اتفاق ہوگا چنانچہ دوبارہ حضرت عمرؓ نے تمام یہود کو جزیرۂ عرب سے نکال دیا **کذا فی الخازن** اور اشارہ کو لطیف اس لئے کہا گیا کہ لفظ اول ہمیشہ مقتضی نہیں ہوتا وقوع ثانی کو چنانچہ بولتے ہیں فلاں عورت کے پہلی ہی بار بچہ پیدا ہوا ہے آگے اس کے اخراج کے اثر قدرت وغلبہ ہونے کی تقریر ہے کہ اے مسلمانو! ان کا سامان وشوکت دیکھ کر) تمہارا گمان بھی نہ تھا کہ وہ (کبھی اپنے گھروں سے) نکلیں گے اور (خود) اُنہوں نے یہ گمان کر رکھا تھا کہ اُن کے قلعے اُن کو اللہ (کے انتقام) سے بچالیں گے (یعنی اپنے قلعوں کے استحکام پر ایسے مطمئن تھے کہ اُن کے دل میں انتقام غیبی کا خطرہ بھی نہ آتا تھا پس اُن کی حالت مشابہ اُس شخص کے تھی جس کا یہ گمان ہو کہ اُن کے قلعے اللہ سے بچالیں گے اور اگر بنی نضیر کے قلعے متعدد نہ ہوں تو حُصُوْنُهُمْ کی ضمیر مطلق یہود کی طرف ہوگی اور اَنَّهُمْ کی ضمیر بھی اور صرف ظَنُّوْٓا کی ضمیر بنی نضیر کی طرف ہو جاوے گی یعنی بنی نضیر کا یہ خیال تھا کہ سب یہود کو اُن کے قلعے حوادث سے بچالیں گے ان سب یہود میں یہ بھی آ گئے کہ اپنے قلعہ کو اپنا محافظ سمجھتے تھے) سو اُن پر خدا (کا عقاب) ایسی جگہ سے پہنچا کہ اُن کو خیال (اور گمان) بھی نہ تھا (مراد اس جگہ سے یہ ہے کہ مسلمانوں کے ہاتھوں نکالے گئے جن کی بے سروسامانی پر نظر کر کے اس کا احتمال بھی نہ ہوتا تھا کہ یہ بے سامان ان باسامانوں پر غالب آجاویں گے) اور اُن کے دلوں میں (اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کا) رُعب ڈال دیا کہ (اُس رعب کی وجہ سے نکلنے کا قصد کیا اور اُس وقت یہ حالت تھی کہ) اپنے گھروں کو خود اپنے ہاتھوں سے بھی اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے بھی اجاڑ رہے تھے (یعنی خود بھی کڑی تختہ لے جانے کے واسطے اپنے مکانوں کو منہدم کرتے تھے اور مسلمان بھی اُن کے قلب کو صدمہ پہنچانے کے واسطے منہدم کرتے تھے اور مسلمانوں کے منہدم کرنے کو ان کی طرف سے منسوب کیا کہ سبب اس انہدام کا اصل میں نقض عہد ہے اور فعل یہود کا ہے پس اسناد الی السبب ہو گئی اور مسلمانوں کا ہاتھ بمنزلہ آلہ کے ہو گیا) سو اے دانشمندو (اس حالت کو دیکھ کر) عبرت حاصل کرو (کہ انجام خدا اور رسول کی مخالفت کا بعض اوقات دنیا میں بھی نہایت بُرا ہوتا ہے) اور اگر اللہ تعالیٰ اُن کی قسمت میں جلاء وطن ہونا نہ لکھ چکتا تو اُن کو دُنیا ہی میں (قتل کی) سزا دیتا (جس طرح اُن کے بعد بنی قریظہ کے ساتھ معاملہ کیا گیا) اور (گو دُنیا میں عذاب قتل سے بچ گئے لیکن) اُن کے لئے آخرت میں دوزخ کا عذاب (تیار) ہے (اور) یہ (سزائے جلاء وطنی دُنیا میں اور سزائے نار آخرت میں) اس سبب سے ہے کہ ان لوگوں نے اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور جو شخص اللہ کی مخالفت کرتا ہے (کہ وہی مخالفت رسول کی بھی ہے) تو اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے (یہ مخالفت دو طرح ہوئی ایک نقض عہد سے جس سے کہ یہ سزائے جلاوطنی ہوئی اور دوسرے عدم ایمان سے جو سبب عذاب نار کے ہے۔ آگے یہود کے ایک طعن کا جواب ہے جو درختوں کے کاٹنے اور جلانے کے باب میں کیا تھا کہ یہ فساد ہے اور فساد مذموم ہے **کذا فی الدر** ونیز بعض مسلمانوں نے باوجود اجازت کے یہ سمجھ کر کہ ترک جائز ہے اور آخر میں یہ درخت مسلمانوں ہی کے ہوں گے تو اُن کا رہنا ہی بہتر ہے نہیں کاٹے اور بعض نے یہ سمجھ کر کہ یہود کا دل دُکھے گا کاٹ دیئے کذا فی الدر۔ جواب کے ساتھ ان دونوں فعل کی بھی تصویب ہے پس ارشاد ہے کہ) جو کھجوروں کے درخت تم نے کاٹ ڈالے (اسی طرح جو جلا دیئے) یا

اُن کو اُن کی جڑوں پر (بحالہا) کھڑا رہنے دیا سو (دونوں باتیں) خدا ہی کے حکم (اور رضا) کے موافق ہیں (تا کہ مسلمانوں کو عزت دے) اور تا کہ کافروں کو ذلیل کرے (یعنی دونوں فعلوں میں مصلحت ہے چنانچہ ترک میں بھی مسلمانوں کی ایک کامیابی اور کفار کو غیظ میں ڈالنا ہے کہ یہ مسلمان اس کو برتیں گے اور قطع وحرق بھی مسلمانوں کی دوسری کامیابی یعنی ظہور آثار غلبہ اور کفار کو غیظ میں ڈالنا ہے کہ مسلمان ہماری چیزوں میں کیسے تصرفات کر رہے ہیں پس دونوں امر جائز اور بوجہ تضمن حکمت کے کوئی قبیح نہیں)۔

ف: مسئلہ: اہل حرب کے اموال کا احراق یا افساد وقطع اشجار وغیرہ جب اس میں مصلحت ہو جائز ہے۔ کذا فی الهداية والروح وغيرهما۔

مسئلہ: کفار کے جلاء وطن کر دینے کو روح المعانی میں ابتدائے اسلام میں مشروع اور اب منسوخ کہا ہے اور ہدایہ میں بحث فئی میں لکھا ہے الاراضی التی اجلوا عنها اهلها جس سے اس حکم کا بقاء معلوم ہوتا ہے احقر کے نزدیک یہ ہے کہ جن لوگوں نے اس کو داخل من سمجھا ہے منسوخ کہا ہے اور جنہوں نے جائز کہا ہے غالباً مثل اس کے سمجھا ہے کہ کفار مقابلہ کے وقت بھاگنے لگیں اور کسی مصلحت سے اُن کا تعاقب نہ کیا جاوے کہ یہ جائز ہے مثل صلح کے فقط۔

رَبْطُ مَسَائِلِ السُّلُوكِ: (سورۃ الحشر) قولہ تعالیٰ: مَا ظَنَنْتُمْ (الی قوله تعالی) لَمْ يَحْتَسِبُوا اس میں دلالت ہے اس پر کہ تدبیرات میں مستقل تاثیر نہیں اور عارفین کا گویا یہ ایک حال ہے۔ قولہ تعالیٰ: فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ عبرت کی حقیقت ہے رد الشئی الی نظیرہ اور اس کے عموم میں صوفیہ کی تاویلات قرآن وحدیث کی بھی داخل ہو گئیں بقید خاص شرائط کے۔ قولہ تعالیٰ: مَا قَطَعْتُمْ ...... یہ اس پر دال ہے کہ اختلاف مسلک جب کہ شرعی حد کے اندر اور خلوص سے ہو مضر نہیں اس میں صوفیہ کے مسالک کا اختلاف بھی آ گیا پس ایک کو دوسرے پر عیب لگانے کا حق نہیں۔

اَللُّغَاتُ: لاول الحشر اللام للوقت الجلاء الاخراج او الخروج يقال جلوا عنها ويقال ايضا جلاهم ۱۲۔ لينة النخلة من اللون او من اللين كذا فى الروح ۱۲۔

اَلْبَلَاغَةُ: قوله قطعتم ولم يتعرض للتحريق لانه فى معنى القطع فاكتفى به واما التعرض للترك مع انه ليس بفساد عندهم ايضا فلتقرير عدم كون القطع فساد النظمة فى مسلك ما ليس بفساد ايذانا بتساويهما فى ذلك ۱۲۔

وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ۝۶ مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ كَیْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ؕ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝۷ لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝۸ وَالَّذِيْنَ تَبَوَّءُو الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِیْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ؕ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۹ وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝۱۰

اور جو کچھ اللہ نے اپنے رسول کو ان سے دلوایا سو تم نے اس پر نہ گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ لیکن اللہ تعالیٰ (کی عادت ہے کہ) اپنے رسولوں کو جس پر چاہے (خاص طور پر) مسلط فرما دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر پوری قدرت ہے جو کچھ اللہ تعالیٰ (اسی طور پر) اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسری بستیوں کے (کافر) لوگوں سے دلوا دے (جیسے فدک اور ایک حصہ خیبر کا) سو وہ (بھی) اللہ کا حق ہے اور رسول کا اور آپ کے قرابتداروں کا اور یتیموں کا اور مسافروں کا تا کہ وہ (مال) تمہارے تونگروں کے قبضہ میں نہ آ جائے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم تم کو جو کچھ دے دیا کریں وہ لے لیا کرو اور جس چیز کے لینے سے تم کو روک دیں (اور بعموم الفاظ یہی حکم ہے) افعال اور احکام میں بھی تم رک جایا کرو اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ تعالیٰ (مخالفت کرنے پر) سخت سزا دینے والا ہے اور ان حاجت مند مہاجرین کا (بالخصوص) حق ہے جو اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے (جبراً وظلماً) جدا کر دیئے گئے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے فضل (یعنی جنت) اور رضامندی کے طالب ہیں اور وہ اللہ اور اسکے رسول (کے دین) کی مدد کرتے

ہیں (اور) یہی لوگ (ایمان کے) سچے ہیں اور (نیز) ان لوگوں کا (بھی حق ہے) جو دار السلام (یعنی مدینہ) میں ان (مہاجرین) کے آنے سے قبل سے قرار پکڑے ہوئے ہیں جو انکے پاس ہجرت کر کے آتا ہے اس سے یہ لوگ محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو کچھ ملتا ہے اس سے یہ (انصار) اپنے دلوں میں کوئی شک نہیں پاتے ہیں اور اپنے سے مقدم رکھتے ہیں اگر چہ ان پر فاقہ ہی ہو اور (واقعی) جو شخص اپنی طبیعت کے بخل سے محفوظ رکھا جائے ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں اور ان لوگوں کا (اس مال فئی میں حق ہے) جو انکے بعد آئے جو (ان مذکورین فے کے حق میں دعا کرتے ہیں) دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو (بھی) جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور ہمارے میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ ہونے دیجئے اے ہمارے رب آپ بڑے شفیق رحیم ہیں۔

تفسیر ربط: تمہید سورت میں گزر چکا البتہ فئی کے متعلق کچھ مضمون بطور مقدمہ کے تفسیر سے پہلے لکھ دینا اعانت فہم تفسیر کے لئے مناسب معلوم ہوتا ہے **وھو ھذا** جو مال اہل حرب سے بلا قتال حاصل ہو وہ فئی ہے **کذا فی الھدایۃ** اموال بنی نضیر اسی قبیل سے تھے اور فدک اور نصف خیبر بھی جس میں کتیبہ و وطیح وسلالہ[1] دو جدہ بھی تھا اور بقیہ نصف خیبر یعنی شق اور نطاۃ فئی نہ تھا بلکہ عنوۃً فتح ہوا تھا **اخرجہ ابن مردویہ عن ابن عباسؓ کذا فی الدر المنثور** اور مال فئی میں امام صاحب کے نزدیک خمس نہیں ہے **کذا فی الھدایۃ** اور جو عنوۃً فتح ہوا اُس میں تقسیم کے وقت خمس نکالا جاتا ہے جس کے مصارف سورۂ انفال میں گزر چکے ہیں اور ان اموال کا حکم یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کہ روایات کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے اُس کے مالک تھے اور اُس میں جو مصارف آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بتلائے گئے وہ جو بایا ند باوہ ایسا ہے جیسے اہل اموال پر زکوۃ و صدقہ ہے البتہ یہ اموال مملوکہ آپؐ کے بعد محل میراث نہ تھے بلکہ وقف تھے اور یہ خصوصیت تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رواہ الشیخان چنانچہ آپؐ نے اموال بنی نضیر کا اکثر حصہ مہاجرین کو اور انصار میں سے بعض کو تقسیم فرما دیا رواہ البیہقی اور بقیہ میں سے اپنے اہل و عیال کو سال بھر کا خرچ دے کر جو بچتا وہ سامان جہاد سلاح و کراع میں صرف فرما دیا جاتا **اخرجہ الشیخان وغیرھما۔** اور خیبر کی آمدنی سے فقراء مہاجرین کی اور فدک سے مسافروں کی امداد فرماتے اخرجہا ابوداؤد و ابن مردویہ آئندہ قولہ تعالیٰ: وَمَآ اَفَآءَ...... میں اسی تخصیص کا ذکر ہے جس کا نزول اس سبب سے ہوا کہ بعض لوگوں نے کہا تھا کہ یہ زمین تقسیم کیوں نہیں کی گئی **:فانزل اللہ عذرا فقال افاء الخ اخرجہ ابن مردویہ عن ابن عباسؓ** اور[2] بعد آپ کی حیات کے اُس کے مصارف صرف مصالح عامہ ہیں مثل سد ثغور و بنائے قناطیر و جسور اور قضاۃ و عمال و علمائے مسلمین وارزاق مقاتلین و ذراری مقاتلین **کذا فی الھدایۃ** اور ان مصالح میں مصارف خمس غنیمت یتامیٰ اور مساکین و ابن السبیل بھی داخل ہیں **کما یفھم من عد المرضٰی والزمنی واللقیط من المصالح العامۃ فی رد المحتار** اور فقراء مہاجرین و انصار بھی اس وقت داخل تھے اور بعد کی نسلیں بھی داخل ہیں کیونکہ مصالح عامہ مذکورہ سے جو نفع پہنچتا ہے وہ غیر موجودین کو بھی پہنچتا ہے غرض اس کے مصارف نہایت عام ہیں البتہ ایسی زمین کسی کی ملک کر دینا امام کو اس کا اختیار ہونا یا نہ ہونا مختلف و یہ ہے کما یفہم من الدر المختار ورد المختار قبیل فصل الجزیۃ چنانچہ دوسری چوتھی پانچویں آیت میں یہ سب مذکور ہیں روی استیعاب الآیۃ **لھؤلاء کلھم البیھقی وغیرہ عن عمرؓ** اور ان مصارف کی تحدید و تقدیر رائے امام پر ہے لیکن امام کو حاکمانہ اختیارات ہیں مالکانہ نہیں اور حضورؐ کو مالکانہ اختیارات تھے مثل بیع وغیرہ اور حسب روایت دُر منثور قتادہ کا قول یہ ہے کہ مصارف خمس پہلے مصارف فئی تھے پھر سورۂ انفال کی آیت سے یہ آیت سورۂ حشر کی منسوخ ہو گئی اور اُن کے لئے خمس مقرر ہو گیا لیکن چونکہ ظاہراً سورۂ انفال کی آیت بدر میں نازل ہوئی اور بدر مقدم ہے لہٰذا یہ قول خلاف ظاہر ہے اور یہ تقریر مذکور حنفیہ کے مسلک پر ہے اور شافعیؒ کے نزدیک فئی میں بھی خمس ہے اور چار اخماس مصارف مذکورہ میں صرف ہوں گے **لقولہ علیہ السلام کما فی الصحاح ما لی مما افاء اللہ تعالٰی علیکم الا الخمس والخمس مردود علیکم** اور ظاہر ہے کہ خمس یعنی خمس الخمس مقتضی تخمیس کو ہے تو فئی میں بھی خمس ہوا اور یہاں جو مصارف مذکور ہیں وہ مصارف اسی خمس کے ہیں اھ لیکن آیت میں مَآ اَفَآءَ اللّٰہُ کی خبر میں فَلِلّٰہِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی ...... واقع میں ہونا ظاہر اُس پر دال ہے کہ یہ مصرف جمیع مَآ اَفَآءَ اللّٰہُ کا ہے نہ کہ اس کے خمس کا اور حدیث میں افاء کا بمعنی غنیمت مستعمل ہونا محتمل ہے واللہ اعلم یہ مقام مثل سورۂ براءت کے احقر کو بہت دشوار معلوم ہوا تفاسیر و احادیث و کتب فقہ کی مراجعت کے بعد غایت جد و جہد سے جو سمجھ میں آیا وہ لکھا گیا مثل سورۂ براءت کے یہاں بھی عرض ہے کہ اگر اس سے احسن اور اتقن تفسیر ممکن ہو تو اُس کو ترجیح دی جاوے **والروایات کلھا من الخازن والدر المنثور۔**

احکام فئی:

مَآ اَفَآءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مِنْھُمْ (الی قولہ تعالی) رَبَّنَآ اِنَّکَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۰﴾ اوپر جو بیان ہوا وہ تو بنی نضیر کی جانوں کے ساتھ معاملہ ہوا اور (اُن کے اموال کے ساتھ جو معاملہ ہوا اُس کا بیان یہ ہے کہ) جو کچھ اللہ نے اپنے رسولؐ کو اُن سے دلوا دیا سو (اُس میں تم کو کوئی مشقت نہیں پڑی چنانچہ) تم نے اُس پر (یعنی اُس کے حاصل کرنے کو) نہ گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ (مطلب یہ کہ نہ سفر کی مشقت ہوئی کیونکہ مدینہ سے دو میل پر ہے اور نہ قتال کی اور برائے نام جو مقابلہ کیا گیا وہ غیر معتد بہ تھا کذا فی الروح اس لئے اُس میں تمہارا استحقاق تقسیم و تملیک کا نہیں جس طرح غنیمت کے چار خمس میں ہوتا ہے) لیکن اللہ تعالیٰ (کی

عادت ہے کہ) اپنے رسولوں کو (اپنے دشمنوں میں سے) جس پر چاہے (خاص طور پر) مُسلط فرما دیتا ہے (یعنی محض رعب سے مغلوب کر دیتا ہے جس میں کسی کو کچھ مشقت واقع نہیں ہوتی چنانچہ اُن رسولوں میں سے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح مُسلط فرما دیا اس لئے اُس میں تمہارا کوئی حق نہیں ہے بلکہ اُس میں مالکانہ تصرف کرنا آپ کی رائے پر مفوض ہے) اور اللہ تعالیٰ کو ہر چیز پر پوری قدرت ہے پس وہ جس طرح چاہے دشمنوں کو مغلوب کرے اور جس طرح چاہے اپنے رسول کو اختیار اور تصرف دے اور جیسا اموال بنی نضیر کا یہ حکم ہے اسی طرح) جو کچھ اللہ تعالیٰ (اسی طور پر) اپنے رسول کو دوسری بستیوں کے (کافر) لوگوں سے دلوا دے (جیسا فدک اور ایک جز وخیبر کا اسی طرح ہاتھ آیا) سو (اس میں بھی تمہارا کوئی استحقاق تملک کا نہیں بلکہ) وہ (بھی) اللہ کا حق ہے (یعنی وہ جس طرح چاہے اس میں حکم دے جیسا کہ اور سب چیزوں میں اس کا اسی طرح کا حق ہے اور تخصیص حصر کے لئے نہیں اور رسول کا (حق) ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کی رائے پر اُس میں مالکانہ تصرف مفوض کر دیا ہے) اور (اور آپ کے) قرابت داروں کا (حق ہے) اور یتیموں کا (حق ہے) اور غریبوں کا (حق ہے) اور مسافروں کا (حق ہے یعنی یہ سب حسب صوابدید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُس کے مصرف ہیں جیسا کہ اور بھی اُس کے مصارف ہیں پس تخصیص ذکری بناء بر رفع شبہ کے ہو سکتی ہے کہ یہ لوگ بدوں شرکت جہاد کے بدرجۂ اولیٰ مستحق ہوں گے اس شبہ کو رفع کر دیا کہ اُن کا مصرف ہونا خاص اوصاف کے اعتبار سے ہے نہ بوجہ شرکت جہاد کے پس وہ وصف جس میں ہوگا وہ مصرف ہوگا اور ان[۳] مصارف میں سے یتامیٰ ومساکین وابن السبیل میں تو حکم مطلقاً باقی ہے اور رسول وذی القربیٰ من حیث نصرۃ الرسول کا سہم وفات نبویؐ سے مرتفع ہو گیا کما مر فی سورۃ الانفال۔ اور یہ حکم مذکور اس لئے مقرر کر دیا) تا کہ وہ (مال فئی) تمہارے تونگروں کے قبضہ میں نہ آ جاوے جیسا جاہلیت میں سب غنائم ومحاصل جنگ ذی اختیار لوگ ہی کھا جاتے تھے اور فقراء بالکل محروم رہ جاتے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے رسولؐ کی رائے پر رکھا اور مصارف بھی بتلا دیئے کہ آپ باوجود مالک ہونے کے پھر بھی اہل حاجت ومواقع مصلحت عامہ میں صرف فرماویں گے) اور (جب یہ معلوم ہو گیا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے پر رہونے میں حکمت ہے تو) رسول تم کو جو کچھ دے دیا کریں وہ لے لیا کرو اور جس چیز (کے لینے) سے تم کو روک دیں تم رُک جایا کرو (اور بعموم الفاظ یہی حکم ہے افعال واحکام میں بھی) اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ تعالیٰ (مخالفت کرنے پر) سخت سزا دینے والا ہے (اور یوں فئی میں مطلقاً مساکین کا حق ہے لیکن) اُن حاجت مند مہاجرین کا (بالخصوص) حق ہے جو اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے (جبراً وظلماً) جدا کر دیئے گئے (یعنی کفار نے اُن کو اس قدر تنگ کیا کہ گھر بار چھوڑ کر ہجرت پر مجبور ہوئے اور اُس ہجرت سے) وہ اللہ تعالیٰ کے فضل (یعنی جنت) اور رضامندی کے طالب ہیں (کسی دُنیوی غرض سے ہجرت نہیں کی) اور وہ (لوگ) ایمان کے) سچے ہیں اور (نیز) اُن لوگوں کا (بھی حق ہے) جو دارالاسلام (یعنی مدینہ) میں (جو کہ اُن کا وطن ہے) اور ایمان میں ان (مہاجرین) کے (آنے کے) قبل سے قرار پکڑے ہوئے ہیں (گو اس سے تقدیم ایمان جمیع انصار کا ایمان جمیع مہاجرین سے لازم نہیں اور تبوؤ الدار کی صفت کو فضل میں دخل ہے یہ ہے کہ اپنے وطن میں اکتساب کمال کا کرنا خصوص انقیاد وفرمانبرداری کرنا کمال کی بات ہے کیونکہ وطن میں ان اُمور سے بہت موانع پیش آتے ہیں نیز اپنی ریاست ووجاہت کی وجہ سے عار بھی آتی ہے اور) جو اُن کے پاس ہجرت کر کے آتا ہے اُس سے یہ لوگ محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو (مال غنیمت وغیرہ میں سے) جو کچھ ملتا ہے اُس سے یہ (انصار بوجہ محبت کے) اپنے دلوں میں کوئی رشک نہیں پاتے اور (بلکہ اس سے بھی بڑھ کر محبت کرتے ہیں کہ اطعام وغیرہ میں اُن کو) اپنے سے مقدم رکھتے ہیں اگر چہ اُن پر فاقہ ہی ہو (یعنی خود بسا اوقات فاقہ سے بیٹھ رہتے ہیں اور مہاجرین کو کھلا دیتے ہیں اور بسا اوقات اس لئے کہا گیا کہ قضیہ غیر مسورہ ہے اور (واقعی) جو شخص اپنی طبیعت کے بخل سے محفوظ رکھا جاوے (جیسے یہ لوگ ہیں کہ حرص اور اُس کے مقتضا پر عمل کرنے سے اللہ تعالیٰ نے اُن کو مبرہ ومنزہ رکھا ہے) ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں اور اُن لوگوں کا (بھی اس فئی میں حق ہے) جو (اسلام میں یا ہجرت میں یا دنیا میں) ان (مہاجرین وانصار مذکورین کے) بعد آئے (یا آویں گے) جو (ان مذکورین کے حق میں اپنے ساتھ اس طرح) دعاء کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو (بھی) جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں (خواہ نفس ایمان یا ایمان کامل کو موقوف ہجرت پر تھا) اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ ہونے دیجئے (یہ دعاء معاصرین کو بھی عام ہے مجموعہ کا حاصل یہ ہوا کہ متقدمین کے فضل کے معتقد رہیں اور محبت معاصرین کے لئے بھی عام ہو) اے ہمارے رب آپ بڑے شفیق رحیم ہیں (ہماری دعاء قبول فرما لیجئے مقصود اس قید سے یہ نہیں کہ جس میں یہ صفت نہ ہو وہ فئی کا مصرف نہیں ہے بلکہ مقصود تقیید سے ترغیب ہے کہ بعد کے لوگوں کو ایسا ہونا چاہئے اور بدوں اس کے مصرف کامل وپسندیدہ نہیں گو نفس مصرف ہو کما قال عمرؓ استوعبت هذه المسلمين عامة وليس احد الا له في هذا المال حق رواه في الدر المنثور اور دیگر مصارف مصالح عامہ مذکورہ مقدمہ تفسیر آیت ہیں: لماروی فکانت حبسا لنوائبه كذا في الدر المنثور پس مجموعہ آیات وروایات سے ان مصارف کا مصارف ہونا اور مفوض بہ رائے نبوی ہونا معلوم ہوا چونکہ تفویض بالرائے بعد حیات کے ممکن نہیں لہٰذا وفات سے تفویض ختم ہوئی اور مصارف ہونا ان کا باقی رہ گیا جس کا اہتمام امام المسلمین پر واجب ہوگا اور تفویض بالمعنی المذکور یعنی مالکانہ تصرف نہ ہوگا گو تفویض بمعنی حاکمانہ تصرف بہ پابندی قانون

شرعی اس کے لئے بھی حاصل ہے واللہ اعلم)۔

ف: حرص طبعی وجبلی پر ملامت نہیں البتہ اس کے مقتضائے نامشروع پر عمل کرنا مذموم ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَيُؤْثِرُونَ (الی قولہ تعالی) خَصَاصَةٌ اس میں ایثار کی فضیلت ہے بشرطیکہ کوئی واجب شرعی فوت نہ ہو۔ قولہ تعالیٰ يَقُولُونَ رَبَّنَا (الی قولہ تعالی) بِالْإِيمَانِ اس میں سابقین کے لئے دعا کرنے کی ترغیب ہے اور صوفیہ کی تو عادت لازمہ ہے اپنے سلف کے لئے دعاء اور ایصال ثواب کرنے کی۔

الحواشی: (۱) لعل العبارة هكذا فكونه نظير الخ وهو مبتدأ وخبره ظاهر والجملة جزاء لقوله وان لم يقتض ۱۲ منه۔ (۲) هكذا فى الدر المنثور وفى الروح سلالم دو خده والله اعلم ۱۲ منه۔ (۳) یعنی مہاجرین کے ایمان سے تقدم نہیں البتہ مہاجرین کے آنے سے تقدم ہے اسی کو من قبلهم فرمایا ہے ۱۲ منہ۔

اللغات: افاء اعاد والمراد تحويلها اليه ﷺ وان لم يقتض سبق حصولها له صلى الله عله وسلم نظير ما قيل فى قوله تعالىٰ او لتعودن فى ملتنا ظاهروا ان اقتضى سبق الحصول كان فيما ذكر مجازا وقيل للغنيمة التى لا تلحق فيها مشقة۱۲۔ دولة بالضم وكذا بالفتح ما يدور للانسان من الغناء والجدد الغلبة وما ترجمته به هو اخذ بالحاصل ۱۲۔ تبؤوا استقروا فالاستقرار فى الدار حسى وفى الايمان حكمى حاجة حسدا مجازا لكونه ناشئا عن الحاجة خصاصة حاجة وفاقة الشح الحرص ۱۲۔

النحو: قوله ما افاء الله استيناف اى جواب سوال مقدر ناشئ مما فهم من الكلام السابق فكان قائلا يقول قد علمنا حكم ما افاء الله تعالىٰ من بنى النضير فما حكم ما افاء عزوجل من غيرهم فقيل ما افاء الله الخ ولذا لم يعطف على ما تقدم ولم يذكر فى الآية قيد الايجاف ولا عدمه۔ قوله للفقراء بدل من لذى القربى بدل خاص من عام ولذا اعاد اللام فى قوله ولذى كيلا يوهم البدلية من الله حاشاه عن ذلك وما عودها فى الرسول فلان كون الفى لله له معنى آخر وكذا كونه للرسول له معنى آخر وكذا كونه لذى القربىٰ ومن معهم له معنى آخر فالاول للملك الحقيقى وللتصرف المستقل والثانى بمعنى الملك المجازى وللتصرف المفوض من الله تعالىٰ والثالث لكونهم مصارف قوله والذين تبوؤا معطوف على الفقراء وكذا قوله والذين جاؤا من بعدهم۱۲۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ نَافَقُوا يَقُولُونَ لِإِخْوَانِهِمُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَئِنْ أُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيعُ فِيكُمْ أَحَدًا أَبَدًا وَإِنْ قُوتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ⑪ لَئِنْ أُخْرِجُوا لَا يَخْرُجُونَ مَعَهُمْ وَلَئِنْ قُوتِلُوا لَا يَنْصُرُونَهُمْ وَلَئِنْ نَصَرُوهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُونَ ⑫ لَأَنْتُمْ أَشَدُّ رَهْبَةً فِي صُدُورِهِمْ مِنَ اللَّهِ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ ⑬ لَا يُقَاتِلُونَكُمْ جَمِيعًا إِلَّا فِي قُرًى مُحَصَّنَةٍ أَوْ مِنْ وَرَاءِ جُدُرٍ بَأْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيدٌ تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا وَقُلُوبُهُمْ شَتَّىٰ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْقِلُونَ ⑭ كَمَثَلِ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَرِيبًا ذَاقُوا وَبَالَ أَمْرِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ⑮ كَمَثَلِ الشَّيْطَانِ إِذْ قَالَ لِلْإِنْسَانِ اكْفُرْ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِنْكَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ رَبَّ الْعَالَمِينَ ⑯ فَكَانَ عَاقِبَتَهُمَا أَنَّهُمَا فِي النَّارِ خَالِدَيْنِ فِيهَا وَذَٰلِكَ جَزَاءُ الظَّالِمِينَ ⑰

کیا آپ نے ان منافقین (عبداللہ بن ابی وغیرہ) کی حالت نہیں دیکھی کہ اپنے (ہم مذہب) بھائیوں سے کہ کفار اہل کتاب ہیں (یعنی بنی نضیر سے) کہتے ہیں کہ واللہ اگر تم نکالے گئے تو ہم تمہارے ساتھ نکل جاویں گے اور تمہارے معاملہ میں ہم کسی کا کبھی کہنا نہ مانیں گے اور اگر تم سے کسی کی لڑائی ہوتو ہم تمہاری مدد کریں گے اور اللہ گواہ ہے کہ وہ بالکل جھوٹے ہیں واللہ اگر اہل کتاب نکالے گئے تو یہ (منافقین) ان کے ساتھ نہیں نکلیں گے اور اگر ان سے لڑائی ہوئی تو ان کی مدد نہ کریں گے اور اگر بفرض محال ان کی مدد بھی کی تو پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے پھر ان کی کوئی مدد نہ ہوگی بے شک تم لوگوں کا خوف ان (منافقین) کے دلوں اللہ سے بھی زیادہ ہے (اور) یہ ان کا تم سے ڈرنا خدا سے ڈرنا

اس سبب سے ہے کہ وہ ایسے لوگ ہیں کہ سمجھتے نہیں یہ لوگ تو سب مل کر بھی تم سے نہ لڑیں گے مگر حفاظت والی بستیوں میں یا دیوار (قلعہ وشہر پناہ) کی آڑ میں ان کی لڑائی آپس ہی میں بڑی تیز ہے اے مخاطب تو ان کو (ظاہر میں) متفق خیال کرتا ہے حالانکہ اب ان کے قلوب غیر متفق ہیں یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو (دین کی عقل نہیں رکھتے ان لوگوں کی سی مثال ہے جو ان سے کچھ ہی پہلے ہوئے ہیں جو (دنیا میں بھی اپنے کردار کا مزہ چکھ چکے ہیں اور آخرت میں بھی) ان کے دردناک عذاب ہونے والا ہے شیطان کی سی مثال ہے کہ اول تو انسان سے کہتا ہے کہ تو کافر ہو جا پھر جب وہ کافر ہو جاتا ہے تو اس وقت صاف کہہ دیتا ہے کہ میرا تجھ سے کوئی واسطہ نہیں میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں سو آخری انجام دونوں کا یہ ہوا کہ دونوں دوزخ میں گئے جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے (ایک گمراہ کرنے کی وجہ سے دوسرا ہونے کی وجہ سے) اور ظالموں کی یہی سزا ہے۔

تفسیر ربط: تمہید میں گزر چکا۔

خلاف کردن منافقین با یہود در وعدہ نصرت مع تشجیع مؤمنین: اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا (الی قولہ تعالی) وَ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ۝ کیا آپ نے ان منافقین (یعنی عبداللہ بن ابی وغیرہ) کی حالت نہیں دیکھی کہ اپنے (ہم مذہب) بھائیوں سے کہ کفار اہل کتاب ہیں (یعنی بنی نضیر سے) کہتے ہیں (یعنی کہتے تھے **لان السورة علی ما یدل علیه الفاظها وعلی ما نقله فی الروح عن اهل الحدیث والسیر نزلت بعد الواقعة**) کہ واللہ (ہم ہر حال میں تمہارے ساتھ ہیں پس) اگر تم (اپنے وطن سے جبراً) نکالے گئے تو ہم (بھی) تمہارے ساتھ (اپنے وطن سے) نکل جاویں گے اور تمہارے معاملہ میں ہم کبھی کسی کا کہنا نہ مانیں گے یعنی ہم کو خواہ کوئی کیسا ہی سمجھاوے کہ خروج وقتال میں جو آئندہ مذکور ہے تمہارا ساتھ نہ دیں لیکن ہم نہ مانیں گے پس جملہ لانطیع سیاق وسباق دونوں کے متعلق ہے) اور اگر تم سے کسی کی لڑائی ہوئی تو ہم تمہاری مدد کریں گے اور اللہ گواہ ہے کہ وہ بالکل جھوٹے ہیں (یہ تو ان کے کاذب ہونے کا اجمالاً بیان ہوا آگے تفصیلاً فرماتے ہیں کہ) واللہ اگر اہل کتاب نکالے گئے تو یہ (منافقین) ان کے ساتھ نہیں نکلیں گے اور اگر ان سے لڑائی ہوئی تو یہ ان کی مدد نہ کریں گے اور اگر (بفرض محال) ان کی مدد بھی کی (اور لڑائی میں شریک ہوئے) تو پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے پھر (ان کے بھاگ جانے کے بعد) ان (اہل کتاب) کی کوئی مدد نہ ہوگی (یعنی جو ناصر تھے وہ تو بھاگ گئے اور دوسرا بھی کوئی ناصر نہ ہوگا پس لامحالہ مغلوب ومقہور ہوں گے۔ غرض منافقین کی جو غرض ہے کہ اپنے ان بھائیوں پر کوئی آفت نہ آنے دیں اس میں ہر طرح ناکامی رہے گی چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جب آخر میں بنی نضیر نکالے گئے تو منافقین ان کے ساتھ نکلے نہیں اور جب اول میں ان کا محاصرہ کیا گیا جس میں احتمال قتال کا تھا تو اس میں انہوں نے نصرت نہیں کی اور بعد اخبار خداوندی **لا ینصرونهم** کے **نصروهم** کا تو احتمال ہی نہ تھا محض بطور فرض محال کے فرما دیا کہ شقوق واقعیہ وفرضیہ سب پر ترتب مقصود یعنی عدم اغناء کا ہو جاوے کقولہ تعالی وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ ...... [البقرة : ۱۲۰] اور بعد وقوع واقعہ کے اس طرح فرمانا : لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ ...... یا تو استحضار صورت واقعہ ماضیہ کے لئے ہے تاکہ ان کا خلف وعدہ اور ان کا مخذول ہونا خوب پیش نظر ہو جاوے اور یا آئندہ جو احتمال موہوم تھا ساتھ دینے کا اس کی نفی کر دی اور اگر قبل واقعہ کے نزول ثابت ہو جاوے تو جیسا ظاہر ہے آگے اس ساتھ نہ دینے کا سبب فرماتے ہیں کہ) بے شک تم لوگوں کا خوف ان (منافقین) کے دلوں میں اللہ سے بھی زیادہ ہے (یعنی دعوے ایمان سے جو یہ اپنا ڈرنا اللہ تعالی سے بیان کرتے ہیں وہ تو خلاف واقع ہے ورنہ کفر کو کیوں نہ چھوڑ دیتے اور تمہارا واقعی خوف ہے پس اس خوف کی وجہ سے یہ لوگ ان بنی نضیر کا ساتھ نہیں دے سکتے پس عدم خوف من اللہ کا حاصل عدم ایمان ہے ورنہ طبعاً مخلوق کا خوف خالق سے زیادہ ہونا محل اثم نہیں اور) یہ (ان کا تم سے ڈرنا اور خدا سے نہ ڈرنا) اس سبب سے ہے کہ وہ ایسے لوگ ہیں کہ (بوجہ کفر کے خدا تعالی کی عظمت کو) سمجھتے نہیں (اور یہ یہود عام بنی نضیر وغیر بنی نضیر سے اور منافقین الگ الگ تو تمہارے مقابلہ کا کیا حوصلہ کرتے یہ لوگ (تو) سب مل کر بھی تم سے نہ لڑیں گے مگر حفاظت والی بستیوں میں یا دیوار (قلعہ وشہر پناہ) کی آڑ میں (حفاظت سے مراد عام ہے خندق وغیرہ سے ہونا یا قلعہ وغیرہ سے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ منافقین نے کبھی قری محصنہ میں یا ورائے جدار سے اہل اسلام کا مقابلہ کیا ہو کیونکہ مقصود یہ ہے کہ اگر کبھی یہود یا منافقین منفرداً یا مجتمعاً تمہارے مقابلہ میں آئے بھی تو قری محصنہ یا ورائے جدار سے وہ مقابلہ ہوگا چنانچہ یہود بنی قریظہ واہل خیبر اسی طرح مقابل ہوئے گو منافقین ان کے ساتھ مجتمع نہ تھے اور منافقین کو کبھی اتنا حوصلہ بھی نہ ہوا پس مسلمانوں کی اس میں تشجیع بھی ہے کہ ان سے کچھ اندیشہ نہ رکھیں اور ان کے بعض قبائل جیسے اوس وخزرج کے واقعات جنگ دیکھ یہ اندیشہ نہ کیا جاوے کہ شاید اسی طرح اہل اسلام کے مقابلہ میں یہ کارنمایاں کر سکیں بات یہ ہے کہ) (ان کی لڑائی آپس (ہی) میں بڑی تیز ہے (مگر مسلمانوں کے مقابلہ میں کوئی چیز نہیں ہیں اور اسی طرح یہ احتمال نہ کیا جاوے کہ گو بمقابلہ اہل اسلام کے یہ ضعیف ہوں مگر بہت سے ضعفاء مل کر قوی ہو جاتے ہیں شاید اس طرح یہ مسلمانوں سے عہدہ برآ ہو سکیں سو اس کی نسبت یہ ہے کہ) اے مخاطب تو ان کو (ظاہر میں) متفق خیال کرتا ہے حالانکہ ان کے قلوب غیر متفق ہیں (یعنی گو عداوت اہل حق ان سب میں مابہ الاشتراک ہے مگر خود بھی تو ان میں اختلاف عقائد کی وجہ سے افتراق اور عداوت ہے کقولہ تعالی فی المائدة : وَاَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ ...... [المائدة : ٦٤] ومر تفسیرہ پس اس سے وہ احتمال تقویت بالاجتماع کا بھی

مرتفع ہو گیا اور یہ رفع احتمال زیادت تاکید وتقویت مقصود کے لئے ہے ورنہ حق تعالیٰ کی مشیت ان کی مغلوبی ومقہوری کے ساتھ متعلق ہو چکی ہے تو اگر اتفاق بھی ہوتا تو کیا کام آتا۔ آگے اس نااتفاقی کی وجہ بیان کرتے ہیں کہ) یہ (تشتت قلوب) اس وجہ سے ہے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو (دین کی) عقل نہیں رکھتے (اس لئے اہوائے متشتتہ کے متبع ہیں اور تشتت اہواء کے لئے اختلاف قلوب لازم ہے۔ اور اس پر یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ بے دینوں میں بسا اوقات اتفاق قلوب دیکھا جاتا ہے۔ بات یہ ہے کہ حرف باء سببیت پر دال ہے خواہ فی الجملہ اور بعض کے اعتبار سے ہو یہاں مقصود قاعدۂ کلیہ بیان کرنا نہیں بلکہ ان میں جو نااتفاقی تھی اس کا سبب بیان کرنا مقصود ہے کہ ان کے لئے یہی امر سبب ہو گیا تھا چنانچہ ظاہر ہے آگے بالخصوص بنی نضیر اور ان منافقین کی جنہوں نے وعدۂ نصرت کر کے ان کو دھوکہ میں ڈالا اور عین وقت پر دغا دی حالت مذکور ہے پس فرماتے ہیں کہ ان کے مجموعہ کی دو مثالیں ہیں ایک مثال خاص بنی نضیر کی اور دوسری منافقین کی پس بنی نضیر کی مثال تو) ان لوگوں کی سی مثال ہے جو ان سے کچھ ہی پہلے ہوئے ہیں جو (دنیا میں بھی) اپنی کردار کا مزہ چکھ چکے ہیں اور (آخرت میں بھی) ان کے لئے دردناک عذاب (ہونے والا) ہے (مراد ان سے یہود بنی قینقاع ہیں جن کا قصہ یہ ہوا کہ بعد واقعۂ بدر کے انہوں نے آپ سے ۲ھ میں نقض عہد کر کے محاربہ کیا پھر مغلوب ومقہور ہوئے اور قلعہ سے آپ کے فیصلہ پر باہر نکلے اور سب کی مشکیں باندھی گئیں پھر عبداللہ بن ابی کے الحاح سے ان کی اس شرط پر جان بخشی کی کہ وہ مدینہ سے چلے جائیں چنانچہ وہ اذرعات شام کو نکل گئے اور ان کے اموال میں غنیمت کی طرح عمل ہوا کذا فی زاد المعاد اور ان منافقین کی مثال) شیطان کی سی مثال ہے (اول تو) انسان سے کہتا ہے کہ تو کافر ہو جا پھر جب وہ کافر ہو جاتا ہے (اور کفر کے وبال میں گرفتار ہوتا ہے خواہ دنیا میں خواہ آخرت میں) تو (اس وقت صاف جواب دے دیتا ہے اور) کہہ دیتا ہے کہ میرا تجھ سے کوئی واسطہ نہیں میں تو اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں (جیسے دنیا میں ایسی تبری کا قصہ سورۂ انفال آیت : وَاِذْ زَیَّنَ لَهُمُ الشَّیْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ ...... [الأنفال : ٤٨] میں گزر چکا ہے اور آخرت میں تبری مضلین کی ضالین سے آیات متعددہ میں مذکور ہے) سو آخری انجام دونوں کا یہ ہوا کہ دونوں دوزخ میں گئے جہاں ہمیشہ رہیں گے (ایک اضلال کی وجہ سے دوسرا ضلال کی وجہ سے) اور ظالموں کی یہی سزا ہے (پس جس طرح اس شیطان نے اس انسان کو اول بہکایا پھر وقت پر ساتھ نہ دیا اور دونوں خسران میں پڑے اسی طرح ان منافقین نے اول بنی نضیر کو بری رائے دی کہ تم نکلو نہیں پھر عین وقت پر ان کو دغا دی اور دونوں بلا میں پھنسے بنی نضیر تو بلائے اخراج میں اور منافقین ناکامیابی میں۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ : لَاَنْتُمْ اَشَدُّ رَهْبَةً فِیْ صُدُوْرِهِمْ اس امر پر مومنین کو ملامت نہ فرمانا اس کی دلیل ہے کہ اگر کسی کے ساتھ کوئی معاملہ خلاف شرع کیا جاوے جیسے سجدۂ تعظیمی اور وہ اس پر ناخوشی ظاہر کر دے اور اس پر بھی دوسرا نہ مانے تو یہ معذور ہے۔

ملحقات الترجمۃ: قوله قبل لئن اخرجتم والله اشارة الى ان اللام موطاة للقسم كما هو معروف ۱۲۔

اللغات: اخوانهم الشائع استعماله بمعنى المشاركين في المشرب والاخوة بمعنى المشاركين في النسب ۱۲ رهبة مصدر مبنى للمفعول ۱۲۔

النحو: قريبا يتعلق بما تعلق به الصلة اى الذين كانوا من قبلهم فى زمن قريب ۱۲۔

البلاغة: يقولون عبر عن الماضى بصيغة المضارع استحضار الصورة القول ۱۲۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِیْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰىهُمْ اَنْفُسَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۹﴾ لَا یَسْتَوِیْۤ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ؕ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۲۰﴾ لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَیْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱﴾ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ﴿۲۲﴾ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ﴿۲۳﴾ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ؕ یُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۲۴﴾

اے ایمان والواللہ سے ڈرتے رہواور ہرشخص دیکھ بھال لے کہ کل قیامت کے واسطے اس نے کیا ذخیرہ بھیجا ہے اوراللہ سے ڈرتے رہو بےشک اللہ کوتمہاری سب خبر ہے اور تم ان لوگوں کی طرح مت ہوجنہوں نے اللہ کے احکام سے بے پروائی کی سواللہ تعالیٰ نے خودان کی جان سے ان کو بے پروا بنادیا ہے یہی لوگ نافرمان ہیں اہل ناراوراہل جنت باہم برابرنہیں جواہل جنت ہیں وہ کامیاب ہیں۔ (اوراہل نارنا کام ہیں) اگرہم اس قرآن کوکسی پہاڑ پرنازل کرتے تو (اے مخاطب) تواس کودیکھتا کہ خدا کے خوف سے دب جاتا اور پھٹ جاتا اوران مضامین عجیبہ کوہم لوگوں کے (نفع کے) لئے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ سوچیں وہ ایسا معبود ہے کہ اس کے سوا کوئی اور معبود بننے کے لائق نہیں وہ جاننے والا ہے پوشیدہ چیزوں کا اور ظاہر چیزوں کا وہی بڑا مہربان رحم والا ہے وہ ایسا معبود ہے کہ اس کے سوا کوئی اورمعبودنہیں وہ بادشاہ ہے (سب عیبوں) سے پاک ہے سالم ہے امن دینے والا ہے نگہبانی کرنے والا ہے زبردست ہے خرابی کا درست کرنے والا ہے بڑی عظمت والا ہے اللہ تعالیٰ (جس کی شان یہ ہے) لوگوں کے شرک سے پاک ہے وہ معبود (برحق) ہے پیدا کرنے والا ہے ٹھیک بنانے والا ہے (یعنی ہر چیز کوحکمت سے موافق بناتا ہے) صورت بنانے والا اس کے اچھے اچھے نام ہیں سب چیزیں اس کی تسبیح کرتی ہیں جوآسمانوں میں ہیں اورزمین میں ہیں اوروہی زبردست حکمت والا ہے۔

تفسیر ربط: تمہید میں گزرچکا۔

ترغیب تحصیل جنان وترہیب ازموجبات نیران وتاکیدش بذکرعلوشان قرآن وصفات کمال حضرت رحمان:

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ (الی قولہ تعالی) وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۲۴﴾ اے ایمان والو(تم نے نافرمانوں کاانجام سن لیا سوتم) اللہ سے ڈرتے رہو اور ہرشخص دیکھ بھال لے کہ کل (قیامت) کے واسطے اس نے کیا (ذخیرہ) بھیجا ہے (یعنی اعمال صالحہ میں کوشش کروجوکہ ذخیرۂ آخرت ہیں) اور (جس طرح تحصیل طاعات واعمال صالحہ میں تقویٰ کاحکم ہے اسی طرح سیئات ومعاصی سے بچنے کے بارہ میں بھی تم کوحکم ہے کہ) اللہ سے ڈرتے رہو بےشک اللہ تعالیٰ کو تمہارے اعمال کی سب خبر ہے (پس معاصی کے ارتکاب سے اندیشۂ عقوبت ہے پس پہلا اتَّقُوا اللّٰهَ طاعات کے متعلق ہے جس کا قرینہ قَدَّمَتْ لِغَدٍ ہے اور دوسرا معاصی کے متعلق ہے جس کا قرینہ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸﴾ ہے) اور (آگے) ان احکام کی مزید تاکید کے لئے ارشاد ہے کہ) تم ان لوگوں کی طرح مت ہوجنہوں نے اللہ (کے احکام) سے بے پروائی کی (یعنی عمل بالا حکام کوترک کردیا اس طرح کہ اوامر کے خلاف کیا اورنواہی کا اقتراف کیا) سو (اثر اس کا یہ ہوا کہ) اللہ تعالیٰ نے خودان کی جان سے ان کو بے پرواہ بنادیا (یعنی ان کی ایسی عقل ماری گئی کہ خوداپنے نفع حقیقی کو نہ سمجھا اور نہ حاصل کیا) یہی لوگ نافرمان ہیں (اورنافرمانی کی سزا بھگتیں گے اوراوپر جن دوقسم کے لوگوں کا ذکر ہوا یعنی ایک وہ جو اہل تقویٰ ہوں اور دوسرے وہ جوتارک احکام ہوں ان میں ایک اہل جنت ہیں دوسرے اہل ناراور) اہل ناراوراہل جنت باہم برابرنہیں (بلکہ) جواہل جنت ہیں وہ کامیاب لوگ ہیں (اوراہل نارنا کام ہیں جیسا اوپر: اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ سے معلوم ہوا پس تم کو اصحاب الجنۃ میں سے ہونا چاہئے اہل نار میں سے نہ ہونا چاہئے اور یہ مفید نصائح جس قرآن کے ذریعہ سے تم کو سنائے جاتے ہیں وہ ایسا ہے کہ) اگرہم اس قرآن کوکسی پہاڑ پرنازل کرتے (اوراس میں فہم کا مادہ رکھ دیتے اورشہوات کا مادہ نہ رکھتے) تو (اے مخاطب) تواس کودیکھتا کہ خدا کے خوف سے دب جاتا اور پھٹ جاتا (یعنی قرآن فی نفسہٖ ایسا مؤثر اورقوی فاعل ہے مگرانسان میں بوجہ غلبۂ شہوات کے قابلیت فاسد ہوگئی جس کے سبب تاثرنہیں ہوتا پس انسان کو چاہئے کہ تحصیل طاعات وترک معاصی سے اپنی شہوت کومغلوب کرے تاکہ مواعظ قرآنیہ سے اس کوتاثر ہو اوراحکام میں استقامت واستدامت اورذکروفکرنصیب ہو جس کا اوپرحکم ہوا ہے) اوران مضامین عجیبہ کو ہم لوگوں کے (نفع کے) لئے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ سوچیں (اور منتفع ہوں اسی لئے یہ مضمون لو انزلنا الخ یہاں بیان کیا گیا۔ آگے حق تعالیٰ کے صفات کمال بیان کئے جاتے ہیں جس سے حق تعالیٰ کی عظمت قلب پرنقش ہوکرمعین ہو بجاآوری احکام کا پس ارشاد ہے کہ) وہ ایسا معبود ہے کہ اس کے سوا کوئی اورمعبود (بننے کے لائق) نہیں وہ جاننے والا ہے پوشیدہ چیزوں کا اور ظاہر چیزوں کا وہی بڑا مہربان رحم والا ہے (اور چونکہ توحید نہایت مہتم بالشان چیز ہے اس لئے اس کوتاکید کے لئے مکرر فرمایا کہ) وہ ایسا معبود ہے کہ اس کے سوا کوئی اورمعبود (بننے کے لائق) نہیں وہ بادشاہ ہے (سب عیبوں سے) پاک ہے (سب عیبوں سے) سالم ہے (یعنی نہ ماضی میں اس میں کوئی عیب ہوا کہ حاصل ہے قدوس کا اور نہ آئندہ اس کا احتمال ہے کہ حاصل ہے سلام کا کذا فی الکبیرا پنے بندوں کومخالف سے) امن دینے والا ہے (اپنے بندوں کی مخاوف سے) نگہبانی کرنے والا ہے (یعنی آفت بھی نہیں آنے دیتا اور آئی ہوئی کوبھی دورکردیتا ہے) زبردست ہے خرابی کا درست کردینے والا ہے بڑی عظمت والا ہے اللہ تعالیٰ (جس کی یہ شان ہے) لوگوں کے شرک سے پاک ہے وہ معبود (برحق) ہے پیدا کرنے والا ہے ٹھیک بنانے والا ہے (یعنی ہرچیز کوحکمت کے موافق بناتا ہے) صورت (شکل) بنانے والا ہے اُس کے اچھے اچھے نام ہیں (جواچھی اچھی صفتوں پردال ہیں) سب چیزیں اُس کی تسبیح (وتقدیس) کرتی ہیں (حالاً یا قالاً) جو آسمانوں اورزمین میں ہیں اوروہی زبردست حکمت والا ہے (پس ایسے باعظمت کے احکام کی بجاآوری ضروراورنہایت ضرور ہے) الحمدللہ کہ سورۂ حشر کی تفسیر

ختم ہوئی اب سورۂ ممتحنہ کی آتی ہے ان شاء اللہ۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ مراقبہ میں صریح ہے۔ سورۃ الحشر تمام ہوئی۔

اللغات: البارئ الموجد للاشياء برئية من تفاوت حسب ما تقتضيه الحكمة ١٢۔

البلاغۃ: نفس يراد كل نفس وانما لم يصرح بكلمة العموم اشارة الٰى ان كل نفس مستقلة ومتفردة فى وجوب النظر عليها غدا سماه غدا للتنبيه على القرب قوله لا يستوى فى الروح لعل تقديم اصحاب النار فى الذكر للايذان من اول الامر بان القصور الذين ينبئ عنه عدم الاستواء من جهتهم لامن جهة مقابليهم فان مفهوم عدم الاستواء بين الشيئين المتفاوتين زيادة ونقصانا وان جاز اعتباره بحسب زيادة الزائد لكن المتبادر اعتباره بحسب نقصان الناقص وعليه قوله تعالٰى هل يستوى الاعمٰى والبصير ام هل تستوى الظلمات والنور الى غير ذٰلك ولعل تقديم الفاضل فى قوله تعالٰى هل يستوى الذين يعلمون والذين لا يعلمون لان صفة ملكة لصفة المفضول والاعدام مسبوقة بملكاتها والمراد بعدم الاستواء عدم الاستواء فى الاحوال الاخروية كما ينبئ عنه التعبير عن الفريقين لصاحبية النار وصاحبية الجنة ١٢ ۔

سُورَةُ الْمُمْتَحِنَةِ

سُورَةُ الْمُمْتَحِنَةِ ۶۰ مَدَنِيَّةٌ ۹۱ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ۱۳ | رُكُوْعَاتُهَا ۲

سورۃ الممتحنہ مدینہ میں نازل ہوئی — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اس میں ۱۳ اور ۲ رکوع ہیں

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ ۚ
يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ ؕ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ ۖ تُسِرُّوْنَ
اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ۖ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ وَمَآ اَعْلَنْتُمْ ؕ وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿۱﴾ اِنْ يَّثْقَفُوْكُمْ
يَكُوْنُوْا لَكُمْ اَعْدَآءً وَّيَبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ وَاَلْسِنَتَهُمْ بِالسُّوْٓءِ وَوَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۲﴾ؕ لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَآ
اَوْلَادُكُمْ ۚ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ يَفْصِلُ بَيْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۳﴾ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ
اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۫ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى
تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَآ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا
وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ﴿۴﴾ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۵﴾ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ
فِيْهِمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۶﴾ عَسَى اللّٰهُ
اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً ؕ وَاللّٰهُ قَدِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۷﴾ لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ
يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ﴿۸﴾ اِنَّمَا
يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ
وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۹﴾

اے ایمان والوتم میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ کہ ان سے دوستی کا اظہار کرنے لگو حالانکہ تمہارے پاس جو دین حق آ چکا ہے وہ اس کے منکر ہیں رسول کو اور تم کو اس بنا پر کہ تم اپنے پروردگار اللہ پر ایمان لے آئے ہو شہر بدر کر چکے ہیں اگر تم میرے رستہ پر جہاد کرنے کی غرض سے اور میری رضامندی ڈھونڈنے کی غرض سے (اپنے گھروں سے) نکلے ہو تم ان سے چپکے چپکے دوستی کی باتیں کرتے ہو حالانکہ مجھ کو سب چیزوں کا خوب علم ہے تم جو کچھ چھپا کر کرتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو اور (آگے

اس پر وعید ہے کہ) جو شخص تم میں سے ایسا کرے گا وہ راہ راست سے بھٹکے گا اگر ان کو تم پر دسترس ہو جائے تو (فوراً) اظہار عداوت کرنے لگیں اور (وہ اظہار عداوت یہ کہ) تم پر برائی کے ساتھ دست درازی اور زبان درازی کرنے لگیں (یہ دنیوی اضرار یہ ہے کہ) وہ اس بات کے متمنی ہیں کہ تم کافر ہی ہو جاؤ تمہارے رشتہ دار اور اولاد قیامت کے دن تمہارے کام نہ آئیں گے خدا تمہارے درمیان فیصلہ کرے گا اور اللہ تمہارے سب اعمال کو خوب دیکھتا ہے۔ تمہارے لئے ابراہیم میں اور ان لوگوں میں جو کہ (ایمان و اطاعت میں) ان کے شریک حال تھے ایک عمدہ نمونہ ہے جب کہ ان سب نے اپنی قوم سے کہہ دیا کہ ہم تم سے اور جن کو تم اللہ کے سوا معبود سمجھتے ہو ان سے بیزار ہیں ہم تمہارے منکر ہیں اور ہم میں اور تم میں ہمیشہ کے لئے عداوت اور بغض (زیادہ) ظاہر ہو گیا جب تک تم اللہ واحد پر ایمان نہ لاؤ لیکن ابراہیم علیہ السلام کی اتنی بات تو اپنے باپ سے ہوئی تھی کہ میں تمہارے لئے استغفار ضرور کروں گا اور تمہارے لئے (استغفار سے زیادہ) مجھ کو خدا کے آگے کسی بات کا اختیار نہیں اے ہمارے پروردگار ہم آپ پر توکل کرتے ہیں اور آپ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں اور آپ ہی کی طرف لوٹنا ہے اے ہمارے پروردگار ہم کو کافروں کا تختہ مشق نہ بنا اور اے پروردگار ہمارے گناہ معاف کر دیجئے بے شک آپ زبردست حکمت والے ہیں بے شک ان لوگوں میں تمہارے لئے یعنی ایسے شخص کے لئے عمدہ نمونہ ہے جو اللہ کے (سامنے جانے) کا اور قیامت کے دن (کے آنے) کا اعتقاد رکھتے ہیں اور جو شخص (اس حکم سے) روگردانی کرے گا سو (اسی کا ضرر ہو گا کیونکہ اللہ تو) بالکل بے نیاز اور سزاوار حمد ہے۔ اللہ تعالیٰ سے امید ہے (یعنی ادھر سے وعدہ ہے) کہ تم میں اور ان لوگوں میں جن سے تمہاری عداوت ہے دوستی کر دے اور اللہ تعالیٰ بڑی قدرت والا ہے اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے اللہ تعالیٰ تم کو ان لوگوں کے ساتھ احسان اور انصاف کا برتاؤ کرنے میں منع نہیں کرتا جو تم سے دین کے بارے میں نہیں ٹوٹے اور تم کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا اور اللہ تعالیٰ انصاف کا برتاؤ کرنے والوں سے محبت رکھتے ہیں صرف ان لوگوں کے ساتھ دوستی کرنے سے اللہ تعالیٰ تم کو منع کرتا ہے جو تم سے دین کے بارے میں لڑے ہوں (خواہ بالفعل یا بالعزم) اور تم کو تمہارے گھروں سے نکالا ہو اور اگر نکالا نہ بھی ہو (لیکن) تمہارے نکالنے میں (نکالنے والوں کی) مدد کی ہو اور جو شخص ایسوں سے دوستی کرے گا سو وہ گنہگار ہوں گے۔

سورة الممتحنة مدنية وآيها ثلث عشرة كذا في البيضاوى۔

تفسیر ربط: سورت سابقہ میں منافقین کی یہود سے دوستی کرنے کی مذمت کی گئی تھی اس سورت کے اوّل و آخر میں مسلمانوں کو کفار سے تعلقات، دوستی اور خصوص مشرکات سے تعلق نکاح رکھنے کی ممانعت ہے اور مشرکات و مؤمنات میں تمایز کے لئے صرف اظہار ایمان پر اکتفاء کرنے کا ارشاد ہے۔

نہی از موالات بالکفار: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ (الى قوله تعالى) وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

(یہ آیتیں ایک قصہ کے متعلق ہیں اور وہ قصہ یہ ہے کہ جب آپ نے فتح مکہ کے لئے جہاد کرنے کا ارادہ کیا تو حاطب بن ابی بلتعہ نے جو کہ اہل بدر سے ہیں اور رہنے والے یمن کے ہیں اور مکہ میں آ رہے تھے اور ان کے بھائی اور والد اور اولاد و اہل و عیال و اموال اب بھی مکہ میں تھے اہل مکہ کے نام ایک خط لکھا کہ رسول ﷺ تم پر چڑھائی کرنے والے ہیں اور یہ خط ایک عورت کو دے دیا کہ مکہ والوں کو پہنچائے۔ آپ (ﷺ) کو وحی سے یہ بات معلوم ہو گئی آپ نے حضرت علیؓ اور چند صحابہؓ کو حکم دیا کہ فلاں جگہ وہ عورت ملے گی اُس سے وہ خط لے آؤ یہ گئے اور وہ عورت ملی اور ان کے دھمکانے سے وہ خط اُس نے دیا اور یہ لائے آپ نے حاطبؓ سے پوچھا اُنہوں نے کہا کہ واقعی خط میرا ہی لکھا ہوا ہے لیکن خدا نہ کرے میں نے مخالفت اسلام کے سبب یہ خط نہیں لکھا بلکہ میں جانتا تھا کہ اسلام کو تو اس سے کوئی ضرر نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ اُس کو ضرور غالب کرنے والا ہے اور آپ کو ضرور فتح ہو گی اور میرا نفع ہو جاوے گا کہ اہل مکہ اس کا احسان مان کر میرے اہل و عیال و اموال کی حفاظت کریں گے اور اُن کو ایذاء و ضرر نہ پہنچاویں گے کیونکہ میری اُن سے اور کوئی قرابت ہے نہیں جس کی وجہ سے وہ میری رعایت کرتے بلکہ میں محض اجنبی پردیسی آدمی تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو غصہ آیا اور آپ نے اُن کی گردن مارنے کی اجازت چاہی آپ نے فرمایا کہ یہ اہل بدر سے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کے گناہ معاف فرما دیئے ہیں اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں ۔ كذا في الدر المنثور عن کتب الحدیث پس ارشاد ہے کہ) اے ایمان والو تم میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ کہ اُن سے دوستی کا اظہار کرنے لگو (یعنی گو دل سے دوستی نہ ہو مگر ایسا دوستانہ برتاؤ بھی مت کرو) حالانکہ تمہارے پاس جو دین حق آ چکا ہے وہ اس کے منکر ہیں (یہ بیان ہے عدوی کا اور) رسول (ﷺ) کو اور تم کو اس بناء پر کہ تم اپنے پروردگار اللہ پر ایمان لے آئے شہر بدر کر چکے ہیں (یہ بیان ہے عدوکم کا مع عدوی کے غرض ایسے لوگوں سے دوستی مت کرو) اگر تم میرے رستہ میں جہاد کرنے کی غرض سے اور میری رضامندی ڈھونڈنے کی غرض سے (اپنے گھروں سے) نکلے ہو (کہ دوستی کفار کی جس کا حاصل کفار کی رضامندی کی فکر ہے منافی ہے طلب رضائے حق اور مباشرت اعمال موجبہ رضائے حق کے) تم اُن سے چپکے چپکے دوستی کی باتیں کرتے ہو (یعنی اول تو دوستی ہی بری چیز ہے پھر خفیہ پیغام بھیجنا بوجہ اس کے کہ موہم اختصاص و مزید دوستی ہے اور زیادہ برا ہے) حالانکہ مجھ کو سب چیزوں کا خوب علم ہے تم جو کچھ چھپا کر کرتے ہو اور جو ظاہر کر کے کرتے ہو (یعنی مثل دوسرے موانع مذکورہ کے یہ امر بھی مانع دوستی ہونا چاہئے) اور (آگے اس پر وعید ہے کہ) جو شخص تم میں سے ایسا کرے گا وہ راہ راست سے بہک گیا (اور انجام ضالین کا معلوم ہی ہے آگے

اُن کی دشمنی کا بیان ہے کہ وہ تمہارے ایسے سخت دشمن ہیں کہ) اگر اُن کو تم پر دسترس ہو جاوے تو (فوراً) اظہار عداوت کرنے لگیں اور (وہ اظہار عداوت یہ کہ) تم پر بُرائی (اور ضرر رسانی) کے ساتھ دست درازی اور زبان درازی کرنے لگیں (یہ تو دنیوی اضرار ہے) اور (دینی اضرار یہ کہ) وہ اس بات کے متمنی ہیں کہ تم کافر (ہی) ہو جاؤ (پس ایسے لوگ کب قابل دوستی ہیں اور اگر تم کو دوستی کے بارہ میں اپنے اہل وعیال کا خیال ہو تو خوب سمجھ لو کہ) تمہارے رشتہ دار اور اولاد قیامت کے دن تمہارے (کچھ) کام نہ آویں گے خدا (ہی) تمہارے درمیان فیصلہ کرے گا اور اللہ تمہارے سب اعمال کو خوب دیکھتا ہے (پس ہر عمل کا فیصلہ ٹھیک ٹھیک کرے گا اور اللہ تمہارے سب اعمال کو خوب دیکھتا ہے (پس ہر عمل کا فیصلہ ٹھیک ٹھیک کریگا پس اگر تمہارے اعمال موجب عقوبت ہوں گے تو اُس عقوبت سے ارحام واولاد بچانہ سکیں گے پھر اُن کی رعایت میں خدا کے حکم کے خلاف کرنا بہت مذموم امر ہے اور اس سے اموال کا قابل رعایت نہ ہونا اظہر ہے آگے حکم مذکور پر تحریض کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ ارشاد ہے کہ) تمہارے لئے ابراہیم (علیہ السلام) میں اور اُن لوگوں میں جو کہ ایمان وطاعت میں) اُن کے شریک حال تھے ایک عمدہ نمونہ ہے (یعنی اس بارہ میں کفار سے ایسا برتاؤ رکھنا چاہئے جیسا ابراہیم علیہ السلام اور اُن کے متبعین نے کیا) جب کہ ان سب نے (اوقات مختلفہ میں) اپنی قوم (کے لوگوں) سے کہہ دیا کہ ہم تم سے اور جن کو تم اللہ کے سوا معبود سمجھتے ہو اُن سے بیزار ہیں (اوقات مختلفہ اس لئے کہا گیا کہ ابراہیم علیہ السلام نے جس وقت اول یہ بات اپنی قوم سے کہی تھی اُس وقت وہ بالکل تنہا تھے پھر جو جو آپ کے ساتھ ہوتے گئے کفار سے قطع تعلق قولاً وفعلاً کرتے گئے۔ آگے اُس بیزاری کا بیان ہے کہ) ہم تمہارے (یعنی کفار اور ان کے معبودین کے) منکر ہیں (یعنی تمہارے عقائد اور معبودات کی عبادت کے منکر ہیں یہ تو تبری باعتبار عقیدہ کے ہے) اور (تبری باعتبار معاملہ اور برتاؤ کے یہ ہے کہ) ہم میں اور تم میں ہمیشہ کے لئے عداوت اور بغض (زیادہ) ظاہر ہو گیا (کیونکہ بناء عداوت کی اختلاف عقائد ہے اور اب اس کا زیادہ اعلان ہو گیا تو عداوت کا بھی زیادہ اظہار ہو گیا۔ عداوت اور بغض متقارب ہیں اور دونوں کا جمع کرنا تاکید کے لئے۔ اور یہ عداوت ہم کو تم سے ہمیشہ رہے گی) جب تک تم اللہ واحد پر ایمان نہ لاؤ (غرض ابراہیم علیہ السلام اور ان کے متبعین نے کفار سے صاف قطع تعلق کر دیا) لیکن ابراہیم (علیہ السلام) کی اتنی بات تو اپنے باپ سے ہوئی تھی (جو ظاہر میں موہم تعلق کو ہے) کہ میں تمہارے لئے استغفار ضرور کروں گا اور تمہارے لئے (استغفار سے زیادہ) مجھ کو خدا کے آگے کسی بات کا اختیار نہیں (کہ دعا کو قبول ہی کرا لوں یا باوجود ایمان نہ لانے کے تم کو عذاب سے بچا لوں۔ مطلب یہ کہ اتنی بات تو البتہ ابراہیم علیہ اسلام نے کہی تھی جس کا مطلب تم میں سے بعض لوگ مطلق استغفار سمجھ گئے حالانکہ یہاں استغفار کے دوسرے معنی ہیں یعنی طلب ہدایت جس کی سب کو اجازت ہے اور واقع میں وہ قطع تعلق کے خلاف بھی نہیں مگر ظاہری صورت تعلق اور ظاہری معنی استغفار کے اعتبار سے صورۃً اس کو مستثنیٰ کیا جاتا ہے اور مستثنیٰ لفظاً ہر چند کہ مجموعہ لَاَسْتَغْفِرَنَّ اور مَآ اَمْلِكُ ...... ہے لیکن استثناء مجموعہ کا باعتبار جزو اول کے ہے اور جزو ثانی تبعاً آ گیا ہے اور تحقیق اس استغفار کی آخر سورۂ براءت میں گزری ہے یہ گفتگو تو ابراہیم علیہ السلام کی اپنی قوم سے ہوئی آگے ان کی دعا کا مضمون ہے یعنی کفار سے قطع تعلق کر کے انہوں نے اس بارہ میں حق تعالیٰ سے عرض کیا کہ) آپ ہی کی طرف (سب کو) لوٹنا ہے (پس اس اعتقاد کی وجہ سے ہم نے جو کچھ تبری وغیرہ کی ہے محض خلوص سے کی ہے اس میں کوئی غرض دنیوی نہیں اور اس سے مقصود تفاخر نہیں بلکہ عرض حال بغرض سوال ہے اور) اے ہمارے پروردگار ہم کو کافروں کا تختۂ مشق نہ بنا (یعنی ہم پر اس تبری سے یہ کافر ظلم نہ کرنے پاویں) اور اے ہمارے پروردگار ہمارے گناہ معاف کر دیجئے بے شک آپ زبردست حکمت والے ہیں (اور ہر طرح کی آپ کو قدرت حاصل ہے یہ دونوں دعائیں بمنزلہ غایت کے ہیں اول دعاؤں کے لئے ایک غایت باعتبار دنیا کے اور ایک باعتبار آخرت کے پس لَا تَجْعَلْنَا کو تَوَكَّلْنَا سے زیادہ تعلق ہے اور وَاغْفِرْ لَنَا کو اِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ۝ سے اور اَنَبْنَا مثل مشترک کے ہے آگے دوسرے عنوان سے اہتمام کے لئے تحریض مذکور کی تاکید ہے کہ) بے شک ان لوگوں میں (یعنی ابراہیم علیہ السلام اور ان کے متبعین میں) تمہارے لئے یعنی ایسے شخص کے لئے عمدہ نمونہ ہے جو اللہ (کے سامنے جانے) کا اور قیامت کے دن (کے آنے) کا اعتقاد رکھتا ہو (یعنی یہ اعتقاد مقتضی ہے اس بارہ میں اتباع ابراہیمی کو اور سابق میں یہ مضمون بلحاظ حال مقتدیٰ بہ کے ہے اور یہاں بلحاظ مقتضی اقتداء کے ہے پس تکرار نہیں) اور (آگے دوسرے طرز پر وعید ہے جیسے اس سے پہلے وَمَنْ يَّفْعَلْهُ میں وعید آ چکی ہے یعنی) جو شخص (اس حکم سے) روگردانی کرے گا سو (اسی کا ضرر ہو گا کیونکہ) اللہ تعالیٰ (تو) بالکل بے نیاز اور (بوجہ جامع الکمالات ہونے کے) سزاوار حمد ہے (پس وہاں استکمال بالغیر وانتفاع بعبادت المخلوق کا احتمال ہی نہیں اور چونکہ کچھ اُن کی عداوت سن کر مسلمانوں کو فکر ہو سکتی تھی کچھ قطع قرابات سے طبعاً رنج ہو سکتا تھا اس لئے بطور بشارت کے آگے پیشین گوئی فرماتے ہیں کہ) اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے (یعنی اُدھر سے وعدہ ہے) کہ تم میں اور اُن لوگوں میں جن سے تمہاری عداوت ہے دوستی کر دے (گو بعض ہی سے سہی یعنی اُن کو مسلمان کر دے جس سے عداوت مبدل بہ صداقت ہو جاوے) اور (اس کو کچھ بعید نہ سمجھو کیونکہ) اللہ کو بڑی قدرت ہے (چنانچہ فتح مکہ کے روز بہت آدمی خوشی سے مسلمان ہو گئے مطلب یہ کہ اول تو اگر قطع تعلق ہمیشہ کے لئے ہوتا تب بھی بوجہ مامور بہ ہونے کے واجب العمل تھا پھر خاص کر جب کہ تھوڑی ہی مدت کے لئے کرنا پڑے اور پھر مشارکت فی الایمان سے دوستی اور تعلق بدستور عود کر آوے غرض ہر طرح قطع تعلق ضروری ہوا) اور

(اب تک جو کسی سے اس حکم کے خلاف خطا ہوگئی ہے جس سے وہ اب تائب ہو چکا تو) اللہ تعالیٰ (اُس کے لئے) غفور رحیم ہے (اور یہاں تک تو دوستانہ تعلقات کی نسبت حکم فرمایا تھا کہ اُن کا قطع واجب ہے آگے مُحسنانہ تعلقات کے حکم کی تفصیل فرماتے ہیں کہ وہ یہ کہ) اللہ تعالیٰ تم کو اُن لوگوں کے ساتھ احسان اور انصاف کا برتاؤ کرنے سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین کے بارہ میں لڑے اور تم کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا (مراد وہ کافر ہیں جو ذمی یا مصالح ہوں یعنی محسنانہ برتاؤ اُن سے جائز ہے اور اسی کو منصفانہ برتاؤ فرمادیا پس انصاف سے مراد خاص انصاف ہے یعنی خاص اُن کی ذمیت یا مصالحت کے اعتبار سے انصاف مقتضی اس کو ہے کہ اُن کے ساتھ احسان سے دریغ نہ کیا جاوے ورنہ مطلق انصاف تو ہر کافر بلکہ جانور کے ساتھ بھی واجب ہے آگے ترغیب ہے اس برتاؤ کی کہ) اللہ تعالیٰ انصاف کا برتاؤ کرنے والوں سے محبت رکھتے ہیں (البتہ) صرف ان لوگوں کے ساتھ دوستی (یعنی بر واحسان) کرنے سے اللہ تعالیٰ تم کو منع کرتا ہے جو تم سے دین کے بارہ میں لڑے ہوں (خواہ بالفعل یا بالعزم) اور تم کو تمہارے گھروں سے نکالا ہو اور (اگر نکالا نہ بھی ہو لیکن) تمہارے نکالنے میں (نکالنے والوں کی مدد کی ہو یعنی اُن کے ساتھ شریک ہوں بالفعل یا بالعزم اس میں سب حربی غیر مصالح آگئے اور مراد دوستی سے بقرینہ آیت اولیٰ کے بر واقساط ہے اس کو دوستی کہنا بنکتہ تعفیر بایں معنی ہے کہ یہ دشمنی نہیں پس دوستی کے ایک معنی وجودی ہیں وہ تو ہر کافر سے ممنوع ہے دوسرے معنی عدمی ہیں یعنی عدم عداوت وہ غیر اہل حرب سے جائز اور اہل حرب سے ناجائز) اور جو شخص ایسوں سے دوستی (کا برتاؤ بالمعنی المذکور) کرے گا سو وہ لوگ گنہگار ہوں گے۔

ف: تفصیل موالات واحسان مع الکفار کی سورۂ آل عمران آیت: لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ ...... [آل عمران: ۲۸] کی تفسیر میں گزر چکی ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ (الی قولہ تعالی) بِالْمَوَدَّةِ اس پر دال ہے کہ حق تعالیٰ کی محبت کے لوازم میں سے ہے اُس کے مخالف سے قطع تعلق کرنا۔ قولہ تعالیٰ: لَنْ تَنْفَعَكُمْ اَرْحَامُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ اس پر دال ہے کہ دُنیوی علاقوں کی رعایت دین میں ناجائز ہے۔ قولہ تعالیٰ: اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ (الی قولہ تعالی) اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ اس میں دلالت ہے اس پر کہ جو بغض فی اللہ ہوتا ہے وہ شفقت اور خیر خواہی کو قطع نہیں کرتا بخلاف بغض نفسانی کے۔ قولہ تعالیٰ: رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا یہ عنوان اس پر دال ہے کہ ایسے اسباب فتنہ سے بچنا مطلوب ہے جس سے اہل حق پر اہل باطل ہونے کا شبہ ہو یا بالعکس اور ان اسباب میں جو غیر اختیاری ہیں ان سے بچنا یہ ہے کہ دُعاء کریں۔ قولہ تعالیٰ: لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ (الی قولہ تعالی) اَنْ تَبَرُّوْهُمْ بزرگوں کی عادت ہے کہ بعض کفار سے ملاطفت ونرم کلامی یا قبول ہدیہ کا برتاؤ کرتے ہیں یہ جائز ہے۔

ملحقات الترجمۃ: لے قولہ فی لا املك خدا کے آگے اخذ بحاصل الترجمۃ ۱۲۔

اللغات: العداوۃ ضد الصداقۃ والبغض ضد الحب ۱۲۔

النحو: تلقون تفسیر للموالاۃ او استیناف والباء زائدۃ وفیہ وجہ آخر وھو ان الباء للتعدیۃ والمعنی تفضون الیھم بالمودۃ وافضی یتعدی بالباء کما فی الروح عن الاساس قولہ ان کنتم خرجتم جواب الشرط محذوف دل علیہ ما تقدم کانہ قیل لا تتولوا اعدائی ان کنتم اولیائی قولہ تسرون استیناف او بدل من تلقون ۱۲ قولہ یوم القیٰمۃ متعلق بلن تنفع قولہ الا قول ابراھیم استثناء منقطع معنًی متصل صورۃً ۱۲۔

البلاغۃ: کفرنا بکم ای بکم وبما تعبدون ففیہ تغلیب ۱۲۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ ۚ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ ؕ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ ؕ وَاٰتُوْهُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ؕ وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَسْـَٔلُوْا مَآ اَنْفَقْتُمْ وَلْيَسْـَٔلُوْا مَآ اَنْفَقُوْا ؕ ذٰلِكُمْ حُكْمُ اللّٰهِ ؕ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۰﴾ وَاِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ اِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَاٰتُوا الَّذِيْنَ ذَهَبَتْ اَزْوَاجُهُمْ مِّثْلَ مَآ اَنْفَقُوْا ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ

وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَىِٕسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ كَمَا يَىِٕسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ ۝

اے ایمان والو جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں (دارالحرب سے) ہجرت کر کے آئیں تو تم ان کا امتحان کرلیا کرو ان کے ایمان کو اللہ ہی خوب جانتا ہے پس اگر ان کو (اس امتحان کی رو سے) مسلمان سمجھو تو ان کو کفار کی طرف واپس مت کرو (کیونکہ) نہ تو وہ عورتیں ان کافروں کے لئے حلال ہیں اور نہ وہ کافر ان عورتوں کے لئے حلال ہیں اور ان کافروں نے جو کچھ خرچ کیا ہو وہ ان کو ادا کر دو اور تم کو ان عورتوں سے نکاح کر لینے میں کچھ گناہ نہ ہوگا جب کہ تم ان کے مہر ادا کر دو اور (اے مسلمانو) تم کافر عورتوں کے تعلقات کو باقی مت رکھو اور (اس صورت میں) جو کچھ تم نے خرچ کیا ہو (ان کافروں سے) مانگ لو اور جو کچھ ان کافروں نے خرچ کیا ہو وہ (تم سے) مانگ لیں یہ اللہ کا حکم ہے (اس کا اتباع کرو) وہ تمہارے درمیان فیصلہ کرتا ہے اور اللہ بڑا علم اور حکمت والا ہے اور اگر تمہاری بیبیوں میں سے کوئی بی بی کافروں میں رہ جانے سے (بالکل ہی تمہارے ہاتھ نہ آئے پھر تمہاری نوبت آئے تو جن کی بیبیاں ہاتھ سے نکل گئیں جتنا (مہر) انہوں نے (ان بیبیوں پر) خرچ کیا تھا اس کے برابر تم ان کو دے دو اور اللہ سے کہ جس پر تم ایمان رکھتے ہو ڈرتے رہو۔ اے پیغمبر جب مسلمان عورتیں آپ کے پاس (اس غرض سے) آئیں کہ آپ سے ان باتوں پر بیعت کریں کہ اللہ کے ساتھ کسی شے کو شریک نہ کریں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری کریں گی اور نہ اپنے بچوں کو قتل کریں گی اور نہ بہتان کی اولا دلائیں گی جس کو اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان (نطفہ شوہر سے جنی ہوئی دعویٰ کر کے) بنالیں اور مشروع باتوں میں وہ آپ کے خلاف نہ کریں گی تو آپ ان کو بیعت کرلیا کیجئے اور ان کے لئے اللہ سے مغفرت کیا کیجئے بے شک اللہ غفور رحیم ہے۔ اے ایمان والو ان لوگوں سے (بھی) دوستی مت کرو جن پر اللہ تعالیٰ نے غضب فرمایا ہے کہ وہ آخرت (کے خیر و ثواب) سے ایسے ناامید ہو گئے ہیں جیسے کفار جو قبروں میں مدفون ہیں ناامید ہوں گے۔

تفسیر ربط: تمہید میں گزر چکا۔

قطع تعلق مناکحت بین المؤمنین والمشرکین وامتحان ایمان: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَاۗءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ (الی قولہ تعالی) اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۔ (یہ آیتیں بھی ایک خاص موقع کے متعلق ہیں اور وہ موقع صلح حدیبیہ کا ہے جس کا بیان آغاز سورۂ فتح میں ہوا ہے منجملہ اُن شرطوں کے جو صلح نامہ میں لکھی گئی تھیں ایک شرط یہ بھی تھی کہ جو شخص مسلمانوں میں سے کافروں کی طرف چلا جاوے وہ واپس نہ دیا جاوے اور جو شخص کافروں میں سے مسلمانوں کی طرف چلا جاوے وہ واپس دے دیا جائے چنانچہ بعضے مسلمان مرد آئے اور وہ واپس کر دیئے گئے پھر بعضی عورتیں مسلمان ہو کر آئیں اُن کے اقارب نے اُن کی واپسی کی درخواست کی اس پر یہ آیتیں حدیبیہ میں نازل ہوئیں جس میں عورتوں کے واپس کرنے کی ممانعت کی گئی پس عموم مضمون صلح نامہ کا اس سے مخصوص اور منسوخ ہو گیا اور ایسی عورتوں کے باب میں کچھ خاص احکام مقرر کئے گئے اور اُن کے ساتھ کچھ احکام ایسی عورتوں کے باب میں مقرر ہوئے جو پہلے مسلمانوں کے نکاح میں تھیں مگر اسلام نہ لائیں اور مکہ ہی میں رہ گئیں اور چونکہ مدار اُن احکام کا ان عورتوں کا مسلمان ہونا ہے اس لئے طریق امتحان بھی بتلایا گیا اور خلاصہ اُن احکام کا یہ ہے کہ حکم اول جو عورت دارالحرب سے مسلمان ہو کر آ جاوے اُس کا نکاح شوہر کافر سے فوراً ٹوٹ گیا۔ اسی طرح جس حربیہ کا شوہر مسلمان ہو جاوے اسکا نکاح بھی معاً ٹوٹ جاوے گا۔

حکم دوم: پہلی عورت کا نکاح مسلمان مرد سے جائز ہے اگر وہ حاملہ ہے تو بعد وضع حمل بالا جماع اور اگر غیر حاملہ ہے تو امام صاحب کے نزدیک بلا عدت اور صاحبین کے نزدیک بعد عدت اور دوسری عورت پر کسی کے نزدیک عدت نہیں اور یہ دونوں حکم اب بھی باقی ہیں حکم سوم پہلی عورت کو پہلے شوہر نے جس قدر مہر دیا ہو مسلمان وہ مہر اُس شوہر کافر کو واپس کر دیں اگر کوئی خاص شخص نکاح کرے تو وہ واپس کرے ورنہ بیت المال سے دے دیا جاوے یہ حکم خاص تھا اسی واقعہ کے ساتھ بلحاظ صلح کے کہ اہل صلح کا ضرر نہ ہو اور نیز اُن کو اشتعال نہ ہو جس سے صلح ٹوٹ جاوے اب یہ حکم باقی نہیں حکم چہارم اسی طرح کفار دوسری عورت کا مہر مسلمان شوہر کو ادا کریں یہ حکم بھی مخصوص تھا اُسی واقعہ کے ساتھ حکم پنجم اگر کفار ایسی عورتوں کا مہر اُن کے مسلمان شوہروں کو واپس نہ کریں تو جو مہر کفار کا مسلمانوں کے ذمہ واجب الادا ہے وہ اُن کفار کی جگہ اِن مسلمان شوہروں کو دے دیا جاوے برابری کی صورت میں تو کچھ تکلف نہیں اور کمی وبیشی میں یہ حکم تھا کہ جو کفار کا بچے وہ کفار کو دے دیا جاوے اور جو اپنا رہے اُس کا مطالبہ اُن سے کیا جاوے اور یہ حکم بھی مخصوص تھا اُسی واقعہ کے ساتھ اور دلیل ان بعض احکام کے مخصوص ہونے کی اجماع ہے اور نیز یہ کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اور جگہ یہ برتاؤ نہیں کیا اور بقیہ احکام ہدایہ وغیرہ سے اور روایات دُرمنثور سے منقول ہیں البتہ حکم سوم میں جو بیت المال سے دلانے کو لکھا ہے یہ ایک اور تفسیر سے منقول ہے اور اگر یہ شبہ ہو کہ اس تخصیص و نسخ سے عہد عام کا نقض ہو گیا اور نقض جائز نہیں جواب یہ ہے کہ نقض بمعنی غور جائز نہیں اور بلا غور نفس صلح ہی کا رفع جائز تھا اور کسی خاص جزو کا رفع تو اُس سے اہون واخف ہے اور فریق ثانی اس میں مجبور نہیں کیا گیا وہ اگر نہ

مانتے تو بیش بریں نیست کہ صُلح مرتفع ہو جاتی پھر اُس میں کوئی محذور لازم نہیں آتا لیکن جب فریق ثانی نے بھی مان لیا خواہ اپنی کچھ مصلحت سمجھ کر خواہ اس خیال سے کہ مردوں کے اجتماع سے تو اندیشہ محاربہ کا ہے مگر عورتیں اگر واپس نہ کی گئیں تو اُن سے کوئی اندیشہ نہیں تو مان لینے کے بعد صُلح متفق علیہ بھی ہو گئی پھر بعد واپسی حدیبیہ کے بھی بعض عورتیں آئی تھیں وہ بھی اس حکم میں شامل رہیں کذا فی الدر المنثور ایضاً۔ پس بخطاب عام ارشاد فرماتے ہیں کہ) اے ایمان والو جب تمہارے پاس مسلمان عورتیں (دارالحرب سے) ہجرت کر کے آویں (خواہ مدینہ میں کہ دارالاسلام ہے خواہ حدیبیہ میں کہ معسکر اسلام حکماً دارالاسلام میں ہے کذا فی کتاب الحدود من الهداية) تو تم اُن (کے مسلمان ہونے) کا امتحان کر لیا کرو (جس کا طرق آگے خطاب خاص یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ میں آتا ہے اور اُس امتحان میں ظاہری ایمان پر اکتفا کیا کرو کیونکہ) اُن کے (حقیقی) ایمان کو (تو) اللہ ہی خوب جانتا ہے (تم کو تحقیق ہو ہی نہیں سکتا) پس اگر اُن کو (اُس امتحان کی رو سے) مسلمان سمجھو تو اُن کفار کی طرف واپس مت کرو (کیونکہ) نہ تو وہ عورتیں اُن کافروں کے لئے حلال ہیں اور نہ وہ کافر ان عورتوں کے لئے حلال ہیں (کیونکہ مسلمان عورت کا نکاح کافر مرد سے مطلقاً نہیں رہتا موافق حکم اول کے) اور (اس صورت میں) اُن کافروں نے جو کچھ (مہر کے بابت اُن عورتوں پر) خرچ کیا ہو وہ اُن کو ادا کر دو (موافق حکم سوم) اور تم کو اُن عورتوں سے نکاح کرنے میں کچھ گناہ نہ ہوگا جب کہ تم اُن کے مہر اُن کو دے دو (اداءً یا التزاماً) اور یہ قید بیان شرطیت کے لئے نہیں کیونکہ جواز نکاح موقوف نہیں ہے اداء یا التزام مہر پر بلکہ بیان لزوم کے لئے ہے یعنی مہر لوازم نکاح سے ہے خواہ مسمّیٰ ہو یا نہ ہو اور خواہ بالمعنی المتبادر ہو یا کپڑوں کا جوڑا وہو المذکور فی قولہ تعالیٰ: لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً وَّمَتِّعُوْهُنَّ ۚ [البقرة : ۲۳۶]) اور (اے مسلمانو) تم کافر عورتوں کے تعلقات کو باقی مت رکھو (یعنی جو تمہاری بیبیاں دارالحرب میں کفر کی حالت میں رہ گئیں اُن کا نکاح تم سے زائل ہو گیا اُن کے تعلقات کا کوئی اثر باقی مت سمجھو حتی کہ ایسے مرد کو فوراً ایسی عورتوں سے بھی نکاح جائز ہے جن سے اُس متروک کی عدت میں جائز نہ ہوتا کیونکہ عدت بھی واجب نہیں ہے موافق جزء اخیر حکم دوم اور بعض صحابہؓ کا طلاق دینا باوجود عدم احتیاج الی الطلاق کے اور اُس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بشرطیکہ آپ کو اطلاع ہوا انکار نہ فرمانا شاید اس لئے ہو کہ طلاق بالمعنی اللغوی ہو جس کا حاصل اظہار متارکت ہے) اور (اس صورت میں) جو کچھ تم نے (اُن عورتوں کے مہر میں) خرچ کیا ہو (اُن کافروں سے) مانگ لو (موافق حکم چہارم) اور (اسی طرح) جو کچھ اُن کافروں نے (مہر کے بابت) خرچ کیا ہو وہ (تم سے) مانگ لیں (جیسا اوپر ارشاد ہوا ہے :وَاٰتُوْهُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا ۭ شاید یہ تکریر معنون باختلاف عنوان اس لئے ہو کہ تمہارے ذمہ جو دوسروں کا حق ہو اُس کو زیادہ مؤکد سمجھو) یہ (جو کچھ کہا گیا) اللہ کا حکم ہے (اس کا اتباع کرو) وہ تمہارے درمیان (ایسا ہی مناسب) فیصلہ کرتا ہے اور اللہ بڑا علم اور حکمت والا ہے (علم وحکمت سے مناسب احکام مقرر فرماتا ہے) اور اگر تمہاری بیبیوں میں سے کوئی بی بی کافروں میں رہ جانے سے (بالکل ہی) تمہارے ہاتھ نہ آوے (یعنی نہ وہ ملے اور نہ اُس کا بدل کہ مہر ہے جو مقتضا تھا حکم چہارم کا اور) پھر (کافروں کو مہر دینے کی) تمہاری نوبت آوے (یعنی موافق حکم سوم کے تمہارے ذمہ کسی کافر کا حق مہر واجب الاداء ہو) تو (تم وہ مہر اُن کافروں کو نہ دو بلکہ) جن (مسلمانوں) کی بیبیاں ہاتھ سے نکل گئیں (جن کا ابھی ذکر ہوا فَاٰتَكُمْ میں) جتنا (مہر) انہوں نے (ان بیبیوں پر) خرچ کیا تھا اُس کے برابر (اس رقم واجب الاداء میں سے) تم اُن کو دے دو (موافق حکم پنجم) اور اللہ سے کہ جس پر تم ایمان رکھتے ہو ڈرتے رہو (اور احکام واجبہ میں خلل مت ڈالو آگے خطاب خاص میں طریق امتحان ایمان کا فرماتے ہیں کہ) اے پیغمبر (ﷺ) جب مسلمان عورتیں آپؐ کے پاس (اس غرض سے) آویں کہ آپؐ سے ان باتوں پر بیعت کریں کہ اللہ کے ساتھ کسی شئے کو شریک نہ کریں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری کریں گی اور نہ اپنے بچوں کو قتل کریں گی اور نہ کوئی بہتان کی اولاد لاویں گی جس کا اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان (نطفۂ شوہر سے جنی ہوئی دعویٰ کر کے) بنالیویں (جیسا جاہلیت میں بعض عورتوں کا دستور تھا کہ کسی غیر کا بچہ اٹھالائیں اور کہہ دیا کہ میرے خاوند کا ہے اور یا کسی سے بدکاری کی اور اُس نطفۂ حرام کو اپنے خاوند کا بتلا دیا کہ اس میں علاوہ گناہ زنا کے الحاق ولد کا ہے غیر من لہ الولد کے ساتھ جس پر حدیث میں بھی وعید آئی ہے رواہ ابوداؤد والنسائی) اور مشروع باتوں میں وہ آپ کے خلاف نہ کریں گی (اس میں سب احکام شرعیہ آ گئے پس وہ عورتیں اگر ان شرطوں کو قبول کر لیں جن کا اعتقاد شرط ایمان ہے اور التزام عمل شرط کمال ایمان ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُن کو بیعت کر لیا کیجئے) اور اُن کے لئے اللہ سے (پچھلے گناہوں کی) مغفرت طلب کیا کیجئے بے شک اللہ غفور رحیم ہے (مطلب یہ کہ جب ان احکام کے حق اور واجب العمل سمجھنے کا اظہار کریں تو اُن کو مسلمان سمجھئے اور ہر چند کہ خود اسلام ہی سے مغفرت ذنوب ماضیہ ہو جاتی ہے مگر امر بالاستغفار یا تو کمال ترتب آثار مغفرت کے لئے ہے اور یا حاصل اس کا دُعاء ہے قبول ایمان کی جو ملزوم ہے مغفرت کا۔ ربط : اوپر اور یہاں تک بیان تھا مطلق کفار سے تعلقات رکھنے کا جن میں زیادہ مضامین متعلق مشرکین کے تھے آگے کفار یہود سے تعلق رکھنے کے بارہ میں کہ مدینہ میں وہ بکثرت تھے ارشاد ہے۔

خاتمہ مناسب فاتحہ در نہی از موالات یہود:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَىِٕسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ كَمَا يَىِٕسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ ۝ اے ایمان والو اُن لوگوں

سے (بھی) دوستی مت کرو جن پر اللہ تعالیٰ نے غضب فرمایا ہے (مراد اس سے یہود ہیں لقولہ تعالیٰ فی المائدۃ: مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ) [المائدۃ: ٦٠] کہ وہ آخرت (کے ثواب) سے ایسے نا اُمید ہو گئے ہیں جیسا کفار جو قبروں میں (مدفون) ہیں (خیر و ثواب آخرت سے) نا اُمید ہیں (جو کافر مر جاتا ہے بوجہ اس کے کہ اُس کو معائنہ آخرت کا ہو جاتا ہے حقیقت امر پر یقین کے ساتھ مطلع ہو جاتا ہے کہ اب میری ہرگز بخشش نہ ہوگی چونکہ حسب آیت يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ [البقرۃ: ١٤٦] آپ کی نبوت گو اور اسی طرح مخالف نبی کے کافر اور غیر ناجی ہونے کو خوب جانتے ہیں گو عار و حسد کی وجہ سے اتباع نہ کرتے تھے اس لئے اُن کو دل سے یقین تھا کہ ہم ناجی نہیں ہیں گو شیخی کے مارے ظاہراً اس کے خلاف کرتے ہوں پس حاصل یہ ہوا کہ جن کی گمراہی ایسی مسلّم ہے کہ وہ خود بھی اس کو دل سے تسلیم کرتے ہیں ایسے گمراہوں سے تعلق رکھنا کیا ضرور اور یہ نہ سمجھا جاوے کہ جو گمراہ اشد درجہ کا نہ ہو اُس سے دوستی جائز ہے جواز دوستی سے تو مطلق کفر مانع ہے مگر اس صفت سے وہ عدم جواز اور شدید ہو جاوے گا اور شاید تخصیص یہود کی اس جگہ اس لئے ہو کہ مدینہ میں یہود زیادہ تھے اور دوسرے وہ لوگ شریر و مفسد بھی بہت تھے)۔ الحمد للہ کہ آج بتاریخ ۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۵ھ روز پنجشنبہ وقت چاشت تفسیر سورۂ ممتحنہ کی ختم ہونے سے گیارہویں جلد تفسیر کی ختم ہوئی اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے بارہویں جلد بھی پوری فرما دے۔ اب آگے سورۂ صف کی تفسیر آتی ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

ولاحول ولا قوۃ الا باللہ والصلوۃ والسلام علی رسول اللہ واخوانہ من الانبیاء ہداۃ سبل اللہ۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: فَامْتَحِنُوْهُنَّ اس میں مرید کے امتحان کا امر ہے۔ قولہ تعالیٰ: يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ بیعت کی غرض میں صریح ہے اور اس سے بیعت رسمی کا جس میں عمل کا اہتمام نہ ہو ابطال لازم آتا ہے۔ قولہ تعالیٰ: فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ اس پر دال ہے کہ مرید کے حقوق میں سے یہ بھی ہے کہ اُس کے لئے دعاء کی جاوے۔ سورۃ الممتحنہ تمام ہوئی۔

اللغات: العصم جمع عصمة وهر ما يعتصم به من عقد وسبب والمراد النهى عن ابقاء علقة من علق الزوجية اصلا فعاقبتم من العقبة لا من العقاب وهى فى الاصل النوبة فى الركوب اى فجاء ت عقبتكم واخترته فى الترجمة وعن الزجاج ان معنى فعاقبتم فغنمتم وحقيقته ناصبتم فى القتال بعقوبة حتى غنمتم قوله بين ايديهن فى الروح عن الفراء وذلك ان الولد اذا وضعته الام سقط بين يديها ورجليها ١٢۔ من اصحب القبور من بيانية ١٢۔

وجوه المثانی

سورۃ الاحقاف: قوله تعالىٰ لتنذر۔ فيه قراء تان الاولىٰ بالخطاب لنافع وابن عامر والثانية بالغيبة للباقين بخلاف عن البزى وعلى الاول الضمير للرسول ﷺ وعلى الثانى للكتاب **قوله تعالىٰ** احسانا۔ فيه قراء تان الاولىٰ على وزن الافعال للكوفيين والثانية بضم الحاء وسكون السين للباقين **قوله تعالىٰ** كرها فى الموضعين فيه قراء تان الاولىٰ بضم الكاف للكوفيين وابن ذكوان والثانية بالفتح للباقين **قوله تعالىٰ** نتقبل عنهم احسن ما عملوا ونتجاوز۔ فيهما قراء تان الاولىٰ بصيغة جمع المتكلم المعروف ونصب احسن لحفص وحمزة والكسائى والثانية بصيغة الغائب المجهول ورفع احسن للباقين **قوله تعالىٰ** اف لكما۔ فيه ما تقدم فى بنى اسرائيل **قوله تعالىٰ** اتعداننى۔ فيه قراء تان الاولىٰ بادغام النون الاولىٰ فى الثانية لهشام والثانية بالاظهار للباقين **قوله تعالىٰ** ليوفيهم۔ فيه قراء تان الاولىٰ بالتحتية لابن كثير وابى عمرو وهشام وعاصم والثانية بالنون للباقين **قوله تعالىٰ** ابلغكم۔ فيه قراء تان الاولىٰ من الابلاغ لابى عمرو والثانية من التبليغ للباقين **قوله تعالىٰ** لا يُرىٰ الا مساكنهم۔ فيه قراء تان الاولىٰ بالتحتية مضمومة ورفع النون من مساكنهم لعاصم وحمزة والثانية بالفوقية مفتوحة ونصب مساكنهم للباقين۔

سورۃ محمد: قوله تعالىٰ والذين قتلوا۔ فيه قرأتان الاولىٰ بضم القاف وكسر التاء لابى عمرو وحفص والثانية بفتح القاف والتاء والف بينهما للباقين **قوله تعالىٰ** غير اسن۔ فيه قراء تان الاولىٰ بقصر الهمزة لابن كثير والثانية بالمد للباقين والاول صفة مشبهة **قوله تعالىٰ** فهل عسيتم۔ فيه قراء تان الاولىٰ بكسر السين لنافع والثانية بالفتح للباقين **قوله تعالىٰ** املى لهم فيه قراء تان الاولىٰ بصيغة الماضى المجهول لابى عمرو والثانية بالماضى المعلوم للباقين **قوله تعالىٰ** اسرارهم۔ فيه قراء تان الاولىٰ بكسر الهمزة لحمزة والكسائى وحفص والثانية بالفتح للباقين **قوله تعالىٰ** رضوانه۔ فيه قراء تان الاولىٰ بضم الراء لشعبة والثانية بكسرها للباقين **قوله تعالىٰ** لنبلونكم ونعلم ونبلو۔ فيها قراء تان الاولىٰ بالتحتية لشعبة والثانية بالنون للباقين **قوله تعالىٰ** الى السلم۔ فيه قراء تان الاولىٰ بكسر السين لحمزة وشعبة والثانية بالفتح للباقين۔

سورة الفتح :قوله تعالٰی دائرة السوء۔ فیه قراء تان الاولٰی بضم السین لابن کثیر وابی عمرو والثانیة بالفتح للباقین قوله تعالٰی لتومنوا وتعزروه وتوقروه وتسبحوه۔ فیها قراء تان الاولٰی بالغیبة فی الاربعة لابن کثیر وابی عمرو والثانیة بالخطاب للباقین قوله تعالٰی علیه الله۔ فیه قراء تان الاولٰی ضم هاء الضمیر لحفص والثانیة کسرها للباقین وجه الضم انها هاء هو وانما تکسر لرعایة الیاء او الکسر وحسن الضم فی الأیة للتوصل به الٰی تفخیم لفظ الجلالة الملائم لتفخیم امر العهد المشعر به الکلام وایضا ابقاء ما کان علی ما کان ملائم للوفاء بالعهد قوله تعالٰی فسیؤتیه فیه قراء تان الاولٰی بالتحتیة لابی عمرو والکوفیین بالثانیة بالنون للباقین قوله تعالٰی بکم ضرا۔ فیه قراء تان الاولٰی ضم الضاد لحمزة والکسائی بالثانیة بالفتح للباقین قوله تعالٰی کلام الله۔ فیه قراء تان الاولٰی بکسر اللام بعد الکاف ولا الف بعد اللام لحمزة والکسائی والثانیة بفتح اللام والف بعدها للباقین قوله تعالٰی یدخله ویعذبه۔ فیه قراء تان الاولٰی بالنون فیهما لنافع وابن عامر والثانیة بالتحتیة للباقین قوله تعالٰی بما تعملون بصیرا۔ فیه قراء تان الاولٰی بالغیبة لابی عمرو والثانیة بالخطاب للباقین قوله تعالٰی رضوانا تقدم فی سورة محمد قوله تعالٰی شطأه۔ فیه قراء تان الاولٰی بفتح الطاء لابن کثیر وابن ذکوان والثانیة باسکانها للباقین وهما لغتان قوله تعالٰی فأزره۔ فیه قراء تان الاولٰی بقصر الهمزة بعد الفاء لابن ذکوان بالثانیة بالمد للباقین وهما لغتان۔

سورة الحجرات: قوله تعالٰی فتبینوا۔ فیه ما تقدم فی النساء قوله تعالٰی میتا فیه قراء تان الاولٰی بتشدید الیاء لنافع والثانیة بالسکون للباقین قوله تعالٰی لا یلتکم فیه ثلث قراء ات الاولٰی بهمزة ساکنة بعد التحتیة للدوری عن ابی عمرو والثانیة بابدالها الفاء للسوسی والثانیة بغیر همزة ولا الف للباقین وفیه لغتان لات یلیت الت یألت قوله تعالٰی بصیر بما تعملون فیه قراء تان الاولٰی بالتحتیة لابن کثیر والثانیة بالخطاب للباقین۔

سورة ق :قوله تعالٰی یوم نقول۔ فیه قراء تان الاولٰی بالیاء لنافع وشعبة والثانیة بالنون للباقین قوله تعالٰی ما توعدون۔ فیه قراء تان الاولٰی بالغیبة لابن کثیر والثانیة بالخطاب للباقین قوله تعالٰی وادبار السجود۔ فیه قراء تان الاولٰی بکسر الهمزة لنافع وابن کثیر وحمزة والثانیة بالفتح للباقین قوله تعالٰی تشقق۔ فیه قراء تان الاولٰی بتشدید الشین لنافع وابن کثیر وابن عامر والثانیة بالتخفیف للباقین۔

سورة الذاریات :قوله تعالٰی عیون۔ فیه قراء تان الاولٰی بکسر العین لابن عامر وابن ذکوان وشعبة وحمزة والکسائی والثانیة بالضم للباقین قوله تعالٰی مثل ما انکم فیه قراء تان الاولٰی برفع اللام لحمزة والکسائی وشعبة والثانیة بالفتح للباقین والرفع علی کونه صفة لحق والنصب علی الحالیة من المستکن فی لحق قوله تعالٰی سلم۔ فیه قراء تان الاولٰی بکسر السین وسکون اللام لحمزة والکسائی والثانیة بفتح السین واللام والف بعدها للباقین قوله تعالٰی الصاعقة۔ فیه قراء تان الاولٰی باسکان العین ولا الف قبلها للکسائی والثانیة بکسر العین وقبلها الف للباقین والاول مرة من الصعق بمعنی الصاعقة۔ قوله تعالٰی وقوم نوح۔ فیه قراء تان الاولٰی بکسر المیم لابی عمرو وحمزة والکسائی والثانیة بالنصب للباقین والکسر علی عطفه علی ثمود والنصب علی تقدیر اهلکنا قوله تعالٰی تذکرون۔ فیه قراء تان الاولٰی بتخفیف الذال لحفص وحمزة والکسائی والثانیة بالتشدید للباقین۔

سورة الطور :قوله تعالٰی واتبعتهم۔ فیه قراء تان الاولٰی بصیغة جمع المتکلم من الافعال لابی عمرو والثانیة بصیغة واحدة المؤنث من الافتعال للباقین قوله تعالٰی ذریتهم۔ الاول فیه ثلث قراء ات الاولٰی بالافراد و رفع التاء لنافع وابن کثیر والکوفیین والثانیة بالجمع مع رفع التاء لابن عامر والثالثة بالجمع مع کسر التاء لابی عمرو قوله تعالٰی الحقنابهم ذریتهم۔ فیه قراء تان الاولٰی بالجمع وکسر التاء لنافع وابی عمرو وابن عامر الثانیة بالافراد ونصب التاء للباقین قوله تعالٰی ما التناهم۔ فیه قراء تان الاولٰی بکسر اللام لابن کثیر والثانیة بالفتح للباقین وهما لغتان قوله تعالٰی لا لغو فیها ولا تاثیم فیهما قراء تان الاولٰی بالفتح من غیر تنوین لابن کثیر وابی عمرو والثانیة بالرفع فیهما مع التنوین للباقین قوله تعالٰی لؤلؤ۔ فیه قراء تان الاولٰی الابدال للسوسی وشعبة والثانیة بالهمزة للباقین قوله تعالٰی تدعوه انه فیه قراء تان الاولٰی بفتح الهمزة لنافع والکسائی والثانیة بالکسر للباقین والفتح بتقدیر اللام قوله تعالٰی المصطیرون فیه اربع قراء ات الاولی بالسین لهشام و قنبل والثانیة بالصاد والسین لحفص والثانیة

بالاشمام ای بین الصّاد والسین کالزائی لحمزة بخلاف عن خلاد والرابعة بالصّاد الخالصة للباقین قوله تعالیٰ فیه یصعقون۔ فیه قراء تان الاولیٰ بالمجهول لابن عامر وعاصم والثانیة بالمعروف للباقین۔

سورۃ النجم: قوله تعالیٰ ما کذب۔ فیه قراء تان الاولیٰ بتشدید الذال لهشام والثانیة بالتخفیف للباقین وکلاهما ظاهر قوله تعالیٰ افتمرونه فیه قراء تان الاولیٰ بفتح الفوقیة واسکان المیم ولا الف بعد المیم لحمزة والکسائی والثانیة بضم التاء وفتح المیم والف بعد المیم للباقین والاول من مریت اذا جحدت قوله تعالیٰ مناة۔ فیه قراء تان الاولیٰ بهمزة مفتوحة بعد الالف لابن کثیر والثانیة بغیر همز للباقین قوله تعالیٰ ضیزی۔ فیه قراء تان الاولیٰ بهمزة ساکنة بعد الضّاد لابن کثیر والثانیة بالیاء للباقین وهما لغتان قوله تعالیٰ کبیر الاثم۔ فیه ما تقدم فی الشوری قوله تعالیٰ امهاتکم۔ مر فی النور قوله تعالیٰ ابراهیم۔ فیه قراء تان الاولیٰ بفتح الهاء والف بعدها لهشام والثانیة بکسر الهاء وياء بعدها للباقین قوله تعالیٰ النشأة فیه قراء تان الاولیٰ بفتح الشین وبعدها الف ممدودة قبل الهمزة لابن کثیر والثانیة بسکون الشین وبعدها الهمزة المفتوحة للباقین قوله تعالیٰ عادا ٳلاولیٰ۔ فیه قراء تان الاولیٰ بضم اللام مع التشدید لادغام التنوین فیها لنافع وابی عمرو لانهما نقلا ضمة الهمزة الیها الا ان قالون یهمز بعد اللام همزة ساکنة مکان الواو والثانیة بتنوین الدال وکسر التنوین وسکون اللام وبعدها همزة مضمومة للباقین قوله تعالیٰ ثمود فیه قراء تان الاولیٰ بغیر تنوین لعاصم والثانی بتنوین للباقین۔

سورۃ القمر: قوله تعالیٰ الی شئ نکر۔ فیه قراء تان الاولیٰ بسکون الکاف لابن کثیر والثانیة بضمها للباقین والاول تخفیف للثانی قوله تعالیٰ خشعا فیه قراء تان الاولیٰ بفتح الخاء والف بعدها وکسر الشین لابی عمرو وحمزة والکسائی والثانیة بضم الخاء ولا الف بعدها وفتح الشین مشددة للباقین قوله تعالیٰ ففتحنا۔ فیه قراء تان الاولیٰ بالتشدید لابن عامر والثانیة بالتخفیف للباقین قوله تعالیٰ عیونا۔ تقدم فی الذاریات قوله تعالیٰ سیعلمون۔ فیه قراء تان الاولیٰ بالخطاب لابن عامر وحمزة والثانیة بالغیبة للباقین۔

سورۃ الرحمٰن: قوله تعالیٰ والحب ذوالعصف والریحان فیها ثلث قراء ات الاولیٰ بنصب الثلاثة ای الحب وذا والریحان لابن عامر والثانیة برفع الحب وذو وجر الریحان لحمزة والکسائی والثالثة برفع الثلاثة والنصب علی تقدیر خلق والرفع علی العطف علی فاکهة وجر الریحان لعطفه علی العصف ومعنی الریحان علی هذا الرزق بارادة اللب مقابلا للعصف قوله تعالیٰ یخرج۔ فیه قراء تان الاولیٰ بالمجهول لنافع وابی عمر والثانیة بالمعلوم للباقین قوله تعالیٰ المنشاٰت فیه قراء تان الاولیٰ بکسر الشین لحمزة وابی بکر بخلاف عنه والثانیة بالفتح للباقین ومعنی الاول الرافعات الشرع ومعنی الثانی المرفوعات الشرع قوله تعالیٰ سنفرغ۔ فیه قراء تان الاولیٰ بالتحتیة لحمزة والکسائی والثانیة بالنون للباقین قوله تعالیٰ شواظ۔ فیه قراء تان الاولیٰ بکسر الشین لابن کثیر والثانیة بالضم للباقین وهما لغتان قوله تعالیٰ ونحاس فیه قراء تان الاولیٰ بخفض السین لابن کثیر وابی عمرو والثانیة بالرفع للباقین وهو علی الاول معطوف علی نار وعلی الثانی معطوف علی شواظ قوله تعالیٰ لم یطمثهن فی الموضعین۔ فیه قراء تان الاولیٰ بضم المیم للکسائی بخلاف عنه والثانیة بالکسر للباقین قوله تعالیٰ فی اٰخر السورة ذی الجلال۔ فیه قراء تان الاولیٰ بالواو لابن عامر علی انه صفة لاسم والثانیة بالیاء وصف للرب للباقین۔

سورۃ الواقعة: قوله تعالیٰ ولا ینزفون۔ فیه قراء تان الاولیٰ بکسر الزاء لعاصم وحمزة والکسائی والثانیة بالفتح للباقین وتقدم وجههما فی الصفت قوله تعالیٰ وحور عین۔ فیه قراء تان الاولیٰ بخفض الاسمین لحمزة والکسائی والثانیة بالرفع للباقین والخفض لعطفه علی جنات النعیم والرفع لعطفه علی ولدان قوله تعالیٰ عربا۔ فیه قراء تان الاولیٰ بسکون الراء لحمزة وشعبة والثانیة بالضم للباقین والاول تخفیف للثانی قوله تعالیٰ او اباٸنا فیه قراء تان تقدمتا فی الصفت قوله تعالیٰ نحن قدرنا۔ فیه قراء تان الاولیٰ بتخفیف الدال لابن کثیر والثانی بالتشدید للباقین قوله تعالیٰ النشأة تقدم فی النجم قوله تعالیٰ تذکرون۔ فیه قراء تان الاولیٰ بتخفیف الذال لحمزة والکسائی وحفص والثانیة بالتشدید للباقین قوله تعالیٰ انا لمغرمون۔ فیه قراء تان الاولیٰ بهمزة الاستفهام قبل انا لشعبة والثانیة بهمزة واحدة علی الاخبار للباقین قوله تعالیٰ بمواقع النجوم۔ فیه قراء تان الاولیٰ بسکون الواو ولا الف بعدها علی الافراد مراد به الجمع لحمزة والکسائی والثانیة بفتح الواو والف بعدها علی الجمع للباقین۔

سورۃ الحدید: قوله تعالیٰ ترجع الامور۔ فیه قراء تان الاولیٰ بالمعلوم لابن عامر وحمزة والکسائی والثانیة بالمجهول للباقین قوله تعالیٰ اخذ میثاقکم فیه قراء تان الاولیٰ بصیغة المجهول ورفع القاف لابی عمرو والثانیة بصیغة المعلوم ونصب القاف للباقین قوله تعالیٰ ینزل۔ فیه قراء تان الاولیٰ من الافعال لابن کثیر وابی عمرو والثانیة من التفعیل للباقین قوله تعالیٰ وکلا وعد فیه قراء تان الاولیٰ برفع اللام لابن عامر والثانیة بالنصب للباقین والکل علی الاول مبتدأ وعلی الثانی مفعول لوعد قوله تعالیٰ فیضعفه۔ فیه اربع قراء ات الاولیٰ من التفعیل مع فتح الفاء لابن عامر والثانیة من التفعیل مع ضم الفاء لابن کثیر والثالثة من المفاعلة مع فتح الفاء لعاصم والرابعة من المفاعلة مع ضم الفاء للباقین قوله تعالیٰ انظرونا۔ فیه قراء تان الاولیٰ من الانظار لحمزة والثانی من النظر للباقین۔ قوله تعالیٰ لا یوخذ۔ فیه ثلث قراء ات الاولیٰ بالتانیث وتحقیق الهمزة لابن عامر والثانیة بالتذکیر وابدال الهمزة واواورش والسوسی والثالثة بالتذکیر والتحقیق للباقین قوله تعالیٰ وما نزل۔ فیه قراء تان الاولیٰ بتخفیف الزاء لنافع وحفص والثانیة بالتشدید للباقین قوله تعالیٰ ان المصدقین والمصدقات۔ فیه قراء تان الاولیٰ بتخفیف الصّاد فیهما لابن کثیر وشعبة والثانیة بالتشدید للباقین قوله تعالیٰ یضعف۔ فیه قراء تان الاولیٰ من التفعیل لابن کثیر وابن عامر والثانیة من المفاعلة للباقین قوله تعالیٰ ورضوان۔ فیه قراء تان الاولیٰ بضم الراء لشعبة والثانیه بالکسر للباقین قوله تعالیٰ بما اتاکم۔ فیه قراء تان الاولیٰ بقصر الهمزة لابی عمرو والثانیة بالمد للباقین قوله تعالیٰ بالبخل۔ فیه قراء تان الاولیٰ بفتح الموحدة والخاء لحمزة والکسائی والثانیة بضم الموحدة وسکون الخاء للباقین وهما لغتان قوله تعالیٰ فان الله هو الغنی۔ فیه قراء تان الاولیٰ بغیر هو لنافع وابن عامر والثانیة باثبات هو للباقین قوله تعالیٰ رسلنا وبرسلنا۔ فیه قرأتان الاولیٰ بسکون السین لابی عمرو والثانیة بالضم للباقین قوله تعالیٰ ابراهیم۔ فیه قراء تان الاولیٰ بالف بعد الهاء المفتوحة لهشام والثانیة بکسر الهاء وياء بعدها للباقین قوله تعالیٰ رضوان تقدم انفا قوله تعالیٰ لئلا۔ فیه قراء تان الاولیٰ بیاء مفتوحة بعد اللام لورش والثانیة بهمزة للباقین۔

سورۃ المجادلۃ :قوله تعالیٰ الذین یظهرون والذین یظهرون فیهما قراء ات ذکرت فی الاحزاب الا الثانیة وحمزة والکسائی مع ابن عامر قوله تعالیٰ اللائی فیه اربع قراء ات الاولیٰ بالهمزة المکسورة ولا یاء بعدها لقالون وقنبل والثانیة بتسهیل الهمزة مع المد والقصر لورش والبزی وابی عمرو ولا یاء بعده والثالثة ابدال الهمزة بیاء ساکنة مع المد وهو وجه للبزی وابی عمرو والرابعة بهمزة مکسورة بعدها یاء للباقین قوله تعالیٰ ویتنجون۔ فیه قراء تان الاولیٰ من الانتجاء لحمزة والثانیة من التناجی للباقین قوله تعالیٰ لیحزن۔ فیه قراء تان الاولیٰ من الافعال لنافع والثانیة من حزن للباقین قوله تعالیٰ فی المجلس۔ فیه قراء تان الاولیٰ بالجمع لعاصم والثانیة بالافراد للباقین قوله تعالیٰ انشزوا فانشزوا۔ فیه قراء تان الاولیٰ بضم الشین لنافع وابن عامر وعاصم بخلاف عن شعبة والثانیة بالکسر للباقین وهما لغتان قوله تعالیٰ یحسبون۔ فیه قراء تان الاولیٰ بفتح السین لابن عامر وعاصم وحمزة والثانیة بالکسر للباقین۔

سورۃ الحشر :قوله تعالیٰ یخربون۔ فیه قراء تان الاولیٰ من التفعیل لابی عمرو والثانیة من الافعال للباقین قوله تعالیٰ بیوتهم۔ فیه ما تقدم فی النور قوله تعالیٰ یکون دولة۔ فیه قراء تان الاولیٰ بالتانیث ورفع دولة لهشام والثانیة بالتذکیر والنصب للباقین ومعنی الثانی کیلا یکون الفیٔ دولة قوله تعالیٰ رضوانًا۔ فیه ما تقدم فی التوبة قوله تعالیٰ وراء جدر۔ فیه قراء تان الاولیٰ بکسر الجیم وفتح الدال والف بعدها لابن کثیر وابی عمرو والثانیة بضم الجیم والدال جمعًا للباقین قوله تعالیٰ تحسبهم فیه قراء تان تقدمتا فی اخر المجادلة۔

سورۃ الممتحنۃ : قوله تعالیٰ یفصل فیه اربع قراء ات الاولیٰ بصیغة المعلوم من ضرب لعاصم والثانیة بصیغة المجهول من التفعیل لابن عامر والثالثة بصیغة المعلوم من التفعیل لحمزة والکسائی والرابعة بصیغة المجهول من ضرب للباقین قوله تعالیٰ اسوة فیه ما تقدم فی الاحزاب قوله تعالیٰ ابراهیم۔ فیه قراء تان الاولیٰ ابراهام لهشام والثانیة ابراهیم للباقین قوله تعالیٰ ولا تمسکوا۔ فیه قراء تان الاولیٰ بفتح المیم وتشدید السین لابی عمرو والثانیة بسکون المیم وتخفیف السین للباقین قوله تعالیٰ وسلوا۔ فیه ما تقدم فی الانبیاء۔ وجوہ المثانی متعلقہ جلد یازدہم ختم ہوئی۔

سُوْرَةُ الصَّفِّ

سُوْرَةُ الصَّفِّ ۶۱ مَدَنِيَّةٌ ۱۰۹ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ۱۴ | رُكُوْعَاتُهَا ۲

سورۃ الممتحنہ مدینہ میں نازل ہوئی شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں اس میں ۱۴ آیات اور ۲ رکوع ہیں

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا

تَفْعَلُوْنَ ﴿۲﴾ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِهٖ

صَفًّا كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ ﴿۴﴾ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِيْ وَقَدْ تَّعْلَمُوْنَ اَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ ۖ فَلَمَّا

زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ۚ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۵﴾ وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ

رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًا ۢ بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ ۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ۖ فَلَمَّا

جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۶﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰٓى اِلَى

الْاِسْلَامِ ۖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۷﴾ يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ

الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸﴾ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴿۹﴾ يٰٓاَيُّهَا

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۱۰﴾ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ

سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۚ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۱﴾ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنّٰتٍ

تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ۚ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۲﴾ وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا ۚ نَصْرٌ مِّنَ

اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ ۚ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ

لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۚ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ ۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ

وَكَفَرَتْ طَّآئِفَةٌ ۚ فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰى عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ ﴿۱۴﴾ ع

سب چیزیں اللہ ہی کی پاکی بیان کرتی ہیں (قالاً یا حالاً) جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں ہیں اور وہی زبردست حکمت والا ہے اے ایمان والو ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو خدا کے نزدیک یہ بات بہت ناراضی کی ہے کہ ایسی بات کہو جو کرو نہیں اللہ تعالیٰ تو ان لوگوں کو خاص طور پر پسند کرتا ہے جو اس کے رستہ میں اس طرح

مل کر لڑتے ہیں کہ گویا وہ ایک عمارت ہے کہ جس میں سیسہ پلایا گیا ہے اور جب کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اے میری قوم مجھ کو کیوں ایذا پہنچاتے ہو حالانکہ تم کو معلوم ہے کہ میں تمہارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں پھر جب (اس فرمائش پر بھی) وہ لوگ ٹیڑھے ہی رہے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو اور (زیادہ) ٹیڑھا کر دیا اور اللہ تعالیٰ کا معمول ہے کہ وہ ایسے نافرمانوں کو ہدایت کی توفیق ہی نہیں دیتے اور (اسی طرح وہ وقت بھی قابل تذکرہ ہے) جب کہ عیسیٰ ابن مریم نے فرمایا کہ اے بنی اسرائیل میں تمہارے پاس اللہ تعالیٰ بھیجا ہوا آیا ہوں کہ مجھ سے جو پہلے تورات (آ چکی) ہے میں اس کی تصدیق کرنے والا ہوں اور میرے بعد جو ایک رسول آنے والے ہیں جن کا نام (مبارک) احمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوگا میں ان کی بشارت دینے والا ہوں پھر جب وہ ان لوگوں کے پاس کھلی دلیلیں لائے تو وہ لوگ ان دلائل یعنی معجزات کی نسبت کہنے لگے یہ صریح جادو ہے اور (واقعی) اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے حالانکہ وہ اسلام کی طرف بلایا جاتا ہو اور اللہ ایسے ظالموں کو ہدایت نہیں دیا کرتا یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور (یعنی دین اسلام) کو اپنے منہ سے (پھونک مار کر) بجھا دیں حالانکہ اللہ اپنے نور کو کمال تک پہنچا کر رہے گا تو کافر لوگ کیسے ہی ناخوش ہوں (چنانچہ) وہ اللہ ایسا ہے جس نے (اس اتمام نور کے لئے) اپنے رسول کو ہدایت (کا سامان یعنی قرآن) اور سچا دین (یعنی اسلام) دے کر بھیجا ہے تا کہ اس (دین) کو تمام (بقیہ) دینوں پر غالب کر دے (کہ یہی اتمام ہے) گو مشرک کیسے ہی ناخوش ہوں۔ اے ایمان والو کیا میں تم کو ایسی سوداگری بتلاؤں جو تم کو ایک دردناک عذاب سے بچالے (وہ یہ کہ) تم لوگ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو یہ تمہارے لئے بہت ہی بہتر ہے اگر تم سمجھ رکھتے ہو (جب ایسا کرو گے تو) اللہ تمہارے گناہ معاف کرے گا اور تم کو (جنت میں) ایسے باغوں میں داخل کرے گا کہ جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور عمدہ مکانوں میں (داخل کرے گا) جو ہمیشہ رہنے کے باغوں میں رہتے ہوں گے یہ بڑی کامیابی ہے اور (اس ثمرہ اخرویہ) کے علاوہ ایک اور (ثمرہ دنیویہ) بھی ہے کہ تم اس کو (بھی خاص طور پر) پسند کرتے ہو (یعنی) اللہ کی طرف سے مدد اور جلدی فتحیابی اور (اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) آپ مومنین کو بشارت دے دیجئے۔ اے ایمان والو تم اللہ کے دین کے) مددگار بن جاؤ جیسا کہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے (ان) حواریین سے فرمایا کہ اللہ کے واسطے میرا کون مددگار ہوتا ہے وہ حواری بولے ہم اللہ (کے دین) کے مددگار ہیں سو اس کوشش کے بعد بنی اسرائیل میں سے کچھ لوگ ایمان لائے اور کچھ لوگ منکر رہے سو ہم نے ایمان والوں کی ان کے دشمنوں کے مقابلہ میں تائید کی سو وہ غالب ہوگئے۔

تفسیر: **سورۃ الصف مدنیۃ وھی اربع عشرۃ آیۃ کذا فی البیضاوی۔**

ربط: اوپر کی سورت میں کفار سے دوستی نہ رکھنے کا ذکر تھا اس سورت میں کفار سے مقاتلہ کا ذکر ہے اور کچھ مضمون تبعیت میں مذکور ہے۔

ترغیب در قتال کفار و تاکیدش بتوحید و اثباتِ رسالت مع اشارہ باستحقاقِ کفار مر قتال را:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ (الی قولہ تعالی) وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (الی قولہ تعالی) فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰى عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ۔ سب چیزیں اللہ کی پاکی بیان کرتی ہیں (قالاً یا حالاً) جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں ہیں اور وہی زبردست حکمت والا ہے۔ (پس جو ایسا باعظمت وشان ہو اُس کی اطاعت ہر حکم میں ضرور ہے جن میں سے ایک حکم جہاد کا ہے جو اس سورت میں مذکور ہے جس کے نزول کا سبب موافق روایات دُر منثور یہ ہے کہ ایک بار بعض مسلمانوں نے باہم تذکرہ کیا کہ اگر ہم کو کوئی ایسا عمل معلوم ہو جو حق تعالیٰ کے نزدیک نہایت محبوب ہو تو ہم اُس کو عمل میں لادیں اور اس کے قبل جنگ اُحد میں بعضے جہاد سے بھاگ چکے تھے جس کا قصہ سورۂ آل عمران میں ہے اور نیز وقت نزول حکم جہاد کے بعض کو وہ حکم گراں گزرا تھا جس کا قصہ سورۂ نساء میں ہے :فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ ...... [النساء : ۷۷] **لتاخر سورۃ الصف فی النزول عن آل عمران والنساء کما فی الاتقان** اس پر ارشاد ہے کہ) اے ایمان والو ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو خدا کے نزدیک یہ بات بہت ناراضی کی ہے کہ ایسی بات کہو جو کرو نہیں اللہ تعالیٰ تو اُن لوگوں کو (خاص طور پر) پسند کرتا ہے جو اُس کے راستہ میں اس طرح مل کر لڑتے ہیں کہ گویا وہ ایک عمارت ہے جس میں سیسہ پلایا گیا ہے (یعنی یہ عمارت مستحکم بطئی الزوال ہوتی ہے اسی طرح وہ مجاہدین دشمن کے مقابلہ سے ہٹتے نہیں مطلب یہ ہوا کہ تم جو کہتے ہو کہ ہم کو احب الاعمال معلوم ہوتا ہے سو احب الاعمال تو جہاد ہے پھر اُس کے نزول کے وقت گرانی کیوں ہوئی تھی اور اُحد میں کیوں بھاگ گئے تھے باوجود ان تمام امور کے پیش نظر ہونے کے نہایت نازیبا بات اور خدا کو ناپسند ہے ایسے دعویٰ کی باتیں کرنا جس کا خلاف ہونا معلوم بھی ہو چکا ہے پس یہاں زجر تصلف اور لاف زنی پر ہے اور وعظ بلا عمل اس کے مفہوم سے خارج ہے) اور (آگے کفار کے مستحق قتل وقتال ہونے کی علت کہ ایذاء وتکذیب ومخالفت رسول ہے بیان فرمانا مقصود ہے اور اسی مناسبت سے موسیٰ علیہ السلام وعیسیٰ علیہ السلام کا قصہ ذکر فرماتے ہیں پس ارشاد ہے کہ وہ وقت قابل ذکر ہے) جب کہ موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اے میری قوم مجھ کو کیوں ایذاء پہنچاتے ہو حالانکہ تم کو معلوم ہے کہ میں تمہارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں (وہ ایذائیں مختلف طور پر تھیں جن میں سے بعض بعض قرآن مجید میں بھی خصوص سورۂ بقر میں مذکور ہیں اور حاصل اُن سب کا عصیان اور مخالفت ہے) پھر جب (اس فہمائش پر بھی) وہ

لوگ ٹیڑھے ہی رہے (اور راہ پر نہ آئے) تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے دلوں کو اور (زیادہ) ٹیڑھا کر دیا (یعنی مادہ مخالفت اور عصیان کا اور زیادہ بڑھ گیا جیسا کہ قاعدہ ہے کہ دوام علی العصیان سے انابت اور اطاعت سے روزانہ بُعد ہوتا جاتا ہے) اور اللہ تعالیٰ (کا معمول ہے کہ وہ) ایسے نافرمانوں کو ہدایت (کی توفیق) نہیں دیتا (اسی طرح یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو انواع مخالفت سے ایذائیں پہنچاتے ہیں اس لئے ان کا زیغ اور فسق متزاید ہوتا جاتا ہے کہ امید اصلاح نہیں رہی پس ان کے فساد مٹانے کے لئے قتال کا حکم دینا مصلحت ہوا) اور (اسی طرح وہ وقت بھی قابل تذکرہ ہے) جب کہ عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) نے (ارشاد) فرمایا کہ اے بنی اسرائیل میں تمہارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں کہ مجھ سے جو پہلے تورات (آ چکی) ہے میں اُس کی تصدیق کرنے والا ہوں اور میرے بعد جو رسول آنے والے ہیں جن کا نام (مبارک) احمد ہوگا میں اُن کی بشارت دینے والا ہوں (مطلب اس سے احقر کے نزدیک اپنی شریعت کے احکام اور اسی شریعت کے بقاء کی غایت بتلانا ہے یعنی شریعت تو میری باستثناء بعض احکام کے جو کہ مدلول ارشاد ہے : وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِیْ حُرِّمَ عَلَیْكُمْ [آل عمران : ۵۰] کے ہیں احکام توریت کے ہیں تصدیق بالتورات سے یہی مراد ہے یعنی تصدیق مقرون بالعمل ورنہ نفس تصدیق میں تورات کی کیا تخصیص ہے سب انبیاء وصحف سابقہ کی تصدیق واجب ہے اور مُبَشِّرًا سے غایت اپنی شریعت کے بقاء کی بتلا دی کہ جو رسول میرے بعد آ دیں گے اُن کے آنے تک میری شریعت رہے اور چونکہ وہ رسول مستقل ہوں گے جیسا کہ اُس رسول کے جو اوصاف اس بشارت عیسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمائے ہیں جو اجمالاً آتے ہیں اُن سے اس رسول کا مستقل ہونا معلوم ہوتا ہے پس اُس کا رافع شرائع سابقہ ہونا ضروری ہے اور مقصود اس غایت کے بتلانے سے اپنی اُمت کی تکمیل ہدایت ہے کہ کبھی ایسا نہ ہو کہ سر دست مجھ پر ایمان لا کر پھر اُس رسول کا انکار کر کے کافر ہو جاویں اور اس بشارت کا عیسیٰ علیہ السلام سے منقول ہونا خود اہل کتاب کے بیان سے حدیثوں میں ثابت ہے چنانچہ خازن میں بروایت ابوداؤد نجاشی بادشاہ حبشہ کا جو کہ نصاریٰ کے عالم بھی تھے یہ قول آیا ہے کہ واقعی آپؐ ہی ہیں جن کی بشارت عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی اور خازن ہی میں ترمذی سے عبداللہ بن سلام کا قول جو کہ علمائے یہود سے تھے آیا ہے کہ توریت میں رسول ﷺ کی صفت لکھی ہے اور یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام آپ کے ساتھ مدفون ہوں گے اور چونکہ عیسیٰ علیہ السلام تورات کے مبلغ تھے اس لئے تورات میں اس بشارت کا ہونا نیز عیسیٰ علیہ السلام سے منقول کہا جاوے گا اور مولانا رحمۃ اللہ صاحب نے اظہار الحق میں خود تورات کے موجودہ نسخوں سے متعدد بشارتیں نقل کی ہیں جلد دوم صفحہ ۱۴۶ مطبوعہ قسطنطنیہ اور ان مضامین کا اناجیل موجودہ میں نہ ہونا اس لئے مضر نہیں کہ حسب تحقیق علمائے محققین اناجیل کے نسخے محفوظ نہیں رہے مگر تاہم جو کچھ موجود ہیں ان میں بھی اس قسم کا مضمون موجود ہے چنانچہ یوحنا کی انجیل مترجمہ عربی مطبوعہ لندن ۱۸۳۱ء و ۱۸۳۳ء کے چودھویں باب میں ہے کہ تمہارے لئے میرا جانا ہی بہتر ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو فارقلیط تمہارے پاس نہ آوے پس اگر میں جاؤں تو اُس کو تمہارے پاس بھیج دوں گا فارقلیط ترجمہ احمد کا ہے اہل کتاب کی عادت ہے کہ وہ ناموں کا بھی ترجمہ کر دیتے ہیں عیسیٰ علیہ السلام نے عبرانی میں احمد فرمایا تھا جب یونانی میں ترجمہ ہوا تو پیرکلوطوس لکھ دیا جس کے معنی ہیں احمد یعنی بہت سراہا گیا یا بہت حمد کرنے والا پھر جب یونانی سے عبرانی میں ترجمہ کیا تو اس کو فارقلیط کر دیا اور بعض عبرانی نسخوں میں اب تک نام مبارک احمد موجود ہے۔ دیکھو پادری پارکہرست کی یہ عبارت دبادحمد ہ خل ہکوتیم از حمایت الاسلام مطبوعہ بریلی ۱۸۷۳ء صفحہ ۸۴۸۱ ترجمہ اپالو جگ گاڈفری ہینگنس مطبوعہ لندن ۱۸۲۹ء اور اس فارقلیط کی نسبت اُس انجیل یوحنا میں یہ الفاظ ہیں قولہ وہ تمہیں سب چیزیں سکھا دے گا قولہ اس جہان کا سردار آتا ہے قولہ وہ آ کر دنیا کو گناہ پر اور راستی پر اور عدالت پر سزا دے گا یہ ہیں وہ الفاظ جو نبی مستقل ہونے پر دال ہیں اور پوری بحث اس مقام کی تفسیر حقانی میں ہے اُس کا ایک شمہ نقل کیا گیا ہے غرض عیسیٰ علیہ السلام نے یہ ارشاد فرمایا) پھر جب (یہ تمام مضامین ارشاد فرما کر اپنی نبوت کے اثبات کے لئے) وہ (یعنی عیسیٰ علیہ السلام) اُن لوگوں کے پاس کھلی دلیلیں لائے تو وہ لوگ (ان دلائل یعنی معجزات کی نسبت) کہنے لگے کہ یہ صریح جادو ہے (اور جادو بتا کر نبوت کی تکذیب کی کمافی المائدۃ : وَاِذْ كَفَفْتُ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ ...... [المائدۃ : ۱۱۰] اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کے پھر رسول ﷺ کے دورہ رسالت میں کفار موجودین نے آپ ﷺ کی تکذیب اور مخالفت کی اور یہ ظلم عظیم ہے پاس اس ظلم کا تعدیہ مٹانے کے لئے قتال کا حکم دینا مصلحت ہوا) اور (واقعی) اُس شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھے حالانکہ وہ اسلام کی طرف بلایا جاتا ہو اور اللہ ایسے ظالم لوگوں کو ہدایت (کی توفیق) نہیں دیا کرتا (اللہ پر جھوٹ باندھنا یہ کہ نبوت کی تکذیب کی کیونکہ اثبات المنفی اور نفی المثبت دونوں افتراء علی اللہ ہیں اور وَهُوَ یُدْعٰۤی اس لئے بڑھایا کہ اس سے زیادت تقبیح ہوگئی یعنی خود تو متنبہ نہ ہوا مگر تنبیہ کرنے سے بھی متنبہ نہیں ہوا۔ اور وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی اس لئے بڑھایا کہ ان کی حالت موجودہ اصلاح سے بعید ہوگئی اس لئے سزائے قتال ہی تجویز کیا جانا مصلحت ہوا چنانچہ جس کو اب بھی اسلام کی خبر نہ پہنچی ہو اول اس کو دعوت اسلام کرنا چاہئے جب اس[1] سے انکار کرے جو کہ ظاہراً علامت ناامیدی کی ہے تب جہاد مشروع ہے۔ آگے ترغیب جہاد کے لئے وعدۂ نصرت وغلبۂ حق اور مغلوبیت باطل ارشاد ہے کہ) یہ لوگ یوں چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور (یعنی دین اسلام) کو اپنے منہ سے (پھونک مار کر) بجھا دیں (یعنی تدبیر عملی کے ساتھ منہ سے بھی رد واعتراض کی باتیں اس غرض سے کرتے ہیں کہ دین حق کو فروغ نہ ہو اور بعض اوقات قولی شبہات مؤثر تر

ہوتے ہیں۔ یا یہ تمثیل ہے کہ ان کی ایسی مثال ہے جیسے کوئی منہ سے نور الٰہی کو بجھانا چاہتا ہو یعنی طریقے سے بجھاوے جس میں ناکام رہے) حالانکہ اللہ اپنے نور (مذکور) کو کمال تک پہنچا کر رہے گا گو کافر لوگ کیسے ہی ناخوش ہوں (چنانچہ) وہ اللہ ایسا ہے جس نے (اسی اتمام نور کے لئے) اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہدایت (کا سامان یعنی قرآن) اور سچا دین (یعنی اسلام) دے کر (دنیا میں) بھیجا ہے تا کہ اس (دین) کو (کہ وہی نور مذکور ہے) تمام (بقیہ) دینوں پر غالب کر دے (کہ یہی اتمام ہے) گو مشرک کیسے ہی ناخوش ہوں (وقدمر تفسير الاتمام والظهور في سورة براءة في مثل هذه الآية۔ آگے جہاد کا ثمرۂ آخرت پھر ثمرۂ دنیویہ کا وعدہ کر کے ترغیب دیتے ہیں کہ) اے ایمان والو کیا میں تم کو ایسی سوداگری بتلاؤں جو تم کو ایک دردناک عذاب سے بچالے (وہ یہ ہے کہ) تم لوگ اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرو یہ تمہارے لئے بہت ہی بہتر ہے اگر تم کچھ سمجھ رکھتے ہو (جب ایسا کرو گے تو) اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف کرے گا اور تم کو (جنت کے) ایسے باغوں میں داخل کرے گا کہ جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور عمدہ مکانوں میں (داخل کرے گا) جو ہمیشہ رہنے کے باغوں میں (بنے) ہوں گے یہ بڑی کامیابی ہے اور (اس ثمرۂ حقیقیہ اخرویہ کے علاوہ) ایک اور ثمرہ (دنیویہ) بھی ہے کہ تم اس کو (بھی خاص طور پر) پسند کرتے ہو (یعنی) اللہ کی طرف سے مدد اور جلدی فتح یابی ہے اور (اس کا خاص طور پر محبوب ہونا اس لئے ہے کہ انسان طبعاً ثمرۂ عاجلہ بھی چاہتا ہے) اور (اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) آپ (ان تمام امور کی) مؤمنین کو بشارت دے دیجئے (چنانچہ فتح و نصرت کی پیشین گوئی کا ظہور اظہر من الشمس ہے آگے اصحاب عیسیٰ علیہ السلام کا قصہ یاد دلا کر نصرت دین کی ترغیب دیتے ہیں کہ) اے ایمان والو تم اللہ کے (دین کے) مددگار ہو جاؤ (اس طریق سے جو تمہارے لئے مشروع ہے یعنی جہاد) جیسا کہ (حواریین اپنی شریعت کے طریقے کے موافق ناصر دین ہوئے تھے جب کہ لوگ کثرت سے عیسیٰ علیہ السلام کے دشمن اور مخالف تھے اور جب کہ) عیسیٰ بن مریم (علیہ السلام) نے (ان حواریین سے فرمایا کہ اللہ کے واسطے میرا کون مددگار ہوتا ہے وہ حواری بولے ہم اللہ (کے دین) کے مددگار ہیں (چنانچہ حواریین نے دین کی یہ مدد کی کہ اس کی اشاعت میں کوشش کی) سو (اس کوشش کے بعد) بنی اسرائیل میں سے کچھ لوگ ایمان لائے اور کچھ منکر رہے (پھر ان میں باہم اختلاف مذہبی سے عداوت اور خانہ جنگیاں ہوئیں یا مذہبی گفتگو ہوئی) سو ہم نے ایمان والوں کی ان کے دشمنوں کے مقابلے میں تائید کی سو وہ غالب ہو گئے اسی طرح تم دین محمدی کے لئے کوشش اور جہاد کرو اور اگر ابتداً ان خانہ جنگیوں کی کفار کی طرف سے ہو تو دین عیسوی میں جہاد کا ہونا لازم نہیں آتا)۔

ف: حواریین اور عموم بعثت کے متعلق ایک شبہ کا جواب سورۂ آل عمران قصہ عیسیٰ علیہ السلام کی تفسیر میں گزر چکا ہے۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ۝ اس میں اعمال اور کمال کے دعویٰ کی مذمت ہے قولہ تعالیٰ: وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ يَا قَوْمِ لِمَ تُؤْذُونَنِي یہ عنوان دال ہے کہ مرشد کو ایذا دینا مستقلاً امر مذموم ہے قولہ تعالیٰ: وَأُخْرَىٰ تُحِبُّونَهَا ۖ نَصْرٌ مِّنَ اللَّهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ اور چونکہ اس نصرت و غلبہ کی محبوبیت اعانت فی الدین کے لئے تھی اس سے مفہوم ہوا کہ جس دنیا سے دین پر استعانت کی جاوے اس کی طلب مذموم نہیں۔ سورۃ الصف تمام ہوئی۔

الحواشی: (۱) اس عبارت میں جزیہ کا انکار نہیں ہے مقصود اس سے یہ ہے کہ اس کے قبل قتال مشروع نہیں نہ یہ کہ اس انکار کے ساتھ معاً ہی مشروع ہے بلکہ اس انکار کے بعد جب کہ دوسرے شرائط بھی پائے جاویں تب مشروع ہے ۱۲ منہ۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله في صفا مل كر۔ اشارة الى ما قيل ان المراد استواء نياتهم في الثبات كذا في المدارك وغيره قلت وفيه تشبيه استواء القلوب باستواء الابدان وهو مصدر بمعنى مصطفين ۱۲۔

النحو: قوله يغفر جواب شرط دل عليه الكلام والتقدير ان تومنوا وتجاهدوا يغفرلكم قوله اخرى اى ولكم نعمة اُخرى قوله نصر بدل ۱۲۔

البلاغة: قوله يا بنى اسرائيل لم يقل يا قومى اشارة الى انه حامل بالتوراة وانه مثلهم فى انه من قوم موسىٰ عليه السلام هضمًا لنفسه بانه لا اتباع له ولا قوم وفيه من الاستعطاف ما فيه ۱۲۔ قوله تجارة سماها تجارة ترغيبًا ۱۲۔ قوله انصارى الى الله اى من جندى متوجها الى نصرة الله تعالىٰ ليطابق قوله سبحانه نحن انصار الله كذا فى الروح ۱۲۔

سُوْرَةُ الْجُمُعَةِ

سُوْرَةُ الْجُمُعَةِ ۶۲ مَدَنِيَّةٌ ۱۱۰ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ۱۱ — رُكُوْعَاتُهَا ۲

سورۃ الجمعہ مکہ میں نازل ہوئی — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اس میں ۱۱ آیات اور ۲ رکوع ہیں

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ① هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۗ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ② وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ③ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ④ مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا ۭ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ⑤ قُلْ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْٓا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَاۗءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ⑥ وَلَا يَتَمَنَّوْنَهٗٓ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ⑦ قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِيْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِيْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ⑧ ع يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ⑨ فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ⑩ وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَۨا انْفَضُّوْٓا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَاۗىِٕمًا ۭ قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ⑪ ع

سب چیزیں جو کچھ آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں ہیں (قالاً وحالاً) اللہ کی پاکی بیان کرتی ہیں جو کہ بادشاہ ہے (عیبوں سے) پاک ہے زبردست ہے حکمت والا ہے وہی ہے جس نے (عرب کے) ناخواندہ لوگوں میں ان ہی کی قوم میں سے (یعنی عرب میں سے) ایک پیغمبر بھیجا جو ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں اور ان کو (عقائد باطل واخلاق ذمیمہ سے) پاک کرتے ہیں اور ان کو کتاب اور دانشمندی (کی باتیں) سکھلاتے ہیں اور یہ لوگ آپ کی (بعثت کے) پہلے سے کھلی گمراہی میں تھے اور علاوہ ان موجودین کے دوسروں کے لئے بھی ان میں سے جو ہنوز ان میں شامل نہیں ہوئے اور وہ زبردست حکمت والا ہے یہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ذریعہ سے گمراہی سے نکل کر ہدایت کی طرف آنا خدا کا فضل ہے وہ فضل جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ جن لوگوں کو توراۃ پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا پھر انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا ان کی حالت اس گدھے کی سی ہے جو بہت سی کتابیں لادے ہوئے ہے (غرض) ان لوگوں کی بری حالت ہے جنہوں نے خدائی آیات کو جھٹلایا (جیسے یہود ہیں) اور اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کو (توفیق) ہدایت (کی) نہیں دیا کرتا اور اگر یہ لوگ کہیں کہ ہم باوجود اس حالت کے بھی اللہ کے مقبول ہیں تو آپ ان سے کہہ دیجئے کہ اے

یہود یوا گر تمہارا یہ دعویٰ ہے کہ تم بلاشرکت غیرے اللہ کے مقبول (ومحبوب) ہوتو تم (اس کی تصدیق کے لئے) موت کی تمنا کر کے دکھلا دواگر تم اس دعوے میں سچے ہو اور وہ کبھی اس کی تمنا نہ کریں گے بوجہ (خوف سزا) اعمال (کفریہ) کے جو اپنے ہاتھوں سمیٹتے ہیں اور اللہ کو خوب اطلاع ہے ان ظالموں (کے حال) کی آپ (ان سے یہ بھی) کہہ دیجئے کہ جس موت سے تم بھاگتے ہو وہ (موت) ایک روز تم کو آ پکڑے گی پھر تم پورے اور ظاہر جاننے والے (خدا) کے پاس لے جائے جاؤ گے پھر وہ تم کو سب کئے ہوئے کام بتادے گا (اور سزا دے گا)۔ اے ایمان والو جب جمعہ کے روز نماز جمعہ کے لئے اذان کہی جایا کرے تو تم اللہ کی یاد (یعنی نماز وخطبہ) کی طرف (فوراً) چل پڑا کرو اور خرید وفروخت اور (اسی طرح) دوسرے مشاغل جو چلنے سے مانع ہوں چھوڑ دیا کرو یہ تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے اگر تم کو کچھ سمجھ ہو (کیونکہ اس کا نفع باقی اور بیع وغیرہ کا فانی پھر جب نماز (جمعہ) پوری ہو چکے تو اس وقت تم کو اجازت ہے کہ تم زمین پر چلو پھرو اور خدا کی روزی تلاش کرو اور اس میں بھی اللہ کو بکثرت یاد کرتے رہو تا کہ تم فلاح پاؤ اور (بعضے لوگوں کا حال یہ ہے کہ) وہ لوگ جب کسی تجارت یا مشغولی کی چیز کو دیکھتے ہیں تو وہ اس کی طرف دوڑنے کے لئے بکھر جاتے ہیں اور آپ کو کھڑا ہوا چھوڑ جاتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ جو چیز (از قسم ثواب وقرب) خدا کے پاس ہے وہ ایسے مشغلہ اور تجارت سے بدرجہا بہتر ہے اور اللہ سب سے اچھا روزی پہنچانے والا ہے۔

تفسیر: تفسیر سورة الجمعة مدنية وهی احدی عشرة اٰية كذا فی البيضاوی۔

ربط: اوپر کی سورت میں توحید ورسالت کا اثبات اور مکذبین کا مستحق عقوبت قتل ہونا مذکور تھا اس سورت کے اول میں توحید ورسالت کا اثبات اور مکذبین میں سے یہود کا جو بعنوان قوم موسیٰ اوپر کی سورت میں مذکور ہوئے ہیں مستحق مذمت ووعید ہونا مذکور ہے اور چونکہ ان یہود کا اصل مرض حب دنیا تھا اسی لئے مسلمانوں کو اس سے بچانے کے لئے دوسرے رکوع میں بضمن احکام جمعہ آخرت کو دنیا پر ترجیح دینے کا امر اور عکس سے نہی ارشاد ہے پس دونوں سورتوں کے اخیر میں تجارت کا ذکر ہے اول میں دینیہ کا دوسری میں دنیویہ کا۔

توحید ورسالت وذم ووعید یہود مکذبین: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿۱﴾ (الی قوله تعالی) فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۸﴾۔ سب چیزیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو کچھ زمین میں ہیں (قالاً یا حالاً) اللہ کی پاکی بیان کرتی ہیں جو کہ بادشاہ ہے (عیبوں سے) پاک ہے زبردست ہے حکمت والا ہے وہی ہے جس نے (عرب کے) ناخواندہ لوگوں میں ان ہی (کی قوم) میں سے (یعنی عرب میں سے) ایک پیغمبر بھیجا جو ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں اور ان کو (عقائد باطلہ واخلاق ذمیمہ سے) پاک کرتے ہیں اور ان کو کتاب اور دانشمندی (کی باتیں جس میں سب علوم ضروریہ دینیہ آ گئے) سکھلاتے ہیں اور یہ لوگ (آپ کی بعثت کے) پہلے سے کھلی گمراہی میں تھے (کہ وہ شرک وکفر ہے مراد اکثر ہیں کیونکہ جاہلیت میں بھی بعضے موحد تھے مگر تاہم تکمیل ہدایت کے وہ بھی محتاج تھے) اور (علاوہ ان موجودین کے) دوسروں[1] کے لئے بھی (آپ کو مبعوث فرمایا) جو (اسلام لا کر) ان میں سے ہونے والے ہیں لیکن ہنوز ان میں شامل نہیں ہوئے (خواہ بوجہ اس کے کہ موجود ہیں مگر اسلام نہیں لائے یا بوجہ اس کے کہ ابھی پیدا ہی نہیں ہوئے اس میں تمام امت قیامت تک عربی وعجمی سب آ گئے اور ان کو مِنْهُمْ باعتبار اسلام کے فرمایا کیونکہ مسلمان سب متحد ہیں کذا فی الخازن) اور وہ زبردست حکمت والا ہے (کہ اپنی قدرت اور حکمت سے ایسا نبی بھیجا اور سابق[2] میں فی نفسہ ان صفات کا اثبات مقصود تھا پس تکرار نہ رہا اور) یہ (رسول کے ذریعہ سے ضلال سے نکل کر کتاب وحکمت وہدایت کی طرف آنا) خدا کا فضل ہے وہ فضل جس کو چاہتا ہے دے دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے (اگر سب کو بھی عنایت کرے تو وسعت ہے مگر وہ اپنی حکمت سے جس کو چاہے اس کی تخصیص فرماتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بے بہرہ رکھتا ہے جیسا کہ اوپر امیین کے ایمان لانے سے اور آئندہ کی آیت میں علمائے یہود کے ایمان نہ لانے سے یہ امر ظاہر ہے آگے بعض مکذبین رسالت کی تقبیح ہے کہ) جن لوگوں کو تورات پر عمل کرنے کا حکم دیا گیا۔ پھر انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا ان کی حالت اس گدھے کی سی حالت ہے جو بہت سی کتابیں لادے ہوئے ہے (مگر ان کتب کے نفع سے محروم ہے اسی طرح اصل مقصود اور نفع علم کا عمل ہے جب یہ نہ ہوا اور صرف تحصیل وحفظ علم میں تعب ہی تعب ہوا تو بالکل ایسی ہی مثال ہوگئی اور گدھے کی تخصیص اسی لئے کہ وہ جانوروں میں بیوقوف مشہور ہے تو اس میں زیادہ تنفیر ہوگئی غرض) ان لوگوں کی بری حالت ہے جنہوں نے خدا کی آیتوں کو جھٹلایا (جیسے یہ یہود ہیں) اور اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کو (توفیق) ہدایت (کی) نہیں دیا کرتا (کیونکہ جان کر عناد کرتے ہیں اور اگر ہدایت ہوگی تو بعد ترک عناد کے ہوگی اور تورات پر عمل کرنے کے لوازم میں سے ہے ایمان لانا آپ پر جیسا کہ اس میں حکم ہے پس ایمان نہ لانا مستلزم ہے ترک عمل بالتوراة کو اور اگر یہ لوگ یہ کہیں کہ ہم باوجود اس حالت کے بھی اللہ کے مقبول ہیں تو) آپ (ان سے) کہہ دیجئے کہ اے یہود یوا گر تمہارا یہ دعویٰ ہے کہ تم بلاشرکت غیرے اللہ کے مقبول (ومحبوب) ہوتو تم (اس کی تصدیق کے لئے ذرا) موت کی تمنا کر (کے دکھلا) دواگر تم (اس دعوے میں) سچے ہو اور (ہم ساتھ ہی یہ بھی کہے دیتے ہیں کہ) وہ (خاص[3] مدعی) کبھی اس (موت) کی تمنا نہ کریں گے بوجہ (خوف سزا) ان اعمال (کفریہ) کے جو اپنے ہاتھوں سمیٹے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو خوب اطلاع ہے ان ظالموں (کے حال) کی

(جب تاریخ مقدمہ کی آوے گی فرد قرارداد جرم سنا کر سزا کا حکم کر دیا جاوے گا اور اس وعدہ سزا کی تاکید کے لئے) آپ (ان سے یہ بھی) کہہ دیجئے کہ جس موت سے تم بھاگتے ہو (اور اس کی تمنا باوجود دعویٰ ولایت کے اس لئے نہیں کرتے ہو کہ سزا بھگتنا ہوگی) وہ (موت ایک روز) تم کو آ پکڑے گی پھر تم پوشیدہ اور ظاہر جاننے والے (خدا) کے پاس لے جائے جاؤ گے پھر وہ تم کو تمہارے سب کئے ہوئے کام بتلا دے گا (اور سزا دے گا)۔

ف: تحقیق مضمون تمنی موت کے سورۂ بقرہ آیت : قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً ...... [البقرة : ۹۴] کی تفسیر میں گزر چکی ہے اخرین کی تفسیر جو بعض احادیث میں اہل فارس کے ساتھ آئی ہے مقصود اس سے حصر نہیں بلکہ ایک صنف مہتم بالشان کا ذکر فرما دیا۔ ربط : تمہید سورت میں گزر چکا اور سبب نزول ان آیات میں سے اخیر آیت کا یہ ہے کہ ایک بار آپ جمعہ کا خطبہ پڑھتے تھے کہ مدینہ میں ایک قافلہ غلہ لے کر آیا اور اس کے اعلان کے لئے دف بجتا تھا بہت سے آدمی خطبہ چھوڑ کر غلہ خریدنے چلے گئے اور بارہ (۱۲) آدمی رہ گئے اس پر وہ آیت آئی **كذا فی الصحاح** اور درمنثور وغیرہ میں مراسیل ابوداؤد سے نقل کیا ہے کہ اس وقت خطبہ بعد نماز کے ہوا کرتا تھا لوگ یوں سمجھے کہ نماز اصل مقصود ہے وہ ہو ہی چکی ہے خطبہ اگر نہ سنا جاوے کچھ حرج نہیں اور اگر ثابت ہو جاوے کہ خطبہ مقدم تھا تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان لوگوں کا ارادہ فوراً واپس آ جانے کا ہوگا۔

امر بایثار آخرت بر دنیا بضمن احکام جمعہ: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ (الی قوله تعالی) وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝ اے ایمان والو جب جمعہ کے روز نماز (جمعہ) کے لئے اذان کہی جایا کرے تو تم اللہ کی یاد (یعنی نماز و خطبہ) کی طرف (فوراً) چل پڑا کرو اور خرید و فروخت (اور اسی طرح دوسرے مشاغل مانعہ عن السعی کمافی ردالمحتار) چھوڑ دیا کرو (اور تخصیص بیع کی بوجہ زیادہ اہتمام کے ہے کہ اس کے ترک کو فوت نفع سمجھا جاتا ہے) یہ (چل پڑنا مشاغل بیع وغیرہ کو چھوڑ کر) تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے اگر تم کو کچھ سمجھ ہو (کیونکہ اس کا نفع باقی ہے اور بیع وغیرہ کا نفع فانی) پھر جب نماز پوری ہو چکے (اور اگر ابتداء میں خطبہ مؤخر تھا تو نماز پورا ہونے سے مراد اُس کا مع متعلقات کے پورا ہونا ہے جس کا حاصل نماز اور خطبہ کا پورا ہو چکنا ہے تو اُس وقت تم کو اجازت ہے کہ) تم زمین پر چلو پھرو اور خدا کی روزی تلاش کرو (یعنی اُس وقت دنیا کے کاموں کے لئے چلنے پھرنے کی اجازت ہے) اور (اُس میں بھی) اللہ کو بکثرت یاد کرتے رہو (یعنی اشغال دنیویہ میں ایسے منہمک مت ہو جاؤ کہ احکام و عبادات ضروریہ سے غافل ہو جاؤ) تاکہ تم کو فلاح ہو اور (بعضے لوگوں کا یہ حال ہے کہ) وہ لوگ جب کسی تجارت یا مشغولی کی چیز کو دیکھتے ہیں تو اُس کی طرف دوڑنے کے لئے بکھر جاتے ہیں اور آپ کو کھڑا ہوا چھوڑ جاتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ جو چیز (از قسم ثواب و قرب) خدا کے پاس ہے وہ ایسے مشغلہ اور تجارت سے بدرجہا بہتر ہے اور (اگر اس سے افزونی رزق کی طمع ہو تو سمجھ لو کہ) اللہ سب سے اچھا روزی پہنچانے والا ہے (اُس کی طاعات ضروریہ میں مشغول رہنے پر بھی رزق مقدر دیتا ہے پھر کیوں اس کے احکام کو ترک کیا جاوے)۔

ف: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا عام مخصوص البعض ہے کیونکہ بعض پر بالاجماع جمعہ فرض نہیں صلوٰۃ سے مراد صلوٰۃ جمعہ پس الف لام عہد کا ہے سعی سے مراد دوڑنا نہیں ہے صرف چلنا ہے اہتمام و مبالغہ کے لئے سعی فرمایا نودی سے مراد قرآن میں وہ اذان ہے جو نزول آیت کے وقت تھی یعنی جو امام کے سامنے ہوتی ہے کیونکہ یہ اذان اوّل صحابہ کے اجماع سے بعد میں مقرر ہوئی ہے لیکن حرمت بیع میں حکم اُس کا بھی مثل حکم اذان قدیم کے ہے کیونکہ اشتراک علت سے حکم میں اشتراک ہوتا ہے البتہ قدیم میں یہ حکم منصوص و قطعی ہوگا اور اذان حادث میں یہ حکم مجتہد فیہ و ظنی ہوگا اس سے تمام اشکالات علمیہ مرتفع ہو گئے اور صحابہؓ اُٹھ کر چلے گئے تھے اُن کی ابتدائی حالت تھی پھر حسب نقل بعض زمانہ قحط و جوع کا تھا پھر کبراء صحابہ سے اس کا صدور نہیں ہوا پھر اجتہادی غلطی تھی اس لئے اعتراض کی گنجائش نہیں۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا ...... اس میں دلالت ہے کہ افاضہ علوم کا اسباب عادیہ پر موقوف نہیں پس ولایت کا امیت کے ساتھ جمع ہونا ممکن ہے البتہ امور شرعیہ ضروریہ کا علم ضروری ہے گو درس سے نہ ہو قولہ تعالیٰ: وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ آخرین کا عطف يُعَلِّمُهُمُ کی ضمیر منصوب پر بقول بعض اشارہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض امت پر قیامت تک منقطع نہ ہوگا اور اولیاء آپ کے ورثہ ہیں اسی طرح ان کا فیض بھی بعد وفات جاری رہتا ہے قولہ تعالیٰ: مَثَلُ الَّذِيْنَ اس میں اشارہ ہے اس شخص کی بدحالی کی طرف جو باوجود علم کے انکار کرے۔ قولہ تعالیٰ: قُلْ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْٓا ...... اس میں دلالت ہے کہ علامات ولایت سے موت کی تمنا ہے اگرچہ عقلاً سہی اور اس میں مدعی حال کے امتحان پر بھی دلالت ہے۔ قولہ تعالیٰ: فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ ...... اس میں دلالت ہے کہ احیاناً بعض مباحات میں مشغول ہونا بھی مصلحت دینیہ مثل نشاط للعبادۃ وغیرہ کے لئے مطلوب ہے بشرطیکہ دین پر اس کو ترجیح نہ دی جاوے اور روح میں ہے کہ اس عتاب میں اشارہ ہے کیفیت تربیت مریدین کی طرف جب ان سے کوئی غلطی ہو جاوے۔ (سورۂ جمعہ تمام ہوئی)۔

الحواشی: (۱) قولہ فی : وَّاٰخَرِيْنَ اور دوسروں کے لئے بھی ان میں سے جو ہنوز الخ اقول توضیح مقام کی یہ ہے کہ آخرین کا عطف الْاُمِّيّٖنَ پر ہے تو ترجمہ

ظاہر یہ ہوتا کہ اور دوسروں میں بھی لیکن چونکہ ظرفیت سے آخرت کی بوجہ عدم موجودیت ان کے ذاتاً یا صفۃً یعنی اسلاماً ظاہر نہ تھی اور مقصود معنی فی سے لاجل کے تھے کمافی ہرۃ اس بناء پر یہاں لفظ لئے سے ترجمہ کر دیا اور فی الْاُمِّیّٖنَ میں بھی مقصود یہی ترجمہ تھا لیکن وہاں لفظ میں اس لئے اختیار کر لیا کہ ظاہری ظرفیت بھی ممتنع نہ تھی اور لفظ میں بھی بمعنی لاجل آتا ہے پس لفظ اور مقصود دونوں کا لحاظ رکھا گیا اور اٰخَرِیْنَ کے بعد جو مِنْهُمْ ہے وہ صفت ہے اٰخَرِیْنَ کی اور لَمَّا يَلْحَقُوْا بھی اسی کی صفت ہے یعنی ان دوسروں کے لئے بھی مبعوث فرمایا جو کہ ان امیین مذکورین سے ہیں باعتبار مسلمان ہونے کے کیونکہ مسلمان سب ایک ہی ہیں ۱۲ منہ۔ (۲) یعنی اول آیت میں بھی : الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ آیا ہے ۱۲۔ (۳) پس یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ کیا یہ نفی اس زمانہ کے یہودیوں کو بھی عام ہے ۱۲ منہ۔

مُلحقاتُ الترجمۃ : ١ قوله لیکن ہو توضیح لمعنی لما برعاية المحاورة الهندية ١٢۔

اللُّغَاتُ : قوله الاميين جمع امى منسوب الى الام اى على حال ولدته من عدم القراءة والكتابة وسمى به العرب لكون اكثرهم كذلك ١٢۔ من يوم الجمعة بمعنى فى يوم الجمعة انفضوا تفرقوا كذا فى القاموس ١٢۔

النَّحْوُ : قوله واخرين عطف على الاميين ١٢۔

البَلاغَةُ : اليها لما كان اللهو والتجارة كشيء واحد فى كونهما مرغوبا عنه اكتفى على ارجاع الضمير الى التجارة قوله من اللهو ومن التجارة وتقديم اللهو لانه اقوى مذمة فناسب تقديمه فى مقام الدم وقدمت التجارة على اللهو فى الرؤية لانها اهم عندهم۔

سُوْرَةُ الْمُنٰفِقُوْنَ

سُوْرَةُ الْمُنٰفِقُوْنَ ۶۳ مَدَنِيَّةٌ ۱۰۴ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ۱۱ | رُكُوْعَاتُهَا ۲

سورۃ المنافقون مدینہ میں نازل ہوئی | شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں | اس میں ۱۱ آیات اور ۲ رکوع ہیں

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۚ ① اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ② ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ③ وَاِذَا رَاَيْتَهُمْ تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ؕ وَاِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ؕ كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ؕ يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ؕ هُمُ الْعَدُوُّ فَاحْذَرْهُمْ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۫ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ④ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَرَاَيْتَهُمْ يَصُدُّوْنَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ⑤ سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ اَسْتَغْفَرْتَ لَهُمْ اَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ⑥ هُمُ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰى مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ حَتّٰى يَنْفَضُّوْا ؕ وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَفْقَهُوْنَ ⑦ يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ؕ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۠ ⑧ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ⑨ وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ⑩ وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۠ ⑪

اللہ کو معلوم ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں (اس میں تو ان کے قول کی تکذیب نہیں کی جاتی) اور (باوجود اس کے) اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافقین (اس کہنے میں) جھوٹے ہیں ان لوگوں نے اپنی قسموں کو (اپنی جان و مال بچانے کے لئے) بنا رکھا ہے پھر یہ لوگ (دوسروں کو بھی) اللہ کی راہ سے روکتے ہیں بے شک ان کے یہ اعمال بہت برے ہیں اور ہمارا یہ کہنا کہ ان کے اعمال بہت برے ہیں اس سبب سے ہے کہ یہ (اقوال ظاہر میں) ایمان لائے پھر (کلمات کفریہ کہہ کر) کافر ہو گئے سو ان کے دلوں پر مہر کر دی گئی ہے تو یہ (حق بات کو) نہیں سمجھتے اور جب آپ ان کو دیکھیں تو (شان و شوکت ظاہری کی وجہ سے) ان کے قد و قامت آپ کو خوش نما معلوم ہوں گے اور اگر یہ باتیں کرنے لگیں تو آپ ان کی باتیں سن لیں گویا کہ یہ لکڑیاں ہیں جو (دیوار کے) سہارے لگائی ہوئی (کھڑی) ہیں ہر غل پکار کو (خواہ وہ کس وجہ سے ہو) اپنے اوپر

(پڑنے والی) خیال کرنے لگتے ہیں یہی لوگ (تمہارے پورے) دشمن ہیں آپ ان سے ہوشیار رہئے خدا ان کو غارت کرے (دین حق سے) کہاں پھرے جا رہے ہیں اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آؤ تمہارے لئے رسول اللہ استغفار کر دیں تو وہ اپنا سر پھیر دیتے ہیں اور آپ ان کو دیکھیں گے کہ وہ (اس ناصح اور تحصیل استغفار سے) تکبر کرتے ہوئے بے رخی کرتے ہیں (جب ان کے کفر کی یہ حالت ہو تو) ان کے حق میں دونوں باتیں برابر ہیں خواہ ان کے لئے آپ استغفار کریں یا ان کے لئے استغفار نہ کریں اللہ تعالیٰ ہرگز نہ بخشے گا بے شک اللہ تعالیٰ ایسے نافرمان لوگوں کو (توفیق) ہدایت کی نہیں دیتا یہ وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہیں ان پر کچھ خرچ مت کرو یہاں تک کہ یہ آپ ہی منتشر ہو جائیں گے اور (ان کا یہ کہنا جہل محض ہے کیونکہ) اللہ ہی کے ہیں سب خزانے آسمانوں اور زمین کے لیکن منافقین سمجھتے نہیں ہیں (اور یہ لوگ) کہتے ہیں کہ اگر ہم اب مدینہ میں جائیں گے تو عزت والا وہاں سے ذلت والے کو باہر نکال دے گا اور یہ (کہنا جہل محض ہے بلکہ) اللہ ہی کی ہے عزت (بالذات) اور اس کے رسول کی (بواسطہ تعلق مع اللہ کے) اور مسلمانوں کی (بواسطہ تعلق مع اللہ والرسول کے) لیکن منافقین جانتے نہیں۔ اے ایمان والو تم کو تمہارے مال اور اولاد (مراد اس سے مجموعہ دنیا ہے) اللہ کی یاد (اور اطاعت) سے (مراد اس سے مجموعہ دین ہے) غافل نہ کرنے پائے اور جو ایسا کرے گا ایسے لوگ ناکام رہنے والے ہیں اور (منجملہ طاعات کے) ایک اطاعت مالیہ کا حکم دیا جاتا ہے کہ ہم نے جو کچھ تم کو دیا ہے اس میں سے (حقوق واجبہ) اس سے پہلے خرچ کر لو کہ تم میں سے کسی کی موت آ کھڑی ہو پھر وہ بطور تمنا و حسرت کہنے لگے کہ اے میرے پروردگار مجھ کو اور تھوڑی مہلت کیوں نہ دی کہ میں خیر خیرات دے لیتا اور نیک کام کرنے والوں میں شامل ہو جاتا اور اللہ تعالیٰ کسی شخص کو جب کہ اس کی میعاد (عمر ختم ہونے پر) آ جاتی ہے ہرگز مہلت نہیں دیتا اور اللہ کو تمہارے سب کاموں کی پوری خبر ہے (ویسی ہی جزا کے مستحق ہو گے)۔

تفسیر: سورة المنفقون مدنية وهى احدىٰ عشرة اٰية ۔

ربط: اوپر کی سورت میں یہود کا ذکر تھا اس سورت میں منافقین کا ذکر ہے اور اکثر منافق یہودی تھے اور سورت سابقہ کے اخیر میں ایثار عقبیٰ علی الدنیا کا ذکر تھا وہی اس سورت کے اخیر میں ہے اور اس اخیر کے مضمون کو ذکر منافقین سے بھی مناسبت ہے کہ منافقین اپنے اموال پر گھمنڈ کر کے کہتے تھے لَا تُنْفِقُوْا ...... اور اپنے حشم خدم پر بھی گھمنڈ کرتے تھے : لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ اس لئے اموال واولاد سے غلو کے ساتھ قلب کو متعلق کرنے کی ممانعت فرمائی اور سبب نزول آیات متضمنہ ذکر منافقین کا یہ ہے کہ کسی غزوہ میں انصار و مہاجرین میں تکرار ہو گیا اس پر عبداللہ بن ابی بگڑا کہ تم نے ان پردیسیوں کو روٹیاں کھلا کھلا کر بگاڑ دیا اب کے مدینہ پہنچ کر ان لوگوں کو خرچ دینا بند کر دو خود ہی چلے جاویں گے اور یہ بھی کہا کہ ہم عزت والے ہیں ان ذلت والوں کو نکال دیں گے یہ بات زید بن ارقم صحابیؓ نے سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کہی آپؐ نے ابن ابی اور اُس کے رفقاء کو بلا کر پوچھا وہ صاف مُکر گیا اور قسمیں کھا گیا زید بن ارقم کو بڑا رنج ہوا اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں **كذا فى الصحاح** اور جن لوگوں کو اس کا کہنا معلوم تھا اُنہوں نے اُس سے کہا کہ تو جا کر حضرت کے سامنے توبہ کر لے اُس نے انکار کر دیا **كذا فى الدر المنثور** اور چونکہ سب منافقین اس قول کے پسند کرنے میں شریک اور ہمراہی تھے لہٰذا سب کی طرف نسبت کر دی۔

شنائع منافقین: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ (الى قوله تعالى) وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ جب آپؐ کے پاس یہ منافقین آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم (دل سے) گواہی دیتے ہیں کہ آپؐ بے شک اللہ کے رسول ہیں اور یہ تو اللہ کو معلوم ہے کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں (اس میں تو اُن کے قول کی تکذیب نہیں کی جاتی) اور (باوجود اس کے) اللہ تعالیٰ گواہی دیتا ہے کہ منافقین (اس کہنے میں) جھوٹے ہیں (کہ ہم دل سے گواہی دیتے ہیں کیونکہ وہ گواہی محض لسانی ہے اعتقاد قلب سے نہیں) ان لوگوں نے اپنی قسموں کو (اپنی جان و مال کے بچانے کے لئے) سپر بنا رکھا ہے (کیونکہ اظہار کفر سے ان کی حالت بھی مثل دوسرے کفار کے ہوتی کہ جہاد کیا جاتا اور قتل و غارت ہوتا) پھر (اس لازمی خرابی کے ساتھ ان میں متعدی خرابی بھی ہے کہ) یہ لوگ (دوسروں کو بھی) اللہ کی راہ سے روکتے ہیں بے شک ان کے یہ اعمال بہت ہی بُرے ہیں (اور ہمارا) یہ (کہنا: اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝) اس سبب سے ہے کہ یہ لوگ (اول ظاہر میں) ایمان لے آئے پھر (اپنے شیاطین کے پاس جا کر کلمات کفریہ :اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ [البقرة: ١٤] کہہ کر) کافر ہو گئے (مطلب یہ کہ : اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ کا حکم کرنا ان کے نفاق کے سبب سے ہے کہ وہ سوء اعمال ہے) سو (اس نفاق کی وجہ سے) ان کے دلوں پر مہر کر دی گئی تو یہ (حق بات کو) نہیں سمجھتے اور (ظاہر میں ایسے چکنے چپڑے ہیں کہ) جب آپؐ ان کو دیکھیں (تو شان و شوکت ظاہری کی وجہ سے) ان کے قد و قامت آپ کو خوشنما معلوم ہوں اور (باتوں میں ایسے ہیں کہ) اگر یہ باتیں کرنے لگیں تو آپ ان کی بات (غایت فصاحت و شیرینی کی وجہ سے) سن لیں (لیکن چونکہ اندر خاک بھی نہیں اس لئے قد و قامت ظاہری کے ساتھ خلو باطن کے سبب ان کی ایسی مثال ہے کہ) گویا یہ لکڑیاں ہیں جو (دیوار کے) سہارے سے لگائی ہوئی (کھڑی) ہیں (کہ جثہ میں تو لمبی چوڑی موٹی موٹی مگر بے جان محض اور نیز بناء پر اس عادت کے کہ اکثر جو لکڑی فی الحال کام میں نہیں لگتی وہ اس طرح رکھ دی جاتی ہے ایسی لکڑی بے نفع محض بھی ہے۔ اس طرح یہ لوگ ظاہری دِکھتے ہیں تو شاندار لیکن اندر سے محض بے کار اور چونکہ بوجہ عدم

اخلاص وعدم ایمان کے ہر وقت ان کو اندیشہ رہتا ہے کہ کبھی مسلمانوں کو ہمارے حال کی اطلاع کسی قرینہ سے یا بذریعہ وحی کے نہ ہو جاوے اور مثل دیگر کفار کے ہم پر بھی جہاد وغیرہ نہ ہونے لگے اس خیال سے ایسے خائف رہتے ہیں کہ) ہر غل پکار کو (گو وہ کسی وجہ سے ہو) اپنے ہی اوپر (پڑنے والی) خیال کرنے لگتے ہیں (یعنی جب کوئی شور وغل ہوتا ہے یہی سمجھتے ہیں کہ کہیں ہمارے اوپر ہی اُفتاد پڑنے والی نہ ہو حقیقت میں) یہی لوگ (تمہارے پورے) دشمن ہیں آپ ان سے ہوشیار رہیے (یعنی ان کی کسی بات کا اعتماد نہ کیجئے) خدا ان کو غارت کریں کہاں (دین حق سے) پھرے چلے جاتے ہیں (یعنی روزانہ دور ہی ہوتے جاتے ہیں) اور (ان کے تکبر وشرارت کی یہ کیفیت ہے کہ) جب ان سے کہا جاتا ہے کہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس) آؤ تمہارے لئے رسول اللہ (ﷺ) استغفار کردیں تو وہ اپنا سر پھیر لیتے ہیں اور آپ اُن کو دیکھیں گے کہ وہ (اُس ناصح سے اور تحصیل استغفار سے) تکبر کرتے ہوئے بے رُخی کرتے ہیں (جب اُن کے کفر کی یہ حالت ہے تو (اُن کے حق میں دونوں باتیں برابر ہیں خواہ آپ اُن کے لئے استغفار کریں یا اُن کے لئے استغفار نہ کریں اللہ تعالیٰ اُن کو ہرگز نہ بخشے گا مطلب یہ کہ اگر وہ آپ کے پاس آتے بھی اور آپ اُن کی ظاہری حالت کے اعتبار سے استغفار بھی فرماتے تب بھی ان کو کچھ نفع نہ ہوتا یہ تو ماضی کے اعتبار سے اُن کی حالت ہوئی اور آئندہ کے لئے یہ ہے کہ) بے شک اللہ تعالیٰ ایسے نافرمان لوگوں کو (توفیق) ہدایت (کی) نہیں دیتا یہ وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ جو لوگ رسول اللہ (ﷺ) کے پاس (جمع) ہیں ان پر کچھ خرچ مت کرو یہاں تک کہ یہ آپ ہی منتشر ہو جاویں گے اور (ان کا یہ کہنا جہل محض ہے کیونکہ) اللہ ہی کے ہیں سب خزانے آسمانوں اور زمین کے ولیکن منافقین سمجھتے نہیں ہیں (کہ رزق کا مدار اہل شہر کے نفقات کو سمجھتے ہیں اور) یہ (لوگ) یوں کہتے ہیں کہ اگر ہم اب مدینہ میں لوٹ کر جاویں گے تو عزت والا وہاں سے ذلت والے کو باہر نکال دے گا (یعنی ہم ان مسافر پردیسیوں کو نکال باہر کردیں گے) اور (اس قول میں جو اپنے کو عزت والا اور مسلمانوں کو ذلّت والا کہتے ہیں یہ جہل محض ہے بلکہ) اللہ ہی کی ہے عزت (بالذات) اور اُس کے رسول کی (بواسطہ تعلق مع اللہ کے) اور مسلمانوں کی (بواسطہ تعلق مع اللہ والرسول کے) ولیکن منافقین جانتے نہیں (بلکہ مناط عزت امور فانیہ کو سمجھتے ہیں) ۔

ربط : تمہید سورت میں گزر چکا۔

ایثار عقبٰی بر دنیا : یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (الی قولہ تعالیٰ) وَلَنْ یُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا وَاللّٰهُ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۱﴾ اے ایمان والو تم کو تمہارے مال اور اولاد (مراد اس سے مجموعہ دُنیا ہے) اللہ کی یاد (اور طاعت) سے (مراد اس سے مجموعہ دین ہے) غافل نہ کرنے پاویں (یعنی دنیا میں ایسے منہمک مت ہو جانا کہ دین میں خلل پڑنے لگے) اور (جو ایسا کرے گا ایسے لوگ ناکام رہنے والے ہیں (کیونکہ نفع دنیوی تو ختم ہو جاوے گا اور ضرر اُخروی ممتد یا دائم رہ جاوے گا) اور (منجملہ طاعات کے ایک طاعت مالیہ کا حکم کیا جاتا ہے کہ: لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ کے عام مضمون میں سے ایک فرد خاص ہے یعنی) ہم نے جو کچھ تم کو دیا ہے اُس میں سے (حقوق واجبہ کو) اس سے پہلے پہلے خرچ کرلو کہ تم میں سے کسی کی موت آ کھڑی ہو پھر وہ (بطور تمنا وحسرت) کہنے لگے کہ اے میرے پروردگار مجھ کو اور تھوڑے دنوں کی مہلت کیوں نہ دی کہ میں خیر خیرات دے لیتا اور نیک کام کرنے والوں میں شامل ہو جاتا اور (اُس کی یہ تمنا (وحسرت) اس لئے غیر مفید ہے کہ) اللہ تعالیٰ کسی شخص کو جب کہ اُس کی میعاد (عمر کی ختم ہونے پر) آ جاتی ہے ہرگز مہلت نہیں دیتا اور اللہ کو تمہارے سب کاموں کی پوری خبر ہے (ویسی ہی جزا کے مستحق ہوں گے) ۔

ترجمہ مسائل السلوک : قولہ تعالیٰ : هُمُ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا ...... اس میں مال وجاہ کی بناء پر اہل اللہ کے استحقار کی مذمت ہے ۱۲ ۔ قولہ تعالیٰ : یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ ...... اس میں غفلت کی مذمت ہے ۔ سورۂ منافقین تمام ہوئی ۔

النحو : قوله واكن العطف على موضع فاصدق كانه قيل ان اخرتني اصدق واكن كذا في الروح ۱۲ ۔

البلاغة : قوله هم العدو افرده لارادة الجنس ۔ قوله مسندة شبهوا بها في كونهم اشباحا خالية عن الفائدة لان الخشب تكون مسندة اذا لم تكن في بناء او دعامة لشئ آخر ۱۲ ۔ قوله اموالكم ولا اولادكم اى الدنيا عبر بهما عنها لكونهما اراغب الاشياء منها كقوله تعالى المال والبنون الخ ۱۲ ۔

سورة التغابن

سورة التغابن ٦٤ مدنية ١٠٨ | بسم الله الرحمن الرحيم | اٰياتها ١٨ ركوعاتها ٢

سورۃ التغابن مکہ میں نازل ہوئی — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اس میں ۱۸ آیات اور ۲ رکوع ہیں

يسبح لله ما في السموت وما في الارض له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير ﴿١﴾ هو الذي
خلقكم فمنكم كافر ومنكم مؤمن والله بما تعملون بصير ﴿٢﴾ خلق السموت والارض بالحق
وصوركم فاحسن صوركم واليه المصير ﴿٣﴾ يعلم ما في السموت والارض ويعلم ما تسرون وما تعلنون
والله عليم بذات الصدور ﴿٤﴾ الم ياتكم نبؤا الذين كفروا من قبل فذاقوا وبال امرهم ولهم عذاب
اليم ﴿٥﴾ ذلك بانه كانت تاتيهم رسلهم بالبينت فقالوا ابشر يهدوننا فكفروا وتولوا واستغنى
الله والله غني حميد ﴿٦﴾ زعم الذين كفروا ان لن يبعثوا قل بلى وربي لتبعثن ثم لتنبؤن بما عملتم
وذلك على الله يسير ﴿٧﴾ فامنوا بالله ورسوله والنور الذي انزلنا والله بما تعملون خبير ﴿٨﴾ يوم يجمعكم
ليوم الجمع ذلك يوم التغابن ومن يؤمن بالله ويعمل صالحا يكفر عنه سياته ويدخله
جنت تجري من تحتها الانهر خلدين فيها ابدا ذلك الفوز العظيم ﴿٩﴾ والذين كفروا وكذبوا
بايتنا اولئك اصحب النار خلدين فيها وبئس المصير ﴿١٠﴾ ما اصاب من مصيبة الا باذن الله (ع ١٥)
ومن يؤمن بالله يهد قلبه والله بكل شيء عليم ﴿١١﴾ واطيعوا الله واطيعوا الرسول فان توليتم
فانما على رسولنا البلغ المبين ﴿١٢﴾ الله لا اله الا هو وعلى الله فليتوكل المؤمنون ﴿١٣﴾ يايها الذين
امنوا ان من ازواجكم واولادكم عدوا لكم فاحذروهم وان تعفوا وتصفحوا وتغفروا فان الله غفور
رحيم ﴿١٤﴾ انما اموالكم واولادكم فتنة والله عنده اجر عظيم ﴿١٥﴾ فاتقوا الله ما استطعتم واسمعوا
واطيعوا وانفقوا خيرا لانفسكم ومن يوق شح نفسه فاولئك هم المفلحون ﴿١٦﴾ ان تقرضوا الله قرضا

حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۷﴾ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۸﴾

سب چیزیں جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہیں اللہ کی پاکی بیان کرتی ہے' اُسی کی سلطنت ہے اور وہی تعریف کے لائق ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے وہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا سو باوجود اس کے بھی تم میں بعضے کافر ہیں اور بعضے مومن ہیں اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال (ایمانیہ وکفریہ) کو دیکھ رہا ہے اسی نے آسمانوں اور زمین کو ٹھیک طور پر پیدا کیا اور تمہارا نقشہ بنایا سو عمدہ نقشہ بنایا اور اسی کے پاس (سب کو) لوٹنا ہے (اور) وہ سب چیزوں کو جانتا ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور سب چیزوں کو جانتا ہے جو تم پوشیدہ کرتے ہو اور جو اعلانیہ کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ دلوں کی باتوں کا جاننے والا ہے۔ کیا تم کو ان لوگوں کی خبر نہیں پہنچی جنہوں نے (تم سے) پہلے کفر کیا پھر انہوں نے اپنے ان اعمال کا وبال (دنیا میں بھی) چکھا اور اس کے علاوہ آخرت میں بھی ان کے لئے عذاب دردناک ہونے والا ہے یہ اس سبب سے ہے کہ ان لوگوں کے پاس ان کے پیغمبر دلائل واضح لے کر آئے تو ان لوگوں نے (رسولوں کی نسبت) کہا کہ کیا آدمی ہم کو ہدایت کریں گے غرض انہوں نے کفر کیا اور اعراض کیا اور خدا نے بھی ان کی کچھ پروانہ کی اور اللہ سب سے بے نیاز (اور) ستودہ صفات ہے۔ یہ کافر (مضمون عذاب آخرت کو سن کر) یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ ہرگز ہرگز دوبارہ زندہ نہ کئے جائیں گے آپ کہہ دیجئے کہ کیوں نہیں واللہ ضرور دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے پھر جو کچھ تم نے کیا ہے تم کو سب جتلا دیا جائے گا اور اس پر سزا دی جائے گی اور یہ بعث (وجزا) اللہ کو بالکل آسان ہے سو تم (کو چاہئے کہ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس نور پر (یعنی قرآن کریم پر) کہ ہم نے نازل کیا ہے ایمان لاؤ اور اللہ تمہارے سب اعمال کی پوری خبر رکھتا ہے (اور اس دن کو یاد کرو) کہ جس دن تم سب کو ایک جمع ہونے کے دن جمع کرے گا یہی دن ہے سود وزیاں کا اور (بیان اس کا یہ ہے کہ) جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہوگا اور نیک کام کرتا ہو گا اللہ تعالیٰ اس کے گناہ دور کردے گا اور اس کو (جنت کے) ایسے باغوں میں داخل کردے گا جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی جس میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہیں گے یہ (اور) بڑی کامیابی ہے اور جن لوگوں نے کفر کیا ہوگا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہوگا یہ لوگ دوزخی ہیں اس میں ہمیشہ رہیں گے اور وہ برا ٹھکانا ہوگا۔ کوئی مصیبت بدوں حکم خدا کے نہیں آتی اور جو شخص اللہ پر پورا ایمان رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو (صبر ورضا کی) راہ دکھاتا ہے اور اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے اور خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہر امر میں جس میں مصائب بھی داخل ہیں اللہ کا کہنا مانو اور رسول کا کہنا مانو اور اگر تم اطاعت سے اعراض کرو گے تو یاد رکھو کہ ہمارے رسول کے ذمہ صاف صاف پہنچا دینا ہے اللہ کے سوا کوئی معبود (بننے کے قابل) نہیں اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر (مصائب وغیرہ میں) توکل رکھنا چاہئے۔ اے ایمان والو تمہاری بعض بیبیاں اور اولاد تمہارے (دین کی) دشمن ہیں سو تم ان سے ہوشیار رہو (اور ان کے ایسے امر پر عمل مت کرو اور اگر تم معاف کرو اور درگزر کر جاؤ اور بخش دو تو اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کا بخشنے والا (اور تمہارے حال پر رحم کرنے والا ہے تمہارے اموال اور اولاد تمہارے لئے ایک آزمائش کی چیز ہے اور (جو شخص ان میں پڑ کر اللہ کو یاد رکھے گا تو اللہ کے پاس (اس کے لئے) بڑا اجر ہے تو جہاں تک تم سے ہو سکے اللہ سے ڈرتے رہو اور (اس کے احکام کو) سنو اور مانو اور (بالخصوص مواقع حکم میں) خرچ بھی کیا کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہوگا اور جو شخص نفسانی حرص سے محفوظ رہا ایسے ہی لوگ (آخرت میں فلاح پانے والے ہیں اور اگر تم اللہ کو اچھی (خلوص کے کے ساتھ) قرض دو گے تو وہ اس کو تمہارے بڑھاتا چلا جائے گا اور تمہارے گناہ بخش دیگا اور اللہ بڑا قدردان ہے (کہ عمل صالح قبول فرماتا ہے اور) بردبار ہے پوشیدہ اور ظاہر عمل کو جاننے والا ہے (اور) زبردست (اور) حکمت والا ہے۔

سورة التغابن مدنية مختلف فيها وهي ثماني عشرة آية كذا في البيضاوي مدنية عن الاكثر كذا في الروح۔

تفسیر ربط: سورت سابقہ کے اخیر میں تحصیل آخرت کی ترغیب اور تعطیل آخرت سے ترہیب ہے اس سورت میں اہل تحصیل اور اہل تعطیل کی مجازات کی تفصیل و مضمون ترغیب وترہیب کی تکمیل ہے اور چونکہ اوپر بھی سورۂ مجادلہ سے کئی سورتوں میں ان اہل تحصیل واہل تعطیل کے مختلف گروہوں کا تذکرہ ہے کسی میں مشرکین کا کسی میں یہود کا کسی میں منافقین کا اور سب میں کچھ کچھ مؤمنین کا اس لئے یہ سورت اُن سب کے ساتھ بھی خاص طور پر مربوط ہے۔

تفصیل احوال واعمال ومآل اہل ایمان واہل ضلال:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ (الی قوله تعالى) عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۸﴾ ۔ سب چیزیں جو کچھ کہ آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں اللہ کی پاکی (قالاً یا حالاً) بیان کرتی ہیں اُسی کی سلطنت ہے اور وہی تعریف کے لائق ہے اور وہ ہر شئی پر قادر ہے (یہ تمہید ہوئی اگلے بیان کی کہ وہ ایسے صفات کمال کے ساتھ متصف ہے تو اُس کی اطاعت واجب اور معصیت قبیح ہے) وہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا (جو مقتضی اس کو تھا کہ سب ایمان لاتے) سو (باوجود اس کے بھی) تم میں بعضے کافر ہیں اور بعضے مؤمن ہیں اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال (ایمانیہ وکفریہ) کو دیکھ رہا ہے (پس ہر ایک کے مناسب جزا دے گا) اُسی نے آسمانوں اور زمین کو ٹھیک طور پر (یعنی پُر حکمت و پُر منفعت) پیدا کیا اور تمہارا نقشہ بنایا سو عمدہ بنایا (کیونکہ اعضائے انسانی کے برابر کسی حیوان کے اعضاء میں تناسب نہیں) اور اُسی کے پاس (سب کو) لوٹنا ہے (اور) وہ سب چیزوں کو جانتا ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اور سب چیزوں کو جانتا ہے جو تم پوشیدہ کرتے ہو اور جو علانیہ کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ دلوں تک کی باتوں کا جاننے والا ہے (اور یہ تمام امور مقتضی اس کو ہیں کہ تم اُس کی

اطاعت کیا کرو اور علاوہ ان مقتضیات کے) کیا تم کو اُن لوگوں کی خبر نہیں پہنچی (کہ وہ خبر پہنچنا بھی مقتضی وجوب اطاعت کو ہے) جنہوں نے (تم سے) پہلے کفر کیا پھر اُنہوں نے اپنے (ان) اعمال کا وبال (دنیا میں بھی) چکھا اور (اس کے علاوہ آخرت میں بھی) اُن کے لئے عذاب دردناک ہونے والا ہے یہ (وبال عاجل وعذاب آجل) اس سبب سے ہے کہ اُن لوگوں کے پاس اُن کے پیغمبر دلائل واضحہ لے کر آئے تو اُن لوگوں نے (اُن رسولوں کی نسبت) کہا کہ کیا آدمی ہم کو ہدایت کریں گے (یعنی بشر کہیں پیغمبر ہادی ہوسکتا ہے غرض انہوں نے کفر کیا اور اعراض کیا اور خدا نے (بھی اُن کی کچھ) پرواہ نہ کی (بلکہ مقہور کردیا) اور اللہ (سب سے) بے نیاز (اور) ستودہ صفات ہے (اُس کو نہ کسی کی معصیت سے ضرر اور نہ کسی کے طاعت سے نفع خود مطیع وعاصی ہی کا نفع اور ضرر ہے اور) یہ کافر (مضمون عذاب آخرت کا سُن کر جیسا کہ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ میں مذکور ہے) یہ دعویٰ کرتے ہیں یہ وہ ہرگز دوبارہ زندہ نہ کئے جاویں گے (جس کے بعد عذاب الیم کا وقوع بتلایا جاتا ہے) آپ کہہ دیجئے کہ کیوں نہیں واللہ ضرور دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے پھر جو کچھ تم نے کیا ہے تم کو سب جتلا دیا جاوے گا (اور اُس پر سزا دی جاوے گی) اور یہ (بعث وجزا) اللہ کو (بوجہ کمال قدرت) بالکل آسان ہے سو (جب یہ مقتضیات ایمان کے مجتمع ہیں تو تم کو چاہیے کہ) تم اللہ پر اور اُس کے رسول پر اور اُس نور پر (یعنی قرآن پر) جو کہ ہم نے نازل کیا ہے ایمان لاؤ اور اللہ تمہارے سب اعمال کی پوری خبر رکھتا ہے (اور اُس دن کو یاد کرو) جس دن تم سب کو اُس جمع ہونے کے دن میں جمع کرے گا یہی دن ہے سُود وزیاں (کے ظاہر ہونے) کا (یعنی مسلمانوں کا نفع اور کافروں کا نقصان اُس روز عملاً ظاہر ہو جاوے گا) اور (بیان اس کا یہ ہے کہ) جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہوگا اور نیک کام کرتا ہوگا اللہ تعالیٰ اُس کے گناہ دُور کردے گا اور اُس کو (جنت کے) ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی جن میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہیں گے (اور) یہ بڑی کامیابی ہے اور جن لوگوں نے کفر کیا ہوگا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہوگا یہ لوگ دوزخی ہیں اُس میں ہمیشہ رہیں گے اور وہ بُرا ٹھکانا ہے۔ (اور جس طرح کفر مانع عن فلاح الآخرۃ بالکلیہ ہے اسی طرح مصیبت میں یا ازواج واولاد واموال وغیرہ نعمت میں مشغول ہوکر خدا کے احکام میں کوتاہی کرنا بھی مانع عن فلاح الآخرۃ من وجہٍ ہے پس مصیبت میں تو یہ سمجھنا چاہئے کہ) کوئی مصیبت بدون خدا کے حکم نہیں آتی (اور یہ سمجھ کر صبر ورضا اختیار کرنا چاہئے) اور جو شخص اللہ پر (پورا) ایمان رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو (صبر ورضا کی) راہ رکھا دیتا ہے اور اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے کہ کس نے صبر ورضا اختیار کیا اور کس نے نہیں کیا اور ہر ایک کو حسب حکمت جزا وسزا دیتا ہے) اور (خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہر امر میں جس میں مصائب بھی داخل ہیں) اللہ کا کہنا مانو اور رسول کا کہنا مانو اور اگر تم (اطاعت سے) اعراض کرو گے تو (یاد رکھو کہ) ہمارے رسول کے ذمہ صرف صاف صاف پہنچا دینا ہے (جس کو وہ باحسن وجوہ کر چکے پس اُن کا تو کوئی ضرر نہیں تمہارا ہی ضرر ہوگا اور چونکہ اللہ کو ضرر ہونے کا احتمال ہی نہیں اس لئے اُس کو یہاں بیان نہیں کیا اور تم لوگوں کو اور خصوص اہل مصیبت کو یہ سمجھنا چاہئے کہ) اللہ کے سوا کوئی معبود (بننے کے قابل) نہیں (پس اُسی کو معبود سمجھنا چاہئے) اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر (مصائب وغیرہ میں) توکل رکھنا چاہئے (اس میں ایمان کا مضمون جو کہ اوپر مذکور تھا اور صبر کا مضمون جو کہ بعد میں مذکور تھا دونوں آ گئے اور) اے ایمان والو (جیسا مصیبت میں تم کو صبر ورضا کا حکم کیا گیا ہے تا کہ وہ مانع عن الآخرۃ نہ ہو اسی طرح نعمت کے بارے میں تم کو عدم انہماک کا حکم کیا جاتا ہے تا کہ وہ بھی مانع عن الآخرت نہ ہو پس نعمت کے بارے میں یوں سمجھنا چاہئے کہ) تمہاری بعضی بیبیاں اور اولاد تمہارے (دین کے) دشمن ہیں (جب کہ وہ اپنے نفع دنیوی کے واسطے تم کو ایسی بات کا امر کریں جو تمہارے لئے مضر آخرت ہو) سو تم اُن سے (یعنی ایسوں سے) ہوشیار رہو (اور اُن کے ایسے امر پر عمل مت کرو) اور (اگر تم کو ایسی فرمائشوں پر غصہ آوے اور تم اُن پر تشدد کرنے لگو اور وہ اُس وقت معذرت اور توبہ کریں اور) تم (اُس وقت اُن کی وہ خطا) معاف کردو (یعنی سزا نہ دو) اور درگزر کر جاؤ (یعنی زیادہ ملامت نہ کرو) اور بخش دو (یعنی اُس کو دل اور زبان سے بھلا دو) تو اللہ تعالیٰ (تمہارے گناہوں کا) بخشنے والا (اور تمہارے حال پر) رحم کرنے والا ہے (اس میں ترغیب ہے عفو کی اور یہ بعض اوقات واجب ہے جب کہ عقوبت سے احتمال غالب بیباکی کا ہو اور بعض اوقات مندوب ہے آگے اولاد کے ساتھ اموال کے متعلق بھی اسی قسم کا مضمون ہے کہ) تمہارے اموال اور اولاد بس تمہارے لئے ایک آزمائش کی چیز ہے (کہ دیکھیں کون ان میں پڑ کر خدا کے احکام کو بھول جاتا ہے اور کون یاد رکھتا ہے) اور (جو شخص ان میں پڑ کر اللہ کو یاد رکھے گا تو) اللہ کے پاس (اُس کے لئے) بڑا اجر ہے تو (ان سب باتوں کو سُن کر) جہاں تک تم سے ہو سکے اللہ سے ڈرتے رہو اور (اُس کے احکام) سُنو اور مانو اور (بالخصوص مواقع حکم میں) خرچ (بھی) کیا کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہوگا (غالباً اس کی تفصیل اس لئے ہے کہ یہ نفس پر زیادہ شاق ہے) اور جو شخص نفسانی حرص سے محفوظ رہا ایسے ہی لوگ (آخرت میں) فلاح پانے والے ہیں (آگے اُس کے بہتر اور موجب فلاح ہونے کا بیان ہے کہ) اگر تم اللہ کو اچھی طرح (یعنی خلوص کے ساتھ) قرض دو گے تو وہ اُس کو تمہارے لئے بڑھاتا چلا جاوے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا اور اللہ بڑا قدر دان ہے (کہ عمل صالح کو مقبول فرماتا ہے) اور بڑا بُردبار ہے (کہ عمل معصیت پر فی الفور مواخذہ نہیں فرماتا اور) پوشیدہ اور ظاہر (اعمال) کا جاننے والا ہے (اور) زبردست ہے (اور) حکمت والا ہے (شکور سے حکیم تک تمام

مضامین سورت کے لئے بمنزلہ علل کے ہیں کہ سب مضامین ان پر مرتب ومتفرع ہوسکتے ہیں **کما یظهر بالتامل**)۔

ف: تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا میں باوجود ان خطاؤں کے حقوق اللہ ہونے کی عفو وصفح مغفرت کی اسناد عباد ت کی طرف مجاز ہے جس کا حاصل معنی **لم تعاقبوا ولم تثربوا ولم تحقدوا** ہےاوران کی اسناد عباد کی طرف حقیقی ہے **واللّٰہ اعلم**۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَمَنْ يُّؤْمِنْ ......اس میں اہل حال کے حال کا ایسے احوال میں اثبات ہے قولہ تعالیٰ: فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ ..... اس میں دلالت ہے کہ سلوک واصلاح میں تدرج کافی ہے۔ سورۂ تغابن تمام ہوئی۔

اللغات: **التغابن فی القاموس ان یغبن بعضهم بعضًا وان اهل الجنة یغبن اهل النار اه قلت جعل ذلك تغابنا مجازًا والا فغبنهم من انفسهم ١٢**۔

النحو: **یوم یجمعکم معمول لا ذکروا ١٢**۔

البلاغۃ: **قوله ابشر یهدوننا جمع الضمیر باعتبار معنی الجنسیة ١٢**۔

سُوْرَةُ الطَّلَاقِ

سُوْرَةُ الطَّلَاقِ ۶۵ مَدَنِيَّةٌ ۹۹ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ۱۲ — رُكُوْعَاتُهَا ۲

سورۃ الطلاق مکہ میں نازل ہوئی — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اس میں ۱۲ آیات اور ۲ رکوع ہیں

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ ۚ
لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۭ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ
يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ۭ لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ① فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ
فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّاَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ۭ ذٰلِكُمْ
يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ڛ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ② وَّيَرْزُقْهُ مِنْ
حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۭ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ۭ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ
قَدْرًا ③ وَالّٰۗـِٔيْ يَىِٕسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآىِٕكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ ۙ وَّالّٰۗـِٔيْ لَمْ يَحِضْنَ ۭ
وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۭ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا ④ ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ
اَنْزَلَهٗٓ اِلَيْكُمْ ۭ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ وَيُعْظِمْ لَهٗٓ اَجْرًا ⑤ اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ
مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَاۗرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ۭ وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ
حَمْلَهُنَّ ۚ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۚ وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ۚ وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ
لَهٗٓ اُخْرٰى ⑥ لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ۭ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ۭ لَا يُكَلِّفُ
اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰىهَا ۭ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا ⑦ ع ۱۷

اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم (آپ لوگوں سے کہہ دیجئے کہ) جب تم لوگ (اپنی) عورتوں کو طلاق دینے لگو تو (ان کو زمانہ) عدت (یعنی حیض) سے پہلے (یعنی طہور میں) طلاق دو اور تم عدت کو یاد رکھو اور اللہ سے ڈرتے رہو جو تمہارا رب ہے ان عورتوں کو ان کے (رہنے کے) گھروں سے مت نکالو (کیونکہ سُکنیٰ مطلقہ کا مثل منکوحہ کے واجب ہے) اور وہ عورتیں خود نکلیں مگر ہاں کوئی کھلی بے حیائی کریں تو اور بات ہے اور یہ سب خدا کے مقرر کئے ہوئے احکام ہیں اور جو شخص احکام خداوندی تجاوز کرے گا (مثلاً اس

عورت کو گھر سے نکال دیا) اس نے اپنے اوپر ظلم کیا تجھ کو خبر نہیں شاید اللہ تعالیٰ بعد (اس طلاق دینے) کے کوئی نئی بات (تیرے دل میں) پیدا کر دے۔ (مثلاً طلاق) میں ندامت ہو تو رجعی میں اس کا تدارک ہو سکتا ہے پھر جب وہ (مطلقہ) عورتیں اپنی عدت گزرنے کے قریب پہنچ جائیں (تو تم کو دو اختیار ہیں یا تو) ان کو قاعدے کے موافق نکاح میں رہنے دو یا قاعدہ کے موافق ان کو رہائی دو اور آپس میں دو معتبر شخصوں کو گواہ کرلو (اے گواہو اگر گواہی کی حاجت پڑی تو) ٹھیک ٹھیک اللہ کے واسطے (بلا رو رعایت) گواہی دو اس مضمون سے اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے کہ اللہ پر اور یوم قیامت پر ایمان رکھتا ہو اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے (مضرتوں سے) نجات کی شکل نکال دیتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے جہاں اس کا گمان بھی نہیں ہوتا اور جو شخص اللہ پر توکل کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس (کی اصلاح مہمات) کے لئے کافی ہے اللہ تعالیٰ اپنا کام (جس طرح چاہے) پورا کر کے رہتا ہے اللہ تعالیٰ نے ہر شے کا ایک اندازہ اپنے علم میں مقرر کر رکھا ہے۔ (اور عدت کا اجمالاً ذکر تھا) اور (تفصیل یہ کہ) تمہاری (مطلقہ) بیبیوں میں جو عورتیں بوجہ زیادہ عمر کے حیض آنے سے ناامید ہو چکی ہوں اگر تم کو ان کی عدت کے تعین میں شبہ ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہیں اور اسی طرح جن عورتوں (اب تک بوجہ کم عمری کے) حیض نہیں آیا اور حاملہ عورتوں کی عدت اس حمل کا پیدا ہو جانا ہے اور جو شخص اللہ سے ڈرے گا اللہ تعالیٰ اس کے ہر کام میں آسانی کر دے گا (جو کچھ مذکور ہوا) اللہ کا حکم ہے جو اس نے تمہارے پاس بھیجا ہے اور جو شخص (ان معاملات میں اور دوسرے امور میں بھی) اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا اللہ تعالیٰ اس کے گناہ دور کر دے گا (کہ مضرت عظمیہ کا سبب ہے اور اس کو بڑا اجر دے گا۔ تم ان (مطلقہ) عورتوں کو اپنی وسعت کے موافق رہنے کا مکان دو جہاں تم رہتے ہو اور ان کو تنگ کرنے کے لئے (اس کے بارے میں تکلیف مت پہنچاؤ) اور اگر وہ (مطلقہ) عورتیں حمل والیاں ہوں تو حمل پیدا ہونے تک ان کو (کھانے پینے کا) خرچ دو پھر اگر وہ (مطلقہ) عورتیں (جب کہ پہلے ہی بچے والیاں ہوں یا بچہ ہی پیدا ہونے سے ان کی عدت ختم ہوتی ہو تمہارے لئے (بچہ کو اجرت پر) دودھ پلائیں تو تم ان کو (مقررہ) اجرت دو اور اجرت کے بارے میں مناسب طور پر مشورہ کرلیا کرو اور اگر تم باہم کش مکش کرو گے تو کوئی دوسری عورت دودھ پلائے گی (آگے بچہ کے نفقہ کے بارے میں ارشاد ہے کہ) وسعت والے کو اپنی وسعت کے موافق (بچہ) پر خرچ کرنا چاہئے اور جن کی آمدنی کم ہو ان کو چاہئے کہ اللہ نے جتنا اس کو دیا ہے اس میں خرچ کرے خدا تعالیٰ کسی شخص کو اس سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا جتنا اس کو دیا ہو خدا تعالیٰ تنگی کے بعد جلد ہی فراغت بھی کرے گا (گو بقدر ضرورت حاجت ذاتی سہی)۔

سورۃ الطلاق مدنیۃ وھی اثنتا عشرۃ آیات کذا فی البیضاوی۔

تفسیر ربط: سورت سابقہ کے اخیر میں بعض ازواج و اولاد کا عدو ہونا مذکور تھا چونکہ بعض اوقات خیال عداوت مانع ہو جاتا ہے ان کے حقوق واجبہ کے ادا کرنے سے بھی خصوص جب کہ ظاہری مفارقت بھی ہو جاوے۔ اس سورت میں احکام متعلقہ ازواج مطلقہ و اولاد رضیع سے اس کی اصلاح ہوگئی کہ جب مفارقت میں بھی رعایت حقوق واجب ہے تو موافقت میں تو بدرجۂ اولیٰ اس کا وجوب ہوگا۔ اور چونکہ ان احکام کے ضمن میں چار جگہ تقویٰ کا امر اور ترغیب ہے دوسرے رکوع کا مضمون اس کی تاکید میں ہے و نیز اس سے اس پر بھی دلالت ہے کہ معاملات دنیویہ میں بھی رعایت احکام شرعیہ کی واجب ہے برخلاف زعم بعض جہلاء کے واللہ اعلم۔

بعضے از احکام مطلقات: بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ (الی قولہ تعالیٰ) سَیَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ یُّسْرًا ۝۔ اے پیغمبر (آپ لوگوں سے کہہ دیجئے کہ) جب تم لوگ (ایسی) عورتوں کو طلاق دینے لگو (جو مدخول بہا ہیں) یا ان کے ساتھ خلوت ہو چکی ہے کہ اس سے بھی عدت واجب ہو جاتی ہے و دلیل التقیید قولہ تعالیٰ: ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَیْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ [الأحزاب: ۴۹]) تو ان کو (زمانہ) عدت (یعنی حیض) سے پہلے (یعنی طہر میں) طلاق دو (اور یہ احادیث صحاح سے ثابت ہے کہ اس طہر میں صحبت نہ ہو اور یہ تفسیر ہے مذہب حنفی پر کہ ان کے نزدیک عدت حیض سے ہے اور شافعیہ کے نزدیک یہ معنی ہوں گے کہ ان کو شروع عدت میں طلاق دو یعنی طہر ہی سے عدت ہے طہر ہی میں طلاق دو پس یہاں سب کے نزدیک حسب روایت: لِعِدَّتِهِنَّ کے معنی بحذف مضاف فی قبل عدتھن ہیں پھر قبل کے معنی حنفیہ کے نزدیک استقبال اور آمد کے ہیں اور شافعیہ کے نزدیک ابتداء کے ہیں) اور طلاق دینے کے بعد) تم عدت کو یاد رکھو (یعنی مرد و عورت سب یاد رکھیں لیکن تخصیص صیغۂ مذکر کی خطاب میں جیسا کہ مدارک میں ہے اشارہ اس طرف ہے کہ عورتوں میں غفلت غالب ہوتی ہے تو مردوں کو بھی اس کا اہتمام رکھنا چاہئے) اور اللہ سے ڈرتے رہو جو تمہارا رب ہے (یعنی ان ابواب میں جو اس کے احکام ہیں ان کے خلاف نہ کرو مثلاً یہ کہ نہی وارد احادیث تین طلاق دفعۃً مت دو اور یہ کہ حیض میں طلاق مت دو اور یہ کہ عدت میں) ان عورتوں کے (رہنے کے) گھروں سے مت نکالو (کیونکہ یہ سکنی مطلقہ کا مثل منکوحہ کے واجب ہے) اور نہ وہ عورتیں خود نکلیں (کیونکہ یہ سکنی محض حق العبد نہیں ہے کہ اس کی رضا سے ساقط ہو جاوے بلکہ حق الشرع ہے) مگر ہاں کوئی کھلی بے حیائی کریں تو اور بات ہے (یعنی مثلاً مرتکب بدکاری یا سرقہ کی ہوں تو سزا کیلئے نکالی جاویں یا بقول بعض علماء زبان درازی اور ہر وقت کا رنج و تکرار رکھتی ہوں تو ان کو نکال دینا جائز ہے) اور یہ سب خدا کے مقرر کئے ہوئے احکام ہیں اور جو شخص احکام خداوندی سے تجاوز کرے گا (مثلاً اس عورت کو گھر سے نکال دیا) اس نے اپنے اوپر ظلم کیا (یعنی گناہ گار ہوا آگے طلاق

دینے والے کو ترغیب دیتے ہیں کہ طلاق میں رجعی بہتر ہے پس ارشاد ہے کہ اے طلاق دینے والے) تجھ کو خبر نہیں شاید اللہ تعالیٰ بعد اس (طلاق دینے) کے کوئی نئی بات (تیرے دل میں) پیدا کر دے (مثلاً طلاق اور احصائے عدت کے بعد) جب وہ (مطلقہ) عورتیں (جب کہ ان کو طلاق رجعی دی ہو بقرینہ: فَاَمْسِكُوْهُنَّ) اپنی عدت گزرنے کے قریب پہنچ جاویں (اور عدت ختم نہیں ہوئی) تو تم کو دو اختیار ہیں یا تو) ان کو قاعدہ کے موافق (رجعت کر کے) نکاح میں رہنے دو یا قاعدہ کے موافق ان کو رہائی دو (یعنی انقضائے عدت تک رجعت نہ کرو۔ مطلب یہ کہ تیسری بات مت کرو کہ رکھنا بھی مقصود نہ ہو مگر تطویل عدت کے لئے رجعت کرلو) اور (جو کچھ بھی کرو مرافقت یا مفارقت اس پر) آپس میں سے دو معتبر شخصوں کو گواہ کرلو (یہ مستحب ہے کذا فی الھدایۃ والعنایۃ۔ رجعت میں تو اس لئے کہ بعد انقضائے عدت کبھی عورت اختلاف نہ کرنے لگے اور مفارقت میں اس لئے کہ کبھی اپنا نفس شرارت نہ کرنے لگے کہ جھوٹا دعویٰ کرے کہ میں رجعت کر چکا تھا) اور (اے گواہو! اگر گواہی کی حاجت پڑے تو) تم ٹھیک ٹھیک اللہ کے واسطے (بلا رو و رعایت) گواہی دو اس مضمون سے اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو اللہ پر اور یوم قیامت پر یقین رکھتا ہو (مطلب یہ کہ ایمان دار ہی نصائح سے منتفع ہوتے ہیں اور یوں تو نصائح سب کے لئے عام ہیں) اور (اوپر جو تقویٰ کا حکم ہے احکام کے درمیان اس کی متعدد فضیلتیں ارشاد فرماتے ہیں اول فضیلت یہ کہ) جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے (مضرتوں سے) نجات کی شکل نکال دیتا ہے اور (منافع عطا فرماتا ہے چنانچہ ایک بڑی منفعت ہے رزق سو) اس کو ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے جہاں اس کا گمان بھی نہیں ہوتا (اگر ضرر و نفع و رزق اخروی لیا جاوے تب تو یہ معنی ہوں گے کہ عذاب سے نجات دے گا اور جنت کا رزق دے گا جس کی شان ہے لا خطر علی قلب بشر اسی کو یہاں لَا يَحْتَسِبُ کہہ دیا اور اگر ضرر و نفع دنیوی مراد ہے تو اس کے تحقق کی دو صورتیں ہیں ایک حساً کہ اکثری ہے کہ وہ بلا ٹل جاوے اور رزق وغیرہ کی فراغت ہو جاوے دوسرے باطناً کہ کلی ہے کہ اس بلا پر صبر ہو جاوے کہ یہ بھی حکماً مثل رزق حسی کے ہے اثر سکون وطمانینت میں اور اس کو لَا يَحْتَسِبُ کہنا با یں معنی ہوگا کہ ظاہراً تو سکون نفس کا طریقہ فراخی رزق ہے قناعت سے سکون مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ہے اور مجموعہ صورتیں مذکورتین کے احد الجزئین کا تحقق کلی ودائمی ہے) اور (ایک شعبہ اس تقویٰ کا توکل ہے اس کی یہ خاصیت ہے کہ) جو شخص اللہ پر توکل کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس (کی اصلاح مہمات) کے لئے کافی ہے (یعنی اپنی کفایت کا اثر خاص اصلاح مہمات ظاہر فرماتا ہے ورنہ اس کی کفایت تو تمام عالم کے لئے عام ہے اور یہ اصلاح مہمات بھی عام ہے حساً ہو یا باطناً ہو کیونکہ) اللہ تعالیٰ اپنا کام (جس طرح چاہتا ہے) پورا کر کے رہتا ہے اور اسی طرح اصلاح مہمات کا وقت بھی اسی کے ارادہ پر ہے کیونکہ) اللہ تعالیٰ نے ہر شئی کا ایک اندازہ (اپنے علم میں) مقرر کر رکھا ہے (اور اسی کے موافق اس کا ایقاع قرین حکمت ہوتا ہے آگے پھر عود ہے احکام کی طرف یعنی اوپر تو عدت کا اجمالاً ذکر تھا) اور (تفصیل اس کی آگے ہے وہ یہ کہ) تمہاری (مطلقہ) بیبیوں میں سے جو عورتیں (بوجوہ زیادت سن کے) حیض آنے سے ناامید ہو چکی ہیں اگر تم کو (ان کی عدت کی یقین میں) شبہ ہو (جیسا کہ واقع میں شبہ ہوا تھا اور پوچھا تھا) تو ان کی عدت تین مہینے ہیں اور اسی طرح جن عورتوں کو (اب تک بوجہ کم عمری کے) حیض نہیں آیا (ان کی عدت بھی تین مہینے ہیں) اور حاملہ عورتوں کی عدت ان کے اس حمل کا پیدا ہو جانا ہے (خواہ کامل ہو یا ناقص بشرطیکہ کوئی عضو بن گیا ہو گو ایک انگلی ہی سہی) اور (چونکہ تقویٰ خود بھی مہتم بالشان ہے اور احکام مذکورہ میں جو کہ متعلق بمعاملات دنیا ہیں عام طبائع میں خیال ہو سکتا ہے کہ ان دنیوی معاملات کو دین سے کیا تعلق ہم جس طرح چاہیں کرلیں اسی لئے آگے پھر تقویٰ کا مضمون ہے یعنی) جو شخص اللہ سے ڈرے گا اللہ تعالیٰ اس کے ہر کام میں آسانی کر دے گا (آخرت کی یا دنیا کی حساً یا باطناً آگے پھر تاکید امتثال احکام کے لئے ارشاد ہے کہ) یہ (جو کچھ مذکور ہوا) اللہ کا حکم ہے جو اس نے تمہارے پاس بھیجا ہے اور جو شخص (ان معاملات میں اور دوسرے امور میں بھی) اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا اللہ تعالیٰ اس کے گناہ دور کر دے گا (کہ مضرت عظیمہ کا سلب ہے) اور اس کو بڑا اجر دے گا (کہ منفعت عظیمہ کا جلب ہے۔ آگے پھر مطلقات کے احکام کا بیان ہے یعنی عدت میں علاوہ عدم تطویل عدت وسکنیٰ کے ان کے کچھ اور حقوق بھی ہیں وہ یہ کہ) تم ان (مطلقہ) عورتوں کو اپنی وسعت کے موافق رہنے کا مکان دو جہاں تم رہتے ہو (یعنی عدت میں سکنیٰ بھی مطلقہ کا واجب ہے البتہ طلاق بائن میں ایک مکان میں خلوت کے ساتھ دونوں کا رہنا جائز نہیں بلکہ حائل ہونا ضرور ہے) اور اُن کو تنگ کرنے کے لئے (سکنیٰ کے بارہ میں) تکلیف مت پہنچاؤ (مثلاً کوئی ایسی بات کرنے لگو جس سے وہ پریشان ہو کر نکل جائیں اور اگر وہ (مطلقہ) عورتیں حمل والیاں ہوں تو حمل پیدا ہونے تک اُن کو (کھانے پینے کا) خرچ دو (بخلاف غیر حمل والیوں کے کہ اُن کے انفاق کی غایت تین حیض یا تین ماہ ہیں غرض محط فائدہ خود وانفقوا نہیں ہے بلکہ حَتّٰى يَضَعْنَ ہے اس کی تخصیص ذکری میں یہ نکتہ ہے کہ ممکن ہے کہ ابتدائے حمل میں طلاق ہوئی ہو تو وضع حمل کی مدت غالباً بہ نسبت تین حیض یا تین ماہ کے اطول میں ہوگی اور اتنے دنوں تک انفاق نفس پر شاق ہوتا ہے اس لئے تصریحاً فرما دیا اور یہ سکنیٰ وانفاق مطلقات کا مطلقاً مذہب حنفیہ کا ہے اور بعض ائمہ کے نزدیک مطلقہ بائنہ غیر حاملہ کے لئے نہ سکنیٰ ہے نہ نفقہ اور انہوں نے اَسْكِنُوْهُنَّ کی ضمیر مطلقات رجعیہ کی طرف عائد کی ہے لیکن اِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ کی ضمیر ان کے نزدیک بھی مطلق مطلقات کی طرف راجع ہے اور حنفیہ کے نزدیک بجز امسکوھن کے سب ضمائر مطلق مطلقات کی طرف عائد ہیں اور حکم امساک کا قرینہ ہے خاص

اُس کے مرجع میں وصف رجعیت کے لحاظ کا اور یہ احکام تو عدّت کے متعلق تھے) پھر اگر (عدّت کے بعد) وہ (مطلقہ) عورتیں (جب کہ پہلے سے بچہ والیاں ہوں یا بچہ ہی پیدا ہونے سے اُن کی عدت ختم ہوئی ہو) تمہارے لئے (بچہ کو اُجرت پر) دودھ پلا دیں تو تم اُن کو (مقررہ) اُجرت دو اور (اُجرت کے بارہ میں) باہم مناسب طور پر مشورہ کرلیا کرو (یعنی نہ تو عورت اس قدر زیادہ مانگے کہ مرد کو دوسری انا ڈھونڈھنا پڑے اور نہ مرد اس قدر کم دینا چاہے کہ عورت کا کام نہ چل سکے بلکہ حتی الامکان دونوں اس کا خیال رکھیں کہ ماں ہی دودھ پلاوے کہ بچہ کی اس میں زیادہ مصلحت ہے) اور اگر تم باہم کشمکش کرو گے تو کوئی دوسری عورت دودھ پلاوے گی (مقصود اس خبر سے امر ہے یعنی اور کسی انا کو تلاش کرلیا جاوے نہ ماں کو مجبور کیا جاوے نہ باپ کو اور صورت خبر میں یہ نکتہ ہے کہ مرد کو کم اُجرت تجویز کرنے پر عتاب ہے کہ آخر کوئی اور پلاوے گی اور وہ بھی غالباً بہت کم نہ لیگی پھر یہ کمی ماں ہی کے لئے کیوں تجویز کی جاوے اور عورت کو زیادہ اُجرت مانگنے پر عتاب ہے کہ تو نہ پلاوے گی اور کوئی میسر ہو جاوے گی کیا دنیا میں ایک تو ہی ہے جو اس قدر گراں بنتی ہے آگے بچہ کے نفقہ کے بارہ میں ارشاد ہے کہ) وسعت والے کو اپنی وسعت کے موافق (بچہ پر) خرچ کرنا چاہئے اور جس کی آمدنی کم ہو اُس کو چاہئے کہ اللہ نے اُس کو جتنا دیا ہے اُس میں سے خرچ کرے (یعنی امیر آدمی اپنی حیثیت کے موافق خرچ اُٹھاوے اور غریب آدمی اپنی حیثیت کے موافق کیونکہ) خدا تعالیٰ کسی شخص کو اُس سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا جتنا اُس کو دیا ہے (اور تنگدست آدمی خرچ کرتا ہوا اس سے نہ ڈرے کہ خرچ کرنے سے بالکل ہی نہ رہے گا جیسا بعضے آدمی اس خوف سے اولاد کو قتل کر ڈالتے تھے پس ارشاد ہے کہ) خدا تعالیٰ تنگی کے بعد جلد فراغت بھی دے دے گا (گو بقدر ضرورت و حاجت روائی سہی وہذا کقولہ تعالیٰ : وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ؕ[بنی اسرائیل : ۳۱])۔

ف : کچھ مسائل متعلق عدّت اور ارضاع کے سورۂ بقرہ میں گزر چکے ہیں اور جتنے مسائل اثنائے تفسیر میں یہاں لکھے گئے ہیں ہدایہ اور عنایہ اور درمختار و ردالمحتار سے لکھے گئے ہیں اور لَا تَدْرِيْ ...... میں جس طرح ترغیب ہے طلاق رجعی کی اسی طرح تعلیل ہے باقی احکام مذکورہ آیت کی تصریحاً یا اشارۃً مثلاً احصائے عدت کی علت اس طرح ہے کہ اگر عدت یاد نہ ہو تو عزم رجوع سے انتفاع نہیں ہوسکتا۔ اور مثلاً دفعۃً تین طلاق نہ دینے کی علت اس طرح ہے کہ اگر متفرقاً طلاق دے تو گنجائش رجعت تو ہے اور حیض میں طلاق نہ دینے کی علت اس طرح کہ شاید اس وقت نفرت اس کا باعث ہو پھر طہر میں جب وہ نفرت زائل ہو اور نکاح میں رکھنے کا ارادہ ہو تو اپنی حماقت پر تاسف و تندم و تحسر ہو پس گو رجعت سے حیض میں طلاق دینا مانع نہیں ہے لیکن لَعَلَّ اللّٰهَ سے جس طرح تعذر رجعت کی حفاظت تھی اسی طرح تحسر کی بھی حفاظت مقصود ہوگی اور اخراج عن البیوت سے نہی کی علت اس طرح ہوگی کہ اخراج عن البیوت کی صورت میں بعض اوقات رجعت یا تجدید نکاح میں حساً تعذر ہو جاتا ہے اور لَا يَخْرُجْنَ کی علت اس طرح کہ خروج عن البیوت میں بعض اوقات مرد کو نفرت بڑھ جاتی ہے اور ایک جگہ رہنے میں ممکن ہے کہ مرد کو رجعت یا تجدید نکاح کا خیال پیدا ہو جاوے پس : لَعَلَّ اللّٰهَ ...... ان سب کو عام ہو جاوے گا اور استطالت لسان کا مسئلہ مفسرین و محدثین حنفیہ کے کلام میں دیکھا گیا ہے مگر کسی فقہ کی کتاب میں نہیں ملا تحقیق کرلیا جاوے البتہ تفسیر احمدی میں لکھا ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک : قولہ تعالیٰ : لَا تَدْرِيْ لَعَلَّ ...... یعنی شاید بعد طلاق کے رجعت کا عزم ہو جاوے تو اگر تین طلاق دے دیں جو تعدی حدود سے پھر تدارک ممکن نہ ہوگا اور اس میں دلالت ہے اس پر کہ جس امر کے سب شقوں میں مصالح مختلفہ ہوں اس کے قطعی فیصلہ میں جلدی نہ کرے اس میں مرید کی سزا اخراج یا قطع تعلق سے بھی داخل ہوگئی اور اسی طرح قطع اسباب معیشت یا مفارقت اہل وطن بھی داخل ہوگئی۔ قولہ تعالیٰ : وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۙ (الی قولہ تعالیٰ) وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا ۝ توکل اور تقویٰ کے ان برکات کو اہل طریق ہر وقت مشاہدہ کرتے ہیں۔ قولہ تعالیٰ : وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ۚ ماں باپ کو خطاب ہے اور عورت سے باوجود اس کے ناقص العقل ہونے کے مشورہ لینا اس کی دلجوئی اور نیز اس احتمال سے ہے کہ کبھی ناقص سے بھی ٹھیک رائے مل جاتی ہے اور یہ دونوں امر مطلوب اور عادات اہل طریق سے ہیں۔ قولہ تعالیٰ : وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ ...... اس میں دلالت ہے کہ ایسی تنگی میں نہ پڑے نہ دوسروں کو ڈالے جس سے اپنی یا دوسرے کی آزادی میں خلل پڑے اور کامل لحاظ اس کا اہل طریق میں ہے۔

الروایات : فی الروح اخرج الا مامان مالك والشافعی والشیخان و ابو داوٗد والترمذی والنسائی و ابن ماجة واخرون عن ابن عمر انه طلق امرأته وهی حائض فذكر ذلك عمر رضی الله تعالیٰ عنه لرسول الله صلی الله علیه وسلم فتغیظ فیه رسول الله صلی الله علیه وسلم ثم قال لیراجعها ثم یمسكها حتی تطهر ثم تحیض فتطهر فان بداله ان یطلقها فلیطلقها طاهرًا قبل ان یمسها فتلك العدة التی امر الله تعالیٰ ان تطلق لها النساء وقرأ النبی صلی الله علیه وسلم یا ایها النبی اذا طلقتم النساء فطلقوهن فی قبل عدتهن و كان ابن عمر كما اخرج عنه ابن المنذر وغیره یقرأ كذلك و كذلك ابن عباس وفی روایة عنهما انهما قرأ لقبل عدتهن اھ۱۲۔ قوله تعالیٰ ان ارتبتم فی الروح اخرج الحاكم وصححه البیهقی فی سننه وجماعة عن ابی بن كعب ان[1] ناسا من اهل المدینة لما نزلت هذه

الآية التی فی البقرة فی عدة النساء قالوا لقد بقی من عدة النساء عدد لم تذکر فی القرآن الصغار والکبار اللائی قد انقطع عنهن الحیض وذوات الحمل فانزل الله تعالٰی فی سورة النساء القصری واللائی یئسن الخ قلت ومن ثم ذکر فیها ان ارتبتم فلا مفهوم له ۱۲۔

اللغات: بالغ امره ای یبلغ ما یریده ۱۲۔

النحو: قوله واللائی لم یحضن خبره محذوف ای کذلك۔

البلاغة: قوله یآیها النبی اذا طلقتم النساء فی الروح خص النداء به صلی الله علیه وسلم وعم الخطاب بالحکم لان النبی صلی الله علیه وسلم امام امته کما یقال رئیس القوم وکبیرهم یا فلان افعلوا کیت وکیت ومعنی طلقتم اردتم تطلیقهن لئلا یلزم تحصیل الحاصل اھ قوله بیوتهن اضافتها الیهن وهی لازواجهن لتاکید النهی ببیان کمال استحقاقهن سکناها کانها املاکهن ۱۲۔ قوله ذلك امر الله انزله الیکم افراد الکاف مع ان الخطاب للجمع لعل فیه اشارة الٰی ان الانزال ولو کان الی الجمیع دفعةً لکن کلکم منفرد مستقل فی کونه مامورًا والله اعلم۔

الحواشی: (۱) مطلب یہ ضرور نفع دنیوی کی جو دو صورتیں ذکر کی ہیں ایک حسّی دوسری باطنی ان میں سے ایک نہ ایک کا وقوع ضروری ہے دونوں سے خلو نہ ہوگا اور اجتماع ممکن ہے ۱۲۔

وَكَأَيِّن مِّن قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ أَمْرِ رَبِّهَا وَرُسُلِهِ فَحَاسَبْنَاهَا حِسَابًا شَدِيدًا وَعَذَّبْنَاهَا عَذَابًا نُّكْرًا ﴿٨﴾ فَذَاقَتْ وَبَالَ أَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ أَمْرِهَا خُسْرًا ﴿٩﴾ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا ۖ فَاتَّقُوا اللَّهَ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ الَّذِينَ آمَنُوا ۚ قَدْ أَنزَلَ اللَّهُ إِلَيْكُمْ ذِكْرًا ﴿١٠﴾ رَّسُولًا يَتْلُو عَلَيْكُمْ آيَاتِ اللَّهِ مُبَيِّنَاتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ۚ وَمَن يُؤْمِن بِاللَّهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۖ قَدْ أَحْسَنَ اللَّهُ لَهُ رِزْقًا ﴿١١﴾ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ الْأَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴿١٢﴾

اور بہت سی بستیاں تھیں جنہوں نے اپنے رب کے حکم سے اور اس کے رسولوں سے سرتابی کی سو ہم نے ان کے اعمال کا سخت حساب کیا اور ہم نے ان کو بھاری سزا دی (کہ وہ سزا اہلاک یا عذاب سے) غرض انہوں نے اپنے اعمال کا وبال چکھا اور انجام کار خسارہ ہی ہوا (یہ تو دنیا میں ہوا اور آخرت میں) اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایک سخت عذاب تیار کر رکھا ہے (اور جب انجام نافرمانی کا یہ ہے) تو اے سمجھدارو جو کہ ایمان لائے ہو تم خدا سے ڈرو خدا نے تمہارے پاس ایک نصیحت نامہ بھیجا (اور وہ نصیحت نامہ دے کر) ایک ایسا رسول بھیجا جو تم کو اللہ کے صاف صاف احکام پڑھ کر سناتے ہیں تاکہ ایسے لوگوں کو جو ایمان لائے اور اچھے عمل کریں (کفر و جہل کی) تاریکیوں سے (ایمان علم و عمل کے) نور کی طرف آئیں اور (آگے ایمان وغیرہ طاعت پر وعدے سے کہ) جو شخص اللہ پر ایمان لائے گا اور اچھے عمل کرے گا خدا اس کو (جنت کے ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں ان میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہیں گے بلاشک اللہ تعالیٰ نے (ان کو بہت) اچھی روزی دی۔ (آگے اللہ کا واجب الاطاعت ہونا بیان کیا جاتا ہے یعنی) اللہ ایسا ہے جس نے سات آسمان پیدا کئے اور ان کی ہی طرح زمین بھی (اور) ان سب میں (اللہ تعالیٰ کے) احکام نازل ہوتے رہتے ہیں (اور یہ اس لئے بتلایا گیا ہے) کہ تم کو معلوم ہو جائے کہ اللہ ہر شے پر قادر ہے اور اللہ ہر شے کو (اپنے) احاطہ میں لئے ہوئے ہے۔

تفسیر ربط: تمہید میں گزر چکا۔

تاکید تقویٰ و وعدہ و وعید مطیع و عاصی: وَكَأَيِّن مِّن قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ أَمْرِ رَبِّهَا (الی قوله تعالی) وَأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴿١٢﴾ اور بہت سی بستیاں تھیں جنہوں نے اپنے رب کے حکم (ماننے) سے اور اس کے رسولوں سے سرتابی کی سو ہم نے ان (کے اعمال) کا سخت حساب کیا (مطلب یہ

کہ ان کے اعمال کفریہ میں سے کسی عمل کو معاف نہیں کیا بلکہ سب پر سزا تجویز کی اور پرسش کے طور پر حساب مراد نہیں) اور ہم نے ان کو بڑی بھاری سزا دی (کہ وہ سزائے اہلاک باعذاب ہے) غرض انہوں نے اپنے اعمال کا وبال چکھا اور ان کا انجام کار خسارہ ہی ہوا یہ تو دنیا میں ہوا اور آخرت میں) اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایک سخت عذاب تیار کر رکھا ہے (اور جب انجام نافرمانی کا یہ ہے) تو اے سمجھدارو جو کہ ایمان لائے ہو تم خدا سے ڈرو (کہ ایمان بھی اس کو مقتضی ہے اور ڈرنا یہ کہ اطاعت کرو اور اسی اطاعت کا طریقہ بتلانے کے لئے) خدا نے تمہارے پاس ایک نصیحت نامہ بھیجا (اور وہ نصیحت نامہ دے کر) ایک ایسا رسول (بھیجا) جو تم کو اللہ کے صاف صاف احکام پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں تاکہ ایسے لوگوں کو کہ جو ایمان لاویں اور اچھے عمل کریں (کفر جہل کی) تاریکیوں سے (ایمان اور علم وعمل کے) نور کی طرف لے آویں (مطلب یہ کہ جو نصیحت اس رسول کے ذریعہ سے پہنچے اس پر عمل کرنا بھی اطاعت ہے) اور آگے ایمان وعمل صالح پر جو کہ اطاعت ہے وعدہ ہے کہ) جو شخص اللہ پر ایمان لاوے گا اور اچھے عمل کرے گا خدا اس کو (جنت کے) ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں جاری ہیں ان میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہیں گے بے شک اللہ نے (ان کو بہت) اچھی روزی دی (آگے اللہ کا واجب الاطاعت ہونا بیان کیا جاتا ہے یعنی) اللہ ایسا ہے جس نے سات آسمان پیدا کئے اور ان ہی کی طرح زمین بھی (سات پیدا کیں جیسا ترمذی وغیرہ کی حدیث میں ہے کہ ایک زمین کے نیچے دوسری زمین ہے اس کے نیچے تیسری زمین اسی طرح سات زمینیں ہیں اور) ان سب (آسمانوں اور زمینوں) میں (اللہ تعالیٰ کے) احکام (تکلیفیہ یا تکوینیہ علی سبیل منع الخلو) نازل ہوتے رہتے ہیں (اور یہ اس لئے بتلا دیا گیا) تاکہ تم کو معلوم ہو جاوے کہ اللہ تعالیٰ ہر شئے پر قادر ہے اور اللہ ہر چیز کو (اپنے) احاطۂ علمی میں لئے ہوئے ہے (اور اس سے اللہ تعالیٰ کا واجب الاطاعت ہونا ظاہر ہے)۔

ف: ان سات زمینوں میں احتمال ہے کہ نظر نہ آتی ہوں اور یہ بھی احتمال ہے کہ نظر آتی ہوں اور لوگ ان کو کواکب سمجھتے ہوں جیسا مریخ کی نسبت بعض کا گمان ہے کہ اس میں جبال وانہار وآبادی ہے اور حدیث میں جو اُن زمینوں کا اس زمین کے تحت میں ہونا وارد ہے وہ باعتبار بعض حالات کے ہو اور بعض حالات میں وہ زمینیں اس سے فوق ہو جاتی ہوں اور نزول امر کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ سب مکلفین سے آباد ہوں کیونکہ تصرف تکوینی غیر مکلفین کو بھی عام ہے اور آسمانوں میں نزول احکام کا ملائکہ پر ظاہر ہے اور اس کے متعلق عجائب میں سے وہ حدیث ہے جس کو درمنثور میں بروایت ابن جریر وابن ابی حاتم حاکم وبیہقی کے ابن عباسؓ سے موقوفاً روایت کیا ہے اور حاکم وبیہقی نے اُس کی تصحیح بھی کی ہے اُس حدیث کے الفاظ یہ ہیں **سبع ارضین فی کل ارض نبی کنبیکم وادم کادمکم ونوح کنوح وابراھیم کابراھیم وعیسٰی کعیسٰی** اور ظاہر میں یہ حدیث مشکلات سے ہے اور فہم عامہ کے موافق سب سے احسن واسہل تفسیر اس کی وہ ہے جو صاحب روح المعانی نے لکھی ہے **والمراد ان فی کل ارض خلقا یرجعون الی اصل واحد رجوع بنی آدم فی ارضنا الی ادم علیه السلام وفیهم افراد ممتازون علی سائرهم کنوح وابراھیم وغیرهما فینا** اور شاید حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا اس آیت کے باب میں یہ فرمانا **لو حدثتکم بتفسیرها لکفرتم وکفرکم بتکذیبکم بها رواہ فی الدر المنثور** اسی ظاہری اشکال کی بناء پر ہو اور احقر اس مضمون کو متن تفسیر میں نہ لکھتا لیکن چونکہ ہمارے زمانہ میں یہ حدیث عوام میں شائع ہو گئی اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ اس کی سہل تفسیر بھی لکھ دی جاوے اور اس سے زیادہ سمجھنے کے عقول عامہ متحمل نہیں لہٰذا عوام کو اس بحث میں نہ پڑنا چاہئے اور نہ علماء کی شان میں بدگمانی اور بدزبانی کرنا چاہیے **واللہ الموفق ومنه علم کل محقق ومدقق**۔ اور بعض نے اس حدیث کو موضوع کہا ہے **نقله فی الروح عن ابی حبان** لہٰذا علماء کو بھی زیبا نہیں کہ اس حدیث کے منوانے میں عوام پر زور دیں کیونکہ خود سابقین میں صحت اس کی مختلف فیہ ہے **واللہ اعلم وعلمه اتم واحکم** اور فضائل تقویٰ میں جو آیتیں اس سورت میں آئی ہیں اُن میں ایک ربط بلیغ یہ ہو سکتا ہے کہ فَاتَّقُوا اللّٰهَ میں امر ہے پھر وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ ...... جامع ہے اُس کے برکات دنیویہ واخرویہ کو اور وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا ۝ میں اس کی برکت دنیویہ مذکور ہے اور وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ میں اُس کی برکت اُخرویہ مذکور ہے پس اس طور پر اول اجمال ہوگا پھر اُس اجمال کی تفصیل۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا ۝ اگر رسولاً صفت ہو ذکر کی جو دال ہے مبالغۂ دونوں کے اتحاد پر تو اس میں اس طرف اشارہ ہو جاوے گا کہ شیخ کی مصاحبت ومکالمت منافی ذکر نہیں کہ واسطہ ذکر ہونے کے سبب وہ بھی گویا ذکر ہی ہے۔ سورۂ طلاق تمام ہوئی۔

النحو: **قوله رسولا معمول لمقدر دل علیه انزل ای ارسل قوله لتعلموا عامله مقدر ای اخبرکم لتعلموا ۱۲**۔

البلاغة: **لیخرج الذین امنوا یراد به الذین قدر ایمانهم ۱۲**۔

سُوْرَةُ التَّحْرِيْمِ

سُوْرَةُ التَّحْرِيْمِ ۶۶ مَدَنِيَّةٌ ۱۰۷ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ۱۲ رُكُوْعَاتُهَا ۲

سورۃ التحریم مدینہ میں نازل ہوئی — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اس میں ۱۲ آیات اور ۲ رکوع ہیں

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ① قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ۚ وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ② وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَاَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَاَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ؕ قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ ③ اِنْ تَتُوْبَاۤ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ۚ وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِيْرٌ ④ عَسٰى رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنْكُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا ⑤

اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس چیز کو اللہ نے آپ کے لئے حلال کیا ہے آپ (قسم کھا کر) اس کو (اپنے اوپر) کیوں حرام فرماتے ہیں (پھر وہ بھی) اپنی بیبیوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کے لئے تمہاری قسموں کا کھولنا (قسم توڑ کر توڑنے کے بعد اس کے کفارہ کا طریقہ) مقرر فرما دیا ہے اور وہ بڑا جاننے والا بڑی حکمت والا ہے اور جب کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی بی بی سے ایک بات چپکے سے فرمائی پھر جب اس بی بی نے وہ بات (دوسری بی بی) کو بتلا دی اور پیغمبر کو اللہ تعالیٰ نے (بذریعہ وحی) اس کی خبر کر دی تو پیغمبر نے اس ظاہر کر دینے والی بی بی کو تھوڑی سی بات تو بتلا دی اور تھوڑی سی بات کو ٹال گئے سو پیغمبر نے اس بی بی کو وہ بات بتلائی وہ کہنے لگی کہ آپ کو اس کی خبر کس نے کر دی آپ نے فرمایا مجھ کو بڑے جاننے والے خبر رکھنے والے (یعنی خدا) نے خبر کر دی اے (پیغمبر کی) دونوں بیبیو اگر تم اللہ کے سامنے توبہ کر لو تو تمہارے دل مائل ہو رہے ہیں اور اگر (اسی طرح) پیغمبر کے مقابلہ میں تم دونوں کاروائیاں کرتی رہیں تو (یاد رکھو) پیغمبر کا رفیق اللہ اور جبرائیل ہے اور نیک مسلمان ہیں اور (ان کے علاوہ) فرشتے آپ کے مددگار ہیں اگر تم عورتوں کو طلاق دے دیں تو ان کا پروردگار بہت جلد تمہارے بدلے ان کو تم سے اچھی بیبیاں دے دے گا جو اسلام والیاں ایمان والیاں فرمانبرداری کرنے والیاں توبہ کرنے والیاں روزہ رکھنے والیاں ہوں گی کچھ بیوہ اور کچھ کنواریاں۔

سورة التحريم مدنية وهي اثنا عشرة آيات كذا في البيضاوی۔

تفسیر ربط: مثل سورت سابقہ کے اس سورت میں بھی مضامین متعلقہ نساء کے ہیں مگر اس میں عام نساء کے متعلق تھے اور اس میں خاص نساء کے اور وہاں احکام مرتب علی الطلاق تھے اور یہاں ازواج مطہرات کو تخویف بالطلاق ہے اور جیسا سورت سابقہ کے خاتمہ میں اطاعت کی عام تاکید تھی اسی طرح بعد خطاب ازواج کے عام طور پر رجوع الی اللہ کی تاکید ہے پس سب اجزاء دونوں سورتوں کے باہم دیگر متلاصق ومتلاحق ہو گئے۔ اور سبب نزول اول کی آیتوں کا حضرت عائشہؓ سے صحیح بخاری وغیرہ میں اس طرح منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول شریف تھا کہ بعد عصر کھڑے کھڑے بیبیوں کے پاس تشریف لاتے

ایک بار حضرت زینبؓ کے پاس معمول سے زیادہ ٹھہرے اور شہد پیا تو مجھ کو رشک آیا میں نے حفصہ سے مشورہ کیا کہ ہم میں سے جس کے پاس تشریف لاویں وہ یوں کہے آپؐ نے مغافیر نوش فرمایا ہے یہ ایک گوند ہے جو کریہ الرائحہ ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تو شہد پیا ہے اُن بی بی نے کہا کہ شاید کوئی مکھی اُس کے درخت پر بیٹھ گئی ہوگی اور اُس کا عرق چوس لیا ہوگا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بقسم فرمایا کہ پھر میں شہد نہ پیوں گا اور اس خیال سے کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا جی برا نہ ہو اس کے اخفاء کی تاکید فرمائی مگر اُن بی بی نے دوسری سے کہہ دیا اور بعض روایات میں ہے کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا شہد پلانے والی ہیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا صلاح کرنے والی ہیں اور بعض روایات میں اور طرح بھی قصہ آیا ہے ممکن ہے کہ کئی واقعے ہوں اور سب کے بعد یہ آیتیں نازل ہوئی ہوں۔

خطاب بہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور بارۂ یمین وعتاب بازواج مطہرات در اکلال بحقوق سید المرسلین:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ (الی قولہ تعالیٰ) مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَيِّبٰتٍ وَّاَبْكَارًا ۝ ۔ اے نبی جس چیز کو اللہ نے آپ کے لئے حلال کیا ہے آپ (قسم کھا کر) اس کو (اپنے اوپر) کیوں حرام فرماتے ہیں (پھر وہ بھی) اپنی بیبیوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے (یعنی گو کسی مباح کا ترک کر دینا مباح ہے اور اس ترک کا مؤکد بالقسم کرنا بھی کسی مصلحت سے مباح ہے لیکن تاہم خلاف اولیٰ ہے خصوص جب کہ داعی بھی ضعیف ہو یعنی ابتغائے رضائے ازواج ایسے امر میں جس میں اُن کا راضی کرنا ضرور نہ تھا) اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے (کہ گناہ تک کو معاف کر دیتا ہے اور آپ سے تو کوئی گناہ بھی نہیں ہوا اس لئے یہ عتاب نہیں بلکہ شفقۃً ورافۃً آپ سے کہا جاتا ہے کہ آپ نے قسم کھالی تھی اس لئے عام خطاب سے قسم کا کفارہ دینے کی نسبت ارشاد فرماتے ہیں کہ) اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کے لئے تمہاری قسموں کا کھولنا (یعنی قسم توڑنے کے بعد اُس کا کفارہ کا طریقہ) مقرر فرما دیا ہے اور اللہ تمہارا کارساز ہے اور وہ بڑا جاننے والا بڑی حکمت والا ہے (اس لئے وہ اپنے علم وحکمت سے تمہاری مصلحتوں اور ضرورتوں کو جان کر تمہاری بہت سی دشواریوں کو آسان کر دینے کے طریقے مقرر فرما دیتا ہے چنانچہ کفارہ سے پابندی قسم کی کلفت کا علاج کر دیا) اور (آگے بیبیوں کو سُناتے ہیں کہ وہ وقت یاد کرنے کے قابل ہے) جب کہ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی کسی بی بی سے ایک بات چپکے سے فرمائی (وہ بات یہی تھی کہ میں پھر شہد نہ پیوں گا مگر کسی سے کہنا نہیں) پھر جب اُس بی بی نے وہ بات (دوسری بی بی کو) بتلا دی اور پیغمبر کو اللہ تعالیٰ نے (بذریعہ وحی) اس کی خبر کر دی تو پیغمبر نے (اُس ظاہر کر دینے والی بی بی کو تھوڑی سی بات تو جتلا دی (کہ تو نے ہماری یہ بات دوسری سے کہہ دی) اور تھوڑی بات کو ٹال گئے (یعنی آپ کا کرم اس غایت تک ہے کہ اپنے حکم کے خلاف کرنے پر جو بی بی کی شکایت کرنے بیٹھے تو شکایت کے وقت بھی اُس کہی ہوئی بات کے پورے اجزاء کا اعادہ نہیں فرمایا کہ تو نے میری یہ بات کہہ دی اور یہ بھی کہہ دی الخ کہ خجالت زیادہ ہوگی بلکہ کچھ اجزاء کا ذکر کیا اور کچھ اجزاء کا نہیں کیا تاکہ مخاطبہ کو گمان نہ ہو کہ ان کو اتنی ہی بات کہنے کی خبر ہوئی ہے زائد کی نہیں ہوئی تو شرمندگی کم ہو وھذا اسھل الا قوال فی تفسیر ھذین البعضین) سو جب پیغمبر نے اُس بی بی کو وہ بات جتلائی تو وہ کہنے لگی کہ آپ کو اس کی کسی نے خبر کر دی آپ نے فرمایا کہ مجھ کو بڑے جاننے بڑے خبر رکھنے والے (یعنی خدا) نے خبر کر دی (یہ بیبیوں کو شاید اس لئے سنایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پورے راز پر مطلع ہونا سُن کر آپ کے تکرم سے اپنی کارروائی پر زیادہ شرمندہ ہوں اور توبہ کریں چنانچہ آگے خود بیبیوں کو توبہ وغیرہ کا خطاب ہے کہ) اے (پیغمبر کی) دونوں بیبیو اگر تم اللہ کے سامنے توبہ کر لو تو (بہتر ہے کیونکہ مقتضی توبہ کا موجود ہے وہ یہ کہ) تمہارے دل (اس طرف) مائل ہو رہے ہیں (کہ دوسری بیبیوں سے ہٹا کر آپ کو اپنا ہی بنالیں اور گو یہ امر باعتبار اس کے کہ اصل مقتضی اس کا حب رسول ہے قبیح نہیں ہے لیکن چونکہ اس میں دوسروں کے حقوق کا اتلاف وکسر قلوب لازم آتا ہے اور مستلزم قبیح قبیح ہوتا ہے اس اعتبار سے قبیح وموجب للتوبہ ہے) اور اگر (اسی طرح) پیغمبر کے مقابلہ میں تم دونوں کارروائیاں کرتی رہیں تو (یاد رکھو کہ) پیغمبر کا رفیق اللہ ہے اور جبریل ہیں اور نیک مسلمان ہیں اور ان کے علاوہ فرشتے (آپ کے) مددگار ہیں۔ (مطلب یہ کہ تمہاری ان سازشوں سے آپ کا کوئی ضرر نہیں ہے بلکہ تمہارا ہی ضرر ہے کیونکہ جس شخص کے ایسے حامی ہوں اُس کے خلاف مزاج کارروائیاں کرنے کا انجام ظاہر ہے کہ براہی براہے اور چونکہ بعضے اسباب نزول میں حضرت عائشہؓ وحفصہؓ کے علاوہ اور بیبیاںؓ بھی شریک تھیں جیسے حضرت سودہؓ وصفیہؓ اس لئے آگے صیغۂ جمع سے عام خطاب فرماتے ہیں کہ تم یہ وسوسہ دل میں نہ لانا کہ آخر تو مرد کو بیبیوں کی ضرورت ہوتی ہے اور ہم سے بہتر عورتیں کہاں ہیں اس لئے چارناچار ہماری سب باتیں سہی جاویں گی سو یہ سمجھ لو کہ) اگر پیغمبر تم عورتوں کو طلاق دے دیں تو اُن کا پروردگار بہت جلد تمہارے بدلے اُن کو تم سے اچھی بیبیاں دے دے گا جو اسلام والیاں ایمان والیاں فرمانبرداری کرنے والیاں توبہ کرنے والیاں عبادت کرنے والیاں روزہ رکھنے والیاں ہوں گی کچھ بیوہ اور کچھ کنواریاں (بعض مصالح سے بیوہ بھی مرغوب ہوتی ہے جیسے تجربہ سلیقہ ہم عمری وغیرہ اس لئے اس کو بھی اوصاف مرغوبہ میں فرمایا)۔

ف: تحریم حلال کی اقسام اور اُن اقسام کے احکام سورۂ مائدہ آیت يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ ...... [المائدۃ : ۸۷] کے ذیل میں گزر چکے ہیں

آپ نے جو تحریم حلال فرمائی وہ تحریم ممنوع نہیں بلکہ یمین تھی جو حاجت کی وجہ سے کی گئی تھی مگر خلاف اولیٰ ہونے حق تعالیٰ نے قسم توڑ دینے کا حکم فرمایا اور شرائع سابقہ میں اس کا خلاف اولیٰ نہ ہونا پارہ لَنْ تَنَالُوا آیت :كُلُّ الطَّعَامِ [آلِ عمران :۹۳] کی تفسیر کے ذیل میں گزرا ہے اور یہ قسم یا تو اس صیغہ سے ہوئی ہو کہ میں عسل کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں کہ یہ صیغۂ یمین ہے یا محض واللہ وغیرہ فرمایا ہو اور اُس کا اثر چونکہ تحریم بمعنی وجوب امتناع ہو گیا ہو اس لئے تحریم سے تعبیر فرمایا ہو اور درمنثور میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آپ نے کفارہ میں ایک غلام آزاد فرمایا اور قَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ۚ سے جو اعتراض ازواج مطہرات پر ہو سکتا ہے اُس کا جواب خود تقریر ترجمہ سے معلوم ہو گیا ہوگا۔ اور خَيْرًا مِّنْكُنَّ سے یہ لازم نہیں آتا کہ بالفعل ان بیبیوں سے کوئی بہتر بی بی تھی بلکہ اگر تبدیل واقع ہوتی تو اللہ تعالیٰ اُن بیبیوں کو ان سے بہتر بنانے پر قادر تھا اور اِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ ...... میں جو سب کو رفیق فرمایا تو ہر ایک کی رفاقت جُدا ہے حق تعالیٰ کی رفاقت تو حقیقی ہے اور جبریل علیہ السلام کی رفاقت بمعنی توسط فی الفیوض ہے اور ملائکہ کی رفاقت بمعنی انزال سکینہ ہے اور مؤمنین کی رفاقت بمعنی تابعیت ہے اور جو اس ارشاد سے غرض ہے وہ خود متن میں تقریر کردی گئی۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ : يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ ...... اس میں دلالت ہے کہ کسی کی اتنی رعایت نہ کرے کہ اپنے کو ضرر دنیوی پہنچنے لگے کہ اس میں دوسرے کے اخلاق بھی خراب ہوتے ہیں۔ قولہ تعالیٰ : اَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ ۚ اس کی وجہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کرم تھی کہ وہ بی بی زیادہ خجل نہ ہو اور یہ امر اہل اللہ کی عادات طبعیہ میں سے ہو جاتا ہے ۱۲۔

اللغات: قوله تحلة اصله تحللة بمعنى التحليل وتحليل اليمين بمعنى رفع عقدها قد يكون بالحنث وقد يكون بالبر اذا كان على المثبت ومنه قوله عليه السلام فى حديث الصراط الا تحلة القسم قوله اظهره الله عليه اى جعل الله تعالى النبى صلى الله عليه وسلم ظاهرًا على الحديث مطلعا عليه من قوله تعالىٰ ليظهره على الدين كله او جعل الله تعالى الحديث ظاهرًا على النبى صلى الله عليه وسلم فهو نظير ظهر لى هذه المسئلة وظهرت على قوله تظاهرا عليه تتعادنا عليه صلى الله عليه وسلم بما يسوء ه۔ قوله سائحات مر تحقيقه فى آخر سورة براء ة ۱۲۔

النحو: قوله صالح المؤمنين هو واحد فى معنى الجمع لانه اريد به الجنس لشمول كل من آمن وعمل صالحًا كما نسبه النيسابورى الى اكثر العلماء ۱۲۔

البلاغة: قوله بعد ذلك هو عندى تتميم وتصريح بما قد فهم من جبريل رئيس الملائكة لانهم يتبعونه وفائدة التصريح بالبعدية الاشارة الى كون المقصود قدتم بذكرهم وان سائر اجزائه قد سبق ذكره والله اعلم قوله وابكارا او ردالواو فيه دون ما قبله لانه لا يجتمع مع قسيمه بخلاف مما لم يجئ فيه الواو فانها تجتمع جميعًا فافهم ۱۲۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۞ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ ۭ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۞ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ۭ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۞ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۭ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۞ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّامْرَاَتَ لُوْطٍ ۭ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ۞ وَضَرَبَ اللّٰهُ

مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۱﴾ وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ﴿۱۲﴾

اے ایمان والوتم اپنے کواور اپنے گھر والوں کو (دوزخ کی) اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن (اور سوختہ) آدمی اور پتھر ہیں جس پر تندخو (اور) مضبوط فرشتے متعین فرشتے ہیں جو خدا کی (ذرا) نافرمانی نہیں کرتے کسی بات میں جو ان کو حکم دیتا ہے اور جو کچھ ان کو حکم دیا جاتا ہے اس کو (فوراً) بجالاتے ہیں اور کافروں کو دوزخ میں داخل کرتے وقت ان سے کہا جائے گا کہ اے کافرو تم آج عذر (ومعذرت) مت کرو (کہ بے سود ہے) بس تم کو تو اس کی سزامل رہی ہے جو کچھ تم دنیا میں کیا کرتے تھے اے ایمان والوتم اللہ کے آگے سچی توبہ کرو (توبہ کا ثمرہ فرماتے ہیں کہ) امید (یعنی وعدہ ہے کہ تمہارا رب (اس توبہ کی بدولت) تمہارے گناہ معاف کردے گا اور تم کو (جنت کے) ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی (اور یہ اس روز ہوگا) جس دن کہ اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اور جو مسلمان (دین کی رو سے) ان کے ساتھ ہیں ان کو رسوانہ کرے گا ان کا نوران کے داہنے اور ان کے سامنے دوڑتا ہوگا (اور) یوں دعا کرتے ہوں گے کہ اے ہمارے رب ہمارے لئے اس نور کو اخیر تک رکھئے (یعنی راہ میں گل نہ ہو جائے) اور ہماری مغفرت فرما دیجئے آپ ہر شے پر قادر ہیں۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کفار (سے بالسنان) اور منافقین سے (باللسان) جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے (دنیا میں تو اس کے مستحق ہیں) اور (آخرت میں) ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ بری جگہ ہے اللہ تعالیٰ کافروں کے لئے نوح علیہ السلام کی بی بی اور لوط علیہ السلام کی بی بی کا حال بیان فرماتا ہے وہ دونوں ہمارے خاص بندوں میں سے دو بندوں کے نکاح میں تھیں سوان عورتوں نے دونوں بندوں کا حق ضائع کیا تو وہ دونوں بندے اللہ کے مقابلے میں ان کے ذرا کام نہ آسکے اور ان دونوں عورتوں کو بوجہ کافر ہونے کے حکم ہو گیا کہ اور جانے والوں کے ساتھ تم دونوں بھی دوزخ میں جاؤ اور اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی (تسلی) کے لئے فرعون کی بی بی (حضرت آسیہ) کا حال بیان کرتا ہے جب ان کی بی بی نے دعا کی کہ اے میرے پروردگار میرے واسطے جنت میں اپنے قریب میں مکان بنائیے اور مجھ کو فرعون (کے شر) سے اور اس کے عمل (کفر کے ضرر واثر) سے محفوظ رکھیئے اور تمام ظالم (یعنی کافر) لوگوں سے محفوظ رکھئے اور (نیز مسلمانوں کی تسلی) کے لئے عمران کی بیٹی (حضرت) مریم علیہا السلام کا حال بیان کرتا ہے جنہوں نے اپنے ناموس کو (حرام اور حلال دونوں سے) محفوظ رکھا سو ہم نے ان کے چاک گریبان میں اپنی روح پھونک دی اور انہوں نے اپنے پروردگار کے (پیغاموں کی جوان کو ملائکہ کے ذریعے پہنچے تھے) اور اس کی کتابوں کی اور وہ اطاعت والوں میں سے تھیں۔

تفسیر: ترغیب باصلاح وصلاح وثمرات آن وقصص بعضے از اہل سعادت وترہیب اوقصص بعضے از اہل شقاوت:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ (الی قولہ تعالی) وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ﴿۱۲﴾ اے ایمان والو (جب رسول کی بیبیوں کو بھی عمل واطاعت سے چارہ نہیں جیسا اوپر معلوم ہوا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت اوپر کے مضمون کی تبلیغ کرانا جب کہ تبلیغ واجب ہے مستلزم ہے اس کو کہ آپ پر ازواج کی نصیحت واجب ہے تو تم پر تو بدرجۂ اولیٰ اہتمام اپنے اور اپنی اہل وعیال کی اصلاح کا واجب ہوگا اس لئے تم کو بھی حکم دیا جاتا ہے کہ) تم اپنے کو اور اپنے گھر والوں کو (دوزخ کی) اُس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن (اور سوختہ) آدمی اور پتھر ہیں (اپنے کو بچانا خود اطاعت کرنا اور اپنے گھر والوں کو بچانا اُن کو احکام الٰہیہ سکھلانا اور اُن پر عمل کرانے کے لئے زبان سے ہاتھ سے بقدر امکان کوشش کرنا۔ آگے اُس آگ کی دوسری حالت ہے یعنی جس پر تندخو (اور) مضبوط فرشتے (متعین) ہیں (کہ نہ وہ خود رحم کریں نہ اُن کا کوئی مقابلہ کر کے بچ سکے) جو خدا کی (ذرا) نافرمانی نہیں کرتے کسی بات میں جو اُن کو حکم دیتا ہے اور جو کچھ اُن کو حکم دیا جاتا ہے اُس کو (فوراً) بجالاتے ہیں (یہاں عصیان سے مراد عصیان بالقلب ہے جو مقابل ہے اطاعت کا کہ وہ بھی بالقلب ہے یعنی نہ دل میں خیال نافرمانی کا ہوتا ہے نہ فعلاً خلاف کرتے ہیں یا یوں کہا جاوے کہ بایں معنی نافرمانی بھی نہیں کرتے کہ کہے ہوئے کے خلاف کریں اور سستی اور دیر بھی نہیں کرتے پس دونوں تقریروں پر تکرار نہیں ہے غرض اُس دوزخ پر ایسے فرشتے مقرر ہیں اور وہ کافروں کو دوزخ میں داخل کریں گے اور اُس وقت کافروں سے کہا جاوے گا کہ) اے کافرو آج تم عذر (ومعذرت) مت کرو (کہ بے سود ہے) بس تم کو تو اُس کی سزامل رہی ہے جو کچھ تم (دنیا میں) کیا کرتے تھے (آگے دوزخ سے بچنے کا طریقہ بتلاتے ہیں اور وہی اہل وعیال کو بتلانا چاہیے پس ارشاد ہے کہ) اے ایمان والوتم اللہ کے آگے سچی توبہ کرو (یعنی دل میں کامل ندامت ہو معصیت پر اور عزم علی الترک میں تحقیق یہ ہے کہ نیت عود کا عدم تو ضروری ہے اور عدم عود کی نیت بھی جب کہ وہ معصیت دل میں خطور کرے قدرت کے وقت ضروری ہے اور عدم قدرت کے وقت اس طور پر ضروری ہے کہ اگر قدرت بھی ہو جاوے جب بھی عود نہ کروں گا اور طریق وقایہ عن النار میں صرف توبہ کا ذکر اس لئے کہ غیر معصوم کا معصیت سے خالی ہونا نادر ہے اس لئے اس کی احتیاج اعم اور اہم ہوئی اور چونکہ ترک طاعت بھی آ گیا پس یہ مفہوم

اتیان بالطاعات واجتناب منہیات کو عام ہوگیا آگے توبہ کا ثمرہ فرماتے ہیں کہ) امید (یعنی وعدہ) ہے کہ تمہارا رب (اس توبہ کی بدولت) تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور تم کو (جنت کے) ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی (اور یہ اس روز ہوگا) جس دن کہ اللہ نبی (ﷺ) کو اور جو مسلمان (دین کی رو سے) اُن کے ساتھ ہیں اُن کو رُسوا نہ کرے گا (مقصود صرف مؤمنین کا بیان کرنا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ملا دینا تقویت حکم کے لئے ہے یعنی جیسا عدم خزی نبی یقینی ہے ایسا ہی عدم خزی مؤمنین بھی اور خزی سے مراد خزی مخصوص ہے جو کفر کی جزا ہے لقولہ تعالیٰ **ان الخزی الیوم والسوء علی الکافرین** اور مؤمنین سے مُراد مطلق مؤمنین ہیں اور چونکہ عام رُسوائی کا موقع میدان قیامت ہے اس لئے **لا یخزی** میں بھی اس حالت کے بیان کو متعلق میدان قیامت کے جو کہ پُل صراط سے پہلے ہے کہا جائے گا آگے پُل صراط کے اعتبار سے ان کی حالت کا بیان ہے کہ) ان کا نور ان کے داہنے اور ان کے سامنے دوڑتا ہوگا (**کما مر فی الحدید** اور) یوں دُعاء کرتے ہوں گے کہ اے ہمارے رب ہمارے لئے اس نور کو اخیر تک رکھئے (یعنی راہ میں گل نہ ہو جاوے) اور ہماری مغفرت فرما دیجئے آپ ہر شئی پر قادر ہیں (اور اس دعائے اتمام نور کی وجہ یہ ہوگی کہ قیامت میں ہر مؤمن کو کچھ نہ کچھ نور عطا ہوگا جس وقت منافق کا نور بجھ جاوے گا جس کا ذکر سورۂ حدید میں گزرا ہے اُس وقت مؤمنین یہ دُعا کریں گے **کذا فی الدر عن ابن عباس**ؓ غرض مثل عدم خزی کے یہ اتمام نور بھی سب مؤمنین کے لئے عام ہے اور اس سے عصاۃ کا نار میں داخل نہ ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ ممکن ہے کہ باوجود عدم انطفاء اُس نور کے پھر معصیت کی وجہ سے نار میں داخل ہوں رہا یہ کہ پھر عدم انطفاء سے کیا فائدہ سو اول تو ممکن ہے کہ وہ نور اصل میں صورت مثالیہ ان کے ایمان کی ہو پس وجود ایمان کے لوازم میں سے بقاء اس نور کا ہوگا اور لوازم میں غایت کا سوال ہی زائد ہے اور ممکن ہے کہ غایت اس کی حصول انس ہو اس نور سے جس سے عصاۃ مؤمنین کو کفار کی سی وحشت نار میں نہ ہوگی اور چونکہ اوپر آیت : يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ...... سے کفار کا مبغوض ہونا اور مؤمنین کی حالت واقعہ علی الصراط سے منافقین کے نور کا عدم اتمام جس کی تفصیل سورۂ حدید کی آیت : يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ ...... [المائدۃ : ۱۳] میں ہو چکی ہے **لتقدم الحدید علی التحریم فی النزول کذا فی الاتقان** اور اس عدم اتمام سے منافقین کا ممقوت ہونا مفہوم ہوا ہے آگے بطور تفریع کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے اور اُن کے جہنمی ہونے کی بھی خبر ہے پس ارشاد ہے کہ) اے نبی (ﷺ) کفار (سے بالسنان) اور منافقین سے (باللسان) جہاد کیجئے اور اُن پر سختی کیجئے (دُنیا میں تو یہ اس کے مستحق ہیں) اور (آخرت میں) ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بُری جگہ ہے (اور اوپر آیت : قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ ...... میں امر باصلاح الاہل سے دو امروں کا وجوب مستفاد ہوتا ہے ایک مطابقۃً اصلاح اہل کا صاحب اہل پر دوسرا التزاماً اصلاح اہل کا خود اہل پر جو کہ قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ ...... کے عموم میں مطابقۃً بھی داخل ہوسکتا ہے پس امر ثانی کے وجوب پر اہل کو جس کا مصداق غالب عورتیں ہیں دو وسوسوں کا مظنہ تھا ایک وسوسہ صلحاء کے اہل کو ہوسکتا تھا کہ اگر ہم صالح نہ بھی ہوں تب بھی ان صلحاء کے انتساب سے ہم کو آخرت میں فلاح ہو جاوے گی دوسرا وسوسہ غیر صلحاء کے اہل کو ہوسکتا تھا کہ ہم گو صالح بھی ہو جاویں تب بھی ان غیر صلحاء کے تلبس سے کہیں ہماری فلاح میں خلل نہ پڑے۔ اور ایک تیسرا وسوسہ ان عورتوں کو جو بالفعل کسی کے اہل اور توابع میں داخل نہیں جیسے کنواری اور بیوہ عورتیں ہیں یہ ہوسکتا تھا کہ شاید صلاح کامل عورتوں کی مردوں کی اصلاح پر موقوف ہو اور اسی وجہ سے اُن کو اصلاح کا خطاب ہوا ہو اس لئے اللہ تعالیٰ نے آگے چند عورتوں کے قصے اجمالاً بیان فرمائے پس نوح ولوط علیہم السلام کی بیبیوں کے قصے سے تو پہلا وسوسہ دفع ہوگیا اور فرعون کی بی بی کے قصہ سے دوسرا وسوسہ دفع ہوگیا اور حضرت مریم علیہا السلام کے قصہ سے تیسرا وسوسہ دفع ہوگیا اور چونکہ پہلے وسوسہ میں زیادہ ابتلاء ہوتا ہے اس لئے دو قصے بیان فرمائے ہوں اور تیسرے وسوسہ میں خطاب کا جواب یہ ہے کہ یہ خطاب تسہیل صلاح کے لئے ہے توقف صلاح علی الاصلاح کے لئے نہیں پس ارشاد ہوتا ہے کہ) اللہ تعالیٰ کافروں (کی عبرت) کے لئے نوح (علیہ السلام) کی بی بی اور لوط (علیہ السلام) کی بی بی کا حال بیان فرماتا ہے وہ دونوں ہمارے خاص بندوں میں سے دو بندوں کے نکاح میں تھیں سو اُن عورتوں نے اُن دونوں بندوں کا حق ضائع کیا (یعنی بوجہ نبی ہونے کے اُن کا یہ بھی حق تھا کہ دین میں اُن کی اطاعت کی جاتی سو اُنہوں نے اطاعت نہیں کی) تو وہ دونوں نیک بندے اللہ کے مقابلہ میں اُن کے ذرا کام نہ آسکے اور ان دونوں عورتوں کو (بوجہ کافر ہونے کے) حکم ہوگیا کہ اور جانے والوں کے ساتھ تم دونوں بھی دوزخ میں جاؤ (اور وسوسۂ اول کا اندفاع اس سے ظاہر ہے اور الَّذِيْنَ كَفَرُوْا کے مفہوم عام سے علاوہ اہل کے دوسرے منتسبین کو بھی جن کو ایسا وسوسہ ہوسکتا تھا اطلاع کر دی اور اس تقریر تفسیر سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ یہ دعویٰ کرنا کہ یہ قصہ ازواج مطہرات کو سُنایا گیا ہے محض دعویٰ بلا دلیل ہے کیونکہ یہ قصہ مضمون ازواج کے متعلق نہیں بلکہ مضمون آیت : قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ ...... کے متعلق ہے ورنہ اگر اس کو اس طور پر ازواج مطہرات کے متعلق کہا جاوے گا کہ تمہاری عدم صلاحیت کے وقت شوہر کی صلاحیت وثبوت نافع نہ ہوگی تو قصہ آئندہ کی یہ تقریر ہونا چاہئے کہ تمہاری صلاحیت کے وقت شوہر کی عدم صلاحیت مضر نہ ہوگی نعوذ باللہ کیا نبی میں اس کا احتمال ہوسکتا ہے) اور (آگے دوسرے تیسرے وسوسہ کا دفع ہے کہ) اللہ تعالیٰ مسلمانوں (کی تسلی) کے لئے فرعون کی بی بی (حضرت آسیہ) کا حال بیان کرتا ہے (اور خاص کر وہ حال عجیب ہو اُس وقت واقع ہوا تھا) جب کہ اُن بی بی نے دعاء کی کہ اے میرے پروردگار میرے واسطے

جنت میں اپنے قرب میں مکان بنایئے اور مجھ کو فرعون (کے شر) سے اور اُس کے عمل (کفر کے ضرر اور اثر) سے محفوظ رکھیے اور مجھ کو تمام ظالم (یعنی کافر) لوگوں (کے ضرر حسی ومعنوی سے) محفوظ رکھیے (یا تو یہ دعاء مطلق احوال میں کی تھی اور یا ایک خاص حالت میں جس کا قصہ یہ لکھا ہے کہ فرعون کو جب اُن کے مؤمن ہونے کی اطلاع ہوگئی تو حکم دیا کہ ان کو چومیخا کر کے دھوپ میں ڈال دیا جاوے اور ان کے سینہ پر چکی کا پتھر رکھا جاوے اُس تکلیف میں اُنہوں نے یہ دعاء کی تو اُن کو بہشت میں اپنا مکان نظر آ گیا جس سے وہ تکلیف خفیف ہوگئی کذا فی الدر المنثور۔ اس سے دوسرے وسوسہ کا اندفاع ظاہر ہے) اور (نیز مسلمانوں کی تسلی کے لئے اللہ تعالیٰ) عمران کی بیٹی (حضرت) مریم (علیہا السلام) کا حال بیان کرتا ہے جنہوں نے اپنے ناموس کو (حرام اور حلال دونوں سے) محفوظ رکھا (اس میں بیان ہے اُن کی نزاہت مکتسبہ قصدیہ وموہوبہ غیر قصدیہ کا کہ اخلاق واحوال فاضلہ میں سے ہے) سو ہم نے اُن کے چاک گریبان میں (بواسطہ جبریل علیہ السلام کے) اپنی روح پھونک دی اور اُنہوں نے اپنے پروردگار کے پیغاموں کی (جو اُن کو ملائکہ کے ذریعہ سے پہنچے تھے وھی المذکورۃ فی قولہ تعالیٰ :وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ ...... [آل عمران : ۴۲] وفی قولہ تعالیٰ :قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ...... [مریم : ۱۹]) اور اس کی کتابوں کی (جن میں تورات وانجیل بھی ہیں) تصدیق کی (یہ بیان ہے اُن کے اعمال کا۔ اور اس سے تیسرے وسوسہ کا اندفاع ظاہر ہے)۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ...... وجوب توبہ خالصہ پر نص ہے۔ قولہ تعالیٰ: ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوا...... اس میں تنبیہ ہے کہ صلحاء کے ساتھ منتسب ہونے پر ناز نہ کرے کہ بدوں اطاعت کے محض بیکار ہے۔ سورہ التحریم تمام ہوئی۔

ملحقات الترجمۃ: ؎ قولہ :فی خانتاھما اطاعت نہیں کی ماخذہ ما فی الخازن انما کانت خیانتھما انھما کانتا علی غیر دینھما اھ ۱۲۔

اللغات: نصوح فی القاموس صادقۃ لا ینوی الرجوع ۱۲۔

البلاغۃ: قولہ احصنت فرجھا کنایۃ عن العفۃ نحو قولھم نقی الجیب طاھر الذیل والفرج ھو جیب الدرع فالضمیر المجرور فی قولہ فنفخنا فیہ الی الفرج بمعنی الجیب کما اشرت الیہ فی الترجمۃ ویؤیدہ ما فی الدر المنثور عن قتادۃ قال فی جیبھا ۱۲۔

سُوْرَةُ الْمُلْكِ

الجزء ۲۹

سُوْرَةُ الْمُلْكِ ۶۷ مَكِّيَّةٌ ۷۷ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ | اٰیَاتُهَا ۳۰ | رُكُوْعَاتُهَا ۲

سورۃ الملک مکہ میں نازل ہوئی — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اس میں ۳۰ آیات اور ۲ رکوع ہیں

تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُ ۝۱ الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ
اَحْسَنُ عَمَلًا ۗ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ ۝۲ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۗ مَا تَرٰى فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ
تَفٰوُتٍ ۗ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ۝۳ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَیْنِ یَنْقَلِبْ اِلَیْكَ الْبَصَرُ
خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِیْرٌ ۝۴ وَلَقَدْ زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّیٰطِیْنِ وَاَعْتَدْنَا
لَهُمْ عَذَابَ السَّعِیْرِ ۝۵ وَلِلَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ۗ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ۝۶ اِذَآ اُلْقُوْا فِیْهَا
سَمِعُوْا لَهَا شَهِیْقًا وَّهِیَ تَفُوْرُ ۝۷ تَكَادُ تَمَیَّزُ مِنَ الْغَیْظِ ۗ كُلَّمَآ اُلْقِیَ فِیْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ
اَلَمْ یَاْتِكُمْ نَذِیْرٌ ۝۸ قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَآءَنَا نَذِیْرٌ ۙ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ
شَیْءٍ ۚۖ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ كَبِیْرٍ ۝۹ وَقَالُوْا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِیْۤ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ ۝۱۰
فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ ۚ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِیْرِ ۝۱۱ اِنَّ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَیْبِ لَهُمْ
مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِیْرٌ ۝۱۲ وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ۗ اِنَّهٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۱۳ اَلَا یَعْلَمُ مَنْ
خَلَقَ ۗ وَهُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ ۝۱۴ هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِیْ مَنَاكِبِهَا وَكُلُوْا مِنْ ع
رِّزْقِهٖ ۗ وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ ۝۱۵ ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ اَنْ یَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِیَ تَمُوْرُ ۝۱۶
اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ اَنْ یُّرْسِلَ عَلَیْكُمْ حَاصِبًا ۗ فَسَتَعْلَمُوْنَ كَیْفَ نَذِیْرِ ۝۱۷ وَلَقَدْ كَذَّبَ
الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَكَیْفَ كَانَ نَكِیْرِ ۝۱۸ اَوَلَمْ یَرَوْا اِلَى الطَّیْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّیَقْبِضْنَ ۚ مَا یُمْسِكُهُنَّ اِلَّا
الرَّحْمٰنُ ۗ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیْءٍۭ بَصِیْرٌ ۝۱۹ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ یَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ ۗ

اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِیْ غُرُوْرٍ ۚ﴿۲۰﴾ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ یَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ ۚ بَلْ لَّجُّوْا فِیْ
عُتُوٍّ وَّنُفُوْرٍ ﴿۲۱﴾ اَفَمَنْ یَّمْشِیْ مُكِبًّا عَلٰی وَجْهِهٖۤ اَهْدٰۤی اَمَّنْ یَّمْشِیْ سَوِیًّا عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۲۲﴾ قُلْ
هُوَ الَّذِیْۤ اَنْشَاَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۲۳﴾ قُلْ هُوَ الَّذِیْ
ذَرَاَكُمْ فِی الْاَرْضِ وَاِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۲۵﴾
قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۪ وَاِنَّمَاۤ اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۲۶﴾ فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِیْٓـَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِیْنَ
كَفَرُوْا وَقِیْلَ هٰذَا الَّذِیْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ ﴿۲۷﴾ قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِیَ اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِیَ اَوْ رَحِمَنَا ۙ فَمَنْ یُّجِیْرُ
الْكٰفِرِیْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ ﴿۲۸﴾ قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَعَلَیْهِ تَوَكَّلْنَا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِیْ ضَلٰلٍ
مُّبِیْنٍ ﴿۲۹﴾ قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ یَّاْتِیْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِیْنٍ ﴿۳۰﴾

وہ (خدا) بڑا عالیشان ہے جس کے قبضہ میں تمام سلطنت ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے جس نے موت اور حیات کو پیدا کیا تا کہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں سے کون شخص عمل میں زیادہ اچھا ہے اور وہ زبردست (اور) بخشنے والا ہے جس نے سات آسمان اوپر تلے پیدا کیئے تو خدا کی اس صنعت میں کوئی خلل نہ دیکھے گا سوتو (اب کی بار) پھر نگاہ ڈال کر دیکھ لے کہیں تجھ کو خلل نظر آتا ہے (یعنی بلا تامل تو نے بہت بار دیکھا ہوگا اب کی بار تامل سے نگاہ ڈال) پھر بار بار نگاہ کو ڈال کر دیکھ (آخر کار) نگاہ ذلیل اور درماندہ ہو کر تیری طرف لوٹ آئے گی اور ہم نے قریب کے آسمانوں کو چراغوں (یعنی ستاروں) سے آراستہ کر رکھا ہے اور ہم نے (ان ستاروں) کو شیطانوں کو مارنے کا ذریعہ بنا دیا ہے اور ہم نے ان (شیاطین) کے لئے (آخرت میں بوجہ ان کے کفر کے) دوزخ کا عذاب بھی تیار کر رکھا ہے اور جو لوگ اپنے رب (کی توحید) کا انکار کرتے ہیں ان کے لئے دوزخ کا عذاب ہے اور وہ بری جگہ ہے جب یہ لوگ اس میں ڈالے ائیں گے تو اس کی ایک بڑے زور کی آواز سنیں گے اور وہ اس طرح جوش مارتی ہوگی جیسے معلوم ہوتا ہے کہ (ابھی) غصہ کے مارے پھٹ پڑے گی جب اس میں کوئی گروہ (کافروں کا) ڈالا جائے گا تو اس کے محافظ ان لوگوں سے پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا پیغمبر نہیں آیا تھا وہ (بطور اعتراف) کے کہیں گے کہ واقعی ہمارے پاس ڈرانے والا پیغمبر آیا تھا سو (یہ ہماری شامت تھی کہ) ہم نے (اس کو) جھٹلا دیا اور کہا کہ اللہ نے (از قبیل احکام کتب) کچھ نازل نہیں کیا اور تم بڑی غلطی میں پڑے ہو اور کافر فرشتوں سے یہ بھی کہیں گے کہ ہم اگر سنتے یا سمجھتے تو ہم اہل دوزخ میں (شامل) نہ ہوتے غرض اپنے جرم کا اعتراف کریں گے سو اہل دوزخ پر لعنت ہے۔ بے شک جو لوگ اپنے پروردگار سے بے دیکھے ڈرتے ہیں ان کے لئے مغفرت اور اجر عظیم (مقرر) ہے اور تم لوگ خواہ چھپا کر بات کہو یا پکار کہو (اس کو سب خبر ہے کیونکہ) وہ دلوں تک کی باتوں سے خوب واقف ہے (اور بھلا) کیا وہ نہ جانے گا جس نے پیدا کیا اور وہ باریک بین (اور) پورا باخبر ہے وہ ایسا (منعم) ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو مسخر کر دیا سو تم اس کے رستوں میں چلو (پھرو) اور خدا کی روزی میں سے (جو زمین سے پیدا کی ہے) کھاؤ پیو اور کھا پی کر اس کو یاد رکھو کہ اسی کے پاس دوبارہ زندہ ہو کر جانا ہے۔ کیا تم لوگ اس سے بے خوف ہو گئے ہو جو کہ آسمان میں بھی اپنا حکم ونصرت رکھتا ہے کہ وہ تم کو زمین میں دھنسا دے پھر وہ زمین تھرتھرا (کر الٹ پلٹ ہونے) لگے یا تم لوگ اس سے بے خوف ہو گئے جو کہ آسمان میں بھی اپنا حکم وتصرف رکھتا ہے کہ وہ تم پر (مثل دعا کے) ایک ہوائے تند بھیج دے (جس سے تم ہلاک ہو جاؤ) سو عنقریب (مرتے ہی) تم کو معلوم ہو جائے گا کہ میرا ڈرانا (عذاب سے) کیسا (صحیح) تھا اور ان سے پہلے جو لوگ ہو گزرے ہیں انہوں نے (دین کو) جھٹلایا تھا سو دیکھ لو ان میں میرا عذاب کیسا (واقع) ہوا کیا ان لوگوں نے اپنے اوپر پرندوں کی طرف نظر نہیں کی کہ پر پھیلائے ہوئے (اڑتے پھرتے ہیں) اور (کبھی اسی حالت میں) پر سمیٹ لیتے ہیں بجز خدائے رحمٰن کے ان کو کوئی تھامے ہوئے نہیں ہے بے شک وہ ہر چیز کو دیکھ رہا ہے (اور جس طرح چاہے اس میں تصرف کر رہا ہے)۔ ہاں رحمٰن کے سوا کون ہے وہ کہ وہ تمہارا لشکر بن کر (آفات سے) تمہاری حفاظت کر سکے اور کافر (جو اپنے معبودوں کی نسبت ایسا خیال رکھتے ہیں تو وہ) بڑے دھوکے میں ہیں اور ہاں (یہ بھی بتلاؤ کہ) وہ کون ہے جو تم کو روزی پہنچا دے اگر اللہ تعالیٰ اپنی روزی بند کر لے (مگر یہ لوگ اس سے بھی متاثر نہیں ہوتے) بلکہ یہ لوگ سرکشی اور نفرت (عن الحق) پر جم رہے ہیں سو (جس کافر کا حال اوپر سنا ہے اس کو سن کر سوچو کہ) کیا جو شخص منہ کے بل گرتا ہوا چل رہا ہے وہ منزل مقصود پر زیادہ پہنچنے والا ہوگا یا وہ شخص جو سیدھا ایک ہموار سڑک پر چلا رہا ہو آپ (ان سے) کہئے کہ وہی (ایسا قدر و منعم) ہے جس نے تم کو پیدا کیا اور تم کو کان اور آنکھیں اور دل دیئے (مگر) تم لوگ بہت کم شکر گزار ہو (اور) آپ یہ بھی کہئے کہ وہی ہے جس نے تم کو روئے زمین پر پھیلایا اور تم اسی کے پاس (قیامت کے روز) اکٹھے

کئے جاؤ گے اور یہ لوگ (جب قیامت کا ذکر سنتے ہیں تو) کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب ہوگا اگر تم سچے ہو (تو بتاؤ) آپ (جواب میں) کہہ دیجئے کہ یہ (تعین کا) علم تو خدا ہی کو ہے اور میں محض (علی الاجمال مگر) صاف صاف ڈرانے والا ہوں پھر جب اس (عذاب) کو پاس آتا ہوا دیکھیں گے تو (اس وقت مارے غم کے) کافروں کے منہ بگڑ جائیں گے اور (ان سے) کہا جائے گا یہی ہے وہ جس کو تم مانگا کرتے تھے (کہ عذاب لاؤ عذاب لاؤ)۔ آپ (ان سے) کہئے کہ بتاؤ کہ اگر خدا تعالیٰ مجھ کو اور میرے ساتھیوں کو (موافق تمہاری تمنا کے) ہلاک کردے یا (موافق ہماری امید اور اپنے وعدے کے ہم پر رحمت فرمادے تو کافروں کو عذاب دردناک سے کون بچائے گا (اور) آپ (ان سے یہ بھی) کہئے کہ وہ بڑا مہربان ہے ہم اس پر ایمان لائے اور ہم اس پر توکل کرتے ہیں سو عنقریب تم کو معلوم ہو جائے گا کہ صریح گمراہی میں کون ہے (یعنی تم جیسا کہ ہم کہتے ہیں یا ہم جیسا کہ کہتے ہو) آپ (یہ بھی) کہہ دیجئے کہ اچھا یہ بتلاؤ کہ اگر تمہارا پانی (جو کنوؤں میں ہے (جو کنوؤں میں ہی نیچے کو اتر کر) غائب ہو جائے سو وہ کون ہے جو تمہارے پاس سوت کا پانی لے آئے (یعنی کنوئیں کی سوت جاری کردے)۔

تفسیر: سورة الملك مكية وهي ثلثون اية ۔ **ربط:** اوپر کی سورت میں حقوق رسالت کا بیان تھا اس سورت میں حقوق توحید کا اور ان کے ایفاء واخلال پر جزاء وسزا کا بیان ہے ونیز آخر سورت سابقہ میں بعض اہل سعادت وبعض اہل شقاوت کا ذکر تھا اس میں مطلقاً سعداء واشقیاء کا ذکر ہے۔

توحید وجزائے سعداء موحدین وسزائے اشقیائے منکرین: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ (الی قولہ تعالی) فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ ۔

صفات وافعالِ حق: وہ (خدا) بڑا عالی شان ہے جس کے قبضہ میں تمام سلطنت ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے جس نے موت اور حیات کو پیدا کیا تا کہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں کون شخص عمل میں زیادہ اچھا ہے (حسن عمل میں موت کا تو دخل یہ ہے کہ موت کے مشاہدہ سے انسان کو دنیا کو فانی اور بعث کے اعتقاد سے آخرت کو باقی سمجھ کر وہاں کے ثواب حاصل کرنے اور وہاں کے عقاب سے بچنے کے لئے مستعد ہو سکتا ہے۔ اور حیات کے دخل یہ ہے کہ اگر حیات نہ ہو تو عمل کس وقت کرے پس حسن عمل کے لئے موت بمنزلہ شرط کے اور حیات بمنزلہ ظرف کے ہے اور چونکہ موت عدم محض نہیں ہے اس لئے اُس پر مخلوقیت کا حکم صحیح ہے) اور وہ زبردست (اور) بخشنے والا ہے (کہ اعمال غیر حسنہ پر عقاب اور اعمال حسنہ پر مغفرت وثواب مرتب فرماتا ہے) اُس نے سات آسمان اوپر تلے پیدا کئے (جیسے حدیث صحیح میں ہے کہ ایک آسمان سے اوپر بفاصلہ دراز دوسرا آسمان ہے پھر اسی طرح اس سے اوپر تیسرا وعلی ہذا۔ آگے آسمان کا استحکام بیان فرماتے ہیں کہ اے دیکھنے والے) تم خدا کی اس صنعت میں کوئی خلل نہ دیکھے گا (سو تو اب کی بار) پھر نگاہ ڈال کر دیکھ لے کہیں تجھ کو کوئی خلل نظر آتا ہے (یعنی بلا تامل تو بہت بار دیکھا ہوگا اب کی بار تامل سے نگاہ کر) پھر بار بار نگاہ ڈال کر دیکھ (آخرکار) نگاہ ذلیل اور درماندہ ہو کر تیری طرف لوٹ آوے گی (اور کوئی رخنہ نظر نہ آوے گا یعنی وہ جس چیز کو جیسا چاہے بنا سکتا ہے چنانچہ آسمان کو مضبوط بنانا چاہا تو کیسا بنایا کہ باوجود مرور زمان دراز اب تک اُس میں کوئی خلل نہیں آیا وہذا کقولہ تعالیٰ فی ق : وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ [ق: ٦] اسی طرح کسی شئی کو ضعیف ومنفعل بنا دیا غرض اُس کو ہر طرح کی قدرت ہے) اور (ہماری قدرت کی دلیل یہ ہے کہ) ہم نے قریب آسمانوں کو چراغوں (یعنی ستاروں) سے آراستہ کر رکھا ہے اور ہم نے ان (ستاروں) کو شیطانوں کے مارنے کا ذریعہ بھی بنایا ہے (جس کی حقیقت سورۂ حجر میں گذری ہے) اور ہم نے ان (شیاطین) کے لئے (علاوہ اس رجم باشہب کے جو کہ دینا میں ہوتا ہے آخرت میں بوجہ ان کے کفر) دوزخ کا عذاب (بھی) تیار کر رکھا ہے۔

عقوبت منکرین توحید: اور جو لوگ اپنے رب (کی توحید) کا انکار کرتے ہیں ان کے لئے دوزخ کا عذاب ہے اور وہ بری جگہ ہے جب یہ لوگ اس میں ڈالے جاویں گے تو اس کی ایک بڑی زور کی آواز سنیں گے اور وہ اس طرح جوش مارتی ہوگی جیسے معلوم ہوتا ہے کہ (ابھی) غصہ کے مارے پھٹ پڑے گی (یا تو اللہ اس میں ادراک اور غصہ پیدا کردے گا کہ مبغوضین حق پر اس کو بھی غیظ آوے گا اور یا مقصود تمثیل ہے یعنی جیسے کوئی غصہ سے جوش میں آتا ہے اس طرح وہ شدت اشتعال سے جوش میں آوے گی اور) جب اس میں کوئی گروہ (کافروں کا) ڈالا جاوے گا تو اس کے محافظ ان لوگوں سے پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا (پیغمبر) نہیں آیا تھا (جس نے تم کو اس عذاب سے ڈرایا ہو جس کا مقتضا یہ تھا کہ اس سے ڈرتے اور بچنے کا سامان کرتے۔ یہ سوال بطور توبیخ ہے یعنی پیغمبر تو آئے تھے اور یہ سوال ہر نئے جانے والے گروہ سے ہوگا کیونکہ دوزخ میں حسب تفاوت مراتب کفر سب فرقے کفار کے یکے بعد دیگرے جاویں گے) وہ کافر (بطور اعتراف کے) کہیں گے کہ واقعہ ہمارے پاس ڈرانے والا (پیغمبر) آیا تھا سو (ہماری شامت تھی کہ) ہم نے (اس کو) جھٹلا دیا اور کہہ دیا کہ خدا تعالیٰ نے از قبیل احکام وکتب) کچھ نازل نہیں کیا (اور) تم بڑی غلطی میں پڑے ہو (یعنی ہماری جماعات نے مجموعہ نذر ورسل کو یوں کہہ دیا جس کا حاصل یہ ہے کہ اپنے اپنے رسول کو ہر ایک نے یوں کہہ دیا) اور (وہ کافر فرشتوں سے یہ بھی) کہیں گے کہ ہم اگر سنتے یا سمجھتے (یعنی پیغمبروں کے کہنے کو قبول کرتے اور مانتے) تو ہم اہل دوزخ میں (شامل) نہ ہوتے غرض اپنے جرم کا اقرار کریں گے سو اہل دوزخ پر لعنت ہے۔

مثوبت مطیعین: بیشک جولوگ اپنے پروردگار سے بے دیکھے ڈرتے ہیں (اور ایمان واطاعت اختیار کرتے ہیں) ان کیلئے مغفرت اور اجر عظیم (مقرر) ہے۔
احاطۂ علم باری باحوال فریقین مذکورین برائے تاکید جزا: اور تم لوگ خواہ چھپا کر بات کہو یا پکار کر کہو (اس کو سب خبر ہے کیونکہ) وہ دلوں تک کی باتوں سے خوب آگاہ ہے (اور بھلا) کیا وہ نہ جانے گا جس نے پیدا کیا ہے اور وہ باریک بین اور) پورا باخبر ہے (حاصل استدلال کا یہ ہے کہ وہ ہر شئی کا خالق مختیار ہے پس تمہارے احوال واقوال کا بھی خالق ہے اور خلق بالاختیار مسبوق بالعلم ہوتا ہے پس علم ضروری ہوا اور تخصیص اقوال کی مقصود نہیں بلکہ حکم عام ہے تخصیص ذکری شاید اس بناء پر ہو کہ اقوال کثیر الوقوع ہیں غرض اس کو سب علم ہے وہ ہر ایک کو مناسب جزا دے گا۔
ترغیب بذکر بعضے منن ونعم: وہ ایسا (منعم) ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو مسخر کردیا (کہ وہ تمہارے تصرفات کی قابلیت رکھتی ہے) سو تم اس کے راستوں میں چلو (پھرو) اور خدا کی روزی میں سے (جو زمین میں پیدا کی ہے) کھاؤ (پیو) اور (کھا پی کی ان کو بھی یاد رکھنا کہ) اسی کے پاس دوبارہ زندہ ہو کر جانا ہے (پس یہ اس کو مقتضی ہے کہ اس کی نعمتوں کا شکر ادا کرو کہ ایمان وطاعت ہے)۔
ترہیب بذکر بعضے محن ونقم: کیا تم لوگ اس سے بے خوف ہو گئے ہو جو کہ آسمان میں (بھی اپنا حکم اور تصرف رکھتا) ہے کہ وہ تم کو (مثل قارون کے) زمین میں دھنسادے پھر وہ زمین کے اجزاء تمہارے اوپر آکر مل جاویں) یا تم لوگ اس سے بے خوف ہو گئے ہو جو کہ آسمان میں (بھی اپنا حکم اور تصرف رکھتا) ہے کہ وہ تم پر (مثل عاد کے) ایک ہوائے تند بھیج دے (جس سے تم ہلاک ہو جاؤ یعنی مقتضا تمہارے فکر کا یہی ہے) سو (اگر کسی مصلحت سے عذاب عاجل تم پر سے ٹل رہا ہے تو کیا ہوا) عنقریب (مرتے ہی) تم کو معلوم ہو جاوے گا کہ میرا ڈرانا (عذاب سے) کیسا (واقع اور صحیح) تھا اور (اگر بدوں عذاب عاجل کے کفر کا مبغوض ہونا ان کی سمجھ میں نہ آوے تو اس کا نمونہ بھی موجود ہے چنانچہ) ان سے پہلے جو لوگ ہو گذرے ہیں انہوں نے (دین حق کو) جھٹلایا تھا سو (دیکھ لو ان پر) میرا عذاب کیسا واقع) ہوا (جس سے صاف معلوم ہوا کہ کفر مبغوض ہے پس اگر کسی حکمت سے یہاں عذاب ٹل گیا تو دوسرے عالم میں حسب وعید واقع ہوگا اور اوپر : خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ...... میں دلائل توحید کے متعلق سماء کے مذکور تھے پھر : هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ میں متعلق ارض کے آگے متعلق جو یعنی فضاء بین السماء والارض کے ہیں)۔
بعضے دلائل توحید متعلق جو: کیا ان لوگوں نے اپنے اوپر پرندوں کی طرف نظر نہیں کی کہ پر پھیلائے ہوئے (اڑتے پھرتے) ہیں اور) کبھی اسی حالت میں) پر سمیٹ لیتے ہیں (اور دونوں حالتوں میں باوجود ثقیل اور مائل الی المرکز ہونے کے بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ...... [البقرۃ : ۱٦٤] رکے ہیں اور) بجز (خدائے رحمان کے ان کو کوئی تھامے ہوئے نہیں ہے بے شک وہ ہر چیز کو دیکھ رہا ہے (اور جس طرح چاہے اس میں تصرف کر رہا ہے)۔
ابطال شرک: ہاں (خدا کے تصرفات تو تم نے سن لئے اب یہ بتلاؤ کہ) رحمان کے سوا وہ کون ہے کہ وہ تمہارا لشکر بن کر (آفات سے) تمہاری حفاظت کر سکے (اور) کافر (جو اپنے معبودوں کی نسبت ایسا خیال رکھتے ہیں) تو وہ نرے دھوکہ میں ہیں (اور) ہاں (یہ بھی بتلاؤ کہ) وہ کون ہے جو تم کو روزی پہنچاوے اگر اللہ تعالیٰ اپنی روزی بند کر لے (مگر یہ لوگ اس سے بھی متاثر نہیں ہوتے) بلکہ یہ لوگ سرکشی اور نفرت (عن الحق) پر جم رہے ہیں (خلاصہ یہ کہ تمہارے معبودات باطلہ نہ دفع مضار پر قادر ہیں وھو المراد بقولہ تعالیٰ: یَنْصُرُكُمْ اور نہ ایصال منافع پر قادر ہیں وھو المراد بقولہ تعالیٰ یَرْزُقُكُمْ پھر انکی عبادت محض سفاہت ہے۔
عدم تسویہ مہتدی وضال بطور تفریع: (یعنی جس کافر کا حال اوپر سنا ہے : اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِیْ غُرُوْرٍ ۞ ـ بَلْ لَّجُّوْا فِیْ عُتُوٍّ وَّنُفُوْرٍ ۞) سو (اس کو سن کر سوچو کہ) کیا جو شخص (بوجہ ناہمواری راہ کے ٹھوکریں کھاتا ہوا اور) منہ کے بل گرتا ہوا چل رہا ہو وہ منزل مقصود پر زیادہ پہنچنے والا ہوگا یا وہ شخص (زیادہ منزل پر پہنچنے والا ہوگا) جو سیدھا ایک ہموار سڑک پر چلا جا رہا ہو (یہی حال ہے مؤمن وکافر کا کہ مؤمن کے چلنے کا راستہ بھی دین مستقیم ہے اور چلتا بھی ہے وہ سیدھا ہو کر اور افراط وتفریط سے بچ کر اور کافر کے چلنے کا راستہ بھی زیغ وضلالت کا ہے اور چلنے میں بھی ہر وقت مہالک ومخادف میں گرتا جاتا ہے پس ایسی حالت میں کیا منزل مقصود پر پہنچے گا اور اوپر دلائل توحید متعلق آفاق کے تھے آگے متعلق انفس کے ارشاد ہیں۔
بعضے دلائل متعلق انفس: آپ (ان سے) کہئے کہ وہی (ایسا قادر منعم) ہے جس نے تم کو پیدا کیا اور تم کو کان اور آنکھیں اور دل دیئے (مگر) تم لوگ بہت کم شکر کرتے ہو (اور) آپ (یہ بھی) کہئے کہ وہی ہے جس نے تم کو روئے زمین پر پھیلایا اور تم اسی کے پاس (قیامت کے روز) اکٹھے کئے جاؤ گے۔
ذکر قیامت: اور یہ لوگ (جب قیامت کا ذکر سنتے ہیں کما فی ھذہ السورۃ من قولہ: اِلَیْهِ النُّشُوْرُ ۞ ومن قولہ: اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ۞ تو) کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب ہوگا اگر تم (یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے اتباع مؤمنین) سچے ہو (تو بتلاؤ) آپ (جواب میں) کہہ دیجئے کہ یہ (تعیین کا) علم تو خدا ہی کو ہے اور میں تو محض (علی الاجمال مگر) صاف صاف ڈرانے والا ہوں پھر جب اس (عذاب موعود واقع یوم قیامت) کو پس آتا ہوا دیکھیں گے (پاس آتا ہوا دکھنا یہ کہ اعمال کا محاسبہ ہو گا دوزخ میں جانے کا حکم ہوگا جس سے متیقن ہو جاوے گا کہ اب عذاب سر پر آیا غرض جب اس کو پاس آتا ہوا دیکھیں گے) تو (اس وقت مارے غم

کے) کافروں کے منہ بگڑ جاویں گے (کقولہ تعالیٰ وُجُوۡهٌ یَّوۡمَئِذٍ عَلَیۡهَا غَبَرَةٌ ۔ تَرۡهَقُهَا قَتَرَةٌ ...... [عبس : ۴۰ ـ ۴۱]) اوران سے) کہا جاوے گا یہی ہے وہ جس کو تم مانگا کرتے تھے (کہ عذاب لاؤ عذاب لاؤ اور یہ کفار ان مضامین حقہ توحید وبعث وغیرہ کو سن کر جو ایسی باتیں کرتے ہیں شاعر نتربص به ریب المنون۔ اِنۡ كَادَ لَيُضِلُّنَا عَنۡ اٰلِهَتِنَا لَوۡلَاۤ اَنۡ صَبَرۡنَا عَلَيۡهَا ط [الفرقان : ۴۲] جس کا حاصل انتظار آپ کی ہلاکت کا اور آپ کو نعوذ باللہ منسوب الی الضلال کرنا ہے آگے اس کے جواب کی تعلیم ہے جس میں عذاب کفار کی تقریر اور دوسرے مضامین سے اس کی تتمیم ہے۔

تخصیص کفار بعذاب الیم وتمیمش بمضمون توکل وتفرد حق تعالیٰ بقدرت علی النعیم: (ارشاد ہوتا ہے کہ) آپ (ان سے) کہئے کہ تم یہ بتلاؤ کہ اگر خدا تعالیٰ مجھ کو اور میرے ساتھ والوں کو (موافق) تمہاری تمنا کے) ہلاک کر دے یا (حسب ہماری امید وار اپنے وعدہ کے) ہم پر رحمت فرما دے تو (دونوں حالت میں اپنی خبر لو اور یہ بتلاؤ کہ) کافروں کو عذاب دردناک سے کون بچائے گا (یعنی ہماری تو جو حالت ہوگی دُنیا میں ہوگی اور انجام اُس کا ہر حال میں اچھا ہے کقولہ تعالیٰ : هَلۡ تَرَبَّصُوۡنَ بِنَاۤ اِلَّاۤ اِحۡدَى الۡحُسۡنَيَيۡنِ ...... [التوبة : ۵۲] مگر اپنی کہو کہ تم پر جو مصیبت عظیمہ آنے والی ہے اس کو کون روکے گا اور ہماری دنیوی حوادث سے تمہاری وہ مصیبت کیسے ٹل جاوے گی تو اپنی فکر چھوڑ کر ہمارے حوادث کا انتظار ایک فضول حرکت ہے۔ یہ جواب ہے تَرَبَّصُ ...... کا اور) آپ (ان سے یہ بھی) کہئے کہ وہ بڑا مہربان ہے ہم اُس پر (اُس کے حکم کے موافق) ایمان لائے اور ہم اُس پر توکل کرتے ہیں (پس ایمان کی برکت سے تو وہ ہم کو عذاب آخرت سے محفوظ رکھے گا اور توکل کی برکت سے حوادث دنیویہ کو دفع یا سہل کر دے گا یہ بھی نَتَرَبَّصُ کا تتمہ جواب ہے) سو (جب تم پر عذاب الیم آنے والا ہے اور ہم ان شاء اللہ تعالیٰ ایمان کی برکت سے اس عذاب سے محفوظ رہنے والے ہیں تو) عنقریب تم کو معلوم ہو جاوے گا (جب اپنے کو عذاب میں مبتلا اور ہم کو اُس سے محفوظ دیکھو گے) کہ صریح گمراہی میں کون ہے (یعنی تم ہو جیسا کہ ہم کہتے ہیں یا ہم ہیں جیسا کہ تم کہتے ہو یہ جواب ہے اِنۡ كَادَ لَيُضِلُّنَا ...... [الفرقان : ۴۲] کا آگے تقریر ہے مضمون بالا : فَمَنۡ يُّجِيۡرُ الۡكٰفِرِيۡنَ ...... کی یعنی اوپر جو کہا گیا ہے کہ تم کو عذاب الیم سے کوئی نہیں بچا سکتا ان کو اگر اپنے آلہۂ باطلہ کا گھمنڈ ہو کہ وہ بچالیں گے تو اس زعم کے ابطال وازالہ کے لئے ان سے) آپ (یہ) کہہ دیجئے کہ اچھا یہ بتلاؤ کہ اگر تمہارا پانی (جو کنوؤں میں ہے) نیچے کو (اتر کر) غائب ہی ہو جاوے سو وہ کون ہے جو تمہارے پاس سوت کا پانی لے آئے (یعنی کنویں کی سوت کو جاری کر دے اور اعماق ارض سے اوپر لے آئے اور اگر کسی کو کھود لینے پر ناز ہو تو اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ اس کو اور نیچے غائب کر دے وعلیٰ ہذا پس جب خدا کے مقابلہ میں کسی کو اتنی بھی قدرت نہیں کہ معمولی طبعی واقعات میں تصرف کر سکے تو عذاب آخرت سے بچانے کی تو کیا قدرت ہوگی۔ **ف** : ظاہراً : مَا تَرٰى فِىۡ خَلۡقِ الرَّحۡمٰنِ الیٰ قولہ حَسِيۡرٌ ۞ سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمان بلا حجاب یا اس تقف نیلگوں کے حجاب میں سے اس طرح نظر آتا ہے کہ اگر اس میں کوئی عیب وخلل ہوتا تو نظر آ جاتا۔ اور اگر شبہ ہو کہ دروازے کیوں نظر نہیں آتے تو ممکن ہے کہ دروازے اتنے بڑے نہ ہوں کہ اتنی دور سے نظر آ دیں اور اگر شبہ ہو کہ شاید وہ شقوق وشگاف بھی چھوٹے ہوں تو جواب یہ ہے کہ عادۃً بڑی عمارت میں شگاف بھی بڑا پڑتا ہے پھر وہ روزانہ بڑھا کرتا ہے آخر اس قدر زمانہ دراز گزرنے پر تو اس میں ایسا اتساع ضرور واقع ہوتا جو مرئی بننے کے قابل ہوتا اور ایسے مواقع میں ملازمت عادیہ کافی ہے اور اگر سماء کا غیر مرئی ہونا ثابت ہو جاوے تو نظر عقلی کو مشبہ بالبصر قرار دے کر کلام کو تامل وفکر پر محمول کیا جاوے گا۔ اور بعض نے کہا ہے کہ یہ آیت مخصوص بالسماء نہیں ہے بلکہ عام ہے ہر مخلوق کو یعنی بہت امعان نظر سے بھی کوئی امر خلاف حکمت کسی شئی میں معلوم نہیں ہوگا اور جس کو اس کا وہم ہوتا ہے منشاء اس کا عدم تعمق ہوتا ہے اس تفسیر پر تقریر مذکور کی حاجت نہ ہوگی واللہ اعلم۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ : وَقَالُوۡا لَوۡ كُنَّا نَسۡمَعُ ...... اس سے معلوم ہوا کہ فلاح کے دو طریقے ہیں ایک تقلید دوسری تحقیق پس مرید جس میں تحقیق کی قابلیت نہیں اس کو شیخ سے مزاحمت یا مطالبۂ دلیل نہ چاہیے۔ سورۃ الملک تمام ہوئی۔

ملحقات الترجمۃ : ۱؎ **قوله في فارجع** یعنی بلا تامل الخ **اخذته من البيضاوی** ۱۲۔ ۲؎ **قوله في تمور** جس سے تم اور نیچے **اخذته من الخازن** ۱۲۔ ۳؎ **قوله في مكبا** ٹھوکریں الخ **اخذته من الروح** ۱۲۔

الکلام : **قوله في السماء تشبث بامثاله المجسمة والجواب اشير اليه في الترجمة** ۱۲۔

اللغات : **طباقا من طابقت النعل بالنعل اذا خصفتها تفاوت اى اختلاف وعدم تناسب من الفوت فان كلا من المتفاوتين يفوت منه بعض ما فى الآخر فطور شقوق جمع فطر بمعنى الشق۔ خاسئا ذليلا حسير كليل سحقا بعدا مناكبها طرقها ۱۲۔ غورا غائرا ذاهبًا بالكلية معين جار۔**

البلاغۃ : **قوله امن هذا الذى ام منقطعة بمعنى بل لا مع الهمزة والالزام اجتماع كلمتى الاستفهام وهذا للتحقير قوله قل هو الذى انشاكم الخ زيادة قُل فى الدلائل الانفسية لعلها لزيادة كون امثال هذه الدلائل لكونها انفسية مستحضرة والله اعلم ۱۲۔**

سُوْرَةُ الْقَلَمِ

سُوْرَةُ الْقَلَمِ ۶۸ مَكِّيَّةٌ ۲ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ۵۲ رُكُوْعَاتُهَا ۲

سورۃ القلم مکہ میں نازل ہوئی　شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں　اس میں ۵۲ آیات اور ۲ رکوع ہیں

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ۝۱ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ۝۲ وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ۝۳ وَاِنَّكَ لَعَلٰى

خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝۴ فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَ ۝۵ بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ ۝۶ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۖ وَهُوَ

اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ۝۷ فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝۸ وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ ۝۹ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ

مَّهِيْنٍ ۝۱۰ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِيْمٍ ۝۱۱ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۝۱۲ عُتُلٍّۭ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ۝۱۳ اَنْ كَانَ ذَا

مَالٍ وَّبَنِيْنَ ۝۱۴ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝۱۵ سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ ۝۱۶ اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَآ

اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ ۚ اِذْ اَقْسَمُوْا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ ۝۱۷ وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ ۝۱۸ فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَهُمْ

نَآئِمُوْنَ ۝۱۹ فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ ۝۲۰ فَتَنَادَوْا مُصْبِحِيْنَ ۝۲۱ اَنِ اغْدُوْا عَلٰى حَرْثِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰرِمِيْنَ ۝۲۲

فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ يَتَخَافَتُوْنَ ۝۲۳ اَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مِّسْكِيْنٌ ۝۲۴ وَّغَدَوْا عَلٰى حَرْدٍ قٰدِرِيْنَ ۝۲۵ فَلَمَّا

رَاَوْهَا قَالُوْٓا اِنَّا لَضَآلُّوْنَ ۝۲۶ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ۝۲۷ قَالَ اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ ۝۲۸ قَالُوْا

سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝۲۹ فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَلَاوَمُوْنَ ۝۳۰ قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ ۝۳۱ عَسٰى

رَبُّنَآ اَنْ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا مِّنْهَآ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ ۝۳۲ كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ۭ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا

يَعْلَمُوْنَ ۝۳۳ ع اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝۳۴ اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ ۝۳۵ مَا لَكُمْ ۣ كَيْفَ

تَحْكُمُوْنَ ۝۳۶ اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِيْهِ تَدْرُسُوْنَ ۝۳۷ اِنَّ لَكُمْ فِيْهِ لَمَا تَخَيَّرُوْنَ ۝۳۸ اَمْ لَكُمْ اَيْمَانٌ عَلَيْنَا

بَالِغَةٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۙ اِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُوْنَ ۝۳۹ سَلْهُمْ اَيُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِيْمٌ ۝۴۰ اَمْ لَهُمْ شُرَكَآءُ ۚ فَلْيَاْتُوْا

بِشُرَكَآئِهِمْ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ۝۴۱ يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ۝۴۲ خَاشِعَةً

اَبۡصَارُهُمۡ تَرۡهَقُهُمۡ ذِلَّةٌ ؕ وَقَدۡ كَانُوۡا يُدۡعَوۡنَ اِلَى السُّجُوۡدِ وَهُمۡ سٰلِمُوۡنَ ﴿۴۳﴾ فَذَرۡنِىۡ وَمَنۡ يُّكَذِّبُ

بِهٰذَا الۡحَدِيۡثِ ؕ سَنَسۡتَدۡرِجُهُمۡ مِّنۡ حَيۡثُ لَا يَعۡلَمُوۡنَۙ ﴿۴۴﴾ وَاُمۡلِىۡ لَهُمۡ ؕ اِنَّ كَيۡدِىۡ مَتِيۡنٌ ﴿۴۵﴾ اَمۡ تَسۡـَٔلُهُمۡ اَجۡرًا فَهُمۡ

مِّنۡ مَّغۡرَمٍ مُّثۡقَلُوۡنَ ﴿۴۶﴾ؕ اَمۡ عِنۡدَهُمُ الۡغَيۡبُ فَهُمۡ يَكۡتُبُوۡنَ ﴿۴۷﴾ فَاصۡبِرۡ لِحُكۡمِ رَبِّكَ وَلَا تَكُنۡ كَصَاحِبِ

الۡحُوۡتِ ۘ اِذۡ نَادٰى وَهُوَ مَكۡظُوۡمٌ ﴿۴۸﴾ؕ لَوۡلَاۤ اَنۡ تَدٰرَكَهٗ نِعۡمَةٌ مِّنۡ رَّبِّهٖ لَنُبِذَ بِالۡعَرَآءِ وَهُوَ مَذۡمُوۡمٌ ﴿۴۹﴾

فَاجۡتَبٰهُ رَبُّهٗ فَجَعَلَهٗ مِنَ الصّٰلِحِيۡنَ ﴿۵۰﴾ وَاِنۡ يَّكَادُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لَيُزۡلِقُوۡنَكَ بِاَبۡصَارِهِمۡ لَمَّا

سَمِعُوا الذِّكۡرَ وَيَقُوۡلُوۡنَ اِنَّهٗ لَمَجۡنُوۡنٌ ﴿۵۱﴾ۘ وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكۡرٌ لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۵۲﴾

ن قسم ہے قلم کی اور (قسم ہے) ان (فرشتوں) کے لکھنے کی جو کہ کاتب اعمال ہیں کہ آپ اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں (جیسا کہ منکرین نبوت کہتے ہیں) اور بے شک آپ کے لئے (اس تبلیغ احکام پر) ایسا اجر ہے جو (کبھی) ختم ہونے والا نہیں اور بے شک آپ اخلاق (حسنہ) کے اعلیٰ پیمانہ پر ہیں سو (ان کے مہملات کا غم نہ کیجئے کیونکہ) عنقریب آپ بھی دیکھ لیں گے اور یہ لوگ بھی دیکھ لیں گے کہ تم میں کس کو جنون تھا آپ کا پروردگار اس کو بھی خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹکا ہوا ہے اور وہ راہ (راست) پر چلنے والوں کو بھی خوب جانتا ہے۔ تو آپ ان تکذیب کرنے والوں کا کہنا نہ مانئے (جیسا اب تک بھی نہیں مانا) یہ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ آپ اپنے (منصبی کام یعنی تبلیغ میں) ڈھیلے ہو جائیں تو یہ لوگ بھی ڈھیلے ہو جائیں اور آپ (بالخصوص) کسی ایسے شخص کا کہنا نہ مانیں جو بہت قسمیں کھانے والا ہو بے وقعت ہو طعنہ دینے والا ہو چغلیاں لگاتا پھرتا ہو نیک کام سے روکنے والا ہو اور اعتدال سے گزرنے والا ہو گناہوں کا کرنے والا ہو اور سخت مزاج ہو (اور) اپنے کو دوسرے خاندان سے منسوب کرتا ہو اس سبب سے کہ وہ مال و اولاد والا ہو جب ہماری آیتیں اس کے سامنے پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ کہتا ہے کہ یہ بے سند باتیں ہیں جو اگلوں سے منقول ہوتی چلی آئی ہیں ہم عنقریب اس کی ناک پر داغ لگا دیں گے۔ ہم نے ان کی آزمائش کر رکھی ہے جیسے ہم نے باغ والوں کی آزمائش کی تھی جب کہ ان لوگوں نے (یعنی اکثر یا بعض نے) قسم کھا لی کہ اس (باغ) کا پھل ضرور صبح چل کر توڑ لیں گے اور (ایسا وثوق ہوا کہ) انہوں نے انشاء اللہ بھی نہیں کہا سو اس باغ پر آپ کے رب کی طرف سے ایک پھرنے والا (عذاب) پھر گیا اور وہ سو رہے تھے پھر صبح کو وہ باغ ایسا رہ گیا جیسے کٹا ہوا کھیت (کہ خالی زمین رہ جاتی ہے) سو صبح کے وقت (سو کر جب اٹھے تو) ایک دوسرے کو پکارنے لگے کہ اپنے کھیت پر سویرے چلو اگر تم کو پھل توڑنا ہے پھر وہ لوگ آپس میں چپکے چپکے باتیں کرتے چلے کہ آج تم تک کوئی محتاج نہ آنے پائے اور (بزعم خود) اپنے کو اس کے نہ دینے پر قادر سمجھ کر چلے پھر جب (وہاں پہنچے اور) اس باغ کو (اس حالت میں) دیکھا تو کہنے لگے کہ ہم بے شک راستہ بھول گئے بلکہ (جگہ تو وہی ہے لیکن) ہماری قسمت ہی پھوٹ گئی (کہ باغ کا یہ حال ہو گیا) ان میں جو کسی قدر اچھا آدمی تھا وہ کہنے لگا کہ کیوں میں نے تم کو کہا نہ تھا اب (توبہ اور تسبیح کیوں نہیں کرتے سب توبہ کے طور پر کہنے لگے ہمارا پروردگار پاک ہے بے شک ہم قصوروار ہیں پھر ایک دوسرے کو مخاطب بنا کر باہم الزام دینے لگے (پھر سب متفق ہو کر) کہنے لگے بے شک ہم حد سے نکلنے والے تھے (سب مل کر توبہ کرلو) شاید (توبہ کی برکت سے) ہمارا پروردگار ہم کو اس سے اچھا باغ اس کے بدلے میں دے دے (اب اپنے رب کی طرف رجوع ہوتے ہیں اس طرح عذاب ہوا کرتا ہے اور آخرت کا عذاب اس (عذاب دنیوی) سے بھی بڑھ کر ہے کیا خوب ہوتا کہ یہ لوگ (اس بات کو) جان لیتے (تا کہ ایمان لے آتے)۔ بے شک پرہیزگاروں کے لئے ان کے رب کے نزدیک آسائش کی جنتیں ہیں کیا ہم فرمانبرداروں کو نافرمانوں سے برابر کر دیں گے؟ تم کو کیا ہوا تم کیسا فیصلہ کرتے ہو کیا تمہارے پاس کوئی آسمانی کتاب ہے جس میں پڑھتے ہو کہ اس میں تمہارے لئے وہ چیز رکھی ہو جو کہ تم پسند کرتے ہو کیا ہمارے ذمہ کچھ قسمیں پڑی ہوئی ہیں جو تمہاری خاطر سے کھائی گئی ہوں اور قسمیں قیامت تک باقی رہنے والی ہوں جن کا مضمون یہ ہو کہ تم کو وہ چیزیں ملیں گی جو تم فیصلہ کر رہے ہو (یعنی جنت) ان سے پوچھے کہ ان میں اس کا کون ذمہ دار ہے کیا ان کے ٹھہرائے ہوئے کچھ شریک (خدائی) ہیں سو ان کو چاہئے کہ یہ اپنے شریکوں کو پیش کریں اگر یہ سچے ہیں۔ وہ دن یاد کرنے کے قابل ہے جس دن کہ ساق کی تجلی فرمائی جائے گی اور سجدہ کی طرف لوگوں کو بلایا جائے گا سو یہ (کافر) لوگ سجدہ نہ کر سکیں گے (اور) ان کی آنکھیں (مارے شرمندگی کے) جھکی ہوں گی (اور) ان پر ذلت چھائی ہوگی اور (وجہ اس کی یہ ہے کہ) یہ لوگ (دنیا میں) سجدہ کی طرف بلائے جایا کرتے تھے اور وہ صحیح سالم تھے (یعنی اس پر قادر تھے) تو مجھ کو اور جو اس کلام کو جھٹلاتے ہیں ان کو (اس حال موجودہ پر) رہنے دیجئے ہم ان کو بتدریج (جہنم کی طرف) لئے جا رہے ہیں اس طور پر کہ ان کو خبر بھی نہیں اور (دنیا میں عذاب نازل کر ڈالنے سے) مہلت دیتا ہوں بے شک میری تدبیر مضبوط ہے کیا آپ ان سے کچھ معاوضہ مانگتے ہیں کہ وہ اس تاوان سے دبے جا رہے ہیں (اس لئے آپ کی اطاعت سے نفرت ہے) یا ان کے پاس کے (غیب کا علم) ہے کہ یہ (اس کو) لکھ لیا کرتے ہیں۔ تو آپ اپنے رب کی (اس) تجویز پر صبر سے بیٹھے رہئے اور (تنگدلی میں) مچھلی

(کے پیٹ میں جانے) والے پیغمبر یونس علیہ السلام کی طرح نہ ہو جائیے جبکہ یونسؑ نے دعا کی اور وہ غم سے گھٹ رہے تھے اگر خداوندی احسان ان کی دستگیری نہ کرتا تو وہ (جس) میدان (میں مچھلی کے پیٹ سے نکال کر ڈالے گئے تھے اسی) میں بدحالی کے ساتھ ڈالے جاتے دستگیری سے مراد قبول توبہ ہے پھر انکے رب نے انکو (اور زیادہ برگزیدہ کرلیا اور انکو صالحین میں سے کردیا اور یہ کافر جب قرآن سنتے ہیں تو (شدت عادت سے) ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ گویا آپ کو اپنی نگاہوں سے پھسلا کے گرادینگے (یہ ایک محاورہ ہے) اور اسی عداوت سے آپ کی نسبت کہتے ہیں کہ یہ مجنون ہے حالانکہ یہ قرآن (جس کے ساتھ آپ تکلم فرماتے ہیں) تمام جہان کے واسطے نصیحت ہے۔

تفسیر: سورة القلم مكية وهي اثنتان وخمسون ايات كذا في البيضاوي۔

ربط: سورتِ سابقہ میں منکرین توحید کی طرف زیادہ روئے سخن تھا اور اس سورت میں طاعنین فی النبوۃ کی طرف زیادہ روئے سخن ہے اور چونکہ انکار نبوت کفر ہے اس لئے کفار کی عقوبت دنیویہ واخرویہ کا بھی بعض آیات میں مضمون ہے۔

تحقیق رسالت وذم ووعید منکرین ومناسبات آن: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ (الى قوله تعالى) وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝

دفع طعن کفار از ساخت نبوت: نٓ (اس کے معنی اللہ کو معلوم ہیں) قسم ہے قلم کی (جس سے مقادیر خلق لوح محفوظ پر لکھے گئے) اور قسم ہے ان (فرشتوں) کے لکھنے کی (جو کہ کاتب اعمال ہیں كذا فسر اللفظين ابن عباسؓ كما في الدر المنثور آگے جواب قسم ہے) کہ آپ اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں ہیں (جیسا منکرین نبوت کہتے ہیں كذا في الدر عن ابن جريج في سبب النزول مطلب یہ کہ آپ نبی برحق ہیں اور یہ قسمیں اس مدعا کے نہایت مناسب ہیں کیونکہ منجملہ مقادیر کے نزول قرآن بھی ہے پس اس میں اشارہ ہے کہ نبوت آپ کی علم الٰہی میں پہلے ہی سے محقق ومؤکد ہے پس ثبوت اس کا متیقن ہوا اور کاتبان اعمال آپ کے مصدقین ومنکرین کے اعمال کو لکھ رہے ہیں پس انکار نبوت پر سزا ہوگی اس سے ڈر کر ایمان لانا واجب ہے) اور بے شک آپ کے لئے (اس تبلیغ احکام پر) ایسا اجر (ملنے والا) ہے جو (کبھی) ختم ہونے والا نہیں (اس میں بھی تقریر ہے نبوت کی جو مستلزم ہے نفی مطاعن کو اور تقریر نبوت کے ساتھ متضمن ہے تسلیہ کو بھی کہ آپ چندے برداشت کر لیجئے کہ انجام اس کا اجر عظیم ہے) اور بے شک آپ اخلاق (حسنہ) کے اعلیٰ پیمانہ پر ہیں (کہ ہر فعل آپ کا موصوف باعتدال اور قرین رضائے ایزد متعال ہے اور مجنون میں اخلاق کا کمال کہاں ہوتا ہے یہ بھی جواب ہے طعن مذکور کا آگے تسلیہ ہے یعنی یہ جو ایسے مہملات بکتے ہیں) سو (اس کا غم نہ کیجئے کیونکہ) عنقریب آپ بھی دیکھ لیں گے اور یہ لوگ بھی دیکھ لیں گے کہ تم میں کس کو جنون (حقیقی) تھا (یعنی جنون کی حقیقت ہے زوال عقل اور عقل کی غایت ہے ادراک نفع وضرر اور نفع وضرر معتد بہ وہ ہے جو ابدی ہو پس قیامت میں ان کو بھی معلوم ہو جاوے گا کہ عاقل اہل حق تھے جنہوں نے اس نفع کو حاصل کیا اور مجنون یہ خود تھے جو اس نفع سے محروم رہ کر ضرر ابدی میں مبتلا ہوئے اور چونکہ) آپ کا پروردگار اس شخص کو بھی خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بھٹکا ہوا ہے اور وہ راہ (راست) پر چلنے والوں کو بھی خوب جانتا ہے (اسی لئے ہر ایک کو اس کے مناسب جزا وسزا دے گا اور اس جزا وسزا کے مناسب ہونے کو یہ منکرین بھی بوجہ انکشاف وتعیین عاقل ومجنون کے سمجھ لیں گے آگے۔

ذم منکرین: کا مضمون ہے کہ جب آپ حق پر ہیں اور یہ لوگ باطل پر ہیں کما علم مما مر) تو آپ ان تکذیب کرنے والوں کا کہنا نہ مانیے (جیسا اب تک بھی نہیں مانا اور وہ کہنا وہ ہے جو آگے مفہوم ہوتا ہے یعنی) یہ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ آپ (نعوذ باللہ اپنے منصبی کام میں کہ تبلیغ ہے ذرا) ڈھیلے ہو جاویں تو یہ بھی ڈھیلے ہو جاویں (آپ کا ڈھیلا ہونا یہ کہ بت پرستی کی مذمت نہ کریں اور ان کا ڈھیلا ہونا یہ کہ آپ کی مخالفت نہ کریں كما في الدر في تفسير سورة الكافرين عن ابن عباسؓ قالوا كف عن شتم الهتنا ولا تذكر الهتنا بسوء) اور آپ (بالخصوص) کسی ایسے شخص کا کہنا نہ مانیں جو بہت قسمیں کھانے والا ہو (مراد جھوٹی قسم کھانے والا ہے عادۃً اکثر جھوٹے آدمی قسمیں بہت کھایا کرتے ہیں۔ اور جو اپنی حرکات شنیعہ کی وجہ سے عنداللہ وعندالخلق) بے وقعت ہو (دل دکھانے کے لئے) طعنہ دینے والا ہو چغلیاں لگاتا پھرتا ہو نیک کام سے روکنے والا ہو حد (اعتدال سے) گزرنے والا ہو گناہوں کا (ارتکاب) کرنے والا ہو سخت مزاج ہو (اور) اس (سب) کے علاوہ حرامزادہ (بھی) ہو (مراد حرام زادہ سے یہ ہے کہ اور اخلاق وافعال بھی اس کے خبیث ہوں چونکہ غالباً حرام زادہ کے اخلاق وافعال اچھے نہیں ہوتے اس لئے مجازاً اس سے یہ مراد لیا گیا خلاصہ یہ کہ اول تو مطلقاً مکذبین کا پھر خصوص جب کہ وہ مکذبین ان ذمائم کے ساتھ بھی متصف ہوں جیسا کہ آپ کے مکذبین میں سے بعضے بڑے بڑے ایسے ہی تھے اور اُس درخواست میں شریک بلکہ اُس کے بانی تھے غرض آپ ایسے شخص کا کہنا نہ مانیے اور وہ بھی محض) اس سبب سے کہ وہ مال اور اولاد والا ہو (یعنی دنیا کی وجاہت رکھتا ہو اور ایسے شخص کی اطاعت سے اس لئے منع کیا جاتا ہے کہ اُس شخص کی یہ عادت ہے کہ) جب ہماری آیتیں اُس کے سامنے پڑھ کر سُنائی جاتی ہیں تو وہ کہتا ہے کہ یہ بے سند باتیں ہیں جو اگلوں سے منقول چلی آتی ہیں (مطلب یہ کہ آیات کی تکذیب کرتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ اصل علت نہی عن الاطاعۃ کی تکذیب ہے اور اسی بناء پر اول لَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ ۝ فرمایا گیا ہے پھر بطور تخصیص بعد تعمیم کے ان مکذبین میں سے اُن مکذبین کی اطاعت سے نہی کی گئی جو علاوہ تکذیب کے اور ذمائم بھی رکھتے ہوں ایسوں کی اطاعت سے نہی مطلق مکذبین کی

اطاعت کی نہی سے اور زیادہ اشد ہوگی لیکن اصل علت وہی تکذیب رہے گی آگے ایسے شخص کی سزا کا بیان ہے کہ) ہم عنقریب اُس کی ناک پر داغ لگا دیں گے (یعنی قیامت میں اُس کے چہرہ اور ناک پر اُس کے کفر کی وجہ سے کوئی علامت ذلت اور پہچان کی لگا دیں گے جس سے وہ خوب رُسوا ہو **کذا روی مرفوعا في الدر المنثور** آگے اہل مکہ کو ایک قصہ سنا کر اُن کے کفر کے لحوق وبال سے تحذیر ہے۔

تحذیر اہل مکہ از وبال کفر وحکایت قصہ: ہم نے (جوان اہل مکہ کو سامان عیش دے رکھا ہے جس پر یہ مغرور ہورہے ہیں تو ہم نے) ان کی آزمائش کررکھی ہے (کہ دیکھیں یہ نعمتوں کے شکر میں ایمان لاتے ہیں یا ناشکری (وبے قدری کر کے کفر کرتے ہیں) جیسا (ان سے پہلے نعمتیں دے کر) ہم نے باغ والوں کی آزمائش کی تھی (یہ باغ بقول ابن عباسؓ حبشہ میں تھا اور بقول سعید بن جبیرؒ یمن میں تھا **کذا في الدر** اور یہ قصہ اہل مکہ میں معلوم تھا اور جن باغ والوں کا یہ قصہ ہے اُن کے باپ کا اپنے وقت میں معمول تھا کہ ایک بڑا حصہ اُس باغ کے پھل کا مساکین میں صرف کیا کرتا تھا جب وہ مرگیا تو اُن لوگوں نے کہا کہ ہمارا باپ احمق تھا کہ اس قدر آمدنی مسکینوں کو دے دیتا تھا اگر یہ سب گھر آوے کس قدر فراغت ہو چنانچہ ان آیتوں میں اُن کا بقیہ قصہ مذکور ہے یعنی یہ واقعہ آئندہ اس وقت ہوا) جب کہ ان لوگوں نے (یعنی اکثر یا بعض نے لقولہ تعالیٰ : قَالَ اَوْسَطُهُمْ باہم) قسم کھائی کہ اس (باغ) کا پھل ضرور صبح چل کر توڑ لیں گے اور (ایسا وثوق ہوا کہ) انہوں نے ان شاء اللہ بھی نہیں کہا سو اس باغ پر آپ کے رب کی طرف سے ایک پھرنے والا (عذاب) پھر گیا (اور وہ ایک آگ تھی **کذا في الدر عن ابن جريج** خواہ خالص ہو یا ہوا میں ملی ہوئی ہو جیسے لو) اور وہ سو رہے تھے پھر صبح کو وہ باغ ایسا رہ گیا جیسے کٹا ہوا کھیت (کہ خالی زمین رہ جاتی ہے اور بعض جگہ کاٹ کر جلا بھی دیا جاتا ہے مگر ان کو اس کی کچھ خبر نہیں) سو صبح کے وقت (سو کر جو اُٹھے تو) ایک دوسرے کو پکارنے لگے کہ اپنے کھیت پر سویرے چلو اگر تم کو پھل توڑنا ہے (کھیت یا تو مجازاً کہہ دیا ہو یا اس میں ایسی چیزیں بھی ہوں جو تنہ دار نہیں ہوتیں جیسے انگور وغیرہ یا کہ اس باغ کے متعلق کھیت بھی ہو) پھر وہ لوگ آپس میں چپکے چپکے باتیں کرتے چلے کہ آج تم تک کوئی محتاج نہ آنے پاوے اور (بزعم خود) اپنے کو اس کے نہ دینے پر قادر سمجھ کر چلے (کہ سب پھل گھر لے آویں گے اور کسی کو نہ دیں گے **کذا في الدر عن ابن عباس**) پھر جب (وہاں پہنچے اور) اس باغ کو (اس حالت میں) دیکھا تو کہنے لگے کہ بے شک ہم راستہ بھول گئے (اور کہیں نکل آئے کیونکہ یہاں تو باغ واغ کچھ بھی نہیں پھر جب موقع وحدود کو دیکھ کر یقین کیا کہ وہی جگہ ہے تو اس وقت کہنے لگے کہ بھولے نہیں) بلکہ (جگہ تو وہی ہے لیکن) ہماری قسمت ہی پھوٹ گئی (کہ باغ کا یہ حال ہوگیا) ان میں جو (کسی قدر) اچھا آدمی تھا وہ کہنے لگا کہ کیوں میں نے تم کہ کہا نہ تھا (کہ ایسی نیت مت کرو مساکین کے دینے سے برکت ہوتی ہے اسی لئے اس شخص کو اللہ نے اچھا کہا مگر عملاً یہ شخص بھی باوجود کراہت قلب کے سب کے لحاظ سے شریک حال ہوگیا تھا اس لئے احقر نے لفظ کسی قدر بڑھا دیا **لان الاوسط امر اضافي** پھر وہ پہلی بات یاد دلا کر اس شخص نے کہا کہ اپنی شامت اعمال تو بھگت لی مگر) اب (توبہ اور) تسبیح (وتقدیس) کیوں نہیں کرتے (تا کہ وہ گناہ معاف ہو اور اس سے زیادہ وبال نہ آجاوے سب (توبہ کے طور پر) کہنے لگے کہ ہمارا پروردگار پاک ہے (یہ تنزیہ ہے جو استغفار کی تمہید ہے) بے شک ہم قصوروار ہیں (یہ استغفار ہے) پھر ایک دوسرے کو مخاطب بنا کر باہم الزام دینے لگے (جیسا کام بگڑنے کے وقت عادۃ غالبہ ہے کہ ہر شخص دوسرے کو بانی رائے فاسد بتلایا کرتا ہے پھر سب متفق ہو کر) کہنے لگے کہ بے شک ہم (سب ہی) حد سے نکلنے والے تھے (کسی ایک کی خطا نہ تھی ایک دوسرے پر الزام عبث ہے سب مل کر توبہ کرلو) شاید (توبہ کی برکت سے) ہمارا پروردگار ہم کو اس سے اچھا باغ بدلہ میں دے دے (اب) ہم اپنے رب کی طرف رجوع ہوتے ہیں (یعنی توبہ کرتے ہیں اور بدلنا عام ہے خواہ دنیا میں نعم البدل مل جاوے خواہ آخرت میں اور ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ مؤمن تھے مرتکب معصیت ہوئے تھے اور بسند یہ امر نظر سے نہیں گزرا کہ آیا اس باغ کے عوض ان کو دنیا میں کوئی باغ ملا یا نہیں البتہ بلا سند روح المعانی میں ابن مسعودؓ کا قول لکھا ہے کہ اس سے اچھا باغ ان کو عطا کیا گیا واللہ اعلم۔ آگے قصہ کی غرض یعنی تحذیر کی تصریح ہے کہ خلاف حکم کرنے پر) اس طرح عذاب ہوا کرتا ہے (جب ہوا کرتا ہے یعنی اے اہل مکہ تم بھی ایسے ہی عذاب کے مستحق ہو بلکہ اس سے بھی زیادہ کے کیونکہ عذاب مذکور تو محض معصیت پر تھا اور تم تو کفر کرتے ہو) اور آخرت کا عذاب اس (عذاب دنیوی) سے بھی بڑھ کر ہے کیا خوب ہوتا کہ یہ لوگ (اس بات کو) جان لیتے (تا کہ ایمان لے آتے آگے ان عقوبات کی تحقیق کے لئے زعم کفار کا ابطال فرماتے ہیں کہ وہ کہتے تھے : لَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّيْٓ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى [حٰمٓ السجدة : ۵۰]۔

ابطال زعم کفار استحقاق مثوبت را: (یعنی بے شک پرہیز گاروں کے لئے ان کے رب کے نزدیک آسائش کی جنتیں ہیں (یعنی سبب دخول جنت کا تقویٰ ہے اور اس سے کافر عاری ہیں تو ان کو جنت کیسے مل جاوے گی) کیا ہم فرمانبرداروں کو نافرمانوں کے برابر کردیں گے (یعنی اگر کافروں کو نجات ہو تو فرمانبرداروں کو نافرمانوں پر نجات میں فضیلت نہ ہوگی اور حالانکہ فضیلت ثابت ہے لقولہ تعالیٰ فی ص : اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ ...... [صٓ : ۲۸]) تم کو کیا ہوا تم کیسا فیصلہ کرتے ہو کیا تمہارے پاس کوئی (آسمانی) کتاب ہے جس میں پڑھتے ہو کہ اس میں تمہارے لئے وہ چیز (لکھی) ہو جس کو تم پسند

کرتے ہو (یعنی اس میں لکھا ہو کہ تم کو آخرت میں حسنی ملے گا) کیا ہمارے ذمہ کچھ قسمیں چڑھی ہوئی ہیں جو تمہاری خاطر سے کھائی گئی ہوں اور وہ قسمیں قیامت تک باقی رہنے والی ہوں (جن کا مضمون ہو) کہ تم کو وہ چیزیں ملیں گی جو تم فیصلہ کر رہے ہو (یعنی ثواب اور جنت) ان سے پوچھئے ان میں اس کا کون ذمہ دار ہے کیا ان کے ٹھہرائے ہوئے کچھ شریک (خدائی) ہیں (کہ انہوں نے ان کو ثواب دینے کا ذمہ لیا ہے) سو ان کو چاہیے کہ یہ اپنے ان شریکوں کو پیش کریں اگر یہ سچے ہیں (غرض جب یہ مضمون کسی آسمانی کتاب میں نہیں ویسے بلا کتاب دوسرے طرق وحی سے ہمارا وعدہ نہیں جو مثل قسم کے ہوتا ہے پھر ایسی حالت میں کوئی شخص ان میں سے یا ان کے شرکاء میں سے اس کی ذمہ داری کر سکتا ہے ہرگز نہیں پھر دعویٰ کس بناء پر ہے آگے ان لوگوں کی قیامت کی رسوائی کا ذکر ہے۔

ذلت کفار یوم قیامت: (وہ دن یاد کرنے کے قابل ہے) جس دن کہ ساق کی تجلی فرمائی جاوے گی اور سجدہ کی طرف لوگوں کو بلایا جاوے گا (اس کا قصہ حدیث شیخین میں مرفوعاً اس طرح آیا ہے کہ حق تعالیٰ قیامت کے میدان میں اپنی ساق ظاہر فرماوے گا ساق کہتے ہیں پنڈلی کو اور یہ کوئی خاص صفت ہے جس کو کسی مناسبت سے ساق فرمایا جیسا قرآن میں ہاتھ آیا ہے اور ایسے مفہومات متشابہات میں سے کہلاتے ہیں اور اسی حدیث میں ہے کہ اس تجلی کو دیکھ کر تمام مؤمنین ومؤمنات گر پڑیں گے مگر جو شخص ریاء سے سجدہ کرتا تھا اس کی کمر تختہ سارہ جاوے گی اھ مافی الحدیث اور سجدہ کی طرف بلائے جانے سے یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ وہ دار التکلیف نہیں ہے کیونکہ بلائے جانے سے مراد امر بالسجود نہیں ہے بلکہ اس تجلی میں یہ اثر ہوگا کہ سب بالاضطرار سجدہ کرنا چاہیں گے جن میں مؤمن اس پر قادر ہوں گے اور اہل ریاء ونفاق قادر نہ ہوں گے اور کفار کا قادر نہ ہونا اس سے بدرجہ اولیٰ مفہوم ہوتا ہے جس کا آگے ذکر ہے یعنی کفار بھی سجدہ کرنا چاہیں گے) سو یہ (کافر) لوگ سجدہ نہ کر سکیں گے (اور) ان کی آنکھیں (مارے شرمندگی کے) جھکی ہوں گی (اور) ان پر ذلت چھائی ہوگی اور (وجہ اس کی یہ ہے کہ) یہ لوگ (دنیا میں) سجدہ کی طرف بلائے جایا کرتے تھے (اس طرح کہ ایمان لا کر عبادت کریں) اور وہ صحیح سالم تھے (یعنی اس پر قادر بھی تھے چنانچہ ظاہر ہے کہ ایمان وعبادت فعل اختیاری ہے بس دنیا میں امتثال امر نہ کرنے سے آج ان کو یہ رسوائی وذلت ہوئی اور دوسری آیت میں جو نگاہ کا اوپر اٹھا رہنا آیا ہے وہ اس کے معارض نہیں کیونکہ گاہے غلبۂ حیرت سے ویسا ہوگا اور گاہے غلبۂ ندامت سے ایسا ہوگا آگے کفار کے اس اغترار کا رد ہے کہ امہال عن العذاب کو اپنے مقبول ہونے کی دلیل سمجھتے تھے اور اس کے ضمن میں آپ کا تسلیہ بھی ہے۔

تزییف اغرار کفار بامہال عن العذاب مع تسلیۂ حضور پرنور: (یعنی جب ان کا مستحق عذاب ہونا اوپر کی آیتوں سے معلوم ہو چکا) تو مجھ کو اور جو اس کلام کو جھٹلاتے ہیں ان کو (اس حال موجودہ پر) رہنے دیجئے (یعنی عذاب کے توقف سے رنج نہ کیجئے) ہم ان کو بتدریج (جہنم کی طرف) لئے جا رہے ہیں اس طور پر کہ ان کو خبر بھی نہیں اور (دنیا میں عذاب نازل کر ڈالنے سے) ان کو مہلت دیتا ہوں بے شک میری تدبیر بڑی مضبوط ہے **(قدمر تفسیرہ فی آخر الاعراف** اور حاصل **ذرنی** کا بقول جار اللہ امر بتوکل واستکفاء ہے کیونکہ جو شخص کسی کو کسی کام کے لئے کافی سمجھتا ہے وہ اس کام کو اسی پر چھوڑ دیتا ہے آگے ان کے انکار نبوت پر تعجیب ہے)۔

تعجیب برانکار نبوت: کیا آپ ان سے کچھ معاوضہ مانگتے ہیں کہ وہ اس تاوان سے دبے جاتے ہیں (اس لئے آپ کی اطاعت سے نفرت ہے وہذا کقولہ تعالیٰ **ام تسئلھم خرجا**) یا ان کے پاس غیب (کا علم) ہے کہ یہ (اس کو محفوظ رکھنے کے واسطے) لکھ لیا کرتے ہیں (یعنی کیا ان کو احکام خداوندی خود کسی طریقہ سے معلوم ہو جاتے ہیں جس سے وہ اتباع صاحب وحی سے مستغنی ہیں اور ظاہر ہے کہ دونوں امر منفی ہیں پھر انکار نبوت عجیب ہے آگے آپ کا تسلیہ ہے)۔

تسلیۂ رسول ﷺ: (جب ان کا استحقاق عذاب اور کفر جو موجب استحقاق ہے معلوم ہو گیا اور یہ کہ ان کی مہلت استدراج ہے اور وقت موعود پر عذاب ہوگا) تو آپ اپنے رب کی (اس) تجویز پر صبر سے بیٹھے رہیے اور تنگ دلی میں) مچھلی (کے پیٹ میں جانے) والے پیغمبر یونس علیہ السلام) کی طرح نہ ہو جئے (کہ وہ عذاب نازل نہ ہونے سے تنگدل ہوئے اور کہیں چلے گئے جس کا قصہ کئی جگہ تھوڑا تھوڑا آ چکا ہے مضمون مقصود تشبیہ کا تو ختم ہو چکا آگے بطور تتمیم قصہ کے ارشاد ہے کہ وہ وقت بھی یاد کیجئے) جب کہ یونس (علیہ السلام) نے (اپنے رب سے) دعاء کی اور وہ غم سے گھٹ رہے تھے (یہ غم مجموعہ تھا کئی غموں کا ایک قوم کے ایمان نہ لانے کا ایک عذاب کے ٹل جانے کا ایک بلا اذن صریح حق تعالیٰ کے وہاں سے چلے آنے کا۔ ایک مچھلی کے پیٹ میں محبوس ہو جانے کا اور وہ دعاء یہ ہے: لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ [الأنبیاء: ۸۷] جس سے مقصود استغفار اور طلب نجات **عن الحبس** ہے چنانچہ اس پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا اور مچھلی کے پیٹ سے نجات ہوئی اسی کی نسبت ارشاد ہے کہ) اگر خداوندی احسان اُن کی دستگیری نہ کرتا تو وہ (جس میدان میں بدحالی کے ساتھ ڈالے جاتے (دستگیری سے مُراد قبول توبہ ہے اور بدحالی سے مُراد یہ کہ اُن کی اجتہادی غلطی پر منجانب اللہ ان کو ملامت ہوتی۔ حاصل اس کا اور آیت سورۂ صافات کا یہ ہے کہ اگر یہ توبہ واستغفار نہ کرتے تب تو شکم ماہی ہی سے نجات ہی نہ ہوتی کما قال **فلو لآ انہٗ کان الخ** اور توبہ واستغفار کرتے مگر اللہ تعالیٰ) قبول نہ فرماتا تو اُس توبہ واستغفار کی اس قدر دنیوی برکت تو ہوتی کہ شکم ماہی سے جنات ہو جاتی اور میدان میں جس طرح اب ڈالے گئے اسی طرح ڈالے جاتے لیکن اب کا

ڈالا جاتا غیر مذموم ہونے کی حالت میں ہوا تھا کیونکہ بعد قبول توبہ پھر خطا پر ملامت نہیں ہوتی اور اُس وقت مذموم ہونے کی حالت میں ہوتا) پھر ان کے رب نے اُن کو (اور زیادہ) برگزیدہ کرلیا اور اُن کو (زیادہ رُتبہ کے) صالحین میں سے کردیا (شاید اس تمیم قصہ سے یہ بھی مقصود ہو کہ اپنے اجتہاد پر عمل کرنا ان کو کیسا مُضر ہوا اور توکل کیسا نافع ہوا اسی طرح عذاب کے بارہ میں آپ بھی اپنی رائے سے استعجال نہ کیجئے بلکہ اللہ تعالیٰ پر توکل کیجئے کہ انجام بہتر ہوگا) اور (آگے آپ کی شان میں کفار کے اُس قول کا بطلان جس کا بُطلان شروع سورت میں بھی ہے یعنی مجنون کہنے کا بُطلان دوسرے انداز سے بیان فرماتے ہیں۔

دفع طعن جنون بطرز دیگر: (یعنی) یہ کافر جب قرآن سنتے ہیں تو (شدت عداوت سے) ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ گویا آپ کو اپنی نگاہوں سے پھسلا کر گرادیں گے (یہ ایک محاورہ ہے جیسے بولتے ہیں کہ فلاں شخص اس طرح دیکھتا ہے جیسے کھا جاوے گا **كما فى روح المعانى من قولهم نظر الى نظرا يكاد يصرعنى او يكاد ياكلنى** مطلب یہ کہ شدت عداوت سے آپ کو بُری بُری نگاہوں سے دیکھتے ہیں) اور (اسی عداوت سے آپ کی نسبت) کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) یہ مجنون ہیں حالانکہ یہ قرآن (جس کے ساتھ آپ تکلم فرماتے ہیں) تمام جہاں کے واسطے نصیحت ہے (اور مجنون آدمی کے متعلق ایسی اصلاح عام نہیں ہوسکتی اس میں تو جواب طعن جنون ظاہر ہے اور بیان عداوت سے بھی اُس طعن کی تزییف ہوگئی کیونکہ جس قول کا منشاء شدت عداوت ہو وہ قابل التفات نہیں)۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ : وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کی تفسیر میں منقول ہے **يرضى لرضاه ويسخط بسخطه** اس میں اشارہ ہوا تخلق باخلاق اللہ کی طرف کہ کمال اس کا فناء ہے اور اس کے قبل **ما انت بنعمة ربك** مجنون فرمانا اشارہ اس طرف ہے کہ سوء اخلاق ایک قسم کا جنون ہے ۱۲ قولہ تعالیٰ : وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ اس میں اخلاق ذمیمہ کے اصول مذکور ہیں تاکہ صاحب طریق ان سے بچے۔ قولہ تعالیٰ : يَوْمَ يُكْشَفُ عَن سَاقٍ ...... احادیث میں تصریح ہے کہ مراد ساق حق تعالیٰ کی ہے اور صوفیہ اس کو ظاہر پر محمول کر کے تجلی صوری کے جواز کے قائل ہوئے ہیں اور دوسرے علماء متشابہ کہتے ہیں۔ قولہ تعالیٰ : وَلَا تَكُن كَصَاحِبِ الْحُوتِ اس سے مستنبط ہوتا ہے کہ صاحب حال کا فعل صاحب مقام کے لئے اور صاحب مقام عالی کا فعل صاحب مقام اعلیٰ کے لئے احیاناً نقص ہوتا ہے اور اس سے منع کیا جاتا ہے۔ قولہ تعالیٰ : وَإِن يَكَادُ الَّذِينَ كَفَرُوا ...... اس میں دلالت ہے کہ اہل باطل میں بھی تصرفات ہوسکتے ہیں اور وہ ان سے اہل حق پر تاثیرات طبعیہ میں غالب آسکتے ہیں پس تاثیر نفسانی علامات ولایت سے نہیں۔

سورۃ ن ختم ہوئی ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله** فى لو تدهن کہ آپ اشارة الى ان لو مصدرية وحينئذ يكون قوله فيدهنون معطوفاً على تدهن ويجوز ان يكون لو للتمنى وقوله فيدهنون جوابه فيقدر قبله بعد الفاء هم فالجواب جملة اسمية لا فعلية والا لسقط نون الاعراب جوابا للتمنى ۱۲۔ ۲ **قوله** فى لو لا تسبحون اب توبہ الخ اشارة الى ان المقول مقدر ولو لا تسبحون ترغيب مستانف ويتايد بما فى الكبير ۱۲۔ ۳ **قوله** قبل اذ نادى وہ وقت بھی یاد کیجئے اشارة الى كون اذ ظرفية ويؤيده كون الوقف لازما عند العامة ويجوز على ما فى الروح ان يكون اذ منصوباً بمضاف محذوف اى لا يكن حالك كحاله وقت نداءه اى لا يوجد منك ماوجد منه من الزجر والمغاضبة وعليه يدور النهى لا على النداء فانه امر مستحسن ۱۲۔

اللغات: المفتون بمعنى الفتنة اى الجنون تدهن تلين ۱۲ الزنيم المتسلحق والدعى الخرطوم يطلق غالباً على انف الفيل والخنزير وفيه من التحقير ما لا يخفى لا يستثنون فى الروح قال الامام اصل الاستثناء من الثنى وهو الكف والرد وفى التقييد بالشرط رد لانعقاد ذلك اليمين الصريم فى القاموس ارض محصود زرعها ۱۲۔

سُوْرَةُ الْحَاۤقَّةِ

سُوْرَةُ الْحَاۤقَّةِ ۶۹ مَكِّيَّةٌ ۷۸ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ۵۲ رُكُوْعَاتُهَا ۲

سورۃ الحاقہ مکہ میں نازل ہوئی — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اس میں ۵۲ آیات اور ۲ رکوع ہیں

اَلْحَاۤقَّةُ ۝۱ مَا الْحَاۤقَّةُ ۝۲ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْحَاۤقَّةُ ۝۳ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ وَعَادٌۢ بِالْقَارِعَةِ ۝۴ فَاَمَّا ثَمُوْدُ فَاُهْلِكُوْا
بِالطَّاغِيَةِ ۝۵ وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۝۶ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ ۙ حُسُوْمًا ۙ
فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۝۷ فَهَلْ تَرٰى لَهُمْ مِّنْ بَاقِيَةٍ ۝۸ وَجَآءَ فِرْعَوْنُ
وَمَنْ قَبْلَهٗ وَالْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِ ۝۹ فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً ۝۱۰ اِنَّا لَمَّا طَغَا
الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِى الْجَارِيَةِ ۝۱۱ لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّتَعِيَهَاۤ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ۝۱۲ فَاِذَا نُفِخَ فِى الصُّوْرِ نَفْخَةٌ وَّاحِدَةٌ ۝۱۳
وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ۝۱۴ فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۝۱۵ وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِىَ
يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ ۝۱۶ وَّالْمَلَكُ عَلٰۤى اَرْجَآئِهَا ۭ وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ۝۱۷ يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا تَخْفٰى
مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ۝۱۸ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِىَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ هَاۤؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ۝۱۹ اِنِّىْ ظَنَنْتُ اَنِّىْ مُلٰقٍ
حِسَابِيَهْ ۝۲۰ فَهُوَ فِىْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝۲۱ فِىْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۝۲۲ قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ ۝۲۳ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْۤئًا بِمَاۤ اَسْلَفْتُمْ فِى
الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ۝۲۴ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِىَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِىْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ ۝۲۵ وَلَمْ اَدْرِ مَا
حِسَابِيَهْ ۝۲۶ يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ۝۲۷ مَاۤ اَغْنٰى عَنِّىْ مَالِيَهْ ۝۲۸ هَلَكَ عَنِّىْ سُلْطٰنِيَهْ ۝۲۹ خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ۝۳۰ ثُمَّ
الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ۝۳۱ ثُمَّ فِىْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ۝۳۲ اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ۝۳۳
وَلَا يَحُضُّ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝۳۴ فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ ۝۳۵ وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ غِسْلِيْنٍ ۝۳۶ لَّا يَاْكُلُهٗۤ
اِلَّا الْخَاطِئُوْنَ ۝۳۷ فَلَاۤ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ ۝۳۸ وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ ۝۳۹ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۝۴۰ وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ
شَاعِرٍ ۭ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ۝۴۱ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝۴۲ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۴۳ وَلَوْ

تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ ﴿۴۴﴾ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ﴿۴۵﴾ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ ﴿۴۶﴾ فَمَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ ﴿۴۷﴾ وَإِنَّهُ لَتَذْكِرَةٌ لِلْمُتَّقِينَ ﴿۴۸﴾ وَإِنَّا لَنَعْلَمُ أَنَّ مِنْكُمْ مُكَذِّبِينَ ﴿۴۹﴾ وَإِنَّهُ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكَافِرِينَ ﴿۵۰﴾ وَإِنَّهُ لَحَقُّ الْيَقِينِ ﴿۵۱﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ﴿۵۲﴾

وہ ہونے والی چیز کیسی کچھ ہے وہ ہونے والی چیز اور آپ کو کچھ خبر ہے کہ کیسی کچھ ہے وہ ہونے والی چیز (یہ استفہامات تہویل کے لئے ہیں) ثمود اور عاد نے اس کھڑ کھڑانے والی چیز (یعنی قیامت) کی تکذیب کی سو ثمود تو ایک زور کی آواز سے ہلاک کر دیئے گئے اور عاد جو تھے سو وہ ایک تند و تیز ہوا سے ہلاک کئے گئے جس کو اللہ تعالیٰ نے ان پر سات رات اور آٹھ دن متواتر مسلط کر دیا تھا (سوائے مخاطب اگر) تو (اس وقت وہاں موجود ہوتا تو) اس قوم کو اس طرح گرا ہوا دیکھتا کہ گویا وہ گری ہوئی کھجوروں کے تنے (پڑے) ہیں سو کیا تجھ کو ان میں کا کوئی بچا ہوا نظر آتا ہے (یعنی بالکل استیصال ہو گیا) اور (اسی طرح) فرعون نے اور اس سے پہلے لوگوں نے اور (قوم لوط کی) الٹی ہوئی بستیوں نے بڑے بڑے قصور کئے (یعنی کفر و شرک) اس پر ان کے پاس رسول بھیجے گئے سو انہوں نے اپنے رب کا کہنا نہ مانا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت سخت پکڑا (یعنی) ہم نے جبکہ (نوح علیہ السلام کے وقت میں) پانی کی طغیانی ہوئی تم کو کشتی میں سوار کیا (اور باقیوں کو غرق کر دیا) تاکہ ہم معاملہ کو تمہارے لئے یادگار اور عبرت بنائیں اور یاد رکھنے والے اس کو یاد رکھیں۔ پھر جب صور میں یک بارگی پھونک ماری جائے گی (مراد نفخہ اولیٰ ہے) اور (اس وقت) زمین اور پہاڑ (اپنی جگہ سے اٹھا لئے جائیں گے پھر دونوں ایک ہی دفعہ میں ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے تو اس روز ہونے والی چیز ہو پڑے گی اور آسمان پھٹ جائے گا اور وہ (آسمان) اس روز بالکل بودا ہو گا اور فرشتے (جو آسمان پر پھیلے ہوئے ہیں) اس کے کنارے پر آ جائیں گے اور آپ کے پروردگار کے عرش کو اس روز آٹھ فرشتے اپنے اوپر اٹھائیں گے جس روز (خدا کے روبرو حساب کے واسطے) تم پیش کئے جاؤ گے (اور) تمہاری کوئی بات (اللہ تعالیٰ سے) پوشیدہ نہ ہو گی۔ تو پہلے ہی سے اعتقاد تھا کہ مجھ کو میرا حساب پیش آنے والا ہے غرض وہ شخص پسندیدہ عیش یعنی بہشت بریں میں ہو گا جس کے میوے (اس قدر) جھکے ہوں گے (کہ جس حالت میں چاہیں گے لے سکیں گے اور حکم ہو گا کہ) کھاؤ اور پیو مزے کے ساتھ ان اعمال کے صلہ میں جو تم نے گزشتہ ایام (یعنی زمانہ قیام دنیا) کئے ہیں اور جس کا نامہ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا سو وہ (نہایت حسرت سے) کہے گا کیا ہوتا کہ مجھ کو میرا نامہ اعمال ہی نہ ملتا اور مجھ کو یہ خبر ہی نہ ہوتی کہ میرا حساب کیا ہے کیا اچھا ہوتا کہ (موت اولیٰ) ہی خاتمہ کر چکتی (افسوس) میرا مال میرے کچھ کام نہ آیا میرا جاہ (بھی) مجھ سے گیا گزرا (ایسے شخص کے لئے فرشتوں کو حکم ہو گا کہ) اس شخص کو پکڑ لو اور اس کے طوق پہنا دو پھر دوزخ میں اس کو داخل کر دو پھر ایک ایسی زنجیر میں جس کی پیمائش ستر گز ہے اس کو جکڑ دو۔ یہ شخص خدائے بزرگ و برتر پر ایمان نہ رکھتا تھا اور خود تو کسی کو کیا دیتا اوروں کو (بھی) غریب آدمی کے کھانے کی ترغیب نہ دیتا تھا (اس لئے مستحق عذاب ہوا) سو آج اس شخص کا نہ کوئی دوستدار ہے نہ اس کو کوئی کھانے کی چیز نصیب ہے بجز زخموں کے دھوون کے جس کو بجز بڑے گنہگاروں کے کوئی نہ کھاوے گا۔ پھر (بعد یہ یہ مضمون مجازاۃ کے) میں قسم کھاتا ہوں ان چیزوں کی بھی جن کو تم دیکھتے ہو اور ان چیزوں کی بھی جن کو تم نہیں دیکھتے کہ یہ قرآن (اللہ تعالیٰ کا) کلام ہے ایک معزز فرشتے کا لایا ہوا (پس جس پر آیا وہ ضرور رسول ہے) اور کسی شاعر کا کلام نہیں ہے (جیسا کہ کفار آپ کو شاعر کہتے تھے مگر) تم بہت کم ایمان لاتے ہو اور نہ یہ کسی کاہن کا کلام ہے (جیسا بعض کفار آپ کو کہتے تھے) تم بہت کم سمجھتے ہو رب العالمین کی طرف سے بھیجا ہوا (کلام ہے) اور اگر یہ (پیغمبر) ہمارے ذمہ کچھ (جھوٹی) باتیں لگا دیتے تو ہم ان کا داہنا ہاتھ پکڑتے پھر ہم ان کی رگ دل کاٹ ڈالتے پھر تم میں سے کوئی ان کا اس سزا سے بچانے والا بھی نہ ہوتا اور بلاشبہ یہ (قرآن) متقیوں کے لئے نصیحت ہے اور ہم کو معلوم ہے کہ تم میں بعضے تکذیب کرنے والے بھی ہیں (پس) ہم ان کو اس کی سزا دیں گے اور (اس اعتبار سے) یہ قرآن کافروں کے حق میں موجب حسرت ہے اور یہ (قرآن) تحقیقی یقینی بات ہے سو (جس کا یہ کلام ہے) اپنے (اس) عظیم الشان پروردگار کے نام کی تسبیح کیجئے۔

تفسیر: سورة الحاقه مكية وهى اثنتان وخمسون آيات كذا فى البيضاوى۔

ربط: اوپر کی سورت میں اثبات رسالت کے ساتھ کفار کی مجازات کا بیان تھا اس سورت میں مجازات کی تحقیق اور اس کا وقت اور واقعات مذکور ہیں اور ختم پر حقانیت قرآن کا بیان ہے مجازات کی بھی تقریر و تحقیق ہے کیونکہ قرآن اس پر بھی دال ہے اور صدق دلیل سے صدق مدلول لازم و نیز سورت گزشتہ کے مضمون رسالت سے بھی مناسب ہے۔

تحقیق قیامت و وخامت انکار آں و بعض واقعات او وحقیت قرآن:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ اَلْحَاقَّةُ ﴿۱﴾ مَا الْحَاقَّةُ ﴿۲﴾ (الی قولہ تعالی) فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ﴿۵۲﴾ ۔ وہ ہونے والی چیز کیسی کچھ ہے وہ ہونے والی چیز اور آپ کو کچھ خبر ہے کہ کیسی کچھ ہے وہ ہونے والی چیز (مقصود اس سے تفظیع شان قیامت ہے کہ وہ سخت ہولناک چیز ہے یہ استفہامات تہویل کے لئے ہیں) ثمود

اور عاد نے اس کھڑکھڑانے والی چیز (یعنی قیامت) کی تکذیب کی سوثمود تو ایک زور کی آواز سے ہلاک کردیئے گئے اور عاد جو تھے سو وہ ایک تیز و تند ہوا سے ہلاک کئے گئے جس کو اللہ تعالیٰ نے اُن پر سات رات اور آٹھ دن متواتر مسلّط کردیا تھا سو (اے مخاطب اگر) تو (اُس وقت وہاں موجود ہوتا تو) اُس قوم کو اس طرح گرا ہوا دیکھتا کہ گویا وہ گری ہوئی کھجوروں کے تنے (پڑے) ہیں (لطول قامتهم) سو کیا تجھ کو ان میں کا کوئی بچا ہوا نظر آتا ہے (یعنی بالکل استیصال ہو گیا کقولہ تعالیٰ: هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا [مریم: ۹۸]) اور (اسی طرح) فرعون نے اور اُس سے پہلے لوگوں نے (جن میں قوم نوح و عاد و ثمود سب آ گئے) اور (قوم لوط کی) اُلٹی ہوئی بستیوں نے بڑے بڑے قصور کئے (یعنی کفر و شرک اس پر اُن کے پاس رسول بھیجے گئے) سو انہوں نے اپنے رب کے رسول کا (جو اُن کی طرف بھیجا گیا تھا) کہنا نہ مانا (اور کفر و شرک سے باز نہ آئے جس میں تکذیب قیامت بھی داخل ہے) تو اللہ تعالیٰ نے اُن کو بہت سخت پکڑا (جن میں سے عاد و ثمود کا قصہ تو ابھی آ چکا ہے اور قوم لوط کی عقوبت کی طرف بھی لفظ مؤتفکات اشارہ کر رہا ہے اور فرعون کی عقوبت بہت آیتوں میں آئی ہے اور قوم نوح کی عقوبت آگے بضمن امتنان مذکور ہے یعنی) ہم نے جب کہ (نوح علیہ السلام) کے وقت میں) پانی کو طغیانی ہوئی تم کو (یعنی تمہارے بزرگوں کو کہ مؤمن تھے اور ان کا انجاء تمہارے وجود کا سبب ہوا) کشتی میں سوار کیا (اور باقیوں کو غرق کردیا) تاکہ ہم اس معاملہ کو تمہارے لئے ایک یادگار (اور عبرت) بناویں اور یاد رکھنے والے کان[1] اُس کو یاد رکھیں (کان کو یاد رکھنے والا مجازاً کہہ دیا حاصل یہ کہ اُس کو یاد رکھ کر موجبات عقوبت سے بچیں۔ یہ قصے تو مکذبین قیامت کے ہوئے آگے قیامت کے اہوال کا بیان ہے یعنی) پھر جب صور میں یک بارگی پھونک ماردی جاوے گی (مراد نفخۂ اولیٰ ہے) اور (اُس وقت) زمین اور پہاڑ (اپنی جگہ سے) اُٹھا لئے جاویں گے (یعنی اپنی حیز سے ہٹا دیئے جاویں گے) پھر دونوں ایک ہی دفعہ میں ریزہ ریزہ کردیئے جاویں گے تو اس روز وہ ہونے والی چیز ہو پڑے گی اور آسمان پھٹ جاوے گا اور وہ (آسمان) اُس روز بالکل بودا ہوگا (چنانچہ پھٹ جانا دلیل ضعف ہے یعنی جیسا اس وقت وہ مضبوط ہے اور اُس میں کہیں فطور و شقوق نہیں اُس روز اُس میں یہ بات نہ رہے گی بلکہ ضعف و انشقاق ہو جاوے گا) اور فرشتے[2] (جو آسمان میں پھیلے ہوئے ہیں جس وقت وہ پھٹنا شروع ہوگا) اُس کے کناروں پر آ جاویں گے (اس سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ آسمان بیچ میں سے پھٹ کر چاروں طرف سمٹنا شروع ہوگا اس لئے فرشتے بھی بیچ میں سے کناروں پر آ رہیں گے پھر حسب آیت: فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ ...... [الزمر: ۶۸] ان پر بھی موت مسلط ہو جاوے گی كذا في الكبير احد الوجهين اور یہ سب واقعات تو نفخۂ اولیٰ کے وقت کے ہیں) اور آگے نفخۂ ثانیہ کے وقت کے واقعات ہیں کہ) آپ کے پروردگار کے عرش کو اس روز آٹھ فرشتے اٹھائے ہوں گے (حدیث میں ہے کہ اب عرش کو چار فرشتے اٹھائے ہوئے ہیں قیامت کو آٹھ فرشتے اٹھاویں گے كذا في الدر مرفوعاً۔ اگر وسوسہ ہو کہ اذا نفخ میں نفخۂ اولیٰ مراد ہے اور يومئذ اس کا بدل ہے اور وَقَعَتِ مع اپنے معطوفات کے اس میں عامل ہے تو اس بناء پر لازم آتا ہے کہ حمل عرش اور مابعد کے واقعات جیسے تعرضون الخ یہ سب بھی نفخۂ اولیٰ کے وقت ہوں تو اس وسوسہ کا دفع یہ ہے کہ اس لازم کا ہم التزام کرتے ہیں اور توجیہ اس کی یہ ہوگی کہ یوم قیامت ایک وسیع وقت ہے اور اس کے سب اجزاء حکماً مثل وقت واحد کے ہیں اس لئے نفخۂ ثانیہ کے واقعات کا ظرف نفخۂ اولیٰ کو بنا بر تجوز مذکور کہہ سکتے ہیں۔ غرض آٹھ فرشتے عرش کو اٹھا کر میدان قیامت میں لاویں گے اور حساب شروع ہوگا جس کا آگے بیان ہے یعنی) جس روز تم (خدا کے روبرو حساب کے واسطے) پیش کئے جاؤ گے (اور) تمہاری کوئی بات (اللہ تعالیٰ سے) پوشیدہ نہ ہوگی پھر (نامۂ اعمال اڑا کر ہاتھ میں دیئے جاویں گے تو) جس شخص کا نامۂ عمل اس کے داہنے ہاتھ میں دیا جاوے گا وہ تو (خوشی کے مارے آس پاس والوں سے) کہے گا کہ لو میرا نامۂ اعمال پڑھ لو میرا (تو پہلے ہی سے) اعتقاد تھا کہ مجھ کو میرا حساب پیش آنے والا ہے (یعنی میں قیامت و حساب کا معتقد تھا مطلب یہ کہ میں ایمان و تصدیق رکھتا تھا خدا تعالیٰ نے اس کی برکت سے آج مجھ کو نوازا) غرض وہ شخص پسندیدہ عیش یعنی بہشت بریں میں ہوگا جس کے میوے (اس قدر) جھکے ہوں گے (کہ جس حالت میں چاہیں گے لے سکیں گے اور حکم ہوگا) کہ کھاؤ اور پیو مزہ کے ساتھ ان اعمال کے صلہ میں جو تم نے بامید صلہ[3] گذشتہ ایام (یعنی زمانۂ قیام دنیا) میں کئے ہیں اور جس کا نامۂ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جاوے گا سو وہ (نہایت حسرت سے) کہے گا کیا اچھا ہوتا کہ مجھ کو میرا نامۂ عمل ہی نہ ملتا اور مجھ کو یہ خبر ہی نہ ہوتی کہ میرا حساب کیا ہے کیا اچھا ہوتا کہ موت (اولیٰ) ہی خاتمہ کر چکتی (اور بعث نہ ہوتا جس پر اعطائے کتاب و حساب مرتب ہوا افسوس) میرا مال میرے کچھ کام نہ آیا میرا جاہ (بھی) مجھ سے گیا گذرا یعنی مال و جاہ سب بے سود ٹھہرا ایسے شخص کے لئے فرشتوں کو حکم ہوگا کہ) اس شخص کو پکڑو اور اس کے طوق پہنا دو پھر دوزخ میں اس کو داخل کرو پھر ایک ایسی زنجیر میں جس کی پیمائش ستر۷۰ گز ہے اس کو جکڑ دو (اس گز کی مقدار خدا کو معلوم ہے کیونکہ یہ گز وہاں کا ہوگا۔ آگے اس عذاب کی وجہ بتلاتے ہیں کہ) یہ شخص خدائے بزرگ پر ایمان نہ رکھتا تھا (یعنی جس طرح ایمان لانا حسب تعلیم انبیاء ضروری تھا وہ ایمان نہ رکھتا تھا) اور (خود تو کسی کو کیا دیتا اوروں کو بھی) غریب آدمی کے کھلانے کی ترغیب نہ دیتا تھا (یہاں اطعام اور حض سے مراد مرتبۂ واجبہ ہے اور اس کے ترک سے مراد وہ ترک جس کا سبب عدم

ایمان ہو۔ حاصل یہ کہ خدا کی عظمت اور مخلوق کی شفقت جو اصل عبادات متعلقہ حقوق اللہ وحقوق العباد ہیں یہ دونوں کا تارک اور منکر تھا اس لئے مستحق عذاب ہوا) سو آج اس شخص کا نہ کوئی دوست دار ہے اور نہ اس کو کوئی کھانے کی چیز نصیب ہے بجز زخموں کے دھوون کے (یعنی بجز ایک ایسی چیز کے جو کراہت وصورت میں مثل غسلین کے ہوگا اور یہ حصر اضافی ہے اور مقصود اس سے نفی ہے اطعمۂ مرغوبہ کی ورنہ زقوم وغیرہ کا ہونا خود آیات سے ثابت ہے غرض اُن کا طعام غسلین ہو گا) جس کو بجز بڑے گنہگاروں کے کوئی نہ کھاوے گا (آگے قرآن کی حقانیت ارشاد فرمائی جاتی ہے جو ناطق ہے مجازات مذکورہ بالا کے ساتھ اور اُس کی تکذیب بھی موجب تعذیب مذکور ہے۔

اثبات حقیت قرآن ورسالت: پھر (بعد بیان مضمون مجازات کے) میں قسم کھاتا ہوں اُن چیزوں کی بھی جن کو تم دیکھتے ہو اور اُن چیزوں کی بھی جن کو تم نہیں دیکھتے (کیونکہ بعض مخلوقات بالفعل یا بالقوہ مدرک بالبصر ہیں اور بعض مخلوقات بالفعل یا بالقوہ مدرک بالبصر نہیں اس قسم کو مقصود سے ایک خاص مناسبت ہے کہ قرآن مجید کا لانے والا انظر نہ آتا تھا اور جن پر قرآن آتا تھا وہ نظر آتے تھے یعنی تمام مخلوق کی قسم ہے) کہ قرآن (اللہ کا) کلام ہے ایک معزز فرشتہ کا لایا ہوا (پس جس پر آیا وہ ضرور رسول ہے) اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں ہے (جیسا کفار آپ کو شاعر کہتے تھے مگر) تم بہت کم ایمان لاتے ہو (یہاں قلت سے مراد عدم ہے) اور نہ یہ کسی کاہن کا کلام ہے (جیسا بعض کفار آپ کو کہتے تھے مگر) تم بہت کم سمجھتے ہو (یہاں بھی قلت سے مراد عدم ہے غرض یہ نہ شعر ہے نہ کہانت ہے بلکہ) رب العالمین کی طرف سے بھیجا ہوا (کلام) ہے اور (آگے اس کی حقانیت کی ایک دلیل عقلی ارشاد ہوتی ہے کہ) اگر یہ (پیغمبر) ہمارے ذمہ کچھ (جھوٹی) باتی لگا دیتے (یعنی جو کلام ہمارا نہ ہوتا اس کو ہمارا کلام کہتے اور جھوٹا دعویٰ نبوت کا کرتے) تم ہم ان کا داہنا ہاتھ پکڑتے پھر ہم ان کی رگ دل کاٹ ڈالتے پھر تم میں کوئی ان کا اس سزا سے بچانے والا بھی نہ ہوتا (رگ دل کاٹنے سے آدمی مرجاتا ہے مراد اس سے قتل ہے اور سورۂ ق میں جان کو رگ گردن سے تعبیر فرمایا اور یہاں رگ دل سے جس سے ظاہراً مراد شرائین ہیں جن کا منبت قلب ہے۔ بات یہ ہے کہ اسی رگ قلب کی شاخیں گردن تک بھی پہنچی ہیں پس دونوں تعبیروں کا حاصل ایک ہی ہے اور اگر وہ مراد ہوں جن کا منبت کبد ہے اور وہ دل میں سے ہو کر بدن میں پھیل گئی ہیں اور اس لئے اُس کو رگ دل کہہ دیا ہو تو اُس کی شاخ بھی گردن میں گئی ہے اور قاعدہ ہے کہ قتل کے وقت جلاد ایک ہاتھ سے مجرم کا ہاتھ پکڑتا ہے اور دوسرے ہاتھ سے گردن مارتا ہے اور چونکہ قتل کرتا ہے داہنے ہاتھ سے تو مجرم کا ہاتھ پکڑے گا بائیں ہاتھ سے اور اُس کے بائیں ہاتھ کے مقابل مجرم کا داہنا ہاتھ ہوگا تو وہی پکڑا جاوے گا اور یہ کنایہ ہے اماتت سے نفساً یا حجۃً یعنی جھوٹا مدعی نبوت مؤید بالحجۃ نہیں ہوتا بلکہ یا ہلاک ہوتا ہے یا ظہور کذب سے رُسوا و ذلیل ہوتا ہے پس مطلق اماتت کو اخذ یمین قطع وتین سے تشبیھاً تعبیر فرما دیا گیا کما فی الخازن فکان کمن قطع وتینہ) اور بلاشبہ یہ قرآن متقیوں کے لئے نصیحت ہے (یعنی فی نفسہٖ حق ہونا اُس کی صفت کمالیہ ذاتیہ ہے اور موجب نصیحت ہونا اُس کی صفت کمالیہ اضافیہ ہے) اور (آگے مکذبین کی وعید ہے کہ) ہم کو معلوم ہے کہ تم میں سے بعضے تکذیب کرنے والے بھی ہیں (پس ہم اُن کو اس کی سزا دیں گے) اور (اس اعتبار سے) یہ قرآن کافروں کے حق میں موجب حسرت ہے (کیونکہ اُن کے لئے بواسطہ تکذیب سبب تعذیب ہو گیا) اور یہ قرآن تحقیقی یقینی بات ہے سو (جس کا یہ کلام ہے) اپنے (اُس) عظیم الشان پروردگار کے نام کی تسبیح (وتحمید) کیجئے (وقد مر فی الواقعة)۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا ...... اسی طرح مدعی ولایت ہلاک کیا جاتا ہے مگر نبوت ایک امر ظاہر ہے اس کا مدعی کاذب ظاہراً بھی ہلاک ہوتا ہے اور ولایت امر باطنی ہے اس کا مدعی کاذب باطناً ہلاک ہوتا ہے جس کو اہل باطن ادراک کرتے ہیں اُس کے آثار ظلمات وخذلان ہیں پس جب اہل اللہ کو کسی مدعی سے نفور دیکھو اس سے بچو۔ سورۃ الحاقہ تمام ہوئی۔

الحواشی: (۱) اذن ہر چند کہ مفرد ہے لیکن چونکہ نکرہ قرائن مقام سے گاہے اثبات میں بھی عام ہو جاتا ہے یہ ترجمہ اس پر مبنی ہے کما فی قولہ تعالیٰ ولتنظر نفس ما قدمت لغد وقولہ تعالیٰ علمت نفس ما احضرت ۱۲ منہ۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله فی الملك فرشتے فيه اشارة الى انه للجنس ۱۲ ۲ قوله فی ما اسلفتم بامیدصلہ الخ اشار به الی معنی الاسلاف وهو تقديم ما ترجو ان يعود عليك بخير ۱۲۔

اللغات: طاغية ای الواقعة المجاوزة للحد وهر الصيحة عاتية شديدة العطف والعتو فی الاصل مجاوزة الحد حسوما متتابعات من حسمت الدابة اذا تابعت كيها على الدا وكرة بعد اخرى فهو مجاز مرسل من استعمال المقيد فی الطلق خاوية ساقطة او خالية باقية نفس باقية هاؤم اسم لفعل خذ۔ صلوه من التصلية بمعنى الادخال فاسلكوه ادخلوه وهو ان تلف على جسده وتلوى عليه من جميع جهاته فيبقى لا يتحرك ۱۲۔ قوله طعام المسكين اسم لا طعام كالعطاء بمعنى الاعطاء كذا فی الروح غسلين ما يجرى من

الجراح اذا غسلت الوتين عرق فى القلب اذا انقطع مات صاحبه كذا فى القاموس وفى الروح عن مجاهد انه الحبل الذى فى الظهر وهو النخاع وقال الكلبى عرق بين العلياء وهى عصب العنق والحلقوم وقيل عرق غليظ تصادفه شفرة الناحر۱۲۔

اَلنَّحْوُ : قوله الحاقة مبتدأ ما الحاقة مبتدأ وخبر ثم المجموع خبر للبمتدأ الاول وقال جار الله فى قوله تعالیٰ ما ادراك ما الحاقة ما فى موضع الرفع على الابتداء وادراك معلق عنه لتضمنه معنى الاستفهام۱۲۔ قوله يٰليتها اى الموتة الاولیٰ۱۲۔ قوله فلا اقسم الفاء للتعقيب الذكرى قوله فما منكم الخ فى اعراب القرآن من زائدة واحد مبتدأ ومنكم حال عنه وحاجزين خبر جمع حاجزين على معنى احد (لكونه فى سياق النفى) وجر على لفظه آه ملخصا۱۲۔

اَلْبَلَاغَۃُ : نفخة واحدة قال ابو السعود انما حسن اسناد الفعل الى المصدر لتقييده وحسن تذكيره للفعل آه واما تقييده بالواحدة فلما ان دلالة النفخة على المرة مقصودة والدلالة على النفخ اتفاقية وحدوث الامر العظيم بها وعلى عقبها انما استعظم من حيث وقوع النفخ مرة واحدة لا من حيث انه نفخ فنبه على ذلك بقوله سبحانه واحدة كذا فى الروح۱۲۔ قوله تؤمنون وتذكرون ذكر الايمان مع نفى الشاعرية والتذكر مع نفى الكاهنية لما ان عدم مشابهة القرآن للشعر امر ظاهر لان مضامين القرٰان محققة والاشعار متخيلة فلا يحتاج الى التامل بخلاف الكهانة فانه قد يكون فيها ايضًا امور محققة واخبار آتية فيحتاج فى الفرق بينها وبين القرآن الى التامل۔

سُوْرَةُ الْمَعَارِج

سُوْرَةُ الْمَعَارِجِ ۷۰ مَكِّيَّةٌ ۷۹ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ۴۴ — رُكُوْعَاتُهَا ۲

سورۃ المعارج مکہ میں نازل ہوئی — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اس میں ۴۴ آیات اور ۲ رکوع ہیں

سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۝۱ لِّلْكٰفِرِيْنَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ ۝۲ مِّنَ اللّٰهِ ذِي الْمَعَارِجِ ۝۳ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ۝۴ فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيْلًا ۝۵ اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا ۝۶ وَّنَرٰىهُ قَرِيْبًا ۝۷ يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ ۝۸ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ۝۹ وَلَا يَسْئَلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا ۝۱۰ يُّبَصَّرُوْنَهُمْ ۭ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍۭ بِبَنِيْهِ ۝۱۱ وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِيْهِ ۝۱۲ وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُـْٔوِيْهِ ۝۱۳ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ ثُمَّ يُنْجِيْهِ ۝۱۴ كَلَّا ۭ اِنَّهَا لَظٰى ۝۱۵ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى ۝۱۶ تَدْعُوْا مَنْ اَدْبَرَ وَتَوَلّٰى ۝۱۷ وَجَمَعَ فَاَوْعٰى ۝۱۸ اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ۝۱۹ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوْعًا ۝۲۰ وَّاِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوْعًا ۝۲۱ اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ ۝۲۲ الَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ ۝۲۳ وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ ۝۲۴ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ ۝۲۵ وَالَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۝۲۶ وَالَّذِيْنَ هُمْ مِّنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُّشْفِقُوْنَ ۝۲۷ اِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَاْمُوْنٍ ۝۲۸ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۝۲۹ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝۳۰ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝۳۱ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۝۳۲ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِشَهٰدٰتِهِمْ قَآئِمُوْنَ ۝۳۳ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝۳۴ اُولٰٓئِكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ۝۳۵ ع فَمَالِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قِبَلَكَ مُهْطِعِيْنَ ۝۳۶ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِيْنَ ۝۳۷ اَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُّدْخَلَ جَنَّةَ نَعِيْمٍ ۝۳۸ كَلَّا ۭ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا يَعْلَمُوْنَ ۝۳۹ فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ ۝۴۰ عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ ۙ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ۝۴۱ فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ۝۴۲ يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ

سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ ۝ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۭ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ۝

ایک درخواست کرنے والا (براہ انکار) اس عذاب کی درخواست کرتا ہے جو کہ کافروں پر واقع ہونے والا ہے (اور) جس کا کوئی دفع کرنے والا نہیں (اور) یہ اللہ کی طرف سے واقع ہوگا جو کہ سیڑھیوں کا (یعنی آسمانوں کا) مالک ہے (جن سیڑھیوں سے) فرشتے اور (اہل ایمان کی) روحیں اس کے پاس چڑھ کر جاتی ہیں اور وہ عذاب ایسے دن ہوگا جس کی مقدار دنیا کے پچاس ہزار سال کی (برابر) ہے سو آپ (ان کی مخالفت پر) صبر کیجئے اور صبر بھی ایسا جس میں شکایت کا نام نہ ہو یہ لوگ اس دن کو (بوجہ اعتقاد نفی کے دقوع سے) عید دیکھ رہے ہیں اور ہم اس کو (وقوع سے) قریب دیکھ رہے ہیں۔ وہ عذاب اس دن واقع ہوگا جس دن کہ آسمان تلچھٹ کی طرح ہو جائے گا اور (اس روز) پہاڑ رنگین اون کی طرح (جو کہ دھنی ہوئی ہو) ہو جائیں گے (یعنی اڑتے پھریں گے اور اس دن) کوئی دوست کسی دوست کو نہ پوچھے گا باوجود یکہ ایک دوسرے کو دکھا بھی دیئے جائیں گے (اور اس روز) مجرم (یعنی کافر) اس بات کی تمنا کرے گا کہ اس روز کے عذاب سے چھوٹنے کے لئے اپنے بیٹیوں کو اور بیوی کو اور بھائی کو اور کنبہ کو جن میں وہ رہتا تھا اور تمام اہل زمین کو اپنے فدیہ میں دے دے پھر یہ (فدیہ میں دینا) اس کو (عذاب سے) بچالے یہ ہرگز نہ ہوگا (بلکہ) وہ آگ ایسی شعلہ زن ہے جو کھال (تک) اتار دے گی اور وہ اس شخص کو خود بلائے گی جس نے (دنیا میں حق سے) پیٹھ پھیر لی ہوگی اور اطاعت سے بے رخی کی ہوگی اور جمع کیا ہوگا پھر اس کو اٹھا رکھا ہوگا۔ انسان کم ہمت پیدا ہوا ہے (یعنی) جب اس کو تکلیف پہنچتی ہے تو (حد اباحت سے زیادہ) جزع فزع کرتا ہے اور جب اس کو فارغ البالی ہوتی ہے تو (حقوق ضروریہ سے) بخل کرنے لگتا ہے مگر وہ نمازی (یعنی مومن) جو اپنی نماز پر برابر توجہ رکھتے ہیں اور جن لوگوں کے مالوں میں سوالی اور بے سوالی سب کا حق ہے اور قیامت کے دن کا اعتقاد رکھتے ہیں اور جو اپنے پروردگار کے عذاب سے ڈرنے والے ہیں (اور) واقعی ان کے رب کا عذاب بے خوف ہونے کی چیز نہیں (یہ جملہ معترضہ کے طور پر ہے) اور جو اپنی شرمگاہوں کو حرام سے محفوظ رکھنے والی ہیں لیکن اپنی بیویوں سے یا اپنی (شرعی لونڈیوں سے حفاظت نہیں کرتے) کیونکہ ان پر (اس میں) کوئی الزام نہیں ہاں جو اس کے علاوہ اور جگہ شہوت رانی کا طلب گار ہو ایسے لوگ حد (شرعی) نکلنے والے ہیں اور جو اپنی (سپردگی میں لی ہوئی امانتوں اور اپنے عہد کا خیال رکھنے والے ہیں اور جو اپنی گواہیوں کو ٹھیک ٹھیک ادا کرتے ہیں اور جو اپنی (فرض) نمازوں کی پابندی کرتے ہیں (بس) ایسے لوگ بہشتوں عزت سے داخل ہوں گے۔ تو کافروں کو کیا ہو گیا ہے کہ (ان مضامین کی تکذیب کرنے کے لئے) آپ کی طرف کو داہنے اور بائیں سے جماعتیں بن بن کر دوڑے آرہے ہیں کیا ان میں ہر شخص ہوس رکھتا ہے کہ وہ آسائش کی جنت میں داخل کر لیا جائے گا یہ ہرگز نہ ہوگا ہم نے ان کو ایسی چیز سے پیدا کیا جس کی ان کو خبر بھی ہے پھر (دوسرے طور پر وقوع قیامت کے لئے) میں قسم کھاتا ہوں مشرقوں اور مغربوں کے مالک کی کہ ہم اس پر قادر ہیں کہ (دنیا ہی میں) ان کی جگہ ان سے بہتر لوگ لے آئیں (یعنی پیدا کر دیں) اور ہم (اس سے) عاجز نہیں ہیں تو آپ ان کو اسی شغل اور تفریح میں رہنے دیجئے یہاں تک کہ ان کو اپنے اس دن سے سابقہ واقع ہو جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے جس دن یہ قبروں سے نکل کر اس طرح دوڑیں گے جیسے کسی پرستش گاہ کی طرف دوڑے جاتے ہیں (اور) ان کی آنکھیں (مارے شرمندگی کے) نیچے کو جھکی ہوں گی (اور) ان پر ذلت چھائی ہوگی (بس) یہ ہے کہ ان کا وہ دن جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا تھا (جو کہ اب واقع ہوا)۔

تفسیر: **سورة المعارج مكية وهي اربع واربعون اية** ۔ **ربط:** اس میں بھی مثل سورۂ حاقہ کے مجازات کا اور بعض اعمال موجبہ مجازات کا بیان ہے۔

مجازاۃ و بعض موجبات آن: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۝ (الی قولہ تعالی) ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ۝۔

وقوع وواقعات قیامت: ایک[1] درخواست کرنے والا (براہ انکار) اُس عذاب کی درخواست کرتا ہے جو کہ کافروں پر واقع ہونے والا ہے (اور) جس کا کوئی دفع کرنے والا نہیں (اور) جو اللہ کی طرف سے واقع ہوگا جو کہ سیڑھیوں کا (یعنی آسمانوں کا) مالک ہے (جن سیڑھیوں سے) فرشتے اور (اہل ایمان کی) روحیں اُس کے پاس چڑھ کر جاتی ہیں (اس کے پاس سے مراد یہ ہے کہ عالم بالا میں جو موقع ان کے عروج کا منتہا مقرر کیا گیا ہے اور چونکہ اُس عروج کا راستہ آسمان ہیں اس لئے اُن کو معارج فرمایا اور وہ عذاب) ایسے دن میں (واقع) ہوگا جس کی مقدار (دنیا کے) پچاس ہزار سال (کے برابر) ہے (مراد قیامت کا دن ہے کہ کچھ امتداد سے کچھ اشتداد سے کفار کو اس قدر طول محسوس ہوگا اور چونکہ حسب تفاوت مراتب کفر اشتداد میں تفاوت ہوگا اس لئے ایک آیت میں **كالف سنة** آیا ہے اور کافروں کی تخصیص اس لئے کی کہ حدیث میں ہے کہ مؤمن کو وہ دن اس قدر ہلکا معلوم ہوگا جیسے فرض نماز پڑھ لیتا ہے **كذا فى الدر عن ابى سعيد مرفوعاً برواية احمد والبيهقى وغيرهما**) سو (جب عذاب کا آنا ثابت ہے تو) آپ (ان کی مخالفت پر) صبر کیجئے اور صبر بھی ایسا جس میں شکایت کا نام نہ ہو (یعنی ان کے کفر وخلاف سے ایسے تنگ نہ ہو جئے کہ شکایت حکایت زبان پر آجاوے بلکہ یہ سمجھ کر تحمل کیجئے کہ ان کو سزا ہونے والی ہے اور اس یوم سزا کا جو ان کو انکار ہے سو) یہ لوگ اُس دن کو (بوجہ تعلق علم بالوقوع کے) اُس کو (وقوع سے) قریب دیکھ رہے ہیں (اور وہ عذاب اُس روز واقع ہوگا) جس دن (کہ) آسمان (رنگ میں) تیل کی تلچھٹ کی طرح ہو جاوے گا (اور ایک آیت میں **كالدهان** ہے جس کی تفسیر ادیم احمر سے کی گئی ہے تو جمع دونوں میں

یہ ہے کہ شدت حمرت سے سواد کے مشابہ رنگ پیدا ہوتا ہے پس احمر اور اسود دونوں کہنا صحیح ہے ۔ یا اول ایک رنگ ہو پھر دوسرا بدل جاوے کما نقل ابن کثیر فی الرحمٰن عن الحسن تتلون الوانا اور اگر اُس کی تفسیر بھی مثل بعض کے دردی زیت سے کی جاوے تو دونوں کا مفہوم متحد ہو جاوے گا غرض آسمان سیاہ ہو جاوے گا اور پھٹ بھی جاوے گا) اور پہاڑ رنگین اون کی طرح (جو کہ دُھنکی ہوئی ہو لقولہ تعالیٰ: كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ [القارعة : ۵]) ہو جاویں گے (یعنی اُڑتے پھریں [۲] گے اور رنگین سے تشبیہ اس لئے دی گئی کہ پہاڑ بھی مختلف رنگوں کے ہوتے ہیں کما هو المذكور فی قوله تعالى : وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ بِيْضٌ وَّحُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَغَرَابِيْبُ سُوْدٌ [فاطر : ۲۷]) اور (اُس روز) کوئی دوست کسی دوست کو نہ پوچھے گا (کقولہ تعالیٰ : لَا يَتَسَآءَلُوْنَ) باوجودیکہ ایک دوسرے کو دکھا بھی دیئے جاویں گے (یعنی ایک دوسرے کو دیکھیں گے مگر کوئی کسی کی ہمدردی نہ کرے گا اور سورۂ صافات میں تساءل کا ثابت بمعنی اختلاف اس کے معارض نہیں اور اُس روز) مجرم (یعنی کافر) اس بات کی تمنا کرے گا کہ اُس روز کے عذاب سے چھوٹنے کے لئے اپنے بیٹوں کو اور بیوی کو اور بھائی کو اور کنبہ کو جن میں وہ رہتا تھا اور تمام اہل زمین کو اپنے فدیہ میں دے دے پھر یہ (فدیہ میں دے دینا) اُس کو (عذاب) سے بچا لے (یعنی اُس روز ایسی نفسا نفسی ہو گی کہ ہر شخص کو اپنی فکر پڑ جاوے گی اور جن پر جان دیتا تھا اُن کو اپنے عوض میں سپرد کر دینے کو اگر اس کے قابو کی بات ہو گوارا کر لے گا لیکن) یہ ہرگز نہ ہو گا (یعنی نجات عن العذاب مطلقاً نہ ہو گی بلکہ) وہ آگ ایسی شعلہ زن ہے جو کھال) تک (اُتار دے گی (اور) وہ اُس شخص کو (خود) بلاوے گی جس نے (دنیا میں حق سے پیٹھ پھیری ہو گی اور (طاعت سے) بے رخی کی ہو گی اور (دوسروں کا حق مار مار کر یا براہ حرص مال) جمع کیا ہو گا پھر اُس کو اُٹھا اُٹھا رکھا ہو گا (مطلب یہ کہ حقوق اللہ و حقوق العباد کو تلف کیا ہو گا یہ اشارہ ہے فساد عقائد و فساد اخلاق کی طرف اور بُلانا معنی حقیقی پر محمول ہو سکتا ہے خلاصہ یہ کہ ایسے صفات موجب استحقاق نار ہیں اور اُس مجرم میں یہ صفات پائی جاتی تھیں پھر نجات عن العذاب کب متصور ہے اور : جَمَعَ فَاَوْعٰى ۞ سے کفار کا مکلف بالفروع ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ ان رذائل سے کفار کو نفس عذاب نہ ہو گا بلکہ اشتداد عذاب ہو گا اور نفس عذاب کفر پر ہو گا بخلاف عُصاۃ مؤمنین کے کہ اُن کو معاصی پر نفس عذاب بھی ہو سکتا ہے واللہ اعلم ۔ آگے دوسرے رذائل موجبہ للعقاب کا اور اُس سے استثناء اہل ایمان کا اور ثمرہ استثناء کا یعنی ثواب کا بیان ہے ۔

استثنائے مؤمنین مطیعین از موجبات عقاب وتبشیر ایشان بثواب: (یعنی) انسان کم ہمت پیدا ہوا ہے (مراد انسان سے بعد انضمام استثناء کے کافر ہے اور پیدا ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ پیدائش کے وقت سے وہ ایسا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ایسی حالت پر مجبول ہوا ہے کہ وہ اپنے وقت پر پہنچ کر ہلوع ہوتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ ہلوع ہونے کے جو اسباب ہیں وہ بوسائط مستند ہوتے ہیں امور خلقیہ کی طرف گو توسط اختیار کی وجہ سے عدم مواخذہ میں اُن کا حکم اور خلقیہ کا سا نہیں پس کم ہمتی سے مراد طبعی کم ہمتی نہیں ہے بلکہ کم ہمتی کے آثار ذمیمہ اختیاریہ مراد ہیں جن کو آگے بیان فرماتے ہیں یعنی) جب اُس کو تکلیف پہنچتی ہے تو (حد اباحت سے زیادہ) جزع فزع کرنے لگتا ہے اور جب اُس کو فارغ البالی ہوتی ہے تو (حقوق ضروریہ سے) بخل کرنے لگتا ہے (یہ تتمہ ہو گیا موجبات للعقاب کو جو من ادبر سے شروع ہوئے ہیں) مگر وہ نمازی (یعنی مؤمن ان موجبات عقاب سے مستثنیٰ ہیں) جو اپنی نماز پر برابر توجہ رکھتے ہیں (یعنی نماز میں ظاہراً یا باطناً دوسری طرف توجہ نہیں کرتے جس کو : قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ [المؤمنون : ۱] میں خَاشِعُوْنَ [المؤمنون : ۲] سے تعبیر فرمایا ہے كذا نقل ابن كثير عن عقبة بن عامر بقوله الدائم الساكن وعنه فی الدر المنثور اذا صلوا لم يلتفتوا عن يمين ولا شمال) اور جن کے مالوں میں سوالی اور بے سوالی سب کا حق ہے (اس کے متعلق مضمون سورۂ ذاریات میں گزر چکا) اور جو قیامت کے دن کا اعتقاد رکھتے ہیں اور جو اپنے پروردگار کے عذاب سے ڈرنے والے ہیں (اور) واقعی ان کے رب کا عذاب بے خوف ہونے کی چیز نہیں (یہ جملہ معترضہ کے طور پر ہے) اور جو اپنی شرمگاہوں کو (حرام سے) محفوظ رکھنے والے ہیں لیکن اپنی بیبیوں سے یا اپنی (شرعی) لونڈیوں سے (حفاظت نہیں کرتے) کیونکہ اُن پر (اس میں) کوئی الزام نہیں ہاں جو اس کے علاوہ (اور جگہ شہوت رانی کا) طلب گار ہو ایسے لوگ حد (شرعی سے) نکلنے والے ہیں اور جو اپنی (سپردگی میں لی ہوئی) امانتوں اور اپنے عہد کا خیال رکھنے والے ہیں اور جو اپنی گواہیوں کو ٹھیک ٹھیک ادا کرتے ہیں (اُن میں کمی وبیشی نہیں کرتے) اور جو اپنی (فرض) نماز کی پابندی کرتے ہیں (پس) ایسے لوگ بہشتوں میں عزت سے داخل ہوں گے (ان آیات کی تفسیر سورۂ مؤمنین میں دیکھ لی جاوے آگے کفار کی حالت کا استغراب اور وقوع قیامت کا دفع استبعاد فرماتے ہیں ۔

غرابتِ حال اہل عناد و دفع استبعاد معاد : (یعنی موجبات سعادت و شقاوت تو اوپر بدلالت واضحہ معلوم ہو چکے) تو (معلوم بالدلیل ہونے کے بعد پھر) کافروں کو کیا ہوا کہ (ان مضامین کی تکذیب کے لئے) آپ کی طرف کو داہنے اور بائیں سے جماعتیں بن بن کر دوڑے آ رہے ہیں (یعنی چاہیے تو یہ تھا کہ ان مضامین کی تصدیق کرتے لیکن یہ لوگ متفق ہو ہو کر آپ کے پاس اس غرض سے آتے ہیں کہ ان مضامین کی تکذیب اور اُن کے ساتھ استہزاء کریں جیسا کفار عرب نبوت کی خبریں سُن سُن کر اسی غرض سے آتے تھے اور اسلام کو باطل سمجھنے کے ساتھ اپنے کو حق پر سمجھتے تھے اور حق ہونے کا ثمرہ جنت میں جانا ہے پس اس بناء پر وہ اپنے کو مستحق جنت بھی سمجھتے تھے ۔ کقولہ تعالیٰ : وَّلَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّيْٓ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى [حٰمٓ السجدة : ۵۰] اس لئے اس کے متعلق بطور انکار

فرماتے ہیں کہ) کیا ان میں ہر شخص اس کی ہوس رکھتا ہے کہ وہ آسائش کی جنت میں داخل کرلیا جاوے گا یہ ہرگز نہ ہوگا (کیونکہ موجبات نار کے ہوتے ہوئے جنت کیسے مل جاوے گی اور ان مضامین کی تکذیب میں نفس قیامت کی بھی تکذیب کرتے اور اُس کو مستحیل سمجھتے تھے آگے اس کے متعلق ارشاد ہے کہ ان کا استبعاد سفہ محض ہے کیونکہ) ہم نے ان کو ایسی چیز سے پیدا کیا ہے جس کی ان کو بھی خبر ہے (پس جب ان کو معلوم ہے کہ نطفہ سے آدمی کو بنایا ہے اور ظاہر ہے کہ نطفہ سے کہ جس میں کبھی حیات نہیں آئی آدمی تک جتنا بُعد ہے اُس قدر اجزائے میت سے کہ جن میں ایک بار حیات آ چکی ہے دوسری بار آدمی بننے تک بُعد نہیں ہے تو اس کو مستحیل سمجھنا ان کی سفاہت ہے) پھر (دوسرے طور پر دفع استبعاد وقوع قیامت کے لئے) میں قسم کھاتا ہوں مشرقوں اور مغربوں کے مالک کی (معنی اس کے سورۂ صافات کے شروع میں گزرے ہیں آگے جواب قسم ہے) کہ ہم اس پر قادر ہیں کہ (دنیا ہی میں) ان کی جگہ ان سے بہتر لوگ لے آئیں (یعنی پیدا کردیں) اور ہم (اس سے) عاجز نہیں ہیں (پس جب نئی مخلوق اور وہ بھی ایسی جس میں صفات کمال زیادہ ہوں جن میں زیادہ اشیاء پیدا کرنا پڑیں ہم کو پیدا کرنا آسان ہے تو تم کو دوبارہ پیدا کرنا کون مشکل ہے۔ اول استدلال خود ان منکرین کی حالت کے اعتبار سے ہے اور دوسرا استدلال ان کے امثال ونظائر کے امکان مخلوقیت سے۔ اور جب یہ باوجود وضوح حق مع الدلائل کے اپنے انکار وعناد سے باز نہیں آتے) تو آپ ان کو اسی شغل اور تفریح میں رہنے دیجئے یہاں تک کہ ان کو اُس دن سے سابقہ واقع ہو جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے جس دن یہ قبروں سے نکل کر اس طرح دوڑیں گے جیسے کسی پرستش گاہ کی طرف دوڑے جاتے ہیں (اور) ان کی آنکھیں (مارے شرمندگی کے) نیچے کو جھکی ہوں گی (اور) اُن پر ذلت چھائی ہوگی (بس) یہ ہے اُن کا وہ دن جس کا اُن سے وعدہ کیا جاتا تھا (جو کہ اب واقع ہوا)۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ : اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ﴿۱۹﴾ (الی قولہ تعالی) اِلَّا الْمُصَلِّيْنَ ﴿۲۲﴾ ...... مصلین الی آخرہ کا ہلوع یعنی ضعیف القلب نہ ہونا دلیل ہے اس کی کہ طاعات کو قوت قلب وتحمل وشدائد میں تاثیر عظیم ہے اور اس کا مشاہدہ کیا جاتا ہے۔ سورۃ المعارج ختم ہوئی۔

الحواشی: (۱) یاد نہیں کہ وقت تحریر تفسیر اس کا شان نزول لکھنے سے کیسے رہ گیا اب لکھا جاتا ہے فی لباب النقول اخرج النسائی وابن ابی حاتم عن ابن عباسؓ فی قولہ سال سائل قال ہونضر بن الحارث قال **اللّٰھم ان کان ھذا ھو الحق من عندك فامطر علینا حجارۃ من السماء** الآیہ حاصل توجیہ اس مقام کا یہ ہے کہ اس نضر بن الحارث نے براہ گستاخی قرآن کے حق ہونے کی صورت میں عذاب کی درخواست کی تھی جس سے مقصود عذاب عاجل تھا حق تعالیٰ نے اس مقام میں اول اُس کی حکایت درخواست کی نقل کی فرمائی پھر **فی یوم کان مقدارہ الخ** میں اس کا جواب اس طرح ارشاد فرمایا کہ یہاں کی سزا کیا سزا ہے خواہ وہ واقع ہو یا نہ ہو۔ اصلی سزا کا انتظار کرو جو ایسے دن میں واقع ہوگی جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہوگی مراد یوم قیامت پس فی یوم کا عامل مقدر ہے **ای یقع العذاب بھم فی یوم الخ کذا فی الجلالین** اور لباب میں جو بروایت ابن ابی حاتم سدی سے اسی قصہ نضر میں وارد ہے **وکان عذابہ یوم بدر** اھ تو وہ اس جواب کے منافی نہیں کہ عذاب اصلی کی تقیید بالقیامۃ سے عذاب غیر اصلی کے وقوع قبل القیامۃ کی نفی لازم نہیں آتی غیر اصلی عاجلاً ہو گیا اور اصلی آجلاً ۱۲ منہ۔ (۲) مقدار یوم قیامت کی ایک تحقیق عجیب سورۂ حج میں مذکور ہوئی ہے۔ وہاں ملاحظہ ہو۔

ملحقات الترجمۃ: لے **قولہ فی قائمون** ٹھیک ٹھیک **ماخوذ من الروح ففیہ مقیمون لھا بالعدل ۱۲۔**

اللغات: **قولہ العھن فی الروح الصوف دون تقیید او الاحمر او المصبوغ الوانا اقوال واختار جمع الاخیر وذلك لاختلاف الوان الجبال اھ۔ شوی جمع شواۃ جلدۃ الراس ۱۲۔**

النحو: **قولہ یوم تکون السماء بدل من فی یوم۔ قولہ یبصرونھم حال قولہ انھا راجع الی النار المدلول علیھا بالعذاب ۱۲ قولہ اذا مسہ الشر متعلق۔ بجزوعا قولہ قبلك معمول لمھطعین کما فی المدارك۔**

البلاغۃ: **قولہ لا یسئل حمیم حمیما حذف مفعولہ الثانی ای عن حالہ ۱۲۔**

سُوْرَةُ نُوْحٍ

سُوْرَةُ نُوْحٍ ۷۱ مَكِّيَّةٌ ۷۱ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ۲۸ | رُكُوْعَاتُهَا ۲

سورۂ نوح مکہ میں نازل ہوئی — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اس میں ۲۸ آیات اور ۲ رکوع ہیں

اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱﴾ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۲﴾ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۳﴾ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرْكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَآءَ لَا يُؤَخَّرُ ۘ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ دَعَوْتُ قَوْمِيْ لَيْلًا وَّنَهَارًا ﴿۵﴾ فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَآءِيْٓ اِلَّا فِرَارًا ﴿۶﴾ وَاِنِّيْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْٓا اَصَابِعَهُمْ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ وَاَصَرُّوْا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ﴿۷﴾ ثُمَّ اِنِّيْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ﴿۸﴾ ثُمَّ اِنِّيْٓ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا ﴿۹﴾ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ﴿۱۰﴾ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ﴿۱۱﴾ وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ﴿۱۲﴾ ۭ مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ﴿۱۳﴾ وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ﴿۱۴﴾ اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ﴿۱۵﴾ وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ﴿۱۶﴾ وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ﴿۱۷﴾ ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا وَيُخْرِجُكُمْ اِخْرَاجًا ﴿۱۸﴾ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا ﴿۱۹﴾ لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ﴿۲۰﴾ قَالَ نُوْحٌ رَّبِّ اِنَّهُمْ عَصَوْنِيْ وَاتَّبَعُوْا مَنْ لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهٗ وَوَلَدُهٗٓ اِلَّا خَسَارًا ﴿۲۱﴾ وَمَكَرُوْا مَكْرًا كُبَّارًا ﴿۲۲﴾ وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ڏ وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا ﴿۲۳﴾ وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا ۚ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا ضَلٰلًا ﴿۲۴﴾ مِمَّا خَطِيْٓــٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا ڏ فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا ﴿۲۵﴾ وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ﴿۲۶﴾ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ﴿۲۷﴾ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ

وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۭ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا ۝۲۸ ع ۲ ۸

ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کے پاس پیغمبر بنا کر بھیجا تھا کہ تم اپنی قوم کو (وہاں کفر سے) ڈراؤ قبل اس کے کہ ان پر دردناک عذاب آئے انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم میں تمہارے لئے صاف صاف ڈرانے والا ہوں اور کہتا ہوں کہ تم اللہ کی عبادت (یعنی توحید اختیار) کرو اور اس سے ڈرو اور میرا کہنا مانو تو وہ تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور تم کو وقت مقرر (یعنی وقت موت) تک (بلا عقوبت) مہلت دے گا اللہ کا مقرر کیا ہوا وقت (ہے) جب (وہ) آئے گا تو ٹلے گا نہیں کیا خوب ہوتا کہ تم (ان باتوں کو) سمجھتے۔ (جب مدت ہائے دراز تک ان نصائح کا کچھ اثر نہ ہوا قوم پر تو نوح علیہ السلام نے (حق تعالیٰ سے) دعا کی اے میرے پروردگار میں نے اپنی قوم کو رات کو بھی اور دن کو بھی (دین کی حق کی طرف) بلایا سو میرے بلانے پر (دین سے) اور زیادہ بھاگتے رہے اور (وہ بھاگنا یہ ہوا کہ) میں نے جب کبھی ان کو دین حق کی طرف بلایا تا کہ (ان کے ایمان کے سبب) آپ ان کو بخش دیں تو ان لوگوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں دے لیں (تا کہ حق بات کو سنیں ہی نہ) اور (نیز زیادتی کراہت سے) اپنے کپڑے اپنے اوپر لپیٹ لئے اور اصرار کیا اور (میری اطاعت سے) غایت درجہ کا تکبر کیا پھر (بھی) میں نے ان کو با آواز بلند بلایا پھر میں نے ان کو (خطاب خاص کے طور پر) اعلانیہ بھی سمجھایا اور بالکل خفیہ بھی سمجھایا اور (اس سمجھانے میں) میں نے (ان سے یہ) کہا کہ تم اپنے پروردگار سے گناہ بخشواؤ بے شک وہ بڑا بخشنے والا ہے کثرت سے تم پر بارش بھیجے گا اور تمہارے مال اور اولاد میں ترقی دے گا اور تمہارے لئے باغ لگا دے گا اور تمہارے لئے نہریں بہا دے گا (میں نے ان سے یہ بھی کہا کہ) تم کو کیا ہوا کہ تم اللہ کی عظمت کے معتقد نہیں ہو (ورنہ شرک نہ کرتے) حالانکہ اس نے تم کو طرح طرح سے بنایا کیا تم کو معلوم نہیں کہ اللہ نے کس طرح سات آسمان اوپر تلے پیدا کئے اور ان میں چاند کو نور (کی چیز) بنایا اور سورج کو (مثل) چراغ (روشن کے) بنایا اور اللہ نے تم کو زمین سے ایک خاص طور سے پیدا کیا پھر تم کو (بعد مرگ) زمین ہی میں لے جائے گا اور (قیامت میں پھر اسی زمین سے) تم کو باہر لے آئے گا اور اللہ تعالیٰ تمہارے لئے زمین کو (مثل) فرش (کے) بنایا تا کہ تم اس کے کھلے رستوں میں چلو۔ (اور یہ بہ نسبت حکایت عرض کر کے) نوح علیہ السلام نے (یہ) کہا کہ اے میرے پروردگار ان لوگوں نے میرا کہنا نہیں مانا اور ایسے شخصوں کی پیروی کی کہ جن کے مال اور اولاد نے ان کو نقصان ہی زیادہ پہنچایا اور (انہوں نے جن کا اتباع کیا ہے وہ ایسے ہیں کہ) جنہوں نے (حق مٹانے میں) بڑی بڑی تدبیریں کیں اور جنہوں نے (اپنے تابعین سے) کہا کہ تم اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا اور نہ (بالخصوص) ود کو اور نہ سواع کو اور نہ یغوث کو اور یعوق کو اور نسر کو چھوڑنا اور ان (رئیس) لوگوں نے بہتوں کو (بہکا بہکا کر) گمراہ کر دیا اور اب (آپ) ان ظالموں کی گمراہی کو اور بڑھا دیجئے۔ (ان لوگوں کا انجام یہ ہوا کہ) اپنے انہی گناہوں کے سبب وہ غرق کئے گئے پھر (بعد غرق کے) دوزخ میں داخل کئے گئے اور خدا کے سوا ان کو کوئی حمایتی بھی میسر نہ ہوئے اور نوح علیہ السلام نے (یہ بھی) کہا کہ اے پروردگار کافروں میں سے زمین پر ایک باشندہ بھی مت چھوڑ (کیونکہ) اگر آپ ان کو روئے زمین پر رہنے دیں گے تو آپ کے بندوں کو گمراہ کر دیں گے اور (آگے بھی) ان سے محض فاجر اور کافر ہی اولاد پیدا ہو گی اے میرے رب مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اور جو مومن ہونے کی حالت میں میرے گھر میں داخل ہیں ان کو (یعنی اہل و عیال باستثنا زوجہ و کنعان) اور تمام مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو بخش دیجئے اور ان ظالموں کی ہلاکت اور بڑھا دیجئے۔

تفسیر: سورة نوح مكية وايها تسع او ثمان وعشرون كذا في البيضاوي۔

ربط: سورۂ سابقہ میں موجبات عقوبت کا بیان تھا ان میں سے ایک رسول کی تکذیب ہے اس سورت میں بضمن قصۂ نوح علیہ السلام اس کا بیان ہے ونیز عقوبت اخرویہ مذکورہ سورت سابقہ کے ساتھ اس سورت میں کفر پر استحقاق عقوبت دنیویہ کا بھی اثبات ہے نیز حضور ﷺ کا اس میں تسلیہ بھی ہے کہ قوم نوح نے بھی تکذیب کی تھی۔

قصۂ نوح علیہ السلام با قوم او: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ اِنَّآ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ اَنْ اَنْذِرْ قَوْمَكَ (الی قولہ تعالیٰ) وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا ۝ ہم نے نوح (علیہ السلام) کو ان کی قوم کے پاس (پیغمبر بنا کر) بھیجا تھا کہ تم اپنی قوم کو (وبال کفر سے) ڈراؤ قبل اس کے کہ ان پر دردناک عذاب آوے (یعنی ان سے کہو کہ اگر ایمان نہ لاؤ گے تو تم پر عذاب الیم آوے گا خواہ دنیوی یعنی طوفان یا اخروی یعنی دوزخ غرض) انہوں نے (اپنی قوم سے) کہا کہ اے میری قوم میں تمہارے لئے صاف صاف ڈرانے والا ہوں (اور کہتا ہوں) کہ تم اللہ کی عبادت (یعنی توحید اختیار) کرو اور اس سے ڈرو اور میرا کہنا مانو وہ تمہارے گناہ معاف کر دے گا (مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ کی تحقیق سورۂ احقاف میں گزر چکی) اور تم کو وقت مقرر (یعنی وقت موت) تک (بلا عقوبت) مہلت دے گا (یعنی ایمان نہ لانے پر جس عذاب کا مرنے سے پہلے وعدہ کیا جاتا ہے اگر ایمان لے آئے تو وہ عذاب نہ آوے گا اور باقی موت کے لئے جو) اللہ کا مقرر کیا ہوا وقت (ہے) جب (وہ) آ جاوے گا تو ٹلے گا نہیں (یعنی موت تو آنا ہر حال میں ضروری ہے ایمان میں بھی اور کفر میں بھی لیکن دونوں حالتوں میں اتنا فرق ہے کہ ایک حالت میں علاوہ عذاب آجل کے عذاب عاجل بھی ہو گا اور ایک حالت میں مثل عذاب آجل کے عذاب عاجل سے بھی محفوظ رہو گے اور تخصیص نفی عذاب عاجل میں یہ نکتہ ہے کہ ایمان پر عذاب آجل سے تو محفوظ رہتی ہی ہے مگر بعض اوقات باوجود ایمان کے بھی دنیوی کلفتیں پیش آ جاتی ہیں پس اس کی نفی

سے ایمان لانے پر مزید فضل کا وعدہ ہوگیا اور : اِنَّ اَجَلَ اللّٰہِ [العنکبوت : ٥] پر باوجود اس کے ظاہر ہونے کے متنبہ کرنے سے یہ بتلانا ہے کہ موت کے اشتراک سے کفر وایمان کے ثمرات یکساں ہونے کا شبہ نہ کیا جاوے کیونکہ موت تو بمقتضائے حکمت ضروری چیز ہے اس کا ٹلنا ثمرات سے ہے اور اس کا ترتب بھی ضروری ہے) کیا خوب ہوتا اگر تم (ان باتوں کو) سمجھتے (جب مدتہائے دراز تک ان نصائح کا کچھ اثر قوم پر نہ ہوا تو) نوح (علیہ السلام) نے (حق تعالیٰ سے) دعاء (اور التجا کی کہ اے میرے پروردگار میں نے اپنی قوم کو رات کو بھی اور دن کو بھی (دین حق کی طرف) بلایا سو میرے بلانے پر (دین حق کی طرف) بلایا تا کہ (ان کے ایمان کے سبب آپ ان کو بخش دیں تو ان لوگوں نے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں دے لیں (تا کہ حق بات کو سنیں بھی نہیں اور یہ غایت نفرت ہے) اور (نیز فرط کراہت سے انہوں نے) اپنے کپڑے (اپنے اوپر) لپیٹ لئے (تا کہ حق بات کہنے والے کو دیکھیں بھی نہیں اور کہنے والا بھی ان کو نہ دیکھے) اور (انہوں نے اپنے کفر وانکار پر) اصرار کیا اور میری اطاعت سے) غایت درجہ کا تکبر کیا (مگر باوجود اس تنفیر وتکبر کے) پھر (بھی میں ان کو مختلف طریقوں سے نصیحت کرتا رہا چنانچہ) میں نے ان کو (دین حق کی طرف) بآواز بلند بلایا (مراد اس سے خطاب ووعظ عام ہے جس میں عادۃً آواز بلند ہوتی ہے) پھر میں نے ان کو (خطاب خاص کے طور پر) علانیہ بھی سمجھایا اور ان کو بالکل خفیہ بھی سمجھایا۔ (یعنی جتنے طریقے محتمل النفع تھے سب ہی طرح سمجھایا غرض اوقات میں بھی عموم کیا گیا **کما قال** : لَیۡلًا وَّ نَہَارًا ۙ﴿۵﴾ اور کیفیات میں بھی **کما قال** ﴿ دَعَوۡتُہُمۡ جِہَارًا ۙ﴿۸﴾ ﴾ اور (اس سمجھانے میں) میں نے (ان سے یہ) کہا کہ تم اپنے پروردگار سے گناہ بخشواؤ (یعنی ایمان لے آؤ تا کہ گناہ بخشے جائیں) بے شک وہ بخشنے والا ہے (اگر تم ایمان لے آؤ گے تو علاوہ اخروی نعمت کے) کہ (مغفرت ہے دنیوی نعمتیں بھی تم کو عطا کرے گا چنانچہ) کثرت سے تم پر بارش بھیجے گا اور تمہارے مال اور اولاد میں ترقی دے گا اور تمہارے لئے باغ لگادے گا اور تمہارے لئے نہریں بہادے گا (ان نعمتوں کے ذکر سے شاید یہ فائدہ ہو کہ اکثر طبائع میں عاجل کی طلب زیادہ ہے پس یہ ادخل فی الترغیب ہے چنانچہ در منثور میں قتادہ کا قول ہے کہ وہ لوگ دنیا کے زیادہ حریص تھے اس لئے یہ فرمایا اور اس پر یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ بسا اوقات یہ امور دنیویہ ایمان واستغفار پر مرتب نہیں ہوتے بات یہ ہے کہ یا تو یہ وعدۂ خاص ان ہی لوگوں کے لئے ہوگا اور یا عام ہو تو قاعدہ ہے کہ موعود سے افضل کوئی چیز مل جانا یہ بھی انجاز وعدہ ہے بلکہ مع شئی زائد ہے پس ایمان کامل پر روحانی مسرت وقناعت ورضا بالقضا ضرور عطا ہوتا ہے جو ان اشیاء سے بھی افضل واکمل ہے بلکہ ان اشیاء کی غایت مقصودہ بھی یہی کیفیات ہیں۔ آگے نوح علیہ السلام کا تتمہ کلام ہے یعنی میں نے ان سے یہ بھی کہا کہ) تم کو کیا ہوا کہ تم اللہ تعالیٰ کی عظمت کے معتقد نہیں ہو (ورنہ شرک نہ کرتے) حالانکہ (مقتضیات اعتقاد عظمت کے موجود ہیں چنانچہ) اس نے تم کو طرح طرح سے بنایا (چنانچہ نطفہ سے پہلے عنصر پھر غذا کا مرتبہ ہے اور نطفہ کے بعد علقہ ومضغہ وغیرہ کا مرتبہ ہے اور یہ تو دلیل انفسی ہے آگے دلیل آفاقی فرماتے ہیں کہ) کیا تم کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح سات آسمان اوپر تلے پیدا کئے **(وقد مر فی سوہ الطلاق)** اور ان میں چاند کو نور (کی چیز) بنایا اور سورج کو (مثل) چراغ (روشن کے) بنایا (اور چاند گو سب آسمانوں میں نہیں ہے مگر **فیھن** باعتبار مجموعہ کے فرمادیا۔ اور اس کے متعلق کچھ سورۂ فرقان میں گزر چکا ہے) اور اللہ تعالیٰ نے تم کو زمین سے ایک خاص طور پر پیدا کیا (یا تو اس طرح کہ حضرت آدم مٹی سے بنائے گئے اور یا اس طرح کہ انسان نطفہ سے بنا اور نطفہ غذا سے اور غذا اعناصر سے بنی اور عناصر میں غالب اجزائے ارضیہ ہیں) پھر تم کو (بعد مرگ) پھر زمین ہی میں لے جاوے گا اور (قیامت میں پھر اسی زمین سے) تم کو باہر لے آوے گا اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے زمین کو (مثل) فرش (کے) بنایا تا کہ تم اس کے کھلے راستوں میں چلو (کیونکہ اس میں چلنا موقوف ہے امکان استقرار پر ورنہ بجائے مشی کے خسف وغرق ہوتا۔ یہ تمام تروہ کلام ہے جس کی حکایت نوح علیہ السلام نے حق تعالیٰ سے بطور فریاد کے کی اور یہ سب حکایت عرض کر کے) نوح (علیہ السلام) نے (یہ) کہا کہ اے میرے پروردگار ان لوگوں نے میرا کہنا نہیں مانا اور ایسے شخصوں کی پیروی کی کہ جن کے مال اور اولاد نے ان کو نقصان ہی زیادہ پہنچایا (مراد ان شخصوں سے رؤسا ہیں جن کا عوام اتباع کیا کرتے ہیں اور مال اور اولاد کا ان رؤساء کو نقصان پہنچانا بایں معنی ہے کہ مال واولاد سبب زیادت طغیان کا ہوگیا) اور (انہوں نے جن کا اتباع کیا وہ ایسے ہیں) جنہوں نے (حق کو مٹانے میں) بڑی بڑی تدبیریں کیں اور جنہوں نے (اپنے تابعین سے کہا کہ تم اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا اور نہ (بالخصوص) ود کو اور **سواع** کو اور **یغوث** کو اور **یعوق** کو اور **نسر** کو چھوڑنا (خصوصیت ان کے ذکر کی اس لئے ہے کہ یہ بت زیادہ مشہور تھے) اور ان (رئیس) لوگوں نے بہتوں کو (بہکا بہکا کر) گمراہ کردیا (وہ مکر کبار یہی اضلال اور ایصاء بالضلال ہے) اور چونکہ مجھ کو آپ کے ارشاد : لَنۡ یُّؤۡمِنَ مِنۡ قَوۡمِکَ اِلَّا مَنۡ قَدۡ اٰمَنَ [ھود : ٣٦] سے معلوم ہوگیا کہ یہ اب نہ ایمان لاویں گے اس لئے یہ بھی دعاء کرتا ہوں کہ) ان ظالموں کی گمراہی اور بڑھا دیجئے (تا کہ یہ لوگ مستحق ہلاکت ہو جاویں پس مقصود دعاء کرنا زیادہ ضلال کی نہیں بلکہ استحقاق ہلاکت کی ہے اور تحقیق اس دعاء کی سورۂ یونس قصہ موسیٰ علیہ السلام میں گزری ہے۔ غرض انجام ان لوگوں کا یہ ہوا کہ) اپنے ان ہی گناہوں کے سبب وہ غرق کئے گئے پھر (بعد غرق برزخی یا اخروی) دوزخ میں داخل کئے گئے اور خدا کے سوا ان کو کچھ حمایتی بھی میسر نہ ہوئے اور نوح (علیہ السلام) نے (یہ بھی) کہا کہ اے میرے پروردگار کافروں میں سے زمین پر ایک باشندہ بھی مت چھوڑ (بلکہ سب

کو ہلاک کر دے اور عموم ہلاکت و عموم بعثت کی بحث سورۂ صافات میں گزری ہے آگے اس دعاء کی علت ہے کیونکہ) اگر آپ ان کو روئے زمین پر رہنے دیں گے تو (حسب ارشاد لَنْ يُّؤْمِنَ ......) یہ لوگ آپ کے بندوں کو گمراہ کریں گے اور (آگے بھی) ان کے محض فاجر اور کافر ہی اولاد پیدا ہوگی (دعاؤں کے بیچ میں ان کے غرق کا حال بطور جملۂ معترضہ کے بیان فرمانا شاید تعجیل بیان استجابت دعاء یا استیجاب خطیات مذکورہ بالا للعقوبۃ کے لئے ہوا۔ اور کافروں کے لئے بد دعاء کرنے کے بعد مؤمنین کے لئے دعاء فرمائی کہ) اے میرے رب مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اور جو مؤمن ہونے کی حالت میں میرے گھر میں داخل ہیں ان کو (یعنی اہل و عیال باستثناء زوجۂ کنعان) اور تمام مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو بخش دیجئے اور (چونکہ مقصود مقام میں بد دعاء ہے کافروں کے لئے اور مؤمنین کے لئے دعاء محض مقابلہ کی مناسبت سے ہوگئی تھی اس لئے پھر مضمون بد دعاء کی طرف عود ہے جس میں : لَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا ضَلٰلًا ۝ کے مقصود کی تفسیر ہے یعنی) ان ظالموں کی ہلاکت اور بڑھا دیجئے (یعنی ان کی نجات کی کوئی صورت نہ رہے ہلاک ہی ہو جاویں اور یہی مقصود تھا دعائے ضلال سے جیسا گزرا۔ اور ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ نوح علیہ السلام کے والدین مؤمن تھے اور اگر اس کے خلاف ثابت ہو جاوے تو والدین سے مراد آبائے وامہاتٌ بعیدہ لیں گے اور تثنیہ مفرد کا نہ ہوگا بلکہ جنس کا ہوگا اور آبائے بعیدہ میں مؤمنین کا تحقق یقینی ہے اولاً دعاء اپنے نفس کیلئے کی پھر اصول کے لئے پھر اہل و عیال کیلئے پھر عام تابعین کیلئے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ : لَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اس سے غایت شفقت معلوم ہوتی ہے اور ارشاد جاہل میں ایسا ہی اہتمام چاہیے اور یہ تصدی نہیں ہے تصدی قصد ثمرہ میں ہوتی ہے اور یہ اہتمام قصد طریق میں ہے۔ قولہ تعالیٰ : وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا ...... یہ انجام ہوا صلحاء کی تصویریں رکھنے کا جو کہ اس وقت مباح تھی اس سے معلوم ہوا کہ صلحاء کے آثار و تبرکات کا زیادہ اہتمام کرنا جب کہ اس میں مفسدہ دینیہ کا خوف ہو واجب الترک ہے۔ قولہ تعالیٰ : وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا ضَلٰلًا ۝ (الی قولہ تعالی) نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ اضلال واہلاک کی دعاء اپنے مخالف پر یہ صاحب وحی کے ساتھ خاص ہے دوسروں کو اس کا کچھ حق نہیں جیسے بعض مدعیان مشیخت وولایت کی عادت ہے۔ سورۂ نوح تمام ہوئی۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله قبل لَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا ضَلٰلًا ۝ ...... اس لئے یہ بھی الخ اشارة الى ان الواو من المحكى عنه ومن كلام نوح عليه السلام كما هو ظاهر وتوجيه العطف يعلم ما قررته ۲ قوله في نارا برزخی یا اخروی اشارة الى احتمال الوجهين في نار والتعقيب على الاول ظاهر وعلى الثانى لعدم الاعتداد بما بين الاغراق والادخال فكانه شبه تخلل ما لا يعتدبه بعدم تخلل شئ اصلاكما فى الروح بمحصله۱۲۔

اللغات: قوله لكم نذير اللام للتقوية ۱۲۔ قوله لا ترجون لا تعتقدون كما فى الروح برواية ابن حاتم عن ابن عباسؓ وعبربه بالرجاء التابع لا وفى الظن مبالغة۱۲ نباتاً بمعنى انباتاً او اصله انباتا حذف منه الزوئد او نصب باضمار نبتم ديارا فيعال من الدار او من الدور اى من يسكن دارا او من يتحرك ويدور۱۲۔

النحو: قوله ان انذر قومك معمول للقول المدلول عليه ارسلنا وكذا قوله ان اعبدوا۱۲۔

البلاغۃ: قوله ولا سواعًا الخ فى الروح قيل افرد يعوق ونسر عن النفى لكثرة تكرار لا وعدم اللبس۱۲۔

سُوْرَةُ الْجِنِّ

سورۃ الجن ۷۲ مکیۃ ۴۰ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | آیاتها ۲۸ رکوعاتها ۲

سورۃ الجن مکہ میں نازل ہوئی — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اس میں ۲۸ آیات اور ۲ رکوع ہیں

قُلْ أُوحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا ﴿۱﴾ يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ فَآمَنَّا بِهِ ط وَلَن نُّشْرِكَ
بِرَبِّنَا أَحَدًا ﴿۲﴾ وَأَنَّهُ تَعَالَىٰ جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَلَا وَلَدًا ﴿۳﴾ وَأَنَّهُ كَانَ يَقُولُ سَفِيهُنَا عَلَى اللَّهِ
شَطَطًا ﴿۴﴾ وَأَنَّا ظَنَنَّا أَن لَّن تَقُولَ الْإِنسُ وَالْجِنُّ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا ﴿۵﴾ وَأَنَّهُ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْإِنسِ
يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوهُمْ رَهَقًا ﴿۶﴾ وَأَنَّهُمْ ظَنُّوا كَمَا ظَنَنتُمْ أَن لَّن يَبْعَثَ اللَّهُ أَحَدًا ﴿۷﴾ وَأَنَّا
لَمَسْنَا السَّمَاءَ فَوَجَدْنَاهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيدًا وَشُهُبًا ﴿۸﴾ وَأَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ط فَمَن
يَسْتَمِعِ الْآنَ يَجِدْ لَهُ شِهَابًا رَّصَدًا ﴿۹﴾ وَأَنَّا لَا نَدْرِي أَشَرٌّ أُرِيدَ بِمَن فِي الْأَرْضِ أَمْ أَرَادَ
بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ﴿۱۰﴾ وَأَنَّا مِنَّا الصَّالِحُونَ وَمِنَّا دُونَ ذَٰلِكَ ط كُنَّا طَرَائِقَ قِدَدًا ﴿۱۱﴾ وَأَنَّا ظَنَنَّا أَن لَّن
نُّعْجِزَ اللَّهَ فِي الْأَرْضِ وَلَن نُّعْجِزَهُ هَرَبًا ﴿۱۲﴾ وَأَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا الْهُدَىٰ آمَنَّا بِهِ ط فَمَن يُؤْمِن بِرَبِّهِ فَلَا
يَخَافُ بَخْسًا وَلَا رَهَقًا ﴿۱۳﴾ وَأَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُونَ وَمِنَّا الْقَاسِطُونَ ط فَمَنْ أَسْلَمَ فَأُولَٰئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ﴿۱۴﴾ وَأَمَّا
الْقَاسِطُونَ فَكَانُوا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ﴿۱۵﴾ وَأَن لَّوِ اسْتَقَامُوا عَلَى الطَّرِيقَةِ لَأَسْقَيْنَاهُم مَّاءً غَدَقًا ﴿۱۶﴾ لِّنَفْتِنَهُمْ
فِيهِ ط وَمَن يُعْرِضْ عَن ذِكْرِ رَبِّهِ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا ﴿۱۷﴾ وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ
أَحَدًا ﴿۱۸﴾ وَأَنَّهُ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللَّهِ يَدْعُوهُ كَادُوا يَكُونُونَ عَلَيْهِ لِبَدًا ﴿۱۹﴾ ع قُلْ إِنَّمَا أَدْعُو رَبِّي وَلَا أُشْرِكُ بِهِ
أَحَدًا ﴿۲۰﴾ قُلْ إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا رَشَدًا ﴿۲۱﴾ قُلْ إِنِّي لَن يُجِيرَنِي مِنَ اللَّهِ أَحَدٌ وَلَنْ أَجِدَ مِن
دُونِهِ مُلْتَحَدًا ﴿۲۲﴾ إِلَّا بَلَاغًا مِّنَ اللَّهِ وَرِسَالَاتِهِ ط وَمَن يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ
خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ﴿۲۳﴾ حَتَّىٰ إِذَا رَأَوْا مَا يُوعَدُونَ فَسَيَعْلَمُونَ مَنْ أَضْعَفُ نَاصِرًا وَأَقَلُّ عَدَدًا ﴿۲۴﴾ قُلْ إِنْ أَدْرِي

اَقَرِیۡبٌ مَّا تُوۡعَدُوۡنَ اَمۡ یَجۡعَلُ لَہٗ رَبِّیۡۤ اَمَدًا ﴿۲۵﴾ عٰلِمُ الۡغَیۡبِ فَلَا یُظۡہِرُ عَلٰی غَیۡبِہٖۤ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ اِلَّا مَنِ ارۡتَضٰی مِنۡ رَّسُوۡلٍ فَاِنَّہٗ یَسۡلُکُ مِنۡۢ بَیۡنِ یَدَیۡہِ وَ مِنۡ خَلۡفِہٖ رَصَدًا ﴿۲۷﴾ لِّیَعۡلَمَ اَنۡ قَدۡ اَبۡلَغُوۡا رِسٰلٰتِ رَبِّہِمۡ وَ اَحَاطَ بِمَا لَدَیۡہِمۡ وَ اَحۡصٰی کُلَّ شَیۡءٍ عَدَدًا ﴿۲۸﴾

آپ (ان لوگوں سے) کہئے کہ میرے پاس اس بات کی وحی آئی ہے کہ جنات میں سے ایک جماعت نے قرآن سنا پھر (اپنی قوم میں واپس جا کر) انہوں نے کہا کہ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے جو راہ راست بتلاتا ہے سو ہم تو اس پر ایمان لے آئے اور ہم (اب) رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں گے اور (انہوں نے یہ بھی بیان کیا کہ) ہمارے پروردگار کی بڑی شان ہے اس نے نہ کسی کو بیوی بنایا اور نہ اولاد اور ہم میں جو احمق ہوئے ہیں وہ اللہ کی شان میں حد سے بڑھی ہوئی باتیں کہتے تھے اور ہمارا (پہلے) یہ خیال تھا کہ انسان اور جنات کبھی خدا کی شان میں جھوٹ بات نہ کہیں گے اور بہت سے لوگ آدمیوں میں سے ایسے تھے کہ وہ جنات میں سے بعض لوگوں کو پناہ دیا کرتے تھے ان آدمیوں نے ان جنات کی بد دماغی اور بڑھادی اور جیسا تم نے خیال کر رکھا تھا ویسا ہی آدمیوں نے بھی خیال کر رکھا تھا کہ اللہ تعالیٰ کسی کو بھی دوبارہ زندہ نہ کرے گا۔ شعلوں سے بھرا ہوا پایا اور اس کے قبل ہم آسمان کی (خبریں سننے) کے موقعوں میں (خبر) سننے کے لئے جا بیٹھا کرتے تھے سو جو کوئی اب سننا چاہتا ہے تو اپنے لئے ایک شعلہ تیار پاتا ہے اور ہم نہیں جانتے کہ (ان جدید پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث فرمانے سے) زمین والوں کو کوئی تکلیف پہنچانا مقصود ہے یا ان کے رب نے ان کو ہدایت کرنے کا قصد فرمایا ہے اور ہم میں (پہلے سے بھی) بعضے نیک (ہوتے آئے) ہیں اور بعضے اور طرح کے (ہوتے آئے) ہیں ہم مختلف طریقوں پر تھے اور ہمارا طریقہ تو یہ ہے کہ ہم نے سمجھ لیا ہے کہ ہم زمین (کے کسی حصہ) میں (جا کر) اللہ تعالیٰ کو ہرا نہیں سکتے اور نہ (اور کہیں) بھاگ کر اس کو ہرا سکتے ہیں اور ہم نے جب ہدایت کی بات سن لی تو ہم نے تو اس کا یقین کر لیا سو (ہماری طرح) جو شخص اپنے رب پر ایمان لے آئے گا تو اس کو نہ کسی کمی کا اندیشہ ہوگا اور نہ زیادتی کا اور ہم میں بعضے تو مسلمان ہو گئے ہیں اور بعضے ہم میں (بدستور سابق) بے راہ ہیں سو جو شخص مسلمان ہو گیا انہوں نے بھلائی کا راستہ ڈھونڈ لیا اور جو بے راہ ہیں دوزخ کا ایندھن ہیں اور (منجملہ ان مضامین کے بھی (نفی ہوئی کہ) اگر یہ (مکہ والے) لوگ (سیدھے) رستہ پر قائم ہو جاتے تو ہم ان کی فراغت کے پانی سے سیراب کرتے تاکہ اس میں ان کا امتحان کریں اور جو شخص اپنے پروردگار کی یاد (یعنی ایمان و اطاعت) سے روگردانی کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو سخت عذاب میں داخل کرے گا اور (ان وحی شدہ مضامین میں سے ایک یہ ہے کہ) جتنے سجدے ہیں وہ سب اللہ کا حق ہیں سو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کی عبادت مت کرو اور جب خدا کا خاص بندہ (مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں) خدا کی عبادت کرنے کھڑا ہوتا ہے تو (یہ کافر) لوگ اس بندہ پر بھیڑ لگانے کو ہو جاتے ہیں آپ ان سے یہ کہہ دیجئے کہ میں تو صرف اپنے پروردگار کی عبادت کرتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا آپ (یہ بھی) کہہ دیجئے کہ میں تمہارے نہ کسی ضرر کا اختیار رکھتا ہوں اور نہ کسی بھلائی کا آپ کہہ دیجئے کہ اگر خدانخواستہ میں ایسا کروں تو مجھ کو خدا (کے غضب) سے کوئی نہیں بچا سکتا اور نہ میں اس کے سوا کوئی پناہ (کی جگہ) پا سکتا ہوں لیکن خدا کی طرف سے پہنچانا اور اس کے پیغاموں کا ادا کرنا یہ میرا کام ہے اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کا کہنا نہیں مانتے تو یقیناً ان لوگوں کے لئے آتش دوزخ ہے جس میں یہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے (لیکن یہ کفار اس جہالت سے باز نہ آئیں گے) یہاں تک کہ جب اس چیز کو دیکھ لیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے اس وقت جانیں گے کہ کس کے مددگار کمزور ہیں اور کس کی جماعت کم ہے۔ آپ (ان سے) کہہ دیجئے کہ مجھ کو معلوم نہیں کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے آیا وہ نزدیک آنے والی ہے یا میرے پروردگار نے اس کے لئے کوئی مدت دراز مقرر کر رکھی ہے (اور) غیب کا جاننے والا وہی ہے سو وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا ہاں مگر اپنے کسی برگزیدہ پیغمبر کو تو (اس طرح اطلاع دیتا ہے کہ) اس پیغمبر کے آگے اور پیچھے محافظ فرشتے بھیج دیتا ہے (اور یہ انتظام اس لئے کیا جاتا ہے) تاکہ (ظاہری طور پر) اللہ تعالیٰ کو معلوم ہو جائے کہ ان فرشتوں نے (اپنے پروردگار کے پیغام (رسول تک بحفاظت) پہنچا دیئے اور اللہ تعالیٰ ان (پہرہ داروں) کے تمام احوال کا احاطہ کئے ہوئے ہے اور اس کو ہر چیز کی گنتی معلوم ہے۔

تفسیر: سورة الجن مكية وهي ثمان وعشرون ايات كذا في البيضاوي۔

ربط: سورت سابقہ میں قصۂ کفر و عقوبت قوم نوح سے ترہیب تھی کفار معاصرین کے ایمان نہ لانے پر اور اس سورت میں قصۂ ایمان جن اور ان کی تقریر متضمن توحید و رسالت و مجازات سے ترغیب ہے کفار معاصرین کو ان امور پر ایمان لانے کی اس طرح پر کہ ناری الاصل باوجود علو و غلو کے ایمان لائے تو ترابی الاصل باوجود انخفاض دونوں کے کیوں نہیں ایمان لاتے پھر بعد حکایت کلام جن کے ان ہی مضامین ثلثہ کی تقریر ہے اور سبب نزول ان آیات کا وہی ہے جو سورۂ احقاف کے اخیر رکوع آیت ﴿وَاِذۡ صَرَفۡنَاۤ﴾ [الأحقاف : ٢٩] کی تمہید میں مذکور ہوا كما في الدر عن الصحيحين وغيرهما تلك القصة وفيها فهنالك رجعوا الى قومهم : ﴿فَقَالُوۡۤا اِنَّا سَمِعۡنَا قُرۡاٰنًا عَجَبًا ۙ﴿۱﴾ یَّہۡدِیۡۤ﴾ ...... فانزل الله على نبيه : ﴿قُلۡ اُوۡحِیَ﴾ ...... اور تفسیر آیات سے پہلے چند واقعات جاننے کے قابل ہیں جن کی ضرورت تفسیر میں واقع ہوگی واقعۂ اول بعثت محمدیہ سے پہلے شیاطین آسمان تک پہنچ کر فرشتوں کی باتیں سنتے تھے بعد بعثت کے ان کو ری

بالشہب سے روک دیا گیا اور اسی حادثہ کی تحقیق کے ضمن میں یہ جنات آپ تک پہنچے جیسا سورۂ احقاف میں گزرا۔ واقعۂ ثانی جاہلیت میں عادت تھی کہ جب کسی وادی میں مقام کرتے تو اس اعتقاد سے کہ جنات کے سردار ہماری حفاظت کریں یوں کہتے اعوذ بعزیز هذا الوادی من شر سفهاء قومه واقعۂ ثالث مکہ میں آپ کی بددعاء سے قحط نمودار ہوا تھا اور کئی سال تک رہا واقعۂ رابع جب آپ نے دعوت اسلام شروع کی تو کفار مخالفین کا آپ پر ہجوم اور زغہ ہوا۔ الا ولان من الدر المنثور والاخیر ان من تفسیر ابن کثیر۔

حکایت اقوال جن در توحید و رسالت و مجازات باز تقریر اینہا در آیات:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا ...... (الی قوله تعالی) وَاَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا۔ آپ (ان لوگوں سے) کہئے کہ میرے پاس اس بات کی وحی آئی ہے کہ جنات میں سے ایک جماعت نے قرآن سنا پھر (اپنی قوم میں واپس جا کر) انہوں نے کہا کہ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے جو راہ راست بتلاتا ہے سو ہم تو اس پر ایمان لے آئے (قرآن ہونا تو اس کے مضمون سے معلوم ہوا اور عجیب ہونا اس سے کہ مشابہ کلام بشر کے نہیں) اور ہم (اب) اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں گے (یہ متمم ہے 'امنا به' کا) اور (انہوں نے ان مضامین کا بھی باہم تذکرہ کیا جو ذیل میں آتے ہیں اور وہ مضامین یہ ہیں کہ) ہمارے پروردگار کی بڑی شان ہے اس نے نہ کسی کو بیوی بنایا اور نہ اولاد (کیونکہ عقلاً محال ہیں یہ متمم ہے لن نشرك کا) اور ہم میں جو احمق ہوئے ہیں وہ اللہ کی شان میں حد سے بڑھی ہوئی باتیں کہتے تھے (مراد اس سے کلمات شرک اتخاذ صاحبہ وولد وغیرہ ہیں) اور ہمارا (پہلے) یہ خیال تھا کہ انسان اور جنات کبھی خدا کی شان میں جھوٹ بات نہ کہیں گے کیونکہ بڑی بے باکی کی بات ہے اس میں وجہ اپنے مشرک ہونے کی بیان کی کہ چونکہ اکثر جن وانس شرک کرتے تھے ہم سمجھے کہ خدا کی شان میں اتنے شخصوں نے جھوٹ پر اتفاق نہ کیا ہوگا بس ہم نے بھی اسی طریقہ کو اختیار کرلیا حالانکہ نہ مطلق اتفاق حجت ہے اور نہ ہر اتفاق کا اتباع عذر ہے اور یہ شرک مذکور تو مشترک تھا) اور (ایک شرک خاص تھا بعضے آدمیوں کے ساتھ جس سے جنات کا کفر اور بڑھ گیا تھا وہ یہ کہ) بہت سے لوگ آدمیوں میں ایسے تھے کہ وہ جنات میں سے بعضے لوگوں کی پناہ لیا کرتے تھے (جیسا واقعۂ ثانی میں مذکور ہوا) سوان آدمیوں نے اُن جنات کی بددماغی اور بڑھادی کہ (وہ اس وہم میں مبتلا ہوگئے کہ ہم جنات کے سردار تو پہلے سے تھے اب آدمی بھی ہم کو ایسا بڑا سمجھتے ہیں پس اس سے بددماغی بڑھی اور کفر وعناد پر اور زیادہ مصر ہوگئے یہاں تک مضمون متعلق توحید کے تھا) اور (آگے بعث کے متعلق ہے یعنی اُن جنات نے باہم یہ بھی تذکرہ کیا کہ) جیسا تم نے خیال کر رکھا تھا ویسا ہی آدمیوں نے بھی خیال کر رکھا تھا کہ اللہ تعالیٰ کسی کو دوبارہ زندہ نہ کرے گا (مگر یہ مضمون بھی غلط ثابت ہوا اور بعث کا حق ہونا معلوم ہوا) اور (آگے رسالت کے متعلق مضمون ہے یعنی اُن جنات نے باہم یہ بھی تذکرہ کیا کہ) ہم نے آسمان (کی خبروں) کی (موافق عادت سابقہ کے) تلاشی لینا چاہا سو ہم نے اس کو سخت پہرہ (یعنی محافظ فرشتوں) اور شعلوں سے (کہ جن کے ذریعہ سے حفاظت کی جاتی ہے) بھرا ہوا پایا (یعنی اب پہرہ ہو گیا کہ کوئی جن آسمانی خبر نہ لے جانے پائے اور جو جاوے شہاب ثاقب سے مارا جاوے) اور (اس کے قبل) ہم آسمان (کی خبر سننے) کے موقعوں میں (خبر سننے کے لئے جا بیٹھا کرتے تھے (اور یہ مواقع خواہ اجزائے آسمان ہی کے ہوں اور یا اجزاء ہوا یا کسی ملأ یا خلاء کے ہوں جو کہ آسمان کے قریب ہوں اور جنات اپنی لطافت وعدم ثقل کی وجہ سے اُس پر مستقر ہوسکتے ہوں جیسے بعضے پرندے ہوا میں چلتے چلتے ٹھہر جاتے ہیں) سو جو کوئی اب سننا چاہتا ہے تو اپنے لئے ایک تیار شعلہ پاتا ہے (تفصیل اس کی واقعہ اول میں گزر چکی اور تحقیق مباحث شہاب کی سورۂ حجر کے رکوع دوم میں گزری ہے۔ یہ مضمون رسالت کے متعلق ہوا مطلب یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے رسالت دی ہے اور دفع التباس کے لئے باب کہانت بند کردیا ہے اور اس استراق کا بند ہونا ہی سبب ہوا ان جنات کے پہنچنے کا آپ کی خدمت میں جیسا واقعۂ اول میں مذکور ہے) اور (آگے مضامین مذکور کے متممات ہیں کہ) ہم نہیں جانتے کہ (ان جدید پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث[1] فرمانے سے) زمین والوں کو کوئی تکلیف پہنچانا مقصود ہے یا اُن کے رب نے اُن کو ہدایت کرنے کا قصد فرمایا ہے (یعنی مقصود تکوینی ارسال رسول کا معلوم نہیں کیونکہ رسول کے اتباع سے رشد وہدایت ہوتی ہے اور مخالفت سے مضرت وعقوبت اور اتباع اور مخالفت آئندہ کا ہم کو علم نہیں پس عقوبت وہدایت کی تعیین کا بھی ہم کو علم نہیں۔ شاید مقصود اس سے انذار ہو اپنی قوم کا کہ ایمان نہ لانے سے عقوبت کا استحقاق ہوگا و نیز نفی علم غیب سے تقویت ہے مضمون توحید کی کہ دیکھو بعضے لوگ علم غیب کو جنات کی طرف نسبت کرتے ہیں مگر ہم کو اتنی بھی خبر نہیں) اور ہم میں (پہلے سے بھی) بعضے نیک (ہوتے آئے) ہیں اور بعضے اور طرح کے (ہوتے آئے) ہیں (غرض) ہم مختلف طریقوں پر تھے (اسی طرح ان نبی کی خبر سن کر اب بھی ہم میں دونوں طریقے کے لوگ موجود ہیں) اور (ہمارا طریقہ تو یہ ہے کہ) ہم نے سمجھ لیا ہے کہ ہم زمین (کے کسی حصہ) میں (جا کر) اللہ تعالیٰ کو ہرا نہیں سکتے اور نہ (اور کہیں) بھاگ کر اُس کو ہرا سکتے ہیں (ہرب سے مراد ہرب فی غیر الارض) ہے بقرینہ مقابلہ فی الارض کے فھو کقوله تعالیٰ: وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ [العنکبوت: ۲۲] شاید اس سے بھی

مقصود انذار ہو کہ اگر کفر کریں گے تو خدا تعالیٰ کے عذاب سے بچ نہیں سکتے۔ اور اُپ مختلف طریقوں کے بیان کرنے سے شاید یہ مقصود ہو کہ باوجود وضوح حق کے بعض کا ایمان نہ لانا حق کے حق ہونے میں شبہ انداز نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ تو ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے) اور ہم نے جب ہدایت کی بات سن لی تو ہم نے تو اُس کا یقین کر لیا سو (ہماری طرح) جو شخص اپنے رب پر ایمان لے آوے گا تو اُس کو نہ کسی کمی کا اندیشہ ہوگا اور نہ زیادتی کا (کمی یہ کہ اُس کی کوئی نیکی لکھنے سے رہ جاوے اور زیادتی یہ کہ کوئی گناہ زیادہ لکھ لیا جاوے شاید مقصود اس سے ترغیب ہو) اور ہم میں بعضے تو (یہی مضامین انذار و ترغیب کے سمجھ کر) مسلمان (ہو گئے) ہیں اور بعضے ہم میں (بدستور سابق) بے راہ ہیں سو جو شخص مسلمان ہو گیا اُنہوں نے تو بھلائی کا راستہ ڈھونڈ لیا (جس پر ثواب مرتب ہوگا) اور جو بے راہ ہیں دوزخ کے ایندھن ہیں (یہاں تک کلام جنات کا ختم ہو گیا جو معمول ہے قالوا کا) اور (آگے اوحی الی کے دوسرے معمولات ہیں یعنی مجھ کو ان مضامین کی بھی وحی ہوئی ایک یہ کہ) اگر یہ (مکہ والے) لوگ (سیدھے) راستے پر قائم ہو جاتے تو ہم اُن کو فراغت کے پانی سے سیراب کرتے تاکہ اُس میں اُن کا امتحان[۲] کریں (کہ نعمت کا شکر ادا کرتے ہیں یا ناشکری و نافرمانی کرتے ہیں۔ یہ غایت لنفتنھم قید واقعی ہے کیونکہ ہر نعمت پر یہ حکمت مرتب ہوتی ہے مطلب یہ کہ اگر اہل مکہ شرک نہ کرتے جس کی مذمت اوپر بضمن کلام جنات آ چکی ہے تو اُن پر قحط مسلط نہ ہوتا جیسا واقعۂ ثالث میں مذکور ہے مگر اُنہوں نے بجائے ایمان کے اعراض کیا اس لئے مبتلائے قحط ہوئے) اور (عقوبت کفر میں کچھ تخصیص اہل مکہ کی نہیں بلکہ) جو شخص اپنے پروردگار کی یاد (یعنی ایمان و طاعت) سے روگردانی کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو سخت عذاب میں داخل کرے گا اور (اُن وحی شدہ مضامین میں سے ایک یہ ہے کہ) جتنے سجدے ہیں وہ سب اللہ کا حق ہیں (یعنی یہ جائز نہیں کہ کوئی سجدہ اللہ کو کیا جاوے اور کوئی سجدہ غیر اللہ کو جیسا مشرکین کرتے تھے) سو اللہ کے ساتھ کسی کی عبادت مت کرو۔ (اس مضمون میں بھی توحید کی تقریر ہے جس کا اوپر ذکر تھا) اور (اُن وحی شدہ مضامین سے ایک یہ ہے کہ) جب خدا کا خاص بندہ (مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں) خدا کی عبادت کرنے کھڑا ہوتا ہے تو یہ (کافر) لوگ اُس بندہ پر بھیڑ لگانے کو ہو جاتے ہیں (یعنی تعجب و عداوت سے ہر شخص اس طرح دیکھتا ہے جیسے اب حملہ کرنے کے لئے بھیڑ لگا چاہتی ہے یہ بھی تتمہ ہے مضمون توحید کا کیونکہ اس میں مذمت ہے مشرکین کی توحید سے اُن کو عداوت اور نفرت ہے آگے اس تعجب اور عداوت کے متعلق جواب دینے کے لئے آپ کو ارشاد ہے یعنی) آپ (ان سے کہہ دیجئے کہ میں تو صرف اپنے پروردگار کی عبادت کرتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا (سو یہ کوئی تعجب و عداوت کی بات نہیں۔ یہ سب مضمون متعلق توحید تھا آگے رسالت کے متعلق مضمون ہے کہ) آپ (یہ بھی) کہہ دیجئے کہ میں تمہارے نہ کسی ضرر کا اختیار رکھتا ہوں اور نہ کسی بھلائی کا (یعنی تم جو ایسی فرمائشیں کرتے ہو کہ اگر آپ رسول ہیں تو ہم پر عذاب نازل کر دیں تو اُس کا جواب یہ ہے کہ میرے اختیار میں نہیں اور اسی طرح جو لوگ کہتے ہیں ایک طرح ہم آپ کو رسول مان لیں کہ آپ مضامین توحید قرآن میں کچھ تغیر و تبدل کر دیں تو اس کے جواب میں) آپ کہہ دیجئے کہ (اگر خدانخواستہ میں ایسا کروں تو) مجھ کو خدا (کے غضب) سے کوئی نہیں بچا سکتا اور نہ میں اُس کے سوا کوئی پناہ (کی جگہ) پا سکتا ہوں (مطلب یہ کہ نہ خود کوئی میرا بچانے والا ہوگا اور نہ میری تلاش سے مل سکے گا اور کفار کے ایسے اقوال استعجال عذاب و استبدال قرآن و دین کے قرآن میں جا بجا مذکور ہیں۔ اور اوپر: لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا میں نفی اختیار نفع و ضرر کی فرمائی آگے اثبات منصب رسالت کا فرماتے ہیں کہ ملک ضرر و نفع تو لازمہ نبوت نہیں اور وہ تو منفی ہے) لیکن خدا کی طرف سے پہنچانا اور اُس کے پیغاموں کا ادا کرنا یہ میرا کام ہے (بلاغ اور رسالات میں باعتبار تحقق کے عموم و خصوص من وجہ ہے اگر ایک حکم کا عام اعلان کیا جاوے اور دوسرے احکام کا اعلان نہ ہو اول متحقق ہوگا نہ ثانی[۱] اور اگر سب احکام خاص خاص لوگوں کو بتلائے جاویں مگر اعلان عام نہ ہو تو ثانی متحقق ہوگا نہ اول اس لئے دونوں کو جمع کیا گیا کہ نبی کے ذمہ تمام احکام کا علی التعمیم پہنچانا واجب ہے) اور (آگے توحید و رسالت دونوں کے متعلق مضمون ہے کہ) جو لوگ اللہ اور اُس کے رسول کا کہنا نہیں مانتے تو یقیناً اُن لوگوں کے لئے آتش دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے (مگر کفار اس وقت ان مضامین سے متاثر نہیں ہوتے بلکہ اُلٹا مسلمانوں کو ذلیل و حقیر سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں: اَیُّ الْفَرِیْقَیْنِ خَیْرٌ مَّقَامًا وَّاَحْسَنُ نَدِیًّا [مریم: ۷۳] اور یہ اس جہالت سے باز نہ آویں گے) یہاں تک کہ جب اُس چیز کو دیکھ لیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے اُس وقت جانیں گے کہ کس کے مددگار کمزور ہیں اور کس کی جماعت کم ہے (یعنی کافر ہی ایسے ہوں گے جن کے کوئی کام نہ آوے گا پس مراد جماعت سے جماعت مطیعہ ہے ناصرا میں نافع اعلیٰ کی نفی ہو گئی اور عدداً میں نافع ادنیٰ کی۔ آگے بعث کے متعلق کلام ہے کہ یہ لوگ قیامت کا وقت بطور انکار کے دریافت کرتے ہیں تو) آپ (ان سے) کہہ دیجئے کہ مجھ کو معلوم نہیں کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے آیا وہ نزدیک (آنے والی) ہے یا میرے پروردگار نے اُس کے لئے کوئی مدت[۲] دراز مقرر کر رکھی ہے (لیکن ہر حال میں وہ آوے گی ضرور رہا علم تعیین سو وہ محض غیب ہے اور) غیب کا جاننے والا وہی ہے سو (جس غیب پر کسی کو مطلع کرنا مصلحت نہیں ہوتا) وہ اپنے (ایسے) غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا (اور علم تعیین قیامت ایسا ہی ہے کہ اس پر کسی کو مطلع کرنے میں کوئی مصلحت نہیں کیونکہ وہ علوم متعلقہ بالنبوۃ سے نہیں جن کو حصول قرب الٰہی میں

دخل ہوتا ہے پس ایسے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا) ہاں مگر اپنے کسی برگزیدہ پیغمبر کو (اگر کسی ایسے علم پر مطلع کرنا چاہتا ہے جو کہ علم نبوت سے ہو خواہ مثبت نبوت ہو جیسے پیشین گوئیاں خواہ فروع نبوت سے ہو جیسے علم احکام) تو (اس طرح اطلاع دیتا ہے کہ) اُس پیغمبر کے آگے اور پیچھے (یعنی جمیع جہات میں وحی کے وقت) محافظ فرشتے بھیج دیتا ہے (تا کہ وہاں شیاطین کا گزر نہ ہو جو کہ وحی کو فرشتے سے سن کر اور کسی سے جا کہیں یا کسی وسوسہ وغیرہ کا القا کرسکیں چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایسے پہرہ دار فرشتے چار تھے کذا فی روح المعانی بروایۃ ابن المنذر عن ابن جبیر وبروایۃ ابن مردویہ عن ابن عباسؓ اور یہ انتظام اس لئے کیا جاتا ہے) تا کہ (ظاہری طور پر) اللہ تعالیٰ کو معلوم ہو جاوے کہ ان فرشتوں نے اپنے پروردگار کے پیغام (رسول تک بحفاظت) پہنچا دیئے (اور اس میں کسی کا دخل وتصرف نہیں ہوا اور پہنچانے والا تو صرف وحی کا فرشتہ ہے لیکن معیت کی وجہ سے رصد کی طرف بھی اسناد فعل کی کردی) اور اللہ تعالیٰ اُن (پہرہ داروں) کے تمام احوال کا احاطہ کئے ہوئے ہے (اس لئے پہرہ دار ایسے مقرر کئے گئے ہیں جو اس کام کے پورے پورے اہل ہیں) اور اُس کو ہر چیز کی گنتی معلوم ہے (پس وحی کے سب اجزاء ایک ایک کر کے اُس کو معلوم ہیں اور وہ سب کی پوری حفاظت کرتا ہے ملائکہ اور انبیاء کے اذہان میں پس یسلک میں حفاظت استراق والتباس سے ہے اور اَحَاطَ میں حفاظت باعتبار صلاحیت وسائط کے ہوئی اور اَحْصٰی میں حفاظت نسیان سے ہوئی پس اول سے آخر تک سب حفاظتیں مرعی ہوئیں۔ حاصل مقام یہ کہ علم ساعت علوم نبوت سے نہیں اس لئے اس کا علم نہ ہونا قادح نبوت یا مستلزم عدم وقوع ساعت نہیں ہے البتہ علوم نبوت عطا کئے جاتے ہیں اور وہ مقصود بعثت سے ہیں اور ان میں احتمال خطا کا نہیں ہوتا تو ایسے علوم سے تم مستفید ہو اور زوائد کی تحقیق چھوڑو)۔

ف: اَنَّهٗ تَعٰلٰی سے اخیر تک ایک قراءت کسرہ کی ہے تو سب معمول قالوا کے ہیں اور ایک قراءت فتح کی ہے جس کی توجیہ احقر کے نزدیک یہ ہے کہ بقرینہ قالوا کے ذکروا مقدر ہے اور سب اُس کے معمول ہیں تو حاصل دونوں قراءتوں کی توجیہ کا ایک ہی ہوگا یعنی یہ سب کلام جن سے ہوگا واللہ اعلم فقط۔ اور فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ ...... پر اگر شبہ ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بھی تو شہاب کا تکون ہوتا تھا جواب یہ ہے کہ اسباب طبعیہ سے تکون تو پہلے سے تھا مگر ملائکہ کے ذریعہ سے ہونا اور اُس میں یہ اثر خاص رجم شیاطین کا ہونا بعد بعثت ہوا ہے اور فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖۤ اَحَدًا ۙ کے مشابہ مضمون آخر سورۂ آل عمران آیت مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ [آل عمران : ۱۷۹] میں گزر چکا ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: سورۃ الجن قولہ تعالیٰ : وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ ...... بعض لوگ جو زبردستی صوفیہ میں شمار کئے جاتے ہیں اور ایسے ایسے تعویذات وعملیات میں مشغول ہیں جن میں جنات وموکلات کی نداء یا استعاذہ ہوتا ہے اس سے اس کا مذموم ہونا ثابت ہوتا ہے۔ قولہ تعالیٰ : قُلْ اِنِّيْ لَاۤ اَمْلِكُ لَكُمْ (الی قولہ تعالی) قُلْ اِنْ اَدْرِيْۤ ...... اس میں صریح نفی قدرت مستقلہ وعلم محیط کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کی گئی ہے تو غیر نبی تو کس شمار میں ہے۔ سورۃ الجن تمام ہوئی۔

الحواشی: (۱) یہ مضمون مبنی ہے بلاغ اور رِسٰلٰتِ کے اختلاف صیغ اور اختلاف معنی پر سو بلاغ کے معنی پہنچا دینا اور رسالات بصیغۂ جمع بمعنی پیغامہا لیکن بلاغ وتبلیغ سے قرآن مجید میں اعلان کے ساتھ پہنچانا مقصود ہوتا ہے اب اس توضیح کے بعد تقریر مقصود کی ظاہر ہے ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قولہ فی اشر ارید مبعوث فرمانے سے کذا فی الکبیر ۱۲۔ ۲ قولہ فی لنفتنهم امتحان واستعمال الفتنة بمعنی الامتحان للمؤمنین وقع فی قوله وفتنٰك فتونا ۱۲ ۳ قولہ فی امدا مدت دراز کذا فی الخازن والقرینة علیه کونه مقابلاً لقوله قریب ۱۲۔

اللغات: الجد العظمة والجلال سفیهنا المراد الجنس رهقا فی القاموس السفه والخفة ویراد فی الموضع الاول وفیه الرهق الظلم ویراد فی الموضع الثانی لمسنا طلبنا بلوغها مجازا حرسا اسم جمع ولذا وصف بالمفرد رصدا فی القاموس رصده رقبه وترجم فی الموضع الاول بحاصله وفی الموضع الثانی بمعنی راصدین طرائق ذوی طرائق ای مذهب قددا جمع قددة من قد اذا قطع القاسطون الجائرون غدقا کثیرا ایسلکه یدخله صعدا شدیدا ۱۲۔ قوله المسٰجد السجدات علی ان المسجد بفتح الجیم مصدر میمی لبدا جمع لبدة متراکمین لا یظهر لا یطلع۔

النحو: قوله لن یجیرنی جملة معترضة قوله الا بلغا استثناء منقطع من رشدا قوله من الله لیست بصلة للبلاغ بل هی ابتدائیة بمنزلة من فی قوله براء ة من الله بمعنی بلغا کائنا من الله ۱۲۔ فی الارض حال هربا حال فلا یخاف ای فهو لا یخاف کما قاله الزمخشری والمحلی وغیرهما وهو احد الوجهین والآخر انها جواب الشرط ومثله من المنفی بلا یصح فیه دخول الفاء وترکها کما صرح به فی التسهیل الا ان الاحسن ترکها والتفصیل فی الروح وفیه ایضًا ان الجواب المقترن بالفاء لا یصح جزمه ۱۲۔

سُوْرَةُ الْمُزَّمِّلِ

سُوْرَةُ الْمُزَّمِّلِ مَكِّيَّةٌ ۳ — ۷۳ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ۲۰ | رُكُوْعَاتُهَا ۲

سورۃ المزمل مکہ میں نازل ہوئی — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اس میں ۲۰ آیات اور ۲ رکوع ہیں

يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۙ﴿۱﴾ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ۙ﴿۲﴾ نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ۙ﴿۳﴾ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ؕ﴿۴﴾

اِنَّا سَنُلْقِيْ عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيْلًا ﴿۵﴾ اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِيْلًا ؕ﴿۶﴾ اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا

طَوِيْلًا ؕ﴿۷﴾ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ؕ﴿۸﴾ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ

وَكِيْلًا ﴿۹﴾ وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا ﴿۱۰﴾ وَذَرْنِيْ وَالْمُكَذِّبِيْنَ اُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ

قَلِيْلًا ﴿۱۱﴾ اِنَّ لَدَيْنَآ اَنْكَالًا وَّجَحِيْمًا ۙ﴿۱۲﴾ وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا اَلِيْمًا ۗ﴿۱۳﴾ يَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ

الْجِبَالُ كَثِيْبًا مَّهِيْلًا ﴿۱۴﴾ اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا ۵ شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ

رَسُوْلًا ؕ﴿۱۵﴾ فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَّبِيْلًا ﴿۱۶﴾ فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَّجْعَلُ

الْوِلْدَانَ شِيْبَا ۖ﴿۱۷﴾ السَّمَآءُ مُنْفَطِرٌۢ بِهٖ ؕ كَانَ وَعْدُهٗ مَفْعُوْلًا ﴿۱۸﴾ اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ

سَبِيْلًا ۧ﴿۱۹﴾ اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ

مَعَكَ ؕ وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ؕ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ؕ

عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى ۙ وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۙ

وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۙ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ

وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ؕ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ

هُوَ خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا ؕ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۧ﴿۲۰﴾

اے کپڑوں میں لپٹنے والے رات کو (نماز میں) کھڑے رہا کرو مگر تھوڑی سی رات یعنی نصف رات (کہ اس میں قیام نہ کرو بلکہ آرام کرو) یا اس نصف سے کسی قدر کم کر دو یا نصف سے کچھ بڑھا دو اور قرآن کو خوب صاف پڑھو (کہ ایک ایک حرف الگ الگ ہو) یعنی ہم تم پر ایک بھاری کلام ڈالنے والے ہیں (مراد قرآن مجید ہے) بے شک رات کے اٹھنے میں دل اور (زبان کا خوب میل ہوتا ہے اور (دعا ہو یا قرأت) بات خوب ٹھیک نکلتی ہے بے شک تم کو دن میں بہت کام رہتا ہے (دنیوی بھی اور دینی بھی) اور

آپ اپنے رب کا نام یاد کرتے رہو اور سب سے قطع کر کے اسی کی طرف متوجہ رہو وہ مشرق و (مغرب کا مالک ہے اس کے سوا کوئی قابل عبادت نہیں تو اسی کو اپنے کام سپرد کر دینے کے لئے قرار دیئے رہو۔ اور یہ لوگ باتیں کرتے ہیں ان پر صبر کرو اور خوبصورتی کے ساتھ ان سے الگ ہو جاؤ اور ہم کو اور ان جھٹلانے والوں نازونعمت میں رہنے والوں کو (حالت موجودہ پر) چھوڑ دو (یعنی رہنے دو) اور ان لوگوں کو تھوڑے دنوں اور مہلت دے دو ہمارے یہاں بیڑیاں ہیں اور دوزخ ہے اور گلے میں پھنس جانے والا کھانا ہے اور دردناک عذاب ہے۔ جس روز کہ زمین اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو کر ریگ رواں ہو جائیں گے بے شک ہم نے تمہارے پاس ایک ایسا رسول بھیجا ہے جو تم پر (قیامت کے روز) گواہی دیں گے جیسا ہم نے فرعون کے پاس ایک رسول بھیجا تھا پھر فرعون نے اس رسول کا کہنا نہ مانا تو ہم نے اس کو سخت پکڑنا پکڑا سو اگر تم نہ بھی بعد پہنچے رسول کے نافرمانی اور کفر کرو گے تو اس دن سے کیسے بچو گے جو (غایت درجہ اشتد ادا اور امتداد سے) بچوں کو بوڑھا کر دے گا جس میں آسمان پھٹ جائے گا بے شک اس کا وعدہ ضرور ہو کر رہے گا۔ یہ ایک (وعظ) نصیحت ہے سو جس کا جی چاہے اپنے پروردگار کی طرف راستہ اختیار کرے آپ کے رب کو معلوم ہے کہ آپ اور آپ کے ساتھ والوں میں سے بعضے آدمی (کبھی دو تہائی کے قریب اور (کبھی) آدھی رات اور (کبھی) تہائی رات (نماز میں) کھڑے رہتے ہیں اور رات اور دن کا پورا اندازہ اللہ ہی کر سکتا ہے اس کو معلوم ہے کہ تم اس (تقدیر وقت) کو ضبط نہیں کر سکتے تو ان وجوہ سے اس تمہارے حال پر عنایت کی سو (اب) تم لوگ سے جتنا قرآن آسانی سے پڑھا جا سکے پڑھ لیا کرو اس کو (یہ بھی) معلوم ہے کہ بعضے آدمی تم میں بیمار ہوں گے اور بعضے تلاش معاش کے لئے ملک میں سفر کریں گے اور بعضے اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے (اس لئے بھی اس حکم کو منسوخ کر دیا) سو (اس لئے بھی تم کو اجازت ہے کہ (اب) تم لوگ سے جتنا قرآن آسانی سے پڑھا جا سکے پڑھ لیا کرو اور نماز (فرض) کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو اور اللہ کو اچھی طرح (یعنی اخلاص سے) قرض دو اور نیک عمل اپنے لئے آگے (ذخیرہ آخرت بنا کر) بھیج دو گے اس کو اللہ کے پاس پہنچ کر اس سے اچھا اور ثواب میں بڑا پاؤ گے اور اللہ سے گناہ معاف کراتے رہو بے شک اللہ غفور رحیم ہے۔

تفسیر: سورة المزمل مكية وهى تسع عشر او عشرون اٰية كذا فى البيضاوى۔

ربط: اوپر کی سورت میں کفار کو امورِ ثلثہ توحید و رسالت و مجازات پر ایمان لانے کی ترغیب تھی اس سورت میں اُن کے ایمان نہ لانے پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تسلیہ ہے اور تقویت تسلیہ کے لئے مثل آیت : فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ [طه : ۱۳۰] وغیرہا کے آپ کو کثرتِ ذکر اور قیام لیل کا امر ہے اور اس مجموعہ کے ضمن میں امورِ ثلثہ مذکورہ کا اثبات بھی ہے اور یہ سب مضمون اوّل کی آیتوں کا ہے اور اخیر کی آیت طویلہ میں جو کہ اول کی آیتوں سے ایک سال کے بعد نازل ہوئی قیام لیل کے امر کو جو کہ بطور فرضیت کے تھا منسوخ فرمایا گیا **رواه فى الدر عن مسلم وغيره** خواہ صرف امت سے بعض اقوال پر اور یا حضورؐ سے بھی بعض اقوال پر جیسا کہ سورۂ اسراء کی آیت : وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ ...... [الأسراء : ۷۹] کی تفسیر میں گزر چکا ہے۔

امر بقیام اللیل والذکر والصبر رسول اللہ ﷺ را برائے تسلیہ وتحقیق امور ثلثہ باز نسخ فرضیت قیام لیل:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ۝ قُمِ الَّيْلَ (الى قوله تعالى) اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۔ اے کپڑوں میں لپٹنے والے (وجہ اس عنوان سے خطاب کرنے کی یہ ہے کہ ابتدائے نبوت میں قریش نے دار الندوہ میں جمع ہو کر آپؐ کے بارہ میں مشورہ کیا کہ آپؐ کی حالت کے مناسب کوئی لقب تجویز کرنا چاہیے کہ اُس پر سب متفق رہیں کسی نے کہا کہ کاہن ہیں پھر رائے قرار پائی کہ کاہن نہیں ہیں کسی نے مجنون کہا پھر اس کو بھی سب نے غلط قرار دیا پھر ساحر کہا پھر بعض نے اس کو بھی رد کیا لیکن پھر بھی کہنے لگے کہ ساحر اس لئے ہیں کہ حبیب کو حبیب سے جدا کر دیتے ہیں آپ ﷺ کو یہ خبر پہنچ کر رنج ہوا اور رنج کی حالت میں کپڑوں میں لپٹ گئے جیسا اکثر سوچ اور رنج میں مغموم آدمی اس طرح کر لیتا ہے پس تانیس و ملاطفت کے لئے اس عنوان سے خطاب فرمایا کہ صفت موجودہ سے اشتقاق کرنا اسم کا عادۃً موجب ملاطفت ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ آپؐ نے حضرت علیؓ کو ابوتراب فرمایا تھا غرض آپؐ کو خطاب ہے کہ ان باتوں کا رنج نہ کرو بلکہ حق تعالیٰ کی طرف دوام و زیادت کے ساتھ توجہ رکھو اس طرح سے کہ) رات کو (نماز میں) کھڑے رہا کرو مگر تھوڑی سی رات یعنی نصف رات (کہ اُس میں قیام نہ کرو بلکہ آرام کرو) یا اُس نصف سے کسی قدر کم کر دو (یعنی نصف سے زیادہ قیام کرو اور نصف سے کم آرام کرو اور اس نصف سے زیادہ کا مصداق قریب دوثلث کے ہے بقرینہ قولہ تعالیٰ **فيما بعد** اَدْنٰى مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ غرض قیام لیل تو امر وجوبی سے فرض ہوا مگر مقدار وقت قیام میں تین صورتوں میں تخییر ہے۔ نصف شب۔ ثلثین شب۔ ثلث شب) اور (اُس قیام لیل میں) قرآن کو خوب صاف صاف پڑھو (کہ ایک ایک حرف الگ الگ ہو اور یہی حکم غیر صلوٰۃ میں بھی ہے اور تخصیص محض مقام کی وجہ سے ہے۔ آگے امر بقیام لیل کی تعلیل و تسہیل ہے یعنی) ہم تم پر ایک بھاری کلام ڈالنے کو ہیں (مراد قرآن مجید ہے جو نزول کے وقت بھی آپ کی حالت کو متغیر کر دیتا تھا جیسا حدیثوں میں ہے کہ ایک بار آپ کی ران زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی ران پر رکھی تھی اُس وقت وحی نازل ہوئی تو زید بن ثابتؓ کی ران پھٹنے لگی اور جب آپ نزول کے وقت ناقہ پر سوار ہوتے تو وہ گردن ڈال دیتی اور حرکت نہ کر سکتی **رواه فى الدر عن**

احمد وغیرہ اور شدت کے جاڑوں میں آپ عرق عرق ہو جاتے رواہ الشیخان عن عائشۃ پھر علاوہ اس کے اُس کا محفوظ رکھنا پھر دوسروں تک پہنچانے میں کلفتیں برداشت کرنا ان اعتبارات سے ثقیل کہا گیا اور اس میں تسہیل تو یہ ہے کہ قیام لیل کو شاق نہ سمجھنا ہم تو اس سے بھاری بھاری کام تم سے لینے والے ہیں اور تعلیل یہ ہے کہ قیام لیل کا حکم اس لئے کرتے ہیں کہ آپ خوگر ہوں ریاضت کے جس سے استعداد نفس اکمل واقوی ہو کیونکہ ہم آپ پر قول ثقیل نازل کرنے والے ہیں تو اس کے لئے اپنی استعداد کا قوی کرنا ضرور ہے آگے قیام لیل کی دوسری تعلیل ہے کہ) بے شک رات کا اُٹھنا خوب مؤثر ہے (نفس کے) کچلنے میں اور (دعاء ہو یا قراءت ظاہراً اور باطناً ہر) بات خوب ٹھیک نکلتی ہے (ظاہراً تو اس طرح کہ فرصت کا وقت ہوتا ہے الفاظ دعاء وقراءت کے خوب اطمینان سے ادا ہوتے ہیں اور باطناً اس طرح کہ جی خوب لگتا ہے اور موافقت دل وزبان کا یہی مطلب ہے اور اس کا علت ہونا ظاہر ہے آگے ایک تیسری تعلیل ہے جس میں تخصیص شب کی حکمت کا بیان ہے وہ یہ کہ) بے شک تم کو دن میں بہت کام رہتا ہے (دنیوی بھی جیسے تدبیر مہمات خانہ داری اور دینی بھی جیسے تبلیغ اس لئے ان کاموں کے لئے رات تجویز کی گئی اور (علاوہ قیام لیل کے جس کا اوپر ذکر ہوا دوسرے اوقات میں بھی) اپنے رب کا نام یاد کرتے رہو اور سب سے قطع کر کے اُسی کی طرف متوجہ رہو (یعنی ذکر و تبتل یہ ہر وقت کا فرض ہے اور قطع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ علاقہ خداوندی اور تعلقات پر غالب رہے اور ان سب امور کا تسلیہ وتسریہ میں مؤثر ہونا ظاہر ہے آگے توحید کے ساتھ اس کی تاکید اور تصریح ہے یعنی) وہ مشرق اور مغرب کا مالک ہے اُس کے سوا کوئی قابل عبادت نہیں تو اُسی کو اپنے کام سپرد کرنے کے لئے قرار دیئے رہو اور یہ لوگ جو جو باتیں کرتے ہیں اُن پر صبر کرو اور خوبصورتی کے ساتھ اُن سے الگ ہو جاؤ (الگ ہونا یہ کہ کوئی تعلق نہ رکھو اور خوبصورتی سے یہ کہ اُن کی شکایت وانتقام کی فکر میں مت پڑو) اور (آگے اُن کے عذاب کی خبر دے کر تسلیہ کی تقویت کرتے ہیں یعنی) مجھ کو اور ان جھٹلانے والوں کو ناز و نعمت میں رہنے والوں کو (حالت موجودہ پر) چھوڑ دو (یعنی رہنے دو ومر تفسیرہ فی ایۃ فذرنی ومن یکذب بھذا الحدیث من سورۃ نٓ) اور ان لوگوں کو تھوڑے دنوں اور مہلت دے دو (یہ کنایہ ہے صبر وانتظار سے یعنی چندے اور صبر کر لیجئے عنقریب ان کو سزا ہونے والی ہے کیونکہ) ہمارے یہاں بیڑیاں ہیں اور دوزخ ہے اور گلے میں پھنس جانے والا کھانا ہے (وھذا کقولہ تعالٰی: يَتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيغُهٗ [ابراھیم: ۱۶]) اور دردناک عذاب ہے (پس ان لوگوں کو ان چیزوں سے سزا دی جاوے گی اور یہ سزائیں اس روز ہوں گی)۔ جس روز کہ زمین اور پہاڑ ہلنے لگیں اور پہاڑ (ریزہ ریزہ ہو کر) ریگ رواں ہو جاویں گے (پھر اُڑتے پھریں گے۔ آگے مکذبین مذکورین کو بطور التفات کے خطاب ہے جس میں اثبات رسالت وتحقیق وعید بھی ہے یعنی) بے شک ہم نے تمہارے پاس ایک ایسا رسول بھیجا ہے جو تم پر (قیامت کے روز) گواہی دیں گے (کہ ان لوگوں نے تبلیغ کے بعد کیا برتاؤ کیا) جیسا ہم نے فرعون کے پاس ایک رسول بھیجا تھا پھر فرعون نے اُس رسول کا کہنا نہ مانا تو ہم نے اُس کو سخت پکڑنا پکڑا سو اگر تم (بھی بعد ارسال رسول کے عصیان اور) کفر کرو گے تو (اسی طرح ایک روز تم کو بھی مصیبت بھگتنا پڑے گی چنانچہ وہ مصیبت کا دن آنے والا ہے سو تم) اُس دن (کی مصیبت) سے کیسے بچو گے جو (غایت اشتداد وامتداد سے) بچوں کو بوڑھا کر دے گا (یہ کنایہ ہے شدت سے) جس میں آسمان پھٹ جاوے گا بے شک اُس کا وعدہ ضرور ہو کر رہے گا (پس یہ بھی احتمال نہیں ہے کہ وہ وقت ٹل جاوے) یہ (تمام مضمون) ایک (بلیغ) نصیحت ہے سو جس کا جی چاہے اپنے پروردگار کی طرف راستہ اختیار کرے (یعنی اُس تک پہنچنے کے لئے دین کا راستہ قبول کرے اس میں مجازات کا ذکر بھی ہو گیا جس سے مضامین ثلثہ کی تکمیل ہو گئی آگے اُس قیام لیل کی فرضیت کا نسخ ہے، جو اول سورت میں مذکور تھا)۔

نسخ فرضیت قیام لیل: (یعنی) آپ کے رب کو معلوم ہے کہ آپ اور آپ کے ساتھ والوں میں سے بعضے آدمی (کبھی) دو تہائی رات کے قریب اور (کبھی) آدھی رات اور (کبھی) تہائی رات (نماز میں) کھڑے رہتے ہیں اور رات اور دن پورا اندازہ اللہ ہی کر سکتا ہے اُس کو معلوم ہے کہ تم اُس (تقدیر وقت) کو ضبط نہیں کر سکتے (اور اس وجہ سے تم کو سخت مشقت لاحق ہوتی ہے کیونکہ انداز سے تخمینہ کرنے میں تو شبہ رہتا ہے کمی کا اور انداز سے زیادہ کرنے میں تمام رات کے قریب صرف ہو جاتا ہے تاکہ وقت مقدر یقیناً پورا ہو جاوے اور ان دونوں امر میں مشقت شدید ہے روحانی یا جسمانی اور آلات معرفت اوقات کے موجود[1] نہ تھے ھذا ماخوذ من الروح تو (ان وجوہ سے) اُس نے تمہارے حال پر عنایت کی (اور اُس پہلے حکم کو منسوخ فرما دیا) سو (اب) تم لوگ جتنا قرآن آسانی سے پڑھا جا سکے پڑھ لیا کرو مراد اس قرآن پڑھنے سے تہجد پڑھنا ہے کہ اُس میں قرآن پڑھا جاتا ہے اور یہ امر ندب کے لئے ہے مطلب یہ کہ تہجد کی فرضیت منسوخ ہو گئی اب جس قدر وقت تک آسان ہو بطور ندب کے اگر چاہو پڑھ لیا کرو اور منسوخ ہونے کی اصل علت مشقت ہے جس پر عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ دال ہے اور اس کے قبل کا مضمون اس کی تمہید ہے چنانچہ ظاہر ہے اور آگے اسی نسخ کی دوسری علت ہے کہ) اُس کو (یہ بھی) معلوم ہے کہ

بعضے آدمی تم میں بیمار ہوں گے اور بعضے تلاش معاش کے لئے مُلک میں سفر کریں گے اور بعضے اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے (اس لئے بھی اس حکم کو منسوخ کر دیا کیونکہ ان حالتوں میں پابندی تہجد کی اور اوقات کی مشکل تھی) سو (اس لئے بھی تم کو اجازت ہے کہ اب) تم لوگ جتنا قرآن آسانی سے پڑھا جا سکے پڑھ لیا کرو (وقد مر تفسیرہ انفا اور ہر علت پر مستقلاً اُس کو مرتب کیا پس تکرار نہ رہا) اور (گو تہجد منسوخ ہو گیا مگر یہ احکام اب بھی باقی ہیں یعنی یہ کہ) نماز (فرض) کی پابندی رکھو اور زکوٰۃ دیتے رہو (قد مر تفسیرہ فی اول المؤمنین) اور اللہ کو اچھی طرح (یعنی اخلاص سے) قرض دو اور جو نیک عمل اپنے لئے آگے (ذخیرہ آخرت کا بنا کر) بھیج دو گے اُس کو اللہ کے پاس پہنچ کر اُس سے اچھا اور ثواب میں بڑا پاؤ گے (یعنی دنیوی اغراض میں خرچ کرنے سے جو عوض اور نفع مرتب ہوتا ہے اُس سے بہتر اور اعظم نفقات خیر پر ملے گا) اور اللہ سے گناہ معاف کراتے رہو بے شک اللہ غفور رحیم ہے (استغفار بھی اُن ہی احکام باقیہ میں ہے) **ف**: ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ فرضیت تہجد کی عام تھی اور طائفہ سے شبہ تبعیض کا نہ کیا جاوے کیونکہ من محتمل بیان بھی ہے یا یہ طائفہ آپ کے ساتھ قیام کرتے ہوں اور باقی بطور خود اور نسخ بھی ظاہراً عام معلوم ہوتا ہے آپ کے حق میں بھی و مر شیٔ منہ فی التمہید اور ظاہراً نصف و ثلث و ثلثین میں اول شب آخر شب میں تخییر تھی البتہ ناشئۃ سے ظاہراً افضلیت [۲] آخر کی معلوم ہوتی ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: يَٰٓأَيُّهَا ٱلۡمُزَّمِّلُ قُمِ ٱلَّيۡلَ ...... (وقولہ تعالیٰ) وَرَتِّلِ ٱلۡقُرۡءَانَ (وقولہ تعالیٰ) وَٱذۡكُرِ ٱسۡمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلۡ إِلَيۡهِ ...... ان آیات میں صوفی کے مشاغل ہیں اور إِنَّ نَاشِئَةَ ٱلَّيۡلِ ...... میں بیان ہے داعی داخلی قیام لیل کا اور إِنَّ لَكَ فِي ٱلنَّهَارِ سَبۡحٗا طَوِيلٗا میں بیان ہے اس کے داعی خارجی کا تو اس سے لیل اور خلوت کے اسرار بھی معلوم ہو گئے ۱۲۔ قولہ تعالیٰ: عَلِمَ أَن لَّن تُحۡصُوهُ فَتَابَ عَلَيۡكُمۡ اس میں رعایت ہے سہولت کی مجاہدہ و اوراد میں اور محققین کا یہی برتاؤ ہے طالبین سالکین کے ساتھ۔ سورۂ مزمل تمام ہوئی۔

الحواشی: (۱) اور وجود آلات کے بعد بھی ہر شخص کو اُن آلات کا جمع کرنا اور اُن کی تصحیح کا اہتمام دشواری سے خالی نہیں اب یہ شبہ بھی دفع ہو گیا کہ حکم تو عام ہے اور بنا یعنی عدم تیسیر آلات خاص ہے ۱۲ منہ۔ (۲) قولہ فی تفسیرھا القومۃ بعد النومۃ ومثلھا فی الکشاف عن عائشۃؓ جزما۔ وفیھا قول آخر کما روی الطبری عن ابن عباسؓ ان اللیل کلہ ناشئۃ وعن المجاھد کل شئ بعد العشاء فھو ناشئۃ انتھی وعلی ھذا لا یتم الاستدلال ۱۲ منہ۔

فائدة: فی الروح استدل ابو حنیفة بقوله تعالٰی فاقرأ واما تیسر من القرآن علی ان الفرض فی الصلٰوة مطلق القراء ة لا الفاتحة بخصوصها وهو ظاهر علی القول بانه عبر فیه عن الصلوة برکنها وهو القراء ة کما عبر عنها بالسجود والقیام والرکوع فی مواضع اه قلت وبهذا التقریر اندفع ما یتوهم من تفسیرنی لقوله تعالٰی فاقرأوا ما تیسر من القرآن انه یخالف ما ذهب الیه الحنفیة من فرضیة القراء ة المتبادر منه حمل الامر علی الوجوب وجه التوهم ان المتبادر من الاستدلال بالآیة علی فرضیة القراء ة هو الاستدلال بالامر وهو یتوقف علی کون الامر للوجوب وانا حملته علی الندب مخالفا وجه الاندفاع ان الاستدلال المذکور لیس بالامر لیتوقف علی کونه للوجوب بل استدلال بالتعبیر عن الصلٰوة بالقراء ة کما سرده صاحب الروح وهو یتمشی علی کون الامر للندب ایضا فلم یتخالفا ۱۲۔

اللغات: المزمل فی القاموس تزمل وازمل تلفف فی الثوب رتل الترتیل التبیین وتفصیل بعض الحروف من بعض ناشئة مصدر بمعنی قیام وطأ بکسر الواو والمد لابن عامر وابی عمر وبمعنی مواطاة القلب واللسان وقرأ الآخرون بفتح الواو وسکون الطاء بمعنی کلفة ومشقة وبنی التفسیر علی القراء ة الثانیة ۱۲۔ سبحا تقلبا وتصرفا فی مهماتك ۱۲۔ النعمة التنعم کثیبا رملا مجتمعا مهیلا هال یهیل صب صبا وبیلا فی الجلالین شدیدا ۱۲۔ منفطر به الباء للآلة او للظرف ۱۲۔

البلاغة: قوله ادنی من ثلثی الیل ونصفه وثلثه بالنسب فی قراء ة وبالجر فی قراء ة فعلی الاول یکون ادنی مختصا بالثلثین وعلی الثانی یکون عاما للثلثین والنصف والثلث والجمع بین القراء تین ان النصف والثلث کانتا تقریبیین فصح التعبیر عنهما بادنی من النصف والثلث وبالنصف والثلث واما نکتة زیادة الادنی فی الثلثین فی الاول ان النصف والثلث قلما یقع الغلط فی تقدیر هما الی الا نقص لقلة مقدارهما بخلاف الثلثین حیث لا یندر فیه مثل هذا الغلط فاکثر ما یتحقق الثلثان فی ضمن الادنی منهما فافهم فهو من المواهب ۱۲۔

سُوْرَةُ الْمُدَّثِّرِ

سُوْرَةُ الْمُدَّثِّرِ ۷۴ مَكِّيَّةٌ ۴ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ۵۶ | رُكُوْعَاتُهَا ۲

سورۃ المدثر مکہ میں نازل ہوئی　　شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں　　اس میں ۵۰ آیات اور ۲ رکوع ہیں

يٰۤاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝۱ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝۲ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ۝۳ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝۴ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝۵ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ۝۶
وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۝۷ فَاِذَا نُقِرَ فِي النَّاقُوْرِ ۝۸ فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ ۝۹ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ ۝۱۰
ذَرْنِيْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيْدًا ۝۱۱ وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا ۝۱۲ وَّبَنِيْنَ شُهُوْدًا ۝۱۳ وَّمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِيْدًا ۝۱۴
ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَ ۝۱۵ كَلَّا ۭ اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا ۝۱۶ سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا ۝۱۷ اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ۝۱۸ فَقُتِلَ
كَيْفَ قَدَّرَ ۝۱۹ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ۝۲۰ ثُمَّ نَظَرَ ۝۲۱ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ۝۲۲ ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ۝۲۳ فَقَالَ
اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ يُّؤْثَرُ ۝۲۴ اِنْ هٰذَآ اِلَّا قَوْلُ الْبَشَرِ ۝۲۵ سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ ۝۲۶ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا
سَقَرُ ۝۲۷ لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ ۝۲۸ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ۝۲۹ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ۝۳۰ وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا
مَلٰۗىِٕكَةً ۠ وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۙ لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا
اِيْمَانًا وَّلَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۙ وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ
اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۭ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ۭ
وَمَا هِيَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ ۝۳۱ كَلَّا وَالْقَمَرِ ۝۳۲ وَالَّيْلِ اِذْ اَدْبَرَ ۝۳۳ وَالصُّبْحِ اِذَآ اَسْفَرَ ۝۳۴ اِنَّهَا لَاِحْدَى الْكُبَرِ ۝۳۵ ع ۱۵
نَذِيْرًا لِّلْبَشَرِ ۝۳۶ لِمَنْ شَاۗءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّتَقَدَّمَ اَوْ يَتَاَخَّرَ ۝۳۷ كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ ۝۳۸ اِلَّآ اَصْحٰبَ
الْيَمِيْنِ ۝۳۹ فِيْ جَنّٰتٍ ڜ يَتَسَاۗءَلُوْنَ ۝۴۰ عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ ۝۴۱ مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ ۝۴۲ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ۝۴۳ ۱۶
وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ ۝۴۴ وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَاۗىِٕضِيْنَ ۝۴۵ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۝۴۶ حَتّٰىٓ اَتٰىنَا الْيَقِيْنُ ۝۴۷ فَمَا
تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشّٰفِعِيْنَ ۝۴۸ فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ ۝۴۹ كَاَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنْفِرَةٌ ۝۵۰ فَرَّتْ مِنْ

قَسْوَرَةٍ ﴿٥١﴾ بَلْ يُرِيدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ أَنْ يُّؤْتٰى صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ﴿٥٢﴾ كَلَّا ۖ بَلْ لَّا يَخَافُونَ الْاٰخِرَةَ ﴿٥٣﴾ كَلَّا إِنَّهٗ تَذْكِرَةٌ ﴿٥٤﴾ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ﴿٥٥﴾ وَمَا يَذْكُرُوْنَ إِلَّآ أَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۚ هُوَ أَهْلُ التَّقْوٰى وَأَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ﴿٥٦﴾

اے کپڑے میں لپٹنے والے اٹھو (یعنی اپنی جگہ سے اٹھو یا یہ کہ مستعد ہو) پھر (کافروں کو) ڈراؤ اور اپنے رب کی بڑائیاں بیان کرو اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھو اور بتوں سے الگ رہو (جس طرح کہ اب الگ ہو اور کسی کو اس غرض سے موت دو کہ (دوسرے وقت) زیادہ معاوضہ چاہو اور (پھر اس انداز میں جو ایذا پیش آئے اس پر) اپنے رب (کی خوشنودی) کے واسطے کیجئے پھر جس وقت صور پھونکا جائے گا سو وہ وقت یعنی وہ دن کافروں پر ایک سخت دن ہوگا جس میں ذرا آسانی نہ ہوگی۔ (آگے بعض کفار کا ذکر ہے یعنی) مجھ کو اور اس شخص کو (اپنے اپنے حال پر) رہنے دو جس کو میں نے اکیلا پیدا کیا اور کثرت سے مال دیا اور پاس رہنے والے بیٹے (دیئے) اور سب طرح کا سامان اس کے لئے مہیا کر دیا پھر بھی اس بات کی ہوس رکھتا ہے کہ اس کو زیادہ دوں ہرگز زیادہ دینے کا اہل نہیں (کیونکہ) وہ ہماری آیتوں کا مخالف ہے اس کو عنقریب (یعنی مرنے کے بعد) دوزخ کے پہاڑ پر چڑھاؤں گا اس شخص نے سوچا پھر ایک بات تجویز کی سو اس پر خدا کی مار ہو کیسی بات تجویز کی (اور) پھر مکرر اس پر خدا کی مار ہو کیسی بات تجویز کی پھر (حاضرین کے چہروں کو) دیکھا پھر منہ بنایا (تا کہ دیکھنے والے سمجھیں کہ اس کو قرآن سے بہت نفرت ہے) اور زیادہ منہ بنایا اور پھر منہ پھیرا اور تکبر کیا پھر بولا کہ بس یہ تو جادو ہے (جو اوروں سے) منقول (ہے) بس یہ تو آدمی کا کلام ہے اس کو جلدی دوزخ میں داخل کروں گا اور تم کو کچھ خبر بھی ہے کہ دوزخ کیسی چیز ہے (مقصود اس سے تہویل ہے وہ ایسی ہے کہ) نہ تو باقی رہنے دے گی اور نہ چھوڑے گی (اور) وہ (جلا کر) بدن کی حیثیت بگاڑ دے گی اور اس پر انیس فرشتے جو اس پر خازن ہیں اور جن میں سے ایک مالک ہے مقرر) ہوں گے۔ اور ہم نے دوزخ کے کارکن (جو آدمی نہیں بلکہ) صرف فرشتے بنائے ہیں اور ہم نے جو ان کی تعداد ذکر و حکایت ہیں صرف ایسی رکھی ہے جو کافروں کی گمراہی کا ذریعہ ہو تو اس لئے تا کہ اہل کتاب (سننے کے ساتھ) یقین کر لیں اور ایمان والوں کا ایمان اور بڑھ جائے اور اہل کتاب اور مومن شک نہ کریں اور تا کہ جن لوگوں کے دلوں میں (شک کا) مرض ہے وہ اور کافر لوگ کہنے لگیں کہ اس عجیب مضمون میں اللہ تعالیٰ کا کیا مقصود ہے (جس طرح اس خاص باب میں خدا تعالیٰ نے کافروں کو گمراہ کیا اسی طرح اللہ تعالیٰ چاہتا ہے جس کو گمراہ کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت کر دیتا ہے اور یہ (انیس فرشتوں کا مقرر ہونا کسی حکمت سے ہے ورنہ) تمہارے رب کے لشکروں (یعنی فرشتوں کی تعداد کو بجز رب کے کوئی نہیں جانتا اور دوزخیوں کا حال بیان کرنا صرف آدمیوں کی نصیحت کے لئے ہے بالتحقیق قسم ہے چاند کی اور رات کی جب جانے لگے اور صبح کی جب روشن ہو جائے کہ وہ دوزخ بڑی بھاری چیز ہے جو انسان کے لئے بڑا ڈراوا ہے (یعنی تم میں جو آگے کی طرف) کو بڑھے اس کے لئے بھی یا جو (خیر سے) پیچھے ہٹے۔ اس کے لئے بھی ہر شخص اپنے اعمال (کفریہ) کے بدلے میں (دوزخ میں) محبوس ہوگا مگر داہنے والے کہ وہ بہشتیوں میں ہوں گے (اور) مجرموں (یعنی کفار) کا حال (خود ان کفار ہی سے) پوچھتے ہوں گے (یعنی مومنین کفار سے پوچھیں گے) کہ تم کو دوزخ میں کس بات نے داخل کیا وہ کہیں گے ہم نہ تو نماز پڑھا کرتے تھے اور نہ غریب کو (جس کا حق واجب تھا) کھانا کھلایا کرتے تھے اور مشغلہ میں رہنے والوں کے ساتھ ہم بھی (اس) مشغلہ میں رہا کرتے تھے اور قیامت کے دن کو جھٹلایا کرتے تھے یہاں تک کہ (اس حالت میں) ہم کو موت آ گئی (سو اس حالت مذکورہ میں) ان کو سفارش کرنے والوں کی سفارش نفع نہ دے گی (اور جب کفر و اعراض کی بدولت ان کی یہ گت بننے والی ہے) تو ان کو کیا ہوا کہ اس نصیحت (قرآنی) سے روگردانی کرتے ہیں کہ گویا وہ وحشی گدھے ہیں جو شیر سے بھاگے رہتے ہیں بلکہ ان میں ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ ان کو کھلے ہوئے (آسمانی) نوشتے دیئے جائیں گے (آگے اس بے ہودہ درخواست کا رد ہے کہ یہ) ہرگز نہیں (ہو سکتا) بلکہ یہ لوگ آخرت (کے عذاب) سے نہیں ڈرتے (پس یہ) ہرگز نہیں ہو سکتا بلکہ قرآن (ہی) بانصیحت کے لئے کافی ہے۔ سو جس کا جی اس سے نصیحت حاصل کرے اور بدوں خدا کے چاہے یہ لوگ نصیحت قبول نہیں کریں گے۔ وہی ہے جس (کے عذاب) سے ڈرنا چاہئے اور (وہی ہے) جو (بندوں کے گناہ) معاف کرتا ہے۔

تفسیر: سورة المدثر مكية وهي ست وخمسون آيات كذا في البيضاوي۔

ربط: اوپر کی سورت میں تسلیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقصوداً اور انذار کفار تبعاً مذکور تھا اس سورت میں انذار مقصوداً اور تسلیہ تبعاً ارشاد ہے اس لئے وہاں تسلیہ کی آیات زیادہ اور انذار کی کم اور یہاں انذار کی زیادہ اور تسلیہ کی کم ہیں۔ اور اس سورت میں بعض واقعات کی طرف اشارہ ہے توضیح سورت کے لئے اُن کی تفصیل لکھی جاتی ہے۔

واقعۂ اول: احادیث میں ہے کہ سب سے پہلے سورۂ اقرأ کے شروع کی آیتیں نازل ہو کر بعض حکمتوں سے چندے وحی نازل نہ ہوئی پھر ایک بار جنگل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک آواز سنائی دی اوپر نظر اٹھا کر دیکھا تو جبریل علیہ السلام ایک تخت پر درمیان زمین و آسمان کے بیٹھے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہیبت سے گھبرا کر گھر لوٹ آئے اور کپڑوں میں لپٹ گئے اور اس پر اول کی آیتیں نازل ہوئیں لفظ **مدثر** میں اسی کی طرف اشارہ ہے اور یہ آیتیں شروع نبوت کی ہیں اور بقیہ سورت کا بعد میں نزول ہوا ہے اور اتقان سے معلوم ہوتا ہے کہ سورۂ مزمل کے بعد نزول ہوا ہے یعنی بقیہ کا۔

واقعۂ ثانی: ولید بن مغیرہ کافر بڑا مالدار تھا اور اُس کے دس بیٹے تھے جو اُس کے پاس رہتے تھے اور بوجہ فراغت معاش کے اُن کو تلاش معاش کے لئے کہیں جانا نہ پڑتا تھا وہ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپؐ نے اُس کو قرآن پڑھ کر سنایا اور وہ کسی قدر متاثر ہوا مگر ابو جہل نے اُس کو ورغلایا اور قریش میں تذکرہ ہوا کہ اگر ولید مسلمان ہو گیا تو بڑی خرابی ہوگی غرض سب جمع ہوئے اور آپؐ کے بارہ میں گفتگو ہوئی کسی نے کہا کہ آپ شاعر ہیں کسی نے کہا کہ آپ کاہن ہیں ولید نے کہا کہ میں شعر میں خود بڑا ماہر ہوں اور کاہنوں کی باتیں بھی بہت سنی ہیں قرآن نہ شعر ہے نہ کہانت لوگوں نے کہا کہ تیری کیا رائے ہے؟ اُس نے کہا کہ سوچ لوں چنانچہ سوچ ساچ کر کہنے لگا کہ مجھ کو سحر معلوم ہوتا ہے جس کا مبنی تفریق بین الاحبہ ہے جو شروع مزمل میں مذکور ہوا اور اس کے قبل یہ بھی کہہ چکا تھا کہ یہ سحر بھی نہیں اور مجنونانہ کلام بھی نہیں اور یہ کلام اللہ ہے مگر محض اپنی برادری کو خوش کرنے کو اب یہ بات بنائی: ذَرْنِیْ وَمَنْ خَلَقْتُ سے سَاُصْلِیْهِ سَقَرَ کے آخر تک اسی کے متعلق مضمون ہے **كذا فى الدر المنثور۔**

واقعۂ ثالث: جب آیت **:عليها تسعة عشر** کو کفار نے سنا تو ایک کافر تھا ابو الاشد بن اسید بن کلاۃ **الجمحی** اور وہ بڑا قوی تھا اُس نے کہا کہ اے قریش تم اس سے مت ڈرنا میں دس فرشتوں کو تو داہنے شانہ سے اور نو کو بائیں شانہ سے ہٹا دوں گا اور ایک یہ روایت ہے کہ ابو جہل نے کہا کہ وہ فرشتے تو اُنیس ہی ہیں اور تم بہت سے ہو کیا دس دس آدمی بھی ایک ایک کو کافی نہ ہوں گے اس پر یہ آیت نازل ہوئی: وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ ...... **رواه فى الدر عن السدى وقتادة۔** اب تفسیر شروع ہوتی ہے۔

امر بالانذار: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝ (الى قوله تعالى) هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ۝ اے کپڑے میں لپٹنے والے اُٹھو (یعنی اپنی جگہ سے اُٹھو یا یہ کہ مستعد ہو) پھر (کافروں کو) ڈراؤ (جو کہ مقتضا منصب نبوت کا ہے اور یہاں تبشیر کو اس لئے نہیں فرمایا کہ یہ آیت بالکل ابتدائے نبوت کی ہے اُس وقت باستثناء ایک دو کے کوئی مسلمان نہ تھا تو انذار ہی انسب تھا) اور اپنے رب کی بڑائیاں کرو (کہ اول چیز تبلیغ کی توحید ہے اور (آگے بعض ضروری اعمال وعقائد واخلاق کی تعلیم ہے جس پر خود بھی عامل رہنا چاہیے کہ تبلیغ کے ساتھ اپنی تہذیب بھی ضروری ہے یعنی ایک تو اپنے کپڑوں کو پاک رکھئے (یہ اعمال میں سے ہے اور چونکہ بالکل ابتداء میں نماز نہ تھی اس لئے اُس کا حکم نہیں ہوا) اور (دوسرے یہ کہ) بتوں سے الگ رہو (جس طرح کہ اب تک الگ ہو۔ یہ عقائد میں سے ہے یعنی بدستور سابق توحید پر دوام رکھو اور باوجود دوسری شق کے احتمال نہ ہونے کے یہ امر فرمانا اشارہ ہے اہتمام شان توحید کی طرف کہ ایسی ضروری چیز ہے کہ معصوم کو بھی باوجود احتیاج نہ ہونے کے اس کی تعلیم کی جاتی ہے تو غیر معصوم تو بدرجۂ اولیٰ اس کا مکلّف ہوگا) اور کسی کو اس غرض سے مت دو کہ (دوسرے وقت) زیادہ معاوضہ چاہو (یہ متعلق اخلاق کے ہے اور گو اوروں کے لئے یہ امر جائز ہے اگرچہ خلاف اولیٰ ہے جیسا سورۂ روم کی آیت :وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا ...... [الروم : ۳۹] کی تفسیر سے معلوم ہوسکتا ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان چونکہ ارفع ہے اس لئے آپ کو اس کی ممانعت کی گئی **كما فى الروح والاصح ان النهى للتحريم وانه من خواصه عليه الصلوة والسلام**) اور پھر (انذار میں جو ایذاء پیش آوے اُس پر) اپنے رب (کی خوشنودی) کے واسطے صبر کیجئے (یہ خاص اخلاق متعلقہ بالتبلیغ میں سے ہے پس آیتیں جامع ہوگئیں تہذیب نفس وتہذیب غیر کو) پھر (اس ڈرانے کے بعد جو کوئی ایمان نہ لاوے گا اُس کے لئے یہ وعید ہے کہ) جس وقت صور پھونکا جاوے گا سو وہ وقت یعنی وہ دن کافروں پر ایک سخت دن ہوگا جس میں ذرا آسانی نہ ہوگی (آگے بعض خاص کفار کا ذکر ہے یعنی) مجھ کو اور اُس شخص کو (اپنے اپنے حال پر) رہنے دو (کہ ہم اُس سے بھگت لیں گے) جس کو میں نے (مال واولاد سے خالی اور) اکیلا پیدا کیا (جیسا کہ پیدا ہونے کے وقت آدمی کے پاس نہ مال ہوتا ہے اور نہ اولاد اور مراد اس سے ولید ہے جس کا قصہ واقعۂ ثانی میں مذکور ہوا ہے) اور اُس کو کثرت سے مال دیا اور پاس رہنے والے بیٹے (دیئے) اور سب طرح کا سامان اُس کے لئے مہیا کر دیا پھر بھی (باوجود اس کے اس مال واولاد کا شکر بجا نہ لایا کہ ایمان لے آتا بلکہ اس نعمت وافرہ کو براہ کفران وبے قدری قلیل سمجھ کر) اس بات کی ہوس رکھتا ہے کہ (اُس کو) اور زیادہ دوں ہرگز (وہ زیادہ دینے کے قابل) نہیں (کیونکہ) وہ ہماری آیتوں کا مخالف ہے (اور مخالفت کے ساتھ عدم قابلیت ظاہر ہے گو استدراجاً دے دی جاوے لیکن اتفاق سے اُس شخص کی روز نزول آیت سے ظاہراً بھی ترقی بند ہوگئی چنانچہ پھر نہ کوئی اولاد ہوئی اور نہ کچھ مال بڑھا گو ترقی ہونے پر بھی مضمون آیت کا صحیح رہتا کیونکہ مضمون مقصود زجر ہے طمع زیادت بلا مقتضی قابل زجر ہے اور یہ سزائے زجر یا عدم زیادت تو دنیا میں ہے اور آخرت میں) میں اُس کو عنقریب (یعنی مرنے کے بعد) دوزخ کے پہاڑ پر چڑھاؤں گا (حدیث ترمذی میں مرفوعاً ہے کہ صعود دوزخ میں ایک پہاڑ ہے ستر برس میں اُس کی چوٹی پر پہنچے گا پھر وہاں سے گر پڑے گا پھر اسی طرح ہمیشہ چڑھے گا اور گرے گا اور وجہ اس سزا کی وہی عناد ہے جو اوپر مذکور ہے اور آگے بھی اُس کی کچھ تفصیل ہے وہ یہ کہ) اس شخص نے (اس بارہ میں) سوچا (کہ قرآن کی شان میں کیا بات تجویز کروں) پھر (سوچ کر) ایک بات تجویز کی (جس کا بیان آگے آتا ہے) سو اُس پر خدا کی مار ہو کیسی بات تجویز کی (اور) پھر (مکرر) اس پر خدا کی مار ہو کیسی بات تجویز کی (یہ تعجیب مکرر غایت ذم واستبعاد کے لئے ہے یعنی کیسی بے جوڑ بات تجویز کی جس کا احتمال ہی نہیں ہوسکتا کیونکہ سحر اُمور

عاد یہ سے ہے اور ایک حد تک اُس کی قوت ہے اور اس میں اتنی قوت نہیں کہ جمیع غائبین پر بھی مؤثر ہو جاوے اور ماضین و مستقبلین پر بھی اثر کر جاوے کہ ناماضین کے کلام میں سے کوئی اُس کا مثل پیش کر سکے اور مستقبلین کی نسبت بھی دعویٰ کیا جاوے کہ کوئی اس کے مثل نہیں بنا سکتا اور کاذب کو ایسے دعوی کی اولاً جرأت کہاں پھر آئندہ چل کر بہت جلد اُس کی تکذیب ہو جاتی غرض نہایت مہمل بات تجویز کی) پھر (حاضرین کے چہروں کو) دیکھا (کہ وہ تجویز کی ہوئی بات ان سے کہوں) پھر منہ بنایا (تا کہ دیکھنے والے سمجھیں کہ اس کو قرآن سے بہت کراہت وانقباض ہے) اور زیادہ منہ بنایا پھر منہ پھیرا اور تکبر ظاہر کیا (جیسا عادت ہے کہ جس چیز کو قابل اعراض سمجھتے ہیں اس کا تذکرہ کرتے ہوئے بھی گردن پھیر لیتے ہیں اور اظہار تنفر کرتے ہیں) پھر بولا کہ بس یہ تو جادو ہے (جو اوروں سے) منقول (ہے) بس یہ تو آدمی کا کلام ہے (مطلب یہ کہ اللہ کا کلام نہیں بلکہ بشر کا کلام ہے جس کو آپ کسی جادوگر سے نقل کر دیتے ہیں یا آپ خود مصنف ہیں لیکن مضامین مدعیان نبوت سابقین سے منقول ہیں اور اسلوب عبارت نعوذ باللہ آپ کے سحر کا اثر ہے۔ آگے اس عناد کی سزا تفصیلاً فرماتے ہیں جیسا اوپر سَاُرۡهِقُهٗ صَعُوۡدًا ؕ‏ میں اجمالاً فرمایا تھا پس عَنِيۡدًا میں جرم کا ذکر اجمالاً اور سَاُرۡهِقُهٗ میں عقوبت کا ذکر اجمالاً اور اِنَّهٗ فَكَّرَ عَنِيۡدًا کی تفصیل ہے اور سَاُصۡلِيۡهِ ۔ سَاُرۡهِقُهٗ کی تفصیل ہے یعنی) میں اس کو جلدی دوزخ میں داخل کروں گا اور تم کو کچھ خبر ہے کہ دوزخ کیسی چیز ہے (مقصود اس سے تہویل ہے اور وہ ایسی ہے کہ) نہ تو (داخل ہونے کے بعد داخل ہونے والوں کی کوئی چیز جلانے سے) باقی رہنے دے گی اور نہ (داخل ہونے کے قبل جو کفار اُس وقت باہر ہوں گے نہ ان میں سے کسی کو بے اپنے اندر لئے ہوئے) چھوڑے گی (اور) وہ (جلا کر) بدن کی حیثیت بگاڑ دے گی (اور) اس پر انیس (۱۹) فرشتے (جو اُس کے خازن ہیں جن میں ایک مالک ہے مقرر) ہوں گے (جو کافروں کو انواع انواع کے عذاب دیں گے حاصل یہ کہ فرشتے جن کی قوت معلوم ہے باوجودیکہ ان میں کا ایک بھی تمام اہل جہنم کی تعذیب کے لئے بس ہے پھر اُنیس (۱۹) فرشتوں کے مقرر ہونے سے ظاہر ہے کہ عذاب کا بہت ہی اہتمام ہوگا اور نکتہ خاص انیس کے عدد میں حقیقۃً اللہ ہی کو معلوم ہے لیکن اوروں نے جو ذکر کیا ہے ان سب میں اقرب وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس حقیر کے قلب میں القاء فرمایا ہے وہ یہ کہ اصل تعذیب کفر کی عقائد حقہ کی مخالفت پر ہے اور عقائد قطعیہ جو عملیات کے متعلق نہیں حسب تفصیل رسالہ فروع الایمان نو ہیں ایمان لانا اللہ تعالیٰ پر۔ اعتقاد رکھنا کہ عالم حادث ہے۔ ایمان لانا فرشتوں پر۔ ایمان لانا اُس کی سب کتابوں پر۔ ایمان لانا پیغمبروں پر۔ ایمان لانا تقدیر پر۔ ایمان لانا قیامت کے دن پر۔ جنت کا یقین کرنا۔ دوزخ کا یقین کرنا۔ باقی ان کی طرف راجع ہیں اور عقائد قطعیہ جو عملیات کے متعلق ہیں دس ہیں پانچ مامورات کے متعلق یعنی ان کے وجوب کا اعتقاد اور وہ پانچ مامورات جو شعائر اسلام ہیں یہ ہیں تلفظ بالشہادتین۔ اقامت الصلوٰۃ۔ ایتائے زکوٰۃ۔ صوم رمضان۔ حج بیت۔ اور پانچ منہیات کے متعلق یعنی اُن کی تحریم کا اعتقاد اور وہ پانچ منہیات جو کہ آیت امتحان وغیرہ میں مذکور ہیں یہ ہیں۔ سرقہ۔ زنا۔ قتل۔ خصوص قتل اولاد۔ بہتان۔ عصیان فی المعروف جس میں غیبت وظلم واکل اموال یتامیٰ وغیرہ سب آ گئے پس یہ سب عقائد ملا کر انیس ہوئے شاید ایک ایک عقیدہ کے مقابلہ میں ایک ایک فرشتہ معین ہوا اور چونکہ ان سب میں ایک عقیدہ سب سے بڑا ہے یعنی توحید اس لئے ان فرشتوں میں بھی ایک فرشتہ سب سے بڑا مقرر ہوا ہو یعنی مالک واللہ اعلم باسرارہ) اور (اس آیت کا مضمون سن کر جو کفار نے تمسخر کیا جس کا بیان واقعۂ ثالثہ میں ہے اُن پر اگلا مضمون نازل ہوا) کہ ہم نے دوزخ کے کارکن (آدمی نہیں بلکہ) صرف فرشتے بنائے ہیں (جن میں سے ایک ایک فرشتہ میں تمام جن وانس کے برابر قوت رکھتا ہے کذا فی الدر مرفوعا ولفظه هكذا لهم مثل قوة الثقلين) اور ہم نے جو ان کی تعداد (ذکر وحکایت میں) صرف ایسی رکھی ہے جو کافروں کی گمراہی کا ذریعہ ہو (مراد اس سے شمار اُنیس کا ہے) تو اس لئے (کہ غایات اس پر مرتب ہوں یعنی) تا کہ اہل کتاب (سننے کے ساتھ) یقین کر لیں اور ایمان والوں کا ایمان اور بڑھ جاوے اور اہل کتاب اور مؤمنین شک نہ کریں اور تا کہ جن لوگوں کے دلوں میں (شک کا) مرض ہے وہ اور کافر لوگ کہنے لگیں کہ اس عجیب مضمون سے اللہ تعالیٰ کا کیا مقصود ہے (اہل کتاب کے یقین کی دو توجیہ ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ اُن کی کتاب میں بھی یہ عدد لکھا ہو تو فوراً مان لیں گے اور اگر اب اُن کی کتابوں میں یہ عدد نہ ہو تو ممکن ہے کہ کتابوں کے ضائع ہونے سے ضائع ہو گیا ہو اور دوسری توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ عدد اُن کی کتاب میں نہ ہو لیکن وہ فرشتوں کی قوت کے قائل تھے اور نیز بہت سے امور توقیفیہ ان کی کتابوں میں موجود تھے تو اُن کے پاس کوئی مبنیٰ انکار نہ تھا پس استیقان سے مراد عدم انکار و عدم استہزاء ہوگا لیکن ظاہر توجیہ اول ہے۔ اور اہل ایمان کے ایمان ...... کی زیادت کی بھی دو توجیہ ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ اہل کتاب کے استیقان کو دیکھ کر ان کا ایمان کیفاً قوی ہو کہ آپ باوجود عدم اختلاط اہل کتاب کے وحی سابق کے موافق خبر دیتے ہیں ضرور نبی برحق ہیں۔ دوسری توجیہ یہ کہ جب کوئی مضمون نیا نازل ہوتا تھا اس پر ایمان لاتے تھے پس ایک فرد تصدیق کی اور بڑھی پس کماً ایمان زائد ہوا اور لَا يَرۡتَابَ کو تاکید کے لئے بڑھایا کہ اثبات یقین اور نفی شک دونوں کی تصریح ہو جائے باوجود باہمی تلازم کے۔ اور مرض میں دو احتمال ہیں ایک شک کیونکہ ظہور حق کے بعد بعض جاحد اور منکر ہوتے ہیں بعضے متردد ہوتے ہیں تو اہل مکہ میں بھی ایسے لوگ ہوں گے دوسرا نفاق تو اس میں پیشین گوئی ہوگی کہ مدینہ میں منافق ہوں گے اور ان کا یہ قول ہوگا اور مؤمنین اور اہل کتاب کے اثبات ونفی شک کو جدا جدا اس لئے فرمایا کہ اہل کتاب کا یقین ونفی شک لغوی ہے اور مؤمنین کا شرعی آگے فریقین کے

حال پر بطور تفریع کے فرماتے ہیں کہ جس طرح حق تعالیٰ نے ان ایمان والوں کو اس باب میں خاص ہدایت کی اور ان کافروں کو اس باب خاص میں گمراہ کیا) اسی طرح اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے گمراہ کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت کر دیتا ہے اور (آگے تتمہ مذکور ہے مضمون سبق متعلق عدد خزنہ جہنم کا یعنی یہ انیس فرشتوں کا مقرر ہونا کسی حکمت سے ہے ورنہ) تمہارے رب کے (ان) لشکروں (کی یعنی فرشتوں کی تعداد اس کثرت سے ہے کہ اس) کو بجز رب کے کوئی نہیں جانتا (اگر وہ چاہتے تو بے انتہا فرشتوں کو خازن بنا دیتے اور اب بھی گو خازن انیس ہیں مگر ان کے اور اعوان و انصار بہت کثرت سے ہیں چنانچہ حدیث مسلم میں ہے کہ جہنم کو اس حال میں حاضر کیا جاوے گا کہ اس کی ستر ہزار باگیں ہوں گی اور ہر باگ کو ستر ہزار فرشتے پکڑے ہوں گے) اور (جو اصل مقصود ہے جہنم کا حال بیان کرنے سے وہ عدد کی قلت یا کثرت یا تعیین یا انکشاف حکمت تخصیص یا عدم انکشاف پر موقوف نہیں اور وہ اصل مقصود یہ ہے کہ) دوزخ (کا حال بیان کرنا) صرف آدمیوں کی نصیحت کے لئے ہے (تا کہ وہاں کے عذاب کو سن کر ڈریں اور ایمان لاویں اور یہ مقصود کسی خاص خصوصیات پر موقوف نہیں پس مقتضا عقل کا بھی یہی ہے کہ اصل مقصود کو محفوظ و ملحوظ رکھ کر ان بالائی امور کے درپے نہ ہوں آگے جہنم کی عقوبت کا کسی قدر بیان ہے جس میں ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ کے اجمال کی تفصیل ہے پس ارشاد ہے کہ) بالتحقیق قسم ہے چاند کی اور رات کی جب جانے لگے اور صبح کی جب روشن ہو جائے کہ وہ دوزخ بڑی بھاری چیز ہے جو انسان کے لئے بڑا ڈراوا ہے یعنی تم میں جو (خیر کی طرف) آگے کو بڑھے اس کے لئے بھی یا جو (خیر سے) پیچھے کو ہٹے اس کے لئے بھی (مطلب یہ کہ جمیع مکلفین کے لئے نذیر ہے اور چونکہ عواقب اس انذار کے قیامت میں ظاہر ہوں گے اس لئے قسم ایسی چیزوں کی کھائی گئی جو قیامت کے بہت ہی مناسب ہے چنانچہ قمر کا اول بڑھنا پھر گھٹنا نمونہ ہے اس عالم کے نشو و نما اور پھر اضمحلال و فنا کا یہاں تک کہ چاند کے محاق کی طرح یہ بھی فانی محض ہو جاوے گا اسی طرح اس عالم دنیا کو اس عالم آخرت کے ساتھ اخفاء و اکتشاف حقائق میں ایسی نسبت ہے جیسے رات کو دن کے ساتھ پس اس عالم کا ختم ہو جانا مشابہ رات گزر جانے کے ہے اور اس عالم کا ظہور مشابہ اسفار صبح کے ہے آگے اس کے اور اس کے اہل کے بعض احوال کا بیان ہے یعنی) ہر شخص اپنے اعمال (کفریہ) کے بدلے میں (دوزخ میں) محبوس ہو گا مگر داہنے والے (جس کی تفسیر سورۂ واقعہ میں گزری ہے اور یہاں یہ مقابل اصحاب الشمال کے ہے پس مقربین کو بھی شامل ہے حاصل یہ کہ مؤمنین اس حبس سے مستثنیٰ ہیں) کہ وہ بہشتوں میں ہوں گے (اور) مجرموں (یعنی کفار کا حال (خود ان کفار ہی سے) پوچھتے ہوں گے (اور کیفیت تکلم کی باوجود تباعد دارین کے ان میں گفتگو کیونکر ہو گی سورۂ اعراف آیات :نَادٰۤى اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ ...... [الأعراف : ٤٤] کی تفسیر میں گزری ہے اور یہ سوال تقریعاً ہو گا حاصل یہ کہ مؤمنین کفار سے پوچھیں گے کہ) تم کو دوزخ میں کس بات نے داخل کیا وہ کہیں گے کہ ہم نہ تو نماز پڑھا کرتے تھے اور نہ غریب کو (جس کا کہ حق واجب تھا) کھانا کھلایا کرتے تھے اور (جو لوگ دین حق کے ابطال کے مشغلہ میں رہتے تھے ان) کے مشغلہ میں رہنے والوں کے ساتھ ہم بھی (اس) مشغلہ (ابطال دین) میں رہا کرتے تھے اور قیامت کے دن کو جھٹلایا کرتے تھے یہاں تک کہ (اسی حالت میں) ہم کو موت آ گئی (اور ہم ان حرکات سے باز نہ آئے یعنی خاتمہ اسی نافرمانی پر ہوا اس وجہ سے ہم دوزخ میں آئے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ کفار مکلف بالفروع ہیں سقر میں دو چیزیں ہوں گی تعذیب و زیادت تعذیب پس ممکن ہے کہ مجموعۂ اعمال مذکورہ سبب ہو مجموعۂ تعذیب و زیادت تعذیب کا اس طرح کہ کفر و تکذیب تو سبب ہو تعذیب کا اور ترک صلوٰۃ وغیرہ سبب ہو زیادت تعذیب کا اور غیر مکلف بالفرع ہونے کے معنی یہ کہے جاویں گے کہ ان فروع پر نفس تعذیب نہ ہو گی اور زیادت تعذیب اس لئے ہو کہ ضمن اصول میں تو آخر ان فروع کے بھی مکلف ہیں پس تکلیف ضمنی سبب ہو جاوے زیادت کا) سو (حالت مذکورہ میں) ان کو سفارش کرنے والوں کی سفارش نفع نہ دے گی (اور اس عدم نفع کا تحقق عدم شفاعت کے تحقق سے ہو گا یعنی شفاعت ہی نہ ہو گی لقولہ تعالیٰ :فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَ [الشعراء : ١٠٠] آگے ان کے اعراض پر تفریع ہے کہ جب کفر و اعراض کی بدولت ان کی یہ گت بننے والی ہے) تو ان کو کیا ہوا کہ اس نصیحت (قرآنی) سے روگردانی کرتے ہیں کہ گویا وہ وحشی گدھے ہیں جو شیر سے بھاگے جا رہے ہیں (اس تشبیہ میں کئی امر کی رعایت ہے اول تو گدھا بلادت و حماقت میں مشہور ہے دوسرے اس کو وحشی فرض کیا جس کو گورخر کہتے ہیں کہ وہ بعضے غیر مخوف چیزوں سے بھی طبعاً بدکتا بھاگتا ہے تیسرے شیر سے اس کا ڈرنا فرض کیا کہ اس صورت میں ان کا بھاگنا انتہا درجہ کا ہو گا اور اس بھاگنے کے اسباب میں ایک سبب یہ بھی ہے کہ یہ لوگ اس قرآن کو بزعم خود حجیت میں کافی نہیں سمجھتے) بلکہ ان میں ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کو کھلے ہوئے (آسمانی) نوشتے دیئے جائیں (جیسا درمنثور میں قتادہ سے مروی ہے کہ بعضے کفار نے آپ سے کہا کہ اگر آپ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کا اتباع کریں تو خاص ہمارے نام ایسے نوشتے آئیں جن میں آپ کے اتباع کا حکم لکھا ہو و ہذا کقولہ تعالیٰ :حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ [الاسراء : ٩٣] اور منشرہ کا بڑھانا توضیح مقصود کے لئے ہے یعنی جیسے معمولی خطوط ہوتے ہیں کہ کھولے جاتے ہیں اور پڑھے جاتے ہیں ایسے ہی نوشتے ہمارے پاس آنے چاہئیں آگے اس بیہودہ درخواست کا رد ہے کہ یہ ہرگز نہیں (ہوسکتا کیونکہ نہ اس کی ضرورت اور نہ ان لوگوں کو اس کی لیاقت اور خصوص اس وجہ سے کہ اس درخواست کا سبب یہ نہیں ہے کہ دل میں ان کا ارادہ ہو کہ اگر ایسا ہو گا تو اتباع کر لیں گے) بلکہ (سبب یہ ہے کہ) یہ لوگ آخرت (کے عذاب) سے نہیں ڈرتے (اس لئے حق کی طلب نہیں ہے اور یہ درخواستیں محض تعنت سے

ہیں حتیٰ کہ اگر یہ درخواستیں بالفرض پوری بھی ہو جاویں تب بھی یہ لوگ اتباع نہ کریں کقولہ تعالیٰ: وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِىْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ [الأنعام :۷] آگے بطور انتاج کے اس کا رد اور اس پر زجر ہے کہ جب اس درخواست کا بے ہودہ ہونا ثابت ہو گیا پس یہ) ہرگز نہیں (ہوسکتا بلکہ) یہ قرآن (ہی) نصیحت (کے لئے کافی) ہے (اور صحف کی حاجت نہیں) سو (اس حالت میں) جس کا جی چاہے اس سے نصیحت حاصل کرے (اور جس کا جی چاہے نہ کرے جہنم میں جاوے ہم کو کوئی ضرورت نہیں کہ صحیفے نازل کریں) اور (قرآن کے تذکرہ ہونے میں اس سے شبہ نہ کیا جاوے کہ بعض لوگوں کو اس سے تذکر نہیں ہوتا بات یہ ہے کہ قرآن گو فی نفسہ تذکرہ ہے لیکن) بدوں خدا کے چاہے یہ لوگ نصیحت قبول نہیں کریں گے (اور اس نہ چاہنے میں بعضی حکمتیں ہیں لیکن قرآن فی نفسہ تذکرہ ضرور ہے پس اس سے تذکر حاصل کرو۔ اور خدا کی اطاعت کرو کیونکہ) وہی ہے جس (کے عذاب) سے ڈرنا چاہیے اور (وہی ہے) جو (بندوں کے گناہ) معاف کرتا ہے (کقولہ تعالیٰ :اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ [الأعراف: ۱۶۷])

ف: ولید بن مغیرہ کو وحید کہنے میں ایک نکتہ کی بھی رعایت ہے وہ قریش میں بوجہ اس کے کہ اس قدر مال اور اولاد کوئی نہ رکھتا تھا وحید مشہور تھا اللہ تعالیٰ نے دوسرے معنی کے اعتبار سے وحید فرمایا جو اس کے عجز و درماندگی پر دال ہے اور اس قصہ سے قرآن میں تعرض ہونے سے معلوم ہوتا ہے کہ ماسوائے اول کی آیتوں کے بقیہ سورت ابتدائے نبوت سے عرصہ کے بعد نازل ہوئی کیونکہ اس کا یہ قصہ بعد ہی میں ہوا ہے کذا فی روح المعانی پس اتقان میں جو سورۂ مدثر کا نزول بعد سورۂ نون اور سورۂ مزمل کے لکھا ہے وہ باعتبار اسی بقیہ کے ہے واللہ اعلم۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ ...... بعض نے تفسیر کی ہے کہ زیادہ چاہنے کے خیال سے مت دو بعض نے کہا ہے کہ دے کر زیادہ مت سمجھو اور بعض نے کہا کہ اپنے حسنات کو زیادہ سمجھ کر مت جتلاؤ اور یہ سب تعلیم ہے اخلاق وطریق کی ۱۲۔ قولہ تعالیٰ :فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِيْنَ ...... کاملین کے اتباع سے عار کرنے اور اپنے نفس کے لئے واردات واحوال کی توقع رکھنے کی مذمت ہے۔ سورۃ المدثر تمام ہوئی۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله** في ولربك خوشنودی كما في المدارك لوجه الله ۱۲۔ ۲ **قوله** في قدر تجویز کی في المدارك قدر في نفسه ۱۲۔ ۳ **قوله** في بسر زيادہ كما في المدارك بسر زاد في التقبض والكلوح ۱۲۔ ۴ **قوله** قبل ما لهم جب کفرواعراض الخ اشارة الى توجيه فاء فمالهم ۱۲۔

اللغات: الرجز بالكسر والضم القذر وعبادة الاوثان كذا في القاموس نقر بمعنى التصويت واريد به النفخ لانه نوع منه۔ قوله سارهقه في القاموس ارهقه عسرا كلفه اياه۔ قوله صعودا في القاموس العقبة الشاقة دجيل في جهنم وترجمت الجملة هذه بالحاصل لواحه في القاموس لوح غير ۱۲ كلا بمعنى حقا تارة وللردع اخرى۔ القسورة الاسد۔ التقوىٰ مصدر مجهول۔ المغفرة مصدر معروف كما في الحديث ۱۲۔

النحو: قوله ثم نظر عطف على فكر وقدر وما بينهما من الدعاء اعتراض ۱۲ قوله نذيرا حال من احدى والعامل فيهاما تضمنته اى انها شديدة حال كونها ذات انذار وذكر لانها بمعنى العذاب ۱۲۔ قوله فاذا نقر جزاء ه فذلك الخ قوله فلذلك مبتدأ ويومئذ بدل منه مبني على الفتح لاضافة الى غير متمكن والخبر يوم عسير وعلى الكفرين متعلق بعسير وزيد غير يسير للتاكيد ۱۲ درغلايا على اختلاف اللسانين ۱۲۔

البلاغة: وما جعلنا عدتهم في الروح ومعنى قوله تعالى وما جعلنا الخ ما جعلنا عدد اصحاب النار الا العدد الذى اقتضى الفتنة وهو التسعة عشرفكان الاصل وما جعلنا عدتهم الا تسعة عشر فعبر بالاثر وهو الفتنة عن الموثر وهو خصوص التسعة عشر لانه السبب في افتتانهم وقيل الا فتنة بدل الا تسعة عشر تنبيهًا على ان الاثر ههنا لعدم انفكاكه عن مؤثره لتلازمهما كانا كشئ واحد يعبر باسم احدهما عن الآخر ومعنى جعل عدتهم المطلقة العدة المخصوصة ان يخبر عن عددهم بانه كذا اذ الجعل لا يتعلق بالعدة انما يتعلق بالمعدود فالمعنى اخبرنا ان عدتهم تسعة عشر دون غيرها اه فلا يرد فهما معنى جعل افتتان الكفار بهذا العدد سبباً لهذه الامور وانما السبب هو العدة والاخبار عنها فافهم بداعيت كل ذلك في الترجمة قوله وليقول اعيد اللام لان هذا الغرض مقابل للسابق بخلاف انتفاء الريب فانه متقلب للاستيقان ۱۲ قوله لاحدى اى لا نظيرة لها قوله يتساء لون اى يساء لون وحذف[1] المفعول اى المجرمين عن حالهم ووضع المظهر موضع المضمر ۱۲۔

الحواشی: (۱) قوله حذف وقوله وضع كلاهما بصيغة الماضي المجهول ۱۲ منه۔

سُوْرَةُ الْقِيٰمَةِ

سُوْرَةُ الْقِيٰمَةِ ۷۵ مَكِّيَّةٌ ۳۱ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ۴۰ رُكُوْعَاتُهَا ۲

سورۃ القیامۃ مکہ میں نازل ہوئی   شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں   اس میں ۴۰ آیات اور ۲ رکوع ہیں

لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۙ﴿۱﴾ وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ؕ﴿۲﴾ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ؕ﴿۳﴾ بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ ﴿۴﴾ بَلْ يُرِيْدُ الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ ۚ﴿۵﴾ يَسْئَلُ اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ ؕ﴿۶﴾ فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ۙ﴿۷﴾ وَخَسَفَ الْقَمَرُ ۙ﴿۸﴾ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۙ﴿۹﴾ يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ ۚ﴿۱۰﴾ كَلَّا لَا وَزَرَ ؕ﴿۱۱﴾ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ الْمُسْتَقَرُّ ؕ﴿۱۲﴾ يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍۭ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ ؕ﴿۱۳﴾ بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ ۙ﴿۱۴﴾ وَّلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ ؕ﴿۱۵﴾ لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ؕ﴿۱۶﴾ اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ۚۖ﴿۱۷﴾ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۚ﴿۱۸﴾ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ؕ﴿۱۹﴾ كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ۙ﴿۲۰﴾ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ ؕ﴿۲۱﴾ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۙ﴿۲۲﴾ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۚ﴿۲۳﴾ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍۭ بَاسِرَةٌ ۙ﴿۲۴﴾ تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ؕ﴿۲۵﴾ كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ۙ﴿۲۶﴾ وَقِيْلَ مَنْ ۜ رَاقٍ ۙ﴿۲۷﴾ وَّظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ۙ﴿۲۸﴾ وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ۙ﴿۲۹﴾ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ الْمَسَاقُ ؕ﴿۳۰﴾ فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى ۙ﴿۳۱﴾ وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۙ﴿۳۲﴾ ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰٓى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى ؕ﴿۳۳﴾ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ۙ﴿۳۴﴾ ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ؕ﴿۳۵﴾ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى ؕ﴿۳۶﴾ اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ۙ﴿۳۷﴾ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ۙ﴿۳۸﴾ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ؕ﴿۳۹﴾ اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِيَ الْمَوْتٰى ﴿۴۰﴾

ع ۱ ۲۰ ۱۷ — ع ۲ ۱۰ ۱۸

میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی اور قسم کھاتا ہوں ایسے نفس کی جو اپنے اوپر ملامت کرے (آگے منکرین بعث پر رد ہے یعنی) کیا انسان خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں ہرگز نہ جمع کریں گے (اور یہ جمع کرنا ہم کو کچھ دشوار نہیں) کیونکہ ہم اس پر قادر ہیں کہ اس کی انگلیوں کی پوریوں تک درست کر دیں بلکہ بعض آدمی (قیامت کا منکر ہو کر) یوں چاہتا ہے کہ اپنی آئندہ زندگی میں بھی (بے خوف وخطر ہو کر) فسق وفجور کرتا رہے (اس لئے بطور انکار کے) پوچھتا ہے کہ قیامت کا دن کب آئے گا سو جس وقت (مارے حیرت کے) آنکھیں خیرہ ہو جاویں گی اور چاند بے نور ہو جائے گا اور (چاند کی کیا تخصیص ہے بلکہ) سورج اور چاند دونوں ایک حالت کے ہو جاویں گے (یعنی دونوں بے نور ہو جاویں گے) اس روز انسان کہے گا کہ اب کدھر بھاگوں (ارشاد باری ہو رہا ہے) ہرگز بھاگنا ممکن نہیں (کیونکہ) پناہ کی جگہ نہیں اس دن صرف آپ ہی کے رب کے پاس ٹھکانا (جانے کا) ہے اس روز انسان کو اس کا سب اگلا پچھلا کیا ہوا جتلا دیا جائے گا (اور انسان کا اپنے اعمال سے آگاہ ہونا کچھ اس جتلانے پر موقوف نہ ہوگا) بلکہ انسان خود اپنی حالت پر خوب مطلع ہوگا گو (باقتضاء طبیعت اس وقت بھی) اپنے حیلے (حوالے) پیش لا دے۔ اے پیغمبر آپ (قبل وحی کے ختم

ہو چکنے کے) قرآن پر اپنی زبان نہ ہلایا کیجیے تا کہ آپ اس کو جلدی جلدی لیں (کیونکہ) ہمارے ذمہ ہے (آپ کے قلب میں) اس کا جمع کر دینا اور آپ کا پڑھوا دینا (جب یہ ہمارے ذمہ ہے) تو ہم اسے پڑھنے لگا کریں (یعنی ہمارا فرشتہ پڑھنے لگا کرے) تو آپ اس کے تابع ہو جایا کیجیے پھر اس کا بیان کرا دینا بھی ہمارا ذمہ ہے اے منکرو (قیامت کی بابت جیسا کہ تم سمجھ رہے ہو) ہرگز ایسا نہیں بلکہ تصرف بات یہ ہے کہ تم دنیا سے محبت رکھتے ہو اور آخرت کو چھوڑ دیتے ہو بہت سے چہرے تو اس روز بارونق ہوں گے اور اپنے پروردگار کی طرف دیکھتے ہوں گے (یہ تو مومنین کا حال ہے) اور بہت سے چہرے اس روز بےرونق ہوں گے (اور وہ لوگ) خیال کر رہے ہوں گے کہ ان کے ساتھ کمر توڑ دینے والا معاملہ کیا جائے گا۔ ہرگز ایسا نہیں جب جان ہنسلی تک پہنچ جاتی ہے اور (نہایت حسرت سے اس وقت) کہا جاتا ہے کہ کوئی جھاڑنے والا ہے اور (اس وقت) وہ (مردہ) یقین کر لیتا ہے کہ یہ مفارقت (دنیا) کا وقت ہے اور (شدت سکرات موت سے) ایک پنڈلی دوسری پنڈلی سے لپٹ جاتی ہے اس روز تیرے رب کی طرف جانا ہوتا ہے تو اس نے نہ تو (خدا اور رسول) کی تصدیق کی تھی اور نہ نماز پڑھی تھی لیکن (خدا اور رسول کی) تکذیب کی تھی اور احکام سے منہ موڑا پھر ناز کرتا ہوا اپنے گھر چل دیتا تھا تیری کم بختی پر کم بختی آنے والی ہے پھر (مکرر سن لے کہ) تیری کم بختی پر کم بختی آنے والی ہے کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ یوں ہی مہمل چھوڑ دیا جائے گا (کیا یہ شخص (ابتدا میں محض) ایک قطرہ منی نہ تھا جو عورت کے رحم میں ٹپکایا گیا تھا پھر وہ خون کا لوتھڑا ہو گیا پھر اللہ تعالیٰ نے (اس کو انسان) بنایا پھر اعضا درست کئے پھر اس کی دو قسمیں کر دیں مرد اور عورت (تو) کیا وہ (خدا جس نے ابتداء میں اپنی قدرت سے یہ سب کچھ کیا اس بات پر قدرت نہیں رکھتا کہ (قیامت) میں مردوں کو زندہ کر دے۔

تفسیر: سورة القيمة مكية وهى تسع وثلثون ايات كذا فى البيضاوى۔

ربط: سورت سابقہ کے قرب ختم پر ارشاد ہے لَّا يَخَافُونَ الْاٰخِرَةَ اور اس سے پہلے کچھ احوال آخرت کے بھی مذکور ہوئے ہیں۔ اس سورت میں آخرت کے احوال کی تفصیل ہے اور تبعاً مقدمۂ آخرت یعنی موت کے وقت کا حال بھی اور تقریب بعثت کے لئے ابتدائے خلقت کا حال بھی مذکور ہے اور يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ ...... سے چونکہ حق تعالیٰ کا محصی ہونا باجود انسان کے محصی نہ ہونے کے ثابت ہوتا ہے اس کے استطراد سے مضمون لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ ...... لایا گیا اور آیت لَا تُحَرِّكْ بِهٖ ...... یہ ارتباط مواہب سے ہے جس کی تقریر ترجمہ میں آوے گی۔

تفصیل احوال قیامت مع مضامین استطراد یہ نہی از تعجیل بالقرآن وحالت قرب موت وحالت ابتدائے خلقت:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ لَآ اُقْسِمُ بِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ (الى قوله تعالى) اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى۔ میں قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی اور قسم کھاتا ہوں ایسے نفس کی جو اپنے اوپر ملامت کرے (یعنی نیکی کر کے یہ کہے کہ میں نے کیا کیا ہے اس میں اخلاص نہ تھا اس میں فلانی خرابی رہ گئی تھی اور گناہ ہو جاوے تو بہت ہی نادم ہو كذا فى الدر المنثور عن ابن عباس والحسن پس اس معنی کے اعتبار سے یہ نفس مطمئنہ کو بھی شامل ہے اور جواب قسم حذوف ہے یعنی تم ضرور مبعوث ہو گے اور ان دونوں قسموں کا مناسب مقام ہونا ظاہر ہے قیامت کا تو اس لئے کہ وہ ظرف بعث ہے اور نفس لوامہ کا اس لئے کہ ایسا نفس مصدق ہوتا ہے بعث کا آگے منکرین بعث پر رد ہے یعنی) کیا انسان خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں ہرگز جمع نہ کریں گے (انسان سے مراد کافر اور ہڈیوں کی تخصیص اس لئے کہ اصل عماد بدن یہی ہیں آگے انکار کا جواب ہے یعنی) ہم ضرور جمع کریں گے (اور یہ جمع کرنا ہم کو کچھ دشوار نہیں) کیونکہ ہم اس پر قادر ہیں کہ اس کی انگلیوں کی پوریوں تک درست کر دیں (پوریوں کی تخصیص ذکری دو وجہ سے ہے ایک یہ کہ یہ اطراف بدن ہیں اور تکمیل ہر شئے کے بننے کی اس کے اطراف پر ہوتی ہے چنانچہ ہمارے محاورہ میں بھی ایسے موقع پر بولتے ہیں کہ میرے پور پور میں درد ہے یعنی تمام بدن میں۔ دوسرے یہ کہ پوریوں میں باوجود چھوٹی ہونے کے صنعت کی رعایت زیادہ ہے اور عادۃً یہ زیادہ دشوار ہے پس جو اس پر قادر ہو گا وہ آسان پر بدرجۂ اولیٰ قادر ہو گا لیکن بعضا آدمی قدرت الٰہیہ میں غور نہیں کرتا اور قیامت کا قائل نہیں ہوتا) بلکہ (ایسا) بعضا آدمی (قیامت کا منکر ہو کر) یوں چاہتا ہے کہ اپنی آئندہ زندگی میں بھی (بےخوف خطر ہو کر) فسق وفجور کرتا رہے (اس لئے بطور انکار کے) پوچھتا ہے کہ قیامت کا دن کب آئے گا (یعنی چونکہ اپنی تمام عمر معاصی وشہوات میں گزارنے کا عازم ہے اس لئے اس کو طلب حق کی نوبت ہی نہیں آتی کہ قیامت کا ہونا اس کو ثابت ہو اس لئے انکار پر مصر ہے اور انکاراً پوچھتا ہے کہ کب آئے گی) سو جس وقت (مارے حیرت کے) آنکھیں خیرہ ہو جاویں گی (اور وجہ اس حیرت کی یہ ہو گی کہ جن امور کی تکذیب کرتا تھا وہ دفعتاً نظر آ جاویں گی کذا فی الجلالین) اور چاند بےنور ہو جاوے گا اور (چاند کی کیا تخصیص ہے بلکہ) سورج اور چاند (دونوں) ایک حالت کے ہو جاویں گے (یعنی دونوں بےنور ہو جاویں گے جیسا حدیث بخاری میں آیا ہے تكوران ومعنى كورت قال ابن عباس اظلمت رواهما فى الدر المنثور سورة التكوير اور چاند کو جدا بیان کرنا شاید اس لئے ہو کہ عرب کو بوجہ قمری حساب رکھنے کے اس کا حال دیکھنے کا زیادہ اہتمام تھا) اس روز انسان کہے گا کہ اب کدھر بھاگوں (ارشاد ہوتا ہے کہ) ہرگز (بھاگنا ممکن) نہیں (ہو گا

کیونکہ) کہیں پناہ کی جگہ نہیں (ہوگی) اس دن صرف آپ ہی کے رب کے پاس ٹھکانا (جانے کا) ہے (پھر خواہ جنت میں بھیجیں یا دوزخ میں اور رب کے سامنے جانے کے وقت) اس روز انسان کو اس کا سب اگلا پچھلا کیا ہوا جتلا دیا جاوے گا (اور انسان کا اپنے اعمال سے آگاہ ہونا کچھ اس جتلانے پر موقوف نہ ہو گا) بلکہ انسان خود اپنی حالت پر (بوجہ انکشاف ضروری کے) خوب مطلع ہوگا گو (باقتضائے طبعیت اس وقت بھی) اپنے حیلے (حوالے) پیش لاوے (جیسے کفار کہیں گے : وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ [الأنعام : ۲۳] مگر دل میں خود بھی جانیں گے کہ ہم جھوٹے ہیں غرض انسان اپنے سب حال کو خوب جانتا ہوگا اس لئے جتلانا اعلام کے لئے نہ ہوگا بلکہ تقریع واتمام حجت وقطع جواب کے لئے ہوگا اور) اے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم يُنَبَّؤُا اور بَلِ الْإِنْسَانُ سے دو مضمون مستفاد ہوئے ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ تمام اشیاء کے عالم اور محیط ہیں دوسرا یہ کہ حق تعالیٰ کی عادت ہے کہ جب حکمت مقتضی ہوتی ہے تو علوم غائبہ کثیرہ کو ذہن مخلوق میں حاضر کر دیتا ہے گو ان علوم غائبہ کا حاضر ہو جانا خلاف عادت طبعی ہو جیسا کہ قیامت میں اس کا وقوع ہوگا جب یہ بات ہے تو آپ وحی کے نزول کے وقت جیسا کہ اب تک آپ کی عادت ہے اس قدر مشقت کہ سنتے بھی ہیں پڑھتے بھی ہیں دھیان بھی رکھتے ہیں محض اس احتمال سے کیوں برداشت کرتے ہیں کہ شاید کچھ مضمون میرے ذہن سے نکل جائے کیونکہ جب ہم نے آپ کو نبی بنایا ہے اور آپ سے تبلیغ کا کام لینا ہے تو یہاں مقتضائے حکمت بھی ہوگا کہ وہ مضامین آپ کے ذہن میں حاضر رکھے جائیں اور ہمارا محصی ہونا تو ظاہر ہی ہے اس لئے آپ یہ مشقت برداشت نہ کیا کیجئے اور جب وحی نازل ہوا کرے تو) آپ (قبل وحی کے ختم ہو چکنے کے) قرآن پر اپنی زبان نہ ہلایا کیجئے تاکہ آپ اس کو جلدی جلدی لیں (کیونکہ) ہمارے ذمہ ہے (آپ کے قلب میں) اس کا جمع کر دینا اور (آپ کی زبان سے) اس کا پڑھوا دینا) جب یہ ہمارے ذمہ ہے) تو آپ (اپنے ذہن سے اور فکر سے ہمہ تن) اس کے تابع ہو جایا کیجئے (یعنی ادھر ہی متوجہ ہو جایا کیجئے اور اس کے دوہرانے میں مشغول نہ ہوا کیجئے کقولہ تعالیٰ : وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰۤى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ ...... [طٰہٰ : ۱۱۴]) پھر (آپ کی زبان سے لوگوں کے سامنے) اس کا بیان کرا دینا (بھی) ہمارے ذمہ ہے (یعنی آپ کو یاد کرا دینا اور آپ کی زبان پر جاری کرا دینا پھر تبلیغ کے وقت بھی اس کا یاد رکھوانا اور لوگوں کے سامنے پڑھوا دینا یہ سب ہمارے ذمہ ہے اور یہ مضمون استطراداً آ گیا تھا آگے پھر عود ہے خطاب منکرین کی طرف یعنی) اے منکرو (انسان کا اعمال متقدمہ ومتاخرہ پر مطلع کیا جانا قیامت میں ضرور ہے اور جیسا تم سمجھ رہے ہو کہ قیامت نہ ہوگی) ہرگز ایسا نہیں (اور نہ تمہارے پاس اس کی کوئی دلیل ہے) بلکہ (صرف بات یہ ہے کہ) تم دنیا سے محبت رکھتے ہو اور (اس محبت میں منہمک ہو کر) آخرت (سے غافل ہو اور غفلت کے سبب اس) کو چھوڑ بیٹھے ہو (پس بناء تمہاری اس نفی کی محض فاسد ہے سو قیامت ضرور ہوگی اور ہر ایک کو اس کے اعمال پر مطلع کر کے ان اعمال کے مناسب جزا ملے گی جس کی تفصیل یہ ہے کہ) بہت سے چہرے تو اس روز بارونق ہوں گے (اور وہ لوگ) خیال کر رہے ہوں گے کہ ان کے ساتھ کمر توڑ دینے والا معاملہ کیا جاوے گا (یعنی اس کو عذاب شدید ہوگا۔ آگے حب عاجلہ پر زجر ہے کہ تم جو دنیا کو محبوب اور آخرت کو متروک ہونے کے قابل سمجھ رہے ہو) ہرگز ایسا نہیں (کیونکہ دنیا سے ایک روز مفارقت ہونے والی ہے اور اخیر کو آخرت میں جانا ہے جس کا بیان یہ ہے کہ) جان ہنسلی تک پہنچ جاتی ہے اور (نہایت حسرت سے اُس وقت) کہا جاتا ہے (یعنی تیماردار کہتے ہیں (ارے) کوئی جھاڑ (پھونک کر) نے والا بھی ہے (مراد مطلق معالج ہے چونکہ عرب میں جھاڑ پھونک کا زیادہ چرچا تھا اس لئے راق سے تعبیر کیا) اور (اُس وقت) وہ (مردہ) یقین کر لیتا ہے کہ یہ مفارقت (دنیا) کا وقت ہے اور (شدت سکرات موت سے) ایک پنڈلی دوسری پنڈلی سے لپٹ لپٹ جاتی ہے (مراد اس سے ظہور آثار سکرات موت ہے کچھ تخصیص التفات کی نہیں اس کا ذکر تمثیلاً ہے جب یہ حالتیں پیش آتی ہیں تو اے شخص) اُس روز تیرے رب کی طرف جانا ہوتا ہے (پس اس حالت میں جب عاجلہ وترک آخرت کس درجہ نادانی ہے پھر خدا کے پاس پہنچنے کے بعد اگر وہ کافر ہے تو اُس کا بُرا حال ہوگا کیونکہ) اُس نے نہ تو (خدا ورسول کی) تصدیق کی تھی اور نہ نماز پڑھی تھی لیکن (خدا ورسول کی) تکذیب کی تھی اور (احکام سے) منہ موڑا تھا پھر (اُس پر طرہ یہ کہ داعیٔ حق سے منہ موڑ کر اس پر افتخار اور) ناز کرتا ہوا اپنے گھر چل دیتا تھا (مطلب یہ کہ اول تو کفر وعصیان پھر اُس پر ندامت نہیں بلکہ اور اُلٹا فخر کرتا تھا کہ ہم نے اس طرح حق کو رد کیا اور باطل پر جمع رہے اور پھر اُس کے بعد طلب حق نہیں بلکہ اپنے خدم وحشم میں جا کر اور زیادہ مغرور اور غافل ہو جاتا آگے اس کافر کی بدحالی کا بیان ہے کہ ایسے شخص سے کہا جاوے گا کہ) تیری کمبختی پر کمبختی آنے والی ہے پھر (مکرر سن لے کہ) تیری کمبختی پر کمبختی آنے والی ہے (تکریر مفرد سے زیادت کمیت مستفاد ہوئی اور تکریر مجموع سے زیادہ کیفیت اور چونکہ وقوع جزائے مذکور موقوف ہے دو امر پر ایک انسان کا مکلف ہونا دوسرے اُس کا مبعوث ہونا جس کے امکان میں اُن کو کلام تھا اس لئے آگے دونوں مضمون ہیں یعنی) کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ یوں ہی مہمل چھوڑ دیا جاوے گا (نہ اس پر امر ونہی متوجہ ہوگا اور نہ اُس سے حساب وکتاب ہوگا بلکہ مکلف ہونا بھی یقینی ہے اور اُس پر باز پرس ہونا بھی یقینی۔ اور یہ جو بعث کو مستحیل سمجھتا ہے یہ بھی اُس کی حماقت ہے) کیا یہ شخص (ابتداء میں محض) ایک قطرۂ منی نہ تھا جو (عورت کے رحم میں) ٹپکایا گیا تھا پھر وہ خون کا لوتھڑا ہو گیا پھر اللہ تعالیٰ نے (اس کو انسان) بنایا پھر اعضاء درست کئے پھر اُس

(انسان) کی دو قسمیں کر دیں مرد اور عورت (اور یہ فاء تفسیر یہ ہے تو) کیا وہ (خدا جس نے ابتداء میں اپنی قدرت سے یہ سب کچھ کیا) اس بات پر قدرت نہیں رکھتا کہ (قیامت میں) مُردوں کو زندہ کر دے (حالانکہ اعادہ اہون ہے ابداء سے پس مقدمات مجازات کے اثبات سے مجازات کا اثبات ہو گیا)۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ ۝...... نفس لوامہ وہ ہے جو شر پر تو اس طرح نادم ہو کہ کیوں کیا اور خیر پر اس طرح کہ کیوں نہ کیا اور امارہ شر کا امر کرے اور مطمئنہ جو خیر پر قرار پکڑ لے۔ سورۃ القیامۃ تمام ہوئی۔

الروایات: قوله تعالٰى: لَا تُحَرِّكْ في الروح عن الصحيحين والسنن عن ابن عباس قال كان رسول اللّٰه صلى الله عليه وسلم يعالج من التنزيل شدة فكان يحرك به لسانه وشفتيه مخافة ان ينفلت منه يريد ان يحفظه فانزل اللّٰه تعالٰى لا تحرك به لسانك الخ فكان رسول الله صلى الله عليه وسلم بعد ذلك اذا اتاه جبريل عليه السلام اطرق وفى لفظ استمع فاذا ذهب قرأه كما وعده اللّٰه عز وجل وفيه من رواية الشيخين وجماعة عنه انه قال فى بيانه ثم ان علينا ان نبينه بلسانك۱۲۔ اولٰى لهم فى الروح عن الصحاح عن الاصمعى اولى له قاربه ما يهلكه اى نزل به فهو فعل مستترفيه ضمير الهلاك الخ بقرينة السياق واللام زائدة ص۲۰ جلد۱۱۔

اللغات: لا وزر فى القاموس معقل۔ ملجأ معتصم۱۲ قوله اولى مر تحقيقه فى سورة محمد قوله فاولى لهم۱۲۔

النحو: قوله قادرين حال من ضمير نجمع المقدر المدلول عليه ببلى۱۲۔ قوله اذا بلغت مقدر جزاؤه اى تساق دل عليه قوله يومئذ المساق۱۲۔

البلاغة: قوله الى ربها ناظرة وتقديم المعمول اما للاهتمام واما لرعاية الفاصلة واما لان النظر الى اللّٰه تعالٰى يذهل عن غيره۱۲۔ قوله ثم ذهب للاستبعاد لان مقتضى العصيان الندم فالتفاخر عليه مستبعد اى استبعاد۱۲۔

سُوْرَةُ الدَّهْرِ

سُوْرَةُ الدَّهْرِ ۷۶ مَدَنِيَّة ۹۸ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ۳۱ — رُكُوْعَاتُهَا ۲

سورۃ الدھر مکہ میں نازل ہوئی — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اس میں ۳۱ آیات اور ۲ رکوع ہیں

هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا ﴿۱﴾ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِيْهِ

فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ﴿۲﴾ اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ﴿۳﴾ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَلٰسِلَا۟

وَاَغْلٰلًا وَّسَعِيْرًا ﴿۴﴾ اِنَّ الْاَبْرَارَ يَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا ﴿۵﴾ۚ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا

تَفْجِيْرًا ﴿۶﴾ يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا ﴿۷﴾ وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا

وَّاَسِيْرًا ﴿۸﴾ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا ﴿۹﴾ اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا

قَمْطَرِيْرًا ﴿۱۰﴾ فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا ﴿۱۱﴾ۚ وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا ﴿۱۲﴾ۙ

مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآىِٕكِ ۚ لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا ﴿۱۳﴾ۚ وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا

تَذْلِيْلًا ﴿۱۴﴾ وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيْرَا۠ ﴿۱۵﴾ۙ قَوَارِيْرَا۠ مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا

تَقْدِيْرًا ﴿۱۶﴾ وَيُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا ﴿۱۷﴾ۚ عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا ﴿۱۸﴾ وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ

وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۚ اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا ﴿۱۹﴾ وَاِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّمُلْكًا

كَبِيْرًا ﴿۲۰﴾ عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ ۫ وَّحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ ۚ وَسَقٰىهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا

طَهُوْرًا ﴿۲۱﴾ اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَآءً وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿۲۲﴾ۚ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًا ﴿۲۳﴾ۚ

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا ﴿۲۴﴾ۚ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۲۵﴾ۖ وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ

وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ﴿۲۶﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيْلًا ﴿۲۷﴾ نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ

وَشَدَدْنَآ اَسْرَهُمْ ۚ وَاِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَآ اَمْثَالَهُمْ تَبْدِيْلًا ﴿۲۸﴾ اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ شَآءَ

اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿۲۹﴾ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿ۖ۳۰﴾ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۭ وَالظّٰلِمِيْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۳۱﴾

بے شک انسان پر زمانہ میں ایک ایسا وقت بھی آچکا ہے جس میں وہ کوئی چیز قابل تذکرہ نہ تھا (یعنی انسان نہ تھا بلکہ نطفہ تھا) ہم نے اس کو مخلوط نطفہ سے پیدا کیا اس طور پر کہ ہم اسے مکلف بنائیں تو (اسی واسطے) ہم نے اس کو سنتا (دیکھتا سمجھتا) بنایا ہم نے اس کو (بھلائی برائی پر مطلع کر کے) رستہ بتلایا (یعنی احکام کا مخاطب بنایا پھر) یا تو شکر گزار (اور مومن) ہو گیا یا ناشکرا (اور کافر) ہو گیا۔ ہم نے کافروں کے لئے زنجیریں اور طوق اور آتش سوزاں تیار کر رکھی ہے (اور) جو نیک (لوگ) ہیں وہ ایسے جام شراب سے (شرابیں) پئیں گے جس میں کافور کی آمیزش ہوگی (یعنی ایسے چشمہ سے پئیں گے) جس سے خدا کے خاص بندے پئیں گے (اور) جس کو وہ (خاص بندے جہاں چاہیں گے) بہا کر لے جائیں گے وہ لوگ واجبات کو پورا کرتے ہیں اور ایسے دن سے ڈرتے ہیں جس کی سختی عام ہوگی اور وہ لوگ (صرف) خدا کی محبت سے غریب اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں ہم تم کو محض خداوندی رضامندی کے لئے کھانا کھلاتے ہیں نہ ہم تم سے (اس کا عملی) بدلہ چاہیں اور نہ (اس کا قولی) شکریہ چاہیں ہم اپنے رب کی طرف سے ایک سخت اور تلخ دن کا اندیشہ رکھتے ہیں سو اللہ تعالیٰ ان کو (اس) اطاعت اور (اخلاص کی برکت سے) اس دن کی سختی سے محفوظ رکھے گا اور ان کو تازگی اور خوشی عطا فرمائے گا (یعنی چہروں پر تازگی اور قلوب میں خوشی دے گا) اور ان کی پختگی (یعنی استقامت فی الدین) کے بدلے میں ان کو جنت اور ریشمی لباس دے گا۔ اس حالت میں کہ وہ وہاں (جنت میں) مسہریوں پر (آرام اور عزت سے) تکیہ لگائے ہوں گے نہ وہاں تپش (اور گرمی) پائیں گے اور نہ جاڑا (بلکہ فرحت بخش موسم ہوگا) اور یہ حالت ہوگی کہ (وہاں یعنی جنت کے) درختوں کے سائے ان پر جھکے ہوں گے اور ان کے میوے ان کے اختیار میں ہوں گے (کہ ہر وقت ہر طرح بلا مشقت لے سکیں گے) اور ان کے پاس چاندی کے برتن اور آبخورے لائے جائیں گے جو خوشے کچھے ہوں گے (اور) وہ شیشے چاندی کے ہوں گے جن کو بھرنے والوں نے مناسب انداز میں بھرا ہوگا اور وہاں ان کو (علاوہ جام شراب مذکور کے) ایسا جام شراب پلایا جائے گا جس میں سونٹھ کی آمیزش ہوگی یعنی ایسے چشمے سے ان کو پلایا جائے گا جو وہاں ہوگا جس کا نام (وہاں) سلسبیل مشہور ہوگا اور ان کے پاس (یہ چیزیں لے کر) ایسے لڑکے آمد و رفت کریں گے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے اور اس قدر حسین ہیں کہ ہمارے مخاطب اگر تو ان کو چلتے پھرتے دیکھے تو سمجھے موتی ہیں جو بکھر گئے ہیں اور اے مخاطب اگر تو اس جگہ کو دیکھے تو تجھ کو بڑی نعمت اور بڑی سلطنت دکھائی دے (اور) ان جنتیوں پر باریک ریشم کے کپڑے ہوں گے اور دبیز ریشم کے کپڑے بھی (کیونکہ ہر لباس میں جدا لطف ہے) اور ان کو چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے اور ان کا رب ان کو پاکیزہ شراب پینے کو دے گا (جس میں نہ نجاست ہوگی نہ کدورت) یہ تمہارا صلہ ہے اور تمہاری کوشش (جو دنیا میں کرتے تھے) مقبول ہیں۔ ہم نے آپ پر قرآن تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا ہے سو آپ اپنے پروردگار کے حکم پر (کہ اس میں تبلیغ بھی داخل ہے) مستقل رہئے اور ان میں سے کسی فاسق یا کافر کے کہنے میں نہ آئیے اور آگے عبادت لازمہ کا امر ہے یعنی اپنے پروردگار کا صبح و شام نام لیا کیجئے اور کسی قدر رات کے حصہ میں بھی اس کو سجدہ کیا کیجئے (یعنی نماز فرض پڑھا کیجئے) اور رات کے بڑے حصہ میں اس کی تسبیح کیا کیجئے (اس سے مراد تہجد ہے علاوہ فرائض کے) یہ لوگ دنیا سے محبت رکھتے ہیں اور اپنے آگے (آنے والے) ایک بھاری دن کو چھوڑ بیٹھے ہیں ہم ہی نے ان کو پیدا کیا ہے اور ہم ہی نے ان کے جوڑ بند مضبوط کئے اور (نیز) جب ہم چاہیں ان ہی جیسے لوگ ان کی جگہ بدل دیں یہ (سب جو کچھ مذکور ہوا کافی) نصیحت ہے سو جو شخص چاہے اپنے رب کی طرف رستہ اختیار کرے اور بدوں خدا کے چاہے تم لوگ کوئی بات چاہ نہیں سکتے (اور بعض لوگوں کے لئے) خدا کے چاہتے ہیں بعض حکمتیں ہوتی ہیں کیونکہ خدا تعالیٰ بڑا علم و حکمت والا ہے وہ جس کو چاہے اپنی رحمت میں داخل کر لیتا ہے اور (جس کو چاہے کفر اور ظلم میں مبتلا رکھتا ہے پھر) ظالموں کے لئے اس نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

تفسیر: سورة الدھر مکیة وھی احدٰی وثلثون ایات کذا فی البیضاوی۔

ربط: سورت سابقہ میں زیادہ مجازات کا اثبات اور کچھ مجازات کی تفصیل تھی اس میں زیادہ مجازات کی تفصیل ہے جس میں غالب شاید ترغیب کے لئے جزائے ایمان ہے اور اول اور اخیر میں کچھ اس کا امکان و اثبات ہے اُسی کے ساتھ انسان کا مکلف ہونا بھی ارشاد ہے اور چونکہ کفار کے انکار مجازات سے آپ کو حزن ہوتا تھا اس لئے درمیان میں اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا سے آپ کا تسلیہ ہے۔

مقدوریت ومکلفیت انسان وتفصیل مجازات بر کفر و ایمان وتسلیہ صاحب فرقان و وقوع بعث بعد الامکان:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسَانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ (الی قولہ تعالی) وَالظّٰلِمِيْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۳۱﴾ بے شک انسان پر زمانہ میں ایک وقت ایسا بھی آچکا ہے جس میں وہ کوئی چیز قابل تذکرہ نہ تھا (یعنی انسان نہ تھا بلکہ نطفہ تھا اور اُس سے قبل جماد تھا) ہم نے اُس کو مخلوط نطفہ سے پیدا کیا (یعنی مرد اور عورت دونوں کے نطفہ سے کیونکہ عورت کی منی بھی اندر ہی اندر رحم میں گرتی ہے پھر کبھی فم رحم سے خارج ہو کر ضائع ہو جاتی ہے اور کبھی اندر رہ جاتی ہے اور مخلوط کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ وہ اجزائے مختلفہ سے مرکب ہے چنانچہ ترکیب منی کی اجزائے مختلفہ سے ظاہر ہے۔ غرض ہم نے اُس کو ایسے نطفہ سے پیدا کیا)

اس طور پر کہ ہم اُس کو مکلّف بنائیں تو (اسی واسطے) ہم نے اُس کو سنتا دیکھتا (سمجھتا) بنایا (اور چونکہ محاورہ میں سمیع و بصیر استعمالاً مخصوص ہے عاقل کے ساتھ اس لئے عقل دینے کی جو کہ ایسی ہیئات وصفات کے ساتھ پیدا کیا کہ اُس میں مکلّف بننے کی قابلیت ہو اس کے بعد جب مکلّف ہونے کا وقت آ گیا تو) ہم نے اُس کو (بھلائی برائی پر مطلع کر کے) راستہ بتلایا (یعنی احکام کا مخاطب بنایا پھر) یا تو وہ شکر گزار (اور مؤمن) ہو گیا یا ناشکر (اور کافر) ہو گیا (یعنی جس راستہ پر چلنے کو اُس کو کہا تھا جو اُس پر چلا وہ مؤمن ہو گیا جو بالکل نہ چلا کافر ہو گیا۔ آگے فریقین کی جزاء کا ذکر ہے کہ) ہم نے کافروں کے لئے زنجیریں اور طوق اور آتش سوزاں تیار کر رکھی ہے (اور) جو نیک (لوگ) ہیں وہ ایسے جام شراب سے (شرابیں) پیویں گے جس میں کافور کی آمیزش ہو گی یعنی ایسے چشمے سے (پیویں گے) جس سے خدا کے خاص بندے پئیں گے (اور) جس کو وہ (خاص بندے جہاں چاہیں گے) بہا کر لے جائیں گے (اور یہ بہشتوں کی ایک کرامت ہو گی کہ انہار جنت ان کے تابع ہوں گی جیسا درمنثور میں ابن شوذب سے مروی ہے کہ جنتیوں کے ہاتھ میں سونے کی چھڑیاں ہوں گی وہ چھڑیوں سے جس طرف اشارہ کر دیں گے نہریں اُسی طرف چلنے لگیں گی اور یہ کافور دنیا کا کافور نہیں بلکہ جنت کا کافور ہے جو سپیدی اور خنکی اور تفریح و تقویت دل و دماغ میں اس کا مشارک ہے شراب میں خاص کیفیات حاصل کرنے کے لئے عادت ہے بعض مناسب چیزوں کے ملانے کی پس وہاں اُس کاس میں کافور ملایا جاوے گا اور وہ جام شراب ایسے چشمے سے بھرا جاوے گا جس سے مقرب بندے پیویں گے تو ظاہر ہے کہ وہ اعلیٰ درجہ کا ہو گا سو اس سے ابرار کی بشارت میں تقویت ہو گئی اور اگر ابرار و عباد اللہ کا مصداق ایک ہو تو دو جگہ بیان کرنے سے جدا جدا مقصود ہے ایک جگہ اُس کی آمیزش بتلانا ہے دوسری جگہ اس کا کثیر اور مسخر ہونا کہ اسباب عیش کی کثرت وطواعیت الذ فی العیش ہے۔ آگے اُن ابرار کی صفات مذکور ہیں) وہ لوگ واجبات کو پورا کرتے ہیں اور (ادا بھی کرتے ہیں خلوص سے کیونکہ وہ) ایسے مخلص ہیں کہ عبادات مالیہ میں بھی جس میں غالباً اخلاص کم ہوتا ہے کمال درجہ کا اخلاص رکھتے ہیں چنانچہ) وہ لوگ (محض) خدا کی محبت سے غریب اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں (قیدی اگر مظلوم ہے کہ ظلماً قید کر دیا گیا تب تو اُس کی اعانت کا مستحسن ہونا ظاہر ہے اور اگر ظالم ہے کہ جزائے ظلم میں قید ہوا ہے تو شدت حاجت کے وقت اُس کا اطعام بھی مستحسن ہے اور وہ لوگ کھانا کھلا کر زبان سے یا دل سے یوں کہتے ہیں کہ) ہم تم کو محض خدا کی رضامندی کے لئے کھانا کھلاتے ہیں نہ ہم تم سے (اس کا فعلی) بدلہ چاہیں اور نہ (اس کا قولی) شکریہ چاہیں اور ہم خدا کی رضامندی کے لئے اس واسطے تم کو کھانا کھلاتے ہیں کہ) ہم اپنے رب کی طرف سے ایک سخت اور تلخ دن کا اندیشہ رکھتے ہیں (تو امید رکھتے ہیں کہ ان اعمال مقترنہ بالاخلاص کی بدولت اُس دن کی تلخی اور سختی سے محفوظ رہیں اور اس سے معلوم ہوا کہ خوف آخرت سے کوئی کام کرنا خلاف اخلاص اور ابتغائے مرضاۃ کے نہیں) سو اللہ تعالیٰ اُن کو (اس اطاعت و اخلاص کی برکت سے) اُس دن کی سختی سے محفوظ رکھے گا اور اُن کو تازگی اور خوشی عطا فرماوے گا (یعنی چہروں پر تازگی اور قلوب میں خوشی دے گا) اور اُن کی پختگی (یعنی استقامت فی الدین) کے بدلہ میں اُن کو جنت اور ریشمی لباس دے گا اس حالت میں کہ وہ وہاں (جنت میں) مسہریوں پر (آرام و عزت سے) تکیہ لگائے ہوں گے (اور) نہ وہاں تپش (اور گرمی) پاویں گے اور نہ جاڑا (بلکہ فرحت بخش اعتدال ہو گا) اور یہ حالت ہو گی کہ (وہاں کے یعنی جنت کے) درختوں کے سائے اُن (بہشتیوں) پر جھکے ہوں گے (یعنی قریب ہوں گے اور سایہ اسباب تنعم سے ہے اور اسباب تنعم کا قرب خود موجب مزید تنعم ہے اور سایہ سے آفتاب کا ہونا لازم نہیں آتا کیونکہ دوسرے اجسام نورانیہ سے بھی ظل حاصل ہو سکتا ہے اور فائدہ سایہ کا غالباً تفنن ہے اسباب عیش کا کیونکہ ہر شئی میں جدالذت ہے) اور اُن کے میوے اُن کے اختیار میں ہوں گے (کہ ہر وقت ہر طرح بلا مشقت لے سکیں گے) اور اُن کے پاس (کھانے پینے کی چیزیں پہنچانے کے لئے) چاندی کے برتن لائے جاویں گے اور آبخورے جو شیشے کے ہوں گے (اور) وہ شیشے چاندی کے ہوں گے جن کو بھرنے والوں نے مناسب انداز سے بھرا ہو گا (یعنی اُس میں مشروب ایسے انداز سے بھرا ہو گا کہ نہ اُس وقت کی خواہش میں کمی رہے اور نہ اُس سے بچے کہ دونوں میں بے لطفی ہوتی ہے اور چاندی کے شیشے کے یہ معنی کہ سفیدی تو چاندی کی سی ہو گی اور شفافی شیشہ کی سی اور دنیا کی چاندی میں آر پار نظر نہیں آتا اور شیشہ میں یہاں ایسی سفیدی نہیں ہوتی پس یہ ایک عجیب چیز ہو گی) اور وہاں اُن کو (علاوہ جام شراب مذکورہ بالا کے جس میں کافور کی آمیزش تھی اور بھی) ایسا جام شراب پلایا جاوے گا جس میں سونٹھ کی آمیزش ہو گی (کہ انتعاش حرارت غریزی اور منہ کا مزہ بدلنے کے لئے شراب میں اس کو بھی ملاتے تھے) یعنی ایسے چشمے سے (ان کو پلایا جاوے گا جو وہاں ہو گا) جس کا نام (وہاں) سلسبیل (مشہور) ہو گا (مجموعہ مقام بالا اور مقام ہذا سے معلوم ہوتا ہے کہ چشمہ مذکورہ بالا کی آمیزش کافور کی ہو گی اور اس چشمہ مذکورہ مابعد کی شراب میں آمیزش زنجبیل کی ہو گی واللہ اعلم باسرارہٖ) اور اُن کے پاس (یہ چیزیں لے کر) ایسے لڑکے آمد و رفت کریں گے جو ہمیشہ لڑکے ہی رہیں گے (اور اس قدر حسین ہیں کہ) اے مخاطب اگر تو اُن کو (چلتے پھرتے) دیکھے تو یوں سمجھے کہ موتی ہیں جو بکھر گئے ہیں (موتی سے تو تشبیہ صفائی اور اشراق میں اور بکھرے ہوئے کا وصف اُن کے چلنے پھرنے کے لحاظ سے جیسے بکھرے موتی منتشر ہو کر کوئی ادھر جا رہا ہے کوئی اُدھر جا رہا ہے اور یہ اعلیٰ درجہ کی تشبیہ ہے) اور (اُن مذکورہ اسباب تنعم میں انحصار نہیں بلکہ وہاں اور بھی ہر سامان اس افراط اور رفعت کے ساتھ ہو گا کہ) اے مخاطب اگر تو اُس جگہ کو دیکھے تو تجھ کو بڑی نعمت اور بڑی سلطنت دکھلائی دے (اور) اُن جنتیوں پر باریک ریشم کے سبز کپڑے ہوں گے اور دبیز ریشم کے کپڑے ہوں گے (کیونکہ ہر لباس میں جدالطف ہے) اور اُن کو چاندی کے کنگن پہنائے جاویں گے (اس سورت

میں تین جگہ چاندی کے سامان کا ذکر آیا ہے اور دوسری آیات میں سونے کا مگر دونوں میں تعارض نہیں کیونکہ دونوں طرح کا سامان ہوگا اور حکمت اس کی وہی تفنن طبائع وتنعمات کا ہے اور یہ شبہ کہ مردوں کو زیور معیوب ہے اس لئے مندفع ہے کہ ہر موطن کا مقتضا جدا ہے یہاں عیب ہونا وہاں عیب ہونے کو مستلزم نہیں) اور اُن کارب (جواُن کو شراب پینے کو دے گا جس کا اوپر ذکر آیا ہے: يَشْرَبُونَ مِنْ كَأْسٍ ۔ وَيُسْقَوْنَ فِيهَا كَأْسًا لان الكاس هو القدح اذا كان فيه الشراب تو وہ مثل شراب دنیا کے ناپاک اور مزیل عقل وموجب خمار نہ ہوگی بلکہ اللہ تعالیٰ) اُن کو پاکیزہ شراب پینے کو دے گا (جس میں نہ نجاست ہوگی نہ کدورت وہذا كقولہ تعالیٰ: لَا يُصَدَّعُونَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُونَ [الواقعة : ١٩] اور تین جگہ جو سورت میں ذکر شراب کا آیا ہے ہر جگہ غرض جدا ہے جیسا تقریر ترجمہ سے واضح ہے پھر اول میں يَشْرَبُونَ ہے دوسری جگہ يُسْقَوْنَ جو زیادت اکرام پر دال ہے تیسری جگہ سَقٰهُمْ رَبُّهُمْ میں نہایت ہی تشریف ہے پس تکرار کا شائبہ نہ رہا۔ اور ان سب نعمتوں کو دیکر اہل جنت سے مسرت روحانی بڑھانے کے لئے کہا جاوے گا کہ) یہ تمہارا صلہ ہے اور تمہاری کوشش (جو دنیا میں کرتے تھے) مقبول ہوئی (آگے مجموعہ ذکر جزائے فریقین کے بعد بطور تفریع معنوی کے آپ کا تسلیہ ہے یعنی ان مخالفین کی سزا آپ نے سن لی پس آپ ان کی مخالفت سے غم نہ کیجئے اور اپنی طاعت لازمہ اور متعدیہ میں لگے رہیے کہ علاوہ طاعت ہونے کے اس میں قلب کی بھی تقویت ہے اور بیان اُس طاعت کا یہ ہے کہ) ہم نے آپ پر قرآن تھوڑا تھوڑا کر کے اُتارا ہے (تاکہ تھوڑا تھوڑا لوگوں کو پہنچاتے رہیں اور اُن کو اہتداء میں آسانی ہو: كما ذكر في اخر سورة الاسراء من قوله تعالى: وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ ...... [الأسراء : ١٠٦] سو آپ اپنے پروردگار کے حکم پر (اُس میں تبلیغ بھی داخل ہے) مستقل رہیے اور ان میں سے کسی فاسق یا کافر کے کہنے میں نہ آیئے (یعنی یہ جو تبلیغ سے منع کرتے ہیں كما في الدر المنثور سورة الكافرين اُس کی موافقت نہ کیجئے مقصود اس سے اظہار اہتمام شان ہے گو احتمال موافقت بالیقین منعدم ہو یہ تو عبادت متعدیہ کا امر ہوا) اور (آگے عبادت لازمہ کا امر ہے یعنی) اپنے پروردگار کا صبح وشام نام لیا کیجئے اور کسی قدر رات کے حصہ میں بھی اُس کو سجدہ کیا کیجئے (یعنی نماز فرض پڑھا کیجئے) اور رات کے بڑے حصے میں اُس کی تسبیح (وتقدیس) کیا کیجئے (مُراد اس سے تہجد ہے علاوہ فرائض کے اور آگے تقویت تسلیہ کے لئے ایک اور مضمون ہے جس میں کفار کی مذمت بھی ہے یعنی ان لوگوں کی مخالفت کی اصل وجہ آپ کے ساتھ یہ ہے کہ) یہ لوگ دنیا سے محبت رکھتے ہیں اور اپنے آگے (آنے والے) ایک بھاری دن کو چھوڑ بیٹھے ہیں (پس حبّ دنیا نے اندھا کر رکھا ہے اس لئے حق کہنے والے سے بغض رکھتے ہیں اور یوم ثقیل کا ذکر سُن کر چونکہ مظنہ اُن کے انکار کا تھا اس لئے آگے اُس یوم ثقیل کے استبعاد کو دفع فرماتے ہیں یعنی) ہم ہی نے ان کو پیدا کیا اور ہم ہی نے انکے جوڑ بند مضبوط کئے اور (نیز) جب ہم چاہیں ان ہی جیسے لوگ ان کی جگہ بدل دیں (اور امر اول تو مشاہد ہے اور دوسرا امر ادنیٰ تنبیہ سے معلوم ہو سکتا ہے پس دونوں امروں سے قدرت الٰہیہ ظاہر ہے پھر بعث ہی میں کون بات زیادہ دشوار ہے کہ اُس پر قدرت نہ ہو۔ آگے ان تمام مضامین سابقہ کا ذکر جزاء واستدلال علی القدرت پر بطور تفریع کے فرماتے ہیں کہ) یہ (سب جو مذکور ہوا کافی) نصیحت ہے سو جو شخص چاہے اپنے رب کی طرف راستہ اختیار کرلے (وقد مر في المزمل) اور (قرآن کے تذکرہ ہونے میں اس سے شبہ نہ کیا جاوے کہ بعض کو اس سے تذکر نہیں ہوتا بات یہ ہے کہ قرآن تو فی نفسہ تذکرہ کافی ہے لیکن) بدوں خدا کے چاہے تم لوگ کوئی بات چاہ نہیں سکتے (اور بعض لوگوں کیلئے خدا کے نہ چاہنے میں بعضی حکمتیں ہوتی ہیں کیونکہ) خدا تعالیٰ بڑا علم والا اور حکمت والا ہے وہ جس کو چاہے اپنی رحمت میں داخل کرلیتا ہے اور (جس کو چاہے کفر اور ظلم میں مبتلا رکھتا ہے پھر) ظالموں کیلئے اُس نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ ...... اس میں اخلاص کی ترغیب ہے۔ قولہ تعالیٰ: وَسَقٰهُمْ ...... روح المعانی میں اصل عربی میں شراب طہور وچشمہ کافور وزنجبیل کے حقائق واسرار مذکور ہیں اور یہ مضمون منجملہ حواشی کے ہے۔ سورۃ الدہر تمام ہوئی۔

اللغات: قوله هل اتى بمعنى قد اتى۔ قوله حين وقت محدود الدهر وقت غير محدود والزمان يعمهما۔ امشاج اخلاط جمع مشج كسبب واسباب او مشيج كشهيد واشهاد ووقع صفة للمفرد لان المراد بالنطفة ماء الرجل والمرأة باعتبار الاجزاء المختلفة فيها۔ قمطريرا شديد العبوس ۱۲ قوله سلسبيلا في الروح عن الزجاج ما كان من الشراب غاية في السلاسة وسهولة الانحدار في الحلق قوله عاليهم فوقهم۔ قوله وراء هم اى امامهم قوله اسرهم في القاموس مفاصلهم ۱۲۔

النحو: نبتليه حال مقدرة قوله اما شاكرا واما كفورا حالان من مفعول هدينا واما للتقسيم للمهدى باختلاف الذوات والصفات اى هدينا ه السبيل مقسوما اليهما ۱۲۔ قوله عينا بدل من محل من كاس قوله متكئين حال من هم في جزاء هم والعامل جزى لا يرون حال ثانية ودانية عطف على الجملة وحالها حالها ۱۲ قد روها الضمير الى الطائفين المدلول عليه بقوله يطاف عليهم ۱۲۔

البلاغة: قوله طهورا مصدر بمعنى الطاهر وصف به مبالغة 'اثما او كفورا المقصود انتفاء اطاعة كل واحد منهما قيل كيف ذلك وكلهم كفرة واجيب بان التقسيم باعتبار ما يدعو ان اليه من الكفر والاثم المقابل له لا باعتبار الذات حتى يكون بعضهم آثما وبعضهم كفورًا ۱۲۔

سُوْرَةُ الْمُرْسَلٰتِ

سُوْرَةُ الْمُرْسَلٰتِ ۷۷ مَكِّيَّةٌ ۳۳ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ۵۰ رُكُوْعَاتُهَا ۲

سورۃ المرسلات مکہ میں نازل ہوئی — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اس میں ۵۰ آیات اور ۲ رکوع ہیں

وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ﴿۱﴾ فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ﴿۲﴾ وَّالنّٰشِرٰتِ نَشْرًا ﴿۳﴾ فَالْفٰرِقٰتِ فَرْقًا ﴿۴﴾ فَالْمُلْقِيٰتِ ذِكْرًا ﴿۵﴾

عُذْرًا اَوْ نُذْرًا ﴿۶﴾ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ ﴿۷﴾ فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ ﴿۸﴾ وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ ﴿۹﴾ وَاِذَا الْجِبَالُ

نُسِفَتْ ﴿۱۰﴾ وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ ﴿۱۱﴾ لِاَيِّ يَوْمٍ اُجِّلَتْ ﴿۱۲﴾ لِيَوْمِ الْفَصْلِ ﴿۱۳﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ ﴿۱۴﴾ وَيْلٌ

يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۵﴾ اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۷﴾ كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۸﴾

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۹﴾ اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ﴿۲۰﴾ فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ﴿۲۱﴾

اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۲۲﴾ فَقَدَرْنَا فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۲۴﴾ اَلَمْ نَجْعَلِ

الْاَرْضَ كِفَاتًا ﴿۲۵﴾ اَحْيَآءً وَّاَمْوَاتًا ﴿۲۶﴾ وَّجَعَلْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ شٰمِخٰتٍ وَّاَسْقَيْنٰكُمْ مَّآءً

فُرَاتًا ﴿۲۷﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۲۸﴾ اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿۲۹﴾ اِنْطَلِقُوْٓا

اِلٰى ظِلٍّ ذِيْ ثَلٰثِ شُعَبٍ ﴿۳۰﴾ لَّا ظَلِيْلٍ وَّلَا يُغْنِيْ مِنَ اللَّهَبِ ﴿۳۱﴾ اِنَّهَا تَرْمِيْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ﴿۳۲﴾

كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ﴿۳۳﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۳۴﴾ هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ

فَيَعْتَذِرُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۳۷﴾ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۸﴾ فَاِنْ كَانَ

لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيْدُوْنِ ﴿۳۹﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۰﴾ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ ظِلٰلٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۴۱﴾

ع ۲۱

وَّفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿۴۲﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓئًا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۴۴﴾

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۵﴾ كُلُوْا وَتَمَتَّعُوْا قَلِيْلًا اِنَّكُمْ مُّجْرِمُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ

لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ ارْكَعُوْا لَا يَرْكَعُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۴۹﴾ فَبِاَيِّ

حَدِيْثٍۭ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ۝

ع ۲ / ۲۲

قسم ہے ان ہواؤں کی جو نفع پہنچانے کے لئے بھیجی جاتی ہیں پھر ان ہواؤں کی جو تندی سے چلتی ہیں (جس سے خطرات کا احتمال ہوتا ہے) اور ان ہواؤں کی جو بادلوں کو (اٹھا کر) پھیلاتی ہیں پھر ان ہواؤں کو جو بادلوں کو متفرق کر دیتی ہیں (جیسا کہ بارش کے بعد ہوتا ہے پھر ان ہواؤں کی جو (دل میں) اللہ کی یاد (یعنی توبہ کا یا) ڈرانے کا القا کرتی ہیں کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ ضرور ہونے والی ہے سو جب ستارے بے نور ہو جائیں گے اور جب آسمان پھٹ جائے گا اور جب پہاڑ اڑتے پھریں گے اور جب پیغمبر وقت مقرر پر جمع کئے جائیں گے کس دن کے لئے پیغمبروں کا معاملہ ملتوی رکھا گیا ہے (آگے جواب ہے کہ) فیصلہ کے دن کے لئے (ملتوی رکھا گیا ہے اور (آگے اس فیصلہ کے دن کی تہویل ہے کہ) آپ کو معلوم ہے کہ وہ فیصلہ (مراد قیامت کا دن ہے جو کیسا کچھ ہے (یعنی بہت سخت ہے اس روز حق کے جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی۔ (آگے عذاب کی تنذیر ہے یعنی) کیا ہم اگلے (کافر) لوگوں کو (عذاب سے) ہلاک نہیں کر چکے پھر پچھلوں کو بھی (عذاب میں) ان (پہلوں) ہی کے ساتھ ساتھ کر دیں گے ہم مجرموں کے ساتھ ایسا ہی کیا کرتے ہیں (یعنی ان کے کفر پر سزا دیتے ہیں) اس روز (حق کے) حق کے جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی (آگے قدرت علی البعث کی تقریر ہے یعنی) کیا ہم نے تم کو ایک بے قدر پانی (یعنی نطفہ) سے نہیں بنایا پھر ہم نے اس کو ایک وقت مقررہ تک ایک محفوظ جگہ (یعنی عورت کے رحم) میں رکھا غرض ہم نے (ان تصرفات کا ایک اندازہ ٹھہرایا سو ہم کیسے اچھے اندازہ ٹھہرانے والے ہیں (اس روز حق کے) جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی کیا ہم نے زمین کو زندوں اور مردوں کو سمیٹنے والی نہیں بنایا اور ہم نے اس زمین پر اونچے اونچے پہاڑ بنائے ہیں (جس سے بہت منافع متعلق ہیں) اور ہم نے تم کو میٹھا پانی پلایا اس روز (حق کے) جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی اور نہ گرمی سے بچاتا ہے وہ انگارے برسا دے گا جیسے بڑے بڑے محل جیسے کالے کالے اونٹ اس روز (حق کے) جھٹلانے والوں کے لئے بڑی خرابی ہوگی یہ وہ دن ہوگا جس میں وہ لوگ نہ بول سکیں گے اور نہ ان کو اجازت (عذر کی) ہوگی سو عذر بھی نہ کر سکیں گے اس روز (حق کے) جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی (ان لوگوں سے کہا جائے گا) یہ ہے فیصلے کا دن (جس کی تم تکذیب کیا کرتے تھے) ہم نے (آج) تم کو اور اگلوں کو (فیصلہ کے لئے) جمع کر لیا سو اگر تمہارے پاس (آج کے فیصلہ سے بچنے کی) کی کوئی تدبیر ہو تو مجھ پر تدبیر چلاؤ اس روز (حق کے) جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی۔ پرہیزگار لوگ سایوں میں چشموں میں اور مرغوب میووں میں ہوں گے (اور ان سے کہا جائے گا کہ) اپنے اعمال کے (نیک صلہ میں) خوب مزے دے کھاؤ پیو ہم نیک لوگوں کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں (اور یہ کفار نعماء جنت کی بھی تکذیب کرتے ہیں) سو سمجھ رکھیں کہ (اس روز حق کے) جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی تم (دنیا میں) تھوڑے دن اور کھا لو برت لو (عنقریب کم بختی آنے والی ہے کیونکہ) تم بے شک مجرم ہو اس روز (حق کے) جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی اور (ان کافروں کی سرکشی) اور جرم کی حالت یہ ہے کہ جب ان سے یہ کہا جاتا ہے کہ خدا کی طرف جھکو تو نہیں جھکتے اس روز (حق کے) جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی تو پھر اس (قرآن بلیغ الالفاظ والانذار) کے بعد اور پھر کون سی بات پر ایمان لائیں گے۔

تفسیر: سورۃ المرسلت مکیۃ وھی خمسون اٰیۃ کذا فی البیضاوی۔

ربط: سورت سابقہ میں قیامت کا وقوع اور تفصیل اسباب و کیفیات مجازات مذکور تھی اس سورت میں بھی یہی مضمون ہے اتنا فرق ہے کہ وہاں ترغیب کا مضمون زیادہ تھا یہاں ترہیب کا مضمون ہے اور اسی لئے اس میں دس جگہ آیت ویل یومئذ للمکذبین مکرر آئی ہے اور چونکہ متعلق تکذیب متعدد ہے اس لئے معنی تکرار نہیں اور تکریر ظاہری مفید تاکید بھی ہے جیسا سورۂ رحمٰن کی تمہید میں مفصلاً مذکور ہوا ہے۔

وعید مکذبین وبذے از وعد مصدقین: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ وَالْمُرْسَلٰتِ عُرْفًا ۝ فَالْعٰصِفٰتِ عَصْفًا ۝ (الی قولہ تعالی) فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ۝ قسم ہے اُن ہواؤں کی جو نفع پہنچانے کے لئے بھیجی جاتی ہیں پھر اُن ہواؤں کی جو تندی سے چلتی ہیں (جس سے خطرات کا احتمال ہوتا ہے) اور اُن ہواؤں کی جو بادلوں کو (اُٹھا کر) پھیلاتی ہیں (جس کے بعد بارش ہونے لگتی ہے) پھر اُن ہواؤں کی جو بادلوں کو متفرق کر دیتی ہیں (جیسا بارش کے بعد ہوتا ہے) پھر اُن ہواؤں کی جو (دل میں) اللہ کی یاد یعنی توبہ کا یا ڈرانے کا القاء کرتی ہیں (یعنی یہ ہوائیں مذکورہ بوجہ دال علی القدرۃ ہونے کے صانع کی طرف متوجہ ہو جانے کا سبب ہو جاتی ہیں اور وہ توجہ دو طور سے ہوتی ہے ایک خوف سے جب کہ اُن ہواؤں سے آثار خوف کے نمایاں ہوں اور دوسرا توبہ و معذرت سے اور یہ دونوں صورت میں ہو سکتا ہے اگر ہوائیں نفع بخش ہوں تب تو خدا کی نعمتوں کو یاد کر کے اُس کا شکر اور اپنی تقصیرات سے عذر کرتے ہیں اور اگر وہ ہوائیں خوفناک ہوں تو خدا کی نقمت سے ڈر کر اپنے معاصی سے توبہ کرتے ہیں آگے جواب قسم ہے) کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ ضرور ہونے والی ہے (مراد قیامت ہے اور یہ سب قسمیں قیامت کے نہایت مناسب ہیں کیونکہ نفخۂ اولیٰ کے بعد واقعۂ افناء مشابہ واقعات ریح عاصف کے ہیں اور نفخۂ ثانیہ کے بعد واقعۂ احیاء مشابہ واقعات ہوائے نافع کے ہیں۔ آگے اُس کے وقوع پر تفریع فرماتے ہیں) سو جب ستارے بے نور ہو جاویں گے اور جب آسمان

پھٹ جاوے گا اور جب پہاڑ اُڑتے پھریں گے اور جب سب پیغمبر وقت معین پر جمع کئے جاویں گے (اُس وقت سب کا فیصلہ ہوگا۔ آگے اُس یوم کی تہویل ہے کہ کچھ معلوم ہے) کس دن کے لئے پیغمبروں کا معاملہ ملتوی رکھا گیا ہے (آگے جواب ہے کہ) فیصلہ کے دن کے لئے (مطلب اس سوال و جواب کا یہ معلوم ہوتا ہے کہ کفار جو رسولوں کی تکذیب کرتے آئے ہیں اور اب بھی اس امت کے کفار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کر رہے ہیں اور جب اس کی تکذیب پر عذاب آخرت سے ڈرائے جاتے ہیں تو آخرت کی بھی تکذیب کرتے ہیں اور یہ تکذیب فی نفسہٖ مقتضی اس کو ہے کہ رسولوں کا جو قصہ کفار سے پیش آ رہا ہے اس کا فیصلہ بھی ہو جاوے اور اُس کی تاخیر سے کفار کو انکاراً استعجال اور مسلمانوں کو طبعی استعجال ہوتا ہے پس اس آیت میں استعجال کا جواب ہے کہ حق تعالیٰ نے بعض حکمتوں سے اس کو مؤخر رکھا ہے لیکن واقع ضرور ہوگا) اور (آگے اُس فیصلہ کی دن کی تہویل ہے کہ) آپ کو معلوم ہے کہ وہ فیصلہ کا دن کیسا کچھ ہے (یعنی بہت سخت ہے اور جو لوگ اس امر حق یعنی وقوع قیامت کو جھٹلا رہے ہیں سمجھ رکھیں کہ) اُس روز (حق کے) جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی (آگے تعذیب کی تنظیر ہے یعنی) کیا ہم اگلے (کافر) لوگوں کو (عذاب سے) ہلاک نہیں کر چکے پھر پچھلوں کو بھی (عذاب میں) اُن (پہلوں) ہی کے ساتھ ساتھ کر دیں گے (یعنی آپ کی امت کے کفار پر بھی وبال ہلاک نازل کریں گے جیسا بدر وغیرہ غزوات میں ہوا) ہم مجرموں کے ساتھ ایسا ہی کیا کرتے ہیں (یعنی اُن کے کفر پر سزا دیتے ہیں خواہ دارین میں خواہ دار آخرت میں اور جو اس امر حق یعنی کفر پر مستحق عذاب ہونے کو جھٹلا رہے ہیں سمجھ رکھیں کہ) اُس روز (حق کے) جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی (آگے قدرت علی البعث کی تقریر ہے یعنی) کیا ہم نے تم کو ایک بے قدر پانی (یعنی نطفہ) سے نہیں بنایا (یعنی ابتداء میں تم نطفہ تھے) پھر ہم نے اس کو ایک وقت مقرر تک ایک محفوظ جگہ (یعنی عورت کے رحم) میں رکھا غرض ہم نے (ان سب تصرفات کا) ایک انداز ٹھہرایا سو ہم کیسے اچھے انداز ہ ٹھہرانے والے ہیں (اور اس سے قدرت علی البعث ثابت ہوئی پھر جو لوگ اس امر حق یعنی قدرت علی البعث کو جھٹلا رہے ہیں سمجھ رکھیں کہ) اُس روز (حق کے) جھٹلانے والوں کو بڑی خرابی ہوگی (آگے اپنی بعضی نعمتیں جن سے ترغیب اطاعت و ایمان ہو فرماتے ہیں یعنی) کیا ہم نے زمین کو زندوں اور مُردوں کی سمیٹنے والی نہیں بنایا (کہ زندگی اسی پر بسر ہوتی ہے مرکر بعد دفن یا بعد غرق یا بعد حرق آخر اجزائے ارضیہ ہو کر اسی میں کھپ جاتے ہیں اور اس حالت بعد الموت کا نعمت ہونا اس طرح ہے کہ اگر مُردے خاک نہ ہو جایا کرتے تو زندے پریشان ہو کر مردہ سے بدتر ہو جاتے) اور ہم نے (اُس زمین) میں اونچے اونچے پہاڑ بنائے (جن سے بہت سے منافع متعلق ہیں) اور ہم نے تم کو میٹھا پانی پلایا (اس نعمت کو خواہ مستقل کہا جاوے یا زمین ہی کے متعلق کہا جاوے کیونکہ مستقر پانی کا بھی زمین ہی ہے اور ان نعمتوں کا مقتضا وجوب توحید ہے پس جو لوگ اس امر حق یعنی وجوب توحید کو جھٹلا رہے ہیں سمجھ رکھیں کہ) اُس روز (حق کے) جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی (آگے بعض عقوبات قیامت کا بیان ہے یعنی قیامت کے روز کفار سے کہا جاوے گا کہ) تم اُس عذاب کی طرف چلو جس کو جھٹلایا کرتے تھے (جس میں کی ایک عقوبت وہ ہے جس کا بیان اس حکم میں ہے کہ) ایک سائبان کی طرف چلو جس کی تین شاخیں ہیں جس میں نہ (ٹھنڈا) سایہ ہے اور نہ وہ گرمی سے بچاتا ہے (مراد اس سائبان سے ایک دھواں ہے جو جہنم سے نکلے گا اور چونکہ کثرت سے ہوگا اس لئے بلند ہو کر پھٹ کر تین ٹکڑے ہو جاویں گے **كما فی الطبری عن قتادة** اور فراغ حساب تک کفار اسی دھویں کے احاطہ میں رہیں گے جیسا مقبولین ظل عرش میں ہوں گے **كذا فی الخازن** آگے اُس دھویں کا اور حال مذکور ہے کہ) وہ انگارے برساوے گا جیسے بڑے بڑے محل جیسے کالے کالے اونٹ (قاعدہ ہے کہ جب چنگاری آگ سے جھڑتی ہے تو بڑی ہوتی ہے پھر بہت سے چھوٹے ٹکڑے ہو کر زمین پر گرتی ہے پس پہلی تشبیہ ابتدائی حالت کے اعتبار سے ہے اور دوسری تشبیہ انتہائی حالت کے اعتبار سے **كذا فی الروح** پھر جو لوگ اس امر حق یعنی اس واقعہ کو جھٹلا رہے ہیں سمجھ رکھیں کہ) اُس روز (حق کے) جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی (آگے اور واقعہ متعلق کفار کے ہے یعنی) یہ وہ دن ہوگا جس میں وہ لوگ نہ بول سکیں گے اور نہ ان کو اجازت (عذر کی) ہوگی سو عذر بھی نہ کر سکیں گے (کیونکہ واقع میں کوئی عذر نہ ہوگا اور جو لوگ اس واقعۂ حقہ کو بھی جھٹلا رہے ہیں سمجھ رکھیں کہ) اس روز (حق کے) جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی (آگے بھی اُسی یوم کا بیان ہے اُن لوگوں سے کہا جاوے گا کہ) یہ ہے فیصلہ کا دن (جس کی تم تکذیب کیا کرتے تھے) ہم نے (آج) تم کو اور اگلوں کو (فیصلہ کے لئے) جمع کر لیا سو اگر تمہارے پاس (آج کے نتیجہ فیصلہ سے بچنے کی) کوئی تدبیر ہو تو مجھ پر تدبیر چلا لو (اور یہ کفار اس واقعۂ حقہ کی بھی تکذیب کرتے ہیں سو سمجھ رکھیں کہ) اُس روز (حق کے) جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی (آگے کفار کے مقابلہ میں اہل ایمان کی مثوبت کا بیان ہے یعنی) پرہیزگار لوگ سایوں میں اور چشموں میں اور مرغوب میووں میں ہوں گے (اور اُن سے کہا جاوے گا کہ) اپنے اعمال (نیک) کے صلہ میں خوب مزہ سے کھاؤ پیو ہم نیک لوگوں کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں (اور یہ کفار نعمائے جنت کی بھی تکذیب کرتے ہیں سو سمجھ رکھیں کہ) اُس روز (حق کے) جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی (آگے پھر توبیخ ہے کفار کو یعنی اے کافرو) تم (دنیا میں) تھوڑے دن اور کھالو برت لو (عنقریب کمبختی آنے والی ہے کیونکہ) تم بے شک مجرم ہو (اور مجرم کا یہی حال ہونے والا ہے اور جو لوگ سزائے جُرم کو جھٹلاتے ہیں

سمجھ رکھیں کہ) اُس روز (حق کے) جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی (اوران کافروں کی سرکشی اور جرم کی یہ حالت ہے کہ) جب ان سے کہا جاتا ہے کہ) خدا کی طرف) جھکو (یعنی ایمان اور عبدیت اختیار کرو) تو نہیں جھکتے (اوراس سے زیادہ کیا جرم ہوگا اور یہ لوگ اس کے جرم ہونے کو بھی جھٹلاتے ہیں سو سمجھ رکھیں کہ) اُس روز (حق کے) جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی (اوران تقریعات وتہدیدات قرآنیہ کا مقتضا یہ تھا کہ یہ سنتے ہی ڈر کر ایمان لے آتے مگر جب اس پر بھی ان کو اثر نہیں) تو پھر اس (قرآن بلیغ الالفاظ والانذار) کے بعد اور کون سی بات پر ایمان لاویں گے (اس میں کفار پر توبیخ اور اُن کے ایمان سے آپ کا اقناط ہے۔ **ف**: الحمدللہ کہ انتیسواں پارہ ختم ہوا واللّٰہ الموفق لما بقی۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: اِنۡطَلِقُوۡۤا اِلٰی ظِلٍّ ذِیۡ ثَلٰثِ شُعَبٍ ۙ۔ روح میں ہے کہ تین کی تخصیص کی وجہ یا یہ ہے کہ انوار قدس سے نفس کا حجاب حس اور خیال اور وہم ہے (اور یہ مخل علم ہیں) اور یا یہ ہے کہ مؤدی الی العذاب قوت وہمیہ اور قوت غضبیہ اور قوت شہویہ ہے (اور یہ مخل عمل ہیں)۔ قولہ تعالیٰ: واذا قیل لھم ارکعوا الخ یعنی خشوع وتواضع اختیار کرو اور نخوت جو مانع ہے قبول حق سے چھوڑ دو۔ سورۂ مرسلات تمام ہوئی۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قولہ فی وَالۡمُرۡسَلٰتِ** نفع الی آخر **ما قال فی ھذہ الاقسام ماخذہ کلہ الخازن والمدارک۔** ۲ **قولہ قبل ما ادراك** فیصلہ ہوگا **اشارۃ الٰی تقدیر جواب اذا۱۲۔**

اللغات: عرفا بالعرف والاحسان عذرا معذرۃ وتوبۃ نذرا۔ انذار مصدر مبنیا للمفعول حاصلہ خوفا۱۲۔ قولہ اقتت جمعت لمیقات یوم معلوم کذا فی الخازن کفاتا کفت ضم وجمع شامخات عالیات جمالۃ جمع جمل والتاء لتانیث الجمع صفر سود عبر بالصفر لان سواد الابل یضرب الی الصفرۃ۱۲۔

النحو: عذرا او نذرا بدل من ذکرا۱۲۔ قولہ احیاء واموانا فی النیسابوری وانتصب احیاء واموانا بفعل مضمر دل علیہ ھذا الاسم ای تکفت احیاء علی ظھرھا واموانا فی بطنھا۱۲ انھا ترمی الضمیر راجع الی النار۔ قولہ فیعتذرون عطف علی یؤذن فھو داخل تحت النفی فھم لا یعتذرون وفی النیسابوری انما لم یقل فیعتذر وسقوط النون للنصب لانہ لو نصب لا وھم انھم انما لم یعتذروا لاجل انھم لم یؤذنوا فی الاعتذار ولو لا المنع لا عتذروا وھذا غیر جائز والمراد انہ لا عذر لھم فی نفس الامر کما لا اذن فالفاء لمطلق النسق لا للتسبیب۱۲۔

البلاغۃ: قولہ والمرسلٰت الخ عطف العاصفات بالفاء لان المرسلات والعاصفات قصد بھما بیان کیفیۃ الھبوب فھما متناسبان و کذا الناشرات مع الفارقات قصد بھما بیان حالھما مع السحاب فھما متناسبان ایضا بخلاف ھذا المجموع مع المجموع السابق فانھما لما کانا متغایرین باعتبار ما قصد بھما عطف علیہ بالواو ثم لما کان الملقیات مناسبا للجمیع لاشتراك الجمیع فی ھذا الغرض عطف علی مجموع السابق بالفاء ایضا فافھم فانہ من المواھب۱۲۔ قولہ ظل سمی الدخان ظلا استعارۃ تھکمیۃ۔ قولہ من اللھب عدی بمن لتضمنہ معنی یبعد۱۲۔

سُوْرَةُ النَّبَا

سُوْرَةُ النَّبَا ۷۸ مَكِّيَّة ۸۰	بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ	اٰيَاتُهَا ۴۰	رُكُوْعَاتُهَا ۲

سورۃ النباء مکہ میں نازل ہوئی — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اس میں ۴۰ آیات اور ۲ رکوع ہیں

عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿۱﴾ عَنِ النَّبَاِ الْعَظِيْمِ ﴿۲﴾ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ مُخْتَلِفُوْنَ ﴿۳﴾ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ﴿۴﴾ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُوْنَ ﴿۵﴾ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ﴿۶﴾ وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا ﴿۷﴾ وَّخَلَقْنٰكُمْ اَزْوَاجًا ﴿۸﴾ وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ﴿۹﴾ وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ﴿۱۰﴾ وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ﴿۱۱﴾ وَّبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ﴿۱۲﴾ وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا ﴿۱۳﴾ وَّاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا ﴿۱۴﴾ لِّنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّنَبَاتًا ﴿۱۵﴾ وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا ﴿۱۶﴾ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ مِيْقَاتًا ﴿۱۷﴾ يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا ﴿۱۸﴾ وَّفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا ﴿۱۹﴾ وَّسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ﴿۲۰﴾ اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ﴿۲۱﴾ لِّلطّٰغِيْنَ مَاٰبًا ﴿۲۲﴾ لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا ﴿۲۳﴾ لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا ﴿۲۴﴾ اِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا ﴿۲۵﴾ جَزَآءً وِّفَاقًا ﴿۲۶﴾ اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا ﴿۲۷﴾ وَّكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا ﴿۲۸﴾ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ كِتٰبًا ﴿۲۹﴾ فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا ﴿۳۰﴾ ع ۱

اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا ﴿۳۱﴾ حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا ﴿۳۲﴾ وَّكَوَاعِبَ اَتْرَابًا ﴿۳۳﴾ وَّكَاْسًا دِهَاقًا ﴿۳۴﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا ﴿۳۵﴾ جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا ﴿۳۶﴾ رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا ﴿۳۷﴾ يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ﴿۳۸﴾ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا ﴿۳۹﴾ اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا يَّوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا ﴿۴۰﴾ ع ۲

یہ (قیامت کا انکار کرنے والے) کس چیز کا حال دریافت کرتے ہیں اس بڑے واقعہ کا حال دریافت کرتے ہیں جس میں یہ لوگ (اہل حق کے ساتھ) اختلاف کر رہے ہیں ہرگز ایسا نہیں (بلکہ قیامت آئے گی اور ان کو بھی معلوم ہوا جاتا ہے مکرر کہتے ہیں) کہ جیسا یہ لوگ سمجھتے ہیں ہرگز ایسا نہیں (بلکہ آئے گی) ان کو ابھی معلوم ہوا جاتا ہے کیا ہم نے زمین کو فرش اور پہاڑوں کو (زمین کی) میخیں نہیں بنایا اور اس کے علاوہ ہم نے اور بھی اپنی قدرت ظاہر فرمائی (چنانچہ) ہم ہی نے تم کو جوڑا جوڑا (یعنی مرد عورت) بنایا اور ہم ہی نے سونے کو راحت کی چیز بنایا اور ہم نے رات کو پردہ کی چیز بنایا اور ہم ہی نے دن کو معاش کا وقت بنایا اور ہم ہی نے تمہارے اوپر سات مضبوط آسمان بنائے اور

ہم ہی نے آسمان میں ایک روشن چراغ بنایا (مراد آفتاب ہے) اور ہم ہی نے پانی بھرے بادلوں سے کثرت سے مینہ برسایا تاکہ ہم اس پانی کے ذریعہ سے غلہ اور سبزی اور گنجان باغ پیدا کریں۔ بے شک فیصلہ کا دن ایک وقت معین ہے یعنی جس دن صور پھونکا جائے گا پھر تم لوگ گروہ گروہ ہو کر آؤ گے اور آسمان کھل جائے گا پھر اس میں دروازے ہی دروازے ہو جائیں گے اور اپنی جگہ سے پہاڑ ہٹا دیئے جائیں گے سو وہ ریت کی طرح ہو جائیں گے (آگے اس یوم الفصل میں جو فیصلہ ہوگا اس کا بیان ہے) یعنی بے شک دوزخ ایک گھات کی جگہ ہے سرکشوں کا ٹھکانہ ہے جس میں وہ بے انتہا زمانوں (پڑے) رہیں گے (اور) اس میں نہ تو وہ کسی ٹھنڈک (یعنی راحت) کا مزہ چکھیں گے اور نہ پینے کی چیز کا (جو کہ مسکن عطش ہو) بجز گرم پانی کے اور پیپ کے اور (ان کو) پورا پورا بدلہ ملے گا اور وہ اعمال جن کا یہ بدلہ ہے یہ ہیں کہ وہ لوگ حساب (قیامت) کا اندیشہ نہ رکھتے تھے اور ہماری آیتوں کو خوب جھٹلاتے تھے اور ہم نے (ان کے اعمال میں سے) ہر چیز کو (ان کے نامہ اعمال میں) لکھ کر ضبط کر رکھا ہے سو مزہ چکھو کہ ہم تم کو سزا ہی بڑھاتے جائیں گے۔ خدا سے ڈرنے والوں کے لئے بے شک کامیابی ہے (یعنی کھانے اور سیر کو) باغ (جن میں طرح طرح کے میوے ہوں گے) اور انگور اور (دل بہلانے کو) نوخاستہ ہم عمر عورتیں اور (پینے) کو لبالب بھرے ہوئے جام شراب (اور) وہاں نہ کوئی بے ہودہ بات سنیں گے اور نہ جھوٹ کیونکہ یہ باتیں وہاں محض معدوم ہیں یہ ان کو ان کی نیکیوں کا بدلہ ملے گا جو کہ کافی انعام ہوگا۔ (آپ کے) رب کی طرف سے جو مالک ہے آسمانوں اور زمین کا اور ان چیزوں کا جو دونوں کے درمیان میں ہیں (اور جو) رحمٰن ہے (اور) کسی کو اس کی طرف سے (مستقل اختیار نہ ہوگا کہ (اس کے سامنے عرض و معروض کر سکے) جس وقت تمام فرشتے اور ذی رواح (خدا کے روبرو) صف بستہ (خضوع خشوع کے ساتھ) کھڑے ہوں گے (اس روز) کوئی بول نہ سکے گا سوائے اس کے جس کو رحمٰن اجازت دے دے اور وہ شخص بات بھی ٹھیک کہے یہ (دن جس کا اوپر ذکر ہوا) یقینی دن ہے سو جس کا جی چاہے (اس کے حالات سن کر) اپنے رب کے پاس (اپنا) ٹھکانا بنا رکھے ہم نے تم کو ایک نزدیک آنے والے عذاب سے ڈرا دیا ہے (جو کہ ایسے دن واقع ہونے والا ہے) جس دن ہر شخص ان اعمال کو (اپنے سامنے حاضر) دیکھ لے گا جو اس نے اپنے ہاتھوں کئے ہوں گے اور کافر (حسرت سے) کہے گا کاش میں مٹی ہو جاتا (تاکہ عتاب سے بچتا)۔

سورة النبا مكية وهى اربعون اية كذا فى البيضاوى تفسیر لطائف: اس میں بھی مثل سورۂ سابقہ متصل قیامت کا امکان ووقوع وواقعات جزا و سزا مذکور ہیں۔

تحقیق بعث امکاناً ووقوعاً: بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ عَمَّ يَتَسَآءَلُوْنَ ۝ (الی قولہ تعالی) وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا ۝ ۔ یہ (قیامت کا انکار کرنے والے) لوگ کس چیز کا حال دریافت کرتے ہیں اُس بڑے واقعہ کا حال دریافت کرتے ہیں جس میں یہ لوگ (اہل حق کے ساتھ) اختلاف کر رہے ہیں (مراد قیامت ہے اور دریافت کرنے سے مراد بطور انکار کے دریافت کرنا ہے اور مقصود اس سوال و جواب سے اذہان کا اُدھر متوجہ کرنا اور تفسیر بعد الابہام سے اُس کا اہتمام شان ظاہر کرنا ہے۔ آگے اُن کے اختلاف کی تزییف اور ابطال ہے کہ جیسا یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ قیامت نہ آوے گی) ہرگز ایسا نہیں (بلکہ قیامت آوے گی اور) ان کو ابھی معلوم ہوا جاتا ہے (یعنی جب بعد فراق دُنیا کے اُن پر عذاب واقع ہوگا تب حقیقت اور حقیت قیامت کی منکشف ہو جاوے گی اور ہم) پھر (مکرر کہتے ہیں کہ جیسا یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ قیامت نہ آوے گی) ہرگز ایسا نہیں (بلکہ آوے گی اور) اُن کو ابھی معلوم ہوا جاتا ہے (اور چونکہ وہ لوگ اس کو مستبعد یا مستحیل سمجھتے ہیں آگے اس کا امکان وصحت ارشاد ہے کہ اس کو ممتنع سمجھنے سے ہماری قدرت کا انکار لازم آتا ہے اور ہماری قدرت کا انکار نہایت عجیب ہے کیونکہ) کیا ہم نے زمین کو فرش اور پہاڑوں کو (زمین کی) میخیں نہیں بنایا (یعنی مثل میخوں کے بنایا جیسا کسی چیز میں میخیں لگا دینے سے وہ چیز اپنی جگہ سے نہیں ہلتی اس طرح زمین کو پہاڑوں سے مستقر کر دیا جس کو دوسری آیت میں رواسی سے تعبیر فرمایا ہے وقد مر فى سورة النحل) اور (اس کے علاوہ ہم نے اور بھی دلائل قدرت ظاہر فرمائے چنانچہ) ہم ہی نے تم کو جوڑا جوڑا (یعنی مرد و عورت) بنایا اور ہم ہی نے تمہارے سونے کو راحت کی چیز بنایا اور ہم ہی نے رات کو پردہ کی چیز بنایا اور ہم ہی نے دن کو معاش کا وقت بنایا اور ہم ہی نے تمہارے اوپر سات مضبوط آسمان بنائے اور ہم ہی نے (آسمان میں) ایک روشن چراغ بنایا (مراد آفتاب ہے کقولہ تعالیٰ: وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا [نوح: ١٦]) اور ہم ہی نے پانی بھرے بادلوں سے کثرت سے پانی برسایا تاکہ ہم اُس پانی کے ذریعہ سے غلہ اور سبزی اور گنجان باغ پیدا کریں (اور ان سب سے ہمارا کمال قدرت ظاہر ہے پھر قیامت پر ہمارے قادر ہونے کا کیوں انکار کیا جاتا ہے یہ بیان تھا امکان کا آگے وقوع کا ذکر ہے کہ) بے شک فیصلہ کا دن ایک معین وقت ہے یعنی جس دن صُور پھونکا جاوے گا پھر تم لوگ گروہ گروہ ہو کر آؤ گے (یعنی ہر امت جدا جدا ہوگی پھر مؤمن جدا کافر جدا پھر ابرار جدا اشرار جدا سب ایک دوسرے سے ممتاز ہو کر میدان قیامت میں حاضر ہوں گے) اور آسمان کھل جاوے گا پھر اُس میں دروازے ہی دروازے ہو جاویں گے (یعنی اس قدر بہت سا کھل جاوے گا جیسے بہت سے دروازے ملا کر بہت سی جگہ کھلی ہوتی ہے پس کلام مبنی ہے تشبیہ پر اب یہ شبہ نہیں ہو سکتا کہ دروازے تو آسمان میں اب بھی ہیں پھر اُس دن دروازے ہونے کے کیا معنی اور یہ کھلنا نزول ملائکہ کے لئے ہوگا جیسا سورۂ فرقان میں: تَشَقَّقُ السَّمَآءُ [الفرقان: ٢٥] سے تعبیر فرمایا ہے اور اُس کی شرح وہاں گزری ہے) اور پہاڑ (اپنی جگہ سے) ہٹا دیئے جاویں گے سو وہ ریت کی طرح ہو جاویں گے (کقولہ تعالیٰ: كَثِيْبًا مَّهِيْلًا [المزمل: ١٤] اور یہ واقعات نفخۂ ثانیہ کے وقت ہوں گے البتہ تسیر جبال میں یہاں بھی اور جہاں جہاں واقع ہوا ہے دونوں احتمال ہیں یا تو نفخۂ ثانیہ کے بعد کہ اُس سے سب عالم بہیئۃ عود کر آوے گا جب حساب کا وقت آوے گا پہاڑوں کو زمین کے برابر کر دیا

جاوے گا تا کہ زمین پر کوئی آڑ پہاڑ نہ رہے سب ایک ہی میدان میں نظر آویں کہ ادخل فی الہیبۃ ہے اور یا یہ نفخۂ اولیٰ کے وقت ہوگا جس سے خود افناء مقصود بالذات ہوگا پھر اس تقدیر پر یوم کو ان سب واقعات کا ظرف فرمانا اس بناء پر ہوگا کہ نفخۂ اولیٰ سے نفخۂ ثانیہ تک کا مجموعہ ایک یوم قرار دے لیا گیا واللہ اعلم آگے اُس یوم الفصل میں جو فیصلہ ہوگا اُس کا بیان ہے یعنی) بے شک دوزخ ایک گھات کی جگہ ہے (یعنی عذاب کے فرشتے انتظار اور تاک میں ہیں کہ کافر آویں تو اُن کو پکڑتے ہی عذاب کرنے لگیں اور وہ) سرکشوں کا ٹھکانا (ہے) جس میں وہ بے انتہاء زمانوں (پڑے) رہیں گے (اور) اس میں نہ تو وہ کسی ٹھنڈک (یعنی راحت) کا مزہ چکھیں گے (اور اس سے زمہریر کی نفی نہیں ہوئی) اور نہ پینے کی چیز کا (جو کہ مسکن عطش ہو) بجز گرم پانی اور پیپ کے یہ (اُن کو) پُورا بدلہ ملے گا (اور وہ اعمال جن کا یہ بدلہ ہے یہ ہیں کہ) وہ لوگ حساب (قیامت) کا اندیشہ نہ رکھتے تھے اور ہماری (اُن) آیتوں کو (جن میں حساب و دیگر اُمور حقہ کی خبر تھی) خوب جھٹلاتے تھے اور ہم نے (اُن کے اعمال میں سے) ہر چیز کو (اُن کے نامۂ اعمال میں) لکھ کر ضبط کر رکھا ہے سو (اُن اعمال پر اُن کو مطلع کر کے کہا جاوے گا کہ اب اُن اعمال کا) مزہ چکھو کہ ہم تم کو سزا ہی بڑھاتے چلے جائیں گے (یہ تو کافروں کا فیصلہ ہوا آگے اہل ایمان کا فیصلہ مذکور ہے کہ) خدا سے ڈرنے والوں کے لئے بے شک کامیابی ہے یعنی (کھانے اور سیر کو) باغ (جن میں طرح طرح کے میوے ہوں گے) اور انگور (یہ تخصیص بعد التعمیم اعتنائے شان کے لئے) اور (دل بہلانے کو) نوخاستہ ہم عمر عورتیں ہیں اور (پینے کو) لبالب بھرے ہوئے جام شراب (اور) وہاں نہ کوئی بے ہودہ بات سُنیں گے اور نہ جھوٹ (کیونکہ یہ باتیں وہاں محض معدوم ہیں) یہ اُن کو اُن کی نیکیوں کا) بدلہ ملے گا جو کہ کافی انعام ہوگا آپ کے رب کی طرف سے جو مالک ہے آسمانوں اور زمین کا اور اُن چیزوں کا جو دونوں کے درمیان میں ہیں (اور جو) رحمان ہے (اور) کسی کو اُس کی طرف سے (مستقل) اختیار نہ ہوگا کہ (اُس کے سامنے) عرض معروض کر سکے (یہاں کئی صفتیں ارشاد ہیں: رَّبِّ السَّمٰوٰتِ...... جو دال ہے مالک تصرفات واقعہ یوم قیامت پر اور رحمان جو مناسب ہے جزائے مؤمنین کے اور لَا يَمْلِكُوْنَ...... جو مناسب ہے تخویف کافرین کے اور مستقل کی قید پر آگے استثناء: اِلَّا مَنْ اَذِنَ...... دلیل ہے آگے تقریر ہے: لَا يَمْلِكُوْنَ...... کی یعنی) جس روز تمام ذی ارواح اور فرشتے (خدا کے روبرو) صف بستہ (خشوع و خضوع کے ساتھ) کھڑے ہوں گے (اُس روز) کوئی بول نہ سکے گا بجز اُس کے جس کو رحمان بولنے کی اجازت دے دے اور وہ شخص بات بھی ٹھیک کہے (ٹھیک بات سے مراد وہ بات جس کی اجازت دی گئی ہے یعنی بولنا بھی محدود و مقید ہوگا یہ نہیں کہ جو چاہے بولنے لگے اور مستقل اختیار سے اور پر یہی مراد ہے آگے اوپر کے تمام مضامین کا خلاصہ ہے کہ) یہ (دن جس کا اوپر ذکر ہوا) یقینی دن ہے سو جس کا جی چاہے (اُس کے حالات سن کر) اپنے رب کے پاس (اپنا) ٹھکانا بنا رکھے (یعنی نیک عمل کرے کہ وہاں نیک ٹھکانا ملے آگے اتمام حُجت ہے کہ لوگو) ہم نے تم کو ایک نزدیک آنے والے عذاب سے ڈرا دیا ہے (جو کہ ایسے دن میں واقع ہونے والا ہے) جس دن ہر شخص اُن اعمال کو (اپنے سامنے حاضر) دیکھ لے گا جو اُس نے اپنے ہاتھوں کئے ہوں گے اور کافر (حسرت سے) کہے گا کاش میں مٹی ہو جاتا (تا کہ عقاب سے بچتا اور یہ اُس وقت کہے گا جب بہائم مٹی کر دیئے جاویں گے رواہ فی الدر عن ابی ہریرۃؓ یا وہ معنی مراد ہوں جو سورۂ نساء: لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ط [النساء: ۴۲] میں گزرے ہیں)

ترجمۂ مسائل السلوک: (سورۃ النبأ) قولہ تعالیٰ: اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا ۝ حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا ۝...... نعم جنت کو کامیابی فرمانا اس شخص پر رد ہے جو اس سے استغناء کا دعویٰ کرتا ہے اور اہل غلبہ حال اس سے مستثنیٰ ہیں۔ سورۃ النبأ تمام ہوئی۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قولہ فی يَتَسَآءَلُوْنَ دریافت اشارۃ الی انہ یراد بہ یساء لون کذا فی الروح ۱۲۔ ۲ قولہ فی مَعَاشًا معاش کا وقت اشارۃ الی تقدیر مضاف لان المعاش کما فی الروح مصدر میمی بمعنی العیش وھو الحیات المختصۃ بالحیوان ۱۲۔

الروایات: یوم یقوم الروح فی الدر بروایۃ البیھقی عن ابن عباسؓ تقوم ارواح الناس مع الملائکۃ اھ وقدرت فیہ مضافا ۱۲۔

اللغات: وھاج مشرق مضیٔ وقا معصرات من اعصرت الجاریۃ اذا دنت ان تحیض سمیت السحاب بذلک بمعنی حان ان تعصر ثجاج منصب بکثرۃ الفاف ملتفۃ تداخل بعضھا ببعض قیل لا واحد لہ وقیل واحدہ لفیف بمعنی ملفوف سراب رمل لامع وارید مطلق الرمل اطلاقا للمقید علی المطلق مرصادا فی الروح اسم مکان کالمضمار الموضع التی تضمر فیہ الخیل ومفعال یکون کذلک کما یکون اسم آلۃ ای موضع رصد وترقب ترصد فیہ خزنۃ النار الکفار لیعذبوھم آہ قولہ احقابا جمع حقب وھو ما روی عن الحسن زمان غیر محدود ونحوہ تفسیر بعض اللغویین لہ بالدھر (الیٰ ان قال) فلیس فی الآیۃ ما یدل علی خروج الکفرۃ من النار وعدم خلودھم فیھا لمکان فیھم التتابع فی الاستعمال الخ۔ دھاقا ملأی حسابا کافیا ۱۲۔

النحو: قولہ یوم ینفخ بدل من یوم الفصل قولہ جزاء وفاقا ای جوزوا ۱۲۔ قولہ عطاء بدل من جزاء قولہ منہ متعلق بیملکون وصلۃ خطابا مقدر وقرر فی الترجمۃ لا یملکون راجع الی اھل السمٰوٰت والارض قولہ یوم یقوم عاملہ لا یتکلمون ۱۲۔

سُوْرَةُ النّٰزِعٰتِ

سُوْرَةُ النّٰزِعٰتِ ۷۹ مَكِّيَّةٌ ۸۱ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ۴۶ | رُكُوْعَاتُهَا ۲

سورۃ النازعات مکہ میں نازل ہوئی — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اس میں ۴۶ آیات اور ۲ رکوع ہیں

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا ۝۱ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا ۝۲ وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا ۝۳ فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا ۝۴ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ۝۵ يَوْمَ
تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۝۶ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ۝۷ قُلُوْبٌ يَّوْمَىِٕذٍ وَّاجِفَةٌ ۝۸ اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ۝۹ يَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ
فِي الْحَافِرَةِ ۝۱۰ ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ۝۱۱ قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ۝۱۲ فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ۝۱۳ فَاِذَا هُمْ
بِالسَّاهِرَةِ ۝۱۴ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ۝۱۵ اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۝۱۶ اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ
اِنَّهٗ طَغٰى ۝۱۷ فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى ۝۱۸ وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ۝۱۹ فَاَرٰىهُ الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ۝۲۰ فَكَذَّبَ
وَعَصٰى ۝۲۱ ثُمَّ اَدْبَرَ يَسْعٰى ۝۲۲ فَحَشَرَ فَنَادٰى ۝۲۳ فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ۝۲۴ فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ
وَالْاُوْلٰى ۝۲۵ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ۝۲۶ ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ بَنٰىهَا ۝۲۷ رَفَعَ سَمْكَهَا
فَسَوّٰىهَا ۝۲۸ وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰىهَا ۝۲۹ وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ۝۳۰ اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰىهَا ۝۳۱
وَالْجِبَالَ اَرْسٰىهَا ۝۳۲ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ۝۳۳ فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ۝۳۴ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ
مَا سَعٰى ۝۳۵ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى ۝۳۶ فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ۝۳۷ وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝۳۸ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى ۝۳۹
وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۝۴۰ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ۝۴۱ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ
اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ۝۴۲ فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا ۝۴۳ اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا ۝۴۴ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰىهَا ۝۴۵ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ
يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰىهَا ۝۴۶

قسم ہے ان فرشتوں کی جو (کافروں کی) جان سختی سے نکالتے ہیں اور جو (مسلمانوں کی) آسانی سے نکالتے ہیں گویا ان کا بند کھول دیتے ہیں اور جو تیرتے ہوئے چلتے ہیں پھر تیزی کے ساتھ دوڑتے ہیں پھر ہر امر کی تدبیر کرتے ہیں (ان سب کی قسمیں کھا کر ہم کہتے ہیں کہ) قیامت ضرور آئے گی جس دن ہلا دینے والی چیز ہلا ڈالے گی (مراد نفخہ اولیٰ ہے) جس کے بعد ایک پیچھے آنے والی چیز آئے گی (مراد نفخہ ثانیہ ہے) بہت سے دل اس روز دھڑکتے ہوں گے ان کی آنکھیں (مارے ندامت کے) جھک رہی ہوں گی کہتے ہیں ہم پہلی حالت میں پھر واپس ہوں گے (پہلی حالت سے مراد حیات قبل از موت ہے) کہ جب ہم بوسیدہ ہڈیاں ہو جائیں گے پھر (حیات کی طرف)

واپس ہوں گے (اگر ایسا ہوا تو) اس صورت میں یہ واپسی (ہمارے لئے) بڑے خسارہ کی ہوگی تو (یہ سمجھ رکھیں کہ ہم کو کچھ مشکل نہیں بلکہ) بس وہ ایک ہی سخت آواز ہوگی جس سے سب لوگ فوراً ہی میدان میں آموجود ہوں گے۔ کیا آپ کو موسیٰ (علیہ السلام) کا قصہ پہنچا ہے جب کہ ان کو ان کے پروردگار نے ایک پاک میدان طویٰ (یہ اس کا نام ہے) میں پکارا کہ تم فرعون کے پاس جاؤ اس نے بڑی شرارت اختیار کی ہے سو اس سے جا کر کہو کہ کیا تجھ کو اس بات کی خواہش ہے کہ تو درست ہو جائے اور (تیری درستی کی غرض سے) میں تجھ کو تیرے رب کی طرف (ذات وصفات) کی رہنمائی کروں تو تو (یہ سن کر) اس سے ڈرنے لگے پھر جب اس نے دلیل نبوت طلب کی تو اس کو بڑی نشانی (نبوت کی) دکھلائی تو اس (فرعون) نے ان کو جھٹلایا اور ان کا کہنا نہ مانا پھر (موسیٰ علیہ السلام سے) جدا ہو کر ان کے خلاف کوشش کرنے لگا پھر (ان کے سامنے با آواز بلند تقریر کی اور کہا کہ میں تمہارا رب اعلیٰ ہوں) سو اللہ تعالیٰ نے اس کو آخرت کے اور دنیا کے عذاب میں پکڑا بے شک (اس واقعہ) میں ایسے شخص کے لئے بڑی عبرت ہے جو (اللہ تعالیٰ سے) ڈرے۔ بھلا تمہارا (دوسری بار) پیدا کرنا زیادہ سخت ہے یا آسمان کا اللہ تعالیٰ نے اس کو بنایا (اس طرح سے کہ) اس کی سقف کو بلند کیا اور اس کو درست بنایا (کہ کہیں اس میں طبور وشقوق نہیں) اور اس کی رات کو تاریک بنایا اور اس کے دن کو ظاہر کیا اور اس کے بعد زمین کو بچھایا (اور بچھا کر) اس سے اس کا پانی اور چارہ نکالا اور پہاڑوں کو (اس پر) قائم کیا تمہارے اور تمہارے مویشیوں کو فائدہ پہنچانے کے لئے۔ سو جب وہ بڑا ہنگامہ آئے گا یعنی جس دن انسان اپنے کئے کو یاد کرے گا اور دیکھنے والوں کے سامنے دوزخ ظاہر کی جائے گی تو (اس روز یہ حالت ہوگی کہ) جس شخص نے (حق سے) سرکشی کی ہوگی اور (آخرت کا منکر ہو کر) دنیوی زندگی کو ترجیح دی ہوگی سو دوزخ (اس کا ٹھکانا ہوگا اور جو شخص (دنیا میں) اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا ہوگا اور نفس کو (حرام) خواہش سے روکا ہوگا سو جنت اس کا ٹھکانا ہوگا یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں کہ اس کا وقوع کب ہوگا سو اس کے بیان کرنے سے آپ کا کیا تعلق اس (کے علم کی تعیین) کا مدار صرف آپ کے رب کی طرف ہے (اور) آپ تو صرف (اخبار اجمالی سے) ایسے شخص کو ڈرانے والے ہیں جو اس سے ڈرتا ہو جس روز یہ اس کو دیکھیں گے تو (ان کو) ایسا معلوم ہوگا کہ گویا (دنیا میں) صرف ایک دن کے آخری حصہ میں یا اس کے اول حصہ میں رہے ہیں۔

سورة النزعت مكية وهي خمس او ست واربعون آية كذا في البيضاوى۔

تفسیر ربط: اس میں بھی مثل سورت سابقہ واقعات اور ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ .... میں امکان اور ہل اتاک الخ میں مکذبین کی تخویف اور تکذیب پر آپ کا تسلیہ ہے۔

وقوع صحت قیامت مع تخویف مکذبین وتسلیۂ رسول رب العالمین : بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا (الى قوله تعالى) كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰهَا ۞ قسم ہے اُن فرشتوں کی جو (کافروں کی) جان سختی سے نکالتے ہیں اور جو (مسلمانوں کی روح آسانی سے نکالتے ہیں گویا اُن کا) بند کھول دیتے ہیں اور جو (روحوں کو لے کر زمین سے آسمان کی طرف اس طرح سرعت وسہولت سے چلتے ہیں جیسے گویا) تیرتے ہوئے چلتے ہیں پھر (جب روحوں کو لے کر پہنچتے ہیں تو اُن ارواح کے باب میں جو خدا کا حکم ہوتا ہے اُس کے امتثال کے لئے) تیزی کے ساتھ دوڑتے ہیں پھر (اُن ارواح کے متعلق ثواب کا حکم ہو یا عقاب کا دونوں امروں میں سے) ہر امر کی تدبیر کرتے ہیں (ان سب کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ) قیامت ضرور آوے گی جس روز ہلا دینے والی چیز ہلا ڈالے گی (مراد نفخۂ اولیٰ ہے) جس کے بعد ایک پیچھے آنے والی چیز آ جاوے گی (مراد نفخۂ ثانیہ ہے) بہت سے دل اُس روز دھڑک رہے ہوں گے اُن کی آنکھیں (مارے ندامت کے) جھک رہی ہوں گی (مگر یہ لوگ قیامت کا انکار کر رہے ہیں اور) کہتے ہیں کہ کیا ہم پہلی حالت میں پھر واپس ہوں گے (پہلی حالت سے مراد حیات قبل الموت ہے یعنی کیا بعد الموت پھر حیات ثانیہ ہوگی مقصود استبعاد ہے) کیا جب ہم بوسیدہ ہڈیاں ہو جاویں گے پھر (حیات کی طرف) واپس ہوں گے (مقصود استصعاب ہے) کہنے لگے کہ (اگر ایسا ہو تو) اس صورت میں یہ واپسی (ہمارے لئے) بڑے خسارہ کی ہوگی (کیونکہ ہم نے تو اس کے لئے کچھ سامان کیا نہیں مقصود اس سے تمسخر تھا اہل حق کے اس عقیدہ کے ساتھ یعنی ان کے عقیدہ پر ہم بڑے خسارہ میں ہوں گے جیسے کوئی شخص کسی کو خیر خواہی سے ڈرائے کہ اس راہ مت جانا شیر ملے گا اور مخاطب تکذیب کے طور پر کسی سے کہے کہ بھائی ادھر مت جانا شیر کھا جاوے گا مطلب یہ کہ وہاں شیر ویر کچھ بھی نہیں ہے۔ آگے استبعاد واستصعاب مذکور کا رد ہے کہ یہ لوگ جو قیامت کو مستبعد ومستصعب کہتے ہیں) تو (یہ سمجھ رکھیں کہ ہم کو کچھ مشکل نہیں بلکہ) وہ بس ایک ہی سخت آواز ہوگی جس سے سب لوگ فوراً ہی میدان میں آموجود ہوں گے (آگے مکذبین کی تخویف اور تکذیب پر آپ کے تسلیہ کے لئے موسیٰ علیہ السلام کا قصہ فرعون کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے پس فرماتے ہیں کہ) کیا آپ کو موسیٰ (علیہ السلام) کا قصہ پہنچا ہے جب کہ ان کو ان کے پروردگار نے ایک پاک میدان یعنی طویٰ میں (یہ اس کا نام ہے) پکارا کہ تم فرعون کے پاس جاؤ اس نے بڑی شرارت اختیار کی ہے سو اس سے (جا کر) کہو کہ کیا تجھ کو اس بات کی خواہش ہے کہ تو درست ہو جاوے اور (تیری درستی کی غرض سے)) میں تجھ کو تیرے رب کی طرف (ذات وصفات کی) رہنمائی کروں تو تو (ذات وصفات کو سن کر اس سے) ڈرنے لگے (اور اس ڈر سے درستی ہو جاوے۔ غرض حکم سن کر موسیٰ علیہ السلام اس کے پاس گئے اور جا کر پیغام ادا کیا) پھر (جب اس نے دلیل نبوت طلب کی تو) اس کو بڑی نشانی (نبوت کی) دکھلائی (مراد معجزۂ عصا ہے یا بارادہ جنس مجموعہ عصا وید ہے) تو اس (فرعون) نے (ان کو جھٹلایا اور (ان کا) کہنا نہ مانا پھر (موسیٰ علیہ السلام سے) جدا ہو کر ان کے خلاف) کوشش کرنے لگا اور (لوگوں کو) جمع کیا پھر (ان کے سامنے با آواز بلند تقریر کی اور کہا کہ میں تمہارا رب

اعلیٰ ہوں (اعلیٰ قید واقعی کے طور پر کہا پس اصل مقصود اَنَا رَبُّکُمُ ہے اور اَعۡلٰی صفۃ مادحہ بڑھا دی اور احترازی نہیں تا کہ ارباب غیر اعلیٰ کے وجود کو مستلزم ہو) سو اللہ تعالیٰ نے اس کو آخرت کے اور دنیا کے عذاب میں پکڑا (دنیوی عذاب تو غرق ہے اور اخروی عذاب حرق ہے) بے شک اس (واقعہ) میں ایسے شخص کے لئے بڑی عبرت ہے جو (اللہ تعالیٰ سے) ڈرے (اس قصہ کا افتتاح : ھَلۡ اَتٰىكَ مشعر تسلیہ ہے اور اس کا اختتام اِنَّ فِیۡ ذٰلِكَ مشعر تخویف ہے اور اوپر جو کفار کا استبعاد واستعصاب قیامت کے متعلق اس قول میں مذکور تھا اِذَا كُنَّا ...... اس کا نقلی جواب تو اوپر مذکور ہوا ہے فَاِنَّمَا هِیَ زَجۡرَةٌ اور آگے عقلی جواب ہے یعنی) بھلا تمہارا (دوسری بار) پیدا کرنا (فی نفسہ) زیادہ سخت ہے یا آسمان کا (اور فی نفسہ اسی لئے کہا کہ بالنسبۃ الی القدرۃ تو سب مساوی ہیں اور ظاہر ہے کہ آسمان ہی کا پیدا کرنا زیادہ سخت ہے پھر جب اس کو پیدا کر دیا تو تمہارا پیدا کرنا کیا مشکل ہے آگے آسمان کے پیدا کرنے کی کیفیت بیان فرماتے ہیں کہ) اللہ نے اس کو بنایا (اس طرح سے کہ) اس کی سقف کو بلند کیا اور اس کو درست بنایا (کہ کہیں اس میں شقوق وفطور نہیں) اور اس کی رات کو تاریک بنایا اور اس کے دن کو ظاہر کیا (رات اور دن کو آسمان کی طرف اس لئے منسوب کیا کہ رات اور دن آفتاب کے طلوع اور غروب سے ہوتے ہیں اور آفتاب آسمان میں ہے) اور اس کے بعد زمین کو بچھایا (اور بچھا کر) اس سے اس کا پانی اور چارہ نکالا اور پہاڑوں کو (اس پر) قائم کر دیا تمہارے اور تمہارے مواشی کے فائدہ پہنچانے کے لئے (ترتیب خلق سمٰوٰت وارض کی سورۂ بقرہ کے رکوع سوم آیت ھُوَ الَّذِیۡ خَلَقَ لَكُمۡ ...... [البقرۃ : ۳۰] کے ذیل میں گزر چکی ہے اور گو اصل استدلال خلق سماء سے تھا مگر زمین کا ذکر شاید اسی لئے کر دیا کہ اس کے احوال ہر وقت پیش نظر ہیں اور گو سماء کے برابر نہ سہی لیکن فی نفسہ انسان کے خلق سے اس کی خلقت بھی اشد ہے پس حاصل استدلال کا یہ ہوا کہ جب ایسی ایسی چیزیں ہم نے بنا دیں تو تمہارا بعث کیا مشکل ہے آگے بعث کے بعد جو واقعات مجازات کے متعلق ہوں گے ان کی تفصیل ہے یعنی قیامت کا امکان اور صحت وقوع تو ثابت ہو گیا) سو جب وہ بڑا ہنگامہ آوے گا یعنی جس دن انسان اپنے کئے کو یاد کرے گا اور دیکھنے والوں[1] کے سامنے دوزخ ظاہر کی جاوے گی تو (اس روز یہ حالت ہو گی کہ) جس شخص نے (حق سے) سرکشی کی ہو گی اور (آخرت کا منکر ہو کر اس پر) دنیوی زندگی کو ترجیح دی ہو گی سو دوزخ اس کا ٹھکانا ہو گا اور جو شخص (دنیا میں) اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا ہو گا (کہ مستلزم ہے اعتقاد آخرت کو) اور نفس کو (حرام) خواہش سے روکا ہو گا (یعنی اعتقاد کے ساتھ عمل بھی صالح ہو گا) سو جنت اس کا ٹھکانا ہو گا (اور عمل صالح طریق جنت ہے موقوف علیہ نہیں چونکہ کفار بقصد انکار قیامت کے اس کا وقت پوچھا کرتے تھے آگے اس کا جواب ہے یعنی) یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق پوچھتے ہیں کہ اس کا وقوع کب ہو گا (سو) اس کے بیان کرنے سے آپ کا کیا تعلق (کیونکہ بیان کا موقوف علیہ علم ہے اور وہ منتفی ہے اور انتفائے موقوف علیہ مستلزم ہے انتفائے موقوف کو بلکہ) اس (کے علم کی تعیین) کا مدار صرف آپ کے رب کی طرف ہے (اور) آپ تو صرف (اخبار اجمالی سے) ایسے شخص کے ڈرانے والے ہیں جو اس سے ڈرتا ہو (اور ڈر کر ایمان لانے والا ہو اور یہ لوگ جو جلدی مچا رہے ہیں تو سمجھ لیں کہ) جس روز یہ اس کو دیکھیں گے تو (ان کو) ایسا معلوم ہو گا کہ گویا (دنیا میں) صرف ایک دن کے آخری حصہ میں یا اس کے اول حصہ میں رہے ہیں (وبس یعنی دنیا کی مدت طویلہ قصیر معلوم ہو گی اور سمجھیں گے کہ عذاب استعجال کیوں کرتے ہو وقوع کے وقت اس کو مستعجل ہی سمجھو گے اور جس دیر کو اب دیر سمجھ رہے ہو یہ دیر معلوم نہ ہو گی)۔

ف: وَالنّٰزِعٰتِ ۔ وَالنّٰشِطٰتِ سے یہ شبہ نہ کیا جاوے کہ بعض اوقات کفار کا نزع آسان اور مؤمنین کا سخت دیکھا جاتا ہے اصل یہ ہے کہ یہ سختی اور سہولت جسمانی ظاہری ہوئی ہے اور آیت میں شدت وسہولت روحانی وحقیقی مراد ہے۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ اَمَّا مَنۡ خَافَ ...... اس میں کف نفس کی فضیلت ظاہر ہے۔

ملحقات الترجمۃ: [1] قوله فی لمن یری اور دیکھنے والوں اشارة الی عموم من ۱۲۔

اللغات: غرقا ای اغراقا فی النزع اقاصی الاجساد ترجف رجف حرك وتحرك راجفة مضطربة حافرة من قولهم رجع فلان فی حافرته ای طریقته التی جار فیها فحفرها ای اثر فیها بمشیه والقیاس محفورة فهی بمعنی ذات احفر ساهرة وجه الارض والفلاة وحقیقتها التی یكثر الوطاء بها فكانها سهرت فی ذلك ۱۲۔ سمكها فی القاموس السقف الطامة من طم اذا علا ۱۲۔

النحو: قوله والنزعت جواب القسم مقدر ای لتبعثن وهو العامل فی یوم ترجف قوله ء اذا كنا جواب الشرط مقدر ای نرد دل علیه لمردودون ۱۲۔ خلقا تمییز قوله فاذا جاءت جوابه فاما قوله یوم یتذكر بدل من اذا ۱۲۔

البلاغة: قوله فالسبقت الفاء فی الاخیرین للدلالة علی ترتبهما علی ما قبلهما بغیر مهلة بخلاف السبح الذی هو قطع المسافة حیث یكون بعد النزع تدریجا قوله ابصارها ای ابصار اهلها ۱۲۔ قوله سمكها الاضافة بیانیة رفع ای خلقها مرفوعة من اول الامر قوله اخرج ضحها فی الخازن انما عبر عن النهار بالضحی لانه اكمل اجزاء النهار فی النور والضوء قوله او ضحها نكتة الاضافة الی العشیة انك اذا قلت لم یلبثوا الا عشیة او ضحی احتمل ان یكون العشیة من یوم والضحی من آخر فیتوهم الاستمرار من ذلك الزمان الی مثله من الیوم الآخر اما اذا قلت عشیة نهارا وضحاه لم یحتمل ذلك البتة وفی قولك ضحی تلك العشیة ما یغنی عنه قولك عشیة ذلك النهار او ضحاه كذا فی الروح ۱۲۔

سُوْرَةُ عَبَسَ

سُوْرَةُ عَبَسَ ۸۰ مَكِّيَّة ۲۴ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ۴۲ رُكُوْعُهَا ۱

سورۂ عبس مکہ میں نازل ہوئی — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اس میں ۴۲ آیات اور ا رکوع ہے

عَبَسَ وَتَوَلّٰٓى ﴿۱﴾ اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰى ﴿۲﴾ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّهٗ يَزَّكّٰٓى ﴿۳﴾ اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى ﴿۴﴾ اَمَّا مَنِ
اسْتَغْنٰى ﴿۵﴾ فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى ﴿۶﴾ وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى ﴿۷﴾ وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى ﴿۸﴾ وَهُوَ يَخْشٰى ﴿۹﴾ فَاَنْتَ
عَنْهُ تَلَهّٰى ﴿۱۰﴾ كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ﴿۱۱﴾ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ﴿۱۲﴾ فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ﴿۱۳﴾ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ﴿۱۴﴾
بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ ﴿۱۵﴾ كِرَامٍ بَرَرَةٍ ﴿۱۶﴾ قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ ﴿۱۷﴾ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ ﴿۱۸﴾ مِنْ نُّطْفَةٍ
خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ﴿۱۹﴾ ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ ﴿۲۰﴾ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ﴿۲۱﴾ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ ﴿۲۲﴾ كَلَّا لَمَّا يَقْضِ
مَآ اَمَرَهٗ ﴿۲۳﴾ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖٓ ﴿۲۴﴾ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ﴿۲۵﴾ ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ﴿۲۶﴾ فَاَنْۢبَتْنَا
فِيْهَا حَبًّا ﴿۲۷﴾ وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا ﴿۲۸﴾ وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا ﴿۲۹﴾ وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا ﴿۳۰﴾ وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا ﴿۳۱﴾ مَّتَاعًا لَّكُمْ
وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿۳۲﴾ فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ﴿۳۳﴾ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ﴿۳۴﴾ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ﴿۳۵﴾ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ﴿۳۶﴾
لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ﴿۳۷﴾ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ﴿۳۸﴾ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ﴿۳۹﴾
وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ﴿۴۰﴾ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ﴿۴۱﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ﴿۴۲﴾

وقف لازم — ع ۵

(پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) چین ہو گئے اور متوجہ نہ ہوئے اس بات سے کہ ان کے پاس اندھا آیا اور آپ کو کیا خبر شاید نابینا (آپ کی تعلیم سے پورے طور پر) سنور جاتا یا (کسی خاص امر میں) نصیحت قبول کرتا ہو سو اس کو نصیحت کرنا (کچھ نہ کچھ) فائدہ پہنچاتا تو جو شخص (دین سے) بے پروائی کرتا ہے آپ اس کی تو فکر میں پڑتے ہیں حالانکہ آپ پر کوئی الزام نہیں کہ وہ نہ سنورے اور جو شخص آپ کے پاس (دین کے شوق میں) دوڑتا ہوا آتا ہے اور وہ (خدا سے) ڈرتا ہے آپ اس سے بے اعتنائی کرتے ہیں (آپ آئندہ) ہرگز ایسا نہ کیجئے قرآن (محض ایک) نصیحت کی چیز ہے سو جس کا جی چاہے اس کو قبول کرلے وہ (قرآن لوح محفوظ کے) ایسے صحیفوں میں (ثبت) ہے جو عند اللہ مکرم ہیں رفیع المکان ہیں مقدس ہیں جو ایسے لکھنے والوں (یعنی فرشتوں کے ہاتھوں میں (رہتے) ہیں کہ وہ مکرم (اور) نیک ہیں۔ آدمی پر خدا کی مار وہ کیسا ناشکرا ہے (وہ دیکھتا نہیں کہ) اللہ تعالیٰ نے اس کو کیسی (حقیر) چیز سے پیدا کیا (آگے جواب ہے) کہ نطفہ سے (پیدا کیا آگے اس کی کیفیت مذکور ہے کہ) اس کی صورت بنائی پھر اس (کے اعضا) کو انداز سے بنایا پھر اس کو (نکلنے کا) راستہ کر دیا پھر (بعد عمر ختم ہونے کے) اس کو موت دی پھر اس کو قبر میں لے گیا پھر جب اللہ چاہے گا اس کو دوبارہ زندہ کرے گا ہرگز (شکر) نہیں (ادا کیا اور) اس کو جو حکم کیا تھا اس کو بجا نہیں لایا سو انسان کو چاہئے کہ اپنے کھانے کی طرف نظر کرے کہ ہم نے عجیب طور پر پانی برسایا پھر عجیب طور پر زمین کو پھاڑا پھر ہم نے اس میں غلہ اور انگور اور ترکاری اور زیتون اور کھجور اور گنجان باغ اور میوے اور چارہ پیدا کیا (بعض

چیزیں) تمہارے (اور بعضی چیزیں) تمہارے مواشی کے فائدہ کے لئے (اب تو یہ لاشکری اور کفر کرتے ہیں)۔ پھر جس دن کانوں کو بہرہ کردینے والا شور برپا ہوگا جس روز ایسا آدمی (جس کا اوپر بیان ہوا) اپنے بھائی سے اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی سے اور اپنی اولاد سے بھاگے گا (یعنی کوئی کسی سے ہمدردی نہیں کرے گا) ان میں ہر شخص کو (اپنا ہی) ایسا مشغلہ ہوگا جو اس کو اور طرف متوجہ نہ ہونے دے گا یہ تو کفار کا حال ہوا (آگے مجموعہ مومنین وکفار کی تفصیل ہے کہ) بہت سے چہرے اس روز (ایمان کی وجہ سے) روشن اور (مسرت سے) فرحان شاداں ہوں گے اور بہت سے چہروں پر اس روز (کفر کی وجہ سے) ظلمت ہوگی (اور اس ظلمت کے ساتھ) ان پر (غم کی) کدورت چھائی ہوگی یہی کافر فاجر ہیں۔

سورة عبس مكية وايها احدى واربعون كذا في البيضاوى۔ تفسیر ربط: چونکہ اس سورت کے سباق وسیاق کی سورتوں میں قیامت ہی کا مضمون زیادہ ہے اس قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں بھی زیادہ مقصود اخیر کا مضمون ہے جو قیامت پر مشتمل ہے اور چونکہ اس میں کافر کی سزائے شدید مذکور ہے اس کی تقریر کے لئے اوسط سورت یعنی قُتِلَ الْإِنْسَانُ ...... میں وجود مقتضیات شکر وارتفاع موانع کے ذکر سے اس کے کفر کی شدت بیان فرمائی ہے اور ایسے شدید الکفر لوگوں کی ہدایت میں جو حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو اہتمام اور کاوش فرمانے سے کوفت ہوتی تھی حتیٰ کہ ایک بار اسی بناء پر ایک نابینا صحابی کا ایسے موقع پا آکر بولنا موجب کلفت ہوا تھا اس لئے شروع سورت میں ایک محبوبانہ انداز کے ساتھ جس کو لوگ عتاب کہتے ہیں اس قدر اہتمام سے نہی اور طالبان صادق کے حال پر توجہ فرمانے کا امر فرماتے ہیں پس اول سورت اوسط سورت کی تمہید ہے اور اوسط سورت آخر سورت کی تمہید ہے اور آخر سورت مقصود ہے۔

آداب تذکیر وتشنیع برعدم تذکر وعقوبت غیر متذکر ومثوبت متذکر در آخرت:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ عَبَسَ وَتَوَلّٰٓى (الى قوله تعالى) اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ۔ (شان نزول ان آیات کا یہ ہے کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض رؤسائے مشرکین کو سمجھا رہے تھے کہ اتنے میں عبداللہ بن ام مکتوم نابینا صحابیؓ حاضر ہوئے اور کچھ پوچھا یہ قطع کلام آپ کو ناگوار ہوا اور آپؐ نے اُن کی طرف التفات نہیں کیا اور بعض روایات میں بعضوں کے نام بھی آئے ہیں ابوجہل بن ہشام۔ وعتبہ بن ربیعہ۔ وابی بن خلف۔ وامیہ بن خلف۔ وشیبہ اور ناگواری کی وجہ سے آپ چیں بجبیں ہوئے جب اس مجلس سے اُٹھ کر آپ گھر جانے لگے آثار وحی کے نمودار ہوئے اور یہ آیتیں عَبَسَ وَتَوَلّٰٓى ...... نازل ہوئیں۔ اس کے بعد جب وہ آپ کے پاس آتے آپ بڑی خاطر کرتے هذه الروايات كلها في الدر المنثور غرض واقعہ مذکورہ کے متعلق ارشاد ہوتا ہے کہ) پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) چیں بجبیں ہوگئے اور متوجہ نہ ہوئے اس بات سے کہ اُن کے پاس اندھا آیا (یہاں تو غائب کے صیغہ سے فرمایا اور یہ غایت تکرم واستحیاء متکلم کا اور غایت کرامت مخاطب کی ہے کہ رودررو اس امر کی نسبت نہیں فرمائی) اور آگے خطاب کا صیغہ بطور التفات کے اس لئے اختیار کیا کہ شبہ اعراض کا نہ ہو اور مضمون بھی سابق سے اہون ہے پس ارشاد ہوتا ہے کہ) آپ کو کیا خبر شاید وہ (نابینا آپ کی تعلیم سے پورے طور پر) سنور جاتا یا (اقل درجہ کسی خاص امر میں) نصیحت قبول کرتا سو اُس کو نصیحت کرنا (کچھ نہ کچھ) فائدہ پہنچاتا (مطلب یہ کہ اُس کی پوری اصلاح ہوتی یا کچھ اصلاح ہوتی۔ بہرحال نفع ہی ہوتا اور ہرچند کہ ذکری مقدم ہے تذکر پر مگر نفع ذکری مؤخر ہے تذکر یعنی قبول موعظت سے اس لئے کلمہ فاء داخل ہوا اور لعل مبالغہ کے لئے فرمایا یعنی اس صحابی کی حالت سے اگر ظن تزکی یا تذکر بھی ہوتا تب بھی اس سے بےتوجہی نہ چاہیے تھی چہ جائے کہ نفع متیقن ہو اور اعمٰی سے تعبیر کرنا اشارہ ہے مقتضی توجہ وعطوفت کی طرف) تو جو شخص (دین سے) بے پروائی کرتا ہے آپ اُس کی تو فکر میں پڑتے ہیں حالانکہ آپ پر کوئی الزام نہیں کہ وہ نہ سنورے (وصف استغناء سے آپ کو اُس سے تنفر دلانا ہے) اور جو شخص آپ کے پاس (دین کے شوق میں) دوڑتا ہوا آتا ہے اور وہ (خدا سے) ڈرتا ہے آپ اُس سے بے اعتنائی کرتے ہیں (ان آیات میں آپ کی اجتہادی لغزش پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلع کیا گیا ہے منشاء اُس اجتہاد کا یہ تھا کہ یہ امر تو متیقن اور ثابت ہے کہ اہم مقدم ہوتا ہے آپ نے کفر کی اشدیت کو موجب اہمیت سمجھا جیسے دو بیماروں میں ایک کو ہیضہ اور دوسرے کو زکام ہے تو صاحب ہیضہ کا علاج مقدم ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے حاصل یہ ہے کہ اشتد ادمرض اُس وقت مُوجب اہمیت ہے جب مریض علاج کا مخالف نہ ہو ورنہ طالب علاج ہونا موجب اقدمیت واہمیت ہوگا گو مرض خفیف ہو۔ آگے ان مشرکین کی طرف اس قدر توجہ ضروری نہ ہونے کو ارشاد فرماتے ہیں کہ آپ آئندہ) ہرگز ایسا نہ کیجئے (کیونکہ) قرآن (محض ایک) نصیحت کی چیز ہے (اور آپ کے ذمہ صرف اس کی تبلیغ ہے) سو جس کا جی چاہے اس کو قبول کرلے (اور جو قبول نہ کرے وہ جانے آپ کا کوئی ضرر نہیں پھر آپ اس قدر اہتمام کیوں فرماتے ہیں آگے قرآن کے اوصاف فرماتے ہیں کہ) وہ (قرآن لوح محفوظ کے) ایسے صحیفوں میں (ثبت) ہے جو (عنداللہ) مکرم ہیں (یعنی مرضی ومقبول ہیں اور) رفیع المکان ہیں (کیونکہ لوح محفوظ تحت العرش ہے كما في الدر المنثور سورۃ البروج اور وہ) مقدس ہیں (شیاطین خبیثہ کی وہاں تک رسائی نہیں کقولہ تعالیٰ: لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ [الواقعة: ۷۹]) جو ایسے لکھنے والوں (یعنی فرشتوں) کے ہاتھوں میں (رہتے ہیں کہ وہ مکرم (اور) نیک ہیں (یہ سب صفات اس کے منجانب اللہ ہونے پر دال ہیں كما مر تقريره في سورة الواقعة قولہ تعالیٰ: لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ [الواقعة: ۷۹] اور لوح محفوظ ہر چند کہ شئی واحد ہے مگر اس کے اجزاء کو صحف سے تعبیر فرمادیا اور ان فرشتوں کو کاتب اس لئے کہا کہ یہ لوح محفوظ سے بامر الٰہی نقل کرنے والے ہیں کہ حاصل

آیات کا یہ ہوا کہ قرآن منجانب اللہ نصیحت کے لئے ہے آپ نصیحت کر کے اپنے فرض سے ادا ہو جاویں گے خواہ کوئی ایمان لاوے یا نہ لاوے پس اس قسم کی تقدیم وتاخیر کی کوئی ضرورت نہیں یہاں تک آداب تذکیر کے ہوئے آگے عدم تذکر پر کفار کی تشنیع ہے کہ منکر) آدمی پر (جو ایسے تذکرہ سے تذکر حاصل نہ کرے جیسے ابو جہل وغیرہ جن کو آپ سمجھاتے تھے اور وہ نہیں سمجھے تو ایسے شخص پر) خدا کی مار وہ کیسا ناشکر ہے (وہ دیکھتا نہیں کہ) اللہ تعالیٰ نے اس کو ایسی (حقیر) چیز سے پیدا کیا (آگے جواب ہے کہ) نطفہ سے (پیدا کیا آگے اس کی کیفیت مذکور ہے کہ اول بعد انقلابات متعددہ کے) اس کی صورت بنائی پھر اس (کے اعضاء) کو انداز سے بنایا (کما مر فی سورة القيامة في قوله تعالى: فَخَلَقَ فَسَوّٰى [القيامة: ۳۸]) پھر اس کو (نکلنے کا) راستہ آسان کر دیا (چنانچہ ظاہر ہے کہ ایسے تنگ موقع سے اچھے خاصے تومند بچہ کا نکل آنا صاف دلیل ہے اللہ تعالیٰ کے قادر اور عبد کے مقدور ہونے کی) پھر (بعد عمر ختم ہونے کے) اس کو موت دی پھر اس کو قبر میں لے گیا (کقولہ تعالیٰ: فِيهَا نُعِيْدُكُمْ [طه: ۵۵] خواہ اول ہی سے خاک میں رکھ دیا جاوے یا بعد چندے خاک میں مل جاوے) پھر جب اللہ چاہے گا اس کو دوبارہ زندہ کر دے گا (مطلب یہ کہ یہ سب تصرفات دلیل ہیں انسان کے داخل قدرت الٰہیہ ہونے کی اور نعمت بھی ہیں بعضے حسی بعضے معنوی جس کا مقتضا تھا وجوب طاعت وایمان مگر اس نے) ہرگز (شکر) نہیں (ادا کیا اور) اس کو جو حکم کیا تھا اس کو بجا نہیں لایا سو انسان کو چاہیے کہ (بعد اسباب مذکورہ حدوث کے نظر کرنے کے اسباب بقاء وتعیش مثلاً) اپنے کھانے کی طرف نظر کرے (تا کہ وہ باعث ہو حق شناسی واطاعت وایمان کا اور آگے نظر کرنے کا محل بتلاتے ہیں وہ یہ) کہ ہم نے عجیب طور پر پانی برسایا پھر عجیب طور پر زمین کو پھاڑا پھر ہم نے اس میں غلہ اور انگور اور ترکاری اور زیتون اور کھجور اور گنجان باغ اور میوے اور چارہ پیدا کیا (بعضی چیزیں) تمہارے اور (بعضی چیزیں) تمہارے مواشی کے فائدہ کے لئے (اور یہ سب بھی نعمت اور دلیل قدرت ہیں اور اس مجموع میں ہر جزو مقتضی ہے وجوب شکر وایمان کو یہاں تک تشنیع ہوگئی عدم تذکر پر آگے عدم تذکر پر عقوبت اور تذکر پر مثوبت آخرت میں مذکور ہے یعنی اب تو یہ لوگ ناشکری وکفر کرتے ہیں) پھر جس وقت کانوں کا بہرا کر دینے والا شور برپا ہوگا (اس وقت ساری ناشکری کا مزہ معلوم ہو جاوے گا آگے اس دن کا بیان ہے کہ) جس روز ایسا آدمی (جس کا اوپر بیان ہوا) اپنے بھائی سے اور اپنے ماں سے اور اپنے باپ سے اور اپنی بیوی سے اور اپنی اولاد سے بھاگے گا (یعنی کوئی کسی کی ہمدردی نہ کرے گا کقولہ تعالیٰ: لَا يَسْئَلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا [المعارج: ۱۰] وجہ یہ کہ) ان میں ہر شخص کو (اپنا ہی) ایسا مشغلہ ہوگا جو اس کو اور طرف متوجہ نہ ہونے دے گا (یہ تو کفار کا حال ہوا آگے مجموعۂ مؤمنین وکفار کی تفصیل ہے کہ) بہت سے چہرے اس روز (ایمان کی وجہ سے) روشن (اور مسرت سے) خنداں شاداں ہوں گے اور بہت سے چہروں پر اس روز (کفر کی وجہ سے) ظلمت ہوگی اور اس ظلمت کے ساتھ) ان پر (غم کی) کدورت چھائی ہوگی یہی لوگ کافر فاجر ہیں (کافر سے اشارہ فساد عقائد کی طرف اور فاجر سے فساد اعمال کی طرف)۔ **ف**: صاخۃ ظاہراً نفخۂ اولیٰ کی صفت زیادہ مناسب معلوم ہوتی ہے کہ وہ افناء کیلئے ہے لیکن یہ واقعات نفخۂ ثانیہ کے ہیں تو کافروں کے اعتبار سے یہ صفت اسکی بھی صحیح ہے۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: عَبَسَ وَتَوَلّٰى ...... اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس شخص سے عذر یا ناواقفی کے سبب کوئی بے تمیزی صادر ہو جاوے اس سے رو گردانی یا ناراضی نہ کرے۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله صبًّا وشقًّا عجيب اشارة الى فائدة المصدر ۱۲۔

اللغات: التصدى التعرض واصله تصدو من الصدد وهو ما استقبلك وصار قبالتك يقال دارى صددد ارك اى قبالتها سفرة جمع سافر اى كاتب ۱۲۔ اقبره في القاموس جعل له قبرًا انشر ونشر لغتان قضب هو ما يقضب ليا كلها ابن آدم غضا من النبات كالبقول والهليون غلبا جمع اغلب غليظ العنق وصف الحدائق بذلك على سبيل الاستعارة شبه تكاثف اوراق الاشجار وعروقها بغلظ الادواج وانتفاخ الاعصاب مع اندماج بعضها فى بعض فى غلظ الرقبة ابا الكلأ والمرعى من ابه اذا امه وقصده لانه يؤم ويقصد او من اب لكذا اذا تهيا لانه متهئ للرعى الصاخة من الصخ تصخ الاذان اى تصمها لشدة وقعتها ۱۲۔

النحو: قوله ان جاء ه اى لان جاء ه علة للعبوس والمقصود ان كونه اعمٰى كان يقتضى زيادة الاعتناء به لا العبوس قوله انها انث لتانيث الخبر ۱۲۔ قوله انا صببنا بدل من الطعام بدل اشتمال والمعنى على صبنا له ۱۲۔

البلاغة: قوله تصدى لم يقل تشتغل به المقابل لقوله تلهٰى لان الاشتغال بالكفار غير منهى عنه وقوله عنه تلهٰى لم تقل لا تتصدى له المقابل لقوله تصدى لان التصدى للمؤمنين غير واجب لانه عليه السلام انما هو منذر قوله قتل الانسان ما اكفره دعا عليه وتعجب من افراطه فى الكفر وبيان لاستحقاقه الدعاء عليه وحمل على بيان الاستحقاق لان الدعاء لا يتصور منه تعالٰى وعلى التعجيب لان التعجب لا يتصور منه تعالٰى۔ قوله من اى شئ الاستفهام للتحقير وذكر الجواب لا يقتضى انه حقيقة لان ليس بجواب فى الحقيقة بل على صورته ۱۲۔ قوله متاعالكم فيه التفات ۱۲۔

سُوْرَةُ التَّكْوِيرِ

سُوْرَةُ التَّكْوِيرِ ۸۱ مَكِّيَّة | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ۲۹ | رُكُوْعُهَا ۱

سورۃ التکویر مکہ میں نازل ہوئی — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اس میں ۲۹ آیات اور ا رکوع ہے

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝۱ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ۝۲ وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ۝۳ وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ۝۴ وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ۝۵ وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ۝۶ وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ۝۷ وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ ۝۸ بِاَيِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ ۝۹ وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ۝۱۰ وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ ۝۱۱ وَاِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ ۝۱۲ وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ ۝۱۳ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ اَحْضَرَتْ ۝۱۴ فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ۝۱۵ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ۝۱۶ وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ ۝۱۷ وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ ۝۱۸ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۝۱۹ ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ ۝۲۰ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ ۝۲۱ وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ ۝۲۲ وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ ۝۲۳ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ۝۲۴ وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ۝۲۵ فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ ۝۲۶ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝۲۷ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ ۝۲۸ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۲۹

ع ۲۹ / ۶

جب آفتاب بے نور ہو جائے گا اور جب ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر گر پڑیں گے اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے اور جب دس مہینے کی گابھن اونٹنیاں چھٹی پھریں گی اور جب وحشی جانور (مارے گھبراہٹ کے) سب جمع ہو جائیں گے اور جب دریا بھڑکائے جائیں گے اور جب ایک ایک قسم کے لوگ اکٹھے کئے جائیں گے اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس گناہ پر قتل کی گئی تھی اور جب نامہ اعمال کھولے جائیں گے (تا کہ سب اپنے اپنے عمل دیکھ لیں) اور جب آسمان کھل جائے گا (اور اس کے کھلنے سے آسمان کی اوپر کی چیزیں نظر آنے لگیں گی) اور جب دوزخ (اور زیادہ) دہکائی جائے گی اور جنت نزدیک کر دی جائے گی (تو اس وقت) ہر شخص ان اعمال کو جان لے گا جو لے کر آیا ہے۔ (اور جب ایسا واقعہ ہائلہ ہونے والا ہے) تو میں قسم کھاتا ہوں ان ستاروں کی جو (سیدھے چلتے) چلتے پیچھے کو ہٹنے لگتے ہیں (اور پھر پیچھے ہی کو چلتے رہتے ہیں اور اپنے مطالع میں جا چھپتے ہیں اور اسم ہے رات کی جب وہ جانے لگے اور قسم ہے صبح کی جب وہ آنے لگے (آگے جواب قسم ہے) کہ یہ قرآن (اللہ کا) کلام ہے ایک معزز فرشتہ (یعنی جبرائیل علیہ السلام) کا لایا ہوا جو قوت والا ہے (اور) مالک عرش کے نزدیک ذی رتبہ ہے (اور) وہاں یعنی آسمانوں میں اس کا کہنا مانا جاتا ہے (اور) امانتداری ہیں کہ وحی کو صحیح پہنچا دیتے ہیں اور یہ تمہارے ساتھ رہنے والے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجنون نہیں ہیں انہوں نے اس فرشتہ کو (اصلی صورت میں آسمان کے صاف کنارہ پر دیکھا بھی ہے اور یہ پیغمبر مخفی (بتلائی ہوئی وحی کو باتوں پر عمل کرنے والے بھی نہیں یہ قرآن کسی شیطان مردود کی کہی ہوئی بات نہیں ہے (جب یہ بات ثابت ہے) تو تم لوگ (اس کے بارے میں) کدھر کو چلے جا رہے ہو پس یہ تو (بالعموم) دنیا جہان والوں کے لئے ایک بڑا نصیحت نامہ ہے (اور بالخصوص ایسے شخص کے لئے جو تم میں سے سیدھا چلنا چاہے اور تم بدوں خدائے رب العالمین کے چاہے کچھ نہیں چاہ سکتے۔

سورة التكوير مكية وهى تسع وعشرون آية كذا فى البيضاوى۔

تفسیر ربط: اس میں بھی مثل سوابق ولواحق واقعات قیامت کا بیان کرنا مقصود ہے اور اس کی تقویت کے لئے آخر میں قرآن کی حقانیت مذکور ہے کہ قیامت کے لئے مستعد ہو جاویں جیسا : اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۷﴾ سے معلوم ہوتا ہے۔

بیان مجازات قیامت وتاکید ش باحقاق قرآن وترغیب استقامت:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ﴿۱﴾ (الى قوله تعالى) وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۹﴾ جب آفتاب بے نور ہو جاوے گا اور جب ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر گر پڑیں گے اور جب پہاڑ چلائے جاویں گے اور جب دس مہینے کی گابھن اونٹنیاں چھٹی پھریں گی اور جب وحشی جانور (مارے گھبراہٹ کے) سب جمع ہو جاویں گے اور جب دریا بھڑ کائے جاویں گے (یہ چھ واقعے تو نفخۂ اولیٰ کے وقت ہوں گے جب کہ دنیا آباد ہوگی اور اس نفخہ سے یہ تغیرات وتبدلات ہوں گے اور اس وقت اونٹنیاں وغیرہ بھی اپنی اپنی حالت پر ہوں گی جن میں بعضی وضع حمل کے قریب ہوں گی جو کہ عرب کے نزدیک اعز اموال ہیں مگر اُس وقت ہلچل میں کسی کو کہیں کا ہوش نہ رہے گا اور وحوش بھی مارے گھبراہٹ کے سب گڈمڈ ہو جاویں گے اور دریاؤں میں طغیانی پیدا ہوگی اور زمین میں شقوق واقع ہو جاویں گے جس سے سب شیریں اور شور دریا ایک ہو جاویں گے جس کا ذکر آئندہ سورت میں : وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ﴿۳﴾ [الانفطار: ۳] میں فرمایا ہے پھر شدت حرارت سے سب کا پانی مستحیل بآتش ہو جاوے گا شاید اول ہوا ہو جاوے پھر ہوا آگ بن جاوے اس کے بعد عالم فناء ہو جاوے گا)۔ (اگلے چھ واقعات بعد نفخۂ ثانیہ کے ہوں گے جن کا بیان یہ ہے کہ) جب ایک ایک قسم کے لوگ اکٹھے کئے جاویں گے (کافر الگ مسلمان الگ پھر اُن میں ایک ایک طریقہ کے الگ الگ) اور جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جاوے گا کہ وہ کس گناہ پر قتل کی گئی تھی (مقصود اس پوچھنے سے زندہ درگور کرنے والے ظالموں کا اظہار جرم ہے) اور جب نامۂ اعمال کھول دیئے جاویں گے (تا کہ سب اپنے اپنے عمل دیکھ لیں کقولہ تعالیٰ: يَلْقٰهُ مَنْشُوْرًا [الاسراء: ۱۳]) اور جب آسمان کھل جاوے گا (اور اس کے کھلنے سے آسمان کے اوپر کی چیزیں نظر آنے لگیں گی اور نیز اس کے کھلنے سے غمام کا نزول ہوگا جس کا ذکر پارہ وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ سے آیت: وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ [الفرقان: ۲۱ تا ۲۵] میں آیا ہے) اور جب دوزخ (اور زیادہ) دہکائی جاوے گی اور جب جنت نزدیک کردی جاوے گی (کما فی سورة ق: وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ [ق: ۱۳] جب یہ سب واقعات نفختین کے واقع ہوں گے تو اس وقت) ہر شخص ان اعمال کو جان لے گا جو لے کر آیا ہے (اور جب ایسا واقعہ ہائلہ ہونے والا ہے) تو (میں منکرین کو اس کی حقیقت بتلاتا ہوں اور مصدقین کو اس کے لئے آمادہ کرتا ہوں اور یہ دونوں امر قرآن کی تصدیق اور اس پر عمل کرنے سے حاصل ہوتے ہیں کہ اس میں اس کا اثبات اور نجات کا طریق ہے اس لئے) میں قسم کھاتا ہوں ان ستاروں کی جو (سیدھے چلتے چلتے) پیچھے کو ہٹنے لگتے ہیں (اور پھر پیچھے ہی کو) چلتے رہتے ہیں (اور کبھی پیچھے چلتے چلتے اپنے مطالع میں) جا چھپتے ہیں (ایسا امر پانچ سیاروں کو پیش آتا ہے کہ کبھی سیدھے چلتے ہیں کبھی پیچھے چلتے ہیں اور ان کو خمسہ متحیرہ کہتے ہیں۔ زحل۔ مشتری۔ عطارد۔ مریخ۔ زہرہ) اور قسم ہے رات کی جب وہ جانے لگے اور قسم ہے صبح کی جب وہ آنے لگے (آگے جواب قسم ہے) کہ یہ قرآن (اللہ کا) کلام ہے ایک معزز فرشتہ (یعنی جبرئیل علیہ السلام) کا لایا ہوا جو قوت والا ہے (کما فی النجم عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى [النجم: ۵] اور) مالک عرش کے نزدیک ذی رتبہ ہے (اور) وہاں (یعنی آسمانوں میں) اس کا کہنا مانا جاتا ہے (یعنی فرشتے اس کا کہنا مانتے ہیں جیسا حدیث معراج سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان کے کہنے سے فرشتوں نے آسمانوں کے دروازے کھول دیئے اور) امانت دار ہے (کہ وحی کو صحیح صحیح پہنچا دیتا ہے پس وحی لانے والا تو ایسا ہے) اور (آگے جن پر وحی نازل ہوئی ان کی نسبت ارشاد ہے کہ) یہ تمہارے ساتھ کے رہنے والے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم جن کا حال بخوبی تم کو معلوم ہے) مجنون نہیں ہیں (جیسا منکرین نبوت کہتے تھے) اور انہوں نے اس فرشتہ کو (اصلی صورت میں آسمان کے) صاف کنارہ پر دیکھا بھی ہے (صاف کنارہ سے مراد بلند کنارہ ہے کہ صاف نظر آتا ہے کما فی النجم: وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى [النجم: ۷] اور اس کا مفصل بیان سورۂ نجم میں گزرا ہے) اور یہ پیغمبر مخفی (بتلائی ہوئی وحی کی) باتوں پر بخل کرنے والے بھی نہیں (جیسا کاہنوں کی عادت تھی کہ رقم لے کر کوئی بات بتلاتے تھے اس سے نفی کہانت اور نفی اجر کی بھی ہوگئی) اور یہ قرآن کسی شیطان مردود کی کہی ہوئی بات نہیں ہے (اس سے نفی کہانت کی اور تاکید ہوگئی حاصل یہ کہ نہ آپ مجنون ہیں نہ کاہن نہ صاحب غرض اور وحی لانے والے کو پہچانتے بھی ہیں اور وحی لانے والا ایسا ایسا ہے پس لامحالہ یہ اللہ کا کلام اور آپ اللہ کے رسول ہیں اور یہ قسمیں مطلوب مقام کے نہایت مناسب ہیں چنانچہ ستاروں کا سیدھا چلنا اور لوٹنا اور چھپ جانا مشابہ ہے فرشتہ کے آنے اور واپس جانے اور عالم ملکوت میں جا چھپنے کے اور رات کا گزرنا اور صبح کا آنا مشابہ ہے قرآن کے سبب ظلمت کفر کے رفع ہو جانے اور نور ہدایت کے ظاہر ہو جانے کے جب یہ بات ثابت ہے) تو تم لوگ (اس بارہ میں) کدھر کو چلے جا رہے ہو (کہ نبوت کے منکر ہو رہے ہو) بس یہ تو (بالعموم) دُنیا جہاں والوں کے لئے ایک بڑا نصیحت نامہ ہے (اور بالخصوص) ایسے شخص کیلئے جو تم میں سے سیدھا چلنا چاہے (پہلوں کیلئے عموم بمعنی اراءت طریق ہے اور دوسروں کے لئے خصوص بمعنی وصول الی المقصود

ہے) اور (بعض کے نصیحت مند نہ ہونے سے اس کے نصیحت نامہ ہونے میں شبہ نہ کیا جاوے کیونکہ تم بدوں خدائے رب العالمین کے چاہے کچھ نہیں چاہ سکتے ہو (یعنی فی نفسہ تو نصیحت ہے لیکن تاثیر اس کی موقوف مشیت پر ہے جو بعض لوگوں کے لئے متعلق ہوتی ہے اور بعض کے لئے کسی حکمت سے متعلق نہیں ہوتی۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَإِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ ۝ جس طرح یہ تناسب وتشاکل آخرت میں اجتماع کا سبب ہو جاوے گا اسی طرح دنیا میں بھی یہی مناسبت ارتباط معنوی کا سبب ہو جاتا ہے اور یہی مدار ہے نفع کا۔

الروایات: اخرج عبد بن حميد وابن المنذر عن ابى العالية قال ست ايات من هذه السورة فى الدنيا والناس ينظرون اليه وست فى الآخرة اذا الشمس كورت الى واذا البحار سجرت هذه فى الدنيا والناس ينظرون اليه واذا النفوس زوجت الى واذا الجنة ازلفت هذه فى الآخرة واخرج ابن ابى الدنيا فى الاهوال وابن جرير وابن ابى حاتم عن ابى ابن كعب قال ست آيات قبل يوم القيامة بينما الناس فى اسواقهم اذ ذهب ضوء الشمس فبينما هم كذلك اذ وقعت الجبال على وجه الارض فتحركت واضطربت واختلطت ففزعت الجن الى الانس والانس الى الجن واختلطت الدواب والطير والوحش فما جوا بعضهم فى بعض قال الجن والانس نحن ناتيكم بالبحر فانطلقوا الى الخبر فاذا هر نار تاجج آه كذا فى الدر المنثور وفيه عن قتادة كدرت قال تساقطت وتهافتت ۱۲۔

اللغات: كشطت كشفت كذا فى الكبير من كشط الجلد اذا ازاله وكشفه عن الشاة الخنس الجوار الكنس فى الخازن تخنس فى مجاريها اى ترجع وراء ها فى الفلك وتكنس اى تسترو قيل انها تخنس اى تتاخر عن مطالعها والكنوس هو ان تاوى الى كناسها وهو الموضع الذى ياوى اليه الوحش قوله عسعس اى اقبل وقيل ادبر العسعسة رقة الظلام وذلك يكون فى طرف الليل آه وحملته على الادبار لقوله تعالىٰ والليل اذا ادبر والصبح اذا اسفر ۱۲۔

النحو: اذا الشمس الخ جوابه علمت نفس ۱۲۔

البلاغة: قوله سئلت وتوجيه السوال الى الموءدة دون الوائد مع ان الذنب له دونها لتسليتها واظهار كمال الغيظ والسخط لوائدها واسقاطه عن درجة الخطاب والمبالغة فى تبكيته فان المجنى عليه اذا سئل بمحضر الجانى ونسبت اليه الجناية دون الجانى كان ذلك بعثا للجانى على التفكر فى حال نفسه وحال المجنى عليه فيرى براء ة ساحته وانه هو المستحق للعتاب والعقاب وهذا نوع من الاستدراج واقع على طريق التعريض كما فى قوله تعالىٰ ء انت قلت للناس اتخذونى وامى الٰهين كذا فى الروح قوله علمت نفس النكرة تعم فى الاثبات بالقرائن ۱۲۔ قوله وما صاحبكم المبالغة فى ذكر جبرئيل عليه السلام وتركها فى شان النبى صلى الله عليه وسلم ليس لانه افضل منه بل لان الكلام مسوق لحقية المنزل دلالة على صدق ما ذكر فيه من الهوال القيامة وقد علمت ان من شان البليغ ان يجرد الكلام لما ساق له لئلا يعد الزيادة لكنة وفضولا ولا خفاء ان وصف الآتى بالقول يشد من عضد ذلك ابلغ شد واما وصف من انزل عليه فلا مدخل له فى البين الا اذا كان الغرض الحث على اتباعه كذا فى الروح قلت او يقال انهم كفروا يشاهدونه صلى الله عليه وسلم فى كل حين فلم يخف حاله عليهم فلم يحتج الى المبالغة ولم يكونوا يشاهدون جبريل عليه السلام فافهم ۱۲۔

سُورَةُ الْاِنْفِطَارِ

سُورَةُ الْاِنْفِطَارِ ۸۲ مَكِّيَّةٌ ۸۲ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ۱۹ — رُكُوْعُهَا ۱

سورۃ الانفطار مکہ میں نازل ہوئی — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اس میں ۱۹ آیات اور ارکوع ہے

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ ۝۱ وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ ۝۲ وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ ۝۳ وَاِذَا الْقُبُوْرُ بُعْثِرَتْ ۝۴ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ وَاَخَّرَتْ ۝۵ يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ۝۶ الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ۝۷ فِيْٓ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ۝۸ كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ ۝۹ وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ۝۱۰ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ ۝۱۱ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝۱۲ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ۝۱۳ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ ۝۱۴ يَّصْلَوْنَهَا يَوْمَ الدِّيْنِ ۝۱۵ وَمَا هُمْ عَنْهَا بِغَآئِبِيْنَ ۝۱۶ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ۝۱۷ ثُمَّ مَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ۝۱۸ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا ۭ وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ۝۱۹ ع

جب آسمان پھٹ جائے گا اور ستارے (ٹوٹ کر) جھڑ پڑیں گے اور جب دریا (شور اور شیریں) بہہ پڑیں گے اور جب قبریں اکھاڑ دی جائیں گی یعنی ان میں کے مردے نکل کھڑے ہوں گے (اس وقت) ہر شخص اپنے اگلے اور پچھلے اعمال کو جان لے گا اے انسان تجھ کو کس چیز نے تیرے ایسے رب کریم کے ساتھ بھول میں ڈال رکھا ہے جس نے تجھ کو (انسان) بنایا پھر تیرے اعضا کو درست کیا پھر تجھ کو مناسب اعتدال پر بنایا (اور) جس صورت میں چاہا تجھ کو ترکیب دے دیا (ان سب امور کا مقتضا یہ ہے کہ تم کو) ہرگز (مغرور) نہیں ہونا چاہئے مگر تم باز نہیں آتے) بلکہ تم اس وجہ سے دھوکہ میں پڑ گئے ہو کہ تم جزا و سزا ہی کو جھٹلاتے ہو اور تم پر تمہارے اعمال یاد رکھنے والے معزز لکھنے والے مقرر ہیں جو تمہارے سب افعال کو جانتے ہیں۔ نیک لوگ بے شک آسائش میں ہوں گے اور بدکار (یعنی کافر) لوگ بے شک دوزخ میں ہوں گے روز جزا کو اس میں داخل ہوں گے اور پھر داخل ہوں کہ اس میں سے باہر نہ ہوں گے (بلکہ اس میں خلود ہوگا) اور آپ کو کچھ خبر ہے کہ وہ روز جزا کیسا ہے اور ہم پھر (مکرر کہتے ہیں کہ) آپ کو کچھ خبر ہے کہ وہ روز جزا کیا ہے وہ ایسا دن ہے جس میں کسی شخص کا کسی شخص کے نفع کے لئے کچھ بس نہ چلے گا اور تمام تر حکومت اس روز اللہ ہی کی ہوگی۔

سورة الانفطار مكية وهى تسع عشرة اٰية كذا فى البيضاوى۔

تفسیر ربط: اس میں بھی مثل سوابق ولواحق قیامت و مجازات کا بیان ہے اور درمیان میں غفلت پر تقریع ہے۔

بعث و جزاء و تقریع بر غفلت: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ (الى قوله تعالى) وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ۝ جب آسمان پھٹ جاوے گا اور جب ستارے (ٹوٹ کر) جھڑ پڑیں گے اور جب سب دریا (شور اور شیریں) بہہ پڑیں گے (اور بہہ کر ایک ہو جاویں گے جیسا اوپر کی سورت میں سُجِّرَتْ کی تفسیر میں بیان ہوا ہے یہ تینوں واقعات تو نفخۂ اولی کے ہیں آگے نفخۂ ثانیہ کے بعد کا واقعہ ہے یعنی) اور جب قبریں اُکھاڑ دی جاویں گی (یعنی اُن میں کے مردے نکل کھڑے ہوں گے اُس وقت) ہر شخص اپنے اگلے پچھلے اعمال کو جان لے گا (اور ان واقعات کا مقتضا یہ تھا کہ انسان خواب غفلت سے بیدار ہوتا اس لئے آگے غفلت پر تقریع ہے کہ) اے انسان تجھ کو کس چیز نے تیرے ایسے رب کریم کے ساتھ بھول میں ڈال رکھا ہے جس نے تجھ کو (انسان) بنایا پھر تیرے اعضاء کو درست کیا پھر تجھ کو (مناسب) اعتدال پر بنایا (یعنی اعضاء میں تناسب رکھا اور) جس صورت میں چاہا تجھ کو ترکیب دے دیا (یعنی باوجود اشتراک خلق

وتسویہ وتعدیل کے پھر الگ الگ طور پر پیدا کیا۔ ما غرك سے پہلے معاد کا اور اس کے بعد مبدأ کا ذکر اشارہ ہے کہ گو امر مانع اغترار موجود ہیں پھر بھی اغترار سے باز نہیں آتا اور کریم کی صفت میں تلقین حجت نہیں بلکہ تقویت ہے مانع کی یعنی کریم ہونا مقتضی ہے کہ اُس کی طرف زیادہ توجہ کی جاوے بہر حال ان سب اُمور کا مقتضا یہ ہے کہ تم کو) ہرگز (مغرور) نہیں (ہونا چاہیے مگر تم اغترار سے باز نہیں آتے) بلکہ (اس درجہ اغترار میں بڑھ گئے ہو کہ) تم (خود) جزاء وسزا (ہی) کو (جو دافع اغترار تھا) جھٹلاتے ہو اور (یہ جھٹلانا تمہارا خالی نہ جاوے گا بلکہ ہماری طرف سے) تم پر (تمہارے سب اعمال کے) یاد رکھنے والے (جو ہمارے نزدیک) معزز (اور تمہارے اعمال کے) لکھنے والے (ہیں) مقرر ہیں جو تمہارے سب افعال کو جانتے ہیں (اور لکھتے ہیں پس قیامت میں یہ سب اعمال پیش ہوں گے جن میں تمہاری تکذیب بھی ہے اور سب پر مناسب جزا ملے گی جس کی تفصیل آگے ہے کہ) نیک لوگ بے شک آسائش میں ہوں گے اور بدکار (یعنی کافر) لوگ بے شک دوزخ میں ہوں گے جن میں تمہاری تکذیب بھی ہے اور سب پر مناسب جزا ملے گی جس کی تفصیل آگے ہے کہ) نیک لوگ بے شک آسائش میں ہوں گے اور بدکار (یعنی کافر) لوگ بے شک دوزخ میں ہونگے اور روزِ جزا کو اس میں داخل ہوں گے اور (پھر داخل ہو کر) اس سے باہر نہ ہونگے (بلکہ اس میں خلود ہوگا) اور آپ کو کچھ خبر ہے کہ روز جزا کیسا ہے (اور ہم) پھر (مکرر کہتے ہیں کہ) آپ کو کچھ خبر ہے کہ وہ روزِ جزاء کیسا ہے (مقصود اس استفہام سے تہویل ہے آگے جواب ہے کہ) وہ ایسا دن ہے جس میں کسی شخص کا کسی شخص کے نفع کے لئے کچھ بس نہ چلے گا اور تمام تر حکومت اُس روز اللہ ہی کی ہوگی۔ ف: يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ میں ظاہراً کلمۂ ما عام ہے مگر ایک حدیث سے گو وہ ضعیف ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عام مخصوص البعض ہے یعنی بعض اعمال قلبیہ ملائکہ کاتبین اعمال سے بھی مخفی رہتے ہیں محض حق تعالیٰ ہی کو اُس کا علم ہے چنانچہ حواشی حصن حصین میں بحوالہ مرقاۃ تخریج ابویعلی بروایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بدور سافرہ سیوطی سے حدیث مرفوع نقل کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ ذکر خفی جس کو حفظہ بھی نہیں سنتے ستر درجہ فضیلت میں زیادہ ہے الیٰ آخر الحدیث اور اس سے مطلقاً اعمال قلبیہ کا اُن سے مخفی رہنا نہ سمجھا جاوے کیونکہ احادیث میں مُصرح ہے کہ عزم حسنہ پر ثواب لکھا جاتا ہے اس سے زیادہ تفصیل اس مسئلہ کی میری نظر سے نہیں گزری کہ کس قسم کے اعمال کی اُن کو اطلاع ہوتی ہے اور کس کی نہیں ہوتی اور یہ سب صحت حدیث کی تقدیر پر ہے ورنہ استثناء کی کوئی حاجت نہیں واللہ اعلم۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ ...... یہ من جملہ مراقبات نافعہ فی الاصلاح کے ہے۔

اللغات: انتثرت فی الروح تساقطت متفرقة ۱۲۔

البلاغۃ: قولہ اذا واذا فی الروح تکریرها للتهویل ۱۲۔

سُورَةُ الْمُطَفِّفِينَ

سُورَةُ الْمُطَفِّفِينَ ۸۳ مَكِّيَّةٌ ۸۶ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ۳۶ | رُكُوْعُهَا ۱

سورۃ المطففین مکہ میں نازل ہوئی　　شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں　　اس میں آیات اور ارکوع ہے

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۝۱ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۝۲ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ
يُخْسِرُوْنَ ۝۳ اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۝۴ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝۵ يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۶ كَلَّآ
اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِيْ سِجِّيْنٍ ۝۷ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سِجِّيْنٌ ۝۸ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝۹ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝۱۰
الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۝۱۱ وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۝۱۲ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ
الْاَوَّلِيْنَ ۝۱۳ كَلَّا بَلْ ٜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝۱۴ كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ
لَّمَحْجُوْبُوْنَ ۝۱۵ ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ ۝۱۶ ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۝۱۷ كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ
الْاَبْرَارِ لَفِيْ عِلِّيِّيْنَ ۝۱۸ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا عِلِّيُّوْنَ ۝۱۹ كِتٰبٌ مَّرْقُوْمٌ ۝۲۰ يَّشْهَدُهُ الْمُقَرَّبُوْنَ ۝۲۱ اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ۝۲۲
عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ۝۲۳ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ ۝۲۴ يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ ۝۲۵ خِتٰمُهٗ مِسْكٌ ط
وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ۝۲۶ وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ ۝۲۷ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ۝۲۸ اِنَّ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا
كَانُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يَضْحَكُوْنَ ۝۲۹ وَاِذَا مَرُّوْا بِهِمْ يَتَغَامَزُوْنَ ۝۳۰ وَاِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا
فَكِهِيْنَ ۝۳۱ وَاِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْٓا اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ ۝۳۲ وَمَآ اُرْسِلُوْا عَلَيْهِمْ حٰفِظِيْنَ ۝۳۳ فَالْيَوْمَ
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُوْنَ ۝۳۴ عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ۝۳۵ هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝۳۶ ع

بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی کہ جب لوگوں سے (اپنا حق) ناپ کر لیں تو پورا لیں اور جب ان کو ناپ کر یا تول کر دیں تو گھٹا کر دیں (آگے مطففین کو تہدید ہے کہ) کیا ان لوگوں کو اس کا یقین نہیں ہے کہ وہ ایک سخت دن میں زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے جس دن تمام آدمی رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔ ہرگز ایسا نہیں ہوگا (یعنی کافر) لوگوں کا نامہ اعمال سجین میں رہے گا اور (آگے تہویل کے لئے سوال ہے) کہ آپ کو کچھ معلوم ہے کہ سجین میں رکھا ہوا نامہ اعمال کیا چیز ہے وہ ایک نشان کیا ہوا دفتر ہے اس روز (یعنی قیامت کے روز) جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی جو روز جزا کو جھٹلاتے ہیں اور اس روز جزا کو تو وہی شخص جھٹلاتا ہے جو حد (عبودیت) سے گزرنے والا ہو (اور) مجرم ہو اور جب اس کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جائیں تو یوں کہہ دیتا ہو کہ بے سند باتیں ہیں اگلوں سے منقول چلی آتی ہیں ہرگز ایسا نہیں بلکہ اصل وجہ ان کی تکذیب کی یہ ہے کہ ان کے دلوں پر ان کے اعمال (بد) کا زنگ بیٹھ گیا ہے ہرگز ایسا نہیں یہ لوگ اس روز (ایک تو) اپنے رب کا دیدار دیکھنے

سے روک دیئے جائیں گے پھر (صرف اسی پر اکتفانہ ہوگا بلکہ) یہ دوزخ میں داخل ہوں گے پھر ان سے کہا جائے گا کہ یہی ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے (یہ جو مومنین کے اجر وثواب کے منکر ہیں) ہرگز ایسا نہیں نیک لوگوں کا نامہ اعمال علیین میں رہے گا اور (آگے تفسیم کے لئے سوال ہے کہ) آپ کو کچھ معلوم ہے کہ علیین میں رکھا ہوا نامہ اعمال کیا چیز ہے وہ ایک نشان کیا ہوا دفتر ہے جس کو مقرب فرشتے (شوق سے) دیکھتے ہیں (آگے ان کی جزائے آخرت کا بیان ہے) نیک لوگ بڑی آسائش میں ہوں گے مسہریوں پر (بیٹھے بہشت کے عجائبات) دیکھتے ہوں گے اے مخاطب تو ان کے چہروں میں آسائش کی بشاشت پہچانے گا اور ان کو پینے کے لئے شراب سربمہر جس پر مشک کی مہر ہوگی ملے گی اور حرص کرنے والوں کو ایسی چیز کی حرص کرنا چاہئے اور اس (شراب) کی آمیزش تسنیم (کے پانی) کی ہوگی یعنی ایک ایسا چشمہ جس سے مقرب بندے پئیں گے۔ (آگے مجموعہ ویقین کا مجموعہ حال دنیا وآخرت مذکور ہے یعنی) جولوگ مجرم تھے (یعنی کافر) وہ ایمان والوں سے (دنیا میں تحقیراً) ہنسا کرتے تھے اور (ایمان والے) جب ان (کافروں) کے سامنے سے ہو کر گزرتے تھے تو آپس میں آنکھوں سے اشارہ کرتے تھے اور جب اپنے گھروں کو جاتے تو (وہاں بھی ان کا تذکرہ کرکے) دل لگیاں کرتے اور جب ان کو دیکھتے تو کہا کرتے کہ یہ لوگ یقیناً غلطی پر ہیں (کیونکہ کفار اسلام کو غلطی سمجھتے تھے) حالانکہ یہ (کافر) ان (مسلمانوں) پر نگرانی کرنے والے کر کے نہیں بھیجے گئے سو آج (قیامت کے دن) ایمان والے کافروں پر ہنستے ہوں گے مسہریوں پر (بیٹھے ان کا حال) دیکھ رہے ہوں گے واقعی کافروں کو ان کے کئے کا خوب بدلہ ملے گا۔

سورة المطففين مختلف فيها وآيها ست وثلثون كذا في البيضاوي والاقرب كون بعضها مكية وبعضها مدنية۔

تفسیر ربط: اس میں بھی مثل سورتہائے سابقہ ولاحقہ کے مجازات اعمال کا بیان ہے اور ان میں سے اہتمام کے لئے بعض اعمال متعلقہ حقوق العباد پر جس کو مقام سے خاص مناسبت بھی ہے کہ مقام بیان عدل کا ہے اور تطفیف کیل ووزن مخل عدل ہے شروع سورت میں بالتخصیص وعید ہے۔

وعید بر تطفیف خصوصاً وبیان مجازات عموماً: بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۝ (الی قولہ تعالی) **هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝** بڑی خرابی ہے ناپ تول میں کمی کرنے والوں کی کہ جب لوگوں سے (اپنا حق) ناپ کرلیں تو پورا لے لیں اور جب اُن کو ناپ کر یا تول کر دیں تو گھٹا دیں (گو لوگوں سے اپنا حق پورا لینا مذموم نہیں ہے مگر اس کے لانے سے مقصود خود اس پر مذمت کرنا نہیں ہے بلکہ کم دینے پر مذمت کی تاکید وتقویت ہے یعنی کم دینا اگرچہ فی نفسہ مذموم ہے لیکن اُس کے ساتھ اگر دوسروں کی اصلاً رعایت نہ کی جاوے تو اور زیادہ مذموم ہے بخلاف رعایت کرنے والے کی کہ اگر اُس میں ایک عیب ہے تو ایک ہنر بھی ہے اس لئے اول شخص کا عیب اشد ہے اور چونکہ اصل میں مقصود مذمت ہے کم دینے کی۔ اس لئے اُس میں ناپ اور تول دونوں کا ذکر کیا تاکہ خوب تصریح ہو جاوے کہ ناپنے میں بھی کم دیتے ہیں تولنے میں بھی کم دیتے ہیں اور چونکہ پورا لینا فی نفسہ مدار ذم نہیں ہے اس لئے وہاں ناپ اور تول دونوں کا ذکر نہیں کیا بلکہ ایک ہی کا ذکر کیا پھر تخصیص ناپ کی شاید اس لئے ہو کہ عرب میں زیادہ دستور کیل کا تھا خصوصاً اگر آیت مدنی ہو جیسا روح المعانی میں بروایت نسائی وابن ماجہ وبیہقی اس کا نزول اہل مدینہ کے باب میں لکھا ہے تو اُس وقت اس تخصیص کی وجہ زیادہ ظاہر ہے کیونکہ مدینہ میں کیل کا دستور مکہ سے بھی زیادہ تھا آگے مطففین کی تہدید ہے کہ) کیا ان لوگوں کو اس کا یقین نہیں ہے کہ وہ ایک بڑے سخت دن میں زندہ کر کے اُٹھائے جاویں گے جس دن تمام آدمی رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے (یعنی اُس روز سے ڈرنا چاہیے اور تطفیف سے توبہ کرنا چاہیے اس بعث وجزاء کو سن کر جو مؤمن تھے وہ ڈر گئے اور جو کافر تھے وہ انکار کرنے لگے اس لئے آگے انکار پر ردع فرما کر تفصیل جزائے فریقین فرماتے ہیں پس ارشاد ہے کہ جیسا کفار لوگ جزاء وسزا کے منکر ہیں) ہرگز (ایسا) نہیں (بلکہ جزاء وسزا ضروری الوقوع ہے اور جن اعمال پر جزاء وسزا ہوگی وہ بھی سب منضبط اور محفوظ ہیں اور اس مجموعہ کا بیان یہ ہے کہ) بدکار (یعنی کافر) لوگوں کا نامہ عمل سجین میں رہے گا (وہ ایک مقام ارض سابعہ میں مستقر ارواح کفار کا ہے **كذا في تفسير ابن كثير عن كعب وفي الدر المنثور عن** ابن عباسؓ ومجاہد وفرقد وقتادہ وعبداللہ بن عمرو مرفوعاً اور کفار کے اعمال کا اس مقام پر رہنا نیز مجاہد وعبداللہ بن عمرو سے دُرِ منثور میں مروی ہے) اور (آگے تہویل کے لئے سوال ہے کہ) آپ کو کچھ معلوم ہے کہ سجین میں رکھا ہوا نامہ عمل کیا چیز ہے وہ ایک نشان کیا ہوا دفتر ہے (نشان سے مرد مہر ہے **كما في الدر المنثور عن كعب الاحبار فيختم ويوضع اي بعد الموت** مقصود یہ ہوگا کہ اُس میں تغیر وتبدل کا کچھ احتمال نہیں پس حاصل اس کا اعمال کا محفوظ ومنضبط ہونا ہے جس سے جزاء کا **بحق** ہونا ثابت ہوا آگے ان اعمال کی جزاء کا بیان ہے کہ) اُس روز (یعنی قیامت کے روز) جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی جو کہ روزِ جزاء کو جھٹلاتے ہیں اور اُس (یوم جزاء) کو تو وہی شخص جھٹلاتا ہے جو حد (عبدیت) سے گزرنے والا ہو (اور) مجرم ہو (اور) جب اُس کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاویں تو یوں کہہ دیتا ہو کہ یہ بے سند باتیں اگلوں سے منقول چلی آتی ہیں (مطلب یہ بتلانا ہے کہ جو شخص یوم دین کی تکذیب کرتا ہے وہ معتدی اثیم مکذب بالقرآن ہے جو حاصل ہے اِذَا تُتْلٰى ...... کا آگے تکذیب روز جزاء پر جو صراحۃً مذکور ہے ردع ہے جیسا اوپر تکذیب مفہوم من المقام پر ردع تھا یعنی جیسا یہ لوگ اس کو غلط سمجھ رہے ہیں) ہرگز ایسا نہیں (اور کسی کو یہ شبہ نہ ہو کہ شاید ان کے پاس کوئی دلیل نفی کی ہوگی جس سے یہ تمسک کرتے ہوں گے ہرگز نہیں) بلکہ اصل وجہ تکذیب کی یہ ہے کہ) ان کے دلوں پر ان کے اعمال (بد) کا زنگ بیٹھ گیا ہے (اُس سے استعداد قبول حق کی فاسد ہوگئی پس براہِ عناد انکار کرنے لگے آگے پھر انکار پر ردع ہے کہ جیسا یہ لوگ سمجھ رہے ہیں) ہرگز ایسا نہیں (آگے ویل کی مجمل تفصیل ہے کہ وہ خرابی یہ ہے کہ) یہ لوگ اُس روز (ایک تو) اپنے رب (کا دیدار دیکھنے) سے روک دیئے جاویں گے پھر (صرف اسی پر اکتفانہ ہوگا بلکہ) یہ دوزخ میں داخل ہوں گے پھر (اُن سے) کہا جاوے گا کہ یہی ہے جس کو تم

جھٹلایا کرتے تھے (اور چونکہ یہ لوگ یوم دین کی تکذیب میں جس طرح اپنی سزاء کو جھٹلاتے تھے اسی طرح مؤمنین کی جزاء کو بھی جھٹلاتے تھے آگے اس پر روع فرماتے ہیں کہ یہ جو مؤمنین کے اجر وثواب کے منکر ہیں) ہرگز ایسا نہیں (بلکہ اُن کا اجر وثواب ضرور ہونے والا ہے جس کا بیان یہ ہے کہ) نیک لوگوں کا نامۂ عمل علیین میں رہے گا (وہ ایک مقام سمائے سابعہ میں مستقر ارواح مؤمنین کا ہے كذا في تفسير ابن كثير عن كعب) اور (آگے تفخیم کے لئے سوال ہے کہ) آپ کو کچھ معلوم ہے کہ علیین میں رکھا ہوا نامۂ عمل کیا چیز ہے وہ ایک نشان کیا ہوا دفتر ہے جس کو مقرب فرشتے (شوق سے) دیکھتے ہیں (اور یہ مؤمن کے لئے کرامت عظیمہ ہے جیسا کہ روح المعانی میں بتخریج عبد بن حمید حضرت کعب سے روایت ہے کہ جب ملائکہ مؤمن کی روح کو قبض کرکے لے جاتے ہیں تو ہر آسمان کے مقرب فرشتے اُس کے ساتھ ہوتے جاتے ہیں یہاں تک کہ ساتویں آسمان تک پہنچ کر اُس روح کو رکھ دیتے ہیں پھر فرشتے عرض کرتے ہیں کہ ہم اس کا نامۂ اعمال دیکھنا چاہتے ہیں چنانچہ وہ نامۂ عمل کھول کر دکھلایا جاتا ہے اھ مختصرا آگے ان کی جزائے آخرت کا بیان ہے کہ) نیک لوگ بڑی آسائش میں ہوں گے مسہریوں پر (بیٹھے بہشت کے عجائب) دیکھتے ہوں گے اے مخاطب تو اُن کے چہروں میں آسائش کی بشاشت پہچانے گا (اور) اُن کو پینے کیلئے شراب خالص سر بمہر جس پر مُشک ہوگی ملے گی اور حرص کرنے والوں کو ایسی چیز کی حرص کرنا چاہیے (کہ حرص کے لائق یہ ہے کہ خواہ صرف شراب مراد لی جاوے خواہ کل نعماء جنت یعنی لائق تحصیل یہ نعمتیں ہیں نہ کہ نعمائے دُنیا اور اُن کی تحصیل کا طریق نیک اعمال ہیں پس اس میں کوشش کرنا چاہیے) اور اُس (شراب) کی آمیزش کیلئے تسنیم کا پانی ہوگا آگے تسنیم کی شرح ہے) یعنی ایک ایسا چشمہ جس سے مقرب بندے پئیں گے (مطلب یہ کہ سابقین (یعنی مقربین) کو تو خالص پینے کو اس کا پانی ملے اور اصحاب الیمین (یعنی ابرار) کو اُس کا پانی دوسری شراب میں ملا کر ملے گا كذا في الدر المنثور عن قتادة ومالك بن الحارث وابن عباسؓ وابن مسعودؓ وحذيفةؓ اور یہ مہر لگنا علامت اکرام کی ہے ورنہ حفاظت کی ضرورت نہیں اور مشک کی مُہر کا مطلب یہ ہے کہ جیسے قاعدہ ہے کہ لاکھ وغیرہ لگا کر اُس پر مُہر کرتے ہیں اور ایسی چیز کو طین ختام کہتے ہیں وہاں شراب کے برتن کے مُنہ پر مشک لگا کر اُس پر مُہر کر دی جاوے گی یہاں تک فریقین کی جزاء اُخروی کا الگ الگ بیان تھا آگے مجموعۂ فریقین کا مجموعۂ حال دُنیا و آخرت مذکور ہے یعنی) جو لوگ مُجرم (یعنی کافر) تھے وہ ایمان والوں سے (دُنیا میں تحقیراً) ہنسا کرتے تھے اور یہ (ایمان والے) جب (اُن کافروں) کے سامنے سے ہو کر گزرتے تھے تو آپس میں آنکھوں سے اشارے کرتے تھے (مطلب یہ کہ اُنکے ساتھ استہزاء و تحقیر سے پیش آتے تھے) اور جب اپنے گھروں کو جاتے تو (وہاں بھی اُن کا تذکرہ کر کے) دل لگیاں کرتے (مطلب یہ کہ غیبت و حضور ہر حالت میں اُنکی تحقیر و استہزاء کا مشغلہ رہتا البتہ حضور میں اشارے چلا کرتے اور غیبت میں صراحۃً تذکرہ کرتے) اور جب اُنکو دیکھتے تو یوں کہا کرتے کہ یہ لوگ یقیناً غلطی میں ہیں (کیونکہ کفار اسلام کو غلطی سمجھتے تھے) حالانکہ یہ (کافر) اُن (مسلمانوں) پر نگرانی کرنے والے کر کے نہیں بھیجے گئے (یعنی اُن کو اپنی فکر کرنا چاہیے تھے اُن کے پیچھے کیوں پڑ گئے پس اُن سے دو غلطیاں ہوئیں اول اہل حق کے ساتھ استہزاء پھر اپنی اصلاح سے بے فکری) سو آج (قیامت کے دن) ایمان والے کافروں پر ہنستے ہوں گے مسہریوں پر (بیٹھے اُن کا حال) دیکھ رہے ہوں گے (دُرمنثور میں قتادہ سے ہے کہ کچھ دریچے جھروکے ایسے ہونگے جن سے اہل جنت اہل نار کو دیکھ سکیں گے پس اُن کا بُرا حال دیکھ کر بطور انتقام کے اُن پر ہنسیں گے آگے تقریر ہے اس سزا کی یعنی) واقعی کافروں کو اُنکے کئے کا خوب بدلہ ملا۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ ..... ظلمت قلب میں صریح ہے اور کلام قوم میں بکثرت وارد ہے۔

ملحقات الترجمۃ: ل قوله في ما سِجِّيْنٍ۞ سجین میں رکھا ہوا اشارة الى حذف المضاف اى ما كتاب سجين ۱۲۔

الروایات: قد ذكرت في ترجمة اول السورة وهذا تؤيد ما اخترته في كون رض السورة مدنية كما هو ظاهر ۱۲۔

اللغات: المطففين في القاموس طفف نقص المكيال وفي الروح البخس في الكيل والوزن قوله كالوهم في الروح كال يستعمل باللام وبدونه فقد جاء في اللغة على ما قيل كال له فاله بمعنى كال له وجعل غير واحد كاله من باب الحذف والايصال على ان الاصل كال له وحذف الجار واوصل الفعل ران في القاموس الرين الطبع والدنس سجين في الروح وصف من السجن بفتح السين ۱۲۔ عليون منقول من جمع على فعيل من العلو سمى بذلك لانه مرفوع كذا في الروح مرقوم من رقم الكتاب اذا جعل له رقما اى علامة وقال ابن عباسؓ والضحاك مرقوم مختوم بلغة حمير يشهد اى يحضرونه من الشهود بمعنى الحضور وما ترجمت به هو اخذ بالحاصل ۱۲ رحيق في القاموس الخمر او الخالص منها تسنيم سميت بالتسنيم الذى هو مصدر سنمه اذا رفعه لان شرابها ارفع شراب في الجنة ۱۲۔

النحو: قوله يوم يقوم منصوب باضمار اعنى او هو معمول لمبعوثون ۱۲۔ قوله وفي ذلك الخ قيل الكلام على تقدير حرف الشرط والفاء واقعة في جواب اى وان اريد تنافس فليتنافس في ذلك المتنافسون وتقديم الظرف ليكون عوضا عن الشرط في حيزه وهو انفس مما تقدم كذا في الروح قوله عينا نصب على المدح ۱۲۔

البلاغۃ: قوله على الناس عدى بعلى لتضمين الاكتيال معنى الاستيلاء ۱۲۔ قوله وما ارسلوا تهكم واستهزاء بهم واشعار بان ما اجترء وا عليه من القول من وظائف من ارسل من جهته تعالىٰ ۱۲۔

سُوْرَةُ الْاِنْشِقَاقِ

سُوْرَةُ الْاِنْشِقَاقِ ۸۴ مَكِّيَّةٌ ۸۳ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ۲۵ — رُكُوْعُهَا ۱

سورۃ الانشقاق مکہ میں نازل ہوئی — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اس میں ۲۵ آیات اور ارکوع ہے

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ۝۱ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۝۲ وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ ۝۳ وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْ ۝۴ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۝۵ يٰٓاَيُّهَا الْاِنْسَانُ اِنَّكَ كَادِحٌ اِلٰى رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلٰقِيْهِ ۝۶ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۝۷ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا ۝۸ وَّيَنْقَلِبُ اِلٰٓى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۝۹ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ ۝۱۰ فَسَوْفَ يَدْعُوْا ثُبُوْرًا ۝۱۱ وَّيَصْلٰى سَعِيْرًا ۝۱۲ اِنَّهٗ كَانَ فِيْٓ اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا ۝۱۳ اِنَّهٗ ظَنَّ اَنْ لَّنْ يَّحُوْرَ ۝۱۴ بَلٰٓى اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِيْرًا ۝۱۵ فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ۝۱۶ وَالَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ۝۱۷ وَالْقَمَرِ اِذَا اتَّسَقَ ۝۱۸ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ۝۱۹ فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۲۰ وَاِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْاٰنُ لَا يَسْجُدُوْنَ ۝۲۱ (السجدۃ) بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُكَذِّبُوْنَ ۝۲۲ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُوْعُوْنَ ۝۲۳ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝۲۴ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝۲۵ ع

(معانقۃ ۱۲ — السجدۃ ۱۳ — ع ۹ / ۲۵)

جب (نفخہ ثانیہ کے وقت) آسمان پھٹ جائے گا (تاکہ اس میں سے غمام اور ملائکہ کا نزول ہو) اور اپنے رب کا حکم سن لے گا اور وہ (آسمان) اسی لائق ہے اور جب زمین کھینچ کر بڑھا دی جائے گی اور (وہ زمین) اپنے اندر کی چیزوں کو (یعنی مردوں کو) باہر اگل دے گی اور خالی ہو جائے گی اور اپنے رب کا حکم سن لے گی اور اسی لائق ہے اے انسان تو اپنے رب کے پاس پہنچنے تک (یعنی مرنے کے وقت تک) کام میں کوشش کر رہا ہے پھر (قیامت میں) اس (کام کی جزا) سے جا ملے گا تو اس روز جس شخص کا نامہ اعمال اس کے داہنے ہاتھ میں ملے گا سو اس سے آسان حساب لیا جائے گا اور وہ (اس سے فارغ ہو کر) اپنے متعلقین کے پاس خوش خوش آئے گا اور جس شخص کا نامہ اعمال (اس کے بائیں ہاتھ میں) اس کی پیٹھ سے ملے گا سو وہ موت کو پکارے گا اور جہنم میں داخل ہو گا یہ شخص (دنیا میں) اپنے متعلقین میں خوش خوش رہا کرتا تھا (یہاں تک کہ فرط خوشی میں آخرت کی تکذیب کرتا تھا) اس نے خیال کر رکھا تھا کہ اس کو (خدا کی طرف) لوٹنا نہیں ہے (آگے رد ہے اس خیال کا کہ لوٹنا کیوں نہ ہوتا) اس کا رب اس کو خوب دیکھتا تھا۔ سو (اس بنا پر) میں قسم کھا کر کہتا ہوں شفق کی اور رات کی اور ان چیزوں کی جن کو رات سمیٹ (کر جمع کر) لیتی ہے اور چاند کی جب وہ پورا ہو جائے کہ تم لوگوں کو ضرور ایک حالت کے بعد دوسری حالت پر پہنچنا ہے سو (باوجود ان مقتضیات خوف اور ایمان کے اجتماع کے) ان لوگوں کو کیا ہوا کہ ایمان نہیں لاتے اور جب (ان کے عناد کی یہ حالت ہے کہ) جب ان کے روبرو قرآن پڑھا جاتا ہے تو اس وقت بھی خدا کی طرف نہیں جھکتے بلکہ یہ کافر (اور الٹی) تکذیب کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو سب خبر ہے جو کچھ یہ لوگ (اعمال بد کا ذخیرہ) جمع کر رہے ہیں سو (ان اعمال کفریہ کے سبب) آپ ان کو ایک دردناک عذاب کی خبر دے دیجئے لیکن جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کئے ان کے لئے (آخرت میں) ایسا اجر ہے جو کبھی موقوف ہونے والا نہیں۔

سورۃ الانشقاق مکیۃ وھی خمس وعشرون اٰیۃ کذا فی البیضاوی۔

تفسیر ربط: اس میں بھی مثل سورت سابقہ تفصیل مجازات کی ہے۔

تفصیل مجازات: بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ اِذَا السَّمَآءُ انۡشَقَّتۡ (الی قوله تعالی) لَهُمۡ اَجۡرٌ غَیۡرُ مَمۡنُوۡنٍ۔ جب (نفخۂ ثانیہ کے وقت) آسمان پھٹ جاوے گا (تاکہ اُس میں سے غمام وملائکہ کا نزول ہو جس کا ذکر پارۂ وَقَالَ الَّذِیۡنَ لَا یَرۡجُوۡنَ آیت: وَیَوۡمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ ...... [الفرقان : ۲۵] میں ہے) اور اپنے رب کا حکم سن لے گا۔ (اور مان لے گا یہاں حکم سے مراد حکم تکوینی انشقاق کا ہے اور ماننے سے مراد اس کا وقوع ہے) اور وہ (آسمان بوجہ محکوم قدرت ہونے کے) اسی لائق ہے (کہ جس امر کی مشیت اُس کے متعلق ہو اُس کا وقوع ضرور ہو جاوے) اور جب زمین کھینچ کر بڑھادی جاوے گی (جس طرح چمڑا یا ربڑ کھینچا جاتا ہے پس اس وقت کی مقدار سے اُس وقت مقدار زیادہ ہو جاوے گی تاکہ سب اولین وآخرین اُس میں سما جاویں جیسا دُر منثور میں بسند جید حاکم کی روایت سے مرفوعاً وارد ہے **تمد الارض یوم القیٰمة مد الادیم الخ** پس یہ انشقاق اور یہ امتداد دونوں حساب کے مقدمات میں سے ہیں) اور (وہ زمین) اپنے اندر کی چیزوں کو (یعنی مُردوں کو) باہر اُگل دے گی اور (سب مُردوں سے) خالی ہو جاوے گی اور (وہ زمین) اپنے رب کا حکم سن لے گی اور وہ اسی لائق ہے (اس کی تفسیر بھی مثل سابق ہے بس اُس وقت انسان اپنے اعمال کو دیکھے گا جیسا آگے ارشاد ہے کہ) اے انسان تو اپنے رب کے پاس پہنچنے تک (یعنی مرنے کے وقت تک) کام میں کوشش کر رہا ہے (یعنی کوئی نیک کام میں لگا ہوا ہے کوئی بُرے کام میں) پھر قیامت میں) اُس (کام کی جزاء) سے جا ملے گا تو (اُس روز) جس شخص کا نامۂ اعمال اُس کے داہنے ہاتھ میں ملے گا سو اُس سے آسان حساب لیا جاوے گا اور وہ (اُس سے فارغ ہو کر) اپنے متعلقین کے پاس خوش خوش آئے گا۔ (آسان حساب کے مراتب مختلف ہیں ایک یہ کہ اُس پر اصلاً عذاب مرتب نہ ہو بعض کے لئے تو یہ ہوگا اور حدیث میں اسی کی تفسیر آئی ہے کہ جس حساب میں مناقشہ نہ ہو صرف پیشی ہو جاوے اور یہ غیر معذبین کے لئے ہوگا دوسرا یہ کہ اُس پر عذاب مخلد نہ ہو اور یہ عام مؤمنین کے لئے ہوگا اور مطلق عذاب اس کے منافی نہیں) اور جس شخص کا نامۂ اعمال (اُس کے بائیں ہاتھ میں) اُس کی پیٹھ کے پیچھے سے ملے گا (مراد اس سے کفار ہیں اور پشت کی طرف سے ملنے کی دو صورتیں ہوسکتی ہیں ایک یہ کہ اُس کی مشکیں کسی ہوئی ہوں گی تو بایاں ہاتھ بھی پشت کی طرف ہوگا دوسری صورت میں مجاہد کا قول ہے کہ اُس کا ہاتھ پشت کی طرف نکال دیا جاوے گا **کذا فی الدر المنثور**) سو وہ موت کو پکارے گا (جیسا مصیبت میں عادت ہے موت کی استدعاء کی) اور جہنم میں داخل ہوگا یہ شخص (دنیا میں) اپنے متعلقین (اہل وعیال وحشم وخدم) میں خوش خوش رہا کرتا تھا (یہاں تک کہ فرط خوشی میں آخرت کی تکذیب کرنے لگا تھا جیسا کہ آگے ارشاد ہے کہ) اُس نے خیال کر رکھا تھا کہ اُسکو (خدا کی طرف) لوٹنا نہیں ہے (آگے رد ہے اس ظن کا کہ لوٹنا) کیوں نہ ہوتا (آگے لوٹنے کے بعد جزاء کا اثبات ہے کہ) اُسکا رب خوب دیکھتا تھا (اور اُسکے اعمال جزاء دینے کے ساتھ مشیت متعلق کر چکا تھا پس ایقاع جزاء ضروری تھا) سو (اس بناء پر) میں قسم کھا کر کہتا ہوں شفق کی اور رات کی اور اُن چیزوں کی جن کو رات سمیٹ (کر جمع کر) لیتی ہے (مراد وہ سب جاندار ہیں جو رات کو آرام کرنے کیلئے اپنے اپنے ٹھکانے آجاتے ہیں) اور چاند کی جب وہ پورا ہو جاوے (یعنی بدر بن جاوے ان سب چیزوں کی قسم کھا کر کہتا ہوں) کہ تم لوگوں کو ضرور ایک حالت کے بعد دوسری حالت پر پہنچنا ہے (یہ تفصیل ہے یٰۤاَیُّهَا الۡاِنۡسَانُ تا مُلٰقِیۡهِ کی پس وہاں جنس کو خطاب تھا یہاں جمیع افراد کو خطاب ہے وہاں لقاء عمل مجملاً فرمایا یہاں اُس ملاقی مبنی للمفعول کی تفصیل ہے اور وہ حالتیں ایک موت ہے اس کے بعد احوال برزخ اُس کے بعد احوال قیامت پھر خود اُن میں بھی تعدد وتکثر ہے اور ان قسموں کا مناسب مقام ہونا اس طرح ہے کہ رات کے احوال کا مختلف ہونا کہ اول شفق نمودار ہوتی ہے پھر زیادہ رات آتی ہے تو سب سو جاتے ہیں اور پھر ایک رات کا دوسری رات سے نور قمر کی زیادت ونقصان میں مختلف ہونا یہ سب مشابہ ہے اختلاف احوال بعد الموت کے ونیز موت سے عالم آخرت شروع ہوتا ہے جیسے شفق سے رات شروع ہوتی ہے پھر لبث برزخ مشابہ لوگوں کے سو رہنے کے ہے اور چاند کا پورا ہونا بعد محاق کے مشابہ ہے حیات قیامت کے بعد فنائے عالم کے) سو (باوجود ان مقتضیات خوف اور ایمان کے اجتماع کے) اُن لوگوں کو کیا ہوا کہ ایمان نہیں لاتے اور (خود تو ایمان اور حق کی کیا طلب کرتے اُنکی عناد کی یہ حالت ہے کہ) جب اُنکے روبرو قرآن پڑھا جاتا ہے تو (اُس وقت بھی خدا کی طرف) نہیں جھکتے بلکہ (بجائے جھکنے کے) یہ کافر (اور اُلٹی) تکذیب کرتے ہیں اور اللہ کو سب خبر ہے جو کچھ یہ لوگ (اعمال بد کا ذخیرہ) جمع کر رہے ہیں سو (ان اعمال کفریہ کے سبب) آپ انکو ایک دردناک عذاب کی خبر دے دیجئے لیکن جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کئے اُن کیلئے (آخرت میں) ایسا اجر ہے جو کبھی موقوف ہونے والا نہیں (عمل صالح کی قید شرط کے طور پر نہیں سبب کے طریق پر ہے)۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قوله تعالیٰ: لَتَرۡکَبُنَّ طَبَقًا عَنۡ طَبَقٍ۔ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ اس کا خطاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے تو مراد اس سے مراتب قرب میں ترقی ہے یہی شان ہے آپ کے ورثۂ عارفین کی مراتب واحوال میں۔

اللغات: اذنت استمعت حقت جعلت حقیقة بالاستماع کادح جاهد ومجدوسق ضم وجمع ۱۲۔ اتسق اجتمع نوره لترکبن المراد بالرکوب الملاقاة والطبق فی الاصل ما طابق غیره وخص فی العرف بالحال المطابقة لغیرها وعن للمجاوزة وقیل بمعنی بعد کما فی قولهم کابرا عن کابر والمجاوزة والبعدیة متقربان والجار والمجرور متعلق بمحذوف وقع صفة او حالا من فاعل لترکبن والظاهر ان نصب طبقاً علی انه مفعول به ای لتلاقن حالا مجاوزة لحال او کائنة بعد حال او مجاوزین لحالٍ او کائنین بعد حال کل واحدة مطابقة لاختها فی الشدة والهول وجوز کون الرکوب علی حقیقة وتجعل الحال مرکوبة مجازا یوعون یجمعون فی صحائف اعمالهم کذا فی المدارک ۱۲۔

النحو: قوله اذا السماء انشقت جوابه مقدر ای لقی الانسان عمله دل علیه المذکور ۱۲۔ قوله الا الذین استثناء منقطع ۱۲۔

سُورَةُ الْبُرُوج

سُورَةُ الْبُرُوج ۸۵ مَكِّيَّة ۲۷ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ۲۲ — رُكُوْعُهَا ۱

سورۃ البروج مکہ میں نازل ہوئی — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اس میں ۲۲ آیات اور ارکوع ہے

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ ۝۱ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ ۝۲ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ ۝۳ قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ ۝۴ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ ۝۵ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ ۝۶ وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ۝۷ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝۸ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝۹ اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ ۝۱۰ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ڛ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ ۝۱۱ اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ۝۱۲ اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ ۝۱۳ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ۝۱۴ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ ۝۱۵ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ۝۱۶ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ ۝۱۷ فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ ۝۱۸ بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ ۝۱۹ وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآىِٕهِمْ مُّحِيْطٌ ۝۲۰ بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ۝۲۱ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ۝۲۲ ع

قسم ہے برجوں والے آسمان کی (مراد برجوں سے بڑے بڑے ستارے ہیں) اور (قسم ہے) وعدہ کئے ہوئے دن کی اور حاضر ہونے والے کی اور (قسم ہے) اس (دن) کی جس میں (لوگوں کی) حاضری ہوتی ہے کہ خندق والے یعنی بہت سے ایندھن کی آگ والے ملعون ہوئے جس وقت وہ لوگ اس (آگ) کے آس پاس بیٹھے ہوئے تھے اور وہ جو کچھ مسلمانوں کے ساتھ (ظلم وستم) کر رہے تھے اس کو دیکھ رہے تھے اور ان کافروں نے ان مسلمانوں میں کوئی عیب نہیں پایا بجز اس کے کہ وہ خدا پر ایمان لے آئے تھے جو کہ زبردست (اور) سزاوار حمد ہے ایسا کہ اسی کی ہے سلطنت آسمانوں اور زمین کی اور (آگے ظالموں کے لئے عام وعید ہے اور مظلوموں کے عام (وعدہ ہے) اللہ ہر چیز سے خوب واقف ہے جنہوں نے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو تکلیف پہنچائی اور پھر توبہ نہیں کی تو ان کے لئے جہنم کا عذاب اور (جہنم میں بالخصوص) ان کے لئے جلنے کا عذاب ہے۔ (آگے مومنین کے حق میں جن میں مظلومین بھی آ گئے ارشاد ہے کہ) بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے ان کے لئے (بہشت کے) باغ ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی (اور) یہ بڑی کامیابی ہے آپ کے رب کی دار و گیر بڑی سخت ہے (پس کفار پر سزائے شدید کا واقعہ ہونا مستبعد نہیں اور نیز) وہی پہلی بار پیدا کرتا ہے اور وہی دوبارہ (قیامت میں بھی پیدا کرے گا اور وہی بخشنے والا (اور) بڑی محبت کرنے والا اور عرش کا مالک (اور) عظمت والا ہے وہ جو چاہے سب کچھ کر گزرتا ہے کیا آپ کو ان لشکروں کا قصہ پہنچا ہے یعنی فرعون اور ثمود کا بلکہ یہ کافر (خود قرآن کی) تکذیب میں (لگے) ہیں اور (انجام کار اسکی سزا بھگتیں گے کیونکہ) اللہ تعالیٰ ان کو ادھر ادھر سے گھیرے ہوئے ہے (قرآن ایسی چیز نہیں جو جھٹلانے کے قابل ہو) بلکہ وہ ایک باعظمت قرآن ہے جو لوح محفوظ میں (لکھا ہوا) ہے۔

سورة البروج مكية وهي اثنتان وعشرون اٰية كذا في البيضاوي۔

تفسیر ربط: اوپر کی سورتوں میں فریقین کی مجازات تھی اس سورت میں کفار کے معاملات مخالفت میں مسلمانوں کا تسلیہ اور تسلیہ کے بعد کفار کو عذاب کی وعید ہے۔

تسلیۂ مؤمنین ووعید مخالفین: بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ (الی قوله تعالی) بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِیْدٌ فِیْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ (اس سورت میں ایک قصہ کا اجمالاً ذکر ہے جو صحیح مسلم میں مذکور ہے خلاصہ اُس کا یہ ہے کہ کوئی بادشاہ کافر تھا اُس کے پاس ایک کاہن تھا اُس نے بادشاہ سے کہا کہ مجھ کو ایک ہوشیار لڑکا دیا جاوے تو اُس کو اپنا علم سکھلا دوں چنانچہ ایک لڑکا تجویز کیا گیا اُس کے راستے میں ایک راہب رہتا تھا کہ دین حق اُس وقت عیسوی تھا وہ لڑکا اُس کے پاس آنے جانے لگا اور خفیہ مسلمان ہو گیا ایک بار اُس لڑکے نے دیکھا کہ کسی شیر نے راستہ روک رکھا ہے اور خلق پریشان ہے اُس نے ایک پتھر ہاتھ میں لے کر دعاء کی کہ اے اللہ اگر راہب کا دین سچا ہے تو یہ جانور میرے پتھر سے مارا جاوے اور اگر کاہن سچا ہے تو نہ مارا جاوے اور یہ کہہ کر وہ پتھر مارا تو شیر کے لگا اور وہ ہلاک ہو گیا لوگوں میں شور ہو گیا کہ اس لڑکے کو کوئی عجیب علم آتا ہے کسی اندھے نے سُنا آ کر درخواست کی کہ میری آنکھیں اچھی ہو جاویں لڑکے نے کہا بشرطیکہ تو مسلمان ہو جاوے چنانچہ اُس نے قبول کیا لڑکے نے دعاء کی وہ اچھا ہو گیا اور مسلمان ہو گیا بادشاہ کو یہ خبریں پہنچیں تو اُس راہب کو اور لڑکے کو اور اُس اعمیٰ کو گرفتار کر کے بلایا اُس نے راہب اور اعمیٰ کو قتل کر دیا اور لڑکے کے لئے حکم دیا کہ پہاڑ پر سے گرا دیا جاوے مگر جو لوگ اُس کو لے گئے تھے وہ خود گر کر ہلاک ہو گئے اور لڑکا صحیح سالم چلا آیا پھر بادشاہ نے سمندر میں غرق کرنے کا حکم دیا وہ اس سے بھی بچ گیا اور جو لوگ اُس کو لے گئے تھے وہ سب ڈوب گئے پھر خود لڑکے نے بادشاہ سے کہا کہ مجھ کو بسم اللہ کہہ کر تیر مارو تو مر جاؤں گا چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور لڑکا مر گیا پس اس واقعۂ عجیبہ کو دیکھ کر یک لخت عام لوگوں کی زبان سے نعرہ بلند ہوا کہ ہم سب اللہ پر ایمان لاتے ہیں بادشاہ بڑا پریشان ہوا اور ارکان سلطنت کے مشورے سے بڑی بڑی خندقیں آگ سے بھروا کر اشتہار دیا کہ جو شخص اسلام سے نہ پھرے گا اُس کو آگ میں جلا دیں گے چنانچہ بہت آدمی جلائے گئے پس اس سورت میں اُس کے مغضوب ہونے کو قسم سے بیان فرماتے ہیں کہ) قسم ہے بُرجوں والے آسمان کی (مراد برجوں سے بڑے بڑے ستارے ہیں كذا في الدر المنثور مرفوعاً) اور (قسم ہے) وعدہ کئے ہوئے دن کی (یعنی قیامت کے دن کی) اور (قسم ہے) حاضر ہونے والے (دن) کی اور (قسم ہے) اُس (دن) کی جس میں لوگوں کی حاضری ہوتی ہے (حدیث ترمذی میں مرفوعاً ہے کہ یوم موعود قیامت کا دن ہے اور شاہد جمعہ کا دن ہے اور مشہود عرفہ کا دن ہے اور ایک دن کو شاہد اور دوسرے کو مشہود شاید اس لئے فرمایا کہ یوم جمعہ میں تو سب اپنی اپنی جگہ رہتے ہیں تو گویا وہ دن خود آتا ہے اور یوم عرفہ میں حجاج اپنے اپنے مقامات سے سفر کر کے عرفات میں اس یوم کے قصد سے جمع ہوتے ہیں گویا وہ دن مقصود اور دوسرے لوگ حاضری کا قصد کرنے والے ہیں آگے جواب قسم ہے) کہ خندق والے یعنی بہت سے ایندھن کی آگ والے ملعون ہوئے جس وقت وہ لوگ اُس (آگ) کے آس پاس بیٹھے ہوئے تھے اور وہ جو کچھ مسلمانوں کے ساتھ (ظلم وستم) کر رہے تھے اُس کو دیکھ رہے تھے (اُن کے ملعون ہونے کی خبر دینے سے تسلی مؤمنین کی ظاہر ہے کہ اسی طرح جو کافر اس وقت مسلمانوں پر ظلم کر رہے ہیں وہ بھی گرفتار لعنت ہوں گے جس کا اثر خواہ دنیا میں بھی مرتب ہو جیسے بدر وغیرہ میں مقتول ومخذول ہوئے یا صرف آخرت میں جیسا عام کفار کے لئے یقینی ہے اور دشمن کے عذاب کی خبر سے تسلیہ امر طبعی ہے اور اُن لوگوں کا بیٹھنا اس ظلم وستم کے انتظام اور نگرانی کے لئے تھا اور شہود میں علاوہ نگرانی کے اشارہ اُن لوگوں کی سنگدلی کی طرف بھی ہے کہ دیکھ کر بھی ترحم نہ آتا تھا اور اس کو حکم باللعن میں خاص دخل ہے کہ یہ سنگدلی علل لعنت سے ہے) اور اُن کافروں نے اُن مسلمانوں میں اور کوئی عیب نہیں پایا تھا بجز اس کے کہ وہ خدا پر ایمان لے آئے تھے جو زبردست (اور) سزاوار حمد ہے ایسا کہ اُسی کی ہے سلطنت آسمانوں اور زمین کی (یعنی ایمان لانے پر یہ معاملہ کیا اور ایمان لانا کوئی خطا نہیں پس بے خطا اُن پر ظلم کیا اس لئے وہ لوگ ملعون ہوئے) اور (آگے ظالموں کے لئے عام وعید اور مظلوموں کے لئے عام وعدہ ہے کہ) اللہ ہر چیز سے خوب واقف ہے (مظلوم کی مظلومیت سے بھی پس اُس کی نصرت کرے گا اور ظالم کی ظالمیت سے بھی پس اُس کو سزا دے گا خواہ یہاں خواہ وہاں چنانچہ آگے یہی مضمون ہے کہ) جنہوں نے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو تکلیف پہنچائی (اور) پھر توبہ نہیں کی تو اُن کے لئے جہنم کا عذاب ہے اور (جہنم میں بالخصوص) ان کے لئے جلنے کا عذاب ہے (عذاب میں ہر طرح کی تکلیف داخل ہے سانپ۔ بچھو۔ طوق۔ زنجیریں۔ حمیم۔ غساق۔ وغیرہ اور سب سے بڑھ کر جلنے کا عذاب ہے اس لئے اُس کو بالتخصیص فرمایا یہ تو ظالم کے حق میں فرمایا آگے مؤمنین کے حق میں جن میں مظلوم بھی آ گئے ارشاد ہے کہ) بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے اُن کے لئے (بہشت کے) باغ ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی (اور) یہ بڑی کامیابی ہے (اور اوپر دو مضمون تھے کفار کے لئے جہنم ہونا اور مؤمنین کے لئے جنت ہونا آگے اُن کے مُناسب اپنے بعض افعال وصفات ان مضمونوں کی تقریر کے لئے ارشاد فرماتے ہیں کہ) آپ کے رب کی داروگیر بڑی سخت ہے (پس کفار پر سزائے شدید کا واقع ہونا مستبعد نہیں اور نیز) وہی پہلی بار بھی پیدا کرتا ہے اور دوبارہ (قیامت میں بھی) پیدا کرے گا (پس یہ شبہ بھی نہ رہا کہ گو

بطش شدید ہے مگر قیامت ہی واقع نہ ہوگی جو کہ وقت بطش کا ہے اس سے تقریر ہوگئی وعید کفار کی) اور (آگے تقریر ہے وعدۂ مؤمنین کی کہ) وہی بڑا بخشنے والا (اور) بڑی محبت کرنے والا (اور) عرش کا مالک (اور) عظمت والا ہے (پس ایمان والوں کے گناہ معاف کردے گا اور اُن کو اپنا محبوب بنالے گا اور ذوالعرش اور مجید گو تعذیب واثابت دونوں کے ساتھ متعلق ہوسکتا ہے کہ دونوں فرع ہیں صاحب سلطنت وکمال صفات کی لیکن یہاں مقابلہ کے قرینہ سے ان پر اثبات کا متفرع کرنا مقصود ہے اور آگے دونوں کے اثبات کے لئے ایک صفت ارشاد ہے کہ) وہ جو چاہے سب کچھ کرگزرتا ہے (آگے مؤمنین کی مزید تسلیہ اور کفار کی مزید تقریع کے لئے بعض خاص مغضوبین کا حال بیان فرماتے ہیں کہ) کیا آپ کو ان لشکروں کا قصہ پہنچا ہے یعنی فرعون (اور آل فرعون) اور ثمود کا (کہ کس طرح کفر کیا اور کیونکر گرفتار عذاب ہوئے اس سے مؤمنین کو تسلی حاصل کرنا چاہیے اور کفار کو ڈرنا چاہیے مگر کفار بالکل عذاب سے نہیں ڈرتے) بلکہ یہ کافر (خود قرآن کی) تکذیب میں (لگے) ہیں (پس اس کے مضمون تعذیب کو بھی اور دیگر مضامین کو بھی جھٹلاتے ہیں) اور (انجام کار اس کی سزا بھگتیں گے کیونکہ) اللہ ان کو ادھر ادھر سے گھیرے ہوئے ہے اس کے قبضۂ قدرت اور عقوبت سے بچ نہیں سکتے اور ان کا قرآن کو جھٹلانا (حماقت محض ہے کیونکہ قرآن ایسی چیز نہیں جو جھٹلانے کے قابل ہو) بلکہ وہ ایک باعظمت قرآن ہے جو لوح محفوظ میں (لکھا ہوا) ہے (جس میں کوئی تغیر وتبدل محتمل نہیں وہاں سے نہایت حفاظت کے ساتھ صاحب وحی کے پاس پہنچایا جاتا ہے کما قال تعالیٰ فی سورۃ الجن: فَإِنَّهُ يَسْلُكُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهِ رَصَدًا [الجن : ۲۷] پس ایسی حالت میں تکذیب قرآن کی بلاشک جہالت وموجب عقوبت ہے)۔

ف ۱: اور ان قسموں کو جواب قسم سے مناسبت یہ ہے کہ ان سب سے اللہ تعالیٰ کا مالک امکنہ وازمنہ ہونا ظاہر ہے اور ایسے مالک الکل کی مخالفت کرنے والے کا مستحق لعن ہونا ظاہر ہے۔

ف ۲: قصہ اصحاب اخدود میں جو لڑکے نے اپنے مرنے کی تدبیر بتلائی ہے حالانکہ یہ اہلاک نفس ہے ایسا کرنا یا تو اس شریعت میں جائز ہوگا یا لڑکے کی اجتہادی غلطی ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيرُ ۞ جو مسئلہ اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا [النباء: ۳۱] سے ثابت ہوتا ہے وہی اس سے بھی ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله فی علیها** آس پاس **اشارة الى ان على بمعنى عند كما فى النيسابورى ۱۲۔**

اللغات: **الاخدود من الخد وهو الشق فى الارض والنار مع صفتها بدل اشتمال من الاخدود ۱۲۔**

النحو: **قتل جواب القسم بتقدير الصدر اى لقد قتل كما فى الجلالين قوله اذ هم قيد لقتل ووجهه ان هذا الفعل هو السبب للعنهم قوله فعال خبر لمبتدأ مقدر اى هو لا لهو المذكور ووجهه كما فى الروح عن الكشف ان قوله تعالىٰ فعال لما يريد تحقيق للصفتين البطش بالاعداء والغفر و الود للاولياء ولو حمل عليه لفاتت هذه النكتة آه قال صاحب الروح هو تدقيق لطيف ۱۲۔**

البلاغۃ: **ذات الوقود وصف لها بغاية العظمة وارتقاع اللهب وكثرة ما يوجبه ووجه افادته ذلك انه لم يقل موقدة بل جعلت ذات وقود اى مالكته وهو كناية عن زيادة مفرطة لكثرة ما يرتفع به لهبها وهو الحطب الموقد به قوله يؤمنوا فى الروح عن المنتخب انما قال سبحانه الا ان يؤمنوا لان التعذيب انما كان واقعا على الايمان المستقبل ولو كفروا فيه لم يعذبوا على ما مضى فكانه قال عزوجل الا ان يدوموا على ايمانهم آه ۱۲۔**

سُوْرَةُ الطَّارِق

سُوْرَةُ الطَّارِق ٨٦ مَكِّيَّةٌ ٣٦ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ١٧ رُكُوْعُهَا ١

سورۃ الطارق مکہ میں نازل ہوئی   شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں   اس میں ١٧ آیات اور ارکوع ہے

وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ۝١ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الطَّارِقُ ۝٢ النَّجْمُ الثَّاقِبُ ۝٣ اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ۝٤ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝٥ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ۝٦ يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ۝٧ اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ۝٨ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ۝٩ فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ۝١٠ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ۝١١ وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ۝١٢ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ۝١٣ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ۝١٤ اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا ۝١٥ وَّاَكِيْدُ كَيْدًا ۝١٦ فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ۝١٧

ع ١٧ / ١١

قسم ہے آسمان کی اور اس چیز کی جو رات کو نمودار ہونے والی ہے اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ وہ رات نمودار ہونے والی چیز کیا ہے وہ روشن ستارہ ہے کوئی شخص ایسا نہیں جس پر (اعمال کا) کوئی یاد رکھنے والا (فرشتہ) مقرر نہ ہو (جب بات یہ ہے) تو انسان کو قیامت کی فکر کرنی چاہئے اور دیکھنا چاہئے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے وہ ایک اچھلتے پانی سے پیدا کیا گیا ہے جو پشت اور سینہ (یعنی تمام بدن) کے درمیان سے نکلتا ہے (تو اس سے ثابت ہوا کہ) وہ اس کے دوبارہ پیدا کرنے پر ضرور قادر ہے (اور یہ دوبارہ پیدا کرنا اس روز ہوگا) جس روز سب کی قلعی کھل جائے گی پھر انسان کو نہ تو خود (مدافعت کی قوت) ہوگی نہ اس کا کوئی حمایتی ہوگا۔ قسم ہے آسمان کی جس سے بارش ہوتی ہے اور زمین کی جو (بیج نکلتے وقت) پھٹ جاتی ہے (آگے جواب قسم ہے) کہ یہ قرآن (حق و باطل میں) ایک فیصلہ کر دینے والا کلام ہے کوئی لغو چیز نہیں ہے (ان لوگوں کا یہ حال ہے کہ) یہ لوگ (نفی حق کے لئے) طرح طرح کی تدبیریں کر رہے ہیں اور میں بھی (ان کی ناکامی اور عقوبت کے لئے) طرح طرح کی تدبیریں کر رہا ہوں تو آپ ان کافروں (کی مخالفت) کو یوں ہی رہنے دیجئے اور زیادہ دن نہیں ہے بلکہ ان کو تھوڑے ہی دنوں رہنے دیجئے۔

سورة الطارق مكية وهى سبع عشرة اٰية كذا فى البيضاوى ۔ **تفسیر ربط:** اوپر تسلیہ مؤمنین کے ساتھ کفار کو وعید تھی اس سورت میں تحقیق وعید کیلئے اعمال کا محفوظ رہنا اور بعث کا امکان اور وقوع اور بعث کی دلیل یعنی قرآن کا حق ہونا مذکور ہے اور سورت سابقہ کے اخیر میں بھی حقیت قرآن کا مضمون تھا۔

تحقیق وعید بحفظ اعمال وصحت ووقوع بعث وحقیت قرآن: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ۝ (الى قوله تعالى) فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ۝۔ قسم ہے آسمان کی اور اس چیز کی جو رات کو نمودار ہونے والی ہے اور آپ کو کچھ معلوم ہے وہ رات کو نمودار ہونے والی چیز کیا ہے وہ روشن ستارہ ہے (کوئی ستارہ ہو کقولہ تعالیٰ والنجم آگے جواب قسم ہے کہ) کوئی شخص ایسا نہیں کہ جس پر کوئی (اعمال کا) یاد رکھنے والا (فرشتہ) مقرر نہ ہو (کقولہ تعالیٰ: وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ [الأنفطار: ١٠ تا ١٢] مطلب یہ کہ ان اعمال پر محاسبہ ہونے والا ہے اور اس قسم کو مقصود سے مناسبت یہ ہے کہ جیسے آسمان پر ستارے ہر وقت محفوظ ہیں مگر ظہور ان کا خاص شب میں ہوتا ہے اسی طرح اعمال سب نامۂ اعمال میں اس وقت بھی محفوظ ہیں مگر ظہور ان کا خاص قیامت میں ہوگا جب یہ بات ہے) تو انسان کو (قیامت کی فکر چاہیے اور اگر اس کے استبعاد کا شبہ ہو تو اس کو) دیکھنا چاہیے کہ وہ کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے وہ ایک اچھلتے پانی سے پیدا کیا گیا ہے جو پشت اور سینہ (یعنی تمام بدن[1]) کے درمیان سے نکلتا ہے (مراد اس پانی سے منی ہے خواہ صرف مرد کی یا مرد وعورت دونوں کی اور عورت کی منی میں گو اندفاق مرد کی منی کے برابر نہیں ہوتا لیکن کچھ اندفاق ضرور ہوتا ہے اور دوسری تقدیر پر لفظ ماء کا مفرد لانا اس بناء پر ہے

کہ دونوں مادے مخلوط ہوکر مثل شئی واحد کے ہوجاتے ہیں اور پشت اور سینہ چونکہ بدن کے دوطرفین ہیں اس لئے کنایہ جمیع بدن سے ہوسکتا ہے اور یہ اس لئے مرادلیا گیا کہ منی تمام بدن میں پیدا ہوکر پھر منفعل ہوتی ہے اور اس کنایہ میں تخصیص صلب و ترائب کی شاید اس لئے ہو کہ حصول مادۂ منویہ میں اعضائے رئیسہ کو خاص دخل ہے۔ یعنی قلب و دماغ و کبد اور قلب و کبد کا تعلق تلبس سے اور دماغ کا تعلق بواسطہ نخاع کے صلب سے ظاہر ہے اور شاید صلب کا مفرد لانا اور ترائب کا جمع لانا اسی نکتہ سے ہو کہ ترائب سے دو چیزوں کا تعلق ہے اور صلب سے ایک چیز کا اور بدن کے طرفین قدام وخلف بہ نسبت یمین و یسار کے چونکہ مسافت ومساحت میں زیادہ ہیں اس لئے یہاں تعبیر میں طرفین اولین کو طرفین اخرین پر ترجیح ہوئی اور یہ سب کلام مقدمات طیبہ کے تسلیم پر ہے واللہ اعلم حاصل یہ کہ نطفہ سے انسان بنا دینا زیادہ عجیب ہے بہ نسبت دوبارہ بنانے کے پس یہ امر عجیب اس کی قدرت سے ظاہر ہورہا ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ) وہ اس کے دوبارہ پیدا کرنے پر ضرور قادر ہے (پس وہ استبعاد قیامت کا شبہ دفع ہوگیا اور یہ دوبارہ پیدا کرنا اس روز ہوگا) جس روز سب کی قلعی کھل جاوے گی (یعنی سب مخفی باتیں ازقبیل عقائد باطلہ ونیات فاسدہ ظاہر ہوجاویں گی اور دنیا میں جس طرح موقع پر جرم سے مکر جاتے ہیں اس کو چھپا لیتے ہیں یہ بات وہاں ممکن نہ ہوگی) پھر اس انسان کو نہ تو خود (مدافعت کی) قوت ہوگی اور نہ اس کا کوئی حمایتی ہوگا (کہ مدافعت عذاب کی کردے اور اگر کہا جاوے کہ امکان قیامت کا گو عقلی ہے مگر وقوع نقلی ہے اور دلیل نقلی اس کی قرآن ہے اور وہ ہنوز محتاج اثبات ہے تو اس کے متعلق سنو کہ) قسم ہے آسمان کی جس سے پیاپے بارش ہوتی ہے اور زمین کی جو (بیج نکلنے کے وقت) پھٹ جاتی ہے (آگے جواب قسم ہے) کہ یہ قرآن حق و باطل میں) ایک فیصلہ کردینے والا کلام ہے اور وہ کوئی لغو چیز نہیں ہے (اور جس طرح اپنی دلالت سے واقعیات وغیر واقعیات میں فیصلہ کرنے والا اسی طرح اپنی صفت اعجاز سے ان دو احتمالوں کا بھی کہ یہ منجانب اللہ ہے یا نہیں فیصلہ کردینے والا ہے اور منجانب اللہ ہونے کی شق کو متعین کردینے والا ہے پس دال اور مدلول دونوں کی واقعیت ثابت ہوگئی اور شبہ عدم ثبوت کا مندفع ہوگیا مگر باوجود اثبات حق کے ان لوگوں کا یہ حال ہے کہ) یہ لوگ (نفی حق کے لئے) طرح طرح کی تدبیریں کررہے ہیں اور میں بھی (ان کی ناکامی وعقوبت کیلئے) طرح طرح کی تدبیریں کررہا ہوں (اور ظاہر ہے کہ میری تدبیر غالب آویگی اور جب میرا تدبیر کرنا سن لیا) تو آپ ان کافروں (کی مخالفت سے گھبرایئے نہیں اور انکے جلدی معذب ہونے کی خواہش نہ کیجئے بلکہ ان) کو یوں ہی رہنے دیجئے (اور زیادہ دن نہیں بلکہ) تھوڑے ہی دنوں رہنے دیجئے (پھر میں ان پر عقوبت نازل کروں گا خواہ قبل الموت یا بعد الموت)۔ **ف**: اخیر کی قسم کو اخیر کے مضمون سے یہ مناسبت ہے کہ قرآن آسمان سے آتا ہے اور جس میں قابلیت ہوتی ہے اسکو مالا مال کرتا ہے جیسے بارش آسمان سے آتی ہے اور عمدہ زمین کو فیض یاب کرتی ہے۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ۝ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝ ۔ اس میں مراقبہ ہے مبدأ و معاد کا۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله فى الصلب تمام بدن كذا فى الروح عن بعضهم ۱۲۔ ۲ قوله فى السرائر سب كى بقرينة الجمع او على حذف المضاف ۱۲۔

اللغات: الطارق بمعنى الضارب ثم صارا سما لسالك الطريق لانه يضرب الطريق بقدمه ثم اختص بالآتى ليلاً لانه يضرب الباب الثاقب الخارق ثم صار بمعنى المضى لتصور انه يثقب الظلام ان كل نافية لما بمعنى الا۔ دافق الدفق صب بمعنى مدفوق او على النسب كلا بن اى ذى دفق وهو صادق على الفاعل والمفعول واما كونه بمعنى مندفق فلم يضح الترائب جمع تريبة عظام الصدر او موضع القلادة من الصدر رجعه الاعادة ۱۲۔ تبلى يتعرف ويميز ما طاب وما خبث واصله الاختبار واطلق على اللازم ذات الرجع ذات المطر هكذا فى الروح وفى القاموس المطر بعد المطر الصدع التشقق رويدا تصغير ردد بالضم اى مهل بمعنى قريبا وقليلا وهو مصدر مؤكد للعامل او نعت لمصدره المحذوف اى امهالا رويدا۔ وفى الكبير قال النحويون رويدا فى كلام العرب على ثلثة اوجه احدها ان يكون اسما للامر كقولك رويد زيد اولا تتصرف رويدا فى هذا الوجه لانها غير متمكنة والثانى ان يكون بمنزلة سائر المصادر فيضاف الى ما بعده كما تضاف المصادر كما تقول رويد زيد بالجر والثالث ان يكون نعتا منصوبا كقولك سار واسيرا رويدا ويقولون ايضًا ساروا رويدًا يحذفون المنعوت ويقيمون رويدا مقامه آه ۱۲۔

النحو: قوله النجم اى هو النجم ۱۲۔ يوم تبلى قال الزمخشرى وجماعة ظرف لرجعه واعترض بان فيه فصلا بين المصدر ومعموله باجنبى واجيب تارة بانه جائز لتوسعهم فى ظروف واخرى بان الفاصل هنا غير اجنبى لانه اما تفسير او عامل على المذهبين كذا فى الروح قلت توضيحه ان قوله تعالٰى لقادر اما عامل فى قوله تعالٰى على رجعه ان جوز تاخير العامل او هو تفسير للعامل المقدر قبل قوله على رجعه ان لم يجوز تاخير العامل ويكون تقدير العبارة انه لقادر على رجعه فحذف العامل وفسر بقوله القادر المؤخر عن قوله على رجعه وعلى كل فقوله لقادر ليس اجنبيا فلا يعدونه فاصلا بين قوله رجعه العامل وبين قوله يوم تبلى المعمول ۱۲۔

البلاغۃ: فصل اى فاصل قد بلغ الغاية فى ذلك حتى كانه نفس الفصل ۱۲۔

سُورَةُ الْأَعْلَى

سُورَةُ الْأَعْلَى ۸۷ مَكِّيَّة ۸ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ۱۹ | رُكُوْعُهَا ۱

سورۃ الاعلیٰ مکہ میں نازل ہوئی　　شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں　　اس میں ۱۹ آیات اور ا رکوع ہے

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ﴿۱﴾ الَّذِيْ خَلَقَ فَسَوّٰى ﴿۲﴾ وَالَّذِيْ قَدَّرَ فَهَدٰى ﴿۳﴾ وَالَّذِيْٓ اَخْرَجَ الْمَرْعٰى ﴿۴﴾ فَجَعَلَهٗ غُثَاۗءً اَحْوٰى ﴿۵﴾ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى ﴿۶﴾ اِلَّا مَا شَاۗءَ اللّٰهُ ۭ اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفٰى ﴿۷﴾ وَنُيَسِّرُكَ لِلْيُسْرٰى ﴿۸﴾ فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ﴿۹﴾ سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى ﴿۱۰﴾ وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى ﴿۱۱﴾ الَّذِيْ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى ﴿۱۲﴾ ثُمَّ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ﴿۱۳﴾ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ﴿۱۴﴾ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ﴿۱۵﴾ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۱۶﴾ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴿۱۷﴾ اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ﴿۱۸﴾ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ﴿۱۹﴾

ع ۱۹/۱ ۱۲

(اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) آپ (اور جو مؤمن آپ کے ساتھ ہیں) اپنے پروردگار عالیشان کے نام کی تسبیح کیجئے جس نے (ہر شے کو) بنایا پھر (اس کو) ٹھیک بنایا اور جس نے تجویز کیا پھر راہ بتلائی اور جس نے زمیں سے چارہ نکالا پھر اس کو سیاہ کوڑا کر دیا (اس قرآن کی نسبت ہم وعدہ کرتے ہیں کہ) ہم (جتنا) قرآن (نازل کرتے جائیں) آپ کو پڑھا دیا کریں گے (یعنی یاد کرا دیا کریں گے) پھر آپ (اس میں سے کوئی جز) نہیں بھولیں گے مگر جس قدر (بھلانا) اللہ کو منظور ہو (کہ نسخ کا ایک طریقہ یہ بھی ہے) وہ ہر ظاہر اور مخفی کو جانتا ہے اور اسی طرح ہم آسان شریعت کے لئے آپ کو سہولت دیں گے (کہ سمجھنا بھی اور آسان ہوگا اور عمل بھی آسان ہوگا) تو آپ نصیحت کیا کیجئے اگر نصیحت کرنا مفید ہوتا ہو وہی شخص نصیحت مانتا ہے جو (خدا سے) ڈرتا ہے اور جو شخص بدنصیب ہے وہ اس سے کرتا ہے جو (آخرکار) بڑی آگ میں (یعنی آتش دوزخ میں) داخل ہوگا پھر نہ اس میں مر ہی جائے گا اور نہ (آرام کی زندگی) جئے گا۔ بامراد ہوا جو شخص (قرآن سن کر خبائث عقائد واخلاق سے) پاک ہوگیا اور اپنے رب کا نام لیتا اور نماز پڑھتا رہا (مگر اے منکرو تم آخرت کا سامان نہیں کرتے) بلکہ تم دنیوی زندگی کو مقدم رکھتے ہو حالانکہ آخرت دنیا سے بدرجہا بہتر ہے اور پائیدار ہے (اور یہ مضمون صرف قرآن ہی کا دعویٰ نہیں بلکہ) اگلے صحیفوں میں بھی ہے یعنی ابراہیم اور موسیٰ علیہما السلام کے صحیفوں میں (پس زیادہ ترمؤکد ہوا)۔

سورة الاعلى مكية وهى تسع عشرة اٰية كذا فى البيضاوى۔

تفسیر ربط: سورت سابقہ میں مجازات آخرت کا ذکر تھا اس سورت میں بھی اصل مقصود فلاح آخرت کا مقصود ہونا اور اس کا طریق کہ تسبیح اور معرفت ذات وصفات اور تزکیہ وذکر صلوٰۃ ہے بتلانا ہے اور مقصودیت آخرت کی تقریر کے لئے فناء واضمحلال دنیا کا اور تعلیم طریق فلاح کے لئے امر تذکیر بالقرآن کا ارشاد اور اسی کے قریب قریب غرض سے سورت سابقہ میں بھی حقانیت قرآن کی بیان کی گئی تھی۔

فنائے دنیا وبقائے عقبٰی وامر باصلاح نفس واصلاح غیر : بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ﴿۱﴾ (الى قوله تعالى) اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ﴿۱۸﴾ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ﴿۱۹﴾ (اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) آپ (اور جو مؤمن آپ کے ساتھ ہیں) اپنے پروردگار

عالیشان کے نام کی تسبیح (وتقدیس) کیجئے جس نے (ہر شئے کو) بنایا پھر (اس کو) ٹھیک بنایا (یعنی ہر شئے کو مناسب طور پر بنایا) اور جس نے (جانداروں کو ان چیزوں کی طرف) راہ بتلائی (یعنی ان کے طبائع کو اُن اشیاء کا مقتضی پیدا کر دیا) اور جس نے (سبز وخوشنما) چارہ (زمین سے) نکالا پھر اس کو سیاہ کوڑا کر دیا (اول عام تصرفات مذکور ہیں پھر حیوانات کے متعلق پھر نباتات کے متعلق مطلب یہ کہ طاعات سے آخرت کا تہیہ کرنا چاہیے جہاں جزاء وسزا ہونے والی ہے اور اسی طاعت کا طریقہ بتلانے کے لئے ہم نے قرآن نازل کیا ہے اور آپ کو اُس کی تبلیغ کا مامور کیا ہے سو اُس قرآن کی نسبت ہم وعدہ کرتے ہیں کہ) ہم (جتنا) قرآن (نازل کرتے جاویں گے) آپ کو پڑھا دیا کریں گے (یعنی یاد کرا دیا کریں گے) پھر آپ (اُس میں سے کوئی جزو) نہیں بھولیں گے مگر جس قدر (بھلانا) اللہ کو منظور ہو (کہ نسخ کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کما قال تعالیٰ مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا ...... [البقرۃ: ۱۰۶] سو وہ البتہ آپ کے اور سب کے اذہان سے فراموش کر دیا جاوے گا اور یہ یاد رکھانا اور فراموش کرا دینا یہ سب قرین حکمت ہوگا کیونکہ) وہ ہر ظاہر اور مخفی کو جانتا ہے (پس اُس سے کسی چیز کی مصلحت مخفی نہیں اس لئے جب محفوظ رکھنا مصلحت ہوتا ہے محفوظ رکھتے ہیں جب بھلا دینا مصلحت ہوتا ہے بھلا دیتے ہیں) اور (جیسا ہم آپ کو قرآن کا یاد ہونا آسان کر دیں گے اسی طرح) ہم اس آسان شریعت کے (ہر حکم پر چلنے) کے لئے آپ کو سہولت دے دیں گے (یعنی سمجھنا بھی آسان ہوگا اور عمل بھی آسان ہوگا اور تبلیغ بھی آسان ہو جاوے گی اور مزاحمتوں کو دفع کر دیں گے اور شریعت کو یسری سے موصوف کرنا بطور مدح کے ہے یا اس لئے کہ وہ سبب ہے جب آپ کے لئے وحی کے متعلق ہر بات کے آسان کر دینے کا ہم وعدہ کرتے ہیں) تو آپ (جس طرح خود تسبیح وتقدیس کرتے ہیں اسی طرح دوسروں کو بھی) نصیحت کیا کیجئے اگر نصیحت کرنا مفید ہوتا ہو (مگر جیسا کہ ظاہر اور معلوم ہے کہ وہ فی نفسہٖ مفید ہوتی ہے کما قال تعالیٰ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ [الذاریات: ۵۵] وہی شخص نصیحت مانتا ہے جو (خدا سے ڈرتا ہے اور جو سخت بدنصیب ہو وہ اُس سے گریز کرتا ہے جو (آخر کار) بڑی آگ میں (یعنی آتش دوزخ میں کہ دُنیا کی آگ سے بڑی ہے) داخل ہوگا پھر (اُس سے بڑھ کر یہ کہ) اُس میں مر ہی جاوے گا اور نہ (آرام کی زندگی) جئے گا (یعنی گو شرط تذکر نہ پائے جانے سے کہیں تذکر کا ترتب نہ ہو لیکن تذکیر فی نفسہٖ نافع ہے اور وجوب کے لئے یہی کافی ہے خلاصہ اول سورت سے یہاں تک کا یہ ہوا کہ آپ اپنی بھی تکمیل کیجئے اور دوسروں کو بھی اس کی تبلیغ کیجئے کہ ہم آپ کے معاون ہیں اور فی نفسہٖ وہ ضروری چیز بھی ہے آگے: سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى ۝ کی تفصیل ہے کہ) بامراد ہوا جو شخص (قرآن سن کر خبائث عقائد واخلاق سے) (پاک ہو گیا اور اپنے رب کا نام لیتا اور نماز پڑھتا رہا (مگر اے منکرو تم قرآن سن کر نہیں مانتے اور آخرت کا سامان نہیں کرتے) بلکہ تم دُنیوی زندگی کو مقدم رکھتے ہو حالانکہ آخرت (دُنیا سے) بدر جہا بہتر اور پائیدار ہے (یعنی کیفاً وکماً افضل ہے اور یہ مضمون صرف قرآن ہی کا دعویٰ نہیں بلکہ) یہ مضمون اگلے صحیفوں میں بھی ہے یعنی ابراہیم اور موسیٰ (علیہما السلام) کے صحیفوں میں (پس زیادہ ترمؤکد ہوا)۔

ف: روح المعانی میں عبد بن حمید کی روایت سے حدیث مرفوع مذکور ہے کہ ابراہیم علیہ السلام پر دس صحیفے نازل ہوئے اور موسیٰ علیہ السلام پر قبل تورات کے دس اور وعدہ سَنُقْرِئُكَ یا تو ابتداءً ہو یا آپ کی تعجیل بالوحی وتحریک لسان پر ہوا ہو واللہ علم۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۝ وَ ذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ۝ اعمال مقصودہ اہل طریق کا جامع ہے۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ قوله في سبح اور جو مؤمن يؤيد العموم قوله عليه الصلوٰة والسلام لما نزلت اجعلوها في سجودكم ۱۲۔ ۲ قوله بڑھ کر اشارة الى ان التراخي الرتبي ۱۲۔

اللغات: غثاء ما يقذف به السيل على جانب الوادي من الحشيش والنبات احوٰى من الحوت وهي السواد الجهر في الروح ما ظهر قولا او فعلا او غيرهما وليس خاصا بالاقوال آه قلت ويؤيده قوله تعالىٰ ارنا الله جهرة قوله ان نفعت حمل على الشرط كما هو المشهور فالمقصود تاكيد الامر بالتذكير اى ذكر ان كانت الذكرى نافعة ومعلوم انها نافعة كما يقال ادحقه ان كان ابا لك وكقوله ان تغفر اللهم تغفر جماد اى عبدلك لا الماد المقصود اغراء المخاطب على الفعل وتنبيه على ما تضمنه الشرط فافهم ۱۲۔

البلاغة: قوله وسبح اسم هو مقحم او المراد ان الاسم لما كان يجب تنزيهه فالمسمى بالاولىٰ قوله وما يخفي آثر فيه صيغة الضارع للاستمرار لان الاظهار يكون احياناً وغالب الاحوال على الاشياء هو اخفاء لان الشئ اذا ظهر انقضى ظهوره ثم يصير مخفيا فافهم فانه من المواهب قوله نيسرك لليسرى في الروح تعلق التيسير به صلى الله عليه وسلم مع ان الشائع تعليقه بالامور المسخرة للفاعل كما في قوله تعالىٰ ويسرلي امرى للايذان بقوة تمكينه عليه السلام من اليسرى والتصرف فيها بحيث صار ذلك ملكة راسخة له كانه عليه الصلوٰة والسلام جبل عيه قوله تزكى كان الظاهر قد افلح من تذكر الا انه وضع من تزكى الى آخره موضع من تذكر اشارة الى بيان المتذكر بسماته كذا في الروح ۱۲۔

سورۃ الغاشیۃ

سورۃ الغاشیۃ ٨٨ مکیۃ ٦٨ | بسم اللہ الرحمٰن الرحیم | اٰیاتھا ٢٦ | رکوعھا ١

سورۃ الغاشیہ مکہ میں نازل ہوئی — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اس میں ٢٦ آیات اور ا رکوع ہے

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ۝١ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ۝٢ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۝٣ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ۝٤
تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ۝٥ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا مِنْ ضَرِيْعٍ ۝٦ لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ ۝٧ وُجُوْهٌ
يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ۝٨ لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ۝٩ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۝١٠ لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً ۝١١ فِيْهَا عَيْنٌ جَارِيَةٌ ۝١٢
فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ ۝١٣ وَّاَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ ۝١٤ وَّنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ ۝١٥ وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوْثَةٌ ۝١٦ اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ
اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ۝١٧ وَاِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ۝١٨ وَاِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ۝١٩ وَاِلَى الْاَرْضِ
كَيْفَ سُطِحَتْ ۝٢٠ فَذَكِّرْ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ۝٢١ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ ۝٢٢ اِلَّا مَنْ تَوَلّٰى وَكَفَرَ ۝٢٣ فَيُعَذِّبُهُ
اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَكْبَرَ ۝٢٤ اِنَّ اِلَيْنَآ اِيَابَهُمْ ۝٢٥ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ۝٢٦

وقف لازم — ع ١ — النصف ١٢

آپ کو اس محیط عام واقعہ کی کچھ خبر پہنچی ہے (مراد اس واقعہ سے قیامت ہے) بہت سے چہرے اس روز ذلیل (اور) مصیبت جھیلتے (اور مصیبت جھیلنے سے) خستہ ہوں گے (اور) آتش سوزاں میں داخل ہوں گے (اور) کھولتے ہوئے چشمے سے پانی پلائے جائیں گے (اور) ان کو بجز ایک خاردار جھاڑ کے اور کوئی کھانا نصیب نہ ہوگا جو نہ (تو کھانے والوں کو) فربہ کرے گا اور نہ (ان کی) بھوک کو دفع کرے گا۔ بہت سے چہرے اس روز بارونق (اور) اپنے (نیک) کاموں کی بدولت خوش ہوں گے (اور) بہشت بریں میں ہوں گے جس میں کوئی لغویات نہ سنیں گے اس بہشت میں بہتے ہوئے چشمے ہوں گے (اور) اس (بہشت) میں اونچے اونچے تخت (بچھے) ہیں اور رکھے ہوئے آبخورے (موجود) ہیں اور برابر لگے ہوئے گدے (تکیے) ہیں اور سب طرف قالین (ہی قالین) پھیلے پڑے ہیں۔ تو (ان کی غلطی ہے کیونکہ) کیا وہ لوگ اونٹ کو نہیں دیکھتے کہ کس طرح (عجیب طور پر) پیدا کیا گیا ہے اور آسمان کو (نہیں دیکھتے) کہ کس طرح بلند کیا گیا ہے اور پہاڑوں کو (نہیں دیکھتے) کہ کس طرح کھڑے کئے گئے ہیں اور زمین کو (نہیں دیکھتے) کہ کس طرح بچھائی گئی ہے تو آپ (بھی ان کی فکر میں نہ پڑیئے بلکہ صرف) نصیحت کر دیا کیجئے (کیونکہ) آپ تو صرف نصیحت کرنے والے ہیں (اور) آپ ان پر مسلط نہیں ہیں (جو زیادہ فکر میں پڑیں) ہاں مگر جو روگردانی اور کفر کرے گا تو خدا اس کو آخرت میں بڑی سزا دے گا کیونکہ ہمارے ہی پاس ان کا آنا ہوگا پھر ہمارا ہی کام ان سے حساب لینا ہے (آپ زیادہ غم میں نہ پڑیئے)۔

سورة الغاشية مكية وهي ست وعشرون اٰية كذا في البيضاوي۔

تفسیر ربط: سورت سابقہ میں تہیہ للآخرۃ کا امر تھا اس سورت میں آخرت کے لئے تہیہ کرنے والے اور نہ کرنے والے کی جزاء وسزا مقصوداً مذکور ہے اور اس بعث وجزاء کی تقریر کے لئے قدرت کا اثبات اور بعث وجزاء کے انکار کرنے پر آپ کے حزن کا ازالہ اور تسلیہ اخیر میں ارشاد ہوا ہے۔

مجازات فریقین وتصحیح بعث وتسلیۂ نبیؐ: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ ۝١ (الی قولہ تعالٰی) ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ۝٢٦

آپ کو اس محیط عام واقعہ کی کچھ خبر پہنچی ہے (مراد اس واقعہ سے قیامت ہے کہ تمام عالم کو اُس کا اثر محیط ہوگا اور مقصود اس استفہام سے تشویق ہے جو مفید ہے اہتمام مستفہم عنہ کو آگے بصورت جواب اُس خبر کی تفصیل ہے یعنی) بہت سے چہرے اُس روز ذلیل (اور) مصیبت جھیلتے (اور مصیبت جھیلنے سے) خستہ (اور درماندہ) ہوں گے (اور) آتش سوزاں میں داخل ہوں گے (اور) کھولتے ہوئے چشمہ سے پانی پلائے جاویں گے (اور) اُن کو بجز ایک خاردار جھاڑ کے اور کوئی کھانا نصیب نہ ہوگا جو نہ (تو کھانے والوں کو) فربہ کرے گا اور نہ (اُن کی) بھوک کو دفع کرے گا (یعنی نہ اُس میں تغذی ہے نہ سدِ جوع ہے اور مصیبت جھیلنے سے مُراد حشر میں پریشان پھرنا اور دوزخ میں سلاسل واغلال کو لادنا دوزخ کے پہاڑوں پر چڑھنا اور اُس کے اثر سے خستگی ظاہر ہے اور کھولتا ہوا چشمہ وہی جس کو دوسری آیتوں میں حمیم فرمایا ہے اور اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں اس کا بھی چشمہ ہوگا اور ضریع میں حصر طعام کا اضافی ہے یعنی اطعمۂ مرغوبہ لذیذہ کی نفی مقصود ہے پس زقوم وغسلین کے اثبات سے اس کا تعارض نہیں اور چہروں سے مُراد اصحاب چہرہ ہیں۔ یہ تو دوزخیوں کا حال ہوا آگے اہل جنت کا حال ہے یعنی) بہت سے چہرے اُس روز بارونق (اور) اپنے (نیک) کاموں کی بدولت خوش ہوں گے (اور) بہشت بریں میں ہوں گے جن میں کوئی لغو بات نہ سنیں گے: (لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا [الواقعۃ: ۲۵] اور) اُس (بہشت) میں بہتے ہوئے چشمے[1] ہوں گے (اور) اُس (بہشت) میں اونچے اونچے تخت (بچھے) ہیں اور رکھے ہوئے آبخورے (موجود) ہیں (یعنی یہ سامان اُس کے سامنے ہی موجود ہوگا) تا کہ جب پینے کو جی چاہے دیر نہ لگے) اور برابر لگے ہوئے گدے (تکئے) ہیں اور سب طرف قالین (ہی قالین) پھیلے پڑے ہیں (کہ جہاں چاہیں آرام کرلیں ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا بھی نہ پڑے یہ تفصیل ہوگئی جزاء کی اور ان مضامین کو سن کر جو بعضے لوگ قیامت کا انکار کرتے ہیں جس میں یہ سب واقعات ہوں گے) تو (اُن کی غلطی ہے کیونکہ) کیا وہ لوگ اونٹ کو نہیں دیکھتے کہ کس طرح (عجیب طور پر) پیدا کیا گیا ہے (کہ ہیئت اور خاصیت دونوں اور جانوروں کی نسبت اس میں عجیب ہیں) اور آسمان کو (نہیں دیکھتے) کہ کس طرح بلند کیا گیا ہے اور پہاڑوں کو (نہیں دیکھتے) کہ کس طرح کھڑے کئے گئے اور زمین کو (نہیں دیکھتے) کہ کس طرح بچھائی گئی ہے (یعنی اُن چیزوں کو دیکھ کر قدرت الٰہیہ پر استدلال نہیں کرتے تا کہ اُس کا بعث پر قادر ہونا سمجھ لیتے اور تخصیص ان چار چیزوں کی اس لئے ہے کہ عرب کے لوگ اکثر جنگلوں میں چلتے پھرتے رہتے تھے اُس وقت اُن کے سامنے اونٹ ہوتے تھے اور اوپر آسمان اور نیچے زمین اور اطراف میں پہاڑ اس لئے ان علامات میں غور کرنے کے لئے ارشاد فرمایا گیا اور جب یہ لوگ باوجود قیام دلائل کے غور نہیں کرتے) تو آپ (بھی ان کی فکر میں زیادہ نہ پڑیئے بلکہ صرف) نصیحت کر دیا کیجئے (کیونکہ) آپ تو بس صرف نصیحت کرنے والے ہیں (اور) آپ ان پر مسلط نہیں ہیں (جو زیادہ فکر میں پڑیں) ہاں مگر جو روگردانی اور کفر کرے گا تو خدا اُس کو (آخرت میں) بڑی سزا دے گا (کیونکہ) ہمارے ہی پاس ان کا آنا ہوگا پھر ہمارا ہی کام اُن سے حساب لینا ہے (آپ غم میں نہ پڑیئے)۔

ف: **وليس في السطح دلالة على عدم كرية الارض لانها في النظر مسطحة ويمكن ان تكون في الحقيقة كرة الا انها لعظمها لا تدرك كريتها۔**

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ...... روایات سے اس کا عابدین اہل باطل کے بارہ میں ہونا معلوم ہوتا ہے کہ محنت ہی محنت پڑتی ہے اور انجام صرف جہنم تو جو شخص ضلالت وبدعت کی حالت میں عبادت کرے وہ بھی اس میں داخل ہے۔

ملحقات الترجمۃ: [1] **قوله في عين چشمے حملا على الجنس لان الجنة ذات عيون ۱۲۔**

اللغات: **ضريع الشبرق اليابس وهي شجرة ذات شوك لاطئة بالارض نمارق وسائد مصفوفة صفت بعضها الى جنب بعض زرابي بسط فاخرة وقيل هي الطنافس التي لها خمل رقيق مبثوثة مبسوطة او متفرقة في المجالس قوله ثم ان علينا ثم للتراخي في الرتبة والترقي لان الحساب وان كان متاخر عن الاياب لكن كون الحساب علىٰ انه لا يتاخر عن الاياب ويمكن ان يقال ان المقصود بالجملة الثانية وقوع الحساب لاكون الحساب على الله تعالىٰ لكن عبربه اشارة الى كون ولاية الحساب الى الله تعالىٰ خاصة ۱۲۔**

النحو: **الا من تولى استثناء منقطع ۱۲۔**

البلاغۃ: **جارية وصف به ايذانا بانها غير منقطعة ۱۲۔**

سُوْرَةُ الْفَجْر

سُوْرَةُ الْفَجْرِ ۸۹ مَكِّيَّةٌ ۱۰ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ۳۰ رُكُوْعُهَا ۱

سورۃ الفجر مکہ میں نازل ہوئی — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اس میں ۳۰ آیات اور ارکوع ہے

وَالْفَجْرِ ۝۱ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۝۲ وَّالشَّفْعِ وَالْوَتْرِ ۝۳ وَالَّيْلِ اِذَا يَسْرِ ۝۴ هَلْ فِيْ ذٰلِكَ قَسَمٌ لِّذِيْ حِجْرٍ ۝۵ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۝۶ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۝۷ الَّتِيْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ۝۸ وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ۝۹ وَفِرْعَوْنَ ذِي الْاَوْتَادِ ۝۱۰ الَّذِيْنَ طَغَوْا فِي الْبِلَادِ ۝۱۱ فَاَكْثَرُوْا فِيْهَا الْفَسَادَ ۝۱۲ فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ۝۱۳ اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ۝۱۴ فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ ۝۱۵ وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ ۙ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ ۝۱۶ كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ ۝۱۷ وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۝۱۸ وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا ۝۱۹ وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ۝۲۰ كَلَّآ اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ۝۲۱ وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ۝۲۲ وَجِايْٓءَ يَوْمَئِذٍۭ بِجَهَنَّمَ ۙ يَوْمَئِذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ۝۲۳ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِيْ ۝۲۴ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗٓ اَحَدٌ ۝۲۵ وَّلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗٓ اَحَدٌ ۝۲۶ يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝۲۷ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝۲۸ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ۝۲۹ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ۝۳۰

قسم ہے (فجر کے وقت کی اور (ذی الحجہ کی) دس راتوں کی اور جفت کی اور طاق کی اور (قسم ہے) رات کی جب وہ چلنے لگے (یعنی گزرنے لگے) کیوں اس (قسم مذکور) میں عقلمندوں کے واسطے کافی قسم بھی ہے کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے پروردگار نے قوم عاد (یعنی) قوم ارم کے ساتھ کیا معاملہ کیا جن کے قد و قامت ستونوں جیسے دراز تھے اور جن کی برابر (زور و قوت میں دنیا بھر کے) شہروں میں کوئی شخص نہیں پیدا کیا گیا اور (اور آپ کو معلوم ہے کہ) قوم ثمود کے (ساتھ کیا معاملہ کیا گیا) جو وادی القریٰ میں (پہاڑ کے) پتھروں کو تراشا کرتے تھے (اور مکانات بنایا کرتے تھے) اور میخوں والے فرعون کے ساتھ جنہوں نے شہروں میں سر اٹھا رکھا تھا اور ان میں بہت فساد مچا رکھا تھا سو آپ کے رب نے ان پر عذاب کا کوڑا برسایا بے شک آپ کا رب (نافرمانوں کے) گھات میں ہے۔ سو آدمی کو جب اس کا پروردگار آزماتا ہے یعنی اس کو (ظاہراً) اکرام انعام دیتا ہے تو وہ (بطور فخر) کہتا ہے کہ میرے رب نے میری قدر بڑھا دی اور جب اس کو (دوسری طرح) آزماتا ہے یعنی اس کی روزی اس پر تنگ کر دیتا ہے تو وہ (شکایتاً) کہتا ہے کہ میرے رب نے میری قدر گھٹا دی ہرگز ایسا نہیں بلکہ تم (میں اور اعمال بھی موجب عذاب ہیں چنانچہ تم) لوگ یتیم کی (کچھ) قدر (اور خاطر) نہیں کرتے ہو اور دوسروں کو بھی مسکین کو کھانا دینے کی ترغیب نہیں دیتے اور (تم) میراث کا مال سمیٹ کر کھا جاتے ہو (یعنی دوسروں کا حق بھی کھا جاتے ہو) اور مال سے تم لوگ بہت ہی

محبت رکھتے ہو۔ (آگے ان افعال کے موجب العذاب نہ سمجھنے پر سرزنش ہے) کہ ہرگز ایسا نہیں (جیسا تم سمجھتے ہو) جس وقت زمین کو توڑ توڑ کر (اور) ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا اور آپ کا پروردگار اور جوق در جوق فرشتے (میدان محشر میں) آئیں گے اور اس روز جہنم کو لایا جائے گا اس روز انسان کو سمجھ آئے گی اور اب سمجھ آنے کا موقع کہاں رہا کہے گا کاش میں اس زندگی (اخروی) کے لئے کچھ عمل (نیک) آگے بھیج لیتا پس اس روز تو خدا کے عذاب کے برابر کوئی عذاب دینے والا نکلے گا اور نہ اس کے جکڑنے کے برابر کوئی جکڑنے والا نکلے گا (اور) جو اللہ کے فرمانبردار تھے ان کو ارشاد ہوگا کہ اے اطمینان والی روح تو اپنے پروردگار (کے جوار رحمت) کی طرف چل اس طرح سے کہ تو اس سے خوش اور وہ تجھ سے خوش پھر (ادھر چل کر) تو میرے (خاص) بندوں میں شامل ہو جا (کہ یہ بھی نعمت روحانی ہے) اور میری جنت میں داخل ہو جا۔

سورة الفجر مكية وهي تسع وعشرون اٰية كذا في البيضاوي۔

تفسیر ربط: سورت سابقہ میں مجازات فریقین کا ذکر تھا اس سورت میں معظم مقصود فریقین کے اعمال موجبہ مجازات کا بیان ہے اور تمہید میں بعض اُمم مہلکہ کا جن کے اعمال موجب سزا تھے اور اخیر میں بطور تتمیم کے بعض جزائے فریقین کا مضمون ہے۔

ذکر اعمال موجبہ جزاء وسزا واعمال مستحقین آن وبعضے از تفصیل او: بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ وَالۡفَجۡرِ ۝۱ وَلَیَالٍ عَشۡرٍ ۝۲ (الی قولہ تعالیٰ) فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبٰدِیۡ ۝۲۹ وَادۡخُلِیۡ جَنَّتِیۡ ۝۳۰ قسم ہے فجر (کے وقت) کی اور (ذی الحجہ کی) دس راتوں (یعنی دس تاریخوں) کی (کہ وہ نہایت فضیلت والی ہیں **كذا فسر في الحديث**) اور جفت کی اور طاق کی (جفت سے مُراد دسویں تاریخ ذی الحجہ کی اور طاق سے نویں تاریخ **كذا في الحديث** اور ایک حدیث میں ہے کہ اس سے نماز مراد ہے کہ کسی کی طاق رکعتیں ہیں کسی کی جفت اور پہلی حدیث کو روایۃً بھی اصح کہا گیا ہے **كذا في الروح** اور درایۃً بھی وہ ارجح ہے کیونکہ بقیہ مقسم بہ ازمنہ میں سے ہیں اور یہ تطبیق بھی ہوسکتی ہے کہ شفع ووتر سے مراد شفع ووتر معظم ہو اور دونوں اُس کے مصداق ہو جاویں گے) اور (قسم ہے) رات کی جب وہ چلنے لگے (یعنی گزرنے لگے کقولہ تعالیٰ: وَالَّیۡلِ اِذۡ اَدۡبَرَ [المدثر: ۳۳] آگے بطور جملۂ معترضہ کے تاکید کے لئے اس قسم کی تفخیم فرماتے ہیں کہ) کیوں اِس (قسم مذکور) میں عقلمند کے واسطے کافی قسم بھی ہے (استفہام تقریر وتاکید کے لئے ہے یعنی ان مذکورہ قسموں میں ہر ہر قسم تاکید کلام کے لئے ہے کہ منکروں کو ضرور سزا ہوگی **كما في الجلالين** جس پر آئندہ کلام قرینہ ہے جس میں منکرین سابقین کی تعذیب کا ذکر ہے یعنی) کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے پروردگار نے قوم عاد یعنی قوم ارم کے ساتھ کیا معاملہ کیا جن کے قد وقامت ستون جیسے (دراز) تھے (اور) جن کے برابر (زور وقوت) میں دنیا بھر کے شہروں میں کوئی شخص نہیں پیدا کیا گیا (اس قوم کے دو لقب ہیں عاد اور ارم کیونکہ عاد بیٹا ہے عاص کا اور وہ ارم کا اور وہ سام بن نوح علیہ السلام کا پس کبھی اُن کو عاد کہتے ہیں **تسمية لهم باسم ابيهم** اور کبھی ارم کہتے ہیں **تسمية لهم باسم جدهم** اور اس ارم کا ایک بیٹا عابر ہے اور عابر کا بیٹا ثمود جس کے نام سے ایک قوم مشہور ہے پس عاد اور ثمود دونوں ارم میں جا ملتے ہیں عاد بواسطہ عاص کے اور ثمود بواسطہ عابر کے اور یہاں لفظ ارم اس لئے بڑھا دیا کہ اس قوم عاد میں دو طبقے ہیں متقدمین جن کو عاد اولیٰ اور متاخرین جن کو عاد اخریٰ کہتے ہیں پس ارم بڑھا دینے سے اشارہ ہو گیا کہ عاد اولیٰ مُراد ہے کیونکہ بوجہ قرب وقلت وسائط کے ارم کا اطلاق عاد اولیٰ پر ہوتا ہے **كذا في الروح وهذا التحقيق عندي قاض على ما سبق في الاعراف والنجم** واللہ اعلم) اور (آگے عاد کے بعد دوسرے مہلکین کا بیان فرماتے ہیں کہ آپ کو معلوم ہے کہ) قوم ثمود کے ساتھ (کیا معاملہ کیا) جو وادی القریٰ میں (پہاڑ کے) پتھروں کو تراشا کرتے تھے (اور مکانات بنایا کرتے تھے۔ وادی القریٰ اُن کے شہروں میں سے ایک شہر کا نام ہے جیسا ایک کا نام حجر ہے اور یہ سب حجاز اور شام کے درمیان میں ہیں اور سب میں ثمود رہتے تھے **كذا في بعض التفاسير**) اور میخوں والے فرعون کے ساتھ (در منثور میں ابن مسعودؓ وسعید بن جبیر ومجاہد وحسن وسدی سے اس کی تفسیر میں منقول ہے کہ وہ جس کو سزا دیتا اُس کے چاروں ہاتھ پاؤں چار میخوں سے باندھ کر سزا دیتا اور ایک تفسیر اس کی سورۂ ص میں گزر چکی۔ آگے سب کی صفت مشترکہ فرماتے ہیں کہ) جنہوں نے شہروں میں سر اُٹھا رکھا تھا اور ان میں بہت فساد مچا رکھا تھا سو آپ کے رب نے اُن پر عذاب کا کوڑا برسایا (یعنی عذاب نازل کیا پس عذاب کو کوڑے سے اور اُس کے نازل کرنے کو برسانے سے تعبیر فرمایا آگے اس عذاب کی علت اور موجودین کی عبرت کے لئے ارشاد ہے کہ) بے شک آپ کا رب (نافرمانوں کی) گھات میں ہے (جن میں سے مذکورین کو تو ہلاک کر دیا اور موجودین کو عذاب کرنے والا ہے) سو (اس کا مقتضا یہ تھا کہ کفار موجودین عبرت پکڑتے اور اعمال مُوجبہ للعذاب سے بچتے لیکن کافر) آدمی (کا یہ حال ہے کہ اعمال مُوجبہ للعذاب کو اختیار کرتا ہے جن سب کی اصل حُب دنیا ہے چنانچہ اُس) کو جب اُس کا پروردگار آزماتا ہے یعنی اُس کو (ظاہراً) انعام اکرام دیتا ہے (مثل مال وجاہ وغیرہ جس سے مقصود اُس کی شکر گزاری کا دیکھنا ہوتا ہے اور اسی وجہ سے اُس کو آزمانے سے تعبیر فرمایا) تو وہ (افتخاراً وزعماً للاستحقاق) کہتا ہے کہ میرے رب نے میری قدر بڑھا دی (یعنی میں اس کا مقبول ہوں کہ مجھ کو ایسی نعمتیں دیں) اور جب اُس کو (دوسری طرح) آزماتا ہے یعنی اُس کی روزی اُس پر تنگ کر دیتا ہے (جس سے مقصود اُس کے صبر ورضا کا دیکھنا ہوتا ہے اور اسی وجہ سے اُس کو آزمانے سے تعبیر فرمایا) تو وہ شکایتاً کہتا ہے کہ میرے رب نے میری قدر گھٹا دی (یعنی مجھ کو باوجود استحقاق اکرام کے اپنی نظر سے آج کل

گرار کھا ہے کہ دُنیوی نعمتیں کم ہوگئیں۔مطلب یہ کہ کافر دنیا ہی کو مقصود بالذات سمجھتا ہے کہ اُس کی فراخی کو دلیل مقبولیت اور اپنے کو اُس کا مستحق اور تنگی کو دلیل مطرودیت اور اپنے کو اُس کا غیر مستحق سمجھتا ہے پس اس میں دو محذور ہیں ایک دُنیا کو مقصود بالذات سمجھنا جس سے ترک وانکار آخرت ناشی ہوا اور دوسرے دعویٰ استحقاق جس سے نعمت پر افتخار وترک شکر اور بلا پر شکوہ وترک صبر ناشی ہوا اور یہ سب اعمال موجبہ للعذاب ہیں آگے اس پر ردع ہے کہ) ہرگز ایسا نہیں (یعنی نہ تو دنیا مقصود بالذات ہے اور نہ اُس کا ہونا نہ ہونا دلیل مقبولیت ومخذولیت کی ہے اور نہ کوئی کسی اکرام کا مستحق ہے اور نہ کوئی صبر وشکر کے وجوب سے مستثنیٰ ہے آگے بصیغۂ خطاب بطور التفات کے فرماتے ہیں کہ تم لوگوں میں صرف یہی اعمال موجبہ للعذاب نہیں ہیں) بلکہ (تم میں اور اعمال بھی مذموم ونامرضی عنداللہ وموجب للعذاب ہیں چنانچہ) تم لوگ یتیم کی (کچھ) قدر (اور خاطر) نہیں کرتے ہو (مطلب یہ کہ یتیم کی اہانت اور اس پر ظلم کرتے ہو کہ اُس کا مال کھا جاتے ہو) اور دوسروں کو بھی مسکین کو کھانا دینے کی ترغیب نہیں دیتے (یعنی دوسروں کے حقوق واجبہ نہ خود ادا کرتے ہو اور نہ اوروں کو حقوق واجبہ ادا کرنے کو کہتے ہو اور عملاً اس کے تارک اور اعتقاداً اس کے منکر ہو اور ترک واجب کفار کے لئے موجب زیادت تعذیب اور فساد اعتقاد موجب نفس تعذیب ہے) اور (تم) میراث کا مال سمیٹ کر کھا جاتے ہو (یعنی دوسروں کا حق بھی کھا جاتے ہو اور میراث تفصیل موجود گو مکہ میں مشروع نہ تھی مگر نفس میراث شرع ابراہیمی واسماعیلی سے متوارث چلی آتی تھی چنانچہ جاہلیت میں بچوں اور لڑکیوں کو میراث کا مستحق نہ سمجھنا اس کی دلیل ہے کہ میراث کا حکم پہلے سے بھی تھا جس کا بیان سورۂ نساء کے پہلے رکوع آیت: لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ ...... [النساء : ۷] کے متعلق اس کا بیان گزر چکا ہے) اور (تم لوگ) مال سے بہت ہی محبت رکھتے ہو (اور اعمال مذکورہ سب اسی کی فرع ہیں کیونکہ حب دنیا کل خطیئات کا راس ہے غرض یہ سب اعمال قولیہ وفعلیہ وحالیہ موجب تعذیب ہیں پس انسان کا یہ حال ہے کہ مضامین عبرت کو سن کر بجائے اس کے کہ عبرت پکڑتا ایسے اعمال اختیار کرتا ہے پس اللہ تعالیٰ ان کو عذاب دینے والا ہے کما قال تعالیٰ: اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ﴿۱۴﴾ آگے ان افعال کے غیر موجب للعذاب سمجھنے پر ردع ہے کہ) ہرگز ایسا نہیں (جیسا تم سمجھتے ہو کہ ان اعمال پر عذاب نہ ہوگا ضرور ہوگا آگے مجازات کا وقت بتلاتے ہیں جس میں اُن کو عذاب اور اہل طاعت کو اجر وثواب ہوگا پس ارشاد ہے کہ) جس وقت (کے بلند اجزائے[۲] جبال وغیرہ) کو توڑ توڑ کر (اور) ریزہ ریزہ (کر کے زمین کو برابر) کر دیا جاوے گا (کقولہ تعالیٰ :لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَاۤ اَمْتًا [طٰه : ۱۰۷] کذا فی طٰہٰ) اور آپ کا پروردگار اور جوق جوق فرشتے (میدان محشر میں) آویں گے (یہ حساب کے وقت ہوگا اور اللہ تعالیٰ کا آنا متشابہات میں سے ہے) اور اُس روز جہنم کو لایا جاوے گا (جیسا سورۂ مدثر میں :وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ [المدثر : ۳۱] کے متعلق بیان ہو چکا ہے) اُس روز انسان کو سمجھ آوے گی اور اب سمجھ آنے کا موقع کہاں رہا (یعنی اب کیا فائدہ ہوسکتا ہے کیونکہ وہ دار الجزاء ہے دار العمل نہیں۔آگے سمجھ آنے کے بعد جو اُس کا قول ہوگا اُس کا بیان ہے کہ وہ) کہے گا کاش میں اس زندگی (اخروی) کے لئے کوئی عمل (نیک) آگے بھیج لیتا پس اُس روز نہ تو خدا کے عذاب کے برابر کوئی عذاب دینے والا نکلے گا اور نہ اُس کے جکڑنے کے برابر کوئی جکڑنے والا نکلے گا (یعنی ایسی سخت سزا اور قید کرے گا کہ دنیا[۳] میں کبھی کسی نے کسی کو نہ اتنی سخت سزا دی ہوگی نہ ایسی سخت قید کی ہوگی یہ سزا تو مرتکبین اعمال موجبہ للعذاب کی ہوگی اور جو اللہ کے فرمانبردار تھے اُن کو ارشاد ہوگا کہ) اے اطمینان والی روح (یعنی جس کو امر حق میں ایقان واذعان تھا اور کسی طرح کا شک وانکار نہ تھا اور تعبیر روح سے باعتبار جزء اشرف کے ہے) تو اپنے پروردگار (کے جوار رحمت) کی طرف اس طرح سے کہ تو اُس سے خوش اور وہ تجھ سے خوش پھر (اُدھر چل کر) تو میرے (خاص) بندوں میں شامل ہو جا (کہ یہ بھی نعمت روحانی ہے کہ انس کے لئے احباب سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں) اور میری جنت میں داخل ہو جا (لفظ مطمئنہ میں ان لوگوں کے اعمال کی طرف اشارہ ہو گیا جیسا کہ ظاہر ہے اور زیادہ تفصیل اعمال موجبہ عذاب کی شاید اسلئے ہے کہ زیادہ مقصود اہل مکہ کو سنانا ہے) اور اس وقت وہاں ایسے اعمال کے مرتکب زیادہ تھے۔

ف: قرینہ سقام سے یہ خطاب يٰۤاَيَّتُهَا النَّفْسُ...... قیامت کے روز معلوم ہوتا ہے اور بعض روایات میں جو آیا ہے مرنے کے وقت مؤمن سے کہا جاتا ہے وہاں تفسیر آیت کی مقصود نہیں نہ وقت موت کی تخصیص ہے اور شروع سورت کی قسموں کو جواب قسم سے مناسبت یہ ہوسکتی ہے کہ یہ سب دلیل ہیں تصرفاتِ الٰہیہ کی جو مقتضی وجوب ایمان وطاعت کو ہیں اور ترک واجب پر عذاب کا مرتب ہونا ظاہر ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ : فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ رَبُّهٗ (الی قولہ تعالی) كَلَّا اس سے معلوم ہوا کہ بعضے جاہل جو کہا کرتے ہیں کہ جب سے ہم فلانے سلسلہ میں داخل ہوئے مال اور فراغت میں ترقی ہوگئی تو یہ دلیل ہے اس سلسلہ کے مقبول ہونے کی یہ جہل محض ہے۔

ملحقات الترجمۃ: [۱] **قوله فى هل فى ذلك** کیوں اشارة الى ان الاستفهام للتاكيد كذا فى الخازن ۱۲۔ [۲] **قوله فى دكت الارض** بلند اجزاء ماخذه ما فى الروح عن المبرد الدك حط المرتفع بالبسط والتسوية ۱۲۔ [۳] **قوله فى لا يعذب** دُنیا میں الخ ما خذه ما فى الخازن اى لا يعذب احد فى الدنيا كعذاب الله الكافر يومئذٍ والكبير ففيه قال مقاتل فيومئذٍ لا يعذب عذاب الله احدمن الخلق والمعنى لا يبلغ احد من الخلق كبلاغ الله فى العذاب والوثاق قال ابو عبيدة هذا التفسير ضعيف لانه ليس يوم القيٰمة معذب

سوی اللّٰہ تعالٰی فکیف یقال لا یعذب احد مثل عذابه واجیب عن ھٰذا الاعتراض بان التقدیر لا یعذب احد فی الدنیا عذاب الله الکافر یومئذٍ اھ وفی الکبیر بعد ھذا احتمالا ما نصه الثانی ان المعنی لا یتولی یوم القیامة عذاب الله احد ای والامر یومئذ امره ولا امر لغیره والثالث ان یکون التقدیر لا یعذب احد من الزبانیة مثل ما یعذبونه فالضمیر فی عذابه عائد الی الانسان وقرء الکسائی لا یعذب ولا یوثق بفتح العین فیهما ای لا یعذب احد مثل عذابه لتناهیه فی کفره وفساده آه ۱۲۔

اللُّغَاتُ: یسر اصله یسری حذفت الیاء تخفیفا الحجر العقل واصله المنع۱۲۔ تراث ای المیراث واصله راث فابدلت الواو تاءً لما هو الجمع ای ذالم وهو نفس اللم علی المبالغة والمراد به هنا الجمع بین الحلال والحرام یعنی انکم تجمعون بین نصیبکم ونصیب غیرکم جما کثیرا۱۲۔

النَّحْوُ: قوله اِرَمَ بدل او عطف بیان من عاد وقرئ بالاضافة فیکون من قبیل یاتیم تیم عدی۱۲۔ قوله اذا دکت عامله یتذکر۱۲۔

البَلَاغَة: صب علیهم ربك سوط عذاب فی المدارك مجاز عن ایقاع العذاب بهم علی ابلغ الوجوه اذ الصب یشعر بالدوام والسوط بزیادة الایلام ای عذبوا عذابا مولما دائما آه وفی الروح الآیة من قبیل قوله تعالٰی فاذاقهم اللّٰہ لباس الجوع آه قوله فاکرمه الفاء تفسیریة کذا فی الروح۱۲۔ قوله اکرمن لما کان الاکرام والتنعیم فی حکم شیٔ واحد اقتصر علی قوله اکرمن ولم یضم الیه ونعمنی قوله قدر علیه رزقه لم یقل سبحانه فی تفسیر الابتلاء فاهانه وقدر علیه رزقه نظیر ما قال سبحانه اولا فاکرمه ونعمه لعدم کونه اهانةً اصلاً بخلاف التنعیم فانه اکرام ولو من وجه یٰایتها النفس علی ارادة القول لعل فی عدم ذکر القول ایذانا بغایة التفاوت بین هذه وبین الانسان القائل یٰلیتنی قوله فی عبٰدی لم یقل فی عباد وربك او فی عباده التفاتا وتعدی الدخول اولاً بفی وثانیاً بدونها لان المدخول فیه ان کان ظرفا حقیقیا تعدی الیه بلا واسطته فان کان غیره فبواسطته وذلك فی الاغلب فلا تغفل۱۲۔

سُوْرَۃُ الْبَلَدِ

سُوْرَۃُ الْبَلَدِ ۹۰ مَکِّیَّۃٌ ۳۵ — بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ — اٰیَاتُھَا ۲۰ — رُکُوْعُھَا ۱

سورۃ البلد مکہ میں نازل ہوئی — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اس میں ۲۰ آیات اور ا رکوع ہے

لَآ اُقْسِمُ بِھٰذَا الْبَلَدِ ۝۱ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِھٰذَا الْبَلَدِ ۝۲ وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ۝۳ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ كَبَدٍ ۝۴ اَیَحْسَبُ اَنْ لَّنْ یَّقْدِرَ عَلَیْهِ اَحَدٌ ۝۵ یَقُوْلُ اَھْلَكْتُ مَالًا لُّبَدًا ۝۶ اَیَحْسَبُ اَنْ لَّمْ یَرَهٗۤ اَحَدٌ ۝۷ اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَیْنَیْنِ ۝۸ وَلِسَانًا وَّشَفَتَیْنِ ۝۹ وَھَدَیْنٰهُ النَّجْدَیْنِ ۝۱۰ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۝۱۱ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْعَقَبَةُ ۝۱۲ فَكُّ رَقَبَةٍ ۝۱۳ اَوْ اِطْعٰمٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَةٍ ۝۱۴ یَّتِیْمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ۝۱۵ اَوْ مِسْكِیْنًا ذَا مَتْرَبَةٍ ۝۱۶ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ۝۱۷ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ الْمَیْمَنَةِ ۝۱۸ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِنَا ھُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۝۱۹ عَلَیْھِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ۝۲۰

وقف لازم — ع ۱ — ۱۵

میں قسم کھاتا ہوں اس شہر (مکہ) کی اور بطور جملہ معترضہ کے تسلی کے لئے پیش گوئی فرماتے ہیں کہ آپ کو اس شہر میں لڑائی حلال ہونے والی ہے اور قسم ہے باپ کی اور اولاد کی کہ ہم نے انسان کو بڑی مشقت میں پیدا کیا ہے کیا وہ یہ خیال کرتا ہے کہ اس پر کسی کا بس نہ چلے گا (اور) کہتا ہے کہ میں نے اتنا وافر مال خرچ کر ڈالا اور کیا وہ یہ خیال کرتا ہے کہ اس کو کسی نے دیکھا نہیں کیا ہم نے اس کو دو آنکھیں اور زبان اور دو ہونٹ نہیں دیئے اور (پھر) ہم نے اس کو دونوں رستے (خیر و شر کے) بتلا دیئے۔ سو وہ شخص (دین کی) گھاٹی سے ہو کر نہ نکلا اور آپ کو معلوم ہے کہ گھاٹی (سے) کیا (مراد) ہے وہ کسی (کی) گردن کا غلامی سے چھڑا دینا ہے یا کھانا کھلانا فاقہ کے دن میں کسی رشتہ دار یتیم کو یا خاک نشین کو (یعنی ان احکام الٰہیہ کو بجالانا چاہئے تھا) پھر (سب سے بڑھ کر یہ کہ) ان لوگوں سے نہ ہوا جو ایمان لائے اور ایک دوسرے کو (ایمان کی) پابندی کی فہمائش کی اور ایک دوسرے کو ترحم (علی الخلق) کی (یعنی ترک ظلم کی) فہمائش کی یہی لوگ داہنے والے ہیں اور جو لوگ ہماری آیتوں کے منکر ہیں وہ لوگ بائیں والے ہیں ان پر آگ محیط ہوگی جس کو بند کر دیا جاوے گا۔

سورۃ البلد مکیۃ وھی عشرون اٰیۃ کذا فی البیضاوی۔

تفسیر ربط: سورت سابقہ میں اعمال موجبہ مجازات کا بیان تھا اس سورت میں بھی ایسے ہی اعمال کا بیان ہے مگر وہاں کثرت لفظیہ اعمال شر کی تھی یہاں اعمال خیر کی ہے اور تمہید میں بعض مقتضیات اعمال خیر کے از قبیل محن و منن مذکور ہیں اور ختم پر اعمال شر و خیر کی جزاء و سزاء مذکور ہے۔

ترغیب در خیر و ترہیب از شر: بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ لَآ اُقْسِمُ بِھٰذَا الْبَلَدِ ۝۱ (الی قولہ تعالی) عَلَیْھِمْ نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ۝۲۰ میں قسم کھاتا ہوں اس شہر (مکہ) کی اور (بطور جملہ معترضہ کے تسلیہ کے لئے پیشین گوئی فرماتے ہیں کہ) آپ کو اس شہر میں لڑائی حلال ہونے والی ہے (چنانچہ فتح مکہ کے روز آپ کے لئے احکام حرم باقی نہیں رہے تھے) اور قسم ہے باپ کی اور اولاد کی (ساری اولاد کے باپ آدم علیہ السلام ہیں پس آدم اور بنی آدم سب کی قسم ہوئی

2/2

آ گے جواب قسم ہے) کہ ہم نے انسان کو بڑی مشقت میں پیدا کیا ہے (چنانچہ عمر بھر کہیں مرض میں کہیں رنج میں کہیں فکر میں اکثر اوقات مبتلا رہتا ہے اور اس کا مقتضایہ تھا کہ اس میں عجز و درماندگی پیدا ہوتی اور اپنے کو بستۂ حکم قضا سمجھ کر مطیع امر و تابع رضا ہوتا لیکن انسان کافر کی یہ حالت ہے کہ بالکل بھول میں پڑا ہے تو) کیا وہ یہ خیال کرتا ہے کہ اس پر کسی کا بس نہ چلے گا (یعنی کیا اللہ کی قدرت سے اپنے کو خارج سمجھتا ہے جو اس قدر بھول میں پڑا ہے اور) کہتا ہے کہ میں نے اتنا وافر مال خرچ کر ڈالا (یعنی ایک تو شیخی بھگارتا ہے پھر عداوت رسول و مخالفت اسلام و معاصی میں خرچ کرنے کو ہنر سمجھتا ہے پھر جھوٹ بھی بولتا ہے کہ اس کو مال کثیر بتلاتا ہے) کیا وہ یہ خیال کرتا ہے کہ اُس کو کسی نے دیکھا نہیں (یعنی اللہ تعالیٰ نے تو دیکھا ہے اور وہ جانتا ہے کہ معصیت میں خرچ کیا ہے پس اُس پر سزا دے گا نیز مقدار بھی دیکھی ہے کہ اُس قدر نہیں ہے جس قدر وہ لوگوں کو یقین دلانا چاہتا ہے یہ حال مُطلق کافر کا ہے کہ اُس وقت آپ کے مخالفین کے یہی اقوال واحوال تھے غرض یہ شخص نہ تو محن سے مُتاثر ہوا اور نہ منن سے جس کا آگے بیان ہے یعنی) کیا ہم نے اُس کو دو آنکھیں اور زبان اور دو ہونٹ نہیں دیئے اور (پھر) ہم نے اُس کو دونوں راستے (خیر و شر کے) بتلا دیئے (تا کہ طریق مضر سے بچے اور نافع پر چلے) سو (اس کا بھی مقتضا یہ تھا کہ احکام الٰہی کا تابع ہو مگر) وہ شخص (دین کی) گھاٹی میں سے ہو کر نہ نکلا (دین کے کاموں کو اس لئے گھاٹی کہا کہ نفس پر شاق ہے) اور آپ کو معلوم ہے کہ گھاٹی (سے) کیا (مراد) ہے وہ کسی (کی) گردن کا (غلامی سے) چھڑا دینا ہے یا کھانا کھلانا فاقہ کے دن میں کسی رشتہ دار یتیم کو یا کسی خاک نشین محتاج کو (یعنی ان احکام الٰہیہ کو بجالانا چاہیے تھا) پھر (سب سے بڑھ کر یہ کہ) اُن لوگوں میں سے نہ ہوا جو ایمان لائے اور ایک دوسرے کو (ایمان کی) پابندی کی فہمائش کی اور ایک دوسرے کو ترحم (علی الخلق) کی (یعنی ترک ظلم کی) فہمائش کی (ایمان تو سب سے مقدم ہے پھر امر بالثبات علی الایمان اوروں سے افضل ہے پھر ترک اضرار بقیہ سے اہم ہے پھر اُن اعمال کا رُتبہ ہے جو فک رقبہ سے متربہ تک مذکور ہیں پس یہ ثُمَّ تفخیم رُتبہ کے لئے ہے۔ مطلب یہ کہ جمیع اُصول وفروع میں اطاعت کرنا چاہیے تھا۔ آگے : الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ...... کی جزاء کا بیان ہے یعنی) جو لوگ داہنے والے ہیں (جن کی تفصیل جزاء سورۂ واقعہ میں ہے اور یہاں مراد مطلق اہل ایمان ہیں خواص وعوام) اور (آگے اُن کے مقابلین کا بیان ہے کہ) جو لوگ ہماری آیتوں کے منکر ہیں (خود اُصول ہی میں مخالف ہیں تا بہ فروع چہ رسد) وہ لوگ بائیں والے ہیں اُن پر آگ محیط ہوگی جس کو بند کر دیا جاوے گا (یعنی دوزخیوں کو دوزخ میں بھر کر آگے سے دروازہ بند کر دیں گے کیونکہ خلود کی وجہ سے نکلنا تو ملے ہی گا نہیں)۔

ف : فَكُّ رَقَبَةٍ ...... میں بعض مخصصات وتقییدات اہتمام کے لئے ہیں نہ کہ حصر کے لئے اور قسم و جواب میں مناسبت یہ ہے کہ اُس بلد میں اُس وقت افضل الخلق مشقت میں تھے جس کے رفع کی بشارت کے لیے جملۂ معترضہ لایا گیا پس غیر افضل کی مشقت بدرجۂ اولیٰ ثابت ہوگئی اور والد وولد خود محل مشقت ہیں اُن کا حال مشاہدہ کرنا خود دلیل جواب ہے۔

تَرْجَمۂ مَسَائِلُ السُّلُوْکْ : قولہ تعالیٰ : فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ عقبہ کہتے ہیں پہاڑ کی گھاٹی کو پس اس میں ترغیب ہے مجاہدہ کی اگرچہ اس میں ایک گونہ مشقت ہو۔

الرِّوَایَاتُ : **اخرج احمد وابن حبان والبیهقی عن البراء رضی الله عنه ان اعرابیا قال یا رسول الله ﷺ علمنی عملاً یدخلنی الجنة قال اعتق النسمة وفك الرقبة قال او لیسا بواحد قال لا ان عتق النسمة ان تنفرد بعتقها وفك الرقبة ان تعین عتقها كذا فی الروح وفیه وعلیه یكون نفی العنق عن المحدث عنه متحققا من باب اولی ومن المفك بهذا المعنی اعطاء المكاتب ما یصرفه فی جهة فكاك نفسه آه ۱۲۔**

اللُّغَاتُ : **قوله حل حلال یحل لك القتال وهذا هو الوجه الراجح لذهاب السلف الیه كما فی الدر المنثور كبد تعب مشقة لبدًا كثیرا من تلبد الشیٔ اذا اجتمع ۱۲۔ الاقتحام الدخول بسرعة وضغط وشدة العقبة الطریق الوعر فی الجبل قلت لو ارید به الاعمال الشاقة لم یحتج فی قوله ما العقبة الی تقدیر مضاف وهو الاقتحام كما قدره بعضهم لان الفك الخ هی الاعمال و یراد بالاقتحام مباشرة الاعمال مسغبة مصدر میمی بمعنی الجوع مع التعب متربة مصدر میمی من ترب اذا افتقرو التصق بالتراب ۱۲۔**

النَّحْوُ : **قوله فلا اقتحم لانافیة وما قیل فی منعه ان تكرارها لازم اذا دخلت علی الماضی فجوابه ان التكرار اكثری لا واجب كما فی قوله وای عبدلك لا الما وقیل فی الجواب ان اللازم تكرارها لفظًا او معنیً وهی هنا مكررة معنیً فمعنی فلا اقتحم العقبة بعد التفسیر فلافك رقبة ولا اطعم الخ فالعموم قام مقام التكرار كما فی قول الشاعر فای امر سیئ لا فعلة واما التفسیر بمخفف الا للتحضیض ففیه انه لم یعرف تخفیف الا التحضیضیة وما اعترضوا علی كونها نافیة بعدم اتصال الكلام لیس بشیء لظهور كان تحت النفی واتصال الكلام علیه وقوله ثم كان معطوف علی المنفی فكانه قیل فلا اقتحم ولا آمن ولا یلزم منه كون الایمان غیر**

داخل فی مفهوم العقبة لانه یکفی فی صحة العطف وکذا التکرار کونه جزء اشرف خص بالذکر عطفا فجاءت صورة التکریر ایضا من الروح ملخصا مقدما ومؤخرا قلت ویصح ان یکون قوله ثم کان معطوفا علی فك رقبة لتاویله بالمصدر ای کونه من الذین آمنوا الخ وهذا هو اسهل عندی وفی قراء ة فك بصیغة المضی فهو تفسیر لا اقتحم وکان معطوف علیه بلا تکلف۱۲۔

البلاغة: اولٓئك اصحٰب المیمنة وقوله هم اصحٰب المشئمة صرح بو عید الکافرین ولم یصرح بوعد المؤمنین لانه الانسب بما سبق له الکلام والاوفق بالغرض والمرام (ای الترهیب کما هو معظم ما فی السورة) ولذا جئ بضمیر الفصل معهم لافادة الحصر واعتبرو اغیبا کانهم بحیث لا یصلحون بوجه من الوجوه لان یکونوا مشار الیهم ولم یسلك نحو هذا المسلك فی الجملة الاولی التی فی شان المؤمنین کذا فی الروح۱۲۔

سُورَةُ الشَّمْسِ

سُوْرَةُ الشَّمْسِ ۹۱ مَكِّيَّةٌ ۲۶ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ۱۵ رُكُوْعُهَا ۱

سورۃ الشمس مکہ میں نازل ہوئی — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اس میں ۱۵ آیات اور ا رکوع ہے

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ۝۱ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا ۝۲ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا ۝۳ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰهَا ۝۴ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰهَا ۝۵ وَالْاَرْضِ وَمَا طَحٰهَا ۝۶ وَنَفْسٍ وَّمَا سَوّٰهَا ۝۷ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا ۝۸ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ۝۹ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا ۝۱۰ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰهَآ ۝۱۱ اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰهَا ۝۱۲ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا ۝۱۳ فَكَذَّبُوْهُ فَعَقَرُوْهَا فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا ۝۱۴ وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ۝۱۵

ع ۱۵ / ۱۶

قسم ہے سورج کی اور اس کی روشنی کی اور چاند کی جب سورج (کے غروب) سے پیچھے آئے اور (قسم) ہے دن کی جب وہ اس (سورج) کو خوب روشن کردے اور (قسم) ہے رات کی جب وہ اس (سورج) کو چھپالے اور (قسم) ہے آسمان کی اور اس (ذات) کی جس نے اس کو بنایا اور زمین کی اور (ذات کی) جس نے اس کو بچھایا اور (قسم ہے انسان کی) جان کی اور اس ذات کی جس نے اس کو درست بنایا پھر اس کی بدکرداری اور پرہیزگاری (دونوں باتوں) کا اس کو القا کیا یقیناً وہ مراد کو پہنچا جس نے اس (جان) کو پاک کرلیا اور نامراد ہوا جس نے اس کو (فجور میں) دبا دیا۔ قوم ثمود نے اپنی شرارت کے سبب (صالح علیہ السلام کی) تکذیب کی (اور یہ اس زمانہ کا قصہ ہے جس کہ اس قوم میں جو سب سے زیادہ بدبخت تھا وہ (اونٹنی کو قتل کرنے کے لئے) اٹھ کھڑا ہوا تو ان لوگوں سے اللہ کے پیغمبر (صالح) نے فرمایا کہ اللہ کی (اس) اونٹنی سے اور اس کے پانی پینے سے خبردار رہنا سو انہوں نے پیغمبر کو جھٹلایا پھر اس اونٹنی کو قتل کر ڈالا تو ان کے پروردگار نے ان کے گناہ کے سبب ان پر ہلاکت نازل فرمائی پھر اس (ہلاکت) کو (تمام قوم کے لئے) عام فرمایا اور اللہ تعالیٰ کو اس ہلاکت کے اخیر میں کسی خرابی (کے نکلنے) کا اندیشہ نہیں ہوا (کسی سے)۔

سورة الشمس مكية وهي خمس عشرة اٰية كذا في البيضاوي۔

تفسیر: ربط: سورت سابقہ میں اعمال ایمانیہ وکفریہ کی مجازات اُخرویہ کا بیان تھا اس سورت میں كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ ...... سے کہ بمنزلہ جواب قسم ہے قصداً اعمال کفریہ پر مجازات دُنیویہ کے احتمال کا بیان ہے اور ضمناً بذیل قسم نفس اعمال کی تقسیم کفر وایمان کی طرف مع دونوں کی مجازات اُخرویہ کے اجمالاً مذکور ہے اور غالباً مضمون اول کا مقصوداً اور مضمون ثانی کا ضمناً وتبعاً آنا اس لئے ہو کہ مقصود اصلی تخویف کفار مکہ کی ہے۔

تخویف کفار بقصۂ ثمود قصداً و بیان مقتضیات سعادت و شقاوت تبعاً: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ۝۱ (الی قوله تعالی) وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ۝۱۵ قسم ہے سورج کی اور اُس کی روشنی کی اور چاند کی جب سورج (کے غروب) سے پیچھے آوے (یعنی طلوع ہو مراد اس سے وسط ماہ کی بعض شبوں کا چاند ہے کہ سورج کے چھپنے کے بعد طلوع ہوتا ہے اور یہ قید شاید اس لئے ہو کہ وہ وقت کمال نُور کا ہوتا ہے جیسا ضُحٰهَا کا اشارہ ہے کمال نورِ آفتاب کی طرف اور یا اُس وقت دو آیت قدرت علی سبیل التعاقب والاتصال ظاہر ہوتی ہیں غروب شمس وطلوع قمر) اور (قسم ہے) دن کی جب وہ اُس (سورج) کو خوب روشن کردے (اسناد مجازی ہے زمان کی طرف) اور (قسم ہے) رات کی جب وہ اُس (سورج) کو (اور اُس کے آثار وانوار کو بالکلیہ) چھپالے (یعنی خوب رات ہو جاوے کہ دن کی روشنی کا کچھ اثر نہ رہے اور یہ بھی اسناد مجازی ہے اور چاروں مقسم بہ کی قیود اُن کے اعتبار کمال کے لئے ہیں یعنی ہر ایک کی قسم اُن

کی حالت کمال کے اعتبار سے ہے) اور (قسم ہے) آسمان کی اور اُس (ذات) کی جس نے اُسکو بنایا (مراد اللہ تعالیٰ ہے اس طرح مَا طَحٰهَا ۙ اور مَا سَوّٰىهَا میں بھی اور مخلوق کی قسم کو خالق کی قسم پر مقدم فرمانا انتقال ہے دلیل سے مدلول کی طرف کہ مصنوع دلیل ہے صانع پر پس اس میں استدلال علی التوحید کی طرف بھی اشارہ ہو گیا) اور (قسم ہے) زمین کی اور اُس (ذات) کی جس نے اس کو بچھایا اور (قسم ہے انسان کی) جان کی اور اس (ذات) کی جس نے اس کو (ہر طرح صورت وشکل اعضاء سے) دُرست بنایا پھر اُس کی بدکرداری اور پرہیزگاری دونوں باتوں) کا اُس کو القا کیا (یہ اسناد باعتبار تخلیق کے ہے یعنی قلب میں جو نیکی کا رجحان ہوتا ہے یا جو بدی کی طرف میلان ہوتا ہے دونوں کا خالق اللہ تعالیٰ ہے گو القائے اول میں فرشتہ واسطہ ہوتا ہے اور ثانی میں شیطان پھر وہ رجحان ومیلان کبھی مرتبۂ عزم تک پہنچ جاتا ہے جو کہ قصد واختیار سے صادر ہوتا ہے جس کے بعد صدور فعل بتخلیق حق ہوتا ہے اور کبھی عزم تک نہیں پہنچتا آگے تتمیم مضمون کیلئے اہل فجور واہل تقویٰ کا مآل بتلاتے ہیں کہ) یقیناً وہ مراد کو پہنچا جس نے اُس (جان) کو پاک کر لیا (یعنی نفس کو فجور سے روک کر اُس پر تقویٰ کو صدور میں ترجیح دی) اور نامُراد ہوا جس نے اُس کو (فجور میں) دبا دیا (اور فجور سے مغلوب کر دیا اس کے بعد جواب قسم مقدر ہے یعنی اے کفار مکہ کہ اہل فجور ہو تم ضرور مبتلائے غضب وہلاک ہوگے آخرت میں یقیناً اور دُنیا میں احتمالاً جیسا قوم ثمود اس فجور کی وجہ سے مبتلائے غضب وہلاک ہوئے جن کا قصہ یہ ہے کہ) قوم ثمود نے اپنی شرارت کے سبب (صالحؑ کی) تکذیب کی (اور یہ اس زمانہ کا قصہ ہے) جب کہ اُس قوم میں جو سب سے زیادہ بدبخت تھا وہ (اونٹنی کے قتل کرنے کیلئے) اُٹھ کھڑا ہوا (یعنی آمادہ ہو گیا اور اُسکے ساتھ اور لوگ بھی شریک تھے) تو ان لوگوں سے اللہ کے پیغمبر (صالحؑ) نے (جب اُن کو اس عزم کی اطلاع ہوئی کذا فی الخازن) فرمایا کہ اللہ کی (اس) اونٹنی سے اور اُس کے پانی پینے سے خبردار رہنا (یعنی اُس کو قتل مت کرنا اور نہ اُس کا پانی بند کرنا چونکہ ارادۂ قتل کا اصل سبب یہی پانی کی باری تھی اس لئے اُس کی تصریح فرمائی اور اللہ کی اونٹنی اسلئے کہا کہ خدا تعالیٰ نے اُسکو دلیل نبوت بنا دیا اور اُس کے احترام کو واجب فرمایا) سو انہوں نے پیغمبر کو (اس مضمون میں جو ناقۃ اللہ سے مفہوم ہوتا ہے کہ یہ دلیل نبوت ہے اور واجب الاحترام ہے) جھٹلایا (کیونکہ وہ اُن کو نبی نہ سمجھتے تھے) پھر اُس اونٹنی کو مار ڈالا تو اُنکے پروردگار نے اُنکے گناہ کے سبب اُن پر ہلاکت[۲] نازل فرمائی پھر اُس (ہلاکت) کو (تمام قوم کیلئے) عام فرمایا اور اللہ تعالیٰ کو اس ہلاکت[۲] کے اخیر میں کسی (خرابی نکلنے) کا (کسی سے) اندیشہ نہیں ہوا (جیسے ملوک دُنیا کو بعض اوقات کسی قوم کو سزا دینے کے بعد احتمال ہوتا ہے کہ اس پر کوئی شورش وخلل ملکی مرتب نہ ہو)۔

ف: مفصل قصہ ثمود کا اور اونٹنی کا سورۂ اعراف میں گزر چکا ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰىهَا ۙ اضافت نفس کی طرف بقول بعض اشارہ ہے اس طرف کہ نفس کو جس فجور وتقویٰ کا الہام ہوتا ہے وہ وہ ہے جس کی اُس میں پہلے سے استعداد تھی۔

ملحقات الترجمۃ: [۱] قوله في التمهيد بمنزلہ وقوله ضمنا ماخوذ مما في الروح عن الزمخشري انه جعل قد افلح الخ تابعًا لقوله تعالى فالهمها الخ على سبيل الاستطراد وابى ان يكون جوب القسم وجعل الجواب محذوفًا مدلولا عليه بهذا كانهٗ قيل ليدمدم من الله تعالى على كفار مكة لتكذيبهم رسول الله ﷺ كما دمدم على ثمود لتكذيبهم صالحًا عليه السلام۱۲۔ [۲] قوله في فسوٰى ہلاکت کو عام في الخازن اى فسوٰى الدمدمة عليهم جميعا وعممهم بها۱۲۔

الروایات: اخرج البخاري ومسلم وابو داؤد وعن عمران بن حصين قال عليه السلام مجيبا عن سوال من سال عن القضاء والقدر لا بل شئ قضى عليهم ومعنى فيهم وتصديق ذلك في كتاب الله تعالى ونفس وما سواها فالهمها فجورها وتقوٰها الحديث وهذا الفقير راعى في التفسير ما ورد في هذا الحديث ولم آخذ بالتفاسير التي لا تنطبق على هذا الحديث فافهم۱۲۔

اللغات: ضحٰها ضوئها تلٰها تبعها طحٰها وهاها دسّٰها اصله دسسها وهو كما في القاموس الاخفاء والدفن طغوى مصدر بمعنى الطغيان۱۲۔ دمدم في القاموس دم القوم طحنهم فاهلكم كدمدمهم وعليهم والدمدمة الغضب آه قوله عقبٰها اى عاقبة وتبعةً۔

النحو: قوله اذا تلٰها واخواتها في الكشاف (فان قلت) الامر في نصب اذا معضل لانك لا تخلو اما ان تجعل الواوات عاطفة فتنصب بها وتجرد تقع في العطف على عاملين في نحو قولك مررت امس بزيد واليوم عمرو واما ان تجعلهن للقسم فتقع فيما اتفق الخليل وسيبويه على استكراهه (قلت) الجواب فيه وان واو القسم مطرح معها ابراز الفعل اطراحا كليا فكان لها شان خلاف شان الباء حيث ابرز معها الفعل واضمر فكانت الواو قائمة مقام الفعل والباء سادة مسدهما معا والواوات العواطف نوائب عن هذه الواو فحققن ان يكن عوامل على الفعل والجار جميعا كما تقول ضرب زيد عمروا و بكر خالدا فترفع بالواو وتنصب لقيامها مقام ضرب الذى هو عاملها۱۲۔ ناقة الله منصوب على التحذير اى احذروا وفي الروح ان شرط ليس تكرير المحذر منه او كونه محذرا بما بعده فقط يقال هو منصوب بتقدير ذروا بل شرط ذاك او العطف عليه كما ههنا على ما نص عليه مكى آه۱۲۔

البلاغۃ: قوله يغشها في الروح جئ بالمضارع هنا دون الماضى كما في السابق بان يقال اذا غشيها برعاية للفاصلة ولم يقل غشاها لانه يحتاج الى حذف احد المفعولين لتعدية اليهما فانه يقال غشية كذا قوله وما بنٰها في الروح ايثار ما على من لارادة الوصفية تفخيما۔ قوله فجورها في الروح قدم على التقوىٰ مراعاة للفواصل واضيفا الى ضمير النفس اشارة الى ان الملهم للنفس فجور وتقوىٰ قد استعدت لهما ورعاية للفواصل ايضا قوله قد خاب تكرير قد فيه لابراز الاعتناء لتحقيق مضمونه۱۲۔

سُوْرَةُ الَّيْلِ

سُوْرَةُ الَّيْلِ ۹۲ مَكِّيَّةٌ ۹ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ۲۱ رُكُوْعُهَا ۱

سورة اللیل مکہ میں نازل ہوئی — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اس میں ۲۱ آیات اور ا رکوع ہے

وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى ۝۱ وَالنَّهَارِ اِذَا تَجَلّٰى ۝۲ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ۝۳ اِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتّٰى ۝۴ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ۝۵ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۝۶ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ۝۷ وَاَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ۝۸ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۝۹ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ۝۱۰ وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗۤ اِذَا تَرَدّٰى ۝۱۱ اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى ۝۱۲ وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى ۝۱۳ فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى ۝۱۴ لَا يَصْلٰىهَاۤ اِلَّا الْاَشْقَى ۝۱۵ الَّذِيْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۝۱۶ وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ۝۱۷ الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ۝۱۸ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰۤى ۝۱۹ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ۝۲۰ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ۝۲۱ ع ۱۷

قسم ہے رات کی جب کہ وہ (آفتاب کو اور دن کو) چھپالے اور (قسم ہے) دن کی جب کہ وہ روشن ہو جائے اور (قسم ہے) اس (ذات) کی جس نے نر اور مادہ کو پیدا کیا کہ بے شک تمہاری کوششیں (یعنی اعمال) مختلف ہیں سو جس نے (اللہ کی راہ میں مال) دیا اور اللہ سے ڈرا اور اچھی بات (یعنی ملت اسلام کو سچا سمجھا تو ہم اس کو راحت کی چیز کے لئے سامان دے دیں گے اور جس نے (حقوق واجبیہ سے) بخل کیا اور (بجائے خدا سے ڈرنے کے خدا سے) بے پروائی اختیار کی اور اچھی بات (یعنی اسلام کو جھٹلایا تو ہم اس کو تکلیف کی چیز کے لئے سامان دے دیں گے اور اس کا مال اس کے کچھ کام نہ آئے گا جب وہ برباد ہونے لگے گا (بربادی سے مراد جہنم میں جانا ہے)۔ واقعی ہمارے ذمہ راہ کا بتلا دینا ہے اور (جیسا راہ کوئی اختیار کرے گا ویسا ہی ثمرہ اس کو دیں گے کیونکہ) ہمارے ہی قبضہ قدرت میں ہے آخرت اور دنیا (آگے بطور توضیح کے ارشاد ہے کہ) تو میں تم کو ایک بھڑکتی ہوئی آگ سے ڈرا چکا ہوں اس میں (ہمیشہ کے لئے) وہی بدبخت داخل ہوگا جس نے (دین حق کو) جھٹلایا اور (اس سے) روگردانی کی اور اس سے ایسا شخص دور رکھا جائے گا جو بڑا پرہیزگار ہے جو اپنا مال (محض) اس غرض سے دیتا ہے کہ گناہوں سے پاک ہو جائے اور بجز اپنے عالی شان پروردگار کی رضا جوئی کے (یہی اس کا مقصود ہے) اس کے ذمہ کسی کا احسان نہ تھا کہ (اس دینے سے) اس کا بدلہ اتارنا (مقصود) ہو اور یہ شخص عنقریب خوش ہو جائے گا (یعنی آخرت میں ایسی ایسی نعمتیں ملیں گی)۔

سورة اليل مكية وهي احدى وعشرون اٰية كذا في البيضاوى۔

تفسیر ربط: سورت سابقہ میں اعمال اور اجزیہ کا اختلاف مذکور تھا اس سورت میں بھی یہی مضمون ہے۔

اختلاف اعمال واجزیہ: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى (الى قوله تعالى) وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ۝۲۱ قسم ہے رات کی جب کہ وہ (آفتاب کو اور دن کو) چھپالے (کقولہ تعالیٰ: وَالَّيْلِ اِذَا يَغْشٰى قولہ تعالیٰ: يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ [الأعراف: ٥٤] اور (قسم ہے) دن کی جب کہ وہ روشن ہو جاوے اور (قسم ہے) اس (ذات) کی جس نے نر اور مادہ کو پیدا کیا (مراد اللہ تعالیٰ ہے آگے جواب قسم ہے) کہ بے شک تمہاری کوششیں (یعنی اعمال) مختلف ہیں (اور اسی طرح ان کے ثمرات بھی مختلف ہیں) سو جس نے (اللہ کی راہ میں مال) دیا اور اللہ سے ڈرا اور اچھی بات (یعنی ملت اسلام) کو سچا سمجھا (یعنی اسلام کو اختیار کیا) تو ہم اس کو راحت کی چیز کے لئے سامان دے دیں گے (راحت کی چیز سے نیک عمل اور بواسطہ نیک عمل کے جنت مراد ہے کہ یسر کا سبب ومحل ہے اسی لئے

یسریٰ کہہ دیا گیا اور نہ یسری کے معنی ہیں آسان چیز) اور جس نے (حقوق واجبہ سے) بخل کیا (اور بجائے خدا سے ڈرنے کے خدا سے) بے پروائی اختیار کی اور اچھی بات (یعنی ملت اسلام) کو جھٹلایا (یعنی اسلام قبول نہ کیا) تو ہم اس کو تکلیف کی چیز کے لئے سامان دے دیں گے (تکلیف کی چیز سے بدعمل اور بواسطہ بد عمل کے دوزخ مراد ہے کہ عسر کا سبب اور محل ہے اس لئے اس عسر کو عسری کہہ دیا گیا اور سامان دینے سے مراد دونوں جگہ یہ ہے کہ اچھے یا برے کام اس سے بے تکلف سرزد ہوں گے اور ویسے ہی اسباب جمع ہو جاویں گے اور پھر نیک اعمال کا سامان جنت ہونا اور اعمال بد کا سامان دوزخ ہونا ظاہر ہی ہے حدیث میں ہے **فاما من كان من اهل السعادة فسييسره لعمل اهل السعادة و كذا فى الشقاوة**) اور (آگے اس صاحب عسری کا حال مذکور ہے کہ) اس کا مال اس کے کچھ کام نہ آوے گا جب وہ برباد ہونے لگے گا (بربادی سے مراد جہنم میں جانا ہے) واقعی ہمارے ذمہ (حسب التزام تفضل واحسان) راہ کا بتلا دینا ہے (سو وہ ہم نے پوری طور سے بتلا دیا ہے پھر کسی نے ایمان وطاعت کا راہ اختیار کر لیا جس کا ذکر مَنْ اَعْطٰی ...... میں ہوا ہے اور کسی نے کفر معصیت کا راہ اختیار کر لیا جس کا ذکر: مَنْۢ بَخِلَ میں ہوا ہے) اور (جیسا راہ کوئی شخص اختیار کرے گا ویسا ہی ثمرہ اس کو دیں گے کیونکہ) ہمارے ہی قبضہ میں ہے آخرت اور دُنیا (یعنی دونوں میں ہماری ہی حکومت ہے اس لئے دنیا میں ہم نے احکام مقرر کئے اور آخرت میں ان کی مخالفت وموافقت پر سزا وجزا دیں گے جس کا بیان دو جگہ فَسَنُيَسِّرُهٗ میں ہوا ہے اور ایجاب احکام وایقاع جزا دونوں فرع صاحب حکم ہونے کے ہیں پس اِنَّ عَلَيْنَا اور اِنَّ لَنَا دونوں آیتیں بطور تعلیل ماسبق کے ہیں آگے بطور تنقیح اور توضیح کے ارشاد ہے کہ میں نے جو تم کو اعمال مختلفہ کے اجزیہ مختلفہ بتلائے ہیں) تو میں تم کو بھڑکتی ہوئی آگ سے ڈرا چکا ہوں (جس پر فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى دال ہے تا کہ ایمان وطاعت جن کا ذکر اَعْطٰى ...... میں ہے اختیار کر کے اس سے بچو اور کفر ومعصیت جن کا ذکر بَخِلَ ...... میں ہے اختیار کر کے اس میں نہ جاؤ کیونکہ اس میں جانے اور نہ جانے کے یہی اسباب ہیں چنانچہ آگے اس کی تصریح ہے کہ) اس میں (ہمیشہ کے لئے) وہی بدبخت داخل ہو گا جس نے (دین حق کو) جھٹلایا اور (اس سے) روگردانی کی اور اس سے ایسا شخص دور رکھا جاوے گا جو بڑا پرہیزگار ہے جو اپنا مال (محض) اس غرض سے دیتا ہے کہ (گناہوں سے) پاک ہو جاوے (یعنی محض رضائے حق اس کا مطلوب ہے) اور بجز اپنے عالی شان پروردگار کی رضا جوئی کے (کہ یہی اس کا مقصود ہے) اس کے ذمہ کسی کا احسان نہ تھا کہ (اس دینے) سے اس کا بدلہ اتارنا (مقصود) ہو (اس میں نہایت ہی مبالغہ ہے اخلاص میں کیونکہ کسی کے احسان کا بدلہ اُتارنا بھی فی نفسہ انفاق مندوب ومطلوب ہے مگر فضیلت میں احسان ابتدائی کی برابر نہیں پس جب اس شخص کا انفاق اس سے بھی مبراء ہے تو ریا وغیرہ معاصی کی آمیزش سے تو بدرجۂ اولیٰ بری ہو گا اور یہ کمال اخلاص ہے) اور (ایسے شخص کے لئے اوپر صرف جہنم سے بچنا مذکور تھا آگے حصول نعمائے آخرت کو فرماتے ہیں کہ) یہ شخص عنقریب خوش ہو جاوے گا (یعنی آخرت میں ایسی ایسی نعمتیں ملیں گی)۔

ف: ہر چند کہ الفاظ آیت کے عام ہیں مگر سبب اس کا قصہ ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا کہ اُنہوں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ وغیرہ کو کافروں سے خرید کر للہ آزاد کر دیا تھا اوردہ **فى الدر المنثور** باسانید متعددہ اور مناسبت قسم وجواب قسم میں ظاہر ہے کہ لیل ونہار بھی مثل مساعی شتی کے مختلف ہیں اور اسی سے خالق کی صفت بھی ایسی لائی گئی جس میں دو مختلف چیزیں مذکور ہیں۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى اس میں دلالت ہے کہ اصل مدار عمل کا توفیق وخذلان پر ہے۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ **قوله فى لا يصلها** ہمیشہ **دليله نصوص مغفرة العصاة واللغة فقد نقل ابن المنير كذا فى الروح عن ائمة اللغة ان الصل ان يحفروا حفيرة فيجمعوا فيها جمرا كثيرا ثم يعمدوا الى شاة فيدسوها وسطه بين اطباقه آه وظاهر ان الدخول بهذه المثابة وبهذه الاشدية لا يكون الا لمن حبسه القرآن ۱۲**۔

النحو: **قوله ان سعيكم جواب القسم ومعنى سعيكم مساعيكم يصح الاخبار عنه بشتى قوله الا ابتغآء استثناء منقطع اى لكن فعل ذلك ابتغاء الخ ۱۲**۔

سُورَۃُ الضُّحٰی

سُورَۃُ الضُّحٰی ۹۳ مَکِّیَّۃٌ ۱۱ — بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ — اٰیَاتُہَا ۱۱ — رُکُوۡعُہَا ۱

سورۃ الضحیٰ مکہ میں نازل ہوئی — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اس میں ۱۱ آیات اور ا رکوع ہے

وَالضُّحٰی ﴿۱﴾ وَاللَّیۡلِ اِذَا سَجٰی ﴿۲﴾ مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰی ﴿۳﴾ وَلَلۡاٰخِرَۃُ خَیۡرٌ لَّکَ مِنَ الۡاُوۡلٰی ﴿۴﴾ وَلَسَوۡفَ یُعۡطِیۡکَ رَبُّکَ فَتَرۡضٰی ﴿۵﴾ اَلَمۡ یَجِدۡکَ یَتِیۡمًا فَاٰوٰی ﴿۶﴾ وَوَجَدَکَ ضَآلًّا فَہَدٰی ﴿۷﴾ وَوَجَدَکَ عَآئِلًا فَاَغۡنٰی ﴿۸﴾ فَاَمَّا الۡیَتِیۡمَ فَلَا تَقۡہَرۡ ﴿۹﴾ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنۡہَرۡ ﴿۱۰﴾ وَاَمَّا بِنِعۡمَۃِ رَبِّکَ فَحَدِّثۡ ﴿۱۱﴾ ع ۱۱ ۱۸

قسم ہے دن کی روشنی کی اور رات کی جب کہ وہ قرار پکڑے (آگے جواب قسم ہے) کہ آپ کے پروردگار نے نہ آپ کو چھوڑا اور نہ آپ سے دشمنی کی اور آخرت آپ کے لئے دنیا سے بدرجہا بہتر ہے (پس وہاں آپ کو اس سے زیادہ نعمتیں ملیں گی) اور عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو (آخرت میں بکثرت نعمتیں) دے گا سو آپ خوش ہو جائیں گے کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو یتیم نہیں پایا پھر آپ کو ٹھکانا دیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو (شریعت سے) بے خبر پایا سو (آپ کو شریعت کا) رستہ بتلا دیا اور (اللہ تعالیٰ نے آپ کو نادار پایا سو مالدار بنا دیا تو آپ (اس کے شکریہ میں) یتیم پر سختی نہ کیجئے اور سائل کو مت جھڑ کئے (یہ تو شکر فعلی ہے) اور اپنے رب کے انعامات (مذکورہ) کا تذکرہ کرتے رہا کیجئے (یعنی زبان سے قول شکر بھی کیجئے)۔

سورۃ الضحیٰ مکیۃ وھی احدیٰ عشرۃ اٰیۃ کذا فی البیضاوی۔

تفسیر ربط: اوپر سورۂ والیل کی آیت فَاَمَّا مَنۡ اَعۡطٰی سے لِلۡعُسۡرٰی تک میں مہمات اُصول وفروع کا عنوان کلی سے بیان اور اُن کی تصدیق وامتثال یا تکذیب واخلال پر وعدہ ووعید مذکور ہے جو کہ ماقبل کی سورتوں کی بلکہ تمام قرآن مجید کیلئے بمنزلہ تلخیص جامع کی بھی ہے اور اس سورۂ والضحیٰ سے سورۂ ناس تک کیلئے بمنزلہ تفصیل مختصر کے بھی ہے چنانچہ مہمات مذکورہ میں سے ایک مسئلہ رسالت کا بھی ہے جس کا بیان مع دوسرے بعض مضامین مناسبہ کے جیسے حضور ﷺ پر بعض انعامات کا فائض فرمانا اور جیسے اُن کے مناسب مضامین مذکور ہیں جیسا کہ ہر سورت کے شروع سے اُن جزئیات ومُناسبات کی تعیین بھی معلوم ہو جاوے گی اور اس تقریر سے آئندہ تمام سورتوں کا ارتباط باہمی اور ماقبل کے ساتھ واضح ہو گیا اب جدا جدا ہر سورت کے لئے مستقل تقریر ربط کی ضرورت نہ ہوگی صرف اسی تقریر کی طرف اشارہ کر دینا کافی ہوگا گو یا باہم سب سورتوں میں مستقل ربط بھی ادنیٰ تامل سے معلوم ہو سکتا ہے چونکہ آگے چھوٹی چھوٹی پاس پاس سورتیں رہ گئی ہیں اسلئے سب کا تقریر واحد میں منسلک کر دینا زیادہ مناسب معلوم ہوا جیسا امام رازی نے بھی تفسیر سورۂ کوثر میں والضحیٰ سے آخر تک کا ربط ایک ہی تقریر میں لکھا ہے لیکن وہ تقریر عالی اور غامض اور اطول ہے اور یہ تقریر اقرب واخصر واسہل وللناس فیما یعشقون مذاھب وقالوا وقلت الفضل للمتقدم۔

بیان بعض نعم فائضہ علی النبی ﷺ برائے تقویت مسئلۂ نبوت وامر باداء الشکر علیہا:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ وَالضُّحٰی ﴿۱﴾۔ (الی قولہ تعالیٰ) وَاَمَّا بِنِعۡمَۃِ رَبِّکَ فَحَدِّثۡ ﴿۱۱﴾ (سبب نزول اس کا یہ ہے کہ آپ ایک بار کسی بیماری کی وجہ سے دو تین شب نہیں اُٹھے ایک کافرہ نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تمہارے شیطان نے تم کو چھوڑ دیا اور اتفاق سے وحی آنے میں بھی دیر ہو گئی تھی جس پر دوسرے مشرکین نے بھی کہا کہ ان کے رب نے ان کو چھوڑ دیا اس پر وَالضُّحٰی ﴿۱﴾ ...... کا نزول ہوا۔ الروایتان فی الدر المنثور عن الکتب المختلفۃ غرض ارشاد ہے کہ) قسم ہے دن کی روشنی کی اور رات کی جب کہ وہ قرار پکڑے (قرار پکڑنے کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک حقیقی یعنی اُس کی ظلمت کا

کامل ہو جانا کہ اس کے قبل اس کا تزائد مثل حرکت کے تھا دوسرے مجازی یعنی جانداروں کا اس میں سو جانا اور چلنے پھرنے اور بولنے چالنے کی آوازوں کا ساکن ہو جانا۔ آگے جواب قسم ہے) کہ آپ کے پروردگار نے نہ آپ کو چھوڑا اور نہ (آپ سے) دشمنی کی (کیونکہ اول تو آپ ﷺ سے کوئی بات ایسی نہیں ہوئی ثانیاً حضرات انبیاء علیہم السلام کے واسطے یہ امر عادۃ اللہ میں محال ہے پس آپ ﷺ کفار کے خرافات ولغویات سے مخزون نہ ہوجئے آپ ﷺ برابر نعمت وحی سے مشرف رہیں گے اور یہ شرف وکرامت تو آپ کے لئے دنیا میں ہے) اور آخرت آپ کے لئے دنیا سے بدرجہا بہتر ہے (پس وہاں آپ کو اس سے زیادہ نعمتیں ملیں گی) اور عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو (آخرت میں بکثرت نعمتیں) دے گا سو آپ (ان کے عطا ہونے سے) خوش ہو جاویں گے (اور مقسم بہ کو بشارت سے مناسبت یہ ہے کہ وحی کا تتابع وابطاء مشابہ لیل ونہار کے تبدل کے ہے اور دونوں متضمن حکمت کو ہیں پس جیسا ایک تبدل ولیل تو دیع وعداوت کی نہیں اسی طرح دوسرا تبدل بھی اور دوسری بشارات مکمل ہیں اسی عدم تو دیع کی پس مقسم بہ کو بواسطہ اس کے سب سے مناسبت ہوئی آگے بعض نعمتوں سے مضمون مذکور پر استشہاد ہے یعنی) کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو یتیم نہیں پایا پھر (آپ کو) ٹھکانا دیا (چنانچہ سیر میں ہے کہ آپ شکم مادر میں تھے کہ آپ کے والد کی وفات ہوگئی اللہ تعالیٰ نے آپ کے دادا سے پرورش کرایا پھر جب آپ آٹھ برس کے ہوئے ان کی بھی وفات ہوگئی تو آپ کے چچا سے پرورش کرایا ٹھکانا دینے کا مطلب یہی ہے) اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو (شریعت سے) بے خبر پایا سو (آپ کو شریعت کا) راستہ بتلایا (کقولہ تعالیٰ : مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ ...... [الشوریٰ : ۵۲] اور وحی سے پہلے شریعت کی تفصیل معلوم نہ ہونا کوئی منقصت نہیں) اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو نادار پایا سو مالدار بنا دیا (اس طرح کہ حضرت خدیجہؓ کے مال میں آپ مضارب ہوئے اور اس میں نفع ملا پھر حضرت خدیجہؓ نے آپ سے نکاح کرلیا اور اپنا تمام مال حاضر کر دیا مطلب یہ کہ آپ ابتداء سے مورد انعامات رہے ہیں آئندہ بھی رہیں گے ان انعامات پر ادائے شکر کا حکم ہے کہ جب ہم نے آپ کو یہ نعمتیں دی ہیں) تو آپ (اس کے شکریہ میں) یتیم پر سختی نہ کیجئے اور سائل کو مت جھڑکئے (یہ تو شکر فعلی ہے) اور اپنے رب کے انعامات (مذکورہ) کا تذکرہ کرتے رہا کیجئے (یعنی زبان سے بھی قولی شکر کیا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ احسان کیا ہے یا تو مجموعہ لا تقهر لا تنهر حدث کو مجموعۂ نعم پر مرتب کیا جاوے جس کا حاصل یہ ہوگا کہ خالق تعالیٰ نے آپ کے ساتھ احسان جسمانی وروحانی کیا ہے آپ اسکی مخلوق پر احسان بالمخلوق کے اقسام میں احسان روحانی تو آپ کا فرض منصبی تھا اسکے بیان کی حاجت نہ تھی اس لئے صرف احسان جسمانی کو بیان میں خاص اور یا یہ مجموعہ اس مجموعہ پر تقسیم کیا جاوے یعنی الم یجدك یتیما پر اما الیتیم فلا تقهر کا اور ووجدك عائلا پر اما السائل فلا تنهر کو مرتب کہا جاوے اور وجہ ترتب ظاہر ہے اور وَوَجَدَكَ ضَآلًّا پر جو ہدایت خلق مرتب ہے اس کو بنا بر فرض منصبی کے جیسا کہ اوپر گزرا ذکر نہیں فرمایا)۔

ف: سائل کے زجر کی ممانعت اس صورت میں ہے جب وہ نرمی سے مان جاوے ورنہ اگر اڑ کر کھڑا ہو جاوے اور کسی طرح نہ مانے تو زجر جائز ہے کذا فی روح المعانی واللہ اعلم اور درمنثور میں بروایت حاکم وبیہقی حدیث مرفوع ہے کہ وَالضُّحٰى سے آخر تک ہر سورت کے ختم پر اللہ اکبر کہو اور حکمت اس میں بعض نے یہ ذکر کی ہے کہ ابطائے وحی کے بعد جو یہ سورت نازل ہوئی تو آپ نے خوش ہو کر اللہ اکبر فرمایا تھا اور پھر شاید تناسب مضمون کی وجہ سے بقیہ سورتوں میں بھی تکبیر فرمائی ہو واللہ اعلم۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ : وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ دونوں الف لام میں یہ بھی احتمال ہے کہ استغراق کے لئے ہوں یعنی آپ کی ہر حالت لاحقہ ہر حالت سابقہ سے افضل واکمل ہے پس وحی جو بند ہوگئی تھی جس کو اصطلاح میں قبض کہتے ہیں پہلے بسط سے اکمل تھی اور پھر جب وحی جاری ہوگئی تھی یہ اس قبض سے افضل تھا عارف کو بھی اسی کا معتقد رہنا چاہیے تو قبض سے مغموم نہ ہوگا قولہ تعالیٰ : وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ اولیاء اللہ سے جو اپنے کمالات کا اظہار منقول ہے وہ شکراً ہوتا ہے نہ ریاءً وافتخاراً یہ آیت اس میں صریح ہے۔

اللغات: سجی سکن کذا فی القاموس ما قلی ما ابغض ۱۲۔

النحو: قوله ولسوف يعطيك فى الروح اللام المؤكدة لمطلق التاكيد فقط وعلى تسليم انها لتخليصه (اى المضارع) للحال ايضا يجوز ان يقال انها تجردت للتاكيد هنا بقرينة ذكر سوف بعدها والمراد تاكيد المؤخر لا تاكيد التاخير وعلى تسليم انها للامرين ولا تجر ديجوز ان ان يقال نزل المستقبل لتحقق وقوعه منزلة الواقع الحالى نظير ما قيل فى قوله تعالٰى ان ربك ليحكم بينهم يوم القيمة آه مختصر ۲۱۔

البلاغة: قوله ما قلى وحذف المفعول للاستغناء عنه بذكره من قبل مع ان فيه مراعاة للفواصل قوله خير لك الاختصاص الذى تقتضيه اللام ليس قصر يابل لاهتمام قوله يعطيك حذف احد المفعولين دلالة على العموم قوله فاٰوٰى وفهدٰى وفاغنى حذف فيها المفعول رعاية للاستغناء ولرعاية الفاصلة قوله الم يجدك ايراده بصورة الاستفهام الذى يدل على زيادة تقرير لعل النكتة فيه ان اليتيم اكثر ما يكون فى سن يغلب فيه الذهول فاحتاج الٰى زيادة التنبيه وهذا من المواهب ۱۲۔

سُوْرَةُ اَلَمْ نَشْرَحْ

سُوْرَةُ اَلَمْ نَشْرَحْ ۹۴ مَكِّيَّةٌ ۱۲ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ۸ | رُكُوْعُهَا ۱

سورۃ الم نشرح مکہ میں نازل ہوئی — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اس میں ۸ آیات اور ا رکوع ہے

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝۱ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۝۲ الَّذِيْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۝۳ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۝۴ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝۵ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝۶ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۝۷ وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ۝۸

کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ (علم و حلم سے) کشادہ نہیں کر دیا اور ہم نے آپ پر سے آپ کا وہ بوجھ اتار دیا جس نے آپ کی کمر توڑ رکھی تھی اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا آوازہ بلند کر دیا سو بے شک موجودہ مشکلات کے ساتھ آسانی (ہونے والی) ہے بے شک موجودہ مشکلات کے ساتھ آسانی ہونے والی ہے تو آپ جب (تبلیغ احکام سے) فارغ ہو جایا کریں تو دوسری عبادات متعلقہ بذات خاص میں محنت کیا کیجئے اور جو کچھ مانگنا ہو اس میں اپنے رب کی طرف توجہ رکھئے۔

سورة الانشراح مكية وهى ثمانى 'ايات كذا فى البيضاوى۔

تفسیر ربط : وَالضُّحٰى میں جو مضمون تھا یہ سورت بالکل اس کا تتمہ ہے۔

تتمہ نعم وامر بالشکر مذکورہ سورت بالا : بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ (الى قوله تعالى) وَاِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ (علم و حلم سے) کشادہ نہیں کر دیا (یعنی علم بھی وسیع عطا فرمایا اور تبلیغ میں جو مخالفین کی مزاحمت سے ایذاء پیش آتی ہے اس میں تحمل اور حلم بھی دیا كذا قال الحسن كما فى الدر المنثور) اور ہم نے آپ پر سے آپ کا وہ بوجھ اتار دیا جس نے آپ کی کمر توڑ رکھی تھی (وزر سے مراد وہ امور مباحہ جو احیاناً آپ سے بنا بر تصور کسی حکمت کے صادر ہو جاتے تھے اور بعد میں ان کا خلاف حکمت وخلاف اولیٰ ہونا ثابت ہوتا تھا اور آپ بوجہ علو شان و غایت قرب کے اس سے ایسے ہی مغموم ہوتے تھے جس طرح گناہ سے کوئی مغموم ہوتا ہے اس میں بشارت ہے ان امور پر مواخذہ نہ ہونے کی كذا فى الدر المنثور عن مجاہد وشریح بن عبید الحضرمی۔ پس اس بنا پر یہ بشارت آپ کو دوبار ہوئی اول مکہ میں اس سورت میں دوسرے مدینہ میں سورۂ فتح میں اس کی تاکید وتکمیل وتجدید وتفصیل کے لئے) اور ہم نے آپ کی خاطر آپ کا آواز بلند کیا (یعنی اکثر جگہ شریعت میں اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ آپ کا نام مبارک مقرون کیا گیا ہے كذا فى الدر المنثور مرفوعاً قال الله تعالى : اذا ذكرت ذكرت معى جیسے خطبہ میں تشہد میں نماز میں آذان میں اقامت میں اور اللہ کے نام کی رفعت اور شہرت ظاہر ہے پس جو اس کے قرین ہو گا رفعت وشہرت میں وہ بھی تابع رہے گا اور چونکہ مکہ میں آپ اور مؤمنین طرح طرح کی تکالیف وشدائد میں گرفتار تھے اس لئے آگے ان کے ازالہ کا بطریق تفریع علی السابق کے وعدہ فرماتے ہیں کہ جب ہم نے آپ کو روحانی راحت دی اور روحانی کلفت رفع کر دی جیسا اَلَمْ نَشْرَحْ ...... سے معلوم ہوا) سو (اس سے دنیوی راحت ومحنت میں بھی ہمارے فضل وکرم کا امیدوار رہنا چاہیے چنانچہ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ) بے شک موجودہ مشکلات کے ساتھ (یعنی بعد قریب کہ حکم میں مع کے ہے) آسانی (ہونے والی) ہے (اور چونکہ ان مشکلات کے انواع واعداد کثیر تھے اس لئے اس وعدہ میں تکریر اور تاکید فرماتے ہیں کہ) بے شک موجودہ مشکلات کے ساتھ آسانی (ہونے والی) ہے (چنانچہ وہ مشکلات ایک ایک

کر کے سب رفع ہوگئی جیسا روایات احادیث وسیر وتواریخ متواترہ اس پر متفق ہیں آگے ان نعمتوں پر امر بالشکر کو متفرع فرماتے ہیں یعنی جب ہم نے آپ کو ایسی ایسی نعمتیں دی ہیں) تو آپ جب (تبلیغ احکام سے کہ عبادت متعدیۃ النفع ہے) فارغ ہو جایا کریں تو (دوسری عبادات متعلقہ بذات خاص میں) محنت کیا کیجئے (مراد کثرت عبادت وریاضت ہے کہ آپ کی شان کے یہی مناسب ہے) اور (جو کچھ مانگنا ہو اس میں) اپنے رب ہی کی طرف توجہ رکھیے (یعنی اسی سے مانگئے اور اس میں بھی من وجہ بشارت ہے زوال عسر کی کہ امر بالسوال وعدۂ اجابت ہے پس شکر کے لئے امر اول ہوگا اور دوسرا امر اس کا تتمہ اور دونوں کو بھی اسی طرح شکر کہا جا سکتا ہے کہ دونوں میں امر مشترک توجہ الی اللہ ہے اور اصل شکر یہی ہے)۔ **ف**: اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ کی تفسیر مذکور پر یہ شبہ نہیں ہو سکتا کہ بعض عسر کے بعد یسر نہیں ہوتا۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۝ قبل وصول جو سالک کو ضیق اور ثقل اور حیرت ہوتی ہے جو اس کی کمر توڑ ڈالتی ہے وہ وزر میں داخل ہے پھر بعد وصول وسعت اور نشاط اور اطمینان نصیب ہوتا ہے جس میں توجہ الی الخلق توجہ الی الحق سے بھی مانع نہیں ہوتی وہ شرح صدر میں داخل ہے اور عادۃً مجاہدہ کرنے والا ان دو حالتوں سے مشرف ہوتا ہے اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ میں اس طرف اشارہ ہے۔ قولہ تعالیٰ: فَاِذَا فَرَغْتَ اس میں اشارہ ہے کہ جب شیخ افادہ وارشاد سے فارغ ہو جاوے تو خلوت میں اس کو فکر ومناجات میں مشغول رہنا چاہیے اپنے کو مجاہدہ سے مستغنی نہ سمجھے ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ **قوله فى الْعُسْرِ** موجودہ مشکلات اشارة الى ان اللام للعهد لكن لا للفرد بل للجموع الحاضر ۱۲۔

اللغات: **قوله انقض ظهرك فى القاموس اى اثقله حتى جعله نقضا اى مهزولا او اثقله حتى سمع نقيضه وفيه ايضا نقيض الاصابع والاضلاع والمفاصل اصواتها ۱۲۔**

البلاغۃ: **قوله الم نشرح ايراده بصورة الاستفهام لعل النكتة فيه زيادة الاهتمام لانه اصل النعم التى ذكرت بعده قوله لك زيادة الجار والمجر ورمع توسيطه بين الفعل ومفعوله للايذان من اول الامر بان الشرح من منافعه عليه الصلوة والسلام ومصالحه مسارعة الى ادخال المسرة فى قلبه الشريف صلى الله عليه وسلم وتشو يقاله عليه الصلوة والسلام الى ما يعقبه ليتمكن عنده وقت وروده فضل تمكن قوله عنك تقديمه على المفعول الصريح لتعجيل المسرة والتشويق الى المؤخر وكذلك فى رفعنا لك ولا يخفى لطف ذكر الرفع بعد الوضع ۱۲۔**

سُوْرَةُ التِّيْنِ

سُوْرَةُ التِّيْنِ ۹۵ مَكِّيَّةٌ ۲۸ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ۸ رُكُوْعُهَا ۱

سورۃ التین مکہ میں نازل ہوئی — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اس میں ۸ آیات اور ا رکوع ہے

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۝۱ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ۝۲ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۝۳ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۝۴ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ۝۵ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝۶ فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ ۝۷ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ ۝۸ ع ۸

قسم ہے انجیر (کے درخت) کی اور زیتون (کے درخت) کی اور طور سینین کی اور اس امن والے شہر (یعنی مکہ معظمہ) کی کہ ہم نے انسان کو بہت خوبصورت سانچے میں ڈھالا ہے پھر (ان میں جو بوڑھا ہو جاتا ہے ہم اس کو پستی کی حالت والوں سے) بھی پست تر کر دیتے ہیں لیکن جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے تو ان کے لئے اس قدر ثواب ہے جو کبھی منقطع نہ ہوگا پھر کون چیز تجھ کو قیامت کے بارے میں منکر بنا رہی ہے کیا اللہ تعالیٰ سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم نہیں ہے۔

سورة التين مكية وهي ثماني اٰيات كذا في البيضاوی احد القولين وهو الراجح لمكان قوله تعالٰى هذا البلد الامين۔

تفسیر ربط: وَالضُّحٰى ۝ کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے منجملہ ان کے انسان کا مبدأ اور معاد ہے اس سورت میں اس کا بیان ہے۔

مبدأ و معاد انسان: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۝ (الی قوله تعالی) اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ ۝ قسم ہے انجیر (کے درخت) کی اور زیتون (کے درخت) کی اور طور سینین کی اور اس امن والے شہر (یعنی مکہ معظمہ) کی کہ ہم نے انسان کو بہت خوبصورت سانچہ میں ڈھالا ہے پھر (ان میں جو بوڑھا ہو جاتا ہے) ہم اس کو پستی کی حالت والوں سے بھی پست تر کر دیتے ہیں (یعنی وہ خوبصورتی اور قوت مبدل بہ قبح وضعف ہو جاتا ہے اور برے سے برا ہو جاتا ہے مقصود اس سے بیان کرنا کمال قبح کا ہے جس سے قدرت علی الاعادہ پر کافی استدلال ہوتا ہے کقولہ تعالیٰ: اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ...... اور مقصود عند التامل اس سورت سے استدلال علی البعث معلوم ہوتا ہے جیسا: فَمَا يُكَذِّبُكَ کی تفریع اس کا قرینہ ہے مگر چونکہ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ۝ سے ظاہراً اطلاق لفظ سے ضعفاء و شیوخ کی مطلقاً رداءۃ کا شبہ ہوتا ہے جو موہم ہے عموم رداءۃ فی الآخرۃ کو بھی اس لئے اس ایہام کے دفع کرنے کو بطور استثناء کے فرماتے ہیں کہ بوڑھا آدمی بے شک ردّی ہو جاتا ہے) لیکن جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کئے تو اُن کے لئے اس قدر ثواب ہے جو کبھی منقطع نہ ہوگا (آگے خَلَقْنَا اور رَدَدْنٰهُ پر تفریع ہے کہ جب اللہ تعالیٰ تخلیق و تقلیب احوال پر قادر ہیں) تو اے انسان) پھر کون چیز تجھ کو قیامت کے بارہ میں منکر بنا رہی ہے (یعنی وہ کون سی دلیل ہے جس کی بناء پر تو ان دلائل کے ہوتے ہوئے قیامت کا منکر ہو رہا ہے) کیا اللہ تعالیٰ سب حاکموں سے بڑھ کر حاکم نہیں ہے (تصرفات دُنیویہ میں بھی جن میں سے خلق اور رد مذکور ہے اور تصرفات اُخرویہ میں بھی جن میں سے بعث و مجازات بھی ہے)۔

ف: شروع سورت میں چار چیزیں مقسم بہ ہیں دو درخت کثیر النفع اور دو بقعہ کثیر البرکت کہ ایک مقام ہے تکلیم موسیٰ علیہ السلام کا دوسرا آپ کا مولد و مسکن و محل نزول وحی۔ اور درختوں کی قسم کو مقصود سے مناسبت ظاہر ہے کہ درخت کو بھی اسی طرح نشو و نما ہوتا ہے پھر سوکھ کر کٹنے کے قابل ہو جاتا ہے اور چونکہ یہاں بیان تھا اشرف المخلوقات کا اس لئے قسم بھی اشرف الاشجار کی مناسب ہوئی اور طور اور بلد امین دونوں محل وحی ہیں تو مجازات آخرت سے اُن کو زیادہ مناسبت ہوئی کہ وحی

سے علم مجازات کا ہوا ہے واللہ اعلم اوراسی طرح سینین کو قرآن میں ایک جگہ طور سیناء فرمایا ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ : لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِيٓ أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ۝ تقویم کے معنی تعدیل ہیں اور یہ اپنے اطلاق سے صورت اور معنی دونوں کو شامل ہے صورت میں انتصاب قامت اور نقشہ کی خوبی اور حواس وعقل اور معنی میں مظہریت صفات حق سب داخل ہو گئے۔ قولہ تعالیٰ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ أَسْفَلَ سٰفِلِينَ ۝ مراد اس سے ضعف وپیری وانحطاط کی حالت ہے اور چونکہ عادۃً اس کو نقص عمل لازم ہے ظاہراً نقص اجر کا سبب ہوتا ہے اس لئے إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا سے اس کا استثناء فرمایا ہے یعنی ایسے عذر سے جو ورد ناغہ ہوا اس کا اجر کم نہیں ہوتا حدیث میں مضمون مصرح ہے اور اسی سے مشائخ اپنے مریدوں کو ایسے وقت میں تسلی دیتے ہیں کہ جب کسی عذر سے ناغہ ہو جانے سے وہ مغموم ہوں ۱۲۔

اللغات: سينين قيل اسم البقعة التى فيها الجبال اضيف اليه الطور وقال الا خفش سينين جمع بمعنى شجر واحد سينة كانه قيل طور الاشجار كذا فى الروح واختار فى القاموس قول الاخفش تقويم بمعنى تعديل وتثقيف فمعنى كون الانسان كائنا فى ذلك انه ملتبس به نظير قولك فلان فى رضا زيد بمعنى انه مرضى عنه رددنٰه اى جعلناه او يكون بمعنى تغيير الحال فما يكذبك بعد بالدين اى فما يجعلك كاذبا فان كل مكذب بالحق فهو كاذب والتكذيب بمعنى جعل الرجل كاذبا قد يستعمل بمعنى نسبة الى الكذب وقد يستعمل بمعنى حمله على الكذب والباء بمعنى فى او للسببية ويقدر المضاف اى بسبب تكذيب الدين ۱۲۔

النحو: اسفل حال او مفعول اى اقبح من كل قبيح والمراد بيان الكمال فى القبح قوله الا الذين استثناء من المفهوم من السابق اى رددناه اسفل سافلين فكان ذميما قبيحا من كل وجه الا الذين الخ فانه ليس بمذموم من كل وجه ۱۲۔

سُوْرَۃُ الْعَلَق

سُوْرَۃُ الْعَلَق ۹۶ مَکِّیَّۃٌ ۱ — بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ — اٰیَاتُہَا ۱۹ — رُکُوْعُہَا ۱

سورۃ العلق مکہ میں نازل ہوئی — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اس میں ۱۹ آیات اور ا رکوع ہے

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ① خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ② اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ ③ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ④ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ⑤ كَلَّاۤ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰۤی ⑥ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰی ⑦ اِنَّ اِلٰی رَبِّكَ الرُّجْعٰی ⑧ اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یَنْهٰی ⑨ عَبْدًا اِذَا صَلّٰی ⑩ اَرَءَیْتَ اِنْ كَانَ عَلَی الْهُدٰۤی ⑪ اَوْ اَمَرَ بِالتَّقْوٰی ⑫ اَرَءَیْتَ اِنْ كَذَّبَ وَ تَوَلّٰی ⑬ اَلَمْ یَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ یَرٰی ⑭ كَلَّا لَىِٕنْ لَّمْ یَنْتَهِ ﳔ لَنَسْفَعًۢا بِالنَّاصِیَةِ ⑮ نَاصِیَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ⑯ فَلْیَدْعُ نَادِیَهٗ ⑰ سَنَدْعُ الزَّبَانِیَةَ ⑱ كَلَّا ؕ لَا تُطِعْهُ وَ اسْجُدْ وَ اقْتَرِبْ ⑲ ع ۱ السجدۃ ۱۹/۲۱

(اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) آپ (پر جو) قرآن (نازل ہوا کرے گا) اپنے رب کا نام پڑھا کیجئے (یعنی جب پڑھیے بسم اللہ الرحمن الرحیم کہہ کر پڑھا کیجئے) جس نے (مخلوقات کو) پیدا کیا جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا آپ قرآن پڑھا کیجئے اور آپ کا رب بڑا کریم ہے (جو چاہتا ہے عطا فرماتا ہے اور ایسا ہے) جس نے لکھے پڑھوں کو قلم سے تعلیم دی (اور عموماً) انسان کو (دوسرے ذرائع سے) ان چیزوں کی تعلیم دی جن کو وہ جانتا نہ تھا۔ سچ مچ بے شک (کافر) آدمی (حد آدمیت) سے نکل جاتا ہے اس وجہ سے کہ اپنے آپ کو (ابناء جنس سے) مستغنی دیکھتا ہے اے مخاطب (عام) تیرے رب ہی کی طرف سب کو لوٹنا ہے اے مخاطب (عام) بھلا اس شخص کا حال تو بتلا جو (ہمارے) ایک (خاص) بندہ کو منع کرتا ہے جب وہ (بندہ) نماز پڑھتا ہے (اور) اے مخاطب بھلا یہ تو بتلا کہ اگر وہ ہدایت پر ہو (جو کہ کمال لازمی ہے) یا وہ (دوسروں کو بھی) تقویٰ کی تعلیم دیتا ہو اے مخاطب بھلا یہ تو بتلا کہ اگر وہ شخص (ناحق دین کو) جھٹلاتا ہو اور (حق سے) روگردانی کرتا ہو کیا اس شخص کو خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس طغیان وغیرہ کو دیکھ رہا ہے ہرگز (ایسا) نہیں (کرتا) ہم (اس کو) بیٹھے پکڑ کر جو کہ دروغ اور خطا میں آلودہ پیٹھے ہیں (جہنم کی طرف) گھسیٹیں گے سو یہ اپنے ہم جلسہ لوگوں کو ملالے (اگر اس نے ایسا کیا تو) ہم بھی دوزخ کے پیادوں کو بلالیں گے (آگے پھر سرزنش ہے کہ اس کو) ہرگز (ایسا) نہیں (کرنا چاہئے مگر) آپ اس کا کہنا نہ مانیئے اور (بدستور) نماز پڑھتے رہئے اور خدا کا قرب حاصل کرتے رہئے۔

سورۃ العلق مکیۃ وھی تسع عشرۃ آیۃ کذا فی البیضاوی۔

تفسیر ربط: وَالضُّحٰی کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے منجملہ اُن کے عطائے نبوت وتعلیم وحی ہے جو بعد توحید کے مُہِم ہے جمیع مہمات کا اور اُس کے مناسب مذمت اور ردع مخالف صاحب وحی کا ہے اس سورت میں اس کا بیان ہے۔

تعلیم وحی برسول صلی اللہ علیہ وسلم وذم وردع مخالف رسول: بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ① (الی قولہ تعالی) لَا تُطِعْهُ وَ اسْجُدْ وَ اقْتَرِبْ ⑲ اِقْرَاْ سے مَا لَمْ یَعْلَمْ ⑤ تک سب سے اول کی وحی ہے جس کے نزول سے نبوت کی ابتداء ہوئی جس کا قصہ حدیث شیخین میں

ہے کہ عطائے نبوت کے قریب زمانہ میں آپ کو از خود خلوت پسند ہوگئی آپ غارِ حراء میں تشریف لے جا کر کئی کئی شب رہتے ایک روز دفعۃً جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور آپ سے کہا کہ اِقْرَاْ یعنی پڑھئے آپ نے فرمایا :ما انا بقارئ یعنی میں کچھ پڑھا ہوا نہیں ہوں اُنہوں نے آپ ﷺ کو خوب زور سے دبایا پھر چھوڑ دیا اور پھر کہا: اِقْرَاْ آپ نے وہی جواب دیا اسی طرح تین بار پھر آخر میں دبانے کے بعد چھوڑ کر کہا اِقْرَاْ الی مَالَمْ یَعْلَمْ روی ھذہ الغایۃ فی الدر المنثور عن محمد بن عباد وابن عباسؓ والزهری وعمرو بن دینار وغیرھم یعنی)اے پیغمبر (ﷺ) آپ (پر جو) قرآن (نازل ہوا کرے گا جس میں اس وقت کی نازل ہونے والی آیتیں بھی داخل ہیں) اپنے رب کا نام لے کر پڑھا کیجئے (یعنی جب پڑھئے بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کہہ کر پڑھا کیجئے جیسا اس آیت میں :فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ ...... [النحل : ۹۸] قرآن کے ساتھ اعوذ باللہ پڑھنے کا حکم ہوا ہے اور ان دونوں امر سے جو اصل مقصود ہے یعنی توکل واستعانت وہ تو واجب ہے اور زبان سے کہہ لینا مسنون ومندوب ہے اور گو اصل مقصود کے اعتبار سے اس آیت کے نزول کے وقت بسم اللہ کا آپ کو معلوم ہونا ضروری نہیں لیکن بعض روایات میں اس سورت کے ساتھ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کا نازل ہونا بھی آیا ہے اخرجه الواحدی عن عکرمة والحسن انهما قالا اول ما نزل بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ واول سورة اقرأ واخرجه ابن جریر وغیرہ عن ابن عباس انه قال اول ما نزل جبریل علیه السلام علی النبی ﷺ قال یا محمد استعذ ثم قل بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کذا فی روح المعانی ...... اور ان آیتوں میں جو قراءت کو اسم الٰہی کے ساتھ افتتاح کرنے کا حکم ہوا ہے اُس حکم میں خود ان آیتوں کا داخل ہونا ایسا ہے کہ جیسے کوئی شخص دوسرے سے کہے کہ اسمع ما اقول لك یعنی میں جو کچھ تجھ سے کہوں تو اُس کو سُن تو خود اس جملہ کے سننے کا حکم کرنا بھی اُس کو مقصود ہے پس حاصل یہ ہوگا کہ خواہ ان آیتوں کو پڑھو یا جو آیات بعد میں نازل ہوں گی اُن کو پڑھو سب کی قراءت اسم الٰہی سے ہونا چاہیے اور آپ کو بعلم ضروری معلوم ہوگیا کہ یہ قرآن اور وحی ہے اور حدیثوں میں جو آپ کا ڈر جانا اور ورقہ سے بیان کرنا آیا ہے وہ بوجہ شبہ کے نہ تھا بلکہ خوف تو ہیبت وحی سے اضطراری تھا اور ورقہ سے بیان کرنا مزید اطمینان وزیادت ایقان کے لئے تھا نہ کہ عدم ایقان کے لئے اور معلم متعلم سے ابجد شروع کرانے کے وقت کہتا ہے کہ ہاں پڑھ پس اس سے تکلیف مالا یطاق لازم نہیں آتی اور آپ کا عذر فرمانا یا تو اس وجہ سے ہے کہ آپ کو اس جملہ کے معنی متعین نہ ہوئے ہوں اور یہ امر کوئی خلاف شان نہیں ہے یا باوجود تعیین مُراد کے بایں معنی ہے کہ قراءت کا استعمال اکثر لکھی ہوئی چیز کو پڑھنے کے معنی میں آتا ہے تو آپ نے بوجہ حرف شناس نہ ہونے کے یہ عذر فرمایا ہو اور حضرت جبریل علیہ السلام کا دبانا بظن غالب واللہ اعلم بحقیقۃ الحال تقویت استعداد تلقی وحی کے ہوگا اور لفظ رب سے اشارہ اس طرف ہے کہ ہم آپ کی کمال تربیت کریں گے اور نبوت کے درجات قصویٰ پر پہنچا دیں گے آگے رب کی صفت ہے یعنی وہ ایسا رب ہے) جس نے (مخلوقات کو) پیدا کیا) (اس وصف کی تخصیص میں یہ نکتہ ہے کہ حق تعالیٰ کی نعمتوں میں اول ظہور اس نعمت کا ہوتا ہے تو تذکیر میں اس کا مقدم ہونا مناسب ہے اور نیز خلق دلیل ہے خالق پر اور سب سے اہم اور اقدم معرفت خالق ہے۔ آگے بطور تخصیص بعد تعمیم کے ارشاد ہے کہ) جس نے (سب مخلوقات میں سے بالخصوص) انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا (اس تخصیص بعد تعمیم میں اشارہ ہے کہ نعمت خلق میں بھی عام مخلوقات سے زیادہ انسان پر انعام ہے کہ علقہ سے کہ جماد محض تھا اُس کو کس درجہ تک ترقی دی کہ صورت کیسی بنائی عقل وعلم سے مشرف فرمایا پس انسان کو زیادہ شکر کرنا چاہیے مقصود اس سے نعمت عامہ کے بعد نعمت خاصہ بنوع صاحب وحی کا یاد دلانا ہے اور تخصیص علَق کی شاید اس لئے ہے کہ یہ ایک برزخی حالت ہے کہ اس کے قبل نُطفہ اور غذاء وعنصر ہے اور اُس کے بعد مضغہ اور ترکیب عظام ونفخ روح ہے پس گویا وہ جمیع احوال متقدمہ ومتاخرہ کی طرف ناظر اور مشیر ہے۔ آگے اِقْرَاْ مذکور کی تاکید ایجاب کے لئے ونیز اثباتِ مقصودیت قراءۃ کے لئے امر ہے کہ) آپ قرآن پڑھا کیجئے (حاصل یہ کہ امر اول اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ سے مقصودیت قید کا شبہ نہ کیا جاوے بلکہ خود قراءت بھی فی نفسہا مقصود ہے کیونکہ تبلیغ کا ذریعہ یہی قراءت ہے۔ اور تبلیغ ہی اصل کام صاحِب وحی کا ہے پس اس تکریر وتاکید میں اشعار آپ کی نبوت اور مامور بالتبلیغ ہونے کا بھی ہوگیا اور وہ امر مہم مقصود مقام جس کا ذکر اس سورت کی تقریر ربط میں تھا یہی ہے) اور (آگے ایک کلام مستانف میں آپ کے عذر مانع ما انا بقارئ کو جو کہ جبریل علیہ السلام کے اِقْرَاْ کہنے کے جواب میں پیش کیا تھا آئندہ کے لئے رفع فرمانے کے وعدہ کی طرف اشارہ ہے کہ) آپ کا رب بڑا کریم ہے (جو چاہتا عطا فرماتا ہے اور وہ ایسا ہے) جس نے (لکھے پڑھوں کو نوشتے) قلم سے تعلیم دی (اور عموماً ومطلقاً) انسان کو (دوسرے ذرائع سے) اُن چیزوں کی تعلیم دی جن کو وہ نہ جانتا تھا (مطلب یہ کہ اول تو تعلیم کچھ کتابت میں منحصر نہیں دوسرے اسباب سے بھی تعلیم کا وقوع ہو رہا ہے ثانیاً اسباب مؤثر بالذات نہیں سبب حقیقی ومفیض علوم ہم ہیں پس گو آپ لکھنا نہیں جانتے مگر ہم نے جب آپ کو قراءت اور حفظ علوم وحی پر قدرت دے دیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا پس ان آیات میں آپ کی نبوت اور اس کے مقدمات ومتممات کا پورا

تقرر ہو گیا اور چونکہ صاحب نبوت کی مخالفت غایت درجہ کا قبیح اور شنیع امر ہے اس لئے آئندہ آیات میں جن کا نزول آیات اولیٰ سے ایک مدت کے بعد ہوا ہے آپ کے ایک خاص مخالف یعنی ابوجہل کی بالفاظ عامہ جس سے ہر مخالف کو متناول ہو جاوے مذمت اور ردع ہے جس کا سبب نزول یہ ہے کہ ایک بار ابوجہل نے آپ کو نماز پڑھتے دیکھا کہنے لگا کہ میں آپ کو اس سے بارہا منع کر چکا ہوں آپ نے اُس کو جھڑک دیا تو کہنے لگا کہ مکہ میں سب سے بڑا مجمع میرے ساتھ ہے اور یہ بھی کہا تھا کہ اگر اب کی بار نماز پڑھتے دیکھوں گا تو نعوذ باللہ آپ کی گردن پر پاؤں رکھ دوں گا چنانچہ ایک بار اس قصد سے چلا مگر قریب جا کر رُک گیا اور پیچھے ہٹنے لگا لوگوں نے وجہ پوچھی کہنے لگا مجھ کو ایک خندق آگ کی حائل معلوم ہوئی اور اُس میں کچھ پردار چیزیں نظر آئیں آپ نے فرمایا کہ وہ فرشتے تھے اگر اور آگے آتا تو فرشتے اُس کو بوٹی بوٹی کر کے نوچ ڈالتے اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں **كذا في الدر المنثور** عن الصحاح وغیرہا من کتب الحدیث جن میں اول کلا سے مذمت اور دوسرے کلا سے ردع ہے اور تیسرا کلا دوسرے کی تاکید ہے پس ارشاد ہے کہ) سچ مچ بے شک (کافر) آدمی حد (آدمیت) سے نکل جاتا ہے اس وجہ سے کہ اپنے آپ کو (ابناء جنس سے) مستغنی دیکھتا ہے (کقولہ تعالیٰ: ﴿وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا﴾ [الشوریٰ: ۲۷] حالانکہ اس استغناء پر طغیان حماقت محضہ ہے کیونکہ کسی کو گو مخلوق سے من وجہ استغناء ہو بھی جاوے لیکن حق تعالیٰ سے تو کسی حال میں استغناء نہیں ہو سکتا حتیٰ کہ آخر میں) اے مخاطب (عام) تیرے رب ہی کی طرف سب کا لوٹنا ہوگا (اور اُس وقت بھی مثل حالت حیات کے اُس کی قدرت کے احاطہ میں گھرا ہوگا اور اُس حالت میں جو اس کو طغیان کی سزا ہوگی اُس سے بھی کہیں نہ بھاگ سکے گا پس ایسا عاجز ایسے قادر سے کب مستغنی ہو سکتا ہے تو زعم استغناء اور اس بناء پر طغیان سفہ محض ہے آگے بصورت استفہام تعجیب اُس کے بعض طغیان کا بیان ہے یعنی) اے مخاطب (عام) بھلا اُس شخص کا حال تو بتلا جو (ہمارے) ایک (خاص) بندہ کو منع کرتا ہے جب وہ (بندہ) نماز پڑھتا ہے (مطلب یہ کہ اُس شخص کا حال دیکھ کر تو بتلا کہ اُس سے زیادہ عجیب بات بھی کوئی ہے حاصل یہ کہ نمازی کو نماز سے روکنا نہایت عجیب اور قبیح بات ہے۔ آگے اسی تعجیب کی تاکید وتقویت کے لئے ایک قید منہی میں اور ایک قید ناہی میں لگا کر مکرر اُفرماتے ہیں کہ) اے مخاطب (عام) بھلا یہ تو بتلا کہ اگر وہ بندہ (منہی) ہدایت پر ہو (جو کہ کمال لازمی ہے) یا وہ (دوسروں کو بھی) تقویٰ کی تعلیم دیتا ہو (یہ بطور منع خلو کے ہے اور شاید کلمہ تردید لانے سے اشارہ اس طرف ہو کہ اگر ان میں سے ایک صفت بھی ہوتی تب بھی مذمت ناہی کے لئے کافی تھی چہ جائے کہ دونوں ہوں اور) اے مخاطب (عام) بھلا یہ تو بتلا کہ اگر وہ شخص (ناہی [1] دین حق کو) جھٹلاتا ہو اور (حق سے) روگردانی کرتا ہو (یعنی نہ عقیدہ رکھتا ہو اور نہ عمل یعنی اول تو یہ دیکھو کہ نماز سے منع کرنا کتنا بُرا ہے پھر بالخصوص یہ دیکھو کہ جب منہی مہتدی کامل ہو اور ناہی ضال کامل ہو اور پھر منع کیا جاوے تو کتنی عجیب بات ہے وجہ اصل عجب کی یہ ہے کہ نماز فعل حسن ہے قابل نہی کے نہیں اور وجہ زیادت عجب کی یہ ہے کہ مہتدی کامل کی نماز زیادہ حسن ہوگی اور ضال کامل کی نہی زیادہ قبیح ہوگی خصوصاً جب کہ وہ نہی ایسے فعل سے ہو کہ غایت درجہ کا حسن ہو تو وہ قبح اور شدید ہوگا آگے اس نہی پر اس کو وعید ہے یعنی) کیا اس شخص کو یہ خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ (اس کے طغیان اور افعال ناشی عن الطغیان کو) دیکھ رہا ہے (اور اس پر سزا دے گا آگے اس نہی پر ردع ہے یعنی اس کو) ہرگز (ایسا) نہیں (کرنا چاہیے اور) اگر یہ شخص (اپنی حرکت سے) باز نہ آوے گا تو ہم (اس کو) چھٹے پکڑ کر جو کہ دروغ اور خطا میں آلودہ چھٹے ہیں (جہنم کی طرف) گھسیٹیں گے (ناصیہ کو کاذبہ خاطئہ مجازاً فرمایا اور اُس کو جو اپنے مجمع پر گھمنڈ ہے اور ہمارے پیغمبر کو دھمکاتا ہے) سو یہ اپنے ہم جلسہ لوگوں کو بلا لے (اگر اُس نے ایسا کیا تو) ہم بھی دوزخ کے پیادوں کو بلا لیں گے (چونکہ یہ بلانا بلانے پر مشروط تھا شرط کے نہ پائے جانے سے مشروط نہیں پایا گیا **كما روى الطبرى عن قتادة مرسلا قال النبى لو فعل ابو جهل لاخذته الملئكة الزبانية عيانا۔** آگے پھر زیادت زجر کے لئے اس کو ردع ہے کہ اُس کو) ہرگز (ایسا) نہیں (کرنا چاہیے مگر) آپ (اس نالائق کی ان حرکتوں کی کچھ پرواہ نہ کیجئے اور) اس کا کہنا نہ مانیے (جیسا اب تک بھی نہ مانا) اور (بدستور) نماز پڑھتے رہیے اور (خدا کا) قرب حاصل کرتے رہیے (اس میں ایک لطیف وعدہ ہے کہ حق تعالیٰ آپ کو ان لوگوں کے ضرر سے محفوظ رکھے گا کیونکہ نماز سے قرب ہوتا ہے اور قرب موجب عصمت ہے **الا لحکمة خاصة** پس ایسے امور کی طرف ذرا التفات نہ کیجئے اپنے کام میں لگے رہیے)۔ **ف**: سورت میں جس نہی عن الصلوٰۃ کی مذمت ہے وہ وہ ہے جو مبغوضیت صلوٰۃ کی وجہ سے ہو ورنہ مقتضی شرعی سے نہی کرنا جائز بلکہ کہیں واجب بھی ہے جیسے اوقات مکروہہ میں منع کرنا واجب ہے یا شوہر بی بی کو اور آقا غلام کو نوافل سے روکے کہ یہ جائز ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: ﴿وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ﴾ اس میں اشارہ ہے کہ تخشع جو روح ہے سجدہ کی قرب کا اصل مدار ہے اور تخشع کا کمال فناء ہے پس فناء کا مدار قرب ہونا ثابت ہوا۔

الحواشی: (۱) یہ صفت ہے شخص کی اور دین کی طرف مضاف نہیں ۱۲ منہ۔

ملحقات الترجمۃ : ۱ قوله في بِالْقَلَمِ ۵ نوشتہ اشارة الى اعتبار المعنى هكذا بواسطة الكتابة بالقلم ۱۲۔ ۲ قوله في كلا الاول سچ مچ اشارة الى كونه بمعنى حقًا كذا في الخازن ۱۲۔ ۳ قوله في ربك اے مخاطب عام وكذا في ضمائر الخطاب التى بعده مبنى على ما في الروح انهم لم يجعلوا فيما ذكر الخطاب للنبى ﷺ ولا للكافر الناهى لان السياق مقتض لخروج الناهى والمنهى وعن مورد الخطاب ۱۲۔

اللغات : السفع الجذب بشدة الناصية شعر الجبهة وتطلق على مكان الشعر زبانية اى ملائكة العذاب ليجروه الى النار وهو فى الاصل الشرط اعوان الولاة فقيل جمع لا واحد لهٗ وقيل واحده زبنية لعفرية وقيل زبنى من الزبن وهو الدفع ۱۲۔

النحو : قوله ارء يت الذى الى ان الله يرى ارايت فى الموضع بمعنى اخبرنى والمقصود التعجيب لا السوال وارايت الثانى والثالث متقابلان باعتبار ان احدهما كاشف عن حال المنهى والآخر عن حال الناهى ومجموعهما تاكيد للاول والمفعول الاول للاول مذكور للثانى والثالث محذوف يدل عليه القرينة اى ارايت نهيه ان كان على المنهى على الهدى وارايت ان كذب الناهى والمفعول الاخر للجميع محذوف وهو الجواب للشرط فى الجملة الثانية والثالثة اى فما اعجب من ذا بقرينة ارايت فانه يفيد التعجب وهو حاصل قوله الفراء ولم يؤد والواو بين الجمل لكمال الاتحاد قوله الم يعلم جملة مستانفة لتقرير ما قبلها وتاكيده ۱۲۔

البلاغۃ : قوله ينهى التعبير بما يفيد الاستقبال لاستحضار الصورة الماضية لنوع غرابة قوله اذا صلّٰى تقييد النهى بالظرف يشعر بان النهى عن الصلٰوة حال التلبس بها ۱۲۔

سُوْرَةُ الْقَدْرِ

سُوْرَةُ الْقَدْرِ ۹۷ مَكِّيَّةٌ ۲۵ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ۵ — رُكُوْعُهَا ۱

سورۃ القدر مکہ میں نازل ہوئی — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اس میں ۵ آیات اور ا رکوع ہے

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝ لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ۝ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ۚ مِنْ كُلِّ اَمْرٍ ۝ سَلٰمٌ ۛ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝

بے شک ہم نے قرآن کو شب قدر میں اتارا ہے اور (شوق بڑھانے کے لئے فرماتے ہیں کہ) آپ کو کچھ معلوم ہے کہ شب قدر کیسی چیز ہے (آگے جواب ہے) شب قدر ہزار مہینے سے بہتر ہے (اور وہ شب قدر ایسی ہے کہ) اس رات میں فرشتے اور روح القدس (یعنی جبرائیل علیہ السلام) اپنے پروردگار کے حکم سے ہر امر خیر کو لے کر (زمین کی طرف اترتے ہیں (اور وہ شب) سراپا سلام ہے وہ شب (اسی صفت و برکت کے ساتھ لیلۃ القدر طلوع فجر تک رہتی ہے۔

سورۃ القدر مختلف فیہا وھی خمس ایۃ کذا فی البیضاوی۔

تفسیر ربط : وَالضُّحٰى کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے منجملہ اُن کے حقانیت اور عظمت قرآن کی ہے اس سورت میں اُس کا بیان ہے۔

حقیت و عظمت قرآن : بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ (الی قولہ تعالی) هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ۔ بے شک ہم نے قرآن کو شب قدر میں اُتارا ہے (پس حق بھی ہے کہ ہمارا اُتارا ہوا ہے اور اسباب خارجیہ سے بھی اس میں عظمت ہے کہ زمانہ معظم میں اُترا ہے اور تحقیق شب قدر میں نازل ہونے کی شروع سورۂ دخان میں گزری ہے) اور (زیادت تشویق کے لئے فرماتے ہیں کہ) آپ کو کچھ معلوم ہے کہ شب قدر کیسی چیز ہے (آگے جواب ہے کہ) شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے (یعنی ہزار مہینہ تک عبادت کرنے کا جس قدر ثواب ہے اُس سے زیادہ شب قدر میں عبادت کرنے کا ثواب ہے **کذا فی الخازن** اور وہ رات ایسی ہے کہ) اُس رات میں فرشتے اور روح القدس (یعنی جبریل علیہ السلام) اپنے پروردگار کے حکم سے ہر امر خیر کو لے کر (زمین کی طرف) اُترتے ہیں (اور وہ شب) سراپا سلام ہے (جیسا حدیث بیہقی میں حضرت انسؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ شب قدر میں حضرت جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کے ایک گروہ میں آتے ہیں اور جس شخص کو قیام وقعود و ذکر میں مشغول دیکھتے ہیں اس پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں یعنی اس کیلئے دعائے رحمت کرتے ہیں اور خازن نے ابن الجوزی سے اس روایت میں **یسلمون** بھی بڑھایا ہے یعنی سلامتی کی دعاء کرتے ہیں اور **یصلون** کا حاصل بھی یہی ہے کیونکہ رحمت وسلامتی میں تلازم ہے اسی کو قرآن میں سلام فرمایا ہے اور امر خیر سے مراد یہی ہے اور نیز روایات میں اس میں توبہ کا قبول ہونا ابواب سماء کا مفتوح ہونا اور ہر مؤمن پر ملائکہ کا سلام کرنا آیا ہے **کذا فی الدر المنثور۔** اور ان اُمور کا بواسطہ ملائکہ کے ہونا اور موجب سلامت ہونا ظاہر ہے اور یا امر سے مُراد وہ اُمور ہوں جن کا عنوان سورۂ دخان میں امر حکیم اور اس شب میں ان کا طے ہونا ذکر فرمایا ہے اور ان امور کے لئے نزول بغرض تعیین انفاذ ان امور کے لئے ہو۔ نقلہ فی الروح عن عصام اور) وہ شب (اسی صفت و برکت کے ساتھ) طلوع فجر تک رہتی ہے (یہ نہیں کہ اس شب کے کسی حصۂ خاص میں یہ برکت ہو اور کسی میں نہ ہو)۔

ف : قدر کے معنی تعظیم کے ہیں چونکہ اس شب میں عظمت اور شرف ہے اس لئے اس کو شب قدر کہتے ہیں اور تخصیص ہزار مہینے کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض عابدین بنی اسرائیل کا ذکر کیا تھا جنہوں نے ہزار مہینے یا ایک روایت میں اسّی برس عبادت کی تھی صحابہ کو تعجب ہوا اس پر یہ سورت نازل ہوئی **کذا فی الدر المنثور** عن مجاہد و علی بن عروہ اور اسّی برس تقریباً ہزار مہینے ہوتے ہیں بحذف کسر۔ اور اس مقام پر دو اشکال ہیں ایک یہ کہ ہزار مہینے میں بھی شب قدر ضرور ہوگی کیونکہ وہ ہر سال میں ہوتی ہے اور آیت قرآنیہ کے موافق وہ بھی ہزار مہینے سے افضل ہوگی و ہکذا پس اس سے لاتناہی مقدار کی لازم آتی

ہے جواب بے تکلف یہ ہے کہ ان ہزار مہینوں میں جولیالی قدر ہوں ان میں مضاعف نہ ہونا ملحوظ ہے پس وہ ہزار مہینے سے افضل نہ ہوگی اس لئے تسلسل لازم نہیں آیا۔ پس حاصل یہ ہوا کہ جن الف شہر میں مضاعفت نہ ہوالخ اور یہی جواب ہے ان احادیث میں کہ سورۂ یٰسین پڑھنا برابر دس قرآن کے ہے یا تین بار قل ہو اللہ پڑھنا برابر ایک قرآن کے ہے ومثل ذلك۔ اور دوسرا اشکال یہ ہے کہ اختلاف مطالع مغارب کی وجہ سے شب قدر کا ہر جگہ جدا ہونا لازم آتا ہے جواب یہ ہے کہ اس میں کوئی محذور لازم نہیں آتا کہ یہ برکات کسی کو کسی وقت میں ملیں اور کسی کو کسی وقت میں۔ اسی طرح نزول ملائکہ کا ہر جگہ مختلف وقت میں ہو۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۥ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ۝ اس میں نص ہے کہ ازمنۂ فاضلہ میں عبادت کا خاص اہتمام کریں اور یہ اہل طریق کی گویا عادات لازمہ سے ہے مگر کسی عارض کے سبب ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱؎ **قوله في حتّٰى** ای صفت الخ اشارة الى جواب سوال وهو انه ما فائدة تلك الغاية لان كل ليلة تكون كذلك والجواب ظاهر ۱۲۔

اللغات: مطلع مصدر ميمی ۱۲۔

النحو: قوله كل امر متعلق بتنزل ومن بمعنى الباء كما في الخازن ای بكل امر من الخير والبركة قوله سلام خبر لمبتدأ محذوف ای هی ۱۲۔

البلاغة: سلام حمل المصدر عليه مبالغة ۱۲۔

نكتة: قوله الف شهر المراد عندی ازمنة متطاولة وعبر عنها بالف شهر لان العرب ليس عندهم اسم وضع لعدد هو اكثر من الف قدر بالاشهر دون السنين لان الحساب عندهم بالقمر ويتم دورته في كل شهر لا بالشمس التي تدور في السنة فصار حاصل المعنى ان بالزمان الذی تحسونه اكثر من كثير هذه الليلة افضل منه بكثير كما يدل عليه خير هذه نكتة التخصيص درايةً واما نكتة التخصيص روايةً فمذكور في المتن ۱۲۔

سُورَةُ البَيِّنَة

سُورَةُ البَيِّنَةِ ۹۸ مَدَنِيَّةٌ ۱۰۰ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ۸ رُكُوْعُهَا ۱

سورۃ البینہ مدینہ میں نازل ہوئی — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اس میں ۸ آیات اور ا رکوع ہے

لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ① رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰهِ يَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ② فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ ③ وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَةُ ④ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ⑤ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ اُولٰٓئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ⑥ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ⑦ جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ⑧ ع

جولوگ اہل کتاب اور مشرکوں میں سے (قبل بعثت نبویہ) کافر تھے وہ (اپنے کفر سے ہرگز باز آنے والے نہ تھے جب تک کہ ان کے پاس واضح دلیل نہ آتی (یعنی) ایک اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو (ان کو) پاک صحیفے پڑھ کر سنا دے جن میں درست مضامین لکھے ہوں اور جو لوگ اہل کتاب تھے (اور غیر اہل کتاب تو بدرجہ اولی) وہ اس واضح دلیل کے آنے ہی کے بعد (دین میں) مختلف ہو گئے حالانکہ ان لوگوں کو کتب سابقہ میں یہی حکم ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی اس طرح عبادت کریں کہ عبادت اسی کے لئے خاص رکھیں (ادیان باطلہ شرکیہ سے) یکسو ہو کر اور نماز کی پابندی رکھیں اور زکوۃ دیا کریں اور یہی طریقہ ہے ان درست مضامین (مذکورہ کا) بتلایا ہوا۔ بے شک جو لوگ اہل کتاب اور مشرکین میں سے کافر ہوئے وہ آتش دوزخ میں جائیں گے جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے (اور) یہ لوگ بدترین خلائق ہیں بے شک جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے وہ لوگ بہترین خلائق ہیں ان کا صلہ ان کے پروردگار کے نزدیک ہمیشہ رہنے کی بہشتیں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے (اور) اللہ تعالیٰ ان سے خوش رہے گا اور وہ اللہ سے خوش رہیں گے یہ (جنت اور رضا) اس شخص کے لئے ہے جو اپنے رب سے ڈرتا ہے۔

سورة البينة مختلف فيها و ايها ثمان كذا فى البيضاوى۔

تفسیر ربط : وَالضُّحٰی کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے۔ منجملہ ان کے مسئلۂ رسالت اور اس کے مصدقین و مکذبین کی مجازات ہے اس سورت میں اس کا بیان ہے۔

اثباتِ رسالت و مجازات مصدق مکذب : بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا (الى قوله تعالى) ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ۔ جولوگ اہل کتاب اور مشرکوں میں سے (قبل بعثت نبویہ) کافر تھے وہ (اپنے کفر سے ہرگز) باز آنے والے نہ تھے جب تک کہ ان کے پاس واضح دلیل نہ آتی (یعنی) ایک اللہ کا رسول جو (ان کو) پاک صحیفے پڑھ کر سنا دے جن میں درست مضامین لکھے ہوں (مراد قرآن ہے مطلب یہ ہے کہ ان کفار کا کفر ایسا شدید تھا اور ایسے جہل

میں مبتلا تھے کہ بدون رسول عظیم کے ان کی راہ پر آنے کی کوئی توقع نہ تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے حجت کے اتم والزم ہونے کے لئے آپ کو قرآن دے کر مبعوث فرمایا) اور (اس پر چاہیے تھا کہ اس کو غنیمت سمجھتے اور اس پر ایمان لے آتے مگر) جو لوگ اہل کتاب تھے (اور غیر اہل کتاب تو بدرجۂ اولیٰ) وہ اس واضح دلیل کے آنے ہی کے بعد (دین میں) مختلف ہو گئے (یعنی دین حق سے بھی اختلاف کیا اور باہمی اختلافات جو پہلے سے تھے ان کو بھی دین حق کا اتباع کر کے دور نہ کیا۔ اور مشرکین کو بدرجۂ اولیٰ اس لئے کہا کہ ان کے پاس تو پہلے سے بھی کوئی علم سماوی نہ تھا اور قرآن کو صحف اور اس کے مضامین کو کتب فرمانا باعتبار بالقوہ کے ہے حاصل یہ کہ ایسے رسول اور ایسی کتاب عظیم الشان کا آنا مقتضی تھا اجتماع علی الدین الحق کو مگر ان لوگوں نے سبب اجتماع کو سبب تفرق بنالیا) حالانکہ ان لوگوں کو (کتب سابقہ میں) یہی حکم ہوا تھا کہ اللہ کی اس طرح عبادت کریں کہ عبادت کو اسی کے لئے خالص رکھیں (ادیان باطلہ شرکیہ سے) یکسو ہو کر اور نماز کی پابندی رکھیں اور زکوٰۃ دیا کریں اور یہی طریقہ ہے ان درست مضامین (مذکورہ) کا (بتلایا ہوا حاصل تقریر کا یہ ہوا کہ ان اہل کتاب کو ان کی کتابوں میں یہ حکم ہوا تھا کہ کما قال تعالیٰ: وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۚ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا ۭ وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّىْ مَعَكُمْ ۭ لَىِٕنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِيْ ...... [المائدۃ: ۱۲] چنانچہ امنتم برسلی اخلاص دین اور حنیفیت کو شامل ہے جس میں ایمان بالقرآن و بالرسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی داخل ہے غرض یہ کہ ان کتابوں میں یہ احکام تھے اور یہی تعلیم تھی قرآن کی جس کو اوپر کتب قیمہ سے تعبیر فرمایا ہے پس اس قرآن کے نہ ماننے سے خود اپنی کتب کی مخالفت بھی لازم آتی ہے یہ تو الزام اہل کتاب کو ہوا اور مشرکین گو پہلی کتب کو نہیں مانتے مگر ابراہیم علیہ السلام کا حنیف یعنی طاہر عن الشرک وغیرہ ہونا اور اُن کے طریقہ کی صحت وحقانیت کا اُن کے نزدیک مسلّم ہونا اور کتب قیمہ یعنی قرآن کا اُس طریقہ کے ساتھ متوافق ہونا اُن پر حجت مذکورہ کے لازم ہونے کے لئے کافی ہے اور مُرادان متفرقین ومخالفین سے بعض وہ کفار ہیں جو ایمان نہ لائے تھے اور قرینہ مقابلہ سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جن لوگوں نے تفرق اور خلاف نہیں کیا وہ اہل ایمان ہیں آگے بیان عمل کے بعد تصریحاً کفار کی دونوں قسموں یعنی اہل کتاب ومشرکین کی اور مؤمنین کی بھی مجازات علی الاعمال کا مضمون ارشاد فرماتے ہیں یعنی) بے شک جو لوگ اہل کتاب اور مشرکین میں سے کافر ہوئے وہ آتش دوزخ میں جاویں گے جہاں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے (اور) یہ لوگ بدترین خلائق ہیں (اور) بے شک جو لوگ ایمان لائے اور اُنہوں نے اچھے کام کئے وہ لوگ بہترین خلائق ہیں اُن کا صلہ اُن کے پروردگار کے نزدیک ہمیشہ رہنے کی بہشتیں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جہاں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے (اور) اللہ تعالیٰ اُن سے خوش رہے گا اور وہ اللہ سے خوش رہیں گے (یعنی نہ اُن سے کوئی معصیت ہوگی اور نہ اُن کو کوئی امر مکروہ پیش آوے گا جس سے احتمال عدم رضاء کا جانبین سے ہو اور) یہ (جنت اور رضاء) اُس شخص کے لئے ہے جو اپنے رب سے ڈرتا ہے (جس پر ایمان وعمل صالح مرتب ہوتا ہے جس کو مدار دخول جنت وحصول رضاء فرمایا ہے)۔

ف: خَيْرُ الْبَرِيَّةِ میں سہل تر یہ ہے کہ بریہ سے مراد اکثر بریہ ہو اور مقصود اصلی اس سے اُن کا خیریت اور شریت میں کامل فی نفسہ ہونا ہے نہ کہ نفی دوسروں کے عدم تساوی کی پس ان کفار کا ابلیس سے بدتر ہونا یا جمیع مؤمنین کا جمیع ملائکہ سے افضل ہونا لازم نہیں آتا ہے۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَمَآ اُمِرُوْٓا ...... اخلاص اور تکمیل مراتب اخلاص میں جس کو حنیفیت سے تعبیر کیا گیا ہے نص ہے۔ قولہ تعالیٰ: رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ ...... روح میں ہے کہ اس میں اشارہ ہے کہ اقصیٰ مراتب آخرت کے کہ رضائے حق ہے حاصل ہونے کے لئے خشیت کی اور اُس کے موقوف علیہ یعنی معرفت کی ضرورت ہے۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله في حتى بدون اشارة الى ان هذه الغاية لا تقضى ضد الحكم المذكور فيما بعد الغاية بل امتداد الحكم الى الغاية وما بعد الغاية في حكم المسكوت عنه كما في قوله لا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا وظاهر ان النكاح بدون الطلاق لا يثبت الحل فالمقصود جعل ما بعد الغاية شرطا لقيد الحكم لا علة فافهم فانحل الاشكال الذى ذكره المفسرون فى هذه الآية من ايهام التعارض المبنى على ظاهر معنى الغاية فافهم فانه من المواهب ۱۲۔**

سُورَۃُ الزِّلْزَالِ

سُورَۃُ الزلزال ۹۹ مدنیۃ ۹۳ | بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ | آیاتہا ۸ | رکوعہا ۱

سورۃ الزلزال مدینہ میں نازل ہوئی — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اس میں ۸ آیات اور ا رکوع ہے

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ۙ﴿۱﴾ وَ اَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ۙ﴿۲﴾ وَ قَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا ۚ﴿۳﴾ يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ۙ﴿۴﴾ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا ؕ﴿۵﴾ يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۙ۬ لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ؕ﴿۶﴾ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ؕ﴿۷﴾ وَ مَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ﴿۸﴾ ع ۱ ۸ ۲۴

جب زمین اپنی سخت جنبش سے ہلائی جائے گی اور زمین اپنا بوجھ باہر نکال پھینکے گی اور (اس حالت کو دیکھ کر کافر) آدمی کہے گا کہ اس کو کیا ہوا اس روز زمین اپنی سب (اچھی بری) خبریں بیان کرنے لگے گی اس سبب سے کہ آپ کے رب کا اس کو یہی حکم ہوگا اس روز لوگ مختلف جماعتیں ہوکر (موقف حساب سے) واپس ہوں گے تاکہ اپنے اعمال (کے ثمرات) کو دیکھ لیں سو جو شخص (دنیا میں) ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ (وہاں) اس کو دیکھ لے گا اور جو شخص ذرہ برابر بدی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا۔

سورۃ الزلزال مختلف فیہا وایہا تسع کذا فی البیضاوی۔

تفسیر ربط: وَالضُّحٰی ﴿﴾ کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے منجملہ ان کے اعتقاد وقوع ومجازات قیامت کا ہے اس سورت میں اُس کا بیان ہے۔

واقعات قیامت: بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ﴿﴾ (الی قولہ تعالی) وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ﴿﴾ جب زمین اپنی سخت جنبش سے ہلائی جاوے گی اور زمین اپنے بوجھ باہر نکال پھینکے گی (مراد بوجھ سے دفینے اور مُردے ہیں اور گو بعض روایات سے قبل قیامت بھی دفینوں کا باہر آ جانا معلوم ہوتا ہے لیکن ممکن ہے کہ قیامت سے پہلے جو دفینے باہر نکل آئے تھے پھر مرور زمان سے اُن پر مٹی آ گئی ہو اور وہ قیامت میں پھر نکلیں اور یہاں زلزلہ سے نفخۂ ثانیہ کے وقت کا زلزلہ مُراد ہے اور اس زلزلہ سے پہاڑ وغیرہ سب گر کر زمین کے برابر ہو جاویں گے تاکہ میدان محشر بالکل ہموار اور صاف ہو جاوے کقولہ تعالیٰ: اِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا [الفجر: ۲۱] اور دفائن باہر آنے میں شاید یہ حکمت ہو کہ محبان اموال اس کا بیکار ہونا دیکھ لیں) اور (اس حالت کو دیکھ کر کافر) آدمی کہے گا کہ اس کو کیا ہوا (یہ خلاف معتاد وخلاف گمان زلزلہ واخراج اثقال کیسے ہونے لگا وجہ اس کہنے کی یہ ہے کہ یہ قیامت کا اور اُس کے واقعات کا پہلے سے منکر تھا اب ان واقعات کو دیکھ کر حیرت کرنے لگے گا) اُس روز زمین اپنی سب (اچھی بری) خبریں بیان کرنے لگے گی اس سبب سے کہ آپ کے رب کا اُس کو یہی حکم ہوگا (ترمذی وغیرہ میں اس کی تفسیر میں حدیث مرفوع آئی ہے کہ جس شخص نے روئے زمین پر جیسا عمل کیا ہوگا بھلا یا بُرا زمین سب کہہ دے گی بطور شہادت عنداللہ کے) اس روز لوگ مختلف جماعتیں ہوکر (موقف حساب سے) واپس ہوں گے (یعنی وہاں کے حساب سے جو فارغ ہوکر لوٹیں گے تو کچھ جماعتیں جنتی اور کچھ دوزخی قرار پاکر جنت اور دوزخ کی طرف چلی جاویں گے) تاکہ اپنے اعمال (کے ثمرات) کو دیکھ لیں سو جو شخص (دُنیا میں) ذرہ برابر نیکی کریگا وہ (وہاں) اُسکو دیکھ لیگا اور جو شخص ذرہ برابر بدی کریگا وہ (وہاں) اُس کو دیکھ لے گا (بشرطیکہ اُس وقت تک وہ خیر وشر باقی رہی ہو ورنہ اگر کفر سے وہ خیر فنا ہو چکی ہو یا توبہ وایمان سے وہ شر زائل ہو چکا ہو وہ اُس میں داخل ہی نہیں کیونکہ وہ خیر خیر نہ رہی اور وہ شر شر نہ رہا جب مدار حکم نہ رہا حکم بھی ثابت نہ ہوگا۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا ﴿﴾ نص ہے تکلم جمادات پر جو عادۃً حیات وادراک پر موقوف ہے اور دوسرے نصوص کے ملانے سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کو صرف اس کا ظہور ہوگا مگر حصول اب بھی ہے۔

اللغات: الصدر الرجوع کذا فی القاموس ۱۲۔ **النحو**: قولہ اذا زلزلت الارض ویبدل منہ یومئذ ویتعلقان بیتحدث ۱۲۔

البلاغۃ: زلزالہا الاضافۃ للعہد وھو الزلزال الواقع الشدید العجیب ۱۲۔

سُورَةُ الْعٰدِيٰت

سُورَةُ الْعٰدِيٰت ١٠٠ مَكِّيَّة ١٤ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ١١ رُكُوْعُهَا ١

سورۃ العادیات مکہ میں نازل ہوئی اس میں ١١ آیات اور ارکوع ہے — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ۙ فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ۙ فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا ۙ فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ۙ فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ۙ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ۚ وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ ۚ وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ۗ اَفَلَا يَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِى الْقُبُوْرِ ۙ وَحُصِّلَ مَا فِى الصُّدُوْرِ ۙ اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ ۠ ع ٢٥

قسم ہے ان گھوڑوں کی جو ہانپتے ہوئے دوڑتے ہیں پھر (پتھر پر) ٹاپ مار کر آگ جھاڑتے ہیں پھر صبح کے وقت تاخت و تاراج کرتے ہیں پھر اس وقت (دشمنوں کی) جماعت میں جا گھستے ہیں بے شک (کافر) آدمی اپنے پروردگار کا بڑا ناشکرا ہے اور اس کو خود بھی اس کی خبر ہے (کبھی اول وہلہ میں کبھی بعد تامل) اور وہ مال کی محبت میں بڑا مضبوط ہے کیا اس کو وہ وقت معلوم نہیں کہ جب زندہ کئے جائیں گے جتنے مردے قبروں میں ہیں اور آشکارا ہو جائے جو کچھ دلوں میں ہے بے شک ان کا پروردگار ان کے حال سے اس روز پورا آگاہ ہے۔

سورة العٰديٰت مختلف فيها وهى احدى عشرة اٰية كذا فى البيضاوى۔

تفسیر ربط: وَالضُّحٰى ۙ کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے منجملہ اُن کے اعمال قبیحہ سے بچنا ہے اس سورت میں اُس کی مذمت اور اس پر جزاء کا ترتب مذکور ہے۔

ذم بعض راس القبائح: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ۙ (الى قوله تعالى) اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّخَبِيْرٌ ۠ قسم ہے اُن گھوڑوں کی جو ہانپتے ہوئے دوڑتے ہیں پھر (پتھر پر) ٹاپ مار کر آگ جھاڑتے ہیں پھر صبح کے وقت تاخت تاراج کرتے ہیں پھر اُس وقت غبار اڑاتے ہیں پھر اُس وقت (دشمنوں کی) جماعت میں جا گھستے ہیں (مراد اس سے لڑائی کے گھوڑے ہیں جہاد ہو یا غیر جہاد اور عرب کو اس وجہ سے کہ وہ اہل رزم تھے ان قسموں سے نہایت مناسبت ہے ہانپنا دوڑنے کے وقت ظاہر ہے اور نعل آہنی پتھریلی زمین پر لگنے سے آگ کا جھڑنا بھی ظاہر ہے اور عرب میں اکثر عادت دشمنوں پر صبح کے وقت تاخت کرنے کی تھی تاکہ رات کے وقت جانے میں دشمن کو خبر نہ ہو صبح کو دفعۃً جا پڑیں اور رات کو حملہ نہ کرنے میں اظہار شجاعت سمجھتے تھے اور غبار کا اُڑنا ہر چند کہ ہر وقت ہوتا ہے مگر اس کو مقید کرنا صبح کے ساتھ اشارہ ہے شدت اسراع کی طرف کہ ٹھنڈے وقت غبار دبا ہوا ہوتا ہے ان کے دوڑنے سے اس وقت بھی غبار اڑتا ہے اس قید صبح کے اعتبار سے ہی اس کا ترتب مغیرات پر صحیح ہو گیا ورنہ اثارت نقع دوسرے اوقات میں بھی ہوا کرتا ہے لیکن قید کے بعد ترتب ظاہر ہے کیونکہ اغارت فی الصبح کے بعد جو اثارت نقع ہوگا وہ صبح ہی کے وقت ہوگا۔ اور وسطن به میں قید صبح کی واقعی ہے کیونکہ اغارت صبح کے وقت ہوتی تھی آگے جواب قسم ہے کہ) بے شک (کافر) آدمی اپنے پروردگار کا بڑا ناشکر ہے اور اس کو خود بھی اس کی خبر ہے (کبھی اول ہی وہلہ میں کبھی بعد تامل) اور وہ مال کی محبت میں بڑا مضبوط ہے (یہ بمنزلہ علت کنودیت کے ہے جیسا ظاہر ہے اور مناسبت قسم اور جواب قسم میں یہ ہے کہ جنگ وجدل کا سبب ایک فریق کی کنودیت ہوتی ہے خواہ عمداً یا خطاءً آگے اس کنودیت وحب مال پر وعید ہے یعنی) کیا اس کو وہ وقت معلوم نہیں جب زندہ کئے جاویں گے جتنے مردے قبروں میں ہیں اور آشکارا ہو جاوے گا جو کچھ دلوں میں ہے بے شک ان کا پروردگار ان کے حال سے اس روز پورا آگاہ ہے (اور مناسب جزا دے گا۔ حاصل یہ کہ اگر اس وقت کی پوری خبر ہوتی جب کہ کنودیت وحب مال کی جزا ملے گی تو اپنے قبائح سے باز آ جاتا)۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ : اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْدٌ ۚ ۔ اس میں اس کی طبعی خاصیت کا ذکر ہے گو جس پر خدا تعالیٰ کا فضل ہو وہ اس کے مقتضاء پر عمل نہیں کرتا اور اس مقام پر اس کا لانا جس میں ذکر ہے مجاہدین کا بقول عصام ان کی مدح کے لئے ہے کہ خلاف طبع انہوں نے سعی کی پس اس میں بیان ہے انسان میں موانع طبعیہ کے رکھے جانے کا کہ اس سے زیادت اجر نصیب ہوتا ہے ۱۲۔

اللغات: العاديات اصله العادوات من العدو اى تحرى بسرعة نحو العدو ضبحا صورت الانفاس عند العدو المورئت الايراء اخراج النار قدحا هو الضرب والصك فاثرن من الاثارة وهو التهييج وتحريك الغبار والاصل اثورن نقعا غبارا وسطن فوسطن جمعا من جموع الاعداء كنود كفور بعثر بعث حصل نيرالشئ من غيره ۱۲۔

النحو: ضبحا مصدر منصوب بفعله المحذوف اى تضبح ضبحا والجملة فى موضع الحال قدحا انتصابه كانتصاب ضبحا صبحا نصب على الظرفية به اى بالصبح فاثرن عطف على الاسم قبله لانه اسم فاعل فى معنى الفعل ۱۲۔

البلاغة: قوله فاثرن الحكمة فى مجئ هذا فعلا بد اسم فاعل تصوير هذه الافعال فى النفس فان التصوير يحصل بايراد الفعل بعد الاسم لما بينهما من التخالف وهو ابلغ من التصوير بالاسماء المتناسقة وخص هذا المقام بان تلك المداومة المدلولة باسم الفاعل انتجت هاتين البغيتين المدلولتين بالفعل قوله اذا بعثر مفعول به ليعلم اى افلا يعلم ذلك الوقت او كان تقديره افلا يعلم آلان ماله اذا بعثرله الخ قوله ما فى القبور ايراد مالكونهم اذ ذاك بمعزل من رتبة العقلاء ۱۲۔

سُوْرَةُ الْقَارِعَةِ

سُوْرَةُ الْقَارِعَةِ ۱۰۱ مَكِّيَّةٌ ۳۰ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ۱۱ رُكُوْعُهَا ۱

سورۃ القارعۃ مکہ میں نازل ہوئی — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اس میں ۱۱ آیات اور ا رکوع ہے

اَلْقَارِعَةُ ۝۱ مَا الْقَارِعَةُ ۝۲ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ ۝۳ يَوْمَ يَكُوْنُ النَّاسُ كَالْفَرَاشِ الْمَبْثُوْثِ ۝۴ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوْشِ ۝۵ فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝۶ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝۷ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝۸ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ۝۹ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ ۝۱۰ نَارٌ حَامِيَةٌ ۝۱۱ ع ۱/۲۶

وہ کھڑ کھڑانے والی چیز کیسی کچھ ہے وہ کھڑ کھڑانے والی چیز اور آپ کو معلوم ہے کیسی کچھ ہے وہ کھڑ کھڑانے والی چیز جس روز آدمی پریشان پروانوں کی طرح ہو جائیں گے اور پہاڑ دھنکی ہوئی رنگین اون کی طرح ہو جائیں گے (وجہ تشبیہ متفرق ہو کر اڑا جانا ہے) پھر (وزن اعمال کے بعد) جس شخص کا پلہ بھاری (ایمان کا) ہوگا وہ تو خاطر خواہ آرام میں ہوگا (یعنی ناجی ہوگا) اور جس شخص کا پلہ (ایمان کا) ہلکا ہوگا (یعنی وہ کافر ہوگا) تو اس کا ٹھکانا ہاویہ ہوگا اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ وہ (ہاویہ) کیا چیز ہے وہ ایک دہکتی ہوئی آگ ہے۔

سورة القارعة مكية وهى عشرة اية كذا فى البيضاوى۔

تفسیر ربط: وَالضُّحٰى کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے ایک ان میں سے اعتقاد مجازات کا ہے اس سورت میں اس کا بیان ہے۔

مجازات: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ اَلْقَارِعَةُ ۝ مَا الْقَارِعَةُ ۝ (الى قوله تعالى) نَارٌ حَامِيَةٌ ۝ (وہ کھڑ کھڑانے والی چیز کیسی کچھ ہے وہ کھڑ کھڑانے والی چیز اور آپ کو کچھ معلوم ہے کیسی کچھ ہے وہ کھڑ کھڑانے والی چیز (مراد قیامت ہے کہ قلوب کو فزع سے اور اسماع کو صوت شدید سے کھڑ کھڑاوے گی اور اس کا کھڑ کھڑانا اس روز ہوگا) جس روز آدمی پریشان پروانوں کی طرح ہو جاویں گے (وجہ تشبیہ ضعف و کثرت و بے تابی ہے گو بعض کو بے تابی نہ ہوگی مگر ضعف اور کثرت سب کے لئے عام ہے) اور پہاڑ دھنکی ہوئی رنگین اون کی طرح ہو جاویں گے (وجہ تشبیہ عہن کے ساتھ یہ ہے کہ پہاڑ کے رنگ مختلف ہیں **كما مر فى تفسير سورة المعارج** اور منفوش کی قید اس لئے کہ پہاڑ اُڑتے پھریں گے کما قال تعالیٰ: وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا [الواقعة: ۵-۶]) پھر (وزن اعمال کے بعد) جس شخص کا پلہ (ایمان کا) بھاری ہوگا (یعنی وہ مؤمن ہوگا) تو وہ خاطر خواہ آرام میں ہوگا (یعنی ناجی ہوگا) اور جس شخص کا پلہ (ایمان کا) ہلکا ہوگا (یعنی وہ کافر ہوگا) اس کا ٹھکانا ہاویہ ہوگا اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ وہ (ہاویہ) کیا چیز ہے (وہ) ایک دہکتی ہوئی آگ ہے۔

ف: ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ۔ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ کی تحقیق شروع سورۂ اعراف میں گزر چکی ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ظاہر نصوص کا یہی ہے کہ خود اعمال وزن کئے جاویں گے اور وزن عادۃً خواص جواہر سے ہے پس ظاہراً آخرت میں اعراض مستحیل الی الجواہر ہو جاویں گے ۱۲۔

النحو: يوم يكون عامله تقرع الدال عليه القارعة الفراش جمع فراشة التى تهافت فى السراج كذا فى القاموس المنفوش المفرق بالاصابع او نحوها الام الماوى هاوية اطلق عليها لغاية عمقها وبعد مهواها ۱۲۔

البلاغة: راضية بمعنى مرضية اوراض صاحبها ۱۲۔

سُوْرَةُ التَّكَاثُرِ

سُوْرَةُ التَّكَاثُرِ ۱۰۲ مَكِّيَّةٌ ۱۶ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ۸ — رُكُوْعُهَا ۱

سورۂ تکاثر مکہ میں نازل ہوئی — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اس میں ۸ آیات اور ا رکوع ہے

اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۙ﴿۱﴾ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ؕ﴿۲﴾ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ﴿۳﴾ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ؕ﴿۴﴾ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ؕ﴿۵﴾ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ۙ﴿۶﴾ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ۙ﴿۷﴾ ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ﴿۸﴾ ع ۸ / ۲۷

(دنیاوی ساز وسامان پر) فخر کرنا (جو کہ علامت ہے محبت وطلب کی) تم کو (آخرت سے) غافل کئے رکھتا ہے یہاں تک کہ تم قبرستانوں میں پہنچ جاتے ہو ہرگز نہیں تم کو بہت جلد (قبر میں جاتے ہی) معلوم ہو جائے گا پھر دوبارہ (تم کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ) ہرگز تمہاری یہ حالت ٹھیک نہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا (اور) اگر تم یقینی طور پر (دلائل صحیحہ واجب الاتباع سے اس بات کو) جان لیتے واللہ تم لوگ ضرور دوزخ کو دیکھو گے پھر (مکرر تاکید کے لئے کہا جاتا ہے کہ) واللہ تم لوگ اس کو ایسا دیکھنا جو کہ خود یقین ہے پھر (اور بات سنو کہ) اس روز تم سب سے نعمتوں کی پوچھ ہوگی ہوگی۔

سورة التكاثر مختلف فيها وهى ثمانى اٰية كذا فى البيضاوى۔

تفسیر ربط: وَالضُّحٰى کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہے ایک ان میں سے غفلت عن الآخرۃ کا ترک کرنا ہے اس سورت میں اس کا بیان ہے۔

ذم غفلت عن الآخرۃ: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۙ (الى قوله تعالى) ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ﴿۸﴾ (دنیوی سامان پر) فخر کرنا (جو کہ علامت ہے محبت وطلب کی) تم کو (آخرت سے) غافل کئے رکھتا ہے (کیونکہ تم کو اس سے انکار ہے) یہاں تک کہ تم قبرستانوں میں پہنچ جاتے ہو (یعنی مر جاتے ہو **كذا فى تفسير ابن كثير مرفوعاً** آگے اس پر ردع ہے کہ) ہرگز (یہ چیزیں قابل فخر اور توجہ کے اور آخرت قابل غفلت وانکار کے) نہیں تم کو بہت جلد (قبر میں جاتے ہی یعنی مرتے ہی) معلوم ہو جاوے گا پھر (دوبارہ تم کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ) ہرگز (یہ چیزیں قابل فخر اور توجہ کے اور آخرت قابل غفلت وانکار کے) نہیں تم کو بہت جلد (قبر سے نکلتے ہی یعنی حشر میں) معلوم ہو جاوے گا (کذا فی فتح البیان مرفوعاً اور سہ بارہ پھر تم کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ) ہرگز (یہ چیزیں قابل فخر وتوجہ کے اور آخرت قابل غفلت وانکار کے) نہیں (اور) اگر تم یقینی طور پر (دلائل صحیحہ واجب الاتباع سے اس بات کو) جان لیتے (جیسا کہ یہ ہی یقین تم کو بعد مرگ اور بعد حشر حاصل ہوگا تو کبھی اس فخر وغفلت میں نہ پڑتے آگے اس وعید کی تاکید اور تہدید کی تشدید ہے کہ) واللہ تم لوگ ضرور دوزخ کو دیکھو گے پھر (مکرر تاکید کے لئے کہا جاتا ہے کہ) واللہ تم لوگ ضرور اس کو ایسا دیکھنا دیکھو گے جو کہ خود یقین ہے (یعنی وہ رویت استدلالیہ نہیں جس پر یقین کا ترتب گاہے دیر میں ہوتا ہے بلکہ رویت مشاہدہ جس پر یقین کا ترتب فوری ہے و نیز مشاہدہ میں انکشاف بھی زیادہ ہے استدلالیات سے بھی اور ضروریات عقلیہ سے بھی اس کے خود دیکھنے کو نفس یقین فرمایا جو کہ مراد ہے عین الیقین سے باوجودیکہ وہ سب یقین ہے) پھر (اور بات سنو کہ) اس روز تم سب سے نعمتوں کی پوچھ ہوگی (کہ نعمتوں کا حق ایمان اور طاعت بجالائے یا نہیں اور پہلے خطابات خاص کفار کے ساتھ ہیں بقرینۂ ردع اور رویت **جحیم** کے اور **لتسئلن** میں خطاب عام ہے بقرینۂ حدیث جس میں آپ نے حضرات شیخین سے فرمایا **لتسئلن عن هذا النعيم كذا فى الصحاح** اور اس بنا پر یہ ثم مفید ترقی کو ہوگا یعنی جب غیر مجرمین تک سے سوال ہوگا گو اس پر کوئی ضرر مرتب نہ ہو تو مجرمین تو کیوں بچ جاویں گے اور ان کیلئے وہ مضر بھی ہوگا۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۙ تفاخر اور مباہات کی مذمت میں نص ہے ۱۲۔

اللُّغَات: **علم اليقين بمعنى المتيقن والعلم مضاف الى المفعول اى كعلمكم ما تستيقنونه من الامور عين اليقين عين بمعنى النفس كما فى جاء زيد عينه وهو صفة مصدر مقدر اى روية عين اليقين والاضافة بيانية اى الرؤية التى هى نفس اليقين فان الانكشاف بالروية والمشاهدة فوق سائر الانكشافات فهو احق ان يكون عين اليقين ۱۲۔**

النَّحْو: **قوله لو تعلمون جوابه مقدر ۱۲۔**

سُوْرَةُ الْعَصْرِ

سُوْرَةُ الْعَصْرِ ۱۰۳ مَكِّيَّة ۱۳ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ۳ رُكُوْعُهَا ۱

سورۃ العصر مکہ میں نازل ہوئی — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اس میں ۳ آیات اور ارکوع ہے

وَالْعَصْرِ ۝۱ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۝۲ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝۳

قسم ہے زمانہ کی (جس میں نفع ونقصان واقع ہوتا ہے) کہ انسان (بوجہ تضیع عمر کے) بڑے خسارہ میں ہے مگر جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے (کہ یہ کمال ہے) اور ایک دوسرے کو (اعتقاد) حق (پر قائم رہنے کی فہمائش کرتے رہے اور ایک دوسرے کو (اعمال کی) پابندی کی فہمائش کرتے رہے۔

سورة العصر مكية او مدنية وهى ثلث اية كذا فى الجلالين۔

تفسیر ربط: وَالضُّحٰى کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے منجملہ ان کے اپنی عمر کو تضیع سے بچانا اور اس کو اعمال وطاعات میں صرف کرنا ہے اس سورت میں اس کا بیان ہے۔

ذم تضیع عمر: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَالْعَصْرِ (الى قوله تعالى) وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ قسم ہے زمانہ کی (جس میں رنج اور خسران واقع ہوتا ہے) کہ انسان (بوجہ تضیع عمر کے) بڑے خسارہ میں ہے مگر جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے (کہ یہ کمال ہے) اور ایک دوسرے کو (اعتقاد) حق (پر قائم رہنے) کی فہمائش کرتے رہے اور ایک دوسرے کو اعمال کی) پابندی کی فہمائش کرتے رہے (کہ یہ تکمیل ہے پس یہ لوگ البتہ نفع میں ہیں)۔

ف: قسم اور جواب میں مناسبت خود صفت عصر سے ظاہر ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: وَالْعَصْرِ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے دہر سے تفسیر فرمائی ہے پس اس میں تنبیہ ہے وقت عمر کے نعمت مغتنمہ ہونے پر اور اس پر اہل اللہ خوب متنبہ ہوئے ہیں کہ ایک لحہ ضائع نہیں کرتے یا کمال حاصل کرتے ہیں جس کا ذکر اٰمَنُوْا وَعَمِلُوْا میں ہے یا تکمیل میں مشغول رہتے ہیں جس کا ذکر تَوَاصَوْا میں ہے۔

اللغات: **العصر الدهر كذا فى القاموس ويؤيد قراءة على والعصر ونوائب الدهر كما فى الدر المنثور ورجحه ابن كثير بانه هو المشهور فى القاموس اللمزة الذى يعيبك فى وجهك والمهزة يعيبك فى الغيب ۱۲۔**

سُوْرَةُ الْهُمَزَةِ

سُوْرَةُ الْهُمَزَةِ ۱۰۴ مَكِّيَّةٌ ۳۲ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | آیاتہا ۹ | رکوعہا ۱

سورۃ الھمزۃ مکہ میں نازل ہوئی — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اس میں ۹ آیات اور ا رکوع ہے

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِۨ ۝۱ الَّذِيْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ۝۲ يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخْلَدَهٗ ۝۳ كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۝۴ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ۝۵ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۝۶ الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ۝۷ اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ۝۸ فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ۝۹ ع ۱

بڑی خرابی ہے ہر ایسے شخص کے لئے جو پس پشت عیب نکالتا ہو (اور) روزانہ طعنہ دینے والا ہو جو (غایت حرص سے) مال جمع کرتا ہو اور (غایت حب وفرح سے) اس کو بار بار گنتا ہو وہ خیال کر رہا ہے کہ اس کا مال اس کے پاس سدا رہے گا ہرگز نہیں رہے گا پھر آگے اس ویل کی تفسیر ہے کہ واللہ وہ شخص ایسی آگ میں ڈالا جائے گا جس میں جو کچھ پڑے وہ اس کو توڑ پھوڑ دے اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ وہ توڑنے پھوڑنے والی آگ کیسی ہے وہ آگ اللہ تعالیٰ کی ہے (اللہ کے حکم سے) سلگائی گئی ہے جو (کہ بدن کو لگتے ہی) دلوں تک جا پہنچے گی (اور) وہ (آگ) ان پر بند کر دی جائے گی (اس طرح سے کہ) وہ لوگ آگ کے بڑے بڑے لمبے لمبے ستونوں میں (گھرے ہوں گے)۔

سورة الهمزة مكية وهى تسع آية كذا فى البيضاوى۔

تفسیر ربط: وَالضُّحٰى کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے منجملہ ان کے اپنے کو خصال عذاب سے بچانا ہے اس سورت میں اس کا بیان ہے۔

بیان بعض خصال عذاب: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِۨ (الى قوله تعالى) فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ بڑی خرابی ہے ہر ایسے شخص کیلئے جو پس پشت عیب نکالنے والا ہو (اور) رو در رو طعنہ دینے والا ہو جو (غایت حرص سے) مال جمع کرتا ہو اور (غایت حب اور فرح سے) اسکو بار بار گنتا ہو اس کے برتاؤ سے معلوم ہے کہ گویا) وہ خیال کر رہا ہے کہ اسکا مال اسکے پاس سدا رہیگا (یعنی اس میں اس قدر انہماک واشتغال واستغراق رکھتا ہے جیسے معتقد خلود رکھتا ہو اور یہ ظاہر ہے اور ان صفات وافعال پر یہ خاص وعید اس صورت میں ہے جبکہ منشاء ان کا کفر ہو گو مطلق وعید مطلق صفات وافعال مذکورہ پر بھی دوسرے نصوص میں ہے آگے اس خلود کے حسبان حکمی پر زجر ہے کہ یہ مال اسکے پاس) ہرگز نہیں (رہے گا پھر آگے اس ویل کی تفسیر ہے کہ) واللہ وہ شخص ایسی آگ میں ڈالا جاویگا جس میں جو کچھ پڑے وہ اسکو توڑ پھوڑ دے اور آپ کو کچھ معلوم ہے کہ وہ توڑنے والی آگ کیسی ہے وہ اللہ کی آگ ہے جو (اللہ کے حکم سے) سلگائی گئی ہے (اس اضافۃ تفخیمیہ اور اس صفت میں اس آگ کی تفخیم اور تہویل ہے اور وہ ایسی ہے) جو (کہ بدن کو لگتے ہی) دلوں تک جا پہنچے گی (یعنی اس میں سرعت نفوذ اور سرایت ہونے سے اور اس شخص کو موت نہ آنے سے یہ حالت ہوگی کہ بدن کے ساتھ یہ دل کو جلادیگی اور اس سے قطع نظر بھی کی جاویگی تب بھی یہ بات ہے کہ دل تک پہنچنے کا الم بوجہ عدم عروض موت کے اس کو محسوس ہوگا بخلاف آتش دنیا کے کہ بدن سے دل تک پہنچتے پہنچتے بہت دیر لگتی ہے حتیٰ کہ اسکے پہلے ہی روح نکل جاتی ہے اور دل تک پہنچنے کا الم مدرک ہونے کی نوبت نہیں آتی اور) وہ (آگ) ان پر بند کر دی جاویگی (اس طرح سے کہ وہ لوگ آگ کے) بڑے لمبے لمبے ستونوں میں (گھرے ہوئے ہوں گے یعنی آگ کے اتنے بڑے بڑے شعلے ہوں گے اور وہ لوگ اس آگ میں مقید ہونگے اور بند کرنے کی تفسیر سورۂ بلد میں گزر چکی كذا فى الدر المنثور عن ابن عباسؓ عمد من نار)۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: الَّذِيْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ اس میں اشعار ہے کہ جمع مال وہ مذموم ہے جو محبت اور شغف کے ساتھ ہو جس کے آثار میں سے بار بار شمار کرنا ہے ۱۲۔

النحو: عليهم متعلق بمؤصدة وفى عمد ممددة حال من الضمير المجرور فى عليهم واما فى سورة البلد فلا يتعلق عليهم بموصدة بل بمقدر كما اشرت اليه بترجمتى هناك عمد جمع عمود وعماد ۱۲۔

سُورَةُ الفِيلِ

سُورَةُ الفِيلِ ١٠٥ مَكِّيَّة ١٩ — بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ — اٰيَاتُهَا ٥ — رُكُوعُهَا ١

سورۃ الفیل مکہ میں نازل ہوئی — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اس میں ۵ آیات اور ۱ رکوع ہے

اَلَمۡ تَرَ كَيۡفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصۡحٰبِ الۡفِيۡلِ ؕ ① اَلَمۡ يَجۡعَلۡ كَيۡدَهُمۡ فِىۡ تَضۡلِيۡلٍ ۙ ② وَّاَرۡسَلَ عَلَيۡهِمۡ طَيۡرًا اَبَابِيۡلَ ۙ ③ تَرۡمِيۡهِمۡ بِحِجَارَةٍ مِّنۡ سِجِّيۡلٍ ۙ ④ فَجَعَلَهُمۡ كَعَصۡفٍ مَّاۡكُوۡلٍ ⑤

کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا معاملہ کیا کیا ان کی تدبیر کو (جو مکہ ویرانی کعبہ کے بارے میں تھی) سرتا پا غلط نہیں کر دیا اور ان پر غول کے غول پرندے بھیجے جو ان لوگوں پر کنکر کی پتھریاں پھینکتے تھے سو ان کو اللہ تعالیٰ نے کھائے ہوئے بھوسہ کی طرح (پامال) کر دیا۔

سورة الفيل مكية وهي خمس اٰية كذا في البيضاوى۔

تفسیر: ربط: وَالضُّحٰی کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے منجملہ ان کے عقاب الٰہی سے ڈرنا ہے اس کے احکام کے ترک احترام پر اس سورت میں ترک احترام بیت کے وبال سے اس پر استدلال ہے اور قصہ اس کا ابن کثیر و روح المعانی میں ملخصاً اس طرح ہے کہ بادشاہ حبشہ کی طرف سے یمن میں ایک حاکم تھا ابرہہ اس نے کنیسہ بنایا تھا کیونکہ یہ سب لوگ نصرانی تھے اور اس نے یہ چاہا کہ کعبہ کا حج کرنے والے لوگ یہاں آیا کریں اور اس کا اعلان کر دیا عرب کو خصوصاً قریش کو بہت ناگوار ہوا اور کسی شخص نے رات کو اس میں جا کر پاخانہ بھر دیا اور مقاتل نے کہا ہے کہ بعض عرب نے وہاں آگ جلائی تھی ہوا سے اس میں آگ جا لگی اور وہ سب جل گیا ابرہہ کو غصہ آیا اور لشکر عظیم لے کر جس میں ہاتھی بھی تھے خانہ کعبہ کو منہدم کرنے چلا جب مُحَسِّر میں جو کہ طریق طائف میں ہے پہنچا عبدالمطلب کے پاس جو کہ اس وقت رئیس مکہ تھے آدمی بھیجا کہ میں لڑنے نہیں آیا ہوں صرف کعبہ کو منہدم کرنے آیا ہوں اگر کوئی اس کی حمایت کرے گا اس سے البتہ لڑوں گا عبدالمطلب نے جواب دیا کہ جس کا یہ گھر ہے وہ آپ حفاظت کر لے گا پھر عبدالمطلب اس کے بلائے ہوئے خود اس کے پاس بھی گئے اور یہ ہی گفتگو زبانی بھی ہوئی وہاں سے واپس آ کر سب قریش کو لے کر پہاڑوں میں جا چھپے تا کہ لشکر کے شر سے محفوظ رہیں اور ابرہہ وہاں سے مکہ کی طرف چلا اور جب وادئ محسر میں جو مزدلفہ کے قریب ہے پہنچا سمندر کی طرف سے کچھ سبز اور زرد رنگ کے پرندے کبوتر سے کچھ چھوٹے آتے اور ان کے پنجوں اور چونچوں میں مسور اور چنے کی برابر کنکریاں تھیں اور لشکر پر چھوڑنا شروع کیا اللہ تعالیٰ کی قدرت سے وہ گولی کی طرح لگتی تھی اور ہلاک کر دیتی تھی بعض تو اس عذاب سے ہلاک ہوئے اور بعضے بھاگ گئے اور دوسرے بڑی بڑی تکلیفیں اٹھا کر مرے اور یہ واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریفہ سے پچاس روز پہلے ہوا آپ ربیع الاول کے اول میں پیدا ہوئے اور یہ واقعہ محرم کے آخر میں ہوا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ انہوں نے بڑے ہاتھی کے قائد اور فیلبان کو اندھے بھیک مانگتے دیکھا ہے اور نوفل بن ابی معاویہ سے منقول ہے کہ انہوں نے وہ کنکریاں دیکھی ہیں اور درمنثور میں ہے کہ بعض کو ان کنکریوں کے لگنے سے خارش اور بعض کے چیچک نکل آئے اور زیادتی ہو کر ہلاک ہو گئے۔

استدلال بر تحذیر از ہتک حرمات الٰہیہ بقصہ اصحاب الفیل: بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ۔ اَلَمۡ تَرَ كَيۡفَ فَعَلَ رَبُّكَ (الى قوله تعالى) فَجَعَلَهُمۡ كَعَصۡفٍ مَّاۡكُوۡلٍ ⑤ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں سے کیا معاملہ کیا (مقصود استفہام سے تہویل و تعظیم واقعہ کی ہے بوجہ دلالت عظمت قدرت الٰہیہ پر۔ آگے اس معاملہ کا بیان ہے کہ) کیا ان کی تدبیر کو (جو کہ تخریب کعبہ کے بارہ میں تھی) سرتا پا غلط نہیں کر دیا (یہ استفہام تقریری ہے) اور ان پر غول کے غول پرندے بھیجے جو ان لوگوں پر کنکر کی پتھریاں پھینکتے تھے سو اللہ تعالیٰ نے ان کو کھائے ہوئے بھوسہ کی طرح (پامال) کر دیا (وجہ تشبیہ

پراگندگی اور ابتذال اور تقبیح صورت وغیرہا امور ہیں خواہ کنکریاں اس ہلاکت کا سبب قریب ہوں یا بواسطہ جدری وحکہ کے ہوا اور اگر بعض منہزمین پر کنکریوں کا نہ پڑنا ثابت ہو تو یہ مضمون باعتبار اکثر کے ہوگا حاصل یہ کہ احکام الٰہیہ کے بے حرمتی کرنے والوں کو ایسے عقاب سے خواہ دنیا میں ہو یا آخرت میں ہو ڈرنا چاہیے)۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَّاَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ۙ اس میں اشارہ ہے کہ متصرف حقیقی حق تعالیٰ ہے اسباب مؤثر حقیقی نہیں ۱۲۔

اللغات: تضليل ابطال ابابيل جماعات جمع ابالة بكسر الهمزة وتشديد الباء وهى حزمة الحطب الكبيرة شبهت بها الجماعة من الطير فى تضامها ۱۲۔

البلاغة: قوله الم تر فى النيسابورى انما لم يقل الم تعلم لانه صلى الله عليه وسلم كان يعلم علما كالمشاهد المرئى لتواتره ولقرب عهده به آه ملخصًا قوله طيرا تنكيره للتحقير لانها كانت صغار الجثة كما فى النيسابورى ۱۲۔

سُوْرَةُ قُرَيْشٍ

سُوْرَةُ قُرَيْشٍ ۱۰۶ مَكِّيَّةٌ ۲۹ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ۴ رُكُوْعُهَا ۱

سورۃ قریش مکہ میں نازل ہوئی — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اس میں ۴ آیات اور ا رکوع ہے

لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ ۝۱ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ ۝۲ فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ۝۳ الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ۝۴

چونکہ قریش خوگر ہو گئے ہیں یعنی جاڑے اور گرمی کے سفر کے خوگر ہو گئے ہیں تو (اس نعمت کے شکریہ میں) ان کو چاہئے کہ اس خانہ کعبہ کے مالک کی عبادت کریں جس نے ان کو بھوک میں کھانے کو دیا اور خوف سے ان کو امن دیا۔

سورة قريش مكية وهى اربع اٰية كذا فى البيضاوى۔

تفسیر ربط: وَالضُّحٰى کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے منجملہ ان کے شکر نعمت الٰہیہ میں عبادت کرنا ہے اس سورت میں اس کا بیان ہے۔

امر بعبادت مر قریش را بر بعض نعم: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ ۝ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّيْفِ ۝ فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ۝ الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ۝ چونکہ قریش خوگر ہو گئے ہیں یعنی جاڑے اور گرمی کے سفر کے خوگر ہو گئے ہیں تو (اس نعمت کے شکریہ میں) ان کو چاہیے کہ اس خانہ کعبہ کے مالک کی عبادت کریں جس نے ان کو بھوک میں کھانے کو دیا اور خوف سے ان کو امن دیا۔ **ف**: حاصل یہ کہ مکہ میں غلہ وغیرہ پیدا نہیں ہوتا اس لئے قریش کی عادت تھی کہ سال بھر میں تجارت کے لئے دو سفر کرتے جاڑوں میں یمن کی طرف کہ وہ ملک گرم ہے اور گرمی میں شام کی طرف کہ وہ ملک سرد ہے اور لوگ ان کو اہل حرم و خادم بیت اللہ سمجھ کر ان کی حرمت کرتے اور ان کے مال و جان سے کوئی تعرض نہ کرتا اور خاطر خواہ ان کو نفع ہوتا کہ گھر بیٹھ کر کھاتے اور کھلاتے اس سورت میں اسی واقعہ کا ذکر ہے اور چونکہ بیت اللہ کے سبب ان کا احترام ہوتا تھا اس لئے رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ کی طرف مضاف کیا اور رجوع میں طعام دینا اشارہ ہے حصول نفع کی طرف اور خوف سے امن دینا اشارہ ہے عدم تعرض کی طرف سفر میں بھی اور حضر میں بھی۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ ۝ اٖلٰفِهِمْ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی کو امر دینی کے سبب مال یا جاہ نصیب ہو جیسا قریش کو بواسطہ تعلق بیت اللہ کے تھا جس کا اس میں ذکر ہے اس کا حق یہ ہے کہ بجائے تفاخر اور دعوائے استحقاق کے خدا تعالیٰ کا شکر اور اطاعت کا زیادہ اہتمام کرے ۱۲۔

اللُّغَات: ایلاف خوگرفتن بجائے و کسی و چیزے كذا فى الصراح قريش تصغير قرش بفتح القاف اسم الدابة فى البحر اقوى دوابه تاكل ولا توكل وتعلو ولا تعلى وهو ولد النضر بن كنانة ۱۲۔

النَّحْو: قوله لايلٰف متعلق بقوله فليعبدوا كما فى المدارك قوله ايلافهم بدل رحلة مفعول به لايلاف ۱۲۔

البَلَاغَة: رحلة افرد مع كونها متعددة اى رحلتين لامن اللبس وظهور المعنى قوله ايلافهم فى المدارك اطلق لايلاف ثم ابدل عنه تفخيما لامر الايلاف ۱۲۔

سُورَةُ الْمَاعُون

سورۃ الماعون مکیۃ ۱۷ | بسم اللہ الرحمن الرحیم | آیاتہا ۷ رکوعہا ۱

سورۃ الماعون مکہ میں نازل ہوئی — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اس میں ۷ آیات اور ۱ رکوع ہے

أَرَأَيْتَ الَّذِي يُكَذِّبُ بِالدِّينِ ۝١ فَذَٰلِكَ الَّذِي يَدُعُّ الْيَتِيمَ ۝٢ وَلَا يَحُضُّ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ ۝٣ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ ۝٤ الَّذِينَ هُمْ عَن صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ ۝٥ الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ ۝٦ وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ ۝٧

ع ۱ / ۳۲

کیا آپ نے اس شخص کو نہیں دیکھا جو روز جزا کو جھٹلاتا ہے سو (اگر آپ اس شخص کا حال سننا چاہیں تو سنیئے کہ) وہ وہ شخص ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور محتاج کو کھانا دینے کی (دوسروں کو بھی) ترغیب نہیں دیتا سو اس سے ثابت ہوا کہ ایسے نمازیوں کے لئے بڑی خرابی ہے جو اپنی نماز کو بھلا بیٹھتے ہیں (یعنی ترک کر دیتے ہیں) جو ایسے ہیں کہ جب نماز پڑھتے ہیں تو ریاکاری کرتے ہیں اور زکوٰۃ بالکل نہیں دیتے۔

سورۃ الماعون مختلف فیہا وھی سبع آیۃ کذا فی البیضاوی۔

تفسیر ربط: وَالضُّحٰى ۝ کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے منجملہ ان کے کفرونفاق سے بچنا ہے اس سورت میں اس کا بیان ہے۔

ذم خصال کفار ومنافقین: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ أَرَأَيْتَ الَّذِي يُكَذِّبُ بِالدِّينِ ۝ (الی قولہ تعالی) وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ ۝ کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جو روز جزا کو جھٹلاتا ہے سو (آپ اس شخص کا حال سننا چاہیں تو سنیئے کہ) وہ وہ شخص ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور محتاج کو کھانا دینے کی (دوسروں کو بھی) ترغیب نہ دیتا (یعنی وہ ایسا سنگ دل ہے کہ نہ خود احسان کرے اور نہ دوسرے کو احسان پر آمادہ کرے اور جب بندہ کا حق ضائع کرنا ایسا برا ہے تو خالق کا حق ضائع کرنا تو اور زیادہ برا ہے) سو (اس سے ثابت ہوا کہ) ایسے نمازیوں کے لئے بڑی خرابی ہے جو اپنی نماز کو بھلا بیٹھتے ہیں (یعنی ترک کر دیتے ہیں) جو ایسے ہیں (کہ جب نماز پڑھتے ہیں تو) ریاکاری کرتے ہیں اور زکوٰۃ بالکل نہیں دیتے (کیونکہ اس میں اظہار مامور بہ نہیں اس لئے اس کو بالکلیہ ترک ہی کر دیتے ہیں بخلاف نماز کے کہ اس کا اظہار مامور بہ ہے اس لئے گاہ گاہ اظہار کے لئے پڑھ بھی لیتے ہیں اور جب نگاہ بچی چھوڑ دیتے ہیں)۔

ف: یہاں مذمت ان افعال کی ہے جن کا منشا تکذیب بالدین ہو کفراً جیسا نصف سورت میں ہے یا نفاقاً جیسا نصف آخر میں ہے اور اگر بلا تکذیب ہو تو گو اس وقت بھی مذموم ہے مگر اس سے دوسرے درجہ میں ہے اور فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ ۝ ...... کے ترجمہ کی تقریر سے اگر شبہ ہو کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حقوق اللہ اہم ہیں نسبت حقوق العباد کے حالانکہ فقہاء نے حقوق العبد کو حقوق اللہ پر مقدم کہا ہے۔ جواب یہ ہے کہ تقدیم حقوق العباد کی حقوق اللہ پر باعتبار الزم ہونے کے ہے اور تقدیم حقوق اللہ کی باعتبار اعظم ہونے کے ہے ورنہ ظاہر ہے کہ حقوق العباد خود حقوق اللہ بھی ہیں کہ اللہ ہی کے حکم سے مقرر ہوئے ہیں پس اعظم واعم واصل حقوق اللہ ہی ہیں۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالی: فَذَٰلِكَ الَّذِي يَدُعُّ الْيَتِيمَ ۝ اس میں قسوت وغفلت وریاء وبخل کی مذمت مذکور ہے ۱۲۔

اللغات: ساھون ای تارکون الماعون الزکوۃ کما فی الروح واصلہ معوون فقلب فصار موعون ثم قلبت الواو الفافصار ماعون ۱۲۔

البلاغۃ: قولہ ارایت الاستفھام للتشویق قولہ فذلک الفاء داخلۃ علی المسبب عن التشویق الذی دل علیہ الکلام السابق کما اشیر الیہ فی الترجمۃ قولہ طعام ای بذل طعام او ما یتناول من الغذاء والتعبیر بالطعام دون الاطعام للاشعار بان المسکین کانہ مالک لما یعطی لہ قولہ فویل الفاء جزائیۃ والکلام ترق ای اذا کان دع الیتیم الخ بھذہ المثابۃ فما بال المصلی ۱۲۔

سُوْرَةُ الْكَوْثَرِ

سُوْرَةُ الْكَوْثَرِ ۱۰۸ مَكِّيَّةٌ ۱۵ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ۳ — رُكُوْعُهَا ۱

سورۃ الکوثر مکہ میں نازل ہوئی — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اس میں ۳ آیات اور ا رکوع ہے

اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ① فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ② اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ③

بے شک ہم نے آپ کو کوثر (ایک حوض کا نام ہے اور ہر خیر کثیر بھی اس میں داخل ہے) عطا فرمائی ہے سو (ان نعمتوں کے شکریہ میں) آپ اپنے پروردگار کی نماز پڑھیے اور قربانی کیجئے بالیقین آپ کا دشمن ہی بے نام ونشان ہے۔

سورة الكوثر مكية وهى ثلث اٰية كذا فى البيضاوى۔

تفسیر ربط: وَالضُّحٰى ① کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے منجملہ ان کے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عقیدت اور محبت اور آپ کے مخالف کے ساتھ بغض وعداوت ہے اس سورت کے اول اور آخر کی آیتوں میں اس کے موجبات کا بیان ہے اور درمیان کی آیت میں تبعا للآية الاولىٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ادائے شکر عطائے نعم کا حکم ہوا ہے۔

عطائے کوثر برسول وابتریت عدو آن محبوب ومقبول: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ① فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ② اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ③ سبب نزول اس سورت کا یہ ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سب سے بڑے بیٹے حضرت قاسم تھے ان کا مکہ میں انتقال ہو گیا تو عاص بن وائل سہمی نے اور اس کے ساتھ دوسرے مشرکین نے یہ کہا کہ آپ کی نسل منقطع ہوگئی پس آپ نعوذ باللہ ابتر یعنی بے نام ونشان ہیں مطلب یہ تھا کہ ان کے دین کا چرچا چند روزہ ہے پھر یہ سب بکھیڑے پاک ہو جاویں گے اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلیہ کے لئے یہ سورت نازل ہوئی كذا فى الدر المنثور جس میں ارشاد ہے کہ) بے شک ہم نے آپ کو کوثر (ایک حوض کا نام بھی ہے اور ہر چیز کثیر بھی اس میں داخل ہے) عطا فرمائی ہے (جس میں خیر دنیا یعنی بقائے دین وترقی اسلام جو کہ موجب کثرت واجر ہے وخیر آخرت یعنی مراتب قرب ودرجات علیا سب داخل ہے پھر اگر ایک بیٹا فوت ہوا اور اس پر مخالفین شماتت کرتے ہیں اس پر غم نہ کیجئے کیونکہ اس سے بڑھ کر آپ کو یہ دولتیں عطا فرمائی ہیں) سو (ان نعمتوں کے شکر میں) آپ اپنے پروردگار کی نماز پڑھیے (کہ اعظم نعم کے شکر میں اعظم عبادات مناسب ہے) اور (تکمیل شکر کے لئے عبادت بدنیہ کے ساتھ عبادت مالیہ یعنی اسی کے نام کی) قربانی کیجئے (جیسا دوسری آیتوں میں جا بجا اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ کے ساتھ اٰتُوا الزَّكٰوةَ فرمایا گیا ہے نیز اس میں علاوہ شکر کے فعلی مخالفت بھی ہے مشرکین کی کہ وہ غیر اللہ کو سجدہ کرتے اور بتوں کے نام کی قربانی کرتے تھے آگے اس طاعن کے باب میں آپ کی مزید تسلیہ کے لئے فرماتے ہیں کہ آپ بفضلہ تعالیٰ بے نام ونشان نہیں ہیں بلکہ) بالیقین آپ کا دشمن ہی بے نام ونشان ہے (خواہ ظاہری نسل اس دشمن کی چلے یا نہ چلے لیکن دنیا میں اس کا ذکر خیر باقی نہیں رہے گا بخلاف آپ کے کہ قیامت تک آپ کی امت اور آپ کی یاد نیک نامی محبت واعتقاد کے ساتھ باقی رہے گی کہ سب عموم مفہوم کوثر میں داخل ہیں اگر پسری اولاد کی نسل نہ ہو نہ سہی جو نسل سے مقصود ہے وہ آپ کو حاصل ہے یہاں تک کہ دنیا سے گزر کر آخرت میں بھی اور دشمن اس سے محروم ہے)۔ ف: کوثر کے معنی خیر کثیر کے ہیں اور اس خیر کثیر میں وہ حوض بھی داخل ہیں جو اس نام سے مشہور ہے صحاح میں دونوں تفسیریں اور ایک تفسیر کا دوسری تفسیر میں داخل ہونا آیا ہے اور بعض حدیثوں سے اس نہر کا جنت میں ہونا اور بعض سے میدان حشر میں ہونا معلوم ہوتا ہے دونوں میں یہ تطبیق ہوسکتی ہے کہ اصل نہر جنت میں ہے اور اس کی ایک شاخ میدان حشر میں باذن الٰہی آ جاوے گی دونوں کو کوثر کہہ دیا گیا اور آپ کے امتیوں کا میدان حشر میں اس سے پینا جو روایت میں آیا ہے اس کی ترتیب دوسرے واقعات موقف کے اعتبار سے کہیں صریح اور صحیح طور پر نظر سے

نہیں گزری واللہ اعلم!

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ اطلاق سے دال ہے کہ آپ کا ہر مخالف ہر خیر سے منقطع ہے کہ نہ اس کی حیات میں برکت ہے کہ زاد آخرت اس سے جمع کرے نہ اس کے قلب میں خیر ہے کہ حق بات کو سمجھے یا اس میں حق تعالیٰ کی محبت و معرفت پیدا ہو نہ اعمال میں برکت ہے کہ توفیق یا اخلاص ہو اور یہی حالت ہوتی ہے آپ کے ورثہ کے مخالف کی جیسا حدیث میں ہے کہ جو شخص میرے ولی سے عداوت کرے میں اس کو اشتہار جنگ دیتا ہوں۔

اللغات: الکوثر فوعل من الکثرة صیغة مبالغة الشئ الکثیرة کثرة مفرطة الدین الجزاء ۱۲۔

البلاغۃ: قوله انا اعطیناك الکوثر اسندالی نون العظمة للتعظیم قوله لربك فیه التفات ایذانا بالعلة قوله الابتر الذی لا عقب له ومثله من لا یبقی خیر وحسن ذکر۔

سُوْرَةُ الْكٰفِرُوْنَ

سُوْرَةُ الْكٰفِرُوْنَ ۱۰۹ مَكِّيَّةٌ ۱۸ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ۶ رُكُوْعُهَا ۱

سورۃ الکافرون مکہ میں نازل ہوئی — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اس میں ۶ آیات اور ارکوع ہے

قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ۝۱ لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝۲ وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ۝۳ وَلَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۝۴ وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ ۝۵ لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ ۝۶

آپ (ان کافروں سے) کہہ دیجئے کہ اے کافرو! (میرا اور تمہارا طریقہ متحد نہیں ہو سکتا اور) نہ فی الحال میں تمہارے معبودوں کی پرستش کرتا ہوں اور نہ تم میرے معبود کی پرستش کرتے ہو اور نہ (آئندہ استقبال میں) میں تمہارے معبودوں کی پرستش کروں گا اور نہ تم میرے معبود کی پرستش کرو گے تم کو تمہارا بدلہ ملے گا اور مجھ کو میرا بدلہ ملے گا۔

سورة الكٰفرون مكية وهي ست اٰية كذا في البيضاوى۔

تفسیر ربط: وَالضُّحٰى کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے منجملہ ان کے مسئلہ توحید اور تبری عن الشرک ہے اس سورت میں اس کا بیان ہے۔

توحید و اظہار مخالفت با مشرکین: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ (الى قوله تعالى) لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ (سبب نزول اس سورت کا یہ ہے کہ ایک بار چند رؤسائے کفار نے آپ سے عرض کیا کہ آئیے ہمارے معبودوں کی آپ عبادت کیا کیجئے اور آپ کے معبود کی ہم عبادت کیا کریں جس میں ہم اور آپ طریق دین میں شریک رہیں جونسا طریقہ ٹھیک ہوگا اس سے سب کو کچھ کچھ حصہ مل جاوے گا اس پر یہ سورت نازل ہوئی **كذا في الدر المنثور** یعنی) آپ (ان کافروں سے) کہہ دیجئے کہ اے کافرو (میرا اور تمہارا طریقہ متحد نہیں ہو سکتا اور) نہ (تو فی الحال) میں تمہارے معبودوں کی پرستش کرتا ہوں اور نہ تم میرے معبود کی پرستش کرتے ہو اور نہ (آئندہ استقبال میں) میں تمہارے معبودوں کی پرستش کروں گا اور نہ تم میرے معبود کی پرستش کرو گے (مطلب احقر کے نزدیک یہ ہے کہ میں موحد ہو کر شریک نہیں کر سکتا نہ اب نہ آئندہ اور تم مشرک رہ کر موحد نہیں قرار دیئے جا سکتے نہ اب نہ آئندہ یعنی توحید و شرک جمع نہیں ہو سکتے پس لَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ بقرنیہ مقام مقید ہے قید **وانتم عبدون ما تعبدون** کے ساتھ یعنی جب تک تم اپنے معبودوں کے عابد اور مشرک رہو گے اس وقت تک میرے معبود کے عابد یعنی موحد نہ سمجھے جاؤ گے پس اس کو پیشین گوئی پر محمول کرنے کی اور اس پر جو سوال ہوتا ہے کہ بعضے تو مسلمان ہو گئے تھے اس کے جواب اَلْكٰفِرُوْنَ کو معہود پر محمول کرنے کی ضرورت نہیں آ گئے توحید و شرک کا انجام ارشاد ہے کہ) تم کو تمہارا بدلہ ملے گا اور مجھ کو میرا بدلہ ملے گا (اس میں ان کے شرک پر وعید بھی سنا دی پس سورت مشتمل ہے اظہار خلاف و وعید پر)۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ اہل ضلال سے تبری اور ان سے متارکت کی اس میں تصریح ہے اور بغض فی اللہ یہی ہے ۱۲۔

ملحقات الترجمۃ: ۱ **قوله في** لَاۤ اَعْبُدُ **مطلب الخ وهذا من المواهب ۱۲۔**

البلاغۃ: قوله لا انتم الاول كان الظاهر الذى يقتضيه المقابلة ان يقول ولا انتم تعبدون ما اعبد ولعل نكتة العدول الى جملة الاسمية المفيدة للثبات والقوة هو تاكيد النفى لرفع ايهام ان يقولوا انا لا يصح الحكم علينا بانا لا نعبد ما يعبد محمد صلى الله عليه وسلم لا نا نعبد الله ايضا مع غيره فاقتضى المقام التاكيد الصادق بان عبادة الله مع غيره لا يعتد بها ولما كان النفى الاول ظاهرا لم يحتج الى هذا التاكيد واما كون النفيين الاخرين جملة اسمية فلا يلزم جريان النكتة المذكورة فيهما لان النكت لا يلزم اطرادها وهذا من المواهب ۱۲۔

سُوْرَةُ النَّصْرِ

سُوْرَةُ النَّصْرِ مَدَنِيَّةٌ ۱۱۴ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ۳ — رُكُوْعُهَا ۱

سورۃ النصر مکہ میں نازل ہوئی — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اس میں ۳ آیات اور ارکوع ہے

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۙ﴿۱﴾ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۙ﴿۲﴾ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ﴿۳﴾

(اے محمد ﷺ) جب خدا کی مدد اور (مکہ کی) فتح (مع اپنے آثار کے) آپہنچے (یعنی واقعہ ہو جائے) اور (آثار جو اس پر متفرع ہونے والے ہیں یہ ہیں کہ آپ لوگوں کو اللہ کے دین (یعنی اسلام) میں جوق در جوق داخل ہوتا ہوا دیکھ لیں تو اپنے رب کی تسبیح و تحمید کیجئے اور اس سے استغفار کی درخواست کیجئے وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔

سورة النصر مدنية وهى ثلثُ اٰية كذا فى البيضاوى۔

تفسیر ربط: وَالضُّحٰى کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے منجملہ ان کے شکر ہے افاضہ نعم خصوص نعمت تکمیل فیوض کا اس سورت میں اس کا بیان ہے جس کا خطاب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوا ہے اور اس کے ضمن میں آپ کی نبوت کی تقریر بھی ہوگئی۔

امر تسبیح وتحمید واستغفار رسول ﷺ را بر قوت وشیوع اسلام: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۙ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۙ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ﴿۳﴾۔ (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) جب خدا کی مدد اور (مکہ کی) فتح (مع اپنے آثار کے) آپہنچے (یعنی واقع ہو جاوے) اور (آثار جو اس پر متفرع ہونے والے ہیں یہ ہیں کہ) آپ لوگوں کو اللہ کے دین (یعنی اسلام) میں جوق جوق داخل ہوتا ہوا دیکھ لیں تو (اس وقت سمجھئے کہ مقصود دنیا میں رہنے کا اور بعثت کا کہ تکمیل دین ہے ختم ہوا اور اس وجہ سے سفر آخرت کا قریب ہے پس اس کے لئے تیاری کیجئے اور) اپنے رب کی تسبیح و تحمید کیجئے اور اس سے مغفرت کی درخواست کیجئے (یعنی ایسے امور سے جو خلاف اولیٰ واقع ہو گئے ہیں جس کی تحقیق سورۂ محمد آیت: فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ ...... [محمد: ۱۹] کی تفسیر میں گزر چکی ہے آگے تعلیل ہے امر بالاستغفار کی کہ) وہ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔ ف: احادیث کثیرہ مرفوعہ وموقوفہ میں اس سورت کی یہی تفسیر آئی ہے کہ اس میں خبر ہے قرب وفات کی اور فتح سے مراد فتح مکہ ہونا یہ بھی صحاح میں ہے اور يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ ...... کو آثار فتح مکہ سے اس لئے کہا گیا کہ عام لوگ فتح مکہ کے منتظر تھے اور اب تک ایک ایک دو دو مسلمان ہوتا تھا فتح مکہ کے بعد قبائل کے قبائل اسلام میں داخل ہونے لگے جیسا سورۂ فتح کے اول میں بیان کیا گیا ہے اور ظاہر لفظ اذا سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورت قبل فتح نازل ہوئی اور روح المعانی میں بحر سے اس کے موافق ایک روایت بھی نقل کی ہے کہ خیبر سے لوٹتے ہوئے اس کا نزول ہوا ہے جو کہ فتح مکہ سے مقدم ہے لیکن اس روایت کی سند نہیں لکھی اور روح میں بسند عبد بن حمید اور ابن جریر اور ابن المنذر کے قتادہ کا قول نقل کیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس سورت کے نزول کے بعد دو سال زندہ رہے پھر وفات ہوگئی اھ پس اگر ان دو سال کو تخمین پر محمول نہ کیا جاوے تو اس سے مع سند اس کا نزول قبل فتح ثابت ہوتا ہے کیونکہ فتح مکہ رمضان ۸ھ میں ہوا تھا اور وفات آپ ﷺ کی ربیع الاول ۱۰ھ میں ہوئی ہے اور ظاہر ہے کہ اس کے درمیان مدت دو سال سے کم ہے پس دو سال اس کے نزول کے بعد زندہ رہنا جب ہی ہو سکتا ہے کہ اس کا نزول قبل فتح مکہ ہوا ہو اور جن روایات میں اس کا نزول بعد فتح مکہ ہوا ہو آیا ہے کما فی الدر المنثور تو اس کے معنی یہ ہیں کہ حکم منزل سابق کو مکرر منجانب اللہ یاد دلایا گیا راوی نے اس کو نزول سے تعبیر کر دیا اور اگر کسی وجہ سے اس توجیہ کو پسند نہ کیا جاوے تو کہا جاوے گا کہ کلمہ اذا صرف نصر و فتح کے اعتبار سے نہیں ہے بلکہ مجموعہ کے اعتبار سے ہے، جس کا ایک جزء یدخلون بھی ہے اور اس سے پہلے نزول ہوا ہے۔

وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم ع ۲۴ / ۲۵

اور اگر اس کا نزول اس جزء یدخلون الخ کے بعد ہو جیسا ایک روایت میں اس کا نزول حجۃ الوداع میں آیا ہے تو اذا کو بمعنی ماضی لے لیا جاوے گا یعنی چونکہ یہ امور ہو چکے ہیں اس لئے آپ کو یہ حکم کیا جاتا ہے اور اذا کا ماضی کے لئے مستعمل ہونا روح میں مذکور ہے وورد فی القرآن: حَتّٰۤی اِذَا سَاوٰی بَیْنَ الصَّدَفَیْنِ [الکہف: ۹۶] چنانچہ صحاح میں مصرح ہے کہ آپ آخر عمر میں ان کلمات کی کثرت فرماتے تھے۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰہِ اس کا حاصل حسب روایات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہے کہ بعد فراغ عن الارشاد والتبلیغ کے لقائے رب کے لئے خاص طور سے سامان کرنا چاہئے اسی طرح اہل طریق کو بھی چاہئے کہ جب وظائف ارشاد سے فارغ ہو جاویں تو قرب رب العباد کے لئے فارغ ہو جاویں۔

اللغات: قوله جاء ای حصل كذا فی الروح ۱۲۔

النحو: اذا جاء متعلق بسبح ولا يمنع منه الفاء كذا فی الروح وان كانت للماضی يتعلق بالمقدر والا يكون الكلام نحو اضرب زيدا امس كذا فی الروح والمقدر كمل امر الدين ۱۲۔

سُوْرَةُ اللَّھَبِ

سُوْرَةُ اللَّھَبِ ۱۱۱ مَكِّيَّة ۶ | بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ | اٰيَاتُهَا ۵ | رُكُوْعُهَا ۱

سورۃ اللھب مکہ میں نازل ہوئی　　شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں　　اس میں ۵ آیات اور ا رکوع ہے

تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝۱ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝۲ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝۳

وَّامْرَاَتُهٗ ۭ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝۴ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝۵

ع ۱ / ۳۶

ابولہب کے ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ برباد ہو جائے نہ اس کا مال اس کے کام آیا اور نہ اس کی کمائی و مال سے مراد سرمایہ اور ما کسب سے مراد اس کا نفع اور (آخرت میں) وہ عنقریب (مرنے کے متصل) ایک شعلہ زن آگ میں داخل ہوگا وہ بھی اور اس کی بیوی جو لکڑیاں لاد کر لاتی ہے (مراد خاردار لکڑیاں ہیں جن کا شان نزول میں ذکر ہے اور دوزخ میں) اس کے گلے میں ایک رسی ہوگی خوب بنی ہوئی۔

سورة اللهب مكية وهي خمس كذا في البيضاوي۔

تفسیر ربط: وَالضُّحٰى ۝ کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے منجملہ ان سے بچنا ہے مخالفت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سورت میں اسی مخالفت کا وبال مذکور ہے۔

خسارۂ مضاد رسول ﷺ: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝ مَآ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا كَسَبَ ۝ سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ ۝ وَّ امْرَاَتُهٗ ۭ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ ۝ فِيْ جِيْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۝ (سبب نزول اس کا صحیحین وغیرہما میں یہ آیا ہے کہ جب آیات: وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ [الشعراء: ۲۱۴] نازل ہوئی اور آپ نے کوہ صفا پر چڑھ کر پکار کر سب کو جمع کر کے دعوتِ اسلام کی تو ابولہب بن عبدالمطلب نے گستاخانہ کہا: تبالك سائر اليوم الهذا جمعتنا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ تو برباد ہو جاوے کیا ہم کو اسی بات کے لئے جمع کیا تھا اس پر یہ سورت نازل ہوئی اور اس ابولہب کی ایک بیوی تھی خاردار لکڑیاں جمع کر کے لاتی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں بچھاتی كذا في الدر المنثور عن البيهقي وغیرہ اس سورت میں اس کی بھی مذمت ہے اور وجہ مشترک دونوں کی مذمت کی عداوت مع الرسول ہے پس ارشاد ہے کہ) ابولہب کے ہاتھ ٹوٹ جاویں اور وہ برباد ہو جائے (چنانچہ واقعہ بدر کے سات روز بعد اس کے طاعون کا دانہ جس کو عدسہ کہتے ہیں نکلا اور مرض لگ جانے کے خوف سے سب گھر والوں نے اس کو الگ ڈال دیا یہاں تک کہ اسی حالت میں مر گیا اور تین روز تک لاش یوں ہی پڑی رہی جب سڑنے لگا تب مزدوروں سے اٹھوا کر دبوایا انہوں نے ایک گڑھا کھود کر اس کو ایک لکڑی سے اندر ڈھکا کر اوپر سے پتھر بھر دیئے کذا في الروح اس تکلیف اور ذلت سے زیادہ دنیا کی کیا بربادی ہوگی اور دونوں ہاتھوں سے کنایہ ذات سے ہوتا ہے پس اس تقدیر پر کلام مبنی ہوگا تاکید پر اور یا یوں کہا جاوے کہ اکثر اعمال ہاتھوں سے ہوتے ہیں پس اس سے ہلاک اعمال اور دوسرے جملہ سے ہلاک ذات مراد ہوگا اور حاصل یہ ہوگا کہ وہ اس طرح ہلاک ہوگا کہ اس کی تدبیریں سب بے کار ہو جاویں گی اور ہر حال میں اس بد دعا سے مراد اخبار عن الهلاك ہے بطور پیشین گوئی کے۔ اور تعبیر میں ہاتھوں کی تخصیص کا یہ نکتہ یہ ہو سکتا ہے کہ وہ ہاتھوں سے آپ کو تکلیف پہنچاتا تھا چنانچہ روح المعانی میں بحوالہ مجمع طارق سے روایت ہے کہ میں نے ایک بار دیکھا کہ سوق ذی المجاز میں آپ آگے آگے دعوت اسلام کرتے ہوئے چلے جا رہے ہیں اور پیچھے پیچھے ابولہب پتھر مارتا ہوا آ رہا ہے جس سے آپ کی ساق اور قدم لہولہان ہو گیا ہے اور روح میں بحوالہ بیہقی حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ ایک بار لوگوں سے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد فلاں امور ہوں گے پھر ہاتھوں کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا کہ ان امور میں سے ان ہاتھوں میں تو کوئی چیز آئی نہیں پھر دونوں ہاتھوں سے خطاب کر کے کہا

تبالكما ما ارى فيكما شيئا مما يقول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم اس لئے ہاتھوں کی طرف تباب کی نسبت فرمائی اور مادہ تباب کا اختیار کرنا اس لئے ہے کہ اس نے بھی اپنے کلام میں اسی مادہ کا استعمال کیا تھا اور چونکہ بددعاء سے مقصود خبر عن الایقاع ہے اس لئے کلام مذکور اس قول میں ہوا کہ وہ ہلاک ہوگا جس پر وہ یہ شبہ کرسکتا ہے کہ میں اپنے مال وتدبیر کی بدولت بچ جاؤں گا اس لئے آگے ارشاد ہے کہ) نہ اس کا مال اس کے کام آیا اور نہ اس کی کمائی (مال سے مراد سرمایہ اور ماکسب سے مراد اس سرمایہ کا رنج اور نفع یعنی کسی قسم کا مال اس کو ہلاکت سے نہ بچاوے گا اور اس ماضی سے مراد مستقبل ہے یہ حالت تو اس کی دنیا میں ہوئی اور آخرت میں) وہ عنقریب (مرنے کے متصل) ایک شعلہ زن آگ میں داخل ہوگا وہ بھی اور اس کی بیوی بھی جو لکڑیاں لاد کر لاتی ہے (مراد خاردار لکڑیاں ہیں جن کا اوپر ذکر ہوا ہے اور دوزخ میں پہنچ کر) اس کے گلے میں دوزخ کی زنجیر اور طوق ہوگا کقولہ تعالیٰ :اِذِ الْاَغْلٰلُ فِیْۤ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ ...... [المؤمن : ۷۱] کہ گویا وہ) ایک رسی ہوگی خوب بٹی ہوئی (تشبیہ شدت اور استحکام میں ہے اور ہر چند کہ مشبہ اس صفت میں زیادہ معروف ہے لیکن اس اعتبار سے مشبہ بہ زیادہ معروف ہے کہ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ کے معنی سے حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ کی طرف جلدی ذہن منتقل ہوتا ہے)۔ **ف**: اس شخص کا نام عبدالعزیٰ تھا ابولہب کنیت تھی بوجہ اشراق وحمرت لون وجہ کے اور کنیت کا اختیار کرنا برعایت اس کے نار ذات لہب میں پہنچنے کے ہے اور بعض نے کہا ہے کہ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ سے مراد چغل خور ہے وہ عورت چغل خور بھی تھی کذا فی الدر چنانچہ فارسی میں بھی ہیزم کش اس معنی میں مستعمل ہے۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ تَبَّتْ يَدَاۤ اَبِیْ لَهَبٍ اس میں دلالت ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے مقبولین کے لئے جو نبی ہوں انتقام لیتا ہے اسی طرح اپنے مقبولین کے لئے ولی ہوں انتقام لیتا ہے۔

اللغات: المسد المضفور المحكم الفتل ۱۲۔

النحو: وامرأته عطف على المستتر فى ليصلى للفصل حمالة الحطب نصب على الذم ۱۲۔

البلاغة: فى جيدها اكثر ما يستعمل فى الحلى فآثره على العنق تهكما ۱۲۔

سُورَةُ الإِخْلَاصِ

سُوْرَةُ الْإِخْلَاصِ ۱۱۲ مَكِّيَّةٌ ۲۲ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ۴ رُكُوْعُهَا ۱

سورۃ الاخلاص مکہ میں نازل ہوئی — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اس میں ۴ آیات اور ا رکوع ہے

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝۱ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝۲ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝۳ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝۴

آپ (ان لوگوں سے) کہہ دیجئے کہ وہ یعنی اللہ (اپنے کمال ذات وصفات میں) ایک ہے اللہ (ایسا) بے نیاز ہے کہ وہ کسی کا محتاج نہیں اور اس کے سب محتاج ہیں اس کے اولاد نہیں اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور نہ کوئی اس کے برابر کا ہے۔

سورة الاخلاص مكية مختلف فيها وهى اربع 'اية كذا فى البيضاوى۔

تفسیر ربط: وَالضُّحٰى ؁ کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے منجملہ اُن کے توحید ہے اس سورت میں اُس کا بیان ہے۔

توحید: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝ (اس کا سبب نزول یہ ہے کہ ایک بار مشرکین نے آپ سے کہا کہ اپنے رب کا وصف اور نسب بیان کیجئے اس پر یہ سورت نازل ہوئی كذا فى الدر المنثور باسانید متعددہ یعنی) آپ (ان لوگوں سے) کہہ دیجئے کہ وہ یعنی اللہ تعالیٰ (اپنے کمال ذات اور صفات میں) ایک ہے (کمال ذات یہ کہ واجب الوجود اور کمال صفات یہ کہ علم وقدرت وغیرہ اس کے قدیم اور محیط ہیں اور) اللہ تعالیٰ (ایسا) بے نیاز ہے (کہ وہ کسی کا محتاج نہیں اور اُس کے سب محتاج ہیں) اُس کے اولاد نہیں اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور نہ کوئی اُس کے برابر کا ہے۔ **ف**: منکرین توحید کئی قسم ہیں منکر وجود۔ منکر وجوب۔ منکر کمال صفات مشرک فی العبادۃ ان سب کا ابطال اللہ احد میں ہوگیا۔ مشرک فی الاستعانۃ اس کا ابطال اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ میں ہوگیا پس جملہ اولیٰ میں مضمون اِيَّاكَ نَعْبُدُ اور جملہ ثانیہ میں اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کا داخل ہوگیا مدعی ابناء وبنات اس کا ابطال لَمْ يَلِدْ ۙ میں ہوگیا۔ معتقد الوہیت بعضے بشر وجنات اس کا ابطال لَمْ يُوْلَدْ میں ہوگیا یعنی یہ لوگ مولود ہیں حق تعالیٰ مولود نہیں کیونکہ مستلزم حدوث ہے معتقد مماثلت جیسے مجوس کہ یزداں اور اہرمن کے قائل ہیں اُس کا ابطال لَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝ میں ہوگیا واللہ اعلم۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ یہ تمام سورت باوجود اپنے اختصار کے انواع معارف وعقائد توحید پر مشتمل ہے۔

اللغات: قوله الصمد فى الطبرى عن ابى جعفر ان الصمد عند العرب هو السيد الذى يصمد اليه الذى لا احد فوقه وكذلك تسمى اشرافها واختاره الطبرى من بين الاقوال حيث قال بعدهٗ فاذا كان ذلك كذالك فالذى هو اولىٰ بتاويل الكلمة المعنى المعروف من كلام من نزل القرآن بلسانه آه ملخصًا ۱۲۔

النحو: قوله قل هو اللّٰه فى الروح اجاز ابو البقاء ان يكون الاسم الاعظم بدلا من هو واحد خبرة ۱۲۔

البلاغة: قوله له كفوا اصل الجار والمجرور ان يؤخر الا انه قدم للاهتمام لان المقصود نفى المكافات عن ذاته عزوجل وللاهتمام ايضا قدم الخبر مع ما فيه من رعاية الفواصل لعل وقوع الجمل الثلث متعاطفة دون ما عداها من هذه السورة لانه سيقت لمعنى وغرض واحد وهو نفى المماثلة ان المماثل اما ولد او والد او نظير غيرهما فلتغاير الاقسام واجتماعها فى المقسم لزم العطف فيه بالواو كما هو مقتضى علم المعانى ۱۲۔

سُوْرَۃُ الْفَلَقِ

سُوْرَۃُ الْفَلَقِ ۱۱۳ مَکِّیَّۃٌ ۲۰ — بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ — اٰیَاتُھَا ۵ — رُکُوْعُھَا ۱

سورۃ الفلق مکہ میں نازل ہوئی — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اس میں ۵ آیات اور ا رکوع ہے

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝۱ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝۲ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۝۳ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ ۝۴ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۝۵

آپ (اپنے استعاذہ کے لئے) کہئے کہ میں صبح کے مالک کی پناہ لیتا ہوں تمام مخلوقات کے شر سے اور (بالخصوص) اندھیری رات کے شر سے جب وہ رات آجائے (اور شب میں شرور کا احتمال ظاہر ہے) اور (بالخصوص گنڈے کی) گرہوں پر پڑھ پڑھ کر پھونکنے والیوں کے شر سے اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرنے لگے۔

سورۃ الفلق مکیۃ علی الاصح کذا فی الروح لان نزولها بسبب سحر الیهود و کان بالمدینۃ۔

تفسیر: ربط: وَالضُّحٰی ۝ کی تمہید میں جن مہمات کا ذکر ہوا ہے منجملہ اُن کے حق تعالیٰ پر توکل اور اُس کے ساتھ استعاذہ ہے اس سورت میں اور اس کے بعد والی سورت میں اُس کا بیان ہے اور سبب نزول ان دونوں سورتوں کا جو کہ ساتھ ہی نازل ہوئی ہیں **کذا فی الدلائل للبیهقی** یہ ہے کہ حضورؐ پر لبید یہودی اور اُسکی بیٹیوں نے سحر کر دیا تھا جس سے آپ کو مرض کی سی حالت عارض ہوگئی آپؐ نے حق تعالیٰ سے دُعا کی اُس پر یہ دونوں سورتیں نازل ہوئیں جن میں ایک کی پانچ آیتیں اور ایک کی چھ آیتیں مجموعہ گیارہ آیتیں ہیں اور آپؐ کو وحی سے اس سحر کا موقع بھی معلوم کرا دیا گیا چنانچہ وہاں سے مختلف چیزیں نکلیں جن میں سحر کیا گیا تھا اور اُس میں ایک تانت کا ٹکڑا بھی تھا جس میں گیارہ گرہیں لگی ہوئی تھیں حضرت جبریلؑ سورتیں پڑھنے لگے ایک ایک آیت پر ایک ایک گرہ کھل گئی چنانچہ آپؐ کو بالکل شفا ہوگئی اور مجموعہ سورتین میں مختلف شرور سے استعاذہ کا اور سب امور میں حق تعالیٰ پر توکل کرنے کا حکم ہوا ہے اول سورت میں مضراتِ دنیویہ سے اور سورتِ ثانیہ میں مضرت دینیہ سے یہ حاصل ہے دونوں سورتوں کا اور یہ سب روایات روح المعانی و دُرِ منثور میں ہیں۔ امر باستعاذہ از مضرات دُنیویہ۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۝ (الی قولہ تعالیٰ) وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۝ آپ (اپنے استعاذہ کے لئے بھی اور دوسروں کو استعاذہ سکھلانے کیلئے جس کا حاصل توکل و تعلیم توکل ہے یوں) کہئے کہ میں صبح کے مالک کی پناہ لیتا ہوں تمام مخلوقات کے شر سے اور (بالخصوص) اندھیری رات کے شر سے جب وہ رات آجاوے (اور شب میں شرور کا احتمال ظاہر ہے) اور (بالخصوص گنڈی کی) گرہوں پر پڑھ پڑھ کر پھونکنے والیوں کے شر سے اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ حسد کرنے لگا (شاید تخصیص ان کی بعد تعمیم کے بمناسبت مقام یہ ہو کہ اکثر سحر کی ترتیب اور ترکیب شب کو ہوتی ہے **کذا فی الخازن** تاکہ کسی کو اطلاع نہ ہو اطمینان سے اُس کی تکمیل کر سکیں اور گنڈہ پر دم کرنے والی جانوں یا عورتوں کی مناسبت اس جگہ ظاہر ہے کہ سحر اسی طرح ہوا تھا خواہ مَرد نے کیا ہو یا عورتوں نے پس نفاثات کا موصوف یا نفوس ہیں یا نساء اور حسد اس سحر کا اصل منشاء تھا پس سحر کے متعلق سب چیزوں سے استعاذہ ہو گیا اور بقیہ شرور کی تعمیم کیلئے مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝ فرمادیا اور شاید فلق کی تخصیص بمقابلہ رات کے ہو اور اشارہ اس طرف ہو کہ جس طرح حق تعالیٰ لیل کا ازالہ کر دیتا ہے اسی طرح اثر لیل یعنی سحر کا کر سکتا ہے واللہ اعلم۔

ترجمہ مسائل السلوک: قولہ تعالیٰ: وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ ۝ اس کا اور بعد والی سورت کا نزول حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جو سحر کا کچھ اثر ہو گیا تھا اس کے ازالہ کے لئے ہوا تھا اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اسباب طبعیہ سے اہل باطل کا اثر اہل حق پر بھی ہو سکتا ہے اور ایسی تاثیر معیار حق و باطل کا نہیں جیسے بعض لوگ اس کو کمال سمجھ کر دعوے اور ضلال میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ قولہ تعالیٰ: مِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۝ اس میں حسد کی مذمت ظاہر ہے ۱۲۔

الروایات: **جاء فی الحدیث انه صلی اللہ علیه وسلم نظر الی القمر لما طلع فقال یا عائشة استعیذی باللہ فان هذا الغاسق اذا وقب آہ ولا یعارضه ما فسرت به لان المقصود من الحدیث هو الاستعاذة من ظلمة اللیل الذی کمیل اذا غاب القمر او انخسف ۱۲۔**

اللغات: **الفلق الصبح غاسق اللیل اذا غاب الشفق وغاسق اذا وقب ای اللیل اذا دخل وقب المجیئ والاقبال ووقب القمر دخل فی الخسوف ۱۲۔**

سُوْرَةُ النَّاسِ

سُوْرَةُ النَّاسِ ۱۱۴ مَكِّيَّةٌ ۲۱ — بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ — اٰيَاتُهَا ۶ — رُكُوْعُهَا ۱

سورۃ الناس مکہ میں نازل ہوئی — شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں — اس میں ۶ آیات اور ا رکوع ہے

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝۱ مَلِكِ النَّاسِ ۝۲ اِلٰهِ النَّاسِ ۝۳ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۵ الْخَنَّاسِ ۝۴ الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۝۵ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۝۶

آپ کہئے (جس طرح کہ فلق میں گزرا) کہ میں آدمیوں کے مالک آدمیوں کے بادشاہ آدمیوں کے معبود کی پناہ لیتا ہوں وسوسہ ڈالنے پیچھے ہٹ جانے والے (شیطان) کے شر سے جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے خواہ وہ (وسوسہ ڈالنے والا) جن ہو یا آدمی (ہو)۔

سورة الناس مكية فيها ما مر في الفلق۔

تفسیر ربط: ابھی اوپر فلق میں گزرا ہے۔

امر باستعاذہ از مضرت دینیہ یعنی وسوسۂ شیطانیہ: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ (الی قولہ تعالی) مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ آپ کہئے (جس طرح کہ فلق میں گزرا) کہ میں آدمیوں کے مالک آدمیوں کے بادشاہ آدمیوں کے معبود کی پناہ لیتا ہوں وسوسہ ڈالنے والے پیچھے ہٹ جانے والے (شیطان) کے شر سے (پیچھے ہٹنے کا مطلب یہ کہ حدیث میں ہے کہ اللہ کا نام لینے سے وہ ہٹ جاتا ہے اور یہ امر شیطان جن میں تو ظاہر ہے اور شیطان الانس میں حسب تقریر کبیر اس طرح سے ہے کہ موسوس اپنے کو ناصح مشفق کی صورت میں ظاہر کرتا ہے لیکن اگر اُس کو زجر کر دیا جاوے تو پھر وسوسہ سے باز آجاتا ہے اور اگر قبول کر لیا جاوے تو اور مبالغہ کرتا ہے اور یہ صفت اشارہ ہے اس طرف ہے کہ اللہ کے ساتھ اس سے استعاذہ کرنا سبب اعاذہ کا ہوگا کیونکہ اُس کی خاصیت ہے تاخرعن ذکر اللہ۔ آگے وسواس کی تقریر کے لئے صفت ہے یعنی) جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے خواہ وہ (وسوسہ ڈالنے والا) جن ہو یا آدمی (ہو یعنی شیاطین الانس سے بھی پناہ مانگتا ہوں اور شیاطین الجن سے بھی کقولہ تعالی: وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ ...... [الأنعام: ۱۱۲])۔

ف: مراد اس سے وسوسہ ہے جو مفضی الی المعصیت ہو جاوے اور اس کا مضرت دینیہ ہونا ظاہر ہے اور ایک عجیب لطیفہ اس صورت میں جس سے قرآن کا حسن آغاز و انجام بھی ظاہر ہوتا ہے یہ ہے کہ اس کے اور فاتحہ کے مضامین میں غایت درجہ کا تقارب کہ حکم اتحاد میں ہے متحقق ہے چنانچہ رب الناس کے مناسب۔

ترجمۂ مسائل السلوک: قولہ تعالی: مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۵ الْخَنَّاسِ حدیث میں ہے کہ وسوسہ غفلت کے وقت کرتا ہے اور اس کا خنس یعنی ہٹ جانا قلب سے ذکر کے وقت واقع ہوتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ غفلت کا علاج ذکر سے ہوتا ہے ۱۲۔

اللغات: اَلْوَسْوَاسِ اسم مصدر وصف به مبالغة او الكلام على حذف مضاف اى ذى الوسواس كما فى الروح والكشاف الخناس الذى يتاخر ۱۲۔

النحو: من الجنة والناس بيان للوسواس ۱۲۔

البلاغة: قوله رب الناس تخصيص الاضافة الى الناس مع انتظام جميع العالم فى سلك ربوبية تعالى وملكوته والوهيته للارشاد الى منهاج الاستعاذة الحقيقة فان المستعيذ بربه لابد وان يعاذ ۱۲۔

رب العلمين اور ملك الناس کےمناسب ملك يوم الدين اور اله الناس کےمناسب اياك نعبد اوراستعاذہ کےمناسب اياك نستعين اور الوسواس۔ الخناس الخ کےمناسب اهدنا الخ ہے فيا الٰهی بحرمة مفتح القران ومختتمه وما بينهما اهدنا الصراط المستقيم صراط الذين انعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين واعذنا من جميع الشرور والفتن ما ظهر منها وما بطن۔ واجعل فاتحتنا وخاتمتنا مقرونة بكل خير۔ ومصونة عن كل ضير۔ وقد كمل والحمد لله الحميد۔ تفسير القراٰن المجيد۔ فی يوم الخميس لمنتصف ۱۳۲۵ھ من هجرة سيد العبيد ﷺ مزيدا على مزيد۔ وقد حان والحمد لله ان اقول بملأ فی بالتطريب والتعزيد۔ وقد كنت رجوت ان اقوله فی اٰخر تفسير سورة الكهف وقد كنت سميت يوم ختامه يوم عيد۔ حيث اتی الله علیّ بعيد اٰخر جديد۔ وقرب الی البعيد۔ الا يا ايها الاحباب عيد على عيد۔ وقد صرف سنتان ونصف سنة فی تكميل هذا الامر الرشيد۔ وانشدت معترفا بالخطأ وملتمسا للدعاء ما فی خاتمة طبع البيضاوی المطبوع فی المطبع الاحمدی سعيت الی ان جدت بالجهد كله۔ ولكن ما سعی وجهدی وطاقتی۔ فان كان فيه ما يسرو ذا الرجاء۔ فمن محض فضل الله لامن حذاقتی۔ وان كان من عيب ولست اقول لا۔ يكون فمنی والجحود حماقتی۔ فلاتنس يا نظاره ان شفا صدوركم من دعاء الخير فعل الصداقة۔ ولا تفضحونا ان وجدتم خطائنا۔ فكيف وقد اتبعت فی الجهد ناقتی۔ وصلی الله تعالٰی علی خير خلقه سيدنا محمد واله واصحابه وسلم ابدا لا بيد وختم لنا علی العمل السعيد۔ فانه بالاجابة جدير۔ وعلی كل شئ قدير۔ ويفعل ما يشاء ويحكم ما يريد۔

اللهم اغفر لمن سعٰی فيه و مصححه مولانا سليم الله خان بحرمة النبی الكريم عليه الصلٰوة والتسليم ۔

ترجمہ مسائل السلوک: الحمدللہ کہ آج بتاریخ ثانی جمادی الاولی ۱۳۳۹ھ یہ ترجمہ مسائل السلوک کا مسمی بہ رفع الشکوک تمام ہوا۔

وجوه المثانی

سورة الصف: قوله تعالٰی من بعدی اسمه۔ فيه قراء تان الاولٰی بفتح الياء لنافع وابن كثير وابی عمرو وشعبة والثانية بسكونها للباقين قوله تعالٰی هذا سحر۔ فيه قراء تان الاولٰی بفتح السين والف بعدها وكسر الحاء لحمزة والكسائی والثانية بكسر السين وسكون الحاء للباقين۔ قوله تعالٰی متم نوره۔ فيه قراء تان الاولٰی متم بغير تنوين ونوره بجر الراء وكسر الهاء لابن كثير وحفص وحمزة والكسائی والثانية بالتنوين ونصب الراء وضم الهاء للباقين قوله تعالٰی تنجيكم۔ فيه قراء تان الاولٰی من التفعيل لابن عامر والثانية من الافعال للباقين قوله تعالٰی كونوا انصار الله۔ فيه قراء تان الاولٰی انصار بالتنوين وجر اللام من الله لنافع وابن كثير وابی عمرو والثانية بغير تنوين۔

سورة الجمعة: لا خلاف فيها الا فی الاصول سورة المنافقين قوله خشب۔ فيه قراء تان الاولٰی بسكون الشين لقنبل وابی عمرو والكسائی والثانية بالضم للباقين والاول تخفيف للثانی قوله تعالٰی يحسبون۔ فيه ما فی اٰخر المجادلة قوله تعالٰی لووا فيه قراء تان الاولٰی بتخفيف الواو الاولٰی لنافع والثانية بالتشديد للباقين قوله تعالٰی واكن من الصٰلحين۔ فيه قراء تان الاولٰی اكون بالواو وفتح النون لابی عمرو والثانية بغير واو وجزم النون للباقين وجه الفتح ظاهر ووجه الجزم عطفه على موضع فاصدق كانه قيل ان اخرتنی اصدق واكن قوله تعالٰی بما تعملون۔ فيه قراء تان الاولٰی بالتحتية لشعبة والثانية بالفوقية للباقين۔

سورة التغابن: قوله تعالٰی :تعالٰی نكفر وندخله۔ فيها قراء تان الاولٰی بالنون فيهما لنافع وابن عامرو الثانية بالتحتية للباقين۔ قوله تعالٰی :يضعفه۔ فيه قراء تان الاولٰی من التفعيل لابن كثير وابن عامر والثانية من المفاعلة للباقين۔

سورة الطلاق: قوله تعالٰی مبينة۔ فيه قراء تان الاولٰی فتح التحتية لابن كثير وابی بكر والثانية بالكسر للباقين قوله تعالٰی بالغ امره۔ فيه قراء تان الاولٰی بغير تنوين بالغ وجر امره لحفص والثانية بالتنوين ونصب الراء للباقين قوله تعالٰی واللائی فی الموضعين فيه ما فی المجادلة قوله تعالٰی نكرا۔ فيه قراء تان الاولٰی بضم الكاف لنافع وابن ذكوان وشعبة والثانية بالسكون للباقين قوله تعالٰی مبينات۔ فيه قراء تان الاولٰی بكسر التحتية لابن عامر وحفص وحمزة والكسائی والثانية بالفتح للباقين قوله تعالٰی يدخله۔ فيه قراء تان الاولٰی بالنون لنافع وابن عامر والثانية بالتحتية للباقين۔

سورۃ التحریم: قوله تعالىٰ عرف۔ فيه قراء تان الاولىٰ بتخفيف الراء للكسائى والثانية بالتشديد للباقين ومعنى الاول على التجوز عاتب وجازى كما تقول للرجل يسئ اليك والله لا عرفن لك ذلك قوله تعالىٰ تظاهرا۔ فيه قراء تان الاولىٰ بتخفيف الظاء لنافع والثانية بالتشديد للباقين قوله تعالىٰ وجبريل۔ فيه اربع قراء ات الاولىٰ بفتح الجيم وكسر الراء لابن كثير والثانية بكسر الجيم والراء لنافع وابى عمرو وابن عامر وحفص والثالثة بفتح الجيم والراء وبعد الراء همزة مكسورة ولاياء بعدها لشعبة والرابعة بفتح الجيم والراء وبعد الراء همزة مكسورة وبعدها ياء للباقين قوله تعالىٰ يبدله۔ فيه قراء تان الاولىٰ من التفعيل لنافع وابى عمرو والثانية من الافعال للباقين قوله تعالىٰ نصوحا۔ فيه قراء تان الاولىٰ بضم النون لشعبة والثانية بالفتح للباقين والاول مصدر وصف به مبالغة قوله تعالىٰ كتبه۔ فيه قراء تان الاولىٰ بالجمع لابى عمرو وحفص والثانية بالافراد للباقين۔

سورۃ الملک: قوله تعالىٰ من تفوُت۔ فيه قراء تان الاولىٰ من التفعل لحمزة والكسائى والثانية من التفاعل للباقين قوله تعالىٰ فسحقا۔ فيه قراء تان الاولىٰ بضم الحاء للكسائى والثانية بالسكون للباقين وهما لغتان قوله تعالىٰ فستعلمون۔ فيه قراء تان الاولىٰ بالغيبة للكسائى والثانية بالخطاب للباقين۔

سورۃ القلم: قوله تعالىٰ ان كان ذا مال۔ فيه قراء تان الاولىٰ بهمزتين مفتوحتين لابن عامر وشعبة وحمزة والثانية بهمزة واحدة مفتوحة للباقين ومعنى الاول اكذب بها لان كان ومعنى الثانى لا تطع من هذه مثالبه لانك كان متمولا قوله تعالىٰ ان يبدلنا۔ فيه قراء تان الاولىٰ من التبديل لنافع وابى عمرو والثانية من الابدال للباقين قوله تعالىٰ ليزلقونك۔ فيه قراء تان الاولىٰ بفتح الياء التحتية من زلق بمعنى ازلق لنافع والثانية بالضم للباقين۔

سورۃ الحاقۃ: قوله تعالىٰ ومن قبله۔ فيه قراء تان الاولىٰ بكسر القاف وفتح الباء الموحدة لابى عمرو والكسائى والثانية بفتح القاف وسكون الباء الموحدة للباقين ومعنى الاول من فى جهته وجانبه ومن اتباعه قوله تعالىٰ لا تخفى۔ فيه قراء تان الاولىٰ بالياء التحتية لحمزة والكسائى والثانية بالفوقية للباقين قوله تعالىٰ قليلا ما تؤمنون۔ فيه قراء تان الاولىٰ بالتحتية لابن كثير وابن عامر بخلاف عن ابن ذكوان والثانية بالفوقية للباقين قوله تعالىٰ قليلا ما تذكرون۔ فيه ثلث قراء ات الاولىٰ بالتحتية وتشديد الذال لابن كثير وابن عامر بخلاف عن ابن ذكوان فى التحتية والثانية بالفوقية وتخفيف الذال الحمزة والكسائى وحفص والثالثة بالفوقية وتشديد الذال للباقين۔

سورۃ المعارج: قوله تعالىٰ تعرج۔ فيه قراء تان الاولىٰ بالتحتية للكسائى والثانية بالفوقية للباقين قوله تعالىٰ عذاب يومئذ۔ فيه قراء تان الاولىٰ بفتح الميم لابى عمرو وحمزة والكسائى بالثانية بالجر للباقين والفتح على البناء للاضافة الى غير متمكن قوله تعالىٰ نزاعة۔ فيه قراء تان الاولىٰ بالنصب لحفص والثانية بالرفع للباقين وهو على الاول حال وعلى الثانى خبرثان لان قوله تعالىٰ لاماناتهم۔ فيه قراء تان الاولىٰ على التوحيد لابن كثير والثانية على الجمع للباقين قوله تعالىٰ بشهادتهم۔ فيه قراء تان الاولىٰ على الجمع لحفص والثانية على التوحيد للباقين قوله تعالىٰ الى نصب۔ فيه قراء تان الاولىٰ بضم النون والصاد لابن عامر وحفص والثانية بفتح النون واسكان الصاد للباقين والاول قيل مفرد وقيل جمع نصاب والثانى مفرد۔

سورۃ نوح: قوله تعالىٰ وولده۔ فيه قراء تان الاولىٰ بفتح الواوين واللام لنافع وابن عامر وعاصم والثانية بضم الواو واسكان اللام للباقين والاول مفرد والثانى قيل مفرد وقيل جمع۔

سورۃ الجن: قوله تعالىٰ وانه تعالىٰ جد ربنا (الى قوله تعالىٰ) وانا منا المسلمون۔ فيه قراء تان الاولىٰ بفتح الهمزة فى الجميع لابن عامر وحفص وحمزة والكسائى والثانية بالكسر للباقين وجه الفتح عطفها على انه استمع على ان الموحى عين عبارة الجن بطريق الحكاية ووجه الكسر ظاهر كالكسر فى انا سمعنا قرآنا الخ قوله تعالىٰ يسلكه۔ فيه قراء تان الاولىٰ بالتحتية لعاصم وحمزة والكسائى والثانية بالنون للباقين قوله تعالىٰ وانه لما قام۔ فيه قراء تان الاولىٰ بكسر الهمزة لنافع وشعبة والثانية بالفتح للباقين وجه الكسر كونه استينا فاو وجه الفتح عطفه على انه استمع قوله تعالىٰ لبدا۔ فيه قراء تان الاولىٰ بضم اللام لهشام والثانية بالكسر للباقين والاول جمع لبدة كزبرة وزبر والثانى جمع لبدة نحو كسرة وكسر قوله تعالىٰ قل انما۔ فيه قراء تان

الاولیٰ قل بصیغة الامر لعاصم وحمزة والثانیة بصیغة الماضی للباقین۔

سورة المزمل: قوله تعالیٰ اشدوطأ۔ فیه قراء تان الاولیٰ بکسر الواو وفتح الطاء وبعدها الف ممدودة وهمزة منونة لابن عمرو وابن عامر والثانیة بفتحة الواو وسکون الطاء وبعدها همزة منونة للباقین والاول مصدر من القتال قوله تعالیٰ رب المشرق فیه قراء تان الاولیٰ بجر الموحدة لابن عامر وابی بکر وحمزة والکسائی والثانیة بالرفع للباقین وعلی الاول هو بدل من ربك قوله تعالیٰ من ثلثی اللیل۔ فیه قراء تان الاولیٰ بسکون اللام لهشام والثانیة بالضم للباقین قوله تعالیٰ نصفه وثلثه۔ فیه قراء تان الاولیٰ بنصب الفاء والمثلثة بعد اللام وضم الهاء لابن کثیر وعاصم وحمزة والکسائی والثانیة بجر الفاء والمثلثة بعد اللام و کسر الهاء للباقین وهو علی الاول معطوف علی ادنیٰ وعلی الثانی معطوف علی ثلثی اللیل۔

سورة المدثر: قوله تعالیٰ والرجز۔ فیه قراء تان الاولیٰ بضم الراء لحفص والثانیة بالکسر للباقین والمضموم والمکسور لغتان قوله تعالیٰ اذ ادبر فیه قراء تان الاولیٰ بسکون الذال المعجمة والدال المهملة بعدها وهمزة قطع مفتوحة بین الذال المعجمة والمهملة الساکنتین لنافع وحمزة وحفص والثانیة بفتح الذال المعجمة وبعدها الف وفتح المهملة بعد الالف للباقین قوله تعالیٰ مستنفرة۔ فیه قراء تان الاولیٰ بفتح الفاء لنافع وابن عامر والثانیة بالکسر للباقین قوله تعالیٰ وما یذکرون۔ فیه قراء تان الاولیٰ بالخطاب لنافع والثانیة بالغیبة للباقین۔

سورة القیٰمة: قوله تعالیٰ لا اقسم بیوم۔ فیه قراء تان الاولیٰ بغیر الف بین اللام والهمزة المضمومة لابن کثیر بخلاف عن البزی والثانیة بالالف للباقین وجه الاول ظاهر وجه الثانی زیادة لا قوله تعالیٰ ایحسب فی الموضعین۔ فیه قراء تان الاولیٰ بفتح السین لابن عامر وحمزة وعاصم والثانیة بالکسر للباقین قوله تعالیٰ فاذا برق۔ فیه قراء تان الاولیٰ بفتح الراء لنافع والثانیة بالکسر وهما لغتان قوله تعالیٰ تحبون وتذرون فیهما قراء تان الاولیٰ بالخطاب لنافع وعاصم وحمزة والکسائی والثانیة بالغیبة للباقین قوله تعالیٰ یمنی۔ فیه قراء تان الاولیٰ بالتحتیة لحفص والثانیةبالفوقیة للباقین۔

سورة الدهر: قوله تعالیٰ عالیهم۔ فیه قراء تان الاولیٰ بسکون الیاء بعد اللام وکسر الهاء لنافع وحمزة والثانیة بفتح الیاء وضم الهاء وجه الاول کونه مبتدأ وجه الثانی کونه ظرفاً قوله تعالیٰ خضرو استبرق۔ فیه اربع قراء ات الاولیٰ برفعهما لنافع وحفص والثانیة بخفضهما لحمزة والکسائی والثالثة برفع خضر وجر استبرق لابی عمرو وابن عامر والرابعة بجر خضرو رفع استبرق لابن کثیر وشعبة وجه الکل یظهر بادنی تامل۔ قوله تعالیٰ وما تشاء ون۔ فیه قراء تان الاولیٰ بالتحتیة لابی عمرو وابن عامر وابن کثیر والثانیة بالفوقیة۔

سورة المرسلٰت: قوله تعالیٰ اونذرا۔ فیه قراء تان الاولیٰ بضم الذل المعجمة لنافع وابن کثیر وابن عامر وشعبة والثانیة بالسکون للباقین وهما لغتان قوله تعالیٰ اقتت۔ فیه قراء تان الاولیٰ بواو مضمومة قبل القاف لابی عمرو والثانیة بهمزة مضمومة للباقین قوله تعالیٰ فقدرنا فیه قراء تان الاولیٰ بتشدید الدال لنافع والکسائی والثانیة بالتخفیف للباقین قوله تعالیٰ جمالة۔ فیه قراء تان الاولیٰ بغیر الف بعد اللام علی التوحید لحمزة والکسائی وحفص والثانیة بالالف علی الجمع للباقین قوله تعالیٰ عیون۔ فیه قراء تان الاولیٰ بضم العین لنافع وابی عمرو وهشام وحفص والثانیة بالکسر للباقین۔

سورة النبا: قوله تعالیٰ وفتحت۔ فیه قراء تان الاولیٰ بتخفیف التاء بعد القاء لعاصم وحمزة والکسائی والثانیة بالتشدید للباقین قوله تعالیٰ لابثین۔ فیه قراء تان الاولیٰ بغیر الف بین اللام والموحدة لحمزة والثانیة بالالف للباقین قوله تعالیٰ غساقا۔ فیه قراء تان الاولیٰ بتشدید السین لحمزة والکسائی وحفص والثانیة بالتخفیف للباقین قوله تعالیٰ ولا کذاباً۔ فیه قراء تان الاولیٰ بتخفیف الذال للکسائی والثانیة بالتشدید للباقین قوله تعالیٰ رب السموت۔ فیه قراء تان الاولیٰ برفع الباء الموحدة لنافع وابن کثیر وابی عمرو والثانیة بالجر للباقین وهو علی الاول خبر مبتدأ مقدر وعلی الثانی بدل من ربك قوله تعالیٰ الرحمٰن۔ فیه قراء تان الاولیٰ بخفض النون علی البدل من ربك لابن عامر وعاصم والثانیة بالرفع علی انه خبر مبتدأ مقدر للباقین۔

سورة النٰزعٰت: قوله تعالیٰ نخرة۔ فیه قراء تان الاولیٰ بالالف بعد النون لحمزة والکسائی وشعبة والثانیة بغیر الف للباقین۔

ومعناهما واحد قوله تعالیٰ ان تزکی۔ فیه قراء تان الاولیٰ بتشدید الزاء لنافع وابن کثیر والثانیة بالتخفیف للباقین۔

سورة عبس: قوله تعالیٰ فتنفعه۔ فیه قراء تان الاولیٰ بنصب العین لعاصم والثانیة بالرفع للباقین وجه النصب اضمار ان بعد الفاء وجه الرفع عطفه علی یذکر قوله تعالیٰ تصدی۔ فیه قراء تان الاولیٰ بتشدید الصاد لنافع وابن کثیر والثانیة بالتخفیف للباقین قوله تعالیٰ انا صببنا۔ فیه قراء تان الاولیٰ بفتح الهمزة لعاصم وحمزة والکسائی والثانیة بالکسر للباقین وجه الفتح البدلیة الاشتمالیة وجه الرفع الاستیناف۔

سورة التکویر: قوله تعالیٰ سجرت۔ فیه قراء تان الاولیٰ بتخفیف الجیم لابی عمرو وابن کثیر والثانیة بالتشدید للباقین قوله تعالیٰ نشرت فیه قراء تان الاولیٰ بتخفیف الشین لنافع وابن عامر وعاصم والثانیة بالتشدید للباقین قوله تعالیٰ سعرت۔ فیه قراء تان الاولیٰ بتشدید العین لنافع وابن ذکوان وحفص والثانیة بالتخفیف للباقین قوله تعالیٰ بضنین۔ فیه قراء تان الاولیٰ بالظاء لابن کثیر وابی عمرو والکسائی والثانیة بالضاد للباقین ومعنی الثانی لا یبخل بالوحی ولا یقصر فی التعلیم والتبلیغ ومعنی الاول لیس بمتهم وهو نظیر الوصف السابق بامین۔

سورة الانفطار: قوله تعالیٰ فعدلک۔ فیه قراء تان الاولیٰ بتخفیف الدال لعاصم وحمزة والکسائی والثانیة بالتشدید للباقین ومعنی الاول عدل بعض الاعضاء ببعض بحیث اعتدلت من عدل فلانا لفلان اذا ساوی بینهما ومعنی الثانی صیرک معتدلا متناسب الخلق من غیر تفاوت فیه قوله تعالیٰ یوم لا تملک۔ فیه قراء تان الاولیٰ برفع المیم لابن کثیر وابی عمرو والثانیة بالنصب للباقین وجه الرفع انه خبر مبتدأ محذوف ای هو وعدم التنوین للاضافة والنصب باضمار اذکر۔

سورة المطففین: قوله تعالیٰ ختمهٗ مسک۔ فیه قراء تان الاولیٰ بفتح الخاء والف بعدها وفتح التاء ولا الف بعد التاء للکسائی والثانیة بکسر الخاء وفتح التاء والف بعد التاء للباقین قوله تعالیٰ فکهین۔ فیه قراء تان الاولیٰ بغیر الف بین الفاء والکاف لحفص والثانیة بالالف للباقین فقیل هما بمعنی وقیل فکهین اشرین وفاکهین متفکهین۔

سورة الانشقاق: قوله تعالیٰ ویصلی۔ فیه قراء تان الاولیٰ بفتح الیاء وسکون الصاد وتخفیف للام لابی عمرو وعاصم وحمزة والثانیة بضم الیاء وفتح الصاد وتشدید اللام قوله تعالیٰ لترکبن۔ فیه قراء تان الاولیٰ بفتح الموحدة لابن کثیر وحمزة والکسائی والثانیة بالضم للباقین والخطاب علی الاول للانسان لا باعتبار الشمول وفی الثانی باعتباره۔

سورة البروج: قوله تعالیٰ المجید۔ فیه قراء تان الاولیٰ بجر الدال لحمزة والکسائی صفة للعرش والثانیة بالرفع للباقین صفة لذو۔ قوله تعالیٰ محفوظ۔ فیه قراء تان الاولیٰ برفع الظاء لنافع صفة للقرآن والثانیة بالجر للباقین صفة للوح۔

سورة الطارق: قوله تعالیٰ لما علیها۔ فیه قراء تان الاولیٰ بتشدید المیم لابن عامر وعاصم وحمزة والثانیة بالتخفیف للباقین وان علی الاول نافیة ولما بمعنی الا وان علی الثانی اما نافیة واللام بمعنی الا وما زائدة واما مخففة من الثقیلة وما زائدة واللام هی الفارقة۔

سورة الاعلیٰ: قوله تعالیٰ والذی قدر۔ فیه قراء تان الاولیٰ بتخفیف الدال للکسائی والثانیة بالتشدید للباقین قوله تعالیٰ بل تؤثرون۔ فیه قراء تان الاولیٰ بالتحتیة لابی عمرو والثانیة بالخطاب للباقین۔

سورة الغاشیة: قوله تعالیٰ تصلی۔ فیه قراء تان الاولیٰ بضم الفوقیة لابی عمرو وشعبة والثانیة بالفتح للباقین قوله تعالیٰ لا تسمع فیه لاغیة۔ فیه ثلث قراء ات الاولیٰ بضم فوقیة تسمع ورفع اللاغیة لنافع والثانیة بضم التحتیة والرفع لابن کثیر وابی عمرو والثانیة بالفوقیة مفتوحة ولاغیة بالنصب للباقین۔

سورة الفجر: قوله تعالیٰ والوتر۔ فیه قراء تان الاولیٰ بکسر الواو لحمزة والکسائی والثانیة بالفتح للباقین قوله تعالیٰ فقدر علیه۔ فیه قراء تان الاولیٰ بتشدید الدال لابن عامر والثانیة بالتخفیف للباقین قوله تعالیٰ تکرمون ولا تحاضون وتاکلون وتحبون فی الاربعة قراء تان الاولیٰ بالتحتیة لابی عمرو والثانیة بالفوقیة للباقین وقرأ عاصم وحمزة والکسائی تحاضون بفتح التاء والحاء والف بعدها والباقون بضم الحاء ولا الف بعدها۔ قوله تعالیٰ لا یعذب ولا یوثق۔ فیهما قراء تان الاولیٰ بفتح الذال

والمثلة للكسائى والثانية بكسرهما واضافة العذاب والوثاق على الاول الى المفعول وعلى الثانى الى الفاعل۔

سُوْرَةُ الْبَلَد: **قوله تعالٰى** ايحسب فى الموضعين۔ فيه قراء تان الاولٰى بفتح السين لابن عامر وعاصم وحمزة والثانية بالكسر للباقين **قوله تعالٰى** فك رقبة او اطعام۔ فيه قراء تان الاولٰى برفع الكاف وجر رقبة وكسر همزة اطعام وفتح العين وبعدها الف ورفع الميم منونة لنافع وابن عامر وعاصم وحمزة والثانية بنصب الكاف ورقبة بالنصب واطعم بفتح الهمزة والعين والميم بغير تنوين ولا الف بين العين والميم۔ **قوله تعالٰى** موصدة ۔ فيه قراء تان الاولٰى بالهمزة لابى عمرو وحفص وحمزة والثانية بالواو للباقين۔

سُوْرَةُ الشَّمْس: **قوله تعالٰى** ولا يخاف۔ فيه قراء تان الاولٰى بالفاء لنافع وبن عامر والثانية بالواو للباقين۔

سُوْرَةُ الْقَدْر: **قوله تعالٰى** حتى مطلع۔ فيه قراء تان الاولٰى بكسر اللام للكسائى والثانية بالفتح للباقين والثانى اسم زمان والاول مصدر۔

سُوْرَةُ الْبَيِّنَة: **قوله تعالٰى** البرية۔ فى الموضعين۔ فيه قراء تان الاولٰى بالهمزة بعد الياء لنافع وابن ذكوان والثانية بالياء المشددة للباقين والاول اصل الثانى۔

سُوْرَةُ التَّكَاثُر: **قوله تعالٰى** لترون الجحيم۔ فيه قراء تان الاولٰى بضم التاء مبنيا للمفعول لابن عامر والكسائى والثانية بالفتح مبنيا للفاعل للباقين۔

سُوْرَةُ الْهُمَزَة: **قوله تعالٰى** جمع مالا۔ فيه قراء تان الاولٰى بتشديد الميم لابن عامر وحمزة والكسائى والثانية بالتخفيف للباقين۔ **قوله تعالٰى** يحسب۔ فيه قراء تان الاولٰى بفتح السين لابن عامر وعاصم وحمزة والثانية بالكسر للباقين **قوله تعالٰى** مؤصدة۔ فيه قراء تان الاولٰى بالهمزة لابى عمرو وحفص وحمزة والثانية بالبدل للباقين **قوله تعالٰى** فى عمد۔ فيه قراء تان الاولٰى بضم العين والميم لحمزة والكسائى وشعبة والثانية بفتحهما للباقين وهما جمع عمود۔

سُوْرَةُ قُرَيْش: **قوله تعالٰى** لايلاف۔ فيه قراء تان الاولٰى بغير ياء بعد الهمزة على وزن قبال وكتاب لابن عامر والثانية بالياء على وزن اكرام للباقين۔

سُوْرَةُ اللَّهَب: **قوله تعالٰى** ابى لهب۔ فيه قراء تان الاولٰى بسكون الهاء لابن كثير والثانية بالفتح للباقين وهما لغتان **قوله تعالٰى** حمالة فيه قراء تان الاولٰى بنصب التاء لعاصم والثانية بالرفع للباقين والنصب على الحال او الذم والرفع على انه خبرهى۔

سُوْرَةُ الْإِخْلَاص: **قوله تعالٰى** كفوا۔ فيه قراء تان الاولٰى بسكون الفاء لحمزة والثانية بالضم للباقين۔ والحمد لله تعالٰى على تمام هذه الرسالة العجالة للثانى والعشرين من شعبان المعظم ۱۳۲۶ء من الهجرة المباركة وصل الله تعالٰى على خير خلقه محمد واله واصحابه اجمعين۔ (وجوہ المثانی متعلقہ جلد دوازدہم ختم ہوئی)

تصدیق

الحمدللہ! ہم نے مکتبہ رحمانیہ کی شائع کردہ تفسیر بیان القرآن کے عربی متن کو حرفاً حرفاً بغور پڑھا ہے اور آج بروز ۶-۱۱-۲۰۰۹ء اس کی ٹریسنگ پہ نظر ثالث سے فراغت پائی۔ ہم تصدیق کرتے ہیں کہ اب اس کے متن میں کوئی کمی بیشی نہیں ہے اور لفظی و اعرابی غلط کا بھی امکان نہیں ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ

محمد یوسف
قاری محمد یوسف
رجسٹرڈ پروف ریڈر محکمہ اوقاف، پنجاب

محمد اشرف
قاری محمد اشرف خوشابی
رجسٹرڈ پروف ریڈر محکمہ اوقاف، پنجاب